جلد اول

اس کتاب میں خان صاحب بریلوی کی ذاتی شخصیت آباؤ اجداد
نیز مختلف شعبہ ہائے حیات مثلاً تصنیف و تالیف، سیاست، مناظرہ،
ترجمہ، تفسیر، فقہ میں ان کی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے
خان صاحب بریلوی کا مکمل انسائیکلوپیڈیا!

بنام

# نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی

حیات

خدمات

کارنامے




مؤلف

حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ

(فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی و مدرس دارالعلوم مدنیہ)



ناشر

جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ

اس کتاب میں فاضل بریلی کے آباء واجداد کی حقیقی تاریخ. بریلی شہر کا مکمل تعارف. خان صاحب بریلوی کی ذاتی شخصیت وکردار. اُن کی اولاد. چند معروف خلفائی کی سوانح. کارناموں. خان صاحب بریلوی اور اُن کے خاندان کی تحریکِ آزادی وتحریکِ پاکستان. نیز مختلف شعبہ ہائے جات مثلاً سیاست. ترجمۂ قرآن. حدیث. فقہ. تدریس. تصنیف. تبلیغ. مناظرہ. سائنس وغیرہ میں خان صاحب کی خدمات کا تنقیدی وتحقیقی جائزہ لیا گیا ہے. اس کے علاوہ بھی اور بہت کچھ! خان صاحب اور ان سے متعلق افراد پر یہ ایک مکمل انسائیکلو پیڈیا ہے جو اس سے پہلے آپ کی نظر سے نہیں گزرا ہوگا!!

بنام

# نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی

## حیات، خدمات اور کارنامے جلد اوّل

مؤلفہ

حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ

(فاضل جامعہ دار العلوم کراچی ومدرس دار العلوم مدنیہ)

ناشر

جمعیۃ اہل السنّۃ والجماعۃ

# کتاب کی تفصیلات

کتاب کا نام : نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی؛ حیات، خدمات اور کارنامے (جلد اوّل)

مؤلف : مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ

صفحات : ۱۰۳۲

طباعت کا سن : اشاعتِ اوّل، ۱۴۴۲ھ، مطابق ۲۰۲۰ء

قیمت :

کمپیوٹر ورک : مولانا عبد اللہ رحمانی، (الہند)

ناشر : **جمعیّة اهل السنّة والجماعة**

☆......ملنے کے پتے......☆

① مکتبہ عزیزیہ سلام مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی (+92 3052140052)

② مکتبہ جمال قاسمی سہراب گوٹھ، کراچی

③ مکتبہ حنفیہ حق اسٹریٹ اردو بازار، لاہور

④ دفتر نوجوانانِ احناف لطیف آباد، پشاور

# ☆......اجمالی فہرست......☆

☆......فہرستِ مضامین......☆



## باب اوّل

## نواب احمد رضا خان صاحب کا خاندانی پس منظر

## باب ششم

☆......☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Molana
Muhammad Ilyas Ghumman
Cell:0300-4677615
E-mail: ilyasghumman@gmail.com
www.ahnafmedia.com



مولانا محمد الیاس گھمن

سرپرست خانقاہ و مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا ● امیر عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ ● چیف ایگزیکٹو احناف میڈیا سروسز

تاریخ: 04-دسمبر 2019ء

حوالہ نمبر: 86

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم أما بعد!

عزیزم مولانا ساجد خان نقشبندی سلمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ رب العزت نے عمدہ زبان اور تحقیقی رنگ قلم سے نوازا ہے۔ آپ مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کے داعی اور توحید و سنت کا پرچار کرنے والے دردمند عالم دین ہیں۔ تحریر و تقریر کے ذریعے مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کا پرچار کرنے میں اپنی مثال آپ ہیں۔ انداز بیان اور دلائل دینے کا طریق انداز انتہائی دلنشین ہے۔ اللہ رب العزت آپ کی مساعی کو قبول فرمائے، آپ کی حفاظت فرمائے اور بخیر و عافیت صحیح عقائد و اعمال کی ترویج کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

موصوف نے کئی ایک کتب تصنیف فرمائی ہیں جو بحمد اللہ مقبول ہوئی ہیں۔ "فاضل بریلوی: حیات و کارنامے" آپ کی تازہ تصنیف ہے۔ یہ کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے۔ بندہ مسلسل اسفار اور مصروفیت کی وجہ سے بالاستیعاب تو نہ دیکھ سکا البتہ فہرست پر سرسری نظر ڈالنے سے اندازہ ہوا کہ ان عنوانات پر تحقیقی جہت سے روشنی ڈالنا ضروری تھا۔ مزید عزیزم موصوف کی شخصیت سے امید ہے کہ مواد کی ترتیب اور مضمون کی تنقیح ان شاء اللہ عمدہ ہوگی جسے قارئین کتاب مطالعہ کے دوران محسوس فرمائیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ کی اس محنت کو قبول فرمائے اور عوام و خواص کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم وصلی اللہ علیہ وعلی آلہ وازواجہ واہل بیتہ اجمعین

والسلام

محتاج دعا

# تائیدی کلمات

از: متکلمِ اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب دامت برکاتہم

عزیزم مولانا ساجد خان نقشبندی سلّمہٗ اللہ تعالیٰ کو اللہ رب العزت نے عمدہ زبان اور تحقیق رقم قلم سے نوازا ہے، آپ مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کے داعی اور توحید وسنّت کا پرچار کرنے والے دردمند عالم دین ہیں، تحریر وتقریر کے ذریعہ مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کا پرچار کرنے میں اپنی مثال آپ ہیں، انداز بیان اور دلائل دینے کا طریق انداز انتہائی دلنشین ہے، اللہ رب العزت آپ کی مساعی کو قبول فرمائے، آپ کی حفاظت فرمائے اور بخیر وعافیت صحیح عقائد واعمال کی ترویج کی مزید توفیق عطا فرمائے، آمین۔

موصوف نے کئی ایک کتب تصنیف فرمائی ہیں، جو بحمد اللہ مقبول ہوئی ہیں۔ "فاضل بریلوی؛ حیات وکارنامے" آپ کی تازہ تصنیف ہے، یہ کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے، بندہ مسلسل اسفار اور مصروفیت کی وجہ سے بالاستیعاب تو نہ دیکھ سکا، البتہ فہرست پر سرسری نظر ڈالنے سے اندازہ ہوا کہ ان عنوانات پر تحقیقی جہت سے روشنی ڈالنا ضروری تھا، مزید عزیزم موصوف کی شخصیت سے امید ہے کہ مواد کی ترتیب اور مضمون کی تنقیح ان شاء اللہ عمدہ ہوگی، جسے قارئین کتاب مطالعہ کے دوران محسوس فرمائیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت عزیزم سلّمہٗ اللہ تعالیٰ کی اس محنت کو قبول فرمائے اور عوام وخواص کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی الکریم وصلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وازواجہٖ واھل بیتہٖ اجمعین

والسلام

محتاجِ دعا
محمد الیاس گھمن

# تقاریظ عالیہ

## مناظرِ اسلام حضرت مولانا مفتی غازی

## **محمّد ندیم المحمودی صاحب** دامت برکاتہم

(امیر نوجوانان احناف رئیس جامعہ امام ابوحنیفہؒ پشاور مدیر اعلیٰ مجلہ نوجوانانِ احنافـــــ)

**باسمہٖ تعالیٰ نحمدہ ونصلّی علی رسولہ الکریم!**

محقق العصر، مناظر اسلام، وکیل علمائے دیوبند برادر مکرم حضرت العلامہ مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ تعالیٰ کی نئی اور تازہ تالیف ''نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات، خدمات اور کارنامے'' دیکھنے کا اتفاق ہوا، جو اپنے موضوع پر لاجواب اور بے مثال تفصیلی اور منفرد کتاب ہے۔

علّامہ صاحب حفظہ اللہ نے رمضان کے آخری دنوں میں مجھے واٹس اپ کے ذریعہ اپنی یہ لاجواب کتاب پی ڈی ایف کی صورت میں ارسال کی اور تقریظ کا مطالبہ کیا، چونکہ رمضان کے آخری عشرہ میں روزانہ دو تین دینی پروگرامات میں بیانات کی غرض سے شرکت کرنی تھی، اس لئے اوّل ارادہ تھا کہ کتاب کو سفر میں سرسری دیکھ لیا جائے، اس سلسلہ میں اول کتاب کا مقدّمہ دیکھنا شروع کیا اور خیر سے مقدّمہ کا تفصیلی طور سے مطالعہ کیا، دل میں یہی تھا کہ کتاب کے بعض ابواب کو سرسری اور بعض مقامات کو تفصیلی دیکھ لوں گا (مصروفیات کی وجہ سے) مگر جب پہلا باب کھول دیا تو وہ اتنا زیادہ دلچسپ اور مزیدار تھا کہ دل ہی دل میں کہا:

''چلو یہ باب تفصیلاً مطالعہ کرتا ہوں''

اس باب کو ختم کیا تو دوسرا باب شروع کیا، جب پڑھنا شروع کیا تو دوسرے باب کو پہلے باب سے زیادہ محقق اور دلچسپ پایا۔ اس لیے اسفار کے دوران کتاب کو مطالعہ میں رکھا اور ارادہ کیا کہ رمضان کے ان آخری دنوں میں کتاب کو تفصیلی مطالعہ کروں گا، مگر انہی دنوں چارسدہ میں عورتوں کے اعتکاف کے موضوع پر مناظرہ طے پایا، اس مناظرہ کے لیے تیاری میں مشغول ہوا اور اس کتاب کا مطالعہ درمیان میں ہی رہ گیا۔ خیر، قصہ مختصر!..................کہ عید کے ایام میں مہمانوں کی ملاقاتوں کے ساتھ ساتھ کتاب کے باقی ابواب کا بحمداللہ تعالیٰ تفصیلی مطالعہ کیا۔ بس صرف آخری دو ابواب کو سرسری طور سے دیکھا، کیونکہ ان دنوں میں ابھی اچانک اطلاع ملی کہ............کے کچھ علماء نے ۱۰ رشوال کو تراویح کے موضوع پر مناظرہ طے کیا ہے، اس لیے وقت کم ہے اور چند جلسوں میں حاضری کے ساتھ ساتھ مناظرہ کے لیے تیاری بھی کرنی تھی۔ ابھی گھر پہنچا تو رات بارہ بجے کے وقت، دو دن کے مسلسل سفر سے واپسی کے بعد کچھ لکھنے بیٹھ گیا۔

قارئینِ کرام! ہم میدانِ مناظرہ کے لوگ ہیں، اس لیے ہر کسی کی تصنیف کا مطالعہ مزہ نہیں دیتا، ہمارے مطالعے میں زیادہ تر امام اہل السنۃ والجماعۃ شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ، امام المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ، وکیل صحابہ قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ڈاکٹر خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم اکابر کی کتابیں ہوتی ہیں، مگر علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ کی یہ تیسری کتاب ہے، جس کا میں نے مطالعہ کیا۔ یقین جانیں، آج علامہ صاحب کی کتاب پڑھنے کے دوران ذہن میں یہی تھا کہ شیخ سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا مطالعہ کر رہا ہوں اور یا پھر علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا۔

اِس کتاب کو انتہائی دلچسپ، محقق، مدلّل اور زبردست پایا۔ یقیناً آج علامہ ساجد خان صاحب حفظہ اللہ کی اِس تصنیف (اور دفاع اہل السنۃ والجماعۃ) میں مَیں نے شیخ سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعہ، علامہ ڈاکٹر کالد محمود رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق اور مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ کا مناظرانہ مزاج پایا۔

علامہ صاحب نے اس کتاب میں تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ میں کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا تو خدا کی قسم علامہ صاحب کے لیے اس کی اتنی بڑی محنت کی وجہ سے دل سے دعائیں نکل رہی تھی۔

# ایک ضروری وضاحت

علامہ صاحب نے اپنی اس کتاب کے صفحہ نمبر (۱۰۴۵) پر بریلوی مناظرین کو عباراتِ اکابر کے عنوان پر سنجیدگی کے ساتھ مناظرہ کی دعوت کراچی اور پشاور میں دی ہے۔ بریلوی حضرات پشاور میں جس جگہ چاہیں، علامہ صاحب کی طرف سے ماحول بنانے اور فراہم کرنے کی ذمہ داری میں اپنے ذمہ لیتا ہوں، جب بھی اہلِ بدعت چاہے خیبر پختونخوا میں ہمارے ساتھ رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہمارے ہر دیوبندی عالم، طالبِ علم اور ہر مسلمان کے پاس یہ کتاب ہونا چاہیئے، کیونکہ یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک انسائیکلو پیڈیا ہے۔

بریلوی حضرات سے بھی میں درخواست کرتا ہوں کہ تعصب کی عینک اتار کر اس کتاب کو اوّل تا آخر ایک مرتبہ ضرور مطالعہ کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ علامہ صاحب کی یہ کتاب علامہ صاحب کے اساتذہ اور والدین کے لیے دنیوی اور اُخروی نجات کا ذریعہ اور قافلۂ حق سے کٹنے والے بدقسمت دوستوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنائے، **آمین، بجاہ النبیّ الامّیّ الکریم!**

کتبہ العبد الفقیر
محمد ندیم المحمودی الحنفی
خاک پائے علمائے دیوبند، یکے از نوجوانانِ احناف پاکستان
۷ رشوال المکرم ۱۴۴۱ھ، مطابق ۳۰ رمئی ۲۰۲۰ء

☆☆

## مناظرِ اسلام حضرت مولانا قاری ربّ نواز حنفی صاحب دامت برکاتھم

**باسمہٖ تعالیٰ نحمدہ ونصلّی علی رسولہ الکریم!**

جب تک کفر، شرک، بدعت اور باطل دندناتا پھرے گا اسلام کے محافظ اسلام کے تحفظ کی عبادت سرانجام دیتے رہیں گے، حق کی باطل کے خلاف یہ جنگ ہمیشہ جاری رہے گی، خداوندلم یزل کے پر اسرار بندے کفر وشرک کے صحراؤں اور دریاؤں کو اپنی ٹھوکروں سے دونیم کرنے کا عمل جاری رکھیں گے۔ اسی سلسلہ کی کڑی فاضل موصوف مولانا ساجد خان نقشبندی کی زیر نظر کتاب ''نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات خدمات اور کارنامے'' ہے، جس میں فاضل محقق نے فریق مخالف کے مسلکی پیشوا کی زندگی کے ایسے پہلوؤں کو سامنے لانے کی کوشش کی ہے جس سے عموماً عوام نابلد ہے یا پھر ان کے مسلکی جانشینوں نے ان پہلوؤں کو دبا کر عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی ہے۔ وقت کی تنگی اور مصروفیات کی کثرت نے مجھے کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے سے روکے رکھا لیکن بندہ نے جن جن چیدہ اور چنیدہ مقامات کو دیکھا تو اسے خالص علمی اور تحقیقی پایا، امید ہے کہ یہ کتاب عوام اہل السنۃ کے لئے بیحد مفید ثابت ہوگی، والسلام۔

رب نواز حنفی

۲۸ / ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ

۲۶ / دسمبر ۲۰۱۹ء

☆☆

## حضرت مولانا مفتی عبدالباقی اخونزادہ صاحب زید مجدہٗ

(مدیر جامعہ اسلامیہ رضیہ للبنات کراچی)

محترم جناب ساجد نقشبندی صاحب آپ کی کتاب فاضل بریلوی اور ان کے کارنامے کا مسودہ کافی دنوں قبل موصول ہوا، اس دوران چیدہ چیدہ مقامات کو دیکھنے کا اتفاق ہوا (کیونکہ کتاب کافی ضخیم ہے جو 800 صفحات سے زائد ہے) کافی خوشی ہوئی اور آپ کی محنت کو داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ تحقیقی کام بمعہ حوالہ جات کرنا ایک بہت لمبا، مشکل اور صبر آزما ہوتا ہے، لیکن قابل ستائش ہے آپ کی یہ محنت جس میں باقاعدہ حوالہ جات سے ایک تاریخ کو واضح کیا گیا (تنبیہات کا جز پشتون کی تاریخ بھی اس کتاب میں شامل ہے فللّٰہ الحمد) اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی اس محنت کو قبول فرمائے اور جس مقصد عظیم کے لیے آپ نے اس کتاب کو جمع کیا اس مقصد کو بارآور فرمائے اور ذہنوں اور آنکھوں پر پڑے پردوں کے اٹھنے کا اس کتاب کو ذریعہ بنائے، میری تمام اہل علم سے خصوصاً اور عوام سے عموماً درخواست ہے کہ اس تاریخی دستاویز کا ضرور مطالعہ کریں کہ یہ حقیقت کشا کتاب ہے، فقط والسلام۔

عبدالباقی اخونزادہ کراچی

☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# مناظرِ اسلام مولانا مفتی نجیب اللہ عمر صاحب زید مجدہٗ

(مدیر ادارہ نورِ سنّت کراچی و بانی جامعۃ المرتضیٰ کراچی)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

بریلویت و رضاخانیت کے بانی کی زندگی پر بریلویت کی جانب سے بہت کچھ لکھا گیا، ہر سوانح نگار نے قلمی جولانیاں دکھانے کی بھرپور کوشش کی اور فاضل بریلوی کو ایک انہونی ہستی ثابت کرنے کی سعی کی اور اس جرم میں انہوں نے فاضل بریلوی کی زندگی کے کالے کرتوت چھپانے اور سورج جیسے عیاں جرائم کو ہتھیلی کے پیچھے چھپانے کی کوشش کی لیکن بھلا یہ کیسے ممکن ہوتا، اس لئے جہاں ایک طرف وہ اس عمل میں ناکام رہے تو دوسری طرف وہ فاضل بریلوی کی سوانح پر مشتمل کتب میں ایسی جگ ہنسائیاں بھی لکھ گئے جس سے ایک عام تاریخ کے طالب علم کو اصلیت سمجھنے میں خوب راہنمائی ملتی ہے۔

فاضل بریلوی کو کس طرح ایک انہونی شخصیت بنایا گیا اور کس طرح اس کے ایک معمولی کردار پر رائی کا پہاڑ بنایا گیا، اس کی نقاب کشائی خود ایک بریلوی عالم کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

ایک طویل عرصہ تک فاضل بریلوی کے دفاع پر لکھنے والے ''اتہامات عبدالرزاق پر ایک نظر'' کے نام سے فاضل بریلوی کے دفاع پر کتاب کے مصنف کے سامنے جب اصل حقیقت واضح ہوئی تو انہوں نے خود فاضل بریلوی کے مسلکی جانشینوں کی اس طرح نقاب کشائی کی، چنانچہ اس کا سوشل میڈیا پر لکھا ہوا مضمون پیش خدمت ہے:

## عظمت فاضل بریلوی---- بذریعہ کذب وخیانت

تحقیق، تحریر و پیشکش: نوشاد عالم چشتی علیگ

فاضل بریلوی کے نام سے اپنا پیٹ پالنے والے اور ان کے نام پہ اپنی روزی روٹی کا دھندا کرنے والے اہل قلم اور اسٹیج کے عوامی مقررین فاضل بریلوی کی عظمت کو سادہ لوح عوام کے درمیان بڑھانے کے لئے کس قدر جھوٹ فریب اور کذب وخیانت سے کام لیتے ہیں اس کا ایک نمونہ ذیل کے منسلکات سے ملاحظہ کریں۔

فاضل بریلوی کی جھوٹی عظمت کو بڑھانے کے لئے رضاخانی مقررین مجمع عام میں اپنی تقریروں میں یہ جھوٹ بیان کرتے ہیں کہ فاضل بریلوی نے چھ سال کی عمر میں میلاد شریف کی محفل میں برجستہ دو گھنٹے مسلسل تقریر کی، آئیں اب اس جھوٹ کا دستاویزی ثبوت کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں:

فاضل بریلوی کی حیات میں ہی مولانا رحمان علی چشتی صاحب نے تذکرہ علمائے ہند کے نام سے برصغیر کے علماء کا ایک جامع تذکرہ لکھا،

اس کی دوسری اشاعت ۱۹۱۴ء میں مطبع نولکشور لکھنؤ سے ہوئی تھی، صاحب تذکرہ نے فاضل بریلوی ان کے والد اور ان کے دادا کا بھی ذکر کیا، فاضل بریلوی کے تذکرے میں صاحب تذکرہ نے لکھا کہ:

''بعمر شش سالگی بماہ ربیع الاول برسر منبر بحضور مجمع کثیر رسالہ میلاد شریف خواند'' (ص 15 فارسی ایڈیشن 1914)

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی نے اس کا اردو ترجمہ شائع کیا اس کے ترجمہ نگار محمد ایوب قادری صاحب اس جملے کا ترجمہ کرتے ہیں:

چھ سال کی عمر میں ایک مجمع کثیر کے سامنے ربیع الاول کے مہینے میں منبر کے اوپر رسالہ میلاد شریف پڑھا (اردو ترجمہ 98)

## اس واقعہ کو رضا خانی علماء نے کس طرح آگے بڑھایا:

1- فاضل بریلوی کی حیات و خدمات کے متعلق سب سے مبسوط اور وقیع کتاب دو تین جلدوں میں فاضل بریلوی کے شاگرد و خلیفہ علامہ ظفر الدین بہاری صاحب کی تحریر کردہ حیات اعلیٰ حضرت ہے، جو ۱۹۳۸ء میں لکھی گئی، حیات اعلیٰ حضرت کے جلد اول کو مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی نے شائع کیا اس جلد اول میں علامہ بہاری اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''چھ سال کی عمر میں ماہ ربیع الاول شریف میں منبر پر بہت بڑے مجمع میں میلاد شریف پڑھا'' (جلد اول قدیم ص 11)

2- علامہ مولانا بدر الدین قادری صاحب نے سوانح اعلیٰ حضرت کے نام سے فاضل بریلوی کی سوانح حیات پہ ایک کتاب لکھی، اس کی سنہ اشاعت پہلی بار ربیع الاول ۱۳۸۳ھ/ مطابق ۱۹۶۳ء ہے، اس کتاب میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے تذکرہ علمائے ہند کے حوالے سے لکھا ہے:

''چھ سال کی عمر میں ماہ مبارک ربیع الاول شریف کی تقریب میں منبر پر رونق افروز ہو کر بہت بڑے مجمع کی موجودگی میں ذکر میلاد شریف پڑھا'' (سوانح اعلیٰ حضرت ص 91)

3- مولانا نسیم بستوی صاحب نے ۱۹۶۰ء میں مجدد اسلام کے نام سے ایک مختصر سوانح عمری لکھی، اس میں اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''چھ سال کی عمر شریف میں ربیع الاول کے مبارک مہینے میں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ایک بڑے مجمع کے سامنے آپ (فاضل بریلوی) نے پہلی تقریر فرمائی، جس میں کم و بیش دو گھنٹے علم و عرفان کے دریا بہائے...... سامعین آپ کے علوم و معارف سے لبریز بیان سن کر وجد میں آگئے اور تصویر حیرت بن گئے'' (ص 30)

4- دہلی سے ایک رسالہ ماہنامہ قاری کے نام سے نکلتا تھا، اس ماہ نامے نے اپریل ۱۹۸۹ء میں اپنا امام احمد رضا نمبر نکالا، اس رسالے میں ''دادا، باپ اور بیٹا کتاب تذکرہ علمائے ہند میں'' کے عنوان سے مولانا ایوب رضوی بستوی نے صاحب تذکرہ علمائے ہند مولانا رحمان علی چشتی صاحب کی فارسی تحریر کا اردو ترجمہ پیش کیا، ایک طرف فارسی اور ایک طرف اردو ترجمہ ہے، موصوف رضا خانی مولانا ایوب رضوی بستوی صاحب مولانا رحمان علی صاحب کے فارسی جملے کا خیانت زدہ ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''(الف) فارسی...... بعمر شش سالگی بماہ ربیع الاول برسر منبر بحضور مجمع کثیر رسالہ میلاد شریف خواند۔

(ب) اردو ترجمہ...... چھ سال کی عمر میں بماہ ربیع الاول برسر منبر مجمع کثیر کے سامنے ''برجستہ'' میلاد شریف پڑھا''۔ (ص 598)۔

اس فارسی جملے میں کس لفظ کا ترجمہ ''برجستہ'' ہے؟؟؟؟............نہ خوفِ خدا اور نہ شرمِ نبی!

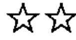
قارئین اس بابت سارے دستاویزی ثبوت آپ کے سامنے پیش کر دیا ہوں، حیات اعلیٰ حضرت کی جدید اشاعت میں ایسا لگتا ہے کہ یہ واقعہ نکال دیا گیا ہے، علامہ بہاری صاحب نے اس واقعہ کو کس انداز میں پیش کیا اسے قدیم اشاعت کی پہلی جلد میں ملاحظہ کریں۔علامہ بدرالدین صاحب نے اس واقعہ کو لکھتے ہوئے تذکرہ علمائے ہند کا حوالہ بھی دیا ہے، مگر میلاد کا رسالہ پڑھنے کا ذکر نہیں کیا، علامہ بدرالدین صاحب کے زہد و تقوی کا میرے دل میں بڑا احترام تھا، مگر اس واقعہ سے ان سے میری عقیدت مجروح ہوئی ہے، مولانا نسیم بستوی اور مولانا محمد ایوب رضوی بستوی صاحبان نے اس واقعہ سے متعلق جس طرح کے گل کھلائے ہیں اور کذب و خیانت کا جو طومار باندھا ہے اس سے اللہ کی پناہ! اس لئے اب ضروری ہوگیا ہے کہ رضاخانی لوگ جو بھی فاضل بریلوی کے متعلق دعویٰ کریں اس کے متعلق مستند دستاویزی ثبوت مانگنا بہت ضروری ہوگیا ہے۔(ختم شد مضمون)

ہمارے دوست اور محقق عالم دین مناظر اہل السنۃ مولانا ساجد خان نقشبندی (۱) نے فاضل بریلوی کی زندگی کے کچھ ایسے ہی واقعات کو بیان کیا ہے اور ان چند واقعات نے ہی کتاب کی ضخامت کو اتنا بڑھا دیا ہے۔

ہم نے کچھ ہی جگہوں سے پڑھ کر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ کتاب بہت خاطر خواہ فوائد مرتب کرے گی، ان شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا کی عمر و علم و عمل میں برکت نصیب فرمائے اور زور قلم میں اضافہ فرمائے، آمین۔

والسلام نجیب اللہ عمر



**نوٹ:** (۱) اس تقریظ کو پڑھنے کے بعد ان لوگوں کو شرم آنی چاہیئے جو کہتے ہیں کہ حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی مدظلہ العالی اور مفتی نجیب اللہ عمر صاحب مدظلہ العالی میں سخت اختلاف ہے، ۱۲، ناشر

# تقریظ

## استاذ الحدیث حضرت مولانا فضیل احمد ناصری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(استاذ الحدیث ونائب ناظم تعلیمات جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند)

**الحمد للہ وکفی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد!**

مہذب آدمی جب سفر میں نکلتا ہے تو نہا دھو کر اچھے کپڑے اور اچھی وضع قطع کے ساتھ نکلتا ہے، سفر کی ایک بڑی مسافت اس طرح طے ہوتی ہے کہ مسافر ابتدائے سفر کی طرح روشن وشفاف نظر آتا ہے، سفر بڑھاتا ہے اور مسلسل جاری رکھتا ہے تو اس پر راستے کے غبار اور دھول دھبّے کے آثار دکھائی دینے لگتے ہیں، جب وہ اپنی منزل پر پہونچتا ہے تو اس حال میں کہ چہرے پر دھول جمی ہوئی، جسم تعفّن زدہ اور پورا لباس گرد آلود، اب وہ غسل کرتا ہے اور کپڑے بدلتا ہے تو پھر اصلی رنگ و روپ کھل جاتا ہے، چہرے پر پھر وہی رعنائی ہوتی ہے جو ابتدائے سفر میں تھی اور وہی چمک - جو آغاز میں تھی - اسلام بھی مسافر ہی کی طرح ہے، جب وہ آیا تو نہایت چمک دار تھا، اس کا چہرہ رونق وبہجت سے معمور اور اس کا سراپا شادابی و دل کشی سے عبارت، پیغمبر ﷺ کا زمانہ بخیریت گذرا، ان کے بعد خلفائے راشدین کے ادوار بھی بحیثیتِ مجموعی بسلامت گذرے، اسلام کا چہرہ ویسے ہی شاداب اور قوسِ قزح کی طرح دل فریب وجاذبِ قلب ونظر رہا، ان کا دور جوں ہی گذرا، اسلام کے خوب صورت چہرے پر سیاہی پھینکنے والے پیدا ہو گئے، پھر بڑھتے چلے گئے اور گذرتے وقت کے ساتھ طوفان کی چال پکڑی، لیکن یہ اسلام ہے، جس کے خمیر میں ہی سلامتی ہے، اللہ نے اس کی سلامتی کے لیے شروع سے ہی انتظامات فرما دیے، اہلِ حق کی ایک جمعیت ہمیشہ کے لیے کھڑی کر دی، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے بقول حضور ﷺ نے فرمایا:

**لا تزالُ طائفةٌ من أُمتي على الحقّ منصورةٌ ، لا يضرهُم من خذلهُم حتى يأتيَ أمرُ اللهِ تباركَ وتعالى المحدّث: ابن تيمية - المصدر: اقتضاء الصراط المستقيم - الصفحة أو الرقم: 142/1۔**

میری امت کا ایک حصہ ہمیشہ حق پر ڈٹا اور جما رہے گا، اللہ کی طرف سے اس کی نصرت بھی ہوتی رہے گی، مخالفین اس کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے اور یہ سلسلہ قیامت تک چلے گا، اتنا ہی نہیں، ہر سو سال پر ایک ایسے بندے کی بعثت کا بھی وعدہ کیا، جو دین میں در آئی ساری خرابیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے اور اسلام کے خوش نما چہرے کو بنا سنوار کر رکھ دے، ایسے راسخ فی العلم کو اصطلاح میں "مجدد" کہتے ہیں۔ امیر المومنین فی الحدیث سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

**إنَّ اللهَ يبعثُ لهذه الأمةِ على رأسِ كلِّ مائةِ سنةٍ من يُجدِّدُ لها دينَها۔ المحدث: أبو داود -**

**المصدر: سنن أبي داود - الصفحة أو الرقم: 4291۔**

چناں چہ ہر دور میں مجدد دین پیدا ہوتے رہے، جن کے تجدیدی کارناموں سے اسلام لگاتار جگمگا رہا ہے، یہ مبارک و مقدس سلسلہ تا بروزِ حشر جاری رہے گا، اسلام کے چہرے بشرے پر پڑنے والی دھول کو بدعات وخرافات کے نام سے جانا جاتا ہے، یہ انتہائی قبیح اور ایمان کے لیے زہر ہلاہل ہے، اس کی تباہ کاری کا اندازہ لگانا ہو تو حضور ﷺ کے یہ سخت ترین ارشادات سنیے:

**والمدينةُ حرامٌ ما بينَ لابَتَيها فمَن أحدَث فيها حدَثًا أو آوى مُحدِثًا فعليه لعنةُ اللهِ والملائكةِ والنَّاسِ أجمعينَ لا يُقبَلُ منه يومَ القيامةِ صَرْفٌ ولا عَدْلٌ ۔الراوي: علي بن أبي طالب المحدث: شعيب الأرناؤوط - المصدر: تخريج صحيح ابن حبان- الصفحة أو الرقم: 3716۔**

مدینہ منورہ محترم مقام ہے، جس نے یہاں کوئی بدعت جاری کی، یا کسی بدعتی کو پناہ دیا، اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت ہے، روزِ قیامت اس کا فرض قبول ہوگا اور نہ نفل۔غور کیجیے! پیغمبر ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ میں آیا ہے کہ آپ کسی پر لعنت نہیں بھیجتے تھے، سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

**لم يَكُنْ رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ سبَّابًا، ولا فحَّاشًا، ولا لعَّانًا، كان يقولُ لأحَدِنا عندَ المُعاتَبةِ: ما له تَرِبَتْ جَبينُه ۔ المحدث: شعيب الأرناؤوط - المصدر: تخريج المسند - الصفحة أو الرقم: 12609۔**

سرورِ عالم ﷺ دشنام طراز تھے اور نہ بیہودہ گو، آپ علیہ السلام لعن طعن بھی نہیں کرتے تھے، اگر آپ کسی سے ناراض ہوں تو بہت سے بہت یہ کہتے تھے: **ما له تربت جبينه**؟ ارے! اسے کیا ہوگیا، اس کی پیشانی خاک آلود ہو! ایک طرف آپ ﷺ کا یہ مزاج تھا اور دوسری طرف یہ کہ بدعت کے خلاف نہایت ترش لہجہ اپناتے اور فرماتے کہ ایسے لوگ اللہ، فرشتے اور انسانیت کی لعنت میں زندگی بسر کرتے ہیں، مدینہ منورہ چوں کہ اسلام کا مرکز تھا اور آپ نے اسے ہمیشہ کے لیے بقعۂ اسلام ٹھہرایا ہے، اس لیے مدینے میں بدعات کو جگہ دینے کے روادار نہیں، مدینے کی طبیعت پیغمبر اسلام ﷺ کی زبانی یہ بتائی گئی ہے:

**أَلَا إنَّ المَدِينَةَ كَالْكِيرِ، تُخْرِجُ الخَبِيثَ، لا تَقُومُ السَّاعَةُ حتَّى تَنْفِيَ المَدِينَةُ شِرَارَهَا، كما يَنْفِي الكِيرُ خَبَثَ الحَدِيدِ ۔ الراوي: أبو هريرة المحدث: مسلم - المصدر: صحيح مسلم - الصفحة أو الرقم: 1381۔**

مدینہ آگ کی بھٹی کی طرح ہے، جو لوہے کے میل کچیل کو ختم کر کے رکھ دیتی ہے، قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتی جب تک کہ مدینہ شریروں کو اس طرح نہ نکال پھینکے، جس طرح آگ کی بھٹی لوہے کے میل کچیل کو۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مدینے کے باہر بدعت نوازی کی گنجائش موجود ہے اور ایسے لوگ لعنت کے مستحق نہیں، ذیل کی حدیث میں آپ ﷺ نے مطلقاً فرمایا ہے: **ولعن الله من آوى محدثا**، بدعتی کو پناہ دینے والے پر اللہ کی لعنت:

**قُلْنَا لِعَلِيِّ بنِ أَبِي طَالِبٍ، أَخْبِرْنَا بشيءٍ أَسَرَّهُ إلَيْكَ رَسولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلَّمَ، فَقالَ: ما أَسَرَّ إلَيَّ شيئًا كَتَمَهُ النَّاسَ، وَلَكِنِّي سَمِعْتُهُ يقولُ: لَعَنَ اللَّهُ مَن ذَبَحَ لِغَيْرِ اللهِ، وَلَعَنَ اللَّهُ مَن آوَى مُحْدِثًا، وَلَعَنَ اللَّهُ مَن لَعَنَ وَالِدَيْهِ، وَلَعَنَ اللَّهُ مَن غَيَّرَ المَنَارَ۔**

المحدث:مسلم-المصدر:صحيح مسلم-الصفحة أو الرقم: 1978۔

فاطر ہستی نے قرآنِ کریم میں فرمایا ہے: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا. میں نے آج تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور تمہارے لیے میں نے اسلام کو چن لیا۔ جب بقولِ باری تعالیٰ اسلام مکمل ہو چکا تو اب اس میں کسی نئی بات کے چلانے کی گنجائش ادنیٰ سی بھی نہیں رہی۔ رہے حالاتِ حاضرہ؛ تو ان کے حل کے لیے چار اصول بھی دے دیے گئے، تاکہ مسلمان کبھی بھی حرج میں مبتلا نہ ہوں، جب اسلام اس قدر کامل و اکمل ہو چکا تو اپنی طرف سے اس میں کسی اضافے کی گنجائش ہی کہاں رہ گئی! اب تو صرف اس پر عمل کرنا اور اس کے آفاقی نظام کو دنیا میں پھیلانا ہے، اسی لیے النبی الامی ﷺ نے دین کو سختی سے اختیار کرنے کی تلقین فرمائی اور اس کا سب سے آسان طریقہ یہ بتلایا کہ سنّت کا خوب اہتمام کیا جائے، یہ حدیث ملاحظہ فرمائیے:

عن عبدالرحمٰن بن عمرو السلمي وحجر بن حجر قالا أتينا العرباض بن سارية، وهو ممن نزل فيه ولا على الذين إذا ما أتوك لتحملهم قلت لا أجد ما أحملكم عليه فسلمنا، وقلنا: أتيناك؛ زائرين، وعائدين، ومقتبسين. فقال العرباض: صلى بنا رسول الله صلّى الله عليه وسلم ذات يوم، ثم أقبل علينا، فوعظنا موعظة بليغة، ذرفت منها العيون، ووجلت منها القلوب. فقال قائل: يا رسول الله! كأن هذه موعظة مودع، فماذا تعهد إلينا؟ فقال: أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وإن عبدا حبشيا، فإنّه من يعش منكم بعدي فسيرى اختلافا كثيرا، فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء المهديين الراشدين تمسكوا بها، وعضوا عليها بالنواجذ، وإياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة ۔ الراوي: العرباض بن سارية المحدث: أبو داود -المصدر: سنن أبي داود- الصفحة أو الرقم: 4607۔

اس حدیث میں جہاں اور بہت سی باتیں ارشاد فرمائی گئیں، وہیں یہ بھی بطورِ خاص فرمایا کہ میرے بعد لوگ بڑے اختلافات دیکھیں گے، لہٰذا میری اور خلفائے راشدین کی سنّت سے اچھی طرح چمٹ جاؤ اور اسے ڈاڑھ سے خوب مضبوط پکڑ لو! دین میں نئی ایجادات سے بچ کر رہنا، کیوں کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے، بدعت کی قباحت و شناعت بتانے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ ﷺ اسے شرّ الامور گردانتے، تقریر فرماتے وقت آپ ﷺ کا خطبہ کیا تھا، اسے ملاحظہ فرمائیں، جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ:

كانَ رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ في خطبتِهِ يحمدُ اللهَ ويثني عليهِ بما هوَ أهلُهُ ثمَّ يقولُ من يهدِهِ اللهُ فلا مضلَّ لهُ ومن يضلل فلا هاديَ لهُ أصدقُ الحديثِ كتابُ اللهِ وأحسنُ الهديِ هديُ محمَّدٍ وشرُّ الأمورِ محدثاتُها وكلُّ مُحدَثةٍ بدعةٌ وكلُّ بدعةٍ ضلالةٌ وكلُّ ضلالةٍ في النَّارِ۔

المحدث: البيهقي - المصدر: الاعتقاد للبيهقي - الصفحة أو الرقم: 264۔

اس خطبے کے آخری جملوں پر غور کیجیے، کتنی سختی سے گوش گذار کر رہے ہیں: **و احسن الهدی هدی محمد و شر الامور محدثاتها و کلّ محدثة بدعة و کلّ بدعة ضلالة و کلّ ضلالة فی النار** ۔ بدعت کی نحوست یہ ہے کہ اس کے اثر سے سنّت چھوٹتی چلی جاتی ہے اور ایمان و اسلام کا سرا ہاتھ سے نکلتا جاتا ہے۔ ذیل کی حدیث میں صاف صاف ارشاد ہے کہ جو قوم کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو اس سے سنّت اٹھالی جاتی ہے، سنّت سے چمٹ کر رہنا کسی بدعت کے جاری کرنے سے بہتر ہے، حدیث دیکھیے:

**عن غُضَيفُ بنِ الحارثِ قال بعث إليَّ عبدِ الملكِ بنِ مروانَ فقال إنا قد جمعنا الناسَ على رفعِ الأيدي على المنبرِ يومَ الجمعةِ وعلى القصصِ بعد الصبحِ والعصرِ فقال أما إنهما أمثلُ بدعِكم عندي ولست بمجيبِكم إلى شيءٍ منهما لأن النبيَّ صلى الله عليهِ وسلَّمَ قال ما أحدث قومٌ بدعةً إلا رُفِع من السنةِ مثلُها فتمسكٌ بسنةٍ خيرٌ من إحداثِ بدعةٍ ۔ المحدث: ابن حجر العسقلاني - المصدر: فتح الباري لابن حجر - الصفحة أو الرقم: 267/13۔**

بدعت کی ایک بہت بڑی خرابی یہ ہے کہ جب تک اسے چھوڑ نہ دے اس سے توبہ کی توفیق بھی سلب کرلی جاتی ہے، ارشادِ رسول ﷺ ہے:

**إنَّ اللهَ حجبَ التَّوبةَ عن صاحِبِ بدعةٍ حتَّى يدَعَ بدعتَهُ ۔الراوي: أنس بن مالك المحدث: المنذري - المصدر: الترغيب والترهيب - الصفحة أو الرقم: 66/1۔**

دین میں بدعات چلانا گویا اس بات کا اعلان ہے کہ دین کی تکمیل کا خدائی اعلان عیاذ اًباللہ جھوٹ پر مبنی ہے، بدعتی اپنی زبانِ حال سے گویا یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ فلاں فلاں چیزیں چھوٹ گئیں، انھیں بھی دین کا حصّہ ہونا چاہیئے تھا، ان چیزوں کو چھوڑ کر دین کی تکمیل کا اعلان سراسر جھوٹ ہے، ظاہر ہے کہ یہ نظریہ اس قدر سنگین ہے کہ اس کے بعد دین کا تصوّر رہ ہی کہاں جاتا ہے، اسی لیے شارع علیہ السلام نے بڑا سخت انتباہ دیا: جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی، اس نے دین کی عمارت ڈھا دینے میں مدد کی، حدیث کے الفاظ دیکھیے:

**مَن وَقَّر صاحبَ بدعةٍ ؛ فقد أعان على هَدْمِ الإسلامِ .الراوي: إبراهيم بن ميسرة الطائفي المحدث: الألباني - المصدر: تخريج مشكاة المصابيح - الصفحة أو الرقم: 187۔**

قرآن و حدیث میں بدعات کی قباحت متعدد مقامات پر بیان ہوئی ہے، اللہ کا بڑا کرم ہے کہ اس نے مجھے اہل السنۃ والجماعۃ گھرانے میں پیدا کیا، میرا خاندان درویشوں اور خانقاہوں سے ہمیشہ بھرا پڑا رہا ہے، لیکن کبھی بھی کوئی اس کے پاس نہیں گیا، بلکہ میرے دادا کے دادا حضرت مولانا شاہ منور علی دربھنگوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ نے تو مدرسہ امدادیہ دربھنگہ قائم کرکے ریاستِ بہار کو بدعات کے سیلابِ بلا کی نذر ہونے سے بچا لیا، میرے نانا ڈاکٹر سید غلام حسنین صاحب رحمۃ اللہ علیہ میری والدہ کی شادی کرکے اپنے بال بچّوں کے ساتھ پاکستان چلے گئے تو میرے والدین نے ان کے گھر کو اپنا نیا مسکن بنالیا، یہ گاؤں خالص بدعت زدہ تھا، مسجدوں کے ائمہ بریلوی تھے، میرے والدِ مرحوم حضرت مولانا جمیل احمد ناصری صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب یہاں تشریف لائے تو گاؤں والوں نے انہیں امام بنادیا، والد صاحب اکابر و اسلاف کی روایات کے امین اور دین کے پرجوش داعی تھے، انھوں ن بدعات کی سرکوبی بڑی حکمتِ عملی سے فرمائی، نتیجہ یہ

کہ گاؤں کے تین ربع حصے بدعات سے تائب ہو گئے۔

میں بچپن سے ہی بدعات کے خلاف تھا، کسی بریلوی پر اگر نظر پڑتی تو ہم بچے اسے یوں بدکاتے: بریلوی بیل کا بچہ، دیوبندی دین کا سچا! آج اس حرکت پر ہنسی تو آتی ہے، مگر یہ سوچ کر دل مست رہتا ہے کہ اللہ نے میری فطرت ہی بدعت مخالف بنائی ہے، فالحمدللہ علیٰ ذالک۔ جب میں بڑا ہوا اور عربی درجات میں زیرِ تعلیم ہوا تو بدعات کے خلاف کتابوں کے مطالعے کو بھی وقت دیتا رہا، بانیٔ بریلویت احمد رضا خاں صاحب کے حالات پڑھ پڑھ کر اس قدر ہنسی آتی کہ کیا کہوں! ان کی الٹی سیدھی تعلیمات پر میں دل دل میں کہا کرتا کہ یہ بندہ علم اور عقل سے اس قدر کورا ہے، پھر اس کو ہم نوا کیسے مل گئے؟ لیکن معاً عربی کا ایک مقولہ یاد آگیا: **لکل ساقط لاقط** علمائے دیوبند کے خلاف ان کی تحریریں مجھے شعلہ بنا دیتیں کہ یہ بندہ کس طرح اہل السنۃ والجماعۃ کو دھڑلے سے کافر کہہ رہا ہے! پھر ان کے خاندانی حالات نے الم نشرح کر دیا کہ بریلویت کوئی نئی شراب نہیں، بس بوتل بدلی ہے، یہ مسلک شیعیت ہی کا چربہ ہے، اس کی طرف سے علمائے دیوبند کی تکفیر پر کسی حیرانگی کی سرے سے ضرورت ہی نہیں۔

ایک دوست کی فرمائش پر میری شادی بریلوی خاندان میں ہوئی، یہ گاؤں خالص بدعت نواز ہے، دو چار حفاظ ہیں، بس وہی علامہ فہامہ بنے پھرتے ہیں، یہاں بریلویت کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور برابر ملتا رہتا ہے، میرے ایک محترم بزرگ نے کہا کہ بدعتی گھرانے سے آپ کی وابستگی کسی بڑی مصلحت کی وجہ سے ہے، اللہ تعالیٰ آپ سے بڑا کام لینا چاہ رہے ہیں، میں بریلوی کارناموں سے واقف تھا، مجھے یہ کھٹکا لگا رہتا تھا کہ میری یہاں نبھے گی کیسے! ابتدا میں مجھے بڑی مزاحمتوں کا سامنا رہا، گرما گرم بحثیں ہوتیں، پھر اللہ نے کرم کیا، پہلی بار ایک جلسے میں میری تقریر ہوئی تو یاد ہے کہ کئی بریلویوں نے مجھ پر اعتراض کیا تھا کہ غوثِ پاک کا نام آپ نے اچھے سے نہیں لیا، آپ بزرگوں کے تئیں عقیدت مند نہیں، پھر وہ موقع نہیں دیتے تھے، تین سال قبل ایک شادی میں تقریر کی فرمائش کی گئی، میں نے نکاح کے فضائل اور آسان نکاح کی ترغیب پر مفصل گفتگو کی تو سارے بریلوی میرے بیان کے گرویدہ ہو گئے، ابھی اسی سال ایک دوسری شادی میں میری تقریر ہوئی تو حاضرین کی بڑی تعداد سامنے آگئی، جب کہ بریلوی واعظین کی تقریروں سے سارے ہی غائب رہے۔

بریلویوں کی خاص بات یہ ہے کہ اپنی بیٹیاں عموماً دیوبندیوں کو دیتے ہیں، میں نے وجہ معلوم کی تو بتایا کہ دیوبندی حضرات لین دین نہیں کرتے اور شادی آسانی سے کر لیتے ہیں، جب کہ بریلوی مرد فرمائشوں کی اتنی بڑی فہرست سامنے رکھ دیتے ہیں کہ لڑکی والے پیچھے ہٹ جاتے ہیں، جس گاؤں میں میری شادی ہے وہاں کے اکثر داماد دیوبندی ہیں، ان شادیوں کا ایک بڑا فائدہ یہ سامنے آیا کہ دیوبندیوں سے ان کی نفرت گھٹ کر اب صرف ایک ربع ہی رہ گئی ہے، ورنہ تو یہی لوگ تھے کہ جمعہ کے دن اپنی تقریروں میں خوب انگارے برساتے تھے۔

بریلویت، غیر مقلدیت اور شیعیت میں اس درجہ ہم آہنگی ہے کہ ایک بندہ دور سے آپ کو بریلوی معلوم ہوگا، مسافت ذرا کم ہو تو وہی بندہ غیر مقلد نظر آئے گا اور فاصلہ جب بالکل ہی نہ رہے تو وہ شیعہ دکھائی دے گا، میری بڑی خواہش تھی کہ بانیٔ بریلویت کی قبر کا ظاہری حال دیکھ آؤں، یہ موقع اس سال مجھے مل گیا، میں نے بریلی شہر اور بریلویت کو اس کے گڑھ میں دیکھا، بانیٔ بریلویت کی درگاہ دیکھی، ازہری میاں کے تکیے پر بھی گیا، میں نے دیکھ کر اللہ کا بڑا شکر ادا کیا کہ وہ لوگ جو سنّی ہونے کے دعوے دار تھے، آج ان کی قبریں بدعات وخرافات کی

آماج گاہیں بنی ہوئی ہیں اور جن پر وہ تکفیر کے گولے داغتے تھے، ان کا گورستان ان مہملات سے خالی۔ بریلی میں گذرے لمحات بریلی کے بازاریں کے نام سے میں نے پچیس (۲۵) قسطیں لکھی تھیں، جوان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہی زیورِطبع سے آراستہ ہونے جارہی ہیں۔

بانیٔ بریلویت کے حالات وواقعات اور ان کی تعلیمات وتلقینات پر ان کے حلقے میں اس قدر لکھا گیا ہے کہ لائبریریاں بھر گئیں، تفسیر، حدیث اور فقہ پر ان کی لکھی ہوئی تصنیفات خان صاحب کی سوانح حیات کا عشرِ عشیر بھی نہیں ہیں، معتقدین اپنی زبان سے انھیں خدا اور رسول تو نہیں مانتے، مگر عملاً انھیں دونوں ہی باور کرتے ہیں، خان صاحب کے حالات وتعلیمات پر ہمارے حلقے کی طرف سے بھی کافی کچھ لکھا گیا، جن سے ان کی زندگی کے سارے پہلو اجاگر ہوگئے ہیں۔

یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، محترم جناب مولانا ساجد خان نقش بندی صاحب زید مجدہم ایک علمی شخصیت ہیں، اکابر دیوبند سے انھیں سچی عقیدت حاصل ہے، وہ ان کے دل دادہ اور ان کی تشریحاتِ اسلامیہ پر مرمٹنے والے ہیں، احیائے سنت اور امحائے بدعت ان کا نصب العین ہے، پڑھنا لکھنا ان کا اوڑھنا بچھونا ہے، مناظرانہ ذوق رکھتے ہیں، بریلویت پر اچھی خاصی ان کی نظر ہے، اس موضوع پر بہت کھل کر لکھتے اور بصیرت کے ساتھ بولتے ہیں، ان کے ایسے شاگردوں کی بڑی تعداد ہے، جنھوں نے اس میدان میں ان سے شہسواری سیکھی، ان کی بریلویت شناسی کے نمونے میں نے بارہا دیکھے ہیں، ان کی فلک شگاف نظر پر مجھے رشک آتا ہے، مناظرانہ دقیقہ رسی اور مجادلانہ نکتہ سنجی ان میں بھرپور ہے، یہ کتاب مسودے کی شکل میں جب میرے پاس آئی تو میں نے اسے بغور دیکھا، اس کے مباحث پر گہری نظر ڈالی، پڑھ کر بے اختیار ان کے لیے دعا نکلی، مولانا نے بڑی عرق ریزی سے بانیٔ بریلویت کے چہرے سے نقاب اٹھائی ہے، بریلویت کے ماضی اور حال پر بڑے سلیقے سے روشنی ڈالی ہے، ان کی فضاؤں کا غائرانہ جائزہ لیا ہے، میری نظر میں یہ کتاب اب تک کی بہترین اور جامع ومکمل کتاب ہے، اس موقع پر مجھے ایک لطیفہ یاد آرہا ہے، علامہ نور محمد ٹانڈوی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے بڑے مناظر تھے، بریلویت کے خلاف صورِ اسرافیل، نسلاً پٹھان تھے، کبھی کبھار مزاحاً فرماتے کہ فاضل بریلوی کے خلاف کوئی بھی کچھ بولے گا تو اس کی خیر نہیں، ان کے خلاف بولنے کا کوئی بھی حق نہیں رکھتا، لیکن میں جو چاہوں بول سکتا ہوں، وہ بھی پٹھان تھے اور میں بھی پٹھان! جس طرح قرآن پر کسی دوسری کتاب کو لادا نہیں جاسکتا، ہاں! قرآن کو رکھا جاسکتا ہے، اسی طرح پٹھان کے خلاف بولنے کا حق صرف پٹھان کو حاصل ہے اور کسی کو نہیں! از راہِ مزاح میں بھی کہتا ہوں کہ محترم مولانا ساجد خان نقش بندی صاحب پختونی پٹھان ہیں اور بانیٔ بریلویت بھی پختونی پٹھان ہی تھے، ان کی قلعی انہیں کے قبیلے کا بندہ اچھی طرح کھول سکتا تھا، مولانا نقش بندی زید مجدہم نے وہ کر دکھایا ہے، اللہ انھیں اپنی شایانِ شان اس کا صلہ عطا فرمائے، آمین۔

فضیل احمد ناصری

(خادم حدیث ونائب ناظم تعلیمات جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند)

۲۹ رجب المرجب ۱۴۴۱ھ، مطابق ۲۵ مارچ ۲۰۲۰ء



# تقریظ

## جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء حضرت مولانا **امداد اللہ انور** صاحب مدظلہ العالی

(استاذ الحدیث والتفسیر والفقہ جامعہ قاسم العلوم ملتان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محب گرامی قدر جناب مولانا محمد ساجد خان صاحب نقشبندی سلّمہ اللہ علمی حلقوں میں ایک معروف شخصیت ہیں، اس سے قبل وہ ''دفاع اہلِ سنّت'' کے نام سے ایک ضخیم کتاب تصنیف کر چکے ہیں۔ اُن کے محنتی اور جامع قلم سے ان کی جدید کتاب ''نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات، خدمات اور کارنامے'' منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو رہی ہے۔

جناب فاضل بریلوی کی حیات کے دو رُخ ہیں، ایک رخ تو اُن کے مسلک کے حضرات کی تقریرات وتحریرات سے سامنے آیا ہے اور ایک وہ رُخ ہے جو تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے، مگر اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی گئی، اس عنوان کی تشنگی کو مؤلف موصوف نے اپنے تحقیقی قلم سے زیبِ قرطاس کیا ہے۔ جب تک کسی کی شخصیت کو تمام جہات سے نہ دیکھا اور پڑھا جائے، صحیح فیصلہ کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ فاضل بریلوی کے قائلین اور ناقدین اگر اس جہت کا بھی مطالعہ کریں گے تو اُن کو فاضل بریلوی کی تاریخ کا دوسرا پہلو بھی اُجاگر ہوگا اور مکمل تعارف بھی حاصل ہوگا۔

مؤلف نے یہ ایک اچھوتا موضوع منتخب کیا ہے، دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو دینِ متین کی صحیح خدمت کرنے کی اور بدعت اور اہلِ بدعت کی تاریکیوں کو دوسر کرنے اور سنّت اور اہلِ سنّت کی روشنی پھیلانے کی سعادت عطاء فرمائیں۔

مولانا امداد اللہ انور

۲۲ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ

# تقریظ

## جامع المعقول والمنقول مناظرِ اسلام حضرت مولانا رحیم اللہ حقانی صاحب مدظلہ العالی

(مدیر جامعہ دار العلوم زبیریہ دیر کالونی رنگ روڈ جمیل چوک پشاور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبیّ بعدہ**

**ددنیا په سطحه ددار العلوم دیوبند او ددیوبند داکابرو قربانی او دینی خدمات دعلم، تالیف، جهاد، تبلیغ، تصوّف وغیره میدانونو کی بی مثاله دی لکن عادتا دهر حق په مقابله کی باطل وی۔**

**په اهل بدعتو کی رضاخانیانو هم ددین دصحیحی تشریح په مقابل کی مختلفی حربی استعمال کی مثلا: (۱)تقریرا وتحریرا دشرکی اوبدعی عقیدو اواعمالو ترویج (۲)په اهل حقو پوری بی ایه افترائانی(۳) تحریف وغیره۔**

**د ﴿لولا دفع الله الناس بعضهم ببعض﴾ مطابق الله جلّ جلاله په هر دور کی ددین ددفاع لپاره علماء پیدا کوي مانه الله جلّ جلاله دمولانا ساجد خان نقشبندی حفظه الله په تالیفاتو کی داهل بدعتو دافترائانو دجواباتو دمطالعی توفیق را کویرداسی مفید مباحث پی راجمعه کی دي چی عوامو او خواصو دواوته یی مطالعه کول ضروری دی۔**

**الله جلّ جلاله دی دمولانا صاحب مؤلفاتو ته قبولت ورکی او دلوله سعیه دی دخپلی رضا سبب وکرزوی**

**ترجمہ:** دنیا میں دار العلوم دیوبند اور دیوبندی اکابر کی قربانیاں اور علمی، تالیفی، جہاد، تبلیغ، تصوف وغیرہ کی صورت میں دینی خدمات بے مثال ہیں، لیکن عادۃً ہر حق کے مقابل باطل ہوتا ہے، اہلِ باطل میں سے فرقہ رضاخانیہ نے بھی دین کی صحیح تشریحات کے بالمقابل مختلف باطل حربے استعمال کیے ہیں، مثلاً تقریراً وتحریراً شرکیہ و بدعتی عقائد و اعمال کی ترویج، اہلِ حق پر افترا بازی و بہتان طرازی تحریف وغیرہ۔

اللہ پاک کے ارشاد ﴿لولا دفع الله الناس بعضهم ببعض﴾ کے مطابق اللہ جلّ جلالہ ہر دور میں دین کے دفاع کیلئے علماء کو پیدا کیا ہے۔ قصہ مختصر! اللہ پاک نے مجھے مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب کی کتب میں اہل بدعت کی طرف سے اہل حق پر کئے گئے افترات کے جوابات کے مطالعہ کی توفیق عطا فرمائی، جس میں بہت سی ایسی مفید معلومات کو جمع کر دیا گیا ہے جس کا مطالعہ عوام وخواص کیلئے ضروری ومفید رہے گا۔

اللہ پاک مولانا صاحب کی مؤلفات کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان کی سعی وکوششوں کو اپنی رضا کا سبب بنائے، آمین۔

# (عرضِ مولّف)

## میرا دردِ دل!

**بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم، نحمدہٗ و نصلّی و نسلّم علی رسولہ الکریم!**

قارئین کرام! زندہ قوموں کی یہ نشانی ہے کہ وہ اپنے آباء واجداد کے تذکروں کو ہمیشہ زندہ رکھتی ہے، کیونکہ ان کے آباء کے یہ کارنامے ہی بعد والوں کیلئے ایک مشعل راہ بنتے ہیں اور انہیں تابناک زندگی گذارنے کا ولولہ دیتے ہیں۔

الحمدللہ! مسلمان بھی ایک زندہ قوم ہے اور ہمیں اپنے روحانی آباء واجداد کی پاکیزہ سیرتوں سے نہ صرف محبت وعقیدت ہے بلکہ ان کی سیرتیں ہمارے لئے زندگی گذارنے کے روشن اصول ہیں، یہ قومِ مسلم کا طرۂ امتیاز ہے کہ انہوں نے سیرت وتذکرہ نگاری کو ایک مستقل فن کی حیثیت دے کراپنے لاکھوں اسلاف کی زندگی کو کتابوں کے اوراق پر ہمیشہ کیلئے محفوظ کردیا **فللّٰہ الحمد علیٰ ذالک۔**

آج مسلم قوم ہی وہ واحد قوم ہے جس کے ہر صدی کے اسلاف سے جہاں بھر کی کتب بھری پڑی ہیں، ان کا تقویٰ کیا تھا؟ علم کیا تھا؟ ذوقِ مطالعہ کیا تھا؟ نجی و خانگی زندگی کیسی تھی؟ معاملات میں کیسے تھے؟ امت کیلئے تڑپ اور فکر کیسی تھی؟ اسلام کیلئے خدمات کیا تھیں؟ غرض ہر عنوان باعثِ فخر اور اخلاف کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ؎

کچھ بلبلوں کو یاد کچھ قمریوں کو حفظ
عالم میں جابجا میری داستاں ہے

جب کہ اس کے مقابلے میں گمراہانِ امت کا سرمایۂ زندگی صرف اور صرف ان کی سیاہ کاریاں تھیں، جنہوں نے ساری زندگی اسلام کی بیخ کنی اور اسلافِ امت کی نکتہ چینی میں گذار دی، ان کا یہ مکروہ کردار ان کے اخلاف کیلئے سوائے شرمندگی ورسوائی کے اور کچھ فراہم نہ کرسکا۔

اس لئے بعد والوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کیلئے انہوں نے اپنی فطرتی صفاتِ رذیلہ یعنی جھوٹ، مکروفریب، ملمع سازی کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے ان "سلوف" کی ان سیاہ کاریوں پر ملمع سازی کرکے قوم کے سامنے انہیں ایک مقدس گائے کی طرح پیش کرنے کی ناکام کوشش کی، تاکہ ان کی ان جھوٹی تعریفوں کو پڑھ اور سن کر قوم کسی طرح ان کی عقیدت میں گرفتار ہو کر ان کے دام فریب میں آجائے اور باطل عقائد کی تجارت کا یہ جنازہ کچھ ناواقف عقیدت مندوں کے کندھوں پر رکھ کر مزید کچھ گھمایا جاسکے۔

ماضی قریب میں اس مسخ شدہ تذکرہ نگاری کی افسوسناک مثال مرزا غلام احمد قادیانی اور بریلی کے نواب احمد رضاخان صاحب کی صورت میں ہمارے سامنے آئی۔ ہماری اس کتاب کا موضوع ثانی الذکر شخصیت ہیں۔

نواب احمد رضا خان صاحب فاضل بریلی کے سوانح نگاروں نے جس قسم کے بے تحاشہ جھوٹ بولے، محیّر العقول مبالغہ آرائی کے جو ریکارڈ قائم کئے اور حقائق کو جس طرح مسخ اور تاریخ کو جس طرح سیاہ کرنے کی کوشش کی اس سارے ریکارڈ کو چیک کرنے کے بعد عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ خود کو خادمین اسلام اور علمائے اسلام اور مومن کہنے والے اس حد تک بھی پستی میں جاسکتے ہیں کہ انہیں جھوٹ پر جھوٹ بولتے ہوئے بھی کسی قسم کا خوفِ خدا دامن گیر نہ ہو؟

یقیناً ان کی یہ حرکت احساسِ کمتری (جس کا ذکر وہ بار بار اپنی کتب میں کرتے رہے) کے سوا کچھ نہیں، آخر ان کے پلّہ تھا ہی کیا جس کا وہ ذکر کرتے؟ آخر جن کے اکابر نے ساری زندگی اسلام کی جڑیں کاٹیں، اولیائے امت وخادمینِ اسلام پر تبرّا بازی اور گالم گلوچ کے تمام تر ریکارڈ توڑ ڈالے، جن کی زندگیوں کا واحد مقصد امتِ مسلمہ کی مسلّمہ شخصیات کے درمیان کفر کے طغرے تقسیم کرنے میں گذرگئی اور جن کی زندگیاں انگریزوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے منصوبے بنانے میں گذرگئی تو پھر بعد والے ان کے ان سیاہ کارناموں پر پردہ ڈالنے کیلئے جھوٹ نہ بولیں تو اور بیچارے کریں بھی کیا!!

بریلوی قیام الملۃ والدین مولانا عبدالباری فرنگی محلی مرحوم خان صاحب بریلوی کے سیاہ کارناموں کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''جناب خود اپنے گریبان میں سر ڈالنے اور اپنے معاصی عدیدہ شدیدہ سے توبہ کیجئے جن کا ذخیرہ جناب کو ابدالآباد تک کام آنے والا ہے، اگر جناب اپنے معاصی پر نظر فرمائیں تو جس قدر انفاس عزیزہ باقی ہیں ہر گز ان کیلئے کافی نہیں، ان ذخائر سے صرف دو ذخیروں کا ذکر کرنا ہے، ملاحظہ فرمائیے اور بہتر یہ ہے کہ خدارا! مجھ پر رحم فرما کر ان امور سے جلد توبہ کیجئے جو وعیدیں میری شان میں تحریر ہوئی ہیں ان کو پھر غور سے دیکھ لیجئے آپ کو مومن آل فرعون کی ہدایت پر عمل کرنا چاہیئے **اِنۡ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیۡهِ كَذِبُهٗ ان یك صادقا یصبكم** یعنی **بعض الذی یعدكم...... الآیه والله الهادی**

**ذخیرۂ اولیٰ:** آپ نے جمعیۃ خدام کعبہ کی تکفیر کی اس کی مخالفت کی اس کو باطل جہاد کہا جس کا نتیجہ یہ ہوا:

(۱) حرمِ محترم کی بے عزتی ہوئی (۲) مدینہ طیبہ کی بے حرمتی ہوئی (۳) قرآن عثمانی چھن گیا (۴) جزیرۃ العرب پر کفار کا قبضہ ہوگیا (۵) بغداد میں شراب کی دکانیں کھل گئیں (۶) بصرہ میں بت خانہ بن گیا (۷) شہر بیت المقدس پر صلیب نصب ہوئی (۸) شام پر کفار قابض ہوگئے (۹) قسطنطنیہ نرغہ اعداء میں ہے (۱۰) خلیفۃ المسلمین قید ہوگئے۔

حرم کے ہر ہر ذرہ کی بے حرمتی کا عصیاں آپ کے سر پر ہے، قرآن شریف کی ایک ایک آیت، بلکہ ہر ہر لفظ، بلکہ تمام حروف کے ساتھ جو بے ادبی ہوئی اس کا پشتارہ آپ کی کمر پر ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قطرۂ خون سے آپ کا دامن آلودہ ہے، چپہ چپہ جزیرۃ العرب کا آپ کی گردن پر طوق ہو تو کوئی تعجب نہیں، بغداد کی سرکار آپ کی شاکی ہوں، شہدائے کربلا آپ کے فریادی ہوں، امیر نجف آپ کے افعال پر نفرت کریں تو بجا ہے، بصرہ کی رابعہ رضی اللہ عنہا اور امام بصری اور حواری رسول اللہ آپ کے نصاریٰ کی موالات سے بیزار ہوں تو حق ہے، یہ صلیب جہاں جہاں لہرا رہی ہے سب آپ کے داماں بے غیرتی کی حرماں نصیبی کا پرچم ہے، ارواحِ صلحاء آپ کے کرتوت سے متحیر ہیں، دارالخلافت آپ سے شرمندۂ احسان نہیں ہے، خلیفے ایسے یزیدیوں سے نالاں نہ ہوں تو کیا کرے؟ جتنے مسلمان شہید ہوئے، جتنے بچے ذبح ہوئے، جتنی مسلمات بے حرمت ہوئیں، کتنے مشائخ مصائب

میں پڑے، جس قدر مال لٹا، جس قدر مکانات مسلمانوں کے ویران ہوئے، ان سب کا وبال آپ ایسے حضرات پر ہے۔

انگریزوں کی ہمت آپ لوگوں کی وجہ سے ہوئی، مسلمانوں کو مسلم سے لڑنے کی جرأت آپ کے افعال نے دلائی ان سب کا شمار فرمائیے، مفصل ان شاء اللہ بعد میں عرض کروں گا۔

لاکھوں کی تعداد بلکہ کروڑوں کی تعداد کا ذخیرہ تو اس تودۂ معصیت میں ہے، ذخیرہ ثانی آپ کی خود اقراری بے حرمتی مسجد کانپور کی، جس سے ہر روز اگر ایک جنب ایک حائضہ ایک حامل نجاست ایک عیسائی ایک مشرک ایک جانور نکلے تو آج تک ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ ہے اس دن سے جبکہ وفد حضور ویسرائے بالقابہ کے سامنے پیش ہوا اور ہزآنر سر لارڈسٹن صاحب بالقابہ وعلیہ ماعلیہ کی نیم باز چشم نے کچھ اشارہ کر دیا اور پھر صدائے برنخاست اس کو اقلاً سمجھئے تو چودہ ہزار معصیتیں ہوتی ہیں اور اگر ہر روز سے زائد آئیندہ درو ند کا شمار کیا جاوے تو بلا شبہ زائد ہے تو آپ خود ہی حساب کیجئے کہ اس ذخیرہ میں کتنے لاکھ معاصی کا انبار ہوتا ہے۔ للہ للہ آپ جلد تر ان معاصی سے توبہ کیجئے ورنہ اپنی گردن اپنی جیب ندامت میں ڈالنے اور کسی سے مطالبہ توبہ نہ فرمائیے، اس کو اللہ پر چھوڑئیے، یہ جو کچھ عرض کیا گیا ہے محض آپ کی خیر خواہی سے ہے۔

**والسلام علی من اتّبع الهدی**

فقیر محمد قیام الدین عبد الباری عفا اللہ عنہ

بقلم شاہد علی عفا اللہ عنہ"

(الطاری الداری، حصہ سوم، ص ۳۴ تا ۳۶)

یہ تھا خان صاحب بریلوی کی ساری زندگی کے سیاہ کارناموں کا خلاصہ جسے بریلوی مذہب میں ایک مستند حیثیت کے عالم نے نقل کیا۔ اس تحریر کی ہولناکی کا اندازہ لگائیں کہ خان صاحب نے اپنی ساری زندگی کس طرح اسلام اور مسلمانوں کی جڑیں کاٹنے کی کوشش کی، چونکہ علمائے دیوبند ان تمام محاذوں پر سینہ سپر تھے اس لئے خان صاحب کے خصوصی نشانے پر یہ علماء حق تھے۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو کہ صرف ایک مسئلہ یعنی "اذان ثانی" پر خان صاحب اور ان کی آل اولاد نے کس قدر فتنہ و فساد ہندوستان میں پھیلایا، خان صاحب کے معتقد اور ان کے ہم عصر جناب مولانا سید حسین احمد بدایونی لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب کے دو صاحبزادے ہیں ایک مولوی حامد رضا خان اور دوسرے مصطفی رضا خان ماشا اللہ یہ دونوں عالم فاضل اور صاحب تصانیف ہیں۔ کچھ مدت سے مولوی احمد رضا خان نے ایک فتویٰ جاری کیا ہے کہ جمعہ کا اذان ثانی جو مسجد کے اندر خطیب کے سامنے منبر کے نزدیک پڑھی جاتی ہے وہ مسجد سے باہر ہونا چاہئے اگر چہ مجدد صاحب نے اس بارے میں بہت کوشش کی مگر رواج بہت ہی کم ہوا۔ لڑائی جھگڑے برپا ہو گئے، گروہ بندی، مقدمہ بازی، فضول خرچی، جہالت، نفسانیت، سب وشتم، بغض وعناد، غرض اس فتویٰ مبارکہ کی بدولت دولت وعزت خاک میں مل رہی ہے، مگر ہنوز روز اول ہے سیکڑوں فتاوی ورسالے اس فتوے کی تائید و تردید میں شائع ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ اشتہارات کا تو شمار ہی نہیں۔ کہا جاتا ہے اور اکثر رسالوں میں لکھا ہوا پایا گیا ہے کہ مولانا حامد رضا خان ومولانا مصطفی رضا خان کے نام سے جو رسالے اور اشتہارات شائع ہو رہے ہیں وہ خاص حضرت عالم اہل سنت والجماعت مجدد ملئۃ الحاضرہ صاحب کے ہی لکھے ہوئے ہیں، ہم کو اس سے بحث نہیں۔ مولانا حامد رضا خان کی تحریر سے رسالہ، بدایونی غصے کا حق جواب، مسئلہ

اذان کا حق نما فیصلہ، رمز شیرینی چاہ شور (۱۳۳۲ھ)، طب شورش چاہ شور (۱۳۳۲ھ)، قصد یم شیریں با چاہ شور (۱۳۳۲ھ)، رسالہ سد الفرار۔ اس موخر الذکر کتاب پر مقدمہ چل گیا اور مولوی احمد رضا خان صاحب بھی ماخوذ ہیں۔ اذان ثانی پیش خطیب، متصل منبر کے بارے میں کتاب ازالۃ الاوہام (مصنفہ مولوی فاضل عبد الاحد)، صدر الفرار، (مولوی فاضل عبد الاحد)، مباحث الاذان، (مولوی فاضل عبد الاحد)، بریلوی تحریر کا شافی جواب (مولوی مفتی حبیب الرحمن بدایونی) حبل اللہ المتین بہدم آثار المبتدعین (مولوی عبد الغفار خان رامپوری)''۔

(تذکرہ علمائے ہندوستان، ص ۱۴۳)

خان صاحب کے فسادی ذہن وافراقی مزاج کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو کہ خود جمعہ کی اذان ثانی کے مسئلہ پر جو ایک فرعی مسئلہ تھا اس پر خان صاحب کا بدایونی ورامپوری علما سے اختلاف ہوگیا اور اس نے اس قدر فساد بپا کیا اس مسئلہ کے متعلق کہ بقول رضا خانی مولوی:

''ایک دوسرے کے بالمقابل کیمپ لگتے اور ہر لحہ باہمی تصادم کا خوف رہتا''۔ (شرح حدائق بخشش، ج ۲ ص ۱۸)

آج رضا خانی کہتے ہیں کہ خان صاحب نے علمائے دیوبند وعلمائے اہلحدیث کو معاذ اللہ کافر ومرتد بنا کر دین اسلام کی سب سے بڑی خدمت کی مگر رضا خانی شیخ الاسلام ہاشمی میاں اسے امت کا اتحاد واتفاق کا شیرازہ بھیکرنے کے مترادف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کوئی کسی کو مرتد وزندیق کہہ کر خارج از اسلام قرار دیتا ہے کوئی کسی کو اہل بدعت گمان کرتا ہے، اس ماحول نے یقینی طور پر موجودہ ماحول کو مکدر بنانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے، اگر آپ چاہتے ہیں کہ شیرازہ اتحاد واتفاق منتشر نہ ہونے پائے اور قوم کا ہر فرد اسلام دھاگے میں پرو اٹھے، سارے بنیادی وفروعی اختلافات مٹ جائیں تو اس کا واحد علاج یہ ہے کہ سارے کے سارے مسلمان **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کے واحد پلیٹ فارم پر بلا تفریق ذات و پات اور نچ نیچ جمع ہو جائیں''۔

(آؤ متحد ہو جائیں، ص ۸، دار الفیض گنج بخش لاہور)

یاد رہے کہ ہاشمی نے یہ کتاب دیوبندی بریلوی اختلاف پر لکھی اور رضا خانی مناظر اعظم مولانا سعید احمد اسد نے حضرت متکلم اسلام مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ کے ساتھ ملاقات میں اس بات کو بالکل واضح کر دیا کہ ہم آپ کو معاذ اللہ گستاخانہ عبارات کی وجہ سے کافر ومرتد کہتے ہیں اور آپ ہمیں بدعتی مشرک۔ تو اس تقسیم کی روشنی میں ہاشمی میاں کی عبارت کی پہلی سطر کا مشار الیہ ومرجع بالکل واضح ہوگیا کہ اس سے مراد خان صاحب بریلوی اور اس کے متبعین ہیں جنہوں نے اپنے مخالفین کو کافر ومرتد کہہ کر ہندوستان کی پر امن سنی اکثریت کے ماحول کو مکدر کیا مگر وقت کے ساتھ ساتھ اس میں بری طرح ناکام ہوا۔ الحمد للہ۔

ایک طرف تو خان صاحب کے عزائم مسلمانوں اور ہندوستانیوں کے اتحاد واتفاق کے خلاف اس قسم کے تھے، لیکن تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ برصغیر میں ۱۹۰۴ء میں عیسائی مناظرین کے عزائم ''مسیحی'' کے نام سے ایک رسالہ پروٹسٹنٹ عیسائی فرقہ کا آرگن تھا، پہلے یہ امرتسر سے کچھ سالوں تک نکلتا رہا بعد میں اس رسالے کا دفتر اشاعت لاہور منتقل ہوگیا۔

جب یہ امرتسر سے نکل رہا تھا تو اس رسالے کے دسمبر ۱۹۰۴ء کے شمارے میں ایک مضمون منجانب ادارہ بعنوان ''محمدی مباحثہ کے متعلق کتابوں کی لائبریری'' شائع کیا گیا۔ (رسالے کا عکس آخر میں ملاحظہ ہو) اس مضمون میں کتب کی تفصیلات تحریر کرتے ہوئے مضمون نگار نے لکھا:

''ان کتابوں کی فہرست پر نظر دوڑاتے ہوئے ایک امر تو اظہر من الشمس ہے کہ مسیحیوں نے اسلام کو خوب ہی ننگا کر کے دکھایا ہے، بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس قابلیت کے ساتھ مسیحی مصنفوں نے قرآن اور اس کے بانی کی جانچ پڑتال کی ہے وہاں تک خود محمدی علماء بھی نہیں پہنچے''

اندازہ کریں اس تحریر سے عیسائیت کے علمبردار کس قدر دیدہ دلیری اور زبان درازی کے ساتھ اسلام کے خلاف سینہ سپر ہو کر قرآن، اسلام اور نبی کریم ﷺ کے خلاف کتابیں چھاپ رہے تھے، مگر حیرت ہے کہ رضاخانی فرقے کے مجدد مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی جن کے متعلق ان کے متبعین کا دعویٰ ہے کہ ''جو کچھ ہے اس صدی میں وہ تنہا رضا'' کا ہے وہ فاضل بریلوی عیسائیوں کے ذریعہ پیش کردہ اسلام مخالف ان متعصبانہ کتب کے اثرات بد کو زائل کرنے کے لیے برصغیر کے معاشرے میں کوئی کردار ادا کرتے ہوئے نظر نہیں آتے ہیں۔ میں رضاخانی فرقے کے افراد سے گذارش کرتا ہوں کہ فاضل بریلوی کی ان عیسائی کتب کے خلاف کوئی مستقل تصنیف یا مناظراتی کردار ہو تو اس کا مستند دستاویزی ثبوت پیش کریں، نوازش ہوگی، اگر پیش نہ کر سکیں تو مجھے پھر وضاحت کرنے کی ضرورت نہ رہے گی کہ وہ کن کے اشاروں پر چل رہے تھے۔

کردار تو بہت دور کی بات جس حجۃ الاسلام حضرت مولانا امام قاسم نانوتوی مرحوم نے ساری زندگی ان عیسائیوں اور ہندؤں وآریوں سے مناظرے کر کے دین اسلام کی حقانیت ثابت کی اور رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کا ڈنکا ان کھلے کافروں کے سامنے بجایا یہ ظالم رضاخان ساری زندگی انہیں اسلام ورسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا دشمن گردانتا تھا، العیاذ باللہ۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ کوئی عقیدت مند اگر اپنے کسی ممدوح کی مدح سرائی کر رہا ہے (قطع نظر اس سے کہ آیا وہ سچ ہے یا جھوٹ) تو ہمیں فی نفسہ اس پر کوئی اعتراض نہیں، مگر یہ کہاں کی سیرت نگاری ہے کہ خان صاحب آف بریلی کے چاہنے والے جب تک خان صاحب کا تقابل پوری امت مسلمہ سے نہ کروا کر ان کی فوقیت عالم اسلام پر ثابت نہ کر دیں انہیں کسی کروٹ چین ہی نہیں آتا؟ ان کے نزدیک اپنے ممدوح کی کامل مدح اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک مخالف کو جی بھر کر گالیاں نہ دے دی جائیں، اسے اپنے ممدوح کے سامنے پست سے پست تر ثابت نہ کر دیا جائے۔

چنانچہ خود پروفیسر مسعود صاحب خان صاحب کی سوانح پر لکھی گئی کتب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فاضل بریلوی کی سوانح پر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ کشکول واقعات اور مدلل مداحی کے ذیل میں تو آتا ہے سوانح کا اطلاق اس پر مشکل سے ہی کیا جا سکتا ہے''۔

(فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں ،ص ۲۲)

گویا خان صاحب کی سوانح پر تو کچھ نہیں ہاں جھوٹے واقعات اور جھوٹی مداح سرائی جسے موصوف مدلل کہہ رہے ہیں یعنی جھوٹ کو بھی مدلل کر کے بیان کرنے کی کوشش کی گئی وہ ضرور مل جائے گی۔ بہرحال جب اصول ہی یہ ٹھہرا کہ دوسروں کے اکابر کی پگڑیاں اچھالو تو پھر مخالف سے بھی کسی قسم کا گلہ شکوہ نہیں کرنا چاہیئے کہ ہائے ہمارے اعلیٰ حضرت کو یہ کہہ دیا، ہائے مجدد زماں کو ایسا کہہ دیا، اگر آپ دوسروں کی پگڑیاں بیچ بازار اچھال سکتے ہیں تو اپنوں کی تقدیس پر بھی آسمان سے پروانہ نہیں لے کر آئے ہیں۔

خان صاحب کا فقہی مقام آتا ہے تو ''امام اعظم'' کے مقابلے میں ہمیں ''مجدد اعظم'' کی اصطلاح نظر آتی ہے، خان صاحب کا تقابل کرنے

کیلئے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کم تر کوئی شخصیت ان کی آنکھوں میں جچتی ہی نہیں، بیچارے تیخین تو خان صاحب کے ہم درس معلوم ہوتے ہیں اور بیچارہ شامی!!!!! اس کو کون پوچھے وہ تو خان صاحب کے شاگردوں میں شامل ہو جائے تو بھی ان کیلئے اعزاز کی بات ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی حدیث دانی پر بات آئے تو تقابل میں ''امام بخاری'' سے کم کوئی آنکھوں میں جچتا ہی نہیں، ''امیر المومنین فی الحدیث'' جیسے بھاری بھرکم القاب سے خان صاحب کا تعارف کرانے کیلئے الفاظ کم پڑ جاتے ہیں۔ تفسیر کی بات آتی ہے تو خود خان صاحب قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے کو تفسیر کا امام ماننے کو تیار نہیں تو آخر تقابل کروائیں بھی تو کس سے؟

علم کلام کا نام لے کر ''سبحان السبوح'' کے نام سے ایک گالی نامہ کیا لکھ دیا تو اب وقت کا امام غزالی و رازی دوراں جیسے القاب بھی خان صاحب کے علمِ کلام میں دسترس کیلئے معمولی نظر آرہے ہیں۔ خان صاحب کی سیاست کا ذکر کیا جائے تو جیلیں کاٹنے والے، انگریزوں کی راتوں کی نیندیں حرام کر دینے والے شیخ الہند و شیخ الاسلام حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام الہند عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ، امام سیاست ابو الکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ جیسی قومی شخصیات وغیرہم کو جب تک معاذ اللہ انگریز و ہندوؤں کا ایجنٹ ثابت نہ کر دیں تو خان صاحب کی سیاسی خدمات کا مجھوحق ادا ہی نہ ہوا۔ جب دینی خدمات کا یہ عالم ہے تو بھلا سیاسی و دنیاوی علوم و خدمات میں کون طرم خان ہے جو خان صاحب کا مقابلہ کر سکے؟؟؟؟

مولوی عبدالستار ہمدانی بریلوی لکھتا ہے:

''دنیا کی ہر قوم کا زمانہ قدیم سے یہ دستور رہا ہے کہ وہ اپنے پیشوا کی تعریف و توصیف میں حد درجہ کوشاں رہ کر کسی قسم کی کسر باقی نہیں رہنے دیتی، بلکہ کبھی کبھی صدق و صداقت کے دامن سے ہاتھ جھٹک کر غلو کی اعلیٰ سے اعلیٰ منزل تک پہنچ کر کذبِ صریح اور سراسر غلط بیانی کے گہرے سمندر میں غوطہ زنی کرنے میں بھی کسی قسم کی عار محسوس نہیں کرتی''۔ (تھانوی کی علمی صلاحیت: ص ۸)

بس اب تک یہی کچھ خان صاحب کے ساتھ ان کے ماننے والے کرتے رہے۔

## خان صاحب کی مدح سرائی کی آڑ میں پوری امت کی توہین و تذلیل:

خان صاحب کے ایک سوانح نگار خان صاحب کے علوم کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''ان علوم کو دیکھئے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت ایک چلتی پھرتی انسائیکلو پیڈیا تھے اور یہ واقعہ ہے کہ عالم اسلام میں مشکل ہی سے کوئی ایسا عالم نظر آئے گا جو اعلیٰ حضرت کا ان علوم میں ہم پلّہ و ہم مقابل ہو''۔ (المیزان کا امام احمد رضا نمبر ص ۳۴۱)

چودہ سو سال کے تمام جلیل القدر، آئمہ، مفسرین، مجتہدین، فقہاء، محدثین، شارحین پر خان صاحب کو ترجیح و فوقیت دے کر جس طرح توہین کی گئی اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

رہی بات آپ کے دعوے کی تو خان صاحب سے پہلے کی امتِ مسلمہ کو تو خیر ایک طرف رکھیں خان صاحب تو ان کی خاکِ پا کے برابر بھی نہیں، خان صاحب بریلوی کے بعد پیدا ہونے والے ملتان کے عظیم سپوت حضرت مولانا عبد العزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق خود بریلویوں نے لکھا کہ انہیں ۷۰ ۲ علوم و فنون میں مہارت تامہ تھی''۔ (الناہیہ کا اردو ترجمہ بنام دفاع حضرت امیر معاویہ ص ۱۱)

خان صاحب کے متعلق ۵۶ علوم کا دعویٰ ہے، یعنی خان صاحب مولانا عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے نصف علوم کو بھی کراس (پار) نہ کر سکے

اور تقابل پوری امت سے کروایا جا رہا ہے۔

خان صاحب کے ایک ممدوح ابو سراج عبد الحق تو یہاں تک لکھ گئے:

''موجد ہیں گویا جملہ علوم وفنون کے''۔(فتاوی رضویہ جدید کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن، ج۶ ص ۶۴۰)

گویا چودہ سو سال میں جتنے علوم وفنون ایجاد ہوئے ان کا سہرا خان صاحب بریلوی کے سر پر ہے، **انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

حقیقت یہ ہے کہ خان صاحب بریلوی اگر کسی فن کے موجد ہیں تو وہ......(۱) فن مغلظات......(۲) فن تکفیر...... ہے، خان صاحب نے اپنے مخالفین کیلئے ایسی ایسی گالیاں ایجاد کی جو ان سے پہلے کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھیں اور اپنے مخالفین کو کافر بنانے کیلئے فن تکفیر کی ایسی بنیاد رکھی کہ جب تک کسی کے بیسیوں وجہ کفر نہ گنوا دیں چین ہی نہیں آتا۔ بعض لوگوں کی وجوہ کفر (۷۶) تک گنوا دی بعض کی (۱۰۰) سے اوپر اور بعض کی تو (۶۰۰) تک۔ ہم پوری رضا خانیت کو چیلنج کرتے ہیں کہ چودہ سو سال میں کسی ایک فقیہ کا حوالہ پیش کر دیں جس نے حقیقی کافروں کو بھی اتنی وجوہ کے ساتھ کافر قرار دیا ہو!!!!

مولوی ظفر الدین بہاری صاحب لکھتے ہیں:

''پروپیگنڈہ کی تعریف یورپ والے یہ کرتے ہیں کہ'' آدمی غلط بات کو اس طرح اور اس قدر کثرت سے بیان کرے کہ خود بیان کرنے والا اور جاننے والوں کو بھی اس کی صداقت کا یقین ہو جائے''۔(حیات اعلیٰ حضرت، جلد دوم، ص ۲۶۴)

پروپیگنڈہ کی اس تعریف پر سب سے پہلے مولوی ظفر الدین بہاری نے عمل کیا اور پھر ان کے متبعین نے۔

## عظمتِ اعلیٰ حضرت کی آڑ میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی توہین:

اب مجددی ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بریلوی شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی کے اس تبصرے وگستاخانہ تقابل کو ملاحظہ فرمائیں جو اس ظالم نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور خان صاحب بریلوی کے درمیان کیا:

''مجدد کی عظمت اس کے کارناموں سے ظاہر ہوتی ہے حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی نے یقیناً بہت اہم کارنامے انجام دیے ہیں اس کی بناء پر وہ یقیناً اس کے مستحق ہیں کہ ان کو مجدد کہا جائے، مگر مجددِ اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے عظیم بے مثالی کارناموں کے مقابلے میں مجدد الف ثانی کے کارنامے ایسے نہیں کہ انہیں مجددِ اعظم کہا جائے، اعلیٰ حضرت نے اصلاح عقائد واعمال پر ایک ہزار کے قریب کتابیں تصنیف فرمائیں اور کئی لاکھ فتاویٰ کے جواب لکھے۔ اعلیٰ حضرت کے ارشاد وتبلیغ کا اثر پورے ہندوستان ہی میں نہیں حرمین طیبین اور یورپ تک پہنچا اور پوری دنیا کے علمائے اہلسنت نے ان کو اپنا امام وپیشوا تسلیم کیا، تفصیل کیلئے حسام الحرمین اور الدولۃ المکیۃ کی تقریظات ملاحظہ کریں۔ حتیٰ کہ مجدد کا خطاب مکہ معظمہ کے جلیل القدر عالم غالباً شیخ محمد اسمٰعیل نے دیا، اعلیٰ حضرت کے دور میں ایک نہیں دسیوں اسلام کے خلاف فرقے پیدا ہوئے، ان سب کا دندان شکن جواب اعلیٰ حضرت نے دیا، مثلاً وہابی، غیر مقلد، دیوبندی، نیچری، ندوی، چکڑالوی، گاندھوی، قادیانی، خارجی، رافضی، صلح کلی، یہ بات شیخ احمد مجدد الف ثانی میں کہاں؟ ان کی تصانیف معدودے چند چھوٹے چھوٹے رسائل اور مکتوبات ہیں، ان کی جدوجہد اکبری فتنے اور روافض تک محدود تھی، انہوں نے جو بھی کام کیا اپنے حلقہ مریدی اور عقیدت مندوں میں کیا پوری دنیا تو بہت دور ہے، ان کے عہد میں ہندوستان میں بھی اس کا کوئی نمایاں اثر نہیں ہوا، عالم سکر وصحو میں انہوں نے ایسی باتیں کہہ

دیں جن کی بنا پر اس عہد کے علماء نے ان کا رد کیا، خدمات اور اثر کی وسعت اور عوام وخواص کی قبولیت کو جو بھی سامنے رکھے گا اور وہ متعصب نہ ہوگا تو اسے ماننا پڑے گا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ بلا شبہ مجدد اعظم ہیں"۔ (فتاویٰ شارح بخاری، ج ۳ ص ۳۴۶)

یہاں شریف الحق صاحب کا تعصب اور احمد رضا خان کے مقابلے میں پوری امت کو کالعدم سمجھنے کی گندی ذہنیت جو ہر بریلوی میں موجود ہے بالکل واضح ہو کر سامنے آگئی، امجدی صاحب نے جتنے سیاہ جھوٹ اس عبارت میں بولے ان سب کی تردید دلائل قاہرہ کے ساتھ میری اس کتاب میں آپ ملاحظہ فرمالیں گے، ان شاء اللہ، فی الوقت ایک اجمالی نظر ڈالتے ہیں:

(۱) یہ کہنا کہ خان صاحب نے ہزار کے قریب کتب لکھیں اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے چند ورق یا مکتوب لکھے، تو آخر بتایا جائے کہ تصنیفات کو کس نے "مجددیت" کا معیار بنایا ہے؟ مجددیت کا معیار دین کے کسی شعبہ کو زندہ کرنا یا اس کی اصلاح کرنا ہے، اگرچہ مجدد نے ساری زندگی ایک ورق نہ لکھا ہو، نیز خان صاحب کی ہزار تصانیف کا دعویٰ وہ سیاہ جھوٹ ہے جس کا مستند ثبوت قیامت کی صبح تک بریلوی قوم نہیں دے سکتے، خان صاحب کی تصنیفی خدمات کے ذیل میں بندہ نے اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔

خود خان صاحب اس تصانیفی ڈھکوسلے کا جواب یوں دیتے ہیں:

"صحاح میں سیدنا صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات بہت کم ہیں، رحمتِ الٰہی نے حصہ تقسیم کر دیے کسی کو خدمت معانی، کسی کو تحصیل مقاصد کسی کو خدمت معانی کسی کو ایصال الی المطلوب یہ ظاہری روایات کی کثرت وجہ افضلیت ہے نہ اس کی قلت وجہ مفضولیت۔

صحیحین میں امام احمد سے صدہا احادیث مروی ہیں اور امام شافعی اور امام اعظم سے ایک بھی نہیں اور باقی صحاح میں اگر ہیں بھی تو بہت ہی شاذ و نادر، حالانکہ امام احمد امام شافعی کے شاگرد ہیں اور امام شافعی امام اعظم کے شاگردوں کے شاگرد رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین"۔ (فتاویٰ رضویہ جدید کمپیوٹرائزڈ، ج ۲۰ ص ۵۵۹، مکتبہ غوثیہ، دار اہل السنۃ)

امجدی صاحب کے اصول پر تو حضرات شیخین کریمین اور امام احمد بن حنبل کو دیگر کے مقابلے میں افضل سمجھنا چاہیئے، معاذ اللہ۔

(۲) یہ اس صدی کا سب سے سیاہ جھوٹ ہے کہ خان صاحب بریلوی کو پوری دنیا کے علماء اہلسنت نے اپنا امام و پیشوا تسلیم کیا ہے، خان صاحب کو تو ان کے اپنے لوگ ثالث تک ماننے کو تیار نہیں، بدایونی، رامپوری اور فرنگی محلی علماء نے ہمیشہ ان سے اختلاف کیا، بلکہ ان کے درمیان کفر کے فتوؤں کا تبادلہ فراخ دلی کے ساتھ ہوتا رہا، عدالتوں میں گھسیٹا گیا، تفصیل میری اسی کتاب میں اپنے مقام پر آپ ملاحظہ کرلیں گے، خان صاحب کو کسی عرب عالم کا مجدد کا لقب دینا تو اس ظالم کو نظر آگیا، مگر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو "مجدد" کا یہ لقب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا۔

(۳) یہ کہنا کہ فلاں فرقہ کے خلاف کام کیا، یہ بھی جھوٹ ہے خان صاحب خود ایک فرقہ باطلہ کے بانی تھے تو انہوں نے کسی دوسرے فرقہ کے خلاف کیا کام کیا ہوگا؟ ان کے پاس تو شیعوں کی کتب تک نہ تھیں تو رد کیا کیا ہوگا؟ آخر بتایا جائے کہ کیا شیعہ، چکڑالوی، وہابی، قادیانی خان صاحب کے رد کے بعد ختم ہو گئے یا مزید مضبوط ہو گئے؟ خان صاحب کے مجدد ہونے کی بحث میں ہم نے اس کی خوب قلعی کھولی ہے، جب کہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو جو فتنہ درپیش تھا وہ فتنہ "دین الٰہی" کا تھا جس نے پورے دین اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا تہیہ کر لیا تھا، مگر الحمد للہ "مجدد اعظم" حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں سے آج اس فرقہ کا نام ونشان نہیں، یاد رہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے خان

صاحب بریلوی کی طرح گھر میں بیٹھ کر اپنے شاگردوں کی مدد سے فتنوں کے خلاف چند ورقے نہیں لکھے، بلکہ اکیلے پوری حکومتِ جابرہ سے ٹکرائے، جیل کی صعوبتیں برداشت کیں۔

اس سب کے باوجود یہ کہنا کہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کام کیا صرف اپنے مریدوں میں کیا، اس کا ہندوستان پر کوئی اثر نہیں ہوا، اگر کسی بدعتی میں حیاء و شرم باقی بچی ہے تو ڈوب کے مرجانا چاہیئے۔

جس خان کو ساری زندگی اپنے حجرے سے نکلنے کی توفیق نہیں ہوئی، آگے آرہا ہے کہ خان صاحب کبھی تبلیغ کیلئے نہیں نکلے، دین کی خدمات کا یہ حال تھا کہ بریلی میں سوائے ان کے خاندان کے سب ہندو تھے (آگے حوالہ آرہا ہے) اس کی خدمات کا اثر تو پوری دنیا میں اور وہ مجدد رحمۃ اللہ علیہ جس نے کفریہ حکومت کو اسلام کے قلعہ میں بدل دیا، اس کی خدمات کا کوئی خاطر خواہ اثر ہندوستان میں نہیں!!!!

......شرم......شرم......شرم......

بے شرم آدمی! آج تو جس بخاری کی نام نہاد شرح لکھنے کا دعوے دار ہے، اس مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو دعا دے، وہ نہ ہوتے تو کسی ہندو کے مندر کی سیڑھیاں صاف کر رہا ہوتا اور اگر اس مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو لے کر چلنے والے علمائے اہلِ حق دیوبند نہ ہوتے تو تو آج کسی انگریز کے کتے نہلا رہا ہوتا، علامہ اقبال مرحوم نے کیا ہی خوب کہا ؎

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس کے اَنفس گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملّت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے صرف خلفاء کی تعداد پانچ ہزار (۵۰۰۰) بتلائی گئی ہے، (جواہر مجددیہ، ص ۱۲۷)۔ خان صاحب اس کے آدھے خلفاء تو دور شاگرد بھی اپنے بتا دیں تو ہم غلامی کا دم بھرنے کو تیار!......شرم تم کو مگر نہیں آتی............

(۴) یہ کہنا کہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض باتوں پر اس دور کے علماء نے رد کیا تو وہ علماء بھی ایسے ہی تھے جیسے خان صاحب بریلوی اور حشمت علی رضوی کی ''الصوارم الہندیہ'' میں موجود مولوی، وہ علماء نہیں علماء کے نام پر دھبہ تھے، اس الزام کی وضاحت خود اہلِ بدعت نے ''دفاع مجدد الف ثانی'' کتاب میں دے دی ہے جو لاہور سے چھپ چکی ہے۔

اس زمانے کے چند چنڈو خانوں نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارتوں کا غلط مطلب لے کر حرمین سے کفر کا فتوی حاصل کیا، ویسے ہی جیسے خان صاحب نے علمائے دیوبند کی عبارتوں کا غلط مطلب نکال کر کفر کا فتوی لیا۔

نیز فتوے تو خود خان صاحب اور ان کی اولاد پر بھی لگے تفصیل کیلئے میری کتاب ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم'' کا مقدمہ ملاحظہ ہو، بلکہ خان صاحب پر صرف فتوے ہی نہیں لگے، انہیں تو عدالتوں میں بھی گھسیٹا گیا جیسا کہ تفصیل آرہی ہے۔

آخر میں ہم امجدی صاحب کو ان کے گھر ہی کا ایک حوالہ دکھاتے ہیں، شاید کہ کچھ حیاء آجائے، بریلوی ماہر رضویات پروفیسر مسعود صاحب لکھتے ہیں:

''یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری سمجھتا ہوں بعض حضرات حضرت مجدد الف ثانی کی اصلاحی کوششوں کو صراحتاً وکنایتاً فاضل بریلوی کی کوششوں سے کمتر دکھانے کی کوشش کرتے ہیں یہ رجحان غیر مؤرخانہ ہے، دسویں اور گیارہویں صدی ہجری کی تاریخ پاک وہند پر جس شخص کی نظر ہے وہ اس قسم کی کوشش نہیں کرسکتا۔'' (فاضل بریلوی اور تحریک ترکِ موالات، ص ۳۰)

پھر آگے ڈاکٹر صاحب حوالوں کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی کے کاموں کی کچھ تفاصیل بتاتے ہیں جن کے مطابق:

الف:......بیسیوں فرقوں کا مقابلہ حضرت مجدد نے تن تنہا کیا۔

ب:......آپ کی اصلاحی کوششیں سیاسی فضا میں اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں، عالمگیر کے درباروں کی دینی فضاؤں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ج:......عہد اکبری سے اورنگزیب عالمگیر تک (ایک سو سال کے عرصہ میں) حکومت کے مزاج میں جو حیرت انگیز تبدیلیاں ہوئیں، وہ حضرت مجدد، آپ کی اولاد، اور ان کے سینکڑوں خلفاء، لاکھوں مریدوں کی مساعئ جمیلہ کا نتیجہ تھیں۔

د:......اگر حضرت مجدد کا یہ کام نہ ہوتا تو شاید پاک وہند کے حالات مختلف ہوتے اور یہاں کفر و باطل کا ایسا تسلط ہوتا............

ھ:......اس کے بعد شاہ عبد الرحیم اور شاہ ولی اللہ کی علمی اور فکری تحریک نے اپنا اثر دکھایا، جو حضرت مجدد کی تحریک سے پوری طرح مستفاد تھا......اھ

غرض قصہ مختصر خان صاحب کے تذکرہ نگاروں کی طرف سے پیش کئے جانے والے اسی قسم کے محیر العقول کارناموں اور بلند و بانگ دعوؤں نے ہمیں چونکا دیا اور اس بات پر مجبور کیا کہ کیوں نہ اس ''عبقری الشرق'' کہ جس کو ماننا اور نہ ماننا آج کفر و اسلام کی علامت بن چکا ہے اور جس کے علمی کارناموں کے سامنے ان کے ماننے والے دوصدیوں کے ہندوستانی علماء کو گھاس ڈالنے کو تیار نہ ہوں، کیوں نہ ایسی ہمہ گیر وہمہ جہت شخصیت کے کارناموں کو نقد کے اصولوں پر پرکھا جائے؟ اور اگر خان صاحب اس میں سرخرو ہو گئے تو ہم اسلام کے اس سچے خادم کے دامن سے چمٹ کر اپنی سابقہ سیاہ کاریوں سے توبہ کرلیں گے، مگر افسوس کہ جب ہم نے مدح سرائیوں، مبالغہ آرائیوں کے اس طومار کو کھنگالا تو جو بھیانک حقیقت ہمارے سامنے آئی اس کا ایک مختصر ریکارڈ اس کتاب کی صورت میں ہم نے قوم کے سامنے رکھ دیا، تاکہ پچھلے کچھ سالوں سے جھوٹ کی بنیادوں پر قائم کی گئی اس ریت کی عمارت سے عوام الناس واقف ہو جائیں۔

ہم نے جو کچھ کیا اس پر بریلویوں کو سیخ پا ہونے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ ہمیں اس کی دعوت خود آپ کے گھر سے دی گئی، چنانچہ محمد اکرم اعوان صاحب آف کالاباغ لکھتا ہے:

''شاہ احمد رضا خان افغانی اور ان کے خانوادہ کے مختصر حالات بھی شامل ہیں مگر زیادہ زور ان کے نسبی تعلق پر دیا گیا ہے، شاہ احمد رضا خان افغانی اگرچہ پختون تھے، مگر افسوس کہ پختون بھائیوں میں ہی ان کا تعارف نہ ہوسکا، اس لئے ان میں سے بہت سے اصل حالات معلوم نہ ہونے کی وجہ سے شاہ امام احمد رضا خان افغانی کے خلاف ہیں ان کو اصل حقائق معلوم کرنے چاہیئے۔''

(شاہ احمد رضا خان بڑہیچ افغانی ص: ۱۵۔ المختار پبلی کیشنز کراچی)

الحمدللہ راقم کا تعلق بھی پختون قوم سے ہے،ان کا تعارف پڑھنے کے بعد بندہ یہ کہنے میں کوئی عار وعیب نہیں سمجھتا کہ خان صاحب کا پختون ہونا ہمارے ماتھے کا وہ سیاہ کلنک ہے جسے دھونے کی ایک ادنی کوشش راقم نے اپنی اس تصنیف میں کی ہے۔

## کیا مولوی کی ذاتیات پر بات کی جا سکتی ہے؟

بعض یارلوگ کہتے ہیں کہ آپ ہمارے ممدوح خان صاحب بریلی کی ذات پر بات نہ کریں،ان کی ذات کو طعن وتشنیع کا نشانہ نہ بنائیں، کسی کی ذاتیات کو اچھالنا کوئی اچھی بات تو نہیں، دیکھیں متکلمِ اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زیدمجدہ بھی فرماتے ہیں: ''مولوی کی ذات نہیں مولوی کی بات دیکھتے ہیں''۔(خطبات برما ص ۱۱۱)

ہم اپنے ان کرم فرماؤں کی خدمت میں گذارش کریں گے کہ بالکل مولوی کی ذات نہیں مولوی کی بات دیکھی جاتی ہے،کیونکہ ہمیں اس کی ذات سے کوئی واسطہ نہیں نہ اس کی ذات پر ایمان اور نہ اس کی ذات کے انکار پر نجات کا دارومدار ہے،ہاں اگر وہ بات قرآن وحدیث کی کر رہا ہے تو اب اس کا انکار یقیناً گمراہی ہوگا اس لئے اس کی بات کو دیکھو بات اگر سیدھے رستے کی کر رہا ہے تو ہمیں اس سیدھے رستے کو اپنانا ہے،اس کی ذات کیا ہے کیا نہیں،ہمیں اس سے کوئی لینا دینا نہیں،لیکن اگر معاملہ اس سے برعکس ہو کہ ''کسی مولوی کی ذات بھی معیارِ نجات'' بن جائے،اسے ماننا ایمان بن جائے،اس سے بغض علامتِ نفاق بن جائے اور اس کی ذات کی بنیاد پر چودہ سو سال کے اساطینِ علم واکابر کی ذات کو مجروح اور موضوعِ سخن بنالیا جائے تو پھر ہمیں بھی یہ حق ہے کہ اس کی ذات کو موضوع بنائیں،یہ محض زرا دعویٰ نہیں بلکہ بندہ اس پر دلائل رکھتا ہے،بطورِ ثبوت صرف ایک حوالہ ملاحظہ ہو بریلوی شیخ الاسلام سید محمد اشرف اشرفی جیلانی لکھتے ہیں:

''مسلکِ اعلیٰ حضرت کی جو مخالفت کرے گا اس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہوگا،مسلکِ اعلیٰ حضرت عین دین اسلام ہے،اس کی مخالفت عین دین اسلام کی مخالفت ہے''۔(امتیازِ اہل سنت،ص ۲۷،رضا دار المطالعہ بہار)

گویا خان صاحب کی مخالفت عین دین اسلام کی مخالفت ہے،معاذاللہ! جب میں پانی کے ایک گھڑے کو لینے کیلئے کئی دفعہ ٹھونک بجا کر چیک کرتا ہوں تو جس کی ذات پر میری نجات موقوف ہے اسے کیوں نہ پرکھوں؟ بدرالدین قادری صاحب اپنے علماء کا فیصلہ یوں نقل کرتے ہیں:

''علمائے حق کے نزدیک آپ سے محبت رکھنا سنیت کی علامت اور آپ سے جلنا اور بغض رکھنا بددین ہونے کی پہچان ہے''۔
(سوانح امام احمد رضا،ص ۱۲۶)

فیض احمد اویسی کا نظریہ تھا:

''مسلک حق اہلسنت کے عقائد ومعمولات میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا۔۔۔کی تحقیق کے خلاف تحقیق کو گمراہی جانتے تھے''۔
(شرح حدائق بخشش،ج ۱،ص ۵۴)

متکلمِ اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زیدمجدہٗ یہ بھی تو فرماتے ہیں:

''پہلے نبی کی ذات ہوتی ہے پھر نبی کی بات ہوتی ہے،نبی کی ذات پر ایمان فرض ہے نبی کی بات پر بھی ایمان فرض ہے،مولوی کی ذات پر ایمان نہیں ہوتا،مولوی کی بات پر ایمان ہوتا ہے''۔(مجالس متکلمِ اسلام،ص ۵۳)

ہمارا بریلی کے جس مولوی سے پالا پڑا ہے اس کی خاصیت ہی یہی ہے کہ اس کی ذات پر بھی ایمان ضروری ہے اور اس کی بات پر بھی، جس کا حال یہ ہے کہ محض اس کی کسی کتاب پر اعتراض یا اعتراض کرنے والے کی صحبت بھی ایمان کو خطرے میں ڈال سکتی ہے (الیاس عطاری کا خط تمہید ایمان مکتبۃ المدینہ)۔ پس جب خان صاحب کی ذات پر بھی ایمان اور بات پر بھی ایمان تو اب اس کی ذات پر بھی بات ہوگی ایمان پر بھی بات ہوگی۔

## کسی کی ذاتیات پر کب بات ہوسکتی ہے؟:

قارئین کرام! کسی کی عیب جوئی، غیبت یا ذاتیات کو موضوع بحث بنانا یقیناً ایک مذموم حرکت ہے، مگر چند صورتیں ایسی ہیں جہاں خود شریعت ہمیں اس چیز کی اجازت دیتی ہے کہ ہم کسی کی ذات کو موضوع بنائیں، اس کی نجی زندگی، اس کے معاشی ومعاشرتی افعال، اس کے اقوال وکارناموں پر تنقید کی نگاہ ڈال کر کھرے اور کھوٹے میں فرق کر دیں، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''کسی زندہ یا مردہ کی غیبت اس وقت جائز ہوجائے گی جب کسی غرضِ شرعیہ کا حصول اس کے بغیر ممکن نہیں اور اس جواز کی چھ صورتیں ہیں:

(۱) **التظلّم**: پس جائز ہے کسی مظلوم کیلئے کہ وہ حاکمِ وقت یا قاضی یا جس کے پاس اختیار ہو اس کے پاس جائے اور بتلائے کہ فلاں نے مجھ پر ظلم کیا۔

(۲) **الاستعانۃ**: کسی منکر کو ختم کرنے اور گناہ گار کو حق بات کی طرف لانے کیلئے کسی صاحب اختیار کے سامنے اس کے گناہوں وسیاہ کاریوں کا تذکرہ کرنا تاکہ اسے ان کاموں سے روکا جائے۔

(۳) **الاستفتاء**: شرعی حکم کے حصول کیلئے، چنانچہ مفتیٔ شرع کے سامنے اس کی اس برائی کو بیان کیا جائے کہ مجھ پر فلاں نے یہ ظلم کیا ہے، اب شریعت مجھے اس سے خلاصی کا کیا رستہ بتلاتی ہے؟

(۴) **تحذیر المومنین**: لوگوں کو اس کے شر سے ڈرانے کیلئے۔

(۵) **بدعتی**: اس کی بدعات سے لوگوں کو آگاہ کرکے لوگوں کو اس کے افکار سے بچانے کیلئے۔

(۶) **عرف**: لوگوں میں وہ اسی عیب سے مشہور ہو جیسے کانا، لنگڑا، بہرا، بھینگا وغیرہ تو اب ان چیزوں کا ذکر عیب جوئی میں شمار نہیں ہوگا۔ (ریاض الصالحین للنووی واحیاء علوم الدین بحوالہ الرفع والتکمیل ص ۵۳ تا ۵۶)

خان صاحب پر تنقید اس جدول میں موجود چوتھی اور پانچویں صورت میں آتی ہے، لوگوں کو خان صاحب بریلی کی گمراہیوں، بدعقیدگیوں، اسلام دشمنی سے آگاہ کرنے کیلئے ہم مجبور ہوئے کہ خان صاحب کے کارناموں کو پرکھیں، علماء نے اس موقع پر ایسے شخص کی برائی کو بیان کرنے کے جواز پر اجماع ذکر کیا ہے، بلکہ اسے واجبات میں سے شمار کیا ہے اور اسی کیٹیگری میں اس شخص کو شمار بھی کیا ہے جو نام نہاد فقیہ بن کر لوگوں کو بدعت کی دعوت دے یا فاسق وفاجر ہو اور لوگ اسے بزرگ سمجھ کر علم حاصل کرنے جائیں۔ (الرفع والتکمیل ص ۵۶)

خان صاحب بریلی میں یہ تمام شرائط بوجہ اتم پائی جاتی ہیں، لہٰذا مجھ پر واجب تھا کہ میں اس شخص کی حقیقت سے لوگوں کو آگاہ کروں، تاکہ سادہ لوح عوام اس کے دامِ تزویر میں پھنس کر اپنی آخرت کو برباد نہ کر دیں۔

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**ثلاثة ليست لهم حرمة في الغيبة احدهم صاحب البدعة الغالي ببدعته، اه** (شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، ج ۱،ص ۳۰۹) یعنی تین لوگ ایسے ہیں جن کی غیبت حرام نہیں، ان میں سے ایک وہ بدعتی جو اپنی بدعت میں غالی ہو۔ (دیگر دو فاسق معلن اور ظالم بادشاہ ہے)

خان صاحب بریلوی نہ صرف خود بدعتی تھے بلکہ آج اس دور میں اہلِ بدعت کے امام ہیں، لہٰذا عوام اہل السنۃ کو ان کی گمراہیوں اور تاریک سیرت سے آگاہ کرنا ہرگز غیبت میں شمار نہ ہوگا۔

## خان صاحب ایک نئے مذہب کے بانی:

موصوف بدعتی اس لئے ہیں کہ انہوں نے اپنی کتب میں جو مخصوص عقائد و اعمال پیش کئے نہ قرآن وسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ اسلاف امت سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے جس کا اقرار خود رضاخانیوں کو بھی ہے چنانچہ ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''حضرت مولانا عبد الاول رضوی مدظلہ لکھتے ہیں کہ فصاحت و بلاغت نظم ونثر کے ملک کی بادشاہت اے امام احمد رضا قدس سرہ تمہارے لئے سب نے تسلیم کی ہے تم نے جس موضوع پر قلم اٹھایا تحقیق وتحویل کے نوادرات کو یکجان کر دیا جس کی تمثیل کتب اسلاف میں نہیں ملتی''۔

(شرح حدائق بخشش، ج ۴،ص ۱۷۷)

جب خان صاحب کی تحقیقات کی مثال کتب اسلاف میں نہیں تو اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ اس آدمی نے سلف سے ہٹ کر اور اہل سنت سے خروج کر کے ایک نیا دین مرتب کیا اسی لئے اپنی وصیت میں خاص طور پر لکھتا ہے کہ میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر عمل کرنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔

علامہ سید محمد جیلانی بریلوی بھی لکھتے ہیں:

''ہمارا فرض تھا کہ ہم اپنے محبوب قائد کے علمی کارناموں اور قربانیوں کو اجاگر کرتے لیکن افسوس کہ ہم امام احمد رضا کو اب تک صحیح انداز میں پیش بھی نہ کرسکے''۔ (حسام الحرمین،ص ۴، مکتبہ امام اعظم دہلی)

لہٰذا بندہ اسی فرض کو پورا کرتے ہوئے خان صاحب نواب احمد رضا خان بریلوی کو صحیح انداز میں لوگوں کے سامنے پیش کرنے جارہا ہے، الحمدللہ! بندے نے تمام تر تعصبات سے پاک ہو کر خان صاحب کی اڑسٹھ (۶۸) سالہ زندگی کا ایک ناقدانہ جائزہ لیا اور جو کچھ سامنے آیا اس کا کچھ حصہ آپ کے سامنے پیش کر دیا اور فیصلہ آپ کے ضمیر پر چھوڑ دیا۔

اول ارادہ تھا کہ اس سب مواد کو ایک ہی جلد میں اکھٹا کر دیا جائے مگر حوالہ جات کی کثرت اور عنوانات کے تنوع کی وجہ سے فیصلہ کیا گیا کہ فی الحال اس حوالے سے اہم وضروری مواد کو یکجا کر کے پہلی جلد کی صورت میں شائع کر دیا جائے اور وقت کے ساتھ ساتھ دیگر جلدوں پر کام جاری رکھا جائے لہٰذا جو کچھ اس وقت پہلی جلد کی صورت میں آپ کے سامنے پیش کیا جارہا ہے یوں سمجھئے کہ خان صاحب کی حیات پر ایک متن اور ایک سرسری جائزہ ہے۔ کتاب کا ہر عنوان و باب ایک مستقل شرح بلکہ مستقل کتاب کا متقاضی ہے اور ان شاءاللہ وقت ملنے پر وقتاً

فوقتاً ہم اس پر کام بھی کرتے رہیں گے۔

بندہ نے کتاب کی تیاری میں خان صاحب بریلی پر لکھی گئی اپنے علماء کی کتب خصوصاً متکلمِ اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہٗ کی کتب سے بھی استفادہ کیا۔ کچھ مواد انٹرنیٹ سے بھی لیا گیا ہے مگر وہ کل کتاب کا ۲ فیصد بھی نہیں۔

کتب کے حوالے سے الحمدللہ بندہ خودکفیل ہے اور عموماً تصنیف و تالیف میں مختلف لائبریریوں کی خاک چھاننے کی ضرورت نہیں پڑتی الاماشاءاللہ، البتہ اس کتاب کی تیاری میں بعض ایسی کتب کے بارے میں بھی معلوم ہوا جو بندہ کے ذخیرۂ کتب میں شامل نہ تھیں اور مختلف افراد سے دستیاب ہوسکیں، اس حوالے سے جن حضرات کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا ان کے نام اس طرح ہیں، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کے سیکریٹری سید مجتبیٰ بریلوی صاحب جنہوں نے سہ ماہی مجلہ العلم کے شمارے اور دیگر اہم ریکارڈ فراہم کرنے میں بہت تعاون کیا، بھائی نعمان امین جو تاریخی ریکارڈ کی طرف رہنمائی کرتے رہے، محترم منصور الحق یلدرم بھائی جن کی طرف سے مولوی عبد العزیز عاصی کی ''تاریخ روہیل کھنڈ و بریلی'' کا نسخہ فراہم ہوا۔

## خود رو بریلوی محققین و مصنفین کی خدمت میں:

ایک مثل ہے کہ دو گاؤں والوں کی آپس میں لڑائی ہوگئی، جب ایک گاؤں والے دوسرے گاؤں کے مردوں کی پٹائی کرنے گئے تو دوسرے گاؤں کے لوگوں نے بجائے مردوں کو سامنے کرنے کے اپنی عورتوں کو آگے کر دیا، وہ گاؤں والے حیران ہو کر کہنے لگے کہ مردوں کو سامنے لاؤ، تو عورتوں نے کہا کہ پہلے ہم عورتوں سے لڑلو پھر مردوں سے بھی مقابلہ کرلینا، وہ گاؤں والے اس کھلی بےغیرتی پر اپنا سا منہ لئے واپس چلے آئے، یہی حال آج کل کے بریلوی مناظرین، محققین و ذمہ دار علماء کا ہے کہ اہلِ حق علمائے دیوبند کی مضبوط علمی گرفت سے بچنے کیلئے خود تو پس پردہ چلے گئے اور سامنے ایسے لوگوں کو مصنف بنا کر کھڑا کر دیا جو خود خان صاحب بریلوی کے فتووں کی رو سے ''مخنث'' اور ''ملعون و مردود'' ہیں، آج کل کے یہ بریلوی مصنفین اہلِ علم ہونا تو دور کی بات حضور ﷺ کی محبوب ترین سنّت داڑھی سے بھی محروم ہیں، اس لئے بندہ کی اس کتاب کا جواب اگر کسی ایسے فصلی بٹیرے نے لکھا تو بندہ ہرگز اس کا جواب نہیں دے گا۔

ان کا اپنا حال تو یہ ہے کہ ان کی کتب پر ان کے مسلک کا کوئی ذمہ دار آدمی تقریظ تک لکھنے کو تیار نہیں، کیونکہ وہ بھی جانتا ہے کہ انہوں نے کتب میں ایسی جہالتوں کا مظاہرہ کیا ہے کہ جس سے خلاصی ممکن نہیں لیکن اگر بالفرض کل کو کوئی الزاماً ان کتب کو ہم پر پیش کر دے تو ہم کہہ دیں گے کہ یہ ہمارے مسلک کے ذمہ دار لکھاری نہیں، لہٰذا ہم ان کی باتوں کے ذمہ دار نہیں۔

اس لئے میری اس کتاب یا دیگر کتب کے جواب الجواب کا بندہ اسی وقت ذمہ دار ہوگا جب وہ کسی ذمہ دار بریلوی عالم کی طرف سے لکھی گئی ہو یا اس پر کم از کم ذمہ دار بریلوی اشخاص کی تقاریظ موجود ہوں۔

البتہ بندہ نے اس کتاب میں اس قسم کے بعض مصنفین کی کتب کا نام لئے بغیر جواب الجواب نقل کر کے اس کا جواب دیا ہے، تاکہ ان کی جہالت واضح ہوسکے پوری کتابوں کو اسی پر قیاس کر لیں کہ کس نہج کی ہوں گی۔ ویسے بھی بریلوی مسلک کے شیخ الحدیث اور قاضی جناب عبد الرزاق بھترالوی لکھتے ہیں کہ:

''بکواسات والے کتابچوں کا جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں، گندگی میں پتھر مارنے سے چھینٹے آپ پر نہ پڑیں''۔

(ارفع الدرجات، ص ۲۰۱)

اب اگر ان فصلی مصنفین کی کتب ''بکواس'' نہیں تو اپنی اُن کتب پر (جن کے جواب کا مطالبہ ہے) کسی مستند شخصیت کی تقریظ لکھوا کر لے آئیں، اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے اور یقیناً نہیں کر سکتے تو ہمارے پاس ''ایسے مجہول'' لوگوں کی کتب کے جواب کیلئے فضول سرمایہ نہیں، ابھی تو خان صاحب اور مذہب بریلویت پر بہت کچھ مسودات کی شکل میں ہمارے پاس پڑا طباعت کا منتظر ہے۔

قصہ مختصر پچھلے سوسال تک ہم سنتے رہے اور تم بولتے رہے اب ہم بولیں گے اور تم دفاع کرو گے بس!!!!

پھر خود ہم نے ان کی کتاب پر ایک اعتراض کیا اور فون پر جواب مانگا تو آگے سے جواب ملا کہ ہم نہ اتنے ویلے ہیں کہ تمہارے سوال کا جواب دیں اور نہ تمہارے سوال کے جواب کے پابند ہیں تو بس ہمارا جواب بھی یہی ہے کہ ہم بھی اتنے ویلے نہیں کہ خان صاحب کے فتوے کی رو سے ''رجسٹرڈ شدہ ملعونوں'' کی کتابوں کا جواب دیں یا اس کے جواب کے پابند ہوں!!!!

یہ بھی یاد رہے کہ پھر جہاں یہ ہماری علمی گرفت پر بالکل لاچار نظر آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ ہمارے مولوی صاحب کا ''تفرد'' یا ان کی ''ذاتی رائے'' ہے، تو اب ہم بھی جواباً گذارش کرتے ہیں کہ آپ نے جتنی بھی کتب لکھیں، ہمیں کیا معلوم کہ آپ نے اس میں مسلک کا موقف پیش کیا یا اپنے ذاتی تفردات؟ اس لئے پہلے اپنے مسلک سے اس کتاب کی تائید لکھوا کر لائیں کہ اس میں جو کچھ ہے آپ کا ذاتی تفرد نہیں اور مسلک کا بھی یہی موقف ہے اس کے بعد ہم جواب کے ذمہ دار ہوں گے۔

البتہ ایک کتاب پر چونکہ بعض بریلوی علماء کی تائید تھی، اگرچہ وہ بھی کسی شمار میں نہیں، لیکن ہم نے صرف اتمام حجت کیلئے اور یہ بتلانے کیلئے کہ ہم اگر جواب نہیں دے رہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم جواب سے عاجز ہیں، بلکہ اصولی موقف کی وجہ سے نہیں دے رہے ہیں، اس میں بندہ کے اعتراضات کے جو لایعنی جوابات دیے گئے ہیں، نیز متکلمِ اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہٗ کی طرف سے ترجمہ کنز الایمان پر اعتراضات کے جو بوگس جوابات دیے گئے اس کا دندان شکن جواب بندے نے پیش کر دیا ہے۔

## ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

ہوسکتا ہے کہ کسی رضا خانی کے دل میں آئے کہ ہمارے اعلیٰ حضرت تو اتنے بڑے عالم، مجدد تھے ان کے خلاف اتنی ضخیم کتاب لکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ اتنے بڑے عالم سے بھی ایسی سنگین غلطیاں ہوسکتی ہیں کیا؟ کیا اتنا بڑا عالم بھی گمراہ ہوسکتا ہے؟

اس سلسلے میں گزارش ہے کہ آپ کے یہ ''بڑے عالم صاحب'' حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی، فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے شاگردوں کی خاک پا کے برابر بھی نہ تھے اس کے باوجود اس ظالم نے ساری زندگی ان پر اور ان کے متبعین پر کفر کے فتوے لگائے۔ اس وقت ان اکابر کی دینی خدمات، ورع تقویٰ کا خیال ذہن میں نہیں آیا؟

اس پر بھی غور کریں کہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ ایک راوی کا حال یوں بیان فرماتے ہیں:

**عبد الرحمن بن يوسف بن خراش الحافظ.**

**قال عبدان: كان يوصل المراسيل.وقال ابن عدي: كان يتشيع.وقال أبو زرعة: محمد بن يوسف**

**الحافظ كان خرج مثالب الشيخين وكان رافضيا. وقال عبدان: قلت لابن خراش حديث: لا نورث ما تركناه صدقة! قال: باطل ..... قلت: هذا والله الشيخ المعثر الذى ضل سعيه فإنه كان حافظ زمانه وله الرحلة الواسعة والاطلاع الكثير والاحاطة وبعد هذا فما انتفع بعلمه فلا عتب على حمير الرافضة**

(میزان الاعتدال، ج ۲،ص ۶۰۰)

ابن عبدان کہتے ہیں کہ یہ مرسل روایت کو متصل بیان کرتا تھا۔ ابن عدی نے کہا کہ یہ شیعہ تھا اور ابوزرعہ نے کہا کہ یہ شیخین کی برائیاں بیان کرتا تھا اور رافضی تھا۔ عبدان کہتے ہیں کہ میں نے ابن خراش سے حدیث کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ حدیث باطل ہے۔

(حافظ ذہبی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ یہ شخص سیدھے رستے سے پھسلنے والا ہے۔ اس کی تمام تر کوششیں ضائع ہوگئی، حالانکہ یہ اپنے زمانے کا حافظ تھا اور اس نے (طلب علم) کیلئے وسیع سفر کیا اور کثیر الاطلاع تھا (بہت سی معلومات رکھتا) لیکن اس نے اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھایا پس ایسے روافض کے گدھے پر کوئی عتاب نہیں۔

نواب احمد رضا خان بریلوی کا حال بھی اسی عبدالرحمن بن خراش ہی کی طرح تھا بس فرق یہ ہے کہ ابن خراش کثیر الاطلاع صاحب علم آدمی تھا اور خان صاحب علم سے تہی دست۔

بدعتی مولوی جناب غلام نصیر الدین سیالوی لکھتے ہیں:

''مولوی صاحب سے کوئی پوچھے کہ اگر زیادہ علم رکھنا حقانیت کا معیار ہے تو شیعہ مسلک میں کوئی اہل علم کی کمی ہے، مثلاً طوسی، باقر مجلسی، نور اللہ شوستری، سید مرتضی علم الھدی، فتح اللہ کاشانی اور سینکڑوں بڑے بڑے اساطین ہیں اور ان میں کئی ایسے ہیں جنہوں نے اسی اسی (۸۰) جلدوں میں ایک ایک کتاب لکھی ہے مثلا باقر مجلسی۔ کیا آپ کے فرقے میں نوری طوسی وکلینی اور نعمت اللہ جزائیری جیسے علما ہیں۔ کیا ان بڑے بڑے علما کی وجہ سے شیعہ مسلک حق قرار دیا جاسکتا ہے؟ یا کوئی شیعہ مولوی تردید کرے تو جواب میں شیعہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تردید کرنے والے تو ہمارے علما کے سامنے طفل مکتب ہیں انہوں نے فصل الخطاب اور اصول کافی، استبصار، مجالس المومنین کے چند عبارتیں یاد رکھی ہیں لہذا ان کا علم ہم سے کم ہے چونکہ ہم علم میں زیادہ ہیں لہذا ہمارا عقیدہ سچا ہے۔ کوئی بات تو اللہ کے بندے عقل کی کیا کریں''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص ۲۹۰)

لہذا رضاخانی فرقہ بھی کوئی بات عقل کی کرے اور یہ مت کہے کہ خان صاحب تو بہت بڑے عالم تھے بڑے مصنف تھے کیونکہ خان صاحب جیسے لوگ نور اللہ شوستری اور باقر مجلسی کے خاکِ پا کے برابر بھی نہیں۔

اسی فرقہ کا مولوی مرزائیوں کی ترجمانی کرتے ہوئے اسی عنوان پر مزید لکھتا ہے:

''کیا دیوبندی اور بریلوی اور شیعہ کے سارے علما مرزا غلام احمد قادیانی سے زیادہ علم رکھتے ہیں؟ یا جو تھوڑی کتابیں پڑھے ہوئے ہوں ان غیر مرزائی علما کو مرزائیوں کی کفریہ عبارات کی تردید نہیں کرنی چاہئے اور یہ سوچتے رہنا چاہئے کہ مرزا اور اس کے کئی پیروکار چونکہ بڑے عالم ہیں لہذا ہم ان کی تردید کیوں کریں؟ کیوں تمہاری عقل پر پردے پڑ گئے ہیں؟''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص ۲۹۱)

بلکہ خود خان صاحب خارجیوں کے متعلق کہتے ہیں:

''وہ دس ہزار مولویوں کا ندوہ تھا، فقط دو روپے کے ٹکٹ لے کر مولوی نہ بنتے تھے بلکہ واقعی علم رکھتے تھے، حدیث جانتے تھے، قرآن پڑھتے تھے''۔

(حیات اعلیٰ حضرت، ج ا، ص ۴۰۴)

اے آل بدعت! کیوں تمہاری عقل پر پردے پڑ گئے ہیں؟ گویا خود آپ کا مولوی کہہ رہا ہے کہ احمد رضا خان بریلوی سے لیکر چھوٹے بریلوی مولوی تک کوئی علم میں مرزا غلام احمد قادیانی کا مقابلہ نہیں کر سکتا، تو جب مرزا کافر تو اس سے چھوٹا مولوی نواب احمد رضا خان گمراہ کیوں نہیں ہو سکتا؟!!!

طالب الرحمن نے جب مفتی حنیف قریشی رضاخانی کو کہا کہ مفتی اقتدار خان نعیمی نے پانچ جلدوں میں فتاوی کی کتاب لکھی ہے تو رضاخانی مفتی کہتا ہے:

''میں کہتا ہوں پچاس جلدیں لکھے، جلدیں لکھنے سے اکابر میں آجاتا ہے؟''۔

(مناظرہ گستاخ کون، ص ۵۲۸)

تو آپ کے ہاں تو ''پچاس جلدیں فتاوی'' لکھنے پر بھی آدمی اکابر میں نہیں آتا خان صاحب بیچارے کی اپنی مکمل لکھی ہوئی فتاوی تو ۱۲ جلدوں کو بھی نہیں پہنچتی ہیں۔ لہذا خود آپ کے مذہب کے مطابق کتابیں لکھنا کوئی بڑے آدمی ہونے کا معیار نہیں۔ لہذا یہ خان صاحب کی کتب کی جعلی فہرست کا بھرم ہم پر نہ جمائیں۔

آخر میں ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر میں چند افراد کا خصوصی شکریہ ادا نہ کروں۔ سب سے پہلے تو متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ جن کا وجود مسعود کسی نعمت سے کم نہیں کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جن کی عنایتوں و شفقتوں کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔ حضرت بندے کے کاموں کی خصوصی طور پر حوصلہ افزائی فرماتے ہیں اور مکمل سرپرستی فرماتے ہیں۔ حضرت کے احسانات کی ایک طویل فہرست ہے لیکن مجبور ہوں کہ حضرت نے بیان کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ اللہ پاک اس کا اجر انہیں دنیا و آخرت دونوں میں عطا فرمائے۔

حضرت مولانا عبد اللہ رحمانی صاحب (الہند) زید مجدہٗ یوں سمجھیے کے بندے پر فدا ہیں، میری جملہ کتب کی کمپوزنگ و تزئین حضرت خود فرماتے ہیں اور خالصۃً لوجہ اللہ آج تک ایک دمڑی اس کام کے عوض وصول نہیں کی، جب بھی ان کی خدمت میں کوئی عرض پیش کی تدریس و ذاتی کاموں سے وقت نکال کر لبیک کہا اور وقت سے پہلے وہ کام مکمل کر دکھایا۔ فاضل دوست حضرت مفتی احسان اللہ صاحب زید مجدہ کا بھی جتنا شکریہ ادا کروں کم ہے، جو ہر وقت اس فکر میں لگے رہتے ہیں کہ مسلکی کاموں کی مصروفیات میں بندے کو کس طرح راحت و آرام پہنچایا جائے، محترم شفیق رانا جرال صاحب آف ڈسکہ کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا، جنھوں نے شاید اپنی زندگی کا ایک ہی مقصد اپنایا ہوا ہے کہ پاک و ہند کی مختلف لائبریریوں سے کتب ڈھونڈ ڈھونڈ کر زرِ کثیر خرچ کر کے مولانا تک پہنچانی ہیں۔

ثالثاً حضرت مولانا فضیل احمد ناصری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا بھی خصوصی شکریہ ادا کروں گا جنہوں نے بندے کی اس کام میں

بھرپور حوصلہ افزائی فرمائی اور کتاب کیلئے ایک جاندار تقریظ بھی عنایت فرمائی۔

فاضل دوست حضرت مولانا سمیع الدین صاحب حفظہ اللہ کا بھی خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جن کی علم دوستی کی بدولت یہ کتاب اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے، کتاب تو پچھلے سال ہی مکمل ہوگئی تھی، لیکن ایک تو بندہ کو اپنی تدریسی مصروفیات کی وجہ سے اس ضخیم کتاب پر نظر ثانی کا موقع نہیں مل رہا تھا۔

ثانیاً جب بھی نظر ثانی کرتا، نئے حوالہ جات ذہن میں آتے اور یوں قریباً یہ کتاب چھ (۶) دفعہ کمپوزر کے پاس اضافوں کیلئے جا چکی، تا آنکہ دوبارہ نظر ثانی کا ارادہ ہی ترک کر دیا کہ خدا جانے یہ سلسلہ کب اور کہاں جا کر رکے؟

ثالثاً بعض ناشرین کی اب تک اتنی کرم فرمائیاں دیکھ چکا ہوں کہ کسی کو مسودہ دینے کو دل ہی نہیں چاہ رہا تھا لیکن ہر کام کیلئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے، اس سال پوری دنیا میں کورونا وائرس کی وبا پھیل گئی، جس کی وجہ سے مدارس میں بھی قبل از وقت چھٹیاں ہوگئیں اور چھٹیوں میں ہونے والے تمام پروگرام، دروس اور کورسز بھی منسوخ ہوگئے، لہٰذا فراغت کا خوب موقع ملا، اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے مسودات کو فائنل کرنے کی کوشش کی۔ مولانا سمیع الدین صاحب کے سامنے جب اس کتاب کا تذکرہ آیا تو فوراً اشاعت کی حامی بھر لی اور یوں اب یہ کتاب انہی کی نظر عنایت سے آپ کے سامنے ہے، اس کے بعد کوشش ہوگی کہ بندے کے "دروسِ مناظرہ" اور "دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد سوم" بھی جلد سے جلد آپ کے ہاتھوں میں ہوں اس کیلئے بھی دعا فرمائیں۔

آخری بات یہاں عرض کردوں کہ بندہ باوجود کوشش کے اپنی تصنیفات پر بالاستیعاب نظر ثانی نہیں کر پاتا، یہ سب مسودات کی شکل میں ہے، جس کی وقتاً فوقتاً کمپوزنگ جاری رہتی ہے اور موقع ملنے پر اشاعت کیلئے دے دی جاتی ہیں، جس کی وجہ سے کتب میں کافی غلطیوں سے احباب آگاہ کرتے ہیں، بندہ ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہے اور کوشش ہوگی کہ اگلے ایڈیشن میں ان اغلاط کی ان شاء اللہ تصحیح کر دی جائے، دعاؤں کا طالب

ساجد خان نقشبندی

(دارالعلوم مدنیہ)

۲۰ رجولائی ۲۰۲۰ء



# ایک اہم ضروری وضاحت

میں نے جو کچھ اس کتاب میں لکھا وہ سب "ردِّ عمل" اور "الزامی انداز" ہے، جس پر ہمیں رضاخانی اکابر واصاغر کے طرزِ عمل نے مجبور کیا، خان صاحب نے جگہ جگہ اپنی کتب میں اکابر دیوبند کی ذاتیات کو نشانہ بنایا، جیسا کہ کچھ تفصیل ان کے اخلاق کے عنوان کے تحت آرہی ہے۔ ۱۹۵۶ء میں جہانیاں کے مولوی غلام مہر علی نے "دیوبندی مذہب" نامی کتاب لکھی، جس میں شرم وحیاء کی تمام حدیں توڑتے ہوئے اکابر دیوبند کو بدفعل کہا گیا، معاذ اللہ بچوں کا شوقین کہا گیا اور اکابر دیوبند کے وہ کلمات جو انہوں نے بطورِ عاجزی ذکر کئے ان تک کو نقل کرکے ان کی ذات کو طعن وتشنیع بنایا گیا اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے، چنانچہ ماضی قریب میں رضاخانیوں کے ایک ترجمان نے کتاب لکھی "دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" جس میں دعویٰ تو علمائے دیوبند کے ساتھ اصولی اختلاف کو منقح کرنے کا کیا گیا تھا، مگر آدھی سے زائد کتاب علمائے دیوبند کی ذات پر بے ہودہ طعن وتشنیع میں سیاہ کردی۔

ہندوستان سے ایک بد بخت مولوی کی کتاب اکابر دیوبند پر "سیکسی ملّاں" کے نام سے چھپی، کتاب کے نام کی غلاظت سے ہی مواد کی غلاظت کا اندازہ لگالیں، کراچی سے ایک کتاب چھپی "داڑھی والی دلہن" جس میں یہ تاثر دیا گیا کہ معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد، اکابر دیوبند ایک دوسرے کے ساتھ از دواجی تعلقات قائم کرنے کے خواہش مند تھے۔

آخر الذکر دو کتابوں کے متعلق رضاخانیوں کی طرف سے کہا گیا کہ ہم نے یہ مطالعہ بریلویت کے جواب میں لکھا ہے، حالانکہ یہ محض اپنی خباثت پر پردہ ڈالنا ہے، ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب علیہ الرحمۃ نے کہیں بھی اپنی کتاب میں خان صاحب بریلوی کی ذاتیات پر اس قسم کے فرسودہ اعتراضات نہیں کیے، انہوں نے خالص علمی انداز میں خان صاحب کے معتقدات وعزائم کا رد کیا، نیز بالفرض کہیں خان صاحب کی ذاتیات پر بھی بات کی تو وہ بھی خالص علمی گفتگو تھی اور الزامی ورد عمل تھا، خان صاحب بریلوی کی کتب اور دیوبندی مذہب جیسی کتب کا۔

پس اگر یہ لوگ الزامی جواب کے نام پر اس قسم کی آوارہ گردی، بے حیائی اور کمینہ پن کر سکتے ہیں تو ہمارے اس سنجیدہ وعلمی "ردِّ عمل" اور "الزامی طرزِ عمل" پر بھی ان کو ناراض نہ ہونا چاہیئے۔

قصہ مختصر!!...... ہم نے بھی رضاخانیوں کو آئینہ دکھانے کیلئے یہ سب کچھ لکھا، انہیں ہم پر غصہ ہونے کی بجائے اپنے ان سیاہ کرتوتوں پر نظر ثانی کرنی چاہیئے۔ اگر کوئی رضاخانی اس کتاب کا جواب لکھنا چاہے تو آخر میں اس کیلئے اصول لکھ دیے گئے ہیں ان شرائط کی مکمل پاسداری پر مشتمل کتاب ہی کو اس کتاب کا جواب شمار کیا جائے گا، بصورت دیگر در پردہ اس کا اقرار ہوگا کہ راقم کی دیگر کتب کی طرح رضاخانی اس کتاب کے مدلل جواب سے بھی عاجز ہیں، الحمد للہ!!!!



# باب اوّل

# نواب احمد رضا خان صاحب کا خاندانی پس منظر

جس میں ان کے آباء و اجداد کا تعارف، ان سے متعلق پھیلائی جانے والی غلط فہمیاں اور جنگِ آزادی میں ان کے کردار و دیگر امور کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے!!!!

## آباء و اجداد کی مختصر تاریخ:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر بانس بریلی میں ۱۰ رشوال المکرم ۱۲۷۲ھ روز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۴ رجون ۱۸۵۶ء موافق ۱۱ رجیٹھ صدی ۱۹۱۳ بکرمی کو پیدا ہوئے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۱۲)

## آپ کے خاندان کا تعارف:

آپ کا خاندان ہندوستان کے باشندگان میں سے نہ تھا، بلکہ غیر ملکی ہے، چنانچہ آپ کے خلیفہ مولانا ظفر الدین بہاری (المتوفیٰ ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) آپ کا سلسلہ نسب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''عبد المصطفیٰ احمد رضا خان ابن حضرت مولانا نقی علی خان بن حضرت مولانا رضا علی خان بن حضرت مولانا حافظ محمد کاظم علی خان بن حضرت مولانا شاہ محمد اعظم خان بن حضرت محمد سعادت یار خان بن حضرت محمد سعید اللہ خان، حضور کے آباء و اجداد قندھار کے موقر قبیلہ بڑہیچ کے پٹھان تھے''۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۲)

نادر شاہ ایرانی افشاری (المتوفی ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء) نے جو ایران کا ایک رافضی حکمران تھا، اس نے سلاطین اسلام کی حکومتوں کا تختہ الٹنے اور بیخ کنی کرنے کی پوری سعی و کوشش کی، چنانچہ پہلے پہل سنی افغان بادشاہ اشرف کی حکومت کا ایران سے استیصال کیا، اشرف چار سال سے فارس کا بادشاہ چلا آرہا تھا، چونکہ وہ اہل السنت والجماعت سے تعلق رکھتا تھا، اس لیے نادر نے (۱۱۴۲ھ/۱۷۲۹ء) اس کی بادشاہی کا خاتمہ کر کے اس کی جگہ طہماسپ صفوی شیعی کو بادشاہ بنا دیا، اس کے تعصب کا یہیں خاتمہ نہیں ہوگیا، بلکہ وہ آگے بڑھا اور غیر شیعہ اقوام کو ایران سے نکال کر اس نے کابل و قندھار بھی فتح کر لیا، ہمارے شہر لاہور میں بھی آیا اور یلغار کرتا ہوا دہلی جا پہنچا، جہاں ۱۱۵۰ھ میں اس نے قتل عام

کیا اور تیس کروڑ مالیت کا مالِ غنیمت لے کر ایران کو واپس چلا۔(مقدمہ مناظرہ نادرہ مابین سنی وشیعہ ص ۳ ملخصاً)

جس وقت نادر شاہ ایرانی نے ہندوستان کی سنی حکومت کو تباہ کرنے اور سنی مسلمانوں کو شہید کرنے کا پروگرام بنایا تھا، اس وقت ہندوستان میں مغلیہ خاندان کے ایک سنی حکمران روشن اختر ملقب بہ محمد شاہ (المتوفی ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) کی حکومت تھی، نادر شاہ کی یہ ایرانی شیعہ فوج دو لاکھ سواروں اور پیادہ سپاہیوں اور پانچ ہزار توپوں پر مشتمل تھی۔(اسلامی تاریخ پاکستان وہند ج ۲ ص ۲۰۶ ہدایت اللہ خان چودھری)

مولانا احمد رضا خان بریلوی کا خاندان بھی اس شیعہ رافضی ایرانی فوج میں شامل تھا، اس کا ثبوت ملاحظہ ہو:

**ثبوت نمبر ۱:** ابوالمنصور حافظ محمد انور قادری ایم۔اے لکھتے ہیں: ”آپ کے جدِ اعلیٰ حضرت محمد سعید خان کا تعلق قندھار کے باوقار قبیلے بڑہیچ کے پٹھانوں سے تھا، نادر شاہ نے جس وقت مغلیہ خاندان کے حکمران محمد شاہ رنگیلا پر حملہ کیا تو ۱۷۳۹ء میں یہ بھی ہمراہ آئے، شروع میں ان کا قیام لاہور میں رہا، لاہور کا شیش محل ان ہی کی جاگیر میں تھا، بعد میں دہلی چلے آئے“۔(اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان ص ۱۲)

**ثبوت نمبر ۲:** مولانا ظفر الدین لکھتے ہیں: ”عالی جاہ شجاعت جنگ بہادر جناب مستغنی عن القاب شاہ سعید اللہ خان قندھاری بزمانہ سلطان محمد شاہ، نادر شاہ کے ہمراہ دہلی آئے اور منصب ششش ہزاری پر فائز ہوئے، ان کو سلطان والاشان کے یہاں سے بہت سے مواضعات جو زیرین ریاست رامپور میں معافی علی الدوام پر ملے تھے، یہ مواضعات ان کی اولاد کے پاس اب موجود نہیں، ان کا ایک شیش محل لاہور میں تھا جس کا ابھی تک کچھ اثر باقی ہے“۔(حیاتِ اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۱۳)

**برادرانِ اسلام!** اس معتبر ثبوت سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کا خاندان نادر شاہ ایرانی کی شیعہ ایرانی فوج میں شامل تھا اور لڑائی کے لیے آیا تھا، چنانچہ لاہور کے شیش محل پر غاصبانہ قبضہ بھی جما لیا تھا مگر نادر شاہ نے اپنی رافضی ایرانی فوج کو حکم دیا کہ لاہور چھوڑ کر دہلی پر حملہ کریں تو ایرانی فوج نے اپنے مذہبی حکمران کا حکم تسلیم کرتے ہوئے لاہور چھوڑ کر دہلی پہنچے، چنانچہ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے جدِ اعلیٰ بھی نادر شاہ کے ہمراہ دہلی پہنچے اور علمائے ہند کا شاندار ماضی ج ۲ ص ۳۴ میں ہے کہ نادر شاہ کا قتل عام ذیقعدہ ۱۱۵۱ھ فروری ۱۷۳۸ء میں ہوا، سو چند گھنٹوں میں یعنی صبح سے دوپہر تک شہر دہلی مردہ لاشوں سے پٹ گیا، مقتولین کی تعداد آٹھ ہزار سے ڈیڑھ لاکھ تک بیان کی گئی ہے اور سیر المتاخرین والے نے رافضی ہونے کے باوجود لکھا ہے کہ مردہ لاشوں میں بدبو پھیل گئی اور راستے مسدود ہو گئے تو بغیر تمیز مسلم و کافر کے سب لاشوں کے جلانے کا حکم نادر شاہ نے دے دیا تو سب مردہ لاشوں کو جلا دیا گیا۔(ملخصاً)

پھر نادر شاہ کے معاہدے کے بارے میں ہدایت اللہ خان چودھری لکھتا ہے:

”معاہدے کی رو سے یہ قرار پایا کہ نادر شاہ پچاس لاکھ روپے بطور تاوان وصول کر کے فوراً واپس چلا جائے گا اور مطلوبہ رقم مختلف اقساط سے اسے ادا کر دی جائے گی، آخری قسط اسے ایران جاتے ہوئے دریائے سندھ کو پار کرتے ہی پیش کر دی جائے گی، لیکن نظام الملک کے دشمن سعادت خان گورنر اودھ نے نادر شاہ کو مطلوبہ رقم میں اضافہ کر دینے پر رضامند کر لیا، نادر شاہ نے تاوان کی رقم بیس کروڑ روپے مقرر کی اور نظام الملک کو لکھا کہ مغل شاہ کو دوبارہ اس کے حضور پیش ہو، محمد شاہ جوں ہی نادر شاہ کو ملنے کے لیے ایرانی لشکر میں پہنچا اسے گرفتار کر لیا گیا، شہنشاہ کی قید کے ساتھ ہی تمام ہندوستانی سلطنت کے قفل کو کھولنے والی کنجی اب نادر شاہ کے ہاتھ تھی“۔(اسلامی تاریخ پاکستان وہند ج ۲ ص ۲۰۷)

قارئین کرام! نادر شاہ ایرانی تو واپس چلا گیا، مگر اعلیٰ حضرت بریلوی کے جدِ اعلیٰ سعید اللہ خان قندھاری واپس اپنے ملک نہ گئے، بلکہ

یہاں ہندوستان میں اقامت پذیر ہو گئے، بلکہ محمد شاہ کے معتمد خاص ہو گئے اور منصب شش ہزاری پر فائز ہوئے اور بہت سے مواضعات جو زیرین ریاست رام پور میں تھے انہیں ہمیشہ کے لیے عطا کیے گئے جیسا کہ بحوالہ گذر چکا ہے، پھر سعید اللہ خان کے لڑکے سعادت یار خان تو محمد شاہ کے وزیر بن گئے اور بہت سی زمین ضلع بدایوں میں انہیں ہمیشہ کے لیے عطا کر دی گئی، جس سے ان کی نسل در نسل مستفید ہوتی رہی۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ا ص ۱۳، ۱۴)

اب قابل غور یہ بات ہے کہ قندھار کے مسافر محمد شاہ کے منظور نظر کیسے ہو گئے؟ دو باتیں سمجھ آتی ہیں ان میں سے ایک ضرور ہو گی:

(۱) چونکہ نادر شاہ کے ہمراہ آئے تھے، اس لیے اس نے محمد شاہ کو کہا ہو کہ یہ میرے معتمد ہیں ان کو بڑے عہدے دے کر اپنے پاس رکھو تا کہ یہ میرے اور تمہارے درمیان ایجنٹ کا کام کرتے رہیں۔

(۲) یا یہ کہ یہ حضرت اپنی قابلیت کی بنا پر محمد شاہ کے منظورِ نظر ہو گئے اور محمد شاہ کا منظورِ نظر و انعامات کا مستحق وہ شخص ہوتا تھا جو کہ اس کی رنگ رلیوں کے لیے سامانِ تعیش مہیا کرتا تھا۔

ہدایت اللہ خان چودھری لکھتا ہے: ''وہ رنگ رلیوں ہی میں مستغرق رہتا، اسی واسطے اسے محمد شاہ رنگیلا کہا جاتا ہے، اس کے عہد میں اکثر صوبے مغلیہ سلطنت سے آزاد ہو گئے اور مغلیہ سلطنت کا شیرازہ بکھرنے لگا، ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ نے حملہ کر کے سلطنت کو بالکل ہی تباہ کر ڈالا علی وردی خان بنگال میں سعادت علی خان اودھ میں اور نظام الملک دکن میں خود مختار بن بیٹھے۔'' (اسلامی تاریخ پاکستان و ہند ج ۲ ص ۱۸۷)

اور ماہنامہ الرشید دار العلوم دیو بند نمبر ص ۳۹۸ میں اس کی تفصیل کو یوں بیان کیا گیا ہے:

''عالمگیر کے پوتے جہاں دار شاہ نے تخت سنبھالتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ اپنی ایک منظورِ نظر طوائف کے بھائی کو دہلی کا افسر مقرر کیا پھر جہاندار شاہ کے پڑپوتے محمد شاہ رنگیلے نے تو کمال ہی کر دیا اس نے لال قلعہ کے اندر حوضوں میں شراب بھروائی۔

## سعادت یار خان کی اولاد کا ذکر:

مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں: ''ان کی نرینہ اولاد تین تھی، بڑے شاہزادے والا تبار محمد اعظم خان صاحب ہیں اور یہی اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت قدس سرّہ العزیز کے مورثِ اعلیٰ ہیں، یہ اپنی وزارت کے عہدہ سے علیحدہ ہو کر زہد و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔'' (حیات اعلیٰ حضرت ج ا ص ۱۳، ۱۴)

## اعظم خان کی اولاد کا ذکر:

ظفر الدین لکھتے ہیں: ''اعظم خان صاحب نے دو عقد کیے، پہلی زوجہ سے حافظ کاظم علی خان صاحب ہیں اور دوسری بیوی سے چار صاحبزادیاں ہوئیں، حافظ کاظم علی خان صاحب آصف الدولہ کے یہاں وزیر تھے۔'' (حیات اعلیٰ حضرت ج ا ص ۱۴)

## حافظ کاظم علی خان کا بریلی کے مسلمان کے خلاف مکروہ کردار:

برادران اسلام! حافظ کاظم علی خان صاحب، اعلیٰ حضرت بریلوی کے پڑ دادا ہیں، کاظم علی کے لڑکے مولانا رضا علی خان تھے، ان کے لڑکے مولانا نقی علی خان تھے، ان کے لڑکے مولانا احمد رضا خان تھے، جو بلا شرکت غیرے امام اہلِ سنّت ہونے کے مدعی ہوئے، کاظم علی خان صاحب آصف الدولہ کے وزیر بن گئے۔

## یہ آصف الدولہ کون ہے؟

نواب آصف الدولہ غالی قسم کا رافضی شیعہ تھا، نوابانِ اودھ میں سے تھا، اس ریاست اودھ پر قبضہ کرنے والا اور اس کی بادشاہت کا بانی نواب برہان الملک سعادت خان نیشاپوری (ایرانی) شیعہ رافضی تھا اور اسی شخص نے مغلیہ خاندان کی سنّی حکومت کے برباد کرنے اور زیادہ تاوان لینے کے لیے نادر شاہ کو ابھارا تھا، جیسا کہ بحوالہ گذر چکا ہے، ان نوابانِ اودھ کا حال ذیل کے نقشہ سے معلوم کیا جا سکتا ہے جو یکے بعد دیگرے اس ریاست پر حکمران ہوئے، ملاحظہ ہو:

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | نواب برہان الملک سعادت خان نیشاپوری | ۱۱۳۵ھ/ ۱۷۲۴ء | تا | ۱۱۵۱ھ/ ۱۷۳۹ء (۱۶ سال) |
| ۲ | نواب صفدر جنگ منصور علی خان | ۱۱۵۱ھ/ ۱۷۳۹ء | تا | ۱۱۶۷ھ/ ۱۷۵۳ء (۱۶ سال) |
| ۳ | شجاع الدولہ مرزا جلال الدین حیدر | ۱۱۶۷ھ/ ۱۷۵۳ء | تا | ۱۱۸۸ھ/ ۱۷۷۵ء (۲۱ سال) |
| ۴ | آصف الدولہ مرزا یحییٰ عرف مرزا امانی | ۱۱۸۸ھ/ ۱۷۷۵ء | تا | ۱۲۱۲ھ/ ۱۷۹۷ء (۲۲ سال) |
| ۵ | نواب یمین الدولہ مرزا سعادت علی خان پسر شجاع الدولہ | ۱۲۱۳ھ ۱۷۹۸ء | تا | ۱۲۲۹ھ/ ۱۸۱۴ء (۱۶ سال) |
| ۶ | غازی الدین حیدر بادشاہ | ۱۲۲۹ھ/ ۱۸۱۴ء | تا | ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۷ء |
| ۷ | نصیر الدین حیدر بادشاہ | ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۷ء | تا | ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء |
| ۸ | محمد علی شاہ پسر سعادت علی خان | ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء | تا | ۱۲۵۸ھ/ ۱۸۴۲ء |
| ۹ | امجد علی شاہ | ۱۸۴۲ء | تا | ۱۸۴۷ء |
| ۱۰ | واجد علی شاہ | ۱۸۴۷ء | تا | ۱۸۵۶ء |

(مقدمہ وقائع دل پذیر ص ۱۲)

## شیعہ شاہانِ اودھ:

ہفت روزہ شیعہ کا تبصرہ ملاحظہ ہو:

"برصغیر میں شیعہ سید موسوی النسل و شاہانِ اودھ نے ایک عظیم تہذیب کی بنیاد رکھی، جو اتحاد بین الاقوامی کی علم بردار تھی اور جو اب تک مسلمانوں کی رواداری و احترامِ باہمی کا درس دیتی ہے، اس نفیس و لطیف تہذیب کے بانی شجاع الدولہ، نواب آصف الدولہ، نواب امجد علی شاہ اور نواب واجد علی شاہ تھے، جن کی سعی سے لکھنؤ میں جامعہ سلطان المدارس مدرسۃ الواعظین، امام بارگاہ آصفیہ، امام بارگاہ حسین آباد، درگاہ حضرت امام حسین و درگاہ حضرت عباس علم بردار تعمیر ہوئیں، شہر لکھنؤ کی شاہراہوں پر ماتمی جلوسوں کی اور تعزیہ و علم مبارک کے جلوس انہی بادشاہوں کے عہد میں برآمد ہوتے تھے اور یہ مجلس و ماتم کی روایت تب ہی سے آج تک ہندوستان میں جاری ہے...... الخ"

(ہفت روزہ شیعہ لاہور ایڈیٹر ملک رضا علی جلد نمبر ۶۰ یکم مارچ ۱۹۸۲ء نمبر ۱۷، ۱۸، ص ۴)

شمالی ہند میں تعزیہ سازی اور محرم کے جلوس میں ان کے گشت کرانے کی ابتداء بھی آصف الدولہ کے زمانے میں لکھنؤ سے شروع

ہوئی۔"(بادشاہ بیگم اودھ ص ۱۲۳ مترجم محمود عباسی)

مجتہد العصر مولانا دلدار علی صاحب نصیر آبادی لکھنوی ولادت ۱۷۵۳ء وفات ۴ مئی ۱۸۲۰ء وہ ہندوستان کے پہلے مجتہد تسلیم کیے جاتے ہیں شیعہ مذہب ان کے ذریعے پھیلا، ملا محمد کشمیری (شیعہ) نے فضیلت نماز جماعت پر ایک رسالہ لکھا، جس میں نواب آصف الدولہ کی توجہ اس طرف دلائی کہ اس ملک میں مولانا سید دلدار علی جیسا دین دار اور مجتہدین کربلا و مشہد کا مانا ہوا عالم موجود ہے، جو پیش نماز ہونے کے ہر طرح لائق ہے، اگر نواب نماز پنجگانہ اس کے پیچھے پڑھیں تو ہر جگہ نماز جماعت کا رواج ہو جائے، نواب نے ملا محمد علی کشمیری کا یہ مشورہ قبول کیا اور مولانا دلدار علی کو نماز جماعت میں پیش امام بننے پر آمادہ کر لیا اور اودھ میں ایک نئی مذہبی زندگی کا آغاز ہوا۔"

(رود کوثر ص ۶۳۲، ۶۳۳ از شیخ محمد اکرام)

ان شیعہ نوابانِ اودھ کے اہل السنت والجماعت پر ظلم کرنے کی داستان بہت طویل ہے اور سنی مسلمانوں کو رافضی بنانے کی سعی نہایت عمیق ہے، ان شیعہ نوابانِ اودھ کے ساتھ اعلیٰ حضرت بریلوی خاندان کے تعلقات بہت ہمدردانہ تھے، یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے پڑ دادا جناب کاظم علی صاحب، نواب آصف الدولہ رافضی کے وزیر بن گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

نواب آصف الدولہ (متوفی ۱۲۱۲ھ/ ۱۷۹۷ء) کا لکھنؤ میں بہت بڑا امام باڑہ بنا ہوا ہے، اس امام باڑہ پر دس لاکھ روپے کی لاگت آئی اور اس آصف الدولہ نے نجف اشرف میں دریائے فرات سے ایک نہر نکلوائی جس سے زوار کو پانی کی سہولت ہوئی۔

(مقدمہ فضیلت صحابہ واہل بیت از ڈاکٹر محمد ایوب قادری ص ۴۶)

ڈاکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں: "آصف الدولہ کے زمانے میں اس مسلک (شیعہ) کی سب سے زیادہ اشاعت ہوئی اس کے زمانے میں نظام حکومت تو بالکل ڈھیلا پڑ گیا انگریزی گرفت سخت سے سخت تر ہوگئی مگر اثنا عشری مسلک کی تنظیم کی بنیادیں خوب مضبوط ہوگئیں۔"

(مقدمہ فضیلت صحابہ واہل بیت از ڈاکٹر محمد ایوب قادری ص ۴۸)

ایسے غالی رافضیوں کا ایک سنی مسلمان کس طرح وزیر بن سکتا ہے؟؟؟؟

## آصف الدولہ کا مزید تعارف:

مولوی عبدالعزیز بریلوی ان کے بارے میں لکھتے ہیں: "ان کے وقت میں انگریزوں کے وارے نیارے ہوئے گئے تھے، ناقص الخلقت بھدا جسم، ہاتھوں کی انگلیاں موٹی، گردن، کان چہرہ سب ایک جیسا اتالیق ہر وقت تربیت میں کوشاں رہتے، مگر موصوف کو شکرقند سے کھیلنے کا شوق تھا جس کے بعد محل میں شکرقند پر پابندی لگائی دی گئی تھی۔ (ملخصاً تاریخ روہیل کھنڈ وبریلی ص ۱۷۳)

"ابتدائے حکومت میں شراب بہت پیتا تھا، اس کے بعد بھنگ پینے لگا اور پھر افیون کھانے لگا، طبعیت تھی طفلانہ، کبھی دس روپے کی چیز سو روپے میں خرید لی کبھی سو کی چیز دس میں، دن رات کھیل کود چوپڑ بازی، مرغ بازی، بٹیر بازی، پتنگ بازی میں گذرتا، ایک باغ سے دوسرے باغ میں گھومتا اور چکر کاٹتا رہتا، ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ ایک گھڑی امورِ مملکت متوجہ ہو۔" (تاریخ روہیل کھنڈ وبریلی ص ۱۷۳)

موصوف کے زمانے میں بریلی کا حاکم صورت سنگھ مقرر ہوا، جس کے زمانے میں روہیل کھنڈ مدتوں برباد غربا، مساکین، علماء، بوریا نشینوں پر ایک حشر برپا ہو گیا تھا، لوگ نانِ شبینہ کے محتاج ہو گئے تھے۔ (ایضاً ص ۱۷۴، ملخصاً)

اندازہ لگائیں کہ نواب احمد رضا خان صاحب کے دادا کاظم علی خان اس قسم کے بدقماش آدمی کا وزیر تھا، کیا کوئی شریف و نیک شخص اس قسم کے آدمی کے ساتھ وزارت کے معاملات چلا سکتا ہے؟ آصف الدولہ کی یہ زندگی کاظم علی خان صاحب کی نجی زندگی کے بارے میں بھی بہت کچھ بتلاتی ہے۔

## شاہ مدن کا قاتل:

آصف الدولہ کے مسند نشین ہوتے ہی روہیلہ قیدیوں پر سخت ظلم شروع ہو گئے، ان کے خرچ خوراک میں کمی کر دی گئی یہ بھی چاہا گیا کہ ان کے متعلقین سے روپیہ وصول کیا جائے، ان ہی سختیوں سے پچیس قیدی مر گئے، جن میں ایک شاہ مدن بھی تھے، یہ اولاد میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے، ختم جنگ روہیلہ پر گرفتار ہوئے ایک لاکھ کا مال و اسباب ضبط ہوا، تمام روہیلکھنڈ میں ان کا احترام کیا جاتا، ان کے یہاں عرس میں ہر سال تیس ہزار آدمی جمع ہوتے"۔ (تاریخ روہیلکھنڈ و بریلی، ص ۱۷۴، ۱۷۵)

## آصف الدولہ نے شیعہ مذہب پھیلانا شروع کر دیا:

آصف الدولہ کی مسند نشینی پر روہیل کھنڈ کے مسلمانوں پر جبر و تشدد شروع ہو گیا، مولوی محب علی خان عباسی نے یہ زمانہ اپنی آنکھ سے دیکھا وہ لکھتے ہیں، روہیل کھنڈ میں آصف الدولہ نے شیعہ مذہب پھیلانے کی کوشش کی اور جنہوں نے انکار کیا ان کی جاگیریں ضبط کر لی گئیں"۔ (آئینہ عباسی بحوالہ تاریخ روہیل کھنڈ و بریلی، ص ۱۷۵)

اندازہ لگائیں جو عام سنیوں کو شیعہ مذہب قبول نہ کرنے پر ان کی جائداد قبضہ کر رہا ہو تو کوئی صحیح العقیدہ سنی ایسے متعصب شخص کا وزیر رہ سکتا ہے؟ نواب احمد رضا خان کے پرداد کاظم علی خان صاحب اسی شیعہ نواب کے "خاص وزیر تھے"۔

## بعض رضا خانیوں کا شکوہ:

بعض رضا خانیوں نے گلہ کیا کہ اگر نواب صاحب کے جد امجد شیعوں کے ساتھ ہند آئے یا شیعہ نوابوں کے ساتھ اہم عہدوں پر فائز رہے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ وہ خود بھی شیعہ تھے؟ کیا سلاطین ہند کے ہاں ہندو وزیر نہ تھے تو کیا ہم ان سلاطین ہند کو ہندو مان لیں؟

(کنز الایمان اور مخالفین، ص ۱۴۲)

اوّل بات تو یہ کہ جو نواب اس قدر متعصب شیعہ ہو کہ عام سنیوں کو شیعہ نہ ہونے پر جاگیر سے محروم کر دے، عقل یہ ماننے کو تیار نہیں کہ اس کا ایک اہم وزیر ایک کٹر سنی ہو، دوسری بات شیعہ کو مذہبی تعصب ہندو سے نہیں سنی سے ہے، اس لئے وہ ہندو کو تو اہم عہدہ دے سکتا ہے مگر سنی کو نہیں! دیکھیں آپ کے خان صاحب یہودی کے ذبیحہ کو جائز کہتے، مگر دیوبند کے ذبیحہ کو حرام! اسی طرح ایک جلسہ میں آریہ، عیسائی، دیوبندی ہوں تو وہاں دیوبندیوں کے رڈ کو ترجیح دیتے ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ کافر و مشرک اصلی یعنی ہندو، عیسائی، یہودی کے ساتھ تو چلا جا سکتا ہے اس کو تو اپنے ساتھ رکھا جا سکتا ہے، مگر بقول آپ کے کسی بدمذہب، کافر و مرتد کو نہیں، اسی طرح اگر ایک حکومت میں ہندو اہم عہدے پر ہو گا تو اس سے حکومت کے ہندو ہونے کا گمان نہیں کیا جا سکتا، لیکن اگر وہ مرزائیوں یا رافضیوں کو اہم ترین عہدوں پر فائز کرے، جبکہ سنیوں کی شدید دشمن ہو تو یقیناً اس کے عقیدے پر سوال ہو گا، دیکھیں آج بھی حکومتوں میں ہندو بھی ہوتے ہیں عیسائی بھی، لیکن اگر کوئی مرزائی آ گیا تو فوراً بریلی یہ واویلا شروع کر دیں گے کہ یہ حکومت

مرزائی نواز ہے، تو کافر اصلی کا حکم اور ہے اور مرتد کا حکم اور، لہٰذا اس کو ایک دوسرے پر قیاس کرنا سوائے مغالطہ دینے کے اور کچھ نہیں!!!!

ایک طرف تو آصف الدولہ و نادر شاہ سنیوں کے سخت ترین دشمن اور دوسری طرف اعلیٰ حضرت کا خاندان اس کے اہم ترین عہدوں پر؟

رضاخانیوں نے اپنی عادت بد کے مطابق اس باب میں ایک ادھوری عبارت نقل کی کہ خود دیوبندیوں نے یہ لکھا کہ:

''قارئین کرام! ہم اعلیٰ حضرت پر یہ الزام نہیں لگاتے کہ وہ شیعہ خاندان سے تعلق رکھتے ہوئے شیعہ تھے، کیونکہ ہمیں ان کے شیعہ ہونے کی کوئی وضاحت نہیں ملی''۔ (اعانت الامین، ص ۴۶ بحوالہ کنز الایمان اور مخالفین، ص ۱۴۳)

مکمل عبارت اس طرح ہے: ''قارئین کرام! ہم اعلیٰ حضرت پر یہ الزام نہیں لگاتے کہ وہ شیعہ خاندان سے تعلق رکھتے ہوئے شیعہ تھے، کیونکہ ہمیں ان کے شیعہ ہونے کی کوئی وضاحت نہیں ملی۔ **لیکن آپ اعلیٰ حضرت کے خاندان کے ناموں سے کیا اندازہ لگا رہے ہیں کہ وہ شیعہ تھے یا مسلمان؟ نیز اعلیٰ حضرت کے خاندان کا شیعوں کے ہاں مقبول ہونا کس چیز کی دلالت کرتا ہے کہ یہ خاندان واقعی شیعوں کا ہے یا مسلمانوں کا؟ اور اعلیٰ حضرت کے خاندان آباء و اجداد کو وزارتوں کا ملنا اور بدایوں میں زمینوں کا ملنا یہ انگریزوں کی وفاداری پر دلالت کر رہا ہے یا مسلمانوں کی؟ اتنے کڑے وقت میں جبکہ مسلمانوں پر سخت سے سخت آفت آئی ہوئی ہے ان کے مسلمان ہونے پر دلالت کر رہا ہے یا شیعہ ہونے پر؟ ہم اس بارے میں کچھ نہیں کہتے آپ حضرات انہی کی زبانی خود فیصلہ کرلیں کہ یہ خاندان کس کے زیر سایہ رہا انگریزوں کے یا شیعوں کے؟** (اعانت الامین، ص ۴۶)

مفتی امین صاحب کی بات بالکل واضح ہے کہ نواب احمد رضا خان نے خود اپنے یا اپنے خاندان کے شیعہ ہونے کی وضاحت یا تصریح کی ہو یہ ہمیں نہیں ملا اور یہی دعویٰ راقم کا ہے کہ یہ خاندان شیعہ تھا اور خان صاحب بھی شیعہ تقیہ کر کے سنی بنے ہوئے تھے، لیکن مفتی امین صاحب نے ایک تاریخی ریکارڈ پیش کر کے فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیا کہ جن لوگوں کے شیعہ کے ساتھ اتنے قریبی تعلقات ہوں کیا وہ گھرانہ مسلمانوں کا ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں یہ شیعہ ہی تھے!

## آصف الدولہ کا ظلم وستم:

آصف الدولہ جب میدان جنگ میں پہنچا تو اس نے تین ہزار انسانوں کا دریائے خون دیکھا، روہیلہ لاشوں کے دفن کا انتظام بہادر علی سے کرایا، لوگوان بھٹورہ ملا کر اس جگہ کا نام بھی فتح گنج رکھا گیا، یہ نجو خانی جنگ کے نام سے مشہور ہوئی، فتح گنج کا میدان روہیلہ شجاعت کا دوسرا مشہد ہے''۔ (تاریخ بریلی و روہیل کھنڈ، ص ۱۸۴)

کاظم علی خان صاحب سنیوں کے اس ظالم قاتل کے خاص وزیر رہے تھے۔

## ایک عجیب انکشاف:

مولوی عبد العزیز بریلوی ایک عجیب انکشاف کرتے ہیں: ''اصلیت تھی کہ آصف الدولہ کے ساتھ اس کے بدوضع ہم نشین خلاف وضع فطری کام (بدفعلی) کرتے تھے''۔ (تاریخ بریلی و روہیل کھنڈ، ص ۱۷۲)

نواب احمد رضا خان کے پردادا کاظم علی خان صاحب کا شمار بھی نواب آصف الدولہ کے خاص ہم نشینوں میں ہوتا تھا، واللہ اعلم بالصواب۔

## رضا علی خان:

احمد رضا خان کی مذکورہ بالا پشتوں تک رافضیت نمایاں ہے اور انگریز دوستی واضح ہے، رضا علی خان صاحب احمد رضا کے قریب کے دادا ہیں، ان کے متعلق بریلوی کا کہنا ہے کہ: ''رضا علی خان...... المتوفی ۱۲۸۲ھ اس خاندان میں انہی کے زمانے میں حکمرانی کا دور ختم ہو کر فقر و درویشی کا رنگ غالب آیا''۔ (المیزان نمبر ص ۳۳۱)

تاکہ پرانے گناہ دھلنا ظاہر کیا جاسکے اور یہ بتایا جاسکے اب یہ خاندان شیعہ نوازی سے یکسو ہو کر درویشی میں قدم رکھ چکا ہے۔

## خطبہ علمی پر ایک نظر:

بریلوی حضرات نے مولانا رضا علی خان کے ایک شاگرد ''مولانا محمد حسن بریلوی علمی'' کا تذکرہ کیا ہے، باوجود تلاش بسیار ان کا تذکرہ مجھے نہ مل سکا، البتہ ان کے ایک ''مجموعہ خطب'' کے بارے میں بریلوی حضرات نے جو لاف و گزاف کی ہے اس پر ایک نظر ضرور کریں گے:

مولوی ظفر الدین بہاری صاحب لکھتے ہیں: ''علامہ محمد حسن صاحب علمی جن کا خطبہ ہندوستان میں ہر جگہ پھیلا ہوا ہے، شہر تو شہر دیہات تک مساجد میں وہی خطبہ پڑھا جاتا ہے وہ حضرت ہی کے شاگرد و مرید تھے''۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج ا ص ۷۸)

مولوی حسنین رضا خان لکھتے ہیں: ''یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس خاندان کے مورثِ اعلیٰ مولانا رضا علی خاں صاحب کے خطبے جو خطب علمی کہلاتے ہیں وہ مولانا رضا علی خاں صاحب کے ہی تصنیف کردہ ہیں اور کم وبیش ایک صدی سے سارے ہندوستان کے طول وعرض میں جمعہ وعیدین کو پڑھے جاتے ہیں اور ہر مخالف وموافق انہیں پڑھتا ہے، ان کو شہرت سے انتہائی نفرت تھی، اس لئے انہوں نے خطبے اپنے شاگرد مولانا علمی کو دے دیے، مولانا علمی نے خود بھی اس طرف اشارہ کیا ہے، البتہ خطب علمی میں اشعار مولانا علمی کے ہیں اور مولانا رضا علی خاں صاحب مرجع فتاوی بھی رہے، خطب علمی کو رب العزت نے وہ شانِ قبولیت عطا فرمائی کہ آج تک کوئی خطبہ اس کی جگہ نہ لے سکا، اس دور میں بہت سے خطبے لکھے گئے، عمدہ کرکے چھاپے گئے کوشش سے رائج کئے گئے، مگر وہ قبولِ عام کسی کو آج تک نصیب نہ ہوا اور نہ آئندہ کسی کو امید ہے کہ وہ خطب علمی کی جگہ لے سکے گا''۔ (جامع الاحادیث، ج ا ص ۳۷۴)

ایک کہتا ہے کہ یہ خطبے حسن بریلوی علمی کے ہیں دوسرا کہتا ہے کہ رضا علی خان کے ہیں، اس تضاد پر ہم کچھ تبصرہ کرنے کے بجائے ایک رضاخانی صاحب کا تبصرہ ہی نقل کر دیتے ہیں:

''قارئین! ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے گناہ اور گستاخیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے دیوبندی حضرات کی تکفیر کی، جبکہ دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ انگریز کی ایماء پر تکفیر کی یہ متضاد باتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہ صرف الزام تراشی ہے اور کچھ نہیں''۔

(کنز الایمان اور مخالفین ص ۲۰۱)

تو ایک کا اس خطبے کو حسن علی علمی کا خطبہ کہنا اس کی علمیت پر بطورِ دلیل پیش کرنا اور دوسرے کا اس کو رضا علی خان کا خطبہ کہنا وہ بھی اس جزم کے ساتھ کہ جس کا انکار ممکن نہ ہو یہ متضاد باتیں ہی اس بات کا پتہ دے رہی ہیں کہ جھوٹ تیار کیا جا رہا ہے، حقیقت کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں، نیز مولوی حسنین رضا خان کا یہ کہنا کہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے...... الخ، نرا دعویٰ ہے، کسی چیز کا ثبوت محض دعوے سے نہیں ہوتا، اس لئے اس پر کوئی ثبوت وہ بھی ایسا جس کا انکار ممکن نہ ہو، دکھانا چاہیئے۔

پھر یہ دعویٰ کرنا کہ اپنا ہو پرایا، شہر ہو دیہات، ہر جگہ جمعہ میں یہی خطبہ رائج ہے صریح جھوٹ اور کذب بیانی ہے، بندہ نے اس مجموعہ خطب کو پڑھا ہمارے ہاں تو یہ خطبہ کہیں بھی رائج نہیں، البتہ رمضان کے آخری جمعہ کے متعلق جو خطبہ موصوف نے الوداعی خطبہ لکھا ہے اس طرز پر دعوت اسلامی والے خطبے رمضان کے آخری جمعہ میں پڑھتے ہیں، ہمارے دیار میں جس خطبہ کو میں نے سنا وہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا خطبہ ہے۔

پھر اس خطب علمی والے نے ایک اور بدعت یہ نکالی کہ جمعہ کے خطبوں کے درمیان اشعار کو شامل کرلیا، جو بالکل بدعت ہے، خطبہ صرف اور صرف عربی زبان میں مشروع ہے، چنانچہ اس بدعت کا نتیجہ کیا نکلا خود ملاحظہ ہو:

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجموعہ خطب علمی کا پڑھنا نماز جمعہ وعیدین میں جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ اس خطبہ میں کچھ اشعار اردو کے بھی شامل ہیں اسی وجہ سے تمام ہندوستان کے لوگ جن کی زبان اردو ہے اس کو بہت شوق سے سنتے ہیں اور اکثر بزرگ اس خطبہ کو بکثرت نماز جمعہ وعیدین میں پڑھا کرتے ہیں، سید محبوب علی شاہ صاحب سکندریہ حیدرآباد دکھن جو مرید بھی کرتے ہیں اور وعظ بھی فرماتے ہیں انھوں نے بمبئی محلہ کماٹی پورہ گلی نمبر ۵، میں بآواز بلند بعد نماز جمعہ یہ فرمایا کہ مجموعہ خطب علمی کا پڑھنا اور سننا نماز جمعہ وعیدین میں ناجائز ہے اس سے نماز نہیں ہوتی ہے، کیونکہ علمی کا مذہب رافضی تھا، لہٰذا بکمالِ ادب مستدعی ہوں کہ اس مسئلہ میں شرعاً کیا حکم ہے؟ آیا مجموعہ خطب علمی کا پڑھنا اور سننا نماز جمعہ وعیدین میں ناجائز ہے یا نہیں، اور علمی کا مذہب کیا تھا؟ علمی نے خطبہ میں صحابۂ کرام کی تعریف اور مدح بھی کی ہے، مع حوالہ کتاب مطلع فرمائیں کہ نماز جمعہ وعیدین مجموعہ خطب مذکور بالا پڑھنے سے جائز ہوگی یا نہیں؟ اور درحقیقت اگر علمی کا مذہب اہلسنت والجماعت تھا تو جو شخص علمی کو رافضی کہے اس کے حق میں کیا حکم ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کا مرید ہونا کیسا ہے؟ **بینوا توجروا**''۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۸، ص ۴۴۸)

پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ اس ''خطب علمی'' کو جو لوگ پڑھتے ہیں وہ اردو اشعار سمیت پڑھتے ہیں جو خود بقول خان صاحب بریلوی سنّتِ متوارثہ کے خلاف ہے، گویا اس خطب علمی کی وجہ سے خلق کثیر ایک نئی بدعت شنیعہ میں مبتلا ہوئی۔

ثانیاً اس ڈھول کا پول بھی کھل گیا کہ خطب علمی کو اپنا پرایا، سب پڑھتے ہیں، کیونکہ ان خطب علمی سے خان صاحب بریلوی ہی کے زمانے میں منع کیا جارہا تھا اور صاحب خطب پر رافضیت کا بھی الزام تھا۔

## خطب علمی کے خلاف علّامہ عبدالحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

علّامہ عبدالحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے خطب علمی میں موجود ''الوداعی جمعہ'' کے خطبے کو گھڑی ہوئی بدعات میں شمار کیا اور اس کے متعلق یہ فتویٰ دیا کہ اہلِ علم اس قسم کے خطبوں کو بالکل ترک کردیں اور اس کا التزام بالکل بھی نہ کریں۔

(ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعۃ رمضان، ص ۷۷، ۷۸)

علمائے دیوبند نے بھی بعد میں اسی قسم کے فتوے دیے، چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ رشیدیہ (ص ۱۲۳) میں اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاویٰ (۶۸۵ / ۱) میں، اور حضرت مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند، مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (۹۶ / ۵) میں اور فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ محمودیہ مطبع

ڈابھیل (۲۹۶/۸)، مطبع میرٹھ (۲۱۶/۴/۱۲) میں اور مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے امداد المفتیین (ص: ۴۰۴) میں بدعت اور مکروہ لکھا ہے۔ (بحوالہ فتاویٰ قاسمیہ)

پس اس کی شہرت اور مقبولیت کے متعلق بریلوی حضرات نے جو کچھ کہا سوائے جھوٹ کے اور کچھ نہیں۔ خطب علمی اکبر بک سیلز والوں نے شائع کر دی ہے اس کو خود خرید کر کسی بھی بریلوی مسجد چلے جائیں اور خود ملاحظہ کرلیں کہ یہی خطبہ پڑھا جارہا ہے یا کوئی اور؟۔ حقیقت یہ ہے کہ بریلوی تاریخ الف سے لیکر یا تک جھوٹ پر مبنی ہے یہ لوگ اس زمانے کے "الجو یبا ری کذاب" ہیں۔

پھر بالفرض پورے ہند میں یہ بدعتی خطب رائج ہو بھی جاتے تو بھی ہر گز یہ اس بریلوی حضرات کے حق ہونے کی دلیل نہ بنتا کیونکہ خود بریلویوں نے یہ لکھا:

"جب مسئلہ اذان ثانی جمعہ میں اعلیٰ حضرت نے مردہ سنت کو زندہ کیا کہ یہ اذان حضور اقدس ﷺ اور خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین بلکہ ہشام کے زمانے تک بیرونِ مسجد ہوا کرتی تھی اور باوجود تصریحاتِ فقہائے کرام کہ اذان مسجد میں مکروہ ہے مگر لوگ ہیں کہ مسجد کے اندر خطیب کے سر پر دینے کے عادی ہو گئے ہیں اور خلاف شرع رسم و رواج"۔ (مجدد اعظم، ص ۱۰۷)

تو اگر بطور رسم و رواج یہ خطبہ ہند میں رائج ہو گیا تو اس سے رضا علی خان یا حسن بریلوی کی علمیت یا حقانیت کیسے ثابت ہوگی؟

## مولوی نقی علی خان صاحب:

رضا علی خان کے صاحبزادے نقی علی خان کو بریلوی حضرات بڑا عالم اور عابد ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن ان کی دین داری کا یہ عالم تھا کہ ۴۸ رسال کی عمر تک بیعت نہیں کی تھی اور ۴۸ رسال کی عمر میں یعنی وفات سے تین سال پہلے ۲۲ رسالہ بیٹے احمد رضا کے ساتھ جا کر بیعت کی اور مالدار و رئیس ہونے کے باوجود ۴۹ رسال کی عمر میں حج کیا، سات گاؤں کے جاگیر دار تھے، ۱۲۹۷ھ میں بیچس (اسہال) سے انتقال ہوا۔

## رضا خانیوں کا جواب:

اس کے جواب میں رضا خانی کہتے ہیں کہ اگر باوجود مالدار ہونے کے حج نہیں کیا تو اس میں کیا شرعی قباحت ہے؟ (کنز الایمان اور مخالفین) جناب! ہم یہاں کسی معمولی آدمی کا ذکر نہیں کر رہے ہیں جس کیلئے شرعی حیلے اور حرام و حلال کے سوالات کیے جائیں، یہاں اپنے وقت کے بریلی کے سب سے بڑے عالم فاضل اور خدا جانے کیا کیا کا ذکر ہو رہا ہے، ایک ادنیٰ مسلمان کی سب سے بڑی خواہش یہی ہوتی ہے کہ جب اللہ استطاعت دے گا حج کروں گا، اللہ کا گھر اور نبی کریم ﷺ کا روضہ دیکھ کر آوں گا یہی مسلمان سینکڑوں دفعہ اسی تڑپ میں جاتے ہیں، صرف بطور تحدیثِ نعمت کے ذکر کر رہا ہوں کہ جب پہلی دفعہ عمرہ پر جانے کی تڑپ دل میں پیدا ہوئی تو جیب میں پاسپورٹ بنانے کیلئے تین ہزار روپے بھی نہیں تھے، لیکن اللہ نے تڑپ اور والدین واساتذہ کی دعاؤں کی برکت سے اپنا گھر دکھانے کی سعادت بخشی، آئے دن بریلوی نعت خواں اور امیر اہلسنّت ٹسوے بہا رہے ہوتے ہیں کہ" ہائے مدینہ دکھا دے"، نیز احناف کے ہاں حج صاحب استطاعت پر فی الفور فرض ہے، پس نقی علی خان جو بقول فرقہ رضائیہ اپنے وقت کے سب سے بڑے ولی اللہ، امام اور مفتی تھے اس کے باوجود ان کا حج کو نہ جانا ہی بتلا رہا ہے کہ ان کو نہ تو عبادات سے کوئی دلچسپی تھی اور نہ ہی بیت اللہ و روضہ رسول اللہ ﷺ دیکھنے کی کوئی تڑپ، یہی ہمارا بنیادی

نکتہ تھا جس کا جواب نہیں دیا گیا!!!!!

## مولانا نقی علی خان پوتے کے فتوے کی زد میں:

نواب احمد رضا خان کا لڑکا اور نواب نقی علی خان کا پوتا بریلوی مفتی اعظم ہند مفتی مصطفیٰ رضا خان لکھتے ہیں:

''بالجملہ ثابت ہوا کہ جب شرائط جمع ہو جائیں علی الفور حج کو جانا واجب اور تاخیر گناہ ہے کہ موت کا وقت معلوم نہیں تو پہلے سال سے تاخیر تفویت ہوگی اور تفویت حرام''۔

(حجۃ واہرہ، ص ۱۰، رضا اکیڈمی ممبئی)

لیجئے جناب! آپ کہتے ہیں کہ اگر تاخیر سے حج کیا تو کیا ہوا؟ یہ آپ کے مفتی اعظم کہتے ہیں کہ ایسا کرنا گناہ ہے اور تاخیر کرنا واالاحرام کار ہے، اب ذرا فتح القدیر کے حوالے سے جو فتویٰ نقل کیا اس کو بھی ملاحظہ کرلیں: ''اس وجہ سے فاسق ہوگا تاخیر کرنے کی وجہ سے اور گناہ گار بھی، اس کی شہادت رد کردی جاتی ہے''۔ (حجۃ واہرہ، ص ۱۱)

تو جناب جی! آپ کے اپنے فتوے سے آپ کے یہ نقی علی خان صاحب فاجر و فاسق تھے اور اس کی شہادت بھی مردود تھی اور تم نے ایسے مردود الشہادۃ فاسق فاجر کو امام بنایا ہوا ہے، واقعی جیسے پیر ویسے مرید! اب ذرا ایسے فاسقوں کی تعریف کرنے والوں کے متعلق خود خان صاحب کا فتویٰ بھی ملاحظہ کرلو:

''فاسق کی تعظیم موجب غضب رب ہے،

(۲۲۵۷) **عن انس رضی اللہ تعالی عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتزلہ عرش الرحمٰن،** یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے تو رب غضب فرماتا ہے اور عرش الٰہی ہل جاتا ہے''۔ (جامع الاحادیث، ج ۴، ص ۱۵۳، ۱۵۴)

## مولانا نقی علی خان صاحب کے متعلق کچھ مزید:

ان کے دفاع کے ضمن میں ایک رضاخانی صاحب مولوی فاضل صاحب کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: ''مولانا نقی علی صاحب قدس سرہٗ بہت بڑے بزرگ اور صاحب تصانیف کثیرہ ہیں، بڑے صحیح العقیدہ بزرگوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ (پاگلوں کی کہانی، ص ۶۷)

یہ جناب ساجد صاحب کے منہ پر ایک زور کا طمانچہ ہے''۔ (کنزالایمان اور مخالفین، ص ۱۴۶)

اس سلسلے میں گذارش یہ ہے کہ مولوی فاضل صاحب کوئی ہمارے اکابر میں سے نہیں کہ ان کی رائے ہم پر حجت ہو۔

ثانیاً مولوی فاضل صاحب کو مغالطہ ہوا ہے، وہ دراصل مولوی محمد نقی علی خان ''صاحب سیف النقی'' کو مولوی نقی علی خان والد خان صاحب بریلوی سمجھ بیٹھے ہیں ناموں کے ایک ہونے کی وجہ سے، جس پر دلیل یہ ہے کہ وہ آگے سیف النقی کے حوالے پیش کرتے ہیں تو کیا بریلوی سیف النقی کو نقی علی خان کی تصنیف مانتے ہیں؟ مزید یہ کہ مولوی نقی علی خان (والد نواب احمد رضا خان) کے جو عقائد و اعمال تھے، اسی کے رد میں تو مولوی فاضل نے یہ کتاب لکھی ہے تو وہ خود کیسے نقی علی خان کو صحیح العقیدہ مان سکتے ہیں؟ پس مولوی فاضل صاحب جس نقی علی خان کو صحیح العقیدہ کہہ رہے ہیں وہ واقعۃً صحیح العقیدہ ہیں، مگر ہم جس نقی علی خان کی بات کر رہے ہیں وہ کوئی اور ہے۔

## ایک ضروری وضاحت:

حیرت ہے کہ جب ہم فریق مخالف پر ان کے شیخ الاسلام طاہر القادری، غلام مہر علی، پیر نصیر الدین گولڑوی، مفتی اقتدار خان نعیمی جیسے علمائے بریلویہ کا حوالہ پیش کرتے ہیں تو آج کے یہ نام نہاد محققین بریلویہ کہتے ہیں کہ ہمارا معتبر آدمی نہیں، ہمارے اکابر میں سے نہیں اور دوسری طرف ہم پر الزام قائم کرنے کے لیے ہر رطب و یابس کو پیش کر دیا جاتا ہے، اس لئے یہاں خود بریلوی اصول کے مطابق بندہ اصولی جواب دے رہا ہے کہ بندہ اپنے علماء کی صرف انہی عبارات یا حوالہ جات کے جواب کا پابند ہوگا جن کا شمار ہمارے اکابر میں سے ہوگا، اگر ہمارے اکابر میں سے نہیں تو ایک نہیں دس حوالے پیش کر دو ہم آپ ہی کی زبان میں کہیں گے نہیں مانتے۔

مولوی نقی علی خان اپنے والد مولوی رضا علی خان کی طرح ایک گمنام شخص تھے، ان کے دور میں مولانا احسن نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا پورے بریلی پر ایک اثر رسوخ تھا، عمائدین بریلی تمام آپ کے متعلقین میں سے تھے، مطبع صدیقی قائم کر کے کئی مفید کتب شایع کی، اس کے علاوہ ایک مدرسہ "**مصباح التهذيب**" قائم کیا جو پورے بریلی کے تشنگان علوم کو سیراب کرتا، بریلی سے ایک ہفتہ وار اخبار "احسن الاخبار" جاری کیا، بریلی کی مرکزی عیدگاہ کی امامت بھی آپ کے سپرد تھی، ان کی یہ علمی ترقی خان صاحب کے والد مولوی نقی علی خان کو ایک آنکھ نہ بھائی، وہ یہ سمجھتے تھے کہ جب تک ان کا اثر و رسوخ ختم نہ کر دیا جائے بریلی میں ہماری دال گلنے والی نہیں اور یوں ان پر ختم نبوت کے انکار کا الزام لگا کر شہرت کمانے کی ناکام کوشش کی۔

مستند تاریخ کی کتب مولوی نقی علی خان کے تذکرے سے خالی ہیں، ان کا تذکرہ سب سے پہلے مولوی رحمان علی کی تذکرہ علمائے ہند میں ملتا ہے اور بعد والوں نے اسی پر اعتماد کیا، ہمارا فریق مخالف بھی خان صاحب کے آباء و اجداد کے کارنامے اسی کتاب سے پیش کر رہا ہے، جبکہ یہ کتاب ہمارے لیے حجت نہیں، اس میں کئی باتیں خلاف واقعہ نقل کی گئی ہیں، جن کا باطل ہونا ہم آگے وضاحت سے پیش کرنے والے ہیں۔

مولوی نقی علی خان کا حال ان کے شاگرد ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"مجمع عام میں کبھی نماز نہیں پڑھاتے"۔ (تنبیہ الجہال، ص ۱۶)

نیز جب اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ پر مولانا احسن نانوتوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نقی علی خان کا جھگڑا ہوا اور اپنے چند لوگ حسین باغ نماز عید پڑھانے لے گئے تو اس وقت بھی "بعض صاحبوں نے مولوی صاحب سے اصرار کیا تو بمجبوری امامت کی"۔ (تنبیہ الجہال، ص ۱۶)

یعنی بریلی میں صرف "بعض لوگ" ہی نقی علی خان صاحب کے مریدین تھے اور اسی شرذمۃ القلیلۃ کی بنیاد پر بقول ظفر الدین بہاری پروپیگنڈا کا ایسا طومار کھڑا کیا کہ جھوٹ اصل معلوم ہونے لگا۔

## مولوی نقی علی خان پر اپنے لوگوں کی طرف سے کفر کا فتویٰ:

مولانا احسن نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تصحیح کرنے کی وجہ سے بقول بریلویہ رامپور کے علمائے نے خارج از اہل سنت اور خارج از اسلام کا فتویٰ دیا، جسے نقی علی خان کے شاگرد نے اپنی کتاب "تنبیہ الجہال" کے صفحہ ۱۹ پر نقل کیا، صفحہ (۲۰) پر بھی ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر مبنی کتاب چھاپنے کی وجہ سے معاذ اللہ کفر کا فتویٰ نقل کیا گیا، اسی طرح بقول رضا خانی (۱۶) سے زائد اضلاع کے علماء و مشاہیر نے اس اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ اور اس کے مضمون کو تسلیم کرنے والوں کو کافر، مرتد، زندیق اور رفارق الدین قرار دیا۔ (تنبیہ الجہال، ص ۳۲)

گویا اس اثر کی تصحیح پر اس وقت کے تمام علمائے نے بقول فرقہ رضائیہ کفر کا فتویٰ جاری کیا اور یہ فتویٰ مولانا احسن نانوتوی مرحوم پر لگتا ہے، اب دوسری طرف ملاحظہ فرمائیں کہ خود بریلویوں نے لکھا:

''سب سے اہم بات اس تنازع میں تمام علماء نے جو صحت اثر ابن عباسؓ کے قائل نہ تھے مولانا نانوتوی کی تکفیر کی، مگر مولانا نقی علی خان نے انتہائی احتیاط سے کام لیا اور مولانا کی تکفیر نہیں کی اور ان کے عقیدے کو اہلِ سنّت کے خلاف قرار دیا، اس کا ثبوت مفتی حافظ بخش آنولوی کی مندرجہ ذیل تحریر ہے: ''مولوی صاحب ممدوح کو کسی کی تکفیر مشتہر کرنے سے کیا غرض تھی، نہ آپ کی یہ عادت، مسائل جو مہر کے واسطے آتے ہیں جواب علیحدہ لکھ دیتے ہیں کسی کی تحریر سے تعرض نہیں کرتے''، (تنبیہ الجہال، ص ۲۳ بحوالہ مولانا نقی علی خان، ص ۱۱۰)

پس بقول احمد رضا خان بریلوی، کافر کو کافر نہ کہنے والا اور گستاخ کی تکفیر نہ کرنے والا بھی کافر ہے، لہٰذا بریلویوں نقی علی خان صاحب کا عالم فاضل ہونا تو دور کی بات، پہلے اسے مسلمان تو ثابت کرو!!!!

## مولانا نقی علی خان کس ذہن کے آدمی تھے؟ اس واقعہ کو ملاحظہ کریں:

اعلیٰ حضرت قبلہ کے والد ماجد نے اپنے دورانِ علالت علاقے کی تقسیم کا دفعۃً ارادہ کر لیا اور دو موضعوں کی حقیت اپنی دونوں بیٹیوں کو دے کر باقی مسلم موضعات اعلیٰ حضرت قبلہ کو لکھے اور پچاس پچاس روپے ماہوار کے ان دونوں بھائیوں کو ان موضعات کی آمدنی سے دینا لکھے، وہ دونوں بھائی مولوی حسن رضا خان اور مولوی محمد رضا خان اعلیٰ حضرت قبلہ سے چھوٹے تھے، عم مکرم مولوی محمد رضا خان تو بہت کم عمر تھے ان دونوں میں اتنی بڑی جائداد کی تقسیم کے معاملے کو سمجھنے کا شعور بھی نہ ہوا تھا، اعلیٰ حضرت قبلہ نے اس وقت ان دونوں کی وکالت فرمائی مذکورہ بالا مسودہ جب ان کے والد ماجد نے ان کی والدہ مرحومہ کو دیا کہ وہ امن میاں (اعلیٰ حضرت قبلہ) کو دکھالیں تو میں اسے رجسٹری کرادوں، والدہ صاحبہ نے وہ مسودہ اعلیٰ حضرت کو دیا آپ نے دیکھا، دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور چہرہ تمتمانے لگا اور فرمایا کہ اس مسودہ کی دونوں باتیں مجھے نامنظور ہیں، نہ مجھے اپنے بھائیوں کے حصوں کی کمی منظور ہے اور نہ میں ان کو اپنا دست نگر بنانا پسند کرتا ہوں، میری خوشی یہ ہے کہ برابر کے تین حصّے کر دیے جائیں اور ہر ایک کا حصہ اس کے نام لکھ دیا جائے جس کا ہے اور اس مسودہ کو غالباً چاک کر دیا، اعلیٰ حضرت کی والدہ ماجدہ نے ان کا یہ جواب ان کے پدر بزرگوار کو پہنچا دیا تو اعلیٰ حضرت کے والد ماجد نے ان کی والدہ محترمہ سے فرمایا یہ میں جانتا ہوں کہ اس دنیا میں امن میاں دین ہی کی خدمت کریں گے اور ان کے یہ دونوں بھائی اور کچھ دنیا کما کر ان پچاس پچاس روپے میں اضافہ کر لیا کریں گے، جو ان کے گذارے کیلئے کافی ہوگا، جب اعلیٰ حضرت قبلہ کسی طرح راضی نہ ہوئے تو ان کے والد ماجد نے دوسرا مسودہ لکھا، اس میں کل کی آدھی جائیداد اعلیٰ حضرت قبلہ کو لکھی اور بقیہ آدھی جائیداد میں ان دونوں بیٹوں کو برابر کا شریک کر دیا اور یہ مسودہ بھی اعلیٰ حضرت قبلہ کی والدہ ماجدہ کو دیا کہ امن میاں کو دکھادو اور ان سے کہہ دو کہ اب اس میں کوئی ترمیم نہیں ہو سکتی، میں تم کو بحق پدری حکم دیتا ہوں کہ تم اسے مان لو تو جلدی رجسٹری ہو جائے، چنانچہ وہ مسودہ رجسٹری ہو گیا اور چند ہی روز بعد مولانا نقی علی خان والد ماجد اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے وفات پائی......

ان کی وفات کے بعد اعلیٰ حضرت نے اپنی والدہ ماجدہ کو اس بات پر راضی کیا کہ آپ گھر کا نظم اس طرح کریں کہ زیادہ روپیہ پس انداز ہو اور بچت کے روپیہ سے دوسری جائیداد خرید کر میرے دونوں بھائیوں کی جائداد میری جائداد کے برابر کریں، اس جائداد کے ملحقہ حصے مولانا نقی علی خان صاحب کے چار بھائیوں کے پاس تھے۔ وہ چار بھائی تھے خرچ زیادہ اور آمدنی کم تھی انہوں نے مقدمہ بازی شروع کر دی، جس پر وہ

بارتے رہے انہیں مقدمہ بازی کے دور میں اپنی جائیداد کے حصص فروخت کرنا پڑے اور وہ حصص اعلیٰ حضرت کی والدہ ماجدہ نے خریدنا شروع کر دیے، جب تک مقدمہ بازی کا دور رہا (جو سات آٹھ سال رہا) ان کی جائداد کی ادھر سے خریداری ہوتی رہی، مقدمہ بازی جب بند ہوئی تو خریداری بھی بند ہوگئی...... ہمیں تو اعلیٰ حضرت کی ذات پر بڑا فخر ہے ہے کہ انہوں نے میرے باپ چچا کو زمیندار بنایا ورنہ یہ دونوں پچاس پچاس روپے ماہوار پاتے اور عمر بھر دنیا کی کشمکش میں پڑے رہتے۔" (سیرت اعلیٰ حضرت ص ۹۷، ۹۸)

## مولانا نقی علی خان صاحب نے ایک غیر شرعی کام کیا:

یہ تقسیم جس وقت نقی علی خان صاحب نے کی اس وقت وہ مریض تھے اور اسی مرض میں وہ فوت ہو گئے گویا مولوی نقی علی خان صاحب نے ہبہ مرض الوفات میں کیا اور مرض الوفات میں ہبہ یہ بمنزلہ "وصیت" کے ہے اور بمصداق حدیث نبوی ﷺ **لا وصية لوارث** یہ وصیت نافذ نہیں ہوگی، لہٰذا نقی علی خان صاحب کا مولوی احمد رضا خان کو آدھی جائیداد دینا اور اس میں بیوی کو بھی محروم رکھنا ہرگز جائز نہ تھا اور خان صاحب کے دیگر دو بھائی بھی نابالغ اور چھوٹے تھے، بالفرض وہ اجازت دے بھی دیتے تب بھی اس اجازت کا اعتبار نہ رہتا، لہٰذا خان صاحب کا اس پر قبضہ کر کے اس کو اپنے تصرف میں لانا بھی جائز نہ ہوا۔

**إِذَا وَهَبَ أَحَدٌ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ شَيْئًا لِأَحَدِ وَرَثَتِهِ وَبَعْدَ وَفَاتِهِ لَمْ تُجِزْ الْوَرَثَةُ الْبَاقُونَ لَا تَصِحُّ تِلْكَ الْهِبَةُ**

(مجلۃ الاحکام، ج ا ص ۱۶۸)

اسی طرح نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارک ہے: **مَنْ قَطَعَ مِيرَاثَ وَارِثِهِ قَطَعَ اللّٰهُ مِيرَاثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ** (مشکوۃ وابن ماجہ) یعنی جس نے اپنے وارث کو میراث سے محروم کیا اللہ اسے جنت سے محروم کر دے گا۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ایک اور فرمان مبارک ہے: **سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ أَعْطَانِي أَبِي عَطِيَّةً فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أَعْطَيْتُ ابْنِي مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً فَأَمَرَتْنِي أَنْ أُشْهِدَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ أَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هَذَا قَالَ لَا قَالَ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ قَالَ فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِيَّتَهُ** (صحیح بخاری، ج ا ص ۳۵۲)

میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ منبر پر بیان کر رہے تھے کہ میرے باپ نے مجھے ایک عطیہ دیا تو عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا (نعمان کی والدہ) نے کہا کہ جب تک آپ رسول اللہ ﷺ کو اس پر گواہ نہ بنائیں میں راضی نہیں ہو سکتی، چنانچہ (حاضر خدمت ہو کر) انہوں نے عرض کیا کہ عمرہ بنت رواحہ سے اپنے بیٹے کو میں نے ایک عطیہ دیا تو انہوں نے کہا کہ پہلے میں آپ کو اس پر گواہ بنالوں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اسی جیسا عطیہ تم نے اپنی تمام اولاد کو دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کو قائم رکھو، چنانچہ وہ واپس ہوئے اور ہدیہ واپس لے لیا۔

امام بخاری نے اس پر پورا باب باندھا ہے: "**بَابُ الْهِبَةِ لِلْوَلَدِ وَإِذَا أَعْطَى بَعْضَ وَلَدِهِ شَيْئًا لَمْ يَجُزْ حَتَّى يَعْدِلَ بَيْنَهُمْ وَيُعْطِيَ الْآخَرِينَ مِثْلَهُ وَلَا يُشْهَدُ عَلَيْهِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ**" یعنی اور اپنے بعض لڑکوں کو اگر کوئی چیز ہبہ میں دی تو جب تک انصاف کے ساتھ تمام لڑکوں کو برابر نہ دے یہ ہبہ جائز نہیں ہوگا اور ایسے ظلم کے ہبہ پر گواہ ہونا بھی درست

نہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، عطایا کے سلسلہ میں اپنی اولاد کے درمیان انصاف کیا کرو"۔

یہ حال ہے بریلوی کے "مرجع فتاویٰ" اور "سب سے بڑے مفتی" کا!!!!!

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وارثوں کو میراث سے محروم کرنا حرام ہے اور بعض نے اسے گناہ کبیرہ میں سے شمار کیا ہے: **أَفَادَ أَنَّ حرمَانَ الْوَارِثِ حرَام وعده بَعضهم من الْكَبَائِر** (التیسیر بشرح الجامع الصغیر، ج ۲، ص ۴۳۳)

بریلوی مفتی اعظم دیدار الوری فتویٰ دیتا ہے کہ: "چند ورثہ کو محروم کر کے ایک وارث کو ہبہ کر دینا اگر چہ حرام نہیں مگر مکروہ اور ظلم ضرور ہے، چنانچہ طیبی" سے حاشیہ ص ۲۶۱ مشکوۃ میں ہے: (ترجمہ از ناقل، ساجد)

اگر کسی نے اپنی اولاد میں کچھ نظر انداز کر کے کچھ کو ہبہ کیا تو امام شافعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا مذہب ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے حرام نہیں ہے اور یہ ہبہ درست ہے۔

البتہ اگر ہبہ مرض الموت میں کرے گا جو بالآخر وصیت ہے یا وصیت نامہ بعض اولاد کے نام لکھ کر دے گا تو وہ ناجائز رہے گا، چنانچہ حدیث صحیح میں ہے: **ألا لا وصية لوارث** یعنی خبردار وارث کیلئے وصیت جائز نہیں۔

اور بموجب اسی حدیث صحیح تمام کتب فقہ میں ہے"۔ (فتاوی دیداریہ، ص ۳۰۳، ۳۰۴)

پس خان صاحب بریلی کے والد نے مرض الوفات میں خان صاحب کے نام جائیداد لکھ کر نہ صرف ظلم بلکہ ایک ناجائز اور کارِ حرام نیز صحیح حدیث کی مخالفت کا گناہِ عظیم کیا۔

ہمارا بریلویوں سے سوال ہے کہ تم نے یہ واقعہ آخر کس لئے پیش کیا؟ خان صاحب کی صلہ رحمی اور حسن سلوک کے باب میں؟ اگر ہاں اور ایسا ہی ہے تو معلوم ہوا کہ خان صاحب بریلوی کے والد کے دل میں نہ تو اپنے بقیہ بیٹوں کیلئے کوئی محبت تھی نہ صلہ رحمی، ورنہ وہ اس طرح کی تقسیم نہ کرتے، خان صاحب کا اس تقسیم کو رد کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ نقی علی خان کی یہ جائداد کی تقسیم ظالمانہ تھی، کیونکہ تم نے خود لکھا کہ خان صاحب شریعت کے خلاف نکتہ برابر کوئی کام نہ کرتے، پس اس تقسیم کو رد کرنا اور بار بار رد کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ نقی علی خان صاحب نے جائیداد کی تقسیم میں برابری کا اصول بالکل بھی سامنے نہ رکھا، اسی وجہ سے حسنین رضا جو نقی علی خان کے پوتے ہیں وہ خان صاحب کا شکریہ ان الفاظ میں ادا کر رہے ہیں:

"ہمیں تو اعلیٰ حضرت کی ذات پر بڑا فخر ہے ہے کہ انہوں نے میرے باپ چچا کو زمیندار بنایا، ورنہ یہ دونوں پچاس پچاس روپے ماہوار پاتے اور عمر بھر دنیا کی کشمکش میں پڑے رہتے"۔

یعنی نقی علی خان نے تو کوئی کسر نہ چھوڑی تھی میرے باپ اور چچا کو ساری زندگی دنیا کمانے اور نان شبینہ کے محتاج رہنے میں یہ تو بھلا ہو میرے اعلیٰ حضرت کا کہ انہوں نے ہماری جائیداد کا بندوبست کر دیا۔

خان صاحب کے چچاؤں کا ملحقہ علاقوں کیلئے مقدمہ کرنا اس کی تفصیل اگر چہ فراہم نہیں کی گئی کہ وہ مقدمہ ان کا حق تھا یا نہیں لیکن بظاہر لگتا ایسا ہی ہے کہ نقی علی خان کے دیگر بھائیوں کا اس جائداد پر دعویٰ حق بجانب تھا، نہیں تو تسلیم کریں کہ نقی علی خان کے یہ بھائی ظالم اور مال حرام لینا چاہتے تھے، لیکن نقی علی خان صاحب نے جس طرح تقسیم کر کے اپنے ایک ہی بیٹے کو نوازنے کی پوری کوشش کی اس سے یہی

معلوم ہوتا ہے کہ نقی علی خان کے والد رضا علی خان نے بھی اپنے دور میں اپنے باقی بیٹوں کو جائداد سے محروم رکھ کر نقی علی خان ہی کو نوازا ہوگا اور وہ بیچارے تنگ دستی سے مجبور ہو کر انگریزی قانون کے پاس گئے کہ شاید ہمیں ہماری جائیداد مل جائے۔

یہ ہے امام الاتقیاء کا ذاتی کردار! کیا جو شخص تقوے میں امامت کے درجے پر فائز ہو اس کو اس قسم کی حرکتیں زیب دیتی ہیں؟ یہ بھی یاد رہے کہ اس تقسیم میں خان صاحب کی والدہ کو جائداد سے بالکل محروم رکھا گیا ہے۔

## مولانا نقی علی خان مفتی از مفت تھے:

مولانا نقی علی خان صاحب حالت جنابت میں درود شریف پڑھنے کو درست سمجھتے، چنانچہ لکھتے ہیں:

''درود پڑھنا ہر وقت اور ہر حال میں اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر قدم اور ہر سانس کے ساتھ یہاں تک کہ راہ اور نہانے کی حالت میں جائز بلکہ مستحب ہے''۔ (سرور القلوب، ص ۳۳۶)

اب اس پر فیض احمد اویسی صاحب کا تبصرہ ملاحظہ فرمالیں:

''**بے ادب گستاخ**: یہ تھے باادب رعایا و بادشاہ، لیکن آج ایسے بے ادب علماء کہلوانے والے پیدا ہو گئے کہ فتویٰ صادر فرما دیا کہ بحالت جنابت بھی درود شریف پڑھنا جائز ہے، کاش تعزیراتِ اسلام کا اجراء ہوتا اور فاروقِ اعظم جیسے غیور اسلام نافذ کرنے والے زندہ ہوتے تب میں ان مفتیوں کو دیکھتا کہ ایسے فتاویٰ صادر کرتے، آزادی کا دور ہے جسے جو جی میں آئے کہہ دے، ورنہ وہ خداوند قدوس جو اپنے محبوب اکرم ﷺ کیلئے ایسے مقامات پر بھی نام لینے کو گوارا نہیں کرتا جہاں قہر و غضب یا کسر شان یا مقام نجات ہو، مثلاً ذبح کے وقت، چھینک اور انگڑائی کے وقت اور حمام و پاخانہ وغیرہ وغیرہ، لیکن یہ ہیں کہ آج کل کے مفتی از مفت کہ فتویٰ جڑ دیا کہ جنابت کے وقت درود پڑھنا جائز، اتنی بھی شرم نہیں کہ درود شریف فی الفور بارگاہ رسالت میں پہنچ کر فوراً ایجاز از رسول اور خدا ہوتا ہے، لیکن مجبور ہیں ایسے بد بخت مفتی کیونکہ عشقِ رسول سے محروم ہیں، کسی نے فرمایا ؎

بے عشقِ محمد جو پڑھتے ہیں بخاری — بخار ان کو آتا ہے بخاری نہیں آتی

(شہد سے میٹھا نام محمد، ص ۱۲۹، ۱۳۰)

## مولانا نقی علی خان بریلوی فتویٰ کفر کی زد میں:

بریلوی حضرات کا اس پر اجماع ہے کہ معاذ اللہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تقویۃ الایمان میں نبی اکرم ﷺ کو اور انبیاء کو ذلیل لکھا اور یہ بہت بڑی گستاخی ہے، تفصیل میں جانے کے بجائے ہم یہاں بریلوی مناظر مفتی حنیف قریشی اور اس کی کیبنٹ کی ایک عبارت پیش کر رہے ہیں:

''وہابی انبیاء و اولیاء کو اللہ کے سامنے ذلیل اور ذرہ ناچیز سے کم تر کہہ رہے ہیں جبکہ قرآن کہتا ہے **لله العزّة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لايعلمون** عزت اللہ کیلئے ہے اور اس کے رسول ﷺ کیلئے اور مومنین کیلئے لیکن منافق نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کی عزتیں بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے **واتخذ الله ابراهيم خليلا**، اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بابت فرمایا **كان عند الله وجيها**، وہ اللہ کے ہاں عزت والے ہیں۔ اولیاء کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے

**الاان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولاھم یحزنون** اور پھر قیامت کے دن حضور ﷺ کے سرِ انور پر تاجِ شفاعت اور مقامِ محمود پر جلوہ گری اور لواء الحمد کے نیچے تمام مومنین کا اکٹھا ہونا کیا یہ اللہ کے سامنے انبیاء کی عزت کی دلیل ہے یا ذلت اور کمتری کی؟"۔

(روئیداد مناظرہ گستاخ کون ،ص ۱۳۶،۷ ۱۳)

اب ملاحظہ فرمائیں مولانا نقی علی خان ایک جلیل القدر نبی جس کے متعلق خود بریلویوں نے لکھا کہ اللہ کے ہاں ان کا مقام **کان عند اللہ وجیھا** وہ اللہ کے ہاں عزت والے ہیں کے متعلق کیا لکھتے ہیں:

"موسیٰ علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام پر وحی ہوئی اے موسیٰ! جب تو مجھے یاد کر اس حال میں یاد کر کہ تو اپنے اعضاء کو توڑتا ہو اور میری یاد کے وقت خاشع و ساکن ہو جا اور جب مجھے یاد کرے اپنی زبان کو دل کے پیچھے کر اور جب میرے روبرو کھڑا ہو بندہ ذلیل کی طرح کھڑا ہو"۔

(جواہر البیان،ص ۴۷،مکتبہ مہریہ رضویہ سیالکوٹ)

**تاویل:** مولانا نقی علی خان نے جو بات کی وہ تو مذاق العارفین میں بھی ہے اور مولانا نقی علی خان صرف ناقل ہیں،ضروری نہیں کہ جو نقل ہو وہ عقیدہ بھی ہو اگر نقل پر فتویٰ ہے تو سب سے پہلے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پر فتویٰ لگائیں۔(رد اعتراض مخبث)

**جواب:** یہ تاویل بھی جہالت ہے،امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پر ہم اس لئے فتویٰ نہیں لگا رہے ہیں کہ ہم نے تو آپ کے گھر کا فتویٰ پیش کیا ہے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پر تو فتویٰ آپ کے گھر سے لگے گا،ہم نے اپنی کتاب "مسلکِ اعلیٰ حضرت" میں بھی جب نقی علی خان صاحب کا یہ عقیدہ پیش کیا تو صاف و واضح لکھا کہ:"عقائد کی یہ فہرست کوکب نورانی کی فہرست کے جواب میں بنائی جارہی ہے"۔

تو چونکہ کوکب نورانی اور جمع ٹبر علمائے دیوبند پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ معاذ اللہ انبیاء کو ذلیل کہہ دیا حالانکہ یہ جھوٹ ہے،تقویۃ الایمان میں کہیں بھی کسی نبی کو ذلیل نہیں کہا گیا اس الزام کا منہ توڑ جواب بندہ اپنی کتاب "دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول" میں دے چکا ہے،اگر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک عمومی پیرائے میں بات کرنے پر گستاخ ٹھہرے تو مولانا نقی علی خان تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام لے کر ان کو ذلیل کہہ رہے ہیں وہ گستاخ کیوں نہیں؟؟؟؟

اگر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا لکھا ہے تو اپنے ہی فتوے کے مطابق ان پر بھی معاذ اللہ کفر کا فتویٰ لگاؤ،نہیں تو کیا یہ عشقِ رسالت ﷺ صرف علمائے دیوبند کے نام پر جوش مارتا ہے؟

یہ کہنا کہ مولانا نقی علی خان صرف ناقل ہیں تو کیا آپ کے مذہب میں انبیاء کرام کی گستاخیاں اپنی تائید میں نقل کرنا جائز ہو جاتا ہے؟ آپ کا مولوی لکھتا ہے:"جب گنگوہی نے قاضی خان سے حوالہ پیش کیا اور اس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ گنگوہی کا بھی یہ ہی نظریہ ہے"۔(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ،حصہ دوم،ص ۷۲)

جب نقی علی خان نے اسے اپنی تائید میں نقل کیا اور کسی قسم کا اختلاف نہیں کیا تو آپ کے اصول کے مطابق تو یہ نقی علی خان صاحب ہی کا نظریہ ہوا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں ہم یہ تاویل کر سکتے ہیں کہ وہاں کمزور کا معنیٰ ہو،مگر کیا کریں کہ آپ کے مذہب میں تو اصول یہ ہے کہ: "اردو میں جب ذلیل کا لفظ بولا جائے تو اس سے کمزور والا معنیٰ مراد نہیں ہوتا،بلکہ حقیر والا معنیٰ مراد ہوتا ہے،مثلاً ایک آدمی کہتا ہے کہ

سرفراز ذلیل ہے تو کیا آپ اس کی بات برداشت کریں گے؟" (عباراتِ اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص ۱۰۴)

لیجئے آپ کے فتوے سے تو نہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بچ رہے ہیں اور نہ ہی مولانا نقی علی خان صاحب!!!!

پھر اس بریلوی کی عقل کا دیوالیہ پن ملاحظہ ہو کہ ایک طرف یہ تسلیم کر رہا ہے کہ مولانا نقی علی خان نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ذلیل کہا اور آگے یہ بھی لکھ رہا ہے: "قارئین کرام! اصل بات یہ ہے کہ وہابیوں کا عقیدہ ہے اور وہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو ذلیل کہتے ہیں اور اپنا عقیدہ چھپانے کیلئے وہ ہم سنیوں پر بہتان باندھتے ہیں"۔ (ردّ اعتراضاتِ مخبث)

تو جناب جی! یہ جو مولانا نقی علی خان اور بقول آپ کے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جلیل القدر نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو "ذلیل" کہا تو یہ دونوں کیا وہابی تھے؟ اور اپنا وہابی عقیدہ چھپانے کیلئے نبی کو ذلیل کہہ رہے ہیں؟ سچ کہا ہے

رب رٹھے تے عقل کھسے

## مولانا نقی علی خان معتزلی عقائد کے حامل تھے:

مولانا نقی علی خان صاحب قرآن پاک کی ایک آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: **يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ**○ (البقرہ آیت نمبر ۱۸۳)

مولوی نقی علی خان صاحب ترجمہ لکھتے ہیں: "اے ایمان والو فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسا کہ فرض ہوا اگلوں پر تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو"۔ (جواہر البیان صفحہ ۷۲، ۷۳)

یہاں مولانا نقی علی خان نے "**لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ**" کا ترجمہ "تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو" کیا ہے، اب جناب فیض احمد اویسی بریلوی اس قسم کے ترجمہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ ترجمہ کسی معتزلی کا ہے اور پھر اس سے اللہ تعالیٰ کی گستاخی کا بیّن ثبوت ہے کہ وہ اپنے بندوں سے عبادت کی امیدوں میں ہے {تاکہ کا معنیٰ امید ہے} حالانکہ مسلمان مدعی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی پرواہ نہیں اور نہ ہی وہ کسی کی عبادت کا محتاج ہے اور دوسری گستاخی یہ ہوگی کہ امید کی وابستگی لاعلمی ثابت کرتی ہے"۔ (سیدنا اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۰)

لو جی! بقول فیض احمد اویسی یہ ترجمہ کسی معتزلی کا ہے اور ترجمہ نقی علی خان کا ہوا تو لازمی بات کہ نقی علی خان معتزلی ہوئے اور خان صاحب بریلوی اسی معتزلی کا "نطفہ" ہوئے اور مولوی نصیر الدین سیالوی کے بقول بیٹا باپ کے عقیدے پر ہوتا ہے (عباراتِ اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، حصہ اول، ۶۱) تو لامحالہ خان صاحب بریلوی بھی معتزلی ہوئے، پھر بقول اویسی اس ترجمہ سے یہ گستاخی ہوتی ہے کہ اس سے اللہ کی لاعلمی ثابت ہوتی ہے (معاذ اللہ)، تو گویا مولوی نقی علی خان اللہ تعالیٰ کے علم کے قائل نہ تھے اور یہ کفریہ عقیدہ ہے اور کافر مرتد سے پیدا ہونے والا لڑکے خود احمد رضا خان بریلوی کے فتوے سے "ولد الزنا" ہوئے تو فیصلہ خود کر لیں کہ خان صاحب کیا ہوئے!!!!

یقیناً بریلویوں کو اس سے کافی تکلیف ہوئی ہوگی، لیکن جب اسی قسم کے فتوے علمائے دیوبند اور ان کی اولادوں پر لگائے جاتے ہیں تو اس وقت ان چیزوں کا احساس تمہیں نہیں ہوتا؟ ہم نے تمہارا جوتا تمہارے ہی منہ پر دے مارا ہے اس لئے ہم پر چیں بہ جبیں ہونے کے بجائے اپنا جوتا چاٹو!

# خان صاحب بریلی کے خاندان کے متعلق

## ظفر الدین صاحب بریلوی کے پھیلائے جانے والے جھوٹوں کا تنقیدی جائزہ

مولانا ظفر الدین بہاری صاحب نے خان صاحب کے آباء واجداد کے متعلق اپنی عادت کے مطابق جھوٹ پر مبنی روایات کو اپنی کتاب میں درج کیا اور بعد والوں کیلئے یہی اصل ماخذ بن کر آج یہ جھوٹی روایات خان صاحب کی ہر سوانح میں موجود ہیں، لہٰذا ہم یہاں ان روایات کے متعلق پروفیسر سلیمان بدایونی کا ایک انتہائی محققانہ وقیع مقالہ پیش کر رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

''مولوی صاحب مرحوم کے اجداد کے سلسلہ میں سعید اللہ قندہاری وہ صاحب ہیں جو سب سے پہلے ہندوستان آئے کتاب کے صفحہ ۲ پر سعید اللہ خان کا شاہانِ مغلیہ کے عہد میں ہند میں آنا اور معزز عہدوں پر ممتاز ہونا آتا ہے، لاہور کا شیش محل ان کی جاگیر تھی، پھر وہاں سے دہلی آنا اور معزز عہدوں پر فائز ہونا خاص طور سے شش ہزاری کے عہدے پر فائز ہونا اور شجاعت جنگ کا خطاب پانا لکھا ہے، اس تفصیل کو بہ اجمال ص ۱۳ پر اس طرح لکھا ہے:

''سعید اللہ قندہاری بزمانہ محمد شاہ ۱۱۳۲ھ، ۱۷۱۹ء تا ۱۱۶۱ھ، ۱۷۴۸ء) نادر شاہ کے ہمراہ دہلی آئے۔ (۱۱۵۲ھ، ۱۷۳۹ء)۔

صفحہ۔۔ پر لکھتے وقت یہ خیال نہ آیا سعید اللہ خان کس سال وہاں سے وارد ہند ہوئے تھے اور وہ زمانہ کس مغل بادشاہ کا تھا؟ اور ترک وطن کا سبب کیا ہوا؟ اس پر پردہ ڈالنے کیلئے نادر شاہ کی ہمراہی محمد شاہ کا زمانہ بتایا۔ مگر یہ خیال ذہن سے نکل گیا کہ ایک شیعہ کے ساتھ ایک سنی سلطنت کو برباد کرنے ولوٹنے اور قتل عام کرنے کو حملہ آور کے ساتھ آئے، اس پردہ داری کے وقت یہ بھی بھول گئے کہ پہلے لاہور آنا وہاں قیام کر کے منصب حاصل کرنا پھر دہلی آنا کہاں ہے؟ اب نادر شاہ کی ہمراہی ایک دم دہلی کھینچ لائی، یہ بے سند باتیں خدا جانے کیوں اختراع کیں؟ واقعہ صرف اس قدر ہے کہ کابل اور قندہار کے باشندے نادر گردی میں ایک بڑی تعداد میں ترکِ وطن پر مجبور ہوئے، اسی سیلاب کی رو میں خان صاحب بھی ہند آئے، وقت کے مناسب لاہور، بریلی، دہلی کہیں رک گئے، اس سیلاب کے اشارے تورانی و ایرانی تنازعات کے قضیہ میں مل سکتے ہیں۔

ان ہی سعید اللہ خان کے ایک بیٹے سعادت یار خان نامی کو وزیر محمد شاہ بتایا ہے اور ان کے ضلع بدایوں کے کچھ مواضعات بطور معافی ملنا اور منجانب سلطنت ایک مہم سر کرنے بریلی روہیل کھنڈ بھیجا جانا اور اسی جلد میں بریلی کے صوبہ ہونے کا فرمان ایسے وقت میں پہنچا جب کہ وہ بستر مرگ پر دم توڑ رہے تھے، لکھا ہے:

''یہ امر مسلمہ ہے کہ سعادت یار خان کے والد سعید اللہ خان وارد ہند ۱۱۵۲ھ، ۱۷۳۹ء میں ہوئے اور یہ امر قرین قیاس ہے کہ سعادت یار خان اپنے والد کے ورود ہند سے قبل ہندوستان میں نہ تھے، اگر ہوتے تو سعید اللہ خان سیدھے بیٹے کے پاس آ کر مقیم ہوتے اور سوانح نگار سے کسی طرح ایسا اہم واقعہ سپرد قلم ہونے سے نہ رہ جاتا، یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سعید اللہ خان کے ورودِ ہند کے بعد محمد شاہ صرف نو

برس زندہ رہا اور یہ زمانہ حکومت کے انحطاط کا نہیں بلکہ جان کنی کا تھا، اس وقت وزارت آصف جاہ صفدر جنگ کے ہاتھوں میں کھیل رہی تھی، کوئی تیسرا شخص اس وقت لیلائے وزارت سے جان کی بازی بھی لگا کر ہم کنار ہونے کی جرأت نہ کرسکتا تھا، خود شاہ محمد بھی ان دونوں کے علاوہ کسی تیسرے کو قلمدان وزارت سپرد کرنے کیلئے ہمت ومجال نہ رکھتا تھا، صفدر جنگ کے خاندان کا نام اسی وزارت کی بدولت مستقل نواب وزیر ہوگیا تھا، سعادت یار خان غریب کو نہ موقع وزارت کا ملا اور نہ وہ کبھی وزیر ہوئے، وزارت تو بہت بڑی چیز تھی ان کا نام کہیں خانساماں یا بخشیوں کی فہرست میں بھی نظر نہیں پڑا''۔

سعادت یار خان جو مہم بریلی کے سر کرنے گئے تھے اس کی تفصیل ذرا بھی نہ بتائی کہ وہ مہم کیا تھی؟ جس کا صلہ صوبیداری بریلی تھا، اس پر کچھ روشنی نہیں ڈالی کہ وزارت سے کیوں نکالے گئے؟ اس مفروضہ مہم کا سہرا کیسے اور کیونکر باندھا، افسوس کہ صلہ بننے سے قبل موت نے آدبایا۔

ذرا سنئے ۱۱۱۹ھ، ۱۷۳۷ء سے تقریباً پورے روہیل کھنڈ پر روہیلوں کا قبضہ تھا، محمد شاہ کو غمازوں نے اپنی ذاتی خصومتوں سے بھڑکایا، بادشاہ نے ناراض ہوکر ۱۱۵۵ھ، ۱۷۴۲ء میں راجا ہرنندن کو نواب علی محمد خان والی روہیل کھنڈ کے استیصال پر مامور کیا۔ (مراد آباد گزیٹر وکنزالتاریخ)

راجا لڑائی میں مارا گیا، نواب کامیاب رہا۔ ۱۱۵۸ھ، ۱۷۴۵ء محمد شاہ دہلی نے بنفس نفیس نواب علی محمد خان پر چڑھائی کی۔ (اخبار الصنادید جلد اول وسفرنامہ آنند رام مخلص)

نواب علی محمد خان کا مستقر آنولہ ضلع بریلی تھا، نواب آنولہ کو چھوڑ کر موضع بن گڑھ ضلع بدایوں میں آکر مقابلے کی تیاریاں کرنے لگا، علمائے روہیل کھنڈ (اخبار الصنادید وحیات حافظ رحمت علی، حقیقت رام پور) نے بادشاہ کی موافقت میں فتوے دیے کہ جو کوئی بادشاہ کا مقابلہ کرے گا دین و دنیا میں خوار ہوگا، روہیلہ فوج پر فتوؤں کا اثر ہوا، نواب کو بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونا پڑا روہیل کھنڈ کے ان دونوں معرکوں میں سے کسی ایک میں بھی سعادت یار خان کا ذکر نہیں، اگر اور کوئی اہم واقعہ جو تاریخ کے اوراق سے پوشیدہ ہے معلوم ہوجائے تو روہیل کھنڈ کی تاریخ میں ایک جدید اضافہ ہوجائے۔

سوانح نگار نے یہی لکھا کہ سعادت یار خان کو کچھ مواضعات ضلع بدایوں میں لاخراجی دینے اور اسی طرح ان کے پوتے کاظم علی خان کو آصف الدولہ نے آٹھ مواضعات معافی کیے، ہر دوعطیات کی کوئی وجہ اور تفصیل نہیں بتائی ہے، یہ واقعہ ہے کہ مولوی صاحب مرحوم کی خاندانی معافی کرتولی، مرزاپور اور اس کی مزرعہ تقی پور میں تھی۔ یہ مواضعات تھانہ ینادر میں بدایوں سے بریلی جانے والی سڑک پر واقع ہیں، ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ مولوی محمد رضا خان صاحب جو مولوی صاحب مرحوم کے چھوٹے بھائی تھے اور زمینداری کا کام ان ہی کے سپرد تھا، ان کی سخت گیر اور غیر ہمدردانہ رویہ سے ہمیشہ کاشتکاران سے باغی رہتے تھے، جس کی وجہ سے ان سے اور کاشتکاروں سے اکثر مقدمات فوجداری ہوتے، ایک مرتبہ گاؤں میں بلوہ ہوا اس میں مولوی محمد رضا خان مضروب ہوئے، پولیس نے چالان دوطرفہ بلوہ کا کیا تھا، مسٹر گیا سپر وکیل مراد آباد مولوی صاحب کے پیروکار تھے۔ مولوی شفقت حسین مختار جو میرے پڑوسی اور بزرگ تھے مولوی صاحب کے مستقل وکیل مال وفوجداری کے رہتے ان ہی ایام میں ایک دن مولوی محمد رضا خان کی سخت گیری اور بدانتظامی پر ذکر ہورہا تھا کہ خود مولوی محمد رضا خان نے مولوی شفقت حسین مختار سے دریافت کیا کہ یہ کیونکر اور کیسے معلوم ہو کہ ہماری معافی کس نے اور کب عطا کی، مجھ کو وکیل صاحب کا جواب یاد

نہیں، مگر میں نے ان سے کہا کہ حالات دیہی آئین نہم پڑھئے، میری رائے میں یہ معافیات خواہ عطا کردہ محمد شاہ ہوں خواہ آصف الدولہ بصلہ دعا گوئی فتح روہیل کھنڈ (ملی)۔

کاظم علی خان نبیرہ سعادت یار خان کو صفحہ ۳ پر بدایوں کا تحصیلدار اور آصف الدولہ کا وزیر رہنا بھی لکھا اور ان کے ٹھاٹھ کے سلسلہ میں لکھا کہ دو سو سواروں کی بٹالین ہمیشہ ان کی خدمت میں رہتی اور اس کے بعد سوانح نگار نے اپنی ذاتی رائے میں تحصیلدار عہد نواب وزیر اور کلکٹر ۱۹۳۸ء کے تقابل میں بڑی سادگی سے یہ کہا ہے کہ اس وقت کا تحصیل دار اس وقت کے کلکٹر کے ہم پایہ ہوتا تھا، سب سے پہلے یہ عرض کرتا ہوں کہ کاظم علی خان صاحب نواب وزیر کے عہد حکومت (۱۱۸۸ھ، ۱۷۷۴ء تا ۱۲۱۶ھ ۱۸۰۱ء) کبھی بدایوں کے تحصیلدار نہیں رہے، نواب وزیر کے عہد میں صرف نو تحصیل دار بدایوں میں رہے، (تاریخ بدایوں مولفہ رائے بختاور سنگھ سب جج مطبوعہ ۱۸۶۸ء)

جس میں سے دو ہندو، پہلا تحصیلدار بدایوں خواجہ آفتاب خان اور آخری خدا یار خان تھا، اشرف خان اور خدا یار خان بریلی کے رہنے والے تحصیلدار بنے، غالباً مولوی ظفر الدین صاحب کو تحصیلدار اور کلکٹر کا تقابل کرتے وقت یہ بھی خیال نہیں آیا کہ ایک تحصیلدار ایک تحصیل یا پرگنے کا حاکم ہوتا تھا اور ہوتا ہے اور کلکٹر ایک پورے ضلع کا حاکم جس میں چند تحصیلیں یا پرگنے ہونا ضروری ہے، اگر آئین اکبری یا کوئی اور کتاب روہیلوں یا نواب وزیر کے ضبط و انتظام پر مطالعہ کی ہوتی تو یہ نہ لکھتے کہ اس وقت کا تحصیل دار اس زمانہ کے کلکٹر کے ہم پلّہ ہوتا تھا، تحصیلدار کے ہم رکاب دو سو سواروں کی بٹالین بھی صرف سوانح نگار کی جدّت ہے (یعنی صاف جھوٹ ہے، ساجد)، آصف الدولہ جس کا زمانہ ۱۱۸۸ھ ۱۷۷۴ء، ۱۲۱۲ھ ۱۷۹۷ء رہا حافظ کاظم علی خان اس کے وزیر کبھی نہیں ہوئے، اس کا پہلا وزیر مختار الدولہ مرتضیٰ خان۔ (قیصر التواریخ عماد السعادت، تاریخ اوودھ)۔

اور دوسرا عارضی وزیر اختیار الدولہ انور علی خواجہ سرا، تیسرا سرفراز الدولہ حسن رضا خان تھا، آخر الذکر وزیر بے پڑھا تھا، اس نے حیدر بیگ المخاطب بہ دبیر الدولہ کو وزیر مذکور کا نائب مقرر کیا، آخری وزیر علامہ تفضل حسین تھے۔

حافظ صاحب کا کلکتہ مغل اور انگریز کے مناقشہ کو طے کرنے جانا ایک بے سروپا افسانہ ہے، کاش اس مناقشہ کو سوانح نگار بتاتے اس وقت روہیل کھنڈ سے مغل کا تعلق ہی کیا تھا؟ اور حافظ صاحب تو ملازم نواب وزیر کے تھے نہ مغل کے، نواب وزیر اور انگریز کے معاملات پر گفتگو کرنے ۱۲۰۱ھ، ۱۷۸۶ء میں حیدر بیگ گئے اور ۱۲۰۷ھ ۱۷۹۲ء میں حسن رضا خان بمعیت راجہ ٹکیت نرائن گئے، (قیصر التواریخ، تذکرہ علمائے ہند صرف اسی کتاب کا حوالہ سوانح نگار نے ان ہر سہ حضرات کے حالات میں دیا ہے اور یہ حالات خود مولوی احمد رضا خان مرحوم کے فراہم کئے ہوئے تذکرہ علمائے ہند میں شامل ہیں)۔ حافظ صاحب کا کہیں ذکر تک نہیں، فاضل سوانح نگار نے کسی ایک واقعہ پر کوئی حوالہ یا سند پیش کرنے کی زحمت نہیں کی، حقیقت یہ ہے کہ من گھڑت افسانوں کی سند ہی کیا ہو سکتی ہے!!!!

یہ امر کے سعادت یار خان محمد شاہ کے عہد میں اور حافظ کاظم علی خان نواب آصف الدولہ کے زمانے میں کس سن و وصال کے تھے قابل توجہ ہے، مولوی حامد رضا خان ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء میں مولوی احمد رضا خان صاحب مرحوم ۱۲۷۲ھ، ۱۸۵۶ء میں (تذکرہ علمائے ہند) ان کے والد نقی علی خان ۱۲۴۶ھ ۱۸۳۰ء (تذکرہ علمائے ہند) اور ان کے والد مولوی رضا علی خان ۱۲۲۴ھ ۱۸۰۹ء (تذکرہ علمائے ہند) میں پیدا ہوئے، اس طرح سے بیس سال چھبیس سال علی الترتیب عمروں میں تفاوت ہے، اگر مولوی رضا علی خان اور ان کے والد

حافظ کاظم علی خان اور ان کے والد شاہ اعظم علی خان اور ان کے والد سعادت یار خان میں سے ہر ایک باپ بیٹے کی عمر میں پچیس پچیس سال کا فرق مان لیا جائے تو حافظ صاحب کا سن پیدائش ۱۱۹۹ھ ۱۷۸۴ء اور شاہ صاحب کا ۱۱۷۴ھ، ۱۷۶۰ء اور سعادت یار خان کا ۱۱۴۹ھ ۱۸۳۶ء ہوتا ہے، اب حملہ نادری کے وقت سعادت یار خان کے دودھ کو چھٹے ہوئے چھ مہینے ہوئے تھے، اس حملہ کے بعد محمد شاہ صرف نو سال جیا (زندہ رہا) اور سعادت یار خان بقول سوانح نگار اس کی حیات میں مر گئے، پھر وزارت، مہم بریلی اور صوبیداری کہاں اور کیسی؟ اسی طرح حافظ جی کی پیدائش کے بعد آصف الدولہ ۱۲ سال زندہ رہا اتنی مدت میں حافظ جی نے تحصیلداری سے لے کر وزارت تک طے کر لی، کیا یہ طلسم ہوش ربا کی کہانیاں ہیں؟؟؟؟ (سہ ماہی مجلہ العلم، جنوری تا مارچ ۱۹۵۸ء)

## شش ہزاری منصب کی حقیقت:

اس کے متعلق پروفیسر ایوب قادری لکھتے ہیں:

''عہد سلاطین میں مغل طرز کے منصب نہیں ہوتے تھے''۔ (تذکرہ علمائے ہند، ص ۵۳۱)

یعنی جس زمانے میں رضا علی خان کیلئے شش ہزاری منصب ثابت کیا جا رہا ہے، اس زمانے میں اس منصب کا کوئی وجود ہی نہیں تھا۔

## لاہور کا شیش محل:

بریلوی سوانح نگاروں نے یہ بھی ہانکا ہے کہ لاہور کا شیش محل سعید اللہ خان صاحب کی جاگیر تھا، ہم یہ ما قبل میں ثابت کر آئے ہیں کہ سعید اللہ خان نامی کوئی آدمی مغل دور میں کسی اہم عہدے پر فائز نہیں رہا اور لاہور کا شیش محل کسی چنڈو خان کا مزار نہیں، جسے بریلوی حضرات کو جاگیر میں دے دیا جائے، شاہ جہاں نے شیش محل کی تعمیر کرائی، جو قلعہ لاہور کے شمال مغربی کونے میں واقع ہے، اس عمارت تک مغل دور میں صرف شہزادوں، وزرائے اعظم اور انتہائی اہم ارکانِ حکومت کی رسائی تھی، جس میں شاہی مشاورت ہوتی تھی، شیش محل کی تاریخ پر لکھے جانے والے ایک مقالے میں بتایا گیا ہے کہ یہ محل صرف شاہی خاندان کے افراد کے ساتھ خاص تھا۔

(History of Conservation of Shish Mehal in Lahore Pg1)

## شہزادہ کا تکیہ:

مولانا ظفر الدین بہاری صاحب نواب احمد رضا خان کے جدِ امجد اعظم خان کے متعلق لکھتے ہیں:

''شاہزادہ کا تکیہ جو محلہ معماران بریلی میں ہے آج بھی انہیں کی نسبت سے مشہور ہے انہوں نے وہیں قیام فرما لیا تھا اور وہیں ان کا مزار ہے''۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج۱، ص ۸۲)

بریلی کی تاریخ پر لکھی جانے والی کتب میں ''شہزادے کا تکیہ'' جو اعظم خان کی طرف منسوب ہے، کا کوئی ذکر ہمیں نہیں ملتا، بقول بدایونی صاحب منشی گلزاری لال نے بریلی کی تاریخ پر بہت تفصیل سے لکھا، اس میں خان صاحب کے خاندان کا کہیں کوئی تذکرہ نہیں، اسی طرح مولوی عبد العزیز عاصی بریلوی کی ''تاریخ روہیل کھنڈ و بریلی'' جو بریلی پر بہت تفصیلی تاریخ ہے، جس میں بریلی کے تمام اہم محلوں اور مقامات کا تذکرہ ہے اس میں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں، حالانکہ کتاب کے مصنف مولوی مصطفیٰ رضا خان ابن احمد رضا خان سے بریلی میں مل

چکے تھے اور ان سے کافی حد تک متاثر بھی تھے، اس کے باوجود انہوں نے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا، سو ما قبل کی طرح یہ بھی ظفر الدین صاحب کا جھوٹ ہی معلوم ہوتا ہے، جب تک کسی مستند ذرائع سے اس کا ثبوت نہ دے دیا جائے اس باب میں بھی ہم بہاری صاحب کو اپنے استاد کی طرح جھوٹا ہی سمجھیں گے!!!!

## یہ جھوٹی روایات کہاں سے آئیں؟

مولوی حسنین رضا خان صاحب نواب احمد رضا خان صاحب کے خاندانی حالات کے متعلق لکھتے ہیں:

''یہ روایت اس خاندان میں سلف سے چلی آرہی ہے''۔ (سیرت اعلیٰ حضرت، ص ۴۰)

اور پھر آگے سعید اللہ خان الخ وہی حالات مزید کچھ مرچ مسالے لگا کر بیان کیے، جو مولوی ظفر الدین کے حوالے سے ما قبل میں بیان ہو چکے ہیں، معلوم ہوا کہ جھوٹ کا یہ نا ختم ہونے والا سلسلہ خاندان سے چلا، یعنی خان صاحب کا پورا خاندان ہی جھوٹ بولنے، افسانے گھڑنے، خلاف واقعہ واقعات کو جزم کے ساتھ بیان کرنے میں ید طولیٰ رکھتا تھا، اب اس خاندان میں خان صاحب کی پرورش ہوئی، ظاہر ہے خان صاحب نے اپنے گھر والوں سے یہی کچھ سیکھا اس لئے علمائے حق پر وہ کچھ بہتان تراشی کی اور وہ کچھ جھوٹ دھرے کے اللہ کی پناہ!!!!

## خدارا اس تضاد کو بھی کوئی حل کرے:

مولوی حسنین رضا خان لکھتے ہیں کہ: روہیل کھنڈ میں کچھ بغاوت کے آثار نمودار ہوئے تو باغیوں کی سرکوبی ان (سعید اللہ خان) کے سپرد ہوگئی، اس بغاوت کے فرو ہونے کے بعد ان کو روہیل کھنڈ کے صدر مقام بریلی میں قیام کرنے اور امن قائم رکھنے کا حکم ہوگیا یہاں انہیں صوبیدار بنا دیا گیا''۔ (سیرت اعلیٰ حضرت، ص ۴۰)

مگر ظفر الدین بہاری صاحب کہتے ہیں: ''ان کے صاحبزادے سعادت یار خان صاحب منجانب سلطنت ایک مہم سر کرنے کے لیے بریلی روہیل کھنڈ بھیجے گئے فتحیابی پر ان کو بریلی کا صوبیدار بنانے کیلئے فرمانِ شاہی آیا''۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۸۲)

حسنین رضا صاحب کے بقول یہ مہم سعید اللہ خان صاحب نے سر کی تھی اور ظفر الدین بہاری صاحب کے بقول یہ مہم ان کے بیٹے سعادت یار خان نے سر کی تھی!!!! بریلوی حضرات سے گزارش ہے کہ کوئی جھوٹا افسانہ گھڑنے سے پہلے کم از کم اپنے گھر میں تو اس پر ایک دفعہ مشورہ کر لیا کریں کہ کون سی بات کس کی طرف منسوب کرنی ہے!!!!

# خان صاحب بریلی کی ذات اور خاندان مسلمانوں کے لیے عذاب بنے رہے

ما قبل کی ساری تفصیل سے دو باتیں روز روشن کی طرح واضح ہوئیں، اوّل کہ سعید اللہ خان صاحب، سعادت یار خان صاحب، حافظ کاظم علی وغیرہ کو جو سلطنت کے اہم عہدوں پر فائز بتلایا گیا ہے وہ سب جھوٹ اور افسانہ نگاری کے سوا کچھ نہیں۔

ان تمام باتوں کا کوئی ریکارڈ نہیں دیا گیا، اس لئے بریلوی حضرات کو اب یہ تسلیم کر لینا چاہیئے کہ مولوی ظفر الدین صاحب کو جو معلومات فراہم کی گئی تھیں وہ سب جھوٹ پر مبنی تھیں اور بعد والوں نے مولوی صاحب ہی پر اعتماد کرتے ہوئے ان قصوں کو خوب بیان کیا، لہٰذا آج سے ہم ان تمام باتوں کو واپس لیتے ہوئے معذرت و توبہ کرتے ہیں۔

خان صاحب بریلی کا خاندان ہند میں ایک بالکل غیر معروف خاندان رہا ہے، اس کو شہرت سب سے پہلے مولوی احمد رضا خان بریلوی کی وجہ سے ملی، پروفیسر سلیمان بدایونی صاحب لکھتے ہیں:

''آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کے مشہور علمی مجلہ ''العلم'' مجریہ جولائی ۱۹۵۵ء میں ضلع بریلی کی مفصل قلمی تاریخ ''تواریخ بریلی'' مؤلفہ منشی گلزاری لال کا تعارف شائع ہوا، اس میں جو باب یا سرخیاں مؤلف نے قائم کی ہیں، اس کی چالیسویں سرخی ہے: ''کون کون خاندان ذی مرتبہ ذی مقدور (بریلی) تباہ ہوئے معہ اسباب''...... اکتالیسویں سرخی ہے ''کون کون اشخاص (بریلی) اس وقت مرتبہ کو پہنچے معہ اسباب...... سرتھویں سرخی ''تذکرہ حالات فقراء (بریلی)''...... اڑتھویں سرخی ''تشریح اشخاص نامی و باخدا (بریلی)''۔ یہ کتاب ۱۸۴۳ء میں لکھنا شروع ہوئی اور ۱۸۴۷ء میں ختم ہوئی اس میں بریلی کی بابت ہر طرح کی معلومات ہے، یہ کتاب مولوی صاحب مرحوم کے خاندانی یا کسی طرح کے حالات سے بالکل خالی ہے، اس وقت رضا علی خان مرحوم کی پیدائش ۱۲۲۴ھ ۱۸۰۹ء کی ہے چونتیس سال کے تھے اور حافظ کاظم علی خان کے انتقال کو بہت زیادہ زمانہ نہیں ہوا تھا اور مولوی نقی علی خان جن کی پیدائش ۱۲۴۴ھ ۱۸۳۰ء کی ہے اختتام تصنیف پر سترہ سال کے تھے، صاحب تصنیف منشی گلزاری لال نے بریلی کے حضرات جو اہلِ کمال بیرونی بریلی میں اس وقت موجود تھے ان کا ذکر بھی کیا ہے، چنانچہ مولوی حکیم فضل رسول صاحب مرحوم بدایونی (۱۲۸۹ھ، ۱۸۷۲ء) کا ذکر اطباء کے سلسلہ میں کیا ہے جو اس وقت عارضی طور سے بریلی میں مطب کر رہے تھے''۔ (سہ ماہی العلم جنوری تا مارچ ۱۹۵۸ء، ص ۱۲۰، ۱۲۱)

میری معلومات کے مطابق نواب احمد رضا خان صاحب بریلی کے آباء و اجداد کا تذکرہ سب سے پہلے مولوی رحمان علی کی کتاب ''تذکرہ علمائے ہند'' میں آیا ہے، جو خود خان صاحب بریلی سے متاثر تھے، یہ معلومات بھی انہی کی فراہم کردہ تھیں، بعد کے تمام سوانح نگاروں نے اسی واحد ماخذ پر اعتبار کیا ہے، اس کے علاوہ قدیم تمام تاریخ و سیرت کی کتب ان کے خاندان کے تذکرے سے خالی ہے، جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ جو کچھ زمین و آسمان کے قلابے ملائے جا رہے ہیں سب افسانے ہیں، مولوی عبد العزیز بریلوی نے بریلی کی تاریخ ''تاریخ روہیل کھنڈ و بریلی'' لکھی، جو مکتبہ علم و فکر کراچی سے ۱۹۶۳ء میں شائع ہوئی، اس میں بھی بریلی کے متعلق تمام اہم معلومات کو جمع کر لیا گیا ہے حتیٰ کہ بریلی کے مشاہیر پنڈتوں کا بھی اس میں ذکر ہے، مگر اس کتاب میں کہیں بھی نواب احمد رضا خان بریلوی کے خاندان کے ان کارناموں کا ذکر نہیں، صرف احمد رضا خان بریلوی کا مختصر تذکرہ ہے وہ بھی اس واسطے کے مصنف مولوی مصطفی رضا خان سے مل چکے تھے اور ان سے متاثر تھے یہ معلومات بھی انہی کی فراہم کردہ تھیں۔

قصہ مختصر! اگر بریلوی ان تمام افسانوں سے رجوع نہیں کرتے تو پھر اس امر کو تسلیم کریں کہ خان صاحب کا خاندان مسلمانوں کے لیے انتہائی منحوس واقع ہوا، اس خاندان نے مسلمانوں کو سوائے تباہی و بربادی کے اور کچھ نہیں دیا۔ سعید اللہ خان نادر شاہ شیعہ کے ساتھ وارد ہوا جس نے مسلمانوں کے خون کے دریا بہا دیے، کاظم علی خان آصف الدولہ کے ساتھ رہا جس نے تین ہزار روہیلہ مسلمانوں کو انگریز کے ساتھ مل کر کشت و خون میں نہلا دیا اور خان صاحب بریلی نے ساری زندگی انگریز کے خلاف لڑنے والوں کی مخالفت کر کے اپنے آباء و اجداد کے اس روحانی خون کے ساتھ خوب وفاداری کی اور ہمیشہ کے لیے ہند کے مسلمانوں کو باہم دست و گریباں کر دیا، اس خاندان نے ہند کے مسلمانوں کو سوائے تفریق، خون خرابے، لوٹ کھسوٹ کے اور کچھ نہیں دیا۔

# بابِ دوّم

# جنگ آزادی میں اس خاندان کا کردار

اس باب کے تحت اس خاندان کی ان خدمات کا تنقیدی جائزہ لیا جائے گا جو انگریز کے خلاف جدوجہد آزادی کے عنوان سے بریلوی مؤرخین نے پیش کی ہیں!!!!

## جنگ آزادی میں نواب احمد رضا خان کے خاندان کے کارنامے اور بریلوی مؤرخین کے افسانے:

خان صاحب بریلی کے والد نقی علی خان اور دادا مولوی رضا علی خان کے جنگ آزادی میں کارہائے نمایاں کے عنوان کے تحت بھی بریلوی حضرات نے وہ وہ جھوٹ بولے کہ آدمی حیرت زدہ رہ جاتا ہے، یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ پاک و ہند کی قدیم کتب تاریخ جو تحریک آزادی پر لکھی گئی ہیں ان میں کہیں بھی خان صاحب بریلی کے خاندان کا تحریکِ آزادی میں کسی قسم کے کسی کردار کا کوئی تذکرہ نہیں، خان صاحب کے خاندان کا سب سے پہلا تعارف ہمیں مولوی رحمان علی کی کتاب ''تذکرہ علمائے ہند'' میں ملتا ہے، اس کے بعد ظفر الدین بہاری نے اس پر تفصیل سے لکھا، مگر کسی میں بھی اس خاندان کا تحریکِ آزادی کے حوالے سے کسی قسم کی خدمات کا کوئی تذکرہ نہیں، خان صاحب بریلی تو سرے سے سیاست میں حصہ لینے کے قائل ہی نہ تھے۔

پھر رضا علی خان کے دادا کاظم علی خان بقول بریلوی آصف الدولہ کے وزیر معتمد تھے اور آصف الدولہ نے انگریز کے ساتھ مل کر تین ہزار روہیلہ مسلمانوں کو قتل کر کے بریلی فتح کیا تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ انگریز کے اتنے معتمد کاظم علی خان کا بیٹا رضا علی خان اور پوتا نقی علی خان انگریز کے سخت ترین مخالف بن کر سامنے آئیں؟ مولوی رضا علی خان و نقی علی خان کا ساری زندگی بریلی میں پرسکون زندگی گذارنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ لوگ انگریز مخالف نہیں بلکہ کاظم علی خان کی طرح انگریز کے ایجنٹ تھے۔

بہرحال کہنے کا مقصد یہ ہے کہ خود خان صاحب کے اوّلین تذکرہ نگاروں کو بھی اس قسم کا کوئی دعویٰ نہ تھا کہ خان صاحب کے والد یا دادا

نے تحریک آزادی اور انگریز کے خلاف کسی قسم کی مہم میں کوئی حصہ لیا ہے، مگر پھر اچانک خدا جانے ان کو کس نے یہ مشورہ دیا کہ خواہ مخواہ اس حوالے سے بھی تاریخ کو مسخ کرنے پر کمر بستہ ہو گئے۔

پروفیسر ایوب قادری ایم اے جو بریلویوں کے خاص آدمی تھے، (جہانِ رضا کا حکیم اختر شاہجہاں پوری نمبر) نے روہیل کھنڈ و بریلی کی اہم شخصیات و مجاہدین آزادی پر سب سے زیادہ لکھا اور کئی گمنام لوگوں کو تاریخ کے اوراق سے ڈھونڈ نکالا مگر انہوں نے بھی تحریکِ آزادی کے حوالے سے ان دونوں باپ بیٹوں کا کوئی تذکرہ نہیں کیا، سید مصطفیٰ علی بریلوی، پروفیسر الطاف حسین بریلوی نے بھی روہیل کھنڈ و بریلی کے مجاہدین پر خاص طور پر لکھا، یہ تھے بھی بریلی ہی کے، مگر ان پر بھی یہ انکشاف نہ ہو سکا، مجھے استقرائے تام کا تو دعویٰ نہیں، لیکن الحمد للہ تحریکِ آزادی کے حوالے سے ہر اہم کتاب و ریکارڈ کو کھنگال چکا ہوں مگر ان دو افراد کا تذکرہ مجھے کہیں نہیں ملا۔

ایک اور دلچسپ بات کہ المیزان امام احمد رضا نمبر ۱۹۷۶ء میں بریلوی غازی ملت سید محمد ہاشمی صاحب کا ایک مضمون شامل ہے: ''امام احمد رضا اور جنگِ آزادی'' اس میں بھی آنجناب نے کئی نامور مجاہدین آزادی کا تذکرہ کیا، مگر اس میں مولوی رضا علی خان اور مولوی نقی علی خان کا کوئی تذکرہ ہمیں نظر نہیں آیا۔

ہماری معلومات کے مطابق ''مولوی نقی علی خان صاحب'' اور ''مولوی رضا علی خان صاحب'' کے متعلق تحریکِ آزادی ہند میں نمایاں کارنامے انجام دینے کا جھوٹ سب سے پہلے ''ترجمان اہلسنت کراچی جنگِ آزادی نمبر جولائی ۱۹۷۵ء'' نے گھڑا اور بعد میں اسی ماہنامہ کے حوالے سے اس جھوٹ کو پھیلایا گیا، اس بات کا انکشاف کہ رضا علی خان صاحب نے تحریکِ آزادی ۱۸۵۷ء میں کارہائے نمایاں انجام دیے تھے سب سے پہلے اسد نظامی نے ترجمان اہلِ سنت جنگ آزادی نمبر میں کیا اور دلچسپ بات یہ کہ بعد کے بریلوی محققین نے انہی کی تحقیق پر اعتماد کیا اور اس سلسلے میں مزید کوئی پیش رفت نہیں کی، حالانکہ یہ بہت اہم انکشاف تھا ''پر'' سے ''پرندہ'' بنانے میں ماہر بریلوی محققین نے نہ جانے کن مصلحتوں کی بناء پر اس عنوان کو اپنی تحقیق کا موضوع نہیں بنایا...... کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے!!!!

بہرحال بریلوی حضرات نے اپنی عادتِ بد کے مطابق اس باب میں کیا کیا جھوٹ بولے پڑھتے جائیں:

''حضرت مولانا شاہ رضا علی صاحب...... آپ کا اسم گرامی برطانوی حکمرانوں کے لیے سم قاتل کی حیثیت رکھتا تھا، کیونکہ آپ نے فرنگی تسلط کے خلاف مجاہدین آزادی کی نہ صرف بھرپور حمایت کی، بلکہ ہراول دستے کی حیثیت سے جنگِ آزادی میں پیش پیش رہے، تاریخی اوراق آپ کو مجاہد کبیر کے نام سے موسوم کرتے ہیں''۔ (ترجمان اہلسنت کا جنگِ آزادی نمبر، ص ۶۷، از اسد نظامی)

مزید لکھتے ہیں:

''آپ تمام عمر انگریز سامراجیت کے خلاف برسرِپیکار رہے، آپ ایک بہترین جنگ جو اور بیباک سپاہی تھے، لارڈ ہسٹنگ آپ کا نام سن کر کانپتا تھا، جنرل ہڈسن نے آپ کا سر قلم کرنے کا انعام پانچ سو روپیہ مقرر کیا، مگر اپنے مقصد میں ناکام رہا، آپ کے احاطے سے انگریزوں نے گھوڑے چوری کر لیے تھے، کیونکہ آپ نے گھوڑے مجاہدین کے لیے وقف کیے ہوئے تھے''۔

(ترجمان اہل سنت، جنگ آزادی نمبر، جولائی ۱۹۷۵ء)

بقول اسد نظامی ۱۲۵۰ھ مولانا شاہ احمد اللہ مدراسی رحمۃ اللہ علیہ اور جنرل بخت خان نے مراد آباد پر حملہ کیا تو آپ اسی لشکر کے ساتھ شریک جہاد

تھے، جنرل ہڈسن نے آپ کے سر کی قیمت پانچ سو (۵۰۰) مقرر کی تھی، موصوف ڈاکٹر ملی سن مؤرخ کی کتاب ''رپورٹ ان دی ہند'' کے ص (۱۲۰) کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انگریز مؤرخ ملی سن نے رضا علی خان کے متعلق لکھا کہ مولوی رضا علی خان اگر اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ مل کر ہمارا مقابلہ نہ کرتا تو بریلوی پر ہمارا قبضہ بہت آسان تھا، ان کی وجہ سے انگریزی فوج کو بے حد مزاحمت اور کشت وخون کا دریا عبور کرنا پڑا، نیز آپ نے مجاہدین کو پچیس (۲۵) گھوڑے انگریزوں پر شب خون مارنے کے لیے دیے اور مجاہدین کے قیام وطعام کا بندوبست آپ ہی کے گھر پر ہوتا۔ (ترجمان اہلسنت کا جنگِ آزادی نمبر، ص ۶۸)

گویا بریلی کے جہاد کا اصل سہرا مولوی رضا علی خان کے سر ہے، بقول انگریز مؤرخ اگر رضا علی خان نہ ہوتے تو بریلی کب کا فتح ہو جاتا، انگریز نے آپ کے سر کی قیمت پانچ سو (۵۰۰) روپے مقرر کی تھی۔

ان کے بیٹے نقی علی خان کے متعلق لکھا گیا کہ:

''ملک سے انگریز کو باہر کرنے کے لیے ہند کے علماء کی ایک جہاد کمیٹی بنائی گئی، انگریزوں کے خلاف عملاً جہاد کا آغاز کرنے کے لیے جہاد کمیٹی نے جہاد کا فتویٰ صادر کیا، اس جہاد کمیٹی میں مولانا رضا علی خان، علامہ فضل حق خیرآبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا نقی علی خان، مولانا شاہ احمد اللہ مدراسی، مولانا سید احمد مشہدی بدایونی ثم بریلوی، جنرل بخت خان وغیرہا کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں''۔

(مولانا نقی علی خان حیات اور علمی وادبی کارنامے، ص ۱۰۲، ۱۰۳)

مزید لکھتے ہیں:

''آپ (نقی علی خان) نے اپنی انگریز مخالف تقاریر سے مسلمانوں میں جہاد کا جوش وولولہ پیدا کیا، بریلی کا جہاد کامیاب ہوا اور انگریزوں کو مسلمانوں نے شکست دی اور بریلی چھوڑنے پر مجبور کر دیا''۔

(مولانا نقی علی خان کی حیات اور شخصیت، ص ۱۰۳)

یا خدایا! ''بریلی میں انگریز کو شکست ہوگئی تھی اور وہ بھاگ گیا تھا'' ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے؟ اس گھٹیا تاریخ نویسی پر سوائے سر پیٹنے کے اور کیا کیا جا سکتا ہے؟ ہمارا واسطہ اس قسم کے جاہلوں اور حقائق کو مسخ کرنے والوں کے ساتھ پڑ گیا ہے۔

بہر حال یہ سارے افسانے محض جھوٹ کے پلندے ہیں، تاریخ میں بریلی کے دیگر نامور مجاہدین کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ موجود ہے، بریلی کے جتنے مجاہدین کے نام لیے مثلاً مولوی احمد اللہ شاہ مدراسی، جنرل بخت خان، مفتی عنایت احمد کاکوروی ان سب کے کارناموں سے تاریخ کی کتب بھری پڑی ہیں، مگر ان میں کہیں بھی اس جہاد کمیٹی کے صف اول کے مجاہد بقول فرقہ رضائیہ یعنی رضا علی خان ونقی علی خان کا کہیں نام نہیں ملتا، اس جھوٹ کی سب سے پہلے بنیاد رکھنے والے ترجمان اہلسنت والوں نے اپنے رسالے کے آخر میں جنگ آزادی پر لکھی جانے والی ایک سو تین (۱۰۳) کتب کی فہرست دی، مگر کیا کسی بریلوی مؤرخ میں ہمت ہے کہ کم از کم انہی کتب میں (جن کو بریلوی علماء نے نہ لکھا ہو) سے ان دونوں حضرات کے اس قسم کے کارناموں کا ثبوت دے دے؟ کیا اسد نظامی صاحب یا ان کے ''متبعین'' تاریخ کے ان نادر اوراق'' کی طرف ہماری رہنمائی کرنا گوارا کریں گے جس پر ''مولوی رضا علی خان'' کو ''مجاہد کبیر'' لکھا گیا ہو، جھوٹ کی انتہا ملاحظہ ہو کہ:

''انگریز نے آپ کے احاطے سے گھوڑے چرا لیے تھے، کیونکہ وہ گھوڑے رضا علی خان نے مجاہدین کے لیے وقف کر رکھے تھے''۔

حالانکہ مجاہدین کی بغاوت پر انگریزوں کو بریلی میں گھسنے کی ہمت نہ ہوئی، ۶ رمئی ۱۸۵۷ء کو انگریز نے بریلی فتح کر لیا تھا مگر اس دن خوف و خونریزی کے مارے اسے شہر میں داخل ہونے کی جرأت نہ ہوئی اور انگریز ۷ رمئی کو شہر میں داخل ہوئے۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، نواب خان بہادر خان ص ۱۴۱، ۱۴۲)

گھوڑے نہ ہوئے کسی مندر کا پرشاد یا مزار کی اگربتی ہوگئی، گورے شہر میں داخل ہوئے بڑے مزے سے احاطے سے گھوڑے نکالے، جیب میں ڈالے اور خراماں خراماں چل دیے، مولوی رضا علی خان صاحب کی اس سے بڑی نااہلی اور کیا ہو سکتی ہے کہ عین جنگ کی حالت میں جبکہ رضا علی خان صاحب چیف کمانڈر تھے ان کے گھر میں دشمن گھسے قیمتی جنگی سامان لے گئے اور کمانڈر صاحب کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی، یاللعجب۔ کاش بریلوی جھوٹ کی صفت کے ساتھ کچھ عقل بھی مستعار لے لیتے!

پھر نہ تو تاریخ میں اور نہ ہی دنیا میں کہیں کسی ایسے فتوے کا وجود ہے جس پر جہاد کے لیے مولوی رضا علی خان یا مولوی نقی علی خان کے دستخط ہوں، اسد نظامی صاحب نے جس انگریز مؤرخ ڈاکٹر ملی سن اور ان کی جس کتاب ''رپورٹ ان دی ہند'' کا تذکرہ کیا ہے باوجود تلاش نہ تو یہ کتاب ہمیں مل سکی نہ مذکورہ انگریز مؤرخ کا تذکرہ کہیں مل سکا، اسد نظامی صاحب جھوٹے حوالے گھڑنے میں ید طولیٰ رکھتے تھے، نواب احمد رضا خان کے حق میں علمائے دیوبند کی طرف منسوب حوالے ہماری معلومات کے مطابق سب سے پہلے انہوں نے ہی گھڑے تھے جن کا رد میں اپنی کتاب ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول'' میں کر چکا ہوں۔ اور الحمدللہ اب رضاخانویں نے بھی تسلیم کر لیا کہ ہاں واقعہ یہ حوالہ جات جھوٹ پر مبنی ہیں۔ اس لئے قرین قیاس یہی ہے کہ یہ ''رپورٹ ان دی ہند'' جیسے بدھے نام والی کتاب بھی گھڑی ہوئی ہے۔

جنرل ہڈسن جیسا ظالم جنرل جو مغل شہزادوں کا قاتل تھا، کی طرف سے کسی کے سر کی قیمت پانچ سو مقرر کرنا کوئی معمولی اعلان نہ تھا، مگر یہ انکشاف پہلی دفعہ ۱۹۷۵ء میں اسد نظامی نے کیا، یہ اسد نظامی کا خالص جھوٹ ہے جس کا انجام یقیناً وہ اس وقت قبر میں بھگت رہے ہوں گے۔ ہماری معلومات کے مطابق مولوی رضا علی خان صاحب وہ واحد مجاہد تھے جن کے سر کی قیمت جنرل ہڈسن نے مقرر کی تھی، کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ اتنی اہمیت کے حامل کمانڈر اور اتنا اہم واقعہ تاریخ سے پوشیدہ رہ جائے؟ سب بناوٹی افسانے ہیں!

''نیز ۱۲۵۰ھ یعنی ۱۸۳۴ء میں مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی و جنرل بخت خان مرحوم نے مراد آباد پر حملہ کیا تو رضا علی خان ان کے ساتھ تھے''۔

یہ انکشاف پہلی دفعہ ہمارے سامنے ہوا کہ ۱۲۵۰ھ میں جنرل بخت خان اور مولوی احمد اللہ صاحب مدراسی نے مل کر مراد آباد پر حملہ کیا اور انگریز فوج پسپا ہو کر رامپور فرار ہوگئی، اس اہم انکشاف کا ماخذ مولوی محمد احسن دہلوی کا مضمون بنا، یعنی جھوٹے کا گواہ جھوٹا! حالانکہ بخت خان ۱۸۵۶ء تک انگریز فوج میں اہم عہدے پر رہا تو ۱۲۵۰ھ میں انگریز پر کیسے حملہ کر سکتا ہے؟ وہ بھی احمد اللہ شاہ مدراسی مرحوم کے ساتھ یا خدایا!!!!! احمد اللہ شاہ مدراسی صاحب دل میں جہاد کا جذبہ تو لیے ہوئے تھے، مگر ۱۸۵۷ء سے پہلے کسی جنگ میں آپ کا حصہ نظر نہیں آتا، یہی حال جنرل بخت خان کا ہے، ۱۸۵۷ء سے پہلے احمد اللہ شاہ مدراسی مرحوم نے لکھنؤ، کانپور، دلی کا سفر کیا، اگر اس قسم کی کسی سرگرمی میں ملوث ہوتے تو اس طرح کی آزادانہ چہل قدمی کسی صورت ممکن نہ تھی، انگریزوں کے ساتھ افغانوں کی پہلی جنگ ۱۸۳۹ء تا ۱۸۴۲ء میں ہوئی، جنرل بخت خان انگریز توپ خانے کا افسر تھا، (۱۸۵۷ کے مجاہد، ص ۱۶۵) تو ۱۲۵۰ھ بمطابق ۱۸۳۴ء میں احمد اللہ شاہ مدراسی کے ساتھ مراد آباد پر حملہ کیسے کر سکتا ہے؟ اس

بھیانک تاریخ نویسی پر کوئی مستند حوالہ پیش کر کے کیا کوئی رضاخانی ہمارا منہ بند کرنے کی جرأت کرے گا؟

تاریخ میں جنرل بخت خان کا مراد آباد آنا ملتا ہے، مگر وہ ہنگامہ آزادی کے دوران ۱۶؍ جون کو مراد آباد آئے، مگر حملے کی نیت سے نہیں بلکہ مجاہدین کے آپسی اختلافات کو ختم کرنے جس میں مجاہد کبیر جنرل بخت خان شہید ناکام رہے۔

اسد نظامی نے خود لکھا کہ انگریزوں نے جب بریلی پر قبضہ کرلیا تو بچے کچے مجاہدین کو شہید کرنا شروع کر دیا، جو مجاہدین آزادی ہندان کے ہاتھ آئے انہیں بندوق کی گولی سے اڑا دیا، رضا علی خان اپنی حویلی میں محصور ہو گئے، انگریز نے آپ کا سر قلم کرنے کی بہت کوشش کی، مگر جب آپ کی حویلی میں داخل ہوئی تو آپ کو نہ پایا (کرامۃً ان کو نظر نہ آئے) اور پھر آپ وہیں اندر اپنی حویلی ہی کے اندر قیام پذیر رہے"۔ (ماخوذ ترجمان اہلسنت کا جنگ آزادی نمبر، ص ۱۷)

ان سب باتوں کا بطلان ہم خود بریلوی مؤرخ ہی کے حوالے سے پیش کر دیتے ہیں، چنانچہ مولوی نقی علی خان کے سوانح نگار لکھتے ہیں:

"روہیلہ دور کے شاہی خاندان کے آخری چشم و چراغ مفتی محمد عیوض صاحب کی ۱۸۱۶ء میں انگریزوں سے شکست کھانے کے بعد مسند افتاء خالی تھی، ۱۸۱۶ء میں مفتی محمد عیوض بریلی سے ٹونک تشریف لے گئے اور ۱۸۱۸ء میں وہیں فوت ہوئے، ایسے نازک دور میں امام العلماء مولانا رضا علی خان نے مسند افتاء کو رونق بخشی آپ اپنے دور میں مرجع فتویٰ تھے"۔ (مولانا نقی علی خان حیات اور علمی و ادبی کارنامے، ص ۷۸)

جب آپ مرجع خلائق تھے تو یہ کس طرح تصور کیا جاسکتا ہے کہ انگریز جو آپ کے خون کا پیاسا تھا اور مجاہد کو دیکھتے ہی گولی مار دیتا اس نے آپ کو بخش دیا ہوگا؟

ایک اور دلچسپ صورتحال ملاحظہ ہو کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے پہلے بریلی کے مفتی اعظم مفتی محمد عیوض (عوض بھی آیا ہے) مرحوم کی سربراہی میں ظالمانہ ٹیکس کے خلاف پورا بریلی کھڑا ہو گیا اور مفتی صاحب مرحوم کی سربراہی میں علم جہاد بلند کیا، مگر کسی بریلوی مؤرخ نے اس معرکہ جہاد میں رضا علی خان کے کارناموں کا ذکر نہیں کیا، کیوں؟ اس کی وجہ یہ سمجھ آتی ہے کہ ان علم کے کوروں کو ۱۸۵۷ء سے قبل کسی جنگ آزادی کا علم ہی نہیں، ورنہ ناممکن تھا کہ اس کے متعلق افسانے نہ گھڑتے، اب بریلوی ہمیں جواب دیں کہ مولوی رضا علی خان اگر واقعی اتنے بڑے حریت پسند تھے تو مفتی عیوض صاحب مرحوم کے ساتھ مل کر جہاد کیوں نہ کیا؟ اور انگریز کے اس سب سے بڑے باغی کی مسند پر آخر اتنے آرام سے بیٹھ کیسے گئے؟

ڈاکٹر محمد محسن لکھتے ہیں کہ:

"انگریز کے خلاف جہاد کی وجہ سے انگریز نے آپ کی ساری جائیداد ضبط کر کے والی رامپور کو دے دی تھی"۔

(ماخوذ مولانا نقی علی خان، ص ۸۱)

مگر کتنی تعجب کی بات ہے کہ بریلی کی یہ حویلی جو مجاہدین کی سرگرمیوں کا گڑھ اور جہاد آزادی کے صف اول کے مجاہد کا گھر تھا انگریز کی دست و برد سے بالکل سلامت رہی اور انگریز کے اس دشمن نے اپنی بقیہ زندگی بڑے سکون سے اس حویلی ہی میں گذاری۔

بریلویوں نے انتہائی ذہانت کا ثبوت دیتے ہوئے اس عقدہ کو یوں حل کیا کہ چونکہ رضا علی خان انگریز کو نظر نہیں آتے، جب بھی انگریز آپ کو تلاش کرنے آتا آپ غائب ہو جاتے اس لیے انگریز کے ہاتھ نہ آئے۔ (مولانا نقی علی خان، ص ۸۱)

ظاہر ہے کہ اب اس پر ہم جیسا ایک غریب محقق کیا لکھ سکتا ہے؟ اگر بریلوی حضرات یوں لکھ لیتے کہ رضا علی خان اپنے دور میں خود توپ خانہ بن جاتے، جب بھی انگریز فوج آپ کو پکڑنے آتی آپ پھٹ پڑتے اور انگریزی فوج کے چیتھڑے اڑا دیتے تو بھی ہم ان کا بھلا کیا بگاڑ سکتے؟ قلم ان کے ہاتھ میں ہے جو چاہے لکھیں!!

ظفرالدین بہاری لکھتے ہیں:

''فتنہ ۱۸۵۷ء کے بعد جب انگریزوں کا تسلط ہوا اور انہوں نے شدید مظالم کئے تو لوگ ڈر کے مارے پریشان پھرتے تھے، بڑے لوگ اپنے اپنے مکانات چھوڑ کر گاؤں وغیرہ چلے گئے، لیکن حضرت مولانا رضا علی خان...... محلہ ذخیرہ اپنے مکان میں برابر تشریف رکھتے تھے اور پنج وقتہ نمازیں مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے، ایک دن حضرت مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ادھر سے گوروں (انگریزوں) کا گذر ہوا خیال ہوا کہ شاید مسجد میں کوئی شخص ہو تو اس کو پکڑ کر پیٹیں، مسجد میں گھسے ادھر ادھر گھوم آئے بولے کہ مسجد میں کوئی نہیں ہے''۔

(حیات اعلیٰ حضرت جلد اوّل ،ص ۸۶،۸۷)

ظفرالدین بہاری صاحب کے بقول یہ واقعہ صرف ایک دفعہ کا ہے اور وہ بھی مسجد کا جب کہ اسد نظامی اور ڈاکٹر محسن صاحب کے بقول جب بھی انگریز آتا، اس کرامت کا ظہور ہو جاتا اور موصوف نے اپنی حویلی ہی میں وقت گذارا۔ کاش کہ رضا علی خان صاحب سے ایسی کرامت کا بھی ظہور ہوتا جس سے انگریز کو شکست ہو جاتی، نیز انگریز کا جاسوسی نظام دیکھیں کہ ان کے صف اوّل کا دشمن اور ان کو کشت وخون کا دریا عبور کرانے والا مجاہد بڑے مزے سے بریلی میں گھوم رہا ہے اور انگریز سرکار کو کچھ علم ہی نہیں۔

یاد رہے کہ ۱۸۵۷ء کے جہاد میں بریلی کے اہم مجاہدین میں سے صرف مولوی رضا علی خان اور مولوی نقی علی خان ہی ایسے نادر مجاہد تھے جنہوں نے انگریزوں کو ناکوں چنے چبوانے کے بعد بھی بڑے سکون کے ساتھ بریلی میں بقیہ زندگی گذاری، یہ بھی یاد رہے کہ رضا علی خان تو نظر نہ آتے اس لئے بچ گئے، لیکن نقی علی خان یا گھر کے دیگر افراد کے بارے میں اس کرامت کا دعویٰ نہیں تو وہ کیسے بچ گئے؟؟؟؟

خود بریلوی لکھتے ہیں:

''بہت کم ایسے مسلمان تھے جو سپاہیانہ شان نہ رکھتے ہوں اور پھانسی سے بچے ہوں، پشاور سے لے کر شرق وشمال تک شاید ہی کوئی مالدار، مولوی، نمازی مسلمان ہوگا جو نہ پکڑا گیا ہو، دس برس تک برابر ہندوستان کے مسلمانوں پر قیامت صغریٰ برپا رہی''۔

(ترجمان اہلسنت جنگ آزادی نمبر ،ص ۴۶)

نواب آصف الدولہ نے جب انگریز کے ساتھ مل کر روہیلوں کو شکست دی تو تین ہزار روہیلہ مسلمانوں کو شہید کیا۔ بریلی میں حافظ الملک حافظ رحمت خان مرحوم کے پوتے نواب خان بہادر خان شہید مرحوم کو پھانسی دی گئی، مولوی احمد اللہ مدراسی، جنرل بخت خان کو شہید کیا گیا، مفتی عنایت احمد کاکوروی مرحوم کو کالا پانی میں قید کیا گیا، تیس ہزار مسلمانوں کو پھانسی دی گئی۔

(ترجمان اہلسنت کا جنگ آزادی نمبر ،ص ۱۰۴)

نواب نیاز احمد ہوشربا اپنی کتاب ''تاریخ روہیل کھنڈ (انجمن ترقی اردو کے کتب خانے میں محفوظ ہے) لکھتے ہیں: ''فوج عربی نے مئی

۱۸۵۸ء کو داخل ہو کر حکم غارت گری اور جرنیلی (مارشل لاء) نافذ کیا اضلاع روہیل کھنڈ میں باغیوں نے ایسی سخت سزائیں پائیں کہ اب ساکنان روہیل کھنڈ کا بغاوت کرنا تو ایک طرف کبھی بغاوت کا نام تک زبان پر نہ لائیں''۔

(ترجمان اہلسنت کا جنگ آزادی نمبر،ص ۱۰۸)

نواب خان بہادر خان کی کوٹھی مسمار کر دی گئی، حتیٰ کہ بڑے میر خان نامی ایک مجاہد انگریز کے قبضہ کے بعد روپوش ہو گئے، بنارس میں خفیہ ملازم رہے، ۱۸۷۶ء یعنی جنگ آزادی کے بیس (۲۰) سال بعد بریلی آئے شادی کی ایک صاحبزادہ نظیر خان پیدا ہوئے، کسی نے جاسوسی کر دی سال بھر ہی میں گرفتار ہو گئے اور انگریز نے پھانسی کی سزا دی۔

(نواب خان بہادر خان شہید''ص ۱۵۱)

مگر اس روہیل کھنڈ کے صدر مقام بریلی کے سب سے بڑے دو مجاہد جن کے سر کی قیمت پانچ سو (۵۰۰) مقرر تھی، یعنی رضا علی خان و نقی علی خان سب سے پرسکون زندگی گذار رہے تھے۔

پروفیسر اسد نظامی لکھتے ہیں:

''آپ کے متعلق ایک دیوبندی مؤرخ ان الفاظ میں رقمطراز ہے: **"الشيخ الفاضل رضا علي بن كاظم علي بن أعظم شاه بن سعادة يار الأفغاني البريلوي، كان من طائفة بريج وهم قوم أفغانيون، دخل الهند أحد أسلافه فنال رتبة في العسكرية، فنال رتبة العسكرية** کے لفظ سے مترشح ہے کہ آپ عمر بھر باطل قوتوں کے خلاف جہاد کرتے رہے''۔

(ترجمان اہلسنت کا جنگ آزادی نمبر،ص ۶۸)

اسے کہتے ہیں ''پر'' سے ''پرندہ'' مولانا عبدالحیٔ حسنی بریلوی مرحوم یہ جملہ مولوی رضا علی خان کے لیے نہیں، بلکہ ان کے اسلاف کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ ہند آنے پر یہ عسکری عہدوں پر فائز ہوئے، مولوی عبدالحیٔ حسنی صاحب مرحوم کے پیش نظر مولوی رحمان علی کی تذکرہ علمائے ہند ہے جیسا کہ وہ خود آگے چل کر کہتے ہیں: **"كما في تذكرة العلماء"** (نزہۃ الخواطر، ج۷،ص ۹۷۳)

لکھتے ہیں۔ اور ہم ما قبل میں ثابت کر آئے ہیں کہ خان صاحب کے خاندان کا اہم عہدوں پر فائز رہنا جھوٹ ہے، جن مؤرخین نے ایسا لکھا ہے انہوں نے خان صاحب کے گھر کی جھوٹی شہادتوں پر یا رحمان علی کی تذکرہ علمائے ہند پر اعتماد کرتے ہوئے ایسا لکھ دیا ہے، بہرحال عبدالحیٔ صاحب کے اس جملے کا سیدھا سادھا مطلب یہ ہے کہ شیخ رضا علی خان کے اسلاف عسکری عہدوں پر فائز رہے، اب اسد نظامی صاحب نے اس سے ایک ناول بنا دیا کہ اس جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ساری زندگی باطل کے خلاف جد وجہد میں برسر پیکار رہے، **انّا للہ و انّا الیہ راجعون**۔ اس ایک مثال سے اندازہ لگا لیں کہ اسد نظامی صاحب نقل میں کس قدر بددیانت واقع ہوئے ہیں۔

# انگریز نوازی

## نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی کی انگریز نوازی

قارئین کرام! آپ نے ما قبل کی ساری تفصیل سے معلوم کرلیا کہ خان صاحب بریلوی کے مورث اعلیٰ نادر شاہ غارت گر کے ساتھ آئے، جس نے ہند میں سنّیوں کی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

اسی طرح بریلی کی تاریخ میں آصف الدولہ کا نام ہمیشہ حقارت و ذلت سے لیا جاتا رہے گا، یہ وہ بدبخت ہے جس نے انگریزوں کے ساتھ مل کر تین ہزار روہیل کھنڈوں کو موت کے گھاٹ اتارا، آصف الدولہ نے انگریز افسران:

(۱) کرنل جارج برگنٹن (۲) میجر تھامس پالٹن (۳) کپتان جان مولی (۴) کپتان نارمیکلیڈ (۵) کپتان جان تژونت (۶) لیفٹیننٹ انڈر یو کمنگز (۷) لیفٹیننٹ ایڈمنڈ ویلز (۸) لیفٹیننٹ ولیم ہنگسمن (۹) لیفٹیننٹ ریچارڈس (۱۰) لیفٹیننٹ جارج پلمر (۱۱) لیفٹیننٹ برح (۱۲) لیفٹیننٹ اڈمل (۱۳) لیفٹیننٹ ایڈورڈ یگر (۱۴) لیفٹیننٹ فلیرورکر (۱۵) لیفٹیننٹ جیمس فلمر...... کے ساتھ مل کر رامپور اور بریلی پر چڑھائی کی، اس جنگ میں انگریز و آصف الدولہ کے خلاف روہیلے مسلمان خوب داد شجاعت دیتے رہے، انگریز فوج میں گھس کر ان کو گاجر مولی کی طرح کاٹا، جن انگریز فوجی افسروں کے نام اوپر لکھے گئے ہیں ان سمیت مزید پچاس افسران، ڈھائی سو انگریز فوجی اور ستره سو مقامی سپاہیوں کو جہنم واصل کیا، کرنل جارج برگنٹن جو سلطان ٹیپو شہید کے خلاف جنگوں کی وجہ سے ایک نام پیدا کر چکا تھا نجو خان کے ہاتھوں جہنم واصل ہوا۔ (ماخوذ از تاریخ روہیل کھنڈ و بریلی ص ۱۸۱ تا ۱۸۳)

مگر افسوس کہ جب روہیلہ مسلمان یہ سمجھے کہ انگریز کو شکست ہوگئی اور مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے تو انگریز نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے توپ خانے سے سخت گولہ باری کی اور جیتی ہوئی جنگ مسلمان ہار گئے، اس جنگ میں مسلمان کا کس قدر خون بہایا گیا، مولوی عبدالعزیز بریلوی لکھتے ہیں: ”آصف الدولہ جب میدان جنگ میں پہنچا تو اس نے تین ہزار انسانوں کا دریائے خون دیکھا، روہیلہ لاشوں کے دفن کا انتظام بہادر علی سے کرایا لوگوان بھٹورہ ملا کر اس جگہ کا نام بھی فتح گنج رکھا گیا، یہ نجو خانی جنگ کے نام سے مشہور ہوئی، فتح گنج کا میدان روہیلہ شجاعت کا دوسرا مشہد ہے“۔ (تاریخ روہیل کھنڈ و بریلی ص ۱۸۴)

اس ساری تفصیل کے بعد کتاب کے شروع میں آپ نے یہ پڑھ لیا ہوگا کہ نواب احمد رضا خان بریلی کے پردادا حافظ کاظم علی خان صاحب بریلی اسی غدارِ وطن و غدارِ ملت نواب آصف الدولہ کے خاص وزیر تھے، گویا اس ساری خون ریزی میں اس کے ہاتھ پوری طرح رنگے ہوئے تھے۔

پروفیسر سلیمان بدایونی کے بقول خان صاحب کے آباء واجداد خصوصاً حافظ کاظم علی خان کو جو جاگیر و زمینیں دی گئیں یہ اسی انگریز کے ساتھ

مل کر روہیل کھنڈ کی فتح کے لیے دعاؤں کے صلہ میں دی گئی تھیں۔ (مجلہ العلم جنوری تا مارچ ۱۹۵۸ء ص ۱۱۸) اناللہ وانا الیہ راجعون

## کاظم علی خان صاحب پر انگریز کا اعتماد:

مولانا ظفرالدین بہاری صاحب لکھتے ہیں: ''حضرت کاظم علی خان صاحب شہر بدایوں کے تحصیلدار تھے اور یہ عہدہ آج کل کی کلکٹری کے قائم مقام تھا، دوسوسواروں کی بٹالین خدمت میں رہتی، آٹھ گاؤں جاگیر کے (مغل) شاہی دربار سے دوامی خراجی معافی عطا ہوئے تھے، وہ اس جدوجہد میں دیے گئے تھے کہ سلطنت مغلیہ اور انگریزوں میں جو کچھ مناقشات تھے، ان کا تصفیہ ہوجائے، چنانچہ اسی تصفیہ کے لیے حضرت حافظ صاحب کلکتہ تشریف لے گئے تھے''۔ (حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۸۳،۸۴)

ماقبل کی تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ انگریزی ایجنٹ نواب آصف الدولہ کے اس خاص وزیر حافظ کاظم علی خان پر انگریز کو بے انتہاء اعتماد تھا اور سلطنت مغلیہ سے مزید مراعات دلوانے کے لیے انگریز نے گفت وشنید کے لیے حافظ کاظم علی خان کو اپنا نمائندہ مقرر کیا ہوگا اور کاظم علی خان صاحب اس مقصد میں کامیاب ہوگئے ہوں گے، جس کے عوض ان کو اس کثیر جائیداد اور اس اہم عہدے سے نوازا گیا۔

## انگریز اور نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی:

نواب احمد رضا خان بریلوی کی رگوں میں اسی کاظم علی خان، رضا علی خان اور نقی علی خان کا خون دوڑ رہا تھا جنہوں نے انگریز کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا، چنانچہ خان صاحب نے اپنے آباؤ و اجداد کی اس روایت کو برقرار رکھا، اب چونکہ انگریز پوری طرح ہندوستان پر قابض ہوچکا تھا، اس لئے تیر وتفنگ کی جنگ کا خوف نہ تھا، اب انگریز نے دوسرا منصوبہ بنایا کہ ان باغی مجاہدین کو عام مسلمانوں کی نظروں میں اس طرح بدنام کیا جائے کہ دوبارہ ان کی ایک آواز پر لبیک کہتے ہوئے گورے کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کرسکیں۔

چنانچہ اس کے لیے سب سے پہلے ہند کی سرزمین پر علم بغاوت بلند کرنے والے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ و حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء کو ''وہابی'' یعنی انگریز کی اصطلاح میں بدمذہب، گستاخِ رسول ﷺ، دین بیزار، وحشی کہہ کر بدنام کرنے کی کوشش کی گئی، پورے ملک میں اس پروپیگنڈے کو عام کرنے کے لیے نواب احمد رضا خان اور ان کے رفقاء کی ڈیوٹیاں لگائی گئیں، ساتھ ہی ساتھ شاملی کے میدان میں انگریز کو ناکوں چنے چبوانے والے قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر اکابر دیوبند کو اس طرح بدنام کرنے کی کوشش کی گئی کہ ان کو بھی وہابی، گستاخِ رسول ﷺ اور منکرین ختم نبوت کہا گیا معاذ اللہ۔ خان صاحب اس مکروہ سازش کے صف اول کے لیڈر رہے، ایک طرف انگریز نے خان صاحب کے ذریعہ ان مجاہدین آزادی کو بدنام کرنے کی پوری کوشش کی تو دوسری طرف اپنے ایک اور خاندانی وفادار مرزا غلام احمد قادیانی کے ذریعہ جہاد کو حرام قرار دلوایا، نواب احمد رضا خان اور مرزا غلام احمد قادیانی کی انہی مشترکہ کوششوں کا آج یہ ثمرہ ہے کہ ان کے ماننے والے پوری دنیا میں جذبۂ جہاد اور مجاہدین آزادی کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ خان صاحب کا مشن ہندوستان میں ''تفریق بین المسلمین'' کے سوا کچھ نہ تھا موصوف نے انگریز کے خلاف اٹھنے والی اور

مسلمانوں کے فلاح کیلئے چلنے والی ہر تحریک و ادارے کی مخالفت کی اور اسے کفر کے گھاٹ اتارا، موصوف نے صرف علمائے دیوبند کو ہی کافر نہیں بتلایا بلکہ اپنے ہی ہم مسلک بدایونی و رامپوری علما و فرنگی محلی علما پر بھی کفر کے تیر برسائے۔ اور ان کے اس مشن کو آج تک ان کی اولاد لیکر چل رہی ہے۔

نواب احمد رضا خان نے انگریز کے اشارے پر تفریق بین المسلمین کا یہ کھیل کیسے کھیلا ؟ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو:

## نواب احمد رضا خان کے تکفیری افسانے کی حقیقت:

متحدہ ہندوستان میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ تک آزادی کی جدوجہد کے ضمن میں تاریخ کا ایک روشن و تابندہ باب رقم ہے، انگریز سامراج کے خلاف ان علماء کی قربانیوں سے پاک و ہند کی کتب تاریخ بھری پڑی ہیں، انگریز نے اس ''جذبہ حریت'' کو ختم کرنے کے لیے دو کام کیے ایک طرف قادیان میں ایک ایسے کذاب و دجّال کو پروان چڑھایا جس نے صاف لفظوں میں انگریز حکومت کو رحمتِ الٰہی اور اس کے خلاف جہاد کرنے کو حرام اور نمک حرامی سے تعبیر کیا، جبکہ دوسری طرف بریلی کے اندر ایک غیر معروف شخصیت نواب احمد رضا خان بریلوی کو کھڑا کیا جس نے میدانِ کارزار میں انگریز کی نیندیں حرام کرنے والے ولی اللّٰہی فکر سے وابستہ علمائے اہل السنۃ دیوبند کو وہابی اور گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر خوب بدنام کرنے کی کوشش کی، انگریز کا مقصد اس مکروہ سازش سے یہ تھا کہ قادیان کی طرف جانے والے تو جہاد اور انگریز حکومت کے خلاف سیاسی جدوجہد سے یکسر ہی منحرف ہو جائیں گے، جبکہ وہ لوگ جن کو قادیان کی جھوٹی نبوت ہضم نہ ہو یا تو بریلی کے نواب احمد رضا خان کے پروپیگنڈے سے متأثر ہو کر ان علمائے حریت سے سوئے ظن میں مبتلا ہونے کے بعد کنارہ کشی اختیار کرلیں گے یا آپس میں اس طرح دست و گریباں ہو جائیں کہ ان کے اتحاد کا شیرازہ بکھر جائے گا اور یوں ہمارے خلاف مسلمانوں کا متحدہ محاذ کمزور پڑ جائے گا، یہ بات بندہ کسی مفروضے کی بنیاد پر نہیں کہہ رہا، بلکہ بریلوی شیخ الحدیث پیر غلام رسول قاسمی، مفتی حزب الاحناف مفتی غلام حسن قادری، بریلوی مناظر اسلام مولانا سعید احمد اسد، صدر جمعیۃ علماء پاکستان صاحبزادہ ابوالخیر کے مشورے وایماء پر شائع ہونے والی کتاب ''مسلک اربابِ حق'' میں برملا اس تاریخی حقیقت کا اقرار کیا گیا ہے اور احمد رضا خان صاحب کے اس تکفیر بازی کے متعلق صاف کہا: ''دراصل یہ انگریز کے دور میں پھیلایا ہوا فتنہ ہے کہ کسی طرح مسلمانوں میں باہمی اخوت و محبت اور دینی و ملّی اتحاد کا شیرازہ بکھر جائے، چنانچہ اس وقت کے نصاریٰ اور ہنود کی کوششیں کامیاب ہو گئیں اور آج بھی کسی نہ کسی شکل میں ملّی اتحاد کا فقدان ہے''۔ (مسلک ارباب حق، ص ۲۹۹)

شمشاد حسین رضوی لکھتا ہے: ''۱۸۵۷ء میں تحریک آزادی کے ناکام ہو جانے کے بعد ہندوستان کی سیاست اور قیادت میں پژمردگی سی چھا گئی تھی، اس میں سب سے زیادہ نقصان مسلمانوں کا ہوا انگریز حکمرانوں نے نہایت ہی ہوشیاری اور دانشمندانہ طریقوں سے مسلمانوں کو کمزور و ناتواں کرنے کی کوشش شروع کر دی...... انگریز اور ان کے ہمنوا ہندوستانی مسلمانوں اور اہلسنّت و جماعت کے اکابر علماء کو اپنا کٹر مخالف اور اپنے ناپاک منصوبوں کی تکمیل میں زبردست روڑا تصور کرتے''۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا منظر اسلام نمبر، ص ۷۶)

وہ کٹر مخالف اہلسنّت علماء کون تھے؟ تاریخ کا ادنیٰ طالب علم بھی اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے، بلکہ اب تو وہ سارا ریکارڈ بھی خود انگریز کی طرف سے شائع ہو گیا ہے، مزید اس کتاب میں وقتاً فوقتاً اپنے اپنے مقام پر اس کی تفصیل آرہی ہے۔

انگریز نے کیا کیا؟ وہ بھی اہل بدعت ہی کی زبانی ملاحظہ ہو:

''اسلام کا ازلی دشمن جو صدیوں سے اسلام کو مٹانے کے درپے تھے اسلام کے ماننے والوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے شروع کر دیے اور جگہ جگہ مسلمانوں کا قتل عام ہونے لگا، لیکن اس کے باوجود کچھ اسلام کے ماننے والے ایسے تھے جنہوں نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس کو ناکام کیا تب انگریز کے ہوش ٹھکانے لگے کہ مسلمان ایسی قوم ہے جس کو تیر وتفنگ، بندوق وتلوار سے ہم شکست نہیں دے سکتے، لہٰذا ایک ایسی چال چلی کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑا دو......جس کے لیے اس نے کچھ نام نہاد مسلمانوں اور مولوی نما تخریب کاروں کو دنیوی مال ومتاع کے عوض خریدا اور دونوں مل کر ایک ساتھ اسلام پر حملہ آور ہوئے اسلام اور اس کے ماننے والوں پر چاروں طرف سے حملے ہونے لگے ہر جانب کفر وشرک کے راگ آلاپنے لگے''۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت منظر اسلام بریلی نمبر ،ص ۱۹۹)

انگریز کا ڈٹ کر مقابلہ کس نے کیا؟ اور وہ کون تھے جنہوں نے مسلمانوں پر کفر کے فتوے داغے؟ تاریخ کا ادنیٰ طالب علم بھی اس بات کو بخوبی جانتا ہے اور اگر نہیں جانتا تو اس کتاب میں یہ سب تفصیل آرہی ہے، یہاں اس افتراق وانتشار کے لیے کس نے کس حد تک کام کیا صرف ایک حوالہ نقل کرنا چاہوں گا: ''مولانا احمد رضا خان پچاس (۵۰) سال مسلسل اسی جدوجہد میں منہمک رہے یہاں تک کہ مستقل دو مکتبہ فکر قائم ہو گئے بریلوی دیوبندی یا وہابی''۔ (سوانح حیات اعلیٰ حضرت ،ص:۸)

اور ہر طرف کفر وشرک کے راگ کون انگریز کے کہنے پر الاپ رہا تھا؟ اس پر گھر ہی کی شہادت ملاحظہ ہو: ''عام طور پر امام احمد رضا کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مکفر المسلمین تھے''۔ (المیزان کا امام احمد رضا نمبر ،ص:۲۹)

یہ بات صرف مشہور ہی نہیں بلکہ مبنی برحقیقت ہے چنانچہ اسی المیزان میں ہے: ''شمس العلماء حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ''۔ (المیزان ،ص:۳۹۶)

اور یہی شمس العلماء احمد رضا خان کے متعلق لکھتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت نے ایک دنیا کو وہابی کر ڈالا ایسا بدنصیب وہ کون ہے جس پر آپ کا خنجر وہابیت نہ چلا ہو وہ اعلیٰ حضرت جو بات بات میں وہابی بنانے کے عادی ہوں وہ اعلیٰ حضرت جن کی تصانیف کی عصمت غائیہ وہابیت جنہوں نے اکثر علماء اہلسنّت کو وہابی بنا کر عوام کالانعام کو ان سے بدظن کرا دیا جن کے اتباع کی پہچان یہ ہے کہ وہ وعظ میں اہل حق سنّیوں کو وہابی کہہ کر گالیوں کا مینہ برساتے ہیں''۔ (تجلیات انوار المعین ،ص:۴۲)

''دنیا میں شاید کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمان نہیں کیا ہوگا جس قدر اعلیٰ حضرت نے مسلمانوں کو کافر بنایا''۔ (تجلیات انوار المعین ،ص:۴۲)

''علماء ربانیین کی تکفیر وتوہین ان کا شعار اور ان کی تضلیل وتفسیق ان کا دثار ہے''۔ (تجلیات ،ص:۶)

اپنے ہی گھر کے ان حوالہ جات کے بعد مزید کسی تحقیق کی ضرورت نہیں رہی، یہ حوالہ جات اس بات کا برملا اعلان کر رہے ہیں کہ انگریز کے دور میں انگریز مخالف مسلک کے خلاف اٹھائے گئے بریلی کے اس شدید فتنۂ تکفیر کے پیچھے انگریز کی یہ پالیسی کارفرما تھی کہ ''لڑاؤ اور حکومت کرو''۔

**ہمارا چیلنج: اگر بقول تمہارے انگریز مخالف علمائے دیوبند نہیں، بلکہ نواب احمد رضا خان صاحب تھے تو ہم پوری دنیائے رضاخانیت کو یہ چیلنج کرتے ہیں کہ کوئی غیر جانبدار یا مستند حوالہ پیش کرو جس میں انگریز نے نواب احمد رضا خان کو اپنا باغی یا دشمن کہا ہو، یہ چیلنج ان شاء اللہ تاقیامت تم پر ادھار رہے گا اور اسی طرح کا ایک چیلنج ہمیں بھی کر کے دکھاؤ، ان شاء اللہ اس کی جرأت بھی تم کو تاقیامت نہ ہو گی۔**

بریلوی محققہ اوشا سانیال کھلے لفظوں میں اس بات کا اقرار کرتی ہے کہ اہل سنت (بریلوی طبقہ) کے ہر شعبہ پر اس زمانے میں ''انگریز کا نقش'' چھپا ہوا تھا: ''اہل سنت نے جن نئے اداروں کی تشکیل کی جیسے مدارس، رضا کار تنظیمیں، اخبارات ومجلات اور اشاعتی ادارے ان پر انگریزی سامراج کا نقش جما ہوا تھا'' ان کے خدوخال میں ایسی چیزیں شامل تھیں جنہیں انگریزی تنظیمات سے اخذ کیا گیا تھا''۔

(عقیدت پر مبنی اسلام، ص ۸۷، ۸۸)

ہمارے انڈونیشیا کے ایک ساتھی محمد ضیاء الدین نے فقیر کے سامنے اللہ کو حاضر وناظر جانتے ہوئے حلفیہ یہ انکشاف کیا اور اپنا یہ مشاہدہ بیان کیا کہ:

''یہ تقریباً سن ۲۰۰۸ء کی بات ہے جب میں انگلینڈ کے اندر یونیورسٹی میں طالب علم تھا، ہمارے ساتھ متعدد عیسائی طالب علم بھی پڑھتے تھے، شروع سے ہی مجھے تاریخی کتب کے مطالعہ کا شوق تھا اور اسی وجہ سے ہم **BRITISH COUNCIL** (برٹش کونسل) کے کتب خانے میں جا کر پرانی اور نایاب کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے، جو آج سے قبل تقریباً 500 یا 600 ہجری میں لکھی گئی تھیں، اسی سلسلے میں ہم کو کچھ دوستوں سے یہ اطلاع ملی کے کتب خانے کے اندر انگریز کے ***GENERAL Marquess*** کے بہت سے خطوط موجود ہیں، جو اس نے بطور خبر (ملکہ وکٹوریہ) ***QUEEN VICTORIA*** کو لکھے تھے اس وقت جب انگریزی راج ہوا کرتا تھا ہندوستان پر، لہٰذا ان کے مطالعہ کی غرض سے ان خطوط کو پڑھا تو انہی خطوط میں سے مجھے اس خط کو دیکھنے کا اتفاق بھی ہوا جس میں انگریزی ***General*** نے بطور خوش خبری یہ بات لکھی تھی کے اس نے ملکہ کے حکم کی تابعداری کرتے ہوئے پیسوں کے بل بوتے پر دو ایسے اشخاص کو خرید لیا ہے، جو دین اسلام کے اندر تبدیلی کرنے میں اور مسلمانوں کو راستے سے ہٹا کر ان کو اعمال اور کردار دونوں طریقوں سے مفلوج کرنے میں انگریزی سرکاری کی مدد کریں گے، یہ بیان کرنے کے بعد اس نے ان دونوں اشخاص کے نام بیان کیے:

1- مرزا غلام احمد قادیانی 2- احمد رضا خان آف بریلی

خط کے اختتام پر ***Queen Victorian*** کی موم والی اسٹیمپ اور ***General*** کے دستخط موجود تھے''۔

چونکہ برٹش کونسل کی لائبریری میں موبائل لے کر جانے کی اجازت نہیں اور کتابوں خاص کر تاریخی مواد کی خستہ حالی کا یہ حال ہے کہ باقاعدہ دستانے پہن کر چمٹے کے ذریعہ اوراق کو الٹتے پلٹتے ہیں اس لئے اس کی فوٹو کاپی یا تصویر لینا تو ممکن نہیں، البتہ جو بھی میرے ساتھ برٹش کونسل جانا چاہے تو میں اسے یہ خط دکھانے کو تیار ہوں، بلکہ برطانیہ میں رہائش پذیر کوئی صاحب خود بھی لائبریری کے عملے کو چند سو پونڈ دے کر ان خطوط کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔

موصوف کے اس بیان پر دیگر انگریز مؤرخین کی شہادتیں بھی ہیں جن میں سے چند کو ہم یہاں نقل کر رہے ہیں:

چنانچہ خود انگریز مورخ سر فرانسس رابنس اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ:

ان (احمد رضا خان صاحب) کا معمول کا طریقہ کار حکومت کی حمایت کرنا تھا اور جنگ عظیم اوّل اور تحریک خلافت میں انھوں نے مسلسل

حکومت کی حمایت جاری رکھی اور ۱۹۲۱ء بریلی میں ترکِ موالات کے مخالف علماء کی ایک کانفرنس منعقد کی ان کا عوام پر خاطر خواہ اثر تھا لیکن مسلمانوں کے پڑھے لکھے طبقے کی حمایت حاصل نہ تھی۔ (سپیرٹزم امنگ انڈین مسلم ص443، کیمبرج یونیورسٹی 1947)

یہی انگریز مورخ سر فرانسس رابنس اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ:

*The Mashriq of Gorakhpur and all-bashir usually took note of the Pro – Government "Fatwas" of Ahmed Raza Khan.*

*(The Separation Among Indian Muslim Page No. 268)*

ترجمہ: مشرق اور البشیر اخبارات میں اکثر احمد رضا خان صاحب کے انگریز کے حق میں دیے گئے فتوے شائع ہوتے رہتے۔

یہی انگریز مورخ لکھتا ہے کہ: ''ایک پڑھے لکھے اور چلبلے شخص احمد رضا خان بریلوی کے ایکشن اور کام ہمارے نتائج کو بہت اچھی طرح پیش کرتے ہیں، انہوں نے ایک ہی وقت میں پوری قوت اور زور و شور کے ساتھ برطانوی نوآبادیاتی حکومت کو سپورٹ کیا، جنگ عظیم کے دوران خلافت تحریک، مہاتما گاندھی الائنس کی قوم پرست تحریک کے ساتھ دینے اور برطانوی حکومت کے خلاف عدم تعاون کی تحریک کی مخالفت کی''۔ (علماء فرنگی محل اینڈ اسلامک کلچر صفحہ ۲۶۳)

*The actions of One learned man ,the very influcntional Ahmed Rada Khan (1855,1921 )of barielly,present our conlusion yet more Clearly....at the same time he Support the colonial Government loudly and vigorousily through world warI,and through the khilafat Movement when he opposed mahatma Gnadhi allaince with tha nationalist movement and and non-Cooperation with the british.*

*(Ulam E farange Mehal and Islamic culture page 263)*

اب ذرا اسی کتاب کے انڈکس (فہرست) کی ایک سرخی بھی ملاحظہ فرمالیں:

*Khan ahmed Rada of bareilly and Support for the British(Index37,37&47,58,67,196 ulma farangi ,mehal and Islamic Culture page 263)*

جناب یاسر لطیف ہمدانی روزنامہ''ڈیلی ٹائمز'' ۶ جولائی ۲۰۱۴ میں اپنے کالم

***Loyalists of the British Empire***

میں لکھتے ہیں:

*Now let us come to the other side of the Hanafi Sunni coin: the Barelvis. Ahmad Raza Khan Barelvi was principally a supporter of British rule and declared jihad against the British to be unlawful. His fatwa can be found on page 447of his treatise*

*Al-Mohajat,Al Mohtamanat Fi Ayat-al-Mumtahanat. Francis Robinson, in his book Separatism Amongst Indian Muslims: The politics of UP Muslims 1860-1923on page 268confirms the pro-government fatwas of Ahmad Raza Khan Barelvi.*

اب ہم حنفی سنّیوں کے دوسرے حصے کی طرف نظر ڈالتے ہیں جن کو بریلوی کہا جاتا ہے۔احمد رضا خان بریلی بنیادی طور پر برطانوی حکمرانوں کے حامی تھے اور برطانیہ کے خلاف جہاد کو غیر قانونی قرار دیتے تھے۔ان کا فتویٰ انہی کی کتاب المحجۃ المؤتمنۃ کے صفحہ **447** پر ہے اور ایسا ہی فتویٰ ان کی ایک اور کتاب میں بھی ہے۔فرانسس رابنسن، اپنی کتاب کے صفحہ ۲۶۸ پر لکھتے ہیں: ''یوپی کے مسلمانوں کی سن ۱۸۶۰۔۱۹۲۳ کی سیاست احمد رضا خان بریلی کے حکومتی فتوے کی تصدیق کرتی ہے۔

ایک اور انگریز مؤرخ پیٹر ہارڈی (**Peter Hardi**) اپنی کتاب ''دامسلم آف برٹش انڈیا'' (**The Muslims of British India**) کے صفحہ ۱۷۱ پر لکھتا ہے:

*For every Alim[scholar[ who issued a fatwa that India was Dar-ul-Harb, there would be one who declared that it was Dar-ul-Islam. Deoband represented the first response.*

ہر وہ عالم جس نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ ہندوستان دارالحرب ہے اس کے برعکس بہت سے ایسے بھی تھے جنہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ دار الاسلام ہے اور دیوبند کے علماء وہ پہلے علماء تھے جنہوں نے اس سے اختلاف کیا تھا۔

اب یہی مصنف بریلوی مذہب کے بانی کے بارے میں کیا کہتا ہے وہ بھی ملاحظہ ہو:

*Ahmad Raza Khan of Bereily issued fatwa declaring India to be Dar-ul-Islam, making it a sin to associate with infidels [Hindus, against the British.*

احمد رضا خان آف بریلوی نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے،اس کے خلاف بغاوت کفر ہے۔

یہ مؤرخ مزید لکھتا ہے:

*Ahmed Raza Khan had found few individuals who carried onto his mission even after hisdeath. Two of those individuals were Abdul Hamid Badawni and Abdul Majid BadawaniAhmed Raza Khan has highly praised Abdul Majid Badawani and his brother.*

احمد رضا خان کو کچھ افراد ایسے مل گئے جنہوں نے ان کے مشن کو ان کی موت کے بعد بھی جاری رکھا ایسے دو افراد عبدالحمید بدایونی اور عبد الماجد بدایونی تھے،احمد رضا خان نے ان دونوں بھائیوں کی تعریف کی۔

اب یہی مورخ ان دونوں بھائیوں کے متعلق صفحہ ۲۷۲ پر کیا لکھتا ہے؟ ملاحظہ ہو:

*For their activates the brothersAbdul Hamid and Abdul Majid were well rewarded bythe government. Medals denotation the title of Shams-ul-Ulama dangled from their turbans, while for his anti-Khilafat work Abdul Majid was one of the most rewarded menin the province. At a provisional durbar in 1922 ,he received from the Harcourt Butler both a robe and a sword of honor.*

*Sadly, Ahmed Raza Khan died in 1921 or he would have also been invited to his courtand honored with valuable gifts.When members of Majlis Maeed al-Islam sent their envoy to meet the Viceroy in 1917 ,who was part of that mission.*

ان کی اعلیٰ کارکردگیوں کی بنا پر حکومت کی طرف سے انہیں کافی انعامات سے نوازا گیا، ان دونوں کو شمس العلماء کے خطابات دیے گئے، صوبے میں تحریک خلافت کے خلاف کام کرنے پر عبد الماجد بدایونی سب سے زیادہ انعام یافتہ تھا، ۱۹۲۲ء میں صوبائی دربار میں اپنی خدمات کے صلہ میں انہوں نے ہارکورٹ برٹر سے ایک چغہ اور اعزازی تلوار حاصل کی، افسوس کہ احمد رضا خان صاحب ۱۹۲۱ء میں انتقال کر گئے اگر وہ حیات ہوتے تو انہیں بھی اس تقریب میں شرکت کی دعوت دی جاتی اور ان کو بھی ان کی خدمات کے بدلے قیمتی تحائف سے نوازا جاتا، ۱۹۱۷ء میں مجلس اسلام والوں نے اپنا ایلچی وائسرائے کے پاس بھیجا جو کہ اس مشن کا حصہ تھا۔

آگے یہ مؤرخ مزید لکھتا ہے کہ اس وفد میں:

*Abdul Majid of Badaun, Wiliyat Hussain of Allahabad, Ahmed Raza Khan of Barielyand the two leading Shia Mujtahids of Lukhnow.*

*The deputation was to include Shia Mujtahids as well as Wilayat Hussain of Allahabad and Ahmed Raza Khan of Bariely. The Deobandis characteristically objected to coming in with the Lukhnow lot.*

ایک عبد الماجد بدایونی ایک ولایت حسین اور بریلی کے احمد رضا خان اور لکھنؤ کے دو شیعہ مجتہد اس وفد میں شامل تھے، اس کا مقصد یہ تھا کہ لکھنؤ کے ان شیعہ مجتہدین اور الہ آباد کے ولایت حسین اور بریلی کے احمد رضا خان کو اپنے مشن کے لیے نامزد کیا جائے، جب کہ دیوبندی حضرات نے اس وفد پر شدید تنقید کی۔

ان سب کے مقابلے میں اب دیوبندی حضرات کی خدمات کا جائزہ بھی اسی مؤرخ سے سنیں کہ کس طرح علمائے دیوبند نے انگریز غاصب کے خلاف جدوجہد کی اور ہندوستان کی آزادی کے لیے اور عثمانی سلطنت کو بچانے کے لیے اقدامات کیے، ہارڈی اپنی اس کتاب کے ص ۱۸۷ پر لکھتا ہے:

*Despite Meston's complacency in 1915 some Muslims from among the Ulama did*

***engage in fifth column work against the British during the war of 1914-18 A leading alim belong to Deoband Mahmud al-Hassan Shaykh al-Islam[1851-1920]left for the Hijaz in 1915 in order to contact Turks. After meeting with Enwar Pasha [1881-1922]and Jamal Pasha[1861-1922]he was detained by Shareef Hussain's men when theyrose in revolt against the Turks and handed over to the British who interred him in Maltabetween 1917-1920.One of his aids Mawlana Ubaidullah Sindi went to Afghanistan and worked with German and Turkish agents there to stir up the tribesmen against the Britishin the North Frontier.***

میسٹن کی لاپرواہی کی بنا پر ۱۹۱۵ء میں مسلمانوں کے علماء کے ایک گروہ نے پوشیدہ طور پر برطانوی اقتدار کے خلاف کام شروع کر دیا، ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی جنگ کے دوران اس باغی گروہ کا سرغنہ دیوبند سے تعلق رکھنے والا شیخ الاسلام محمود حسن تھا، ۱۹۱۵ء میں وہ حجاز کے سفر پر روانہ ہوئے تا کہ ترکوں کے ساتھ رابطہ کرے، مگر انور پاشا اور جمال پاشا سے ملاقات کے بعد ان کو حراست میں لے لیا گیا، شریف مکہ نے اس دوران ترکوں کی بغاوت کر دی اور محمود الحسن کو برطانیہ کے حوالے کر دیا، جس کے بعد انہیں ۱۹۱۷ء تا ۱۹۲۰ء مالٹا کی جیل میں قید رکھا گیا، ان کی مدد کرنے والے عبید اللہ سندھی تھے جو کہ افغانستان گئے ہوئے تھے، جنہوں نے ترکی اور جرمن نمائندے کے طور پر وہاں کام کیا، تا کہ قبائلی لوگوں کو برطانی سامراج کے خلاف بغاوت کے لیے ابھارا جائے۔

محمد خواص خاں نے اپنی کتاب میں یہ حیرت انگیز انکشاف بھی کیا کہ احمد رضا خان نے اپنے مخالفین کو یہ تحریر لکھ کر بھیجی:

''محترم عثمانی صاحب سے درخواست ہے کہ کیا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا حضرت عمرؓ کی سنت پر عمل کرنا جرم ہے؟ آخر ثواب کسے کہتے ہیں؟ اب آخر میں محترم کے علم میں اضافہ کیلئے چند اور باتیں درج کی جاتی ہیں۔

ا......: چونکہ ہماری حکومت (یعنی انگریز حکومت، خواص) ہم پر حد درجہ مہربان اور شفیق ہے اور وہابیوں کے خلاف ہماری مدد واعانت مالی و دیگر ذرائع سے کرتی ہے اور اس نے نہ صرف ہماری ذمہ داری لے رکھی ہے، بلکہ ماہوار رقم کثیر ہمیں باقاعدگی سے ادا کرتی ہے، لہٰذا تمام مسلمانوں کو اس کی اطاعت فرض ہے اور وہابیوں نے جو افراط و تفریط ہماری مہربان حکومت کے خلاف مچا رکھی ہے ہم اس کی مسلمانانِ ہند کے پیشوا کی حیثیت سے پرزور مذمت کرتے ہیں، اپنی حکومتِ الٰہیہ (انگریز حکومت؟ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ**) کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔ از احمد رضا خان بریلوی کلمۃ الحق باب ۲ ص ۵۴''۔ (روئیداد مجاہدین ہند ص ۴۷۴)

ماقبل کی تفصیل سے محمد خواص خاں صاحب کی اس بات کی مکمل تائید ہوتی ہے جو کچھ انہوں نے خان صاحب کی کتاب سے نقل کیا، غالباً خان صاحب کی دیگر کتابوں کی طرح بریلوی حضرات نے اس کتاب کو بھی ضائع کر دیا ہے۔

بلکہ حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی مرحوم جن کو بریلوی قیام الملۃ والدین کے لقب سے یاد کرتے ہیں نے صاف احمد رضا خان کو خط لکھا:

''ہم سلطنت کفر (انگریزی حکومت) مٹانے کی فکر میں ہیں تم اس میں ساتھ نہیں دیتے''۔ (حیات اعلیٰ حضرت، حصہ سوم، ص ۴۲۱)

ساتھ کیسے دیں فرنگی محلّی صاحب؟ کیونکہ خان صاحب تو سلطنتِ کفر کا ساتھ دینے ہی کے عوض تو نذرانے وصول کر رہے ہیں۔

بہر حال! یہ تمام حوالہ جات اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ ''بریلویت'' ایک خالص انگریز کی طرف سے قائم کردہ ''سیاسی تحریک'' تھی، جسے مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے مذہب کا لبادہ اوڑھایا گیا، اس کا واحد مقصد کل بھی اور آج بھی گورے سامراج کے خلاف برسرِ پیکار مسلمانوں کو وہابی و گستاخ کہہ کر بدنام کرنا ہے، آج بھی دیکھ لیں دنیا بھر میں جہادی تحریکوں کے سب سے بڑے مخالف آپ کو یہی نظر آئیں گے، جب کہ خود جہاد سے کوسوں دور!!!! دیوبندیت کے بطلان کے انکشاف نامی کتاب میں تحریک پاکستان کے عنوان کے تحت مصنف نے علمائے دیوبند کے خلاف ہر قسم کی رطب و یابس کتب کے حوالے دیے، علمائے دیوبند کے شدید ترین مخالفین کے حوالے دیے، حتیٰ کہ بریلوی حضرات علمائے دیوبند کے خلاف مرزائی کتب و مودودی کتب کے حوالے دیتے ہوئے بھی نہیں شرماتے، پس جب ہمارے خلاف یہ سب کچھ معتبر ہوسکتا ہے تو ان انگریز مؤرخین کی شہادتیں جو اس وقت کے سرکاری ریکارڈ کی بنیاد پر ہے تمہارے خلاف کس قاعدے اور اصول سے غیر معتبر ہوں گی؟

## انگریز اور نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی مزید ثبوت

ڈاکٹر اوشا سانیال لکھتی ہیں: ''حیات اعلیٰ حضرت میں مولانا احمد رضا خان کے خاندان اور انگریزوں کے درمیان رشتے کے نسبتاً چند حوالوں میں سے ایک حوالہ یہ ہے، سوانح کے مصنف اور مولانا احمد رضا خان کے معتقدین کی نگاہ میں یہ واقعہ مولانا رضا علی کی نیکی و پارسائی اور انگریزوں سے ان کی دوری اور نفرت کے رویّہ پر شاہدِ عدل ہے، بلا شبہ رضا علی ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں شامل نہیں تھے، دونوں فریقوں میں سے کسی بھی طرف سے ان کے اس میں شامل ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، بعد کے سالوں میں مولانا احمد رضا خان کے خاندان (خاندانی شجرے کے لیے ضمیمہ دیکھیں) کے لوگوں نے اگرچہ انگریزی حکومت کی ملازمت اختیار نہیں کی، تاہم ایسا لگتا ہے کہ ان کے انگریزی اہل کاروں سے اچھے روابط تھے، ان کے دولت مند زمیندار والد کو ۱۸۵۷ء کے بعد جائیداد کا کم ہی نقصان اٹھانا پڑا، مولانا احمد رضا خان کے بھتیجے حسنین رضا خان (م: ۱۹۸۱ء) حسنی پریس بریلی کے مالک تھے، اس مکتبے سے مولانا احمد رضا خان کی متعدد کتابیں (دیکھئے باب سوم) شائع ہوئیں، انگریز ان کا خصوصی احترام کرتے تھے...... یہ بات کہی جاتی ہے کہ وہ انگریزوں کے لیے پولیس ٹریبونل کی جانب سے چنگی وصول کیا کرتے تھے...... مقامی باشندوں کے لیے انتظامیہ میں اپنے اثر و رسوخ کا استعمال کرتے تھے، مولانا احمد رضا خان کے خسر شیخ فضل حسین رام پور ڈاک خانے میں حکومت کے افسر تھے اور نواب رام پور کے حاضر باشوں میں تھے''۔ (عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست، ص ۶۷)

یاد رہے کہ کاشف اقبال صاحب نے دیوبندیت کے بطلان کے انکشاف میں مولانا نانوتوی ؒ کے پولیس تھانے میں اثر و رسوخ کو انگریزی حکومت کی ایجنٹی پر محمول کیا ہے، پس یہاں انتظامیہ میں اثر و رسوخ بھی احمد رضا خان صاحب اور ان کے خاندان کے انگریز حکومت کے ایجنٹ ہونے کی مستقل دلیل بنے گی۔

ڈاکٹرنی صاحبہ کہتی ہیں کہ تحریک خلافت میں جب سب مسلمان آپس میں متحد تھے تو ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لیے:

''انگریزی حکومت کے اس مخالفانہ ماحول میں ۱۹۱۴ء میں مولانا احمد رضا خان نے اذان کی بحث چھیڑ کر ایک مذہبی عمل میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کی...... اس نے عوامی بحث کی شکل اختیار کر لی اور اس میں کافی تلخی آ گئی''۔ (عقیدت پر مبنی سیاست، ص ۳۰۲)

گویا اس مسئلہ کو بھی خان صاحب نے انگریز کو سہولت پہنچانے کیلئے اچھالا، نواب احمد رضا خان کی زندگی ہی میں ان پر انگریز کے ایجنٹ ہونے کا الزام لگ چکا تھا چنانچہ بریلوی اخبار: ''دبدبہ سکندری نے مولانا احمد رضا خان کے خلاف عائد کردہ اس الزام کی ایک تفصیلی تردید شائع کی کہ وہ انگریز حکومت کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں''۔ (عقیدت پر مبنی سیاست، ص ۳۰۴)

ڈاکٹرنی صاحبہ لکھتی ہیں: ''۱۹۱۳ء میں مولانا عبد الباری لوگوں کو انجمن کا رکن بنانے اور اس کیلئے چندہ اکٹھا کرنے میں مشغول رہے، مستقل تگ و دو، جدو جہد، احتجاج، لوگوں کے ساتھ گفت و شنید اور اشتہارات اور پمفلٹ کی تقسیم کے نتیجے میں آٹھ ہزار سے زائد لوگوں نے انجمن کی رکنیت اختیار کی، مولانا احمد رضا خان کی سرپرستی بھی حاصل کرنے کی کوشش کی گئی اس سلسلے میں مولانا بریلوی سے دو علماء نے خط و کتابت کی لیکن انہوں نے دو بنیادوں پر انجمن کی مخالفت کی: ایک تو یہ کہ اس کے دستور العمل کی زبان سے ان کی نظر میں حکومت کی ناجائز مخالفت مترشح ہوتی تھی اور اس قسم کی مخالفت مسلمانوں کے حق میں نہیں تھی۔ مولانا بریلوی کا اشارہ بظاہر انجمن کی اس تجویز کی طرف تھا کہ مستقبل میں برطانوی حکومت کے خلاف جہاد کا اقدام کیا جاسکتا تھا، مولانا احمد رضا خان کی خواہش تھی کہ دستور العمل کی زبان میں تبدیلی لائی جائے، جیسا کہ اس کی وضاحت ماسبق صفحات میں آچکی ہے کہ مولانا بریلوی کے نزدیک برطانوی عہد کا ہندوستان دار الاسلام تھا، انہوں نے اس تعلق سے اپنی رائے میں تبدیلی نہیں کی، ان کے بہت سے معاصر علماء اس بات پر ان سے ناراض ہوئے لیکن انہوں نے جہاد کے نظریے کی حمایت نہیں کی''۔ (عقیدت پر مبنی سیاست، ص ۳۰۵، ۳۰۶)

ڈاکٹرنی صاحبہ کی اس تحقیق کی تصدیق خود نواب احمد رضا خان صاحب کے اس بیان سے ہوتی ہے جس کو ان کے بیٹے نے قلم بند کیا:

ان مقدمات سے ظاہر ہوا کہ جو حکم انسانی قوت وطاقتِ بشری وسعت واستطاعت سے باہر ہو وہ ہرگز حکم شریعت مطہرہ کا نہیں، جس حکم میں کوئی فائدہ نہ ہو عبث ولغو ہو وہ ہرگز ہماری پاک شرع کا حکم نہیں، جس حکم میں بے فائدہ اتلاف جان واہلاک نفس ہو وہ اس شرع مبین کا حکم نہیں، یونہی جس حکم سے فتنے جاگیں فساد برپا ہوں وہ کبھی مقدس اسلام کا حکم نہیں ہوسکتا، اب یہ خود دیکھ لو کہ یہاں اس وقت حکم جہاد میں تکلیف مالا یطاق ہے یا نہیں؟ اس میں کوئی فائدہ ہے یا سراسر مضرت؟ جانوں کی بے وجہ ہلاکت ہے یا حفاظت، فتنہ وفساد کی اثارت ہے یا اماتت؟ اس میں مسلمانوں کی عزت ہے یا ذلت؟ یہ حکم قبل از وقت ہے یا خاص وقت پر؟ ان امور پر غور کر لینے کے بعد مسئلہ بالکل صاف ہوجائے گا اصلاً خفاء نہ رہے گا۔ (طرق الہدیٰ والارشاد ص ۲۹)

غور فرمائیں! کس دیدہ دلیری سے انگریز کے خلاف جہاد کو فتنہ وفساد کہا جارہا ہے، العیاذ باللہ!!!!

نواب احمد رضا خان صاحب کے معتقدین نے ایک جماعت ''انصار الاسلام'' بنائی اس کے متعلق ڈاکٹرنی صاحبہ لکھتی ہیں:

''انصار الاسلام کی قیادت میں مولانا بریلوی کے قریبی متبعین شامل تھے جیسے مولانا محمد میاں مارہروی، مولانا ظفر الدین بہاری، مولانا نعیم الدین مرادآبادی، مولانا دیدار علی الوری اور بعض دوسرے لوگ، ''انصار الاسلام'' پر لوگوں نے یہ الزام عائد کیا کہ وہ برطانوی حکومت کی ایما پر تشکیل دی گئی ہے اور وہ ایک ''حکومتی تنظیم'' ہے۔ اس کی مخالفت کرنے والے خلافت تحریک کے حامیان تھے اور ان کی یہ مخالفت نہایت شدید درجے کی تھی''۔ (عقیدت پر مبنی سیاست، ص ۳۰۹)

موصوفہ مزید فرماتی ہیں: ''برطانوی حکومت کے تعلق سے انہوں نے خاموش رضامندی کا رویہ اختیار کیا، اس کی کھل کر مخالفت نہیں کی''۔

(عقیدت پر مبنی سیاست، ص ۳۲۰)

''انہوں نے انگریز حکومت کو اپنی تنقید کا ہدف نہیں بنایا جس طرح انہوں نے معاصر مسلم تحریکات کو یا کسی حد تک ہندوؤں کو بنایا۔''

(عقیدت پر مبنی سیاست، ص ۳۲۰)

محققہ صاحب حیران و پریشان ہے وہ پوری کوشش کرتی ہیں کہ احمد رضا خان صاحب پر انگریز کی حمایت کے الزام کو صاف کیا جائے، مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا اور لکھتی چلی جاتی ہیں کہ: ''مولانا احمد رضا خان پر بکثرت یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ وہ انگریز کی حکومت کے حامی تھے، حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۱۰ء تا ۱۹۲۱ء کے دورانیہ میں اہم قومی مسائل جیسے تحریک خلافت، تحریک ہجرت، تحریک ترکِ موالات پر انہوں نے جو موقف اختیار کیا وہ جمعیۃ علماء ہند کے استعمار مخالف موقف کے بالکلیہ برعکس تھا...... لیکن اس سے اس بات کا ثبوت نہیں ملتا کہ وہ برطانوی حکومت کے مخالف نہیں تھے، میں اس پہلو سے بحث کرنا چاہوں گی کہ مولانا احمد رضا خان کو اس وقت تک قومی تحریکات اور سیاسی حق خود ارادیت سے کچھ لینا دینا نہیں تھا، جب تک کہ مسلمانوں کو بلا کسی رکاوٹ کے اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی حاصل نہ ہو، اسلامی احکامات پر عمل کرنے کی مسلمانوں کو حاصل شدہ آزادی کی بناء پر ان کی نظر میں ہندوستان دار الاسلام تھا...... برطانوی حکومت کے تعلق سے انہوں نے خاموش رضامندی کا رویہ اختیار کیا، اس کی کھل کر مخالفت نہیں کی، اس بات کے بجائے انہوں نے اس بات کو ترجیح دی کہ وہ خود کو اس سے الگ رکھیں اور اپنی ایسی شناخت بنائیں جو اس کے جھمیلوں سے دور ہو...... انہوں نے انگریز حکومت کو اپنی تنقید کا ہدف نہیں بنایا، جس طرح انہوں نے معاصر مسلم تحریکات کو یا کسی حد تک ہندوؤں کو بنایا''۔ (عقیدت پر مبنی اسلام ص ۳۱۹، ۳۲۹)

اس اقتباس سے کیا ثابت ہو رہا ہے ہم اسے انصاف پسند قارئین پر چھوڑتے ہیں!!!!

## مصنّفہ اور کتاب کا تعارف

ڈاکٹر اوشا سانیال نے یہ کتاب ''برطانوی ہندوستان میں عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست'' دراصل اعلیٰ حضرت اور ان کی تحریک کے متعلق ایک مقالہ کی صورت میں لکھا، موصوفہ چونکہ اعلیٰ حضرت کی تحریک سے کافی متأثر ہیں اس لیے ان کی تحریک کے تعارف میں اس کتاب کو لکھا، جسے پاکستان میں ''کتاب محل لاہور'' نے شائع کیا، اس کتاب کی تیاری میں موصوفہ نے بریلوی مسعود ملّت پروفیسر مسعود احمد اور یاسین اختر مصباحی سے خوب استفادہ کیا، ان کے ہاں مہمان رہیں، بلکہ یاسین اختر مصباحی کے ہاں تک تو چار ماہ تک شاگردی میں رہیں، تاکہ بریلوی اصطلاحات کو اچھی طرح سمجھ سکے۔ (عقیدت پر مبنی سیاست، ص ۷)

لہٰذا اس کتاب کا مواد انہی مستند بریلوی علماء کی طرف سے مہیا کیا گیا، بالفرض ایسا نہ بھی ہوتا تو علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کے لیے جب پاک و ہند کی تاریخ کے حوالے سے دیوبندیت کے بطلان کے انکشاف میں ہر قسم کے حوالے کو شامل کیا گیا حتیٰ کہ سر سید احمد خان کو بھی ہمارے خلاف ڈال دیا گیا، ایسی کتب کے حوالے بھی دیے گئے جو کھلم کھلا حضرت مدنیؒ اور علمائے دیوبند کے دشمن تھے تو یہ کتاب تو تمہارے اپنے لوگوں نے لکھوائی ہے تو اسی اصول سے ڈاکٹرنی صاحبہ کی یہ کتاب بھی اس باب میں خود بریلوی اصولوں سے مستند ہوں گی، ورنہ پہلے اپنی کتاب کے اس حصہ کو آگ لگا کر اس سے اعلانِ برأت کریں اس کے بعد ہم بھی ان حوالوں سے رجوع کرلیں گے۔

مزید حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

انگریز مؤرخ سر فرانسس رابنس اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ:

*The Mashriq of Gorakhpur and all-bashir usually took not of the Pro- Government "Fatwas" of Ahmed Raza Khan.*

*(The Separation Among Indian Muslim, Page No, 268)*

مشرق اور البشیر اخبارات میں اکثر احمد رضا خان صاحب کے انگریز کے حق میں دیے گئے فتوے شائع ہوتے رہتے۔

یہی انگریز مورخ لکھتا ہے کہ: ''ایک پڑھے لکھے اور بچیلے شخص احمد رضا خان بریلوی کے ایکشن اور کام ہمارے نتائج کو بہت اچھی طرح پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے ایک ہی وقت میں پوری قوت اور زور و شور کے ساتھ برطانوی نو آبادیاتی حکومت کو سپورٹ کیا، جنگ عظیم کے دوران خلافت تحریک، مہاتما گاندھی الائنس کی قوم پرست تحریک کے ساتھ دینے، اور برطانوی حکومت کے خلاف عدم تعاون کی تحریک کی مخالفت کی''۔ (علماء فرنگی محل اینڈ اسلامک کلچر صفحہ ۲۶۳)

*The actions of One learned man ,the very influcntional Ahmed Rada Khan (1855,1921)of barielly,present our conlusion yet more Clearly....at the same time he Support the colonial Government loudly and vigorousily through world warI,and through the khilafat Movement when he opposed mahatma Gnadhi allaince with tha nationalist movement and and non-Cooperation with the british(ulam farange Mehal and Islamic culture page 263)*

اب ذرا اسی کتاب کے اینڈکس کی ایک سرخی بھی ملاحظہ فرمالیں

*Khan ahmed rada of bareilly and Support for the British (Index37,37 & 47,58,67,196ulma farangi,.mehal and Islamic Culture page 263*

صرف یہی نہیں احمد رضا خان صاحب کا پورا خاندان انگریز کا نمک حلال تھا، چنانچہ ان کے دادا کاظم علی نے حکومت کی پولیٹیکل خدمات انجام دیں اور بدلے میں کئی جاگیریں وصول کیں۔ (بحوالہ اقبال کے ممدوح علماء ص ۱۸او، اعلیٰ حضرت اعلیٰ سیرت)

## انگریز کے سخت ترین مخالف علمائے دیوبند پر فتوے انگریز کے حکم پر لگائے گئے!

ما قبل کی تمام تر تفصیل سے یہ بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ علمائے دیوبند نے انگریز کی بھرپور مخالفت کی، انگریز مخالف تحریکوں کو پروان چڑھایا، اس کے مقابلے میں ایک طرف نواب احمد رضا خان صاحب نے ان تحریکوں کی نہ صرف مخالفت کی، بلکہ ان تحریکوں کے صف اوّل کے قائدین حضرات علمائے دیوبند کو انگریز کے کہنے پر معاذ اللہ کافر و گستاخ کہا اور ان سے سلام و کلام کو حرام کہا، ملاحظہ ہو اس

سلسلے میں گھر ہی کی گواہی:

''دیوبندی بریلوی تنازعہ قدیمی نہیں ہے، بلکہ یہ انیسویں صدی کے اواخر میں پیدا ہوا اور بیسویں صدی کے اوائل میں بڑھ کر اس نے ہندوستان ہی میں شہرت حاصل کی، یہ انگریزوں کے دورِ حکومت میں پیدا ہوا جو صرف اردو زبان علاقوں والوں ہی میں پھیلا تھا، اس لیے کہ جانبین نے اردو ہی میں بعض ایسی کتب تصنیف کر ڈالیں جن کی بعض عبارتوں کے الفاظ ہی کی وجہ سے اس نے شدت اختیار کی، ان علاقوں کے مرکز دیوبند اور بریلی تھے، دونوں مرکزوں نے علاوہ ہندوستان کے تمام عالم اسلام اور بین الاقوام کے دوسرے ممالک کو روشناس کرانا چاہا لیکن سو برس سے زائد گذر چکے پھر بھی ان کے وجوہِ فکر کو عالم اسلام اور افریقہ، ایشیاء، یورپ میں بسنے والے کروڑوں مسلمان نہ سمجھ سکے، کیا ضرورت ہے اس وقت کے اربابِ دین وملت کو کہ اس سے آگاہ ہو کر اختلافات کی دنیا الگ الگ بسائیں، جب وہ اپنے اپنے دور میں بھی یہاں والوں کو اپنے اپنے ان خاص اختلافی مسائل سے روشناس نہ کرا سکے...... عالم اسلام اور ایشیاء، افریقہ، یورپ کے ممالک کی سیر وسیاحت کرنے والے حضرات اچھی طرح واقف ہیں کہ یہ سارے علاقے اس تنازعے کو جانتے تک نہیں، لہٰذا مسلمانانِ ہند جس طرح اب تک اس جھگڑے سے الگ رہے، آئندہ بھی الگ رہیں تو یہ ملت اسلامیہ کے واسطے نہایت مفید رہے گا، جیسا کہ عالم اسلام اور دنیا بھر کے ممالک میں بسنے والے کروڑوں مسلمان الحمدللہ اس سے نابلد ہیں، بلکہ اس تنازعہ کا انہیں باوجود فریقین کی کوششوں کے علم تک نہیں ہے آخر یہ ہے کیا؟ **دراصل یہ انگریزوں کے دور میں پھیلایا ہوا فتنہ ہے کہ کسی طرح مسلمانوں میں باہمی اخوت ومحبت اور دینی وملی اتحاد کا شیرازہ بکھر جائے، چنانچہ اس وقت کے نصاریٰ اور ہنود کی کوششیں کامیاب ہو گئیں**''۔

(مسلکِ اربابِ حق، ص ۲۹۸،۲۹۹)

اس کتاب کو شیخ الحدیث پیر غلام رسول قاسمی، بریلوی مناظر سعید اسد، ڈاکٹر ابو الخیر زبیر کی اجازت و ایماء پر شائع کیا گیا ہے، اس میں واضح طور پر اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ تکفیر کا فتنہ انگریز نے پھیلایا تاکہ مسلمانوں کے شیرازہ کو بکھیر دیا جائے اور نواب احمد رضا خان صاحب اس میں کس قدر کامیاب ہوئے اس کا اندازہ اس ایک حوالے سے لگالیں: ''مولانا احمد رضا خان پچاس (۵۰) سال مسلسل اسی جدوجہد میں منہمک رہے یہاں تک کہ مستقل دو مکتبہ فکر قائم ہو گئے بریلوی دیوبندی یا وہابی''۔ (سوانح حیات اعلیٰ حضرت، ص:۸)

## خان صاحب کا تحریکِ خلافت کی بھرپور مخالفت کرنا

تحریکِ خلافت اور تحریکِ موالات یہ دونوں تحریکیں انگریز کے خلاف چلائی گئی تھیں، خود بریلویوں کی زبانی سنیے:

ڈاکٹر مسعود احمد بریلوی لکھتے ہیں: ''پہلی جنگ عظیم کے بعد تقریباً ۱۹۱۹ء میں ترکوں پر انگریزوں کے ظلم واستبداد کے خلاف تحریکِ خلافت کا آغاز ہوا اور پورے ملک میں انگریز حاکموں کے خلاف ایک شورش برپا ہو گئی''۔ (فاضل بریلوی اور ترک موالات ص ۲۷)

آگے پھر لکھتے ہیں: ''تحریک خلافت اور ترک موالات دونوں کی مشترکہ اساس انگریزوں کی مخالفت ومقاطعت تھی''۔

(فاضل بریلوی اور ترکِ موالات، ص ۲۷)

پروفیسر محمد صدیق بریلوی لکھتے ہیں: ''برصغیر میں تحریک خلافت اور تحریک ہجرت کے دوران جب ۱۹۲۰ء میں تحریک ترک موالات

نے زور پکڑا تو یہ دور اسلامیہ کالج کی تاریخ کا نہایت نازک اور آزمائش کا دور تھا، کیوں کہ اس تحریک کے پروگرام میں نہ صرف انگریزی عدالتوں، کونسلوں اور انگریزی ملازمتوں سے علیحدگی بلکہ یونیورسٹی سے ملحق تعلیمی درس گاہوں سے بھی مقاطعہ پر زور دیا گیا تھا، سرکاری خطابات کی واپسی اور سرکاری امداد قبول نہ کرنا بھی اس کی ایک شق تھی۔"

(پروفیسر مولوی حاکم علی، ص ۹۷)

فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

"ان حالات میں ہندوستان میں اسلامی درد رکھنے والے رہنماؤں نے آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقدہ ۲۲ ستمبر ۱۹۱۹ کو ایک بھرپور اجلاس میں "خلافت کمیٹی" کی بنیاد رکھی"۔

(شرح حدائق بخشش، ج ۴، ص ۳۸۰)

**قارئین حضرات!** آپ نے ڈاکٹر مسعود احمد اور پروفیسر محمد صدیق واویسی کی عبارتیں پڑھ لیں اور آپ یہ سمجھ گئے کہ یہ دونوں تحریکیں بریلویوں کے نزدیک بھی انگریزوں کے خلاف چلائی گئی تھیں، اور اس کی بنیاد اسلام کا درد رکھنے والوں نے رکھی تھی نہ کہ اسلام دشمنوں نے۔ مگر مولوی احمد رضا نے ان دونوں تحریکوں کے خلاف فتوے بھی دیے جو انگریزوں کی ایماء پر لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم بھی کیے گئے اور ان دونوں تحریکوں کی ڈٹ کر مخالفت کی گئی۔

ڈاکٹر مسعود احمد بریلوی لکھتے ہیں:

"ترک موالات کا معاملہ اگر صرف انگریز حاکموں اور مسلمان محکوموں کے درمیان ہوتا تو اس کی نوعیت قطعاً مختلف ہوتی، مگر ترک موالات کے نتیجے میں فوراً ہی بعد اور حصولِ آزادی کے بعد زندگی کے ہر شعبے میں جو عدم توازن متوقع تھا بحث اس سے تھی اور اسی بناء پر اس (تحریک ترک موالات) کی شدید مخالفت کی گئی، جن متدین علماء نے مخالفت کی ان میں سرفہرست اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (مولوی احمد رضا) کا نام نامی نظر آتا ہے۔"

(فاضل بریلوی اور ترک موالات، ص ۲۷)

ڈاکٹر مسعود احمد بریلوی لکھتے ہیں:

"۱۹۱۹ء میں مسئلہ خلافت پیش آیا امام احمد رضا کو شرعی بنیادوں پر اس سے اختلاف تھا، امام رضا نے ایک استفتاء کے جواب میں مسئلہ خلافت پر محققانہ بحث کی اور اپنا موقف پیش کیا، چونکہ اس جواب کی اشاعت سے انگریزوں کو فائدہ پہنچ سکتا تھا اس لیے اس کو شائع نہ کیا، چنانچہ یہ جواب ۱۹۲۲ء میں امام احمد رضا کے انتقال کے بعد منظر عام پر آیا۔"

(دوام العیش فی الائمۃ من قریش ص ۲۳، ۲۴، از افتتاحیہ)

**قارئین حضرات!** جب مولوی احمد رضا نے فتویٰ دیا تو یہ فتویٰ انگریزوں کے موافق تھا اس لیے ان کو فائدہ ہوا، جس نے فتویٰ لینا تھا اس نے لے لیا، چھپوانا یا نہ چھپوانا ضروری نہ تھا، کیونکہ فتویٰ لینے سے پتہ تو چل گیا کہ یہ فتویٰ انگریزوں کے فائدے کا ہے، ڈاکٹر مسعود کو بھی اعتراف ہے کہ ان تحریکوں کی مخالفت کی وجہ سے انگریزوں کو فائدہ پہنچ سکتا تھا اور فائدہ پہنچا، تب ہی تو فتوے انگریزوں کی ایماء پر چھپوا کر تقسیم ہوئے۔

محمد ہاشمی میاں بریلوی لکھتے ہیں: "بات چل رہی تھی مولانا تھانوی کی، ناظرین اپنے ذہن کا رشتہ دوبارہ تھانوی صاحب سے جوڑ لیں تحریک خلافت کو کون نہیں جانتا، انگریزوں نے اسے باغی جماعت قرار دیا وہ صرف اس لئے کہ تحریک خلافت متحدہ ہندوستان سے انگریز کو مار بھگانا چاہتی تھی، اس کی سرگرمیاں ملک کے طول وعرض میں اتنی سرعت کے ساتھ پھیل گئیں کہ انگریز حکومت کو خطرہ لاحق ہوگیا، اس لئے انگریز کو ضرورت محسوس ہوئی ایسے علماء کی جو تحریک خلافت کو بے قاعدہ بے اصول اور بے ایمان قرار دیں"۔ (انوار رضا ص ۴۵۶)

اور ماقبل میں گذر چکا ہے کہ تحریک خلافت کی مخالفت میں نواب احمد رضا خان صاحب کا نام سرفہرست ہے، لہٰذا اپنے ہی اصول سے ان کے اپنے امام کا انگریز کا ایجنٹ ہونا روز روشن کی طرح واضح ہوا۔

مولانا معین الدین اجمیری لکھتے ہیں:

"ظاہر ہے کہ گورنمنٹ سے امداد لینا اس کو اپنا محسن بنانا ہے اور یہ انسان کا فطری جذبہ ہے کہ محسن کے ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے"۔
(کلمۃ الحق، ص ۴۵)

تحریک خلافت نے عوام میں انگریز کے خلاف کیسا غم وغصہ پیدا کیا تھا اس کا اندازہ اشتیاق احمد قریشی کے اس بیان سے ہوتا ہے:

"چونکہ مسلم رائے عامہ انگریزوں کی غایت درجہ مخالف ہو چکی تھی اس لئے مولانا احمد رضا خان کی اس سے الگ ہٹ کر آواز پر کسی نے بھی کان دھرنے کی کوشش نہیں کی"۔ (علماء ان پالٹکس، ص ۲۷۰ بحوالہ عقیدت پر مبنی اسلام، ص ۳۱۸)

جس تحریک نے عوام کو انگریز کے مخالف کر دیا ہو، نواب احمد رضا خان اسی تحریک کے خلاف کھڑے ہو جائیں تو کیا اسے انگریز کا ایجنٹ نہیں تو کیا مسلمانوں کی آزادی کا استعارہ کہیں؟ ایسی حرکت بریلی کے کسی احمق سے تو ہو سکتی ہے عقلمندوں سے اس کی توقع عبث ہے!!!!

# مولانا احمد رضا کے نزدیک انگریزوں سے مدرسوں کے لیے امداد لینا جائز ہے

(1) سوال:

۱۰ محرم ۱۳۳۹ھ کو بنارس کچی باغ سے سوال آیا، مدرسہ اسلامیہ عربیہ جس میں پچیس سال سے گورنمنٹ (انگریزی) سے امداد ماہوار ایک سو روپیہ مقرر ہے جس میں کتب فقہ واحادیث وقرآن کی تعلیم ہوتی ہے، ممبران خلافت کمیٹی نے تجویز کیا کہ امداد نہ لینا چاہیئے پس استفسار ہے کہ یہ امداد لینا جائز ہے یا نہیں؟ مدرسہ ہذا میں سوا تعلیم دینیات کے ایک حرف کسی غیر ملت وغیر زبان کی تعلیم نہیں ہوتی۔

**جواب:** اس کا جواب مطلق جواز ہوتا، مگر پھر بھی احتیاطاً شکل شرط میں دیا گیا کہ جب کہ وہ مدرسہ صرف دینیات کا ہے اور امداد کی بناء پر انگریزی وغیرہ اس میں داخل نہ کی گئی تو اس کے لینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں تعلیم دینیات کو مدد پہنچتی تھی اس کا بند کرنا محض بے وجہ ہے۔

(2)......ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: "جو مدارس ہر طرح سے خالص اسلامی ہوں اور ان میں وہابیت نیچریت وغیرہما کا دخل نہ ہو ان کا جاری رکھنا موجب اجر عظیم ہے، ایسے مدارس کے لیے (انگریزی) گورنمنٹ اگر اپنے پاس سے امداد کرتی لینا جائز تھا نہ کہ جب وہ امداد بھی رعایا ہی کے مال سے ہو"۔

(المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ ص ۹۲، شامل رسائل رضویہ جلد ۲)

(3) ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ''اور تعلیم دین کے لیے گورنمنٹ (انگریزی) سے امداد قبول کرنا جو نہ مخالفت شرع سے مشروط نہ اس کی طرف منجر ہو یہ تو نفع بے غائلہ ہے۔''

(المحجۃ الموتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ ص ۹۷)

بابر خاں لکھتے ہیں: ''۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم اوّل کی ابتدا کے بعد ترکی نے مغربی یورپ کی مسلسل بدعہدیوں اور ناانصافیوں سے عاجز آ کر جرمنی کے ساتھ اتحاد کر لیا تھا، برطانیہ (انگریزی حکومت) نے اس سلسلے میں اہل ہند کے بعض علماء سے جن میں مولانا احمد رضا بریلوی خاص طور پر شامل ہیں ترکی کے خلاف فتاویٰ بھی حاصل کر لیے تھے۔''

(برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار ص ۱۳۶)

پیام شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں: ''یہ ہیں احکام اور فقیہان اسلام کے فتاویٰ جن کی بنیاد پر مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے فتویٰ دیا کہ مفلس پر اعانت مال نہیں، بے دست و پا پر اعانتِ اعمال نہیں، بلکہ مسلمانانِ ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں۔''

(دوام العیش ص ۴۶)

محمد فاروق قریشی لکھتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان کے مریدوں اور مقلدوں نے ان کے حکم و ارشاد کے مطابق عمل کیا اور بریلوی مکتب فکر کے علماء و اکابرین نے بحیثیت جماعت آزادی کی تحریکوں سے کنارہ کشی اختیار کیے رکھی، اس کی شدید مخالفت کی اور انگریزوں کے ساتھ تعاون کیا۔''

پھر آگے لکھتے ہیں:

''جلیانوالہ باغ، تحریک خلافت اور ترک موالات میں ان کا تعاون برطانوی سرکار کو حاصل رہا، انہوں نے برطانوی سرکار سے یکجہتی کے اظہار کے لیے فتوے جاری کیے، کئی کتب تصانیف کیں جن میں اپنے مریدوں کو ان میں حصہ لینے سے روکا گیا تھا، ان تحریکوں کو فتنہ و فساد قرار دیا یا قومی تحریکوں اور جدوجہد کے بارے میں ان کا رویہ مستحسن قرار نہیں دیا جا سکتا۔''

(ولی خان اور قرارداد پاکستان ص ۳۰۹)

## ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کا فتویٰ دینا:

بریلوی مولوی غلام مہر علی لکھتا ہے:

''حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا، اس لئے کہ انگریز اس پر قابض تھے اس کے برخلاف حکیم امت دیوبند و قطب دیوبند یہ فتوی دے رہے تھے کہ ہندوستان کو اکثر دارالاسلام کہتے ہیں...... اور پھر تھانوی صاحب نے تو جہاد کو حرام کہہ کر ہندوستان کے دارالامان ہونے کی پکی ڈگری دے دی''۔

(دیوبندی مذہب، ص ۸۹)

بریلوی مناظر کے اس حوالے سے معلوم ہوا کہ ہندوستان کو دارالاسلام کہنا یا اس میں جہاد کو حرام کہنا گویا انگریز کی خیر خواہی کرنا ہے اور نواب احمد رضا خان نے عین تحریک خلافت کے وقت ایک پورا رسالہ ہندوستان کے دارالاسلام ہونے پر ''اعلام الاعلام بان ہندوستان

دارالاسلام" کے نام سے لکھا اور انگریز کے خلاف جہاد کرنے کو حرام حرام حرام سراسر حماقت لکھا۔" (ملاحظہ ہو طرق الہدی، ص ۳۰، ۳۱)

احمد رضا صابری کا دوماہی الرضا مارچ، اپریل ۲۰۱۶ ص ۵۵ پر ایک مضمون "انٹرنیٹ پر افکارِ رضا کے دریچے" کے نام سے شائع ہوا ہے، جس میں عالمی دائرۃ المعارف "وکی پیڈیا" کو پیش کیا گیا ہے کہ اس میں احمد رضا خان کے بارے میں تسلی بخش معلومات ہیں، اب اسی وکی پیڈیا میں احمد رضا خان کے سیاسی افکار کے تحت لکھا ہے:

***Khan declared that India was Dar-al-Islam and that Muslims enjoyed religious freedom there.***

خان نے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا کیونکہ یہاں مسلمان آزادی کے ساتھ اپنے مذہبی رسومات ادا کر سکتے ہیں۔

***https//:en.m.wikipedia.org/wiki/Ahmed_Raza_Khan_Barelvi#Political_views***

## نواب احمد رضا خان بریلوی عالمی یہودی خفیہ تنظیم فری میسن کے کارندے تھے:

مشہور عالمی محقق کامران رعد نے اپنی کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی، آغا خان، فضل رسول بدایونی اور احمد رضا خان بریلوی کو فری میسنز کے آلہ کاروں میں شمار کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں: (انگریزی کتاب کا اردو ترجمہ: فری میسنز اور دجال، سترہواں باب، مطبوعہ لاہور)

## خاندان بریلی حکومت انگریزی کا مشیر تھا:

نواب احمد رضا خان کے بڑے بھائی حسن رضا خان بریلوی کے اخبار "روز افزوں" کا اشتہار ان الفاظ میں شائع کیا گیا:

"اخبار روز افزوں نے ملک میں اپنی روز افزوں ترقی ۱۹۰۲ء سے نہایت مستعدی کے ساتھ حمایت مذہب اور پولیٹیکل معاملات پر اپنی آزادانہ ظاہر کر کے بڑا نام پیدا کیا، ہم اس کی نسبت ناظرین والا تمکین کی خدمت میں صرف اس قدر عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ کو ایسا اخبار دیکھنے کا شوق ہو جو سچوں کا دوست، جھوٹوں کا دشمن، قوم کا خیر خواہ، **گورنمنٹ کا مشیر**، رعایا کے حقوق کا دستگیر ہو تو شہر بریلی کا مشہور اخبار روز افزوں ہفتہ وار دیکھئے"۔

(ماہنامہ سنی دنیا مولانا حسن علی رضوی نمبر، ص ۱۱، اگست ۱۹۹۴)

خط کشیدہ عبارت "گورنمنٹ کا مشیر" کے الفاظ ہی بتا رہے ہیں کہ خان صاحب کا سارا خاندان ہی حکومت انگلیشیہ کا مشیر، تنخواہ دار اور خیر خواہ تھا اس صورت میں ان کی طرف سے حکومت کی مخالفت کا سوال ہی عبث ہے۔



# بابِ سوّم

# نواب احمد رضا خان صاحب کی ذاتی زندگی پر ایک نظر

اس باب میں بریلی کے نواب احمد رضا خان صاحب کی ذاتی زندگی، شخصیت، کمالات، نیز ان کے چند خلفاء کے کردار کا تفصیلی و تنقیدی جائزہ لیا جائے گا!!!!

## نواب احمد رضا خان صاحب کا مقام اپنوں کی نظر میں:

بانیٔ بریلویت کی سوانح حیات و ذات کو چھیڑنے سے پہلے اگر اسی فرقے کے چند لوگوں کے ہاں ''بانی مسلک رضا'' کا تعارف معلوم ہو جائے تو آگے بات سمجھنے میں بہت آسانی ہوگی۔

(۱)......خان صاحب کے بھتیجے حسنین رضا ''بانی مسلک بریلویت'' کے متعلق لکھتے ہیں: ''غیر فصیح اور غلط لفظ بچپن میں بھی زبان مبارک پر نہ آیا، جسم و جان قلب و زبان کے مالک رب تبارک نے آپ کو ہر لغزش سے محفوظ رکھا۔''

(سیرت اعلیٰ حضرت و کرامات ص ۱۲۶، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

ایک جگہ یہی صاحب یوں لکھتے ہیں: ''ہر موقع پر ان کی زبان ملکوتی قوت کے اقتدار میں حرکت کرتی تھی، جہاں سہو و نسیان کا گویا گزر ہی نہیں ہوتا تھا، ان کا ہر جواب ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بڑے غور و تامل کے بعد دیا گیا ہو۔'' (ایضاً ص ۸۱)

یعنی سہو و نسیان نہ ہوتا تھا۔

ایک جگہ موصوف لکھتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت قبلہ کی زبان کھلی تو صاف تھی اور بچوں کی طرح کج مج نہ تھی، غلط الفاظ آپ کی زبان سے سنے ہی نہ گئے''۔ (ایضاً ص ۲۹)

(۲)......شاہ اولاد رسول مارہروی صاحب نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی کے متعلق کہتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت کو میں ابن عابدین شامی پر فوقیت دیتا ہوں کیونکہ جو جامعیت اعلیٰ حضرت کے ہاں ہے وہ ابن عابدین شامی کے ہاں

نہیں''۔ (فقیہ اسلام ص ۱۳۰ از ڈاکٹر احسن رضا اعظمی، مطبوعہ ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی)

(۳)...... ڈاکٹر احسن رضا اعظمی صاحب اس بات سے متفق ہیں کہ: ''علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا (احمد رضا خان) کے شاگرد ہیں یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں''۔ (فقیہ اسلام ص ۱۳۱)

(۴)...... بانی دعوت اسلامی مولوی الیاس عطار قادری صاحب لکھتے ہیں کہ: ''مجدد اعظم امام احمد رضا خان''

(فیضان سنت ص ix سن طباعت سوم، مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی)

(۵)...... مولوی صابر حسین شاہ بخاری قادری صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ: ''سنئے کہ اعلیٰ حضرت (مولوی احمد رضا خان صاحب) اس فن میں امیر المومنین فی الحدیث ہیں''۔ (امام احمد رضا محدث بریلوی اور فخر السادات سید محمد محدث کچھوچھوی ص ۲۵، مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور)

(۶)...... بریلوی محدث کچھوچھوی صاحب ایک خطبے میں کہتے ہیں کہ: '' تصدیق حق میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پرتو...... باطل چھانٹنے میں فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مظہر...... رحم وکرم میں ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی تصویر...... باطل شکنی میں حیدری شمشیر...... دولت فقہ ودرایت میں امیر المومنین...... سلطنت قرآن حدیث کا مسلم الثبوت وزہرا المجتہدین...... اعلیٰ حضرت علی الاطلاق امام اہلسنّت فی الآفاق...... مجدد مائۃ حاضرہ...... مدید ملّت طاہرہ...... اعلم العلماء عند العلماء...... قطب الارشاد علی لسان الاولیاء...... فانی فی اللہ والباقی باللہ...... عاشق کامل رسول صلی اللہ علیہ وسلم...... مولانا شاہ احمد رضا خان'' (ایضاً ص ۳۰)

(۷)...... پروفیسر شکیل احمد اعوان بریلوی صاحب ''مولوی احمد رضا خان بریلوی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''امام احمد رضا کی عظیم علمی کاوشوں اور تجدیدی کوششوں کو بہ نظر غائر دیکھا جائے تو آپ امام غزالیؒ، امام فی الدین ابن عربی، امام ابو الحسن شعرانیؒ، امام ابومنصور ماتریدی، علامہ ابو بکر محمد بن الطیب باقلانی اور حضرت مجدد الف ثانیؒ جیسی عظیم علمی روحانی اور مصلح شخصیات کی صف میں نظر آتے ہیں''۔

(امام احمد رضا اور احیائے دین ص ۲۶، مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور)

(۸)...... مولوی عبد العلیم صدیقی صاحب لکھتے ہیں کہ

عیاں ہے شانِ صدیقی تمہاری شانِ تقویٰ سے
کہوں کیوں کر نہ اتقیٰ جب کہ خیر الاتقیاء تم ہو

(امام احمد رضا اور احیائے دین، ص ۳۵، مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور)

(۹)...... مولوی عبد اللطیف نعیمی مدرّس جامعہ نعیمیہ لاہور صاحب لکھتے ہیں کہ:

''فقہ میں تو احمد رضا کا کوئی ثانی نہیں''۔ (ارادۃ الادب لفاضل النسب ص ا، مطبوعہ اسلامک بک سروس لاہور)

(۱۰)...... پروفیسر حافظ محمد شکیل بریلوی لکھتے ہیں کہ: ''علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں، یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں''۔ (رضا کوئز بک ص ۲۰۸، مطبوعہ مسلم کتابوی لاہور)

(۱۱)...... مولوی عبد الحکیم شرف قادری بریلوی محدث کچھوچھوی کے الفاظ نقل کرنے میں خیانت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اعلیٰ حضرت کی زبان وقلم کا یہ حال دیکھا کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کی حفاظت فرمائی اور زبان وقلم کو نقطہ برابر لغزش تک سے محفوظ رکھا''۔ (یاد اعلیٰ حضرت ص ۳۲، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور)

(۱۲)......احکام شریعت کے مقدمہ میں بریلوی محدث کچھوچھوی کے درج ذیل الفاظ موجود ہیں کہ:

''علمائے عرب وعجم کو اعتراف ہے کہ یا حضرت شیخ محقق مولانا محمد عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مولانا بحرالعلوم عبدالعلی فرنگی محلی یا پھر اعلیٰ حضرت کی زبان وقلم کا یہ حال دیکھا کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے اور زبان وقلم نقطہ برابر خطاء کرے اس کو ناممکن فرمادیا''۔ (احکام شریعت ص ۷ ۲، مطبوعہ ممتاز اکیڈمی لاہور)

(۱۳)......بریلوی جانشین حکیم الامت مفتی اقتدار احمد خان نعیمی گجراتی نے بھی محدث کچھوچھوی کے مذکورہ بالا الفاظ نقل کیے ہیں۔
(تنقیدات علی مطبوعات ص ۱۴۴، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

(۱۳)......مولوی عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ: ''کوئی انصاف پسند اور صاحب نظر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ امام احمد رضا واقعی فقہ میں علامہ شامی سے بھی آگے نکل گئے ہیں''۔ (اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام ص ۶۴، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

(۱۴)......مولوی غلام رسول سعیدی صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ: ''طبقاتِ فقہاء کے اعتبار سے اعلیٰ حضرت کا موازنہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ قواعد شرعیہ وضع کرنے کی وجہ سے آپ میں طبقہ اولیٰ یعنی ائمہ اربعہ کی جھلک بھی پائی جاتی ہے۔''
(مقالاتِ سعیدی ص ۵۰۷، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

ایک جگہ یوں احمد رضا کے متعلق لکھتے ہیں کہ: ''انسان بے ساختہ پکار اٹھتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے دماغ میں سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مجتہدانہ ذہانت ہے، آنکھوں میں خصاف کی ضیاء ہے، عقل ابوبکر رازی کی ہے اور حافظہ قاضی خان کا معلوم ہوتا ہے''۔ (ایضاً ص ۵۵۰)

(۱۵) ڈاکٹر حسن رضا اعظمی بریلوی لکھتے ہیں کہ: ''امام احمد رضا کی قوت حافظہ قرونِ اولیٰ کی یاد دلاتی ہے''۔ (فقیہ اسلام ص ۲۰)

آگے لکھتے ہیں کہ: ''کیوں نہیں وہ تو محدثین کے امام ہیں''۔ (ایضاً ص ۲۰)

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ: ''گویا اعلیٰ حضرت بہ یک وقت ابن ہمام بھی تھے اور ابن عابدین بھی'' (ایضاً ص ۴۵۶)

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ: ''علم حدیث میں آپ امام سیوطی کے مظہر نظر آتے ہیں تو تفسیر میں ابن جریر کے پرتو ہیں، علوم عربیہ میں سحبان کی شان رکھتے ہیں تو امام ابوحنیفہ کے قواعد واصول برتنے میں آپ پر بزدوی سرخسی کا شبہ ہوتا ہے اور صرف انہیں علوم تک نہیں، بلکہ جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں آپ کی شان یکساں معلوم ہوتی ہے''۔ (ایضاً ص ۴۵۵)

(۱۶)......احکام شریعت میں مسئلہ نمبر (۱۰۰) میں مولوی احمد رضا خان کے القاب یوں لکھوائے گئے ہیں کہ: ''قبلہ کونین وکعبہ دارین''
(احکام شریعت ص ۲۰۳ حصہ دوم)

(۱۷) مولوی حسن علی رضوی میلسی بریلوی نے مولوی احمد رضا خان پر کتاب مرتب کی جس کا نام یہ رکھا کہ: ''مناقب مجدد اعظم''
(مطبوعہ انجمن انوار القادریہ کراچی)

(۱۸)......فدائے رضویت ایوب علی رضوی بریلوی صاحب مولوی احمد رضا کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

حشر میں جب ہو قیامت کی تپش
جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے
جام کوثر کا پلا احمد رضا
(مدائح اعلیٰ حضرت مع نغمۃ الروح ص ۴۸، مطبوعہ بہار پور بریلی ہندستان)

ایک جگہ یوں لکھتے ہیں کہ:

تو حدیث وفقہ میں یکتا امام — اور مفسر طبری سا احمد رضا
بلکہ طبری کا بھی وہ مرتبہ نہیں — وہ ہے تیرا مرتبہ احمد رضا
(نغمۃ الروح ص ۴۳)

ایک جگہ یوں لکھتے ہیں کہ:

تم سے کیا وہ دین حق سے پھر گیا — جو پھرا تم سے شہہ احمد رضا
(ایضاً ص ۴۲)

ایک جگہ یوں لکھتے ہیں کہ:

دیوبندی نیچری ندوی سبھی — پڑھتے ہیں کلمہ تیرا احمد رضا
(ایضاً ص ۴۳)

یعنی مولوی احمد رضا خان کا کلمہ پڑھانے کے درپے ہیں!!!!
ایک جگہ یوں کہتے ہیں کہ:

چار جانب مشکلیں ہیں ایک میں — اے میرے مشکل کشا احمد رضا
(ایضاً ص ۴۴)

قبر و حشر ونشر میں تو ساتھ دے — ہو مرا مشکل کشا احمد رضا
(ایضاً ص ۴۸)

مانگ لے اب جو کچھ مانگنا ہو محب — دینے والا ہے اعلیٰ ہمارا رضا
(مدائح اعلیٰ حضرت ص ۲۷)

دل ملا آنکھیں ملیں ایمان ملا — جو ملا تجھ سے ملا احمد رضا

(نغمۃ الروح،ص ۴۲)

مجھ کو جو کچھ ملا تیرے در سے ملا   واہ کیا ہے عطا شاہ احمد رضا
(مدائح اعلیٰ حضرت،ص ۲۴)

نکیرین آکے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے
ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خان کا
(ایضاً ص ۲۵،)

(۱۹)...... بریلوی مولوی محمد نورالدین صاحب نظامی جیبی پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور، یوپی لکھتے ہیں کہ:''مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی حضرت مولانا الحاج شاہ احمد رضا خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ''۔(سوانح امام احمد رضا ص ۳۰،مطبوعہ اکبر بک سیلرز لاہور)

(۲۰)...... بریلوی حکیم ابوالبرکات مولوی نعیم الدین صدیقی قادری رضوی نوری گورکھپوری نائب شیخ الحدیث دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی لکھتے ہیں کہ:

آپ کے اوصاف تک کس کی رسائی ہو بھلا   ہو نبی کے معجزہ بس ختم ہے اس پہ سخن
(ایضاً ص ۳۷)

(۲۱)......اب ذرا مولوی احمد رضا خان صاحب کے الفاظ اپنی ذات کے بارے میں بھی پڑھ لیں کہ:''میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے''۔(وصایا شریف ص ۲۰،مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور)

یعنی ہر فرض سے اہم فرض مولوی احمد رضا خان کی بات کو ماننا ہے۔

(۲۲)......تبھی تو یہ الفاظ سے بریلوی علماء کی زبان سے نکلے کہ:''رہی یہ بات کہ جو اعلیٰ حضرت کا ہم عقیدہ نہ ہو اس کو وہ کافر جانتے ہیں، یہ درست ہے''۔(الصوارم الہندیہ مع التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۱۳۸،مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

یہی بات انوار شریعت جلد اوّل ص ۱۴۰ اور فتاویٰ صدر الافاضل ص ۸۲ اور ص ۱۳۴ پر لکھی ہے۔

قارئین کرام! یہ تھا مولوی نواب احمد رضا بریلوی بانی بریلویت کا مقام خود ان بریلویوں کی نظر میں، مولوی احمد رضا خان بریلوی کے بارے میں جو مبالغہ آمیزیاں بریلوی حضرات نے کی ہیں اس کو آپ بخوبی محسوس کر سکتے ہیں، یہ حوالہ جات مستند و معتبر بریلوی کتب سے بیان کیے گئے ہیں اور سب مولوی بریلوی حضرات میں معتبر و مستند مانے جاتے ہیں، یہ تو تھی کسی اندھے معتقد کے قلم سے اپنے اعلیٰ حضرت کے مناقب وفضائل میں چند مبالغہ آرائیاں اب نواب صاحب کی حقیقی سوانح انہی کی سیرت کی کتب سے ملاحظہ فرمائیں اور اندازہ لگائیں کہ عوام کو نواب صاحب کے بارے میں کس قدر دھوکے میں رکھا جا رہا ہے۔

# احمد رضا خان صاحب بریلوی کی ذاتی شخصیت و زندگی پر ایک نظر

## نواب احمد رضا خان صاحب کا شجرۂ نسب

خان آف بڑہیچ المختار احمد رضا خان صاحب کا شجرہ نسب یوں بیان کیا گیا: "ابو البشر صفی اللہ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت شیث علیہ السلام، انوش، قینان، مہلا حیل، یارد، حضرت ادریس علیہ السلام، ملک متلاشیخ، لانک، حضرت نوح علیہ السلام، سام، ارفخشد، شالخ، عابد، حضرت ہود علیہ السلام، شروع یا اشرغ، ماخو دیا ناحود، تارخ، خلیل اللہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت سیدنا اسحٰق علیہ السلام، حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام، یہودا، رویئل، طلص، عتبہ قیص، سارد الملقب بہ ملک طالوت، افغنہ یا ارمیہ، سلیم یا سلم، مندول، ارزند، تارج، عامیل، لوئی طلل، صہب، ابی قمر، ہارون، اشمول، علم یا علیم، قبل، متھال، حدیفہ، عمال، کرم، فیلول، عثم، شیر، قلیح، نصرت، مخل، شرود، اشعث، اکرم، نعیم، اشموائیل، نصر، **قارون**، صلاح، سلم، بہلول، عنین، زمان، ملک اسکندر، ملک جالندر، مرہ، نعیم، عتبہ، سلول، عیص، حضرت قیس عبد الرشید، ابراہیم عرف سڑبن، شرف الدین عرف شرخبون، بھڑیچ، داوڑ خان، دولت خان، یوسف خان قندہاری، عبد الرحمٰن، شجاعت جنگ سعید اللہ خان قندہاری، محمد سعادت یار خان، مولانا حافظ کاظم علی خان، مولانا شاہ محمد اعظم خان، امام العلماء مولانا رضا علی خان، رئیس الاتقیاء مولانا نقی علی خان"۔ (حیات مفتی اعظم ہند از مرزا عبد الوحید بیگ مطبوعہ بریلوی ص: ۱۵، ۱۶ بحوالہ مولانا نقی علی خان حیات اور علمی و ادبی کارنامے ص ۶۸، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی)

احمد رضا خان صاحب اسی نقی علی خان کے بیٹے تھے، اب تک تو ہم یہی سنتے آئے تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام تک شجرہ صرف ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا محفوظ ہے، مگر اب معلوم ہوا کہ بریلی کے احمد رضا خان صاحب بھی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری کرنے کے لیے دوڑ لگانے والوں میں شامل ہیں، چونکہ بریلویوں نے آگے انہیں نبوت کی مسند پر بٹھانا تھا شاید اس لئے یہ میڈ اِن بریلی شجرہ تیار کیا گیا، یاد رہے کہ نواب احمد رضا خان المختار کے بیٹے مصطفیٰ رضا خان کو "آلِ رحمٰن" کہتے ہیں، حالانکہ اس شجرہ نسب کی رو سے رضا خان اور اس کی آل اولاد کا لقب "آل قارون" بنتا ہے اس لئے کہ ۲۶ ویں نمبر پر خان کے دادا کا نام **"قارون"** ہے۔

### آل قارون کہنے پر رضا خانیوں کا شکوہ:

بریلوی حضرات نے اس کے جواب میں شکوہ کیا ہے کہ اگر کسی کے باپ دادا میں کوئی کافر آجائے تو اس بنیاد پر اس پر طعن کرنا بالکل بھی مناسب نہیں، حضرت سبیعہ بنت ابولہب کو کسی نے **بنت حطب النّار** کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ناراض ہوئے۔ (زرقانی)

(ملخصا کنز الایمان اور مخالفین)

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ نصیحت آپ نے اپنے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی کو کیوں نہیں کی اور مولوی نصیر الدین سیالوی کو کیوں نہیں کی؟ جنہوں نے جاء الحق اور عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ میں فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کے نسب کو طعن کا نشانہ بنایا؟

ثانیاً بالکل ہم آپ سے اس حد تک متفق ہیں کہ اگر کسی کے آباء و اجداد میں کوئی کافر آ گیا تو اس بنیاد پر اولاد کو طعنہ دینا کسی طور پر بھی مناسب نہیں بلکہ گناہ ہے، لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب ان کافر آباء و اجداد کو بطور فخر پیش نہ کیا جائے، بریلوی حضرات نے خان صاحب کے اس نسب نامے کو مقام مدح میں پیش کیا ہے، لہٰذا ان آباء و اجداد پر بریلوی حضرات کو فخر ہے، پھر ہم نے کوئی طعن نہیں کیا، بلکہ آل رحمٰن کی مناسبت سے ان کے ایک لقب آل قارون کو ذکر کر دیا، اتنی سی بات پر سیخ پا ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ حیرت ہے نسب بیان کرنا عیب نہیں، مگر خان صاحب کی اس نسب کی طرف نسبت عیب ہو؟ حضرت سبیعہ ؓ کے حوالے سے جو بے سند روایت پیش کی اس کی توجیہ بھی یہی ہے کہ حضرت سبیعہ ؓ نے کبھی بھی اپنے باپ کا ذکر یوں فخریہ نہیں کیا جب کہ خان صاحب کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

## خان صاحب کا یہ نسب نامہ جھوٹا ہے

بریلویوں کے ہاں مستند ترین تفسیر میں اسمٰعیل حقی لکھتے ہیں کہ امام مالک ؒ اس بات کو مکروہ جانتے کہ کوئی آدمی اپنا نسب حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کرے اسی طرح نبی کے حق میں بھی کیونکہ ان آبا کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے جب یہ آیت پڑھی تو فرمایا کہ اہل نسب جھوٹ بولتے ہیں یعنی یہ جو نسب نامے جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں کیونکہ اللہ نے اس علم کی بندوں سے نفی کی ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو:

**وكان مالك بن انس يكره ان ينسب الإنسان نفسه أبا أبا الى آدم و كذا في حق النبي عليه السلام لان أولئك الآباء لا يعلم أحد الا الله وكان ابن مسعود رضي الله عنه إذا قرأ هذه الآية قال كذب النسابون يعني انهم يدعون علم الأنسباب وقد نفى الله علمها عن العباد** (روح البیان، ج ۴، ص ۴۰۱، سورہ ابراہیم آیت نمبر ۹)

## خان صاحب بریلی کے بڑھیچ قبیلے کے انبیاء

قبیلہ بڑھیچ میں مندرجہ ذیل انبیائے کرام ہوئے:

(۱) حضرت آدم علیہ السلام، (۲) حضرت شیث علیہ السلام، (۳) حضرت ادریس علیہ السلام، (۴) حضرت نوح علیہ السلام، (۵) حضرت ہود علیہ السلام، (۶) حضرت ابراہیم علیہ السلام، (۷) حضرت اسحٰق علیہ السلام، (۸) حضرت یعقوب علیہ السلام۔

افغانیوں میں اسی وجہ سے قبیلہ بڑھیچ کو موقر، معزز اور مقدس سمجھا جاتا ہے۔ (مولانا نقی علی خان حیات و شخصیت۔ ص: ۶۹)

## احمد رضا خان صاحب کو مقدس ثابت کرنے کے لیے حضور ﷺ کے نام پر جھوٹ

محمد اکرم اعوان بریلوی لکھتا ہے کہ: ''امام اہلسنت، مجدد دین وملت شاہ احمد رضا خان افغانی نسب و نسل کے لحاظ سے افغان ہیں، آپ کا نسبی سلسلہ افغانستان کے مشہور و معروف قبیلہ بڑھیچ سے، جو افغانوں کے جد امجد قیس عبد الرشید جسے پیغمبر علیہ السلام خدمت عالیہ میں حاضری دے کر دین اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی کے پوتے شرجنون الملقب شرف الدین کے پانچ بیٹوں میں چوتھے بیٹے بڑھیچ سے جا ملتا ہے۔ (شاہ احمد رضا خان بڑھیچ افغانی ص: ۳۵، المختار پبلی کیشنز کراچی)

ڈاکٹر محمد حسن بریلوی اس جھوٹ کو اس طرح بیان کرتے ہیں: "(کہ آپ ﷺ نے دعائے خیر کے ساتھ فرمایا) عبد الرشید کی اولاد سے سلسلہ عظیم پیدا ہوگا جو قیامت تک دین کو مضبوط کرے گا اور اس قوم کا استحکام اس لکڑی کے مثل ہے جس پر جہاز کی بنیاد رکھی جاتی ہے اس لکڑی کو بتان کہتے ہیں"۔ (مولانا نقی علی خان حیات وشخصیت ص: ۱۷)

غور فرمائیں احمد رضا خان کے نسلی تفاخر کو ثابت کرنے کے لیے کیا کیا افسانے گڑھے جا رہے ہیں، آقائے نامدار ﷺ نے انہیں عبد الرشید کے اسلامی نام سے نوازا اور فرمایا کہ تم میری امت کے بطان یا بتان ہو کیونکہ تیری پشت میں اللہ تعالیٰ نے میرے دین کو محفوظ فرمایا"۔ (شاہ احمد رضا خان بڑہیچ افغانی ص ۲۶، المختار پبلی کیشنز کراچی)

# قیس عبد الرشید نامی شخص کے بارے میں تحقیق

واضح رہے کہ اگر کسی شخص یا واقعے کی نسبت آپ علیہ السلام کی ذات کی طرف کی جائے تو اسکا صحیح ہونا بھی ضروری ہے اور اس کیلئے لازم ہے کہ اس واقعے کا ثبوت صحیح سند کے ساتھ مستند کتابوں میں موجود ہو۔

## قیس عبد الرشید:

کیا قیس المعروف عبد الرشید ایک خیالی شخص ہے یا حقیقی شخص ہے؟ اس بات پر تاریخ دانوں کے درمیان اختلاف موجود ہے، لیکن تاریخ اسلام اور صحیح روایات اس شخص کے صحابی ہونے کے منکر ہیں، کیونکہ نہ اس نام کے کوئی صحابی حضور ﷺ کے زمانے میں موجود رہے ہیں اور نہ ہی ان کی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے شادی ثابت ہے۔

## قیس عبد الرشید کے متعلق تاریخی روایات:

پٹھانوں کی روایات میں قیس عبد الرشید (عرف پٹھان) کو ایک مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے، اس کی وجہ ان کو پٹھانوں کا مورثِ اعلیٰ قرار دینا ہے، انیسویں صدی تک افغان مؤرخین ان کے حقیقی شخص ہونے پر زور دیتے رہے، لیکن اس کے بعد افغان سرکاری مؤرخین اور انگریز مؤرخین قیس کو ایک خیالی وجود قرار دینے لگے، بعض روایات کے مطابق قیس عبد الرشید، نبی محمد ﷺ کے ایک پشتون صحابی تھے، عبد الرشید وہ پہلے پشتون تھے جنہوں نے مدینہ حاضر ہو کر وہاں محمد ﷺ سے ملاقات کی، اسلام قبول کیا اور محمد ﷺ نے ان کے حق میں دعا فرمائی...... (بعض روایات میں عصا عطا کرنے کا بھی ذکر ہے) پشتون اصلاً یہودی قبائل سے تعلق رکھتے ہیں اور انہوں نے ساتویں صدی عیسوی میں اسلام قبول کیا۔

**أكّد أحد كبار العلماء المختصّين في التاريخ الأفغاني أن قبائل الباشتون في أفغانستان وباكستان والهند تنحدر من أصول يهودية وأنها اعتنقت الإسلام في القرن السابع الميلادي عندما التقى زعيمهم اما رول قيس بالنبي محمد في الجزيرة العربية.**

حضور علیہ السلام نے قیس کو بتایا کہ تم طالوت بادشاہ کی نسل میں سے ہو اسلئے ملک کا لقب عطا کیا۔

**وقال أبا سين يوسف زئی: "اجتمع النبي محمد مع قيس وقال له: أنت تنحدر من نسل الملك طالوت ثم أطلق عليه**

لقب الملك."

قیس عبدالرشید غور افغانستان میں پیدا ہوا اور حضور علیہ السلام کی خبر پر قوم نے ان کو مدینہ بھیجا جہاں خالد بن ولید نے ان کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ علیہ السلام نے قیس کا یہودی نام بدل کر عبدالرشید رکھا۔

**وأوضح يوسف زئي أن "قيس ولد في اقليم غور في أفغانستان الحالية، وما أن سمع بظهور الإسلام، حتى أرسلته قبيلته إلى المدينة المنورة في الجزيرة العربية حيث أصبح مسلما بعد أن قدمه للنبي القائد الشهير خالد بن الوليد"......وأضاف "عند ذاك قال النبي ان قيس اسماً يهودياً فغيره إلى عبدالرشيد" حسب تعبيره.**

## قیس عبدالرشید کی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے شادی:

سب سے پہلے اس بات کو مشہور کیا گیا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پشتون تھے اور آپ علیہ السلام نے ان سے پشتو میں بات بھی کی، لیکن جب یہ بات واضح کی گئی کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تو اصلاً عرب تھے اور ان کا پورا قبیلہ عرب تھا تو یہ کہانی بنائی گئی کہ قیس عبدالرشید کی شادی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے ہوئی تو گویا پٹھان کسی نہ کسی طرح خالد بن ولید کی نسل میں سے ہیں۔

## حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی اولاد کا قندھار جانا:

پشتو تاریخ میں ایک اور نسبت سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے رشتہ جوڑنے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے سلیمان بن خالد کی اولاد نے قندھار کو اپنا مستقر بنایا، جب ان میں سے ایک خالد بن عبد اللہ کو کابل کا والی بنایا گیا اور پھر معزول کیا گیا لیکن انہوں نے اسی جگہ رہنے کو ترجیح دی اور یوں ان کی نسل وہیں سے آگے چلی اور سلیمان خیل اور بنگش کے نام سے مشہور ہوئی۔

**إنّ قصّة السليمانيين المخزوميين هي إحدى هذه القصص، لقد هاجر هؤلاء الخوالد القرشيين لخراسان وفارس منارة العلم الشرقية واستوطنوا حاضرة العالَم قندهار قبل أن يبدأوا قصّة العودة المليئة بالتضحيات ليستقروا بمكّة حيث ولد جدهم البطل وسيف الله المسلول خالد بن الوليد، ويشير كتاب حياة الأفغان في الفصل الثالث، القسم الثاني، صفحة 52،**

**وفي معرض حديث الكاتب عن الفتوحات الإسلامية إلى أن أساس هجرة السليمانيين كان في العام 72ھ حين عين أحدهم وهو عبدالله بن خالد واليا لكابل خلفا لعبيدالله بن زياد الذي ولاه عامل خراسان كابل ولكن أهلها ثاروا ضده وسجنوه مما حدى بطلحة بن عبيدالله أن يرسل من يدفع فديه 500000 درهم لفك أسر الوالي ثم قاتل الثوار في كابل وغور وهرات منهيا حملته بتعيين خالد بن عبدالله المخزومي كوال لكابل وهو من ذرية خالد بن الوليد إلا أن عامل خراسان سرعان ما عزله فأثر خالد ألا يعود وأستقر هو عائلته بمدينة زرمات ومنه نسل خوالد أفغانستان ومن ثم البنقش.**

## تاریخی حقائق:

تاریخ کی مستند کتابیں ان سب باتوں کا انکار کرتی ہیں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل کے ختم ہونے کی خبر دیتی ہیں۔

**وقد انقرض ولد خالد بن الوليد فلم يبق منهم أحد، ورثهم أيوب بن سلمة دارهم بالمدينة.** (نسب قریش ص: 328، تہذیب التہذیب، ج ۳ ص ۱۳۰)

**وقد أخذ هذا عنه القول ابن أخيه الزبير بن بكار (۱۷۲ھ-۲۵۶ھ) فقال: وقد انقرض ولد خالد بن الوليد فلم يبق منهم أحد، وورث أيوب بن سلمة دورهم بالمدينة** (أسد الغابۃ: ج ۲ ص ۶۶، تاریخ دمشق: ج ۱۸ ص ۱۵۵) تہذیب الکمال: ج ۸ ص ۱۷۵، اللباب فی تہذیب الأنساب: ج ۳ ص ۲۶۶)

خلاصہ کلام قیس عبد الرشید نامی کسی صحابی کا وجود یا ان کا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا یا خالد بن ولید کی بیٹی سے شادی کرنا کسی بھی صحیح، مستند یا ضعیف روایات سے ثابت نہیں، لہٰذا پشتون قوم کے بارے میں جتنی بھی باتیں ہیں یہ سب تاریخی تخمینے اور اٹکل ہیں جن کی حقیقت اللہ رب العزت ہی بہتر جانتے ہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

(کتبہ: عبد الباقی اخونزاد)

# خان صاحب آف بنی اسرائیل

محمد اکبر اعوان صاحب نے اپنی کتاب میں دو صفحے اس بات کے ثبوت پر لکھے کہ احمد رضا خان افغانی تھا اور افغانی بنی اسرائیل کی اولاد میں سے ہیں، ملاحظہ ہو: (شاہ احمد رضا خان بڑہیچ افغانی ص ۱۷ تا ۲۰، المختار پبلی کیشنز ۱۹۹۶ء)

## خان صاحب آف بریلی کی زبان جنات وشیاطین کی زبان:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہدِ نبوت میں پشتو زبان بنی اسرائیل اور غیر انسانی مخلوق دیو جنات وغیرہ کے آپس میں بول چال سے پھلی پھولی۔ (شاہ احمد رضا خان ص ۲۱)

## خان صاحب آف بڑہیچ کا لقب:

"فخر بنی آصف وافغنہ شاہ احمد رضا خان افغانی"(شاہ احمد رضا خان بڑہیچ افغانی، ۳۲، المختار پبلی کیشنز کراچی)

یادرہے کہ یہ کتاب ہمیں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے ملی ہے چھپی بھی وہیں سے ہے مگر نہ معلوم کہ ادارے نے کیوں اس پر اپنا نام دینا گنوارا نہ کیا ابھی بھی پشتو اور اردو دونوں زبانوں میں اس کتاب کے کافی نسخے فروخت کیلئے ادارے میں موجود ہیں۔

# خان صاحب بریلوی، افغانیوں کو کیا سمجھتے ہیں؟

بریلی آج بڑے فخر کے ساتھ خان صاحب نواب آف بریلی کا تعلق "افغانستان" سے جوڑتے ہیں، ان کے نام کے ساتھ افغانی لگانے میں فخر محسوس کر رہے ہیں، مگر خود خان صاحب کے نزدیک افغانی انتہائی متشدد چند کتب پڑھ کر امت کو فاسق وفاجر بنانے والے تھے۔

"زیادہ بے باکی متقشفہ افغانستان سے پائی کہ چند کتب فقہ پڑھ کر تشسف وتصلف کو حد سے بڑھاتے اور عامہ امت مرحومہ کو ناحق فاسق اور فاجر بتاتے ہیں"۔ (حقہ المرجان، ص ۳، رضوی پریس بریلی طبع دوم، از احمد رضا خان صاحب)

چونکہ خان صاحب بریلی خود بھی افغانی تھے لہذا یہ تمام صفات ان میں باتم موجود تھیں اور چند کتب پڑھ کر ساری امت کو ساری زندگی کافر وہابی بناتے رہے۔

## آباء واجداد کے کرتوت

خان صاحب آف افغانی کے دادا کے چند واقعات ملاحظہ ہوں:

''حضرت کا گزر ایک روز کوچہ سیتا رام کی طرف سے ہوا ہنود کے تیوہار ہولی کا زمانہ تھا ایک ہندونی بازاری طوائف نے اپنے بالا خانے سے اپنے حضرت پر رنگ چھوڑ دیا......'' (حیات اعلیٰ حضرت ج ا ص ۵۸)

ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو: ''دوسرا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ حضرت کے اعزہ میں ایک صاحب مسمّیٰ بہ وارث علی خان محلہ سوداگراں میں رہتے تھے، ایک مرتبہ حاضر خدمت ہو کر کچھ رقم بطور قرض حاصل کی ان کے شباب کا زمانہ تھا اور مزاج آزاد واقعہ ہوا تھا، اسی لئے حضور نے فرمایا تھا کہ اس رقم کو بے جا صرف نہ کیا جائے اقرار کیا اور چلے گئے...... جب زینہ پر پہنچے دیکھتے ہیں کہ حضرت کا عصا اور چھڑی رکھی ہے، الٹے پاؤں واپسی ہوئی......'' (حیات اعلیٰ حضرت ج ا ص ۸۶)

دادا سے لے کر سارا خاندان طوائفوں کے چکر میں پھنسا ہوا تھا یہی وجہ ہے کہ خان آف افغان کی پہلی کرامت کا اظہار بھی طوائفوں کی جھرمٹ میں ہوا، پورے خاندان کی طوائفوں میں اتنی دلچسپی تھی کہ قرض کا مطالبہ کرتے ہی دادا صاحب پہچان گئے کہ کس مقصد کیلئے لیا جا رہا ہے۔

## خان صاحب کے والد کا شغل بٹیر بازی:

خان آف بریلی کے والد نقی علی خان کے بارے میں مولوی عبدالصمد مقتدری کی سنئے: ''ضلع بدایوں میں ان کی بڑی جائیداد تھی، بسلسلہ انتظام جائیداد بدایوں میں مسلسل آمد و رفت رہتی تھی، مولانا انوار الحق صاحب عثمانی بدایونی سے مخلصانہ برادرانہ تعلقات تھے، رؤساء بدایوں وکھیڑہ بزرگ کے خصوصی مشاغل مرغ باز اور بیٹر بازی وغیرہ سے دلچسپی لیتے تھے''۔

(رسالہ نذرانہ عرس: ص ۷، بحوالہ مطالعہ بریلویت: ج ا ص ۱۹۷)

## والدہ کی دینداری:

مکان میں پہلا قدم رکھتے ہی والدہ نے مجھ سے فرمایا حج فرض اللہ تعالیٰ نے ادا فرمایا، اب میری زندگی بھر دوبارہ حج کا ارادہ نہ کرنا۔

(المیزان ص ۳۴۴)

## ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو:

''رمضان المبارک کا مہینہ ہے اعلیٰ حضرت ابھی کمسن ہیں، روزہ رکھوایا گیا، گرمی کا زمانہ ہے، سہ پہر کے وقت کاشانہ اقدس میں روزہ کشائی کی تیاریاں ہو رہی ہیں، ایک الگ کمرے میں افطار کے دوسرے سامان کے ساتھ فرنی کے پیالے بھی چنے ہوئے ہیں۔

آپ کے والد صاحب یکا یک آپ کو ایک کمرے میں لے جاتے ہیں اور کواڑ بند کر کے ایک پیالہ اُٹھاتے ہیں اور بیٹے کی طرف بڑھا

کر کہتے ہیں، لو اسے کھالو، بیٹا حیران ہو کر عرض کرتا ہے، ابا حضور میرا تو روزہ ہے کیسے کھاؤں؟ ارشاد ہوتا ہے، میاں کھا بھی لو، بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے، میں نے کواڑ بند کر دیے ہیں کوئی دیکھنے والا بھی نہیں، جلدی سے کھالو، یہ سن کر بیٹا ادب سے کہتا ہے، ابا جان جس کے حکم سے روزہ رکھا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے، یہ سنتے ہی آپ کے والد ماجد کی آنکھوں سے بے اختیار اشکوں کا تار بندھ جاتا ہے، فرطِ محبت سے پیارے بیٹے کو سینے سے لگا لیتے ہیں۔ (المیزان ص ۳۳۹، انوار رضا ص ۳۷۲)

(۱) نقی علی خان کی دینداری ملاحظہ ہو کہ بیٹے کو روزہ خوری اور اللہ کے احکام کی چوری کرنے کا کیسا ڈھنگ سکھا رہے ہیں، (ظاہر ہے احمد رضا پر اسی تربیت کا ہی تو اثر تھا)

(۲) بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے، (بول کر کیا سکھا رہے ہیں کہ تمہارا دین تو کوئی اور ہی ہے)

(۳) احمد رضا کے والد کو اتنا بھی علم نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے، احمد رضا کے بتانے سے اپنی بدعقیدگی پر رونے لگے۔

(۴) یہ احمد رضا کے اس استاد کا حال ہے جن سے احمد رضا نے "تکمیل علوم دینیہ" کیا۔

**(لاحول ولا قوۃ الا باللہ)**

(۵) اسی دینداری کا شاخسانہ تھا کہ والد صاحب نے ۴۸ سال کی عمر تک بیعت ہی نہیں کی تھی۔

## خان صاحب کی والدہ کی طرف سے ان کی لتریشن:

ایک دفعہ خان آف بریلی نے اپنے بیٹے حامد رضا کی پٹائی لگا دی جس پر موصوف کی اماں جان سیخ پا ہو گئی اور اس کے بعد کیا ہوا پڑھئے:

''غصہ میں بھری ہوئی آئیں اور اعلیٰ حضرت قبلہ کی پشت پر ایک دوہتڑ مارا اور فرمایا تم میرے حامد کو کیوں مارتے ہو، اعلیٰ حضرت فوراً جھک کر کھڑے ہو گئے اور اپنی والدہ صاحبہ سے عرض کیا کہ اماں جان اور ماریے جب تک آپ کا غصہ فرو نہ ہو جائے یہ کہہ کر آپ جھک گئے آپ کی والدہ صاحبہ نے ایک دوہتڑ اور مارا۔'' (سیرت پاک اعلیٰ حضرت ص ۶۶)۔

## خان صاحب کی بچپن کی شرارتیں:

''ابھی تقریباً ساڑھے تین برس کی عمر ہے ایک نیچا کرتا پہنے باہر سے دولت خانہ کی طرف چلے جا رہے تھے کہ سامنے سے کچھ بازاری عورتوں (طوائف) کا گذر ہوا ان پر نظر پڑتے ہی ساڑھے تین برس کے امام نے اپنا لمبا کرتا اٹھایا اور دامن سے آنکھیں چھپا لیں یہ غیورانہ انداز دیکھ کر ان عورتوں نے تضحیکانہ طور پر کہا:

''واہ میاں صاحب زادے! نظر ڈھک لی اور ستر کھول دیا''، اس پر اعلیٰ حضرت نے نے برجستہ جواب فرمایا پہلے نظر بہکتی ہے تب دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے اب تو ان سب عورتوں پر سکتہ طاری ہو گیا اور پھر کچھ بولنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

ساڑھے تین برس کی عمر میں فکر و شعور اور عفت و پرہیزگاری کی اس قدر بلندی کم تعجب خیز نہیں آپ نے اس جواب کے اندر شریعت و طریقت کے ایسے پنہاں نکتے منکشف فرما دیے جن کا ادراک آج بوڑھے ہونے کے بعد بھی مشکل سے ہوتا ہے''۔

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر ص ۲۳۲)

آج ایک معمولی شریف انسان بھی اپنے محلے میں طوائفوں کا رہنا پسند نہیں کرتا مگر یہ عجیب خاندان ہے جنہیں اپنے محلے میں بحث

ومباحثہ، مڈبھیڑ اور کرامات کیلئے رنڈیوں کے علاوہ اور کوئی ملتا ہی نہیں۔

اس پر بھی غور کریں خان صاحب گھر کی طرف جا رہے تھے اور طوائفیں بھی اسی طرف سے آرہی تھیں، نہ معلوم دولت خانے پر کیا کرنے گئی تھیں؟ تین سال کا بچہ اپنے گھر سے زیادہ دور نہیں گیا ہوگا اس لئے سامنے سے آنا یہی بتلاتا ہے کہ گھر کے آس پاس یا دولت خانے ہی سے آرہی ہوں، پھر بچپن میں بچہ بہت کچھ کرتا ہے عموماً اس کی طرف دھیان نہیں جاتا مگر ان طوائفوں کا وہاں رک جانا اور بحث شروع کر دینا اس بات پر دال ہے کہ طوائفیں بھی خان صاحب کی مزاج شناس تھیں اور سمجھ گئیں کہ خان نے ہمیں چھیڑنے کیلئے ہی یہ حرکت کی ہے۔ اور ''واہ میاں صاحبزادے'' اس پر دال ہے کہ وہ طوائفیں جانتی تھیں کہ خان صاحب ''صاحبزادے'' ہیں، نیز یہ بھی بتایا جائے کہ خان صاحب نے ستر کھول کر اور آنکھیں ڈھک کر اپنے ستر کو بھکنے سے تو بچالیا لیکن خان کا ستر دیکھ کر ان ''طوائفوں کی جو نظر بہکی ہوگی جس سے دل اور دل سے ستر بہکا ہوا ہوگا اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟

نیز اس کا بھی جواب دیا جائے کہ طوائفوں کے سامنے اگر ستر کھولنا ''غیورانہ حرکت'' ہے تو یہی حرکت آج کے سارے رضاخانی کیوں نہیں کرتے؟ کیا وہ بے غیرت ہو چکے ہیں یا یہ غیرت کا پیمانہ صرف خان (بریلوی) کیلئے تھا؟

نیز یہ بھی بتا کر ہمارے علم میں اضافہ کیا جائے کہ آخر ستر کھولنے میں وہ کون سے ''نکتے'' تھے جو آج بڈھا ہونے کا باجود بھی رضاخانی اس کا ادراک نہیں کر پا رہے ہیں؟ کیونکہ خان صاحب نے تو وہاں ستر کھولا تھا نہ کہ کوئی نکتہ!! کہیں ستر منکشف ہونے پر جس چیز کا انکشاف ہوا تھا اسے ہی تو ''نکتہ'' نہیں کہا جا رہا؟؟؟؟

اس کا بھی جواب دو کہ شریعت اسلامی میں ''ستر کھولنا'' کمال زہد وتقویٰ ہے یا ستر کو ڈھانپنا؟

یاد رہے کہ ہمارا یہ تبصرہ کسی بچے کے واقعہ پر نہیں بلکہ ساڑھے تین برس کے ''امام'' پر ہے!!!!

## با قاعدہ پلانگ کر کے طوائفوں کو روک کر ستر دکھایا گیا تھا:

مولوی بدر الدین احمد رضاخانی لکھتا ہے کہ:'' آپ کے اس مبارک عمل اور حیرت انگیز جواب کے پیش نظر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ ننھی سی عمر میں اس قدر فکر وشعور رکھتے تھے تو پھر دامن کے بجائے اپنے ہاتھوں سے کیوں نہ آنکھیں چھپالیں کہ اس صورت میں ستر بے پردہ نہ ہوتا اور مقصد بھی حاصل رہتا، لیکن تھوڑی سی توجہ کے بعد یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اگر آپ ہاتھوں ہی سے آنکھیں چھپا لیتے تو اس طوائف کا مسخرہ آمیز سوال نہ ہوتا اور نہ اس کو وہ نصیحت آموز جواب ملتا جو آپ نے دیا اور نہ گذرنے والے دوسرے سامعین کو وہ سبق ملتا جو بصیرت افروز ہے''۔(سوانح امام احمد رضا ص ۱۲۳، اکبر بک سیلز لاہور)

معلوم ہوا کہ یہ کوئی اضطراری حرکت نہیں تھی، بلکہ خان صاحب نے با قاعدہ مجمع بلا کر ان طوائفوں کا رستہ روک کر ان کے سامنے'' جھنڈا'' لہرایا۔ ایک کرم فرما کہتے ہیں کہ ستر کا دکھانا اتفاقی تھا اصل تو آنکھوں کو چھپانا تھا، (کنز الایمان اور مخالفین ص ۱۴۹) اس عبارت سے اس تاویل کی بیخ کنی ہو جاتی ہے کیونکہ ستر جان بوجھ کر دکھایا گیا تھا، کیونکہ اگر ستر نہ دکھایا جاتا تو طوائفوں کو سوال کرنے کی نوبت نہ آتی اور اس کے جواب میں خان صاحب کو جنسیات پر لیکچر کرنے کا موقع نہ ملتا!!!!

یہاں کچھ سوالات مزید پیدا ہوتے ہیں جب رضاخانیوں کے ہاں طوائفیں نظر آنے پر فکر وشعور یہی ہے کہ آنکھیں ہاتھوں سے چھپالی

جائیں مگر یہ حرکت مبارک نہیں ہے، مبارک عمل یہی ہے کہ ستر کھول کر وہاں طوائفوں کا رستہ روک کر ان سے باہمی دلچسپی کے امور پر گفت وشنید شروع کر دی جائے تو آخر رضاخانیوں نے آج ''طوائفوں'' کو اس ''مبارک عمل'' کی ''برکات'' سے کیوں محروم کیا ہوا ہے؟ نیز آج کے سامعین اس ''بصیرت افروز نصیحت'' سے کیوں محروم ہیں؟ پھر عقل کا دیوالیہ پن اور اندھی محبت دیکھئے کہ ان عورتوں نے طوائف ہونے کے باوجود ایک معقول بات کی کہ بھائی پردہ کرنا تھا تو آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیتے، راستہ بدل دیتے، منہ پھیر لیتے خود قرآنِ کریم نظریں نیچی کرنے کی تعلیم دیتا ہے الٹا تم نے صاجزادگی دکھاتے ہوئے ستر ہی کھول دیا، اب ستر کھولنے پر کسی کو ٹوکنا ان رضاخانیوں کے ہاں ''مسخرہ پن'' کہلاتا ہے مگر ''ستر کھولنا'' ان کے ہاں مبارک عمل!!!!......ایں چہ بوالعجبی است

سوشل میڈیا پر ہم نے امیر دعوت اسلامی جناب الیاس عطاری صاحب کی ایک تصویر دیکھی، جس میں وہ آنکھوں پر کلیجی رنگ کے کپڑے کے ''چشمہ'' لگائے ہوئے ہیں، اسے ''مدنی چشمہ'' کہا گیا اور آنکھوں کی حفاظت کا نسخہ بتلایا گیا، حالانکہ عطاری صاحب کے مجدد تو بجائے چشمہ لگانے کے ''پورا کرتہ'' لگانے کے قائل ہیں، الیاس عطاری صاحب جو اپنے آپ کو فدایانِ احمد رضا خان بریلوی میں شمار کرتے ہیں وہ خان صاحب کی اس ''عادت مبارکہ'' پر آخر عمل کیوں نہیں کرتے؟ کوئی تو اس کی وجہ بتلائے؟؟

## بچپن ہی سے یہ عادت تھی:

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ یہ کوئی ایک دفعہ کا ''مبارک عمل'' نہیں تھا، بلکہ رضاخان بریلوی المختار کے بھتیجے کے بقول خان کی یہ بچپن ہی سے عادت تھی اور بریلوی کی طوائفیں بچپن سے لے کر پچپن تک اس ''مبارک عمل'' سے مستفید ہوتی رہیں اور پورے بریلی میں ان نصیحت آموز واقعات کی دھوم مچی ہوئی تھی۔

''رب العزت نے ایسے گھر میں پیدا کیا جہاں قال اللہ وقال الرسول روزمرہ کا معمول تھا اور آپ کو اس صحبت کا شوق بھی تھا، آپ اپنے والد ماجد کی صحبت میں زیادہ بیٹھتے اور مسائل بغور سنتے اور انہیں اپنے دماغ میں محفوظ رکھتے اور وقت پر بڑی جرأت سے بتادیتے کہ یہ مسئلہ یوں ہے آپ کی بچپن سے یہ عادت رہی کہ اجنبی عورتیں اگر نظر آجاتیں تو کرتے کے دامن سے اپنا منہ چھپا لیتے، دیکھئے یہ تھا **الحیاء شعبۃ من الایمان** اور فطری تقویٰ کا مظاہرہ جس سے ان کا مستقبل صاف چمکتا تھا''۔

(سیرت اعلیٰ حضرت ص ۴۷، برکاتی پبلشرز کراچی ۱۹۸۹ء)

معلوم ہوا کہ خان آف بنی اسرائیل کو یہ تعلیمات ابا حضور سے ملی تھیں کہ جہاں عورتیں نظر آئیں اس ''مبارک عمل'' کو جرأت سے سرانجام دے دو اور ابا جی کے کسی اور مسئلہ پر خان نے عمل کیا ہو یا نہیں، مگر یہ ایسا مسئلہ تھا کہ بچپن ہی سے ایسی عادت پڑ گئی کہ بس وہاں عورتیں نظر آئیں اور یہاں خان نے اپنا کرتہ اٹھا کر ''اپنا مستقبل چمکانا'' شروع کر دیا!!!!

اور خود رضاخان کے فتوے میں ہے کہ: ''بچپن کی عادت کم چھوٹتی ہے'' (تلخیص فتاویٰ رضویہ ص ۴۳۲، اکبر بک سیلز)

نیز رضاخانی اس ''پرچم کشائی'' کو **الحیاء شعبۃ من الایمان** کہہ رہا ہے تو کیا کسی رضاخانی میں یہ جرأت ہے کہ وہ پاکستان کی شاہراہوں پر کھڑے ہو کر، یا (بقول رضاخانیوں کے) داتا دربار کے دروازے پر کھڑے ہو کر آنے جانے والی اجنبی عورتوں کے سامنے اس خود ساختہ ''ایمانی شعبے'' کا اظہار کر کے اپنا ''مستقبل چمکا تا'' رہے؟ کہیں اس فطری تقوے کا اظہار آج نہ کرنے کی وجہ یہ تو نہیں کہ تمہاری

فطرت ہی مسخ ہو چکی ہے؟؟؟؟

**تاویل:** رضاخانی کہتے ہیں کہ اس میں آنکھیں چھپانے کا ذکر ہے ستر کے دکھانے کا تو نہیں، (کنزالایمان اور مخالفین ص ۱۴۹)۔
جنابِ من! جب خان صاحب بچپن میں لمبا کرتا بغیر ستر کے پہنتے تو لازمی بات ہے کہ کرتے سے آنکھیں چھپانے پر ستر کھلتا، یوں سمجھیں ان واقعات میں اجمال ہے اور تین سال کے واقعہ میں تمام تر تفصیل اور اجمال کو بھی تفصیل پر محمول کیا جا سکتا ہے، باقی اس کے جواب میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یا کسی اور کے بچپن کے واقعات پیش کرنا اس لیے درست نہیں کہ ہم حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے بچپن ہی سے ''امام، معصوم، وامام المسلمین'' ہونے کے قائل نہیں، اس لئے عموماً ان سے بچپن میں بچکانہ حرکتوں کا صدور کوئی عیب نہیں اور جب یہ عمر مرفوع القلم ہے تو اس پر اعتراض بھی جہالت ہے، اگر آپ کے اعلیٰ حضرت بھی صرف بچے ہوتے تو واللہ ہمیں ان حرکتوں پر کوئی اعتراض نہ تھا گلی کوچوں کے آوارہ بچے عموماً اس طرح کی حرکتیں کر لیتے ہیں، یہ عمر ہی بچپنے کی ہوتی ہے، مگر جس بچے کو بچپن ہی سے غلطی سے محفوظ کر لیا گیا ہو جو تین سال عمر سے ہی شریعت وطریقت کی ایسی نکات بھری باتیں کرے، جو تین سال کی عمر ہی میں عربی میں تکلّم پر قادر ہوا اور جو تین سال کی عمر ہی میں امت مسلمہ کا ''امام'' بنادیا گیا ہو اس کی امامت کے ثبوت کے واقعہ پر ہمارا اس قسم کا تبصرہ برحق ہے، اس واقعہ کو خان صاحب کی ولایت میں پیش کیا گیا اس لئے اس واقعہ سے متعلق جس قسم کے بیسیوں سوالات ہم نے ما قبل میں کئے تھے ان کا جواب نہیں دیا گیا، محض کسی اور کے بچپن کے واقعات پیش کر دینے سے ہرگز جان نہیں چھوٹے گی، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے جو واقعات پیش کیے گئے ہم نے کب ان واقعات سے ان کی بزرگی ثابت کی؟؟ ہم انہیں ان کے بچپنے پر محمول کرتے ہیں۔

## اس واقعہ پر مولانا مطیع الرحمٰن رضوی کی تاویلات:

رضاخانی مناظر مولانا مطیع الرحمٰن رضوی صاحب نے جو اس واقعہ کے دفاع میں لکھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بڑے دین دار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے انہیں غیر محرم کو دیکھنے کے گناہ کا بخوبی علم تھا اس لئے جب طوائفوں پر نظر پڑی تو اضطراری حالت میں آنکھوں پر کپڑا رکھ دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بنی اسرائیل نے الزام لگایا کہ ان کو بیماری ہے تو ایک دفعہ آپ نہا رہے تھے کہ پتھر آپ کے کپڑے لیکر بھاگ گیا آپ کپڑوں کے پیچھے بھاگے اور ذہن سے یہ محو ہو گیا کہ ستر کھلا ہوا ہے تو بنی اسرائیل نے اس حالت میں دیکھا تو یقین ہو گیا کہ آپ کو کوئی بیماری نہیں۔ مولانا احمد رضا خان تو بچے تھے مکلف بھی نہیں تھے یہ آپ کے بچپنے کا واقعہ ہے ایسے لوگ جو اس واقعہ پر اعتراض کرتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جوانی کے واقعہ پر اعتراض کیوں نہیں کرتے؟ حالانکہ آپ مکلف بھی تھے اور منصب نبوت کی ذمہ داری بھی آپ کے سر پر تھی۔

(ملخصا امام احمد رضا حقائق کے اجالے میں، ص ۳۰ تا ۴۰)

**الجواب:** پہلی بات کہ خان صاحب بریلوی بہت دین دار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، یا خود بہت دین دار تھے اس کی قلعی تو ہم نے اسی کتاب میں کھول دی ہے کہ خان صاحب سمیت پورا گھرانہ طہارت وتقوی کی کس نہج پر تھا؟۔ نیز خان صاحب کی کتاب سے ہی وضاحت ہو گئی کہ بچپن میں تقوے کا تصور بھی نہیں لہذا یہ تاویل بھی لچر ہے کہ یہ سب تقوے وطہارت کی وجہ سے کیا۔

ثانیا یہ حالت اضطراری تھی اس کی وضاحت بھی ہو گئی کہ اضطراری حالت نہ تھی بلکہ یہ تو خان صاحب کی عادت مستمرہ تھی۔

ثالثاً خان صاحب بچے ہیں بچہ مکلف نہیں تو اعتراض کیوں؟ بالکل یہ توجیہ معقول ہے لیکن ہماری یہ ساری گفتگو الزامی اور رضاخانیوں کو آئینہ دکھانے کیلئے ہے کہ جب آپ لوگ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کے واقعات پر اعتراض کرتے ہو اور طرح طرح کے عنوانات قائم کرتے ہو اس وقت یہ اصول یاد نہیں رہتا؟ نیز خان صاحب صرف بچے نہیں تھے بلکہ مادر زاد ولی اللہ تھے اس حیثیت کو بھی دیکھا جائے۔ نیز آپ یہ واقعہ خان صاحب کے کمال تقوے وحیا اور مدح میں پیش کرتے ہو ہمارا تبصرہ اس ضمن میں ہوتا ہے کہ یہ تقوی وطہارت نہیں بلکہ بے حیائی ہے۔

اب رہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ تو اب سنئے آیت میں **وَجِيهًا** کا معنی ایسا آبرو اور رعب والا شخص ہے جس کے متعلق لوگوں کو کچھ اعتراض ہو بھی تو وہ اس کے منہ پر کچھ نہ کہہ سکیں اور ادھر ادھر باتیں کرتے پھریں۔ یہی لفظ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ کے لئے استعمال فرمایا اور کہا (**وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ**) (۳:۴۵) یعنی عیسیٰ دنیا میں بھی وجیہ تھے اور آخرت میں بھی وجیہ ہوں گے۔ چنانچہ دنیا میں یہود ان کی پیدائش سے متعلق الزام لگاتے تھے لیکن منہ پر بات کہنے کی کوئی جرات نہ کرتا تھا۔ تو اس لحاظ "**فبرأه الله مما قالوا**" کہ اللہ نے بری کر دیا وہ جو کہا کرتے تھے۔ اس میں "**مما قالوا**" کے الفاظ کے بعد **وجیھا** کا لفظ لانا اس بات کی دلیل ہے کہ بنی اسرائیل ضرور کچھ کہا کرتے تھے پیٹھ پیچھے اور ان باتوں سے موسی علیہ السلام کو تکلیف بھی ہوتی تھی اور بنی اسرائیل ان کے منہ پر کہنے کی جراءت بھی نا کرتے تھے۔

موسی علیہ السلام کی قوم آپس میں یہ کہا کرتی تھی کہ موسی علیہ السلام ہمارے ساتھ نہیں نہاتے ضرور ان کو کوئی جلد کی بیماری ہوگی جس کی وجہ وہ اکیلا غسل فرماتے ہے حدیث میں یہ کہیں موجود نہیں کہ موسی علیہ السلام بلکل برہنہ تھے بلکہ ہم کہتے ہے کہ وہ لنگوٹ وغیرہ پہن کر نہا رہے تھے تو اس بات کو ماننے میں کیا حرج ہے؟ احادیث کے شارحین نے بھی یہ بات فرمائی ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ یہ ممکن ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جسم پر کوئی باریک لنگوٹ وغیرہ ہو۔ نیز بالفرض نہ بھی تو یہ شرائع من قبلنا ہے ان کی شریعت میں ایسا کرنا جائز تھا لیکن ہماری شریعت میں نہیں۔ رضوی صاحب کا اس کو پیش کرنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی کسی کو تعظیمی سجدہ کرے اور کوئی اس کے جواز پر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے واقعہ سے استدلال کرے کہ ہمارے پیر کو سجدہ کرنے پر اعتراض ہے تو نبی کو سجدہ کرنے پر اعتراض کیوں نہیں؟

**فَإِن قلت: كشف الْعَوْرَة حرَام فِي حق غير الْأَنْبِيَاء عَلَيْهِم الصَّلَاة وَالسَّلَام. فَكيف الَّذِي صدر من مُوسَى صلى الله عَلَيْهِ وَسلم؟ قلت: ذَاك فِي شرعنا، وَأما فِي شرعهم فَلَا ... وَيحْتَمل أَنه كَانَ عَلَيْهِ مئزر رَقِيق**

(عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۲۳۱)

ثالثاً مان لیں کہ موسیٰ علیہ السلام کا کشف عورت ہوگیا تھا تو یہ ایک عذر کی وجہ سے تھا کہ عیب کے الزام کو دور کرنا تھا اور عذر وضرورت کے وقت علما نے اس کی اجازت دی ہے مگر خان صاحب بریلوی کو کوئی شرعی عذر وضرورت نہ تھی لہذا خان صاحب کے واقعہ پر اس کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

اس حدیث میں لفظ آدر پر اشکال کا ازالہ:

کوئی شخص موسیٰ علیہ السلام پر بنی اسرائیل کا آدر (خصیتیں بڑ جانا) کا لفظ کہنے سے استدلال کرسکتا ہے کہ خصیے پر نظر پڑھنے کے لئے مکمل برہنہ ضروری ہے ورنہ خصیے نظر ہی نہیں آسکتے لیکن یہ آپ کا خیال ہے آدر ہونا ایک بیماری ہے جس کو انگریزی میں Hydrocele کہتے ہیں۔ اس بیماری میں انسان کے خصیوں کے گرد جلد کے اندر پانی سے بھری تھیلیاں بن جاتی ہیں اور ان کا حجم بہت بڑا ہوجاتا ہے۔ اس بیماری کے بارے میں آپ مختصراً یہاں پڑھ سکتے ہیں۔

اس بیماری میں مرد کے خصیوں کا حجم اتنا بڑا ہو جاتا ہے کہ وہ کپڑوں کے اندر سے رانوں کے درمیان لٹکے ہوئے صاف نظر آتے ہیں۔ اس بیماری کا پتہ لگانے کے لیے مکمل برہنہ ہونا ضروری نہیں۔ چھوٹی موٹی لنگوٹ ہو تو صاف پتہ چل جائے گا کہ بندے کو یہ بیماری ہے کہ نہیں۔ الغرض موسیٰ علیہ السلام کی لنگوٹ کے ساتھ انہوں نے بخوبی اندازہ لگا لیا کہ موسیٰ علیہ السلام آدر" خصیہ پھولنے کی بیماری (القاموس الوحید) میں مبتلا نہیں۔ کوئی بھی گوگل پر Hydrocele کی بیماری پر مزید سرچ کرسکتا ہے۔ (بشکریہ محترم Zahid Kareem بھائی)

## ستر دکھانے پر خان کی ماں بھی نہال ہو جاتی:

جناب پیر ارتضیٰ کرمانی رضاخانی لکھتا ہے کہ: "جب آپ کم سن تھے تبھی سے آپ کی یہ عادت شریفہ رہی تھی کہ آپ غیر محرم خواتین سے پردہ کرلیا کرتے تھے، اگر گھر میں آپ کبھی اچانک داخل ہوتے اور وہاں غیر محرم خواتین کو بیٹھا دیکھتے تو فوراً اپنے کرتے سے چہرہ چھپا کر ایک طرف نکل جاتے، یہ طرز عمل دیکھ کر آپ کی والدہ محترمہ نہال ہوجاتیں اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازتیں"۔

(سیرت پاک اعلیٰ حضرت، ص ۴۰)

اندازہ لگائیں اس خاندان کی شرافت کا جہاں رشتے دار طوائفوں کے پاس جانے کے لیے قرضہ لیتے ہیں، جس خاندان کے بڑوں کی پگڑیاں چکلہ خانوں کے دروازوں سے ملتی ہیں، جن پر طوائفیں ہولی کے رنگ بکھیرتی ہیں اور جہاں کی تعلیم یہ ہو کہ عورتوں کو دیکھ کر ستر کھولنے کو مبارک عمل اور حیاء قرار دیا جائے اور جس ماں کی حیاء کا یہ حال ہو کہ وہ ستر کھولے ہوئے بیٹے پر نہال ہو جائے، اندازہ خود لگالیں کہ شرم و حیاء عفت و پرہیزگاری کے کس مقام پر یہ خاندان فائز تھا؟ احمد رضا خان بریلوی شیعہ خاندان کا تھا اور کٹر تقیہ باز شیعہ تھا کہیں یہ سب "متعہ" کے واسطے راہ ہموار کرنے کیلئے تو نہیں کیا جا رہا تھا؟

## خان صاحب کی رنڈیوں سے یہ یادگار ملاقات کہاں ہوئی؟

خان صاحب کی بچپن میں فاحشہ عورتوں سے اس یادگار ملاقات کو بریلوی مذہب میں کتنی اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ اس سے لگالیں کہ خان صاحب کے قریباً تمام چھوٹے بڑے تذکرہ نگاروں نے اسے مختلف مرچ مسالے لگا کر اپنے اپنے ذوق کے مطابق بیان کیا ہے، گویا اس واقعہ کو بریلویوں کے ہاں تواتر کا درجہ حاصل ہے، مگر افسوس کہ خان صاحب کی فاحشہ عورتوں سے اس یادگار ملاقات کی تمام تر تفصیلات کماحقہ بریلوی تذکرہ نگار فراہم نہ کرسکے، حالانکہ جس اہمیت کے ساتھ اس واقعہ کو بیان کیا جاتا ہے اس بات کا مقتضیٰ ہے کہ اس کی تمام تر تفصیلات بھی قارئین تک پہنچائی جائیں، کیونکہ خان صاحب کے بچپن کا بے پناہ تقویٰ، طہارت، حاضر دماغی، تفقہ، تصوف کی گہرائی کا سارا دارومدار اسی ایک واقعہ پر ہے، اسی واقعہ سے متعلق ایک اہم اور تشنہ طلب سوال یہ ہے کہ خان صاحب کی یہ یادگار اور تاریخی ملاقات ان رنڈیوں سے کہاں ہوئی؟

بریلوی تاریخ اس سے خاموش ہے، قرین قیاس یہ ہے کہ یہ ملاقات بریلی شہر کے ''بازارِحسن'' میں ہوئی تھی، شاید اسی وجہ سے بریلوی تذکرہ نگاروں نے اس مقام کو بیان کرنا مناسب نہیں سمجھا، ہمارا یہ قیاس محض نرا قیاس نہیں، بلکہ چند دلائل کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں، اس وقت بریلی شہر میں ایک بازارِحسن ہوا کرتا تھا جس کی طرف پروفیسر اسلم بریلوی نے بھی اشارہ کیا ہے، چنانچہ وہ اپنے سفر نامہ بریلی میں لکھتے ہیں: ''مولانا احمد رضا خان (م ۱۹۲۱ء) کے مزار تک جانے کے لیے پرانے شہر کے اندر پر پیچ اور تنگ گلیوں سے گذر کر جانا ہوتا ہے، راستے میں ایک چھوٹا سا بازار پڑتا ہے، جسے بجریا کہتے ہیں اس بازار کی دوکانوں اور مکانوں کی حالت دیکھ کر خیال آتا ہے کہ کسی وقت یہ بریلی کا بازارِحسن ہوگا، (احمد رضا خان صاحب کی چھوٹی عمر میں شاید اسی بازار میں رنڈیوں سے ننگے ستر ملاقات ہوئی تھی، ساجد) بجریا سے گذر کر سوداگری محلے میں جا پہنچتے ہیں''۔ (سفر نامہ ہند، ص ۲۰۰)

یعنی اس بازارِحسن سے گذرتے ہی آپ سیدھا خان صاحب کے مکان پر پہنچ جائیں گے، خان صاحب کے دور میں بریلی میں بازارِحسن ہوا کرتا تھا یا وہاں اس قسم کی عورتوں کی بھرمار تھی اس پر روشنی مندرجہ ذیل دو واقعات سے بھی پڑتی ہے: چنانچہ ظفر الدین بہاری صاحب رضا علی خان صاحب کا واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کا گذر کوچہ سیتا رام کی طرف سے ہوا تو ایک ''بازاری طوائف'' نے اپنے بالا خانہ سے حضرت پر رنگ چھوڑ دیا''۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۸۵)

اسی سے متصل ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے کوئی رشتہ داران سے کچھ ادھار لے گئے اور اسی روز اس روپیہ کے ساتھ ''ایک طوائف'' کے ہاں چلے گئے''۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۸۶)

خان صاحب کے دادا کے ساتھ اس طوائف کی اس طرح کی بے باکی کہ ایک عالم دین کہلائے جانے والے بریلی کے معروف بزرگ پر رنگ پھینک دیا، پھر خان صاحب کے اس رشتہ دار کی کوٹھوں پر آمد و رفت اور پھر خان صاحب کی طوائفوں کے ساتھ اس طرح کی بے باکانہ گپ شپ!!!!...... یہ تمام قرائن اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اس وقت بریلی میں ایک نامی گرامی بازارِحسن ہوا کرتا ہوگا، جس کی طوائفیں انتہائی بے باک قسم کی تھیں اور اکثر خان صاحب اور ان کے گھر والوں کے ساتھ ان کی چھیڑ چھاڑ لگی رہتی، خان صاحب کی یہ ملاقات بھی اسی بازارِحسن میں ان رنڈیوں کے ساتھ ہوئی ہوگی، **واللہ اعلم بالصواب**

## بچپن کی عادت پچپن میں بھی نہ گئی:

احمد رضا خان بریلوی افغانی بنی اسرائیلی المختار قارونی اپنا واقعہ لکھتا ہے کہ: ''میں نے خود دیکھا گاؤں میں ایک لڑکی ۱۸ یا ۲۰ برس کی تھی، ماں اس کی ضعیفہ تھی اس کا دودھ اس وقت تک نہ چھڑایا تھا، ماں ہر چند منع کرتی وہ زور آور تھی بچھاڑتی اور سینے پر چڑھ کر دودھ پینے لگتی''۔

(ملفوظات حصہ سوم ص ۳۱۱، اکبر بک سیلز لاہور)

جس وقت آنکھیں کھول بھی لیتے تو کوئی پکڑ نہ ہوتی اس وقت آنکھیں ڈھکنے کیلئے تو ستر کھول دیا اور جس عمر میں آنکھیں ڈھکنے کا حکم تھا اس عمر میں ۲۰ سال کی لڑکی اور اس کی ماں کی چھاتی کے نظارے کئے جا رہے ہیں!!!!...... ہائے رے ہائے رضا خانی!...... تیری کون سی کل سیدھی!...... تعجب نہ کریں یہ خان صاحب کے خاندان اور ماں کی تربیت کا نتیجہ تھا، اگر والدہ بچپن کی غلط حرکتوں پر نہال ہونے کے بجائے سختی سے ادب سکھاتی تو آج اس کا بیٹا دوسروں کے گھروں میں تانک جھانک نہ کرتا!!!!

# رضاخانیوں کی تاویل باطل و یاوہ گوئی کا جواب آں غزل

بریلوی اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ''یہاں دیکھنے سے سننا مراد ہے،لغت میں کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے کی بات ہے ہمارے علاقے میں قتل ہوا،اور حقیقتاً ایسا ہونا بھی ناممکن ہے کہ کوئی عورت اپنا ستر دکھائے''۔(کنزالایمان اور مخالفین،ص ۱۵۰)

یہ تاویل بھی سوائے گلو خلاصی کے اور کچھ نہیں!...... دیکھنے کو سننے پر محمول کرنا معنیٰ مجازی ہے جو قرینہ صارفہ کا محتاج ہے، جب کہ اس واقعہ میں ایسا کوئی قرینہ نہیں،اس کیلئے جو مثال پیش کی وہ بھی کارآمد نہیں کیونکہ قتل ایک غیر معمولی واقعہ ہوتا ہے،جس کے نقل کرنے والے کئی ہوتے ہیں اور بات اس قدر پختہ اور یقینی ہوجاتی ہے کہ سننے کو بھی اس کے یقین کی وجہ سے دیکھنے پر محمول کرتے ہیں،جیسا کہ وقوع کے یقین ہونے کی وجہ سے مضارع کو ماضی سے تعبیر کردیتے ہیں۔

جبکہ مذکورہ واقعہ اس کے برخلاف ہے عورت کا ستر تانکا جھانکی میں دیکھنا ایک نادرالوجود واقعہ ہے،لہذا صرف سننے پر یقین کرنے پر اکتفا نہیں کیا جاسکتا،اسی لئے خان صاحب نے اپنی بات کو مضبوط کرنے کیلئے''میں نے خود دیکھا'' کی وضاحت کی کہ محض سنی سنائی بات نہیں، بلکہ میرا اپنا آنکھوں دیکھا حال ہے،پھر خان صاحب اسے اپنے تجربہ کے ضمن میں بیان کررہے ہیں اور ظاہر ہے کہ تجربہ محض سنی سنائی باتوں سے حاصل نہیں ہوتا جب تک خود اسے نہ کرلیا جائے۔

باقی یہ کہنا کہ عقلاً بھی ممکن نہیں کہ کوئی عورت اپنا ستر دکھائے تو ہم نے کب کہا کہ وہ عورت بیچاری خود ستر دکھارہی تھی؟ ہم تو یہی کہہ رہے ہیں کہ خان صاحب تانک جھانک کرنے کے عادی تھے،باقی جو **صحبتے باولیاء** کا حوالہ پیش کیا کہ علماء ومشائخ بدنظری،بدکرداری میں مبتلا ہیں تو وہ خان صاحب جیسے علماء ومشائخ کا رونا رو رہے ہیں،ارشاداتِ مدنی ص(۲۵۹) کا جو حوالہ دیا کہ میں نے خود دیکھا کہ ایک دوسالہ خوبصورت بچی اور اس کی شفیق ماں روسیوں سے بھاگتی تھی تو یہاں حالتِ اضطراری کا بیان ہے،جنگ حالتِ اضطرار ہے،پھر یہ کہاں ہے کہ وہ عورت بے پردہ تھی یا اس کا ستر کھلا تھا،ایک ہے آپ نے خود دیکھا اور ایک ہے آپ کے سامنے کوئی منظر آگیا،کیا رضاخانیوں کے ہاں دونوں میں کوئی فرق نہیں؟؟؟؟

پھر یہ اعتراض کرنا کہ یعقوب نانوتوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ ہے کہ عوام کے عقیدے کی مثال گدھے کے عضو تناسل کی طرح ہے یا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عورت کی شرمگاہ گیہوں کے دانے کی طرح ہوتی ہے، پھر اس پر یہ گھٹیا تبصرہ کرنا کہ دیوبندیوں کو دیکھنا چاہیئے کہ ان کے بڑے کن چیزوں کا مشاہدہ کررہے ہیں؟ اور یہ کہنا کہ رشید گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عورت کی شرمگاہ کیسے معلوم کرلی؟ کیا اپنی بیوی کو دیکھا،یا اپنی ہمشیرہ کو یا ماں کو؟ معاذ اللہ۔(ملخصاً،کنزالایمان اور مخالفین،ص ۱۵۱،۱۵۲)

یہ یاوہ گوئی معترض کے انتہائی گھٹیا پن کی علامت ہے اور اپنے گھریلو تجربات کا بیان ہے،جنابِ من حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب مرحوم کو اپنے اعلیٰ حضرت پر قیاس نہ کریں جو ماں کو کرتا اٹھا کر اپنی شرمگاہ دکھائیں اور ماں وارے نیارے ہووے جائے۔الیاس عطاری صاحب اپنے رسالوں میں ٹی وی کی تباہ کاریاں بتلاتے رہتے ہیں،فیشن کی تباہ کاریوں پر بیانات کرتے ہیں تو انہیں ٹی وی یا فیشن کی یہ سب بدکاریاں وفحاشیاں کیسے معلوم ہوئی؟ کیا اپنی والدہ کو ٹی وی پر ناچتے ہوئے دیکھا؟ یا اپنی ہمشیرہ کو فیشن کرتے ہوئے دیکھا؟ یا اپنی بیوی کو کسی

فیشن شو پر بھیج دیا؟ جناب من ہر چیز کیلئے دیکھنا ضروری نہیں، اگر خان صاحب عورتوں کی چھاتیوں کو خود دیکھتے تو یہ اس کو متلزم نہیں کہ ہر کوئی دیکھتا ہے، کچھ چیزیں عرف میں مشہور ہوتی ہیں اور اسی شہرت کی وجہ سے اسے بیان کیا جاتا ہے، کوئی واعظ اگر ٹی وی، سینما کی تباہ کاریاں، فحش فلموں کی سنگینیاں بیان کر رہا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اس نے خود دیکھ کر بیان کی ہیں، جب تک اس کی تصریح نہ کر دے، بلکہ یہ چیزیں ہمارے معاشرے میں اس قدر مشہور اور زبان زد عام ہیں کہ تواتر کا درجہ حاصل کر چکی ہیں، یہی حال گدھے کے عضو تناسل کا ہے، ہر چھوٹے بڑے کو اس کا علم ہے کہ گدھے کا عضو تناسل کس قسم کا ہوتا ہے، اس کیلئے بریلی کے مجدد کی طرح مشاہدہ کرنے کی ضرورت نہیں، پھر اگر بالفرض احیاناً بلا ارادہ گدھے کے عضو تناسل پر نظر پڑ بھی گئی تو اس میں کیا شرعی قباحت ہے؟ دلائل کے ساتھ واضح کریں۔

یہی حال عورت کی شرمگاہ کا ہے، پھر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے طب کی کتب کا بھی مطالعہ کیا تھا ممکن ہے وہاں اس کے متعلق معلومات ہوں، جیسا کہ آج کل طب کی کتب میں تو انسانوں کے اعضاء مخصوصہ کی تصاویر بھی دی گئی ہوتی ہیں۔

خواجہ شمس الدین سیالوی صاحب فرماتے ہیں: ''کنوارے لوگ خیال کرتے ہیں کہ عورت کی دونوں رانوں کے درمیان گویا رس بھرا شہد کا چھتہ ہے، لیکن جب ان کی شادی ہو جاتی ہے تو چلا اٹھتے ہیں کہ ہرگز نہیں یہ تو بھڑوں کا چھتہ ہے''۔ (مرات العاشقین، ص ۱۷۱)

تو خواجہ صاحب کو یہ تجربہ کہاں ہوا؟ آپ ہی کی زبانی اپنی بیوی پر کیا؟ یا اپنی ہمشیرہ اور بیٹی کے نکاح کے بعد انہیں اس تجربے سے گذارا؟

الیاس عطاری صاحب کا ایک رسالہ ہے: ''قوم لوط کی تباہ کاریاں'' اس کے ص ۲۰ پر لکھتے ہیں: ''امرد تو آگ ہے آگ، امرد کا قرب، اس کی دوستی، اس کے ساتھ مذاق، مسخری، آپس میں کشتی کھینچا تانی اور لپٹا لپٹی جہنم میں جھونک سکتی ہے''۔

لپٹا لپٹی، کشتی، دھینگا مستی عطاری صاحب کو ان سب ''مستیوں'' کا تجربہ و مشاہدہ کیسے ہوا؟ آپ ہی کی زبانی کہیں اپنوں سے تجربے کے بعد تو یہ سارے تجربات حاصل نہیں ہوئے؟؟؟؟

مزید لکھتے ہیں: ''امرد کو اسکوٹر پر اپنے پیچھے مت بٹھائے خود بھی اس کے پیچھے مت بیٹھئے کہ آگ آگے ہو یا پیچھے اس کی تپش ہر صورت پہنچے گی''۔ (قوم لوط کی تباہ کاریاں، ص ۲۱)

ہمارے معترض صاحب بھی خیر سے داڑھی منڈے اور بقول الیاس عطاری ''امرد'' ہیں، یقیناً کئی دفعہ اسکوٹر کے پیچھے اور آگے بیٹھے ہوں گے اس کے بعد کیا کچھ ہوا ہو گا عطاری صاحب نے اپنا تجربہ اوپر بیان کر دیا ہے۔

غسل کا طریقہ بتاتے ہوئے عطاری صاحب زبان کے چسکے یوں لیتے ہیں: ''ڈھلی ہوئی پستان اٹھا کر دھونا، پستان اور پیٹ کے جوڑ کی لکیر، فرج خارج (عورت کی شرمگاہ کے باہر کا حصہ) کا ہر گوشہ ہر ٹکڑا نیچے اوپر خیال سے دھویا جائے، ہاں فرجِ داخل (شرمگاہ کا اندرونی حصہ) میں انگلی ڈال کر دھونا واجب نہیں مستحب ہے''۔ (نماز کا جائزہ، ص ۳۴)

کیوں جنابِ من! عورتوں کی ڈھلی ہوئی پستانوں، پیٹ کی لکیروں کی بڑی معلومات ہیں عطاری صاحب کو اور خیر سے آپ کے ہاں اس قسم کی معلومات کیلئے ہمشیرہ، یا اماں جان یا بیگم صاحبہ استعمال ہوتی ہیں تو عطاری صاحب نے کس ''مدنی منی'' کو ان تجربات کیلئے استعمال کیا؟ ذرا گھر میں معلومات کر کے ہمیں جواب دیں کہ آپ کی غیر موجودگی میں کون کہاں کس طرح استعمال ہو رہا تھا؟؟؟؟

## بچپن کا تقویٰ اور خان صاحب کا فتویٰ:

خان صاحب کا بچپن میں ستر دکھانے والے ننگے واقعہ کو ان کے تمام سوانح نگاروں نے ان کا کمالِ تقویٰ شمار کیا ہے، حالانکہ خود خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں: ''بچپن کے زمانہ میں تقویٰ متصور نہیں''۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۶۰۸)

جب بچپن کے زمانے میں تقوے کا تصور ہی نہیں تو اس بے ہودہ واقعہ کو رضاخانی کس اصول پر خان صاحب کا تقویٰ شمار کرنے پر مصر ہیں؟

## چھ سال کی عمر میں میلاد پر تقریر کرنے کا جھوٹا واقعہ:

بریلوی حضرات نے خان صاحب بریلوی کے بچپن کا ایک واقعہ لکھا ہے جو ان کے سوانح نگاروں کے قلم سے ملاحظہ ہو:

* 1- فاضل بریلوی کی حیات و خدمات کے متعلق سب سے مبسوط اور وقیع کتاب دو تین جلدوں میں فاضل بریلوی کے شاگرد و خلیفہ علامہ ظفر الدین بہاری صاحب کی تحریر کردہ حیات اعلیٰ حضرت ہے، جو ۱۹۳۸ء میں لکھی گئی، حیات اعلیٰ حضرت کے جلد اول کو مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی نے شائع کیا اس جلد اوّل میں علامہ بہاری اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''چھ سال کی عمر میں ماہ ربیع الاول شریف میں منبر پر بہت بڑے مجمع میں میلاد شریف پڑھا''۔

(حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۱۱، قدیم مکتبہ رضویہ آرام باغ)

* 2- علامہ مولانا بدر الدین قادری صاحب نے سوانح اعلیٰ حضرت کے نام سے فاضل بریلوی کی سوانح حیات پہ ایک کتاب لکھی، اس کی سنہ اشاعت پہلی بار ربیع الاول ۱۳۸۳ھ/ مطابق ۱۹۶۳ء ہے، اس کتاب میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے تذکرہ علمائے ہند کے حوالے سے لکھا ہے:

''چھ سال کی عمر میں ماہ مبارک ربیع الاوّل شریف کی تقریب میں منبر پر رونق افروز ہو کر بہت بڑے مجمع کی موجودگی میں ذکر میلاد شریف پڑھا''۔ (سوانح اعلیٰ حضرت ص ۹۱)

* 3- مولانا نسیم بستوی صاحب نے ۱۹۶۰ء میں مجددِ اسلام کے نام سے ایک مختصر سوانح عمری لکھی، اس میں اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''چھ سال کی عمر شریف میں ربیع الاوّل کے مبارک مہینے میں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ایک بڑے مجمع کے سامنے آپ (فاضل بریلوی) نے پہلی تقریر فرمائی، جس میں کم و بیش دو گھنٹے علم و عرفان کے دریا بہائے...... سامعین آپ کے علوم و معارف سے لبریز بیان سن کر وجد میں آگئے اور تصویر حیرت بن گئے''۔ (مجدد اسلام ص ۳۰)

گویا ان سب کے نزدیک چھ سال کی عمر میں فی البدیہ دو گھنٹے حضور ﷺ کے میلاد کے عنوان پر خان صاحب نے تقریر کی اور علم و عرفان کے گوہر بہائے۔ اب اصل حقیقت ملاحظہ ہو کہ مولانا رحمان علی چشتی صاحب نے ''تذکرہ علمائے ہند'' کے نام سے برصغیر کے علماء کا ایک تذکرہ لکھا، اس کی دوسری اشاعت ۱۹۱۴ء میں مطبع نولکشور لکھنؤ سے ہوئی تھی، صاحب تذکرہ نے فاضل بریلوی ان کے والد اور ان کے دادا کا بھی ذکر کیا، فاضل بریلوی کے تذکرے میں صاحب تذکرہ نے لکھا:

''بعمر شش سالگی بماہ ربیع الاوّل برسر منبر بحضور مجمع کثیر رسالہ میلاد شریف خواند''

(تذکرہ علما ہند ص ۱۵ فارسی ایڈیشن ۱۹۱۴)

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی نے اس کا اردو ترجمہ شائع کیا اس کے ترجمہ نگار محمد ایوب قادری صاحب اس جملے کا ترجمہ کرتے ہیں:

''چھ سال کی عمر میں ایک مجمع کثیر کے سامنے ربیع الاول کے مہینے میں منبر کے او پر''رسالہ میلاد شریف'' پڑھا (اردو ترجمہ ۹۸)

گویا خان صاحب نے کوئی فی البدیہ عرفانی تقریر نہیں کی تھی بلکہ اس عنوان پر ایک ''رسالہ'' تھا جسے موصوف نے پڑھا لیکن رضاخانی سوانح نگاروں کا حال دیکھیں کیسے اس واقعہ سے ''پر'' سے ''پرندہ'' بنا دیا۔ اندازہ لگائیں اس جبہ و دستار کے مالکان نے جب ایک واقعہ کو نقل کرنے میں اس قدر تحریف جھوٹ و مبالغہ آرائی سے کام لیا تو پوری سوانح مرتب کرنے میں کیا کیا گل کھلائیں ہوں گے کس قدر جھوٹ بولا ہوگا۔

دہلی سے ایک رسالہ ماہنامہ قاری کے نام سے نکلتا تھا، اس ماہ نامے نے اپریل ۱۹۸۹ء میں اپنا امام احمد رضا نمبر نکالا، اس رسالے میں ''دادا، باپ اور بیٹا کتاب تذکرہ علمائے ہند میں'' کے عنوان سے مولانا ایوب رضوی بستوی نے صاحب تذکرہ علمائے ہند مولانا رحمان علی چشتی صاحب کی فارسی تحریر کا اردو ترجمہ پیش کیا، ایک طرف فارسی اور ایک طرف اردو ترجمہ ہے، موصوف رضاخانی مولانا ایوب رضوی بستوی صاحب مولانا رحمان علی صاحب کے فارسی جملے کا خیانت زدہ ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''(الف) فارسی....بعمر شش سالگی بماہ ربیع الاول بر سرِ منبر بحضور مجمع کثیر رسالہ میلاد شریف خواند''۔

''(ب) اردو ترجمہ... چھ سال کی عمر میں بماہ ربیع الاول برسرِ منبر مجمع کثیر کے سامنے ''برجستہ'' میلاد شریف پڑھا'' (ص ۵۹۸)

اس فارسی جملے میں کس لفظ کا ترجمہ ''برجستہ'' ہے؟ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

## خان صاحب بریلوی کے چہرے کا رنگ:

مولوی حسنین رضا بریلوی لکھتے ہیں: ''ابتدائی عمر میں آپ کا رنگ چمکدار گندمی تھا، ابتداء سے وقت وصال تک مسلسل محنت ہائے شاقہ نے رنگ کی آب و تاب ختم کر دی تھی''۔ (مجدد اسلام، ص ۳۲، رضا اکیڈمی لاہور)

قارئین کرام! انسان جب نبی کریم ﷺ کی سنتوں اور احکام شریعت پر عمل پیرا ہوتا ہے تو رنگ میں مزید رعنائیاں اور نور آتا ہے، چہرے کی آب و تاب میں مزید نکھار آتا ہے، مگر خان صاحب کے چہرے کے رنگ کی آب و تاب ہی ختم ہو چکی تھی، بدعات پر چلنے اور اکابر اولیاء اللہ کی تکفیر کی پھٹکار دنیا ہی میں نظر آنے لگ گئی، کیونکہ گندمی رنگ کی آب و تاب جب ختم ہوتی ہے تو وہ سیاہ ہو جاتا ہے، یعنی خان صاحب بریلوی کے چہرے کا رنگ آخر عمر میں سیاہ ہو چکا تھا، اللہ علمائے دین کی توہین و تذلیل سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے یہ اسی کی نحوست تھی۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **صاحب البدعة علی وجهه الظلمة وان ادهن کل یوم ثلاثین مرة**
یعنی بدعتی کے چہرے پر سیاہی ہوتی ہے، اگر چہ ہر دن تیس دفعہ (بہترین سے بہترین صابن سے) بھی نہالے۔

(شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، ج ۱، ص ۳۱۲)

خان صاحب کے چہرے پر یہ سیاہی اور بے رونقی اسی بدعت کی ظلمت و سیاہی تھی، حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی صداقت کیلئے آج بھی اپنے محلے کے کسی بھی بدعتی کے چہرے پر نظر کر لیں وہ کتنی ہی بڑی پگڑی میں کیوں نہ ہو لیکن چہرے پر نحوست واضح نظر آئے گی۔

## پردے میں بھی عورت کو دیکھتے تو پہچان لیتے:

''حاجی کفایت اللہ صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنے ایک مرید حاجی خدا بخش کے یہاں تشریف لے گئے،

جب اعلیٰ حضرت ان کے مکان میں تشریف فرما ہوئے تو ان کے لڑکے نے مٹھائی لا کر رکھ دی کہ گیارہویں شریف کی فاتحہ کر دیجئے حضرت نے اس پر فاتحہ دی اور سر جھکا کر خاموش بیٹھے رہے، اس کے بعد اس لڑکے کی بیوی بھی سامنے سر سے پاؤں تک اپنے آپ کو چھپائے ہوئے آ کر کھڑی ہوگئی کہ اعلیٰ حضرت سر کو اٹھائیں تو میں سلام کرلوں حضرت نے سر اٹھایا تو اس نے سلام کیا حضرت نے اس کا نام لے کر فرمایا تم یہاں بیاہی ہو وہ عورت سیدنا شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب مارہروی قدس سرہ العزیز سے بیعت تھی''۔

(سیرت اعلیٰ حضرت ص ۱۶۴)

لو جی! بچپن میں طوائفوں کے سامنے کئے گئے مبارک اعمال اور بچپن میں جوان لڑکیوں کو دودھ پیتے دیکھنے کا تجربہ یہاں بھی کام کرگیا اور عورت کی آواز سنتے ہی پہچان گئے کہ کون ہے؟ غالباً اس لڑکی نے اپنے شوہر کو اعلیٰ حضرت کے مبارک اعمال کی کچھ کارگزاریاں سنائی ہوں گی، جس پر وہ لڑ کا یقین کرنے کو تیار نہ ہوگا تو اس کی بیوی نے کہا ہوگا کہ ٹھیک ہے مٹھائی مٹھائی کی شرط رکھتے ہیں تم کمرے میں جاؤ میں پیچھے آ رہی ہوں اور ابھی تمہارے سامنے اس ''کرامت'' کا اظہار کروائے دیتی ہوں۔

## طالب علم کو حبس بے جا میں رکھنے کا مقدمہ:

خان آف بریلی کے بھتیجے لکھتے ہیں: ''بریلی کے وہابیوں نے اعلیٰ حضرت قبلہ کے خلاف ایک وہابی طالب علم کو حبس بے جا میں رکھنے کا دعویٰ دائر کرادیا''۔ (سیرت اعلیٰ حضرت ص ۱۰۳)

عورتوں کو دیکھ کر مستقبل چمکانے والے پر ایسے ہی تو کسی نے طالب علم کو حبس بے میں رکھنے کا دعویٰ دائر نہیں کیا ہوگا، جب کہ وہ ہو بھی خیر سے افغانی!!!!

اس کے جواب میں ایک موصوف کہتے ہیں کہ مولانا نانوتوی صاحب جلال الدین جو اس وقت بالکل بچے تھے بڑی ہنسی کیا کرتے تھے کبھی ٹوپی اتارتے کبھی کمر بند کھول دیتے۔ (ارواح ثلاثہ، ص ۲۰۶ بحوالہ کنزالایمان، ص ۱۵۳)

تو آخر اس میں کیا قباحت ہے؟ کسی چھوٹے بچے سے ہنسی مذاق کرنا کیا بریلوی مذہب میں حرام ہے؟ اور کمر بند وہ پٹا کہلاتا ہے جس سے قمیص وغیرہ کو باندھا جاتا ہے جیسا کہ آج بھی بعض جیکٹوں میں ایک ڈوری سی ہوتی ہے جس سے جسم کے مطابق جیکٹ کو کسا (تنگ) یا ڈھیلا کیا جاسکتا ہے۔

## تین سال کی عمر میں فصیح عربی:

ظفرالدین بہاری صاحب لکھتے ہیں: ''مولوی عرفان علی صاحب قادری رضوی بیلپوری کا بیان ہے ایک مرتبہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال کی ہوگی ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں ملبوس جلوہ ہوئے، یہ معلوم ہوتا تھا کہ عربی ہیں انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی میں نے فصیح عربی میں ان سے گفتگو کی اس بزرگ ہستی کو پھر کبھی نہیں دیکھا''۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ا، ص ۱۰۶)

اس واقعہ پر پروفیسر سلیمان بدایونی بڑا دلچسپ تبصرہ کرتے ہیں ملاحظہ ہو: ''یہ روایت عقیدت مندی کی وجہ سے بغیر درایت کی کسوٹی پر کیسے زیبِ قرطاس کردی؟ اور راوی شیخ عرفان علی ولد شیخ مقصود علی کی اہمیت اور مولوی صاحب مرحوم سے تقرب دکھانے کو ان کے نام

کے چند خطوط شامل کتاب کر دیے، شیخ عرفان علی کی بلحاظ علم وفضل کوئی شہرت وخصوصیت نہیں، معمولی میٹرک پاس کلکٹری میں ملازم، غنیمت یہ ہوا کہ یہاں عرفان نے ساڑھے تین برس کی عمر میں فصیح عربی گفتگو کرنے کی روایت پر بس کیا اگر وہ کہیں گہوارے سے کلام کرنا فرماتے تو کیا ہوتا؟؟؟؟ (مجلہ العلم جنوری تا مارچ ۱۹۵۸ء)

## خان صاحب کسی مدرسے کے فاضل نہ تھے:

آپ نے حصول تعلیم کیلئے کسی مدرسے میں داخلہ نہیں لیا''۔ (خیابان رضا، ص:۱۸)

## نیم ملا خطرہ ایمان نے کوئی کتاب پوری نہ پڑھی:

''اعلیٰ حضرت قبلہ کا دورِ تعلیم بھی عجیب وغریب واقعات کا مجموعہ ہے، اوّل تو آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی درسی کتاب پوری نہ پڑھائی''۔ (سیرت اعلیٰ حضرت ص ۴۹)

ہمارے ہاں یہ بات عجیب وغریب واقعہ نہیں کہلاتا، بلکہ اس قسم کے واقعات کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ بچہ انتہائی حد تک نالائق ہے اور اس کی نالائقی دور کرنے کیلئے اوّل تو اس کی چھترول کی جاتی ہے، اگر بات نہ بنے تو والدین کو بلا کر پیار سے سمجھا دیا جاتا ہے کہ دینی تعلیم حاصل کرنے کے قابل نہیں، اسے کسی دنیاوی کام میں لگا دو، ورنہ یہ نیم ملا آگے جا کر لوگوں کے ایمان کیلئے خطرہ بن جائے گا۔

بریلوی مذہب کے امام الغیرت فضل احمد چشتی کے بقول خان صاحب بریلوی نے تمام تعلیم گھر ہی پر حاصل کی: ''جس کو امام احمد رضا...... کی طرح گھر میں علم میسر ہو جائے اس کیلئے سفر کو فرض کرنا سوائے جہالت کے اور کچھ نہیں''۔ (انکشاف ص ۸۲، غوثیہ کتب خانہ لاہور)

## خان صاحب نے اپنے والد سے حدیث کا درس نہیں لیا تھا:

خان صاحب نے حدیث وفقہ کی باقاعدہ تعلیم کسی سے نہیں لی تھی، گھر پر اپنے والد نقی علی خان سے صرف چند کتب وہ بھی نہ مکمل پڑھیں، اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ بریلوی حضرات خان صاحب بریلوی کی سندِ حدیث نقی علی خان کے واسطے سے پیش نہیں کرتے، بلکہ دوسرے حج کے موقع پر بقول بریلویوں کے عرب علماء نے آپ کو اجازتِ حدیث دی، انہیں علماء کے واسطے سے آپ کی سندِ حدیث کو پیش کیا جاتا ہے۔

**تاویل:** اس باب میں فریق مخالف نے مناظر احسن گیلانی کا حوالہ پیش کیا تو جناب وہاں ابتدائی تعلیم کا ذکر ہے اور ہم اس کے منکر نہیں، اس زمانے میں واقعتاً اگر اہلِ علم گھرانہ ہو تو فارسی وعربی کی ابتدائی کتب گھر ہی میں پڑھا دی جاتی تھی، ہم منتہی علوم کی بات کر رہے ہیں۔

اسی طرح مطالعہ بریلویت کے حوالے سے موصوف نے لکھا کہ ہمیں اس کا اعتراف ہے کہ فاضل بریلوی اس مکتبہ فکر کے سب سے بڑے عالم تھے بعض رسالے چند گھنٹوں میں تصنیف کئے نعت گو شاعر تھے وغیرہ وغیرہ۔ (مطالعہ بریلویت بحوالہ کنز الایمان ص ۱۵۷)

تو یہاں بھی فریق مخالف نے دھوکا دینے کی کوشش کی، خان صاحب بریلوی کے متعلق یہ رائے حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی نہیں، بلکہ یہ ''ماہنامہ فاران'' کے مدیر کا تبصرہ ہے، جو انہوں نے خان صاحب کی سوانح پر کیا اور ظاہر ہے کہ یہ ان کی اپنی رائے تھی، اس سے ہمارا متفق ہونا ضروری نہیں، خان صاحب کی کم علمی و جہالتوں پر خود علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مطالعہ بریلویت جلد دوم ''مولانا احمد

رضا خان علم وفضل کے آئینہ میں" کے نام سے تبصرہ کر چکے ہیں، اسے ملاحظہ فرمالیں، طبیعت صاف ہو جائے گی۔

مولانا احسان الٰہی ظہیر صاحب مرحوم کا جو حوالہ پیش کیا تو آپ کے مناظر اعظم عبدالمجید سعیدی کہتا ہے: "ہم پر اس کا قول حجت ہوسکتا ہے جو ہمارے مسلک کا ہو"۔ (مناظرہ مسئلہ رفع الیدین ص ۲۳)

پھر موصوف نے حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول تو نقل کیا کہ انہوں نے خان صاحب بریلوی کو عالم کہا لیکن آگے جو لکھا: "میرا خیال ہے کہ ان کا حال اور مزاج کچھ اس طرح کا تھا جو قرآن مجید میں علمائے بنی اسرائیل کا بیان کیا گیا ہے"۔ (بریلوی فتنہ کا نیا روپ ص ۱۶)

اس کو اپنی عادت کے مطابق ہضم کر گئے، یہودی علماء کی مثال قرآن مجید ہی میں ایسے گدھوں سے دی گئی ہے جن پر کتب لاد دی گئی ہوں تو حضرت نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں خان صاحب بریلوی "عالم" تو ہوئے مگر مثل "حمار"، تو جناب اب جواب دیں! یہ خان صاحب کی مدح ہوئی یا ذم؟ آپ تو یقیناً اس کو مدح ہی تصور کرتے ہیں، جبھی تو ہم پر اس سے الزام قائم کیا تو اسی قسم کی مدح جب خان صاحب کی ہم کرتے ہیں تو آپ خواہ مخواہ چیں بجبیں ہوتے ہیں!!!!

پھر پروفیسر خالد بشیر کی تاریخ محاسبۂ قادیانیت اور کسی عبدالحکیم کی کتاب کا حوالہ دیا یہ دونوں ہمارے لئے ہرگز حجت نہیں، نیز ان کی معلومات کا مدار بھی بریلویوں کی اپنی لکھی ہوئی کتب ہیں اور ظاہر ہے کہ انہوں نے اس پر اعتماد کیا جو ان کی غلطی اور زیادہ سے زیادہ حسن ظن ہوسکتا ہے۔

پھر موصوف کا کہنا کہ: "خلیل احمد کے متعلق یہ بات موجود ہے کہ اکثر کتابیں آپ نے خود دیکھی ہیں اور استاذ سے بہت ہی کم پڑھی ہیں"۔ (تذکرۃ الخلیل، ص ۱۵۷)

یہ بات حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں نہیں، نہ معلوم موصوف خود کتب دیکھ کر جان بوجھ کر حوالہ جات میں دجل وفریب سے کام لے رہے ہیں یا اِدھر اُدھر سے المدد (جیسا کہ غالب گمان ہے) سے منگوا کر ان پر اعتماد کرکے رسوا ہو رہے ہیں۔ بہر حال وہاں یہ بات مولانا یحییٰ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہے اور یہ بات ان کے بچپن کے ذوقِ مطالعہ کے ضمن میں کہی گئی ہے، مطلب صاف ہے کہ درسِ نظامی میں جن کتب کی ضرورت ہے وہ تو آپ نے ماہرین فن سے ہی پڑھیں، جیسا کہ اسی صفحہ اور اس سے متصل اس کی تفصیل موجود ہے، جب کہ اسی فن سے متعلق دیگر اکثر کتب آپ نے اپنے ذوقِ مطالعہ سے پڑھیں، یہ کثرتِ مطالعہ کی دلیل ہے، اور یہی قابلیت کی دلیل ہے کہ درسِ نظامی میں ماہرین فن سے کتب پڑھنے کے بعد اپنے اندر اتنی استعداد پیدا کرلو کہ اپنے زورِ مطالعہ پر مزید علم میں اضافہ کیا جائے، مگر خان صاحب کا رونا تو یہ ہے کہ انہوں نے کوئی کتاب سرے سے کسی ماہر سے پڑھی ہی نہیں، حتیٰ کہ دورۂ حدیث اور استفتاء کی مشق بھی کسی محدث وماہر مفتی سے نہیں کی!!!!

## آپ کی منطق دانی:

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں خاں صاحب کو ان کی ایک تحریر کی روشنی میں منطق کے آئینہ میں اتاریں، خان صاحب لکھتے ہیں: "نسبت و اسناد دو قسم ہے، حقیقی کہ مسند الیہ حقیقت میں متصف ہو اور مجازی کہ کسی علاقہ کی وجہ سے غیر متصف کی طرف نسبت کر دیں، جیسے نہر کو جاری یا جالس سفینہ کو متحرک کہتے ہیں، حالانکہ حقیقتاً آب وکشتی جاری ومتحرک ہیں، پھر حقیقی بھی دو قسم ہے، ذاتی کہ خود اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو اور عطائی کہ دوسرے نے اسے حقیقتاً متصف کر دیا ہو، خواہ وہ دوسرا بھی خود بھی اس وصف سے متصف ہو، جیسے واسطہ فی الثبوت ہیں یا

نہیں، جیسے واسطہ فی الاثبات ہیں"۔ (الامن والعلیٰ ص ۱۵)

مولانا احمد رضا خاں نے یہاں واسطہ فی الاثبات کی اصطلاح غلط استعمال کی ہے، واسطہ فی الاثبات اسے نہیں کہتے، جو خان صاحب نے سمجھ رکھا ہے۔ قارئین کی سہولت کے لیے ہم واسطہ کی کچھ ابتدائی بحث درج کیے دیتے ہیں:

## واسطہ مصطلحہ اہلِ حکمت

1) **واسطہ:** موصوف اور صفت کے درمیان ایک علاقہ ہے جیسے **العالم حادث لانہ متغیر** اس میں عالم ذات ہے اور حادث اس کی صفت، عالم تغیر کے واسطہ سے حادث ہے، اس میں واسطہ متغیر اور ذوالواسطہ العالم دونوں صفت کے ساتھ متصف ہیں، عالم اور متغیر ہر دو حدوث کے ساتھ متصف ہیں اور حادث ہیں، متغیر براہِ راست حدوث سے متصف ہے اور عالم بالواسطہ...... یہ مثال واسطہ فی الاثبات ہے۔

2) **واسطہ بالعروض:** جیسے کشتی میں بیٹھے آدمی کو متحرک کہیں، وہ بذات خود حرکت میں نہیں ہوتا کشتی کے واسطہ سے حرکت کر رہا ہوتا ہے۔ اس میں واسطہ کشتی ہے۔ جو حرکت کے ساتھ حقیقتاً اور بالذات موصوف ہے۔ ذوالواسطہ (کشتی میں بیٹھا آدمی) حرکت سے مجازاً اور بالعرض موصوف ہے۔

3) **واسطہ فی الثبوت:** اس کی دو قسمیں ہیں: واسطہ فی الثبوت غیر سفیر محض...... اس میں واسطہ اور ذوالواسطہ دونوں صفت سے حقیقتاً متصف ہوتے ہیں، جیسے انسان قلم کے واسطہ سے لکھتا ہے، قلم واسطہ ہے اور ہاتھ ذوالواسطہ اور دونوں حرکت سے حقیقتاً متصف ہیں۔ ہاتھ کی حرکت ہاتھ کے ساتھ اور قلم کی حرکت قلم کے ساتھ قائم ہے...... ہاتھ چابی سے تالہ کھول رہا ہے، ہاتھ بھی حرکت سے متصف ہے اور چابی بھی ہاتھ کے واسطہ سے حرکت کرتی ہے۔ واسطہ فی الثبوت سفیر محض...... اس میں واسطہ صفت سے متصف نہیں ہوتا، نہ حقیقتاً نہ مجازاً، صرف ذوالواسطہ صفت سے متصف ہوتا ہے۔

4) ایک شخص چھری سے مرغی ذبح کر رہا ہے، ذبح سے مرغی (ذوالواسطہ) تو متصف ہے، لیکن چھری (واسطہ) متصف نہیں، وہ ذبح میں صرف واسطہ ہے، ذبح سے حقیقتاً یا مجازاً موصوف نہیں، رنگ ساز کے واسطہ سے کپڑا رنگا جاتا ہے، لیکن رنگ سے صرف کپڑا موصوف ہے رنگ ساز نہیں، رنگ ساز واسطہ بنا کپڑا ذوالواسطہ ہے وہ رنگ سے موصوف ہے، مگر واسطہ رنگ سے موصوف نہیں۔

**الحاصل:** واسطہ فی الثبوت کی دو قسمیں ہیں، واسطہ اور ذوالواسطہ، دونوں صفت سے موصوف ہوں تو واسطہ فی الثبوت غیر سفیر محض ہے اور اگر واسطہ خود اس سے متصف نہ ہو تو یہ واسطہ فی الثبوت سفیر محض ہوگا، اب دیکھیے مولانا احمد رضا خاں نے اس فن میں کتنی فاش غلطی کی ہے۔

خان صاحب لکھتے ہیں: "وہ دوسرا خود بھی اس وصف سے متصف ہو جیسا واسطہ فی الثبوت میں یا نہیں جیسے واسطہ فی الاثبات میں"۔ (الامن والعلیٰ ص ۱۵)

اعلیٰ حضرت کی علم منطق میں یہ بے مائیگی دیگر علمائے عصر سے کچھ ڈھکی چھپی نہ تھی، خیر آبادی سلسلہ کے مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس مدرسہ عثمانیہ اجمیر شریف جو جناب پیر قمر الدین سیالوی کے استاد اور مولانا احمد رضا خاں کے ہمعصر تھے مولانا احمد رضا خاں کی علمی قابلیت کے بارے میں لکھتے ہیں: "اعلیٰ حضرت ایک عرصہ سے فنون عقلیہ کو بزعم خود طلاق مغلظہ دے چکے، پس جس فن سے

نا آشنائی ہو اس میں دخل دینے سے سوائے اس کے کہ اصل حقیقت ظاہر ہو جائے کسی فائدہ کی توقع نہیں، لہٰذا اعلیٰ حضرت خواہ مغالطہ دہی ترک نہ فرمائیں، لیکن جن فنون کی ان کی بارگاہ تک رسائی نہ ہوا گر ان سے کنارہ کش رہیں تو اس میں بڑی مصلحت ہے"۔ (تجلیات انوارِ معین)

اس علمی بے مائیگی میں اگر آپ واسطہ فی الثبوت غیر سفیر محض اور واسطہ فی الاثبات میں فرق نہ کر سکے تو قارئین کو متوحش نہ ہونا چاہیئے، اہلِ علم حضرات اس عبارت کو غور سے دیکھیں، منطق کا ادنیٰ طالب علم بھی اس معنیٰ میں واسطہ فی الاثبات کا لفظ نہ بولے گا، یہ عبارت خان صاحب کے علم کی تہہ کا پورا پتہ دے رہی ہے اور بتا رہی ہے کہ آپ واقعی "اعلیٰ حضرت" تھے۔

منطق میں اس کمزوری کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خان صاحب کا تحصیل علم جن لوگوں سے جوڑا جاتا ہے وہ خود اس فن کے ماہر نہ تھے، چنانچہ خان صاحب کے دادا استاد مولوی رضا علی خان کے استادوں میں ایک نام مولوی خلیل الرحمٰن رامپوری کا آتا ہے، چنانچہ نواب یوسف علی خان صاحب کے سامنے ایک دفعہ کہہ دیا: "میں ہر چیز قرآن سے نکالتا ہوں یہ ذکر نواب صاحب نے مولوی فضل حق خیر آبادی سے کیا انہوں نے فرمایا آپ ان سے فرما دیں کہ معجونِ فلاسفہ کے اجزاء تو قرآن سے نکال دیجئے، چنانچہ دوسری ملاقات میں یہی سوال کیا، مولوی خلیل الرحمٰن سخت پریشان ہوئے ان کو بھی معلوم ہو گیا کہ یہ اشارہ مولوی فضل حق کا تھا، اس لئے ایک روز نواب صاحب کے سامنے مولوی فضل حق سے اصول میں گفتگو کرنے لگے مولوی فضل حق کھینچ تان کر ان کو منطق میں پکڑ کر لائے اور بند کر دیا، اسی روز سے مولوی فضل حق نے کتب اصول کو دیکھنا شروع کر دیا"۔ (تذکرہ کاملانِ رامپور، ص ۱۲۳)

# تلمیذِ رحمٰن یعنی روحانی شاگرد مسیلمہ کذّاب

پروفیسر مسعود احمد لکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کسی کے شاگرد نہ تھے، وہ تلمیذ رحمٰن تھے۔

(ملخصاً حیات امام اہلسنت ص ۳۰، مرکزی مجلس رضا لاہور)

اب یہاں تلمیذِ رحمٰن کا صاف مطلب ہے کہ ان لوگوں کے ہاں خان صاحب بریلوی ڈائریکٹ (بغیر کسی واسطے کے) اللہ کے شاگرد تھے، موصوف کی تربیت براہ راست اللہ تعالیٰ نے کی اور ظاہر ہے کہ یہ نبوت کی شان ہے جو کہ کفر ہے، اگر بریلوی حضرات خان صاحب کی نبوت کا معاذ اللہ انکار کرتے ہیں تو پھر "تلمیذِ رحمٰن" کا لقب خان صاحب کیلئے اسی وقت ثابت قرار پائے گا جب اہلِ بدعت خان صاحب کو "مسیلمہ کذاب" کا شاگرد مانیں، کیونکہ مسیلمہ کذاب کا ایک لقب "رحمٰن" تھا۔ (الاعتذار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار ص ۱۲۴)

## جس سے قرآن پڑھا اس کو خود قرآن پڑھنا نہ آتا:

"سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ کاشانہ اقدس پر ایک مولوی صاحب چند بچوں کو پڑھایا کرتے تھے، حضور بھی ان سے کلام اللہ شریف پڑھا کرتے تھے، ایک روز کا ذکر ہے کہ مولوی صاحب کسی آیت کریمہ میں بار بار ایک لفظ حضور کو بتاتے تھے، مگر آپ کی زبان سے نہیں نکلتا تھا وہ زیر بتاتے تھے اور آپ زبر پڑھتے تھے، یہ کیفیت حضور کے جدِّ امجد حضرت مولانا رضا علی خان صاحب نے دیکھ کر حضور کو اپنے پاس بلا لیا، کلام اللہ پاک منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب سے اعراب کی غلطی ہو گئی تھی"۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۱۱۲)

مولوی صاحب اس غلطی پکڑے جانے سے پہلے جو سارے گھرانے کو غلط قرآن پڑھا چکے اس کا مداوا کیا گیا یا نہیں، اس کی تفصیل نہیں

ملی! نیز معلوم ہوا کہ پورے گھر میں کسی کو بھی قرآن پڑھنا نہیں آتا، خدا جانے کتنے عرصے سے بریلی کا یہ خاندان اسی غلط قرآن سے قرآن پڑھتا رہا ہوگا، نیز یہ تو ایک غلطی تھی جو بقول رضا خانیوں کے پکڑ میں آگئی خدا جانے باقی غلطیاں کس نے درست کی ہوں گی؟ قرآن غلط پڑھانا اور پڑھنا اس قدر اس خاندان میں راسخ ہو چکا تھا کہ مجدد بننے کے بعد بھی خان بریلوی قرآن غلط پڑھتے تھے، تفصیل آپ نورِ سنّت کے قسط وار مضمون ''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت کا جائزہ'' یا ''فاضل بریلوی کا حافظہ'' ملاحظہ فرمائیں!!!!

## رضا خانیوں کی تاویل:

پھر جناب نے اعلیٰ حضرت کے استاد پر اعتراض کیا، جب کہ انہی کی پیش کردہ عبارت میں موجود ہے کہ اس میں کاتب سے اعراب کی غلطی ہو گئی تھی، جب کہ آیئے ہم دیوبندی استادوں کی علمی حیثیت بھی واضح کرتے چلے جائیں، عاشق الٰہی گنگوہی صاحب کے استاد کے متعلق لکھتے ہیں التحیات خود میاں جی صاحب کو غلط یاد تھی (تذکرۃ الرشید ج ا،ص ۴۴)۔ اسی طرح یہی صاحب خلیل احمد صاحب کے استاد کے الفاظ نقل کرتے ہیں کہ اس لفظ کے معنیٰ مجھے معلوم نہیں خود دیکھ لینا (تذکرۃ الخلیل،ص ۲۰۱)۔

(ماخوذ از کنز الایمان اور مخالفین،ص ۱۵۸)

ہم نے ماقبل میں جو سوالات اٹھائے تھے موصوف نے ان کا کوئی جواب نہیں دیا!!!!

**اوّلاً:** قرآن جیسی عظیم الشان کتاب پڑھانے کیلئے ایک لکیر کے فقیر کو استاد رکھا گیا تھا، جس کو قرآن حفظ بھی نہ تھا اور کئی عرصہ سے غلط قرآن پڑھا رہا تھا۔

**ثانیاً:** اس غلطی کا انکشاف سب سے پہلے خان صاحب کو ہوا اس سے پہلے نہ جانے کتنے لوگوں کو یہ صاحب غلط قرآن پڑھاتے رہے، اس کا احساس بھی نہ ہوا۔

**ثالثاً:** خود مولوی رضا علی خان کو بھی اس غلطی کا پتہ نہیں چل رہا تھا بلکہ قرآن منگوا کر تقابل کروانا پڑا تب جا کر انکشاف ہوا۔

فریق مخالف کا یہ کہنا کہ کاتب کی غلطی تھی تو یہی تو ہمارا مدعا ہے، ہم نے یہی تو کہا تھا کہ جس سے قرآن پڑھا وہ خود قرآن کی شد بد نہیں جانتا تھا، ایسا لکیر کا فقیر کہ لکھا ہوا غلط اعراب کئی سالوں سے بچوں کو پڑھا رہا تھا۔ پنڈی مناظرہ میں طالب الرحمٰن غیر مقلد نے جب **یامحمدٌ** کو **یا محمدٌ** تنوین کے ساتھ پڑھ لیا اور کہا کہ کتاب میں ایسا لکھا ہوا ہے تو حنیف قریشی نے کہا کہ لکیر کے فقیر نہ بنو، ناں......تو ہم بھی کہتے ہیں کہ خان صاحب کے یہ استاد بالکل لکیر کے فقیر تھے۔

خان صاحب کے گھر والوں کو بھی اس کا احساس نہ ہوا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پورے گھر میں کوئی صحیح قرآن پڑھنے والا نہ تھا، آخر کسی نے تو کسی بچے سے سبق سنا ہوگا کوئی تو غلطی پر تنبیہ کرتا، مگر کسی کا کچھ نہ کہنا اور خان صاحب کا اٹک جانا اور اس پر غلطی کا پکڑے جانا ہی بتلاتا ہے کہ گھر والوں کا قرآن سے تعلق کا بُرا حال تھا۔

اس پر تذکرۃ الخلیل کا حوالہ پیش کرنا جہالت ہے، اس لئے کہ وہاں مقامات جیسی مشکل کتاب (جس کا تعلق عربی ادب سے ہے) کا تذکرہ ہو رہا ہے اور اس میں بھی استاد بغیر مطالعہ کے پڑھا رہا ہے، اس لئے کسی مشکل فن میں کہہ دینا کہ مجھے اس کا علم نہیں، ہرگز لاعلمی یا جہالت نہیں بلکہ بمصداق حدیث **لا ادری نصف العلم** آدھا علم ہے، نہ جاننے میں اور غلط پڑھانے میں زمین و آسمان کا فرق

ہے، ایک محدث کسی حدیث کا مطلب نہیں جانتا لیکن ایک محدث حدیث کی مسند پر بیٹھ کر لوگوں کو غلط احادیث کئی سال سے پڑھا رہا ہے، کیا ہمارے فریق مخالف کے ہاں ان دونوں میں کوئی فرق نہیں؟؟ وہاں استاد کو کسی لفظ کا علم نہ تھا جس کا اظہار کر دیا، جو مصداق حدیث آدھا علم ہے، یہ نہیں کہ پڑھا تا غلط تھا۔

مگر یہاں تو قرآن شریف کی بات ہو رہی ہے، قرآن شریف کی آیت میں کئی سالوں سے غلطی کرنا اور تنبیہ کے باوجود بھی اس کی اصلاح نہ کرنا جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟ ایک حافظ قرآن قرآن کا ماہر کئی سال سے قرآن کی ایک آیت غلط پڑھ رہا ہو اور اس کو تنبیہ کی جائے تو بجائے اصلاح کے کہے تو کیا ہوا؟ فلاں کو بھی تو فلاں چیز کا علم نہیں!!!!

یہاں ایک اور بات بھی ذہن نشین کر لیں کہ خان صاحب نے جس سے قرآن پڑھا اسے کبھی خود قرآن پڑھنے کی نوبت نہیں آئی، ورنہ ظاہر ہے کہ مسجد میں گھر میں یا کسی اور مقام پر اگر وہ تلاوت کا معمول رکھتے تو ایک نہ ایک دن اس غلطی پر ضرور مطلع ہوتے، پس خان صاحب نے قرآن ایسے بے بصیرت اور پیشہ ور قاری سے پڑھا، جسے دیکھ کر بھی قرآن پڑھنا نہ آتا اور قرآن کی تلاوت کی پابندی اور قرآن سے کسی قسم کا شغف نہ ہونے کی وجہ سے کئی عرصہ تک اپنی غلطی پر مطلع نہ ہو سکا۔

پھر خود بریلوی مذہب میں اس قسم کے واقعات کی بنیاد پر علمائے دیوبند کی جہالت کو ناپا جاتا ہے! میں یہاں صرف ایک مثال دینا چاہوں گا، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھ لیا کہ حکیم ترمذی کی نوادر الاصول میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کی روایت آئی ہے اس کی سند کیسی ہے؟ حضرت نے اس کے جواب میں فرمایا کہ نوادر کی روایت کا بندہ کو حال معلوم نہیں۔ تو ظفر الدین بہاری نے تین سطریں اس پر سیاہ کر دیں کہ واقعی لاثانی معقولی کی شان یہی ہونی بھی چاہیئے، اگر اس نے نوادر کو بھی جان لیا تو لاثانی اور بے نظیری کیا ہوئی؟ (حیات اعلیٰ حضرت، ج ۲، ص ۲۶۹)

مظفر حسین شاہ نے بھی اسی بنیاد پر خوب جھوٹ بول کر حضرت مولانا گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر تبرا بازی کی،

(ملاحظہ ہو یوٹیوب پر ویڈیو: مظفر حسین شاہ کا آپریشن حصہ پنجم)

اگر ایک نایاب کتاب حضرت مرحوم کے پیش نظر نہیں تو تم اس پر طنز کے تیر برساؤ، تو جس کو قرآن کی آیت کا علم نہیں، وہ اس کی جہالت کیوں نہیں؟؟؟؟

باقی جو مجالس حکیم الامت و ملفوظات سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اقوال پیش کئے تو وہ سب تواضع پر محمول ہیں، خان صاحب بریلی نے اپنے آپ کو مجرم، عاصی، ذلیل، کتا اور نہ جانے اپنی کتابوں میں کیا کیا کہا تو کیا ہم اس کو پیش کریں؟ اور بریلی اسے ظاہر پر محمول کر کے خان صاحب کے بارے میں یہی رائے قائم کریں گے؟؟؟؟

اس کے جواب میں یہ کہنا کہ: ''اگر دیوبندی یہ کہیں کہ یہ تواضع ہے تو عرض ہے کہ تواضع قدر مشترک میں آتا ہے، جھوٹ بولنا نہیں، اگر کوئی ڈپٹی کمشنر کہے میں ڈپٹی کمشنر نہیں ہوں تو یہ تواضع نہ ہوگی جھوٹ ہوگا''۔ (دفاع کنز الایمان، ص ۱۵۹)

یہاں پر بھی دھوکا دہی سے کام لیا گیا ہے، پوری عبارت اس طرح ہے: ''تواضع اپنے آپ کو نیچے رکھ کر بات کہنے کو کہتے ہیں، گورنمنٹ اسکول میں ایک ہیڈ ماسٹر ہے ایک کلرک بھی ہے اور ایک مالی بھی ہے اور ایک چوکیدار بھی، اب اگر وہ ہیڈ ماسٹر انہیں یکجا اکٹھا کر کے

کہے میں بھی تو تمہاری طرح گورنمنٹ کا ایک ملازم ہوں گورنمنٹ سروس میں ہوں جیسے تم، تواضع ایک قدر مشترک پر لے آئی، ورنہ وہ تو سارے ادارے کا سربراہ ہے، تواضع کرنے والا تواضع میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوتا، ہاں وہ اپنے آپ کو ایک قدر مشترک میں لا کر ایک بات کہہ رہا ہے"۔ (مطالعۂ بریلویت ج ۵، ص ۲۴۹)

تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی وہاں تواضع یعنی قدر مشترک میں اتار کر ایک بات کی کہ کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے اتنی تصانیف فرمائی تو ہزاروں کتب دیکھی ہوں گی، تو فرمایا چند کتابیں دیکھیں جن کے نام یہ ہیں حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ (مجالس حکیم الامت، ص ۱۰۳، بحوالہ کنز الایمان اور مخالفین ص ۱۵۹)

یعنی ان اکابر کے کثرت مطالعہ کے سامنے میں نے کیا کتب پڑھی ہوں گی؟ بس انہی کے علوم ہیں جن سے استفادہ کر رہا ہوں، ہاں اگر مقام بیان میں کوئی پوچھے اور انکار کیا جائے تو یقیناً جھوٹ ہوگا، جیسا کمشنر سے مقام بیان میں اس کو کوئی عہدہ پوچھے اور وہ انکار کر دے تو جھوٹ ہوگا، مگر حکامِ بالا کے سامنے کمشنر کا کہنا کہ: "میں تو آپ کا خادم ہوں" یقیناً تواضع ہوگا، اگر حضرت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اکابر سے قطع نظر مقام بیان میں ان کے مطالعہ کے متعلق پوچھا جاتا اور وہ کہتے کہ میں نے کوئی کتاب نہیں پڑھی تو یقیناً جھوٹ ہوتا، مگر یہاں خود ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی عبارت کی روشنی میں بھی یہ تواضع ہی ہے، ملفوظات ج ۴ ص (۱۷۹) کے ملفوظ کا مطلب بھی یہی ہے کہ اکابر کی توجہ و ذہانت کے جو واقعات ہم نے سنے اور پڑھے اس کے مقابلے میں ہماری ذہانت و فطانت کچھ بھی نہیں۔

خود خان صاحب سے بھی اس قسم کے اقوال ملتے ہیں، چنانچہ ایک جگہ کہتے ہیں: "میرے پاس علم کہاں جو کسی کو دوں یہ تو آپ کے جد امجد سرکار غوثیت کا فضل و کرم ہے اور کچھ نہیں"۔ (مجدد اعظم، ص ۱۵۵)

اور آپ کے مولوی نے اس قول پر کہا: "یہ جواب اس کا بھی نشان دیتا تھا کہ علم راسخ والے مقام تواضع میں کیا ہو کر اپنے کو کیا کہتے ہیں"۔ (مجدد اعظم، ص ۱۵۵)

## خان صاحب کی طرف سے استاد کے سامنے بے باکی:

ان استاذ صاحب کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیں: "ایک روز یہی مولانا صاحب حسبِ معمول بچوں کو قرآن پڑھا رہے تھے کہ ایک بچے نے آ کر سلام کیا، مولانا نے جواب دیا "جیتے رہو"، احمد رضا نے عرض کیا: "حضرت یہ تو سلام کا جواب نہ ہوا، وعلیکم السلام کہنا چاہیئے تھا" یہ سن کر مولانا بہت خوش ہوئے اور شاگرد کو دعائیں دیں"۔ (المیزان کا امام احمد رضا نمبر، ص ۳۳۹)

یعنی بقول بریلویوں کے ایسا جاہل اور سنت دشمن استاد تھا کہ اسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ سلام کے جواب میں وعلیکم السلام کہا جاتا ہے، اب بریلوی لال پیلے ہونے کے بجائے ہمیں سمجھائیں کہ اس واقعہ کا یہ مطلب نہ لیں تو اور کیا لیں؟ پھر خان صاحب (جو اس وقت ایک بچے تھے) کی بے باکی اور بدتمیزی ملاحظہ فرمائیں کہ اسی وقت استاذ کو ٹوکا اور کس طرح ٹوک رہے ہیں، یہ بھی نہیں کہ محترم استاد جی...... بلکہ حضرت...... اس موقع پر عموماً یہ لفظ طنز کے طور پر بولا جاتا ہے۔

نیز خان صاحب کو استاد سے حسنِ ظن رکھنا چاہیئے تھا کہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے دل میں سلام کر لیا ہوگا، اتنا آہستہ کر لیا ہو کہ سنائی نہ دیا ہو یا سلام کرنا ہی بھول گئے ہوں، خان صاحب بعد میں والد یا دادا کے ذریعہ استاد تک صحیح پیغام پہنچا دیتے، جن حضرات کا درس و تدریس سے

واسطہ ہے وہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ ایک طالب اس طرح دورانِ درس کسی استاد کو کسی غلطی پر ٹوک سکتا ہے، یہ ادب کے بالکل خلاف ہے۔

خان صاب کے تذکرہ میں ایک سید صاحب کا واقعہ لکھا ہے کہ ہاتھوں میں سونے کی انگوٹھی اور چھلّے تھے، خان صاحب نے انتہائی پیار ومحبت سے وہ انگوٹھی اور چھلّے اتر وادیے اور بعد میں بیٹی کے نام پارسل بھیج دیا یہ لکھ کر کہ یہ طلائی و چھلّے آپ کے ہیں۔

(ماخوذ از حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ا،ص ۲۳۴)

اب یہاں خان صاحب کی غیرتِ ایمانی وصلابتِ دینی کہاں گئی؟ کیوں اس سید کو نہ ٹوکا کہ شرم کرو، حرام چیز پہنی ہوئی ہے، توبہ کرو۔ سلام کے جواب میں دعا دینا زیادہ بڑا غیر شرعی کام تھا یا سونے کی انگوٹھی اور چھلّے پہننا؟؟؟؟

بریلویوں کے نزدیک یہ سیدوں کا ادب تھا کہ اس وقت کچھ نہیں کہا اور انتہائی مصلحانہ طریقہ سے ان کو کسی اور طرح سمجھا دیا تو کیا استاد کے سامنے اس موقع پر خاموش رہنا ادب نہ تھا؟ ایک عام سید کی وقعت تو خان صاحب کے دل میں ہے اور اسے کچھ نہیں کہتے، اس کے "فعل حرام" پر خاموشی اختیار کرتے ہیں اور استاد کو ٹوکتے ہیں؟ غرض خان صاحب بریلوی کو یہ متکبرانہ لب ولہجہ بچپن ہی سے گھر کے ماحول سے مل رہا تھا۔

خود نسیم بستوی نے اس موقع پر یہ شعر پڑھا ؎

آئین جوانمردی حق گوئی و بے باکی　　　اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روماہی

(اصل لفظ روباہی، ساجد)..........(مجدد اعظم ص ۴۰)

یہ بے باکیاں استاذوں کے سامنے نہیں، دشمنوں اور ظالم وجابروں کے سامنے کی جاتی ہیں، علامہ اقبال مرحوم نے یہ شعر اسی موقع کیلئے کہا تھا، مگر بریلوی حضرات کا اس موقع پر اس شعر کو پیش کرنا ہی بتلاتا ہے کہ خان صاحب بریلوی استاذوں کے سامنے بھی انتہائی بے باک واقع ہوئے تھے۔

ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو: ''ایک صاحب حضور کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور اعلیٰ حضرت بھی کبھی کبھی ان کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ واقعہ ہے کہ حضور ان کے مکان پر رونق افروز تھے کہ ان کے محلہ کا ایک بیچارہ غریب مسلمان ٹوٹی ہوئی پرانی چارپائی پر بیٹھنے ہی جارہا تھا کہ صاحب خانہ نے نہایت تلخ تیوروں سے اس کی طرف دیکھنا شروع کیا، یہاں تک کہ وہ ندامت سے سر جھکائے اٹھ کر چلا گیا حضور کو صاحب خانہ کی اس مغرورانہ روش سے سخت تکلیف ہوئی، لیکن کچھ فرمایا نہیں''۔ (مجدد اعظم ص ۹۷)

اب بتائیں یہاں خان صاحب کی حق گوئی کہاں گئی؟ صرف اس لئے کہ موصوف خان صاحب کے مصاحبین میں تھے، نسیم بستوی صاحب جو شعر آپ نے پیش کیا اس کا اصل موقع یہ تھا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خان صاحب کے مصاحبین انہی کی طرح انتہائی مغرور اور غریبوں کے دشمن تھے، وڈیرا شاہی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

## بریلی شہر میں خان قارونی کے خاندان کی دینی خدمات:

''اعلیٰ حضرت نے کتب درسیہ سے فراغت کے بعد تدریس، افتاء اور تصنیف کی طرف توجہ فرمائی لیکن ابتداء میں تدریس کی جانب زیادہ میلان تھا کیونکہ بریلی شریف میں سنیوں کا کوئی مدرسہ نہ تھا''۔ (سوانح امام احمد رضا ص ۳۱۳)

خان صاحب کے والد نقی علی خان صاحب کو بٹیر بازی کے شغل سے فرصت ملے گی تو بریلی میں کوئی مدرسہ کھول کر درس و تدریس کریں گے، مگر دوسری طرف مولانا احسن نانوتوی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کا مدرسہ پورے بریلی کے تشنگانِ علوم دینیہ کو سیراب کر رہا تھا اور پورے بریلی شہر میں آپ کے علم و شہرت کا سکہ چلتا تھا، یہی وجہ ہے کہ بریلی شہر کے سب سے بڑے اجتماع نمازِ عید پڑھانے کیلئے بھی بریلی شہر کے مسلمانوں نے آپ ہی کو اپنی عیدگاہ کا امام منتخب کیا ہوا تھا، پورا بریلی شہر آپ کی اقتداء میں نماز عید ادا کرتا، یہی وہ مرکزی حیثیت تھی جو بدعتیوں کے اس سرخیل نقی علی خان کو ایک آنکھ نہ بھا رہی تھی اور علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کیلئے اس نے وہ مکروہ ریشہ دوانیاں کیں جو ہندوستان کی تاریخ کے اوراق کا ایک سیاہ ترین باب ہے۔

# بیٹا بھی باپ کے رستے پر چل پڑا!

چونکہ پڑھنا پڑھانا اور درس و تدریس اس خاندان کے بس کا روگ نہ تھا اور نہ ہی اس خاندان کو اس سے کوئی دلچسپی تھی، اس لئے بقول ظفر الدین بہاری کہ: ''اعلیٰ حضرت نے چونکہ باضابطہ کسی مدرسہ میں مدرّس بن کر نہیں پڑھایا'' (حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۱۲)

یعنی بیٹا بھی باپ کے رستے پر چل پڑا اور کسی مدرسے میں مدرّس کے طور پر دینی خدمات سرانجام دینے سے قاصر رہا۔

## بنی اسرائیلی خان کو خود بھی مدرسہ چلانے سے کوئی شغف نہ تھا:

اعلیٰ حضرت اپنی وفات سے چھ برس پہلے یعنی ۱۳۳۴ھ ۱۹۱۴ء میں لکھے گئے ایک خط میں بریلویوں کے علوم دین سے شغف کا یوں رونا روتے ہیں: ''حاجی صاحب کو اللہ تعالیٰ برکات دے، تنہا اپنی ذات سے وہ کیا کیا کریں؟ سنّیوں کی عام حالت یہی ہو رہی ہے کہ جن کے پاس مال ہے انہیں دین کا کم خیال ہے اور جنہیں دین سے غرض ہے افلاس کا مرض ہے، ورنہ کلکتہ میں حمایتِ دین کیلئے دو ہزار روپے ماہوار بھی کوئی چیز تھی ادھر یہ مدرسہ شمس الہدیٰ جس کی نسبت میں نے سنا ہے کہ سولہ ہزار روپے سالانہ کی جائیداد اس کیلئے وقف ہے اس کا بھی ہاتھ میں رکھنا ضرور ہے، مبادا کوئی دیوبندی قابض ہو جائے والعیاذ باللہ تعالیٰ افسوس کہ ادھر نہ مدرّس نہ واعظ نہ ہمت والے مالدار، ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں اور ایک لعل خان کیا کیا بنائیں؟'' (حیات اعلیٰ حضرت ج ۳ ص ۳۹۱)

اپنے قائم کردہ مدرسے کا حال یوں بیان کرتے ہیں: ''ہماری طرف مدرّسین و واعظین کم بلکہ معدوم ہیں، منظر اسلام میں خود مدرّس کی کمی ہے''۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۳ ص ۷۴۴)

اندازہ لگائیں کہ سب سے مرکزی مدرسہ منظر اسلام جو دنیا کی عظیم یونیورسٹی ایشیاء کی جامع از ہر دارالعلوم دیوبند کا مقابلہ کرنے کیلئے قائم کیا گیا تھا اس میں کوئی مدرّس پڑھانے کیلئے تیار نہ تھا اور ان کو کوئی مدرّس پڑھانے کیلئے مل نہیں رہا تھا، جو مدرسے تھے وہ بھی عدم دلچسپی کی وجہ سے دیوبندیوں کے ہاتھ لگ رہے تھے اور دیوبندی علوم دینیہ کے ان اجاڑ مراکز کو قال اللہ وقال الرسول ﷺ کی صداؤں سے آباد کر رہے تھے اور خان صاحب کو اس کی فکر کھائے جا رہی تھی، مگر یہ فکر کسی دینی جذبے کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اس وجہ سے یہ خوف طاری تھا کہ اس مدرسے کی سالانہ آمدنی سولہ ہزار روپے تھی، حالانکہ احمد رضا خان قارونی المختار من میاں بنی اسرائیلی افغانی اگر چاہتے تو خود بھی ان مدارس کو چلا سکتے تھے، کذابِ زمانہ مولوی غلام مہر علی آف چشتیاں لکھتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے آباؤ اجداد...... قدیم نواب چلے آ رہے تھے''۔ (دیوبندی مذہب ص ۷۷)

اور خود خان صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ''اعلیٰ حضرت بریلوی جدی رئیس تھے خدا نے انہیں دیا تھا''۔

(دیو بندی مذہب ص ۳۵۰)

لیکن بات وہی کہ خان صاحب کو ان کاموں سے کوئی دلچسپی تھی نہ شغف!!!!

**نوٹ:** ہمارا خان صاحب بریلی کے نام کے ساتھ ''نواب'' لکھنا بھی اسی حوالے کے پیش نظر ہے۔

## بھونڈی تاویل:

اس کے جواب میں ایک صاحب لکھتے ہیں: ''ہم نجیب صاحب کے مضمون کے تحت اعلیٰ حضرت کی مصروفیات کا تذکرہ کرآئے ہیں، لہذا اگر ان مصروفیات کی وجہ سے اعلیٰ حضرت باقاعدہ تدریس نہ کرسکے تو یہ قابل اعتراض کیسے؟'' (کنز، ص ۱۵۹)

ما قبل کی ان تمام عبارتوں سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ خان صاحب نے کسی مصروفیات کی وجہ سے نہیں، بلکہ خان صاحب کو درس و تدریس اور مدرسہ قائم کرنے سے کوئی دلچسپی ہی نہیں تھی، خان صاحب کی معاشی خدمات میں آگے آرہا ہے کہ خان صاحب کے نزدیک ہند کے مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ تعلیم اور علم تھا، پس یہ مسئلہ اس بات کا تقاضہ کرتا تھا کہ خان صاحب کی سب سے اہم مصروفیت درس و تدریس اور ایک عظیم جامعہ کا قیام ہو، لیکن آپ ملاحظہ کرچکے ہیں کہ منت سماجت کروا کر ان سے ایک مدرسہ بنوایا گیا اس کا حشر کچھ ما قبل میں اور کچھ اپنے مقام پر آرہا ہے آپ دیکھ لیں گے کہ کیا کیا گیا؟

جہاں تک خان صاحب کی مصروفیات کا ذکر کرکے یہ کہنا کہ ہم نے پیچھے اس کا ذکر کردیا تو ہمیں وہاں یہ عبارت نظر آئے غالباً اسی کی طرف اشارہ ہے: ''اعلیٰ حضرت کی مصروفیات کا تذکرہ کرتے ہوئے دیوبندی مولوی صاحب لکھتے ہیں: ''ادھر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بیک وقت شیخ طریقت بھی تھے، معلمِ شریعت بھی تھے، مقرر اور خطیب بھی تھے، عالم اور طبیب بھی تھے، بے حد مصروف الاوقات بھی تھے''۔

(غلغلہ بر زلزلہ، ص ۲۴، کنز الایمان اور مخالفین، ص ۱۲۳)

غلغلہ ہمارے کسی مستند آدمی کا لکھا ہوا نہیں، محض کسی خانقاہ کا متوسل ہو جانا حجت ہو جانے کی دلیل نہیں، ایک رضاخانی لکھتا ہے: ''یہ بات ابوالخیر کی بالکل غلط اور ذاتی رائے ہے''۔ (ردّ اعتراضات، ص ۱۶۴)

تو غلغلہ والے کی یہ بات بالکل غلط ہے اگر اس کا وہی مفہوم ہو جو فریق مخالف لے رہا ہے تو غلغلہ والے کی ذاتی رائے ہے، اس کتاب میں آگے آپ پڑھ لیں گے کہ خان صاحب کی وعظ و نصیحت، تعلیم و تعلم، طب وغیرہ کسی قسم کی کوئی مشغولیت نہ تھی، مولوی نعیم الدین مراد آبادی پہلے طبیب ہی تھے طب کا شعبہ خان صاحب ہی نے ان سے ترک کروایا تو خان صاحب خود کیسے طبیب ہو سکتے ہیں؟ یاد رہے کہ خان صاحب کی بحیثیت طبیب خدمات پہلی دفعہ ہمارے سامنے آئی ہیں ورنہ اس خدمت کے تو خود ان کے سوانح نگار بھی قائل نہیں۔

## خاندان و اولاد کی جائیداد سے محبت

''وقت مرگ قریب ہے اور میرا دل ہند تو ہند مکۂ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا ہے، اپنی خواہش یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو اور وہ قادر ہے، بہر حال اپنا خیال ہے، مگر جائیداد کی جدائی یہ لوگ کسی طرح نہ

کرنے دیں گے، خریدار کو مجھ تک پہنچنے بھی نہ دیں گے، کوئی معقول شے نہیں کہ بازار بھیج کر نیلام کردی جائے اور خالی ہاتھ بھیک پر گزر نے کیلئے جانا نہ شرعاً جائز نہ دل گوارا، دعا کیجئے کہ ہر بات کا انجام بخیر ہو، والسلام''۔(حیاتِ اعلیٰ حضرت ج ا ص ۴۶۱)

اندازہ لگائیں کہ نام نہاد مجدد مائۃ حاضرہ نے اپنی اولاد کی تربیت کس طرح کی کہ آخر وقت میں مدینہ رہنے کو دل چاہ رہا ہے جس کے لیے کچھ جائیداد بیچنے کی تمنا ہے مگر اولاد مال و جائیداد کی ہوس میں خریدار کو قریب پھٹکنے نہیں دے رہی!!!!

**گلو خلاصی:** اس کے جواب میں فریق مخالف کہتا ہے کہ ہمیں مذکورہ صفحہ پر یہ عبارت ہرگز نہیں ملی۔(ماخوذ کنز ص ۱۶۰)

اگر آپ کو نہیں ملی تو اس میں ہمارا کیا قصور؟ اس سے پہلے بھی جو عبارتیں نہیں ملی مختلف ناموں سے دیوبندی بن کر ہمیں فون کر کے آپ لوگوں نے وہ عبارتیں معلوم کرلیں تو اس سلسلے میں رابطہ کرنے کی زحمت کیوں گوارا نہ کی گئی؟ ہم اپنی عبارت کے مکمل ذمہ دار ہیں۔

# شیطان اور منافق کون؟

قارئین کرام! احمد رضا خان کی اسی آرزو کے متعلق بطور فائدہ یہاں ایک اور بات بھی جان لیں، مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ جب حج کرنے مکۃ مکرمہ گئے تو احمد رضا خان بھی ان دنوں وہاں انگریزی سازش کو عملی جامہ پہنانے کیلئے آپہنچا اور اپنی بدنام زمانہ کتاب ''حسام الحرمین'' کو ترتیب دیا اس کتاب میں ایک جگہ ایک عرب عالم کی طرف منسوب تقریظ میں ہے کہ: ''ان (شیطان و منافقین) سے ہمارے یہاں مدینہ طیبہ میں چند گنتی کے ہیں، تقیہ کی آڑ میں چھپے ہوئے اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو عنقریب مدینہ طیبہ ان کو اپنی مجاورت سے نکال دے گا کہ اس کی یہ خاصیت حدیث صحیح سے ثابت ہے''۔(تمہید ایمان مع حسام الحرمین (ملخصاً) ص ۱۲۱، مکتبۃ المدینہ)

اب آیئے قارئین کرام حدیث سے ثابت شدہ اور بریلویوں کے اس مسلّمہ معیار کو حقانیت پر رکھ کر دیکھتے ہیں کہ خلیل احمد صاحبؒ اور احمد رضا خان صاحب میں سے کس کو مدینہ منورہ نے اپنی ''مجاورت سے'' نکال باہر پھینکا اور کون مدینہ منورہ کے مبارک قبرستان ''جنت البقیع'' میں آسودہ آغوش لحد ہے۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ بروز بدھ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ کو بعد نماز عصر بآواز بلند اللہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی اور آپ کی نماز جنازہ آستانہ نبوی کے قریب باب جبریل کے باہر ادا کی گئی، جو مدینہ طیبہ کے مدرسہ شرعیہ کے صدر مدرس مولانا شیخ طیب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی اور باوجود جلدی کرنے کے (جیسا کہ سنت ہے) ازدہام اتنا بڑھ چکا تھا کہ کاندھا دینا مشکل ہو رہا تھا علماء بھی تھے اور طلباء بھی تھے، المختصر عشاء سے پہلے پہلے ''جنت البقیع'' میں اہلِ بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارات کے قریب آپ کو آغوشِ لحد میں اتار دیا گیا، **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

**(بحوالہ تذکرۃ الخلیل ص ۴۲۶)**

اس کے برعکس مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں: ''وقتِ مرگ قریب ہے اور میرا دل ہند تو ہند مکہ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا ہے، اپنی خواہش یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو اور وہ قادر ہے،

بہرحال اپنا خیال ہے، مگر جائیداد کی جدائی یہ لوگ کسی طرح نہ کرنے دیں گے، خریدار کو مجھ تک پہنچنے بھی نہ دیں گے، کوئی معقول شے نہیں کہ باز ار بھیج کر نیلام کر دی جائے اور خالی ہاتھ بھیک پر گزرنے کیلئے جانا نہ شرعاً جائز نہ دل گوارا، دعا کیجئے کہ ہر بات کا انجام بخیر ہو، والسلام"۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ج ا ص ۱۶۴)

اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد و توکّل اور احمد رضا خان صاحب کی اس قدر بے مایگی صبر و قناعت کے باب میں موصوف کی اس تہی دامنی کو ملاحظہ کیجئے اور ساتھ ہی حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا تمام اندیشہ ہائے دور دراز کو خیر باد کہتے ہوئے اور استقامت کے اعلیٰ ترین درجہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کوچۂ محبوب کی طرف روانگی پر بھی ایک نظر ڈالیجئے۔

الحمدللہ حدیث سے ثابت شدہ معیار کے تحت یہ ثابت ہوگیا کہ احمد رضا خان ہی وہ منافق اور شیطان تھا جو تقیہ کی آڑ میں مدینے آیا ہوا تھا اور مدینے نے اس کو اپنی مجاورت سے ایسا باہر نکالا کہ احمد رضا خان تو احمد رضا خان اس کے ترجمہ قرآن کو مدینے کی گلیوں میں جلا دینے کا حکم آیا، اسی کی دہائی میں احمد رضا خان کا نام لینے والے بریلوی علماء کو گرفتار کر کے دھتکارتے ہوئے نبی کے مقدس شہر سے باہر کر دیا گیا، **فاعتبروا یا اولی الابصار!!!!**

## فریق مخالف کا دجل وفریب اور منہ توڑ جواب

اس کے جواب میں رضاخانی کہتے ہیں کہ جنت البقیع میں دفن ہونا نجات کی علامت نہیں۔ (کنزالایمان اور مخالفین)

تو بالکل ہم کب اس کے منکر ہیں؟ اسی لئے کہتے ہیں کہ ضیاء الدین مدنی بریلوی اور اس جیسے دیگر بریلوی اگر مدینہ میں دفن ہو بھی گئے تو ٹھکانہ محلہ جسولی بریلی کا دار الکفر ہی ہے، ہم نے تو خان صاحب کے حوالے سے یہ عرض کیا تھا کہ انہوں نے صحیح حدیث کی روشنی میں لکھا کہ اگر توبہ نہ کی تو گستاخوں کو مدینے کی مجاورت سے نکال دیا جائے گا اور ہم نے اس پر نتیجہ متفرع کیا کہ الحمدللہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مدینہ منورہ کی مجاورت نصیب ہوئی وہیں دفن ہوئے، جب کہ خان صاحب ذلیل وخوار ہوئے اور مرتے وقت باوجود مدینے میں دفن ہونے کی خواہش کے جنت البقیع نصیب نہ ہوا، اور بمصداق حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری مرحوم ومغفور ہرگز گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوئے، بلکہ خان صاحب ہی ہوئے جن کو مدینہ منورہ کی مجاورت سے ایسا دھتکارا گیا کہ باوجود شدید خواہش کے وہاں مرنا و دفن ہونا نصیب نہ ہوا، اس کا جواب چھوڑ کر ادھر ادھر کی باتیں کر کے پھر ہانکنا کہ ہم نے جواب دے دیا، یہ بریلویوں کا پرانا وطیرہ رہا ہے۔

### ایک دفعہ پھر خیانت کی انتہاء:

رضاخانیوں سے اپنے گھر کا گند تو صاف نہیں ہو رہا، لہٰذا دل ماؤف کی بھڑاس نکالنے کیلئے اپنے پیروؤں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جگہ جگہ عبارات میں کتر و بیونت کر کے اعلیٰ حضرتی کا ثبوت دیتے رہے، اس مقام پر اعلیٰ حضرتی دجل وفریب کا مظاہرہ یوں کرتے ہیں:

"مفتی محمود حسن گنگوہی لکھتے ہیں: ایک صاحب نے خواب میں دیکھا کہ تین قبریں ہیں وہیں لندن میں ایک حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی اور ایک حضرت گنگوہی صاحب کی اور ایک حضرت مولانا سہارنپوری کی اور تینوں قبروں میں سے مکھیاں نکل رہی ہیں شہد کی۔ (اکابر دیوبند اور عشق رسول ص ۵۱) لہٰذا لندن کے دار کفر میں جناب دفن ہوئے اب ہم کہہ سکتے ہیں پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا"۔

(کنز الایمان اور مخالفین، ص ۱۶۱)

اوّلاً تو یہ کتاب حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں، پھر یہ کہنا کہ ''مفتی محمود حسن گنگوہی لکھتے ہیں'' کیا معنیٰ رکھتا ہے؟ کتاب کا نام بھی غلط لکھا بہر حال ہم مکمل عبارت نقل کرتے ہیں:

''ضعفِ پیری، کثرتِ امراض، نے ان کو مضمحل بنا دیا، لیکن دین کی محنت کیلئے ہمت جوان رکھتے ہیں مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ (زاد ہما اللہ شرفاً کرامۃً) پاکستان افریقہ ان کا فیض پہنچ چکا ہے، زامبیا، رنگون، لندن، انڈومان میں مرکز قائم فرماتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ کے مطابق اپنے اوقاتِ عزیز کو تقسیم فرمایا ہے، کبھی مدینہ طیبہ تشریف لے جاتے ہیں، کبھی ہندوستان، بے اجازت نقل وحرکت، وصل وہجرت کچھ نہیں، ان کا مقصد سید پیغمبر ان صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد میں فنا ہو چکا ہے، جا بجا نقارہ مدرسے قائم فرماتے ہیں (علماء و مشائخ کی) تربیت فرما کر قافلے کے قافلے (ان مدارس و خانقاہوں میں) بھیجتے ہیں، اس پر شیخ نے فرمایا کبھی میں نہ بغیر اجازت آیا اور نہ بغیر اجازت گیا، مدینہ طیبہ پہنچا تو اجازت سے، وہاں سے یہاں آیا تو اجازت سے، ایک صاحب نے خواب میں دیکھا کہ تین قبریں ہیں وہیں لندن میں ایک حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اور ایک حضرت گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اور ایک حضرت مولانا سہارنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اور تینوں قبروں سے مکھیاں نکل رہی ہیں شہد کی، نکل کر وہ اڑ کر جا رہی ہیں، میں نے کہا ٹھیک ہے یہ فیض ہے جو نکل کر جا رہا ہے تینوں بزرگوں کا''۔ (مسلک علماء دیوبند اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۵۰، ۵۱)

گویا یہ خواب کا واقعہ ہے اور آگے ہی اس کی تعبیر فرما دی کہ اس سے مراد ان تینوں حضرات کا عالمی سطح پر فیض ہے، اس خواب میں تو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ذکر ہے تو کیا ان کی خاک کو بھی بریلوی دار الکفر کی سمجھتے ہیں؟ معاذ اللہ!!

نیز بریلوی کے اس تبصرے کے بعد امریکا، لندن اور دیگر کافر ممالک میں مرنے والے اور دفن ہونے والے بریلوی خود اپنے متعلق فیصلہ کر لیں کہ ان کا خمیر کس چیز سے بنا تھا؟

**اگر خواب کو حقیقت پر محمول کرنا ہے تو خان صاحب بریلی کو احتلام ہونے کی بنا پر زانی تسلیم کریں!!!!**

# خان صاحب کی جاگیرانہ ذہنیت اور قطع رحمی

''اعلیٰ حضرت قبلہ کے والد ماجد نے اپنے دورانِ علالت علاقے کی تقسیم کا دفعتاً ارادہ کر لیا اور دو موضعوں کی حقیت اپنی دونوں بیٹیوں کو دے کر باقی مسلّم موضعات اعلیٰ حضرت قبلہ کو لکھے اور پچاس پچاس روپے ماہوار کے ان دونوں بھائیوں کو ان موضعات کی آمدنی سے دینا لکھے، وہ دونوں بھائی مولوی حسن رضا خان اور مولوی محمد رضا خان اعلیٰ حضرت قبلہ سے چھوٹے تھے، عم مکرم مولوی محمد رضا خان تو بہت کم عمر تھے، ان دونوں میں اتنی بڑی جائداد کی تقسیم کے معاملے کو سمجھنے کا شعور بھی نہ ہوا تھا، اعلیٰ حضرت قبلہ نے اس وقت ان دونوں کی وکالت فرمائی، مذکورہ بالا مسودہ جب ان کے والد ماجد نے ان کی والدہ مرحومہ کو دیا کہ وہ امن میاں (اعلیٰ حضرت قبلہ) کو دکھا لیں تو میں اسے رجسٹری کرا دوں؟ والدہ صاحبہ نے وہ مسودہ اعلیٰ حضرت کو دیا آپ نے دیکھا، دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور چہرہ تمتمانے لگا اور فرمایا کہ اس مسودہ کی دونوں باتیں مجھے نامنظور ہیں، نہ مجھے اپنے بھائیوں کے حصوں کی کمی منظور ہے اور نہ میں ان کو اپنا دست نگر بنانا پسند کرتا ہوں۔ میری خوشی یہ

ہے کہ برابر کے تین حصے کر دیے جائیں اور ہر ایک کا حصہ اس کے نام لکھ دیا جائے، جس کا ہے اور اس مسودہ کو غالباً چاک کر دیا، اعلیٰ حضرت کی والدہ ماجدہ نے ان کا یہ جواب ان کے پدر بزرگوار کو پہنچا دیا تو اعلیٰ حضرت کے والد ماجد نے ان کی والدہ محترمہ سے فرمایا یہ میں جانتا ہوں کہ اس دنیا میں امن میاں دین ہی کی خدمت کریں گے اور ان کے یہ دونوں بھائی اور کچھ دنیا کما کر ان پچاس پچاس روپئے میں اضافہ کرلیا کریں گے، جو ان کے گذارے کیلئے کافی ہوگا جب اعلیٰ حضرت قبلہ کسی طرح راضی نہ ہوئے تو ان کے والد ماجد نے دوسرا مسودہ لکھا، اس میں کل کی آدھی جائیداد اعلیٰ حضرت قبلہ کو لکھی اور بقیہ آدھی جائیداد میں ان دونوں بیٹوں کو برابر کا شریک کر دیا اور یہ مسودہ بھی اعلیٰ حضرت قبلہ کی والدہ ماجدہ کو دیا کہ امن میاں کو دکھا دو اور ان سے کہہ دو کہ اب اس میں کوئی ترمیم نہیں ہوسکتی، میں تم کو بحق پدری حکم دیتا ہوں کہ تم اسے مان لو تو جلدی رجسٹری ہوجائے، چنانچہ وہ مسودہ رجسٹری ہوگیا اور چند ہی روز بعد مولانا نقی علی خان والد ماجد اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے وفات پائی...... ان کی وفات کے بعد اعلیٰ حضرت نے اپنی والدہ ماجدہ کو اس بات پر راضی کیا کہ آپ گھر کا نظم اس طرح کریں کہ زیادہ روپیہ پس انداز ہو اور بچت کے روپیہ سے دوسری جائیداد خرید کر میرے دونوں بھائیوں کی جائداد میری جائداد کے برابر کریں۔ اس جائداد کے ملحقہ حصے مولانا نقی علی خان صاحب کے چار بھائیوں کے پاس تھے، وہ چار بھائی تھے خرچ زیادہ اور آمدنی کم تھی، انہوں نے مقدمہ بازی شروع کردی جس پر وہ ہارتے رہے انہیں مقدمہ بازی کے دور میں اپنی جائیداد کے حصص فروخت کرنا پڑے اور وہ حصص اعلیٰ حضرت کی والدہ ماجدہ نے خریدنا شروع کر دیے، جب تک مقدمہ بازی کا دور رہا (جو سات آٹھ سال رہا) ان کی جائداد کی ادھر سے خریداری ہوتی رہی، مقدمہ بازی جب بند ہوئی تو خریداری بھی بند ہوگئی...... ہمیں تو اعلیٰ حضرت کی ذات پر بڑا فخر ہے کہ انہوں نے میرے باپ چچا کو زمیندار بنایا ورنہ یہ دونوں پچاس پچاس روپے ماہوار پاتے اور عمر بھر دنیا کی کشمکش میں پڑے رہتے''۔ (سیرت اعلیٰ حضرت، ص ۹۷،۹۸)

اندازہ لگائیں کہ خان صاحب بریلوی کے چچا بیچارے غریب، تنگ دستی کی وجہ سے ان کا گزارا نہیں ہو رہا تھا اور یہ مقدمہ بازی شاید اسی لئے کی گئی تھی کہ نقی علی خان نے ان کی جائداد بھی اپنی جائداد میں ضبط کر کے اپنی اولاد کو اس سے نوازا، اب اس مشکل وقت میں بالفرض چچاؤں کا جائیداد پر کوئی حق نہ ہوتا تب بھی دنیا کے اس سب سے بڑے امام، ولی، فقیہ، خیر خواہ امت کے مقام و مرتبے کا یہ تقاضہ نہ تھا کہ خان صاحب اپنے چچاؤں کو ان کی ضرورت کے مطابق نوازتے؟ مگر یہاں تو گنگا ہی الٹی بہہ رہی ہے، خان صاحب بریلوی نے سرمایہ دارانہ اور استحصالی ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجبوری کے وقت چچاؤں کو مزید تنگ دست و نانِ شبینہ کا محتاج کر دیا، وہ بیچارے اپنا حق وصول کرنے کیلئے عدالتوں میں جوتے گھسا رہے تھے اور یہ صاحب ان غریبوں کی بچی کچی جائداد یں خرید کر اپنے بھائیوں کو نواز رہے تھے، یہ ہوتا ہے امام!!!!

## ایک ہوش رُبا انکشاف

خان صاحب بریلوی کے بھائی رضا علی خان انتہائی جابر و ظالم واقع ہوئے تھے، اپنی زمینوں کے متعلق یہ کس قدر سخت گیر تھے اور انہوں نے کس قسم کا ظلم روا رکھا تھا یہ خان صاحب کے ایک وکیل صاحب سے سنئے، جس کو پروفیسر سلیمان بدایونی نے نقل کیا ہے:

''سوانح نگار نے یہی لکھا کہ سعادت یار خان کو کچھ مواضعات ضلع بدایوں میں لاخراجی دینے اور اسی طرح ان کے پوتے کاظم علی خان کو

آصف الدولہ نے آٹھ مواضعات معافی کئے، ہر دو عطیات کی کوئی وجہ اور تفصیل نہیں بتائی ہے، یہ واقعہ ہے کہ مولوی صاحب مرحوم کی خاندانی معافی کرتولی، مرزا پور اور اس کی مزرعہ تقی پور میں تھی، یہ مواضعات تھانہ ینادر میں بدایوں سے بریلی جانے والی سڑک پر واقع ہیں، ایک مرتبہ کاذکر ہے کہ مولوی محمد رضا خان صاحب جو مولوی صاحب مرحوم (احمد رضا خان، از ساجد) کے چھوٹے بھائی تھے اور زمینداری کا کام ان ہی کے سپرد تھا، ان کی سخت گیر اور غیر ہمدردانہ رویہ سے ہمیشہ کاشتکاران سے باغی رہتے تھے جس کی وجہ سے ان سے اور کاشتکاروں سے اکثر مقدمات فوجداری ہوتے ایک مرتبہ گاؤں میں بلوا ہوا اس میں مولوی محمد رضا خان مضروب ہوئے، پولیس نے چالان دوطرفہ بلوا کا کیا تھا، مسٹر گیاپیر وکیل مراد آباد مولوی صاحب کے پیروکار تھے، مولوی شفقت حسین مختار جو میرے پڑوسی اور بزرگ تھے مولوی صاحب کے مستقل وکیل مال وفوجداری کے رہتے، ان ہی ایام میں ایک دن مولوی محمد رضا خان کی سخت گیری اور بدانتظامی پر ذکر ہو رہا تھا کہ خود مولوی محمد رضا خان نے مولوی شفقت حسین مختار سے دریافت کیا کہ یہ کیونکر اور کیسے معلوم ہو کہ ہماری معافی کس نے اور کب عطا کی، مجھ کو وکیل صاحب کا جواب یاد نہیں، مگر میں نے ان سے کہا کہ حالات دیہی آئین نہم پڑھئے، میری رائے میں یہ معافیات خواہ عطا کردہ محمد شاہ ہوں خواہ آصف الدولہ بصلہ دعا گوئی فتح روہیل کھنڈ۔ (ملی)۔ (سہ ماہی العلم جنوری تا مارچ ۱۹۵۸ء)

انداز اہ لگائیں ان کی سخت گیری اور ظلم کی وجہ سے پورے گاؤں میں بلوا ہو گیا تھا، ایسا لگتا ہے کہ ان بیچاروں کے چچا بھی ان کی زمینوں پر مزارع تھے اور اپنے حق کیلئے عدالت کا رخ کیا اور غالب گمان یہ ہے کہ نقی علی خان نے اپنے بھائیوں کی جائیداد بھی ہضم کرلی تھی تو رضا علی خان ابن نقی علی خان نے وکیل سے پوچھا ہوگا کہ کیسے معلوم ہوگا کہ یہ جائیدادیں ہماری ہی ہیں اور ہمیں کسی نے بطور انعام فراہم کی تھیں۔

## خان صاحب کی جائیداد حرام تھی وہ یتیموں کے مال پر قابض تھے:

نقی علی خان کے تعارف کے ضمن میں ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ مولوی نقی علی خان نے یہ ہبہ مرض الوفات میں کیا جو شرعاً وصیت ہے اور نافذ نہیں، لہٰذا خان صاحب کی اس جائیداد میں ان کے دونوں نابالغ یتیم بچے جبکہ ان کی والدہ بقدر حصص شرعیہ شریک تھے، خان صاحب کیلئے اس مال میں تصرف کرنا بالکل جائز نہ تھا کہ اس کے ساتھ نابالغ یتیموں کا حق متعلق ہو گیا تھا، مگر خان صاحب نے اپنے والد صاحب کے مرنے کے بعد ان کی جائیداد میں سے وارثوں کو کوئی حصہ نہ دیا اور یوں ساری زندگی یتیموں کا مال کھاتے رہے۔

## یہ بھی بھلا کوئی عاجزی ہوئی!!

ظفر الدین بہاری صاحب خان صاحب کی عاجزی کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ بچہ بیچارہ پان ذرا دیر سے لے آیا تو: حضرت نے اسے ایک چپت مار کر فرمایا'' اتنی دیر میں لایا'' بعدہ سحری کے وقت اس بچے کو بلایا اور کہا تم میرے سر پر چپت مارو...... بچہ بھی بہت پریشان اور کانپنے لگا، اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا حضور میں نے معاف کیا فرمایا تم نابالغ ہو تمہیں معاف کرنے کا حق نہیں، تم چپت مارو مگر وہ نہ مارسکا...... مگر وہ بیچارہ یہی کہتا رہا حضور میں نے معاف کیا، آخر کار اعلیٰ حضرت نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بہت سی چپتیں اپنے سر مبارک پر اس کے ہاتھ سے لگائیں''۔ (ماخوذ حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۱۵۲)

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر سلیمان بدایونی صاحب لکھتے ہیں: ''اس میں بھی مولوی صاحب مرحوم کی اہانت نکلتی ہے، یہ قصاص ہوا، ایک چپت کے بدلے ایک چپت، ہاتھ پکڑ کر بہت سی چپتیں مارنا اس طرح سے اس کو اور بھی تکلیف ہوئی ہوگی یہ کوئی بات اگر ہوئی بھی تو

کچھ زیادہ قابل ذکر نہیں، قابل ذکر قصہ سلطان مراد شاہ ترکی کا ہے کہ حکمِ قصاص سن کر قطعِ ید کیلئے راضی ہو گئے، (رموز بیخودی) یا محمد شاہ تغلق جیسے عظمت و جبروت والے بادشاہ کا ہے، جس نے ایک لڑکے کو کہیں دُرّے مارے، اس کے بدلے میں قاضی کے حکم سے مجمع میں پچیس بید لگے"۔ (مجلہ العلم جنوری تا مارچ ۱۹۵۸ء)

## مرنے سے چار سال پہلے تک جن کتابوں کی شکل بھی نہ دیکھی:

"مجھے دربارِ خضاب ان چند کتابوں کی پوری عبارات درکار ہیں، آپ کے پاس ہوں فبہا، ورنہ ایک دن کیلئے پٹنہ جا کر لائیں: تاتارخانیہ، زاد المعاد، عقد الفرید، نزہۃ المجالس ان کتب کے سوا اگر اور کتب سے کہ میرے پاس نہیں عبارات مستوعبہ ہوں تو احسن صراح، قاموس، تاج العروس، مغرب، مطرزی، مصباح المنیر مختار الصحاح، نہایہ ابن اثیر، مجمع البحار تحفہ ومخزن الادویہ، تذکرہ انطاقی، انوار الاسرار، مرقات، اشعہ، فتح الباری، عمدۃ القاری، ارشاد الساری، شرح مسلم، شرح شمائل ترمذی، شرح شرعۃ الاسلام، سراج المنیر"۔
(ملخصاً حیات اعلیٰ حضرت ص ۴۰۹، ۴۱۰)

دلچسپ بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر کتابوں کے متعلق رضاخانیوں نے خان صاحب کے مرنے کے بعد دعویٰ کیا کہ ان پر خان نے حواشی لکھے تھے۔

## خان صاحب بریلی کا دوسروں سے علمی استفادہ:

رضاخانی مجدد بدعات کے چند ذاتی خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مختلف اوقات میں اپنے خلفاء سے علمی استفادہ کرتے اور ان کی تحقیقات کو اپنے نام سے شائع کرتے، جس سے مجدد صاحب کے تحقیقی ذوق کا بھانڈا بیچ چوراہے پھوٹ پڑتا ہے، ملاحظہ ہو: "اور کتابوں سے کچھ ملے تو اور عنایت ہو پہلے آپ نے بہت کتابوں کی عبارتیں اس بارے میں کہ اذان جمعہ زمانہ اقدس میں دروازہ پر ہوتی تھی ان تفاسیر سے کہ میرے پاس نہیں نقل کر کے بھیجی تھیں وہ پرچہ باحتیاط رکھ دیا تھا اب تلاش کیا نہ ملا"۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت ج ۳ ص ۲۱۰)

"عباراتِ تفاسیر آئیں، مابقی بھی درکار ہیں...... روح المعانی کیا ہے، یہ آلوسی بغدادی کون ہے؟ بظاہر کوئی نیا شخص ہے، آزادی زمانہ کی ہوا کھائے ہوئے ہے، مصنف کا ترجمہ یا کتاب کا سالِ تصنیف لکھا ہو تو اطلاع دیجئے، مدارک کا کوئی حاشیہ ہو تو اس کی عبارت کی زیادہ ضرورت ہے"۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۳ ص ۳۶۵)

"آپ نے پہلے ایک خط میں کچھ عباراتِ تفاسیر جس میں نسخ کریمہ مذکور تھا بھیجی تھیں، وہ خط ہر چند تلاش کیا نہ ملا یہ عبارات بھی بھیج دیجئے"۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۳ ص ۳۸۳)

"مجھے کافی شرح وافی اور غایۃ البیان اتقانی اور مبسوط شرح شمس الآئمہ سرخسی سے بحث ماء مطلق وماء مقید تمام وکمال کی ضرورت ہے، بعجلتِ تام ان کی تعریفیں اور ضوابط و جزئیات اور مطبوخ ومخلوط کے احکام بالتفصیل درکار ہیں"۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۳ ص ۳۸۵)

"کل کے کارڈ میں اتنا لکھنا رہ گیا تھا کہ نبیذ تمر سے وضو کے بارے میں جتنی بحث مبسوط سرخسی و غایۃ البیان میں ہو وہ بھی بتمامہ درکار ہے"۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۳ ص ۳۸۶)

**تاویل:** اس کے جواب میں رضاخانی لکھتے ہیں: "یہ بھی جناب کا جھوٹ ہے اگر کتاب موجود نہ ہو تو کسی سے کہنا یہ قطعاً استفادہ کے

معنیٰ میں نہیں آتا، اگر یہی اصول ہے تو سنئے حسین احمد مدنی صاحب لکھتے ہیں محترم آپ کو معلوم ہے کہ کتب فتاویٰ میرے پاس نہیں۔(مکتوبات شیخ الاسلام ج ا،ص ۲۲۳) مزید فرماتے ہیں پھر اس جگہ حسب ضرورت ذخیرہ کتب بھی نہیں (مکتوبات شیخ الاسلام ج ا، ص ۲۳۲) میرے پاس وہ کتب حدیث موجود نہیں ہیں۔(فتاوی شیخ الاسلام ص ۱۷)

اب جس کے پاس کتب احادیث ہی نہ ہوں تو وہ دیوبندی اصول سے اس پہ درس حدیث کا الزام لگانا فقط بہتان ہی کہلائے گا''۔ (کنزالایمان ص ۱۶۱،۱۶۲)

قائل کی بات کا خود سے ایک مفہوم نکال کر پھر اس پر جواب کی عمارت کھڑی کرنا اور پھر کہنا کہ لو ہم نے جواب دے دیا اس دجل وفریب میں بریلوی فرقے کا ثانی کوئی نہیں!!

ہماری بات سیدھی اور صاف تھی کہ بریلویوں کو فقہ واصول فقہ اور علم کلام کی جتنی کتب کے نام یاد تھے سب کی ایک فہرست بنا کر دعوی کیا گیا کہ خان صاحب بریلوی نے ان سب کتب پر حاشیہ لکھا، ہم نے ایک مختصر فہرست دی کہ خان صاحب کے پاس اس میں سے کئی اہم کتب آخر وقت تک نہیں تھیں اور دوسروں سے ان کی عبارات منگواتے تھے، جب کتب ہی آپ کے پاس نہیں تو حاشیہ کا کیا مطلب؟اور اس دعوے کا کیا مطلب کہ چودہ سوسال کی کتب از بر تھیں ،فقہ کی عبارات ہر وقت نوک زبان پر تھیں؟؟؟؟

اس کے مقابلے میں حضرت شیخ الاسلام صاحب حضرت سید مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کا حوالہ پیش کیا تو حضرت نے بالکل ٹھیک لکھا، ہمیں اس پر کب اعتراض ہے کہ کسی کتاب کا نہ ہونا فی نفسہ عیب ہے؟ لہذا اب بریلوی تسلیم کریں کہ واقعتاً خان صاحب کے پاس یہ کتب موجود نہ تھیں۔ ہم نے تو یہ کہا تھا کہ مرنے سے کچھ عرصہ قبل جن کتب کی شکل بھی نہیں دیکھی اور دلچسپ بات کہ ان میں سے اکثر پر حاشیہ کا بھی دعویٰ ہے، جب کتب موجود تھیں اور چودہ سو سال کی کتب یاد بھی تھیں ،فقہاء کی عبارات نوکِ زبان پر ہر وقت ہوتی تو پھر کسی دوسری جگہ سے منگوانا اور پھر ساتھ میں یہ بھی کہنا کہ اگر نہیں تو پٹنہ جا کر لائیں، کیا معنیٰ رکھتا ہے؟ اب بریلوی تسلیم کریں کہ اعلیٰ حضرت کے پاس تمام کتب فقہ واصول ولغت تھیں ،انہیں چودہ سو سال کی کتب یاد تھیں ،فقہاء کی عبارات ہر وقت نوکِ زبان پر تھی یہ سب جھوٹ ہے، اسی لئے جن کتب کی عبارات کی ضرورت پڑتی تو کسی اور سے منگوا لیتے!!!!

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ مکتوبات یا تو جیل کے لکھے ہوئے ہیں یا مدینہ منورہ سے لکھے گئے ہیں اور حضرت ہند سے بے سروسامان والد صاحب کے ساتھ ہجرت کر گئے تھے، نیز جیل بھی بے سروسامانی کا مقام تو اگر ایک مہاجر یا قیدی کے پاس کوئی کتاب نہ ہو تو اس میں کونسی عیب کی بات ہے؟ سوال تو یہ ہے کہ خان صاحب ساری زندگی گھر میں بیٹھے رہے، مالدار نواب وزمیندار تھے، فارغ البال تھے، تمام کتب فقہاء کے حافظ تھے تمام اسلامی ذخیرہ کے حافظ تھے، یہ تبھی ہوگا جب ان کے پاس تمام کتب موجود ہوں۔

اگر نہیں تو یہی تو ہم کہہ رہے ہیں کہ ان کے پاس کتب نہیں تھیں اگر تھیں تو عبارات منگوا کیوں رہے ہیں؟ اس کیلئے بیچارے ظفر الدین کو پٹنہ کیوں بھیج رہے ہیں؟؟؟؟

اگر کتاب موجود نہ ہو تو کسی سے اپنے مطلب کی عبارتیں منگوا کر اپنی کتاب میں شامل کرنا یقیناً استفادہ ہی کہلاتا ہے؟ ابوجہلی ہٹ دھرمی کے آگے اگر کوئی تسلیم نہ کرے تو اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں، آگے اس پر مزید تفصیل آرہی ہے کہ خان صاحب کا یہ معمول تھا کہ وہ ظفر الدین

بہاری سے وقتاً فوقتاً کتب فقہ کی عبارات منگواتے اور فتاویٰ اپنے شاگردوں میں تقسیم کرکے حل کرواتے، جنہیں بعد میں خان صاحب کے نام سے شائع کر دیا گیا، خود موصوف لکھتے ہیں: ''اس مولوی ساجد نے کوئی نیا اعتراض نہیں کیا، بلکہ مطالعہ بریلویت از خالد محمود اور بریلویت از احسان الٰہی ظہیر سے سرقہ کیا ہے''۔ (کنز ص ۱۳۵)

حالانکہ واللہ مولانا احسان الٰہی ظہیر صاحب مرحوم کی ''البریلویہ'' میرے ذخیرہ کتب میں موجود ہی نہیں، میں نے اپنی زندگی میں اب تک صرف ایک دفعہ اس کتاب کا ایک مخصوص مقام دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم کا مقدمہ لکھتے ہوئے دیکھا تھا، وہ بھی اس لئے کہ فریق مخالف نے اس کا ایک حوالہ دیا تھا۔ رہی مطالعہ بریلویت تو وہ میرے زیر مطالعہ الحمدللہ رہی ہے، لیکن اس مضمون کی تحریر کے وقت اور اس وقت بھی یہ دونوں کتابیں میرے پیش نظر بالکل نہیں، بہرحال اب کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر میرے مضامین نفس مفہوم میں مطالعۂ بریلویت و بریلویت کے مضامین سے مل جائیں تو مجھ پر ''استفادہ'' نہیں بلکہ ''سرقہ'' جیسا سنگین الزام لگ جائے اور یہاں خان صاحب باقاعدہ اہتمام کے ساتھ عبارات منگوا رہے ہیں، کسی اور کی تخریج کی گئی عبارات کو مزے سے اپنی کتاب میں شامل کر کے داد وصول کر رہے ہیں کہ دیکھو کتنی کتب کے حوالے دے دیے یہ میرے وسعتِ مطالعہ کی دلیل ہے اور یہ سب کچھ پھر بھی ''سرقہ'' تو کجا ''استفادہ'' بھی نہ ہو؟ خوب قوم شعیب علیہ السلام کی پیروی ہے۔

# خان صاحب کی طرف سے مرد کی شرمگاہ پر نادر ریسرچ

''فتاویٰ رضویہ جلد سوم مرد کی شرمگاہ کے اعضاء کو ۹ ثابت کرنا آپ کی فقہ دانی پر ایسی شہادت ہے، جو آفتاب نیم روز سے زیادہ درخشاں اور تابندہ ہے''۔ (المیزان کا امام احمد رضا نمبر ص ۲۱۲)

یہ رضا خانی بریلوی بھی عجیب شے تھی، بچپن میں عورتوں کو وعظ و نصیحت کیلئے بھی شرمگاہ ہی ملتی اور ساری زندگی کی تحقیق کا نچوڑ اور فقہ دانی کی واحد اعلیٰ ترین شہادت بھی مرد کی شرمگاہ کے گرد ہی گھومتی ہے اگر یوں کہا جائے کہ:

**''رضا خان بریلوی کی زندگی کی ابتداء طوائف سے اور اختتام شرمگاہ پر''**

یہی خان کی زندگی کا خلاصہ ہے تو بیجا نہ ہوگا، اس ریسرچ کے متعلق یہ انکشاف نہیں کیا گیا کہ اس درخشاں تحقیق کیلئے شرمگاہ اپنی ذاتی استعمال کی گئی تھی یا کسی سے مستعار لی گئی تھی، نیز یہ بھی بتایا جائے کہ جس چیز کے ڈر سے طوائفوں کے سامنے ستر کھول دیا گیا تھا، اب اسی کو لے کر اس پر تحقیق کرنے سے کیا نظر نہیں بہکی اور اس نظر سے دل اور پھر دل سے ستر نہیں بہکا؟؟؟؟

## بھدی تاویل:

اس کے جواب میں ایک صاحب کہتے ہیں یہ اعتراض جہالت کی پیداوار ہے، اس میں کہیں بھی آلہ تناسل کا ذکر نہیں، بلکہ شرمگاہ کا ذکر ہے مراد اس سے یہ ہے کہ کتنے اعضاء کا چھپانا ضروری ہے۔ (کنزالایمان)

اوّل بات تو یہ ہے کہ بندہ نے تو کہیں بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا، بندہ تو اس کو خان صاحب کی تحقیق کے زمرے میں پیش کر رہا ہے، اب اس پر اتنا غصہ ہونے کی کیا بات ہے؟ ہمارا سیدھا سا سوال ہے کہ اس تحقیق کیلئے جس شرمگاہ کو استعمال کیا گیا تھا وہ ذاتی تھی یا مستعار؟

نیز بچپن ستر کو دیکھنے سے دل......الخ، تو اب یہاں کچھ نہیں بگڑ رہا ہے؟ ان اہم سوالوں کا کوئی جواب نہیں دیا گیا، باقی یہ کہنا کہ اس سے مراد آلہ تناسل نہیں بلکہ مراد ستر ہے تو یہ بھی نری گلوخلاصی ہے، پہلی بات تو یہ کہ ہمارے ہاں عرف میں شرمگاہ "قبل" یا "دبر" کو کہا جاتا ہے، ستر کو کوئی بھی شرمگاہ نہیں کہتا، پھر ہمیں بتایا جائے کہ بقول رضاخانیوں کے اس سے مراد "ستر" ہے تو "ستر" کے وہ کونسے نو (۹) اعضاء ہیں جن پر تحقیق کر کے خان صاحب نے اسے نو (۹) ثابت کیا۔

پھر عبارت میں "مرد کی شرمگاہ" کے الفاظ ہیں اگر مراد ستر ہوتا تو اسے عام رکھتے کہ ستر تو عورتوں کا بھی ہوتا ہے، پس شرمگاہ کی مرد کی طرف اضافت ہی بتلا رہی ہے کہ مراد اس اس سے "آلہ تناسل" ہی ہے۔

اور اگر ہو تب بھی ہم کوئی اعتراض نہیں کر رہے ہیں بس ہمارے علم میں اضافہ کر دیا جائے کہ آلہ تناسل کے نو (۹) اعضاء کون کون سے ہوتے ہیں؟ ہوسکتا ہے کہ خان صاحب کی نادر تحقیق سامنے آنے پر ہم بھی ان کی "فوطیانہ فقاہت" اور "شرمگاہ" پر "مجتہدانہ" بصیرت سے متاثر ہو کر اس کی داد دے دیں!!!!

# خان صاحب کا حرکتی نفس

"ایک بار عصر کی نماز پڑھ کر آپ مکان تشریف لے گئے، کچھ دیر کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ آپ مسجد آ کر نماز پڑھ رہے ہیں، ایک صاحب جو خود حضرت کے پیچھے نماز پڑھ چکے تھے، بہت متحیر ہوئے کہ بعد عصر نوافل نہیں اور اگر کسی وجہ سے نماز نہیں ہوئی تھی تو حضرت کا حافظہ ایسا نہیں تھا کہ مجھے بھول جاتے اور مطلع نہ فرماتے، جب حضرت نے سلام پھیرا تو انہوں نے عرض کیا کہ حضور یہ نماز کیسی؟ فرمایا قعدہ اخیر میں بعد تشہد "نفس کی حرکت سے" میرے انگرکھے کا بند ٹوٹ گیا تھا"۔ (انوار رضا ص ۲۵۷ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

خدا جانے کہ کیسا "نفس" تھا جو حرکت میں آتا تو اس کی پے در پے ضربات سے شلوار کے ناڑے بھی ٹوٹ جاتے، اسی شرارتی نفس کی حرکتوں ہی کی وجہ سے تو وہابی طالب علم کو حبسِ بے جا میں رکھنے پر مقدمہ ہو گیا تھا۔

اس کی تاویل میں جو کچھ کہا گیا اس کا رد آگے مستقل مضمون کی صورت میں آ رہا ہے۔

## خان صاحب کی عجیب و غریب نماز:

"نماز میں احتلام ہوا اور منی باہر نہ آئی کہ نماز تمام کر لی، اس کے بعد اتری تو غسل واجب ہوگا، مگر نماز ہوگئی"۔

(فتاوی رضویہ قدیم ج ا ص ۱۳۱)

نفس حرکت میں آئے تو تمام بندھ توڑ دے اور اگلنے پر آئے تو اس کے اگلنے سے پہلے خان صاحب نماز مکمل کر لیتے ہیں، خدا جانے خان صاحب کے پاس کون سا "آلہ" تھا جس سے یہ "نکلنے" کی رفتار معلوم کر لیتے تھے کہ نکلنے سے پہلے چونکہ نماز مکمل کر لی اس لئے ہوگئی، خدا جانے کس قسم کے خیالات نماز میں لا کر یہ آدمی نماز پڑھتا کبھی نفس حرکت میں آجاتا تو کبھی احتلام کی نوبت آجاتی، بچپن کی وہ طوائفیں نماز میں بھی پیچھا نہ چھوڑتیں!!

## مجدّد یک چشم:

''ساڑھے پانچ مہینے سے زائد ہوگئے کہ میری آنکھ پر آشوب آیا ہوا ہے، پانچ مہینے تک لکھنا پڑھنا موقوف رہا، مسائل سن کر زبانی جواب لکھواتا رہا، اسی طرح بعض رسائل لکھوائے، آنکھ پر اب تک بہت ضعف ہے''۔ (کلیات مکاتیب رضا ج ا ص ۳۸۴ مکتبہ نبویہ لاہور)

## جو آنکھ خراب تھی خان صاحب کو اس آنکھ کے سامنے پڑی ہوئی روٹیاں نظر نہ آئیں:

''دستر خوان بچھا کر قورمہ کا پیالہ رکھ دیا اور چپاتیاں دستر خوان کے ایک گوشے میں لپیٹ دیں کہ ٹھنڈی نہ ہو جائے، کچھ دیر بعد وہ دیکھنے تشریف لائیں کہ حضرت کھانا تناول فرما چکے کہ نہیں تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئیں کہ سالن آپ نے نوش فرمالیا ہے، لیکن چپاتیاں دستر خوان میں اسی طرح لپٹی رکھی ہوئی ہیں، پوچھنے پر آپ نے فرمایا چپاتیاں تو میں نے دیکھی نہیں''۔ (المیزان کا امام احمد رضا نمبر ص ۳۳۵)

حیرت زدہ شاید اس لیے ہوگئی کہ اس آدمی کا پیٹ ہے یا کوئی تندور؟ جو اس عمر میں بھی قورمے جیسی مرغن غذا بغیر روٹیوں کے ہضم کر لیتا ہے۔

## سخت طبیعت والا خان:

بریلوی شیخ المحدثین محمد دیدار الوری کا تأثر خان آف بریلی کے متعلق یہ تھا: ''پٹھان خاندان سے ہیں طبیعت سخت اور غصہ زیادہ ہے''۔
(تجلیات امام احمد رضا ص ۵۶ برکاتی پبلشرز کراچی)

## خان کی شیطان کے ساتھ یاری اور مے نوشی:

''اگر کھانے کی ابتداء میں بھول جائے اور درمیان میں یاد آجائے تو فوراً بسم اللّٰہ علی اولہ وآخرہ پڑھ لے کہ شیطان اسی وقت قے کر دیتا ہے اور بفضلہٖ میں بھوکا ہی مارتا ہوں، یہاں تک کہ پان کھاتے وقت بسم اللہ اور چھالیہ منہ میں ڈالی بسم اللہ شریف ہاں حقہ پیتے وقت نہیں پڑھتا''۔ (ملفوظات ص ۲۲۱)

حقہ پیتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتا تا کہ شیطان حقہ نوشی میں ساتھ رہے اور رضاخانی مناظر اعظم نظام الدین ملتانی کا حقہ کے متعلق ایک شعر بھی ملاحظہ ہو ؎

یہ حقہ بڑبڑ کرتا ہے یہ شیطان کا خایہ ہے
یہ لمبا کانا ایسا جیسا شیطان ذکر چھپایا ہے
(انوار شریعت ج ا ص ۳۲۹)

خایہ فارسی میں شرمگاہ کو کہتے ہیں مطلب خود سمجھ جائیں......!!!!

## بھونڈی تاویل:

ہم نے خان صاحب کے حقہ پینے پر انوار شریعت کے حوالے سے جو اعتراض کیا تھا اور بغیر بسم اللہ پڑھے شیطان کے ساتھ حقہ پینے کی بات کی تھی تو خان صاحب کی شیطان کے ساتھ اس ''حقہ خانی مجلس'' کو خود بریلویوں نے بھی پسند نہیں کیا اور اسکی دلیل یہ ہے کہ نواب صاحب کے حقہ پینے والے واقعہ کو دعوت اسلامی کے شائع شدہ ایڈیشن میں بالکل ہی اڑا (حذف) دیا گیا''
(دیکھئے ملفوظات اعلیٰ حضرت صفحہ نمبر ۲۹۴ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

عبارت میں رد و بدل کرنا ہی رضاخانیوں کے نزدیک اسکے قابل گرفت ہونے کی دلیل ہے اس پر رضاخانی شہادتیں ملاحظہ فرمائیں، حسن

علی رضوی لکھتا ہے کہ:" آخرانہوں نے بار بار متعدد بار جوعبارت حفظ الایمان کو بدلا ہے اور الفاظ میں کمی بیشی کی ہے انہیں اپنی غلطی اور گستاخی کا کم وبیش احساس ہوا ہے تو عبارت بدلی ہے، آخرعبارت بدلنے کا اور کیا مقصد تھا؟"۔ (محاسبہ دیوبندیت جلد دوم ص نمبر ۵۴۱)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:" ہم کہتے ہیں اگر ان عبارات میں توہین اور گستاخی نہیں تھی اور یہ عبارات بے غبار تھیں تو ان کے مختلف ایڈیشنوں میں کتر وبیونت اور جعلسازی وتحریفات کیوں کی، بس ثابت ہوگیا کہ ان کے اکابر کی عبارتوں میں یقیناً توہین اور گستاخی تھی"۔

(محاسبہ دیوبندیت جلد دوم صفحہ نمبر ۳۶۰)

اسی طرح کی باتیں ختم نبوت اور تحذیر الناس اور عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ میں بھی موجود ہیں تو قارئین ان اقتباسات کی بناء پر ہم بھی رضاخانیوں سے یہی سوال کرتے ہیں کہ آخر نواب احمد رضا خان کے حقہ پینے والے واقعہ میں ایسی کون سی بات تھی جو دعوت اسلامی والوں نے اس واقعہ کو نکال دیا؟ ہاں یہی بات تھی کہ انہوں نے خود جان لیا تھا کہ یہ واقعہ واقعی قابل گرفت تھا اور ہر گز بے غبار نہ تھا، لہٰذا ان کے اپنے اصول سے ہمارا اعتراض بالکل درست ہے۔

رضاخانیوں کا اس کے جواب میں یہ کہنا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فلسفہ کی کتابیں پڑھیں، لیکن کسی پر بسم اللہ نہیں پڑھی تو کیا ان کے ساتھ بھی شیطان شریک تھا؟ (کنز، ص ۱۶۸)

یہ بھی فریقِ مخالف کی جہالت ہے اس لئے کہ کھانے پینے کی چیزوں پر بسم اللہ نہ پڑھنے سے شیطان کا شریک ہونا خود احادیث میں منصوص ہے، جب کہ فلسفہ کی کتابوں پر بسم اللہ نہ پڑھنا کسی حدیث کے خلاف نہیں، ایک دوسرے کو خلط کرنا ہی تو دجل ہے، جو رضاخانیوں کا شیوہ ہے۔

رہی یہ بات کہ نواب احمد رضا خان بدبودار حقہ استعمال نہ کرتے تھے اور انوار شریعت میں بدبودار حقے کی مذمت ہے، (دفاع کنز ص ۱۶۹)

تو یہ تاویل بھی بالکل بے کار ہے، وہ اس لئے کہ انوارِ شریعت میں صاف لکھا ہے کہ:" تیسرے دھواں نکلنا منہ سے مشابہ اہلِ دوزخ ہے"۔ (انوار شریعت جلد اول صفحہ نمبر ۳۸۳)

یہاں فتویٰ دھواں نکلنے پر بھی ہے اور سب جانتے ہیں خواہ حقہ بدبودار ہو یا خوشبودار، دھواں تو نکلنا ہی ہے، لہٰذا صاحب انوارِ شریعت کی رو سے نواب صاحب اہلِ دوزخ کے مشابہ والا کام کرتے تھے، لہٰذا معلوم ہوا کہ صاحب انوار شریعت نے مطلق حقہ پر فتویٰ لگایا ہے، نیز فتاویٰ رضویہ سے جو حوالہ پیش کیا اس میں تو یہ کہیں تصریح نہیں کہ خان صاحب بھی یہی خوشبودار حقہ ہی پیتے تھے۔

آگے خود خان صاحب لکھتے ہیں:" حقہ جیسا عام طور پر رائج ہے مباح ہے"۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۴ ص ۵۵۵)

اور عام طور پر یہی تمباکو والا جسے آپ لوگ بدبودار کہہ رہے ہیں رائج ہے، معلوم ہوا کہ خان صاحب اسی کا استعمال کرتے تھے، پھر خان صاحب بدبو والے کو بھی مکروہِ تنزیہی سمجھتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۴ ص ۵۵۴)

جب بدبو والا حقہ بھی صرف مکروہِ تنزیہی ہے یعنی اس کے پینے میں کوئی گناہ نہیں تو خاص اسی پر صاحب انوار شریعت کو اتنا تشدد کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ پتہ چلا کہ ان کا یہ رد عام حقہ کے بارے میں ہے، چاہے خوشبودار ہو یا بدبودار۔

رہا ہمارے بعض علماء کا حقہ پینا تو خدا کے بندے ہم نے کب حقہ پینے پر کوئی فتویٰ لگایا ہے جو اسے پیش کر رہے ہو؟ ہم نے تو اس کا مردود ومقہور ہونا تمہاری ہی کتابوں سے ثابت کیا ہے، یہ بات ٹھیک ہے کہ حقہ تمباکو کو بعض نے جائز بھی لکھا ہے اور اسی وجہ سے ہمارے اکابر

بھی استعمال کرلیا کرتے تھے۔لیکن ہم نے جو جرح نواب احمد رضا خان پر کی ہے وہ رضاخانیوں کے ہی اصول سے کی ہے نہ کہ فقہاء کے اصول سے، لہٰذا ہم پر دجل کا ٹائٹل لگانا درحقیقت تمہاری جہالت اور اپنا دجل ہے، ہم خود کے بجائے حسن علی رضوی کا اقتباس پیش کرتے ہیں، وہ لکھتا ہے کہ: ''پھر اس میں فقیر کا کیا قصور ہے جو ہمارے ذمہ دجل کی سرخیاں لگا کر اپنی خبیث روح کو تسکین پہنچائی۔فقیر راقم الحروف تو صرف ناقل ہے،عبارات کی نقل میں میرا اپنا ذاتی کوئی دخل یا تصرف نہیں اگر مصنف ''سیفِ شیطانی'' کو یہ پانچ دجل معلوم ہوئے ہیں تو یہ اسکے اپنے ہی اکابر کے دجل ہیں جنہوں نے ایسی ہیرا پھیری کی ہے''۔(برق آسمانی صفحہ نمبر ۱۳)

لہٰذا فریق مخالف کو صاحب انوار شریعت کو سمجھانا چاہیئے تھا جنہوں نے لکھا ہے کہ: ''بعض کے نزدیک حقہ پینا مکروہ اور بعض کے نزدیک حرام اور فقیر کہتا ہے کہ بہرحال اس کا ترک اَولیٰ ہے کیونکہ مکروہ اور حرام پر عمل کرنا بھی حرام اور گناہ ہے''۔

(انوار شریعت جلد اول صفحہ نمبر ۳۲۹)

لہٰذا بقول حسن علی رضوی کے یہ ہمارا دجل نہیں،تمہارے اپنے اکابر کا دجل ہے، آگے موصوف نے سواطع الالہام اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات کے حوالے سے لکھا ہے کہ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخار کی حالت میں ''خایہ ابلیس'' نامی دوا کھائی، اور پھر ہماری عبارت سے یہ اخذ کیا کہ خایہ فارسی میں شرمگاہ کے ایک حصے کو کہتے ہیں اور نتیجہ اپنے ذہن کے مطابق نکالا۔

(دیکھئے کنز الایمان اور مخالفین صفحہ نمبر ۱۷۱،۱۷۲)

**الجواب:** رضاخانی خود ہماری کتاب سے یہ نقل کرتے ہیں کہ اصل میں عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخار کی حالت میں دوائی یعنی نجو الیا تھا اب اس دوائی کا فارسی میں نام ہے،اسماء میں اس کے لغوی معنیٰ مراد نہیں ہوتے،اسماء صرف ذات مسمّٰی پر دلالت کرنے کیلئے وضع کئے جاتے ہیں۔لہٰذا رضاخانی کا اس لفظ کے لغوی معنی سے استدلال محض دجل ہے یہ ہم نہیں شریف الحق امجدی لکھتے ہیں:

''اعلام میں الفاظ کے معنیٰ لغویہ کا اعتبار نہیں ہوتا۔۔اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ اعلام میں ان کے معنیٰ قبل علمیت کا اعتبار من کل الوجوہ ضروری نہیں،صرف لحاظ وضع واضع وتعین لفظ کا ہے۔۔۔دیکھئے صاف تصریح ہے کہ اعلام کے معنیٰ سمجھنے کیلئے اس کے معنیٰ لغوی کا جاننا ضروری نہیں ہے صرف اس موضوع لہ کا جاننا کافی ہے جس کے مقابلہ میں یہ وضع کیا گیا ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۳،ص ۴۷۵،۴۷۶)

پھر خود بریلویوں نے یہ اصول نقل کیا ہے کہ ایک لفظ ایک زبان میں اگر برا ہو تو ضروری نہیں کہ دوسری زبان میں بھی برا ہو،اس اصول کو آنجناب نے بھی تسلیم کیا ہے،(ملاحظہ ہو رد اعتراضات،ص ۱۳۵۵ اعتراض نمبر ۳۴)

تو خایہ ابلیس اس کا فارسی میں نام تھا اسماء میں لغوی معنیٰ پر دلالت ضروری نہیں صرف وضع واضع کو دیکھا جائے گا تو یہاں بھی اس کے لغوی معنی کو نہیں مانا جائے گا بلکہ جس دوائی کا یہ نام رکھا گیا ہے صرف وہی دوا اس نام سے مقصود ہوگی۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک زبان میں معنیٰ برے ہوں دوسرے میں اچھے، جب کہ انوار شریعت میں جو خایہ ہے وہ کوئی اسم نہیں بلکہ اسے حقہ کی مذمت میں استعمال کیا جارہا ہے اور آگے ''شیطون کا ذکر'' سے اس کی تصریح بھی کردی، بہرحال آپ مانیں یا نہ مانیں خان صاحب بریلوی کو ''خایہ'' چڑھ گیا ہے۔

اور جو ملفوظات امام اہلسنت سے پیش کیا کہ حقہ پینے والے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوتے ہیں اور دیوبندی علماء حقہ پیتے تھے تو آپ ہی

نے تو لکھا ہے کہ حقہ ایک خوشبو دار بھی ہے جو مباح ہے تو ہم آپ کے منہ سے اپنا جواب نکالتے ہیں کہ دیوبندی خوشبودار حقہ پیتے تھے اور نبی کریم ﷺ کی ناراضگی بدبو والے حقہ پر تھی، پھر امام اہلسنت وہاں ایک خواب کا ذکر کر رہے ہیں خواب کسی شرعی مسئلہ کو ثابت کرنے کیلئے نہیں بلکہ محض تبشیر و تحذیر کیلئے ذکر کئے جاتے ہیں اور نہ ہی کسی کا خواب کسی دوسرے پر حجت ہے، جبکہ ہم نے جو حوالہ پیش کیا وہ باقاعدہ ایک فتوے کی صورت میں تھا۔

## خان صاحب کا وعظ و تقریر سے احتراز:

''اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعظ و تقریر سے بہت احتراز فرماتے''۔ (سیرت اعلیٰ حضرت ص ۱۶۱)

تا کہ کہیں علم کا بھانڈا نہ پھوٹ جائے کیونکہ دوران وعظ دوسروں کو خطوط لکھ کر استفادہ نہیں کیا جا سکتا!!!!

## کبھی سیاست میں حصہ نہیں لیا:

''آپ نے عملی طور پر تو کبھی سیاست میں حصہ نہیں لیا'' (المیزان امام احمد رضا نمبر ۳۶۸)

## تاویل اور جواب آں غزل:

سیاست میں حصہ نہیں لیا تو اس میں اعتراض کرنے والی کونسی بات ہے؟ آپ کے حکیم الامت نے بھی اور مولانا ادریس کاندھلوی نے بھی کبھی سیاست میں عملاً حصہ نہیں لیا۔ (ملخصاً کنز، ص ۱۷۳، ۱۷۴)

اگر حکیم الامت مجدد دین وملت نے سیاست میں حصہ نہیں لیا یا حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سیاست میں حصہ نہیں لیا تو ہم نے انہیں کبھی سیاسی لیڈر کہا بھی نہیں نہ انہیں سیاست کے شہسوار سمجھتے ہیں، جبکہ خان صاحب کا معاملہ یہ ہے:

''اعلیٰ حضرت بریلوی...... کے مجاہدانہ کارناموں سے واقف ہوں گے یہی وہ بزرگ ہیں جن کی مجاہدانہ یلغار سے انگریز حکومت بوکھلا اٹھی اور سامراجیت کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا ہو گیا''۔ (المیزان کا امام احمد رضا نمبر، ص ۳۵۸)

جب انگریز کے خلاف کبھی عملی سیاست و جدوجہد میں حصہ ہی نہیں لیا تو اس سے بڑا اور کوئی جھوٹ ہو سکتا ہے کہ ان کی مجاہدانہ یلغار سے انگریز بوکھلا گیا، باقی اگر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یا کسی اور دیوبندی نے سیاست میں حصہ نہیں لیا تو یہ اس لئے بھی قابل اعتراض نہیں کہ دیگر علمائے دیوبند نے اس محاذ کو سنبھالا ہوا تھا الحمد للہ دیوبند والوں کے پاس افراد کی کمی نہیں، مگر یہاں تو یہ معاملہ ہے کہ پورے ہند کیلئے واحد امام اور ان کا واحد مرجع خان صاحب بریلوی تھے، لہذا خان صاحب پر لازم تھا کہ باطل قیادت کے ہوتے ہوئے اس محاذ کو سنبھالتے، ایک طرف تو وہ سیاستدانوں پر کفر کے فتوے لگا رہے تھے اور دوسری طرف خود بھی اس میدان میں اتر کر ان معاذ اللہ کافر لیڈروں کا نعم البدل ہند کے مسلمان کو نہیں دے رہے تھے۔

رضاخانی مزید ہرزہ سرائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''دیوبندی مولوی صاحب لکھتے ہیں سیاست اور شرافت ایک جگہ اکٹھے نہیں رہ سکتے (مسیلمہ کذاب سے دجّال قادیان تک ص ۳۲۵)، یعنی سیاست دان شریف نہیں ہوا کرتا، اب دیکھنا یہ ہے کہ اس بازار میں کس کس نے اپنی شرافت نیلام کی، حسین احمد مدنی، ابوالکلام آزاد، کفایت اللہ، مفتی محمود، فضل الرحمٰن، مسرور جھنگوی سب ہی شرافت کے دائرہ سے نکل کر اس بازار کی زینت بن چکے ہیں''۔ (کنزالایمان، ص ۱۷۴)

آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ یہ رضا خانی مسلسل اپنے غلیظ اور گندے قلم سے اکابر پر بریلی کا ناپاک کیچڑ اچھالنے کی کوشش کر رہا ہے، پھر جب ہم اس کے جواب میں خان صاحب کو کچھ کہہ دیں تو ان کے گلے شکوے ختم نہیں ہوتے ،ہائے یہ کہہ دیا، ہائے وہ کہہ دیا۔ بہرحال ہم شرافت کا دامن نہیں چھوڑیں گے کیونکہ ہماری رگوں میں محلہ جسولی بریلی کا گندا خون نہیں دوڑ رہا۔

پہلی بات تو یہ کہ جس کتاب کا حوالہ دیا وہ جانباز مرزا مرحوم کی ہے اور وہ مولوی نہیں !!!!

ثانیاً خود آنجناب لکھتے ہیں: ''ابوالخیر صاحب کی بالکل غلط اور ذاتی رائے ہے''۔ (ردّ اعتراضات،ص ۱۶۴)

یہی موصوف ایک جگہ آگ بگولہ ہو کر اپنی احمد رضا خانی زبان پر اترتے ہوئے فرماتے ہیں: ''میں کہتا ہوں دیوبندی مولوی خائن اگر تم میں غیرت ہے تو بتاؤ کیا کسی عام مولوی یا کسی عام عالم کی غلط تحقیق کی ذمہ داری پوری جماعت پر عائد ہوتی ہے؟'' (ایضاً،ص ۲۵۵)

تو جناب من یہ موصوف دیوبندی کی ذاتی رائے ہے اور غلط رائے ہے اور جماعت دیوبندان کی اس رائے کی ذمہ دار نہیں، یہ تو ہوا اس کا الزامی جواب اب تحقیقی جواب سن لیں کہ ان کی مراد وہ سیاست ہے جسے سیاستدانوں نے گندا کر دیا، جو ایسی سیاست کے قائل ہیں جس میں مذہب، اصول و شرافت کچھ بھی نہ ہو، اس سیاست کی مذمت تو صرف جانباز مرزا صاحب ہی نہیں ہم بھی کرتے ہیں، بلکہ ہمارے جن سیاسی اکابر کے نام آپ نے لئے وہ بھی کرتے ہیں ؎

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

جبکہ ہمارے جن علماء و اکابر کا نام آپ نے لیا وہ وہ سیاست کرتے ہیں جو سیاستِ محمودہ ہے جو اسلامی سیاست ہے اور اسی کے یہ علمبردار ہیں، علمائے متقدمین نے منطق و مناظرہ کے علوم کو کفر کہا ہے تو کیا موصوف اب علی الاطلاق علومِ منطقیہ و مناظرہ کو کفر و حرام کہیں گے یا کوئی تخصیص بھی کریں گے؟

تحریک لبیک کے سرپرست اعلیٰ پیر افضل قادری تاجدار ختم نبوت کانفرنس میرپور آزاد کشمیر میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''لوگ کہتے ہیں...... سنو ہم سیاسی نہیں ہیں، ہمارے پیر فقیر کہتے ہیں ہم سیاسی نہیں ہیں، ہماری کئی تنظیمیں کہتی ہیں ہم سیاسی نہیں ہیں غیر سیاسی ہیں، میں کئی دفعہ شیخ الحدیث صاحب سے گذارش کر چکا ہوں مجھے تو ان باتوں میں کفر کی بو آتی ہے کیونکہ اسلام سیاسی مذہب ہے اسلام غیر سیاسی مذہب نہیں ہے''۔ (خادم حسین رضوی کی حقیقت،ص ۳۰)

اصل ویڈیو بیان ہمارے پاس محفوظ ہے اور الیاس عطاری نے اپنے تمام کتابچوں و رسالچوں پر یہ عبارت لکھوائی ہوئی ہے کہ دعوت اسلامی غیر سیاسی ہے، اب آپ کے پیر طریقت کے فتوے سے تو دعوت اسلامی سے کفر کی بو آ رہی ہے!!!!

اور سنئے ذرا اپنے شاہ احمد نورانی کی بھی: ''یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہماری تحریک کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہمارے مشن کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہماری تحریک ہمارا مشن مطلقاً غیر سیاسی ہے، ایسے لوگ نہ دین کے ہیں نہ دنیا کے''۔ (شاہ احمد نورانی اور سیاستِ اسلامیہ،ص ۲۱)

لو جی! قصہ تمام دعوتِ اسلامی نہ دین کی نہ دنیا کی، اب ذرا الیاس عطاری کی بھی سن لیں: ''مرشد کریم کی بارگاہ میں یہ عرض ہے کہ یہ وضاحت ارشاد فرما دیجئے کہ دعوتِ اسلامی کیا سیاست میں آ رہی ہے؟ کیونکہ اکثر یہاں دیکھا جا رہا ہے قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں، مبالغہ آرائیاں ہو رہی ہیں عمامہ چیلنج ہو رہا ہے تو شاید سیاست میں کوئی عمل دخل کی ترتیب ہو جائے؟

اب الیاس عطاری کی سن لیجئے:

''ہم نے شروع سے ان کو سیاست کا ذہن دیا ہی نہیں اور میں نے کبھی کا لکھ کر دے دیا ہے مرکزی مجلس شوریٰ کو کہ جب آپ کو دعوت اسلامی کو ختم کرنا ہو میرے جیتے جی تو یہ ان شاء اللہ نہیں ہو سکے گا مرنے کے بعد بھی ان شاء اللہ نہیں ہوگا جب بھی ختم کرنا ہو دعوت اسلامی کو تو یہ مت کہنا کہ ہم دعوتِ اسلامی کو ختم کرتے ہیں آپ یہ سیاست میں آنے کا اعلان کر دینا، یہ دعوتِ اسلامی خود ہی ختم ہو جائے گی، ہم نے ذہن ہی نہیں دیا ان کو سیاست کا تو اور بندے کہاں سے لائیں گے......اگر کوئی یہ کہے کہ بھائی وہ سیاست تو خلافتِ راشدہ اور فلاں تو میں آج سے تھوڑی ایک تعداد ہے جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئی ہوگی جو ابھی ہم کو سن رہے ہیں تب سے اعلانات کرتا ہوں کہ جس دن خلافتِ راشدہ والی سیاست فیض یافتہ یعنی عین سنت وشریعت کے مطابق والی سیاست آئے گی تو ان شاء اللہ پہلا سیاست الیاس قادری ہوگا......اب جو سیاست ہے نہ مطلب یہ اپنے کو جمتی نہیں اپنا کام نہیں میرا تو کام نہیں......جو سیاست میں جاتے بھی ہیں تو ظاہر ہے غلطی کرتے ہیں۔(ویڈیو بیان)

اس بیان کی پوری ذمہ داری ہم پر اور عند الطلب ویڈیو پیش کرنے کے ہم ذمہ دار ہوں گے، اس بیان میں عطاری صاحب صاف کہہ رہے ہیں کہ موجودہ سیاست سنتِ رسول ﷺ اور شریعت کے خلاف ہے تو اب خادم رضوی، ثروت قادری، شاہ احمد نورانی، صاجزادہ فضل کریم سب سنتِ رسول ﷺ کے تارک ہو کر شیطان کو خوش کرتے رہے!!......جب سیاست شریعت کے خلاف ہے تو جو شریعت کے خلاف کام کرتا ہو اسے یقیناً بے حیائی میں بھی کوئی عار نہ ہوگی شرافت سے اس کا دور کا واسطہ نہ ہوگا تو الحمد للہ ہمارے اکابر میں سے تو کسی نے بھی شرافت نہیں بیچی، البتہ آپ کے یہ بڑے ''بریلی'' کے اس بازار جہاں خان صاحب ''اپنی جیسی شریفاؤں'' سے ''نوک جھونک'' کرتے رہتے شرافت بیچ آئے۔

## خاندانی رئیس ونواب ہونے کے باوجود زکوٰۃ نہیں دیتے تھے:

''فرمایا کہ کبھی میں نے ایک پیسہ زکوٰۃ کا نہیں دیا''۔(سیرت امام احمد رضا ص ۳۵)

## بھدی تاویل:

کیونکہ خان صاحب کے پاس اتنی رقم جمع ہی نہیں ہوئی کہ وہ سال گذرنے پر زکوٰۃ دیتے۔(کنز الایمان ملخصاً ص ۱۷۴)

یہ بھی اپنی شیخی بھگارنے کے سوا اور کچھ نہیں، پیسے جمع بھی کیسے ہوتے؟ کیونکہ ماقبل میں گذر چکا کہ خان صاحب پیسے جمع کرتے اور اپنے بھائیوں کیلئے جائیدادیں خریدتے، جن کی آمدن بعد میں خان صاحب ہی کے کام آئی، نیز خان صاحب زمیندار تھے تو عشر کیوں ادا نہ کیا؟ وہ بھی تو زکوٰۃ ہی ہے؟ ہمارا مقصد یہ تھا کہ خان صاحب اتنے مالدار ہونے کے باوجود زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے پاس پیسے جمع نہیں ہوتے کیوں؟ بقول بریلوی غریبوں میں تقسیم کر دیتے، جبکہ ہم نے ماقبل میں بالتفصیل اس پر گفتگو کی کہ خان صاحب کا پیسہ جمع کرنا غریبوں کیلئے نہیں، بلکہ جائیدادیں خریدنے کیلئے تھا، ان کے چار چچا تھے، جن کی گذر بسر بمشکل ہو رہی تھی، خان صاحب نے بجائے ان کی کوئی مدد کرنے کے انہیں عدالتوں کے چکروں میں پھنسا کر ان کی بقیہ جائیداد بھی خرید کر انہیں مزید تنگ دست ونانِ شبینہ کا محتاج کر دیا، اب ایسے آدمی سے آپ تصور کر سکتے ہیں کہ اس آدمی نے زکوٰۃ اس لئے نہیں دی ہوگی کہ غریبوں میں سال پورا ہونے سے پہلے پہلے مال تقسیم ہو جاتا؟

## نواب آف بریلی کی عمومی غذا:

''اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عام غذا روٹی چکی کے پسے ہوئے آٹے کی اور بکری کا قورمہ تھا''۔(حیات اعلیٰ حضرت ج ا ص ۱۷۰)
ایک بار ککڑی کا پورا تھال اکیلے کھا گئے تھے۔(فیضان سنت تیسرا ایڈیشن ص ۲۸۲)
مرتے وقت مندرجہ ذیل کھانوں کی فرمائش کی:

| | | |
|---|---|---|
| (۱)دودھ کا برف خانہ ساز | (۲)مرغ کی بریانی | (۳)مرغ پلاؤ |
| (۴)خواہ بکری کا | (۵)شامی کباب | (۶)پراٹھے |
| (۷)اور بالائی (دودھ ملائی) | (۸)فیرینی | (۹) اُردکی پھریری دال |
| (۱۰)مع ادرک | (۱۱)ولوازمات (تر کا سلادوغیرہ،ازنا قل) | (۱۲)گوشت بھری کچوریاں |
| (۱۳)سیب کا پانی | (۱۴)انار کا پانی | (۱۵)سوڈے کی بوتل |

(وصایا شریف)

اگر اتنے کھانے بھینس کے آگے بھی ڈال دیے جائیں وہ بھی منہ موڑ لے مگر خان صاحب اعلی حضرت جو ہوئے انہی کھانوں کے حصول کیلئے تو انگریز کے قدموں میں اپنا دین بیچا۔

## شکوہ:

مخالف کہتا ہے کہ: ''معترض صاحب کو اعلیٰ حضرت کی غذا پر بھی اعتراض ہے ہم حیران ہیں کہ اس سے معترض ثابت کیا کرنا چاہتے ہیں؟'' (کنزالایمان اور مخالفین)

جنابِ من !اس سے بندہ وہی ثابت کرنا چاہتا ہے جو آپ کے مولوی غلام مہر علی دیوبندی مذہب میں ''دیوبندی مذہب کی بنیاد صرف پیٹ پرستی پر ہے'' کا عنوان لگا کر ثابت کرنا چاہا، آپ کی اس کتاب پر تقریظ لکھنے والے صاحب نے خود اپنی کتاب میں ایک عنوان قائم کیا: ''دیوبندی اکابر کی پیٹ پرستی''۔

یاد رہے کہ ہم بریلویوں کو پیٹ پرست محض کھانے کی وجہ سے نہیں کہتے بلکہ انہوں نے کھانے پینے کو ایک دھندا بنا کر مذہب کے ساتھ اسے جوڑ دیا ہے اس کے سبب کہتے ہیں، جبکہ بریلوی مذہب میں علمائے دیوبند کا مطلقاً کھانا بھی پیٹ پرستی کہلاتا ہے، پس خان صاحب کی یہ خوراکیں اسی اصول سے دی گئی تھیں کہ موصوف کی پیٹ پرستی بھی دیکھ لی جائے!!!!

## بنی اسرائیل کا فسادی خان صاحب:

حسن علی رضوی رضاخانی لکھتا ہے کہ

ایوانِ دیوبند ہو یا قصر نجدیت سب تہس نہس ہے وہ دھما کہ رضا کا ہے
(رضائے مصطفیٰ ص ۷ ادسمبر ۲۰۱۲ء)

حالانکہ خود حسن علی رضوی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ:

''دھماکہ نام ہے ایک مغربی ایجاد کا چونکہ ان کی رگیں سرکار انگریز سے ملتی ہیں ان سے ان کا ذہنی، فکری، روحانی اور قلبی رشتہ ہے، لہذا ان کو وہی نام پسند ہوگا جس میں ان کے آقا انگریز سے کوئی تعلق ونسبت ہو دھماکہ تو ویسے بھی تخریب وشرارت کی علامت ہے''۔

(قہر خداوندی ص ۱۱-۱۲ مکتبہ قاسمیہ رضویہ کراچی)

معلوم ہوا کہ رضا خان انگریز کا ایجنٹ تھا، انگریز سے رضا خان کا قلبی روحانی ذہنی فکری رشتہ تھا اور احمد رضا خان بریلوی تخریب کار وشرارتی بھی تھا اسی لئے علمائے دیوبند وعلمائے نجد کے گھروں میں دھماکے کر کے تہس نہس کرنے کی کوشش کرتا، مگر منہ اپنا ہی کالا ہوتا، فسادی خان اپنے فسادی ہونے کو خود یوں بیان کرتا ہے

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ اعداء کے سینے میں خار ہے

کسے چارہ جوئی کا وار ہے یہ وار وار سے پار ہے

(حدائق ج ۲ ص ۴۴)

**گلو خلاصی:** اس کے جواب میں کہا گیا: ''جناب خود لکھتے ہیں ''کسی اور کی عبارت لیکر کسی اور پر فٹ کرنا کہاں کا انصاف ہے؟'' (سر بکف، مجلہ ۲ ص ۹۶) یقیناً یہ بالکل کہیں کا انصاف نہیں۔ (کنز ص ۱۷۶)

جناب من! جب یہ کہیں کا انصاف نہیں تو سب سے پہلے ان عبارات سے رجوع کریں جس میں آپ نے دوسروں کی عبارات لیکر ہمارے اکابر پر فٹ کی تھیں، جب آپ یہ کرلیں گے تو ہم بھی اس حوالے کو واپس لے لیں گے، باقی ہم نے آپ ہی کے ایک مستند مولوی سے ایک اصول نقل کیا تھا، وہ اصول اگر ہمیں انگریز کا ایجنٹ ثابت کر سکتا ہے تو آپ کو کیوں نہیں؟

اور اگر بات اصولوں اور انصاف پسندیوں ہی پر کرنی ہے تو آپ کے مولوی اشرف سیالوی لکھتے ہیں:

''میں نے کہا اپنے اپنے عقیدہ کی تشریح کا حق متعلقہ فریق کو ہوتا ہے، دوسرا فریق ان کے متعلق قطعاً یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ تمہارا عقیدہ ہے''۔ (تنویر الابصار، ص ۷)

تو جناب! اب ختم نبوت یا دیگر موضوعات پر ہمارا کیا عقیدہ ہے اس کی تفصیل وتشریح ہمارا حق ہوگا آپ لوگوں کو قطعاً یہ کہنے کا حق نہیں کہ تم ختم نبوت کے منکر ہو یہ تمہارا عقیدہ ہے معاذ اللہ کہیئے اس اصول سے متفق ہیں؟؟؟؟

## خان آف بریلی مکفر المسلمین:

''عام طور پر امام احمد رضا کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مکفر المسلمین تھے''۔ (المیزان کا امام احمد رضا نمبر ص: ۲۹)

یہ بات صرف مشہور ہی نہیں بلکہ مبنی برحقیقت ہے چنانچہ اسی المیزان میں ہے: ''شمس العلماء حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ''

(المیزان۔ ص: ۳۹۶)

اور یہی شمس العلماء احمد رضا خان کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''اعلیٰ حضرت نے ایک دنیا کو وہابی کر ڈالا ایسا بدنصیب وہ کون ہے جس پر آپ کا خنجر وہابیت نہ چلا ہو وہ اعلیٰ حضرت جو بات بات میں

وہابی بنانے کے عادی ہوں وہ اعلیٰ حضرت جن کی تصانیف کی عصمت غائیہ وہابیت جنہوں نے اکثر علماء اہلسنت کو وہابی بنا کر عوام کالانعام کو ان سے بدظن کرادیا جن کے اتباع کی پہچان یہ ہے کہ وہ وعظ میں اہل حق سنیوں کو وہابی کہہ کر گالیوں کا مینہ برساتے ہیں"۔

(تجلیات انوار المعین ص ۴۲)

"دنیا میں شائد کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمان نہیں کیا ہوگا جس قدر اعلیٰ حضرت نے مسلمانوں کو کافر بنایا"۔

(تجلیات انوار المعین ص ۴۲)

علماء ربانیین کی تکفیر وتوہین ان کا شعار اور ان کی تضلیل وتفسیق ان کا دثار ہے"۔ (تجلیات ص:۶)

## تاویل:

اس کے جواب میں حفظ الایمان، مطالعہ بریلویت وغیرہ سے یہ نقل کیا کہ بعض باتیں بے اصل مشہور ہوجاتی ہیں اور ان کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ (ملخصا کنز، ص ۱۷۷)

جی بالکل بعض باتیں بے اصل مشہور ہوتی ہیں، لیکن اس میں یہ کہاں لکھا ہے کہ ہر مشہور بات بے اصل ہوتی ہے؟ بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ خان صاحب بریلوی نے شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر اس لئے نہیں کی کہ ان کی توبہ مشہور ہوگئی تھی تو کیا اس توبہ کی اصل اور کوئی بنیاد بریلوی ثابت کرسکتے ہیں؟

حیرت ہے کہ احمد رضا خان کو بچانے کیلئے تو "مشہور" کا لفظ ایسا حجت بن جائے کہ دنیا کے سب سے بڑے معاذ اللہ بقول بریلویہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف کردیا جائے اور اپنے لئے "مشہور" کی کوئی اصل ہی نہیں؟

بعض باتیں واقعی بے اصل مشہور ہوجاتی ہیں، لیکن جب اہلِ علم اور شمس العلما کسی بات کے بارے میں کہہ رہے ہوں اور اس تشہیر کو قبول کررہے ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ تشہیر محض جہلاء کی وجہ سے نہیں، بلکہ ایسی مشہور ومعروف اور ایسی مضبوط بات ہے کہ اہل علم نہ صرف اسے قبول کررہے ہیں بلکہ اس مشہور بات کی وجہ سے خان صاحب بریلوی پر الزام بھی قائم کررہے ہیں کہ آپ نے ایک دنیا کو کافر بنادیا، سوان کے بارے میں جو "مکفر المسلمین" مشہور ہے وہ محض تہمت وبے اصل نہیں بلکہ اس کی کوئی نہ کوئی بنیاد ہے!!!!

ابوکلیم صدیق فانی یہ اصول لکھتا ہے: "آخر عام لوگوں میں جو شہرت ہوئی تو اس کی کوئی بنیاد ضرور ہے۔ (ص ۶۳) مشہور محاورہ ہے: زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو"۔ (انوار احناف، ص ۶۴)

امید کرتا ہوں کے اب طبیعت کو کافی افاقہ ہوگیا ہوگا کہ لوگوں میں جو بات مشہور ہوتی ہے آخر اس کی کوئی نہ کوئی اصل ہوتی ہے یہ میں نہیں آپ کا مولوی لکھ رہا ہے، لہذا خان صاحب بریلوی کے متعلق جو "مکفر المسلمین" ہونا مشہور ہے یقیناً اس کی کوئی نہ کوئی اصل ہوگی، رہی یہ بات کہ مولانا معین الدین اجمیری صاحب مرحوم ومغفور نے رجوع کرلیا تو اس جھوٹ سمیت محاسبہ دیوبندیت کے ایسے دیگر جھوٹوں کا بھرکس میں دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم کے مقدمے میں نکال چکا ہوں وہاں ملاحظہ کرلیں۔

## خان آف بریلی کا نام مذہبی گالی:

"امام احمد رضا کی عبقری ذات کو نہ تو جانتے ہیں نہ ہی پہچانتے ہیں ان کا اسم گرامی ایک مذہبی گالی سمجھا جاتا ہے"۔

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر ص ۳۸)

ساری زندگی علمائے دیوبند کو گالیاں دینے والے شخص کے اپنے نام کو ربّ کریم نے اسی دنیا میں گالی بنا دیا اللہ اکبر اور آخرت کی ذلت الگ۔

## خان آف بنی اسرائیل جاہلوں کا پیشوا:

ماہر رضویات پروفیسر مسعود لکھتا ہے کہ: ''فاضل بریلوی......اپنے عہد کے جلیل القدر عالم تھے، مگر علمی حلقوں میں اب تک صحیح تعارف نہ کرایا جاسکا، جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو بڑی حد تک بالکل نابلد ہے، چنانچہ ایک مجلس میں جہاں یہ راقم بھی موجود تھا ایک فاضل نے فرمایا مولانا احمد رضا خان کے پیرو تو زیادہ تر جاہل ہیں گویا آپ جاہلوں کے پیشوا تھے''۔

(فاضل بریلوی اور ترک موالات، ص ۵، ادارہ مسعودیہ کراچی ۲۰۰۴ء)

## نواب احمد رضا خان المختار ہذیان گو تھا:

خلیفہ خاص خان بریلی امجد علی اعظمی گھوسوی رضا خان بریلوی امن میاں المختار افغانی قارونی بڑ ہیچ کے بدنام زمانہ رسیلیہ سبحان السبوح کے متعلق لکھتے ہیں: ''سبحٰن السبوح کی صرف ابتدائی چند ورقوں پر ہذیان ہے''۔(سوانح صدر الشریعہ، ص ۸۶، مکتبہ رضویہ کراچی)

## خان آف افغنہ کی آدھی سے زائد کتب اس کے خلفاء کو پسند نہ تھیں:

''اسی طرح ایک مقدمے کے دوران میں اعلیٰ حضرت نے دو کتابیں تحریر فرمائیں، ابھی ان کا مسودہ طبع نہ ہوا تھا، جب یہ مسودے حضرت قدس سرہٗ (نعیم الدین مراد آبادی، از ناقل) کو پڑھائے تو آپ نے دو تہائی سے زیادہ مضمون کو قلمزد کر دیا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا آپ نے کتاب کی تمام شدتیں ختم کر دیں اگر میں اپنی ہر ایک تصنیف جو مخالفین کے رد میں لکھی ہیں آپ کو دکھاتا تو آج ان کا یہ رنگ نہ ہوتا جو اس وقت ہے''۔(حیات صدر الافاضل، ص ۴۹، فرید بک سٹال لاہور نومبر ۲۰۰۰ء)

اندازہ لگائیں کہ احمد رضا خان کی تحاریر و کتب کس قدر غلیظ و فحش ہوتیں کہ اپنے خاص لوگوں خلفاء تک کو پسند نہ ہوتیں اور ان کی بدبو اپنے لوگوں کی برداشت سے بھی باہر ہوتی اور وہ اسے قلمزد کر دیتے، معلوم ہوا کہ احمد رضا خان کی آج جتنی بھی کتب ہیں وہ آدھی سے زائد مغلظات و بکواسات پر مشتمل ہیں مگر یہ خان اس قدر ڈھیٹ اور ضدی تھا کہ اپنے خاص لوگوں کے مشوروں کو بھی تسلیم نہیں کرتا۔

**نوٹ:** رضا خان بریلوی اور اس کے ماننے والوں کی مغلظات پر بندہ ایک مستقل کتاب ''مغلظاتِ رضا'' کے نام سے لکھنے کا ارادہ رکھتا ہے دعا فرمائیں۔

## اعلیٰ نسلی کتے:

''سجادہ نشین صاحب نے ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت سے رکھوالی کیلئے دو کتوں کی فرمائش کی تو اعلیٰ حضرت نے اعلیٰ نسل کے دو کتے خانقاہ عالیہ کی خدمت کیلئے بذاتِ خود دے آئے اور فرمایا کہ حضرت ان کتوں کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے یہ سارا کام کاج بھی کریں گے اور رات کے وقت رکھوالی بھی، جانتے ہیں آپ یہ دو کتے کون تھے؟ آپ کے دونوں صاحبزادگان!!!!''۔(المیزان، ص: ۲۱۹)

## آوارہ کتا:

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا — تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں
(حدائق بخشش ج ا ص ۴۴)

استاد کو خان کے جن و انسان ہونے میں تردد، خان کو اپنے کتے ہونے کا اقرار، اولاد کے کتے ہونے کا یقین! جس آدمی کو انسان ثابت نہیں کیا جا سکتا، یہ رضاخانی اسے امام اہلسنت بنانے پر تلے ہوئے ہیں، نیز جب رضاخان نے خود کہا کہ میرے جیسے کتے آوارہ اور بھی پھر رہے ہیں تو اس کی اولاد اعلیٰ نسل کے کتے کیسے ہو گئے؟ اس عقدے کو بھی حل کریں!!!!

## عاجزی کی تاویل اور جواب:

اس کے جواب میں رضاخانی کہتے ہیں کہ یہ عاجزی ہے اور پھر علمائے دیوبند کے عاجزی پر محمول کئی جملے نقل کئے۔ (کنزالایمان)

لیکن رضاخانی مذہب میں اس قسم کے جملے عاجزی پر نہیں، بلکہ حقیقت پر محمول ہوتے ہیں، چنانچہ اس کتاب پر تقریظ لکھنے والے صاحب نے اپنی کتاب میں یہ عنوان قائم کیا اور پھر اس کے ذیل میں جو عبارت لکھی ملاحظہ ہو:

''__تھانوی کا اقرار، ہم نابکار نالائق اور گستاخ ہیں__

ہم نالائق ہیں گناہ گار ہیں سیاہ کار ہیں نابکار ہیں گستاخ ہیں۔ (الاضافات الیومیہ ج۶ ص ۳۱۲)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۱۶۵)

اسی طرح رضاخانی نے جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ لکھا:

''ہمارے محاورے میں بد بد بیوقوف کو کہتے ہیں اور میں بھی بے وقوف ہی سا ہوں مثل بد بد کے'' (ملفوظات ج ا ص ۲۶۶ بحوالہ کنز ص ۱۸۰)

کو نقل کیا اس پر رضاخانی مقرظ تبصرہ کرتے ہیں:

''تھانوی بد بد کی طرح بے وقوف......ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان نے موجودہ افاضات الیومیہ کے ایڈیشنوں میں سے یہ عبارت تھانوی کے بے وقوف ہونے کی ڈگری کو نکال دیا ہے''۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۱۷۰)

مخالف دوسروں پر تو الزام لگاتا ہے کہ فلاں سے سرقہ کر لیا فلاں سے سرقہ کر لیا، اب ان کی پیش کردہ عبارت ان کے ایک اور مولوی کے ہاں سے نکل آئی تو اب ہم کیا سمجھیں؟ آپ کو 'انٹرنیشنل سرقہ باز'؟ بہر حال کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے گھر میں اس قسم کی عبارات کو تواضع پر محمول نہیں کیا جاتا، بلکہ اسے حقیقت پر حمل کرتے ہوئے باقاعدہ اسے ''ڈگری'' کا نام دیا جاتا ہے۔

دیوبندیت کے بطلان کی ان بکواسات کا جواب تو ان شاء اللہ فرداً فرداً ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد سوم'' میں ملاحظہ کیجئے گا، یہاں صرف اتنی عرض ہے کہ جب آپ کے گھر میں اس قسم کے جملے ''تواضع'' نہیں بلکہ 'ڈگری' پر محمول ہوتے ہیں تو خان صاحب نے اپنے ''آوارہ کتا'' ہونے پر خود ہی اپنے قول سے ڈگری کر لی ہے، لہٰذا آج سے انہیں کتا لکھا اور کہا جائے۔

ایک بریلوی مولوی انہی الفاظ تواضع پر یوں لب کشائی کرتا ہے:

''انہیں حضرات کے حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے حفظ الایمان میں کتبہ الاحقر لکھ کر دستخط کیا ہے، الاحقر کا معنیٰ ہے

بہت زیادہ ذلیل وحقیر اور احقر الناس کا معنیٰ ہے لوگوں میں سب سے زیادہ حقیر و ذلیل اور سب سے کمتر کھلی ہوئی بات ہے کہ جب آپ کے ان بزرگوں نے اپنے آپ کو الاحقر اور احقر الناس تحریر کیا ہے تو بلفظ دیگر انہوں نے اس بات کا اقرار واعتراف کیا ہے کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل وحقیر اور سب سے کمتر ہیں"۔ (فقہ حنفی سے دیوبندیوں کا ارتداد ص ۷۰)

تو جناب آپ کے مذہب میں اس قسم کے الفاظ تواضع پر نہیں بلکہ حقیقت ہی پر محمول ہوتے ہیں۔

نیز عرض ہے کہ عاجزی تو اپنے لئے ہوتی ہے نہ کہ دوسروں کیلئے، مثلاً خان صاحب خود کو ذلیل، جاہل، احمق، کتا، کمینہ، جہنمی، احمق، بدعقل، لعنتی، مردود وغیرہ کہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ عاجزی کر رہے ہیں، لیکن کیا یہی الفاظ کوئی اوران کے حق میں استعمال کر سکتا ہے؟ تو جنابِ من! خان صاحب کو عاجزی کرنی ہوتی تو اپنے لئے کرتے مگر یہاں توان کے پیر نے کتے مانگے تو خان صاحب بریلوی نے اپنی اولاد کو کتا بنا کر پیش کر دیا تو معلوم یہی ہوا ہے کہ خان صاحب کے یہ الفاظ عاجزی پر محمول نہیں کیونکہ اپنے لئے نہیں بلکہ اپنی اولاد کیلئے استعمال کئے، خان صاحب یہاں حقیقت کا بیان کر رہے ہیں۔

## پچاس سال کی محنت:

"مولانا احمد رضا خان ۵۰ سال مسلسل اسی جدوجہد میں منہمک رہے یہاں تک کہ مستقل دو مکتبہ فکر قائم ہو گئے بریلوی دیوبندی یا وہابی"۔

(سوانح حیات اعلیٰ حضرت ص ۸)

## چلبلی طبیعت والا خان:

مفتی مظہر اللہ بریلوی لکھتا ہے کہ: "ہوسکتا ہے کہ فاضل موصوف (رضا خان، از ناقل) کی چلبلی طبیعت سے ان عورتوں کے حق میں یہ کلام صادر ہوا ہو"۔ (فتاویٰ مظہریہ ص ۳۹۲ ادارہ مسعودیہ کراچی)

## خان صاحب مرضِ ریح کا شکار:

"سید ایوب علی صاحب فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت گائے کے گوشت سے احتیاط فرماتے، ریاحی امراض (پیچھے سے ہوا کا نکل جانا) کی وجہ سے معدہ ہلکی غذا قبول کرتا"۔ (فیضان اعلیٰ حضرت، ص ۱۱۶)

"شدید قبض و ہیجانِ ریاح کا سلسلہ اب تک ہے"۔ (کلیاتِ مکاتیب رضا، جلد دوم ص ۴۳)

## خان صاحب آف افغنہ بیماریوں کا مجموعہ:

"آپ اکثر وبیشتر مختلف قسم کی جسمانی بیماریوں میں مبتلا رہے"۔ (فیضان اعلیٰ حضرت، ص ۲۲۷)

"ڈھائی سال سے اگر چہ امراض درد کمر و مثانہ (پیشاب نہیں روسکتے تھے) وسر وغیرہ کا للازم (لازمی) ہو گئے"۔ (ایضاً ص ۲۳۰)

"فقیر کو بھی پانچ روز سے تپ (بخار) آئی ہے، تین روز (شدت بخار کی وجہ سے) غفلت رہی کل مسہل تھا"۔ (ایضاً ص ۲۳۱)

"چار دن کم پانچ مہینے ہوئے آنکھ دکھنے آئی"۔ (ایضاً ص ۲۳۳)

"پندرہ روز سے اسہال شروع ہوئے"۔ (ایضاً ص ۲۳۴)

''اس زمانے میں معاذ اللہ درد قولنج (یعنی بڑی آنت کا درد) کے دورے ہوا کرتے تھے''۔ (ایضاً ص ۲۵۴)

''چار دن کم پانچ مہینے ہوئے آنکھ دکھنے آئی اور اس پر اطوارِ مختلفہ وارد ہوئے ضعف قائم ہوگیا، سیاہ خیالات نظر آتے ہیں (غالباً دل کی سیاہی کی وجہ سے، ساجد) آنکھیں ہمہ وقت نم رہتی ہیں، اوّل تو مہینوں کچھ لکھ پڑھ ہی نہ سکا اب یہ ہے کہ چند منٹ نگاہ نیچی کئے سے آنکھ بھاری پڑ جاتی ہے، کمزوری بڑھ جاتی ہے''۔ (کلیاتِ مکاتیب رضا، جلد دوم، ص ۳۹)

''ساری عمر امراض مزمنہ کا شکار رہے، درد گردہ چودہ سال کی عمر سے لاحق، سر درد دائمی اور بخار تو گویا سفر وحضر میں رفیق زندگی''۔

(سیرت امام احمد رضا، ص ۵۱)

## نواب صاحب کے بہنوئی چمر پٹھان:

''حضرت (احمد رضا خان) نے از راہِ مزاح اپنے بہنوئی سے فرمایا کہ یہ آپ کے بھائی ہیں اور اپنے کو ''چمر پٹھان'' (نیچ ذات والا) بتاتے ہیں تو یہ آپ کی آل (ذات) آج معلوم ہوئی کہ آپ ''چمر پٹھان'' ہیں''۔ (فیضان اعلیٰ حضرت، ص ۲۰۲)

## بیٹیوں کے جہیز کی فکر:

ہمارے معاشرے میں جہیز کو ایک لعنت تصور کیا جاتا ہے، مگر پوری دنیا کا امام جس احمد رضا خان صاحب کو ثابت کرنے کیلئے بڑے سے بڑا جھوٹ بولتے ہوئے بھی دریغ نہیں کیا جاتا جب ان کی بیٹیوں کی شادی کی باری آئی تو انہیں جہیز کی فکر نے ستائے رکھا، جب جہیز کا بندوبست بھائی کی طرف سے ہوگیا تو خان صاحب کی خوشی کا اندازہ لگائیں:

''حسن میاں تم نے تو مجھے دنیا سے بالکل بے نیاز کر دیا ہے، میری بیٹیوں کی شادیاں ہیں میں ان کا باپ ہوتے ہوئے بھی بالکل بے خبر اور آزاد بیٹھا ہوں تم نے مجھے یہ سوچنے کی زحمت بھی نہ دی کہ جہیز میں کیا کیا دیا جائے گا اور وہ کہاں کہاں سے فراہم ہوگا''۔

(فیضان اعلیٰ حضرت ص ۷۱)

## اولاد کی تربیت سے بالکل بےفکر اور آزاد:

ایک باپ ہونے کے ناطے انسان پر سب سے بڑی ذمہ داری اپنی اولاد کی تربیت، قیام وطعام، تعلیم وتعلّم اور بالغ ہونے پر شادی بیاہ ہوتی ہے، مگر خان صاحب اپنی اولاد کو کتنی توجہ دیتے اس کا اندازہ اس حوالے سے لگالیں:

''حسن میاں تم نے تو مجھے دنیا سے بالکل بے نیاز کر دیا، میری بیٹیوں کی شادیاں ہیں میں ان کا باپ ہوتے ہوئے بھی بالکل بے خبر اور آزاد بیٹھا ہوں''۔ (فیضان اعلیٰ حضرت، ص ۷۱)

باپ کی تربیت نہ ہونے کا ہی نتیجہ ہے کہ اولاد نے جو گل کھلائے وہ آگے مستقل باب کی صورت میں آ رہا ہے۔

## خان صاحب آف بریلی بد دیانتی پر مبنی من مانے فیصلے کرتے:

ایک دفعہ خان صاحب کو ان کے پیر نے دو گروہوں کے درمیان ثالث اور حَکَم بنا کر فیصلے کا اختیار دیا، مگر افسوس کہ موصوف نے انصاف و دیانت کا خون کر کے اپنے پسند کے آدمی کے حق میں فیصلہ دے دیا، جس پر جھگڑا ختم ہونے کے بجائے مزید بڑھ گیا، دونوں گروہ ان کے

پیر صاحب کے پاس لڑتے جھگڑتے گئے اور اس غلط فیصلے سے اس قدر دلبرداشتہ تھے کہ پیر صاحب کے ادب و احترام کا بھی پاس نہ کیا اور اصل معاملہ دیکھ کر خود پیر صاحب کو بھی کہنا پڑا کہ یہ فیصلہ غیر شرعی تھا ملاحظہ ہو:

''خان صاحب بریلی کے فیصلہ ثالثی پر (جو حضور اقدس قدس سرہٗ کا مجوزہ تھا) ایک فریق نے عذرات کی اور گستاخانہ حملہ کیا (یہی کہا ہو گا کہ ہم نے آپ لوگوں پر اعتماد کیا اور آپ لوگوں نے ذاتی اثر و رسوخ اور اقربا پروری کا مظاہرہ کیا، ساجد) یہ حضور اقدس قدس سرہ کا ظرف عالی تھا کہ آپ نے فیصلے کو یہ فرما کر منسوخ فرما دیا کہ: ''واقعی فیصلہ شرعی نہیں ہے''۔ (تذکرہ نوری، ص ۱۹۰)

## سنِ ولادت کا آیت قرآنیہ سے استخراج اور ہمارا تبصرہ

خان صاحب کے سوانح نگاروں نے اس بات کو بھی بڑے زور و شور سے پیش کیا کہ فلاں قرآن کی آیت سے آپ کی تاریخ ولادت نکلتی ہے اور اس کو اس طور پیش کیا گیا گویا یہ آیت خان صاحب ہی کے متعلق نازل ہوئی ہے، معاذ اللہ اور جو کچھ بشارت آیت میں ہے اس کا مصداق خان صاحب ہی ہیں...... خود خان صاحب فرماتے ہیں:

''میری ولادتِ تاریخ اس آیہ کریمہ میں ہے **اولئك كتب في قلوبهم الايمان وايدهم بروح منه** جس کا ترجمہ ہے وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا ہے اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعہ سے ان کی مدد فرمائی ہے...... **اولئك كتب في قلوبهم الايمان** بحمد اللہ تعالیٰ بچپن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے''۔

(ملفوظات حصہ سوم بحوالہ حیات اعلیٰ حضرت ج ۱، ص ۱۰۳، ۱۰۴)

عبد الحکیم اختر شاہجہاں پوری لکھتے ہیں: ''قدرت نے اس صدی کے مجددِ برحق سے تاریخ پیدائش کیلئے وہ آیت لکھوائی جس کے کوزے میں آپ کے حالات و کمالات کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے، نگاہِ بصیرت رکھنے والے حضرات اس قرآنی تاریخ کے ہر لفظ کے اندر چھپے ہوئے بحرِ معانی میں غوطہ لگا کر سرمایۂ ملت کے اس نگہبان کے حالات و کمالات سے مطابقت کر کے فضلِ خداوندی اور عنایتِ مصطفوی کا نظارہ اپنی آنکھوں سے واقعات کی روشنی میں کریں''۔ (اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی، ص ۱۵)

غور فرمائیں کہ یہ آیت صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جسے خان صاحب معاذ اللہ خود پر چسپاں کر رہے ہیں۔

نجم مصطفائی بریلوی لکھتا ہے: ''میں یہ مقدمہ تمام مسلمان بھائیوں کی ایمانی عدالت میں پیش کرتا ہوں کہ خدارا انصاف کا دامن ہرگز نہ چھوڑیں اور دوٹوک ہو کر اس کا فیصلہ دیں اور یہ بتائیں کہ جو الفاظ اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبر ﷺ نے اپنے لئے اپنی زبانِ مقدس سے نکالے وہی مقدس الفاظ بانیٔ مدرسہ دیوبند قاسم نانوتوی نے اپنی ذات سے منسوب کئے اور اپنی ذات کو مذکورہ بالا حدیث کا مصداق ٹھہرایا کیا یہ دعویٰ نبوت نہیں''۔ (منزل کی تلاش، ص ۹۶، ادارہ تحقیقات اسلامیہ حنفیہ)

اس کتاب پر منشاء تابش قصوری، پیر نقیب الرحمٰن، تراب الحق قادری، مفتی عبد الرحمٰن قمر جیسے لوگوں کی تقاریظ ثبت ہیں، جب حضور ﷺ کی زبان مقدس سے نکلے ہوئے الفاظ خود پر چسپاں کرنا معاذ اللہ نبوت کا دعویٰ ہے تو صحابۂ کرام کی شان میں وارد قرآن کی آیات خود پر چسپاں کرنا صحابیت کا دعویٰ کیوں نہ ہو گا؟ وجہ فرق بیان کریں!!!!

نیز بریلوی حضرات کا ان آیات کو اس جزم کے ساتھ پیش کرنا اور یہ تأثر دینا کہ ان آیات میں جو بشارت ہے خان صاحب ضرور اس کے مستحق ہیں سوائے خوش فہمی کے اور کچھ نہیں، نجات کا مدار عقائد پر ہے مادۂ استخراج پر نہیں۔

ایک بریلوی مولوی لکھتا ہے: ''مرزا صاحب کو ناز ہے کہ وہ اعدادِ حروف سے اپنے مطالب ثابت کرتے ہیں، حالانکہ اس کا موجد فرقہ باطنیہ ہے جو اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے''۔ (عقیدہ ختم نبوت، ج ۵، ص ۱۴۸)

تو جنابِ من! علم الاعداد سے اپنے مطلب کی باتیں نکالنا ان سے اپنی نجات ثابت کرنا بقول بریلوی مولوی یا تو قادیانیوں کا کام ہے یا فرقہ باطنیہ اور دونوں ہی اسلام سے خارج!......خان صاحب اس فتوے کے بعد اپنا ٹھکانہ خود ہی معلوم کرلیں!!!!

## یہ علم الاعداد ہمیں کہاں لے گیا؟:

پھر انہی خان صاحب کے سامنے ایک استفتاء آیا: ''علمائے کرام کا اس میں کیا ارشاد ہے کہ ایک رافضی نے کہا کہ آیتِ کریمہ **اِنَّ مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ** کے اعداد (۱۲۰۲) ہیں اور یہی عدد ابوبکر عمر وعثمان کے ہیں یہ کیا بات ہے؟''۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت ج ا، ص ۳۱۸)

خان صاحب اس کو رَدّ نہ کر سکے، اگر قرآنی آیات سے اعداد کے استخراج پر ہی حق و باطل موقوف ہے تو بتایئے شیعوں نے اس آیت سے معاذاللہ کیا ثابت کردیا؟

دلچسپ بات کہ کل تک اپنی نجات کی آیتیں نکالنے والے خان صاحب شیعوں کے اس استدلال پر ایسے سٹپٹائے کہ جواب میں کمال ہی کردیا:

''روافض لعنهم الله تعالی کے بنائے مذہب ایسے ہی اوہام بے سروپا اور پادر ہوا ہے، اوّلاً ہر آیت عذاب کے عدد اسمائے اخیار سے مطابق کر سکتے ہیں اور ہر آیت ثواب کے (عدد) اسمائے کفار سے کہ اسماء میں وسعتِ وسیعہ ہے''۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ج ا، ص ۳۱۸)

یعنی قرآن میں جہاں کہیں بھی عذاب کی آیات ہیں ان سے اخیار (نیکوں کاروں) کے ناموں کے اعداد کا استخراج کر سکتے ہیں اسی طرح جہاں ثواب و بشارت کی آیات ہیں ان کو کافروں گمراہوں پر بھی فٹ کیا جا سکتا ہے۔ یہ کوئی حق و باطل کا معیار نہیں۔

پھر خان صاحب نے اسے ''اوہام'' کہا، لیکن جب خود خان صاحب کی تاریخ پیدائش کی آیت پر بات کرنی ہو تو بریلوی حضرات اسے ایسا پیش کرتے ہیں گویا یہ آیت نازل ہی معاذاللہ خان صاحب بریلوی کیلئے ہو۔

بہرحال! اب خان صاحب نے جو اپنے اوپر آیت فٹ کی بقول خان صاحب کے یہ کافروں، فاسقوں، زندیقوں، بدبختوں (خان صاحب جیسوں) پر بھی فٹ کرسکتے ہیں اور بقول فرقہ بریلویہ خان صاحب اخیارِ امّت میں سے ہیں لہٰذا خان صاحب نے اپنے مخالفین کیلئے جو آیت ''**لهم اللعنة ولهم سوء الدار** ان کیلئے لعنت اور ان کیلئے برا گھر ہے **شیطانا مریدا لعنه الله** یہ ساری لعنتیں ملامتیں، جہنم کا ٹھکانہ یہ خان صاحب پر بھی فٹ ہو سکتی ہے کیونکہ خود خان صاحب نے کہا کہ ہر آیت عذاب عدد اسمائے اخیار سے کر سکتے ہیں۔

## علم الاعداد پر خان صاحب بریلی کو منہ توڑ جواب:

خان صاحب بریلی سے سوال ہوا شیعوں کے بارے میں کہ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین پر یہ آیت فٹ کررہے ہیں، مگر نہ جانے خان صاحب کو کس شیطان نے پمپ مارا کہ اپنی بدفطرتی اور مسخ شدہ فطرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ ہانکنے لگے کہ:

''جناب نے فرمایا کہ لکھو فقیر نے تعمیل حکم اس طرح پر کی، آیت قرآنی: **اَهۡلَكۡنٰهُمۡ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا مُجۡرِمِيۡنَ** کے اعداد (۱۲۶۸) جو برابر ہیں اعداد رشید احمد گنگوہی کے۔

(۲) **لَقَدۡ قَالُوۡا كَلِمَةَ الۡكُفۡرِ وَ كَفَرُوۡا بَعۡدَ اِسۡلَامِهِمۡ** (توبہ ۹، ۷۴) کے اعداد (۱۲۶۴) ہیں جو برابر ہیں اشرف علی صاحب تھانوی کے۔

(۳) **شَيۡطٰنًا مَّرِيۡدًا لَّعَنَهُ اللّٰهُ** (نساء: ۴، ۱۱۸) کے اعداد (۷۸۴) ہیں اور وہی عدد ہیں حاجی قاسم صاحب نانوتوی کے۔

سبحن اللہ! کیا قدرتِ الٰہیہ کا تماشہ اور تقدیرِ الٰہی کا نظارہ ہے کہ گویا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے علم میں ان لوگوں کی حالت کی طرف اشارہ فرمادیا ہے، جو بندگان رب العلی اور خاصانِ بارگاہِ خدا اس قسم کے کشف والہام سے بیان فرماسکتے ہیں اور عوام کو سمجھا سکتے ہیں''۔

(حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱،ص ۳۲۲)

ہمارا ان بدبختانِ دہر و رسوایانِ زمانہ استاد وشاگرد سے سوال ہے کہ خدا تمہارا منہ دنیا وآخرت میں کالا کرے کہ شیعوں نے جو ماقبل میں اصحابِ ثلاثہ پر اس اعداد کی وجہ سے آیت منطبق کی کیا بقول ظفر الدین بہاری وہ بھی معاذ اللہ (نقل کفر کفر نہ باشد):

''سبحن اللہ کیا قدرت الٰہیہ کا تماشہ اور تقدیرِ الٰہی کا نظارہ ہے کہ گویا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے علم میں ان لوگوں کی حالت کی طرف اشارہ فرمادیا ہے''۔

اگر علمِ اعداد سے کسی کے جنتی و جہنمی ہونے کا فیصلہ کرنا ہے تو خان صاحب بریلی نے جو ماقبل میں گوہر افشانی کی کہ جن آیاتِ عذاب کے چاہو اعداد اسمائے اخیار سے متعلق کرسکتے ہیں تو کیا اخیار کی حالت اللہ نے اپنے علم ازلی کے مطابق جہنم بتلائی ہے؟ اور جن آیتِ ثواب کے اعداد چاہو کفار وفساق سے متعلق کرلو تو کیا اللہ نے اپنے قرآن میں فساق وکفار کا ٹھکانہ جنت اور اجر وثواب بتلایا ہے؟ معاذ اللہ! ان دونوں بدبخت استاد وشاگرد نے یہ نظریہ دے کر دراصل شیعہ کی پوری پوری تائید کی اور اپنے اندر کے سڑے ہوئے رفض کو ظاہر کیا کہ تم اس قسم کی آیات معاذ اللہ اصحاب ثلاثہ پر فٹ کرکے ہمارا یہ قول بھی ساتھ نقل کرتے چلے جاؤ۔

## خان صاحب اپنے اصول سے دجّال من الدّجاجلہ کے مصداق:

قاضی فضل احمد لدھیانوی ایک اصول لکھتا ہے: ''حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ قربِ قیامت کے کچھ لوگ ہماری امت کے مشرکین میں جاملیں گے، وہ فرقہ گاندھویہ کے نام سے نامزد۔ اس کی تصدیق وتطبیق یوں ہوئی کہ فرقہ گاندھویہ کے اعداد جمل میں بھی چارسو چھیاسی (۴۸۶) ہیں اور ادھر فرقہ وہابیہ نجدیہ کے بھی چارسو چھیاسی۔ اعدادِ جمل میں یوں بھی یعنی گاندھویہ اور وہابیہ نجدیہ کے ایک سو ایک ہیں (۱۰۱) اور لفظ بدعتی کے بھی ایک سو ایک ہیں، جو گاندھویہ اور وہابیہ نجدیہ کے برابر ہے، اللہ اکبر! ایسی پیش گوئی کا پورا ہونا اس فرقہ وہابیہ نجدیہ پر سورج کی طرح ظاہر ہوگیا''۔ (انوارِ آفتابِ صداقت،ص ۵۲۴)

اس کتاب کو خان صاحب بریلی نے لفظ بلفظ سنا اور اس کی تائید کی، جبکہ تیس کے قریب بریلوی اکابر کی تائید اس کتاب پر موجود ہے۔ اس سے یہ اصول معلوم ہوا کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ قربِ قیامت میں اس امت کے کچھ لوگ مشرکین سے جاملیں گے، اس سے مراد وہابیہ نجدیہ یا گاندھویہ ہیں کیونکہ دونوں کے اعداد ایک ہیں اور پھر اس صغرے کبرے پر ایسا جزم کیا کہ حضور ﷺ نے اس حدیث میں اسی

فرقہ کے بارے میں پیش گوئی کی تھی اور اس کی دلیل یہی اعدادِ جمل بنے۔

اب ذرا ملاحظہ ہو، نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے: **"لاتقوم الساعة حتی یخرج ثلثون کذّابون منهم مسیلمة والعنسی والمختار"**۔ (ختم النبوۃ،ص ۴۵ از احمد رضا)

آپ ﷺ نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تیس کذاب نہ نکلیں ان میں سے مسیلمہ، عنسی اور المختار ہے۔

اب بریلوی اصول کے مطابق اس حدیث میں "المختار" جھوٹے مدعیٔ نبوت، دجال وکذاب سے مراد اور اس کا مصداق نواب احمد رضاخان ہے، اس لئے کہ "المختار" کے اعداد (۱۲۷۲) ہیں اور یہی نواب احمد رضاخان کی تاریخ پیدائش بھی ہے اور خود انہوں نے اپنا تاریخی نام "المختار" تجویز کیا، ملاحظہ ہو: ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص ۳۔

قاضی فضل صاحب کی زبانی: "اللہ اکبر! حضور ﷺ کی اس پیش گوئی کا حق وسچ ثابت ہونا اور اس کا پورا ہونا احمد رضاخان بریلوی پر سورج کی طرح ظاہر ہوگیا۔"

## خان صاحب قرآن کی کس آیت کے مصداق ہیں؟

مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں: "بعض جگہ مسلمان رمضان کے جمعۃ الوداع کے دن کچھ نوافل قضاء عمری پڑھتے ہیں، بعض لوگ اس کو حرام اور بدعت کہتے ہیں اور لوگوں کو روکتے ہیں، قرآن مجید میں فرمایا ہے: **اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی** بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے معلوم ہوا کہ کسی نمازی کو نماز سے روکنا سخت جرم ہے"۔ (جاء الحق، ص ۴۴۶، شوکت بک ڈپو گجرات)

گویا کہ مفتی احمد یار گجراتی کے نزدیک جو کوئی قضائے عمری سے روکے اور اسے بدعت کہے وہ قرآن مجید کی آیت **اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی** کا مصداق ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی، حوالجات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: (بیضاوی: ۵/ ۳۲۵، خازن: ۴/ ۳۴۹، تفسیر رازی: ۳۲/ ۲۲۱، تفسیر بغوی: ۸/ ۴۸۰، تفسیر نسفی: ۳/ ۶۶۳، تفسیر طبری: ۲۴/ ۵۳۳، روح البیان: ۴/ ۴۷۵، تفسیر مظہری: ۱۰/ ۳۰۶، تفسیر درمنثور: ۸/ ۵۶۵، تفسیر ابوسعود: ۹/ ۱۷۷، تفسیر ابن کثیر: ۸/ ۴۲۲، تفسیر ثعلبی: ص ۴۲۶، تفسیر ابن ابی حاتم: ص ۳۴۵۰، تفسیر قرطبی: ۲۰/ ۱۲۴، تفسیر ابن عباس: ص ۵۱۵، تفسیر روح المعانی: ۲۱/ ص ۴۹)

قارئین کرام بھی حیران ہوں گے کہ ایک ہی بات پر سولہ (۱۶) تفاسیر کے حوالے پیش کرنے کی کیا ضرورت پڑ گئی؟ جو خواہ مخواہ کلام کو طول دیا جارہا ہے، تو جنابِ من! ایک ہی بات پر اگر خان صاحب بریلوی پانچ دس کتابوں کی عبارتیں اور حوالہ جات نقل کردیں تو وہ ان کے وسعتِ علم اور وسعتِ مطالعہ کی دلیل بن جائے اور میں سولہ تفاسیر کے نام نقل کردوں تو آپ اکتا جائیں؟

بہر حال! معلوم ہوا کہ قضائے عمری سے روکنے والا بریلویوں کے نزدیک اس آیت کا مصداق یعنی ابوجہل ہے، اب ملاحظہ فرمائیں کہ خان صاحب بریلوی قضائے عمری کے بارے میں کیا لکھتے ہیں:

"ایں طریقہ کہ بہر تکفیر صلوات فائتہ احداث کردہ اند بدعت شنیعہ در دین نہادہ اند حدیثش موضوع وفعلش ممنوع وایں نیت واعتقاد باطل ومدفوع اجماع مسلمین بر بطلان ایں جہالت شنیعہ وضلالت واضحہ قائم ست"۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ج ۲، ص ۶۴۲)

فوت شدہ نمازوں کے کفارہ کے طور پر یہ جو طریقہ (قضائے عمری) ایجاد کر لیا گیا ہے یہ بدترین بدعت ہے اس بارے میں جو روایت ہے وہ موضوع (گھڑی ہوئی) ہے یہ عمل سخت ممنوع ہے، ایسی نیت و اعتقاد باطل و مردود، اس جہالت قبیحہ اور واضح گمراہی کے بطلان پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ (ترجمہ از فتاوی رضویہ جدید)

تو لیجئے جناب آپ نے تو علم الاعداد کا سہارا لیا تھا جس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں، لیکن ہم نے آپ کو آپ کے حکیم الامت کے قول کی روشنی میں وقت کا ابوجہل اور اس آیت کا مصداق قرار دے دیا، اب خان صاحب کے جہنم کے مقام اسفل السافلین میں ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہا!!!!!

**نوٹ:** فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی تاریخ اس آیت سے نکلتی ہے **اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ** (۱۳۲۳ھ)، دیگر مادّوں کیلئے تذکرۃ الرشید ج ۲، ص ۳۳۳ ملاحظہ فرمائیں۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وفات ۱۲۹۷ھ ہے، اب خان صاحب ہی کے قلم سے ہم حضرت کے سن وصال کی تاریخیں نکالتے ہیں:

| | |
|---|---|
| (۱) **وَاَدْخِلْنِیْ فِیْ جَنَّتِیْ وَ عِبَادِیْ** ۱۲۹۷ھ | (۲) **اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ الوھاب** ۱۲۹۷ھ |
| (۳) **کان نہایہ جمع العظماء** (۱۲۹۷) | (۴) **خاتم اجلہ الفقہاء** ۱۲۹۷ھ |
| (۵) **امین اللہ فی الارض ابدا** (۱۲۹۷ھ) | (۶) **ان موتہ العالم موتہ العالم** (۱۲۹۷ھ) |
| | (اعلیٰ حضرت اور تاریخ گوئی، ص ۲۱) |

اگر بریلویوں میں رتی برابر غیرت ہے تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرجانا چاہیئے!!!!

## خان صاحب کے والد نقی علی خان کس آیت کے مصداق؟:

اگرچہ ہم اس بے ہودہ گوئی کے قائل نہیں اور جس قسم کی شیطانی حرکتیں مادۂ تواریخ کے اعتبار سے رضاخانیوں نے ماقبل میں کی ہیں نہ ہمارا اس پر اعتقاد ہے، لیکن بریلویوں کو آئینہ دکھانے کیلئے ہم صرف الزامی طور پر چند آیات پیش کر رہے ہیں، امید کرتے ہیں کہ بریلوی حضرات آئندہ اس حوالے سے لب کشائی کی جرات نہیں کریں گے۔

خان صاحب بریلوی نے اپنے والد نقی علی خان کی تاریخ وفات ۱۲۹۷ ہجری ہے، خان صاحب بریلوی نے اس کے مطابق تاریخیں بھی نکالیں، دیکھیں: (اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی، ص ۲۱)

اور اسی سن میں سید ابوالحسین نوری سجادہ نشین ہوئے خان صاحب نے ان کا بھی مادہ تاریخ نکالا۔ (اعلیٰ حضرت اور تاریخ گوئی، ص ۲۰)

اب ملاحظہ فرمائیں قرآن پاک کی آیت مقدسہ:

**لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ** (سورہ ص آیت ۸۵) یعنی بیشک میں ضرور جہنم بھر دوں گا تجھ سے اور ان میں سے جتنے تیری پیروی کریں گے سب سے۔ (کنزالایمان)

اس کے اعداد (۱۲۹۷) بنتے ہیں اور یہی ہے تاریخِ وفات احمد رضا خان کے والد کی اور اسی تاریخ کو خان صاحب بریلوی کے پیر

ومرشد سجادہ نشین بنے۔

اب بریلوی حضرات ہی کی زبانی کہ اہل علم وبصیرت اس آیت میں غور فرمائیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے مولانا نقی علی خان اوران کے متبعین مثل احمد رضاخان بریلوی اور فرقہ بریلویہ کا حال بیان کردیا،آیت کا ہر ہر لفظ خان صاحب بریلوی کے انجام اوراس کے عقیدے کو بیان کررہاہے،گویا کہ علام الغیوب ذات نے پہلے ہی سے اپنے بندوں کواس بدبخت گروہ کی خبر اپنے کلام پاک میں دے دی تھی،ایک صاحب غالباً نشے میں آکر کہتے ہیں:

''سنہ ولادت کی آیت کریمہ انکے ایمان راسخ کا پتہ دیتی ہے''۔(جامع الاحادیث،ج ا،ص ۳۸۸)

تواب کیا یہ آیت نقی علی خان مع احمد رضا خان اوران کے متبعین کے کفر وجہنمی ہونے کا پتہ نہیں دے رہی ہے؟؟؟؟؟

ایک اور مثال ملاحظہ ہو:

**شیطان امرید ملعون** کے عدد ہیں(۸۲۲)اور حاجی مفتی نقی علی کے اعداد بھی(۸۲۲)ہیں۔

احمد رضاخان نے **لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ** کے اعداد(۱۲۶۴)نکالے،بریلوی خان صاحب کے والد کوان الفاظ کے ساتھ یاد کرتے ہیں:''امام الاتقیا مولوی نقی علی صاحب بریلوی''اس کے اعداد بھی(۱۲۶۴)بنتے ہیں!!!!

اور سنئے''حاجی ظفرالدین بہاری''کے عدد بنتے ہیں(۱۵۱۵)اور قرآن کی آیت:**قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ** (سورۃ الحجر، ۳۴)یعنی اللہ نے اس سے فرمایا نکل جا بے شک تو مردود ہے

اب ظفرالدین بہاری کی زبانی اللہ نے قرآن میں بہاری کے کرتوت بتلادیے،یہی وہ ظفرالدین بہاری شیطان تھا جسے اللہ نے اپنی بارگاہ سے ذلیل ورسوا کرکے نکالا۔

احمد رضاخان کے عدد ہیں(۱۷۰۵)جواس آیت کے عدد ہیں **رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ** (سورۃ الحجر،۲)

گویا بریلویوں کی زبانی قیامت کے روز احمد رضاخان بریلوی جیسے کافر آرزو کریں گے ہائے کاش وہ دیوبندیوں کی بات مان کر مسلمان ہوجاتے۔(کافر الزاماً کہا گیا)

مولوی احمد رضاخان کا عدد(۱۷۹۷)ہے جو برابر ہے اس آیت کے عدد کے:**مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ** (سورہ ق،۲۵)یعنی بھلائی سے منع کرنے والا حد سے بڑھ جانے والا۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ خان صاحب کی زندگی ان صفات کا پورا پورا مصداق تھی۔

حاجی احمد رضاخان صاحب بریلوی اس کے عدد ہیں(۲۰۸۶)اور یہی عدد ہیں اس آیت کے:**اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ** (سورہ بقرہ،۱۵)یعنی ان(منافقوں)سے خدا ہنسی کرتا ہے اورانہیں مہلت دیے جاتا ہے کہ شرارت وسرکشی میں پڑے بہک رہے ہیں۔

مزید ملاحظہ ہو حاجی احمد رضا اس کے عدد(۱۰۷۶)بنتے ہیں اور یہی عدد ہیں اس آیت کے:**كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ** (سورہ ہمزہ)یعنی ہرگز نہیں اسے یقیناً حطمہ میں ڈال دیا جائے گا۔

**اللہ اکبر!** گویا قرآن نے پہلے ہی خان صاحب بریلوی کا ٹھکانہ جہنم کی بھڑکائی ہوئی آگ یعنی حطمہ بتادیا ؎

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے — نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

آخر میں لگے ہاتھوں یہ بھی پڑھ لیں کہ''مولانا ساجد خان نقشبندی دیوبندی'' کے عدد بنتے ہیں ۱۴۴۹اور یہی عدد ہیں قرآن کریم کی اس آیت کے:

**وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا** ○ (نوح، ۱۲)۔یعنی اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں باغ عطا کرے گا اور ان میں تمہارے لئے نہریں بہا دے گا۔

## قرآن کریم کا ترجمہ کرنے کے لیے وقت نہ تھا:

''صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی ضرورت پیش کرتے ہوئے امام احمد رضا سے ترجمہ کردینے کی گذارش کی آپ نے وعدہ فرمالیا،لیکن دوسرے مشاغل دیرینہ کثیرہ کے ہجوم کے باعث تاخیر ہوتی رہی، جب حضرت صدر الشریعہ کی جانب سے اصرار بڑھا تو امام احمد رضا نے فرمایا چونکہ ترجمہ کیلئے میرے پاس مستقل وقت نہیں، اس لئے آپ رات میرے سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں''۔(المیزان کا امام احمد رضا نمبر ص:۱۱۵)

تین سال کی عمر میں مجمع لگا کر کرتہ اٹھانے کیلئے ٹائم تھا،طوائفوں کو نصیحتیں اور مبہوت کرنے کیلئے وقت تھا، ۲۰ سال کی نوعمر لڑکیوں کو ماں کی چھاتیاں چوستے ہوئے دیکھنے کا وقت تھا، ذکر پر تحقیق کر کے اس کے نوجوڑ ثابت کرنے کیلئے وقت تھا، ساری دنیا کو کافر بنانے کیلئے پچاس سال تک محنت کرنے کا وقت تھا، مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے رد میں (۲۵)، مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے رد میں (۱۱)، مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے رد میں (۹)، مولانا شاہ اسمعیل شہیدؒ کے رد میں (۱۰)، (**المجمل المعدد لتالیف المجدد** ص ۳۴)۔غیر مقلدین کے رد میں (۲۰۰) سے زائد (سوانح امام احمد رضا ص ۵۰) کتابیں لکھنے کا وقت تھا، اگر وقت نہیں تھا تو رب کریم کے قرآن کریم کی خدمت کرنے کیلئے نہ تھا اور پھر آخر وہ کون سے مشاغل کثیرہ دیرینہ تھے؟ سیاست احمد رضا نہیں کرتا، درس وتدریس کا اسے خیال نہ تھا، واعظ و بیان سے اس کا کوئی واسطہ نہ تھا، مناظرے سے اس پر کپکپی طاری ہو جاتی تو آخر کرتا کیا تھا، جو وقت نہیں تھا؟ ؟؟؟

## خان صاحب کے خلاف وارنٹ گرفتاری اور بریلویوں کے جھوٹ کا انکشاف:

خان صاحب اپنی بدزبانی میں ہر عام وخاص میں معروف ہیں، ان کی بدزبانی اور بداخلاقی پر اس کتاب میں مستقل عنوانات قائم کئے گئے ہیں، موصوف کا اپنے ہی ہم مسلک بدایونی علماء سے اذان ثانی پر اختلاف ہوگیا، جس پر خان صاحب نے اپنی گالم گلوچ والی عادت کے مطابق خوب مغلظات سنائیں جس کے جواب میں بدایونی علماء نے موصوف پر ہتک عزت کا دعویٰ دائر کردیا:

''قصہ یہ ہوا کہ مسئلہ اذان ثانی میں بدایونی حضرات نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر ہتک عزت عرفی کا بدایوں میں مقدمہ دائر کیا، اس مقدمہ میں بدایونی علماء نے بہت کوشش کی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ بدایوں ملزم کی حیثیت سے تشریف لائیں اور ملزم کی جگہ کٹہرے میں کھڑے ہوں''۔(مبحث الاذان وشافی جواب پر کافی ایرادات، ص ۴۳)

خان صاحب کے معتقدین نے اس حوالے سے کافی جھوٹ بولے کہ یہ خان صاحب کی کرامت تھی کہ انگریز عدالت نے بلایا، مگر آپ

اپنی ایمانی غیرت کی وجہ سے عدالت نہیں گئے، مگر آج ہم یہ انکشاف کر رہے ہیں کہ خان صاحب کسی غیرتِ ایمانی کی وجہ سے انگریز عدالت حاضر نہیں ہوئے، بلکہ انہوں نے عدالت سے بچنے کیلئے اپنی بیماری کا جعلی سرٹیفکیٹ تیار کروایا، جیسا کہ آج بھی ہمارے کافی سیاسی رہنما اس طرح کرتے ہیں، چنانچہ خان صاحب کا مرشد گھرانہ اصل حقیقت کو یوں واضح کرتا ہے:

''بدایونی حضرات نے وارنٹ جاری کرایا، جو تعمیل نہ ہوسکا اور صرف سرجن کے اس سرٹیفکیٹ پر کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بہت ضعیف، بیمار و کمزور ہیں، کچہری جانے کی ان میں قوت نہیں، اعلیٰ حضرت کو متعلقہ حاکم نے حاضری سے مستثنیٰ قرار دیا''۔

(مبحث الاذان، ص ۴۳)

یہ تھی اصل صورتحال اب جھوٹ کی فیکٹریوں کے کاریگروں کی ملمع سازیاں ملاحظہ ہو:

''اس طرح حضرت کا عہد تھا کہ وہ کبھی انگریز کی عدالت میں نہ جائیں گے، اس کا سب سے زیادہ مشہور واقعہ جو میرے مشاہدہ میں آیا علمائے بدایوں سے نماز جمعہ کی اذان ثانی ''نزد ممبر یا صحن مسجد'' کے مسئلے پر اختلاف تھا، جس بنا پر مقدمہ بازی تک نوبت پہنچی، اہل بدایوں مدعی تھے اور انہوں نے اپنے ہی شہر کی عدالت میں استغاثہ دائر کیا تھا، مولانا صاحب کے نام عدالت سے سمن آیا، اس پر حاضر نہ ہوئے تو احتمال گرفتاری کی بناء پر ہزاروں عقیدت کیش مولانا صاحب کے دولت کدے پر جمع ہو گئے، نہ صرف جمع ہوئے بلکہ آس پڑوس کی سڑکوں اور گلیوں میں باقاعدہ ڈیرے ڈال دیے، رات دن اس عزم کے ساتھ چوکسی ہونے لگی کہ جب وہ سب جان قربان کر دیں گے تو قانون کے کارندے مولانا کو ہاتھ لگا سکیں گے...... میرا خیال ہے کہ مولانا حشمت اللہ صاحب (بارایٹ لاء) ہی کی کوشش سے مقدمہ مذکورہ اس طرح خارج ہوگیا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کی بات قائم رہی، یعنی وہ ایک مرتبہ بھی حاضر عدالت نہ ہو سکے''۔

(روزنامہ جنگ کراچی ۲۵ رجنوری ۱۹۷۹ء، ماخوذ گناہ بے گناہی ص ۴۲، ۴۳ بحوالہ ماہنامہ القول السدید ستمبر ۱۹۹۱ء)

حالانکہ حقیقت یہی ہے کہ خان صاحب بریلوی کسی دینی غیرت وحمیت کی بناء پر عدالت نہ گئے اور نہ ہی ایسا کوئی مجمع بریلی میں لگا تھا، ان لوگوں میں اتنی ہمت ہوتی تو انگریز کے خلاف کسی تحریک میں اس طرح سینہ سپر ہوتے، بلکہ حقیقت وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی کہ بیماری کا جعلی سرٹیفکٹ غالباً انہی وکیل حشمت اللہ کے ذریعہ بنوا کر جان چھڑائی گئی۔

اس واقعہ کی کچھ تفصیل رضا خانی مفتی اعظم ہند کے خلیفہ مفتی عبدالوہاب قادری نے بھی بیان کی:

''مسئلہ جمعہ کی اذان ثانی پر بعض نادانوں کے کہنے پر کچھ علمائے بدایوں نے اعلیٰ حضرت ۔۔۔ کے خلاف مقدمہ کر دیا حضرت مولوی حشمت اللہ صاحب ۔۔ اس وقت جج کے عہدے پر فائز تھے، انہوں نے اس مقدمہ میں اعلیٰ حضرت ۔۔۔ کی پیروی کی خاطر اس منصب سے استعفیٰ دے دیا اور اعلیٰ حضرت ۔۔۔ کے مقدمہ کی پیروی میں مصروف ہو گئے جب مدت مدید تقریبا تین سال کا عرصہ ہوگیا اور کوئی فیصلہ عمل میں نہ آیا تو یہ مشورہ باہم طے پایا کہ نواب رامپور سے کہہ کر جج بدلی کرائی جائے، چنانچہ حضرت مولوی حشمت اللہ صاحب ۔۔۔ اور دیگر علما مثل مولوی ظہور الحق صاحب بھی ملکر نواب نواب رامپور کے پاس گئے اور ان سے جا کر اعلیٰ حضرت ۔۔۔ کے مقدمہ کی بابت مولوی حشمت اللہ صاحب ۔۔ نے بات کی تو نواب رامپور نے اعلیٰ حضرت ۔۔۔ کے کئی رسالے نکالے اور مولوی حشمت اللہ صاحب سے کہا ان رسالوں میں اعلیٰ حضرت نے مجھے کس قدر برا کہا ہے اور مجھے کتے سے تعبیر کیا ہے، مگر میں ان کی وہی قدر کرتا ہوں جو علمائے حرمین نے ان کی بابت فرمایا اور دن و

تاریخ کا تعین کر کے کہا کہ فلاں دن ہمارا اسپیشل بارہ بجے رات کو بریلی سٹیشن پر پہنچے گا آپ حضرات ہم کو سٹیشن پر مل جائیں اور پھر ہمارے ساتھ الہ آباد کے گورنر کے پاس چلیں، ہم اس سے سفارش کریں گے، چنانچہ وقت موعود پر نواب رامپور کا اسپیشل بریلی اسٹیشن پر پہنچا اور وہاں سے الہ آباد کے گورنر مسٹن کے پاس گئے اور جب نواب صاحب نے اعلیٰ حضرت ۔۔ کے مقدمے کا ذکر کیا تو تو گورنر کا مزاج تبدیل ہو گیا اور اس نے اعلیٰ حضرت کے کئی رسالے نکالے اور نواب صاحب کو دکھلائے کہ دیکھئے مولوی احمد رضا خان نے ہماری حکومت یعنی گورنمنٹ کے خلاف کیسے توہین آمیز الفاظ استعمال کئے ہیں اور آج کیلئے انہوں نے کوئی ایسی طاقت چھوڑی ہے جو ان کا ساتھ دیتی یا مدد کرتی مگر آپ لوگوں کے آنے پر میں بذریعہ تاریخ اس جج کا ٹرانسفر کرتا ہوں اور اس کی جگہ جگدیش پرشاد کو جج مقرر کرتا ہوں چنانچہ ایسا ہی ہوا"۔

(اتمام حجت، ص ۲۰۵ تا ۲۰۷)

غور فرمائیں یہ ہے اس نام نہاد بطل حریت کی اصل حقیقت !! جو آدمی اپنے ایک ذاتی نوعیت کے مقدمہ کیلئے اسی نواب کے تلوے چاٹنے جس کو وہ کتا اور بدمذہب لکھتا رہا اور انگریزوں کی کاسہ لیسی کرے اس سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ انگریز جیسی جابر حکومت کے سامنے کبھی اس نے غیرت ایمانی کا مظاہرہ کیا ہوگا؟

اس آدمی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انگریز سے اتنی نفرت کرتا تھا کہ ٹکٹ الٹا لگاتا تھا مگر یہاں انگریز گورنروں کے جوتے چاٹے جا رہے ہیں۔ باقی یہ بھی رضاخانیوں کا جھوٹ ہے کہ انگریز نے ایسے کوئی رسالے نکالے کسی رضاخانی میں غیرت ہے تو ہمیں بتائے کہ وہ کونسے اعلیٰ حضرتی رسالے ہیں جس میں انگریز گورنمنٹ کو برا بھلا کہا گیا اس کے خلاف محاذ آرائی کا اعلان کیا گیا اس نے تو ساری زندگی انگریز حکومت کے خلاف تحریکوں کی مخالفت کی۔

مسئلہ یہ تھا کہ تین سال کی پیروی میں رضاخانیوں کو یہ یقین ہو چلا تھا کہ کیس ہمارے خلاف جا رہا ہے خان صاحب کی زبان واقعی گندی ہے لہذا ان پر ہتک عزت کا مقدمہ ہر حال میں ثابت ہوگا لہذا اب انہیں بچانے کی فکر ہوئی اور اس سلسلہ میں حکومتی لوگوں سے رابطے شروع کئے گئے کہ کسی طرح اس انصاف پرور جج کو ہٹا کر اپنی مرضی کا جج لگوا کر فیصلہ اپنے حق میں لیا جائے۔

دراصل نواب رامپور کو بھی پتہ تھا کہ موصوف انگریز کے پکے ایجنٹ ہیں اور یہ جج کوئی انصاف پرور معلوم ہوتے ہیں اور انہوں نے سزا ضرور سنانی ہے لہذا خان صاحب کا مقدمہ ان کے آقا انگریز کے پاس لے جایا گیا کہ جج کوئی اپنا آدمی لگاؤ نہیں تو اس بندے کو ذلت سے کوئی نہیں چھڑا سکتا لہذا جعلی بیماری کے سرٹیفکیٹ تیار کر کے اور جج کے تبادلہ کر کے اپنی مرضی کا جج لگوا کر خان صاحب کی جان بخشی کی گئی۔

## پسند اپنی اپنی امام اپنا اپنا:

ویسے یہ بھی ذوق اور قسمت کی بات ہے کہ اپنے زمانے کی سب سے جابر و ظالم حکومت میں خان صاحب آف بریلی پر مقدمات ہوئے بھی تو کبھی شرفاء کی توہین کرنے پر ہتک عزت کا اور کبھی معصوم بچوں کو نہ جانے کن مقاصد کیلئے حبس بے جا میں رکھنے کا، جب کہ دوسری طرف اکابر علمائے دیوبند کئی کئی سالوں تک اس ظالم حکومت کے خلاف آوازِ حق بلند کرنے پر جیلوں میں صعوبتیں برداشت کرتے رہے، امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ بائیس (۲۲) سال تک جلاوطن رہے، حضرت امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی خوب کہا تھا کہ میری آدھی زندگی جیل میں گذر گئی اور آدھی ریل میں (یعنی دین کیلئے تبلیغ کے واسطے سفر میں)، فقیہ العصر حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو

سزائے موت کا پروانہ ملا اور قربان جاؤں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر، خالق دینا ہال کراچی میں انگریز جج کے سامنے کھڑے ہیں، انگریز جج نے اپنے غرور اور کروفر میں پوچھا کہ حسین احمد تو نے جو یہ فتویٰ دیا کہ انگریز کی فوج میں ملازمت حرام ہے اس سے تعاون ناجائز ہے، تجھے معلوم ہے کہ یہ بغاوت کا مقدمہ ہے اور کیا تجھے اس کی سزا کا بھی پتہ ہے؟

قربان جاؤں میرے مدنی پر کہ انگریز کی عدالت سے بچنے کیلئے نہ کوئی بیماری کا جعلی سرٹیفکیٹ بنایا اور نہ مریدوں کا ہجوم منگوا کر "یا مرید المدد" کا نعرہ لگایا، بلکہ اپنی ایمانی غیرت، شجاعت وحمیت کے بل بوتے پر انگریز جج کو للکارتے ہوئے کہا کہ جج صاحب دیوبند سے یہ اپنا کفن اپنے ساتھ لایا ہوں، خدا کی قسم کل بھی فتویٰ دیا تھا، آج بھی فتویٰ دیتا ہوں اور یہاں سے نکلنے کے بعد بھی فتویٰ دوں گا کہ انگریز کی فوج میں ملازمت اور انگریز سے تعاون حرام ہے......حرام ہے......حرام ہے......

انگریز اس بوڑھے کی اس للکار اور بے خوفی پر ہکا بکا رہ گیا......

## سنت معاف نفل معاف:

مولانا احمد رضا خاں (اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہوئے) لکھتے ہیں: "میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں، لیکن الحمدللہ سنتیں کبھی نہ چھوڑیں، نفل البتہ اسی روز سے چھوڑ دیے ہیں۔" (ملفوظات حصہ چہارم ص ۵۰)

معلوم ہوتا ہے مولانا سنت کو بھی اپنے لیے معاف سمجھتے تھے، رہا نمازِ تہجد کا مسئلہ تو مولانا احمد رضا خاں اسے سنت کفایہ کہہ کر فارغ ہو گئے کہ محلے میں کوئی شخص بھی تہجد پڑھ لے تو سب کی طرف سے ادا ہو جاتی ہے، خلاصہ یہ کہ مولانا کو اس دن سے نفل کی توفیق نہ ہوئی، شیطان کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ انسان سے پہلے مستحبات ونوافل وغیرہ چھڑواتا ہے، پھر اس کے لیے آگے چلنے کا راستہ بڑا ہموار ہو جاتا ہے، ان حالات میں مولانا کے تذکروں میں طریقت وسلوک کی پگڈنڈی اگر کہیں نظر نہ آئے تو "المیزان" کے مضمون نگار اعجاز لائبریرین کو شکوہ نہ ہونا چاہیئے تھا۔

(امام احمد رضا نمبر ص ۲۱۸)

مگر دوسری طرف ظفر الدین بہاری صاحب کے تقویٰ وطہارت کے متعلق بریلوی لکھتے ہیں:

بریلوی شیخ الحدیث مفتی عابد حسین لکھتا ہے: "ملک العلماء قدس سرہ نوافل پر بھی مداومت اور التزام برتتے تھے، سنت نمازیں ہو یا سنت روزے ہر ایک کو دوام کے ساتھ عمل میں تولاتے ہی تھے، نوافل کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، اس باب میں وہ جمعرات جمعہ کا بھی روزہ رکھتے تھے اور ایام بیض یعنی ہر ماہ کی (۱۳، ۱۴، ۱۵) تاریخ کے روزے پر بھی استقامت تھی، اہلِ خرد جانتے ہیں کہ ان روزوں کی حیثیت مستحب ونوافل سے زیادہ نہیں اس کے باوجود ان کی پابندی حضرت ملک العلماء کے کمالِ تقویٰ کی دلیل ہے"۔ (جہان ملک العلماء، ص ۳۱۱)

جب نفلی نماز، روزہ کمال تقوے کی دلیل ہے تو خان صاحب کا اس کو چھوڑ دینا اس بات کی دلیل ہوگا کہ خان صاحب "کمالِ تقویٰ" پر نہ تھے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ خان صاحب کا نوافل کو ادا نہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھنے والوں کا شمار "اہلِ خرد" میں نہیں ہوتا، بلکہ وہ واقعی اس بات کے حق دار ہیں کہ انہیں "خان صاحب کی بے وقوف بھیڑیں" کہا جائے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علمائے سلف کا یہ طریق تھا کہ وہ جن علماء کو نوافل میں کوتاہی کرتے ہوئے دیکھتے تو اس کے عالم ہونے کا انکار کرتے اور اس کا اکرام ترک کر دیتے۔ (رسائل ملا علی قاری، ج ۱، ص ۴۱)

مگر بریلویوں کا تو مجدد ہی نرالا ہے!!!!

بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے: "شیطان پہلے مستحب چھڑاتا ہے پھر سنت پھر واجب پھر فرض"۔ (نور العرفان، ص ۸۸۹)

جب خان صاحب مستحبات ونوافل کے تارک ہو گئے تو پھر واجبات اور فرائض کے بھی تارک ہوئے ہوں گے۔

## خان صاحب نے اعتکاف کبھی نہیں کیا:

خان صاحب نے زندگی میں کبھی بھی مسنون اعتکاف نہیں کیا، اعتکاف کا صرف ایک واقعہ ملتا ہے، وہ بھی ۲۶ ر رمضان کا، ملاحظہ ہو:

"مولوی محمد حسین میرٹھی بیان کرتے ہیں کہ ایک سال میں نے بریلی شریف میں رمضان شریف کی ۲۰ ر تاریخ سے اعتکاف کیا، حضور اعلیٰ حضرت...... جب مسجد میں آتے تو فرماتے جی بہت چاہتا ہے کہ میں بھی اعتکاف کروں، مگر فرصت نہیں ملتی، آخر ۲۶ ر ماہ مبارک کو فرمایا کہ آج سے میں بھی معتکف ہو جاؤں"۔ (مجدد اعظم، ص ۹۵)

رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔

**عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ.** (صحیح البخاری: باب الاعتکاف فی العشر الاواخر، ج ۱ ص ۲۷۱)

**ترجمہ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی، پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اعتکاف فرماتی رہیں۔

مگر خان صاحب کو مسلمانوں کی تکفیر سے فرصت ملے تو وہ نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کرتے، خان صاحب کی سوانح پڑھنے والوں پر ایک بات بالکل واضح ہوگی کہ انہیں عبادات سے بالکل بھی کوئی شغف نہ تھا، خان صاحب کی سوانح میں اگر کوئی ان کے شب بیداری، ذکر واذکار، تلاوت قرآن مجید، اوابین، چاشت واشراق ودیگر نوافل کی نشاندہی کردے تو یہ اس کی ایک بہت بڑی کاوش ہوگی!!!!

## شیطان خان صاحب سے بڑا عبادت گذار تھا:

مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

"اگر نبوت اعمال پر ہوتی تو شیطان کو ملنا چاہئے تھی"۔

(تفسیر نعیمی، ج ۱ ص ۳۱۲)

مفتی صاحب یہ نہیں کہہ رہے کہ اگر نبوت اعمال پر ہوتی تو خان صاحب بریلوی کو ملنی چاہئے تھی۔ گویا ان کے ہاں شیطان احمد رضا خان سے بڑا متقی پرہیزگار تھا کہ اگر نبوت کا دارومدار اعمال پر رکھا جائے تو خان صاحب کے مقابلے میں شیطان اس میں جیت جاتے ہیں۔

## احمد رضا اور تصوف کا تضاد:

اگر آپ پچھلے بزرگوں کی سوانح حیات وسیرت کا مطالعہ کریں تو اس میں اللہ والوں کی صحبت، تہجد ونوافل کی کثرت، ذکر واشغال کی مشغولیت، چلہ کشی، بھوک و پیاس کی مشقت، مگر خان صاحب کی زندگی ان باطنی امور سے بالکل خالی نظر آتی ہے، خود ان کے سوانح

نگاروں کی زبانی ملاحظہ فرمالیں: ''مگر افسوس ہے سوانح نگاروں پر جنہوں نے اعلیٰ حضرت کی صوفیانہ زندگی، عشقِ رسولؐ وسوز جگر، حزن وملال اور کیفیتِ قلبی، سرورِ باطنی، احتیاطِ ظاہری کا کہیں ذکر تک نہیں کیا''۔ (المیزان ص ۲۱۷، انوار رضا ص ۲۳)

''جو کچھ سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے وہ سب علمی اکھاڑے کی باتیں ہیں، ان کتابوں میں کہیں بھی سلوک کی پگڈنڈی نظر نہیں آتی، جو انتشار پسند ذہنوں کو تقویت پہنچا سکے''۔ (المیزان ص ۲۱۸)

بھلا سلوک وریاضت وتصوف کی مہک بھی کبھی محسوس کی ہوتی تو یہ سب کچھ ملتا، احمد رضا کے پیر ومُرشد جو کتوں کو پالنے کے شوقین تھے، وہ تو خود ابھی تک سلوک اور تزکیہ کے محتاج تھے، اسی لئے تو انہوں نے احمد رضا کو بغیر مشقت ومجاہدہ کے پہلی ملاقات میں خلافت دے دی۔ (المیزان ص ۳۶۷)

۲۲ سالہ احمد رضا کو بلا تزکیہ ومجاہدہ خلافت سے نوازنا ان پیر صاحب کیلئے کچھ تعجب خیز نہیں، اس لئے کہ ان کے ہاں خلافت ملنا بہت آسان تھی، ان سے زیادہ تعجب خیز واقعہ سنئے کہ اسی پیر صاحب نے احمد رضا کے بیٹے مصطفیٰ رضا کو چھے ماہ کی عمر میں خلافت دے دی تھی۔ (دیکھئے مقدمہ سامانِ بخشش ص ۹)

## پیرومرشد گھرانے کی دینداری کی حالت:

نواب احمد رضا خان صاحب مارہرہ والوں سے بیعت تھے، اس خاندان کی دینی حالت خود بریلویوں کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

سجّادہ نشیں سرکارکلاں مارہرہ شریف حضرت مہدی حَسن میاں......فرماتے ہیں: ''میں جب بریلی شریف آتا تو اعلیٰ حضرت......خود کھانا لاتے اور ہاتھ دُھلاتے، ایک مرتبہ میں نے سونے کی انگوٹھی اور چھلّے پہنے ہوئے تھے، حسبِ دستور جب ہاتھ دُھلوانے لگے تو فرمایا: ''شہزادہ حضور! یہ انگوٹھی اور چھلّے مجھے دے دیجئے!'' میں نے اُتار کر دے دیے اور بمبئی چلا گیا، بمبئی سے مارہرہ شریف واپس آیا تو میری لڑکی فاطمہ نے کہا: ''ابا حضور! بریلی شریف کے مولانا صاحب (یعنی اعلیٰ حضرت......) کے یہاں سے پارسل آیا تھا، جس میں چھلّے انگوٹھی اور ایک خط تھا جس میں یہ لکھا تھا: ''شہزادی صاحبہ یہ دونوں طلائی اشیاء آپ کی ہیں (کیونکہ مَردوں کو ان کا پہننا جائز نہیں)''۔

(حیات اعلیٰ حضرت ج ۱، ص ۱۰۵، بحوالہ اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوشش، مکتبہ المدینہ)

ایک عام مسلمان کو بھی علم ہے کہ سونا مرد کو پہننا حرام ہے، لیکن جب سجّادہ نشین کی مذہبی حالت کا یہ حال ہو تو اس خاندان کے دیگر افراد کا اندازہ آپ خود لگالیں، ان حضرات کی صحبت میں رہ کر کیا خاک خان صاحب کی اصلاح ہوئی تھی؟؟ یہ بھی یاد رہے کہ سونے کی کڑے انگوٹھیاں عموماً خاص کر چھلّے کڑے ہمارے ہاں روافض پہنتے ہیں، اس پر آگے تفصیل آرہی ہے کہ خان صاحب کا یہ پیرومرشد گھرانہ تفضیلی شیعہ تھا۔

## دیوبندی ''فاضل بریلی'' سے کیا مراد لیتے ہیں:

ایک بریلوی یہ عقدہ کشائی کرتا ہے کہ جب دیوبندی خان صاحب کو ''فاضل بریلی'' کہتے ہیں تو اس سے ان کا مقصد:

''فاضل بریلوی کہنے میں ایک گونہ راحت نظر آئی اس لئے کہ فاضل کا مصدر فضل اور فضول دونوں ہیں......فضول پر نظر کرتے ہوئے دل کے بغض اور آتشِ حسد کی تسکین ہوجاتی، اس لئے سب چھوڑ کر اسی کو لکھنا بولنا پسند کیا''۔ (جہان مفتی اعظم ہند، ص ۹۹)

## خان صاحب کا کوڑی ہو کر مرنا اور عبرتناک انجام:

رضاخانی شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم پر افترا کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''ہمارے دور میں مولوی غلام خان (پاکستان) اپنے وقت کے تمام گستاخوں میں نمبر اول تھے۔ اس کی تقریر وتحریر نبوت اور ولایت کی گستاخی اور بے ادبی پر مبنی ہوتی ہے آخر تقریر دبئی (عرب ممالک میں ہوئی) عینی گواہ شاھد ہیں کہ اس نے جونہی گستاخانہ رویہ اختیار کیا تو غضب الٰہی ایسا جوش میں آیا کہ اسٹیج پر عذاب الٰہی نے آگھیرا یہاں تک کہ ہسپتال پہنچتے ہی شکل تبدیل ہوگئی۔ اس کی ہیبت ناک شکل دیکھنے والوں کی حالت غیر ہوجاتی اس لئے چہرہ کو چھپادیا گیا اور دبئی سے پاکستان بھیجنے والے ڈاکٹروں نے چہرہ دیکھنے کی ممانعت کردی بالآخر اسے ڈھکے چھپے چہرے سے دفنایا گیا''۔

(شرح حدائق بخشش، ج ا،ص ۲۱۴)

اس ظالم نے خوف خدا سے بے نیاز ہوکر جتنے جھوٹ اپنی اس عبارت میں بولے یقیناً ان کی لعنتیں موصوف اس وقت اپنی قبر میں سمیٹ رہے ہوں گے۔ اگر اس قسم کی بکواس کا نام ان کے ہاں ''حقانیت مسلک'' کہلاتا ہے تو اویسی کی اسی اصول کی روشنی میں ہم خان صاحب کے متعلق ایک واقعہ نقل کرتے ہیں اور رضاخانیوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ جس اصول سے اویسی نے یہ واقعہ نقل کیا ہے اسی اصول پر اس واقعہ کو غلط ثابت کرے

خان صاحب بریلوی نے اللہ کے سچے ولیوں کے خلاف جو محاذ قائم کیا وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں اس کی گالیوں دشنام طرازیوں اور بدتمیزیوں کی سزا اسے دنیا میں اللہ کی طرف سے ایسی ملی کہ سارا جسم کوڑی ہوگیا تھا خون میں فساد ہوگیا تھا اور جسم سے گندی بدبو آتی۔

یہ بات اس قدر مشہور ہوگئی تھی کہ علمائے دیوبند تک پہنچ گئی تھی۔ (ملاحظہ ہو تذکرۃ الرشید، ج ۲،ص ۸۲) لیکن علمائے دیوبند پھر بھی اس ظالم کیلئے ہدایت کی دعا کرتے رہے۔

میں اس قسم کی باتیں کرنے کا عادی نہیں لیکن چونکہ ابتدا اہل بدعت سے ہوئی اس لئے اب سنئے میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہماری مسجد کے امام صاحب جو خود ایک بزرگ شخصیت ہیں نے مجھ سے بیان کیا کہ میرے پیر صاحب نے مجھے یہ واقعہ سنایا کہ انہوں نے خان صاحب کو قبر میں خنزیر کی صورت میں دیکھا اور ان کے منہ سے کتے کے بھونکنے کی آواز آرہی تھی۔ استغفر اللہ۔ یہ ہوتا ہے اللہ والوں سے دشمنی کا انجام کہ دنیا میں بھی ذلیل ورسوا اور آخرت میں بھی۔

یاد رہے کہ خان صاحب کا چہرہ بھی موت کے وقت بگڑ گیا تھا اور کسی کو دکھانے کے قابل نہ رہا تھا ورنہ اویسی کے اصول کی روشنی میں اس کے چہرے کی کوئی تصویر ہمیں دکھائی جائے کیونکہ کیمرہ تو خان صاحب کی پیدائش سے پہلے ہندوستان میں آچکا تھا۔ اویسی کے اس بہتان کا مزید تفصیلی جواب میری کتاب ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد سوم'' میں ملاحظہ ہو۔

☆☆☆☆

# ہماری پیش کردہ عبارتوں کا اصولی جواب

ہم نے نواب احمد رضا خان صاحب کی زندگی پر ایک مختصر تبصرہ کیا، اس میں سے کچھ باتوں کا جواب فریق مخالف نے دیا بھی جس کا جواب الجواب ہم ماقبل میں موقع کی مناسبت سے دیتے رہے، لیکن بندہ یہاں ایک اصولی جواب نقل کر رہا ہے جو ہم نے شروع کتاب میں بھی ذکر کیا جس سے اس باب میں ہمارے گھر کی پیش کردہ تمام عبارتوں کا جواب ہو جاتا ہے:

خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں: ''متاخر شارح محشی جو کچھ لکھ جایا کرتے ہیں وہ مطلقاً خود ان کا اپنا اعتقاد نہیں ہوتا نہ کہ تمام اہلسنت و جماعت کا عقیدہ، عقیدہ وہ ہوتا ہے جو متون و مسائل میں بیان کر دیا یا بالائی تقریریں اس کے موافق ہیں تو حق ہیں مخالف ہیں تو وہی ان کی بحث بازیاں اور ذہن آزمائیاں اور قلم کی جولانیاں ہیں''۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۵، ص ۲۷۴)

رضاخانی لکھتے ہیں: ''اہل علم جانتے ہیں کہ یہ الزامی جواب ہے اور الزامی جواب میں مخالف کے سوال یا موقف سے جو نقض وارد ہوتے ہوں وہ بھی اکثر جواباً پیش کر دیے جاتے ہیں''۔ (ردّ اعتراضات، ص ۷۷۳)

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ خود رضاخانیوں نے یہ اصول اپنایا ہے کہ بعض اوقات فریق مخالف کو الزام دینے کیلئے اور چپ کرانے کیلئے قلم کی جولانیاں یا ایسی عبارات نقل کی جاتی ہیں جو خود صاحب نقل کا عقیدہ نہیں ہوتا، اب رضاخانیوں نے اپنی کئی کتب میں ہمارے علماء کی ذات پر کیچڑ اچھالا ہے، ہمارے بڑوں نے اگر کہیں لکھ دیا کہ ہمیں معلوم نہیں فوراً حاشیہ چڑھا دیا کہ یہ ان کی لاعلمی و جہالت ہے دیکھو خان صاحب نے یہ جواب دیا، ہمارے اکابر کی آپس کی خوش طبعی کی عبارتوں پر فحش فحش عنوانات قائم کر کے کتب میں شائع کروائے تو اسی اصول سے ہم نے الزام الخصم کے طور پر یہ ساری گفتگو کی اور ان کی ان بے ہودگیوں کے جواب میں یہ سب کچھ نقل کیا۔

رضاخانیوں نے ایک نرالہ اصول لکھا ہے کہ:

''حقیقت یہ ہے کہ بعض آیات کے لفظی تراجم کی وجہ سے کسی صحیح العقیدہ سنّی پر فتویٰ نہیں لگایا گیا، بعض آیات کے لفظی تراجم کی بنا پر جو فتویٰ لگایا گیا ہے اس سے مراد وہابی دیوبندی مترجمین ہیں ان کو گستاخ قرار دینے کی اصل وجہ ان کا کریمینل (مجرمانہ) ریکارڈ ہے (جس کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان پر فتویٰ لگایا گیا ہے) کیونکہ وہابیہ دیابنہ اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ ہیں اس لئے یقیناً ان آیات کے ''لفظی تراجم'' سے بھی ان کا مقصد شانِ رسالت کا انکار کرنا ہی ہے''۔ (کنزالایمان اور مخالفین، ص ۲۷)

مولوی حشمت علی رضوی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: ''فقیر کی اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ اس قول کی وجہ سے ملا علی قاری رحمہ اللہ پر صرف خطاء و غلطی کا الزام ہے، لیکن گنگوہی کے دوسرے اقوال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی عداوت ثابت ہو چکی ہے، اس لئے گنگوہی مرتد نے یہ قول بک کر اپنے کفر میں ایک اور اضافہ کیا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ایک مسئلے میں اپنا خیال ظاہر کرنا تھا جو ان کے نزدیک دلائل

سے ثابت ہوا اگر چہ فی نفسہ وہ غلط و باطل ہے، لیکن گنگوہی کا مقصود سرکارِ رسالت ﷺ میں گالی بکنا تھا''۔ (کنزالایمان ص ۳۰)

مزید لکھتے ہیں: ''جب کسی اہلسنّت عالم نے انبیاء کی طرف ذنب کی نسبت کی ہے تو اس سے مراد مجازی معنیٰ ہوگا یعنی صورتِ ذنب، خلافِ اولیٰ وغیرہ لیکن اگر یہ کام دیوبندی حضرات کریں تو حقیقی معنیٰ مراد لیا جائے گا''۔ (کنزالایمان، ص ۲۰۹)

اب دیکھیں انہوں نے خان صاحب بریلوی اور اپنے اکابر کو بچانے کیلئے یہ اصول گھڑا کہ اگر کوئی ایسا لفظ جس سے توہین و گستاخی نکلتی ہو تو اگر دیوبندی اس کو استعمال کریں گے تو وہ گستاخی ہوگا، کیونکہ وہ معاذ اللہ گستاخ ہیں اور اگر بریلوی استعمال کریں گے تو اس کی کوئی تاویل کریں گے کوئی مجازی معنیٰ تلاش کریں گے۔

تو اب چونکہ بریلوی اور ان کے خان صاحب بمع اہل و عیال آباء و اجداد، فاسق، فاجر، مشرک، بدعتی، ظالم، جاہل، مسلمانوں کے دشمن، عیش و عشرت کے دلدادہ ہیں، اپنے ہی فتوؤں سے گستاخ و جہنمی ہیں جیسا کہ اس کتاب اور دیگر کتب میں ثابت کیا گیا ہے، لہٰذا ہم نے خان صاحب کی زندگی پر جو حوالہ جات پیش کیے ان سے وہی معنیٰ مراد لیا جائے گا جس سے ان کا فسق و فجور عیش پرستی و حرام کاریاں، جہالت و عداوتِ دین ثابت ہو، لیکن اگر اسی قسم کی عبارات علمائے دیوبند کے حق میں نکل آئی تو اس کی کوئی نہ کوئی مناسب تاویل و توجیہ کر دی جائے گی کہ اکابر علمائے دیوبند دین کے خادم، اللہ کے اولیاء اللہ ہیں !!!!



# بریلی شہر کی تاریخ

بریلی خان صاحب کا آبائی شہر ہے، جس کے ایک محلہ جسولی میں خان صاحب رہائش پذیر تھے، مولوی عبدالعزیز خان عاصی بریلوی کے بقول بریلی شہر چارسوسال قدیم ہے مگر اس کی کوئی تاریخ نہیں ملتی۔ (تاریخ روہیل کھنڈ و بریلی، ص ۷ طبع اوّل)

بریلی کا پرانا نام ''پانچال'' تھا...... ٹھاکر جگت سنگھ کے دو بیٹوں بانس دیو، برال دیو نے ۱۵۲۷ء میں موجودہ بریلی کی بنیاد ڈالی، ان دونوں بھائیوں کی نسبت سے اس شہر کا نام بانس بریلی مشہور رہا۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت، مارچ ۲۰۱۵، ص ۵۲)

مولوی عبدالعزیز صاحب بھی لکھتے ہیں: ''بریلی ہمالہ پہاڑ کے دامن میں آباد ہے کھتر یا ٹھاکر جگ سنگھ نے موجودہ آبادی بریلی سے پورب کی طرف موضع جگت پور آباد کیا، ۱۵۰۰ء پھر باس دیو برلدیو ۱۵۳۷ء بریلی آباد کی اور انہیں کے ناموں پر باس بریلی مشہور ہوئی''۔ (تاریخ روہیل کھنڈ و بریلی، ص ۲۱)

دیوبند اور روائیونڈ جیسے شہروں کے نام پر اعتراض کرنے والے بریلوی ذرا بریلی کی تاریخ اور وجہ تسمیہ کو بھی ایک دفعہ پڑھ لیں، بہر حال نواب احمد رضا خان بریلوی اسی بریلی کے ایک محلہ ''جسولی'' جو بازار حسن کے پڑوس میں واقع تھا پیدا ہوئے۔

پروفیسر محمد اسلم بریلوی اپنے سفر نامہ میں اس شہر کے متعلق بڑی دلچسپ معلومات دیتے ہیں سو وہی ملاحظہ ہوں:

''پچھلے وقتوں میں بریلی روہیل کھنڈ کا صدر مقام تھا اور اٹھارویں صدی میں حافظ الملک حافظ رحمت خان (م ۱۷۷۵ء) کی وجہ سے اسے بڑی شہرت ملی۔ ان دنوں وہاں یونیورسٹی بھی بن گئی ہے، جو یونیورسٹی آف روہیل کھنڈ'' کے نام سے موسوم ہے۔

ریلوے اسٹیشن سے چند قدم کے فاصلے پر بریلی ہوٹل سول اینڈ ملٹری ہوٹل نام کے دو بڑے اچھے ہوٹل ہیں، میں نے اس بار بریلی ہوٹل میں قیام کیا، نہا دھو کر سیر و تفریح کیلئے نکلا، ہوٹل سے قریب ایک مسجد تھی جہاں میں نے مغرب کی نماز قدرے تاخیر سے ادا کی، وہاں ایک بورڈ نصب تھا جس پر یہ عبارت مرقوم تھی کہ **''یہاں دنگا فساد اور مذہبی بحث کرنے والا خود ذمہ دار ہوگا''۔**

مسجد کے صحن میں چند آدمی بیٹھے ہوئے تھے، جب میں نماز ادا کرنے کیلئے کھڑا ہوا تو ایک شخص نے مجھے ٹوکا اور کہا کہ میں اپنی گھڑی اتار لوں، کیونکہ کلائی کے ساتھ گھڑی باندھنے سے نماز نہیں ہوتی، میں نے اس کی سنی اَن سنی ایک کر دی اور نماز ادا کر کے مسجد سے باہر آیا،

قریب ایک مسلمان کا ریستوران تھا، میں نے ڈرتے ڈرتے اس سے مولانا احمد رضا خان کے مزار کا اتہ پتہ پوچھا، ڈرنے کی بات یہ تھی کہ اگر میں مولانا صاحب کیلئے لمبے چوڑے القاب استعمال کرتا اور وہ دیوبندی ہوتا تو میں مشکل میں پھنس جاتا اور اگر میں اس کا ذکر عام الفاظ میں کرتا اور میرا مخاطب بریلوی ہوتا تو مجھے جان بچانی مشکل ہو جاتی۔

بہر حال! اس بھلے آدمی نے مجھے ان کے مزار کا اتا پتہ بتایا تو میں نے اس سے کہا کہ وہ کسی رکشا والے کو سمجھا دے اور وہ مجھے وہاں پہنچا دے، اس نے فوراً ایک رکشا والے کو بلایا اور اس سے کہا: ''یہ بڑے مولوی صاحب کے ہاں جا رہے ہیں، انہیں وہاں تک لے جاؤ اور خبر دار ایک روپیہ پچیس پیسے سے زیادہ کرایہ وصول نہ کرنا''۔

مولانا احمد رضا خان (م ۱۹۲۱ء) کے مزار تک جانے کیلئے پرانے شہر کے اندر پر پیچ اور تنگ گلیوں سے گذر کر جانا ہوتا ہے، راستے میں ایک چھوٹا سا بازار پڑتا ہے، جسے بجریا کہتے ہیں، اس بازار کی دوکانوں اور مکانوں کی حالت دیکھ کر خیال آتا ہے کہ کسی وقت یہ بریلی کا بازارِ حسن ہوگا، (احمد رضا خان صاحب کی چھوٹی عمر میں شاید اسی بازار میں رنڈیوں سے ننگے ستر ملاقات ہوئی تھی، از ساجد) بجریا سے گذر کر سوداگری محلے میں جا پہنچتے ہیں، یہی محلہ مولانا صاحب کی دینی سرگرمیوں کا مرکز تھا، سوداگری محلے کی ایک گلی کے ایک موڑ پر ایک عام سے مکان کے باہر ایک بورڈ لگا ہوا تھا، جس پر ''جامعہ رضویہ منظہر الاسلام'' مہتمم ریحان رضا خان'' لکھا ہوا تھا، اس جامعہ میں گنتی کے چار پانچ کمرے ہوں گے، جامعہ سے چند قدم کے فاصلے پر ایک تکونی مسقف مسجد ہے جس کا صحن نہیں ہے، کیونکہ اتنی گنجان آبادی میں بڑی مسجد تعمیر کرنی ممکن ہی نہیں تھی، اس مسجد سے قریب ہی ایک مکان کے اندر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا مزار ہے، اس مکان کے دروازے پر ایک بورڈ لگا ہوا ہے جس پر یہ مصرعہ درج ہے ؎

بے ادب پا منہ ایں جا کہ عجب درگاہ ہست

دروازے پر ایک سبز رنگ کا پردہ لٹک رہا تھا، میں پردہ ہٹا کر اندر داخل ہوا، اس کمرے میں کئی قبریں ہیں، مولانا احمد رضا خان کی قبر وسط میں تھی اور اس کے گرد ایک غلام گردش بنا ہوا ہے، جسے ان کے معتقدین مطاف کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اسی کمرے میں مولانا احمد رضا خان کے فرزند حامد رضا خان کی بھی قبر ہے اور ان کے لوحِ مزار پر ان کے نام کے ساتھ'' قامع بدعت محی سنّت'' کا لقب بھی کنندہ تھا، اس کمرے میں جیلانی میاں اور حسنین رضا کی بھی قبریں ہیں، ایک قبر اعلیٰ حضرت کے خادم خاص حاجی کفایت اللہ کی بھی ہے، میں دربار رضائیہ سے باہر نکلا تو میری نظر ایک لمبے چوڑے بورڈ پر پڑی ان پر'' اعلیٰ حضرت ایک نظر میں'' کے عنوان سے ولادت سے لیکر وفات تک ان کے حالاتِ زندگی لکھے ہوئے تھے، مولانا صاحب کا رہائشی مکان'' دیارِ رضا'' بھی قریب ہی ہے، اس کے دروازے پر'' ادارہ تصنیفات رضا بریلی'' کا بورڈ آویزاں تھا۔

میری خواہش پر ایک صاحب نے مجھے مولانا احمد رضا خان کے مزار کے بالائی منزلہ پر لے گئے، مزار سے ملحقہ عمارت'' رضوی افریقی دار الاقامہ'' کے نام سے موسوم ہے۔ وہاں غالباً جامعہ منظہر الاسلام کے طلبہ رہتے ہیں، مولانا صاحب نے فتاویٰ افریقہ کے نام سے ایک مجموعہ فتاویٰ چھاپا تھا، شاید اس دار الاقامہ کا نام بھی اسی مناسبت سے رکھا گیا ہو۔ (سفر نامہ ہند، ص ۱۹۹ تا ۲۰۱)



# بریلی کے بازار میں

✍ حضرت مولانا فضیل احمد ناصری صاحب حفظہ اللہ

حضرت مولانا فضیل احمد ناصری صاحب حفظہ اللہ کا یہ سفرنامہ قسط وار سوشل میڈیا پر شائع ہوا تھا، سفرنامہ انتہائی دلچسپ و پُر مغز معلومات پر مشتمل ہے، جس میں بریلی شہر کا کافی حد تک تعارف بھی پیش کیا گیا ہے، آنجناب کی اجازت سے اسے کتاب کا حصہ بنایا جارہا ہے!!!!

میرے واقفین احوال جانتے ہیں کہ میری شادی بریلوی خاندان میں ہوئی ہے۔ ۱۰ ؍ جون کو اسی خاندان کے ایک فرد جناب احسن رضا کی شادی تھی، یہ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی کے نوجوان فاضل ہیں، کچھ ہوں نہ ہوں، بقلمِ خود علامہ و مولانا بھی ہیں، اختلافِ عقائد ونکات ونظر کے باوجود مجھ سے تعلقات بنائے رکھنے میں کامیاب بھی ہیں۔

کئی سال پہلے سے ہی مجھ سے کہہ چکے تھے کہ میری شادی میں آپ کی شرکت ناگزیر ہے، ورنہ میں شادی ہی نہیں کروں گا اور آخر تک ان کا اصرار قوی تر رہا۔ چناں چہ عدمِ شرکت کی انتہائی کوششوں اور بہانوں کے باوجود مجھے شریکِ تقریب کرنے میں کامیاب رہے۔

## بانس بریلی کا سفر:

جس نوجوان کی شادی تھی وہ بریلی کے جامعہ نوریہ میں بدعت آموزی کرنے کے ساتھ وہیں کسی محلے کے معبد کا امام بھی تھا، اس معبد

کے مقتدیوں میں سے ایک صاحب سے اس کے تعلقات پختہ تر ہوتے گئے اور یہی پختگی باہمی رشتے کا سبب ٹھہری، ۱۰ر جون کو نکاح ہونا تھا، میں ایک دن پہلے پہونچ چکا تھا، 9 کو اسکار پیو سے بریلی کے لیے روانہ ہونا تھا، چناں چہ ہم لوگ 9 ویں جون کو 11 بجے کے آس پاس گھر سے نکلے، گاڑی بس ایک ہی تھی اور کارواں ڈرائیور سمیت صرف نونفوس پر مشتمل، گاڑی مظفر پور کے راستے سے چمپارن ہوتے ہوئے یوپی میں داخل ہوئی اور اگلی صبح یعنی 10 جون کو پانچ بجے بریلی شہر میں داخل ہوگئی۔

## معبد خواجہ غریب نواز میں:

نوجوان یوں تو رسومات وخرافات کی پوری ادائیگی کے بعد دولہا بن کر گھر سے روانہ ہوا تھا، سفید کرتے پاجامے کے ساتھ گلابی رنگ کا عمامہ بھی۔ اس پر سر سے پیر تک گل یاسمین سے پرویا ہوا سہرا، جو پوری پیشانی کو محیط اور وہاں سے پیر تک پھولوں کے پردے میں۔ پھر اس پر تیز گلابی رنگ کے کپڑے کا ایک طول طویل ٹکڑا، جو سہرے سے کچھ چھوٹا تھا۔ سہرے اور ٹکڑے نے ہاتھی کی سونڈ کا سماں باندھ دیا تھا لیکن سفر طویل تھا، اس لیے مظفر پور سے پہلے ہی انہیں اتار دیا گیا تھا اور نوجوان صرف سادے لباس میں تھا۔ صبح 5 بجے بریلی پہونچے تو فیصلہ ہوا کہ یہیں کہیں ٹھہر کر سب کو از سر نو تیار ہونا ہے۔ نہانا دھونا ہے۔ دولہے کو بھی یہیں سے نہلا دھلا کر تیار کرنا ہے۔ گاڑی بھی یہیں سجانی ہے۔ یہ فیصلہ قلعہ کے قریب ہوا۔ سب لوگ اتر گئے اور مناسب جگہ کی تلاش شروع ہوگئی۔ مجھے فجر کی نماز پڑھنی تھی۔ پاس میں ہی ایک معبد پر نظر پڑگئی۔ بریلویوں کے عبادت خانے کو میں مسجد کے بجائے معبد سے یاد کرتا ہوں۔ دولہے نے مجھے پہلے ہی مشورہ دے دیا تھا کہ کہیں کچھ بولنا نہیں ہے۔ آپ بولیں گے تو مسئلہ کھڑا ہو جائے گا۔ آپ پہچان لیے جائیں گے اور سخت برے احوال سے گزرنا پڑے گا۔ یہ مشورہ میرے ذہن میں تھا، مگر سب بالائے طاق۔ معبد میں اولاً میں داخل ہوا اور میرے ساتھ رفقائے سفر میں سے ایک۔ مہاراشٹر کے معابد میں باہر ہی ایک بورڈ پر اعلان آویزاں ہوتا ہے:

''یہ سنی بریلوی مسجد ہے، یہاں وہابی، دیوبندی، تبلیغی اور اہلِ حدیث کو آنے کی اجازت نہیں ورنہ پانچ ہزار روپے کے جرمانے کے ساتھ پوری مسجد بھی دھونی پڑے گی''

یہ ہدایات بھی مجھے تازہ تھیں۔ معبد میں داخل ہوتے ہوئے مجھے ڈر لگ رہا تھا، کہیں یہاں بھی مجھ پر جرمانہ عائد نہ ہو جائے اور لات گھونسوں سے میری نوازش نہ ہونے لگے۔ خیر! ہمت کر کے معبد میں داخل ہوا۔ ایک مولبی صاحب لنگی بنیان میں ملبوس کوئی برتن دھورہے تھے۔ سر پر ہرے رنگ کی پلاسٹک کی جالی دار ٹوپی۔ معبد بھی اندر باہر سے مکمل سبز۔ میں نے انہیں آواز دی۔ وہ آئے۔ میں نے ان سے نماز کا وقت معلوم کیا۔ انہوں نے سنجیدگی سے جواب دیا، گفتگو سے معلوم ہوا کہ یہی اس معبد کے امام ہیں۔ میرا موبائل چارج نہیں تھا، میں نے انہیں چارجنگ کے لیے موبائل دیا، وہ اسے لے کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔ میں نے استنجے سے فراغت پا کر نماز ادا کی۔ نماز سے پہلے پنکھا چلایا تو پورا معبد صندل کی بو سے بھر گیا۔ نماز کے بعد میں لیٹ گیا۔ رفیق سفر نے کہا کہ:

''مولانا سے اجازت لے کر یہیں سب لوگ نہالیں اور یہیں سے تیار ہو کر محفلِ نکاح میں جائیں۔ بات آپ ہی کیجیے''۔

میں نے امام صاحب کو بلایا نرم و نازک لہجے میں ان کے سامنے مدعا رکھا۔ انہوں نے فوراً ہامی بھر لی۔ دولہے سمیت نو آدمیوں نے نہایا، دھویا اور یہیں نوشاہ کو امتیازی حالت میں پہونچا دیا گیا۔ اس پورے عمل میں گھنٹہ بھر صرف ہوا۔ میں نے سب سے اخیر میں تیاری

کی۔اس اثنا میں کہ رفقائے سفر نہا دھو رہے تھے،میں نے موقع غنیمت جان کر امام صاحب سے گفت وشنید کا طویل سلسلہ شروع کر دیا۔پتہ چلا کہ وہ بہار کے ہی ہیں۔مجھے تھوڑی انسیت ہوئی۔انہوں نے بتایا کہ اس معبد کے امام میرے استاذ ہیں جو مدرسہ منظرِ اسلام بریلی میں پڑھاتے ہیں۔میں بھی وہیں کا طالب علم ہوں اور جلالین کی جماعت میں ہوں۔اس وقت استاذ اپنے وطن میں ہیں،اس لیے سرِ دست میں ہی یہاں امامت کر رہا ہوں۔مدرسہ منظرِ اسلام بریلی کا نام پہلے سے سن چکا تھا،امام صاحب کے منہ سے سنا تو مجھے تفصیلات کا اشتیاق ہوا۔ساری باتیں میرے علم میں آئیں،میں سراپا گوش برآواز رہا۔استفہامات وسوالات کا سلسلہ درازتر کرتا رہا۔دولہے میاں ہماری گفت وشنید سے بڑے گھبرائے ہوئے تھے۔میرے پاس آئے اور اشارے سے کہنے لگے کہ یہ سلسلہ بند کریں۔فتنہ ہو جائے گا۔میں ان سنی کرتا رہا اور مکالمہ جاری رہا۔امام صاحب کی عمر 17،18 سال رہی ہوگی۔بے ریش و بروت۔خوب صورت رنگ و روپ۔خوش مزاج وشگفتہ دماغ۔متین وسنجیدہ۔نہا دھو کر ہم لوگ گاڑی پر سوار ہوئے اور محفل کی طرف چل پڑے۔رفقاء کہنے لگے کہ مولانا نے امام صاحب سے مکالمہ شروع کیا تو ہم ڈر گئے تھے کہ کہیں دیوبندیت و بریلویت کی جنگ نہ چھڑ جائے،مگر الحمدللہ ایسی نوبت نہیں آئی۔گاڑی کم وبیش 15 منٹ چلی ہوگی کہ منزل آگئی۔ہم اترے اور ناشتہ واستہ کر کے نکاح کی تیاریوں میں لگ گئے۔

## بریلوی تہذیب وتمدن پر براہِ راست پہلی نظر

محفل میں پہونچا اور آنے جانے والوں کو دیکھا تو ان پر ہندوانہ تہذیب کا رنگ غالب تھا۔چہرے بشرے دہقانوں سے۔لباس ووضع بھی غیر مسلموں جیسے۔کلائیوں میں دھاگے۔دسترخوان کا نام شاید انہوں نے سنا بھی نہیں ناشتہ بستر پر ہی لگا دیا اور بالکل روکھے پھیکے انداز میں۔کوئی لہک چہک نہیں۔نمازی کوئی بھی نہ لگا۔

## میاں بیوی کا جھگڑا:

ناشتے سے فارغ ہوئے تو پتہ چلا کہ نکاح میں ابھی تھوڑا سا وقت ہے۔میں تفریح کے لیے باہر نکلا تو دیکھا کہ لوگ ایک جگہ اکٹھے ہو رہے ہیں۔قریب ہوا تو پتہ چلا کہ میاں بیوی جھگڑ رہے ہیں۔میاں اپنی بیوی کو اپنی گاڑی پر کہیں لے جانا چاہتا ہے،جب کہ بیوی کہتی ہے کہ یہ میرا شوہر نہیں،میں اس پر حرام ہوں،میں اس کے ساتھ کیوں بیٹھوں؟ شوہر آتا ہے،گھسیٹتا ہے،مارتا ہے،مگر بیوی نہیں مانتی اور اپنا دکھڑا سناتی ہے۔یہ منظر دیکھ کر میں آگے بڑھ گیا۔

## بریلی کا تعارف:

بریلی شہر اتر پردیش میں دریائے گنگا کے کنارے واقع ہے۔یہ یوپی کے بالکل وسط میں ہے۔لکھنؤ سے اس کی مسافت 250 کلومیٹر ہے اور دہلی سے 255،جب کہ دیوبند اور بریلی کے درمیان 319 کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔یہ قدیم ترین شہر ہے۔اس کی شہرت سرمہ اور جھمکے سے زیادہ رہی ہے۔

جگت سنگھ کے دو بیٹے تھے،ایک بانس دیو،اور دوسرا بریل دیو،انہیں دونوں بھائیوں نے 1537ء میں اسے بسایا تھا اور اپنے ناموں پر اس شہر کا نام بانس بریلی رکھا تھا۔ایک قول یہ بھی ہے کہ بانس کا استعمال یہاں بہت زیادہ ہے،اس لیے اسے بانس بریلی کہا جاتا ہے۔

بریلی کے ساتھ بانس کے اضافے سے رائے بریلی سے امتیاز ہو جاتا ہے، جو کہ لکھنو کے آس پاس ہے۔ بدعات کے فروغ میں بانیٔ بریلویت کے مجددانہ کارناموں کے بعد سے اسے بریلی شریف بھی کہا جاتا ہے۔ یہی وہ شہر ہے جس کی طرف منسوب ہو کر اہل البدعۃ والخرافۃ بریلوی کہلاتے ہیں۔ اہل البدعۃ والخرافۃ کی نظر میں اس شہر کی وہی حیثیت ہے جو اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک حجازِ مقدس کی۔

## بریلویت سے ہماری بیزاری:

آگے بڑھنے سے پہلے یہ عرض کر دوں کہ بریلویت اور بدعت میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ ہر بریلوی لازماً بدعتی ہوگا، مگر ہر بدعتی بریلوی ہو، یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ اجمیر درگاہ کے مجاورین بدعتی ہیں، مگر بریلوی نہیں۔ اکثر بڑی درگاہوں کے سجادہ نشین اور مجاورین بدعتی تو ہیں، لیکن بریلویت سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ ان میں سے اکثر تو بانیٔ بریلویت کو جانتے تک نہیں۔ اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ میرا خاندانی تعلق ابتدا سے ہی اہل السنۃ والجماعۃ سے رہا ہے اور بحمدہ تعالیٰ آج تک خانوادۂ ناصری میں بریلویت کا کوئی گذر نہیں ہوا۔

میرا موجودہ وطن بلہا، کمتول، ضلع مدھوبنی ہے۔ ایک زمانے میں یہ گاؤں تقریباً کل کا کل ہی بریلویت زدہ تھا۔ میرے والدِ مرحوم حضرت مولانا جمیل احمد ناصری رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہاں مستقل رہائش اپنائی اور مسجد کے امام بنے، بریلویت آہستہ آہستہ ایک محلے تک محدود رہ گئی۔ آج والدِ مرحوم کی مساعیٔ جمیلہ سے یہ گاؤں دیوبندی غلبے والا ہے۔ بریلویت کے خلاف نفرت ہمارے ذہنوں میں اس طرح بسا دی گئی تھی کہ ہم کسی بریلوی یا بریلوی زادے کو آتے ہوئے دیکھتے تو زور زور سے اس طرح چڑاتے:

**"بریلی بیل کا بچہ، دیوبندی دین کا سچا"**

جب کہ ہم میں شعور کہیں سے کہیں تک نہیں تھا۔ آغازِ زندگی سے ہی بریلویت کی مخالفت نے مجھے اس کا آسان شکاری بنا دیا ہے۔ اب تو برائے نام ہی اس کے رد میں قلم چلاتا ہوں، لیکن ایک دور وہ بھی گزرا ہے کہ میں اس کے خلاف شمشیر برہنہ رہتا تھا۔ بانیٔ بریلویت کی قبر پر جناب احسن رضا نے جب اپنی شادی میں شرکت کے لیے مجبور کر دیا تو میں نے ایک شرط یہ رکھی کہ بانیٔ بریلویت کی قبر پر بھی جاؤں گا، جسے وہ مان گئے تھے۔ نکاح میں ابھی خاصا وقت تھا۔ لڑکی کے کئی اہم مہمان ابھی گھر نہیں آئے تھے، ان کا انتظار تھا۔ میں نے احسن رضا [دولہے میاں] سے کہا کہ نکاح ہوتے ہوتے شاید دو بج جائیں گے اور تین چار بجے بہار کو روانگی بھی ہے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس دو گھنٹے کے وقت کو کام میں لے آیا جائے، چناں چہ بانیٔ بریلویت کے کوچے کا قصد کر لیا گیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ آپ اپنا پائجامہ ٹخنے سے ملا لیں اور ایک مخصوص رومال گردن میں لٹکا لیں جس کے دونوں کنارے کرتے کے دامن کے آخری حصے کو چھو رہے ہوں۔ یہ اس لیے تاکہ لوگ آپ کو بیگانہ نہ سمجھ لیں۔

میں نے کہا کہ عزیزم! آپ فکر نہ کریں، یہ تشخصات ہمارا عظیم سرمایہ ہیں، میں جہاں بھی جاتا ہوں ان سے سمجھوتہ نہیں کرتا، ان کے بغیر گھر سے باہر میرا وجود نہیں۔ میں تو انہیں تشخصات کے ساتھ جاؤں گا۔ اللہ میری مدد کرے گا۔ میری ضد دیکھ کر دولہے میاں مان گئے، البتہ یہ کہا کہ مسلکی گفتگو بالکل نہیں کرنی۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے۔ پھر ہمارا سات نفری قافلہ رواں دواں ہوا اور بڑا بازار نامی علاقے میں کچھ چل کر ایک کوچے کو ہم مڑ گئے۔ یہ سیتارام نامی محلہ تھا۔ تھوڑا اور چلے تو ہمارے رہبر [یعنی دولہے میاں] نے بتایا کہ یہ اعلیٰ حضرت کا مکان ہے اور یہ ازہری میاں کا گھر۔ میں نے پوچھا کہ یہی محلہ سوداگران ہے؟ تو بولا: جی۔ بانیٔ بریلویت کے نسل کے مکانات راستے کی دونوں طرف

تھے۔ میں نے اپنی عادت کے برخلاف موبائل سے ان مکانات کے فوٹو لیے اور سب کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ اب ہم ایک پتلی گلی میں تھے۔ بمشکل چالیس قدم چلے ہوں گے کہ درگاہ آ گئی۔ اس کے دو دروازے تھے، ایک دروازہ سب سے بڑا اور شاہ در، جب کہ دوسرا بائیں طرف ذیلی جیسا۔ دونوں دروازوں پر موٹی موٹی پنّیاں لٹکی ہوئی تھیں، جو اس طرف مشیر تھیں کہ اندر اے سی کا انتظام ہے۔

شاہ در کو دیکھا تو اس پر ایک مصرعہ بہ زبانِ فارسی درج تھا ؎

بے ادب پا منہ ایں جا کہ عجب درگاہست

یعنی اس مقام پر بے ادبی کے ساتھ پاؤں نہ رکھنا، کیوں کہ یہ عجیب درگاہ ہے۔ میں چھوٹے دروازے سے جوں ہی داخل ہوا تو درگاہ واقعی عجیب لگی، بلکہ بہت عجیب۔ دروازے سے جاتے ہی دو نامعلوم قبریں راستے کے دائیں بائیں تھیں۔ چار قدم آگے بڑھا تو ایک نمایاں قبر دکھائی دی، جس پر پھولوں کے نذرانے تھے، کتبہ بھی لگا ہوا تھا، میں نے پڑھا تو معلوم ہوا کہ یہ تو بانیٔ بریلویت کے فرزند حامد رضا خاں [ولادت: **1875**، وفات **1943**] کی قبر ہے۔ وہی حامد رضا خاں، جنہیں ان کے حلقے میں حجۃ الاسلام اور نہ جانے کن کن القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ قبر دیکھی تو بے ساختہ مولانا ظفر علی خان مرحوم یاد آ گئے:

اوڑھ کر حامد رضا خاں آئے بدعت کا غلاف
ذات ان کی ہے مجدد، بات ان کی لام کاف
مانچسٹر کے کفن سازوں سے لایا ہے ادھار شرک کی انٹی
بریلی کا یہ بڈھا نور باف
بیچ میں کھٹمل بھرا گودڑ ہے پھیلایا ہوا گرچہ آتا ہے نظر اجلا
رضائی کا غلاف پیکرِ طاغوت ہے یا ہے رضائے مصطفےٰ
باپ تھا اس لاش کا سر اور بیٹا اس کی ناف
مشغلہ ان کا ہے تکفیر مسلمانانِ ہند ہے
وہ کافر جس کو ہو ان سے ذرا بھی اختلاف
جب سے پھوٹی ہے بریلی سے کرن تکفیر کی
دید کے قابل ہے اس کا انعکاس و انعطاف
جو حریف اسلام کا ہو، آپ ہیں اس کے حلیف
اس کے دشمن آپ ہیں جو ہو نصاریٰ کے خلاف
ہم مٹا دیں گے زمانے سے نشاں اسلام کا بندہ پرور!
کہہ نہیں دیتے یہی کیوں صاف صاف
زندگی ہے اس کی ملّت کے لیے پیغام موت

کر رہا ہو جو بجائے کعبہ، قبروں کا طواف

بانیٔ بریلویت کی نرینہ نسل انہیں سے چلی۔ ان کے بیٹے ابراہیم رضا ہیں اور ان کے پوتے منانی میاں، ازہری میاں وغیرہ۔

## بانیٔ بریلویت کی قبر پر؛ بانیٔ بریلویت کی قبر کا ظاہری حال:

حامد رضا خاں کی قبر سے تین چار قدم کے فاصلے پر دائیں طرف تین قبریں ہیں، جن میں درمیان میں بانیٔ بریلویت اور ان کے دائیں مصطفیٰ رضا خاں اور بائیں طرف ریحان رضا خاں عرف رحمانی میاں ہیں۔ یہ تینوں قبریں ایک چبوترے میں ہیں۔ ان قبروں پر پھولوں کی فراوانی ہے، بالخصوص مجدد البدعات بانیٔ بریلویت کی قبر پر تو مٹی نظر ہی نہیں آتی۔ چبوترے کا دروازہ مجدد البدعات کی قبر کے بالکل سامنے ہے، بلکہ پیر سے ایک دم متصل۔ میں دروازے کے قریب کھڑے ہو کر خان صاحب اور ان کے دائیں بائیں قبروں کے کتبات دیکھنے لگا۔

میرے ہمراہی قبر کے سرہانے تین چار ہاتھ کے فاصلے پر بیٹھ گئے تھے، انہوں نے اشارے سے مجھے بلایا اور اپنے ساتھ بٹھایا۔ میں بیٹھا تھا اور میرا ذہن خان صاحب کے بدعت نواز کارناموں کی طرف دوڑ رہا تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے آج اس پٹھان بندے کی قبر تھی، جس کی پوری زندگی سنّت کے خلاف اور بدعات کی پرجوش حمایت میں گزری، جس کے نتیجے میں ملتِ اسلامیہ ہندیہ کو بریلویت کی صورت میں ایک نئی صف بندی کا زخم جھیلنا پڑا۔ ندوۃ العلما لکھنؤ اپنے ابتدائی دور میں مدرسہ نہیں، تحریک تھا، اس کے بعض اجلاس میں خان صاحب بھی مدعو تھے۔ ایک اجلاس میں انہیں دعوتِ شرکت دی گئی، وہ گئے، مگر ان کا استقبال ویسا نہ ہوا، جیسا وہ چاہ رہے تھے۔ ناراض ہو کر وہاں سے اٹھے اور بریلی پہونچ کر تحریکِ ندوہ کو سبوتاژ کرنے کی مہم چھیڑ دی۔ اشتہار بازی کی، پمفلٹ لکھے، رسالے تیار کیے، کتابیں قلم بند کیں۔ چھوٹے بڑے رسائل سمیت 100 کتابیں ردِ ندوہ پر لکھیں، مگر ندوہ جوابی کارروائی سے باز رہا، خاموشی، طویل خاموشی، لامتناہی خاموشی۔ ردِ عمل نہ ملا تو دیوبند کا رخ کیا اور دھڑا دھڑ کفر کے گولے داغنے لگے۔

دیوبند اسلام کا مضبوط قلعہ اور دین کا غیور سفیر تھا، وہ کیوں خاموش رہتا۔ اس نے منہ توڑ جوابات دیے۔ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ''الطین اللازب علی الاسود الکاذب'' اور ان جیسی درجنوں کتابیں لکھ کر بانیٔ بریلویت کا وہ حشر کیا کہ آج تک بریلویت اس درد سے بلبلا رہی ہے۔

میں ان کے سرہانے پر بیٹھا رہا اور ان کے سیاہ کارناموں کو یاد کرتا رہا۔ میں سوچتا رہا کہ ان کی نظر بھی کیسی نظر تھی کہ اللہ اور رسولِ خدا تو ایک ذات اور دو روپ نظر آئے اور کمزور تھی تو اتنی کمزور کہ انگریزی دورِ حکومت بھی انہیں دار الاسلام دکھائی دیا۔ عجیب مجموعہ اضداد تھے۔ ان کے یہ اشعار بار بار یاد آتے رہے ؎

کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو! تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے، کدھر گئے تھے
وہی ہے اول، وہی ہے آخر، وہی ہے باطن، وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے، اسی سے ملنے، اسی سے اس کی طرف گئے تھے

یعنی شبِ معراج میں حضور ﷺ اللہ سے ملنے نہیں گئے تھے، بلکہ اللہ اپنے آپ سے ملاقات کے لیے مکہ سے آسمان پر گیا تھا۔'' اعلام

الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام" خان صاحب کی وہ کتاب ہے جس نے ان کی انگریز نوازی کا سارا بھانڈا پھوڑ دیا تھا۔

پانچ دس منٹ کے بعد ہم نے نکلنا چاہا تو میں نے سوچا کہ دیوبندیت کے اس دریدہ دہن حریف کے پائتا نے ایک بار پھر جاؤں اور قبروں کے کتبات کو غور سے دیکھوں۔ میں جس وقت چبوترے کے بالکل وسط میں کھڑا تھا تو مجھے ایسا لگا گویا خان صاحب مجھے بھگا دینا چاہتے ہوں اور میرا وجود ان پر گراں گزر رہا ہو۔ ان کی قبر پر پھول اتنے تھے معلوم ہو رہا تھا کہ چالیس پچاس گلشنوں کی آغوش اجاڑ کر لائے گئے ہیں۔ پھول زیادہ تر پیٹ کے حصے پر تھے۔ اس کے نتیجے میں پیٹ کی اونچائی لمبے تڑنگے آدمی کی کمر کو چھو رہی تھی۔ شکمِ مبارک کی اونچائی کو دیکھ کر مجھے اچانک ان کے وصایا شریف یاد آگئے، جن میں انہوں نے کھانے کی لذیذ انواع و اقسام کی فہرست تیار کروا کر ہفتے میں دو تین بار انہیں اپنی قبر پر بھیجنے کی وصیت کی تھی۔

خان صاحب کی تدفین کے بعد ایک صاحب نے فرمائشی کھانا ان کی قبر پر بھیجا تھا، اب نہیں معلوم کہ وصایا شریف کے اس اہم ترین اور افضل ترین جز پر عمل ہو رہا ہے یا نہیں؟

خان صاحب کے دائیں طرف ان کے فرزندِ اصغر لیٹے تھے۔ دس بارہ چمنستان کے پھولوں سے لدے پھندے۔ یہ جناب مصطفیٰ رضا خاں تھے۔ اپنے پیروکاروں میں مفتیٔ اعظم ہند کے لقب سے معروف۔ درجنوں کتابوں کے مصنف و مرتب، جن کا مرکزی نقطہ وہی فروغِ بدعت ہے۔ ایک کتاب ''وقعات السنان'' کے نام سے لکھی، ایسی کتاب، کہ عالم بریلویت میں دھوم مچ گئی۔ زبان و بیان ایسا کہ تہذیبِ اسلامی کو شرمانا پڑ گیا۔ سب وشتم سے بھرپور اور علم و عرفان سے کوسوں دور۔ یہ **1892** میں پیدا ہوئے اور **1981** میں موت کی چادر اوڑھی۔ ان کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ ان کی ساری نسلیں بیٹی کی طرف سے ہیں۔

بانیٔ بریلویت کے بائیں طرف جناب ریحان رضا خاں عرف رحمانی میاں کی قبر ہے۔ یہ بانیٔ بریلویت کے پڑپوتے اور جناب ابراہیم رضا خاں کے فرزند ہیں۔ ان کے احوال معلوم نہ ہو سکے۔ چبوترے کے دائیں طرف مزید دو قبریں ہیں، ایک قمر رضا خان کی، جو ازہری میاں اور منانی میاں وغیرہ کے بھائی ہیں۔ اور دوسری ابراہیم رضا خاں کی، جو ازہری میاں وغیرہ کے والد ہیں۔ پھول یہاں بھی کم نہ تھے۔ دونوں قبریں ان سے ڈھکی ہوئیں۔ ابراہیم رضا خان صاحب جناب حامد رضا خاں کے فرزندِ اکبر اور بانیٔ بریلویت کے پوتے ہیں۔ **1325**ھ میں ولادت ہے اور **1385**ھ میں وفات۔ یہ اپنے حلقے میں مفسرِ اعظم ہند کے لقب سے جانے جاتے ہیں اور جیلانی میاں سے بھی مشہور ہیں۔ یہ اپنے دادا کے دور میں ہی پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش پر کیا کچھ ہوا، مجدد البدعات کے تلمیذِ اجل جناب ظفر الدین بہاری کی زبانی سنئے:

''حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب کے برابر لڑکیاں ہی پیدا ہوتیں، اس لیے سب لوگوں کی دلی تمنا تھی کہ کوئی لڑکا پیدا ہوتا تاکہ اس کے ذریعے اعلیٰ حضرت کے حسب ونسب اور فضل وکمال کا سلسلہ جاری رہتا، خداوند عالم کی شان کہ **1325**ھ میں مولوی محمد ابراہیم رضا خاں قبلہ کی ولادت ہوئی۔ نہ صرف والدین اور اعلیٰ حضرت، بلکہ متوسلین کو بھی از حد خوشی ہوئی۔ اس خوشی میں منجملہ اور باتوں کے اعلیٰ حضرت نے جملہ طلبائے مدرسہ اہل سنت و جماعت منظرِ اسلام کی ان کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی۔ بنگالی طلبہ سے فرمایا: آپ لوگ کیا کھانا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: مچھلی بھات، چناں روہو مچھلی بہت وافر طریقے پر منگائی گئی اور ان لوگوں کی حسبِ خواہش دعوت

ہوئی۔ بہاری طلبہ سے فرمایا: آپ لوگوں کی کیا خواہش ہے؟ ہم نے بتایا: بریانی، زردہ، فیرنی، کباب، میٹھا ٹکڑا وغیرہ، چناں بہاریوں کے لیے پرتکلف کھانا تیار کرایا گیا...... اس وقت خاص خاص عزیزوں مریدوں کے لیے جوڑا بھی تیار کیا گیا تھا۔ نہایت ہی مسرت سے لکھتا ہوں کہ میں بھی ان خاص لوگوں میں سے ہوں، جن کے لیے جوڑا تیار کرایا گیا تھا'' [حیاتِ اعلیٰ حضرت ص 47، 48]

جیلانی میاں کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ جب وہ چار سال کے تھے تو ان کے دادا بانیٔ بریلویت نے ان کی بیعت کی اور اسی وقت خلافت واجازت سے نواز دیا۔

درگاہ میں کل آٹھ قبریں تھیں۔ درگاہ چم چم کر رہی تھی۔ لائٹوں کا معقول انتظام تھا۔ دیواریں اور ستون سفید اور کالے سنگِ مرمر سے مزین، بالکل زیبرا اسٹائل۔ اوپر کالے پتھر کی پتلی ترچھی لائنیں اور نیچے سفید پتھر کی۔ اسی ترتیب سے پوری درگاہ سجی ہوئی۔ مجدد البدعات کی قبر جس چبوترے میں ہے، پورے کا پورا جھوم روں سے بھرا ہوا۔ خان صاحب کی وفات اکتوبر 1921 میں ہوئی ہے، اس مناسبت سے عرسِ رضوی کی صد سالہ تقریبات منائی جا رہی ہیں۔ چبوترے کی چھت کی طرف دیکھا تو جھوم روں کے ساتھ کپڑے کے چھوٹے چھوٹے مزین ٹکڑوں پر عرسِ رضا لکھا تھا۔ پوری درگاہ اے سی کی وجہ سے ایک دم سرد تھی، 15، 20 افراد عجیب وغریب ٹوپیوں والے معتکف وخیمہ زن۔ ہر آنے اور جانے والا مجدد صاحب کے پائتانے میں جاتا، سجدہ کرتا، چادر کو چومتا اور الٹے پاؤں واپس لوٹتا۔

ہماری واپسی کا وقت ہوا تو میرے ہمراہی بھی اسی طرح الٹے پاؤں پلٹے اور میں نے اپنے تشخص کے ساتھ سیدھی راہ لی۔ میں درگاہ میں کم وبیش دس منٹ رہا، مگر کوئی دعا وغیرہ نہیں کی، کئی ارادت مندوں کو دیکھا کہ وہ مجھے ترچھی نظروں سے دیکھ رہے ہیں، مگر میں نے ان سب کی پرواہ کیے بغیر وہی کیا، جو کرنا تھا۔

## الٹے پاؤں پلٹنے کا ایک واقعہ:

الٹے پاؤں پلٹنے پر ایک واقعہ یاد آیا۔ سات آٹھ برس ہوتے ہیں، یہی احسن رضا میرے ساتھ تھے۔ وہ اس وقت قطب مینار دہلی کے قریب کسی بدعت خانے میں بدعات کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ میری خواہش تھی کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پر حاضری دوں۔ یہ تیرہویں صدی عیسوی کے بزرگ تھے۔ 1273ھ میں پیدا ہوئے اور 1327ھ میں وفات پائی۔ بڑے باخدا تھے۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے خلیفہ اور بابا فریدالدین گنج شکر کے پیر ومرشد۔

ان کی شخصیت علوم ومعارف کا گنجینہ اور معرفتِ الٰہی کا دفینہ تھی۔ اپنی وفات کے وقت وصیت ان الفاظ میں کی:

''میری نمازِ جنازہ وہی آدمی پڑھا سکتا ہے جس میں چار شرطیں موجود ہوں:

1: اس کی تکبیر اولیٰ کبھی قضاء نہ ہوئی ہو۔

2: عصر اور عشا کی سنتیں اس سے کبھی ترک نہ ہوئی ہوں۔

3: تہجد کی نماز اس نے قضاء نہ کی ہو۔

4: غیر محرم لڑکی پر کبھی اس کی نظر نہ پڑی ہو۔

خواجہ کا انتقال ہوا، جنازہ رکھا تھا، ان کا ایک خدمت گار آگے بڑھا اور اعلان کیا:

''جس میں یہ چار شرطیں پائی جائیں وہی آگے بڑھے''۔
مجمع میں سے کافی دیر تک کوئی نہ نکلا تو ایک درویش کھڑا ہوا اور اس نے روتے ہوئے کہا کہ:
''افسوس کہ آج میرا راز فاش ہوگیا۔ مجھ میں یہ چاروں شرطیں پائی جاتی ہیں''۔

یہ درویش کوئی اور نہیں، ہندوستان کے حکمراں سلطان شمس الدین التمش تھے۔ جنازہ انہوں نے ہی پڑھایا۔ ایک دن احسن رضا صاحب مجھے وہاں لے گئے۔ دیکھا تو درگاہ بدعات وخرافات کا مخزن تھی۔ ایصالِ ثواب کیا اور ہم نکلے۔ احسن رضا صاحب کے نکلنے کا انداز کچھ ایسا تھا کہ میں نے پوچھ لیا: جناب! سیدھے جانے اور الٹے پلٹنے کی وجہ؟ تو کہنے لگے کہ یہ اللہ کے ولی کی آرام گاہ ہے۔ سیدھے لوٹ جانا انہیں پیٹھ دکھانا ہے، یہ بڑی بے ادبی ہے۔ میں نے بے ادبی سے بچنے کی غرض سے ایسا کیا۔ فوراً میں نے اعتراض جڑ دیا: جناب! یہ بزرگ زیادہ قابلِ احترام ہیں یا آپ کی ماں؟ کہنے لگے: ماں۔ میں نے کہا: پھر آپ اس طرح وہاں سے کیوں نہیں پلٹتے؟ وہ خاموش رہے۔ پھر پوچھا: آپ مسجد میں جاتے ہیں، وہاں قرآن رکھا ہوتا ہے، آپ کی واپسی وہاں سے اس رنگ کی کیوں نہیں ہوتی؟ پھر ایک طویل خاموشی۔ بے چارے کے پاس آج تک کوئی جواب نہیں۔

## ازہری میاں کی قبر پر:

خیر یہ تو ایک جملۂ معترضہ تھا۔ درگاہِ رضویہ سے باہر نکلا تو دیکھا میرے رہبر احسن رضا صاحب قافلے کے ساتھ بائیں طرف جا رہے ہیں۔ میں بھی ساتھ ہولیا۔ سات قدم کے بعد ادھر درگاہِ رضویہ ختم ہوئی اور دوسری بڑی عمارت میرے سامنے تھی۔ دونوں عمارتوں کے درمیان ایک پتلی سی گلی تھی، جس میں درگاہوں پر چڑھاوے کے لیے لوگ ریڑھیاں لگائے بیٹھے تھے۔ چادریں، اگربتیاں، پھول اور شیرینیاں اور چڑھاوے کے سارے ضروری لوازمات دستیاب ومہیا۔ ہم عمارت میں داخل ہوئے۔ یہ عمارت ایک سال قبل ازہری گیسٹ ہاؤس سے موسوم تھی۔ جولائی 2018 میں ازہری میاں کا انتقال ہوا تو اس پورے گیسٹ ہاؤس کو درگاہ میں تبدیل کر دیا گیا۔ پندرہ قدم اندر بڑھے ہوں گے کہ ازہری میاں کی قبر سامنے تھی۔ دو چار مجاورین سر بجیب۔ قبر رنگین اور منقش چادروں سے ڈھکی ہوئی۔ مٹی کا اتہ پتہ نہیں۔ اوپر جھومروں کی کثرت۔ قبر کے سرہانے شیشے سے تیار شدہ ایک گنبد نما ظرف، جس میں چاندی کا بڑا سا تاج رکھا تھا۔ یہ ازہری میاں کے معروف لقب تاج الشریعہ کی طرف مشیر تھا۔ ازہری میاں کا پورا نام اختر رضا خاں ہے۔ یہ جناب ابراہیم رضا خاں کے بیٹے، حامد رضا خاں کے پوتے اور بانیٔ بریلویت کے پرپوتے تھے۔ 1940 میں پیدا ہوئے اور 2018 میں وفات پائی۔ اپنے حلقے کے وہ محدث بھی تھے، مفسر بھی، فقیہ بھی تھے، متکلم بھی، خطیب بھی تھے، ادیب بھی، علم وفن کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جس پر اپنی جماعت کے بقول انہیں یدِ طولیٰ حاصل نہ ہو۔ خاندانِ رضوی میں سب سے بڑے یہی تھے۔ دنیائے بریلویت میں انہیں کا سکہ چلتا تھا، جسے وہ کافر کہہ دیں، کسی بریلوی کی مجال نہیں کہ اسے مسلمان باور کرلے۔ منظرِ اسلام سے مستفید، جامعہ ازہر مصر کے تعلیم یافتہ اور تاج الشریعہ کے لقب سے ملقب۔ ایک بار انہیں روپیوں میں بھی تول دیا گیا تھا۔ ان کی قبر دیکھی تو اندازہ ہوا کہ بدعتیوں کے عام مزارات کی طرح یہ بھی کمائی کا ایک ذریعہ ہے۔ عمارت وسیع وعریض تھی۔ خوب صورت اور پرکشش بھی تھی۔ یہاں بھی میں نے کوئی دعا وغیرہ نہیں کی اور چار پانچ منٹ ٹھہر کر نکلنے کی راہ لی۔ نکلتے ہوئے خیال آیا کہ مجدد بدعات کے مقبرے کا فوٹو ممانعت کی بنا پر نہ لے سکا تھا، یہاں شاید وہ سختی نہ ہو، لہٰذا ایک عدد تصویر تو لے ہی لی جائے۔ پھر خیال آیا کہ غلہ پر ایک صاحب بیٹھے ہیں، ان

سے اجازت لے لی جائے۔ انہوں نے اجازت نہیں دی۔ ان کی بغل میں بانیٔ بریلویت کی قائم کردہ تنظیم جماعت رضائے مصطفیٰ کا قدِ آدم اشتہار تھا، اس کی تصویر کشی کی اجازت چاہی، وہ مل گئی اور میں تصویر لے کر باہر نکل آیا۔

## مدرسہ منظرِ اسلام بریلی میں:

وہاں سے نکلے تو احسن رضا نے بتایا کہ یہ تو رہی درگاہِ اعلیٰ حضرت۔ اب یہاں سے متصل بائیں طرف جو عمارت ہے وہ مدرسہ منظرِ اسلام کی ہے اور دائیں طرف اس کی مسجد۔ معبد اور درگاہ کی گلی سے بالکل باہر نکل گئے تو احسن رضا نے پچھم کی طرف قدم بڑھایا، تین چار قدم کے فاصلے پر وہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے: یہ مدرسہ منظرِ اسلام ہے اور یہ اس کی مسجد۔ چلیے مسجد میں چلتے ہیں اور مدرسے کی زیارت کرتے ہیں۔ میں نے کہا: چلیے۔ اب ہم زینے چڑھ کر معبدِ منظرِ اسلام میں تھے۔ زینے اس طرح ڈھلان والے کہ بڑی احتیاط سے ہی اترا اور چڑھا جاسکتا ہے، بوڑھا اور کمزور آدمی معمولی لغزش سے اپنے ہاتھ پیر تڑوالے۔ اس زینے میں کل 11 پیڑھیاں تھیں۔ عبادت خانے کو غور سے دیکھا تو انوار و برکات کا نام ونشان تک نہ تھا۔ تین چار سو نماز گزاروں کی اس میں گنجائش تھی۔ یہ عبادت گاہ دو منزلہ تھی۔ اس کے دائیں طرف یعنی جانبِ مشرق میں مدرسہ منظرِ اسلام کی سہ منزلہ عمارتیں تھیں۔ احسن رضا نے بتایا کہ مسجد کے چاروں طرف منظرِ اسلام ہی کی عمارتیں ہیں۔ ہرے رنگ سے مزین۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہاں چھ سات سو طلبا عالمِ بریلویت کی کمان سنبھالنے کی مشق کے لیے ہر وقت خیمہ زن رہتے ہیں۔ یہی طلبا آگے چل کر بدعات کے سب سے بڑے نقیب اور سنت کے سب سے بڑے حریف بنیں گے۔ جانبِ مشرق دیوار کو دیکھا تو طغرے کی طرز پر اس کا نام اس طرح درج تھا:

مدرسہ اہلِ سنت و جماعت معروف منظرِ اسلام بریلی

ساری عبارت سمنٹ کو ابھار کر لکھی گئی تھی، خط انتہائی خراب اور مٹی آور، بدذوقی کا غماز!!!!

## مدرسہ منظرِ اسلام بریلی کا تعارف:

یہ مدرسہ بانیٔ بریلویت کا قائم کردہ ہے۔ اس کا سنگِ بنیاد 1904 میں پڑا ظفر الدین بہاری کی کوششیں نہ ہوتیں تو شاید اس کا قیام عمل میں نہ آتا۔ پہلے ماہ کے سارے اخراجات بہار کے اسی بریلوی معتقد نے اپنی جیب سے ادا کیے۔ خان صاحب نے انہیں ہی بخاری پڑھا کر مدرسے کا افتتاح کیا۔ نرالے مجدد نے اپنے دارالتکفیر کی مسند یہیں سجائی تھی۔ حرمین شریفین، عالم اسلام اور دیوبندیت کے خلاف بہت سارے لٹریچر یہیں بیٹھ کر لکھے گئے۔ کفر کے اکثر گولے یہیں نصب کردہ توپوں سے برسائے گئے۔ یہ خان صاحب کی وہ آماج گاہ تھی، جہاں سے ان کے مخالفین پر کفر والحاد اور فسق وزندقہ کی برچھیاں پھینکی جاتی تھیں۔ میں منظرِ اسلام کی عمارت کو دیکھتا رہا اور 100 برس پہلے کی اس فضا کا تصور کرتا رہا جس میں مجدد صاحب زندہ تھے اور شب و روز کی انتھک کوششوں سے پہلے سے رائج بدعات کو نہ صرف فروغ دے رہے تھے، بلکہ قرآن وحدیث اور اجماع وقیاس سے من گھڑت انداز میں اسے تقویت بھی بخش رہے تھے۔ خان صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ جہاں مسلمانوں کو کافر بنانا ہے، وہیں بدعات وخرافات کو مدلل کرنا بھی۔ یہ مدرسہ آج بھی اپنے تکفیری مشن پر خوب سرگرم ہے۔ نرالے مجدد کی اولادیں اگرچہ آپس میں لڑ رہی ہیں اور مقدمے بازی میں مصروف ہیں، مگر منظرِ اسلام اپنے پرانے ٹریک پر تسلسل کے ساتھ چل رہا ہے۔

## ازہری میاں کا مرکزی دارالافتاء وغیرہا:

احسن رضا کا نکاح ابھی باقی تھا اور ہمیں جلد از جلد محفلِ نکاح بھی جانا تھا، اس لیے منظرِ اسلام کی سجدہ گاہ کے بالائی حصے سے اترے اور فوراً واپسی کی راہ لے لی۔ سجدہ گاہ سے دس قدم کے فاصلے پر مجدد صاحب اور ان کی نسل کے مکانات پھر پڑے۔ دائیں طرف ازہری میاں کا مرکزی دارالافتاء والقضاء تھا۔ ایک بڑا سا ہورڈنگ عمارت کی دوسری منزل کے کونے سے لگا ہوا تھا۔ بائیں طرف دیکھا تو عمارت کی دوسری منزل پر رضا لائبریری لکھا تھا۔ ان دونوں مقامات کے بنظرِ غائر ملاحظے کا موقع نہ ملا۔ دو قدم اور آگے بڑھا تو بریلوی مذہب کے حجۃ الاسلام، جناب حامد رضا خاں کا محل تھا، جس پر جلی حروف میں ان کے نام و القاب لکھے تھے۔ ہم تھوڑی ہی دیر چلے تھے کہ محلہ سوداگران ہم سے بہت پیچھے چھوٹ چکا تھا۔

## دیوبند اور بریلی کی گلیوں میں فرق:

محلہ سوداگراں شہر کے جس حصے میں آباد ہے اسے پرانا شہر کہا جاتا ہے۔ یہاں بڑا بازار کے نام سے ایک بڑی آبادی ہے، جس میں ضروریاتِ زندگی کی تمام چیزیں دستیاب ہیں۔ بازار کا راستہ دیوبند کے اندرونِ شہر کی سڑکوں سے زیادہ کشادہ ہے، مگر حیرت ناک بات یہ ہے کہ دیوبند کی تنگ گلیوں سے بھی آپ بآسانی نکل جائیں گے، مگر یہاں کشادہ سڑکوں پر بھی ٹھوکر کھائے بغیر نہ رہیں گے۔ مقتدا کا اثر مقتدی پر پڑتا ہے۔ دیوبند اعتدال کا علم بردار ہے اور بریلی افراط وتفریط کا۔ دیوبند کا اعتدالی مزاج علماء تو علماء، غیر اہلِ علم عوام، حتیٰ کہ حروف ناآشناؤں میں بھی پایا جاتا ہے۔ رکشہ چلانے والا انتہائی برق رفتاری سے رکشہ چلائے گا اور آپ کی بغل سے گزر جائے گا، مگر کوئی گزند آپ کو چھو کر نہیں گزرے گی۔ لیکن بریلی ایک علیحدہ سرزمین ہے۔ افراط وتفریط کا سرچشمہ یہیں سے پھوٹتا ہے، اسی کا اثر ہے کہ یہاں کے بیشتر افراد بھی اس صورتِ حال سے دوچار ہیں۔

درگاہِ رضویہ سے واپسی کرتے ہوئے میں بڑا بازار میں چھ سات منٹ پیدل چلا۔ صبح کے ساڑھے دس بج رہے تھے۔ اکثر دکانیں کھلی بھی نہیں تھیں۔ بھیڑ بھاڑ ابھی شروع بھی نہ ہوئی تھی، لیکن اتنی ہی دیر میں مجھے دوبار بائیکوں نے ٹھوکر ماری۔ مجھے غصہ تو آیا، لیکن **الناس علیٰ دین ملوکھم** کے تصور نے کچھ بولنے نہیں دیا۔ مجھے رہ رہ کر فارسی کا یہ شعر یاد آتا رہا ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند　　　صحبتِ طالح ترا طالح کند

## اردو ندارد:

بانیٔ بریلویت اردو زبان پر بڑا عبور رکھتے تھے۔ ان کی تحریرات بیشتر اردو میں ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کی اردو میں ادیبوں سا رنگ اور انشا پردازوں ساز ورنہیں پایا جاتا۔ جاذبیت و دل کشی کا کوئی عنصر موجود نہیں۔ ان میں تسلسل کا بڑا فقدان بھی ہے، تاہم اردو پر ان کی قدرت مسلمات میں سے ہے۔ نظم ونثر دونوں پر یکساں مہارت۔ حدائق بخشش ان کی شعری صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ کتاب تین جلدوں میں ہے۔ پہلی دو جلدیں بانیٔ بریلویت کی حیات میں ہی شائع ہوئیں، جب کہ تیسری جلد بعد از وفات ان کے خلیفہ محبوب علی خان نے چھاپی۔ یہی وہ جلد ہے، جس میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر ایسے خراب اور گندے اشعار ہیں کہ دیوبندیوں کے اعتراضات نے اسے مارکیٹ سے آناً فاناً غائب کروا دیا۔ آج تک رضاخانی ٹولے پر ان کے جوابات قرض ہیں۔ میرا تصور یہ تھا کہ بانیٔ بریلویت جب اردو پر اس درجہ مالکانہ دستگاہ رکھتے تھے تو بریلی میں اردو کا بڑا عروج ہوگا، مگر وائے ناکامی!! میں بریلی کی سڑکوں پر کافی گھوما، درگاہِ رضویہ

کے علاوہ اردو سڑکوں پر کہیں نظر نہیں آئی۔ جب کہ دیوبند کے مسلم محلوں میں اردو کے علاوہ دوسری زبان بمشکل ہی ملے گی۔

## احسن رضا کے نکاح کی کارروائی:

اب ہم محفلِ نکاح میں تھے، آدمی وہی آٹھ دس، محلے کے امام صاحب نکاح کا رجسٹر لے کر آئے، عمر کوئی 46 کی ہوگی۔ سر پر برکاتی ٹوپی، جس کا بالائی حصہ اتنا ہی خالی، جتنا اندرونی حصہ، کنویں کی منڈیروں کی طرح گول اور اونچائی دو تین منزلے کی، ڈھائی بجے کاغذی کارروائی ہوئی، مہر میں بڑی رقم کے ساتھ 786 روپے التزاماً شامل۔ گواہوں میں ایک نام میرا بھی رکھا گیا۔ میں نے اشارے سے منع بھی کیا، مگر مانا نہیں گیا۔ اندراج میں موجود تمام ناموں کے دستخط ہوئے تو میرا بھی دستخط ہوا۔ میرا دستخط دیکھ کر قاضیٔ نکاح مرعوب ہو گئے اور اس کے بعد میرا احترام کرنے لگے۔ ان کا خط ہمارے یہاں کے درجہ حفظ کے طلبہ کے برابر تھا۔ بدخطی سے میری طبیعت پر بوجھ پڑ جاتا ہے اور میں اس سے بری طرح متنفر رہتا ہوں۔

لڑکی سے ایجاب لیا گیا تو بطورِ گواہ میری موجودگی بھی تھی۔ قاضی صاحب نے اولاً لڑکی کو شہادتین پڑھایا، پھر ایجاب لیا اور اس کا اختتام اقرار باللسان وتصدیق بالقلب پہ کیا۔ وہاں سے آئے تو اب لڑکے سے بھی کلمۂ شہادت پڑھوایا گیا، اس کے ساتھ دوسرے کلمات بھی۔ پھر قبولیت کے کلمات ادا کرائے گئے۔ اخیر میں وہی اقرار باللسان وتصدیق بالقلب۔ اور سب کے بعد خطبہ۔ مکمل خطبہ کے بعد دعا ہوئی۔ قاضی صاحب نے دعا کے لیے مجھ سے درخواست کی، جوان کی شرافت کہیے یا میرے دستخط کا رعب۔ میں نے منع کر دیا۔ نکاح کا سارا عمل مکمل ہونے کو تو ہو گیا، مگر میں حیران تھا کہ سنیوں کے نکاح میں غیر سنی طریقہ کیوں گوارا کیا گیا؟ پھر جب میں نے قبول کیا لڑکی اور لڑکے نے کہہ دیا تو اقرار باللسان وتصدیق بالقلب کی تلقین کا کیا مطلب؟ ان سب پر ستم یہ کہ نکاح کے گواہوں میں ایک نام میرا بھی شامل ہے۔ اب اللہ ہی جانتا ہے کہ احسن رضا صاحب کا نکاح ہوا بھی یا نہیں؟ بس دعا یہ ہے کہ ان کے پیشواؤں کو پتہ نہ چلے، ورنہ انعقادِ نکاح کا مسئلہ کھٹائی میں پڑ سکتا ہے۔

دیوبند اور بریلی اگرچہ اتر پردیش میں ہیں، مگر دونوں کی حیثیت کذائیہ میں فرق بڑا ہے۔ دیوبند ایک قصبہ ہے، جب کہ بانس بریلی ایک شہر۔ لیکن دیوبند نے اپنی تاریخ، عظیم خدمات اور روشن کارناموں سے دنیا کے سودائے قلب میں اپنی ایک شناخت بنائی۔ اس کی حیثیت ڈیڑھ صدی سے احناف کے عالمی مرکز کی ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا ایسا مستند ادارہ روئے زمین پر اب کہیں نہیں پایا جاتا۔ ملک وبیرونِ ملک کے سارے سنّی ادارے اس کے دامن سے اپنی وابستگی کو باعثِ فخر گردانتے ہیں۔ اس کے بالمقابل بریلی ہے۔ ممبئی کی چائے کم پانی کی طرح۔ اس کی حیثیت بدعات وخرافات کے ایک مرکز کی ہے۔ اس کی مرکزیت بھی زیادہ مقبول نہ ہوسکی اور ایشیا کے دو تین ممالک کے علاوہ اس کا کہیں بھی کوئی پرسانِ حال نہیں۔ قبولیتِ عامہ وتامہ کے معاملے میں دیوبند کی حیثیت ہمالے کی ہے اور بریلی کی حیثیت رائی کی۔ بریلی اور دیوبند دو ایسے مقامات ہیں، جن کے درمیان عموماً وہی نسبت سمجھی جاتی ہے جو نسبت آگ اور پانی کی ہے۔ علمی اصطلاح میں کہیے تو نسبتِ تباین۔ لیکن ایسا ہے نہیں، دیوبند ہمیشہ فراخ دل واقع ہوا ہے، بریلی فرقے کا کوئی بھی بندہ دیوبند آجائے، دیوبند اس کے لیے دیدہ ودل فرشِ راہ ہو جاتا ہے، اعلیٰ حضرت ہوں، یا ادنیٰ حضرت، ان میں کوئی تفریق نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے بریلوی طبقے کے رہنما کسی نہ کسی عنوان سے دیوبند آتے رہتے ہیں۔ چند برس قبل دیوبند سے شاکر نامی نوجوان دہشت گردی کے الزام میں دیوبند سے پکڑا گیا تو اس موقعے پر بانیٔ بریلویت کے پرپوتے جناب توقیر رضا خان صاحب بھی یہاں آئے تھے۔ دیوبند نے ان کی آمد پر اس طرح

خوش آمدید کہا کہ ملک کی دینی فضا عطر بیز ہوگئی اور خوش گوار یادوں کے ساتھ انہیں رخصت بھی کیا۔

مگر بریلی کے سینے میں دیوبند جیسا دل نہیں ہے۔ اگر آپ غیر بریلوی ہیں اور اپنے پورے مذہبی و مسلکی تشخص کے ساتھ ہیں تو مجدد صاحب اور ان کی ذریت کی درگاہوں پر نہیں جاسکتے۔ اگر کسی طرح پہونچ بھی گئے تو لات گھونسوں سے تواضع کے لیے تیار رہیے۔ وہاں جا کر صحیح سلامت واپس آجانا خارقِ عادت ہی کہلائے گا۔ دیوبند کے نام سے انہیں اس قدر چڑ ہے کہ جب تک دو چار گالیاں نہ نکال لیں، ان کا جلسہ مکمل نہیں ہوتا۔ تو قیر رضا خان صاحب دیوبند سے واپس آئے تو ان پر کفر کا فتویٰ اسی بریلوی توپ خانے سے چلایا گیا، وہ تو بڑے دل کے تھے کہ تکفیری توپ بازوں کے سامنے ڈٹ گئے اور ان کی آتش دان کو ٹھنڈا کر کے چھوڑا۔

## حسام الحرمین کے مصنّف کے ساتھ اگر ایسا ہو جائے تو:

آپ کو یاد ہوگا کہ بریلی کے نرالے مجدد دیوبند دشمنی میں اس درجہ آگے بڑھ چکے تھے کہ علمائے دیوبند کی کتابوں سے اپنے مطلب کی عبارات نکال کر انہوں نے جمع کیا اور مفتیانِ حرمین کے سامنے استفتا کی شکل میں انہیں پیش کیا۔ مختلف مقامات کی عبارتوں کو اس خوب صورتی سے یک جا کیا تھا کہ سب کی سب متصل واحد اور ایک ہی سیاق کی معلوم ہوتی تھیں۔ جب یہی باتیں حرمین شریفین کے اربابِ افتا کے سامنے گئیں تو انہوں نے بے تکلف علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ مجدد صاحب سفر حجاز سے واپس آئے تو اس قدر مسرور تھے کہ کیا کہا جائے! آتے ہی اس فتوے کو حسام الحرمین کے نام سے شائع کر دیا اور زور و شور سے ڈھنڈورا پیٹا کہ میں تو پہلے ہی سے کہہ رہا تھا کہ دیوبندی کافر ہیں اور اب تو حرمین شریفین نے بھی ان کے کفر پر مہر ثبت کر دی ہے۔

علمائے دیوبند نے بریلوی مجدد کی حرکت دیکھی تو اپنی صفائی پیش کی اور حرمین شریفین کو اپنا قائل کر کے چھوڑا۔ پھر وہی مفتیانِ کرام، جنہوں نے دیوبندیت پر کفر کا فتویٰ داغا تھا، اب اس کی حمایت میں کھل کر آگئے اور صاف صاف کہنے لگے کہ خان صاحب نے فراڈ کر کے ہم سے فتویٰ لیا ہے۔ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الشہاب الثاقب اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری کی کتاب المہند علی المفند اسی پس منظر میں ہیں۔

انقلابِ زمانہ دیکھیے، ایک طرف بریلوی رہ نماؤں کی درگاہیں ہیں اور دوسری طرف علمائے دیوبند کی قبریں۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بانیٔ بریلویت اور ان کی ذریت کی درگاہیں دیکھ کر میں اس نتیجے پر پہونچا ہوں کہ اگر حرمین شریفین کے مفتیانِ کرام ایک نظر ان درگاہوں پر ڈال لیں تو بالیقین انہیں مشرکانہ رسوم و اعمال کا مخزن کہہ دیں گے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے جھوٹ کو زیادہ چلنے نہیں دیا۔ علمائے دیوبند کی قبریں سادگی کی مثال بن گئیں اور بریلوی رہنماؤں کی درگاہیں شرک و بدعات کے اڈے!!!!

## دیوبند اور بریلی کے کھٹے میٹھے تعلّقات:

بریلی کا نام سماعت سے ٹکرائے تو پہلا تاثر یہی ابھرتا ہے کہ دیوبند کا اس سے کیا لینا دینا!! مگر ایسا ہرگز نہیں۔ بریلی سے دیوبند کے قدیم تعلقات ہیں۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے والد مولانا ذوالفقار دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بال بچوں سمیت برسوں یہاں مقیم رہے اور یہیں حکومت کی طرف سے محکمۂ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر کے عہدے پر فائز۔ بریلی کالج میں پروفیسری کے فرائض بھی سرانجام دیے۔ 1851 میں شیخ الہندؒ کی ولادت بھی اسی سرزمین میں ہوئی۔ محمد اکبر علی مرحوم تھانہ بھون کے تھے۔ حکیم الامت حضرت مولانا

اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی بھائی۔ وہ بریلی بگرنگم کے سکریٹری تھے اور بڑے کارآمد۔ بریلی کے سرائے خام کی کئی عمارتیں آج بھی استعمال میں ہیں۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بھائی سے ملاقات کے لیے یہاں برابر آتے۔ مولانا محمد منیر نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد احسن نانوتوی اور مولانا مظہر نانوتوی کے چھوٹے بھائی تھے۔ 1857 کے سرگرم کارکن اور مجاہد۔ جنگِ شاملی میں روپوش ہوئے اور عام معافی ملنے کے بعد باہر آئے تو سیدھے اپنے برادرِ اکبر مولانا احسن نانوتوی کے پاس بریلی پہونچے اور 1861 میں بریلی کالج میں ملازم ہو گئے۔ ملازمت کا یہ تعلق ریٹائرمنٹ پر ختم ہوا اور پنشن پائی۔ مولانا احسن نانوتوی نے مطبع صدیقی کے نام سے اپنا پریس قائم کیا تو وہ اس کے مہتمم بھی رہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی منہاج العابدین کا ترجمہ انہوں نے سراج السالکین کے نام سے کیا تو اسے بھی اپنے بھائی مولانا احسن نانوتوی کے مطبع صدیقی بریلی سے چھاپا۔ یہ 1864 تھا۔

## بریلی کے دیوبندی ادارے:

مولانا محمد حنیف قاسمی اسی بریلی کے ہیں اور کٹر قسم کے دیوبندی۔ 11، 12 برسوں سے جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند سے وابستہ ہیں۔ جب بریلی کا میرا پروگرام بنا تو سب سے پہلے میں نے انہیں فون کیا کہ فرصت ہو تو دیوبند سے تشریف لے آئیں، تاکہ آپ کے ساتھ اپنوں اور بیگانوں کی کارکردگیاں دیکھ سکوں۔ مولانا آئے، مگر اگلے ہی دن چلے گئے، میری ملاقات ان سے نہ ہوسکی۔ میرے پاس ان کی کال آئی کہ میں ایک عالم دین کو آپ کے ساتھ لگا دیتا ہوں، وہ آپ کو آپ کے مطلوبہ مقامات کی سیر کرا دیں گے۔ احسن رضا کا نکاح ہو چکا تھا، اب ہم کھانا کھا رہے تھے۔ اچانک موبائل بجا۔ اٹھایا تو آواز آئی کہ میں مولانا حنیف صاحب کا فرستادہ ہوں۔ دس منٹ میں آپ تک پہونچ رہا ہوں، آپ تیار رہیے۔ میں نے کہا: بہت اچھا۔ دس بارہ منٹ کے بعد ان کا فون آیا کہ میں فلاں جگہ کھڑا ہوں، آپ تشریف لے آئیں۔ میں جلدی چلا۔ دیکھا تو پاس ہی تھے۔ موٹر سائیکل پر سوار، ایک پیر زمین سے لگائے، سر پر ہیلمٹ۔ کرتے پائجامے میں ملبوس۔ یہ مولانا شکیل احمد بریلوی تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل۔ مدرسہ فیض العلوم بریلی کے مہتمم۔ 2005 میں دیوبند سے فراغت پائی۔ معمولی علیک سلیک ہوئی اور ہم بیٹھ کر اپنی منزل کی طرف چل دیے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ بریلی کا نام سن کر ہی ہر دیوبندی کے ذہن میں آتا ہے کہ یہاں دیوبندیت کا گزر بسر کہاں سے ہوگا، لیکن ایسا کچھ بھی نہیں۔ ایک وقت تھا کہ یہاں دیوبندیت عروج پر تھی۔ دیوبندیت کے بڑھتے غلبے سے بریلوی بڑے پریشان تھے۔ اس سلسلے کی یہ تحریر بڑی چشم کشا ہے۔ دارالعلوم منظرِ اسلام کی خشتِ اول کے حوالے سے بریلویوں کے معمارِ ملت شبیہ القادری بہاری لکھتے ہیں:

''ملک العلما ظفر الدین بہاری کے تصورِ دارالعلوم کے اس وارده کو حضرت حجۃ الاسلام خلفِ اکبر اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب اور جناب سید امیر احمد صاحب کی وساطت اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت کی سمع رسانی کرادی۔ اور جناب سید امیر احمد صاحب نے یوں گذارش کی کہ حضرت! اگر آپ نے مدرسہ کا قیام نہیں فرمایا تو بدعقیدہ لوگوں، دیوبندیوں، وہابیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا اور میں قیامت کے دن شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آپ کے خلاف نالش کر دوں گا۔ ایک آلِ رسول کی زبان سے یہ سنتے ہی امام احمد رضا لرزہ براندام ہو گئے اور یہ فرمایا کہ سید صاحب! آپ کا حکم بسر و چشم منظور ہے، مدرسہ قائم کیا جائے گا''۔

بریلی میں آج اگرچہ رضاخانیوں کا غلبہ ہے، مگر الحمد للہ ہمارے بھی کئی ادارے یہاں سرگرم ہیں اور دینی خدمات پیش کرنے میں مگن۔

بریلی کالج کا سرسری تذکرہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ یہ 1837 میں قائم ہوا، ماضی کی طرح اس وقت بھی درجنوں علوم وفنون یہاں پڑھائے جارہے ہیں۔ مولانا ذوالفقار دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا منیر نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو ایک طویل عرصے تک یہاں خدمات پیش کیں۔ دینی اداروں کی خدمات بھی مدتِ دراز سے جاری ہیں، جن کی قدرے تفصیل آپ آگے پڑھیں گے۔ مولانا شکیل احمد صاحب کے ساتھ ہم پانچ چھ منٹ ہی چلے ہوں گے کہ ایک گلی میں گھس کر فوراً رک گئے۔ کہنے لگے: یہی ہے مدرسہ مصباح العلوم بریلی۔ میں نے دیکھا تو مدرسے کا کہیں اتہ پتہ نہ تھا۔ بس ایک مسجد تھی، جس کے دروازے پر زنجیر چڑھی ہوئی تھی۔ مولانا شکیل صاحب آگے بڑھے، زنجیر اتاری اور ہم اندر داخل ہوئے۔ جوں ہی ہم اندر رہوئے باہر سے آواز آئی:...... نکلیے نکلیے!

میں نکلا تو دیکھا کہ ادھیڑ عمر کا ایک صنم پرست کھڑا ہے اور مجھ سے کہہ رہا ہے:

''مولی صاحب! اس مسجد پر سنگین قسم کا جھگڑا چل رہا ہے، ابھی چار پانچ روز پہلے یہاں پولیس کی فوج پڑاؤ ڈالے تھی، مسجد کے اندر جانا خطرے سے خالی نہیں ہے، ویسے آپ کہاں سے آئے ہیں اور مقصدِ سفر کیا ہے؟''

میں نے کہا: ''میں ایک صحافی ہوں اور تحقیق وریسرچ کے سلسلے میں آپ کے شہر میں آیا ہوں''۔ وہ کہنے لگے: ''اس جگہ ایک مدرسہ تھا، مسجد اسی مدرسے کی ہے۔ وقف بورڈ میں یہ جگہ اب بھی مدرسہ مصباح العلوم کے نام سے ہے''۔ صنم پرست کی تقریر سن کر مجھ پر سناٹا چھا گیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ صنم پرستوں کے غلبے والا علاقہ ہے۔

مدرسہ مصباح العلوم کیا ہے؟ آپ کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ مدرسہ مصباح العلوم بریلی ہمارا مدرسہ تھا۔ بے انتہا اہمیت کا حامل اور تاریخی نوعیت کا۔ دیوبندی اداروں میں سب سے قدیم۔ یہ 1872 میں قائم ہوا۔ اس کا پہلا نام مدرسہ مصباح التہذیب تھا۔ میلۂ خداشناسی میں شرکت کے لیے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بریلی پہونچے تو ایک شب یہاں بھی قیام فرمایا۔ یہاں سے واپسی پر ان کا مشورہ تھا کہ اس کا نام مصباح العلوم کردیا جائے، چناں چہ اسے بدل دیا گیا۔ حضرت مولانا محمد احسن نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بانی تھے۔ یہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے رشتے کے بھائی بھی تھے۔ اس کے اولین سرپرست قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ رہے۔ جب یہ مدرسہ قائم ہوا تو یہاں کے ذمے داروں نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے صدر المدرسین بھیجنے کی درخواست کی۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے مشہور محدث حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کو یہاں بھیج دیا۔ مولانا سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ اس وقت بھوپال میں پڑھا رہے تھے۔ یہاں ان کی تنخواہ 40 روپے طے پائی۔ پھر یہیں سے دارالعلوم دیوبند کی تدریس کے لیے 30 روپے ماہانہ مشاہرے پر بھیجا گیا تھا۔ بعد کے ادوار میں اس کے ارکانِ شوریٰ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سرِفہرست رہے، نمبر دو پر دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور تیسرے نمبر پر دارالعلوم کے صدر المدرسین امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری ؒ۔ ان کے علاوہ بقیہ سات آٹھ افراد مقامی تھے۔

یہ ادارہ دارالعلوم کے مشورے سے ہی آگے بڑھتا اور اس کے کارنامے سامنے آتے۔ امتحانات کے پرچے بھی دارالعلوم سے تیار ہوکر آتے۔ اس کے اجلاس میں بھی اساتذۂ دارالعلوم شرکت کرتے۔ گویا یہ بریلی میں دیوبند کی چھاؤنی تھا۔ پہلے آچکا ہے کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی جناب اکبر علی تھانوی یہاں نگر نگم کے سکریٹری تھے، یہاں آنے کی ایک وجہ تو یہی تھی، جب کہ دوسری وجہ مدرسہ

مصباح العلوم کا میر مجلس ہونا بھی تھا۔

ابوالفضل مولانا عبد الحفیظ بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہاں برسوں پڑھایا ہے۔ان کی مشہور ترین کتاب مصباح اللغات کی تسوید کا آغاز یہیں سے ہوا۔ یہ کتاب، المنجد کی طرز پر ہے اور عربی لغات کے حوالے سے سب سے زیادہ معروف ومتداول۔ اس سلسلے کی یہ بریلوی تحریر دل چسپی سے خالی نہیں، لکھنے والا وہی معمارِ ملت ہے۔ پڑھیے اور مزہ لیجیے:

''قارئین محترم! فقیر راقم الحروف واضح کرنا چاہتا ہے کہ دارالعلوم منظرِ اسلام کے قیام سے قبل ایک مدرسہ کوٹھی رحیم داد خاں واقع محلہ گلاب نگر، بریلی میں مدرسہ اہلِ سنت کے نام سے قائم کیا گیا تھا۔ یہ مدرسہ اعلیٰ حضرت کے والدِ گرامی اور فقیر کے ممدوح حضرت مولانا حسنین رضا خان کے جدِ کریم التقی الفاضل والنقی الکامل حضرت استاذ الاساتذہ، سند الفقہا مولانا نقی علی خان بریلوی نے قائم فرمایا تھا، لیکن افسوس کہ گذشتہ ڈیڑھ صدی سے مدارس و مساجد پر قبضہ کرنے والے فسادی ٹولے (جس کے اول بانی احسن نانوتوی اور دوسرے فسادی قاسم نانوتوی تھے) کے شریر اور بدعقیدہ احسن نانوتوی نے پہلے عیدگاہ پر قبضہ کیا، ازاں بعد مولانا نقی علی کے مدرسہ کے بالمقابل 1872 میں مدرسہ مصباح التہذیب قائم کر کے عمائدین شہر کہنہ کے عطیات اپنے دامن طمع میں بھرنا شروع کر دیے، اس مدرسے کا رقبہ کم وبیش پانچ سو گز تھا۔ مدرسے کی باقیات آٹھ دس سال پہلے تک بھی موجود تھیں اور اپنی عظمتِ رفتہ پر خون کے آنسو بہا رہی تھیں۔ اب وہ بھی موجود نہیں، مزار کے ساتھ لوحِ مزار بھی مٹ چکا ہے۔ یہ ادارہ جب تک چلا، شان سے چلا۔ 1947 کے ہنگاموں تک اس کا جادو سر چڑھ کر بولتا رہا۔ اب اس کی ساری زمینیں دکانوں میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ مدرسے کی یہ حالت دیکھ کر مجھے خود کو سنبھالنا مشکل ہو گیا''۔

میں اس کا ماضی یاد کر رہا تھا اور دل دل میں رو رہا تھا۔ طبیعت پوری طرح افسردہ تھی، آہ! وہ زمانہ بھی اس پر پون صدی قبل گذرا ہے کہ قال اللہ وقال الرسول کے زمزموں سے یہاں کی فضائیں گونج رہی تھیں۔ یہی وہ جگہ ہے، جہاں ہمارے اکابر آتے اور سکون کا سانس لیتے۔ آہ! اب یہاں کچھ بھی موجود نہیں: آگ اس گھر کو لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا کسی زمانے میں اس کی شوریٰ میں بانیٔ بریلویت کے والد جناب نقی علی بھی شامل تھے۔ اسی کو بنیاد بنا کر بریلوی نسل کے بعض افراد نے اس پر دھاوا بول دیا اور بابری مسجد کی طرح اس کا بھی حشر کر دیا گیا۔ میں وہاں سے واپس ہوا تو آنکھیں نم تھیں اور قدم بوجھل!!

## مدرسہ عربیہ کاشف العلوم:

بریلی کی زیارت شکستہ دل اور افسردہ دماغ کے ساتھ مرحوم مدرسہ مصباح العلوم کی قبر سے واپس ہوا تو مولانا شکیل احمد صاحب کے ساتھ میں اگلے پڑاؤ پر چل پڑا۔ دو تین کلو میٹر ہی بائک دوڑی ہو گی کہ مولانا نے کہا: اتر جائیے۔ میں نے پوچھا: یہ کون سا مقام ہے؟ کہنے لگے: یہ مدرسہ عربیہ کاشف العلوم ہے۔ یہ دیکھیے اس کی مسجد ہے اور مدرسہ مغرب سے جنوب کی طرف تھوڑا امڑ کر 50 قدم اندر ہے۔ اب ہم مدرسے کے باب الداخلہ پر تھے۔ یہاں بڑی تختی پر مدرسے کا نام اور نئی تعمیر کی تاریخ درج تھی۔ رہبر صاحب نے بتایا کہ یہ دیوبندی ادارہ ہے اور زبردست خدمات انجام دے رہا ہے۔ سہ پہر کے 5 بج رہے تھے، میں نے پوچھا کہ اس کے مہتمم صاحب سے ملاقات ممکن ہے؟ کہنے لگے: ابھی تعطیل چل رہی ہے، ملاقات کا امکان نہیں۔ ہم اندر داخل ہوئے تو کمرہ ٹھنڈا تھا اور کولر چل رہا تھا۔ یہیں ایک نوجوان فاضل تشریف فرما تھے۔ رہبر صاحب نے بتایا کہ یہ فضیل احمد ناصری ہیں اور آپ کے ادارے کی زیارت کے لیے آئے ہیں، مولانا ایک دم

جھک گئے اور مصافحہ کے ساتھ معانقہ بھی کیا۔ کہنے لگے: آپ کا نام بہت سنا تھا اور آپ کی تحریریں نظر سے گذرتی رہتی ہیں، میں آپ کے مداحین میں سے ہوں۔ اپنے تئیں حسنِ ظن کے یہ جملے سن کر میں شرمسار ہوگیا۔ مدرسے کے احوال پوچھے۔ یہ مولانا اسجد قاسمی بریلوی تھے، ادارے کے مدرس اور مفتی۔ 2016 میں دارالعلوم سے فراغت پائی۔ معلوم ہوا کہ یہ مہتمم زادے بھی ہیں۔ بڑے خلیق و نرم خو۔ لب و لہجہ میں شیرینی اور تواضع۔ بریلی کی گرمی بڑی شدید تھی۔ دھوپ کی تمازت اور فضا میں پھیلی حبس نے مجھے پسینہ پسینہ کر دیا تھا، غالب کا یہ شعر تھوڑی سی ترمیم سے رہ رہ کر یاد آرہا تھا ؎

آتشِ دوزخ میں یہ گرمی کہاں سوزشِ ارضِ بریلی اور ہے

ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ دیارِ بریلی جہنم کی سرحد پر واقع ہے۔ انہوں نے ٹھنڈا میٹھا پانی پلایا، میں نے سیر ہو کر پیا، طبیعت خوش ہوگئی۔ کہنے لگے: چلیے اپنے والد صاحب سے ملاتا ہوں۔ اب ہم دوسرے منزلے پر گئے اور ایک کمرے میں داخل ہو گئے۔ ایک بزرگ کو دیکھا کہ پورے تیقظ کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہیں۔ بڑے تپاک سے ملے اور خوب ضیافت فرمائی۔ یہ تھے حضرت مولانا محمد میاں قاسمی۔ جو اس ادارے کے بانی بھی ہیں اور مہتمم بھی۔ بریلی کے ہی ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے قدیم فاضل۔ 1973 میں ان کی فراغت ہے۔ مدرسہ چلہ امروہہ میں برسوں شیخ الحدیث رہے۔ فخر المحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا خط ان کے پاس آج بھی ہے، شاہ صاحب نے فرمایا تھا کہ آپ کی تقرری دارالعلوم میں ہوگئی ہے، خط بھیج دوں گا، آپ آجائیں۔ قسمت کی خوبی دیکھیے، ادھر خط پہونچا اور ادھر دارالعلوم کا مشہورِ عالم قضیۂ نامرضیہ پیش آ گیا۔ شاہی مکتوب اپنا اثر نہ دکھا سکا، کیوں کہ شاہ صاحبؒ خود ہی گردشِ دوراں کا شکار ہو چکے تھے۔ مولانا موصوف کہنے لگے کہ شاہ صاحب مجھے بہت مانتے تھے، میں نے ان سے جلالین اور ابن ماجہ پڑھی ہے۔ جامعہ کاشف العلوم میں وہ بھی تشریف لا چکے ہیں۔ میں نے مدرسے کے احوال دریافت کیے تو انہوں نے بڑی تفصیل سے ان پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے دارالعلوم میں طالب علمی کے دور میں ایک خواب دیکھا تھا:

> **''جس سے میں بہت متاثر ہوا تھا، خواب یہ تھا کہ میں مواجہہ شریف پر حاضر ہوں اور حضور ﷺ اپنے روضے میں بے چینی سے کروٹیں بدل رہے ہیں۔ اس خواب کا تذکرہ میں نے اپنے ایک استاذ سے کیا تو انہوں نے اس کی تعبیر دی کہ پیغمبر ﷺ بریلی میں پھیلی ہوئی بدعات و خرافات اور شرک و ترکِ سنّت سے سخت پریشان ہیں اور تمہیں اشارہ کر رہے ہیں کہ بریلی جا کر شرک و بدعات کے خلاف محاذ سنبھال لو!''**

عجیب بات یہ کہ مولانا محمد میاں صاحب نے جب پہلا حج کیا تو مواجہہ شریف پر ان کی حاضری ویسی ہی تھی، جیسی خواب میں ہوئی تھی۔ مولانا نے حکیم صدیق مرحوم کا ذکر خیر بھی چھیڑ دیا۔ یہ اصلاً امروہہ کے تھے اور شہرِ بریلی کے بااثر افراد میں۔ حکیم حاذق ہونے کے ساتھ علم دوست اور علماء نواز بھی۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ جب بھی بریلی آتے تو ان کے یہاں قیام کرتے۔ دیوبند کی سرکردہ علمی شخصیات کے بیش تر یہی میزبان ہوتے۔ مولانا محمد میاں صاحب کہتے ہیں کہ: ایک دن حکیم صاحبؒ نے مجھ سے فرمایا کہ: میں نے بریلویت کو یہاں زیرِ زمین کر دیا تھا، لیکن اپنوں کی بے اعتنائی نے اسے پھر مضبوط کر دیا۔ مدرسہ اشاعت العلوم بریلی اگر اس سلسلے میں چستی دکھاتا تو آج بریلی بدعات کا گڑھ نہ رہتا۔ اس کی کچھ تفصیل آگے آئے گی۔

مدرسہ کاشف العلوم کو دیکھا تو طبیعت خوش ہوگئی، ایسا لگا جیسے میں اپنے گھر میں آیا ہوں۔ اس کی ترقیاں دیکھ کر دل سے دعا نکلی۔ بریلی میں دیوبند کا سب سے بڑا قلعہ اس وقت یہی ہے۔ 1980 میں اس کی بنیاد پڑی۔ اس کی تین بلڈنگیں ہیں اور کل 80 کمرے۔ 24 اسٹاف پر مشتمل اس کا عملہ ہے۔ 400 طلبہ یہاں تعلیم پا رہے ہیں۔ لائبریری بھی دیکھی، الحمدللہ ضروری موضوعات پر کافی کتابیں مہیا ہیں۔ مشکوٰۃ شریف تک کی یہاں تعلیم ہوتی ہے۔ مشکوٰۃ مدرسے کے مہتمم حضرت مولانا محمد میاں صاحب پڑھاتے ہیں۔ سچ کہیے تو اس ادارے کا وجود سراپا کرامت ہے۔ جس رقبے میں یہ ادارہ آباد ہے، خالص سکھوں کا علاقہ تھا، شان دار مکانات یہاں تعمیر تھے۔ مولانا نے بڑی حکمت سے مدرسے کے لیے محنتیں کیں اور سکھوں کے مکانات خریدتے چلے گئے۔ اب یہاں صرف ایک بڑا گرودوارہ ہے، کوشش ہے کہ اسے بھی خرید کر داخل ادارہ کر دیا جائے۔ یہ مدرسہ بلاشبہہ اشاعتِ سنّت کا فریضہ بطرزِ احسن نبھا رہا ہے۔ اپنی روشن خدمات کے پیشِ نظر اکابرِ دیوبند کی آنکھ کا تارا ہے۔ مہتمم دارالعلوم اور شیخ الحدیث دارالعلوم سمیت علمائے دیوبند یہاں آتے رہتے ہیں۔ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ یہاں برابر تشریف لاتے۔ ادارہ سرکاری الحاق سے پاک ہے، بریلی میں بریلویت کو کوئی زندہ درگور کرسکتا ہے تو یہی مدرسہ کاشف العلوم ہے۔ پوری امت پر لازم ہے کہ اس کی ترقیات میں دل کھول کر حصہ لے۔ گھڑی کی سوئی اب ساڑھے پانچ بجا رہی تھی، وقت کم تھا، مولانا سے اجازت لی اور خوش گوار یادوں کے ساتھ اگلے پڑاؤ کے لیے روانہ ہوگیا۔

## مدرسہ اشاعت العلوم بریلی:

مدرسہ کاشف العلوم سے ہم جوں ہی نکلے، اسی محلہ سرائے خام میں برطانوی دور کا ایک دروازہ نظر آیا، مدرسہ کاشف العلوم کی مسجد کے بالکل سامنے۔ یہ وہ علاقے ہیں جہاں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے بھائی جناب اکبر علی نے بگر نگم میں اپنے عہد کے دوران سڑکوں اور مہمان خانوں کی تعمیرات کرائی تھیں۔ ان کے نقوشِ قدم آج ہمارے سامنے تھے۔ دروازے سے داخل ہوئے تو سوا سو قدم کے فاصلے پر ایک مسجد نظر آئی، جس پر لکھا تھا: ''مدرسۃ الاسلامیہ العربیۃ اشاعت العلوم''۔ اسے دیکھ کر میری مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ یہی وہ ادارہ ہے، جہاں خانقاہِ رائے پور کے عظیم بزرگ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ تعلیم پا چکے ہیں۔ عظیم مصنف و مناظر حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے قیامِ بریلی کے دوران یہاں گاہے بگاہے آیا کرتے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز خلیفہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ یہاں زانوئے تلمذ تہ کر چکے ہیں۔ خود حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہاں فروکش رہ چکے۔ دارالعلوم کے سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا شریف صاحب بھی یہاں مسندِ تدریس بچھا چکے ہیں۔ یہ ادارہ ہمارے اکابر کا سرمۂ نگاہ رہا ہے۔

یہ 1890 میں قائم ہوا، اس کے بانی حضرت مولانا محمد یاسین سرہندی تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور ابتدائی فارغین میں شامل۔ زبردست عالم اور بہترین مناظر۔ شیخ الہندؒ کے تلمیذ خاص تھے اور انہیں کے ایما پر بریلی تشریف لائے تھے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذِ خاص۔ مولانا جالندھری تقسیمِ ہند کے بعد پاکستان چلے گئے، وفاق المدارس پاکستان کے موجودہ ناظم مولانا حنیف محمد جالندھری انہیں کے بیٹے ہیں۔ مدرسہ اشاعت العلوم کی بناء مولانا یاسین سرہندی کا بڑا کارنامہ ہے۔ یہاں رہ کر انہوں نے حشمت علی پیلی بھیتی جیسے دریدہ دہن بریلوی سے مناظرے کیے تو ساتھ ہی اشاعت العلوم کے ذریعے بدعات کی بیخ کنی میں بھی جم کر حصہ لیا۔ یہ مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وطن سرہند، پنجاب سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا مرحوم جب تک حیات رہے

اس کی باگ ڈور انہیں کے ہاتھ میں رہی، مرحوم ہو گئے تو اس کا نظام ان کے فرزند مولانا عبد العزیز صاحب کے ہاتھ میں گیا۔ اس وقت اس ادارے کو 130 سال ہو رہے ہیں۔ اس کی داستانِ عروج و زوال نہایت دردناک ہے۔ ماضی قریب تک یہاں دورۂ حدیث تک کی تعلیم تھی۔ تربیتِ افتا کا بھی یہاں انتظام تھا۔ یہ ادارہ رجال سازی کا مرکز تھا۔

## اشاعت العلوم کا عروج و زوال:

مدرسہ مصباح العلوم کے مرحوم ہو جانے کے بعد دیوبندیوں کے لیے سب سے بڑی چھاؤنی یہی تھی۔ سب کی امیدوں کا محور یہی تھا۔ شہر کے سارے دیوبندی اسی سے رجوع کرتے۔ اس کے فتاویٰ کی بڑی اہمیت تھی۔ مولانا عبد الرؤف صاحب بانیٔ اشاعت کے داماد تھے۔ شہر کی نہایت بااثر شخصیت۔ جمعیۃ علمائے بریلی کے ذمے دار بھی تھے۔ شہر بریلی کے ایم ایل سی بھی رہے۔ بڑے مستعد اور گرم عمل۔ مولانا یاسین اور مولانا عبد العزیز کے بعد یہی اس ادارے کے مہتمم بھی تھے، مفتی بھی اور شیخ الحدیث بھی۔ خدمتِ خلق میں ایسے کھوئے کہ مدرسے کے لیے وقت نکالنا مشکل ہو گیا۔ سفر در سفر، دورے پر دورہ، اشاعت العلوم میں بس برائے نام آتے۔ نتیجتاً تعلیمی نظام پہلے سستی کا شکار ہوا، پھر مختل ہوا، پھر بدنامیاں ہوئیں، طلبہ کی دلچسپیاں بھی کم ہونے لگیں، رجوع کم ہوتا گیا، طلبہ ملنے مشکل ہو گئے، اخیر میں ہوا یہ کہ بخاری شریف، جو آخری بار 1996 میں پڑھائی گئی تھی، وہ آخری ہی رہ گئی، افسوس یہ کہ یہ سارے سانحات مولانا کے دور میں ہی ہوئے اور انہوں نے ان کی تلافی کی کوئی خاطر خواہ کوشش نہیں کی۔

## بریلی میں رضاخانیت کیسے پھیلی؟:

بانیٔ بریلویت کی بدنامِ زمانہ کتاب حسام الحرمین 1906 میں آئی، جس کے نتیجے میں احناف کے دو ٹکڑے ہوئے۔ ایک بڑا ٹکڑا دیوبندی کہلایا اور دوسرا چھوٹا بریلوی۔ اس تقسیم کے باوجود بریلویت اگرچہ ہاتھ پاؤں مار رہی تھی اور پورا زور لگا رہی تھی، مگر اپنے ہی گھر میں ابھی وہ زیادہ مقبول نہ ہوئی تھی۔ دیوبندیت اب بھی فروزاں تھی اور پوری توانائی کے ساتھ جلوہ گر۔ زمانہ گذرا، مجدد بدعات صاحب بھی آں جہانی ہو گئے، ان کی ذریات بھی آں جہانی ہوتی گئیں، پھر بھی بریلویت اپنے استحکام و توسیع میں زیادہ کامیاب نہ ہو سکی۔ مدرسہ اشاعت العلوم کی مرکزی حیثیت آپ ابھی پڑھ آئے ہیں۔ اس کی مرکزیت ہی کا اثر تھا کہ شہر کی جس مسجد میں بھی امام کی ضرورت ہوتی، اس کی طلب اشاعت العلوم سے کی جاتی، اگر یہاں سے بات نہ بنی تو محلہ سوداگران سے۔ سوداگران کے ملاؤں کو بڑے حضرت کہا جاتا تھا۔ مفتی عبد الرؤف صاحب کا حال آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ جمعیۃ اور سیاست سے حد سے زیادہ دلچسپی نے مدرسے سے ان کی توجہ چھین لی۔ تعلیمی فضا کسل مندی کا شکار ہو گئی۔ طلبہ کا رجوع بری طرح متاثر ہوا۔ مسجد والے امام کی تلاش میں اشاعت العلوم آتے تو خالی ہاتھ واپس جاتے۔ لامحالہ سوداگران سے رابطہ کرتے اور وہ منظرِ اسلام سے کسی نہ کسی کو بھیج دیتے۔ اس طرح بریلویت پھیلتی گئی اور دیوبندیت کی زمین تنگ سے تنگ تر ہوتی چلی گئی۔

مدرسہ اشاعت العلوم عہدِ رفتہ کی تلاش میں بریلی میں دیوبندیت کی توسیع کے لیے اشاعت العلوم کا استحکام بے حد ضروری تھا۔ یہ ادارہ اہل السنۃ والجماعۃ کے لیے شہ رگ کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کی لو کا ماند پڑنا دیوبندیت کے لیے سوہانِ روح بن گیا اور آج تک ہمارا رسوخ واپس نہیں آسکا ہے۔ مدرسہ اشاعت العلوم کا چراغ اگرچہ اب بھی ٹمٹما رہا ہے اور اپنی عظمتِ رفتہ کو آواز دینے میں مصروف، مگر انتظامی کمی کے ساتھ سرکاری الحاق نے بھی اس کی ترقی کی راہ میں بڑی بڑی چٹانیں کھڑی کر دی ہیں۔ اب یہاں سوم چہارم تک کی تعلیم ہے۔ اس

وقت اس کے ذمے دار مولانا عبدالرؤف کے بیٹے جناب عبدالسلام صاحب ہیں۔ امید ہے کہ ان کی قیادت میں جلد ہی وہ صبح طلوع ہو گی جس کے لبوں پر سابق اشاعت العلوم کی بازیابی کی نوید ہو گی۔ ہم شدت سے اس دن کا انتظار کر رہے ہیں۔

## مدرسہ اشفاقیہ:

زوال کے بھنور میں بریلی کے دیوبندی مدارس میں ایک بڑا نام مدرسہ اشفاقیہ بھی تھا، جو اس کے بانی مولانا محمد اشفاق صاحبؒ کے نام سے منسوب تھا۔ مدرسہ مصباح العلوم کے بعد سب سے قدیم اور سب سے معتبر۔ 1875 میں قائم ہوا اور روز بروز ترقی کی منزلیں طے کرتا گیا۔ مولانا اشفاق صاحب دین و دنیا ہر دو دولت سے مالا مال تھے۔ بڑے زمین دار اور باغات کے مالک تھے۔ شہر میں معزز حیثیت رکھتے۔ علمِ دین بھی ان کی زنبیل میں بہت تھا۔ ان دونوں حیثیتوں نے اشفاقیہ کو بہت جلد چمکا دیا۔ یہاں دورۂ حدیث تک کی تعلیم رہی ہے۔ حضرت مولانا افضال الرحمن ہر دوئی مدظلہ کے والد حضرت مولانا بشارت علی صاحبؒ سلطانپوری یہیں سے فارغ تھے۔ مشہور مصنف و محدث اور ممتاز ادیب و شاعر حضرت مولانا نسیم فریدی امروہویؒ یہاں شیخ الحدیث رہ چکے ہیں۔ مولانا ہر دوئی کے عمِ مکرم مولانا رونق علی صاحبؒ نے بھی اس کا اہتمام سنبھالا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اس کے سرپرست ہوا کرتے تھے۔ پھر یوں ہوا کہ اسے کسی کی نظر لگ گئی۔ عروج کا زمانہ رفتہ رفتہ ماضی کے دھندلکوں میں کھو گیا، اب یہ ادارہ خستہ حالی کا شکار ہے، اس وقت یہاں صرف دوم تک کی تعلیم کا نظم ہے، مدرسہ سرکار سے وابستہ ہے۔ حکومت کا ہاتھ مدارس کے لیے ہمیشہ ہی برا شگون رہا ہے۔ اشاعت العلوم کو اسی الحاق نے ڈبویا تھا۔ اشفاقیہ بھی اسی کی زد میں پڑ گیا۔ ادارے کے مہتمم اس وقت مولانا یونس صاحب ہیں۔ فاضل دیوبند ہیں۔ کوشاں ہیں کہ اس کا قرنِ اول لوٹ آئے لیکن حالات ان کے حق میں نہیں۔ بیگانہ ہوائیں ان کے خلاف تو ہیں ہی، اپنی فضائیں بھی ان سے متصادم ہیں۔

## انجمن خدّام السنّۃ بریلی:

یہ انجمن کسی زمانے میں بدعات کے خلاف شمشیرِ بے نیام تھی۔ حضرت مولانا نور الحسن بستوی صاحب اس کے بانی و مہتمم تھے۔ مشہور مجاہدِ آزادی حضرت مولانا سید احمد شہید رائے بریلی کے خانوادے سے۔ بڑے فعال اور جی دار، ہمت کے دھنی، جسارت کے غنی۔ ادارہ دعوۃ الحق ہر دوئی کی شاخ یہاں محلہ کنیبے والان میں قائم تھی، وہ اس کے کامیاب مدرس تھے اور روحِ رواں بھی۔ یہیں رہ کر انہوں نے انجمن خدام السنۃ کے نام سے ایک تنظیم کی بنا ڈالی اور اس پلیٹ فارم سے دینِ حق کی اشاعت کا زبردست کام لیا۔ جری اتنے کہ اجلاس کے اشتہارات مجدد بدعات کی درگاہ پر بھی لگوا دیتے۔ انجمن کے زیرِ اہتمام اکابرِ امت کو دعوت دی اور ان سے بیانات کروائے۔ اپنے دور کے مناظر اسلام حضرت مولانا نور محمد ٹانڈویؒ ان کی دعوت پر بریلی میں دھاڑ چکے ہیں۔ جناب پالن حقانی گجراتیؒ مولانا نہیں تھے، مگر استدلالی خطابت میں علماء کے لیے تعجب خیز۔ بریلویت کے خلاف ان کی زبان خوب چلتی۔ انجمن نے انہیں بھی بریلی مدعو کیا اور جگہ جگہ تقریریں کرائیں۔ بریلویت کے رد میں ”شریعت یا جہالت“ انہیں کی کتاب ہے اور کیا لاجواب ہے!! بعد میں مولانا نور الحسن صاحب نے بریلی چھوڑ دیا، تو دعوۃ الحق ہر دوئی کی شاخ بھی ٹوٹ گئی اور انجمن خدام السنۃ بھی کفن پوش۔

اس وقت مولانا اپنے وطن میں ہیں اور ان کی مرحوم کاوشیں پھر کسی فرہاد کی منتظر!!

## جمعیۃ علمائے ہند:

سفر بریلی کے دوران میں نے جمعیۃ علمائے ہند کے نقوش بھی دیکھے۔ پتہ چلا کہ جمعیۃ یہاں بھی کام کر رہی ہے۔ مرکزی تقسیم کا اثر یہاں بھی نظر آیا۔ جمعیۃ الفی کے بریلوی صدر مولانا محمد میاں صاحب ہیں اور جمعیۃ میمی کے صدر مولانا یونس قاسمی۔ جمعیۃ علمائے ہند کے کئی اجلاس اجمیر میں ہو چکے ہیں، جن کے اچھے ثمرات بھی سامنے آئے۔ کیا ہی بہتر ہوا گر بریلی میں بھی اسی طرح کے اجلاس منعقد کیے جائیں!!

## جماعتی مرکز میں حاضری:

مولانا محمد حنیف صاحب نے مجھ سے تاکیداً کہا تھا کہ دورانِ سفر تبلیغی مرکز ضرور دیکھ آئیں، اس لیے مولانا شکیل صاحب کے ہمراہ وہاں بھی گیا۔ یہ ایک بڑی اور دو منزلہ مسجد ہے۔ اعظم نگر میں واقع۔ اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ لوہے کی کھڑکیاں تیار کی جا رہی ہیں۔ تین چار آدمی ایک جگہ اکٹھے بیٹھے تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا اور مسجد کی تعمیر پر نظر کرنے لگا۔ ان میں سے دو صاحب کو خبر لگ گئی کہ یہ دیوبند سے آئے ہیں۔ خیر مقدم کے لیے دوڑے۔ مسجد کے تمام حصوں کا معائنہ کرایا۔ دوڑ کر ضیافت کا اہتمام بھی کیا۔ یہ دونوں بھائی تھے، ایک کا نام یاسین تھا اور دوسرے کا یعقوب۔ انہوں نے بتایا کہ بانیٔ جماعت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دور سے ہی اسے جماعت کی مرکزیت حاصل ہے۔ بانیٔ جماعت کے رفیق کار مولانا عبدالوہاب صاحبؒ بھی یہاں تشریف لا چکے ہیں۔ یہ مسجد ایک زمانے تک متحدہ جماعت کی مرکز تھی۔ جماعت میں ٹوٹ پھوٹ ہوئی تو بنگلے والی نظام الدین کی شاخ بن گئی۔ شوریٰ والے کچھ دنوں اشاعت العلوم کی مسجد سے مرکز کا کام لیتے رہے، جب ان کا قافیہ یہاں بھی تنگ ہوا تو بدھولیا کی ایک مسجد کو مرکز بنا رکھا ہے۔ شوریٰ والے آج تک مضبوط نہ ہو سکے۔

## بریلی کے دیوبندی مسلمان:

شہر بریلی میں کلمہ گو (مسلمان) کم اور غیر مسلم زیادہ ہیں۔ زیادہ ہی نہیں، بلکہ بہت زیادہ۔ عربی فارسی والے ناموں کی تعداد صرف 35 فی صد ہے، جب کہ غیر مسلموں کی تعداد 65 فی صد۔ اس پر طرفہ یہ کہ عربی فارسی والے ناموں میں شیعہ بھی ہیں، سنّی بھی۔ بریلوی بھی ہیں، دیوبندی بھی۔ نیازی بھی ہیں، مداری بھی۔ تقلینی بھی ہیں اور عطاری بھی۔ ان میں سے کچھ فرقے ہمارے بعض قارئین کے لیے نئے ہیں، ان شاء اللہ بریلی کے غیر رضا خانی فرقے کے نام سے ایک الگ قسط پیش کروں گا۔ جیسا کہ پچھلی سطور میں عرض کر چکا ہوں کہ کسی دور میں وہاں دیوبندیوں کا غلبہ رہا ہے، لیکن شدہ شدہ نوبت بایں جا رسید کہ اب دیوبندیوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ اس کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ صدی کی کاوشوں کے باوجود ہماری مسجدیں صرف 22 ہیں اور غیر دیوبندیوں کی 400 سے زیادہ۔ 22 مساجد میں سے چار مسجدیں تو حال ہی میں تعمیر ہوئیں۔ مسجدوں کی قلت اور کثرت سے دیوبندیوں اور غیر دیوبندیوں کی قلت و کثرت صاف آشکارا ہے۔ ماضی بعید میں ہماری مسجدوں پر قبضے ہوئے سو ہوئے ہی، خان زادوں نے حالیہ چند برسوں میں بھی چار مسجدیں ہتھیا لی ہیں۔ کتب خانہ بازار کی مرکزی مسجد بھی انہوں نے ہم سے چھین لی اور ہم منہ تکتے رہے۔

## مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اور بریلی:

بریلی کا ذکر آئے اور مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر نہ چھڑے تو ایسی ہر گفتگو اور ہر تحریر ادھوری ہی رہے گی۔ مولانا نعمانی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے بریلوی فرقے کے بے دانت کے شیروں سے کچھار سے باہر بھی دو دو ہاتھ کیے اور کچھار کے اندر بھی۔ مجدد بدعات صاحب تو 1921 میں ہی آں جہانی ہو گئے تھے، مگر ان کے لائق و فائق فرزند حامد رضا خاں حیات تھے اور اپنے والد کی جگہ بدعت نوازی کا مورچہ

سنبھالے ہوئے تھے۔ ملک بھر میں مناظرے کا ماحول برپا تھا۔ بریلوی فرقہ اپنے بانی کے ایجنڈے پر مسلسل کاربند تھا اور ہندوستان بھر میں مناظرے کے نام پر اپنی جہالت کا پرچم لہرا رہا تھا۔ علمائے دیوبند، جو ابتدا میں اس گوبر میں لات مارنا نہیں چاہتے تھے، وقت ایسا آن پڑا کہ گندگی کے اس پل سے انہیں بھی گذرنا پڑا۔ اس سلسلے میں سب سے بڑا اور پہلا نام حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کا آتا ہے، انہوں نے نہ صرف پوری پامردی اور مستعدی سے نہ صرف یہ کہ مناظرے کیے، بلکہ مجدد صاحب کے خلاف کتابیں بھی لکھیں۔ ایسی ایسی کتابیں کہ دیوبندی طبقہ بریلویت کو مات دینا چاہے تو انہیں کتابوں کا مطالعہ اس کے لیے کافی ہوگا۔

اس سلسلے کا دوسرا نام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی کا آتا ہے، یہ سنبھل مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید۔ دارالعلوم کے ممتاز اور جید فاضل۔ اس کی مجلسِ شوریٰ کے رکن رکین۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں چار برس شیخ الحدیث بھی رہے۔ درجنوں کتابوں کے مصنف، جن میں معارف الحدیث کئی جلدوں میں ہے اور شاہکار۔ 1903 کے آس پاس پیدا ہوئے اور 1997 میں وفات پائی۔ مولانا کی کل عمر 95 برس ہوئی، اس میں سے 50 پچاس سال تو صرف مناظروں میں گزر گئے۔ کبھی آریہ سماج سے مناظرہ، کبھی رضا خانیوں سے مناظرہ، کتابیں لکھ رہے ہیں، رسائل ترتیب دے رہے ہیں۔ پمفلٹ تیار کر رہے ہیں، بدعات کے خلاف نہایت گرم، بے باکی کا کوہِ ہمالہ۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے انتہائی مضبوط مراسم۔ کئی مناظروں میں ان کے وکیل بھی رہے۔ پھر وہ وقت بھی آیا کہ دل اچاٹ ہوگیا اور مناظروں سے تاحیات دامن کش رہنے لگے۔

## مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ مصباح العلوم میں:

یہ دسمبر 1932 کی بات ہے، حضرت مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا بریلی سے براہِ راست تعلق ابھی قائم نہیں ہوا تھا، ان کے استاذ مولانا کریم بخش صاحب سنبھلی [سابق استاذ مدرسہ عبدالرب، دہلی] کے فرزند حضرت مولانا عبدالحق صاحب مصباح العلوم میں صدرالمدرسین کی حیثیت سے تشریف لائے اور تعلیمی سال کے اختتام پر مدرسے کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا تو انہوں نے مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی خطاب کے لیے دعوت دی۔ مولانا ایک اجلاس کی نیت سے آئے تھے، مگر یہاں صورتِ حال دوسری پیدا ہوگئی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور قرآن کا وحیِ الٰہی ہونا کے موضوع پر ان کی تقریر تھی، خطاب کے دوران ہی ایک صاحب کھڑے ہوگئے اور سوالات کرنے لگ گئے، پھر آگے کیا ہوا؟ انہیں کی زبانی سنیے:

''ان کے اعتراض نے بتایا کہ یہ آریہ سماجی ہندو ہیں، میں نے ان سے کہا کہ آپ میری تقریر کے بعد مجھ سے ملیں اور اپنی بات کہیں، تب میں جواب دوں گا''۔

## آریہ سماجی مناظر سے چھ روزہ مناظرہ:

یہ صاحب بلدیو پرشاد سوزن تھے۔ کسی اسکول وغیرہ کے ماسٹر بھی تھے۔ ان کے طرزِ کلام سے معلوم ہو رہا تھا کہ یہ آریہ سماجیوں کے نمائندے ہیں اور مسلمانوں سے مناظرے کے لیے اتاؤلے ہو رہے ہیں۔ پرشاد سوزن مولانا سے ملے اور باتوں باتوں میں مناظرے کا چیلنج دے دیا۔ آگے کی کارروائی خود مولانا کے قلم سے سنیے:

''شہر کے دو معزز مسلمانوں نے ان سے بات چیت کر کے میری منظوری سے چھ دن کا مناظرہ طے کیا، جس میں پہلے تین دن میں قرآنِ پاک کا وحیِ الٰہی ہونا موضوعِ بحث ہوگا اور دوسرے تین دن میں وید کے بارے میں یہی بحث ہوگی، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد سے پہلے

تین دن میں یہ صورتِ حال ہوئی کہ خود ماسٹر صاحب کی طرف کے صدرِ جلسہ کو، جو خود ہندو ایک کالج کے پرنسپل تھے، چوتھے دن ماسٹر صاحب پر رحم کھا کر یہ کہنا پڑا کہ: مولانا صاحب! آپ کا اور ماسٹر صاحب کا کوئی مقابلہ نہیں ہے، اس لیے مناظرے کے مزید جاری رکھنے میں کوئی فائدہ نہیں۔ مناسب ہے کہ اب ختم کر دیا جائے۔ اس طرح چوتھے دن ہی یہ مناظرہ خود ماسٹر صاحب کے اپنے صدرِ جلسہ کی فرمائش پر ختم ہو گیا''۔

## ماہنامہ الفرقان کا بریلی سے اجراء:

مناظروں میں مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی سرگرمیاں اور کامیابیاں دیکھ کر اہلِ حق کا تقاضا تھا کہ ایک ماہنامہ ردِ رضاخانیت کے لیے جاری کیا جائے۔ مولانا اس کے لیے آمادہ تو تھے، مگر عملی جامہ پہنانے میں انہیں دشواری پیش آ رہی تھی۔ پھر خدا خدا کر کے وہ وقت آ ہی گیا، جس کا ملتِ اسلامیہ حقانیہ کو بے صبری سے انتظار تھا۔ ذی الحجہ 1352ھ میں استخارہ کے بعد اعلان کر دیا گیا کہ آئندہ محرم 1353ھ سے الفرقان جاری ہوگا اور اس کا سارا نظام بریلی سے چلے گا، چناں چہ اعلان کے مطابق وقتِ مقررہ پر رسالہ جاری ہوا اور امید و ناامیدی کے درمیان یہ برابر نکلتا رہا۔ اس رسالے نے علمائے دیوبند کا دفاع اس شان سے کیا کہ بقول مدیر الفرقان:

''اس کے ذریعے بندگانِ خدا کو مختلف طریقوں سے دینی فائدہ پہونچتا رہا۔ اس کے اول دور میں کتنے ہی مسلمان اس کی بدولت مشرکانہ رسوم وعقائد سے تائب ہو کر اخلاصِ توحید و اتباعِ سنّت کے راستے پر آئے۔ ہندوستان میں جن اہلِ علم بزرگوں کے دم سے توحید و سنّت کا فروغ اور اس کی حفاظت و حمایت تھی، یعنی حضرت شاہ اسماعیل شہید دہلویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ وغیرہ، ان کے بارے میں بدعقیدگی اور بدگوئی سے اپنا نامۂ اعمال سیاہ کرنے والوں کو ان سے عقیدت و محبت کی دولت نصیب ہوئی اور بریلی کے رضاخانی فتنے کی حقیقت و اصلیت واضح کرنے میں جو کام الفرقان کے ذریعے انجام پایا، اس کے بارے میں تو یہ کہنے میں کوئی مضائقہ ان شاء اللہ نہیں ہوگا کہ وہ ابھی تک یکتا و یگانہ ہے اور یہ سب بلاشبہ محض اللہ کی توفیق اور نصرت سے ہوا، ورنہ ایک تن تنہا پردیسی بندے کی کیا طاقت تھی کہ وہ عین بریلی ہی میں بیٹھ کر یہ کام انجام دیتا''۔ [تحدیث نعمت، 67]

## بریلی سے لکھنؤ منتقلی:

رسالہ الفرقان پوری آب و تاب اور تمام جھام سے بریلی سے نکلتا رہا اور دنیائے بریلویت کو للکارتا رہا۔ رسالہ عموماً الیکٹرک پریس بریلی سے ہی طبع ہوتا اور وہیں سے اس کی ترسیل ہوتی۔ 1934 سے 1946 تک لگاتار 12 سال بریلی سے اس کی خدمات جاری رہیں۔ اس دوران اس نے مجدد الفِ ثانی نمبر اور شاہ ولی اللہ دہلوی نمبر سمیت کئی اہم نمبرات شائع کیے۔ رسالہ جب تک بریلی میں رہا، محلہ شاہ آباد گھیر مولوی عبدالقیوم میں اس کا دفتر رہا۔

## الفرقان کا اجراء کیوں ہوا؟:

رسالہ الفرقان نے اجراء کے ساتھ ہی ملک و بیرونِ ملک میں اپنی شناخت بنالی اور مقبولیت کے ریکارڈ قائم کرنے لگا۔ اس کے مضامین اور اداریے علمی اور استدلالی ہونے کی بنا پر شوق و ذوق سے پڑھے جانے لگے۔ بقول مولانا نعمانیؒ:

''الفرقان کی افادیت بحمد اللہ اس کے روزِ اول ہی سے ایسی نمایاں ہوئی کہ اکابرِ وقت کی نگاہوں میں وہ قابلِ قدر قرار پا گیا۔ اپنی بے

سر و سامانی کے ساتھ ساتھ الفرقان کو جاری رکھنے کی جو جد و جہد اس عاجز کی طرف سے ہو رہی تھی اس کو چھ سات مہینے سے زیادہ نہیں گذرے تھے کہ ان اکابر نے اس میں اپنی تائید کا وزن شامل کرنے کے لیے ایک پرزور اپیل قوم سے ان الفاظ میں جاری فرمائی......''
[تحدیثِ نعمت، ص68]

## مناظرۂ لاہور:

بہر حال رسالہ جاری ہوا اور ہر طرح کے بحران کے باوجود چلتا رہا، مگر اس کا اجراء کیوں کر ہوا؟، اس کے پیچھے کیا مقاصد کارفرما تھے؟ اس کی بھی ایک طویل داستان ہے اور یہ مزے دار داستان پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ بات میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف ایک مناظر کی حیثیت سے اپنوں کے ساتھ بیگانوں میں بھی ہو چکا تھا۔ نینی تال کی چھوٹی سی بستی درو میں ایک مناظرہ بدعت نوازوں سے ہوا، پھر سنبھل میں بھی ان گندم نما جوفروشوں سے مناظرہ ہوا۔ ان دونوں مناظروں میں ٹائں ٹائں فیوں کا وہ حشر ہوا کہ کاٹو تو لہو نہیں۔ ان دونوں کی پوری تفصیلی روداد صاعقۂ آسمانی بر فرقۂ رضاخانی کے نام سے چھپ چکی ہے۔ ان شکستوں نے نیم مشرکوں کو ایسا دھویا کہ جھینپ مٹانے کے لیے اب لاہور میں مناظرے کی تجویز رکھ دی، جسے علمائے دیوبند نے منظور کر لیا۔ اس مناظرے کی خاص بات یہ تھی کہ بریلوی دیوبندی مناظرے کی تاریخ میں پہلی بار ججوں کی تقرری کی بات آئی جو منظور بھی ہو گئی۔

## مناظرے کے تین جج:

مناظرے کے یہ تین جج: معروف شاعر ڈاکٹر اقبال، مولانا اصغر علی روحی اور شیخ صادق حسن قرار پائے۔ مولانا روحی بڑے بااثر اور ذی وجاہت شخصیت تھے۔ یہ اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر رہے ہیں۔ شیخ صادق حسن صاحب بھی خطۂ پنجاب کے مؤثر رجال میں تھے۔ یہ امرتسر میں بیرسٹرایٹ لاء رہے ہیں۔ ججوں کی تقرری کے پیچھے یہ فارمولا تھا کہ جج صاحبان مناظرے کے بعد جس فریق کی شکست کا اعلان کریں گے، وہ فاتح فریق کا ہم مسلک و ہم مشرب ہو جائے گا اور اس طرح دیوبندی بریلی جھگڑا ہمیشہ کے لیے ختم۔ علمائے اہلِ حق اس مناظرے کے لیے نہ صرف تیار رہے، بلکہ مصر بھی۔ انہیں اپنی فتح کا یقین چڑھتے سورج سے بھی زیادہ تھا، اس لیے وہ چاہ رہے تھے کہ یہ مناظرہ ہر قیمت پر ہو جائے، تا کہ بریلویوں کی کافر سازی کی یہ مہم کسی طرح بند ہو۔

## بریلوی ملّاؤں کی پینترے بازی:

بریلوی ملّاؤں نے عوام میں اپنا بھرم رکھنے کو مناظرہ تو رکھ لیا، مگر اندر سے کوشش یہی رہی کہ کسی طرح ہونے نہ پائے، کیوں کہ انہیں اپنی قابلیت کا خوب ادراک تھا۔ وہ جانتے تھے کہ مناظرہ ہو گیا تو ججوں کا فیصلہ ہمارے خلاف ہی آئے گا۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف دعاوی تو ہزاروں ہیں، مگر دلیل ندارد۔ اور جو دلیلیں ہیں ان کی حیثیت تارِ عنکبوت سے زیادہ کمزور۔ ان کے پاس راہِ فرار بھی نہ تھی تو بھاگتے کیسے؟ نتیجتاً پینترے بازی شروع کر دی اور ایسی ایسی شرطیں لگائیں کہ دیوبندی انہیں تسلیم نہ کر سکیں اور مناظرے کی بلا ٹل جائے۔

## شرائطِ مناظرہ:

خان صاحب کے گرگوں کا اعلان تھا کہ ان کے مناظر خان زادہ حامد رضا خاں ہوں گے یا ان کے وکیل۔ اب یہ فریق مخالف پر منحصر تھا کہ اپنا مناظر وہ کسے مقرر کرتا ہے، لیکن بریلویوں نے یہ شرط لگا دی کہ یہ مناظرہ ہم اسی وقت کریں گے جب آپ کے مناظر مولانا اشرف علی

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا ان کا وکیل ہو۔ اس بے تکی شرط کی وجہ انہیں معلوم تھی کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مناظروں سے دل چسپی نہیں رکھتے۔ وہ نہ تو خود تشریف لائیں گے، نہ وکیل بنائیں گے، نہ یہ مناظرہ ہوگا گویا: نہ نو من تیل ہوگا، نہ رادھا ناچے گی۔

## حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وکالت نامہ:

لیکن ان قبوریوں کو کیا معلوم کہ یہ دیوبندی مناظرہ تو بہر حال کر کے رہیں گے، چاہے انہیں موجِ خوں سے بھی کیوں نہ گذرنا پڑے، لہٰذا دیوبندیوں نے یہ شرط مان لی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے صورتِ حال پیش کی گئی، وقت کی نزاکت کے پیشِ نظر ایک تمہید پر مشتمل انہوں نے وکالت نامہ تحریر فرما دیا۔ یہ قصہ 5 رمضان 1352 کا ہے۔ اس تحریر کا یہ حصہ آپ بھی پڑھ لیجیے:

''اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ رسالہ حفظ الایمان مؤلفہ احقر پر اعتراض کرنے والوں سے متعلق میرا عمل ہمیشہ سے اپنے مذاق کے موافق رہا ہے کہ نفس مسئلہ کی تبلیغ اور متر ددین کی تشفی کے لیے خود رسالہ حفظ الایمان، بسط البنان، تغییر العنوان لکھ چکا اور معاندین کو کہیں خطاب نہیں کیا، مگر بعض احباب بعض مواقع میں دوسرے مذاق پر عمل کرنے کو نافع سمجھتے ہیں اور ان بعض مواقع پر بعض حالات کے اقتضاء سے اس نافعیت میں اس کی حاجت ہے کہ اس تفہیم کے لیے میں کسی کو اپنا وکیل بنا دوں، اس لیے سرِ دست میں اپنی طرف سے اس تفہیم کے لیے ان بزرگوں کو اپنا وکیل بناتا ہوں: حضرت مولانا حسین احمد صاحب فیض آبادی [مدنی]، جناب مولانا محمد منظور سنبھلی [نعمانی]، مولانا ابوالوفا صاحب شاہ جہاں پوری، مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی''۔

## بریلوی ٹولہ راہِ فرار کی تلاش میں:

مناظرہ دو روزہ تھا۔ شوال کی 15 ویں اور 16 ویں تاریخ اس کے لیے طے تھی۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وکالت نامہ لے کر مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ تین دن پہلے ہی تھانہ بھون سے لاہور پہونچ گئے۔ بریلوی ٹولے کو وکالت نامہ کا علم ہوا تو بہت سٹپٹائے اور مناظرے سے بھاگنے کی نئی نئی راہیں تلاش کرنے لگے۔ مناظرے سے ٹھیک دو دن قبل مناظرین دیوبند کے پاس رضاخانیوں کا ایک وفد پہونچا۔ اس وفد میں حشمت علی پیلی بھیتی، عبد الحفیظ اور حزب الاحناف لاہور کے ناظم سید محمد صاحبان تھے۔ یہ وفد آیا اور آتے ہی ایک اور نئی شرط لگا دی:

''یہ مناظرہ اسی وقت ہوگا جب اس وکالت نامے کی تصدیق جماعتِ دیوبند کے دو مستند عالم کریں گے''۔

مناظرین دیوبند حیران و پریشان، مگر انہوں نے طوعاً و کرہاً اسے بھی مان لیا کہ کسی طرح مناظرہ تو ہو ہی جائے۔ یہ دن گذر گیا۔ اگلا دن آیا تو علم و عرفان سے مادر زاد یتیموں کا یہ ٹولہ ایک اور شگوفہ چھوڑ گیا۔ کہنے لگا: یہ بات پہلے سے طے تھی کہ جج صاحبان اگر مجمع عام والے مناظرے میں حصہ لینے کو تیار نہ ہوئے تو بس ایک ایک مناظر اور دس دس معین، مجلسِ مناظرہ میں شریک ہوں گے اس طے شدہ شق کا تقاضا تھا کہ مناظرہ کسی خاص کمرے میں ہو، نہ کہ ایسی جگہ میں جہاں مجمع اکٹھا ہو سکتا ہو۔ چناں چہ جج صاحبان نے اسی خواہش کا اظہار کر دیا۔ بریلوی ٹولے پر یہ سوچ کر کپکپی طاری ہوگئی کہ اس طرح تو مناظرہ ہو کر رہے گا اور مناظرہ ہوا تو فیصلہ بھی ہمارے خلاف آئے گا، جو ہمارے لیے سامانِ موت بن سکتا ہے، اس لیے یہ طبقہ اس خواہش کا احترام تو کیا کرتا، مناظرین دیوبند اور جج صاحبان کی اطلاع کے بغیر ہی نئی شرارت شروع کر دی اور یہ اشتہار شائع کر دیا کہ مناظرہ مسجدِ وزیر خان میں ہوگا اور یہ کہ ڈاکٹر اقبال اور مولانا اصغر علی روحی نے اس مناظرے کا فیصل

چلنے سے انکار کر دیا ہے۔ مسجد وزیر خان میں مناظرے کا اعلان اگر چہ جج صاحبان کے خلاف تھا، مگر دو ججوں کے عدم شرکت والی بات محض جھوٹ پر مبنی تھی۔ علمائے دیوبند تو بہر صورت مناظرہ چاہ رہے تھے، رضاخانی چالوں کو کیسے کامیاب ہونے دیتے! چناں چہ مسجدِ وزیر خان پہونچ کر رہے۔ اس مسجد کی تعیین فقط اس وجہ سے تھی کہ اسے ہم نوایانِ رضاخانیت کی مرکزیت حاصل تھی۔ بریلوی مطالبے کا ایفا مسجد میں عام مجمع لگ چکا تھا۔ ترجمانِ دیوبند کی طرف سے حضرت تھانویؒ کا وکالت نامہ پیش کیا گیا تو بریلوی شرط کے مطابق دو مستند دیوبندی علماء کے دستخط بھی لے لیے گئے۔ ان میں سے ایک تو مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ تھے اور دوسرے مولانا عبدالحنان خطیب آسٹریلیا مسجد۔ ان دونوں علماء کی نشان دہی بھی بریلوی مناظروں نے ہی کی تھی۔

## مناظرے سے بھاگنے کے لیے ایک اور پتلی گلی کی تلاش:

قبوری ٹولے نے مناظرے کی جگہ بھی اپنی مرضی کے مطابق رکھی تھی۔ حضرت تھانویؒ کا وکالت نامہ بھی منگوا لیا تھا۔ دو مستند دیوبندی علماء کے دستخط بھی اس پر لے لیے تھے تو اب مناظرہ ہو جانا چاہیئے تھا، مگر ایسی قسمت کہاں؟ حلوہ خوروں کی یہ جماعت ایک اور شرط کا مطالبہ لے کر آ گئی۔ مطالبہ یہ کہ: دیوبندی علماء تحریر دیں کہ ہم محمد منظور کو مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا وکیل تسلیم کرتے ہیں۔ یہ مطالبہ بھی کسی عام بریلوی مناظر کا نہیں، بلکہ خان صاحب کے فرزند حامد رضا خان اور نعیم الدین مراد آبادی کا تھا۔ حامد رضا خان کا تعارف پہلے آ چکا ہے۔ نعیم الدین مراد آبادی عالم بریلویت کے استاذ العلماء ہیں۔ بانیٔ بریلویت انہیں صدر الافاضل کہتے تھے۔ مجددِ بدعات کے ترجمۂ قرآن بنام کنزالایمان پر خزائن العرفان کے نام سے انہیں کا حاشیہ ہے۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ یہ مطالبہ نہ مانا جاتا، مگر مناظرین دیوبند نے سدِ راہ کے لیے اسے بھی تسلیم کر لیا اور وہاں موجود سارے علمائے دیوبند کی تحریر دے دی گئی۔

## خان زادے حامد رضا خاں میدان سے رفو چکر:

بریلوی ملاؤں کی جب ساری شرطیں مانی جارہی تھیں اور خان زادہ حامد رضا خاں بذاتِ خود وہاں موجود تھے تو عقل کا تقاضا تھا کہ بحیثیتِ مناظران کا نام ہوتا، مگر وہ بریلویت ہی کیا، جہاں علم و شجاعت کی بو باس پائی جائے!! بریلویت کا مطلب ہی بزدلی اور حلوہ خوری ہے۔ وہ انہیں علمی گفتگو اور مدلل جواب کی ہمت کہاں سے دیتی؟ کہنے لگے: میں لاہور کے فیصلہ کن مناظرے کے لیے اپنی طرف سے مولوی حشمت علی صاحب سلمہ کو اپنا وکیل مطلق بناتا ہوں۔ وکیل موصوف کا قول، قبول، عدول سب میرا ہے اور ان کی فتح و شکست میری فتح و شکست ہے۔

## فنِ مناظرہ کا ایک اصول:

آگے بڑھنے سے پہلے یہ عرض کر دوں کہ مناظرے کا ایک اہم اصول ہے اور اہلِ حق و اہلِ باطل سب کے نزدیک مسلّم۔ اور وہ یہ کہ جو مدعی ہوگا، وہی مجیب بھی بنے گا۔ مناظرے میں مدعی بننا فائدے کا سودا ہے۔ ہر بحث میں آخری تقریر کا حق اسے ہی ملتا ہے۔ مدعی کا دوسرا نام اصطلاحِ مناظرہ میں مجیب بھی ہے۔ زیرِ بحث مسئلے میں آخری تقریر کی بڑی اہمیت ہے، کیوں کہ اسی کی تقریر پر مجلس ختم ہوتی ہے اور سامعین کو بالعموم یہی آخری تقریر یاد رہتی ہے۔ جہاں بریلوی ٹولہ شرط شرط کی رٹ لگائے اور منوائے جا رہا تھا، وہیں مولانا نعمانی نے بھی اپنے لیے مدعی ہونے کی شرط لگا دی، جو خدا جانے کس طرح مان بھی لی گئی، لیکن اب ایک اور تازہ صورتِ حال سامنے آ گئی۔ بریلویوں کے

مناظر حشمت علی خان پیلی بھیتی نے مجیب کی پوزیشن اپنے لیے کرنے کا مطالبہ کر دیا، حالانکہ اصولاً یہ حق مدعی یعنی مولانا نعمانی کا تھا۔ وہ بضد رہے اور ادھر مولانا نعمانی صاحب بھی مصر کہ یہ حق مدعی کا ہے، آپ مطالبہ کیوں کر رہے ہیں؟ اس فن کی مسلّم کتاب رشیدیہ بھی دکھائی گئی، پھر بھی انہوں نے نہیں مانا۔ مناظرے کے بریلوی صدر نے مولانا نعمانی سے پوچھا کہ اس مسئلے کا حل کیا ہوگا؟ نہ آپ پیچھے ہٹ رہے ہیں، نہ حشمت علی خان صاحب۔ مولانا نعمانی نے فرمایا کہ اس سلسلے میں میں مولانا اصغر روحی صاحب کو حکم بناتا ہوں، وہ جو کہیں گے مجھے منظور ہوگا، لیکن حشمت علی خان نے ان کا فیصلہ ماننے سے ہی انکار کر دیا اور اس طرح پہلا دن انہیں الجھنوں میں نکل گیا۔

## مناظرے کا دوسرا دن:

اگلا دن آیا تو بحث پھر یہیں سے شروع ہوئی کہ مجیب کا حق کسے ملے؟ بریلویوں کے صدرِ جلسہ محمد شاہ صاحب تھے۔ مولانا نعمانی صاحب سے کہنے لگے: مولانا! اگر میں مناظر ہوتا تو آپ کی بات مان لیتا، مگر اپنے مناظر سے کیسے منواؤں؟ اب درمیانی راستہ نکالنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ ایسا کیجیے کہ تجویز کے مطابق مناظرے میں چار بحثیں ہوتی ہیں۔ دو بحثوں میں آپ مجیب بن جائیں اور دو بحثوں میں وہ۔ مناظرین دیوبند نے خلافِ قاعدہ اسے بھی تسلیم کر لیا کہ کسی طرح تو مناظرہ انعقاد پذیر ہو۔

## موضوعِ مناظرہ:

مناظرہ حسام الحرمین کی چار بحثوں پر ہونا تھا۔ یہ بحثیں اکابرِ دیوبند: حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ اور حکیم الامت حضرت تھانویؒ پر الزامات سے متعلق تھیں۔ بالآخر مناظرہ نہ ہو سکا سخت حیل و حجت اور رد و قدح کے بعد جب ایسا لگا کہ اب مناظرہ ہو کر رہے گا، اچانک قبوری ٹولے نے ایک اور شرط اپنے پٹارے سے نکالی۔ شرط یہ کہ تقریریں لفظ بہ لفظ لکھی جائیں اور اصل مؤکلین کے دستخط ان پر کرائے جائیں۔ خیر اسے بھی مان لیا گیا۔ یہ مرحلہ طے ہوا تو ایک اور شرط پیش کر دی۔ مولانا نعمانی جلال میں آگئے اور جھلا کر بولے: شرطوں کا قصہ ختم کیجیے۔ میں بلا شرط مناظرہ شروع کرتا ہوں۔ یہ کہا اور خطبۂ مسنونہ کے بعد بانیٔ بریلویت کی کتاب حسام الحرمین کے خلاف اپنے دعوے کی تقریر شروع کر دی۔ اس تقریر کا جواب بریلوی مناظر کی طرف سے اس طرح آیا کہ طوفانِ بدتمیزی کھڑا ہو گیا۔ ایک ہنگامہ برپا ہو گیا، اتنا زیادہ کہ پولیس کو بھی مداخلت کرنی پڑ گئی، اس طرح رضاخانی سازش کامیاب رہی اور مناظرہ بہر حال نہ ہو سکا۔

## رضاخانیوں کی فتح مبین:

مناظرہ تو ہوا نہیں، مگر بریلویوں نے ایک بڑا اشتہار اپنی فتح مبین کا جگہ جگہ چسپاں کر دیا۔ جھوٹ کا یہ نیا رخ دیکھ کر مولانا نعمانی حیران رہ گئے۔ وہ لکھتے ہیں:

''یہ عاجز لاہور سے واپس ہو کر جو 20 شوال کو مراد آباد پہونچا تو اس مناظرے سے متعلق بریلوی فتح مبین کے پوسٹر لگے ہوئے تھے۔ یاللعجب! یہ اکابرِ بریلویت مولوی حامد رضا خاں صاحب اور مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی اس درجے کی دروغ گوئی بھی پسند کر سکتے ہیں!!''

یہ تھا وہ خاص واقعہ، جس نے ایک ماہنامہ جاری کرنے کے دلی تقاضے کو اس منزل پر پہونچا دیا کہ دو مہینے کے اندر ہی اندر الفرقان نامی ماہنامے کا بریلی سے اجراء طے ہو گیا اور اعلان نکل گیا۔

## رسالہ الفرقان بریلی کی اہمیت:

رسالہ الفرقان کے اجراء کا سبب مناظرۂ لاہور تھا، جسے آپ تفصیل سے دو قسطوں میں پڑھ آئے ہیں۔ بانیٔ بریلویت کے فرزند اور بدعتی حلقے کے حجۃ الاسلام مجلس میں رہنے کے باوجود مناظرے میں خود تو سامنے نہ آسکے اور نعیم الدین مراد آبادی صاحب کو اپنا وکیل بنا دیا، مگر جب رضاخانیوں کی ہڑبازیوں کے چلتے مناظرہ نہ ہو سکا اور مناظرین دیوبند اپنے اپنے وطن واپس آئے تو مولانا نعمانی یہ دیکھ کر چونک گئے کہ بریلویوں کی طرف سے بڑے بڑے اشتہارات دیواروں پر لگے ہوئے ہیں، اور اس سرخی کے ساتھ: فتح مبین۔ مولانا نعمانی نے بس یہیں سے تہیہ کر لیا کہ الفرقان نکالنا ہے اور بریلی سے ہی نکالنا ہے۔ اور اس طرح **1934** میں مولانا مرحوم بریلی آئے اور اعلان کے مطابق یہاں سے اس کو جاری فرمایا۔ یہ رسالہ نکلا تو امید کے عین مطابق خان ٹولی میں بھونچال آ گیا۔ رسالے میں یوں تو اور بھی عنوانات پر مضامین ہوتے، مگر ردِ رضاخانیت کے خلاف کوئی نہ کوئی مضمون ہر شمارے میں ضرور ہوتا۔ یہ مضامین بریلویوں کے سینے پر مونگ دلنے جیسے ہوتے۔ قیامِ بریلی کے دوران حامد رضاخاں سے تحریری مناظرے بھی ہوتے رہے، جن کی روداد الفرقان میں بروقت شریکِ اشاعت ہوتی رہی۔ حالانکہ مالی بحران نے قدم قدم پر سدِ راہ بننے کی کوشش کی، دفترِ رسالہ گرہ کی کمی سے اکثر متاثر رہا مگر مولانا کی ہمت کے سامنے خطِ شکست نہ کھینچ سکا۔ اس رسالے کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب مالی حالت بحران کے مدوجزر کا شکار ہوئی تو اکابر علما نے باقاعدہ اپیل جاری کی۔ اپیل کی یہ عبارت آپ بھی پڑھیے:

## ''الفرقان کے لیے اکابرِ ملت کی اپیل:

رسالہ الفرقان جناب مولانا محمد منظور نعمانی کی ادارت میں سات آٹھ مہینے سے جاری ہے۔ اس کا مقصدِ وحید جیسا کہ معلوم ہوا ہے دینِ الٰہی کی اشاعت، توحید و سنت کی حمایت و حفاظت ہے اور پوری تیز رفتاری کے ساتھ اپنے اس مقصد کی طرف گامزن ہے۔ اس مبارک مقصد کی اہمیت اور ضرورت سے تو کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ مولانا محمد منظور صاحب الفرقان کے ذریعے جو کام کر رہے ہیں، وہ ان کا ذاتی نہیں، بلکہ خالص دینی کام ہے اور تائیدِ اہلِ سنت و تردیدِ اہلِ بدعت کے سلسلے میں جو خدمات وہ انجام دے رہے ہیں درحقیقت پوری جماعت کی طرف سے ایک فرضِ کفایہ ادا کر رہے ہیں۔ اندریں حالات چاہیے تو یہ تھا کہ جماعت پوری گرم جوشی کے ساتھ الفرقان کی آواز کو پائیدار اور وسیع کرنے کی کوشش کرتی اور مسلمانوں کی کوئی بستی ایسی نہ ہوتی جہاں الفرقان نہ پہونچتا ہوتا لیکن یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ جماعت کے تغافل کی وجہ سے الفرقان کی اشاعت نہایت محدود ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی مالی حالت بھی نازک ہے، بلکہ سرمایہ کی پریشانیوں کی وجہ سے اس کا بقاء بھی خطرے میں ہے۔ لہٰذا مسلمانانِ اہلِ سنت سے پرزور اپیل کی جاتی ہے کہ وہ الفرقان کو ایک دینی مبلغ اور مذہبی داعی سمجھتے ہوئے اس کے دائرۂ اشاعت کو وسیع کرنے کی انتہائی جد و جہد کریں اور کوشش کریں کہ الفرقان کی آواز ہر شہر، ہر قصبے اور ہر گاؤں میں پہونچ جائے۔ مدارسِ اسلامیہ کے مہتمم صاحبان اس کو مدرسے کے نام جاری کرائیں اور طلبہ سے اس کا مطالعہ کرائیں اور اس کی آواز کو وسیع کرنے کی ممکن سعی سے دریغ نہ فرمائیں۔ یہ زمانہ سخت فتنوں کا ہے اور الفرقان کا خصوصی نصب العین تمام قدیم و جدید فتنوں کا استیصال ہے، واللہ الموفق۔ دعا ہے کہ ہماری یہ اپیل ضائع نہ جائے اور اللہ تعالیٰ بہت جلد الفرقان کو بامِ ترقی پر پہونچائے اور اس کو اپنے مقاصدِ حسنہ میں کامیاب فرمائے۔ **وما ھو علی اللہ بعزیز**''۔

اس پرزور اپیل پر جن علما کے دستخط تھے ان کے اسمائے گرامی بھی ملاحظہ فرمائیں:

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، مفتیِ اعظم محمد کفایت اللہؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا عبداللطیف مظاہریؒ، حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مفسر قرآن مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا محمد نعیم لدھیانویؒ، مولانا مرتضیٰ حسن شاہ جہاں پوریؒ، حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ، مناظرِ اسلام مولانا محمد اسعد اللہ مظاہریؒ اور محدث کبیر مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ۔

یہ حضرات اپنے عہد کے مسلّم اور ممتاز اکابر تھے، جو ملک کے مختلف علاقوں میں دینی خدمات انجام دے رہے تھے۔ ان کی بھاری بھرکم شخصیات سے سارا عالم مستفید ہو رہا تھا۔ آج جب کہ انہیں مرحوم ہوئے سالہا سال گذر گئے ان کا نام اور کام آج بھی باقی ہے اور ان کے نقوش حسبِ سابق روشن و مجلّی۔ ان کی اپیل اور دعاؤں ہی کا اثر ہے کہ الفرقان کا دفتر اگرچہ بریلی سے لکھنؤ منتقل ہو گیا اور اس کے اہداف بھی حسبِ سابق نہ رہے، مگر اس کی اشاعت کا تسلسل کبھی متاثر نہیں ہوا۔ حالانکہ اب اس کی عمر 90 کے آس پاس پہونچ چکی۔

## مداریوں کا تعارف:

اس سے وابستگان کی تعداد اگرچہ کم ہے، مگر اتنی بھی کم نہیں۔ مداری سن کر آپ چونک گئے ہوں گے کہ یہ بلا کیا ہے؟ آپ کی طرح ابتداءً میں بھی چونک گیا تھا۔ ہمارے دیار میں عام طور پر بندر نچانے والے کو مداری کہا جاتا ہے، لیکن یہ ایک مستقل گروہ ہے۔ رضاخانیت سے بھی زیادہ قدیم، بلکہ بہت زیادہ۔ اس کے مذہبی رہنماؤں کے نام گو کہ رضاخانیوں جیسے ہوتے ہیں، مگر دونوں میں دوری مشرق و مغرب جیسی۔ وضع قطع دونوں کی ایک دم یکساں۔ زبان و بیان بھی چپلوں کے سائز جیسی، اصطلاحات بھی وہی، بزرگوں کے ساتھ عقیدت بھی ویسی ہی، بریلویوں کی طرح یہ بھی خود کو اہل السنۃ کہتے ہیں، ستم پر ستم یہ کہ حنفی بھی کہتے ہیں، لیکن ان کی حنفیت ٹھیک ویسی ہی ہے جیسی رضاخانیوں کی، کوئی تعلیم شیعیت سے ماخوذ، کوئی مسئلہ غیر مقلدیت سے مستفاد، کوئی بات قادیانیت سے درآمد، زیادہ تر خودساختہ بدعات، ان سب کے مجموعے کے ساتھ وہ سنّی بھی ہیں اور حنفی بھی! دین کامل کا علم سنبھالنے کا دعویٰ بھی ان کے نام پر چسپاں!!

## مداریوں اور رضاخانیوں میں مناظرے:

یہ فرقہ بریلی کے سات آٹھ گاؤں میں اپنا غلبہ رکھتا ہے، جن میں پرتاپور، گمد اپور، سنیا اور فریدہ پور خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس کا موجودہ خلیفہ ڈاکٹر مرغوب الرحمن ہے، جو پیشے سے ڈاکٹر بھی ہے اور خانقاہ مداریہ کا سجّادہ نشین بھی۔ یہ بندہ خود کو سید بھی لکھتا ہے۔ اس کا نسب نامہ قطب المدار کے خلیفہ سے جا ملتا ہے۔ بریلی میں نسلاً بعد نسل مداری خلافت اسی خاندان میں رہی۔ محمد ظفر مجیب مداری اس سلسلے کا کل ہند سجادہ نشین ہے۔ جس کا قیام خانقاہ مداریہ مکن پور میں ہے۔ رضاخانیوں اور مداریوں میں آئے دن نوک جھونک بھی چلتی رہتی ہے۔ رضاخانیوں کا دعویٰ ہے کہ اعلیٰ حضرت افضل ہیں اور مداریوں کا کہنا کہ اعلیٰ حضرت نہیں، قطب المدار افضل ہیں۔ ہم ہی قدیم ترین ہیں اور ہماری خدمات بھی قدیم ترین۔ رضاخانیوں کا ایک دعویٰ یہ بھی ہے کہ جناب قطب المدار سید نہیں اور مداریوں کے نزدیک سید ہی نہیں، سید السادات۔ بس انہیں باتوں پر دونوں کے درمیان مناظرے کا میدان گرم رہتا ہے۔ 1982 میں قطب المدار کے سید ہونے نہ ہونے پر مناظرہ ہوا۔ یہ مناظرہ اجمیر میں تھا۔ اختر رضا خاں ازہری بریلویوں کے سرپرست تھے اور مناظر تھے مختار احمد بہیڑی۔ جب کہ مناظرے کے حکم ہاشمی میاں اور جیلانی میاں تھے۔ مداریوں کے بقول: رضویوں کی شکستِ فاش ہوئی۔

دوسرا مناظرہ اپریل 2016 میں بہیڑی میں ہونا تھا، اللہ جانے ہوا یا نہیں ہوا، تاہم اسی مجوزہ مناظرے سے متعلق دونوں کی نوک جھونک کا یہ حصہ پڑھنے کے لائق ہے:

''چوں کہ علمائے مداریہ بے حد محتاط اور خدا ترس ہیں، جب تک تحقیق در تحقیق نہیں فرما لیتے اس وقت تک کسی پر کوئی حکم شرعی نافذ نہیں فرماتے۔ لیکن جب تحقیق در تحقیق کے مراحل طے فرما لیتے ہیں تو پھر حکم شرعیہ نافذ فرمانے میں کوئی دریغ نہیں فرماتے۔ یہ تو طے ہے کہ علمائے رضویہ مناظرے میں حضور سید السادات مدار الثقلین نجیب الطرفین سیدنا سید بدیع الدین احمد قطب المدار قدس سرہٗ کو غیر سید ثابت کریں گے، لیکن علمائے مداریہ علمائے رضویہ کو کیا ثابت کر دکھائیں گے ابھی یہ بات پردۂ خفا میں ہے''۔

## یہ مداری کیوں کہلاتا ہے؟:

یہ فرقہ سید بدیع الدین احمد کی طرف منسوب ہے۔ یہ تیسری صدی کے بزرگ تھے۔ مداریوں کے بقول: پانچ سو چھیانوے سال کی انہیں عمر ملی۔ 838 ہجری سالِ وفات ہے۔ ان کا مزار قنوج کے قریب قصبہ مکن پور میں ہے۔ مزار میں نے قریب سے تو نہیں دیکھا، لیکن یوٹیوب پر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ خانۂ کعبہ کی نقل کی کوشش کی گئی ہے۔ تقریباً ویسا ہی چوکور۔ اس پر غلاف بھی چڑھا ہوا۔ رنگ کالا نہیں، بلکہ گلابی۔ زیادہ تر گھی جیسا۔ اوپر گنبد بھی نظر آتا ہے، مگر دور سے۔ پاس سے تو ہرگز نہیں۔ قطب المدار کون ہیں؟ یہ فرقہ خود کو جس شخصیت سے وابستہ کرتا ہے وہ سید بدیع الدین احمدؒ ہیں۔ ان کے بارے میں عجیب وغریب باتیں بتائی جاتی ہیں۔ ان کے آداب والقاب بھی حیرت ناک ہیں۔ یہ اپنے نام سے کم اور القاب سے زیادہ معروف ہیں۔ انہیں زندہ شاہ مدار، مدارِ پاک، مدار العالمین اور قطب المدار جیسے القاب سے نوازا جاتا ہے۔ ان کی شخصیت پر ملا شیخ کامل کابلی نے یہ قطعہ بھی لکھ دیا ہے:

شاہے کہ کمالِ اسمِ اعظم بااو مستنقش آدم ونگینۂ خاتم بااوستد رہند ظہور کرد برنام مدار حقا کہ مدارِ کارِ عالم بااوستیعنی

قطب المدار صاحب وہ جس شخصیت ہیں، جن کے بغیر دنیا کا نظام ہی نہیں چل سکتا۔ عجیب عجیب عقائد قطب المدار پر لکھنے والوں نے کافی صفحات سیاہ کیے ہیں۔ ان کے بارے میں ایسی ایسی باتیں لکھی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ لکھنے والے نے عالم خواب میں لکھا ہے یا پھر بھنگ کھا کر قلم چلایا ہے، ایک نمونہ آپ بھی دیکھیے، مداری سلسلے کا قلم کار لکھتا ہے:

''اس سلسلے کا ایک واقعہ مراۃ الاسرار میں نگاہوں سے گذرا ہے۔ جس میں باقاعدہ یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ حضرت شیخ سعد اللہ کیسہ دار قدس سرہ نے حضور مخدوم اشرف کچھوچھوی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں عریضہ لکھ کر بھیجا اور پوچھا کہ شیخ بدیع الدین مدار کے سلسلے کی بابت کچھ وضاحت فرمائیے! تارک السلطنت سرکار سمناں نے اس تعلق سے بہت تفصیل سے جواب لکھا اور فرمایا کہ: شاہ بدیع الدین مدار ان مقربانِ اخص الخواص میں سے ہیں جنہیں بلاواسطہ صاحب الشرعیہ حضور سیدنا امام الانبیا علیہم السلام سے شرفِ ملازمت حاصل ہے اور ان کی پرورش وتربیت خاص حجرۂ مصطفوی میں ہوئی ہے۔ گویا یہ بزرگ سیدنا خاتم النبیین ﷺ کے خصوصی تربیت یافتہ اور آپ کے بااختصاص شاگرد ہیں۔ وہ صحابی ہی نہیں، بلکہ سارے صحابہؓ سے افضل۔ ساڑھے پانچ سو برس تک نہ کھایا، نہ پیا''۔

سید بدیع الدین احمد صاحب کے چاہنے والوں نے اسی پر بس نہیں کیا، بلکہ ان سے منسوب ایک کہانی وہ بھی سنائی جو دنیا میں کسی بھی صاحب ہوش کے گلے نہ اتر سکے، یہی مداری مضمون نگار رقم طراز ہے:

''حضرت مدارِ پاک کی رفیع الشانی اور علوِ مرتبت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ آپ پانچ سو چھپن سال تک مقامِ صمدیت پر فائز رہے اور بغیر کچھ کھائے پیے زندہ رہے اور ساری عمر آپ کو کوئی بیماری لاحق نہیں ہوئی اور نہ تو ضعیفی کے آثار نظر آئے اور بارگاہِ نبوی سے عطا کیا گیا ایک حلۂ بہشتی پوری عمر کے لیے کافی ووافی ہوگیا، نہ پھٹا، نہ ہی میلا پرانا ہوا، **الحمد للہ علیٰ ذالك**''۔

## حضرت خضر علیہ السلام کی درخواست:

مداری فرقے کے مطابق قطب المدار صاحب صرف ہوا پی کے رہتے تھے۔ کھانے پینے کو ہاتھ نہ لگانا تو آپ پڑھ ہی چکے ہیں۔ مداریوں نے انہیں مافوق الفطرت ہستی ثابت کرنے کے لیے انہیں مختارِ کل بھی لکھ دیا حتیٰ کہ زندگی اور موت کا مالک بھی انہیں ٹھہرا دیا۔ وہی مضمون نگار یہ بھی لکھ مارتا ہے:

''شیخ محمد غوثی شطاری قدس سرہ نے گلزارِ ابرار میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت خضر علیہ السلام حضور مدار العلمین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محییت و ممیت کا اختیار آپ کو دے دیا ہے، جب کہ یہ خاصہ میرا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اس میں اپنے آپ کو شریک نہ کریں۔ شیخ محمد غوثی شطاری لکھتے ہیں کہ اسی کے بعد آپ نے اپنی چادرِ زیست کو سمیٹ لیا اور دارِ فانی سے کوچ کر گئے''۔

یہ اور ان جیسے سیکڑوں عقائد ہیں جنہیں ان شاء اللہ بریلی کے بازار میں میں مطبوعہ شکل میں پڑھیں گے۔

## تقلینی جماعت:

بریلی کا شاہ آباد اس کا مرکزی مقام ہے۔ اس کے پرستار بدایوں میں بھی موجود ہیں۔ اس سے جڑے ہوئے لوگ تقلینی کہلاتے ہیں۔ پاکستان میں بھی اس کے دل دادہ پائے جاتے ہیں۔ حضرت شاہ تقلین ویلفیئر اکیڈمی آف پاکستان کے نام سے وہاں ایک تنظیم بھی قائم ہے۔ یہاں جو درگاہ اس کی جولان گاہ ہے، بشیر احمد اور شرافت علی کی قبریں ہیں۔ ممبئی کے کرلا میں شرافت میاں چوک انہیں کے نام سے ہے۔ ان کے بیٹے شجاعت علی کی قبر بدایوں کے ککرالہ میں ہے۔ یہ بھی اپنے معتقدین کی نظر میں کافی پہونچے ہوئے بزرگ تھے۔ یہ اپنے والد کے دور میں ہی انتقال کر گئے تھے۔ تقلینیوں کے یہاں ان کا مقام کیا تھا، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اپنی وفات کے بعد بھی زمین پر ٹہلتے ہوئے پائے گئے اور اپنے گھر والوں کو خصوصی پیغام بھجوایا۔ ایک صاحب کی زبانی سنیے:

''وصال فرمانے کے دوسرے دن ایک صاحب جن کا نام محمد ابرار تھا، جو آپ کے ایک ساتھی ملا جی علی محمد خاں کے صاحب زادے تھے۔ محمد ابرار صبح کو فجر کی نماز کے لیے مسجد کو جا رہے تھے حضرت قبلہ شاہ شجاعت علی میاں حضور ان کو راستے میں ملے اور آپ کے ہاتھوں میں ایک معمولی سی لکڑی تھی، محمد ابرار سے فرمایا: ہمارے گھر جا کر کہہ دینا ہماری چھڑی مزار پر بھیج دیں۔ دیکھو ہم یہ لکڑی لیے ہاتھ میں پھر رہے ہیں۔ گھوڑے کی ٹاپ حاضرین نے بھی سنی، یہ تو وفات کے دوسرے دن کا قصہ تھا۔ پہلے دن جو قصہ ہوا وہ بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں۔ شجاعت میاں کا جسدِ خاکی ابھی تابوت میں ہی تھا اور جنازے میں شریک سارے لوگوں کو ان کے گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی، بلکہ ان کے والد شرافت علی میاں کو تو شجاعت میاں کھلی آنکھوں سے نظر آئے۔ پورا قصہ ملاحظہ فرمائیں: آپ کا جنازۂ مبارک جب دفن کے لیے لے جایا گیا تو قبر شریف کی تیاری میں تھوڑی دیر تھی۔ لہٰذا جنازہ مبارک بعدِ نمازِ جنازہ وہیں قریب میں رکھ دیا گیا۔ آپ کے والدِ محترم حضرت قبلہ شاہ

شرافت علی میاں حضور نے فرمایا: وہ دیکھو شجاعت علی سفید گھوڑے پر سوار ہرے لباس میں گھوڑا دوڑاتے پھر رہے ہیں۔ وہاں موجود تمام لوگوں نے اپنے کانوں سے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز صاف سنی"۔

ثقلین میاں شرافتی انہیں شجاعت علی کے بیٹے جناب ثقلین میاں ہیں، جو اپنے دادا کے مزار پر سجادہ نشینی کر رہے ہیں۔ ان کی عمر 72 سال ہے۔ 13 مارچ 1947 میں ان کی آمد ہوئی۔ اس وقت اپنے حلقے کے یہی مقتدائے اعظم ہیں۔ یہ کہیں جائیں تو نعرہ لگتا ہے: آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا چین: شاہ ثقلین، شاہ ثقلین۔ ہر سال ان کا جنم دن بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ مجلس لگتی ہے۔ منقبتیں پڑھی جاتی ہیں۔ اس موقعے پر ان کے مریدین یہ شعر بینروں پر لگائے پھرتے ہیں:۔

حضور کی زندگی کی خاطر ہزار سال بھی ہوں تو کم ہیں
حضور کا دم رہے سلامت حضور کے دم سے لاکھوں دم ہیں

ان کی جماعت کے لوگ انہیں کن القاب سے یاد کرتے ہیں، آپ بھی دیکھیے:

**سلسلہ قادریہ مجددیہ کے روشن چراغ حضرت پیر و مرشد شاہ محمد ثقلین میاں حضور قادری مجددی نقش بندی مدظلہ النورانی۔**

## ثقلینی جماعت رضاخانیوں کی نظر میں:

شیخ محمد یونس علیگ ایک بریلوی قلم کار ہیں۔ ان کا ایک دل چسپ مضمون میرے مطالعے میں آیا ہے۔ مضمون کا عنوان ہے: اب کس کو مسلمان کہا جائے؟، پھر اس کے بعد انہوں نے 29 سے زیادہ رضاخانی، غیر رضاخانی شخصیات کے نام شمار کر کے لکھا ہے کہ یہ سب کسی نہ کسی بدعتی کی نظر میں کافر ہیں۔ مشہور مقرر جناب عبیداللہ خان اعظمی پر فتویٰ کفر کا تذکرہ بھی اس میں ہے، جو بانیٔ بریلویت کے پر پوتے اختر رضا خاں ازہری میاں نے لگایا تھا۔ پورا مضمون پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے اور بڑا تعجب انگیز ہے۔ رضاخانی غیر رضاخانی تقریباً ساری ہی بڑی بدعتی شخصیات پر تکفیر کے گولے پڑے ہیں۔ ایک گولہ ثقلین میاں پر بھی اچھالا گیا، بقول محمد یونس علیگ: شیخ طریقت حضرت ثقلین میاں اور ان کے معتقدین سے رضوی پیروں اور مفتیوں کا توبہ اور تجدید کا مطالبہ۔ کیا ہے اس کی حقیقت اور کون ہے اہلِ حق؟ ثقلین میاں کے تفصیلی احوال معلوم نہ ہو سکے۔ یوٹیوب پر ان کے دو چار مختصر انٹرویو ہیں، تفصیلات کے لیے کوششیں جاری ہیں۔ ان شاء اللہ جلد ہی کامیابی مل جائے گی۔

## جماعت نیازیہ کے خط و خال:

بریلی میں جن گروہوں کو مضبوطی حاصل ہے، ان میں سلسلہ نیازیہ بھی شامل ہے۔ یہ حضرات مداریہ کے بعد، بلکہ بہت بعد وجود میں آئے۔ بریلی میں اسے بڑا اہم مقام حاصل ہے۔ اس کی اپنی ایک وسیع وعریض درگاہ ہے جو کم وبیش 15 بیگھے پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں آنے جانے والوں کی کوئی کمی نہیں۔ ماضی قریب کے مشہور شاعر بہزاد لکھنوی اسی سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

## سلسلہ نیازیہ کا بانی کون تھا؟:

نیازیہ نیاز احمد صاحب کی طرف منسوب ہے۔ یہ 12 ویں صدی ہجری کی متعارف شخصیت ہیں۔ اصل نام راز احمد ہے۔ شاہ نیاز بے نیاز

کے لقب سے شہرت رکھتے ہیں۔ 1173 ہجری میں پنجاب کے سرہند میں پیدا ہوئے۔ان کے والد رحمت اللہ علوی بھی سلسلۂ نقش بندیہ میں خلافت یافتہ تھے اور پیری مریدی بھی کرتے تھے۔نیاز احمد ابھی بچپن کے دور میں تھے کہ ان کے گھر والے دہلی منتقل ہو گئے۔نیازیہ روایات کے مطابق:

''یہ وہ زمانہ تھا جب شاہ فخر الدین محمد دہلوی مسندِ ارشاد پر فائز تھے۔یہ بہادر شاہ ظفر کے باپ دادا کے پیر و مرشد بھی تھے۔بہادر شاہ ظفر اپنے بچپن میں ان کے پاس آیا بھی کرتے تھے''۔

شاہ نصیر الدین احمد دہلوی انہیں کے پوتے ہیں۔نیاز احمد کی تعلیم و تربیت انہیں فخر الدین کی آغوش میں ہوئی۔انہیں کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہیں سے خلافت پائی۔

## بیعت کی ایک نئی اصطلاح بیعتِ طالبی:

نیاز احمد صاحب نے فخر الدین صاحب کے ہاتھ پر بیعت تو کی، مگر انوکھے انداز کی۔بیعت کی اس جدید طرز کو آپ بھی سنیے، نیازی قلم کار لکھتا ہے:

''آپ کی والدہ ماجدہ کی استدعا پر حضرت مولانا فخر الدین جہاں نے آپ کو اپنی تربیت میں لے لیا لیکن بیعت نہیں کیا،اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی بسم اللہ کے وقت آپ کے نانا مولانا سعید الدین رضوی نے آپ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا اور حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں آپ کے نانا رضوی کا بہت احترام کرتے تھے۔آپ نے جب بیعت ہونا چاہا اور بہت اصرار کیا تو حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں نے آپ کو اس طرح بیعت کیا کہ ہاتھ پر ہاتھ نہیں رکھا، بلکہ اپنا دامن پکڑا کر بیعت فرمایا اور اس کا نام بیعتِ طالبی رکھا''

خلافت ملی تو اپنے پیر و مرشد کے حکم سے بریلی کے محلہ خواجہ قطب کو اپنے مشن کا مرکز بنایا۔یہی مرکز آج خانقاہ نیازیہ ہے۔پچانوے برس کی عمر پا کر یہیں مدفون ہوئے۔1250ھ سالِ وفات ہے۔

## شعر و شاعری:

جناب نیاز احمد اردو اور فارسی کے بہترین اور بلند پایہ شاعر تھے۔دونوں زبانوں میں ان کا ایک ایک دیوان بھی ہے۔ان کے کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ زبانوں پر ان کی گرفت گہری تھی۔ان کی شعر گوئی کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں ؎

اگرچہ میں سیرِ بتاں دیکھتا ہوں
ولے جلوۂ حق عیاں دیکھتا ہوں
یہ جو کچھ کہ پیدا ہے سب عینِ حق ہے
کہ اک بحرِ ہستی رواں دیکھتا ہوں
ازل سے ابد تک جو کثرت ہے پیدا
میں وحدت کا دریا عیاں دیکھتا ہوں

## خانقاہ نیازیہ میں غیر مسلموں کا ہجوم:

خانقاہ نیازیہ بریلی کی اہم خوانق میں سے ایک ہے۔ یہاں اہلِ بدعات کا ہر وقت میلہ لگا رہتا ہے۔ 19 اپریل کو خوب چراغاں ہوتا ہے۔ چراغاں والے دنوں میں تو اتنے چراغ جلتے ہیں کہ دیوالی میں بھی اتنے نہیں جلتے ہوں گے۔ عربی فارسی نام والوں کے علاوہ سکھ اور ہنود وغیرہ بھی وہاں جاتے ہیں۔ چراغاں کرتے ہیں۔ منتیں مانتے ہیں۔ مرادیں پیش کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ یہاں سے سارا کام بن جائے گا۔ سنیے اردو پوائنٹ اخبار کی یہ رپورٹ: بھارت کے شہر بریلی میں واقع درگاہ خانقاہ نیازیہ میں جشنِ چراغاں منایا گیا، جس میں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی تمام مذاہب کے ماننے والوں نے پوری عقیدت اور احترام کے ساتھ شرکت کی۔ دور دراز سے عقیدت مند جشنِ چراغاں میں شرکت کے لیے درگاہ پہونچے جہاں انہوں نے سرِ شام منت کے چراغ جلائے۔ عقیدت مندوں کا ماننا ہے کہ جشنِ چراغاں کے موقعے پر یہاں چراغ جلانے سے ایک سال کے اندر اندر ان کی دلی مراد پوری ہو جائے گی۔ درگاہ کے متولیین کا کہنا ہے کہ جشنِ چراغاں بین المذاہب ہم آہنگی کا خوب صورت نمونہ ہے اور بتاتا ہے کہ اسلام امن و آشتی کا حقیقی پیغام بر ہے۔ درگاہ کے ذمے دار اس وقت شبو میاں اور مہدی میاں وغیرہ ہیں۔ یہ انہیں نیاز احمد کے خاندان سے ہیں۔ لنگروں، رسومات، بدعات اور چراغاں کے درمیان ان کے دن بڑے عیش میں گذر رہے ہیں۔

## عطّاری فرقہ اور اس کی علامات:

یہ فرقہ ایک جدید فرقہ ہے، جو رضاخانیت سے کٹ کر بنا ہے۔ اس کے بانی جناب الیاس عطار قادری ہیں۔ یہ آج بھی خود کو فدائے احمد رضا خاں کہتے ہیں، مگر دھیرے دھیرے انہوں نے عملاً خود کو الگ کر لیا ہے۔ ان کی تعلیمات بھی الگ ہیں۔ شناخت بھی سب سے جدا۔ ان کی یہ جماعت پاک و بیرونِ پاک سمیت بریلی میں بھی ہاتھ پاؤں مارنے میں مصروف ہے۔ بریلی کے جس علاقے میں اس کا غلبہ ہے وہاں الیاس قادری کا رنگ و آہنگ پوری طرح لیے رہتی ہے۔ جہاں کس مپرسی کی صورتِ حال سے دو چار ہے وہاں اس کا پورا رنگ وروپ اور چال ڈھال رضاخانیوں والا ہے۔ بریلی میں اس فرقے کا ظہور کب ہوا کہنا مشکل ہے، تاہم خیال یہی ہے کہ 1982 کے بعد یہاں اس نے قدم رکھا ہوگا۔ پرانا شہر اس کا صدر مقام ہے، پرانا شہر کو شامت گنج بھی کہتے ہیں۔

## الیاس عطار قادری کا تعارف:

عطاری فرقہ جس بندے کی طرف منسوب ہے، اس کا نام الیاس عطار قادری ہے۔ یہ جناب میمن برادری سے ہیں۔ اصلاً ہندوستان کے گجرات سے تعلق رکھتے ہیں۔ تقسیم ہند کے موقعہ پر ان کے والد حاجی عبدالرحمن جونا گڑھ سے پاکستان کے شہر حیدرآباد اور پھر وہاں سے کراچی منتقل ہو گئے۔ وہیں 1950 میں جناب نے آنکھیں کھولیں۔ قادری صاحب ایک سال کے ہی تھے کہ داغِ یتیمی جھیلنا پڑا۔ اس وقت ان کی عمر 69 سال ہے۔ انہوں نے باقاعدہ دینی ادارے سے نہیں پڑھا، بلکہ درسِ نظامی کی کوئی کتاب انہوں نے چھوئی تک نہیں۔ ان کا سارا علم ان کے معتقدین کے بقول: لدنی اور وہبی ہے۔ رضاخانی فرقے کے مشہور رہ نما اور اس نو زائیدہ جماعت کے مفتیِ اعظم پاکستان جناب مفتی وقار الدین کے پاس 22 سال تک استفادے کی غرض سے پڑے رہے۔ قادری صاحب ان کے شاگرد بھی ہیں اور ان کے اکلوتے خلیفہ بھی۔

## عطار کیوں لکھتے ہیں؟:

الیاس قادری کے معتقدین عطار کو ان کا تخلص سمجھتے ہیں، جب کہ ایسا ہے نہیں۔ یہ جناب معاشی استحکام کی تلاش میں جن جن وادیوں سے گزرے ان میں سڑک چھاپ کی چلتی پھرتی دکانیں بھی شامل ہیں۔ قادری صاحب نے پھیرے لگا کر کبھی سبزیاں بیچیں، ان میں فیل ہوئے تو قلفی فروشی میں لگ گئے۔ قسمت نے یہاں بھی یاوری نہ کی تو اسے چھوڑ کر چنے، چھولے اور مربے کارواں دواں کاروبار کیا۔ وہاں بھی ناکامیوں نے تعاقب نہ چھوڑا تو اگربتیاں اور عطر بیچنے لگے۔ اسی عطر فروشی کی مناسبت سے عطار کہلائے اور ان کے غالی عقیدت گزیدوں نے عطار کو تاجرانہ لقب سے شاعرانہ تخلص بنا دیا۔ الیاس قادری کی دعوتِ اسلامی علمی شدبد نہ ہونے کے باوجود بانیٔ عطاریہ عوام کی اصلاح کے لیے کود پڑے اور امیر اہلِ سنت کہلائے۔ 1981 میں احمد شاہ نورانی کے گھر قیام دعوتِ اسلامی کا مشورہ ہوا تو قادری صاحب کے استاذ مفتی وقار الدین نے انہیں ہی امیر نامزد کر دیا۔ اس مجلس میں احمد سعید کاظمی اور ارشد القادری بھی موجود تھے۔ دعوتِ اسلامی 1981 سے برابر کام کر رہی ہے۔ 1996 میں اس کی اپنی ویب سائٹ بنی اور 2009 میں ٹیلی ویژن پر چینل کا آغاز ہوا۔ یہ چینل اب مدنی چینل کہلاتا ہے، ان کے مخالفین مدنی چینل کو "آمدنی چینل" کہتے ہیں۔

## فیضانِ سنت حضرت مولانا الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرز پر:

الیاس قادری نے بھی اپنے مشن کو فروغ دیا اور اسے مدنی قافلہ نام دیا۔ یہ قافلہ تحریکِ الیاسی کے طریقے پر لوگوں کو اپنے فرقے سے جوڑ رہا ہے۔ اس کی دعوت کو عام کرنے کے لیے فضائل اعمال کی طرح فیضانِ سنت کے نام سے دو جلدوں میں ضخیم کتاب تیار کرائی۔ یہ کتاب مدنی قافلے میں اسی قدر مقبول ہے، جس طرح الیاسی تحریک میں فضائل اعمال۔

## بانیٔ عطاریہ کے القاب:

بانیٔ عطاریہ قادری صاحب نے اگرچہ کچھ نہ پڑھا ہو، مگر ان کے عقیدت مندوں کے نزدیک وہ فقید النظیر عالم ہیں۔ ان کے القاب وخطابات کی لائن لگی ہوئی ہے۔ کچھ لوگ انہیں بانیٔ دعوتِ اسلامی بھی کہتے ہیں۔ عام طور پر "باپا جانی" کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ ان کے القاب آپ دیکھیں گے تو حیران رہ جائیں گے کہ پڑھے لکھے بغیر بھی ایسی عظیم شخصیت ہمارے سامنے موجود ہے۔ دیکھیے ان کے یہ القاب:

عالم نبیل، فاضل جلیل، عاشق رسولِ مقبول، یادگارِ اسلاف، نمونۂ اسلاف، مبلغ اسلام، رہبر قوم، عاشق مدینہ، فدائے مدینہ، فدائے غوث الوریٰ، صاحبِ تقویٰ، ترجمانِ اہلِ سنت، محسن اہلِ سنت، حامیٔ سنت، شیخ وقت، پیر طریقت وغیرہ۔

## عطاری فرقے کی لازمی علامتیں:

بانیٔ عطاریہ کا حلیہ بہت مخصوص ہے اور عام بدعتیوں سے بالکل الگ تھلگ۔ یہ جناب بالعموم ہری پگڑی باندھتے ہیں۔ اوپر سے سفید چادر اوڑھتے ہیں۔ پگڑی کی پیشانی پر نقشِ نعل لگاتے ہیں۔ سر اور داڑھی میں لال مہندی کا خضاب کرتے ہیں۔ ان کا یہ حلیہ ان کے ماننے والوں میں بڑا مقبول ہے۔ اس فرقے کے لوگ عموماً ہری پگڑی والے کہے جاتے ہیں۔ عطاری فرقہ اپنے بانی کے طریقے پر اس درجہ کاربند ہے کہ جب یہ لوگ کسی جگہ اکٹھے ہوں تو ایسا معلوم ہوگا کہ ان کے سر پر طوطے بیٹھے ہیں۔ سربراہ سے ایسی کلی محبت کسی بھی بدعتی فرقے میں نہیں پائی جاتی۔ یہ لوگ دور سے ہی پہچان لیے جاتے ہیں۔ اپنی وضع قطع سے کوئی سمجھوتہ نہیں کرتے۔ ہاں لبرل عطاریوں میں یہ باتیں نہیں پائی جاتیں۔

## بانیٔ عطاریہ کی تعلیمات:

الیاس قادری نے مدنی چینل کو اپنے مشن کے فروغ کا سب سے مضبوط ذریعہ بنا رکھا ہے۔ وہ اس چینل کے ذریعے عوام سے مخاطب ہوتے ہیں اور اپنی تعلیمات سے نوازتے ہیں۔ اپنے مریدوں کو میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو اور خواتین کو میٹھی میٹھی اسلامی بہنو کے ذریعے خطاب کرتے ہیں۔ وہ سمجھاتے ہیں کہ کیلے کس طرح رکھنے چاہئیں۔ ان کا منہ قبلہ کی طرف ہو یا مشرق کی طرف؟ کھیرا چھیلنے کا مدنی طریقہ کیا ہے اور چھیل کر دکھاتے بھی ہیں۔ نقشِ نعل رسول ﷺ کے فضائل اس قدر بتاتے ہیں گویا اس کے بغیر عطاریت کا کوئی وجود نہیں۔ اس نقش پر حضور ﷺ کا اسم مبارک بھی لکھتے ہیں۔ ان کی تعلیمات میں وہ سارے عناصر موجود ہیں جو ایک تھکے ہوئے غیر عطاری کو گدگدا دیتے ہیں اور ساری تکان ایک پل میں کافور جاتی ہے۔ مجھے جب کبھی ذہنی الجھن دور کرنی ہو تو بانیٔ عطاریہ کے ملفوظاتِ گرامی ویڈیو سے سن لیتا ہوں۔ ایک ہفتہ تک زیرِلب مسکراتا رہتا ہوں۔

## بانیٔ عطاریہ کی عنداللہ مقبولیت:

الیاس قادری صاحب اللہ کے یہاں اتنے مقبول ہیں کہ باقاعدہ ان کے خواب میں رسول ﷺ بھی تشریف لاتے ہیں۔ ایک خواب انہوں نے خود سنایا کہ میں خانۂ کعبہ کے اندرونی حصے میں بیٹھا تھا، اچانک دیکھتا کیا ہوں کہ پیغمبر ﷺ میری طرف تشریف لا رہے ہیں، آپ کے ساتھ سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمر فاروقؓ سمیت متعدد صحابہؓ ہیں۔ خواجہ عبدالقادر جیلانیؒ بھی ہیں۔ فرمایا: یہ میرا سب سے پسندیدہ غلام ہے۔ میں اسی سے ملاقات کے لیے یہ قافلہ لے کر آیا ہوں۔ اتنا سب کچھ ہوا۔ حضور ﷺ آئے بھی اور گئے بھی، مگر میں اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ ہلا تک نہیں۔ بانیٔ عطاریہ نے اپنی فضیلت کے لیے یہ خواب تو سنانے کو تو سنا دیا، مگر یہ سنانا بڑا مہنگا پڑ گیا۔ انہیں کی جماعت کے رہنماؤں نے ان پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ یہ فتویٰ آج بھی ان کی پیشانی سے لگا ہوا ہے۔

## ندوۃ العلماء اور بریلی کا تعلق باہم:

جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ بانیٔ بریلویت ندوۃ العلماء لکھنؤ کی تحریک میں ابتداءً شریک رہے، مگر بعد میں کسی بات پر ناراض ہو کر اس تحریک کے پیچھے پھر ایسے پڑے کہ اخلاق و دیانت کی ساری حدود پامال کر بیٹھے۔ اس اجمال کی تفصیل اس طرح ہے۔ جدید قارئین کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کسی تعلیمی ادارے کا نام نہیں تھا، یہ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی طرح ایک تحریک تھی، جس میں عربی فارسی نام والے ہر فرقے کی شمولیت تھی، چناں چہ پہلے ہی اجلاس میں جن شخصیات نے شرکت کی تھی، ان میں غیر مقلدین کی طرف سے مولوی محمد حسین بٹالوی اور شیعہ کی طرف سے غلام الحسنین کنتوری شریک ہوئے تھے۔ احناف میں اس وقت تک کوئی پھوٹ نہیں پڑی تھی۔ بانیٔ بریلویت اگرچہ اپنی بدعات وخرافات میں وارفتۂ مست تھے، مگر اپنے مسلک کی بنیاد ابھی نہیں ڈال پائے تھے۔ یہ کام تو 1313 ہجری کے بعد شروع ہوا۔

## ندوۃ العلماء لکھنؤ کا پہلا اجلاس:

ندوے کا پہلا اجلاس شوال 1311 ہجری مطابق اپریل 1894 میں ہوا۔ یہ اجلاس سہ روزہ تھا اور کانپور کے مدرسہ فیضِ عام میں منعقد

ہوا تھا۔اس میں متحدہ ہندوستان کی جہاں دیگر نمایاں شخصیات جمع تھیں، وہیں بریلی سے جناب احمد رضا خاں بھی شریک تھے۔اس اجلاس کی دعوت سے انہیں کتنی خوشی تھی اس کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ اس میں پیش کرنے کے لیے باقاعدہ ایک رسالہ لکھا اور اسے پیش بھی کیا۔اتنا ہی نہیں،اس رسالے میں مفتی عنایت احمد کاکوروی ؒ،مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور مولانا احمد حسن کانپوری ؒ کی بڑی پذیرائی بھی کی تھی۔ندوۃ العلماء کے مقاصد میں ایک بڑا مقصد ہندوستان کے تمام مدارس کو ندوے کے تحت لانا تھا تاکہ مقتضائے حال کے مطابق جدید نظامِ تعلیم اور نصاب مرتب کر کے طلبہ کو پڑھایا جاسکے۔اس ہدف کے حصول کے لیے ابتدائے بناء سے ہی کوششیں جاری تھیں،اس اولین اجلاس میں اس پر کافی زور رہا اور شرکائے اجلاس کی زوردار تقریریں بھی ہوئیں،اصلاحِ نصاب کی تجویز بھی کثرتِ رائے سے منظور ہوئی۔

## بارہ علماء کی کمیٹی میں بانیٔ بریلویت بھی:

اصلاحِ نصاب کے لیے باقاعدہ ایک کمیٹی بھی تشکیل دی گئی،جس کا کام موجودہ نصاب اور طریقۂ تعلیم پر غور کر کے اپنی سفارشات پیش کرنا تھا۔اس مجلس میں جن بارہ علمائے امت کے نام تھے ان میں استاذ العلماء مولانا لطف اللہ صاحب،مولانا عبدالحق حقانی،مولانا سید ظہور الاسلام صاحب،مولانا ابراہیم صاحب آروی،مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی،مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواروی،مولانا شبلی نعمانی،مولانا محمد علی مونگیری،مولانا عبدالغنی صاحب،مولانا محمد حسین بٹالوی،مولانا عبداللہ انصاری کے ساتھ جناب احمد رضا خاں صاحب بھی شامل تھے۔اسی سے واضح ہوتا ہے کہ تحریکِ ندوہ سے خان صاحب کی وابستگی کتنی گہری اور دلچسپی سے کس قدر معمور تھی۔

## ندوہ کا تیسرا اجلاس اور خان صاحب کی تخریبی کوششیں:

ندوہ کا پہلا اجلاس کانپور میں ہوا اور دوسرا اجلاس اگلے ہی سال قیصر باغ بارہ دری لکھنؤ میں۔یہ بھی سہ روزہ تھا اور ماہ بھی شوال اور اپریل کا تھا۔اس تقریب میں شرکت کے لیے مدارس کے مہتممین،ذمہ دارانِ انجمن اور مدیرانِ اخبارات سمیت تحریکِ ندوہ کے مخصوص اراکین کو بھی دعوت دی گئی تھی۔بانیٔ بریلویت تک بھی دعوت نامہ آیا،وہ لکھنؤ میں شریک بھی ہوئے،لیکن پھر نہ جانے کیا ہوا ناراض ہو گئے۔ان کی ناراضگی کے ظاہری اسباب کا تحریری طور پر کوئی اتہ پتہ نہیں ملتا۔سینہ بہ سینہ جو وجہ ہم تک پہونچی ہے وہ یہ ہے کہ اجلاسِ لکھنؤ میں جو کچھ ہوا،وہ ان کی منشا کے خلاف تھا۔انہیں لگا کہ مناسب تعظیم وتکریم سے اربابِ ندوہ نے کام نہیں لیا ہے۔وہاں سے واپس آئے تو جوشِ انتقام سے لبریز۔کئی تحریریں بھی ان کے قلم سے نکل چکی تھیں۔پہلے اور دوسرے اجلاس کی شاندار کامیابیوں کے بعد ندوہ کی مجلسِ انتظامیہ نے طے کیا کہ اس کا تیسرا اجلاس اگلے سال کلکتہ میں کیا جائے گا،لیکن اجلاس میں شریک بریلی کی نمایاں شخصیات مولانا سید اشفاق حسین صاحب،حاجی شیخ قادر بخش اور مولانا خلیل احمد سہارن پوری ؒ نے کلکتہ کی بجائے بریلی میں انعقاد کی دعوت دی۔یہ وہی مولانا اشفاق صاحب ہیں جنہوں نے بریلی میں مدرسہ اشفاقیہ قائم فرمایا۔یہ اس وقت انجمن اسلامیہ بریلی کے صدر تھے اور ڈپٹی کلکٹر کے عہدے سے ریٹائر ہو کر پنشن پا رہے تھے۔مولانا خلیل احمد سہارن پوری ؒ اس وقت مدرسہ مصباح العلوم بریلی کے صدر المدرسین تھے۔تیسرے اجلاس کا انعقاد بریلی میں ہونے کا اعلان کیا گیا تو بانیٔ بریلویت نے سارا زور اس بات پر صرف کر دیا کہ اسے کسی صورت یہاں ہونے نہ دیا جائے۔اجلاس کے خلاف ان کی کوششوں کی خبر بانیٔ ندوہ حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ تک بھی پہونچ رہی تھی۔انہوں نے اس حرکت سے باز رہنے

کے لیے 11 رمضان 1313 ہجری کو ان کے نام خط لکھا اور بایں الفاظ گذارش فرمائی:

''ذرا غور فرمائیے، ہماری سختی اور تشدد نے ہمارے فرقے اہلِ سنت اور بالخصوص احناف کو کیسا سخت صدمہ پہونچایا ہے! ہندوستان میں تقریباً تمام اہلِ سنت حنفی تھے۔ غیر مقلدین کا شاید نشان بھی نہ ہو۔ ابتدا میں ایک دو شخصوں کی رائے نے غلطی کی، انہوں نے بعض مسائل میں اختلاف کیا، ہمارے بعض حضرات نے بنظر حمایتِ حق انہیں مخاطب بنایا اور انہیں روکا۔ اگرچہ ان کی نیت خیر تھی اور اس کا ثواب وہ پائیں گے، مگر اتنی مدت کے تجربہ نے یہ معلوم کرا دیا کہ یہ حمایت خلافِ مصلحت ہوئی۔ اب اخراج عن المساجد کا فتویٰ مشتہر ہوا۔ جب سے ہمارے گروہ کو ذلت کا سامنا ہوا، غیر مسلم حاکموں کے روبرو ہم مجرموں کی طرح پکڑے ہوئے جاتے ہیں، ہمارے دین و ایمان کی کتابیں ان کے پیروں پر رکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ ہم اور ہمارے علماء کھڑے ہو کر دیکھتے ہیں اور ہمارے مخالفین کو ڈگریاں ملتی ہیں۔ افسوس صد افسوس! ہمیں اپنے پاک مذہب کی اس ذلت پر ذرا نظر نہیں ہوتی۔ مولانا! خدا کے لیے غور کیجیے، اور ہمارے دشمنانِ دین کو ہم پر اور ہمارے پاک مذہب پر ہنسنے کا موقع نہ دیجیے''۔ (تاریخ ندوہ، ص 172، 173)

غور کیجیے! بانیٔ ندوہ نے کتنی منت سماجت کر کے بانیٔ بریلویت کو سمجھانے کی کوشش کی۔ لہجے میں کتنی عاجزی اور خاکساری تھی۔ شریعتِ مطہرہ کا حوالہ کس دل سوزی کے ساتھ دیا تھا۔ ان کا تقاضا تھا کہ خان صاحب نرم ہو جاتے۔ ان کی معاندانہ برف پگھلتی۔ ان کے تیور سے اعترافِ قصور کی خوشبو آتی، مگر ایسا کچھ نہ ہوا، تحریکِ ندوہ کی مخالفت میں وہ ایسے دھت ہوئے تھے کہ اول فول لکھے جا رہے تھے اور دلیل پر دلیل دیے جا رہے تھے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر ندوہ کے ایک دوسرے خیر خواہ نے ان کے سارے اعتراضات کے جوابات لکھے اور اخیر میں کہا:

''لیجیے! آپ حق پر ہیں۔ آئیے اور ہماری لغزشوں کی مخدومانہ اصلاح کیجیے۔ ہم کو جو کچھ ہم سے لغزشیں ہوئیں اور آئندہ سیکڑوں ہوں گی، ان پر ہرگز اصرار نہیں، مگر روٹھ کر گھر نہ بیٹھیے، ملیے اور برادرانہ گلے شکوے روبرو کیجیے، تاکہ صفائی ہو جائے''۔

ان مصالحانہ کوششوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ مخالفت جاری رہی۔ خان صاحب نے اس اجلاس کو ملتوی کرانے کے لیے ایڑی چوٹی کا جیسا زور لگایا تھا، اس سے خطرہ ہو چلا تھا کہ بریلی کا اجلاس ناکام ہو جائے گا، مگر ایسا کچھ بھی نہ ہوا۔ یہ اجلاس ہو کر رہا اور پوری تام جھام سے ہوا۔ بلکہ اس جلسے کے انتظامات اتنے شان دار تھے کہ آج انہیں سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ یہ اجلاس بھی سہ روزہ تھا اور پچھلے اجلاسات کی طرح یہ بھی شوال میں ہوا تھا۔ حاضرین کی تعداد پچھلے جلسوں سے کئی گنا زیادہ تھی۔ اسی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ شہرِ بریلی پر خان صاحب کی گرفت کس درجہ ڈھیلی تھی۔

## ندوہ کے اجلاسِ بریلی کی اہمیت:

تیسرا اجلاس ہزار مخالفتوں کے باوجود بریلی میں ہوا۔ یہ ندوے کی تاریخ کا سب سے اہم اجلاس تھا۔ بریلی کے دیوبندی منتظمین نے مہمانانِ مکرمین کا وہ استقبال کیا کہ دیکھنے والی ہر آنکھ پھٹی کی پھٹی رہ گئی۔ رضا کار کئی کئی حصوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ان کی ایک ٹکڑی ریلوے اسٹیشن کے قریب خیمے لگائے بیٹھی تھی۔ ایک دم مستعد اور چاق و چوبند۔ جہاں گاڑی آتی، یہ لوگ مہمانوں کے لیے پلیٹ فارم پر جاتے، بہ آرام تمام خیموں میں لاتے اور وہاں سے گاڑیوں پر سوار کر کے قیام گاہ تک پہونچا دیتے تھے۔ یہ رضا کار مہمانوں کے لیے پانی کی صراحیاں، آب خورے، لوٹے، جانماز، فرش، پلنگ، کرسیاں وغیرہ سامانِ ضرورت، سواری کے لیے گاڑیاں، باربرداری کے لیے قلی سب کا

انتظام رکھتے تھے۔ ان کی ایک ٹکڑی مدارات کے لیے بھی تھی۔ کھانا پکانے لیے ایک الگ جماعت تھی، کھلانے کے لیے ایک دوسری جماعت کا انتظام تھا، غرضیکہ انتظام اتنا شان دار اور منظم تھا، معلوم ہوتا تھا کہ انسان نہیں، مشینیں کام کر رہی ہیں۔ جلسہ کی دوسری اور بڑی خاص بات یہ تھی کہ اس میں ہندوستان کی چوٹی کی شخصیات جمع ہوئیں، جن میں حیدرآباد سے مولانا لطف اللہ عدالتِ عالیہ، دہلی سے مولانا عبدالحق حقانی اور مولانا عزیز الدین صاحب، بہار سے مولانا عبدالوہاب صاحب اور مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواروی، یوپی سے مولانا حبیب الرحمن شیروانی، مولانا ابوالقاسم فضل رب، مولانا شفقت اللہ صاحب بدایونی، مولانا سید محمد شاہ محدث رامپوری اور علامہ شبلی نعمانی بطورِ خاص قابل ذکر ہیں، اجلاس کے صدر مولانا لطف اللہ صاحب تھے۔

## دارالعلوم ندوۃ العلماء کے قیام کی پرزور وکالت:

بریلی اجلاس کی سب سے اہم کڑی دارالعلوم ندوۃ العلماء کے قیام کی تائید تھی۔ ندوے کے تحت دارالعلوم کے قیام کا تخیل اگرچہ پہلے ہی پیش کیا جاچکا تھا، مگر کسی اجلاس میں اس پر بحث نہیں ہوئی تھی۔ بریلی کے اجلاس کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس تخیل پر باقاعدہ اراکین کا اظہارِ رائے ہوا۔ تاریخ ندوہ میں ہے: مولانا محمد لطف اللہ صاحب صدرِ انجمن نے ایک مختصر وموزوں صدارتی تقریر فرمائی، اس کے بعد ندوۃ العلماء کے زیرِ انتظام مجوزہ دارالعلوم کی ضرورت پر مولانا عبدالحق حقانی دہلوی، مولانا شبلی نعمانی، مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی اور مولانا سید محمد شاہ صاحب محدث رامپوری نے تائیدی تقریریں کیں۔ (ص 161) مجوزہ دارالعلوم کیسا ہوگا؟ اس موقع پر مولانا شبلی نعمانی نے پرمغز اور مدلل تقریر میں ندوۃ العلماء کے مجوزہ دارالعلوم کا نقشہ یوں پیش کیا:

''ظاہری شان وشوکت سے اس کا مکان نہایت شان دار اور مضبوط ہوگا اور اس میں ہر کام کے لیے جدا جدا کمرے ہوں گے۔ اس دارالعلوم میں ایک عظیم الشان کتب خانہ ہوگا، جس میں ہر طرح کی کتابیں موجود ہوں گی، تاکہ جو طالب علم تکمیل کے بعد مطالعۂ کتب سے اپنی علمی لیاقت بڑھانا چاہے وہاں رہ کر کتب بینی سے اپنے علم کو بڑھا سکے''۔ (ایضاً ص 163)

یہی وہ اجلاس ہے جس میں ندوۃ العلماء کا دستور العمل بھی پہلی بار منظور کیا گیا مختلف انجمنوں کی طرف سے تہنیتی پیغامات موصول ہوئے، اس اجلاس سے علمائے حق ہی کیا، عوام اہلِ حق کو بھی اتنی خوشی تھی کہ قابل بیان نہیں۔ ان کے کارکنان نے نہ صرف یہ کہ شرکت کی، بلکہ اخیر میں بھاری بھرکم مضامین پر مشتمل سپاس نامے بھی پیش کیے۔ ان میں انجمن اسلامیہ جبل پور، انجمن اسلامیہ امرتسر، انجمن آلِ ہاشم رائے بریلی، انجمن حامیٔ ندوۃ العلماء سلطان پور، اسلامیہ بدایوں، مسلمانانِ فتح پور ہسوہ، مسلمانانِ اعظم گڑھ سمیت اہلِ اسلام بریلی شامل ہیں۔ ان سپاس ناموں میں سے ایک طویل منظوم سپاس نامے کے یہ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں

حبذا فصلِ گل وشادابیٔ صحنِ چمن مرحبا
جوشِ بہار وزیب ونسرین وسمن اہلِ ایماں جوق جوق آئے ہیں
اور دل شاد ہیں شاد ہیں اہلِ زمیں
رنجور ہے چرخِ کہن غنچۂ دل کھل گئے
سب ہیں خوشی سے باغ باغ آج ہے شہرِ بریلی ایک روح افزا چمن

ندوہ کی شان میں ایک فارسی قطعہ بھی تھا، جس سے اجلاس کا سن 1313 نکلتا ہے:

در شہر بریلی شدہ ندوہ علماء
راز ودین نبی را بود آثارِ ترقی
گفتند بمن سال کدام است سلاما
گفتم کہ مشرف شدہ زیں ندوہ بریلی

ترجمہ: شہر بریلی میں علماء کا اجلاس ہوا، جس سے دین نبوی کی ترقی کے آثار ظاہر ہوں گے۔ لوگوں نے مجھ سے پوچھا: تم پر سلامتی ہو، یہ اجلاس کس سن میں منعقد ہوا، تو میں کہوں گا کہ مشرف شدہ زیں ندوہ بریلی یعنی اس اجلاس سے بریلی کو شرف حاصل ہوا۔

آخری مصرعے سے اجلاس کے انعقاد کی تاریخ نکلتی ہے۔ ندوے کی مخالفت کرنے والے ندوہ کے بریلی اجلاس کی مختصر روداد آپ نے ملاحظہ فرمالی ہے۔ اس اجلاس نے جہاں علمائے اہلِ حق کو ترقی کی نئی نئی شاہ راہیں دیں، وہیں ملک کے محدود حلقے میں کچھ لوگ وہ بھی تھے جو ندوے کی برق رفتار ترقی سے برابر بھنے جا رہے تھے۔ انہوں نے اس تحریک کو کچلنے کے لیے وہ سب تدبیریں اختیار کرلیں جو ان کے ذہن رسا نے مرتب کر کے دی تھیں۔ کتابیں لکھیں، رسائل لکھے، اشتہارات جاری کیے، بلکہ وہ آخری حربہ بھی استعمال کیا جو بے موقع ومحل بس یہی ٹیم کرسکتی تھی۔ تاریخِ ندوہ میں ہے:

''ندوۃ العلماء کی مخالفت کی قیادت جو حضرات کر رہے تھے، ان میں پیش پیش مولانا احمد رضا خان، مولانا عبدالقادر بدایونی اور مولانا نذیر احمد خاں رامپوری تھے، مسلم ہندوستان کی تاریخ میں یہ گروہ وصل کی بجائے فصل کی بنیادوں کی تلاش وجستجو، مخالفت برائے مخالفت میں ممتاز ومعروف ہے۔ ان پر ان مصالحانہ کوششوں کا کوئی اثر نہیں ہوا اور مخالفت کا طوفان برابر بڑھتا گیا۔ مہذب گالیاں دی گئیں۔ علمائے ندوہ کی تکفیر کی گئی اور مخالفت و بہتان طرازی کی مہم کو چالیس سے زائد مخالف کتابچے شائع کر کے تیز کیا گیا۔ محض ندوہ کی مخالفت کے لیے ہزاروں روپے کا وقف قائم کیا گیا۔ مخالفین کے رسائل کا نام اور ان میں تحریر نظم ونثر سے ان کے ذوق ووجدان اور مذاقِ لطیف کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، رسائل میں چند کے نام یہ ہیں: جشوہ، جذوہ، سطوہ، خدوہ''۔ (ایضاً ص 173)

جذوہ لرجوم احزاب الندوہ (ص 32) کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں

جو ہو خود عین ضلالت یہ بنائے ندوہ
کیا زمانہ کو رہِ راست پہ لائے ندوہ
پیرِ نیچر کی یہ ہے شعبدہ بازی ساری
آگ لگ جائے اسے
بھاڑ میں جائے ندوہ

## خان صاحب کا مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کو خط:

یہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ ندوہ کے پہلے اجلاس میں ہی مجددِ بریلوی شریک تھے، بلکہ اس میں اپنا مقالہ بھی پڑھا تھا۔ اس اجلاس میں

بھی شیعہ، نیچری اور وہابی شریک تھے۔ سب کچھ ان کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ اس اجتماعیت پر انہیں اعتراض ہی کرنا تھا تو اسی اجلاس میں کر دیتے، یا وہاں ہمت نہیں تھی تو کم از کم اجلاس سے واپس آتے ہی خط لکھ کر اپنا مدعا رکھتے، مگر ایسا نہیں ہوا، ان سب کے باوجود وہ دوسرے اجلاس میں بھی گئے۔ ان کی ساری مخالفتیں دوسرے اجلاس کے بعد ہی شروع ہوئیں۔ اب ان سے کیا سمجھا جائے! ابطالِ باطل؟ یا محض بغض وحسد؟ اس سلسلے میں مجدد بریلوی کے خط کا یہ اقتباس بھی دیکھیں:

اب تمام کتبِ ندوہ مفصلاً بالاستیعاب ملاحظہ ہوں، آپ پر خود عیاں ہو جائے گا کہ آشکارا ونہاں کس قدر مخالفاتِ شدیدہ اہلِ سنت سے کی گئیں، ترکِ مذہب واختیارِ دہریت کی کھلی کھلی دعوتیں دی گئیں۔ مذہب وسنت وائمۂ اہلِ سنت کی صریح توہین کی گئی"۔

## بانیٔ بریلویت کو علمائے ندوہ کا جواب:

خان صاحب کی ناراضگی ختم تو کیا ہوتی، بلکہ بڑھتی اور زور پکڑتی چلی گئی۔ خان صاحب کے ایک خلیفہ مولوی محمود جان کاٹھیاواڑی نے ان کی ایک منظوم سوانح عمری "ذکرِ رضا" کے نام سے لکھی ہے۔ اس میں ان کے سب سے بڑے اور درخشاں کارنامے کی حیثیت سے اس بات کو ذکر کیا ہے کہ:

"اعلیٰ حضرت نے ندوہ اور ندوہ والوں کے رد میں بے گنتی اشتہار کے علاوہ 100 کے قریب رسالے لکھے اور ندوہ کا نام ونشان مٹا دیا"۔ [ذکرِ رضا، ص 11]

اس مقام پر محاضرہ ردِ رضاخانیت میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

"مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ندوۃ العلماء کے خلاف یہ تکفیری مہم 1311ھ سے چلانی شروع کی تھی، برسوں تک پورے زور وشور سے یہ گولہ باری ہوتی رہی، یہاں تک کہ حرمین شریفین کے علماء سے بھی ان کے کفر کا فتویٰ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حاصل کیا اور فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین کے نام سے چھپوا کر ہزاروں کی تعداد میں شائع کیا"۔ (ص 27)

خان صاحب کی دیدہ دلیری اور ترش مزاجی نے جب بات آگے، بلکہ بہت آگے بڑھا دی۔ پانی روز بہ روز سر سے اونچا ہونے لگا۔ عوام میں علمائے ندوہ کے تئیں غلط فہمیاں پھیلنے لگیں تو انہوں نے بھی جوابی کارروائی میں رسالے اور کتابیں لکھیں۔ مولانا حفیظ اللہ صاحب نے ارشاد الکملا، حکیم محمد ایوب پھلواروی نے القول الفاصل بین الحق والباطل، مولانا حکیم سید عبدالحی نے اتمام الحجۃ علی مخالفی الندوۃ، مولانا محمد علی نے ھدایۃ الالباء اور مرزا حیرت دہلوی نے مقاصدِ ندوۃ العلماء اور اس کی مخالفت نامی تحریریں قلم بند کیں۔

## مولانا عبدالحی کا بریلویوں کے مشن تکفیر پر تبصرہ:

جب کسی اچھے کام پر بد قماشوں کو مرچی لگے اور اضطراب وکرب کی صورتِ حال سے یہ لوگ دو چار ہو جائیں تو یہ اس کام کے عند اللہ مقبول ہونے کی دلیل ہے۔ مفکرِ اسلام مولانا علی میاں ندویؒ کے والدِ ماجد مولانا حکیم عبدالحی نے بھی خان صاحب کی ان ہرزہ سرائیوں کو فالِ نیک سمجھا اور برا ماننے کی بجائے یہ تبصرہ فرمایا:

"جب سے ہم کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ ایک عالم بریلوی (مولانا احمد رضا خاں) اور دوسرے فاضل بدایونی مخالف ہو گئے ہیں، اس وقت سے ہم کو ندوۃ العلماء کی قبولیت میں کوئی شبہ باقی نہ رہا"۔

(اتمام الحجۃ علی مخالفی الندوۃ، ص 4)

## بریلویوں کی تیز زبانیوں پر ایک اہم ریمارک:

مولانا عبدالحی صاحب نے صرف دفاعِ ندوہ پر زور صرف نہیں کیا، بلکہ بانیٔ بریلویت اور ان کے ہم نواؤں کے خلاف کھل کر اپنا ریمارکس بھی دیا۔ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ:

''حضرت فاضل بدایونی و بریلوی وہی بزرگ ہیں جن کی تیز زبانی سے بہت سے سلفِ صالحین بھی محفوظ نہیں رہ سکے، ہمارے شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اور حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی کی شان میں جو کچھ انہوں نے گستاخیاں کی ہیں، ان سے سب واقف ہیں، اور خود اس زمانہ میں مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم اور مولانا عبدالحی لکھنوی کی تکفیر انہیں حضرات کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ اس واسطے ان کی تحریر و تقریر کی طرف مسلمانوں کو بالکل اعتبار نہ کرنا چاہیئے''۔

(تاریخ ندوہ، 177، 178)

## اکابرِ دیوبند پر خان صاحب کا پہلا تکفیری گولہ:

بانیٔ بریلویت ندوہ کے پیچھے دس سال پڑے رہے۔ علمائے ندوہ بھی جواب اور دفاع در دفاع سے تھک تھکا گئے تو اب نظرِ عنایت دارالعلوم دیوبند پر دے ماری، چناں چہ 1320 میں ان کی پہلی کتاب اس مد میں ''المعتمد المستند'' کے نام سے منظرِ عام پر آئی، جس میں پہلی بار اکابر جماعتِ دیوبند: حضرت مولانا نانوتوی، حضرت گنگوہی وغیرہ کی قطعی تکفیر کی اور لکھا کہ:

''یہ ایسے کافر اکفر ہیں کہ جو کوئی ان کے کفر میں شک وشبہ کرے وہ بھی قطعی کافر اور جہنمی ہے''۔

(محاضرہ ردِ رضاخانیت، ص 29)

## علمائے دیوبند کی خاموشی:

یہ کتاب آنے کو تو آ گئی، مگر چوں کہ عربی میں تھی، اس لیے اس کا شہرہ نہ ہو سکا۔ علمائے دیوبند کو تو کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔ کتاب کی اشاعت کے تین سال بعد 1323ھ میں مناظرِ اسلام مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری کو کہیں سے اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے جواب لکھنے کی اجازت شیخ الہند سے طلب کی، انہوں نے منع کر دیا۔ جب اصرار حد سے بڑھا تو شیخ الہند انہیں لے کر حضرت گنگوہی کی خدمت میں چلے گئے، مگر وہاں سے بھی اجازت نہ ملی، حضرت گنگوہی کا جواب یہ تھا کہ:

ارے بھئی! تم کہاں تک اس شخص کی باتوں کا جواب دو گے؟ اور کہاں تک کتابیں لکھو گے؟ وہ تو روز روز نئے الزام گھڑے گا، کتابوں پر کتابیں لکھے گا اور اشتہاروں پر اشتہار چھاپے گا، اس کو دنیا میں بس یہی کام ہے، شاید یہی اللہ نے اس کے لیے مقدر کر دیا ہے۔ ندوہ والوں کے ساتھ جو کچھ اس نے کیا ہے وہ سامنے ہے، اس لیے میری رائے تو یہی ہے کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو اور دینی خدمت کے لیے اپنے کام میں لگے رہو''۔ (ایضاً، ص 28)

اولاً کتاب ہی عربی زبان میں تھی، اس پر علمائے دیوبند نے بھی خاموشی سادھ لی تو کتاب **خطب ھوائیۃ** سے زیادہ ثابت نہ ہوئی۔ مجددِ بدعات بہت سٹپٹائے اور آتش غیظ وغضب کو سرد کرنے کے لیے اب سفرِ حج کا خوب صورت عنوان تراشا۔ خان صاحب 1323ھ کے

اخیر میں اس مہم کے لیے حج پر روانہ ہوئے اور علمائے حرمین شریفین کے سامنے اپنے قلم سے تیار کردہ ایک استفتا رکھا، اسی کا جواب 1325ھ میں ''حسام الحرمین'' کے نام سے ہندوستان میں شائع ہوا۔

اور یہی حسام الحرمین ہے جس کے بعد ہندوستان کے احناف باقاعدہ دو فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ بریلویت کی تاریخِ ولادت یہی 1325ھ ہے۔

**نوٹ:** یہاں مولانا کے قسط وار مضامین کی ۱۲۳ اقساط مکمل ہوگئی ہیں۔مولانا مزید اقساط لکھنے کا بھی ارادہ کر رہے ہیں اور اسی کتابی صورت میں بھی مزید تفصیلی شائع کرنے کا سوچ رہے ہیں۔اللہ پاک ان کی اس علمی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے،آمین۔(از ساجد)

## کیا بریلی سارے جہاں کا دارالافتاء تھا؟

خان صاحب کی تقدیس اور عظمت کو ثابت کرنے کیلئے کس کس نے کیا کیا جھوٹ بولے؟ اگر سب کو جمع کیا جائے تو شاید کئی جلدوں پر کتاب بن جائے

دردِ دل کو روؤں یا غمِ جگر کو روؤں
میں ایک آخر کس کس غم کو روؤں

بہر حال عنوانات کی مناسبت سے جو جھوٹ نظر کے سامنے سے گزرتے جائیں گے یا ذہن کے کسی دریچے میں محفوظ رہے ہوں گے اسے نقل کر کے ہم تبصرہ کرتے رہیں گے۔انہی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹ یہ بھی ہے:

چنانچہ محمود احمد رضوی لکھتا ہے:

''ان کے فیض علم کی برکت نے بریلی کو تمام جہاں کا دارالافتاء بنا دیا،عرب وعجم ایشیاء،افریقہ وغیرہ براعظموں کے معاملات نصف صدی سے زائد عرصہ تک آستانہ عالیہ رضویہ سے فیصل ہوتے رہے''۔

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر،ص ۳۶۵)

نعیم الدین مراد آبادی صاحب فرماتے ہیں:

''دو لفظوں میں یوں سمجھئے کہ موجودہ صدی میں دنیا بھر کا ایک مفتی تھا جس کی طرف عالم کے حوادث ووقائع استفتاء کیلئے رجوع کئے جاتے تھے ایک قلم تھا جو دنیا بھر کو فقہ کے فیصلے دے رہا تھا''۔

(اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام،ص ۱۱)

**لعنۃ اللہ علی الکاذبین** کیا کوئی رضاخانی اس کا ثبوت دے سکتا ہے کہ خان صاحب نے نصف صدی سے بھی زائد پر مشتمل پوری دنیا کے وہ کون کونسے اہم مسائل فیصلہ کن طریقے سے حل کیے جس کی وجہ سے ان کا آستانہ دنیا بھر کا مرکز بن گیا؟ آپ نے ما قبل میں بھی پڑھ لیا ہوگا اور آگے بھی ان شاءاللہ پڑھ لیں گے کہ نصف صدی تک تو پاکستان کے پڑھے لکھے لوگ خان صاحب کو جانتے تک نہ تھے۔اسی المیزان کے مقدمے میں اس بات کا رونا رویا گیا ہے کہ پڑھی لکھی دنیا کا سنجیدہ انسان خان صاحب کے قریب نہیں آتا۔(ملخصا المیزان،

ص ۲۹) کچھ تو خدا کا خوف کرو یہ جھوٹ لکھتے ہوئے کیوں یہ بھول گئے تھے کہ کل کو کوئی اگر اس کا ثبوت مانگے تو کیا جواب دو گے؟

خان صاحب کو تو اپنے لوگ فیصل اور مفتی ماننے کو تیار نہ تھے ساری زندگی بدایونی علماء سے اذان ثانی پر اپنا موقف نہ منوا سکے حتی کہ بدایونی علماء نے کورٹ میں اعلیٰ حضرت کے خلاف رٹ دائر کر دی اور خان صاحب نے رسوائی سے بچنے کیلئے بیماری کا جعلی سرٹیفکیٹ پیش کر کے خود کو حاضری سے مستثنیٰ کر دیا۔ علمائے فرنگی محلی آپ کو فیصل ماننے سے منکر تھے۔ تکفیر دیوبند، ترک موالات، کانگریس کتنے مسائل میں خان صاحب سے اختلاف کیا۔ علمائے رامپور کا بھی یہی حال تھا۔

تذکرہ نوری کے حوالے سے گذر چکا کہ خان صاحب کو ان کی زندگی میں صرف ایک دفعہ ''فیصل و ثالث'' بننا پڑا مگر معاملہ سلجھنے کے بجائے اور بگڑ گیا جس کی وجہ سے خان صاحب کے اپنے پیر و مرشد نے ان کے فیصلہ کو کالعدم قرار دیا۔ شرم نہیں آتی جسے اپنے لوگ فیصل ماننے کو تیار نہ ہوں اسے پوری دنیا کا فیصل منوا رہے ہو؟

فیض احمد اویسی رضاخانی لکھتا ہے:

''امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معاصرین اہل سنت علما کرام کو اپنے ساتھ ملانے کی بڑی کوشش کی لیکن بجائے تعاون کے بعض تو اس قدر مخالف ہو گئے کہ مقدمہ بازی پر تل گئے جیسے بعض علمائے دکن، علمائے بدایوں، وعلمائے رامپور وعلمائے فرنگی محل رحمہم اللہ تعالی نے بعض مسائل میں و دیگر وجوہ سے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ تاریخ گواہ ہے اتنا شدید ردعمل ممکن ہے آپ کے ساتھ بیگانوں نے نہ کیا ہو''۔

(شرح حدائق بخشش، ج ۳، ص ۲۶۷)

یہ حال تھا خان صاحب کا بریلی والوں کو ایک فرعی مسئلہ میں وہ عدالتوں میں گھسیٹ رہے تھے تو اصولی مسائل پر بریلی کی مرکزیت کہاں؟ کلیات مکاتیب رضا کے حصہ اول میں رضاخانیوں کے شیخ الاسلام مولوی انوار اللہ حیدرآبادی فاروقی کے نام خان صاحب بریلوی کے دو خطوط درج کئے گئے ہیں ان خطوط میں خان صاحب فاروقی صاحب کی منتیں ترلے کرتے رہے کہ میرے شبہات کا جواب دے کر مجھے مطمئن کر دیں مگر فاروقی صاحب نے خان صاحب کو منہ تک نہ لگایا اور جواب دینے سے صاف انکار کر دیا۔ یہ تو اس آدمی کی اوقات ہے۔

بلکہ خان صاحب کی رگڑائی اپنوں نے ایسے لگائی کہ ایک شعر میں کہتے ہیں:

تم تو چاند عرب کے ہو پیارے تم تو عجم کے سورج ہو
دیکھو مجھ بے کس پر شب نے کیسی آفت ڈالی ہے

اس شعر کی شرح میں رضاخانی شارح لکھتا ہے:

''سابقہ اشعار میں حالات کی ناسازگاری اور دشمنوں کی ستم گاری اور اپنوں (ہم مسلک) کی لاپروائی کے صدمات پر آقا و مولی حضرت محمد مصطفی ﷺ کو فریاد سنائی''۔

(شرح حدائق بخشش، ج ۳، ص ۲۹۹)

آگے پورا عنوان آ رہا ہے کہ اپنوں نے خان صاحب کو کیسے رگڑا لگایا اسی طرح خان صاحب کی فقہی، حدیثی و سائنسی خدمات کے تحت آ رہا ہے کہ خان صاحب کی آرا سے رضاخانیوں نے اختلاف کیا اور ان کی رائے کو حکم ماننے سے انکار کر دیا اس مختصر تفصیل کے بعد یہ کہنا کہ بریلی

اور خان صاحب پوری دنیا کا مرکز تھا یہاں سے پوری دنیا کے مسائل حل ہوتے کے جھوٹ ہونے میں کیا شک وشبہ رہ جاتا ہے؟

اس موقع پر یہ بھی واضح کر دوں کہ ارواح ثلاثہ سے رضاخانی ایک حکایت پیش کرتے ہیں کہ تقویۃ الایمان سے شورش پیدا ہوئی اور اسے تقویۃ الایمان کے بطلان پر دلیل بناتے ہیں وہ یہاں کیا کہیں گے کہ خان صاحب بریلوی کی تحریروں سے اس قدر شورش بپا ہوئی کہ اپنے بھی سخت مخالف ہو گئے اور خان صاحب اس قدر مایوس ہوئے کہ ہر طرف سے امید ختم ہونے کے بعد بے آسرا بے یارو مددگار حضور ﷺ کی بارگاہ عالی میں اپنا جھوٹا استغاثہ پیش کرنے لگ گئے۔

# کیا بریلی میں سب سے پہلا دارالافتاء رضا علی خان نے قائم کیا تھا؟

ڈاکٹر محمد حسن لکھتے ہیں: ''تیرہویں صدی ہجری میں مولانا نقی علی خان...... کے والد ماجد امام العلماء مولانا رضا علی خان نے ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۱ء میں سرزمین بریلی پر مسند افتاء کی بنیاد رکھی''۔ (مولانا نقی علی خان حیات اور علمی ادبی کارنامے، ص ۹۴)

مولانا شہاب الدین رضوی صاحب لکھتے ہیں: ''تیرہویں صدی ہجری مولانا رضا علی خان بریلوی نے بریلی شریف میں ۱۲۴۶ھ، ۱۸۳۱ء میں افتاء کی بنیاد رکھی اور ۱۲۸۲ھ، ۱۸۶۵ء تک فتویٰ نویسی کا گرانقدر کام بحسن وخوبی انجام دیا''۔

(فقیہ اعظم حضور صدر الشریعہ کی حیات وخدمات، ص ۱۹۳)

ایک دفعہ پھر **لعنة الله على الكاذبين** جناب مولانا رضا علی خان کے دور میں بریلی میں حضرت مفتی محمد عوض صاحب مرحوم کا طوطی بولتا تھا۔ روہیل کھنڈ کی طرف سے آپ ہی کو محکمہ افتاء کی خدمت سپرد ہوئی تھی۔ (تذکرہ علمائے ہندوستان، ص ۲۷۵)

پروفیسر ایوب قادری صاحب ''اکمل التاریخ'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ مفتی محمد عوض سے پہلے ان کے والد مفتی درویش مرحوم کو حافظ الملک حافظ رحمت خان نے بریلی میں خدمت افتاء پر مامور کیا تھا۔ (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، ص ۳۱)

ان کے بیٹے مفتی محمد عوض کے بارے میں لکھتے ہیں: ''اپنے والد مفتی درویش محمد کے انتقال کے بعد ۱۱۸۴ھ میں بریلی کے مفتی شرع مقرر ہوئے اور یہ تقرر حافظ الملک حافظ رحمت خاں کے زمانہ حیات میں ہوا''۔ (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، ص ۳۳)

رضا علی خان کو تو کوئی جانتا نہیں تھا، یہ تو شکر کرو کہ مولوی رحمٰن علی بریلوی نے اس کا تذکرہ اپنی تاریخ میں کر دیا اور بعد کے مورخین نے اسی کو ماخذ بنایا ورنہ ساری زندگی اس گمنامی کا رونا روتے۔

حیرت ہے کہ خود ڈاکٹر محمد حسن لکھتا ہے: ''روہیلہ دور کے شاہی خاندان کے آخری چشم وچراغ مفتی محمد عیوض صاحب کی ۱۸۱۶ء میں انگریزوں سے شکست کھانے کے بعد مسند افتاء خالی تھی۔ ۱۸۱۶ء میں مفتی محمد عیوض بریلی سے ٹونک تشریف لے گئے اور ۱۸۱۸ء میں وہیں فوت ہوئے ایسے نازک دور میں امام العلماء مولانا رضا علی خان نے مسند افتاء کو رونق بخشی''۔ (مولانا نقی علی خان حیات اور علمی وادبی کارنامے، ص ۷۸)

جب مفتی محمد عوض مرحوم کے بعد مسند افتاء کو مولانا رضا علی خان نے رونق بخشی (جو ہمیں تسلیم نہیں اس کا کوئی مستند حوالہ پیش کیا جائے کہ رضا علی خان نامی آدمی کبھی بریلی کے لوگوں کیلئے مرجع الخلائق بنے ہیں) تو یہ کہنا کہ بریلی میں سب سے پہلے مسند افتاء کو آپ ہی نے رونق بخشی جھوٹ

اور کذب بیانی نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ بھی یاد رہے کہ مفتی محمد عوض مرحوم نے انگریزوں کے خلاف بریلی میں تحریک جہاد برپا کی لیکن شکست کھا جانے کے بعد اپنے ساتھیوں سمیت بریلی چھوڑ کر ٹونک جانا پڑا۔ مگر دوسری طرف انہی مولانا رضا علی خان کے بارے میں ان لوگوں نے لکھا کہ انگریز آپ کے نام سے کانپتا تھا آپ کے سر کی قیمت ۵۰۰ روپے رکھی گئی۔ مگر جہاد بریلی کے بعد رضا علی خان بقول بریلوی حضرات مسند افتاء پر براجمان ہو جاتے ہیں وہ مسند افتاء جس کو انگریز کا سب سے بڑا دشمن مفتی محمد عوض خالی کر کے گیا۔ کیا عقل سلیم یہ تسلیم کر سکتی ہے کہ انگریز کا ایسا سخت دشمن جس کے سر کی قیمت لگی ہوئی ہو وہ اتنے دھڑلے سے مسند افتاء پر بیٹھ جائے گا اور فاتح انگریز اسے کچھ نہیں کہے گا؟ پس معلوم ہوا کہ مولانا رضا علی خان نے اس دور میں جہاد میں کسی قسم کا کوئی حصہ نہیں لیا تھا، بلکہ مفتی محمد عوض کے خلاف انگریز کی مدد کی اسی لئے انگریز کے اس دشمن کی خالی کی گئی مسند پر رضا علی خان کو بٹھایا گیا ورنہ مفتی محمد عوض کی طرح انہیں بھی بریلی چھوڑنا پڑتا۔

مولوی عبد العزیز بریلوی لکھتے ہیں: ''مفتی صاحب (مفتی عوض مرحوم) اور دوسرے لوگ ٹونک کی طرف چلے گئے انگریزی فوج نے روہیلوں کو کچھ مکانوں سے نکال کر ان کے گھر پھونک دیے''۔ (تاریخ روہیل کھنڈ و بریلی، ص ۱۹۶)

جب عام بیچارے روہیلوں کے ساتھ انگریز نے یہ ظلم وستم کیا تو جناب رضا علی خان صاحب جس کے سر کی قیمت انگریز نے مقرر کی ہوئی تھی اس آرام سے بریلی میں کیسے رہ سکتے ہیں؟

## کیا مولانا نقی علی خان صاحب اپنے دور میں مرجع فتاویٰ تھے؟:

مولوی حسنین رضا خان صاحب ان نقی علی خان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مولانا نقی علی خان صاحب بھی اپنے وقت میں مرجع فتاویٰ تھے مگر اعلیٰ حضرت قبلہ نے ان کو اپنی کم سنی ہی میں فتویٰ نویسی سے سبکدوش کر دیا تھا اس لئے کہ اعلیٰ حضرت نے ۱۳ سال کی عمر میں سند تکمیل حاصل کی اور مسند افتاء پر بٹھا دیے گئے''۔ (سیرت اعلیٰ حضرت، ص ۴۲)

مگر یہ قول نہ روایت اور نہ ہی درایت کی کسوٹی پر صادق آتا ہے۔ ہمیں روہیل کھنڈ و بریلی کی تاریخ پر لکھی جانے والی کسی مستند غیر جانبدار تاریخ میں نہیں ملا کہ مولوی نقی علی خان نام کا کوئی آدمی کبھی بریلی میں مرجع خلائق رہا ہو۔ نواب خان بہادر خان شہید نے جب ۱۸۵۷ء میں انگریز سے بغاوت کی تو روہیل کھنڈ و بریلی کیلئے ''مولوی سید احمد بدایونی'' کو مفتی نامزد کیا گیا۔ (نواب خان بہادر خان شہید، ص ۵۱)

نقی علی خان صاحب کا تذکرہ تاریخ میں صرف ایک حوالے سے ملتا ہے اور وہ ہے مولانا احسن نانوتوی صاحبؒ کے ساتھ ان کا ''اثر ابن عباسؓ'' کی تصحیح پر اختلاف۔ مولوی نقی علی خان صاحب نے حضرت مولانا احسن نانوتوی صاحب مرحوم کے خلاف اختلاف کو موثر رخ دینے کیلئے رامپور سے ایک فتویٰ منگوایا اور اسے مشتہر کیا۔ بعد ہ اس فتوے کی تائید سورت، بمبئی، کابل، پیشاور، کانپور، دہلی وغیرہ کے علماء سے کروائی گئی۔ نقی علی خان صاحب نے خود اس باب میں کوئی فتویٰ نہیں دیا۔

**نوٹ:** تمام تر تفصیل بریلویوں کی کتاب: تنبیہ الجہال میں موجود ہے!!!!

اس سے اس امر پر کافی حد تک روشنی پڑتی ہے کہ نقی علی خان صاحب اہم امور میں نہ تو فتوے دیتے اور نہ ان کے فتوے کی کوئی حیثیت تھی۔ اگر موصوف اپنے دور میں ''مرجع فتاویٰ'' ہوتے تو ان کا ایک فتویٰ کافی ہوتا اور ان کے فتوے پر ہند بھر کے علماء تائید کرتے مگر یہاں معاملہ الٹا ہے۔ ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا ظفر الدین بہاری صاحب نے لکھا ہے کہ ایک شخص رامپور سے بریلی مولوی نقی

علی خان کے پاس ایک فتویٰ جو مولانا ارشاد حسین رامپوری کا لکھا ہوا تھا اور جس پر اکثر علماء کی تائیدی مہریں ثبت تھیں۔ نقی علی خان صاحب کے پاس لیکر آئے۔ موصوف نے ان کو کمرے میں اپنے لڑکے نواب احمد رضا خان کے پاس بھیج دیا مستفتی بھی اس ''چھوکرے'' کو دیکھ کر حیران ہوگیا اور واپس آ کر نقی علی خان سے کہا کہ کمرے میں کوئی مولوی نہیں ہے ایک ''صاحبزادے'' (چھوٹا لڑکا) ہے۔ نقی علی خان نے کہا کہ اسی سے فتویٰ لو۔ سائل کا دل مطمئن نہیں ہوا مگر نقی علی خان کی ضد پر فتویٰ لیا۔ جس میں نواب احمد رضا خان نے مولانا ارشاد حسین رامپوری سے اختلاف کیا اور رامپوری صاحب کے فتوے کو غلط ٹھہرا کر اس کی تصویب و تائید مولوی نقی علی خان سے لے لی۔ اب ملاحظہ ہو:

''پھر وہ صاحب اس فتوے کو دوسرے علماء کے پاس لے گئے ان لوگوں نے حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب کی شہرت دیکھ کر انہیں کے فتوے کی تصدیق کی۔ جب والی رامپور نواب کلب علی خان صاحب کی خدمت میں وہ فتویٰ پہنچا آپ نے شروع سے اخیر تک اس فتویٰ کو پڑھا اور تمام لوگوں کی تصدیقات دیکھیں۔ دیکھا کہ سب علماء کی ایک رائے ہے صرف بریلی کے دو عالموں نے اختلاف کیا''۔

(حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۳۲۵)

یہ حوالہ چیخ چیخ کر بتلا رہا ہے کہ نقی علی خان اپنے بیٹے سمیت مرجع فتاویٰ تو کیا تھے ان کو تو آس پاس کے علماء جانتے تک نہ تھے۔ سب علماء نے مولانا ارشاد حسین رامپوری کی تائید کی۔ نیز رامپور بریلی کے غرب میں واقع ہے خان صاحب کے سسر نواب کلب علی خان کے معتمد اور محکمہ ڈاک کے افسر تھے۔ (محکمہ ڈاک اس دور میں انتہائی اہمیت کا حامل تھا بریلی و روہیل کھنڈ کے مجاہدین کی جاسوسیاں محکمہ ڈاک ہی کے افسران کرتے۔ ملاحظہ ہو کتاب نواب خان بہادر خان شہیدؒ) لیکن مرجع خلائق کی شہرت کا یہ حال ہے کہ پڑوس کے لوگ بھی نہیں جانتے۔

## ایک اور نکتہ:

حیات اعلیٰ حضرت کے اس حوالے سے مزید دو فائدے حاصل ہوئے:

(۱) مولانا ارشاد حسین رامپوری غلط فتویٰ دے دیا کرتے تھے۔ لہذا مولانا احسن نانوتوی مرحوم کے خلاف جو فتویٰ تنبیہ الجہال میں پیش کیا گیا اگر وہ واقعی درست ہے تو غلط ہے۔

(۲) مولانا ارشاد حسین رامپوری کی شہرت کی وجہ سے بنا تحقیق کئے لوگ ان کے فتاویٰ کی تصدیق کرلیا کرتے تھے۔ لہذا تنبیہ الجہال میں مولانا احسن نانوتوی مرحوم کے خلاف رامپوری فتوے پر جو ملک کے مختلف شہروں سے تصدیقات لی گئی اگر وہ واقعۃً سچ ہیں (ہم اسے جھوٹ کا پلندہ سمجھتے ہیں) تو بھی یہ ہرگز مولانا نانوتوی کے موقف کے غلط یا نقی علی خان کے موقف کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں۔ اس لئے کہ علماء بے سوچے سمجھے رامپوری صاحب کے غلط فتوؤں پر بھی تائیدی دستخط کر لیتے تھے۔ جیسا کہ حیات اعلیٰ حضرت کی اس روایت سے معلوم ہوا۔

ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیں کہ مولوی حسنین رضا خان صاحب نے لکھا کہ کسی مسئلہ میں مولانا نقی علی خان صاحب و خان صاحب بریلوی کا اختلاف ہوگیا دونوں نے اپنا اپنا موقف لکھا اور تصدیق کیلئے بتوسط فضل حسن صاحب علمائے رامپور کے پاس بھیج دیے گئے:

''اعلیٰ حضرت قبلہ کے فتوے پر تصدیقات بہت زیادہ تھیں اور باپ کے فتوے سے صرف دو عالموں نے اتفاق کیا تھا''۔

(سیرت اعلیٰ حضرت، ص ۵۲)

بیٹے کے مقابلے میں باپ کی صرف دو عالم تائید کر رہے ہیں۔ یہ حوالہ بھی اس بات کی شہادت ہے کہ مولانا نقی علی خان صاحب ہرگز مرجع

فتاویٰ نہ تھے، نہ ان کی اس باب میں کوئی خدمت نہ حیثیت تھی۔ یہ سب تذکرہ نگاروں کے افسانے ہیں جواب ان کے گلے پڑ رہے ہیں۔

اس تفصیل کے بعد اب ذرا اس کذب بیانی کو بھی ملاحظہ فرمائیں بریلوی مفتی اعظم بہرائچ لکھتے ہیں:

''مسلک اعلیٰ حضرت یہ لفظ علماء ومشائخ اور عوام میں متعارف ہے...... کے علاوہ عرب وعجم حل وحرم کے ہزاروں صاحبان علم وفن ذو المنن ومقتیان دین حسن لکھتے پڑھتے اور بولتے رہے ہیں''۔ (امتیاز اہل سنت، ص ۳۷)

اگر کسی رضاخانی محقق میں جرات ہے تو حل وحرم کے ہزاروں نہیں صرف ''سو'' علمائے عرب کے نام مع مستند حوالہ گنوا دیں جنہوں نے کبھی ''مسلک اعلیٰ حضرت'' لکھا، بولا، پڑھا ہو۔ بصورت دیگر **لعنة الله علی الکاذبین**۔

## بریلوی اعلیٰ حضرت کو معاذ اللہ حضور ﷺ سے بھی بڑھ کر سمجھتے ہیں

اگر آپ اس عنوان سے چونک گئے ہیں یا یہ سمجھ رہے ہیں کہ شاید ہم زیادتی کر رہے ہیں تو براہ کرم ہماری یہ معروضات پڑھنے کے بعد ہی کوئی رائے قائم کیجئے گا۔ ہم یہ بات اس لئے کہہ رہے ہیں کہ اس پر دلائل خود بریلوی کتب میں موجود ہیں۔ مثلاً خان صاحب بریلی کا ایک چاہنے والا ان کے بارے میں کہتا ہے:

''پس از سلام مسنون حضرت سید ولد آدم وسید الانس والجان (روحی فداہ)...... (فتاوی رضویہ قدیم، ج ۷، ص ۴۴)

**انا سید ولد آدم ولا فخر** یہ نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے اور آپ ﷺ کی ایسی فضیلت ہے جس میں کوئی بشر تو کیا کوئی نبی بھی آپ ﷺ کا شریک نہیں۔ ہمارے علماء کے نزدیک ''سید ولد آدم'' میں تمام بنی نوع انسان بشمول حضرت آدم علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام شامل ہیں۔ گویا آپ ﷺ تمام انبیاء وجملہ بنی نوع انسان کے سردار ہیں۔ مگر بریلوی حضرات کی دیدہ دلیری ملاحظہ ہو کہ وہ اس خاصہ نبوت کو خان صاحب بریلی کیلئے استعمال کر رہے ہیں۔

''سید ولد آدم وسید الانس والجان'' دو جملے ہیں پہلے جملے میں کہنے والا گویا یہ کہنا چاہ رہا ہے کہ آپ تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار ہیں اور دوسرے جملے میں بتانا چاہ رہے ہیں کہ انبیاء کے بعد انسانوں اور جنوں کے سردار بھی آپ ہیں یعنی تعمیم بعد التخصیص۔ پھر عرف میں (روحی فداہ) یہ جملے حضور ﷺ ہی کے ساتھ خاص ہے، چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور ﷺ کو اس طرح خطاب کرتے: ''فداک امی وابی یا رسول اللہ'' یہ سارے قرائن اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ بریلوی فرقہ خان صاحب کو نبیوں تو کیا سید المرسلین ﷺ سے بھی بڑھ کر مانتا ہے، معاذ اللہ!!!!

ہوسکتا ہے کہ کوئی کہنے والا کہہ دے کہ کسی جاہل نے ایسا کہہ دیا ہوگا خان صاحب بریلی کا اس میں کیا قصور؟ لیکن کیا کیا جائے کہ اس تاویل کا دروازہ بھی خود بریلی حضرات نے بند کر دیا ہے۔ اس تاویل کے جواب سے پہلے خان صاحب کے اس ملفوظ کو ملاحظہ فرمائیں:

''عرض: تھانوی کو لوگ سید کہتے ہیں اور وہ مانع نہیں ہوتا (یعنی انہیں ایسا کہنے سے نہیں روکتا) حالانکہ وہ قوم کا جھوجھہ ہے۔

ارشاد: حدیث میں ہے **من ادعی الی غیر ابیہ فعلیہ لعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا** (جو شخص اپنے باپ کو چھوڑ کر دوسرے کو باپ بنائے اس پر اللہ عزّوجلّ اور تمام فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت اللہ عزّوجلّ نہ اس کا

فرض قبول کرے گا نہ نفل...... دوسری حدیث میں ارشاد ہوا **فالجنة علیه حرام** اس پر جنت حرام ہے...... تیسری حدیث میں فرمایا **فعلیه لعنة الله التابعة الی یوم القیامة** اس پر اللہ عزوجل کی پے در پے قیامت تک لعنت"۔ (ملفوظات، حصہ سوم،ص ۴۱۹ مکتبۃ المدینہ)

خان صاحب کے بیٹے نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام لگایا کہ لوگ ان کو "سید" کہتے ہیں اور پھر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو مورد الزام ٹھہرانے کیلئے یہ کہا کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ ایسا کہنے سے روکتے بھی نہیں۔ پس خان صاحب نے فتوؤں کی بوچھاڑ کر دی۔ اب دوبارہ آیئے فتاویٰ رضویہ کی طرف اس ملفوظ کی روشنی میں خان صاحب پر لازم تھا کہ اپنے اس مرید کو سخت تنبیہ کرتے ایک عدد کفر کا فتویٰ جاری کرتے اور ان سے تجدید ایمان و نکاح کرواتے، مگر خان صاحب اس سب پر خاموش رہے اور کسی قسم کی نکیر نہیں کی گویا خود بریلی اصول سے خان صاحب اس لقب پر راضی تھے۔ کیونکہ وہ خود بھی یہی چاہتے تھے کہ ان کے ماننے والے انہیں معاذ اللہ نبی تسلیم کر کے ان کی ہر بات بلا چوں و چراں تسلیم کر لیں یہ الگ بات ہے کہ مرزا قادیانی کی موجودگی کی وجہ سے وہ کھل کر اپنی انگریزی نبوت کا دعویٰ نہ کر سکے۔

یہ بات ہم اپنی طرف سے نہیں کر رہے ہیں یہ اصول رضاخانیوں کا ہے چنانچہ کاشف اقبال صاحب لکھتے ہیں:

اس مقام پر دیوبندیوں نے تو اس مرید تھانوی کی تکفیر نہ کی آخر کیوں؟ کیا صرف اس لئے کہ یہ اعتقاد ان کے اپنے مولوی کے بارے میں تھا"۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۲۴۲)

ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو خان صاحب کے ایک چاہنے والے نے ان کو لکھا:

"آپ ہم لوگوں میں مثل نبی و رسول کے ہیں"۔ (فتاوی شارح بخاری، ج ا،ص ۵۸۸)

اور مثل کا معنی خود اس مقام پر لکھا ہے: "ایہام مساوات" (ایضاً ص ۵۸۸) یعنی خان صاحب کے ماننے والے ان کو نبیوں و رسولوں کے برابر سمجھتے تھے۔ اگر کوئی کہے کہ "خان صاحب نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا تھا" تو یہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ ہم خان صاحب کا موقف نہیں بلکہ ان کے ماننے والوں کا نظریہ پیش کر رہے ہیں، ثانیاً او پر حوالہ گزر چکا کہ صرف ناراضگی کافی نہیں تکفیر ضروری تھی۔

ایک اور صریح حوالہ ملاحظہ فرمائیں کہ خان صاحب کے ماننے والے انہیں نبی کیا نبیوں سے بڑھ کر مانتے ہیں۔ صاجزادہ ابو الخیر زبیر صاحب حیدرآبادی لکھتے ہیں:

"اس فرقہ کا دوسرا عقیدہ جو ان کی باتوں سے پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ہے"۔ (مغفرت ذنب،ص ۶)

مزید لکھتے ہیں: "بعض اعلیٰ حضرت کے عقیدت مند ایسے بھی ہیں جو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ کر اور اعلیٰ سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ حضور کی صحیح احادیث کو ٹھکرا کر اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کو ہر حال میں صحیح قرار دینے پر مصر ہیں"۔ (مغفرت ذنب،ص ۴۸)

اب بتائیں ہم نے جو عنوان قائم کیا اس میں کوئی غلطی کی؟ اس کے جواب میں بریلوی کہتے ہیں کہ زبیر صاحب کا اشارہ جاہل عوام کی طرف ہے۔

حالانکہ یہ بھی سوائے گلو خلاصی اور دجل و فریب کے اور کچھ نہیں۔ اولاً تو زبیر صاحب نے یہ بات اس بنیاد پر کہی کہ **لیغفر لك الله ما**

**تقدم من ذنبك** میں جو ترجمہ خان صاحب نے کیا ہے وہ صحیح حدیث کے خلاف ہے، اب ان کے ماننے والے اس حدیث کو نہیں مانتے اور خان صاحب کے ترجمہ کو درست مانتے ہیں اور یہ عقیدہ تمام بریلوی حضرات کا ہے کہ لیغفر لک اللہ الآیۃ کا جو ترجمہ خان صاحب نے کیا وہی درست ترجمہ ہے اور اسی ترجمہ کی بنیاد پر پاک و ہند کے تمام مترجمین کو بریلوی حضرات نے معاذ اللہ گستاخ ٹھہرایا۔

**ثانیاً** زبیر صاحب ان لوگوں کو باقاعدہ "ایک فرقہ" کے نام دے رہے ہیں اور فرقہ نرے جاہل عوام کی بنیاد پر وجود میں نہیں آتا۔ پھر اس فرقہ کا بنیادی عقیدہ زبیر صاحب ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''اس فرقے کا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ آیۃ مبارکہ **لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك و ما تاخر** میں جو ذنب کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حضور کی طرف دی ہے اس کا ترجمہ اور تشریح کرتے وقت خواہ ذنب کے کوئی سے بھی معنیٰ لئے جائیں اس کی کوئی سی بھی تاویل کی جائے بہر حال لفظ ذنب یا اس کا ترجمہ گناہ یا خطاء وغیرہ سے کر کے اس کی نسبت حضور کی طرف قائم رکھنا یہ غلط ہے بلکہ سنگین بے ادبی گستاخی جہالت اور گمراہی ہے''۔ (مغفرت ذنب، ص ۳)

یہ عقیدہ کہ ذنب کی نسبت حضور ﷺ کی طرف کرنا یا گناہ وخطاء کی نسبت حضور ﷺ کی طرف کرنا گستاخی و بے ادبی ہے یہ تمام بریلوی عوام وخواص کا عقیدہ ہے نرے جاہل بریلویوں کا نظریہ نہیں۔ اسی کی بنیاد پر تو پاک و ہند کے کئی مترجمین کو بریلوی حضرات نے گستاخ و بے ایمان بنادیا جس میں صاحبزادہ ابوالخیر بھی شامل ہے۔ پس جب یہ نظریہ تمام بریلویوں کا ہے تو حیدرآبادی صاحب کا یہ کہنا کہ یہ فرقہ اعلیٰ حضرت کو معاذ اللہ حضور اکرم ﷺ سے بھی اعلیٰ سمجھتا ہے کا مطلب یہی ہوا پورا فرقہ بریلویہ اعلیٰ حضرت کو حضور اکرم ﷺ سے بڑھ کر سمجھتا ہے اور اسی بنیاد پر ان کو یہ لقب سید ولد آدم دیا گیا۔

ایک اور تاویل کی گئی کہ:

''یہ بات ابوالخیر صاحب کی بالکل غلط اور ذاتی رائے ہے''۔

جناب من یہ وہی ابوالخیر ہیں جسے آپ کے مولانا سعید اسعد صاحب نے اپنے مسلک کا ترجمان مان کر ان سے وکالت لینی تھی، متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زیدمجدہ کا مقابلہ کرنے کیلئے۔ پھر آپ کے مذہب میں محض ذاتی رائے بھی سند کا درجہ رکھتی ہے۔

مثلاً خان صاحب بریلوی قبر پر سات دفعہ اذان کو جائز سمجھتے تھے۔ اب اگر ہمت ہے تو چودہ سو سال کے مستند فقہاء سے ثابت کریں کہ انہوں نے قبر پر سات دفعہ اذان کو جائز لکھا ہو تو معلوم ہوا کہ یہ خان صاحب کی ذاتی رائے تھی مگر آپ اسے شعار کا درجہ دیتے ہیں۔

آگے خان صاحب کی تصنیفات کے تذکرے میں آرہا ہے کہ ان کے متعلق رضاخانیوں نے لکھا کہ ان کے حواشی ان کے اپنے افادات ہوتے تھے ادھر ادھر سے نہیں لیتے۔ اور پھر ان حواشی کو رضاخانی لوگوں نے سب حواشی پر فوقیت دی۔ جب یہ خان صاحب کے ذاتی افادات ہو گئے تو ذاتی اقوال ہو گئے تو یہاں آپ نے اس اصول کو کیوں لاگو نہیں کیا؟ اور ان ذاتی اقوال کو رد کیوں نہیں کیا؟ اگر آپ کہیں خان صاحب کے یہ ذاتی افادات دلائل سے مدلل ہیں تو صاحبزادہ صاحب نے بھی جو بات کی اس پر دلائل دیے۔

ایک اور مثال ملاحظہ ہو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

**كَرِهَ بَعْضُ الْفُقَهَاءِ وَضْعَ السُّتُوْرِ وَالْعَمَائِمِ وَالثِّيَابِ عَلَى قُبُوْرِ الصَّالِحِيْنَ وَالْأَوْلِيَاءِ قَالَ فِي فَتَاوَى الْحُجَّةِ وَتُكْرَهُ**

السُتُورُ عَلَى الْقُبُورِ اھ. وَلٰكِنْ نَحْنُ نَقُولُ الْآنَ إِذَا قَصَدَ بِهِ التَّعْظِيمَ فِي عُيُونِ الْعَامَّةِ حَتّٰى لَا يَحْتَقِرُوا صَاحِبَ الْقَبْرِ، وَلِجَلْبِ الْخُشُوعِ وَالْأَدَبِ لِلْغَافِلِينَ الزَّائِرِينَ، فَهُوَ جَائِزٌ (فتاویٰ شامی، ج۶ص ۳۶۳)

قبور پر چادروں وغیرہ کو فقہاء نے مکروہ یعنی قریب حرام لکھا ہے مگر علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم آج اسے جائز سمجھتے ہیں۔ تو یہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی رائے ہوئی مگر آج آپ نے اسی رائے کو اپنا شعار بنالیا۔ تو یہ ذاتی رائے جب اپنے حق میں ہوگی تو دل وجان سے قبول اور اپنے خلاف ہوگی تو مردود! ایسے انصاف کو ہمارا دور سے سلام!!!!

(**نوٹ:** علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کو رضاخانی احمد رضاخان صاحب کے شاگردوں میں شمار کرتے ہیں تو جب ہمارے نزدیک خان صاحب بریلوی حجت نہیں تو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قسم کے اقوال پر بھی واویلا نہیں کرنا چاہیے۔ نیز خان صاحب بریلوی نے جگہ جگہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف کر کے ان کی آراء کو غلط قرار دیا ہے۔ لہذا یہاں یہ رولا ڈالنے کی ضرورت نہیں کہ دیکھو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ لکھ دیا اور دیوبندی نہیں مانتے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رائے ان کی ذاتی رائے اور متقدمین فقہاء کے بالکل خلاف ہے۔ جب انہوں نے خود رسم المفتی میں یہ اصول لکھ دیا کہ آج کے مفتی محض مقلد ہیں ان کا کام اپنے آئمہ کے اقوال کو نقل کرنا ہے تو شامی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ اجازت کس نے دی کہ وہ مکروہ کو محض اپنے قیاس سے جائز قرار دیں؟ نیز آج یہ عمل جواز سے نکل کر واجب وفرض تک پہنچ گیا ہے لہذا بہر صورت بدعت وناجائز ہوگا۔ ہمارے اس مختصر واصولی وضاحت پر اگر کسی نے خامہ فرسائی کی تو ان شاء اللہ یار زندہ صحبت باقی)

ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''ایک طرف تو دیوبندی مذہب کی بھاری بھرکم شخصیت مفتی اعظم پاکستان ابن مفتی اعظم پاکستان اور دیوبندی شیخ الاسلام کے بھائی ہیں دوسری جانب گکھڑوی صاحب کے غیر معروف چیلے چانٹے ہیں۔ اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ کس کی بات کو ترجیح ہونی چاہئے!! ظاہر ہے کہ جو دیوبندیت کے مفتی اعظم پاکستان ہیں وفہم وفراست عقل ودانائی اور سمجھ بوجھ میں ان چیلوں چانٹوں سے زیادہ ہی ہوں گے جو پڑھتے کم تھے اور گکھڑوی کے پاؤں زیادہ دباتے تھے''۔

(کشف القناع، ج۱ص ۲۶۸)

تو ایک طرف صاجزادہ ابوالخیر جیسی بھاری بھرکم شخصیت اور دوسری طرف یہ آج کے رضاخانی چنڈوخان جن کے منہ پر داڑھی تک نہیں اور خان صاحب کے فتوے کی رو سے مخنث ان کو کس نے یہ اختیار دیا کہ یہ صاجزادہ صاحب کے اقوال کو تفردات پر محمول کریں یا ماننے سے انکار کریں؟ اس اصول کی روشنی میں قارئین خود فیصلہ کریں کہ کس کی بات مانی جائے گی۔

ایک اور طرز بھی ملاحظہ ہو کہ دعوت اسلامی کے موجودہ امیر الیاس عطاری صاحب نے اپنے وصیت نامہ میں:

(۲۷) سب کے سب مسلک اہل سنت پر امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان...... کی صحیح اسلامی تعلیمات کے مطابق قائم رہیں۔

(۲۹) تاجدار مدینہ راحت قلب وسینہ ﷺ کی محبت اور سنت پر مضبوطی سے قائم رہیں کہ اس کے بغیر نجات کی کوئی صورت نہیں۔

(مدنی وصیت نامہ،ص۸)

اب پہلے خان صاحب بریلوی کی تعلیمات پر قائم رہنے کی وصیت کی اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی سنتوں وتعلیمات کی پابندی کی وصیت

کی یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ فرقہ خان صاحب کو معاذ اللہ حضور ﷺ سے بڑھ کر مانتا ہے۔

ایک اور دلیل ہمارے دعوے پر ملاحظہ ہو۔ بریلوی حضرات چونکہ خان صاحب کو نبی بلکہ حضور اکرم ﷺ سے بڑھ کر مانتے ہیں اس لئے وہ ان کی کتابوں کو بھی غلطی سے مبرا اور گویا کلام اللہ مانتے ہیں۔علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ آگے آئے گا کہ کسی کتاب کا غلطی سے پاک ہونا یہ صرف کتاب اللہ کا خاصہ ہے۔مگر خان صاحب کی کتب کے بارے میں بریلویوں کا نظریہ یہ ہے:

**کتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین**... (الصوارم الہندیہ: ص ۶۴)

خود بریلویوں نے مانا ہے کہ"**لاریب فیہ ھدی للمتقین**" قرآن کی شان ہے؟ اس فرقے کے حکیم الامت مولوی منظور اوجھیانوی المعروف احمد یار گجراتی نعیمی صاحب رقم طراز ہیں:

"لاریب سے اس جانب اشارہ ہے کہ چونکہ یہ کلام اللہ کا ہے اور حق تعالیٰ جھوٹ سے پاک ہے"۔(تفسیر نعیمی: ج ا،ص ۹۳)

جب "لاریب" سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ کلام اللہ ہے تو خان صاحب کی کتب کیلئے "لاریب" کہنا کیا اس طرف اشارہ نہیں کہ معاذ اللہ خان صاحب کی کتب بھی کلام اللہ ہیں؟ جی ہاں بریلویوں کا نظریہ خان صاحب کی کتب کے بارے میں یہی ہے کہ یہ معاذ اللہ کلام اللہ ہیں اور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ سے وحی پا کر خان صاحب کو یہ کتب لکھواتے ملاحظہ ہو:

درحقیقت اعلیٰ حضرت،غوث پاک کے ہاتھ میں چوں قلم در دست کاتب تھے جس طرح غوث پاک سرور دو عالم محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں چوں قلم در دست کاتب تھے اور کون نہیں جانتا کہ رسول پاک اپنے رب کی بارگاہ میں ایسے تھے کہ قرآن کریم نے فرمایا: **وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی** (سیرت امام احمد رضا: ص ۱۲۴ از عبد الحکیم اختر شاہجہاں پوری)

جب حضور ﷺ **وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی** کے خلاف نہیں بولتے اور خان صاحب جو لکھتے پردے کے پیچھے حضور ﷺ ہی لکھواتے تو اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ خان صاحب نے جو کچھ لکھا وحی پا کر لکھا معاذ اللہ۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو:

"فتاویٰ مبارکہ حسام الحرمین بے شبہ حق وصواب مطابق سنت وکتاب ہے۔اس کا ماننا اس کے ارشادات جلیلہ کو عین مطلوب شرع مطہر اور اصول ومقاصد مذہب حق سے جاننا اس کے مطابق عقیدہ رکھنا عمل رکھنا مسلمانوں پر فرض اور ان کے کامل الایمان صحیح الاعتقاد سچے پکے سنی مسلمان ہونے کی دلیل اور فرمان الٰہی جل وعلا **فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر ذالک خیر واحسن تاویلا**۔(الصوارم الہندیہ: ص ۵۴)

ظاہری بات ہے کہ خان صاحب **فردّوہ الی اللہ** میں تو شامل نہیں تو ان کی کتب ماننے کیلئے آیت **فردّوہ الی اللہ والرسول** پیش کرنے کا مقصد یہی ہے کہ یہاں "الرسول" سے مراد خان صاحب بریلوی ہیں معاذ اللہ۔

"مسلمانوں پر احکام حسام الحرمین کا ماننا فرض قطعی ضروری اور ان کے مطابق عمل کرنا حکم شرعی لازم حتمی"۔(الصوارم الہندیہ: ص ۴۷)

کسی امتی کا قول ماننا ہرگز فرض قطعی نہیں یہ انسانوں میں سے صرف نبی کا قول وہ بھی جو تواتر سے امتیوں کو پہنچا ہے یا نبی کے صحابہ نے اپنے کانوں سے سنا ہو فرض قطعی ہوتا ہے۔خود خان صاحب کہتے ہیں:

''ہر عاقل مسلمان جانتا ہے کہ نوع بشر میں عصمت خاصہ انبیاء ہے، نبی کے سوا کوئی کیسے ہی عالی مرتبے والا ایسا نہیں جس سے کوئی نہ کوئی قول ضعیف خلاف دلیل یا خلاف جمہور نہ صادر رہوا ہو **کل ماخوذ من قولہ و مردود علیہ الا صاحب ھذا القبر** ﷺ
(حرمت سجدہ تعظیمی، ص ۹۰)

خان صاحب کے اقوال کیلئے ''فرض قطعی'' کی خاص اصطلاح استعمال کرنا ہی اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ خان صاحب کے ماننے والے انہیں نبوت کے درجے پر فائز سمجھتے۔ یاد رہے کہ فرض قطعی کا منکر کافر ہے۔ گویا خان صاحب کے اقوال کا منکر کافر ہے خان صاحب کے دور میں یہ دعویٰ نبوت کے جھوٹے دعویدار مرزا غلام احمد قادیانی کا تھا چنانچہ وہ کہتا ہے:

''خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں''۔
(تذکرہ: ص ۶۰۰)

چونکہ وہ کھلم کھلا نبوت کا دعویدار تھا اس لئے اس بات کو بھی کھلم کھلا کہتا اور خان صاحب اور ان کے ماننے والے چونکہ تقیہ کئے ہوئے تھے لہذا نبوت کے لوازم ان کیلئے اشاروں کنایوں میں ثابت کرتے۔

حضرت ابوجعفر محمد بن علی اپنے والد حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے نقل کرتے ہیں کہ جو یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اہل بیت کی اطاعت کسی پر فرض ہے تو وہ جھوٹ بولتا ہے ایسا شخص کذاب ہے۔ اطاعت صرف رسول اللہ ﷺ اور اولی الامر (یعنی حکمرانوں) کی فرض ہے۔

سوال یہ ہے کہ جب اہل بیت کی اطاعت فرض نہیں تو خان صاحب کو یہ اختیار کس نے دیا کہ ان کی باتوں کو فرض کا درجہ قرار دیا جائے؟

**عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ: مَنْ زَعَمَ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ أَوْ غَيْرِهِ أَنَّ طَاعَتَهُ مُفْتَرَضَةٌ عَلَى الْعِبَادِ، فَقَدْ كَذَبَ عَلَيْنَا، وَنَحْنُ مِنْهُمْ بَرَاءٌ فَأَحَذِّرُ ذَلِكَ إِلَّا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلِأُولِي الْأَمْرِ مِنْ بَعْدِهِ**

**قِيلَ لِعُمَرَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ: هَلْ فِيكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنْسَانٌ مُفْتَرَضٌ طَاعَتُهُ؟ قَالَ: لَا وَاللَّهِ مَا هَذَا فِينَا، وَمَنْ قَالَ هَذَا فَهُوَ كَذَّابٌ. وَذَكَرْتُ لَهُ الْوَصِيَّةَ، فَقَالَ: وَاللَّهِ لَمَاتَ أَبِي وَمَا أَوْصَى بِحَرْفَيْنِ، قَاتَلَهُمُ اللَّهُ، إِنْ كَانُوا لَيَأْكُلُونَ بِنَا،** (شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، ج ۴، ص ۳۸۵ و ۳۶۵)

بریلوی محدث کچھوچھوی نے خان صاحب کے بارے میں کہا:

''اعلیٰ حضرت کی زبان و قلم نکتہ برابر خطا کرے اس کو اللہ تعالیٰ نے ناممکن فرما دیا ہے''۔ (المیزان امام احمد رضا نمبر ص، مجدد اعظم، ۱۶۶)

مفتی اقتدار خان نعیمی اس نظریہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''بہرحال یہ پورا فقرہ شرعاً جائز نہیں کیونکہ ناممکن الخطاء رب تعالیٰ نے صرف انبیا کرام علیہم السلام کو بنایا ہے''۔ (تنقیدات، ص ۱۴۵)

ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو:

بریلوی شیخ الاسلام سید محمد اشرف اشرفی جیلانی لکھتے ہیں:

''مسلک اعلیٰ حضرت کی جو مخالفت کرے گا اس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہوگا۔ مسلک اعلیٰ حضرت عین دین اسلام ہے۔ اس کی مخالفت عین

دین اسلام کی مخالفت ہے"۔ (امتیاز اہل سنت، ص ۷۲، رضا دار المطالعہ بہار)

معاذاللہ یہ دعویٰ چودہ سوسال میں آج تک کسی عالم کسی فقیہ کے متعلق نہیں ہوا کہ ان کا مسلک ماننا عین اسلام کو ماننا ہے اور اس سے انکار عین اسلام کا انکار ہے۔

قصہ مختصر یہ تمام دلائل و براہین اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ بریلوی فرقہ نواب احمد رضا خان کو نبیوں بلکہ امام الانبیاء حضور اکرم ﷺ سے بڑھ کر مانتا ہے معاذاللہ یہی وجہ ہے کہ وہ سب کچھ کو چھوڑنے پر تیار ہو سکتے ہیں مگر خان صاحب کے کسی قول و فعل کو چھوڑنے کو تیار نہیں۔

ایک اور دلیل ملاحظہ ہو۔ خان صاحب مرتے وقت اپنے متعلق کہتے ہیں:

**لا ادری ما بقائی فیکم** مجھے معلوم نہیں میں کتنے دن تمہارے درمیان ٹھہروں"۔ (وصایا شریف، ص ۱۱)

یہ الفاظ نبی کریم ﷺ کے ہیں جو انہوں نے اپنے متعلق کہے، اس کو خان صاحب نے اپنے اوپر فٹ کر دیا اب ذرا رضاخانی فیصلہ ملاحظہ ہو:

نجم مصطفائی بریلوی لکھتا ہے:

"میں یہ مقدمہ تمام مسلمان بھائیوں کی ایمانی عدالت میں پیش کرتا ہوں کہ خدارا انصاف کا دامن ہرگز نہ چھوڑیں اور دوٹوک ہو کر اس کا فیصلہ دیں اور یہ بتائیں کہ جو الفاظ اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبر ﷺ نے اپنے لئے اپنی زبان مقدس سے نکالے وہی مقدس الفاظ بانی مدرسہ دیوبند قاسم نانوتوی نے اپنی ذات سے منسوب کیے اور اپنی ذات کو مذکورہ بالا حدیث کا مصداق ٹھہرایا کیا یہ دعویٰ نبوت نہیں"۔

(منزل کی تلاش، ص ۹۶، ادارہ تحقیقات اسلامیہ حنفیہ)

اس کتاب پر منشاء تابش قصوری، پیر نقیب الرحمن، تراب الحق قادری، مفتی عبدالرحمن قمر جیسے لوگوں کی تقاریظ ثبت ہیں۔ جب حضور ﷺ کی زبان مقدس سے نکلے ہوئے الفاظ خود پر چسپاں کرنا معاذاللہ نبوت کا دعویٰ ہے تو یہی دعویٰ پھر خان صاحب بریلوی نے کیا ہے۔

## خان صاحب سے خطاء ممکن نہیں کا دعویٰ کذب بیانی ہے:

خان صاحب بریلوی کے بارے میں ان کے مذہب کے مستند علماء کا یہ کہنا کہ: "نقطہ برابر خطاء کر جائیں یہ ناممکن ہے" ہر اعتبار سے غلط ہے۔ اس کتاب میں ہم نے اپنے مقام میں خان صاحب کی سینکڑوں غلطیاں نقل کی ہیں لیکن بالفرض خان صاحب کی بالفعل کوئی غلطی نہ بھی ملتی تب بھی یہ دعویٰ کرنا سراسر جہالت و کذب بیانی ہے۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "الیواقیت والجواھر" میں اس پر بحث کی ہے کہ: "کیا اولیاء اللہ سے خطاء و لغزشیں اور گناہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟" تو شیخ صاحب نے کہا کہ بالکل ہو سکتا ہے۔ مگر یہ گناہ بھی ان کے مقام کو مزید بلند کرنے کیلئے ہوتا ہے۔ پھر اس بحث کے آخر میں لکھتے ہیں:

**کل من ادّعی مقام القرب مع عدم الاذلال فھو کاذب،** (الیواقیت والجواھر، ص ۳۱۲)

یعنی ہر وہ شخص جو خدا سے قرب کا دعویٰ کرتا ہے عدم اذلال کے ساتھ (یعنی اس سے کوئی غلطی کوتاہی نہیں ہوئی) تو وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہے۔

جب اللہ کے سچے ولی بھی ایسا دعویٰ کریں کہ ان سے کوئی خطاء نہیں ہوئی، لغزشیں نہیں ہوئی ان کا یہ دعویٰ جھوٹا ہے ناقابل تسلیم ہے تو

خان صاحب بریلوی جیسا ضالّ و مضل کس باغ کی مولی ہے جس کے متعلق یہ دعویٰ کیا جائے؟

ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو خان صاحب کے گمراہ کن ترجمہ قرآن کے بارے میں لکھا گیا:

''علمِ قرآن کا اندازہ اگر صرف اعلیٰ حضرت کے اس ترجمے سے کیجیے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثالِ سابق نہ عربی زبان میں ہے، نہ فارسی میں ہے اور نہ اردو میں اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جا سکتا، جو بظاہر محض ترجمہ ہے، مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں قرآن ہے''۔ (المیزان: ص ۲۴۵)

حالانکہ یہ شان صرف کلام اللہ کی ہے کہ وہ فصاحت و بلاغت و دیگر امور میں اس قدر معجز ہو کہ کوئی دوسرا کلمہ اس کا مقام ہی نہ لے سکے۔ خان صاحب کے غلط ترجمہ کیلئے اس قسم کا نظریہ یہی بتلا رہا ہے کہ یہ لوگ اس ترجمہ کو بمنزلہ وحی سمجھتے ہیں اور خان صاحب کو نبی استغفر اللہ۔

## ایک ممکنہ تاویل:

ہوسکتا ہے کہ اس موقع پر کوئی رضاخانی علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ العالی کا یہ حوالہ پیش کرے:

''ہم ان بریلویوں کے ساتھ بھی نہیں جنہوں نے مولانا ابوالخیر زبیر پر محض اس جرم میں کہ انہوں نے مولانا احمد رضا خان کے ترجمہ قرآن کنزالایمان کی غلطی کیوں پکڑی۔ گستاخ رسول ہونے کا الزام لگایا اور ان کا وعبداللہ بن ابی کے ساتھ حشر بتایا۔۔۔۔ اور مولانا ابوالخیر محمد زبیر کے بھی ساتھ نہیں جو کہتے ہیں کہ بعض بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان کا درجہ (معاذ اللہ) حضور اکرم ﷺ سے بھی زیادہ ہے استغفر اللہ من ذالک البہتان العظیم۔ ہم سمجھتے ہیں کہ پوری دنیا میں کوئی ایسا بریلوی نہ ہوگا جس کا یہ عقیدہ ہو''۔

(مطالعہ بریلویت، ج ۸، ص ۳۹)

اس سلسلے میں پہلی گذارش تو یہ ہے کہ ہم نے جتنی بھی گفتگو کی یہ رضاخانی کتب سے الزاما کہی ہے۔ اور الزامی گفتگو کے متعلق آج کل کے چنڈو خان رضاخانی کہتے ہیں:

''عرض ہے جناب یہ حضرت مولانا نظام الدین ملتانی صاحب کا عقیدہ نہیں بلکہ یہاں تو انہوں نے قادیانیوں کو الزامی جواب دیا ہے''۔

(رد اعتراضات الخبث، ص ۳۳۷)

علامہ ڈاکٹر صاحب کا یہ حوالہ آپ تب پیش کرنا کہ جب ہم اپنا نظریہ پیش کر رہے ہوں۔ ہم نے جو کچھ کہا رضاخانیوں پر انہی کی کتب سے الزاما کہا۔ اور خود علامہ صاحب اس کے متعلق لکھتے ہیں:

''ہاں الزام کی لٹک ایک ایسی لٹک ہے جس سے ہر شخص دوسرے کے بارے میں جو چاہے کہہ سکتا ہے''۔

(مطالعہ بریلویت، ج ۸، ص ۳۹)

اختر رضا خان لکھتا ہے:

''مولوی صاحب! کیا عقل سے بالکل پیدل ہو چکے ہیں۔ صرف بولنا جانتے ہیں یا کچھ سمجھتے بھی ہیں؟ ہمارے کلپ کو پھر سے سن کر بتاؤ کہ ہم نے کب کہا کہ ہماری تحقیق کے مطابق وہ حق پر تھے؟ میں نے جو کچھ کہا تھا وہ تمہاری بات کا الزامی جواب تھا۔۔۔ تو اگر یہ جھوٹ ہے، دجل ہے، دھوکہ ہے تو اس کا ارتکاب خود تمہارے مولوی خالد محمود نے کیا ہے''۔ (دلچسپ مناظرہ، ص ۱۶۶)

تو علامہ صاحب کا حوالہ تب پیش کرنا جب ہماری تحقیق کے مطابق رضا خانی خان صاحب بریلوی کو نبی سے بڑھ کر مانتے ہوں۔ ہم نے جو کچھ پیش کیا وہ تمہارے گھر کے حوالوں سے پیش کیا اب بقول علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ العالی ایسا نہیں تو اس جھوٹ، دجل، دھوکہ کا ارتکاب تو تمہارے گھر والوں نے کیا۔ تو ہمیں کیوں کوس رہے ہو؟

**ثانیا:** آپ کے گھر کا اصول ہے عبدالمجید سعیدی رضا خانی مناظر لکھتا ہے:

''یہ تو علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی معلومات کی حد تک ہے''۔ (تنبیہات، ج ۲ ص ۹۷۶)

ایک رضا خانی لکھتا ہے:

''قائداعظم کے حوالہ سے علما اہلسنت کا اختلاف نقل کیا۔۔۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں فی الحال اتنا عرض ہے کہ محمد علی جناح کے متعلق یہ اختلاف معلومات کی بنا پر ہے''۔ (دست و گریبان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ص ۴۹۲)

تو ہم نے جو کہا وہ اپنی معلومات کے مطابق جو دلائل سے مزین بھی ہے اور حضرت علامہ صاحب نے جو کچھ کہا وہ اپنی معلومات کے مطابق دونوں باتوں میں کوئی تعارض نہیں۔

**ثالثا:** یہ علامہ صاحب کا حسن ظن ہے کہ ایسا کوئی بریلوی نہیں ہوگا کیونکہ ظاہر ہے کہ تمام دنیا کے رضا خانیوں کا تتبع محال ہے۔ لیکن جب تمہارے ہی گھر سے اس کا ثبوت مل گیا تو اب اس میں شک کی گنجائش نہیں۔ اکابر بریلویہ نے جہاں علمائے اہل السنت کی تکفیر نہیں کی وہاں یہی کہہ کر تو جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہو کہ جی حسن ظن تھا، حقیقت ایسی نہ تھی۔ تو یہاں بھی حسن ظن مان لو۔ اور حقیقت اس کے برعکس ہے۔

رابعا: سوال یہ ہے کہ رضا خانی جو بے ہودہ وکفریہ عقائد اہل السنۃ والجماعۃ احناف کی طرف منسوب کرتے ہیں کیا پوری دنیا میں کوئی ایک ایسا دیوبندی ہے جو ان عقائد کے متعلق کہتا ہو کہ: ''ہاں میرے یہی عقیدے ہیں کہ معاذ اللہ میں حضور ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتا، شیطان کا علم نبی کریم ﷺ سے زیادہ مانتا ہوں، استغفر اللہ نبی کا علم ایسا ہے جیسے گدھے گھوڑے کا وغیرہ وغیرہ بکواسات''۔ اگر نہیں اور یقینا نہیں اس کے باوجود صبح شام یہ رضا خانی یہی الزامات اہل السنۃ والجماعۃ پر لگاتے ہیں تو بس اسی اصول کے تحت بالفرض ان عقائد کا حامل ایک بریلوی بھی دنیا میں نہ ہو تب بھی ہم ان عقائد کو رضا خانیوں کی طرف منسوب کریں گے۔ ایسے کو تیسا۔

## اس عنوان پر ایک اور انداز سے استدلال

رضا خانی ترجمان کاشف اقبال صاحب نے اپنی بدنام زمانہ کتاب میں ایک عنوان قائم کیا: ''دیوبندی علماء کی اپنی پیر پرستی'' (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۲۳۹) اور اس میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ جو کمالات معاذ اللہ یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کیلئے نہیں مانتے اسے کفر وشرک کہتے ہیں وہی اپنے مولویوں و اکابر کیلئے بے دھڑک مانتے ہیں یہ تو گویا اپنے پیروں کو معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام سے بڑھانا ہوا۔

اب اسی اصول کے مطابق ہم چند حوالہ جات آپ کے سامنے پیش کریں گے کہ رضا خانیوں نے اپنے خان صاحب کیلئے ایسی چیزیں مانی ہیں جو وہ انبیاء کیلئے نہیں مانتے تو اس اصول پر تو رضا خانی معاذ اللہ خان صاحب کو انبیاء سے بھی بڑھ کر مانتے ہیں:

| فاضل بریلوی کے لیے نظریات | انبیائے کرام علیھم السلام کے لیے نظریات |
|---|---|
| (۱) ''سارے علمائے عرب وعجم کو اعتراف ہے کہ اعلیٰ کی زبان وقلم کا یہ حال دیکھا کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے اور زبان وقلم نقطہ برابر خطاء کرے اس کو ناممکن فرما دیا''۔ (المیزان: ص ۲۴۸، احکام شریعت: ص ۳۰، تجلیاتِ امام احمد رضا: ص ۱۵۷) ملاحظہ فرمائیں خان صاحب سے خطا تو ناممکن مگر انبیا علیہم السلام معاذ اللہ گناہ کبیرہ بھی کر سکتے ہیں۔ | احمد یار گجراتی لکھتا ہے: ''انبیائے کرام ارادۃً گناہِ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ نبوت سے پہلے گناہِ کبیرہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد، ہاں! نسیاناً خطاء صادر ہو سکتے ہیں''۔ (جاء الحق: ص ۴۳۴) ''ذنب سے نبوت سے پہلے کی خطائیں مراد ہیں''۔ (جاء الحق: ص ۴۳۸) |
| (۲) ''خدا داد قوتِ حافظہ سے ساری چودہ برس کی کتابیں حفظ تھیں''۔ (المیزان: ص ۲۴۴) | ''یہ ممکن ہے کہ بعض آیات کا نسیان ہوا ہو''۔ (ملفوظات: ۳/ ۲۵۵) |
| (۳) ''بچپن میں بھی غلطی سے محفوظ......''۔ (تجلیات امام احمد رضا: ص ۲۳) ایک مولوی صاحب چند بچوں کو پڑھایا کرتے تھے، اعلیٰ حضرت بھی اُن سے کلام اللہ شریف پڑھا کرتے تھے، ایک روز کا ذکر ہے کہ مولوی صاحب کسی آیتِ کریمہ میں بار بار ایک لفظ اعلیٰ حضرت کو بتاتے تھے، مگر آپ کی زبان سے نہیں نکلتا تھا، وہ زیر بتاتے تھے اور آپ زبر پڑھتے تھے، یہ کیفیت اعلیٰ حضرت کے جدِّ امجد نے دیکھ کر اپنے پاس بلایا اور قرآن مجید منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب سے اعراب کی غلطی ہوگئی تھی، زیر کی جگہ زبر لکھ گیا تھا اور اسی طرح بے تصحیح طبع ہوگیا تھا، یعنی اعلیٰ جو اعلیٰ حضرت کی زبان سے نکل رہا تھا وہی صحیح تھا، اعلیٰ حضرت سے جدِّ امجد نے فرمایا کہ مولوی صاحب جس طرح تم کو بتاتے تھے اس طرح کیوں نہیں پڑھتے تھے؟ عرض کیا میں ارادہ کرتا تھا کہ اسی طرح پڑھوں، مگر زبان پر قابو نہ پاتا تھا''۔ (تجلیات امام احمد رضا: ص ۲۴) | ''آدم علیہ السلام پیدائش سے پہلے متقی نہ بنے تھے''۔ (تفسیر نور العرفان: ص ۷۷۸) ملاحظہ فرمائیں آدم علیہ السلام تو متقی نہ تھے معاذ اللہ لیکن خان صاحب سے تقوی بچپن ہی سے چھلک رہا تھا۔ |

| | |
|---|---|
| (۴) ”زہد وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ان کو دیکھ کر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہوگیا“۔<br>(وصایا شریف: ص ۲۴) | ”آدم علیہ السلام پیدائش سے پہلے متقی نہ بنے تھے“۔<br>(تفسیر نور العرفان: ص ۷۷۸) |
| (۵) ”میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے، اُس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے“۔<br>(وصایا شریف: ص ۱۰) | ”نبی پر ایمان فرض ہے اطاعت فرض نہیں“۔<br>(تفسیر نعیمی: ج ۱۶/ص ۲۰۲)<br>انبیا کی اطاعت تو فرض نہیں مگر خان صاحب کی اطاعت ہر فرض سے اہم فرض معاذ اللہ |
| (۶) ”مولانا بریلوی تلمیذِ رحمٰن تھے، انھوں نے کسی سے شرفِ تلمذ حاصل نہیں کیا“۔<br>(حیات احمد رضا: ص ۵۳) | ”جس نے مادۂ عالم سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور سارے نوریوں کا انھیں خلیفہ بنایا اور پیدا فرماتے ہیں، انھیں تمام ناموں کا علم دیا اور وہ فرشتے اور ابلیس جو لاکھوں برس سے تھے انھیں اس نئی مخلوق کا استاد بنایا“۔<br>(معلم تقریر: ص ۹۵)<br>آدم علیہ السلام کے استاذ تو معاذ اللہ ابلیس اور خان صاحب بغیر استاذ کے ڈائریکٹ اللہ سے شرف تلمذ حاصل کر رہے ہیں استغفر اللہ، |
| (۷) ”جب آپ سونے کے لیے لیٹتے تو لفظ محمد ﷺ کی شکل بنا لیتے“۔<br>(المیزان: ص ۳۶۰)<br>”ہمیشہ بشکل نام اقدس ﷺ سویا کرتے، اس طرح کہ دونوں ہاتھ مل کر سر کے نیچے رکھتے اور پاؤں سمیٹ لیتے، جس سے سر ”میم“، کہنیاں ”ح“، کمر ”میم“، پاؤں ”د“ بن کر گویا نام پاک محمد کا نقشہ بن جاتا“۔<br>(سیرت امام احمد رضا: ص ۲۵) | ”انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواجِ مطہرات پیش کی جاتی ہیں، وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں“۔<br>(ملفوظات: حصہ سوم/ص ۲۷۶)<br>خان صاحب جب آرام فرمائیں تو بشکل محمد اور انبیا جن قبور میں آرام فرمائیں وہاں معاذ اللہ ان پر بیویاں پیش کی جاتی ہیں۔ |

| | |
|---|---|
| (۸) ''ابھی تقریباً ساڑھے تین برس کی عمر ہے، ایک نیچا کرتا پہنے باہر سے دولت خانے کی طرف چلے جارہے تھے کہ سامنے سے کچھ بازاری عورتوں (طوائف) کا گذر ہوا، اُن پر نظر پڑتے ہی تین برس کے امام نے اپنا لمبا کرتا اٹھایا اور دامن سے آنکھیں چھپالیں، یہ غیورانہ انداز دیکھ کر اُن عورتوں نے تضحیکانہ طور پر کہا: ''واہ میاں صاحبزادے! نظر تو ڈھک لی اور ستر کھول دیا''۔ اِس پر اعلیٰ حضرت نے برجستہ فرمایا: ''پہلے نظر بہکتی ہے تب دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے''۔ اب تو اِن سب عورتوں پر سکتہ طاری ہوگیا اور پھر کچھ بولنے کی جرأت نہ ہوسکی۔ ساڑھے تین برس کی عمر میں فکروشعور اور عفت و پرہیزگاری کی اِس قدر بلندی کم تعجب خیز نہیں، آپ نے اس جواب کے اندر شریعت وطریقت کے ایسے پنہاں نکتے منکشف فرمادیے جن کا ادراک بوڑھے ہونے کے بعد بھی مشکل سے ہوتا ہے''۔<br>(المیزان: ص ۲۳۲) | فیض علی شاہ<br>''جس جگہ کوئی زنا کررہا ہے، جس جگہ کوئی رشوت حاصل کررہا ہے، جس جگہ کوئی شراب نوشی کررہا ہے یا جس جگہ کوئی بدکاری کررہا ہے یا خلوت میں بدفعلی کررہا ہے یا چوری کررہا ہ حضور اُس کے شاہد ہیں، حضور مشاہدہ فرمارہے ہیں''۔<br>(اسرار البیان: ص ۲۳)<br>حضور ﷺ زوجین کے جفت ہونے کے وقت بھی حاضر ناظر ہوتے ہیں''۔<br>(مقیاسِ حنفیت: ص ۲۸۲)<br>خان صاحب کا تقوی تو اتنا کہ رنڈیاں دیکھ کر آنکھیں چھپالی تھیں اور نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ بکواس کہ معاذ اللہ جہاں زنا و لونڈے بازی ہوتی ہے اس کو بھی دیکھتے ہیں استغفراللہ۔ |
| (۹) ''بعمر چودہ سال سندِ فراغت حاصل فرمائی طبع رسا اور ذہن صفا کی یہ ایک انمول مثال ہے کہ اتنی کم سنی میں پورے درس کی تکمیل فرما کر عالم ہوگئے''۔<br>(المیزان: ص ۳۵۰) | تحقیقات:<br>''پایا تمھیں معالم نبوت و احکام شریعت سے انجان پس ہدایت کی''۔<br>(پندرہ تقریریں: ص ۳۴۳)<br>خان صاحب تو چودہ سال کی عمر میں عالم شریعت اور فاضل کل علوم مگر نبی کریم ﷺ چالیس سال تک احکام شریعت ہی سے انجان۔ |
| (۱۰) ''اعلیٰ حضرت بچپن سے مادرزاد ولی تھے''۔<br>(المیزان: ص ۲۱۷) | ''اللہ تعالیٰ (انبیاء علیہم السلام) کو کوچۂ ضلالت سے نکال کر راہِ ہدایت دکھائی''۔<br>(پندرہ تقریریں: ص ۳۴۴)<br>اعلی حضرت بچپن سے مادر زاد ولی مگر اللہ کے انبیا پہلے کوچہ ضلالت میں ہوتے ہیں استغفراللہ۔ |

| | |
|---|---|
| (۱۱) اے میرے مشکل کشا احمد رضا<br>میرے حاجت روا احمد رضا<br>(مدائحِ اعلیٰ حضرت مع نغمۃ الروح: ص ۴۶) | "رسول اللہ ﷺ اور اولیاء ان سے امید و رجاء اور نفع وضرر کی توقع اور اُن سے توسّل و تشفع شرک ہے"۔<br>(ازالۃ الریب: ص ۱۹)<br>خان صاحب بریلوی تو معاذ اللہ مشکل کشا لیکن رسول اللہ ﷺ سے توسل بھی ان کے نزدیک شرک |
| (۱۲) "اعلیٰ حضرت گائے کا گوشت تناول نہیں فرماتے تھے"۔<br>(حیات اعلیٰ حضرت: ج۱/ص ۹۰) | "حضور نے نبوت سے پہلے بھی بتوں کے نام کا ذبیحہ کھایا"۔<br>(نور العرفان: ص ۷۹۹)<br>خان صاحب کی احتیاط کا تو یہ حال کہ گائے کا گوشت بھی نہ کھائیں اور حضور ﷺ کے بارے میں یہ کفریہ عقیدہ کہ معاذ اللہ بتوں کے نام پر ذبیحہ مردار بھی تناول فرما لیتے استغفر اللہ |
| (۱۳) "آپ نے مقدس شجر اسلام میں غیر اسلامی نظریات کی پیوند کاری کرنے والوں سے قلمی جہاد کیا"۔<br>(المیزان: ص ۱۸۹) | "جو انبیاء کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے وہ مجاہد نہ تھے"۔<br>(نور العرفان: ص ۶۵۴)<br>خان صاحب نے مجاہد اور جہاد بھی کرتے رہے لیکن انبیا علیہم السلام مجاہد نہ تھے۔ |
| (۱۴) "اعلیٰ حضرت علی الاطلاق"<br>(المیزان: ص ۲۴۳) | "لیکن نبی علیہ السلام صرف حضرت"۔ یاد رہے کہ یہ الزامی طرز ہے جیسا کہ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں اس لئے یہاں اعلیٰ حضرت کے جواز و عدم جواز کی فضول بحث کی ضرورت نہیں۔ |
| (۱۵) "ان (احمد رضا) کے فیضِ علم کی برکت نے بریلی کو تمام جہاں کا دار الافتاء بنا دیا"۔<br>(المیزان: ص ۳۶۵)<br>دیارِ علم و فضل شہرِ عشق و محبت بریلی شریف"۔<br>(دار العلوم منظر الاسلام اور مدرسہ دیوبند: ص ۱۴) | اب خان صاحب نے جس بریلی شہر میں آنکھ کھولی وہاں تو دین کی اتنی محبت کی کہ پوری دنیا کیلئے مرکز بن گیا لیکن جس مکہ و مدینہ کو رسول اللہ ﷺ مرکز بنا کر گئے رضاخانیوں کے نزدیک وہ اس وقت معاذ اللہ کفر کا گڑھ بن چکے ہیں وہ مصلی رسول اللہ ﷺ پر دنیا کے سب سے بڑے کافر کھڑے ہیں ان کے پیچھے نماز جائز حج کیلئے ان شہروں کا سفر جائز نہیں نہیں ملاحظہ ہو فیض احمد اویسی کی "امام حرم اور ہم" اور ابن خان صاحب کی "تنویر الحجۃ" اور رضاخانی متفرق کتب فتاوی۔ |

| | |
|---|---|
| (۱۶) نور کا پتلا بنا احمد رضا<br>نور دن تھا دونا احمد رضا<br>نوری صورت نوری صورت ہے تری<br>تو ہے حسین نور یا احمد رضا<br>تو ہے نور باصفا احمد رضا<br>تجھ کو جب دیکھا؟؟؟؟؟؟؟<br>(مدائح اعلیٰ حضرت)<br>**انی لأجد نور المؤمن ھذا الجبین**<br>(المیزان:ص۲۱۷)<br>''انسان ہو یا جن''<br>(المیزان:ص۳۳۹،۳۳۲) | ''اے کفار تمہارا یہ مطالبہ بے جا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری ہدایت اور اصلاح مقصود ہوتی تو کسی فرشتہ کو ہمارے پاس نبی اور رسول بنا کر بھیجتا، ضروری تھا کہ ہمارے جیسے بشر اور انسان کو ہمارے لیے نبی اور رسول بنایا جاتا''۔<br>(تحقیقات:ص۹۱)<br>خان صاحب انما انا بشر مثلکم کا ترجمہ کرتے ہیں:<br>''تم فرماؤ ظاہری صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں''<br>اب خان صاحب کی نورانیت کا تو یہ عالم ان کے نور وحسن کو دیکھ کر شک ہوتا ہے کہ یہ آدمی انسان ہے یا جن مگر حضور ﷺ کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ حضور ﷺ ظاہری صورت میں ابوجہل ابولہب عتبہ شیبہ کی طرح تھے استغفر اللہ نقل کفر کفر نہ باشد۔ |
| (۱۷) یہ دعا ہے یہ دعا ہے یہ دعا ہے<br>تیرا اور سب کا خدا احمد رضا<br>(نغمۃ الروح:۴۳)<br>اب خان صاحب تو ان کے ہاں معاذ اللہ خدا اور حضور ﷺ کیلئے ایک ذرہ بھی مانیں تو مشرک۔ | ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں، نہ غیر کے لیے علم بالذات جانیں اور عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع''۔<br>(خالص الاعتقاد:ص۱۱)<br>''جو شخص علم ذاتی غیب خواہ شہادت کا غیر خدا کے لیے ثابت کرے کافر ہے''۔<br>(بہار شریعت:ص۵)<br>علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے، اس کے غیر کے لیے محال جو اس میں سے کوئی چیز اگر چہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر غیر خدا کے لیے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے''۔<br>(خالص الاعتقاد:ص۹،۱۰) |

| | |
|---|---|
| (۱۸) ''امام احمد رضا کی اردو شاعری کے اس جائزے سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ وہ شاعری کا پورا ملکہ رکھتے تھے''۔<br>(المیزان: ص ۴۶۱)<br>شاعری کی طرف بہت کم التفات کیا اور شعر گوئی میں زیادہ وقت نہیں گذرا''۔<br>(المیزان: ص ۴۴۹) | ﴿وما علّمناہ الشعر﴾ میں بھی علم سے ملکہ مراد ہے اور ملکہ ہی کی نفی ہے......؟؟؟؟ شعر گوئی کا ملکہ نہیں''۔<br>(الکلمۃ العلیا: ص ۵۳، ۵۴)<br>اب خان صاحب کو تو شاعری کا مکمل ملکہ حاصل ہو اور حضور ﷺ کیلئے اس ملکہ کے منکر ہوں۔ |
| (۱۹) اعلیٰ حضرت کے علوم کی کوئی انتہا نہیں''۔<br>(الحق المبین: ۱۲، ۱۳)<br>اب خان صاحب بریلوی کے علوم کی تو کوئی انتاہی نہیں اور حضور ﷺ کے علم کیلئے ان کا کیا عقیدہ ہے وہ اگلے کالم میں خود ملاحظہ فرمالیں۔<br>اسی طرح بقول بشیر القادری بریلوی فرقہ کے پیر سیف الرحمن کے علوم بھی سیفیوں کے نزدیک غیر متناہی ہیں ملاحظہ ان کی عبارت:<br>''اُس (اللہ) کے علوم وکمالات غیر متناہی ہیں اور کسی ذات کے علوم وکمالات غیر متناہی نہیں، اگر سیف الرحمٰن افغانی کے علوم وکمالات (معاذ اللہ) غیر متناہی ہیں تو وہ معاذ اللہ العیاذ باللہ، یہ تو مدعیٔ الوہیت ہوا، شرم......شرم......شرم''۔<br>(الفتنۃ الشدیدۃ: ۱۶۸) | ظفر قادری عطاری لکھتا ہے:<br>''سرکارِ مدینہ ﷺ کا علم ہرگز اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی (برابر) نہیں، علم رسول ﷺ متناہی ہے''۔<br>(مقالاتِ کاظمی: ج ۲ /ص ۱۱۱، حق پر کون؟: ص ۱۸۲)<br>بشیر القادری لکھتا ہے:<br>''یہاں تک سرکار دوعالم ﷺ کے علوم بھی متناہی ہیں غیر متناہی نہیں''۔<br>(الفتنۃ الشدیدۃ: ص ۱۶۷) |

| | |
|---|---|
| (۲۰) ''مکتوب وصایا جو وصال شریف سے دو گھنٹہ سترہ منٹ بیشتر قلمبند کرائے اور آخر میں حمد و درود شریف و دستخط خود دستِ اقدس سے تحریر فرمائے''۔<br>''شروع نزع کے قریب کارڈ لفافے روپیہ پیسہ کوئی تصویر اس دالان میں نہ رہے، جنب یا حائض نہ آنے پائے، کتّا مکان میں نہ آئے''۔<br>(وصایا شریف: ص ۸) | ''آپ کے ہاں ۵ ہزار کتّے جانوروں کی حفاظت کے لیے تھے، جن کے گلے میں سونے کے طوق تھے''<br>(نور العرفان: ۳۳۸)<br>اب خان صاحب نے تو گھر سے آخر وقت میں جاندار کی تصاویر بھی نکال دی تھیں کہ فرشتے داخل نہیں ہوتے مگر ایک جلیل القدر نبی کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ ہزاروں کتے اپنے ساتھ لئے پھرتے۔<br>اسی طرح خان صاحب نے وصیت کی کہ کوئی حائضہ ان کے قریب نہ آئے مگر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں لکھتے ہیں:<br>''مولا علی کو بحالتِ جنابت مسجدِ اقدس میں رہنا مباح فرمایا۔ ازواجِ مطہرات اور خاتونِ جنت کو بحالتِ عارضہ ماہانہ مسجد مبارک میں آنا جانا جائز فرمادیا''۔<br>(مقامِ رسول: ص ۳۶۴) |
| (۲۱) ''دین کا امام''۔ (المیزان: ص ۳۶۵)<br>''اہلِ سنّت کے امام''۔ (۳۳۷، ۳۳۸) | ''ہنود کا مذہب قدیم اور کہنہ ہے اور ہر مذہب اس کے بعد وجود میں آیا، کیونکہ یہ مذہب حضرت آدم علیہ السلام کا ہے''۔<br>(مقابیس المجالس: ص ۲۶۳)<br>اب خان صاحب تو اس فرقہ کے نزدیک دین کا امام لیکن معاذ اللہ حضرت آدم علیہ السلام ان کے نزدیک ہندو مذہب کے امام ہیں اور یہی ان کا مذہب تھا استغفر اللہ۔ |

# اعلیٰ حضرت خان صاحب بریلی کا تقویٰ و تفقہ

قارئین کرام! رحمت دو عالم فخر کون و مکان، زبدہ زمین و زماں محمد عربی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: **اذا لم تستحی فاصنع ما شئت** بے حیاء بندہ جو چاہے کرتا پھرے۔ جب آدمی سے شرم و حیاء کا حصہ جس کو ایمان کا خصوصی شعبہ فرمایا گیا ہے رخصت ہو جائے تو پھر وہ خدا، رسول، صحابہ، اکابر امت الغرض کسی کو بھی معاف نہیں کرے گا۔ اس لئے اس عنوان پر چند معروضات پیش خدمت ہیں۔

## خان صاحب بریلی کے ہاں تفقہ کا معیار:

۱: علم و تفقہ کا معیار رضاخانی قوم میں کیا ہے؟: بریلوی مسلک کی معتبر کتاب ''المیزان امام احمد رضا نمبر'' میں ہے: ''مرد کی شرمگاہ کے اعضاء کو 9 ثابت کرنا آپ کی فقہ دانی پر ایسی شہادت ہے جو آفتاب نیمروز سے بھی زیادہ درخشاں اور تابندہ ہے''۔ (امام احمد رضا نمبر ۲۱۲)

فاضل بریلوی کے علم و تفقہ پر جو سب سے بڑی وزنی اور اعلیٰ دلیل ملی، وہ یہی ہے کہ انہوں نے مرد کی شرمگاہ کے 9 حصے بتائے ہیں۔ جو کسی اور نے نہیں بتائے۔ اگر مجھے معاف رکھیں تو میں بات کروں کہ واقعی یہ فاضل بریلوی ہی کا حصہ ہے ان سے بڑا اس فن میں کوئی نہیں۔

مزید دنیائے رضاخانیت سے یہ بھی پوچھنا چاہوں گا کہ اس فن میں فاضل بریلوی کا استاد کون ہے؟ فاضل بریلوی نے یہ تحقیق کس سے سیکھی؟

## خان صاحب بریلی کے ہاں تقوے کا معیار:

۲: دوسری چیز ہے عبادت۔ اس میں بھی رضاخانی سوچ کا معائنہ فرمائیں:

یہ جو میں آپ کو عرض کرنے لگا ہوں یہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کا واقعہ ہے وہ یہ ہے کہ ایک بار عصر کی نماز پڑھ کر آپ مکان تشریف لے گئے، کچھ دیر بعد لوگوں نے دیکھا کہ آپ مسجد میں آ کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ ایک صاحب جو خود حضرت کے پیچھے نماز پڑھ چکے تھے، بہت متحیر ہوئے کہ بعد عصر نوافل نہیں اور اگر کسی وجہ سے نماز نہیں ہوئی تھی تو حضرت کا حافظہ ایسا نہیں تھا کہ مجھے بھول جاتے اور مطلع نہ فرماتے۔ حضرت نے سلام پھیرا تو انہوں نے عرض کیا کہ حضور یہ نماز کیسی؟ فرمایا: قعدہ اخیرہ میں بعد تشہد ''نفس کی حرکت'' سے میرے انگر کھے کا بند ٹوٹ گیا تھا۔ (انوار رضا، ص: ۵۷ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

یہ بھی یاد رہے کہ بعد تشہد تو درود شریف ہی پڑھا جاتا ہے اس وقت فاضل بریلوی کی حالت معائنہ فرمائیں۔

۳: ساری عبادت میں جس کا درجہ سر کا ہے اس کا حال تو آپ نے ملاحظہ فرما لیا۔ اب تقویٰ جو ان عبادات کا ماحصل ثمرہ اور نتیجہ ہے وہ بھی دیکھ لیں۔ فاضل بریلوی کے تقوے کو ثابت کرنے کیلئے سب سے بڑی دلیل دیکھئے۔

مولوی عبدالمبین نعمانی بریلوی لکھتے ہیں:

''آیئے چند واقعات وشہادات کی روشنی میں اس حیثیت کے بھی حضرت امام کی حیات طیبہ کا مطالعہ کریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ مرد حق آگاہ، زہد و ورع، تقویٰ و طہارت اور حزم و احتیاط کے کس بلند مقام پر فائز ہے۔ سب سے پہلے عہد طفولیت کا ایک عبرت انگیز واقعہ ملاحظہ ہو۔ ابھی ساڑھے تین برس کی عمر ہے ایک نیچا کرتا پہنے باہر سے دولت خانے کی طرف چلے جا رہے تھے کہ سامنے سے کچھ بازاری عورتوں (طوائفوں) کا گذر ہوا ان پر نظر پڑتے ہی ساڑھے تین برس کے امام نے اپنا لمبا کرتا اٹھایا اور دامن سے آنکھیں چھپا لیں یہ غیورانہ انداز

دیکھ کر ان عورتوں نے تضحیکانہ طور پر کہا: واہ میاں صاجزادے نظر کو ڈھک لیا اور ستر کھول دیا۔ (المیزان امام احمد رضا نمبر، ص: ۲۳۲)

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ بچپن کی عادت کم چھوٹتی ہے۔ (تلخیص فتاویٰ رضویہ، ص: ۲۷۴)

قارئین کرام! فاضل بریلوی کی یہ عادت کب تک رہی ہوگی؟ آپ کو بخوبی سمجھ آگئی ہوگی۔ یہ حال شرم وحیاء کا تقویٰ اور عبادات میں ہے، جب عبادات اور تقویٰ کی یہ حالت ہے تو باقی احوال کو آپ اسی پر قیاس کر لیں۔ جب شرم وحیاء کا یہ عالم ہے تو پھر باقی **فاصنع ما شئت** جو چاہیں یہ لوگ کریں۔ ان کو کیا رکاوٹ پیش آتی ہوگی؟۔ نہ اسلاف کا ادب نہ ہی اولیاء اللہ سے شرم اور نہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کوئی حیاء!!!!

**القصّہ!** ہر طرح سے یہ لوگ عاری ہیں لہذا ان لوگوں نے اپنی مرضی سے عقائد تراشے اور اپنی مرضی سے اعمال اختراع کیے جن کے قائلین کو سنی جبکہ مانعین اور تارکین کو وہابی کہنے لگے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے دجال کی جنت و دوزخ ہوگی جو درحقیقت بالعکس ہوگی یہاں بھی کچھ اسی طرح ہے۔

## علمائے دیوبند کا تفقہ وتقویٰ:

اب آئیے چلئے آستانہ علم وہنر دارالعلوم دیوبند کو وہاں کے علم وتفقہ کی گواہی تو خود مخالفین بھی دینے پر مجبور ہیں جیسا کہ مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

اہل سنت بہر قوالی و عرس
دیوبندی بہر تصنیفات و درس
خرچ سنّی بر قبور و خانقاہ
خرچ نجدی بر علوم و درسگاہ

(دیوان سالک، ص: ۴۵)

مولوی عبدالحکیم شرف قادری لاہوری لکھتے ہیں:

مالِ سنّی بہر قوالی و عرس
مالِ نجدی بہر تعلیم است و درس
مالِ سنّی بر قبور و خانقاہ
دیوبندی بر علوم و درسگاہ

سنّی کا مال قوالی وعرس کیلئے جبکہ نجدی کا مال تعلیم و درس کیلئے ہے سنّی کا مال قبروں اور خانقاہوں پر خرچ ہوتا ہے جبکہ دیوبندی کا مال علوم و درسگاہوں پر خرچ ہوتا ہے۔ (خدا کو یاد کر اے پیارے، ص: ۸۵)

تو یہ بات دو گواہوں سے پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ صحیح علم و درسگاہ جب اہل السنّت والجماعت دیوبند کے پاس ہے تو علم کی شان یہ ہے کہ **العلم نور یضع اللہ بہ فی قلب مؤمن** علم تو اللہ کی طرف سے ایک روشنی ہے جو مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے۔ تو جب یہ روشنی

اہل السنت دیوبند کو ملی تو انہوں نے عقائد ونظریات اور اعمال صالحہ کو پہچان لیا کہ وہ حق و سچ ہے جو اکابر واسلاف سے ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہے جب ہمارے مخالفین کے پاس صحیح علم و درسگاہ نہیں تو پھر صحیح عقائد ونظریات نظر ہی کیسے آئیں گے۔

دوسری چیز نماز ہے ہمارے اکابر کی نماز کا یہ عالم تھا کہ مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت قطب الارشاد رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں رات کا تھوڑا حصہ لیٹتے ہیں پھر اٹھ جاتے ہیں نماز پڑھنے کیلئے۔ (مسلک علماء دیوبند اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۳۳)

شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ حضرت قطب الارشاد مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا قدس سرہٗ نے ایک آیت پر روتے روتے تمام رات گذار دی تھی اور وہ آیت یہ تھی **یوم تبلی السرائر فماله من قوة ولا ناصر**۔ (اکابر علماء دیوبند اتباع شریعت کی روشنی میں، ص: ۴۵)

حضرت شیخ الحدیث حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہی کے متعلق یہ فرماتے ہیں کہ دیوبند کے جلسہ دستار بندی میں جب آپ تشریف لائے تو غالباً عصر کی نماز میں ایک دن ایسا اتفاق پیش آیا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب نماز پڑھانے کیلئے مصلے پر جا کھڑے ہوئے مخلوق کے اژدہام اور مصافحہ کثرت کے باوجود عجلت کے جس وقت آپ جماعت میں شریک ہوئے ہیں تو قرأت شروع ہوگئی تھی۔ سلام پھیرنے کے بعد دیکھا گیا تو آپ اداس اور چہرہ پر اضمحلال برس رہا تھا اور آپ رنج کے ساتھ یہ الفاظ فرما رہے تھے کہ افسوس 22 برس بعد آج تکبیر اولیٰ فوت ہوئی ہے۔ (اکابر علماء دیوبند، ص: ۷۴)

اب آپ تقویٰ کو بھی دیکھ لیجئے۔ شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

''راقم الحروف کے جد امجد حضرت مولانا محمد یاسین صاحب قدس سرہ فرماتے تھے کہ ہم نے دارالعلوم کا وہ وقت بھی دیکھا جس میں صدر مدرس سے لیکر ادنیٰ مدرس تک اور مہتمم سے لیکر دربان و چپراسی تک سب کے سب صاحب نسبت بزرگ اور اولیاء اللہ تھے۔ دارالعلوم اس زمانے میں دن کو دارالعلوم اور رات کو خانقاہ معلوم ہوتا تھا کہ اکثر حجروں سے آخر شب میں تلاوت اور ذکر کی آوازیں سنائی دیتی تھیں اور درحقیقت یہ اس دارالعلوم کا طرۂ امتیاز تھا''۔ (ماہنامہ الرشید کا دارالعلوم دیوبند نمبر، ص: ۳۷۳)

آگے لکھتے ہیں:

''شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معلوم تھا کہ سارا دن تعلیم وتدریس کی محنت اٹھانے کے باوجود رات کو دو بجے بیدار ہوجاتے اور فجر تک نوافل و ذکر میں مشغول رہتے تھے اور رمضان المبارک میں تو تمام رات جاگنے کا معلوم تھا حضرت کے یہاں تراویح سحری سے ذرا پہلے تک جاری رہتی تھی اور مختلف حفاظ کئی کئی پارے سناتے تھے یہاں تک کے حضرت کے پاؤں پر ورم آجاتا اور **حتی تورمت قدماه** کی سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوتی تھی''۔ (ماہنامہ الرشید کا دارالعلوم دیوبند نمبر، ص: ۳۷۴)

قارئین کرام! آپ خود بتائیں کہ شرم وحیاء کن کو نصیب ہوا اور کن کو اس سب سے خالی ہونا نصیب ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کو شرم وحیاء کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ (بشکریہ مولانا ابوایوب قادری صاحب زید مجدہٗ)

# ......اور انگر کھے کا بند ٹوٹ گیا

" جناب مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی کا بیان ہے کہ امام احمد رضا نماز میں اس قدر احتیاط اور جزئیات مسائل کا ایسا اہتمام فرماتے کہ عام تو عام، اکثر علماء اس پر عمل کرنا تو درکنار اس کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ ایک سال امام احمد رضا خان کی مسجد میں بیس رمضان المبارک سے میں معتکف ہوا۔ جب ۲۶ / رمضان المبارک کی تاریخ آئی تو امام احمد رضا نے بھی اعتکاف فرمایا قبل اعتکاف ایک دن کا واقعہ ہے کہ عصر کے وقت حضور امام احمد رضا تشریف لائے اور نماز پڑھا کر تشریف لے گئے۔ میں مسجد کے اندر کونے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک صاحب آئے اور مجھ سے کہنے لگے آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی۔ میں نے کہا ابھی حضور کے پیچھے پڑھی ہے تو ان صاحب نے تعجب سے کہا کہ حضور تو اب پڑھ رہے ہیں۔ میں نے بھی سنا تو نہایت تعجب کیا اور یقین نہ ہوا۔ اس لیے کہ نماز عصر کے بعد کوئی نماز داخل نہیں اور امام احمد رضا نے ہم لوگوں کے سامنے نماز پڑھی اور پڑھائی ہے اور ابھی مغرب کا وقت نہیں پھر اگر کوئی غلطی ہوگئی ہوتی تو سب کو اعادہ کرنے کا حکم فرماتے۔ غرض مجھ کو بڑی حیرت ہوئی۔ انہوں نے پھر کہا دیکھ لیجئے پڑھ رہے ہیں۔ تب میں نے آگے بڑھ کر دیکھا تو واقعی نماز پڑھ رہے تھے۔ منتظر کھڑا رہا جب سلام پھیرا تو میں نے عرض کیا، حضور میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ابھی نماز پڑھائی اور پھر پڑھ رہے ہیں۔ نوافل کا بھی اس وقت سوال نہیں تو امام احمد رضا نے ارشاد فرمایا کہ قعدہ اخیر میں بعد تشہد "حرکتِ نفس" سے میرے "انگر کھے کا بند ٹوٹ" گیا تھا۔ چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے آپ لوگوں سے نہیں کہا اور گھر میں جا کر بند درست کرا کر اپنی نماز احتیاطاً پھر سے پڑھ لی۔"

(انوار رضا ص ۲۵۷ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

"انگر کھا" ایک خاص قسم کا "کوٹ" ہوتا ہے جو ہندوستان میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مطلب کے حضرت کی حرکتِ نفس یعنی "عضو مخصوص کی حرکت" سے کوٹ کا بند ٹوٹ گیا۔

سچی بات یہ ہے کہ ہمیں اس حیا سوز اور بیہودہ واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے بے حد شرم آتی ہے۔ اے کاش ہم مجبور نہ ہوتے۔

حرکتِ نفس یعنی...... **لاحول ولا قوۃ**...... اور وہ بھی مسجد میں...... مسجد میں بھی نماز کے دوران...... وہ بھی امام ہونے کی حالت میں......نماز بھی عصر کی......عصر بھی رمضان المبارک کا......رمضان المبارک کا بھی آخری عشرہ......اور حد یہ کہ یہ حرکت عین اس وقت ہوئی جب خان صاحب مصروف درود شریف تھے۔ خود فرماتے ہیں کہ بعد تشہد کے یہ حرکت ہوئی۔

رضا خانیو! خدارا بتاؤ کیا یہ ہے درود کا احترام؟ کیا یہ ہے حضور اکرم ﷺ کا احترام؟ کوئی جواب اس بدتمیزی کا؟ اس کمچا ہٹ کا اس گستاخی کا؟ اس ذہنی آوارگی کا؟ جو شخص مستی میں اس حد تک غرق ہو اور شہوت کے نشے میں اتنا چور ہو کہ اسے نہ نماز کا لحاظ ہو......نہ رمضان کا......نہ مسجد کا ادب ملحوظ ہو نہ درود کا......اور نہ امامت کی ذمہ داریوں کا احساس ہو......نہ روزہ دار ہونے کا......کیا ایسا شخص اس لائق ہے کہ اسے کسی اچھے لقب سے یاد کیا جائے؟۔

دیکھئے! غصہ نہ ہوں، ناراض نہ ہوں۔ ہم نے خان صاحب کی طرف کوئی فرضی بات منسوب نہیں کی، یہ گھناؤنا واقعہ ہم تمہاری ہی کتاب سے

لکھ رہے ہیں اور تم ہی سے انصاف چاہتے ہیں کہ آپ اسے بیہودہ اور شرمناک حرکت سمجھتے ہیں یا نہیں؟ اگر شرمناک حرکت سمجھتے ہیں تو اس درجہ شرمناک حیاسوز حرکت کے مرتکب کو کیا کہا جائے امام؟ اعلیٰ حضرت؟ یا کیا؟......

زبان پر خدا تعالیٰ و نبی ﷺ کے اسماءِ گرامی اور ذہن میں شہوانی خیالات ؎

تیرا غضب کہاں ہے خداوندِ ذوالجلال

اس درجہ مچلاہٹ اور شہوت پرستی کہ نماز و روزہ سے غافل ہو جائے۔ نہ مسجد و رمضان کا احترام ہے حتیٰ کہ یہ بھی احساس نہ ہو کہ زبان پر اس وقت کیا کلمات ہیں؟۔ یہ صرف رضاخانیوں کے امام نرالا کا ہی کارنامہ ہے۔ اعلیٰ حضرت کے سوا جوش و مستی میں اس حد تک ڈوبا ہوا شخص پوری دنیا میں نہیں مل سکتا۔

طرفہ یہ کہ اس شرمناک واقعہ کو رضاخانی خان صاحب کے تقویٰ وطہارت کی علامت و دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں ؎

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

تقویٰ وطہارت کے اعتبار سے نادار رضاخانیوں کو اپنے نادار امام کے پلّے میں جب کچھ نہیں ملا تو شرمناک واقعات کو ہی تقویٰ و بزرگی کی علامت کے طور پر پیش کر دیتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیتے ہیں کہ ''یہ ایسا واقعہ ہے کہ اکثر لوگ اس کی سمجھ سے بھی قاصر ہیں۔'' تاکہ کوئی یہ اعتراض نہ کر سکے کہ اس درجہ گھناؤنے واقعہ کو کیوں بزرگی کی دلیل بتایا جا رہا، گویا نادان بیہودگی و بے شرمی کو نیکی و بزرگی سمجھ رہے ہیں ؎

برعکس نہند نام زنگی کافور

اگر تقویٰ وطہارت یہی ہے تو بدمعاشی، بدتمیزی اور گستاخی کسے کہیں گے؟...... بے شرمی بیہودگی بے حیائی کیا ہوگی؟...... مجھے بتاتو سہی اور کافری کیا ہے؟

رضاخانیو! اگر تم اسے تقویٰ وطہارت ہی سمجھتے ہو تو پھر تو یقیناً آپ لوگ بھی درود خوانی کے وقت یہی کچھ کرتے ہوں گے۔ تمہارا بھی دورانِ نماز و درود خوانی مچلاہٹ و شہوت پرستی کا ایسا ہی حال ہوگا اور تم پر بھی اپنے امام کی سی مستی طاری ہوتی ہوگی ؎

شرم تم کو مگر نہیں آتی

مانا کہ بڑے حضرت کی طبیعت چلبلی تھی (مفتی مظہر اللہ دہلوی نے فتاویٰ مظہری کے ص ۳۹۲ پر اعلیٰ حضرت کے متعلق لکھا ہے کہ ان کی طبیعت چلبلی تھی...... مدعی لاکھ پر بھاری ہے گواہی تیری) اور کسی مسلمان پر کفر کا فتویٰ لگاتے وقت اور جنسی و شہوات کے خیالات کے وقت بڑے حضرت بے قابو ہو جایا کرتے تھے۔ بے اختیار اور مغلوب الحال ہو جاتے تھے مگر چھوٹے چھوٹے حضرتوں نے بھی تو کچھ نہ سوچا اور یہ خوفناک و شرمناک واقعہ کتابوں میں درج کر دیا اور ستم یہ کہ تعریف و توصیف کے پیرایہ میں...... معلوم ہوتا ہے کہ آوے کا آوا بگڑا ہوا ہے اور سچ ہے...... ''گندی بوٹی کا شوربا بھی گندا ہی ہوتا ہے''

ہم جب ائمہ کرام، صحابہ کرام اور انبیاء و اولیاء کے حالاتِ زندگی سنتے یا پڑھتے ہیں تو یہی نظر آتا ہے کہ نماز کے دوران ان پر دہشت و ہیبت طاری رہتی تھی، ان کی مبارک داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھیں ان کے بدن تھر تھرانے لگتے۔ ان کے پُر نور سینوں سے ہانڈی

اُبلنے کی سی آواز آتی تھی اور وہ دنیاومافیہا سے لاتعلق ہو کر اپنے بے نیاز رب کی بارگاہ میں پوری نیاز مندی کے ساتھ حاضر ہوتے۔

لیکن ادھر رضاخانیوں کے نرالے امام اور پیر طریقت کی نماز کا حال یہ ہے کہ لکھتے شرم آتی ہے ؎

کلید در دوزخ است ایں نماز

ایسی نماز تو آج تک کسی بڑے مسلمان نے تو کیا فاسق و فاجر انسان نے بھی کبھی نہ پڑھی ہوگی۔ بڑے سے برا آدمی بھی جب نماز پڑھتا ہے تو تھوڑی دیر کے لیے وہ غلط کاریوں سے اپنے خیالات کو ہٹا لیتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ بعض لوگوں کی نماز ان کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔ رضاخانی بتائیں کہ خان صاحب کی نماز کون سی نماز ہے۔ منہ پر ماردی جانے والی یا مقبول؟

ہمیں بتایا جائے کہ جس شخص کا افضل ترین مقام میں، افضل ترین مہینہ میں، اور افضل ترین عبادات میں، افضل ترین کلمات کے وقت مستی کا یہ عالم ہو اس کی مستی کا دوسرے اوقات و حالات میں کیا عالم ہوتا ہوگا؟؟؟؟

کتنے شرم کی بات ہے کہ اس قدر خاص وقت اور خاص مقام میں خان صاحب اپنے لگن میں مگن رہے اس شدت سے کہ بند توڑ دیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ نہ شرمندگی نہ ندامت نہ افسوس، نہ اخفاء کی کوشش ایسے بیان کر دیا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

مسلمانو! جن لوگوں کا دوران نماز اور بوقت درود خوانی خیالات کی آوارگی کی یہ کیفیت ہو کیا ایسوں کو محب رسول ﷺ کہا جا سکتا ہے؟ انہیں حضور ﷺ سے سچی محبّت ہوتی تو آپ ﷺ پر درود پڑھتے وقت خیالات کو غلط طرف لے جاتے ہوئے حیا کرتے مگر آپ نے دیکھا کہ بڑے حضرت کی توجہ نماز...... روزہ...... رمضان...... امامت...... درود غرض سبھی کچھ سے ہٹ کر ان کے خاص اور محبوب شغل کی طرف مبذول ہوگئی تھی۔ جب بڑے حضرت کا یہ حال ہے تو خدا جانے چھوٹے حضرتوں کا کیا حال ہوگا؟ ایسا لگتا ہے کہ درود شریف کے وقت ان بدنصیبوں کی توجہ یا عورتوں کی طرف ہوتی ہے یا کھانے پیسوں کی طرف۔ خلوص و محبت کے ساتھ درود پڑھنے کی لذت سے یہ بیچارے آشنا ہی نہیں ہیں۔

ایک حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ فرماتے ہیں کہ درود سے کلیجہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اس پر ثواب نہ بھی ملے تب بھی یہ چیز بڑی لذیذ ہے چھوڑی نہیں جا سکتی۔ اور ایک خان صاحب ہیں کہ...... ببیں تفاوت ......

خان صاحب کے اس بیان سے کہ ”چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے اس لیے آپ لوگوں کو نہ بتایا“ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو واقعہ انہیں نماز میں پیش آیا تھا وہ اس حد تک خوفناک تھا کہ اگر تشہد سے پہلے وہ واقعہ پیش آتا تو انہیں سب کو بتانا پڑتا اور سب کو ہی نماز پھر سے پڑھنی پڑتی۔ رضاخانی اگر فریب دہی کی کوشش کرتے ہوئے یہ کہیں کہ اس واقعہ کا تعلق سانس سے ہے تو واقعہ کی خوفناکی ہی ان کی اس تاویل بے جا کی تردید کیلئے کافی ہے۔

اتنی بات تو ہر نمازی جانتا ہے کہ سانس کا پھولنا یا کوٹ کے بند کا ٹوٹنا ہرگز ایسی بات نہیں جسے خوفناک کہا جا سکے اور نہ ہی اس سے نماز میں کوئی خرابی آتی ہے (چاہے سانس تشہد سے پہلے پھولا ہو یا تشہد کے بعد) لہٰذا ظاہر ہوا کہ واقعہ کا تعلق سانس یا بند ٹوٹنے سے نہیں بلکہ جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہے اس کا تعلق عضو مخصوص سے ہے یعنی خان صاحب کی نماز میں خرابی ان کے عضوِ مخصوص ہی کی حرکت بے جا سے آگئی تھی۔

پھر عضوِ مخصوص کے حرکت میں آجانے کے بعد نماز کے فاسد ہونے کے دو ہی سبب ہو سکتے (۱) ایک یہ کہ عضو مخصوص سے کچھ خارج ہو گیا ہو (۲) دوسرے یہ کہ شرمگاہ کھل گئی ہو۔ خان صاحب کے فرمان کی روشنی میں دوسرا سبب یعنی شرمگاہ کا کھلنا ہی سمجھ میں آتا ہے اس

لیے کہ خان صاحب نے بند درست کرانے کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ گھر جا کر غسل یا وضو بھی کیا۔ اگر وضو یا غسل کا ذکر فرماتے تو ہم سمجھتے کہ عضوِ مخصوص سے کچھ خارج ہوا تھا لیکن چونکہ انہوں نے صرف اتنا فرمایا ہے کہ گھر جا کر بند درست کیا ہے تو معلوم ہوا کہ کچھ خارج ہونے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ صرف شرمگاہ ہی کھل گئی تھی جسے ڈھانکنے کا بندوبست کر کے آپ نے نماز پھر سے پڑھ لی۔

خان صاحب کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حرکت انہوں نے دانستہ کی تھی۔ یعنی اپنے قصد وارادہ سے اپنے عضوِ مخصوص کو حرکت میں لائے تھے اس لیے کہ خان صاحب خود کو حنفی کہتے تھے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز اس وقت تمام ہوتی ہے جب نمازی تمام ارکان سے فارغ ہو کر اپنے قصد ارادہ سے ایسا کوئی کام بھی کرے جس سے وہ نماز سے خارج ہو جائے۔ چنانچہ امام اعظم کے نزدیک اگر ایک نمازی تشہد سے فارغ ہوا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنے ارادہ سے نماز سے خارج کرنے والا کوئی کام کرتا کسی شخص نے اس کا سینہ کعبہ شریف سے پھیر دیا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ گو اس نے تمام ارکان پورے کر لیے تھے۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر یہ نمازی بعد از تشہد خود اپنے قصد وارادہ سے سینہ پھیرتا تو نماز ہو جاتی مگر اب چونکہ اس کے ارادے اور اس کی نیت کے بغیر اس کا سینہ پھیرا گیا اس لیے نماز نہیں ہوئی غرض کہ نماز کے پورا اور تمام ہونے کے لیے امام اعظمؒ کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ نمازی نماز سے خارج کرنے والا کام اپنے قصد وارادہ سے کرے فقہاء کی اصطلاح میں اسے خروج بصنعہ کہتے ہیں۔

بناء بریں خان صاحب کے اس ارشاد کے پیش نظر کہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے اس لیے آپ لوگوں سے نہیں کہا'' یا تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ خان صاحب کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ خروج بصنعہ کے بغیر نماز تمام نہیں ہوتی۔ اس صورت میں وہ عالم کہلانے کے مستحق نہیں اس لیے کہ جسے نماز کے عام مسائل کا بھی علم نہ ہو وہ کیسا عالم؟ اور یا یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ خروج بصنعہ پایا گیا تھا یعنی یہ کہ خان صاحب نے اپنے قصد وارادے سے عضوِ مخصوص کو حرکت دی تھی۔

ہے کوئی رضاخانی جو مسلمانوں کو مطمئن کر سکے کہ درود شریف کے وقت جان بوجھ کر شہوانی خیالات میں ڈوب جانا اور مسجد میں دورانِ نماز عضوِ مخصوص کے اچھل کود کے تماشے میں محو ہونا جرم وعیب نہیں بلکہ تفقہ اور حزم واحتیاط کی معراج ہے (جیسا کہ رضاخانی لکھتے رہے ہیں)۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خان صاحب میں حیاء نام کو نہ تھی حیاء ہوتی تو اس حرکت کو ہرگز ظاہر نہ کرتا۔ اسلام غلطیوں اور گناہوں کو چھپانے کو حکم دیتا ہے نہ کہ اس کی تشہیر کا۔ اپنے گناہوں کی تشہیر کرنے والے کو مجاہر اور فاسق وفاجر کہا جاتا ہے۔

اپنے چھپے ہوئے گناہوں کی تشہیر کرنے والے کے بارے میں ارشادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

**كُلُّ اُمَّتِي مُعَافِيً اِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ وَ اِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ اَنْ يَّعْمَلَ الرَّجُلُ بِالَّيلِ عَمَلاً ثُمَّ يُصبح وقد ستره الله عَلَيْهِ فَيَقُوْلُ يَا فُلان عَمِلْتُ البَارحةَ كَذَاوَ كَذا۔** یعنی میری امت میں سے ہر شخص کے گناہ معاف ہو سکتے ہیں مگر عیوب کے ظاہر کرنے والوں کے گناہ معاف نہ ہوں گے اور عیوب کی پردہ دری میں سے یہ ہے کہ آدمی رات کو کوئی کام کرے اور اللہ نے اس پر پردہ ڈالا اور وہ یہ کہے کہ اے فلاں میں نے رات کو یہ کیا۔

رضاخانی بتائیں کہ دورانِ درود ونماز اتنی گندی حرکت کرنے اور پھر اسے برملا بیان کرنے سے خان صاحب مجاہر (مجاہر یعنی پردہ دری کرنے والا، گناہوں کا اظہار کرنے والا، فاجر) بنے یا نہیں؟ انہوں نے نماز دوبارہ پڑھنی بھی تھی تو گھر پڑھ لیتے۔ لوگوں کے سامنے پڑھنے کا

کیا معنیٰ؟ کیا یہ مقصد تو نہ ہوگا کہ لوگ متقی اور پارسا سمجھیں گے!!!!

نادان رضاخانیوں نے اس گھناؤنے واقعہ کو اس خیال سے اپنی کتابوں میں لکھا کہ لوگ کہیں گے واہ رضاخانیوں کے امام کتنے متقی تھے سبحان اللہ کیا تقدس و احتیاط ہے کہ عصر کے وقت بھی نماز احتیاطاً پڑھی جارہی ہے۔ بیچارے رضاخانیوں کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ لوگ اس واقعہ کو پڑھ کر گھن محسوس کریں گے اور اسے خان صاحب کی اور اس کے پیروکاروں کی بے حیائی اور دین سے ناواقفیت کی دلیل سمجھیں گے!!

رضاخانیوں کو معلوم رہے کہ حیاء ایک بڑی صفت اور عظیم خوبی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حیاء کو ایمان کا ایک اہم شعبہ قرار دیا ہے۔ فقہاء کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر نماز میں ریح خارج ہوگئی تو نمازی ناک پر ہاتھ رکھ کر وضو کے لئے جائے۔ (جیسے نکسیر پھوٹ گئی ہو) ایسا کرنے کی ایک وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ یہ واضح نہ ہو کہ ہوا خارج ہوگئی۔ تو صرف شرمگاہ کا ہی چھپانا ضروری نہیں بلکہ شرمگاہ سے متعلق ہر کام کا اخفاء شرم و حیاء کا تقاضا ہے۔ مگر واہ رے خان صاحب! کھلے بندوں یہ کہہ دیا کہ حرکتِ نفس سے میرے انگرکھے کا بند ٹوٹ گیا تھا پھر قربان جائیے پوری جماعت کے کہ کسی نے بھی یہ نہ سوچا کہ یہ واقعہ بیان کے لائق نہیں معلوم ہوتا ہے سارے کے سارے شرم و حیاء کی صفت سے عاری ہیں اور سب ہی کی عقلیں مسخ و ماؤف ہو چکی ہیں۔

﴿اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ﴾

یہاں یہ امر بھی لائق توجہ ہے کہ میرٹھی صاحب کو نماز دوبارہ پڑھنے پر تو تعجب ہوا لیکن جب خان صاحب نے اس کا سبب بتایا تو اس پر انہیں تعجب نہ ہوا۔ کیا اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اعلیٰ حضرت کی زندگی اس قسم کی حرکتوں سے عبارت تھی اور آپ کو ایسے واقعات بکثرت پیش آتے تھے، اس لیے میرٹھی صاحب کو تعجب نہ ہوا کیونکہ تعجب عموماً نئی بات پر ہوتا ہے، جو بات ہمیشہ اور بکثرت پیش آتی رہتی ہو وہ چاہے کتنی بھی عجیب و غریب کیوں نہ ہو عموماً اس پر کوئی شخص تعجب کا اظہار نہیں کرتا تو مولوی میرٹھی صاحب کا عصر کے وقت دوبارہ نماز پڑھنے پر تعجب ظاہر کرنا اور حرکتِ نفس اور اس کی وجہ سے بند ٹوٹنے پر تعجب ظاہر نہ کرنا اس امر کی واضح علامت ہے کہ اعلیٰ حضرت کا ایسے حالات و واقعات سے دوچار ہونا عام بات تھی، روز کا معمول تھا نئی بات نہ تھی۔

کسی قدر شرم کی بات ہے کہ بڑے حضرت کی عقل و شعور اور حزم و احتیاط کا پہلا واقعہ بھی عضوِ مخصوص سے متعلق ہے یعنی یہ کہ انہوں نے ساڑھے تین برس کی عمر میں بازاری عورتوں کو عضوِ مخصوص دکھایا تھا۔ ان کی روحانیت و تقویٰ کا دوسرا بڑا واقعہ بھی عضوِ مخصوص سے ہی تعلق رکھتا ہے یعنی یہ کہ نماز میں عضوِ مخصوص کی حرکت سے انگرکھے کا بند توڑ دیا تھا اور ان کے علم و فقہ دانی اور تحقیق و ریسرچ کا تعلق بھی بڑی حد تک عضوِ مخصوص ہی سے ہے، (مرد کی شرمگاہ کے اعضاء کو 9 ثابت کرنا آپ کی فقہ دانی پر ایسی شہادت ہے جو آفتاب نیم روز سے بھی زیادہ درخشاں اور تابندہ ہے چنانچہ آپ نے پہلے چالیس مستند و معتبر کتب فقہیہ اور فتاویٰ کے حوالہ سے شرمگاہ کے اعضاء کو مدلل و محقق فرمایا پھر تدقیق نظر سے ایک اور عضو شرمگاہ پر دلائل ثبت فرما کر ثابت کیا کہ مرد کی شرمگاہ کے اعضاء نو ہیں، (حوالہ: ماہنامہ المیزان احمد رضا نمبر ۳۳۲)

غرض کہ حسب بیان رضاخانیاں اعلیٰ حضرت کا علم و تفقہ، تقویٰ و بزرگی اور ان کی تحقیق و تدقیق عضوِ مخصوص ہی کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔

دنیا کے دیگر ائمہ صلحاء اور اولیاء کا تقدس اور بزرگی نماز روزہ، آہ و زاری اکلِ حلال اور اس طرح کے دیگر پسندیدہ افعال سے ظاہر ہوتی ہے مگر اعلیٰ حضرت کا تقویٰ و پارسائی عورتوں کو شرمگاہ دکھانے اور نماز میں شرمگاہ کے ساتھ کھیلنے سے ظاہر ہوتی ہے، **لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔**

جن لوگوں کے نزدیک بے حیائی و بے شرمی ہی تقویٰ وطہارت کہلائے وہ بدعت کو سنت پر ترجیح نہیں دیں گے تو اور کیا کریں گے۔
غالباً بے حیائی و بے شرمی کے انہی گھناؤنے واقعات کی وجہ سے علماء اہل السنۃ والجماعۃ خان صاحب کو زیادہ منہ نہیں لگاتے تھے کہ وہ اپنے دشمن کی بھی اسی طرح کی باتیں بیان کرتے شرماتے تھے۔

ناظرین محترم! غور فرمائیے کتنا فرق ہے "سنت" اور بدعت" کی خاصیت اور تاثیر میں کہ بدعت کے باعث عقلیں اس حد تک ماؤف ہوجاتی ہیں کہ بے حیائی کے واقعات کا فخراً بیان ہوتا ہے دوسری جانب سنت کے اتباع کا یہ اثر کہ مخالف کے بھی ایسے واقعات شرم و حیاء کے باعث بیان کرنے سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار**۔

بخدا ہم بھی ان واقعات کو لکھتے اور ان پر تبصرہ کرتے ہوئے انتہائی شرمندہ ہو رہے ہیں، بے حد مجبور ہو کر ہم ان غلیظ واقعات کو اپنی کتاب میں درج کر رہے ہیں۔

## الحاصل:

رضاخانیوں کے اپنے امام کی تعریف و توصیف میں لکھے ہوئے اس واقعہ سے اگر کچھ معلوم ہوا تو یہ کہ:

۱۔ ان میں حیاء نام کو نہ تھی۔

۲۔ ان کی قوت مردمی اپنی مثال آپ تھی۔

۳۔ ان کی زندگی میں ایسے واقعات بکثرت پیش آتے تھے۔

۴۔ انہوں نے دوران نماز جان بوجھ کر ایسی حرکت شنیعہ کا ارتکاب کیا کہ آج تک ایسی شرمناک حرکت کسی نے بھی نہیں کی، یا پھر یہ کہ وہ پرلے درجہ کے جاہل تھے کہ انہیں نماز کا یہ عام مسئلہ بھی معلوم نہ تھا کہ خروج بصنعہ فرض ہے۔

غرضیکہ یہ حرکت قصداً ہو یا بلا قصد بہر صورت یہ واقعہ ذم و رسوائی پر ہی دلالت کرتا ہے اور

"سگ مگس" را اگر کنی مقلوب قلب او غیر "سگ مگس" نشود۔

والا معاملہ ہے۔ ہمارے خیال میں یہ اہل اللہ کو بدنام کرنے اور ان سے بغض و دشمنی رکھنے کی دنیوی سزا ہے ؎

دیکھا اسے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

## انگرکھا کیا ہوتا ہے؟:

انگرکھا ہندوستانی لباس ہے۔ جس کی وضع قطع اچکن سے ملتی جلتی ہے۔ اس کے بٹن بھی ہوتے ہیں اور گھنڈی کی طرح کے بند بھی۔ یہ بند اور بٹن عام انگرکھوں میں تو ناف کی سیدھ تک ہوتے ہیں مگر بعض انگرکھوں کے بند ناف سے بہت نیچے یعنی رانوں تک بھی ہوتے ہیں، نماز کے لئے انگرکھے کا پہننا نہ تو فرض ہے نہ سنت اور نہ مستحب۔ ہاں کوئی پہن لے تو مضائقہ بھی نہیں۔ لہٰذا کسی نمازی کے انگرکھے کا بند ٹوٹ جائے یا وہ پھٹ جائے یا کوئی شخص نمازی کے بدن سے اسے اتار دے تو نماز میں قطعاً کوئی خرابی نہیں آتی۔

## رضاخانی تاویل اور اس کا جواب:

دیوبندیو! تمہیں شرم کرنی چاہیئے کہ تم نے لکھا کہ خان صاحب کے "ذکر" (آلہ حضرت) کے ضربات سے ازار بند ٹوٹ گیا جبکہ واقعہ

میں انگر کھے کا ذکر ہے نہ کہ شلوار و ازار بند کا۔ دوسرا دجل یہ کیا کہ نفس دل کی دھڑکن و سانس کے معنیٰ میں آتا ہے تم نے اسے ذکر کے معنیٰ میں لے لیا۔ (ملخصاً)

**جواب:**

رضاخانی اپنے بزرگوں کی عبارات کی تاویلات دیتے ہوئے کیسے معصوم بن جاتے ہیں، سوال یہ ہے کہ جن علمائے دیوبند پر تمہیں اعتراض ہے وہاں پر بھی تو صحیح محمل موجود ہوتا ہے لیکن دماغ میں شیطان ہی آتا ہے اور زبردستی غلط مطلب کشید کرنے کی کوشش کرتے ہو، جواب لکھتے وقت اپنی سابقہ ادائیں نہ بھولا کریں، سیالوی لکھتا ہے:

''سمجھانے سے تو اس سے پتہ چلا کہ عبارت گستاخی کی موہم ہے کیونکہ سمجھنے سمجھانے کی ضرورت وہیں پیش آتی ہے جہاں الفاظ کسی غلط معنیٰ کے موہم ہوں''۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص ۱۲۸)

تو آپ کا سمجھانا ہی بتلا رہا ہے کہ گڑبڑ تو بہرحال ہے۔ یہ بات تو ٹھیک ہے کہ انگرکھا شلوار کو نہیں کہا جاتا لیکن جن لوگوں نے یہ بات کہی انہوں نے بطور تعجب و مبالغہ کے ایسا کہا کہ انگرکھا جو شلوار کے اوپر ہوتا ہے خان صاحب کے حرکتی ''اونی حضرت'' نے جب اسے پھاڑ ڈالا تو بیچارے ''مظلوم شلوار'' کی کیا حیثیت؟ اس کا کیا حشر و نشر کیا ہوگا ہر آدمی اندازہ کرسکتا ہے۔ اور یہ کوئی محال بھی نہیں آج بھی کسی صحت مند آدمی کو چست لباس پہنا دیں تو اس کے زور لگانے پر وہ کپڑا پھٹ جائے گا۔ رہی یہ بات کہ ''نفس'' کے معنی صرف ''ذکر'' نہیں آتے یہ بھی بالکل درست ہے، لیکن یہاں نفس کے معنی دل کی دھڑکن و سانس نہیں کیوں؟ اس کیلئے مندرجہ ذیل تفصیل ملاحظہ ہو:

انگر کھے کا بند ٹوٹنے والے نامعقول و بیہودہ واقعہ پر لکھا ہوا ہمارا تبصرہ آپ نے ملاحظہ فرمالیا مگر رضاخانی بڑے عیار و مکار ہوتے ہیں ہوسکتا ہے خود کو خفت سے بچانے کی خاطر وہ یہ کہیں کہ ''حرکتِ نفس'' یعنی ''عضو مخصوص'' کی حرکت مراد نہیں بلکہ حرکتِ نفس یعنی سانس کی حرکت مراد ہے اور آج واقعۃً بریلوی یہی تاویل کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی اس قسم کی مکارانہ چالوں اور لغو تاویلوں کا پہلے سے تدارک ہونا چاہیے، چنانچہ ہم یہ سطور اسی تاویل کے رد میں لکھ رہے ہیں:

رضاخانیوں کو معلوم رہے کہ تم مکاری و عیاری میں اپنی مثال آپ ہی مگر تمہیں چار و ناچار اس حقیقت کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا کہ سانس کی حرکت نہ تھی بلکہ حضرت کا عضوِ مخصوص حرکت میں آگیا تھا، اس لیے کہ:

(۱) اگر سانس کی وجہ سے یہ واقعہ رونما ہوا ہوتا تو خان صاحب کو ''سانس'' جیسے آسان اور عام فہم لفظ کے بجائے بے وجہ نفس جیسا قدرے نامانوس لفظ بولنے کی کیا ضرورت تھی؟ صاف صاف فرما دیتے کہ سانس پھول گیا تھا جس کی وجہ سے بند ٹوٹ گیا۔

(۲) سانس کی حرکت سے پیٹ اس قدر پھولتا ہی کب ہے کہ بند توڑ دے۔

(۳) سانس کی حرکت سے پیٹ ہلتا ہے اور سب جانتے ہیں کہ پیٹ نرم ہوتا ہے اور اس کی حرکت بھی جھٹکا نما نہیں ہوتی بلکہ نازک اور نرم ہوتی ہے اس لیے پیٹ کے پھولنے اور سکڑنے سے بند ٹوٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۴) سانس کی حرکت سے پورا پیٹ ہلتا ہے تو پورے پیٹ کے متحرک ہونے سے کوٹ کے کئی بند کھلنے چاہئیں نہ کہ صرف ایک۔ کیونکہ پیٹ کے مقابل کئی بند ہوتے ہیں اور اس کا دباؤ ایک ساتھ کئی بندوں پر پڑتا ہے۔ فقط ایک بند پر اس کا دباؤ نہیں پڑتا۔

صرف ایک بند کے ٹوٹنے سے ظاہر ہوا کہ وہ اکیلا کسی "عضو" کی "مسلسل ضربات" کا نشانہ بن رہا تھا آخر تا بکے شہوت انگیز دوائیں جو حضرت استعمال فرماتے تھے رنگ لائیں اور بیچارہ بند ہار گیا۔

(۵) اگر سانس کی وجہ سے یہ واقعہ پیش آیا ہوتا تو مقتدیوں کو بھی پتہ چل جاتا۔ کیونکہ ہانپنا سب کو نظر آجاتا ہے۔ اگر خان صاحب قارونی بے طرح اور غیر معمولی انداز سے ہانپتے ہوتے تو بھری مسجد میں کوئی تو دریافت کرتا کہ نصیب دشمناں حضور کو آج کیا تکلیف ہے؟ مگر کسی نے بھی ایسی بات نہ کی جو اس امر کی واضح علامت ہے کہ معاملہ نفس یعنی سانس کا نہیں نفس یعنی عضو مخصوص کا تھا۔

(۶) قعدہ اخیرہ میں بعد تشہد کے یک بیک سانس کیسے پھول گیا۔ پھولنا تھا بھی تو اٹھتے بیٹھتے پھولتا یا گھر سے آتے جاتے پھولتا۔ یہ کیا کہ قعدہ اخیرہ میں خاصا وقت بیٹھنے اور سستانے کے بعد بڑے حضرت کو اس صورت حال کا سامنا ہوا۔ کیا کسی نے اچانک بڑے حضرت کی گردن پر کوئی بوجھ رکھ دیا تھا کہ بیچارے اس زور سے ہانپنے لگ گئے تھے کہ بند ٹوٹ گیا۔

(۷) سانس کی وجہ سے اگر یہ واقعہ پیش آیا ہوتا تو دوبارہ نماز پڑھنے کی کیا ضرورت تھی؟ صرف بند ہی تو ٹوٹا تھا قمیص تو نہیں پھٹ گئی تھی کہ یہ کہا جاسکے کہ قمیص پھٹ جانے سے حضرت کا ستر کھل گیا تھا یا کھلنے کا شبہ ہوگیا تھا، انگرکھے کا بند ٹوٹ بھی گیا تھا تو کیا ہوا؟ قمیص تو سلامت تھی۔

کوئی بھی سمجھدار شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ سانس کے زور سے قمیص بھی پھٹ گئی ہوگی اس لیے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ قمیص کے اجزاء میں سے سب سے دیرپا اس کا دامن ہی ہوتا ہے۔ دامن نہ تو سلا ہوا ہوتا ہے کہ ادھڑ جائے اور نہ تنگ ہوتا ہے کہ تنگی کی وجہ سے پھٹ جائے، نہ ہی اسے جسم کا پسینہ لگتا ہے کہ گل جائے، ہمارا تجربہ یہ ہے کہ آستین گلا وغیرہ جلد بوسیدہ ہوجاتے ہیں مگر دامن تا آخر مضبوط رہتا ہے۔

غرض بڑے حضرت کی قمیص نہیں پھٹی تھی صرف انگرکھے کا بند ٹوٹا تھا اور ایسی صورت میں ستر نہیں کھلتا۔ گویا سانس کے سبب ستر نہیں کھل سکتا، اب سوائے اس کے چارہ نہیں کہ یہ تسلیم کرلیا جائے کہ عضو مخصوص ہی کی حرکت نے یہ غضب ڈھایا تھا۔

(۸) حضرت کے تذکرے میں یہ تو ملتا ہے کہ ان کے سر اور کمر میں درد رہتا تھا۔ انہیں درد گردہ اور بخار کی شکایت بھی رہتی تھی۔ ان کا حافظہ بھی کمزور تھا اور ان کی ایک آنکھ بھی عیب دار تھی لیکن ان کے تذکرہ میں یہ نہیں ملتا کہ انہیں دمہ یا سانس چڑھنے کا کوئی عارضہ بھی تھا۔

اس لیے یہ کہنا محض فریب ہے کہ سانس کی حرکت سے یہ صورت پیش آگئی تھی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری کارستانی عضو مخصوص کی تھی اور شرمگاہ ہی کے کھلنے سے نماز میں خرابی آگئی تھی اور شرمگاہ کھولنے میں اعلیٰ حضرت کو عار بھی نہ تھا۔ "انوار رضا" میں ہے:

"ابھی تقریباً ساڑھے تین برس کی عمر ہے، ایک نیچا کرتا پہنے باہر سے دولت خانہ کی طرف چلے جارہے تھے کہ سامنے سے کچھ بازاری عورتوں (طوائفوں) کا گذر ہوا۔ ان پر نظر پڑتے ہی ساڑھے تین برس کے امام نے اپنا لمبا کرتا اٹھایا اور دامن سے آنکھیں چھپالیں۔ یہ غیورانہ انداز دیکھ کر ان عورتوں نے تضحیکانہ طور پر کہا۔ "واہ میاں صاحبزادے نظر ڈھک لی اور ستر کھول دیا"۔ (ستر یعنی عضو مخصوص، آلہ تناسل، شرمگاہ) اس پر اعلیٰ حضرت نے برجستہ فرمایا پہلے نظر بہکتی ہے تب دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے۔" (ص ۲۵۴)

چونکہ حضرت کے بچپن والے اس واقعہ پر رضا خانی فخر کرتے ہیں اور اسے حزم واتقاء اور روحانیت کی دلیل بتاتے ہیں تو بڑے حضرت نے انہیں فخر کرنے کا ایک اور شاندار موقعہ فراہم کردیا اور بڑے مزے سے فرمایا کہ حرکت نفس سے بند ٹوٹ گیا تھا۔

ساڑھے تین برس کی عمر میں عورتوں کو عضو مخصوص دکھانے والے وحشت ناک واقعہ کو رضا خانی روحانی واقعہ اور فکر وشعور اور عفت

و پرہیزگاری کی علامت بتاتے ہیں اور نماز کے دوران عضوِ مخصوص کے زور سے کوٹ کے بند توڑنے کے واقعہ کو بھی رضاخانی تقدس اور تفقہ کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ (دیکھئے انوارِ رضا ص ۲۵۴، ۲۵۷)

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

عورتوں کے سامنے خان صاحب کے ستر کھولنے اور نماز میں ان کے "عضوِ مخصوص" کی "اُچھل کود" کے واقعہ کو اچھالنا اور اس پر اچھلنا اس کا کام ہوسکتا ہے جس کی عقل ماؤف ہو چکی ہو اور جسے باخدا لوگوں کی دشمنی کے سبب فہم سلیم سے یکسر محروم کر دیا گیا ہے۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار۔**

(۹) اگر سانس کی حرکت سے یہ صورت پیش آئی ہوتی تو مولوی میرٹھی جسے اس پر نہایت تعجب ہوا تھا کہ عصر کے وقت پھر نماز کیسی؟ اسے اس پر بھی ضرور تعجب ہوتا کہ سانس پھولنے سے نماز کو کیا ہوا؟ وہ اپنے بڑے حضرت سے سوال کرتے کہ حضور جیسے غلاموں کو اس بات پر نہایت تعجب ہوا ہے کہ عصر کے وقت پھر نماز کیوں؟ اسی طرح اس بات سے بھی حیرت ہوئی کہ سانس پھولنے یا کوٹ کا بند ٹوٹنے سے نماز دہرانے کے کیا معنیٰ؟ قربان جائیں کیا سانس چڑھنے سے یا بند کھلنے سے نماز میں کوئی خرابی آجاتی ہے؟ یا یہ کہتے کہ حضرت بہت افسوس ہے کہ جناب کو سانس کی اس قدر تکلیف ہو رہی تھی اور ہمیں پتہ ہی نہ چل سکا، مگر مولوی میرٹھی نے ایسا کوئی سوال نہ کیا جو اس امر کی دلیل ہے کہ میرٹھی صاحب سمجھ گئے کہ بات سانس کی حرکت کی نہیں ہو رہی بلکہ کسی "آلۂ خطرناک" کی "حرکت" سے ہمارے حضرت اس صورت حال سے دو چار ہوئے ہیں۔

حاصل یہ کہ سانس کی حرکت ہرگز نہ تھی بلکہ خان صاحب کا "عضوِ مخصوص" حرکت میں آگیا تھا اور اسی ہی نے "غضب" ڈھایا تھا۔

پٹھان لوگ عموماً ایسی دھوتی استعمال کرتے ہیں جو آگے سے کلی ہوئی نہیں ہوتی اس لیے قعدہ کی حالت میں "عضوِ مخصوص" کے "مسلسل جھٹکوں" سے خان صاحب کی دھوتی اور قمیص کا دامن پھٹ گئے ہوں گے اور صرف انگرکھے کا پردہ رہ گیا ہوگا، بالآخر وہ بھی "غضبناک" اور "پے در پے حملوں" کی "تاب" نہ لاسکا اور اس کا وہ "بند ٹوٹ" گیا جو "نشانہ" بن رہا تھا اور یوں خان صاحب کو یقین یا شبہ ہوا ہوگا کہ ستر کھل گیا اور نماز احتیاطاً دہرانے کی ضرورت محسوس فرمائی (اور کیا واقعی احتیاطاً...... اس پر ہم پھر کبھی لکھیں گے)

بہر حال بڑے افسوس کی بات ہے کہ بے حیائی، بے شرمی اور مستی کی غلیظ دلدل سے رضاخانیوں کے امام نہ تو نماز کی وجہ سے بچ سکے اور نہ روزے کے باعث، حالانکہ نماز بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے اور روزہ شہوانی قوتوں کو توڑتا ہے!!!!

# خان صاحب بریلی کے مجدّد ہونے پر ایک نظر

رضاخانیوں نے خان صاحب کے مجدد ہونے پر عجیب وغریب دلائل دئے ہیں۔مثلاً ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''چودھویں صدی میں ایک نہیں دو نہیں بلکہ کئی فتنے رائج تھے، ختم نبوت کا فتنہ تھا، شیعوں کا فتنہ تھا، نیچریوں کا فتنہ تھا، منکرین حدیث کا فتنہ تھا، سائنسی و دنیاوی تعلیم کو ترجیح دینے کا فتنہ تھا، ہندو مسلم اتحاد کا فتنہ تھا، جعلی پیروں کا فتنہ تھا......الخ''۔(حسام الحرمین اور مخالفین، ص ۴۳)

آگے لکھتے ہیں:''آپ نے دو قومی نظریہ کی بنیاد رکھی......آپ نے مختلف علوم پر ایک ہزار کتابیں لکھیں''۔

(ملخصاً، حسام الحرمین اور مخالفین، ص ۴۴)

رضاخانی مصنف کی دیدہ دلیری ملاحظہ ہو کہ وہ معاذاللہ ''ختم نبوت'' جیسے مقدس ایمانی عقیدہ کو ''فتنہ ختم نبوت'' کہہ رہا ہے، یقیناً خان صاحب بریلوی ہی وہ بدبخت ہوگا جس نے ختم نبوت کو ''فتنہ'' سمجھ کر اس کے خلاف کام کر کے اپنے بھائی مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھوں کو خوب مضبوط کیا ہوگا اور اسی کے صلہ میں انگریز سے ''مجدد'' ہونے کا تمغہ لیا ہوگا!!

پھر موصوف نے خواہ مخواہ ایک لمبی فہرست تیار کر دی حالانکہ انہی کے شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی نے کہا کہ خان صاحب نے صرف تین محاذوں پر کام کیا (۱) قادیانیت (۲) وہابیت (۳) رافضیت۔ملاحظہ ہو شرح حدائق بخشش، ج ۳، ص ۲۶۲ تا ۲۶۴۔اب ہم موصوف کو سچا مانیں یا ان کے شیخ الحدیث کو؟

حقیقت یہ ہے کہ اس دور کے فتنوں سے لڑنے والی جماعت علمائے دیوبند کی جماعت تھی۔حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طرف دینی علوم کے مقابل سائنسی علوم کو ترجیح دینے کے خلاف دارالعلوم دیوبند جیسی عظیم دینی درسگاہ قائم کر کے درس وتدریس کا ڈنکا بجایا، اور اس عظیم ادارے سے دین کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا تو دوسری طرف بخاری پر حاشیہ لکھ کر اسے شائع کروا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو عام کیا، اگر ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں قصائد لکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کو عام کیا تو دوسری طرف میلہ خداشناسی جیسے میلوں میں شرکت کر کے جہاں عیسائی، آریہ، ہندو اپنے مذہب کی حقانیت کو ثابت کر رہے تھے اور اسلام پر حملے کر رہے تھے وہاں شرکت کر کے اسلام کی حقانیت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو ثابت کیا، خدا کی قسم کوئی مائی کا لعل حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کو ہاتھ لگائے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر مسلموں کے سامنے خاتم النبیین ثابت نہیں کر سکتا۔

رضاخانی کا یہ کہنا کہ خان صاحب بریلوی نے فلاں فلاں فتنے کے خلاف کام کیا، اتنی اتنی کتب لکھیں، سب دیوانے کی بڑ ہے، حقیقت یہ ہے کہ خان صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ مسلمانوں میں تفریق ڈالنا تھا، اس نے صرف مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کیلئے لکھا، کثرت تصانیف کا بھانڈا اہم اپنی جگہ پھوڑنے والے ہیں کہ کس قدر جھوٹ بولا گیا، نیز یہ کہنا کہ دو قومی نظریہ ایجاد کیا یہ بھی جھوٹ ہے، موصوف نے خان صاحب کو مجدد ثابت کرنے کیلئے جو جو کمالات وخدمات گنوائی وہ سب ایک خیالی پلاؤ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ہم اپنے مقام پر خان صاحب کی ان تمام خدمات کا جائزہ لینے والے ہیں۔

خان صاحب کی زندگی میں ایک بہت بڑا فتنہ قادیانیت کا فتنہ تھا لیکن اس کے خلاف کتنا کام کیا؟ خود اپنے لوگوں کی زبانی سن لو:

''چند روز کے بعد فاروقی صاحب دکان پر بیٹھے ہوئے اسی رسالے کی پروف ریڈنگ کر رہے تھے۔ کہ ایک وہابی مولوی صاحب تشریف لے آئے اور پوچھا کون سی کتاب کی تیاری ہو رہی ہے؟ فاروقی صاحب نے کتاب کا نام بتایا تو مولوی صاحب کہنے لگے فاروقی صاحب اب تو مان لیجئے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت انگریز کے ایجنٹ تھے، اس زمانے میں فلاں فلاں کو تو بساط بھر خوب رگڑا ہے لیکن اپنے پیر بھائی مرزا غلام احمد قادیانی کے رد میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ چند روز کے بعد دوران ملاقات موصوف نے یہ واقعہ اختر صاحب کو بتایا اور یہ بھی واضح کر دیا کہ ادھر ادھر کی باتیں بنا کر میں نے مولوی صاحب کو ٹرخا تو دیا لیکن میرے پاس اس کا کوئی تسلی بخش جواب نہ تھا''۔

(اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام، ص ۷۴)

لیجئے خان صاحب نے اپنے پیر بھائی کا کوئی رد ہی نہیں کیا۔ اور ان کے بڑے بڑے پیروں کے پاس اس اعتراض کا جواب سوائے ٹرخانے کے اور کچھ نہیں تھا۔

## خان صاحب کے پاس شیعوں کی کتب ہی نہ تھیں:

خان صاحب سے ایک دفعہ سوال ہوا:

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سید نہیں اور نہ حسن مثنیٰ کی اولاد میں ہیں، مہربانی فرما کر کتب معتبرہ شیعہ وسنی سے نقل عبارت مع صفحہ ونام کتاب تحریر فرمائیں''

موصوف اس کا جواب دیتے ہیں:

''حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقیناً قطعاً اجل سادات کرام میں سے ہیں حضور کی سیادت متواتر ہے حضرت سیدی امام اوحد ابو الحسن لخمی قدس سرہ کی بہجۃ الاسرار شریف اور امام جلیل عبد اللہ بن اسعد یافعی شافعی کی سنی المفاخر وعلامہ ملا علی قاری کی نزہۃ الخواطر اور مولانا نور الدین جامی کی نفحات الانس اور شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی کی زبدۃ الاسرار وغیرہم اجلہ اکابر کی معتمدات اسفار ملاحظہ ہوں۔ فقیر بوجہ علالت تبدیل ہوا کیلئے پہاڑ پر آیا ہوا ہے ورنہ کتابوں کے حوالے اور صفحات کے نشان لکھتا۔ رافضیوں کی کتابیں میرے کتب خانے میں نہیں، نہ مسلمانوں کو ان کی بات پر کان رکھنا جائز میں رسالہ رد الرفضہ میں کتب معتمدہ کثیرہ ودلائل قاطعہ منیرہ سے ثابت کر چکا ہوں کہ رافضی زمانہ سب کفار مرتدین ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **ایاکم و ایاھم لا یضلونکم** ان سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں بہکا نہ دیں''۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۱۲، ص ۲۹۹)

لیجئے مجدد صاحب کے پاس تو شیعوں کی کتب ہی نہیں تو شیعوں کا رد اور ان کے پھیلائے جانے والے مغالطات کا دفعیہ خاک کیا ہوگا؟ بجائے شیعوں کے شبہات کا رد کرنے کے اور عوام کے دلوں میں آنے والے وسوسوں کا تسلی بخش جواب دینے کے سائل کو ڈرا دھمکا رہے ہیں کہ وہ روافض کافر ومرتد ہیں ان سے دور رہو ان کی بات پر کان نہ دھرو۔ بریلویوں کو اپنے اعلیٰ حضرت کی اس وصیت پر عمل کرنا چاہیئے اور شیعوں کے خلاف اب تک لکھی گئی تمام کتب کو دریا برد کر کے عوام کو یہی تلقین کرنی چاہیئے کہ بس ان سے دور رہو ان کی بات پر کان مت دھرو۔

جبکہ دوسری طرف حجۃ الاسلام بانی دار العلوم دیوبند امیر المومنین فی عقیدۃ ختم النبوۃ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جن کے پاؤں کی دھول کے برابر بھی ہم خان صاحب کو نہیں سمجھتے وہ ''اجوبہ اربعین، قبلہ نما، آب حیات، ہدیۃ الشیعہ'' جیسی معرکۃ الآراء کتب لکھ کر شیعہ کو دلائل کے

میدان میں خاک چٹوا چکے تھے۔

پھر خان صاحب نے جو ایک روایت کا ٹکڑا نقل کیا: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں **ایا کم و ایاھم لا یضلو نکم** اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے یہ بات شیعوں کے بارے میں فرمائی ہو۔ حالانکہ یہ خان صاحب کا جھوٹ ہے حضور ﷺ کی یہ نصیحت جھوٹی احادیث نقل کرنے والوں (مثل خان صاحب بریلوی) کے متعلق ہے۔ مکمل حدیث اس طرح ہے:

**یَکُوْنُ فِی اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ یَاْتُوْنَکُمْ مِنَ الْاَحَادِیْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُکُمْ فَاِیَّاکُمْ وَاِیَّاھُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ،** (مقدمہ مسلم، کنز العمال)

## شیعہ ضروریاتِ دین کے منکر نہیں:

خان بریلوی لکھتا ہے:

''اب سے پہلے رافضی جو مرتد نہ تھے کاہے سے رافضی ہوئے، کیا اللہ یا قرآن یا رسول اللہ یا قیامت وغیرہا ضروریات دین سے کسی کے منکر تھے؟ ہر گز نہیں، انہیں اسی نے رافضی کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت نہ کی''۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۷ ۲، ص ۲۰۴)

گویا خان صاحب کے نزدیک نہ تو شیعہ مرتدین تھے اور نہ ہی خان صاحب کے پاس شیعہ کی کتب تھیں تو پھر خان صاحب نے خاک اس فتنے کا استحصال کیا ہوگا؟ ہم آگے ذکر کریں گے کہ رد الرفضہ میں خان صاحب کا شیعوں کی تکفیر کرنا محض تقیہ تھا یہاں خان صاحب نے صاف اقرار کیا ہے کہ روافض ضروریاتِ دین کے منکر یعنی کافر مرتد نہیں ہیں۔

قارئین کرام! مجدد ہونے کی ایک نشانی یہ بھی ہے جسے فریق مخالف نے بھی تسلیم کیا کہ ''مسلمان اس کے علم سے مستفید ہوں''۔

(حسام الحرمین اور مخالفین، ص ۴۷)

اب آیئے اسی کسوٹی پر خان صاحب بریلوی کو رکھتے ہیں:

* ''افسوس صد افسوس! کہ مجھے اعلیٰ حضرت کے وصال سے دو سال پہلے ان کا پتہ معلوم ہوا''۔

(احمد رضا نمبر، ص ۱۸۷ سراج احمد مفتی مدرسہ دار العلوم خانپور)

* ''افسوس کہ امام احمد رضا کی بارگاہ میں ہم پچپن برس کے بعد پچپن کتابیں بھی پیش نہ کر سکے اب تک جو کچھ لکھا وہ چند اوراق سے زیادہ نہیں، اگرچہ بعض حضرات نے جزوی کوششیں کی ہیں لیکن وہ تحقیقی و سوانحی معیار کے مطابق نہیں، زندہ قوم کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے اسلاف کی خدمات اور قربانیوں کو اجاگر کرے اور ان کی شہرت کو چار چاند لگائے، مگر اجاگر کرنا تو بڑی بات امام احمد رضا کو اب تک صحیح انداز میں پیش نہ کر سکے۔ ابن عبد الوہاب سے لیکر ابو الاعلیٰ مودودی تک جتنے قابل ذکر مخالفین ہیں سب کی سوانح حیات پر بے شمار کتابیں ان کے اپنوں نے لکھیں اور احسان مندی کا ثبوت دیا، یہ تلخ حقیقت قبول کیجئے کہ امام احمد رضا کا اب تک علمی حلقوں میں صحیح تعارف نہ کرایا جاسکا جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو امام احمد رضا کو جانتا بھی نہیں، امام احمد رضا کے گیت ہمارے سٹیج پر گائے جاتے ہیں، لیکن یہ دعویٰ کرنا مشکل ہوگا کہ امام تمام یونیورسٹیوں کالجوں دانش گاہوں اور لائبریریوں میں موجود ہیں''۔ (المیزان امام احمد رضا نمبر، ص ۲۸)

* ''آج کا سنجیدہ انسان اس طرف رخ کرنے کو جھجکتا ہے عام طور پر امام احمد رضا کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مکفر المسلمین تھے

مسلمانوں کو کافر گردانتے تھے، بریلی میں انہوں نے کفر ساز مشین نصب کر رکھی تھی، آج ایشیاء میں جتنے بھی تحقیقی ادارے ہیں وہاں امام احمد رضا پر کام تو درکنار نام بھی نہیں ملے گا"۔ (المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۲۹)

* "تمام تر حقائق کے باوجود آج اہلِ دانش امام احمد رضا کی عبقری ذات کو نہ تو جانتے ہیں نہ پہچانتے ہیں ان کا اسم گرامی ایک مذہبی گالی سمجھا جاتا ہے"۔ (المیزان امام احمد رضا ص ۳۸)

* "ہم اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں ذرا بھی نہیں جھجک رہے ہیں مدبرین دانشوروں کی لائبریریوں سے لے کر طب ریسرچ اسکالرز کی میزوں تک اگر نظر آئیں گی تو بے گانوں کی کتب ہی نظر آئیں گی"۔ (المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۴۴)

* "جب شیخ الاسلام علامہ سید مدنی میاں برطانیہ کے تبلیغی دورے پر تھے تو بکینگھم بھی جانا ہوا میزبان نے جو شیخ الاسلام کا نیاز مند تھا اپنے فرزند سے کہا وہ کتاب حضرت کو دکھاؤ جو تمہارے مطالعہ میں ہے صاحب زادہ نے فرنچ زبان میں بہشتی زیور لا کر سامنے رکھ دی جس کے ٹائٹل پر نام نہاد حکیم الامت کو "امام اہل السنۃ" لکھا ہوا تھا، تحیّر وتاسف کے ملے جلے جذبات کے ساتھ شیخ الاسلام دیر تک عالم خیال میں گم ہو گئے۔ آہ جو امام اہل السنۃ ہے اسے نہ جانا اور جو گستاخ ہے اسے امام اہل السنۃ لکھ کر متعارف کرایا جائے"۔ (احمد رضا نمبر ص ۴۷)

لیجئے! مسلمان خان صاحب بریلوی کے علوم سے کیا مستفید ہوتے۔ ان کو تو ان کا علم ہی نہیں۔ اگر علم ہے تو بقول فرقہ رضائیہ بیگانوں یعنی حکیم الامت مجدد دین وملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا اور ان کے علوم سے استفادہ کر رہے ہیں۔

خان صاحب بریلی کی تصانیف عوام میں اور خود ان کے ماننے والوں میں کتنی مقبولیت حاصل کر سکی اس کا اندازہ حکیم صاحب کے اس کف افسوس ملنے سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری لکھتا ہے:

* "دنیائے اسلام کے اس مایہ ناز محقق کے کتنے ہی علمی جواہر وذخائر بریلی شریف میں کیڑوں کی خوراک بن رہے ہیں کیا یہ تاریخی المیہ علم دوست حضرات کو خون کے آنسو نہ رلاتا ہوگا"۔ (سیرت امام احمد رضا ص ۹)

موصوف مزید اپنوں کی بے حسی کا رونا روتے ہوئے لکھتے ہیں:

* "مسلمان اہل سنت وجماعت خصوصاً علمائے اہلسنت کی بیداری کی داد کون دے سکتا ہے، پھر اس نابغہ عصر کے علمی کارناموں اور تحقیق جواہر پاروں کو کما حقہ محفوظ بھی نہیں کیا اور نہ یگانوں اور بیگانوں کو اپنے اس محسن کی علمی عظمت سے آشنا کرانے کی خاص زحمت ہی گوارا فرمائی"۔ (سیرت امام احمد رضا ص ۱۷)

* مفتی شمشاد حسین بریلوی لکھتا ہے:

"یہی وجہ ہے کہ بعض خانقاہیں ان سے (احمد رضا، ساجد) سے دوری بنائے رکھنے ہی میں عافیت سمجھتی ہیں، اس سلسلے میں بعض درسگاہیں بھی سر اٹھانے لگی ہیں وہ سمجھتی ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے ساتھ رہ کر ہم وسیع دنیا کا سفر نہیں کر پائیں گے۔ نئی نسلوں کے ذہن میں یہ جراثیم ڈالا جا رہا ہے"۔ (مسلک اعلیٰ حضرت، ص، تعارف، حقیقت اور چیلنج، ص ۱۸)

مزید لکھتے ہیں:

"کچھ لوگوں کی زبانی ہم نے سنا ہے وہ کہتے ہیں: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے کافر بنانے کے سوا اور کیا کیا ہے؟ جسے دیکھا کافر کہہ

دیا...... اپنوں کی زبانی تو یہ بات اچھی نہیں لگتی"۔ (مسلک اعلیٰ حضرت، ص، تعارف، حقیقت اور چیلنج، ص ۱۹۵)

ہم نے احمد رضا خان کی تصنیفی خدمات کے عنوان کے تحت ثابت کیا کہ خان صاحب کی آدھی سے زائد کتب گالیوں اور فضولیات پر مشتمل ہے اور جو بقایا ہے اس کے متعلق خود آپ لوگوں نے لکھا:

"عربی و فارسی کے علاوہ آپ کی وہ تصانیف جو اردو میں ہیں ان میں بعض کی اردو بھی بڑی مقفع اور مسجع ہے۔ مواد کو دقیق اور فلسفیانہ انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔ گہرائی اور گیرائی کے لحاظ سے سنجیدگی، بلاغت، اور بھاری بھرکم معنویت سے سرشار ہے جو عام قاری کیلئے سمجھنا بہت مشکل ہے"۔ (تعلیمی افکار رضا پر تحقیق، ص ۹۶، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی)

مجدد کی ایک نشانی یہ بتلائی گئی کہ "وہ صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت ہو۔ جو اہل سنت کے عقائد کے خلاف ہے وہ خود گمراہ ہے لوگوں کی کیا اصلاح کرے گا؟"۔ (حسام الحرمین اور مخالفین، ص ۳۹)

آگے تفصیل سے آرہا ہے کہ خان صاحب بریلوی کے گمراہانہ عقائد تو ایک طرف اس کی بعض عبارتیں و عقائد تو خود اس کی اپنی عبارات اور دیگر علمائے بریلویہ کی عبارات کی روشنی میں کفریہ ہیں تو جو آدمی خود عقاید کفریہ رکھتا ہو، گمراہ، اہل سنت سے خارج ہو وہ مجدد ہو ہی نہیں سکتا۔

## اپنے ہی خان صاحب کے خلاف:

رضاخانی شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

"امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معاصرین اہل سنت علما کرام کو اپنے ساتھ ملانے کی بڑی کوشش فرمائی لیکن بجائے تعاون کے بعض تو اس قدر مخالف ہو گئے کہ مقدمہ بازی پر تل گئے جیسے بعض علمائے دکن و علمائے بدایوں و علمائے رام پور و علمائے فرنگی محلی رحمہم اللہ تعالیٰ نے بعض مسائل و دیگر وجوہ سے آپ کے ساتھ کیا کیا تاریخ گواہ ہے کہ اتنا شدید ردعمل ممکن ہے آپ کے ساتھ بیگانوں نے نہ کیا ہو"۔
(شرح حدائق بخشش، ج ۳، ص ۲۶۷)

اب وہ رضاخانی جو شاہ اسمٰعیل شہید کو معاذ اللہ گستاخ ثابت کرنے کیلئے خاندان ولی اللہی کے بعض افراد کی مخالفت پیش کرتے ہیں یہاں کیا کہیں گے؟ بے گانوں نے بھی اتنی مخالفت نہیں کی جتنی اپنوں نے۔ ظاہری بات ہے کہ خان صاحب نے دین کی حمایت کیلئے کچھ کیا ہوتا، اللہ کی رضا کیلئے کچھ کیا ہوتا تو ہرگز یہ لوگ ان کی مخالفت نہ کرتے۔ یہ نرالا مجدد ہے کہ پرائے تو پرائے اپنے بھی اس کو گھسیٹ رہے ہیں کیا یہی مجدد کی شان ہوتی ہے؟

موضوع کے مناسب ہم آخر میں مناظر اسلام حضرت مولانا ابو ایوب قادری صاحب زید مجدہ کا ایک مضمون پیش کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

## حدیث تجدید اور بانی فرقہ رضاخانی:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

**انّ اللہ عزو جل یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا...** اخرجہ ابو داؤد۔ یعنی اللہ اس امت کی اصلاح

کیلئے ہر صدی کے سر پر مجدد بھیجتے رہیں گے جو اس کیلئے اس کے دین کی تجدید کرتے رہیں گے۔

دراصل اس ارشاد سے رسول اکرم ﷺ کا اس امت کو یہ اطمینان دلانا ہے کہ اس دین میں کبھی تحریف نہیں کی جاسکے گی، اور نہ ہی زیادہ زمانہ گزرنے سے بوسیدہ ہوگا اور نہ زمانے کے انقلابات اسے بدل سکیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ اس کی بقاء حفاظت اور تجدید کا انتظام برابر کرتا رہے گا اور ہر دور ہر قرن میں ایسے بندے پیدا ہوتے رہیں گے جو دین سے اس گردوغبار کو جھاڑتے رہیں گے جو زمانے کی ہواؤں سے اس پر پڑے گا۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۷۲ھ) اس حدیث کی تشریح و وضاحت میں اس حدیث کو پیش فرماتے ہیں جو کتب حدیث میں یوں مروی ہے: **قال رسول اللہ ﷺ یحمل ھذا العلم من کل خلف عدو لہ ینفون عنہ تحریف الغالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاھلین۔ رواہ البیہقی، مشکوۃ مع المرقاۃ ج۱۲، ص۴۶۳**

(حجۃ اللہ البالغہ، ج ۳، ص ۱۲۶)

میرے لائے ہوئے اس علم یعنی دین کی امانت کو ہر زمانے کے اچھے اور نیک بندے سنبھالیں گے (اور اس کی خدمت و حفاظت کا حق ادا کریں گے) وہ غلو کرنے والوں کی تحریف اور کھوٹے سکے چلانے والوں کی طمع کاریوں اور جاہلوں کی فاسد تاویلوں سے اس دین کی حفاظت کریں گے۔

ان سب امور کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت ہی میں ایسے بندے ہر دور میں پیدا کرتے رہیں گے جو اللہ و رسول کی اس امانت کی حفاظت کریں گے اور اس کو اس کی اصل شکل میں پیش کرتے رہیں گے اور اس دین کی حقیقت تحریفوں اور تاویلوں کے پردے میں کبھی اس طرح گم نہ ہو سکے گی جس طرح پہلے نبیوں کے ذریعہ آئی ہوئی ہدایتیں دنیا کی نظروں سے گم ہو گئیں۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۱۴ھ اپنی کتاب مرقاۃ شرح مشکاۃ میں حدیث تجدید کی شرح میں لکھتے ہیں:

**ای یبین السنۃ من البدعۃ و یکثر العلم و یعز اھلہ و یقمع البدعۃ و یکسر اھلھا** یعنی مجدد کی صفت یہ ہے کہ وہ سنت کو بدعت سے نمایاں کر دے گا اور علم کو بکثرت شائع کرے گا اور اہل علم کی عزت کرائے گا اور بدعت کا زور توڑ دے گا۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ المتوفی ۱۰۵۲ھ اپنی کتاب لمعات التنقیح عربی میں ص ۲۹۳ اور اشعۃ اللمعات فارسی ج ۱ ص ۱۸۲ میں اس حدیث کی شرح میں مجدد کی صفت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں (جس کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے):

"وہ تجدید و نصرت دین اور ترویج و تقویت سنت اور قلع قمع بدعت اور اس کی تصنیف و نشر علوم اور اعلائے کلمۃ الاسلام کے ساتھ اپنے اہل زمانہ میں ممتاز ہوگا"۔

نیز مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعۃ الفتاویٰ ص ۱۵۱ پر ہے کہ مجدد کی علامت و شروط یہ ہیں:

"وہ علوم ظاہرہ و باطنہ کا عالم ہوگا اور اس کی تدریس و تالیف و تذکیر سے عام نفع پہنچے گا اور وہ سنتوں کو زندہ کرنے اور بدعتوں کو مٹانے میں سرگرم ہوگا"۔

ان تحریرات اور اس حدیث کے دیگر شارحین کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ تجدید دین سے مراد ہے:

☆ کتاب وسنت کا عمل جو مرور زمانہ سے ترک ہو کر مٹ چکا ہوگا۔
☆ اس کو از سر نو زندہ کر کے لوگوں کو افراط وتفریط اور غلو سے روکنا۔
☆ جاہل مولویوں کی تحریفات وتاویلات کی نفی کرنا۔
☆ خواہشات کی پیروی کرنے والوں کی تراشیدہ بدعات سے دین کو بچانا۔
☆ حق و باطل میں تمیز کرنا۔
☆ دین کو اس کی اصل شکل میں جیسا کہ ابتدائے اسلام میں یعنی رسول مقبول ﷺ وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وتابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ کے زمانے میں تھا مسلمانوں میں رائج کرنا۔
☆ اس کی تبلیغ واثرات صحبت سے کثیر التعداد لوگوں کا اسلامی تعلیم پر عمل کرنا۔

پس ایسا شخص ''مجدد دین'' کہلاتا ہے اور جو ایسا نہ کرے وہ کیسا ہی فاضل، عالم، فقیہ، صاحب دل اور صاحب مکاشفہ ہو، مجدد نہیں ہوسکتا۔ حدیث مذکور کے الفاظ علی راس کل مائۃ سنۃ کی شرح میں ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

**ای انتھائہ و ابتدائہ اذا قل العلم والسنۃ و کثر الجھل و البدعۃ** یعنی ایک صدی کے آخر یا دوسری صدی کے ابتداء میں جبکہ علم اور سنت کی کمی ہو جائے اور جہل و بدعت کی کثرت ہو جائے۔

اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

**المراد بالرأس اخذ المائۃ او قریب من آخرھا** یعنی راس سے مراد صدی کا آخر یا اس کے آخر کا قریبی زمانہ ہے۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ مجدد کی نشانیاں ہیں:

☆ ایک صدی کے آخر میں ہوگا۔
☆ یا دوسری صدی کے شروع میں ہوگا۔
☆ سنت کو بدعت سے ممتاز کرے گا۔
☆ سنت کو زندہ کرے گا جو مرور زمانہ سے مٹ چکی ہوں گی۔
☆ بدعت کو مٹائے گا جو زمانے کے گزرنے سے پیدا ہو چکی ہوں گی۔
☆ اہل السنت کی عزت کرائے گا اہل بدعت کا زور توڑے گا۔
☆ علوم کو پھیلائے گا۔
☆ اسلام کا کلمہ بلند کرے گا۔
☆ علوم ظاہرہ و باطنی کا عالم ہوگا۔
☆ تدریس، تالیف، وعظ و نصیحت سے امت کو فائدہ دے گا۔
☆ غلو افراط وتفریط سے روکے گا۔

☆ جاہل مدعیوں کی تحریفات و تاویلات کو رد کرے گا۔
☆ دین کو اس کی اصل شکل پر لے آئے گا جو ابتدائے اسلام میں تھی۔
☆ اور اس کی تبلیغ و صحبت سے کثیر التعداد لوگ اسلامی تعلیمات پر عمل شروع کر دیں گے۔
☆ اور یہ کرنے والا ایک فرد بھی ہو سکتا ہے اور ایک جماعت بھی ہو سکتی ہے۔

## آمد برسر مطلب:

اب ہم اصل مدعیٰ کی طرف آتے ہیں اہل بدعت اپنے ''مجدد البدعات'' کو کھینچ تان کر اس حدیث شریف کا مصداق بنانا چاہتے ہیں ہم ان کے گھر سے ہی اس کی تردید عرض کرتے ہیں۔

## خان صاحب کسی مدرسہ کے فاضل نہ تھے:

''آپ نے حصول علم کیلئے کسی مدرسہ میں داخلہ نہ لیا''۔ (خیابان رضا ص ۱۸)

## جس سے قرآن پڑھا اسکو خود قرآن پڑھنا نہ آتا:

''سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ کاشانہ اقدس پر ایک مولوی صاحب چند بچوں کو پڑھایا کرتے تھے حضور بھی ان سے کلام اللہ شریف پڑھا کرتے تھے ایک روز کا ذکر ہے کہ مولوی صاحب کسی آیت کریمہ میں بار بار ایک لفظ حضور کو بتاتے تھے مگر آپ کی زبان سے نہیں نکلتا تھا وہ زیر بتاتے تھے اور آپ زبر پڑھتے تھے یہ کیفیت حضور کے جد امجد حضرت مولانا رضا علی خان صاحب نے دیکھ کر حضور کو اپنے پاس بلا لیا کلام اللہ پاک منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب سے اعراب کی غلطی ہو گئی تھی''۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۱۱۲)

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

''اعلیٰ حضرت نے چونکہ باضابطہ کسی مدرسے میں مدرس بن کر نہیں پڑھایا''۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۱۱۲)

## مجدد یک چشم:

''ساڑھے پانچ مہینے سے زائد ہو گئے کہ میری آنکھ پر آشوب آیا ہوا ہے پانچ مہینے تک لکھنا پڑھنا موقوف رہا مسائل سن کر زبانی جواب لکھواتا رہا اسی طرح بعض رسائل لکھوائے آنکھ پر اب تک بہت ضعف ہے''۔ (کلیات مکاتیب رضا ج ۱ ص ۳۸۴ مکتبہ نبویہ لاہور)

## خان صاحب کا وعظ و تقریر سے احتراز:

''اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعظ و تقریر سے بہت احتراز فرماتے''۔ (سیرت اعلیٰ حضرت۔ص:۱۶۱)

## خان آف بریلی مکفّر المسلمین:

''عام طور پر امام احمد رضا کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مکفر المسلمین تھی''۔ (المیزان کا امام احمد رضا نمبر۔ص:۲۹)

## خان آف بنی اسرائیل جاہلوں کا پیشوا:

ماہر رضویات پروفیسر مسعود لکھتا ہے:

''فاضل بریلوی......اپنے عہد کے جلیل القدر عالم تھے مگر علمی حلقوں میں اب تک صحیح تعارف نہ کرایا جاسکا جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو بڑی حد تک بالکل نابلد ہے چنانچہ ایک مجلس میں جہاں یہ راقم بھی موجود تھا ایک فاضل نے فرمایا مولانا احمد رضا خان کے پیرو تو زیادہ تر جاہل ہیں گویا آپ جاہلوں کے پیشوا تھے''۔(فاضل بریلوی اور ترک موالات۔ص:۵ ادارہ مسعودیہ کراچی ۲۰۰۴)

## پچاس سال کی محنت:

''مولانا احمد رضا خان پچاس سال مسلسل اسی جدوجہد میں منہمک رہے یہاں تک کہ مستقل دو مکتبہ فکر قائم ہوگئے بریلوی دیوبندی یا وہابی''۔(سوانح حیات اعلیٰ حضرت ص ۸)

## فاضل بریلوی کے چاہنے والے:

''کوئی مجدد ہو یا محدث فقیہ ہو یا مجتہد ہو وہ خود اپنے اتباع کی دعوت نہیں دیتا بلکہ اتباع شریعت کی دعوت دیتا ہے اور یہ شان انبیاء ومرسلین کی ہے کہ وہ اپنے اتباع پر ہی ہدایت ونجات کو موقوف قرار دیں''۔(المیزان کا امام احمد رضا نمبر ص ۴۰۴)

دوسری ہم دیکھتے ہیں کہ فاضل بریلوی نہ صرف اپنے اتباع کی دعوت دیتا ہے بلکہ شریعت کی اتباع کو اتنی اہمیت نہیں دیتے جتنی کہ اپنے دین ومذہب کو اہمیت دیتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

''حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے''۔(وصایا شریف ص ۱۰)

یعنی شریعت کا دامن حرف امکان وممکن حد تک اور فاضل بریلوی کا دین ومذہب اس پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ فاضل بریلوی صاحب ''مجدد'' نہیں ہوسکتے۔ہاں ''مجدد البدعات'' ہوسکتے ہیں۔اگر کوئی کہے کہ اہل حرمین نے تو مجدد مانا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ رضا خانی حضرات کہتے ہیں:

''اس سفر میں اعلیٰ حضرت نے اپنے فتاویٰ کا خلاصہ ۲۱ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ کو علماء حرمین کے سامنے پیش کیا انہوں نے اس پر بھی محبت وعقیدت میں ڈوب کر تقریظیں تحریر فرمائیں''۔(المیزان کا امام احمد رضا نمبر ص ۴۲۷)

تو حدیث شریف **حبك الشیء یعمی ویصم** کے اصول سے وہ ان کی عقیدت سے دھوکہ کھاگئے اور حق ان پر واضح نہ ہوسکا۔یہ جواب اس وقت ہے جب اس بات کو درست تسلیم کرلیا جائے کہ مجدد مانا ورنہ ہمارے نزدیک تو یہ بات ہی محل نظر ہے!!

## اعلیٰ حضرت کا قلم:

''ایک بار صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی نے آپ کی خدمت میں عرض کی حضور آپ کی کتابوں میں وہابیوں، دیوبندیوں اور غیر مقلدین کے عقائد باطلہ کا رد ایسے سخت الفاظ میں ہوا کرتا ہے کہ آج کل جو تہذیب کے مدعی ہیں وہ چند سطریں دیکھتے ہی حضور کی کتابوں کو پھینک دیتے ہیں اور کہتے ہیں ان میں تو گالیاں بھری ہوئی ہیں''۔(فیضان اعلیٰ حضرت ص ۲۷۵)

## فتاویٰ جات اور تصنیفات کی سماعت کا وقت:

''اعلیٰ حضرت کی عادت کریمہ یہ تھی کہ استفتاء (سوالات) ایک ایک کو تقسیم کر دیتے اور پھر لوگ دن بھر محنت کر کے جوابات مرتب کرتے پھر عصر و مغرب کے درمیان مختصر ساعت میں ہر ایک سے پہلے استفتاء پر فتوی سماعت فرماتے اور بیک وقت سب کی سنتے اسی مختصر وقت میں مصنفین اپنی تصنیف دکھاتے''۔ (فیضان اعلیٰ حضرت، ص ۲۲۴)

ایک جگہ یوں ہے: ''استفتاء ہوتا تو حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد اعلی اعظمی، مولانا ظفر الدین یا مولانا سید غلام محمد صاحب بہاری کے حوالے کرتے''۔ (فیضان اعلیٰ حضرت، ص ۱۱۰)

فاضل بریلوی جب کسی مدرسے میں مولانا ظفر الدین بہاری کو بطور مدرس بھیجنے لگے تو اس مدرسے کے مہتمم کو لکھتے ہیں:

''فقیر آپ کے مدرسے کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کیلئے پیش کرتا ہے اگر منظور ہو تو فوراً اطلاع دیجئے کہ اپنے ایک اور دوست کو میں نے روک رکھا ہے کہ ان کی جگہ مقرر کروں اگرچہ دو عظیم کام یعنی افتاء و توقیت اور ان سے اہم تصنیف میں وہ نئے صاحب بھی ہاتھ بٹا سکتے ہیں''۔ (فیضان اعلیٰ حضرت، ص ۲۱۷)

اتنا تو معلوم ہو گیا کہ فاضل بریلوی فتاویٰ وغیرہ کی کتب اپنے رکھے ہوئے ملازمین سے لکھوایا کرتے تھے۔ ہاں یہ ضرور ہو گا کہ سن لیتے ہوں گے میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ صرف نام کے عالم و مجدد ہیں حقیقت کچھ نہیں۔ ہمارے بریلوی بھائیوں نے جو ان فتاویٰ جات و کتب کی نسبت فاضل بریلوی کی طرف کی ہے وہ صرف اس وجہ سے کہ وہ کتب ان کی طرف منسوب ہیں، ورنہ حقائق وہی ہیں جو ہم نے اوپر ذکر کر دیے ہیں۔

## جہالت کی داستان:

فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

''وہی پوریاں کباب کھائے۔ اسی دن مسوڑھوں میں ورم ہو گیا اور اتنا بڑھا کہ حلق اور منہ بند ہو گیا مشکل سے تھوڑا سا دودھ حلق سے اترتا تھا اور اسی پر اکتفاء کرتا بات بالکل نہ کر سکتا تھا یہاں تک کہ قرأت میسر نہ تھی سنتوں میں کسی کی اقتداء کرتا تھا''۔ (فیضان اعلیٰ حضرت، ص ۱۳۳)

کیا احناف کے ہاں یہ اجازت ہے کہ سنتیں بھی کسی کی اقتداء میں پڑھی جائیں؟ یہ فاضل بریلوی کے جاہل ہونے پر مہر ہے۔

## فاضل بریلوی کی جہالت کا ایک اور ثبوت:

ڈاکٹر پروفیسر مسعود کہتے ہیں:

''فاضل بریلوی...... اپنے عہد کے جلیل القدر عالم تھے مگر علمی حلقوں میں اب تک صحیح تعارف نہ کرایا جا سکا جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو بڑی حد تک بالکل نابلد ہے چنانچہ ایک مجلس میں جہاں یہ راقم بھی موجود تھا ایک فاضل نے فرمایا مولانا احمد رضا خان کے پیرو تو زیادہ تر جاہل ہیں گویا آپ جاہلوں کے پیشوا تھے''۔ (فاضل بریلوی اور ترک موالات۔ ص: ۵ ادارہ مسعودیہ کراچی ۲۰۰۴)

## جہالت کی پیشوائی کی وجہ:

لوگوں میں جو یہ تاثر ہے کہ احمد رضا خان جاہلوں کے پیشوا ہیں اس کی وجہ ابوکلیم صدیق خان لکھتے ہیں:

''آخر عام لوگوں میں جو شہرت ہوتی ہے اس کی کوئی بنیاد ضرور ہے''۔ (انوار احناف، ص ۶۳)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''مشہور محاورہ ہے: زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو''۔ (انوار احناف ،ص ۶۴)

## فاضل بریلوی کی جہالت نقارۂ خدا:

عام طور پر ایک تاثر پھیلا ہوا ہے بقول رضاخانی صاحب کے یہ نقارہ خدا ہے واقعی فاضل بریلوی جاہل تھے پروفیسر مسعود لکھتے ہیں:
''ظاہر ہے جاہل ہی نئے فرقے نکال سکتا ہے اور وہی شرک و بدعت پھیلا سکتا ہے''۔ (تقدیم البریلویہ کا تحقیقی جائزہ،ص ۲۳)
معلوم ہوا کہ یہ سب کارستانی فاضل بریلوی نے جہالت کی بنیاد پر کی کہ پچاس سال مستقل فرقے بنانے میں لگے رہے۔

## گھر کی گواہی:

شاہد کا لفظ قرآن پاک کی سورہ یوسف آیت نمبر 26 میں بھی استعمال ہوا ہے فاضل بریلوی نے ترجمہ گواہ کیا ہے اور دوسری جگہ سورہ احقاف آیت نمبر 6 میں یہی لفظ استعمال ہوا ہے وہاں بھی فاضل بریلوی نے ترجمہ گواہ کیا ہے۔ (کنزالایمان)
مگر مولوی عمر اچھروی صاحب لکھتے ہیں:
''باقی رہا تمہارا اعتراض کہ شاہد کے معنیٰ گواہ کے ہیں یہ کسی ان پڑھ کا ترجمہ ہے''۔ (مقیاس مناظرہ،ص ۲۱۰)
لو جی یہ فاضل بریلوی کو ان پڑھ ہم تو نہیں کہہ رہے ہیں ان کے اپنے گھر کا آدمی کہہ رہا ہے۔ کیا ان پڑھ آدمی مجدد ہو سکتا ہے؟ کیا اسے قرآن کا ترجمہ کرنے کا حق ہے؟؟؟؟

## ایک اور دلیل:

فاضل بریلوی نے **انما عند اللہ وھو خیر لکم** النحل آیت نمبر 94 کا ترجمہ یہ کیا ہے: ''بے شک وہ جو اللہ کے پاس ہے تمہارے لئے بہتر ہے'' (کنزالایمان)
فاضل بریلوی نے ''**انما**'' کلمہ حصر کا ترجمہ بے شک کیا ہے، جبکہ مولوی عبدالمجید سعیدی لکھتے ہیں:
''انما کلمہ حصر ہے جس کا ترجمہ بے شک کرنا درست نہیں قبیح جہالت ہے''۔ (علم النبی ﷺ پر اعتراضات کا قلع قمع،ص ۷۰)
اب جاہل ہم تو نہیں کہہ رہے ہیں یہ تو اپنے کہہ رہے ہیں اس لئے ہم پر دانت پیسنے کے بجائے ان لوگوں کو پکڑو!!!!

## ایک اور دلیل:

فاضل بریلوی سے پوچھا گیا کہ حنفیوں کی نماز شافعی المذہب والوں کے پیچھے جائز ہے کہ نہیں؟ فاضل بریلوی اس کا جواب دیتے ہیں:
''الجواب: جائز نہیں۔ اس لئے کہ غیر مقلدین اہل ہوا سے ہیں اور اہل ہوا کے پیچھے نماز جائز نہیں''۔ (عرفان شریعت، حصہ سوم،ص ۲۵)
کون ہے جو اس جواب کو فاضل بریلوی کے علم پر دلیل بنائے؟ یہ تو ان کی کھلی ہوئی جہالت کی بین دلیل ہے۔ آگے چلئے مولوی فاروق رضوی نے فاضل بریلوی کی رہی سہی کسر بھی نکال دی کہ:
''الصیام جمع نہیں بلکہ قام یقوم کے وزن پر صام یصوم صیاما مصدر ہے ملاحظہ ہو روح المعانی ج 2 ص 48 تفسیر مدارک ج 1 ص 26 صیام کا معنی روزے کرنے سے قبل اتنا غور کیا جاتا کہ اگر بالفرض یہ جمع ہوتا تو اگلہ جملہ کما کتب علی الذین میں کتب کی جگہ کتبت ہوتا لہٰذا اس کا صحیح ترجمہ ہوگا تم پر روزہ فرض کیا گیا۔ (کرم شاہ کا علمی محاسبہ،ص ۹۱)

**الا انھم ھم السفھاء** سورہ بقرہ آیت ۱۳، یعنی سنتا ہے وہی احمق ہے (کنز الایمان)

اس آیت میں فاضل بریلوی نے اِنّ کا ترجمہ ''بیشک'' نہیں کیا ڈاکٹر غلام قادر لاہوری، طاہر القادری کی گت بناتے ہوئے اس ترجمہ کا یوں رد کرتا ہے:

''اس میں موصوف نے **الا** اور انّ کا معنیٰ چھوڑ کر اس کا ترجمہ منشاء الٰہی کے خلاف کر ڈالا۔ **الا** حرف تنبیہ ہے جس کے معنیٰ خبردار اور ہوشیار کرنے کے ہیں اور ان حرف تحقیق ہے اس لئے اس کے صحیح معنیٰ یہ ہوں گے خبردار بے شک وہ بے وقوف ہیں۔

(طاہر القادری کا علمی و تحقیق جائزہ، ص ۱۰۸)

ڈاکٹر صاحب! فاضل بریلوی نے بھی ان حرف تحقیق کا ترجمہ نہ کر کے منشاء خدا کے خلاف ترجمہ کیا ہے اور تحریف کی ہے، اور جو آپ کہنا چاہتے ہیں وہ بحمداللہ ہم سمجھ گئے ہیں **و ذکر اسم ربہ فصلی** (سورۃ الاعلیٰ، آیت ۱۵) اس میں بھی فاضل بریلوی نے **ف** کا ترجمہ نہیں کیا تو بقول آپ کے منشاء خداوندی کے خلاف ترجمہ کیا ہے۔ فاضل بریلوی نے ترجمہ کیا:

**و ان اللہ ھو التواب الرحیم** (سورۃ التوبہ، آیت ۱۰۴)

اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

**ان اللہ ھو التواب الرحیم** (سورۃ التوبہ، آیت ۱۱۸)

بے شک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

مفتی غلام سرور قادری لاہوری لکھتے ہیں:

''تَوّاب فعال کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنیٰ ہیں بہت توبہ قبول کرنے والا، اسم مبالغہ وہ اسم ہے جس کے معنی وصفی بکثرت اور زیادتی پائی جاتی ہے جیسے رازق (رزق دینے والا) یہ اسم فاعل ہے اور اسی سے رزاق مبالغہ جس کے معنیٰ ہیں بہت رزق دینے والا۔

## کسی بھی لفظ کے ترجمہ کا صحیح و غلط ہونے کا معیار:

اس میں شک نہیں کہ کسی بھی لفظ کے ترجمہ کا معنی کے صحیح و غلط ہونے کا معیار عربی زبان کے قواعد وضوابط ہی ہو سکتے ہیں۔ یعنی اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ فلاں لفظ کا ترجمہ یا معنی کیا گیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط؟ تو عربی گرامر کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ اس سلسلے میں عربی گرامر کی مشہور کتاب مراح الارواح جو ہم طالب علموں کو پڑھاتے ہیں اور سالہا سال سے درس نظامی میں پڑھائی جاتی ہے اس میں لکھتے ہیں **یجیء للمبالغة نحو صبار** یعنی اس فاعل مبالغہ کیلئے آتا ہے جیسے صبار (مراح الارواح، ص ۲۵)

بہت صبر کرنے والا تو تواب اور صبار دونوں کا ایک ہی وزن ہے۔ مصنف نے صبار کا لفظ بول کر ایک قاعدہ بتایا ہے کہ اس وزن پر آنے والا اسم فاعل مبالغہ کے ہی معنی دیا کرتا ہے۔ لیجئے مفسرین کرام بھی یہی فرما رہے ہیں کہ تواب کے معنی میں مبالغہ ہے اس لئے اس کا معنی ہوگا بہت توبہ کرنے والا نہ کہ توبہ قبول کرنے والا۔ لہٰذا دلائل کی روشنی میں تواب کا معنی بہت توبہ قبول کرنے والا ہوئے، اس کے برعکس اس کا معنی توبہ قبول کرنے والا قرآن کریم کے معنوں میں کمی یا تحریف کرنا ہے۔ اس موقع پر صحابی مصطفی ﷺ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک پیش گوئی یاد آئی ہدیہ قارئین کرتا ہوں انہوں نے فرمایا:

''تم آنے والے زمانے میں کچھ لوگوں کو پاؤ گے جن کا دعویٰ ہوگا کہ وہ انہیں اللہ کی کتاب قرآن کی طرف بلاتے ہیں حالانکہ انہوں نے اسے اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا ہوگا۔ (سنن دارمی، ج۱،ص ۵۰)

یعنی وہ خود قرآن کے علوم سے ناواقف اور روح عمل سے دور ہوں گے لیکن وہ تمہارے سامنے اپنے آپ کو قرآن کا مفسر اور عالم ظاہر کریں گے''۔(طاہر القادری کا علمی و تحقیقی محاسبہ،ص ۴۲ تا ۴۵)

شاباش! ڈاکٹر صاحب! جس ترجمہ پر آپ نے طاہر القادری کی مٹی پلید کی وہی ترجمہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے کیا اب بریلویوں کے اتنے بڑے عالم کے قلم ہی سے ثابت ہو گیا کہ:

''احمد رضا خان خود قرآن کے علوم سے ناواقف اور روح عمل سے دور تھا لیکن وہ تمہارے سامنے اپنے آپ کو قرآن کا مفسر اور عالم ظاہر کرتا رہا''۔اب قارئین خود فیصلہ کرلیں کہ کیا ایسا شخص مجدد کہلائے جانے کا حقدار ہے؟ مزید ترجمہ اور گت ملاحظہ ہو:

**و قالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ** (سورۃ البقرۃ،آیت ۸۰) یعنی اور بولے ہمیں تو آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دن (کنزالایمان)

فاضل بریلوی کے اس قسم کے ترجمہ کے متعلق ڈاکٹر غلام سرور قادری لکھتے ہیں:

''عربی کی تھوڑی سی سمجھ بوجھ رکھنے والے طالب علم سے بھی ایسی غلطی متوقع نہیں جو جو ایک علامہ اور ڈاکٹر کہلانے والے صاحب فرمار ہے ہیں۔عربی کی تھوڑی سی واقفیت رکھنے والے حضرات بھی مانتے ہیں کہ حرف لن نفی میں تاکید کیلئے آتا ہے یعنی اس میں نفی ہوتی ہے اور تاکید بھی (یعنی معنیٰ ہونا چاہیئے ہمیں ہرگز آگ نہ چھوئے گی) چنانچہ میر سید جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نحو میر میں لکھتے ہیں:

ولن برائے تاکید نفی است (نحو میر،ص ۱۹ بحث حروف عاملہ)

یعنی لن نفی کی تاکید کیلئے ہے علامہ زمخشری تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں:

ان فی لن توکیدا وتشدیدا (تفسیر کشاف، ج۱،ص ۲۲۸)، بے شک حرف لن میں تاکید وتشدید یعنی شدید نفی پائی جاتی ہے۔

لیکن پروفیسر صاحب ان کے نفی والے معنی تو کر گئے مگر تاکید جو اس کی روح تھی اسے چھوڑ گئے۔ترجمہ قرآن میں اس قدر غفلت اور بے اعتنائی ایک مسلمان کی شان کے ہرگز لائق نہیں خدائے قدوس کے کلام کا ایک ایک حرف اپنے موقع اور محل کے اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا ہے اور ترجمہ کرتے وقت ہلکی سے غلطی بھی اس کی حکمت کلامیہ نقصان دہ بلکہ اس کے کلام مقدس میں تحریف قرار پاتی ہے کیونکہ اس سے منشاء الٰہی پورا نہیں ہو پاتا اس کی مثال یوں ہے جیسے ایک شخص اپنے قاصد کے ذریعہ کسی کو پیغام بھیجتا ہے فلاں کام ہرگز نہ کرنا مگر قاصد جا کر یوں کہتا ہے کہ فلاں کام نہ کرنا خود ہی سوچ لیجئے کیا اسے پیغام بھیجنے والے کے پیغام میں سے لفظ ہرگز کو نکال کر پیغام رسانی میں خیانت اور تحریف وتبدیل قرار نہیں پائے گی؟ ضرور پائے گی۔(طاہر القادری کا علمی و تحقیقی جائزہ،ص ۱۰۶ تا ۱۰۷)

ڈاکٹر صاحب! یہ سب باتیں تو فاضل بریلوی پر بھی فٹ بیٹھ رہی ہیں،حقیقت میں آپ طاہر القادری پر رد کرنے میں در پردہ احمد رضا خان پر وہ ہاتھ صاف کر گئے اور اس کا اصل چہرہ اور اس کے علم کی حقیقت عوام کو ایسا بتا گئے کہ اگر ان کے ماننے والوں میں شرم وحیاء ہوگی تو دوبارہ اس آدمی کو مجدد تو دور ایک عام مولوی بھی کہتے ہوئے شرمائیں گے۔

سرزمین اجمیر شریف کے چشم و چراغ مولانا معین الدین اجمیری جو کہ خواجہ قمر الدین سیالوی کے استاذ حدیث ہیں فاضل بریلوی کے متعلق اپنی مشہور و معروف کتاب "تجلیات انوار المعین" میں تحریر فرماتے ہیں:

وہ اپنے آپ کو صحابہ کرام و تابعین پر قیاس کرنے کے عادی ہیں۔ (تجلیات، ص ۱۸) اعلیٰ حضرت ہدایت سے خالی ہیں۔ (تجلیات، ص ۲۱) جادہ مستقیم سے منحرف ہیں۔ (تجلیات، ص ۲۲) مسلمانوں پر تشدد و ظلم کرنے والے ہیں۔ (تجلیات، ص ۳۰) نیکی کے اسفل درجے پر بھی نہیں چہ جائیکہ مجدد مانا جائے اور یہ ماننا بڑی حماقت ہے۔ (تجلیات، ص ۳۴) باجبر (لوگوں کو) خدا اور رسول ﷺ کا مخالف بنا رہا ہے۔ (تجلیات، ص ۳۴) سنیت کے بلا شرکت غیرے مالک ہیں جس کو چاہیں رکھیں جس کو چاہیں نکال دیں۔ (تجلیات، ص ۳۶) سنیت ان کی مملوک و حنفیت ان کی جاگیر ہے۔ (تجلیات، ص 36) دنیا میں اتنا کافروں کو کسی نے مسلمان نہیں کیا جتنا اعلیٰ حضرت نے مسلمانوں کو کافر بنایا ہے۔ (تجلیات، ص ۳۷) اوصافِ مجددیت سے خالی ہے۔ (تجلیات، ۳۷) اسلام کو فنا کے گھاٹ پر اتار دیا (تجلیات، ۳۸) احمد رضا کی بات کا مطلب یہ ہے کہ میری ذات ایسی ہے جس کی حمایت سے حضور ﷺ کی عزت محفوظ ہے۔ (تجلیات، ص ۳۸) مجدد التکفیر ہے۔ (تجلیات، ص ۳۸) مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کر دی۔ (تجلیات، ص ۳۹) حمد و نعت کا دروازہ بند کرنا چاہتا ہے۔ (تجلیات، ص ۴۰) ایک دنیا کو وہابی کر ڈالا۔ (تجلیات، ص ۴۲) علماء اہلسنت کو وہابی بنا کر عوام کالانعام کو ان سے بدظن کر دیا۔ (تجلیات، ص ۴۲) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرنے والے اور اس کے بعد بھی سنی رہے۔ (تجلیات، ص ۴۳) اعلیٰ حضرت کے شعر پر گرفت۔ (تجلیات، ص ۴۴) وہابی صرف اس کو کہتے ہیں جو ان کو مجدد نہ مانے اگر مجدد مانے تو وہابی ہو بھی تو سنی بن جاتا ہے۔ (تجلیات، ص ۴۴) فحش لوگوں کا خاتمہ جن الفاظ پر ہوتا ہے اعلیٰ حضرت کی زبان پر ہر وقت رہتے ہیں۔ (تجلیات، ص ۳۶)

خان صاحب کے مجدد ہونے پر ہم انہی کے ہم مسلک کا ایک تبصرہ نقل کر کے بات کو ختم کرتے ہیں۔ مظہر اعلیٰ حضرت حشمت علی رضوی لکھتے ہیں:

"اس دور آزادی میں ہر شخص کو اختیار ہے کہ جس بزرگ کا وہ عقیدت مند ہے اس کو جس قدر چاہے جھوٹی سچی تعریفوں کے گیت گا سکتا ہے۔ اس کو صرف اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت ہی نہیں بلکہ امام اعظم، غوث اعظم، مجدد اعظم بھی بنا سکتا ہے۔ واقعیت اور غیر واقعیت کا پوچھنے والا ہی کون ہے؟"۔ (ستر باادب سوالات، ص ۱۰۰)

بریلویوں نے مجددین کی فہرست دی ہے اس میں چند نام یہ ہیں:

دوسری صدی ہجری کے مجدد

امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۵ھ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۹ھ۔

چوتھی صدی ہجری کے مجدد

امام اسمٰعیل بن حمادی جوہری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۱۹ھ۔

چھٹی صدی ہجری کے مجدد

امام قاضی فخر الدین حسن منصور رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۹۲ھ۔

آٹھویں صدی ہجری کے مجدد

امام عمر بن مسعود تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ ۷۹۲ھ۔

نویں صدی ہجری کے مجدد

امام محمد بن یوسف کرمانی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری متوفی ۸۸۴ھ۔

دسویں صدی کے مجدد

علامہ شیخ محمد بن طاہر محدث پٹنی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۸۶ھ۔

(ماخوذ کتب بریلویہ)

جناب عمر بیربل بریلوی لکھتے ہیں:

''بعض اکابر نے کھلا اقرار کیا ہے کہ شاہ صاحب نے مجددیت کا خاکہ پیش کیا اور سید صاحب شہید سے اور اسمٰعیل شہید ان کے مجددیت کے متمم ہوئے ہیں گویا مجددیت کے کام کو تین ہستیوں نے سرانجام دیا''۔(توحید،ص ۱۷۵)



## خان صاحب کے مجدّد ہونے پر ایک جھوٹا حوالہ:

ان رضاخانیوں کے ہاں جھوٹ بولنا عین عبادت ہے جیسا کہ مفتی شریف الحق نے اپنے فتاوی میں لکھا۔جب ان رضاخانیوں کو خان صاحب کو مجدد ثابت کرنے پر کچھ نہ ملا تو اپنی عادت کے مطابق ایک جھوٹا حوالہ گڑھتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت کی تجدید کو خود دیوبندیوں نے تسلیم کیا ہے چنانچہ دیوبندی مولوی محمد یوسف بنوری آف کراچی کے والد ز کریا شاہ بنوری نے کہا اگر اللہ تعالی ہندوستان میں (مولانا) احمد رضا بریلوی کو پیدا نہ فرماتا تو ہندوستان میں حنفیت ختم ہوجاتی۔(سفید و سیاہ،ص ۱۱۶)

(حسام الحرمین اور مخالفین،ص ۴۳)

حالانکہ یہ حوالہ بالکل کذب بیانی ہے اور میڈ ان بریلی ہے۔مگر رضاخانیوں کا قصور نہیں انہوں نے جب دیکھا کہ خان صاحب بریلوی نے اپنی سب سے اہم کتاب حسام الحرمین میں جب دیوبندیوں کی طرف ایک جھوٹا فتوی گھڑ کر منسوب کردیا تو ہم یہ کام کیوں نہ کریں؟ یہ کام غلط ہوتا تو اعلیٰ حضرت کیوں کرتے؟

پھر ڈھٹائی کی انتہا تو یہ کہ میں اپنی کتاب ''دفاع اہل السنۃ'' میں ان سب حوالوں کے جھوٹ ہونے کو بیان کر چکا ہوں جس کو رضاخانیوں نے بھی تسلیم کیا لیکن پھر بھی بے شرمی کی انتہا کرتے ہوئے دھڑا دھڑ ان حوالوں کو اپنی کتب میں نقل کرتے چلے آرہے ہیں۔

# حکیم الامّت مجدّدِ دین وملّت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تجدیدی کارناموں پر ایک نظر

ایک رضاخانی نے اپنے پیر ومرشد خان صاحب بریلی کی طرح خدا خوفی سے بے نیاز ہو کر حضرت حکیم الامت مجدد دین وملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر تبرا اور طعن وتشنیع کرتے ہوئے لکھا:

''اشرف علی تھانوی کو دیوبندی مجدد قرار دیتے ہیں جبکہ تھانوی صاحب کی کوئی ایک بھی کتاب ایسی نہیں جو علمی ہو اور غلطیوں سے پاک ہو۔ دیوبندیوں کا دعویٰ ہے کہ تھانوی صاحب کی کل کتب ڈیڑھ ہزار ہیں جب کتابیں سامنے آتی ہیں تو ڈیڑھ سو بھی پوری نہیں ہوتیں۔ بلکہ بڑے سے بڑے دیوبندی مولوی سے اگر تھانوی صاحب کی کتب کا نام پوچھیں تو شاید دس کی تعداد بھی پوری نہ کر سکے، تھانوی صاحب کی تصانیف کی جو بعض دیوبندی علماء نے بیس پچیس کی فہرست بنائی تو اس میں عام مسائل پر چھوٹی چھوٹی غیر مشہور غیر تحقیقی وعلمی کتب ہیں۔

قرآن کا ترجمہ کیا جس میں کئی ترجموں میں غلطیاں کیں۔

ایک کتاب بہشتی زیور مشہور ہے جس میں کئی مسائل غلط لکھے ہوئے ہیں۔

ایک کتاب حفظ الایمان لکھی جو علمی وجہ سے بلکہ کفریہ عبارت کی وجہ سے مشہور ہوئی۔

لے دے کر ان کی گفتگو پر مشتمل ہے جنہیں خطبات کے نام سے دیوبندیوں نے کئی جلدوں میں چھاپ کر بڑا تیر مارا ہے''۔

(حسام الحرمین اور مخالفین، ص ۸۹، ۹۰)

قارئین کرام! حقیقت یہ ہے کہ بریلوی اس دور کا فرقہ خطابیہ ہے۔ انہوں نے یہ قسم کھائی ہوئی ہے کہ ہم نے کبھی سچ سے کام نہیں لینا۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات سے آج بریلوی بھی مستفید ہو رہے ہیں لیکن برا ہو تعصب کا کہ یہ آدمی کو کس حد تک گرا دیتا ہے۔ اسی لئے بریلوی آج کل اپنی کتب اس طرح کے غیر معروف لونڈوں کے نام سے چھاپ رہے ہیں تاکہ کل کو ان کذب بیانیوں کا کوئی جواب دے تو ہم کہہ سکیں گے کہ یہ جھوٹا ہمارا معتبر آدمی نہیں تھا۔

**اوّلاً** یہ کہنا کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی کتاب غلطیوں سے پاک نہیں تو بالفرض یہ مفروضہ درست بھی ہو تو یہ تو حضرت کا کمال ہے۔ اس لئے کہ نوع بشر میں سوائے انبیاء کے کوئی بھی معصوم عن الخطاء نہیں۔ بریلوی حضرات چونکہ نواب احمد رضا خان کو بھی نبوت کے مقام پر فائز مانتے ہیں اس لئے ان کیلئے بھی یہ عقیدہ گھڑا گیا کہ ان کا قلم نقطہ برابر خطاء کر دے خدا نے ناممکن کر دیا۔

امام شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کے مقدمے میں عجیب بات فرمائی جس کا مفہوم بنتا ہے کہ:

''یہ کتاب اگرچہ مشتمل ہے ان مسائل پر جس کو متاخرین نے لکھا لیکن وہ معصوم نہ تھے یعنی ان سے غلطی ہونا اور خطاء ہو جانا محال نہیں۔ بلاشبہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز کے سوا کسی دوسری کتاب کو غلطیوں سے مبرا قرار نہیں دیا۔ اللہ کی کتاب کے علاوہ دیگر کتب میں غلطی اور لغزش واقع ہو جاتی ہے کیونکہ یہ انسانوں کی تالیفات ہیں اور غلطی اور لغزش کا ہو جانا علامات بشر میں سے ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے بہت سی کتب لکھیں لیکن میں نے ان میں درست بات کا استیعاب نہیں کیا اور یہ ممکن ہے کہ ان میں ایسی باتیں بھی ہوں گی جو کتاب اللہ وسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہوں۔ کیونکہ اللہ کا فرمان ہے کہ اگر یہ قرآن کسی اور کا لکھا ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے پس تم ان کتب میں جو بات کتاب اللہ وسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دیکھو تو اسے کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر دو۔ امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کتاب الرسالۃ کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اسی (۸۰) دفعہ پڑھا اور وہ ہر دفعہ کسی نہ کسی غلطی پر مطلع ہوتے آخر کار امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بائے کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ناممکن فرما دیا کہ اس کی کتاب کے علاوہ کوئی دوسری کتاب بالکل صحیح ہو۔

اصل عبارت ملاحظہ ہو:

**إِنَّ هَذَا الْكِتَابَ وَإِنْ كَانَ مُشْتَمِلًا عَلَى مَا حَرَّرَهُ الْمُتَأَخِّرُونَ وَعَلَى التَّحْقِيقَاتِ الْمَذْكُورَةِ لَكِنَّهُ غَيْرُ مَعْصُومٍ. أَيْ غَيْرُ مَمْنُوعٍ مِنْ وُقُوعِ الْخَطَأِ وَالسَّهْوِ فِيهِ. فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمْ يَرْضَ، أَوْ لَمْ يُقَدِّرْ الْعِصْمَةَ لِكِتَابٍ غَيْرِ كِتَابِهِ الْعَزِيزِ الَّذِي قَالَ فِيهِ - {لا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلا مِنْ خَلْفِهِ} [فصلت: 42]- فَغَيْرُهُ مِنَ الْكُتُبِ قَدْ يَقَعُ فِيهِ الْخَطَأُ وَالزَّلَلُ، لِأَنَّهَا مِنْ تَأْلِيفِ الْبَشَرِ وَالْخَطَأُ وَالزَّلَلُ مِنْ شِعَارِهِمْ. [تَنْبِيهٌ] قَالَ الْإِمَامُ الْعَلَّامَةُ عَبْدُ الْعَزِيزِ النَّجَّارِيُّ فِي شَرْحِهِ عَلَى أُصُولِ الْإِمَامِ الْبَزْدَوِيِّ مَا نَصُّهُ: رَوَى الْبُوَيْطِيُّ عَنْ الشَّافِعِيِّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا - أَنَّهُ قَالَ لَهُ: إنِّي صَنَّفْت هَذِهِ الْكُتُبَ فَلَمْ آلُ فِيهَا الصَّوَابَ. وَلَا بُدَّ أَنْ يُوجَدَ فِيهَا مَا يُخَالِفُ، كِتَابَ اللَّهِ تَعَالَى وَسُنَّةَ رَسُولِهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ اللَّهُ تَعَالَى - {وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلافًا كَثِيرًا} [النساء: 82]- فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهَا مِمَّا يُخَالِفُ كِتَابَ اللَّهِ تَعَالَى وَسُنَّةَ رَسُولِهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَإِنِّي رَاجِعٌ عَنْهُ إلَى كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَسُنَّةِ رَسُولِهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ الْمُزَنِيّ: قَرَأْت كِتَابَ الرِّسَالَةِ عَلَى الشَّافِعِيِّ ثَمَانِينَ مَرَّةً فَمَا مِنْ مَرَّةٍ إلَّا وَكَانَ يَقِفُ عَلَى خَطَأٍ. فَقَالَ الشَّافِعِيُّ: هِيهِ، أَبَى اللَّهُ أَنْ يَكُونَ كِتَابًا صَحِيحًا غَيْرَ كِتَابِهِ.** (فتاوی شامی ج ۱ ص ۸۱، ۸۲)

مولوی محمد افروز چریا کوٹی بریلوی لکھتا ہے:

''تفردات امام بخاری، مغالطۃ العوام، اور روایت زیر بحث کی حقیقت کو اجاگر کرنے کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ صحیح بخاری کے اس تسامح کے ساتھ بعض دیگر تسامحات کی بھی نشاندہی کرتے چلیں ورنہ عام ذہن یہ بنا ہوا ہے کہ صحیح بخاری میں جو کچھ ہے وہ صحیح ہی ہے اور اس کتاب میں خطاء و وہم کا کوئی گذر نہیں''۔ (مصطفیٰ جان رحمت پر خودکشی کا الزام ص ۵۵)

اور لیجئے خان صاحب بریلوی کا حوالہ بھی پڑھئے:

''ہر عاقل مسلمان جانتا ہے کہ نوع بشر میں عصمت خاصہ انبیاء ہے، نبی کے سوا کوئی کیسے ہی عالی مرتبے والا ایسا نہیں جس سے کوئی نہ کوئی قول ضعیف خلاف دلیل یا خلاف جمہور نہ صادر رہوا ہو **کل ماخوذ من قوله و مردود علیه الا صاحب هذا القبر** صلی اللہ علیہ وسلم۔

(حرمت سجدہ تعظیمی، ص ۹۰)

لیجئے جناب جی آپ کے اپنے امام نے گواہی دی کہ کسی سے کوئی غلطی نہ ہو یہ خاصہ انبیاء ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ جو بریلوی خان صاحب بریلوی کی کتب وتحقیقات کو غلطیوں سے مبرا سمجھتے ہیں وہ ان کو معاذ اللہ نبی سمجھتے ہیں۔ نیز کہا کہ نبی کے سوا کوئی ایسا نہیں جس سے کوئی قول ضعیف یا خلاف جمہور صادر نہ ہوا ہو اور وہ یقیناً غلطی وخطاء ہوگی اور یہ نکرہ تحت نفی جو عموم کا فائدہ دے رہا ہے تو معلوم ہوا کہ خائن صاحب بریلوی سے بھی ضرور خلاف جمہور ضعیف قول صادر ہوا ہوگا تو غلطی تو خان صاحب بریلوی نے بھی کی لہذا اب اس کی مجددیت پر بھی مٹی ڈالو۔

رہی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کی تعداد تو اگر معترض خود کسی بریلی کے ناپاک حوض کا مینڈک بنا ہوا ہے اور چمگادڑ کی طرح دن میں روشنی سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہے تو اس میں بھلا ہمارا کیا قصور ہے؟

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہی میں حضرت شیخ عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی شائع ہونے والی کتب کی ایک فہرست تیار کر کے شائع کی۔ جو" تالیفات اشرفیہ" کے نام سے لکھنؤ سے شائع ہوئی۔ جس میں حضرت کی ۳۶۳ کتب کی فہرست دی گئی اور چھپنے والے مواعظ وملفوظات سمیت یہ فہرست ۹۰۱ کتب پر مشتمل تھی۔ اس وقت تک حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ شائع کرنے کیلئے: "النور، المبلغ، الابقاء، الھادی، الامداد، اشرف العلوم، الاشرف" آٹھ رسائل وقف تھے۔

کتب کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ۱۳۵۴ھ تک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بعض کتب کا ترجمہ "فرنچ، انگریزی، گجراتی، بنگلہ، پشتو، برہمی، ناگری" زبان میں ہو چکا تھا۔ (بحوالہ تالیفات اشرفیہ)

ہر وہ اہم موضوع جس کی اس وقت کے مسلمانوں کو ضرورت تھی۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر کتاب تصنیف کر کے مسلمانوں کی رہنمائی کی۔ لیکن جس موضوع کی طرف آپ نے سب سے زیادہ توجہ دی وہ اس وقت تصوف میں رونما ہونے والی شرعی خرابیاں اور بدعات تھیں۔ آپ نے تصوف کے موضوع پر" تربیت السالکین (۲ جلدیں)، التکشف، مسائل السلوک، التشرف، انفاس عیسیٰ، النکت الدقیقہ، السنۃ الجلیہ، الشراب السراب، بناء القبہ علی بناء الجبہ، حق السماع، خاتمہ بالخیر، حکایات مواعظت، قربات عند اللہ، یادگار دربار پر انوار خواجہ صاحب، امواج طلب، مثنوی زیر وبم، رونمائے مثنوی، تشفیف الاسماع، الابتلاء لاہل الاصطفاء، الطم فی السم، البصائر فی الدوائر" جیسی مایہ ناز کتب لکھیں۔ جبکہ مولوی مثنوی روم کی شرح" کلید مثنوی" کے نام سے چوبیس (۲۴) ضخیم جلدوں میں لکھی۔ یہ مثنوی کی کسی زبان میں سب سے ضخیم ومعروف شرح ہے۔

آپ ہی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے تصوف کے مسائل کا قرآن مجید سے استنباط کر کے" بیان القرآن" نامی مایہ ناز اور مقبول عام تفسیر لکھی۔

پھر یہ جاہل کہتا ہے کہ بڑے سے بڑے دیوبندی مولوی سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کی تعداد پوچھیں تو دس کی گنتی بھی پوری نہیں کر سکتا۔ تو اس میں اس مولوی کا قصور ہے حکیم الامت پر اس کا الزام کس طرح لگایا جا سکتا ہے؟ عدم علم کیا عدم الشی کا مستلزم ہے؟ اگر یہی قاعدہ قانون ہے تو پھر آیئے جرأت کریں ہم بھی آپ سے خان صاحب کی تصانیف کے بارے میں پوچھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ تعداد کہاں تک پہنچتی ہے؟

ما قبل میں راقم الحروف نے الحمد للہ صرف تصوف پر حضرت کی ۲۲ کتب کے نام پیش کر دیے یہ بھی وہ کتب جو معروف ہیں ورنہ اس فن

پر اس سے بھی زائد ہیں۔تمام کتب کیلئے تو مستقل کتاب درکار ہے جیسا کہ اس پر کتب شائع ہو بھی چکی ہیں۔

اور لاہور میں ایک مستقل لائبریری حضرت حکیم الامت کی کتابوں کو جمع کرنے کیلئے بنائی جا چکی ہے جس کی تصویریں بھی سوشل میڈیا پر وائرل ہیں۔ پاکستان میں ایک مستقل ادارہ تالیفات اشرفیہ کے نام سے حضرت تھانوی کی کتب چھاپنے کیلئے قائم ہوا۔

رہی بات ترجمہ قرآن کریم میں کئی غلطیوں کی تو اس کا منہ توڑ جواب میں" دفاع اہل السنہ جلد اول"اور"نور سنت کا کنزالایمان نمبر" اور "سنی تراجم پر اعتراضات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ" میں دے چکا ہوں۔لیکن ذرا خان صاحب بریلوی کے نیند کی حالت میں املاء کرائے گئے ترجمہ کنزالایمان کی حالت اپنے ہی گھر سے ملاحظہ فرمالیں:

"لیکن علامہ غلام رسول سعیدی حال شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم نعیمیہ کراچی کے نزدیک **لیغفر لك الله** (الآیۃ) کا ترجمہ اعلیٰ حضرت غیر صحیح ہے کہ ہمارے نزدیک یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ترجمہ لغت،اطلاقات قرآن،نظم قرآن اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور اس پر عقلی ایرادات اور خدشات ہیں"۔(شرح صحیح مسلم،ص ۳۳۵،ج ۷ مطبوعہ لاہور)-(معارفِ رضا سالنامہ ۲۰۰۹،ص ۱۵۵)

"بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ سعیدی صاحب کی مخالفت مجدد ملت کی وجہ سے......سعیدی صاحب نے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن کے خلاف علم بغاوت بلند کرکے اہل سنت کو نیچا دکھانے اور وہابیت کے پنجے مضبوط کرنے میں نہایت ہی تھوڑے عرصہ میں یقیناً وہ کام کردکھایا ہے جو پوری ایڑی چوٹی کا زور صرف کرنے کے باوجود کم وبیش ایک سو سال کی طویل مدت میں بھی وہ سرانجام نہ دے سکے"۔

(معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۹،ص ۱۵۷)

جناب خان صاحب کا ترجمہ تو آپ کے شیخ الحدیث کی نظر میں قرآن وحدیث اور لغت عربی کے خلاف ہے اور رہی اس کی مقبولیت تو اپنے مولوی کی زبانی پڑھ لو:

"حضرت مفتی صاحب نے تاج کمپنی والوں سے کہا آپ بہت سے تراجم قرآن چھاپتے ہیں۔اعلیٰ حضرت کا ترجمہ قرآن کنزالایمان بھی چھاپیں۔تو اس پر تاج کمپنی والوں کی طرف سے جواب ملا کہ اس کو کون خریدے گا؟"۔(معارف رضا،سالنامہ ۲۰۰۵،ص ۱۸۹)

تو آپ ہی کے اصول کے مطابق جو آدمی قرآن کا ایک ترجمہ تک ٹھیک طرح سے نہ لکھ سکا وہ جاہل اعظم تو ہوسکتا ہے مجدد اعظم نہیں۔

رہا بہشتی زیور میں کئی غلطیاں تو بالفرض ایسا ہو بھی تب بھی ہم شامی کے حوالے سے یہ بات واضح کرچکے ہیں کہ غلطیوں سے نوع بشر میں سوائے انبیاء کے کوئی مبرا نہیں۔اسی بہشتی زیور کے بارے میں آپ کے مفتی اعظم مظہر اللہ دہلوی لکھتا ہے:

"ایک شخص مرادی کتاب بہشتی زیور کے متعلق کہتا ہے کہ دل میں آتی ہے کہ کھڑے ہوکر اس کتاب پر پیشاب کردوں......۔ بہشتی زیور کے متعلق ایسے ناپاک الفاظ استعمال کرنا نہایت درجہ اس کی توہین ہے قائل پر توبہ لازم ہے گو بعض مسائل اس میں اہل سنت کے خلاف ہیں لیکن اکثر مسائل اہل سنت کے موافق ہیں"۔(فتاویٰ مظہری،ص ۴۰۹)

یعنی اس کے اکثر مسائل اہل سنت کے موافق ہیں۔اور یہ جو کہا کہ اس پر معاذ اللہ پیشاب کرنے کو دل چاہتا ہے تو یہ کس نے کہا تھا ملاحظہ ہو:"دیوبندیوں کی کتابیں اس قابل ہیں کہ ان پر پیشاب کیا جائے ان کتابوں پر پیشاب کرنا پیشاب کو مزید ناپاک کردیتا ہے"۔

(سبحان السبوح ص ۹۴،احمد رضا)

بہشتی زیور کو کس قدر مقبولیت حاصل ہوئی اس کا ثبوت خود بریلویوں کی زبانی ملاحظہ ہو:

''جب شیخ الاسلام علّامہ سید مدنی میاں برطانیہ کے تبلیغی دورے پر تھے تو بلیک برن میں بھی جانا ہوا میزبان نے جو شیخ الاسلام کا نیاز مند تھا اپنے فرزند سے کہا وہ کتاب حضرت کو دکھاؤ جو تمہارے مطالعہ میں ہے صاحب زادہ نے فرنچ زبان میں بہشتی زیور لا کر سامنے رکھ دی جس کے ٹائٹل پر نام نہاد حکیم الامت کو ''امام اہل السنۃ'' لکھا ہوا تھا۔ تحیّر و تاسف کے ملے جلے جذبات کے ساتھ شیخ الاسلام دیر تک عالم خیال میں گم ہو گئے۔ آہ جو امام اہل السنۃ ہے اسے نہ جانا اور جو گستاخ ہے اسے امام اہل السنۃ لکھ کر متعارف کرایا جائے''۔ (المیزان احمد رضا نمبر، ص ۷۴)

اس کے مقابلے میں خان صاحب کی کتب کا ان کے مرنے کے بعد کیا حال ہوا ان کے بیٹے مصطفیٰ رضا خان کی زبانی ملاحظہ ہو:

''اعلیٰ حضرت کا کتب خانہ نہایت برباد ہے نہ صرف کتب خانہ بلکہ تصنیفات اعلیٰ حضرت قدس سرہ ضایع ہو چکی ہیں، ایسا سنتا رہا ہوں ایک جلد پانچویں فتاویٰ کی برسہا برس سے غائب ہو چکی ہے''۔ (جہان ملک العلما، ص ۸۷۵)

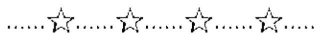
رہا کفر کا فتویٰ لگنا تو بریلی کے چنڈو خانوں کی اوقات کیا ہے کہ ان تکفیریوں کے فتوے سے وقت کے ایک عظیم مجدد کی ذات پر کوئی حرف آئے؟ کفر کے فتوے تو خود احمد رضا خان اور ان کی اولاد پر ان کی زندگی میں لگے۔ احمد رضا خان کے خلفاء نے ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگائے تفصیل کیلئے میری کتاب دفاع اہل السنۃ جلد دوم کے مقدمہ کا مطالعہ کریں۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو فریق مخالف بھی مجدد مانتا ہے کیا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کا فتویٰ نہیں لگا؟ کیا شیخ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کا فتویٰ نہیں لگا؟

باقی اس رضاخانی نے عظمت کا معیار تصانیف کو قرار دیا ہے۔ تو اگر کل کو اس کا کوئی غیر مقلد بھائی یہ سوال کر دے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۲ جلدوں پر مسند امام احمد لکھی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی جلدوں پر ''کتاب الام'' لکھی بتاؤ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے مقابلے میں کتنی کتب اور کتنے صفحات لکھیں؟ تو کیا یہاں بھی اپنی بریلی والی عقل کو کام میں لا کر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر ترجیح دے گا؟

بریلوی مسعود ملت پروفیسر مسعود لکھتا ہے:

''کثیر التصانیف ہونا فی نفسہ کوئی خوبی نہیں جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ مصنف کا تحقیقی معیار کیا ہے اور وہ رطب و یابس بیان کرنے کا عادی تو نہیں''۔ (عبقر الشرق مولانا احمد رضا خان بریلوی، ص ۷۳)

الحمدللہ اکابر دیوبند کی تصانیف رطب و یابس سے پاک ہیں جبکہ خان صاحب بریلوی کی کتابوں میں رطب و یابس کی بھرمار ہے جیسا کہ آگے ان کی خدمات کے ضمن میں تفصیلی کلام آرہا ہے۔



# نواب احمد رضا خان صاحب کی خصوصیات

جناب نواب احمد رضا خان کس قماش کا آدمی تھا؟ اس کے متعلق خود مولانا معین الدین اجمیری کی کتاب کے یہ حوالے ملاحظہ فرمالیں جن کو بریلوی بھی اپنے اکابر میں شمار کرتے ہیں۔

## خصوصیت نمبر ۱: بند خلاصی:

''جب اعلیٰ حضرت دلائل مخالف سے عاجز ہوجاتے ہیں تو اپنی بند خلاصی کیلئے اصل دعویٰ چھوڑ بیٹھتے ہیں''۔

(تجلیات انوار المعین: ص۸)

## خصوصیت نمبر ۲: الزام بمالم یلتزم:

''یعنی جس امر کا مخالف کو التزام نہ ہو نہ شرعاً عرفاً اس کا لزوم ہو اس کو اپنے مخالف کے سر تھوپ دینا اعلیٰ حضرت کی صفت خاصہ ہے جس کا اکثر مواقع میں ظہور ہوتا رہتا ہے''۔

(تجلیات انوار المعین: ص۸)

یہ خصوصیت سبحان السبوح، حسام الحرمین فتاویٰ رضویہ میں علمائے دیوبند کے متعلق دیکھی جا سکتی ہے۔

## خصوصیت نمبر ۳: مغالطہ دہی:

''یہ خاصیت اعلیٰ حضرت کی تمام تالیفات کی جان اور روح رواں ہے...... اس کی مثالیں آپ کی تالیفات میں بکثرت ہیں جس کے احاطے کیلئے ایک دفتر بھی کفایت کی ضمانت نہیں دے سکتا''۔

(تجلیات انوار المعین: ص۹)

''اے صفت مغالطہ دہی اپنے مربّی اور سر پرست اعلیٰ حضرت کی جان کی خیر منا ورنہ ان کے بعد تو محض لاوارث اور یتیم رہ جائے گی اور پھر تجھ کو اس طرح دنیا میں فروغ دینے والا میسر نہیں آئے گا تو بڑی خوش نصیب ہے کہ تیرے بھاگوں ایسا قدر دان تجھ کو ملا کہ جس کی نظیر نہ پہلے تھی نہ آئندہ اس کی امید۔ اس کی ظل عاطفت کو غنیمت جان کہ یہ تیرا دور اقبال ہے پھر نہ معلوم آئندہ تیری کیا گت بنے گی''۔

(تجلیات انوار المعین: ص۱۱)

## خصوصیت نمبر ۴: بہتان طرازی: ...... (تجلیات انوار المعین: ص۱۱)

## خصوصیت نمبر ۵: خروج از دائرہ بحث:

''جب اعلیٰ حضرت جواب سے عاجز و درماندہ ہوجاتے ہیں تو مبحوث عنہ کو چھوڑ کر غیر متعلق مباحث کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں کہ مبادا کہیں حق ظاہر ہوجائے تو اور لینے کے دینے پڑے''۔

(تجلیات انوار المعین: ص۱۲)

## خصوصیت نمبر ۶: مجادلہ:

''یہ صفت اعلیٰ حضرت کا آخری حیلہ ہے جب دیگر صفات سے کام نہیں چلتا تو پھر ''مجادلہ'' پر عمل کرتے ہیں''۔
(تجلیات انوار المعین: ص ۱۳)

''اعلیٰ حضرت نے جب اپنے کئے کرائے پر پانی پھرتے دیکھا اور ہر چہار طرف سے اپنے آپ کو مجبور پایا تو ''مجادلہ'' کی اس طرح بنیاد ڈالی''۔
(تجلیات انوار المعین: ص ۱۳)

## خصوصیت نمبر ۷: حق پوشی:

اعلیٰ حضرت براہ حق پوشی ان تمام عبارات کو نظر انداز کر گئے''۔ (تجلیات انوار المعین: ص ۱۴)

## خصوصیت نمبر ۸: باد بدستی:

''اعلیٰ حضرت سے جب کچھ نہیں بن پڑتا تو تو باد ہوائی باتیں شروع کر دیتے ہیں جس کی سند تو درکنار اس کے وعدے کا بھی اندراج اپنے رسالے میں نہیں کرتے اور پھر نہایت کشادہ دلی کے ساتھ ایسی بے بنیاد بات کو ایسے پیرائے میں ظاہر فرماتے ہیں کہ جیسے یہ تمام دنیا کے نزدیک مسلم ہے اور جس طرح دو دو چار کا انکار نہیں ہوسکتا اسی طرح یہ باد ہوائی بات بھی ہے، ایسی بساط بچھانے کے بعد یہ شاطرانہ چال چلتے ہیں کہ دیکھا اس دنیا پر ہماری مخالفت کا دعویٰ رد ہوگیا''۔
(تجلیات انوار المعین: ص ۱۵)

## خصوصیت نمبر ۹: کج بحثی:

''جواب سے عاجزی کے وقت اس حربہ خاص کا استعمال بھی اعلیٰ حضرت بکثرت کرتے ہیں''۔
(تجلیات انوار المعین: ص ۱۶)

## خصوصیت نمبر ۱۰: خلاف بیانی: ......(تجلیات انوار المعین: ص ۱۷)

## خصوصیت نمبر ۱۱: افتراء وتحریف: ......(تجلیات انوار المعین: ص ۱۷)

''جی یہ تو جائز ہے نہیں لیکن افتراء وتحریف کا جواز آپ کو کہاں سے معلوم ہوا جس پر آپ نے اپنی تالیفات کی بنیاد رکھی''۔
(تجلیات انوار المعین: ص ۱۸)

''اعلیٰ حضرت نے اس مقام پر اس قدر تصرف کیا کہ حکمت امتیاز کو جو ایک علیحدہ بات تھی مجتہدین کا خیال قرار دے دیا اور اس طرح گھال میل کر اس سے وہ نفیس مطلب برآمد کیا جس کی تفصیل آپ کے ان دو سوالوں میں ہے، زہے اعلیٰ حضرتی''۔
(تجلیات انوار المعین: ص ۱۸)

## خصوصیت نمبر ۱۲: خود فراموشی:

''اعلیٰ حضرت اپنی شان و مرتبہ کو فراموش کر کے صحابہ کرام و آئمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اپنی ذات کو قیاس کر بیٹھنے کے

بے حد عادی ہیں''۔

(تجلیات انوار المعین: ص ۱۸)

## خصوصیت نمبر ۱۳: تحکم وحکومت طلبی:

''اس کا ظہور مختلف طور سے ہوتا ہے کبھی اس طرح کے ہاں میں ہاں ملانے والے شخص کو مسند فضل و کمال کو صدر نشین بنا دیا۔ پھر جو لہر آئی تو اس کو یک دم جاہل و احمق جیسے معز ز خطاب دے دیے، محض اس جرم میں اس نے اعلیٰ حضرت کی تحقیق کے خلاف کوئی کلمہ کہہ دیا''۔

(تجلیات انوار المعین: ص ۱۹)

قارئین کرام! ان ۱۳ خصوصیات کے ساتھ بانیٔ بریلویت مولوی احمد رضا خان کی شخصیت کا آسانی سے پتہ چلایا جا سکتا ہے۔ یہ خصوصیات کسی عام بریلوی نے ذکر نہیں کی بلکہ بریلویوں کے پیر خواجہ قمر الدین سیالوی کے استاد مولانا معین الدین چشتی اجمیری صدر مدرسین مدرسہ معینیہ اجمیریہ نے مولوی احمد رضا خان کی بیان کی ہیں۔ لہٰذا اسے خود بریلویوں کے گھر سے مولوی احمد رضا خان کی ذات اور خصوصیات کا پتہ چل جاتا ہے کہ احمد رضا خان کس قماش کا آدمی تھا۔ مزید قمر الدین سیالوی کے استاد نے مولوی احمد رضا خان کا تعارف اپنے الفاظ میں اور اس دور کی موجودہ خلقت (عوام) کے الفاظ میں کس طرح بیان کیا ہے اس کو بھی پڑھ لیں یاد رہے کہ یہ کتاب بریلویوں کی مستند کتاب ہے جس کو نام نہاد بریلوی محقق مولوی حسن علی رضوی میلسی نے بھی تسلیم کیا ہے۔

## دشنام دہی میں کوئی بازی نہیں لے سکتا:

''مباحثہ علمیہ میں گو وہ (احمد رضا) عہدہ برآ ہو سکتا ہے لیکن پہلو دار گوئی دشنام گوئی میں کوئی بازی نہیں لے جا سکتا''۔

(تجلیات انوار المعین: ص ۲)

یعنی دشنام دہی (گالیوں) میں اعلیٰ حضرت کا مقابلہ دنیا میں شاید ہی کوئی کر سکے۔

**نوٹ:** رضاخانی جو اس موقع پر کہتے ہیں کہ اجمیری صاحب نے رجوع کر لیا تھا تو اس جھوٹ کی حقیقت کیلئے کتاب دفاع اہل السنۃ والجماعۃ کی جلد دوم کا مقدمہ ملاحظہ ہو۔



# خان صاحب بریلوی کے چند جھوٹ

ویسے تو خان صاحب کے جھوٹ لاتعد ولاتحصیٰ ہیں۔ لیکن ہم یہاں صرف چند ہی کونقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

## (۱) اعلیٰ حضرت نواب احمد رضا خان کا حضور ﷺ کے نام پر جھوٹ:

قارئین کرام! مولوی احمد رضا خان صاحب ملفوظات میں ایک جگہ اپنے مرید پر اپنے جھوٹے عشق وتقویٰ کا رعب ڈالتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"اس پر ارشاد ہوا جاڑا، طاعون اور وبائی امراض جس قدر ہیں اور نابینائی نہ یک چشمی برص، جذام وغیرہ وغیرہ کا مجھ سے نبی ﷺ کا وعدہ ہے کہ یہ امراض تجھے نہ ہونگے جس پر میرا ایمان ہے۔ (ملفوظات حصہ چہارم ص ۳۷۷)

مگر افسوس کاش مولوی احمد رضا خان یہ جھوٹ نہ بولتے دروغ گورا حافظہ نہ باشد یعنی جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا۔ مولوی احمد رضا خان کا ارشاد ہے کہ مجھے جاڑا نہ ہوگا سب جانتے ہیں کہ جاڑا سردی کو کہتے ہیں جو عموماً بخار میں ہوتا ہے مولوی رضا خان صاحب یہاں تو حضور ﷺ کی طرف اس جھوٹ کی نسبت کر گئے لیکن اسی ملفوظات میں پیچھے وہ یہ بیان کر آئیں ہیں کہ مجھے اکثر بخار میں شدید سردی لگتی ہے۔ ملاحظہ ہو حوالہ:

''جدہ پہنچتے ہی مجھے فوراً بخار آ گیا اور میری عادت ہے کہ بخار میں سردی بہت معلوم ہوتی ہے''۔ (ملفوظات حصہ دوم ص ۱۲۵۔ ۱۲۶)

اسی طرح اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے یک چشمی بھی نہیں ہوگی اس کا مجھ سے وعدہ ہے مگر ملفوظات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی ایک آنکھ میں کچھ فالٹ تھا ملاحظہ ہو حوالہ:

"ایک اور مرض پیش آیا جمادی الاولی 1300ھ میں بعض مہم تصانیف کے سبب ایک مہینہ کامل باریک خط کتابیں شبانہ روز علی اتصال دیکھنا ہوا۔ گرمی کا موسم تھا دن کو اندر کے دالان میں کتاب دیکھتا اٹھائیسواں سال تھا آنکھوں نے اندھیرے کا خیال نہ کیا ایک روز شدت گرمی کے باعث دوپہر کو لکھتے لکھتے نہایا سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کوئی چیز دماغ سے داہنی آنکھ میں اتر آئی۔ بائیں آنکھ بند کر کے داہنی سے دیکھا تو وسط شے مرئی میں ایک سیاہ حلقہ نظر آیا اس کے نیچے شے کا جتنا حصہ ہوتا وہ ناصاف دبا ہوا معلوم ہوتا۔

(ملفوظات حصہ اول ص ۲۰۔ ۲۱)

اسی طرح اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ مجھ سے حضور ﷺ نے وعدہ فرمایا کہ مجھے طاعون نہ ہوگا مگر ملفوظات ہی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو طاعون بھی ہوا تھا اور ان دنوں بریلی میں طاعون بہت شدید تھا اگرچہ اعلیٰ حضرت نے اس سے انکار کیا مگر خود طبیب نے بار بار طاعون ہی کی تشخیص کی اس لئے جو جس چیز میں مہارت رکھتا ہے اسی کی رائے کو ترجیح دی جائے گی، اعلیٰ حضرت نہ تو ڈاکٹر تھے اور نہ حکیم البتہ نیم ملاں خطرہ ایمان ضرور تھے۔۔۔۔۔نیز اس بیماری کی جو علامات ملفوظات میں ذکر کی گئی ہیں وہ بھی طاعون ہی کی تھیں ملاحظہ ہو:

"میرے منجھلے بھائی مرحوم ایک طبیب کو لائے ان دنوں بریلی میں طاعون بشدت تھا ان صاحب نے بغور دیکھا کر سات آٹھ مرتبہ کہا یہ وہی ہے وہی ہے، وہی ہے یعنی طاعون۔ (ملفوظات حصہ اول ص ۱۹)

اسی طرح مولوی احمد رضا خان کا ارشاد عالی مقام ہے کہ حضور ﷺ نے مجھے سے وعدہ فرمایا کہ مجھے وبائی امراض نہ ہونگے قارئین کرام وبائی امراض میں ہیضہ بھی شامل ہے جس میں شدت سے دست آتی ہے، مرزا قادیانی اسی وبائی مرض سے ہلاک ہوا تھا۔ ملفوظات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو اکثر دست لگی رہتی تھی ملاحظہ ہو حوالہ:

''میں بالقصد ایک بات آپ سے گذارش کرنے کو آیا ہوں اگر چہ آپ کی طبعیت علیل ہے (مسہلات ہو رہے ہیں) آپ کو تکلیف ضرور ہوگی''۔(ملفوظات ص ۷۴)

''اب یہاں کامران میں نو دن ہو چکے ہیں کل جہاز پر جانا ہے دفعتاً رات کو میرے سب ساتھیوں کو درد شکم واسہال عارض ہوا (جولسٹ مرتے وقت کھانوں کی اعلیٰ حضرت نے بنائی تھی ایسے کھانوں کے شوقین کو اگر ہر وقت دست نہ لگے رہیں تو اور کیا لگے گا؟) میرے درد تو نہ تھا مگر پانچ بار اجابت کو مجھے جانا ہوا''۔(ملفوظات حصہ دوم ص ۱۲۴)

کاش مولوی احمد رضا خان صاحب محض اپنی شان وشوکت دکھلانے کیلئے حضور ﷺ کی طرف یہ باتیں منسوب نہ کرتے تو آج بریلویوں کو یہ ذلت نہ اٹھانی پڑتی ہمیں اس پر اعتراض نہیں کہ یہ بیماریاں کیوں ہوئی؟ اعتراض تو اس پر ہے کہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ فلاں فلاں بیماری مجھ کو نہ ہوگی اس کا وعدہ خود حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا ہے تو پھر آخر یہ بیماریاں کیوں ہوگئیں؟ صاف بات ہے یا تو اعلیٰ حضرت نے جھوٹ بولا یا نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد حضور ﷺ نے جھوٹا وعدہ کیا؟ قارئین کرام! فیصلہ آپ کریں۔ الحمد للہ میرا تو ایمان ہے کہ سورج مغرب سے نکل سکتا ہے کوئی رات بارہ بجے آکر کہہ دے سورج نکلا ہوا ہے اس بات پر تو یقین کیا جا سکتا ہے لیکن کوئی یہ کہہ دے کہ میرے آقا خاتم النبیین ﷺ نے ایک بات کہی اور وہ غلط ثابت ہوگئی اس پر میں یقین کرنے کیلئے تیار نہیں۔ ہائے افسوس اعلیٰ حضرت کو یہ جھوٹ بولتے ہوئے ذرا حیاء نہ آئی۔ حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ **من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار** جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کرے۔

## (۲) مجاہد فی سبیل اللہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹ:

ایک بار موصوف مولانا عبد الحق خیر آبادی ابن مولانا فضل حق خیر آبادی سے ملے مولانا نے پوچھ لیا کہ کیا کام کرتے ہیں؟ تو نواب احمد رضا خان صاحب نے کہا: ''ردوہابیت''

جس پر مولانا عبد الحق خیر آبادی نے برجستہ کہا:

''آپ بھی ردوہابیت کرتے ہیں ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے کہ ہر وقت اسی خبط میں مبتلا رہتا ہے''۔(فیضان اعلیٰ حضرت، ص ۲۳۷)

اس پر نواب احمد رضا خان صاحب کافی سٹپٹائے اور اپنی عادت کے مطابق یہ جھوٹ بولا کہ:

''جناب والا سب سے پہلے وہابیہ کا رد حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی علیہ الرحمہ آپ کے والد ماجد نے کیا اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کو بھرے مجمع میں مناظرہ کرکے ساکت کیا تھا''۔

(کرامات اعلیٰ حضرت، ص ۱۹، حیات اعلیٰ حضرت، ص ۹۸ بحوالہ فیضان اعلیٰ حضرت، ص ۲۳۷)

حالانکہ یہ نواب احمد رضا خان صاحب کا سفید جھوٹ ہے مولانا فضل حق خیر آبادی کا کوئی مناظرہ کسی قسم کا بھرے مجمع میں حضرت شاہ اسمٰعیل

شہید رحمۃ اللہ علیہ سے نہیں ہوا تھا۔ اس جھوٹ کا رد دلائل کے ساتھ میں نے اپنی مطبوعہ کتاب ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول'' کے مقدمہ میں کر دیا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

## (۳) فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹ:

خان صاحب بریلی لکھتے ہیں:

**ومنهم الوهابية الكذبية اتباع رشيد احمد النكوهي تقول اولا على الحضرة الصمدية تبعا لشيخ اسماعيل الدهلوى عليه ما عليه بامكان الكذب وقد رددت عليه هذا بانه في كتاب مستقل سميته سبحن السبوح عن عيب كذب مقبوح (الى قوله) ثم تمادى به الحال في الظلم والضلال حتى صرح في فتوى له (قد رايتها بخطه وخاتمه بعيني وقد طبعت مرارا في بمبئى وغيرها مع ردّها) ان من يكذب الله تعالے بالفعل ويصرح انه سبحنه و تعالے قد كذب و صدرت منه هذه العظيمة فلا تنسبوه الى فسق فضلا عن ضلال فضلا عن كفر فان كثير من الائمة قد قالوا بقيله وانما قصارى امره انه مخطئ في تاويله...اولئك الذين اصمهم الله تعالے و اعمى ابصارهم ولا حول ولا قوة الابالله العلى العظيم**"۔ (ماخوذ: حسام الحرمین، ص ۱۲)

ترجمہ: تیسرا فرقہ وہابیہ کذابیہ رشید احمد گنگوہی کے پیرو پہلے تو اس نے اپنے پیر طائفہ اسمٰعیل دہلوی کے اتباع سے اللہ عزوجل پر یہ افترا باندھا کہ اس کا جھوٹا ہونا بھی ممکن ہے اور میں نے اس کا یہ بیہودہ بکنا ایک مستقل کتاب میں رد کیا، جس کا نام ''سبحن السبوح عن عیب کذب مقبوح'' رکھا، پھر تو ظلم وگمراہی میں اس کا حال یہاں تک بڑھا کہ اپنے ایک فتوے میں (جو اس کا مہری دستخطی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو بمبئی وغیرہ میں بارہا مع رد کے چھپا) صاف لکھ دیا کہ جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو بالفعل جھوٹا مانے اور تصریح کرے کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ جھوٹ بولا اور یہ بڑا عیب اس سے صادر ہو چکا تو کفر بالائے طاق، گمراہی درکنار، فاسق بھی نہ کہو، اس لیے کہ بہت سے امام ایسا کہہ چکے ہیں، اس نے کہا، بس نہایت کار یہ ہے کہ اس نے تاویل میں خطائی، یہی وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بہرا کیا اور ان کی آنکھیں اندھی کر دیں لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔ (ماخوذ حسام الحرمین)

حالانکہ یہ وہ ذلیل جھوٹ ہے جس کا ثبوت خود احمد رضا خان سے لیکر آج تک ان کی ذریت نہیں دے سکی کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قسم کا فتویٰ دیا تھا۔ اس کا شرعی ثبوت کیا ہے؟ جبکہ خود حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کے مجموعہ میں اس قسم کے فتوے پر کفر کا فتویٰ موجود ہے۔

## (۴) وہابیہ کے خدا اور نواب احمد رضا خان کا جھوٹ:

''وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے مکان زبان جہت ماہیت ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے ہے...... جسکا بہکنا بھولنا سونا اونگھنا غافل رہنا ظالم ہونا حتی کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے کھانا پینا، پیشاب کرنا، پاخانہ پھرنا، ناچنا تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا حتی کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا کوئی خبیث

کوئی فضیحت اسکی شان کے خلاف نہیں وہ کھانے کا منہ اور بھرنے کا پیٹ اور مردمی اور زنی کی علامتیں بالفعل رکھتا ہے
......سبوح قدوس نہیں خنثیٰ مشکل ہے یا کم سے کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے اور یہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے، ڈبو بھی سکتا ہے، زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر بندوق مار کر خودکشی بھی کر سکتا ہے، اس کے ماں باپ جورو بیٹا سب ممکن ہیں، بلکہ ماں باپ ہی سے پیدا ہوا ہے ربڑ کی طرح پھیلنا سمٹنا"۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ا ص ۱۹۷، سنّی دارالاشاعت فیصل آباد، وطبع جدید، ج ۱۵ ص ۵۴۵، ۵۴۶، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ایک اور کتاب میں اپنے گندے قلم سے اپنی گھناؤنی ذہنیت کا اظہار ان غلیظ الفاظ میں کرتا ہے:

"تمہارے معبود کو آلۂ تناسل سے مفر نہیں......آدمی تو عورت سے بھی ہے اگر تمہارا ساختہ خدا عورت کی قدر سے گھٹ رہا تو اور بھی گیا گذرا ہوا عورت قادر ہے کہ زنا کرائے تو تمہارے امام اور تمہارے پدر تعلیم کے کلیہ سے قطعاً واجب کہ تمہارا خدا بھی زنا کراسکے ورنہ دیوبند میں چکلہ والی فاحشات اس پر قہقہے اڑائیں گی کہ نکھٹو تو ہمارے برابر بھی نہ ہوسکا پھر کاہے پر خدائی کا دم مارتا ہے اب آپ کے خدا میں فرج بھی ضرور ہوئی ورنہ زنا کاہے میں کراسکے گا خنثیٰ خدا کے پجاریو! مقدس مدرسہ دیوبند میں آؤ کہ دونوں علامتیں ایک ہی معبود میں پاؤ۔لطیفہ: تعجب تھا کہ خدا کیلئے آلہ مردمی ہو تو اس کے مقابل عورت کہاں سے آئی گی اندام زنی ہوا تو اسکے لائق مرد کہاں سے ملے گا کہ اس کی ہر چیز نامحدود بے انتہاء ہوگی یوں تو ایک خدائن ماننی پڑے گی جو اس کی وسعت رکھے اور ایک ڈبل بڑا خدا ماننا ہوگا"۔(سبحان السبوح ص ۱۶۱، ۱۶۲ نوری کتب خانہ لاہور)

حالانکہ یہ خان صاحب بریلی کا ان کے ننگے تقوے کی طرح بالکل ننگا جھوٹ ہے۔کوئی وہابی تو دور کوئی دہریہ ملحد بھی اللہ تعالیٰ کیلئے اس قسم کے غلیظ عقائد نہیں رکھتا۔یہ خان صاحب کی اپنی ذہنیت کی غلاظت ہے جسے وہ وہابیہ کے سروں پر ڈال رہے ہیں۔اس کی جو تاویل رضاخانی کرتے ہیں اس کا جواب بندہ اپنی کتاب دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول میں دے چکا ہے۔

## (۵) شیطان سے محبت ثابت کرنے کیلئے کتنا بڑا جھوٹ بولا:

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

"اور وہابیہ گمراہ نہ ہوں گے تو ابلیس بھی گمراہ نہ ہوگا کہ اس کی گمراہی ان سے ہلکی ہے وہ کذب کو اپنے لیے بھی پسند نہیں کرتا۔اس نے **اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ** یعنی استثناء کر دیا تھا یہ اللہ عزوجل پر جھوٹ کی تہمت رکھتے ہیں۔(احکام شریعت ج ۲ ص ۱۳۴ مسئلہ نمبر ۳۹ نعیمی کتب خانہ گجرات)

شیطان کو سچا کہنا شیطان کے ساتھ محبت کی دلیل ہے۔حالانکہ شیطان بہت بڑا جھوٹا تھا۔چنانچہ قرآن مجید میں آتا ہے: **وَقَاسَمَهُمَا اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ** "یعنی اور ان سے قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا خیرخواہ ہوں تو اتار لایا انہیں فریب سے"۔

(ترجمہ رضویہ)(پ8 سورۃ الاعراف)

بریلوی صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی حاشیہ میں لکھتے ہیں:

"معنیٰ یہ ہیں کہ ابلیس ملعون نے جھوٹی قسم کھا کر حضرت آدم علیہ السلام کو دھوکہ دیا اور پہلی جھوٹی قسم کھانے والا ابلیس ہی ہے۔حضرت

آدم علیہ السلام کو گمان بھی نہ تھا کہ کوئی اللہ کی قسم کھا کر جھوٹ بول سکتا ہے اس لیے آپ نے اس کی بات کا اعتبار کیا۔"

بخاری شریف ومشکوٰۃ وغیرہ میں حدیث ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے دانوں کے ڈھیر پر مقرر فرمایا تو شیطان آیا اور دانے اٹھانے لگا حضرت ابو ہریرہ نے پکڑ کر چھوڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں واقعہ بیان کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بڑا جھوٹا ہے پھر آئے گا اس کا خیال رکھنا۔ (ملخصاً)

قارئین کرام! اندازہ کریں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ شیطان کو جھوٹا کہتے ہیں مگر اعلیٰ حضرت بریلوی شیطان کو سچ بولنے والا کہتے ہیں، اب بریلوی حضرات کی مرضی کہ وہ خدا تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ پر ایمان لائیں یا اعلیٰ حضرت بریلوی پر ایمان لائیں؟؟؟؟

اعلیٰ حضرت بریلوی خود فرماتے ہیں: "اس سے اکذب کون جن کی تکذیب کرے قرآن"۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۴ ص ۴۷)

## (۶) حدیث رسول ﷺ پر جھوٹ:

"داڑھی منڈانے اور کتروانے والا فاسق معلن ہے اسے امام بنانا گناہ ہے۔ فرض ہو یا تراویح کسی نماز میں اسے امام بنانا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں اس پر غضب اور ارادہ قتل وغیرہ کی وعیدیں وارد ہیں اور قرآن شریف میں اس پر لعنت ہے نبی ﷺ کے مخالفوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا"۔ (احکام شریعت ج ۲ ص ۲۲۲ مسئلہ نمبر ۷۰ مطبوعہ گجرات)

اعلیٰ حضرت بریلوی کی مذکورہ بالا عبارت میں دو باتیں بالکل جھوٹی ہیں۔

1......حدیث شریف میں داڑھی منڈانے والے پر غضب وارادہ قتل کی وعید نہیں ہے اگر ہے تو بریلوی حضرات اس کا ثبوت پیش کریں۔

2......قرآن شریف میں بھی داڑھی منڈانے والے پر لعنت نہیں ہے اگر ہو تو ثبوت پیش کریں۔

پھر اعلیٰ حضرت بریلوی سے پوچھا گیا۔ "عرض: داڑھی منڈانا اور کتروانا گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ، ارشاد: کتروانا یا منڈانا ایک دفعہ کا صغیرہ گناہ ہے اور عادت سے کبیرہ جس سے فاسق معلن ہو جائے گا اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھرنی واجب اگر اعادہ نہ کیا گناہگار رہوگا"۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۴ ص ۹۹)

پھر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ایک تعریف کبیرہ کی یہ ہے کہ جس پر حدیث میں لعنت آئی ہو یا وعید وارد ہو۔ (ملفوظات ج ۱ ص ۴۶)

پس اعلیٰ حضرت بریلوی کا علمی کمال...... ملاحظہ کرو۔ ڈاڑھی منڈانا قرآن وحدیث کی رو سے لعنت وقتل کا حکم رکھتا ہے اور منڈانا ایک دفعہ کا صغیرہ بھی ہے...... (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

## (۷) مسلمانوں پر جھوٹ و بہتان تراشی:

"اور بار ہا دیکھا کہ جہاں قبروں پر بیٹھ کر جوا کھیلتے فحش بکتے قہقہے لگاتے ہیں کہ بعض کی یہ جرأت کہ معاذ اللہ مسلمان کی قبر پر پیشاب کرنے میں باک نہیں رکھتے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ (احکام شریعت ج ۱ ص ۶۸ مسئلہ نمبر ۲۰)

مسلمانوں کی قبروں پر مسلمان پیشاب کرتے ہوں، یہ بات بہتان نظر آتا ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کی چونکہ آنکھیں خراب رہتی تھیں اس لیے ان سے خطا ہوگئی ہے۔ بریلی شہر کے مسلمان ایسے بے باک نہیں تھے کہ مسلمانوں کی قبور پر پیشاب کریں بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ وہ کسی غیر مسلم کی قبر پر پیشاب کرنا بھی گوارا نہیں کریں گے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کا یہ کمال ہے ورنہ کوئی مسلمان اس بات کو زبان پر نہیں لا سکتا اور

نہ ایسی گواہی دے سکتا ہے۔

## (۸) سلاطینِ اسلام پر جھوٹ و بہتان:

''ماضی میں سلاطین اسلام رذیلوں کو ضرورت سے زیادہ علم نہیں پڑھنے دیتے تھے۔اب دیکھو نائیوں اور منہاروں نے علم پڑھ کر کیا کیا فتنے پھیلا رکھے ہیں''۔(ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۲ ص ۹۶)

اعلیٰ حضرت بریلوی کا یہ بیان محض غلط بیانی پر مبنی ہے ایک سلطان اسلام کا نام بھی نہیں لیا جا سکتا۔جس نے دینی علوم میں رذیل لوگوں کے لیے حد بندی کی ہو۔یہ اعلیٰ حضرت بریلوی کا سلاطین اسلام پر افترا ہے اور مسلمان پیشہ وروں کو رذیل کہنا کافروں کا دستور تھا چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے آپ کے ماننے والوں کو رذیل کہا۔(دیکھئے پ 12 سورہ ہود آیت نمبر 27)

مولانا نعیم الدین صاحب لکھتے ہیں:

''کمینوں سے مراد ان کے وہ لوگ تھے جو ان کی نظر میں خسیس پیشے رکھتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ قول جہل خالص تھا کیونکہ انسان کا مرتبہ دین کے اتباع اور رسول کی فرماں برداری سے ہے۔مال و منصب و پیشے کو اس میں دخل نہیں۔دین دار، نیک سیرت، پیشہ ور کو نظر حقارت سے دیکھنا اور حقیر جاننا جاہلانہ فعل ہے''۔(خزائن العرفان)

پھر کچھ آگے چل کر مراد آبادی صاحب لکھتے ہیں:

''ایمان داروں کو رذیل کہتے ہو اور ان کی قدر نہیں کرتے اور نہیں جانتے کہ وہ تم سے بہتر ہیں''۔

پھر سورۃ الشعراء پ 19 آیت نمبر 111 میں نوح علیہ السلام کی قوم نے ایمان داروں کو ارذل کہا تو مولانا مراد آبادی صاحب اس کے تحت لکھتے ہیں:

''کمینے سے مراد ان کے غرباء اور پیشہ ور لوگ تھے۔اور ان کو رذیل و کمین کہنا یہ کفار کا متکبرانہ فعل تھا۔ورنہ درحقیقت صنعت اور پیشہ حیثیت دین سے آدمی کو ذلیل نہیں کرتا۔مومن کو رذیل کہنا جائز نہیں،خواہ وہ کتنا ہی محتاج و نادار ہو یا وہ کسی نسب کا ہو''۔(مدارک،خزائن العرفان)

قارئین کرام! اس سے ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت کا مسلمان پیشہ ور لوگوں کو رذیل کہنا شریعت کی صریح مخالفت ہے۔نائی (حجام) آپ کے نزدیک رذیل ہیں۔منہار (چوڑیگر) آپ کے نزدیک رذیل ہیں۔جیسا کہ ملفوظات کے حوالہ سے گذر چکا ہے۔چوہڑے اور چمار (موچی) آپ کے نزدیک ناپاک (پلید) ہیں۔دیکھئے اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام) اور اعلیٰ حضرت کے ایک مقلد نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ چمار (موچی) تو بے ایمان ہونے کی حیثیت سے بھی ذلیل ہے۔(دیوبندی مذہب کا علمی محاسبہ طبع اول ص ۱۲۰)

لیجیے بے چارے موچی، بریلوی حضرات کے ہاں پلید و بے ایمان ہیں۔(انا للہ وانا الیہ راجعون) نائیوں، منہاروں اور موچیوں کو عبرت حاصل کرنا چاہیئے کہ بریلوی مذہب میں ان کے متعلق کیا خیالات ہیں؟ جب کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے نزدیک ولد الحرام، ولد الزنیٰ بھی قابل قدر ہیں۔

## (۹) دہلی مناظرے کے حوالے سے جھوٹ:

مولوی احمد رضا خان لکھتے ہیں:

''خود اسمعیل کی زندگی میں اس پر مواخذے ہوئے جامع مسجد دہلی میں شاہ عبدالعزیز صاحب کے اعزواخص تلامذہ مثل مفتی رشیدالدین خان صاحب وشاہ موسیٰ صاحب نے مناظرے کئے الزام دیے نہ اس نے کہا کہ یہ کلمات میرے نہیں نہ اس کے ہواخواہوں نے جب سے آج تک تو اس سے ثبوت یقینی ہے''۔(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج۶،ص ۳۱۰)

یہاں خان صاحب نے بدایونی جھوٹ سے بھی بڑا جھوٹ ہگا ہے۔اس سے پہلے تو بریلوی صرف دہلی مناظرہ کا ذکر کرتے مگر خان صاحب کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے ان لوگوں نے کئی مناظرے کئے۔شاہ اسمعیل شہیدؒ رحمۃ اللہ علیہ سے ان حضرات کے مناظرے تو دور کوئی ایک مناظرہ عبارات پر نہیں ہوا تھا یہ خان صاحب کا سیاہ جھوٹ ہے جس کی قلعی میں دلائل کے ساتھ اپنی کتاب ''دفاع اہل السنۃ الجماعۃ جلد اوّل'' میں کھول چکا ہوں۔

## (۱۰) وہابیوں پر ایک اور جھوٹ:

خان صاحب اپنی عادت بد کے مطابق ایک اور جھوٹ لکھتے ہیں:

''گیارہویں شریف کی نیاز کھالینا دلیل اسلام نہیں بڑے بڑے کٹر وہابی جو اسے حرام وشرک کہتے ہیں کھانے کو آپ سے پہلے دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں''۔(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج۶،ص ۸۲)

حالانکہ یہ بھی خان صاحب بریلوی کا سیاہ جھوٹ ہے کہ بڑے بڑے نامور کٹر وہابی گیارہویں شریف کا کھانا کھانے بریلویوں سے پہلے دوڑ کر جاتے ہیں۔

## (۱۱) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ:

خان صاحب نواب بریلی کہتے ہیں:

''جب مجمع ہوا کفار کا مدینہ طیبہ پر کہ اسلام کا قلع قمع کر دیں غزوہ احزاب کا واقعہ ہے رب عزوجل نے مدد فرمانا چاہی اپنے حبیب کی شمالی ہوا کو حکم ہوا جا اور کافروں کو نیست ونابود کر دے اس نے کہا:

**الحلائل لا یخرجن باللیل فاعقمها الله تعالیٰ** یعنی بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں تو اللہ نے اس کو بانجھ کر دیا اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا''۔(ملفوظات چہارم،ص ۸۷،حسنی پریس بریلی)

یہ بھی خان صاحب کا جھوٹ ہے اللہ نے کہیں بھی اس ہوا کو نہیں کہا کہ میرے محبوب ﷺ کی مدد کو چل۔بلکہ اصل معاملہ یہ تھا کہ باد صبا نے شمالی ہوا کو کہا کہ چل نبی کریم ﷺ کی مدد کو چل۔

**قالت الصبا للشمال: اذهبی بنا ننصر رسول الله صلی الله علیه وسلم، فقالت: إن الحرائر لا تهب باللیل، فغضب الله علیها فجعلها عقیما۔**

## (۱۲) حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹ:

مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے:

''نانوتوی نے گھڑ دی کہ وہ نبی بالذات ہیں اور نبی بالعرض اور موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہوجاتا ہے ان کے بعد بھی

اگر کوئی نبی ہو تو ختم نبوت کے خلاف نہیں"۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۷ ۲،ص ۲۰۴)

حالانکہ یہ خان صاحب بریلوی کا صریح جھوٹ ہے حضرت حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا کہیں بھی نہیں لکھا۔

## (۱۳) شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ بالکل مسخ کر کے پیش کیا:

احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

"شاہ ولی اللہ نے تفہیمات الٰہیہ میں لکھا کہ شق القمر کوئی معجزہ نہیں ہے اس وجہ سے کہہ دیا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی چاند شق ہو جائے گا اور یہ (یعنی شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ کہنا) محض غلط ہے"۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ چہارم، ص ۴۳۱ مکتبۃ المدینہ، ص ۳ مطبوعہ بریلی)

العیاذ باللہ خان صاحب نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پر صریح جھوٹ بولا ہے اور ان کا نظریہ بالکل مسخ کر کے پیش کیا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اصل عبارت یوں ہے:

**"اما شق القمر فعندنا لیس من المعجزات انما هو من آیات القیامة کما قال الله تعالی (اقتربت الساعة وانشق القمر لکنه ﷺ اخبر عنه قبل وجوده فکان معجزة من هذا السبیل.**

(تفہیمات الٰہیہ، ج ۳ ص ۶۵)

ترجمہ: رہی بات شق القمر کی تو وہ ہمارے نزدیک (اثبات نبوت پر) معجزہ نہیں بلکہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے جیسا کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا **اقتربت الساعة** الآیہ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے وجود سے پہلے ہی اس کی خبر دے دی لہٰذا اس قبیل سے یہ معجزہ بھی ہوا"۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معجزات ایسے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفس نبوت کے اثبات پر معجزہ ہیں۔ شق قمر کا تعلق ان معجزات میں سے نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قرب قیامت کی علامات میں سے بتایا۔ اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کے ہونے سے پہلے خبر دے دی لہٰذا اس قبیل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بھی ہو گیا کہ غیب کی ایک خبر دے دی۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شق قمر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بھی مانتے ہیں اور اس کا وقوع بھی مانتے ہیں چنانچہ اپنے ترجمہ قرآن فتح الرحمن میں صاف اس آیت کے متعلق معجزہ شق قمر کا صدور لکھا:

"اشارہ است بآں قصہ کہ کافران از حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم معجزہ طلب کردند خدا تعالیٰ ماہ را دو قطعہ ساخت یکی بر کوہ ابوقبیس و دیگر بر کوہ قیقعاں" (ترجمہ فتح الرحمن)

اس آیت میں اشارہ ہے اس قصہ کی طرف جس میں کافروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کیا تھا تو خدا تعالیٰ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیے ایک کوہ ابوقبیس پر اور ایک کوہ قیقعاں پر۔

مگر خان صاحب کا دجل و فریب اور جھوٹ ملاحظہ ہو کس عامیانہ انداز سے کہہ رہے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تو اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہی تسلیم نہیں کرتے وہ تو بس کہتے ہیں کہ چونکہ حدیث میں آیا ہے اس لئے مان لو کہ ایسا ہو جائے گا ورنہ عقل اس کے ہونے کو تسلیم نہیں کرتی معاذ اللہ۔ ایک عام آدمی خان صاحب کی اس بات کا یہی مفہوم لے گا۔ پھر میں نے بعض بریلویوں سے سنا کہ حضرت

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب محرف شدہ ہیں جب بقول تمہارے کتب ہی محرف شدہ ہیں تو اس کی بنیاد پر انہی کتب سے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام لگاتے خان صاحب بریلی کو شرم وحیاء دامن گیر نہیں ہوتی؟؟؟؟

شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

''بلکہ ناخدا ترسوں نے اپنے جی سے کتابیں گڑھ کر بزرگوں کی طرف منسوب کر دی جیسے...... تفہیمات الٰہیہ وغیرہ شاہ ولی اللہ صاحب کی طرف''۔(فتاویٰ شارح بخاری، ج ا،ص ۱۲۳)

اگر یہ دعویٰ سچا ہے تو ایک گھڑی ہوئی کتاب کی بنیاد پر خان صاحب بریلوی کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اتنا بڑا جھوٹ منسوب کرتے ہوئے کچھ شرم نہ آئی؟؟؟؟

## (۱۴) قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی جھوٹ:

خان صاحب قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹا الزام لگاتے ہوئے کہتے ہیں:

''فلسفہ میں توشغل (یعنی بہت زیادہ مشغولیت) کی وجہ سے قاضی بیضاوی نے ایک اور تاویل نکالی انہوں نے لکھا **ای سینشق** یعنی قیامت کے دن شق ہو جائے گا چونکہ یقینی الوقوع ہے اس لئے بصیغہ ماضی فرمایا گیا لیکن اس تاویل کو خود آگے کی آیت رد فرماتی ہے''۔(ملفوظات، حصہ چہارم،ص ۴۳۱،ص ۲ بریلی)

یہاں پر خان صاحب نے ایک دفعہ پھر قاضی بیضاوی کا نظریہ مسخ کر کے پیش کیا اور یہ تاثر دیا کہ چونکہ بیچارے قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فلسفہ میں بہت زیادہ مشغول تھے اس لئے فلسفیانہ عقائد کی وجہ سے معجزہ شق القمر کے منکر تھے حالانکہ ان کی پوری عبارت اس طرح ہے:

**روی أن الکفار سألوا رسول الله صلّى الله عليه وسلم آية فانشق القمر.وقيل معناه سينشق يوم القيامة ويؤيد الأول أنه قرء »وقد انشق القمر « أي اقتربت الساعة وقد حصل من آيات اقترابها انشقاق القمر** (بیضاوی)

ملاحظہ فرمائیں علامہ بیضاویؒ تو اس ''**سینشق**'' کو ''**قیل**'' ضعف کے صیغے سے بیان کر کے اس قول کی کمزوری کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اور آگے قول اول یعنی شق القمر ہو چکا ہے کی تائید کر رہے ہیں کہ ایک قرات **قد انشق القمر** کی بھی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شق قمر کا واقعہ ہو چکا ہے۔مگر خان صاحب انتہائی ڈھٹائی سے اس مرجوح قول کو قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پلّے باندھ کر آگے سے مزید ان کے ذمہ یہ جھوٹ باندھ رہے ہیں کہ: ''چونکہ یقینی الوقوع ہے اس لئے بصیغہ ماضی فرمایا گیا'' یہ خان صاحب کے اپنے الفاظ ہیں جسے وہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے منہ میں ڈال رہے ہیں قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی کوئی بات نہیں کی!!!!

## (۱۵) نفی سایہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والی روایت کے متعلق خان صاحب کا جھوٹ:

خان صاحب حکیم ترمذی کی نوادر کی طرف منسوب روایت **لایری لہ ظل** کے بارے میں کہتے ہیں:

''فقیر حیران ہے جب حدیث کئی طریق سے مروی ہوئی اور چند ائمہ نے اسے تخریج کیا اور وہ مقتدایان ملت نے اس سے احتجاج فرمایا اور سلفاً خلفاً بے اعتراض معترض مقبول رکھا، پھر نہ تسلیم کرنے کی وجہ کیا ہے؟''۔(فتاویٰ رضویہ، ج ۳۰،ص ۷۴۵)

یہ خان صاحب کا صریح جھوٹ ہے اس روایت کا کوئی ایک طریق بھی ثابت نہیں چہ جائیکہ ”طرق“ اگر کسی رضاخانی میں غیرت ہے تو اس روایت کے ”طرق عدیدۃ“ پیش کرے۔

## (۱۶) ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی فتاویٰ کبریٰ میں ہیرپھیر:

خان صاحب بریلوی کے جھوٹ، نقل میں بددیانتی، حوالہ جات میں کتر و بیونت، اور نقل میں بددیانتی آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں یہاں ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو کہ موصوف نے کس طرح خیانت کا مظاہرہ کیا۔ نواب احمد رضا خان صاحب نے کفن پر ”عہد نامہ“ لکھنے کے جواز پر ایک چھوٹا سا رسالہ ”الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن“ لکھا ہے۔ جو ان کی فتاویٰ رضویہ قدیم کی جلد چہارم میں موجود ہے۔ یہ پورا رسالہ خیانت، کتر و بیونت اور دجل وفریب کا افسوسناک مجموعہ ہے۔

موصوف اس میں پہلی دلیل حکیم ترمذی کے حوالے سے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”امام نے اسے روایت کر کے فرمایا **وعن طاوس انہ امر بھذا الکلمات فکتبت فی کفنہ** امام طاوس کی وصیت سے یہ عہد نامہ ان کے کفن میں لکھا گیا“۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۱۲۸)

بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ہمیں حکیم ترمذی کی نوادر الاصول میں خان صاحب کی پیش کردہ روایت کے متصل یہ عبارت نہ مل سکی۔ نوادر الاصول کے دیگر مقامات پر بھی دیکھا گیا مگر اس عبارت کا کوئی وجود نہ ملا۔ یہ خان صاحب کا صریح جھوٹ ہے۔ کوئی صاحب اگر نوادر الاصول میں سے یہ عبارت نکال کر دے دیں تو اہل بدعت پر ان کا ایک علمی احسان ہوگا!!!!

اس کے بعد موصوف لکھتے ہیں:

”امام فقیہ ابن عجیل نے اسی دعائے عہد نامہ کی نسبت فرمایا **اذا کتبت ھذا الدعا و جعل مع المیت فی قبرہ وقاہ اللہ فتنۃ القبر و عذابہ** جب یہ لکھ کر میت کے ساتھ قبر میں رکھ دیں تو اللہ تعالیٰ اسے سوال نکیرین وعذاب قبر سے امان دے......امام ابن حجر مکیؒ نے اپنے فتاویٰ میں ایک تسبیح کی نسبت جسے کہا جاتا ہے کہ اس کا فضل اسکی برکت مشہور و معروف ہے بعض علمائے دین سے نقل کیا کہ **من کتبہ و جعلہ بین صدر المیت و کفنہ لا یناله عذاب القبر ولاینالہ منکر و نکیر ولہ شرح عظیم وھو دعا الانس**۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۴، ص ۱۲۸)

بڑے ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ نواب احمد رضا خان صاحب بریلی نے یہاں بہت بڑی علمی خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ خان صاحب نے اپنے قارئین کو یہ تاثر دیا کہ گویا ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس دعا کو بعض علماء سے نقل کر رہے ہیں اور ابن حجر خود عہد نامہ کے جواز پر استدلال کرتے ہوئے اسے نقل کر رہے ہیں۔ حالانکہ اصل صورتحال یہ ہے کہ ابن حجر مکیؒ سے اس دعا انس اور امام ابن عجیل کی طرف منسوب قول کے متعلق کسی نے سوال و استفسار کیا تو جواب میں ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے اسے رد کیا اور ان اقوال کا ضعیف ہونا بتلایا۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ کبریٰ کی مکمل عبارت سوال و جواب۔

**سئلت: فی الترمذی انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کتب ھذا الدعاء و جعلہ بین صدر المیت و کفنہ فی رقعۃ لم ینلہ عذاب القبر و لا یری منکرا و نکیرا و ھو ھذا الدعاء لا الہ الا اللہ واللہ اکبر لا**

اله الا الله وحده لاشريك له لا اله الا الله له الملك وله الحمد لا اله الا الله ولا حول ولا قوة إلا بالله العلى العظيم. قال بعضهم ومثل ذلك ما يكتب من التسبيح الذى قيل فيه ان مشهور الفضل والبركة من كتبه وجعله بين صدر الميت وكفنه لا يناله عذاب القبر ولا يناله منكر ونكير وله شرح عظيم وهو دعاء الانس سبحان من هو بالجلال موحد وبالتوحيد معروف وبالمعارف موصوف وبالصفة على لسان كل قائل رب بالربوبية للعالم قاهر وبالقهر للعالم جبار وبالجبروت عليم حليم وبالحلم والعلم رؤوف رحيم سبحانه كما يقولون وسبحانه كما هم يقولون تسبيحا تشخع له السموات والأرض ومن عليهما ويحمدنى من حول عرشى اسمى الله وانا اسرع الحاسبين وقال ابن عجيل: إذا كتب هذا الدعاء وجعل مع الميت فى قبره وقاه الله فتنة القبر وعذابه وهو هذا اللهم فاطر السموات والارض عالم الغيب والشهادة انى اعهد اليك فى هذه الحيوة الدنيا انى اشهد ان لا اله الا انت وحدك لا شريك لك وانّ محمدا عبدك ورسولك وانك ان تكلنى الى نفسى تقربنى من الشر وتباعدنى من الخير وانى لا أثق إلا برحمتك فاجعله لى عندك عهدا تؤتنيه يوم القيمة انك لا تخلف الميعاد وقال أيضا من كتب هذا الدعاء فى كفن الميت رفع الله عنه العذاب الى يوم ينفخ فى الصور وهو هذا: اللهم انى اسئلك يا عالم السر يا عظيم الخطر يا خالق البشر يا موقع الظفر يا معروف الاثر يا ذا الطول والمن يا كاشف الضر والمحن يا اله الأولين والآخرين فرج عنى همومى واكشف عنى غمومى وصلى الله على سيدنا محمد وسلم . اه الى آخر ما قاله ابن عجيل فهل ما نقله صحيح معتمد وهل يفرق بين ان يكتب ويحفظ عن الصديد وان لا يحفظ عنه۔

(اجبت) بقولى ليس ذلك بصحيح ولا معتمد فقد افتى الإمام ابن الصلاح بأنه لا يجوز كتابة شئ من القرآن على الكفن صيانة له عن عن صديد الموتى ومثل ذلك الكتاب الذى يسمونه كتاب العهدة ينبغى ان لا يجوز وأقر ابن الصلاح على ذلك الأئمة بعده وهو ظاهر المعنى جدا فأن القرآن وكل اسم معظم كاسم الله او نبى له يجب احترامه وتوقيره تعظيمه ولا شك ان كتابته وجعله فى كفن الميت فيه غاية الاهانة له إذ لا اهانة كالاهانة بالتنجيس ونحن نعلم بالضرورة أن ما فى كفن الميت لابد وان يصيبه بعض دمه أو صديده أو غيرهما من الاعيان النجسة التى بجوفه فكان تحريم وضع ما كتب فيه اسم معظم فى كفن الميت مما لا ينبغى التوقف فيه وأما ما فى الترمذى فيتوقف الاحتجاج به صحة سنده بل لو فرض صحة سنده لم يعمل به لان الأئمة نصوا على خلاف مقتضاه فيكون أعراضهم عنه إنما هو لعلة فيه كيف وهو مخالف لهذه القاعدة المعلومة التى لا نزاع فيها وهى ان تنجيس اسم الله ونحوه فيه اهانة له واهانة محرمة فيكون السبب الى ذالك محرما نعم ان فرض ان ذالك المكتوب جعل

فی محل من القبر بحیث امن علیه یقینا انه لا یصیبه شیئ من الصدید نحوه لم یبعد القول بالجواز حینئذ لانتفاء علة التحریم السابقة علی انه حینئذ لا یجد شیئا لان الشرط کما ذکر عن الترمذی وغیره ان یوضع فی کفن المیت فوضعه خارج الکفن لا یفید شیئا لحاصل انه ان وضع فی الکفن کان فیه تسبب الی تجنیس اسم الله تعالی و قد تقرر و بان و ظهر حرمة ذالك و ان وضع خارج الکفن لم یفد شیئا لان ذالك الثواب الذی قیل فیه مشروط بوضعه فی الکفن فالصواب عدم کتابة ذالك و عدم وضعه فی القبر مطلقا والله سبحانه وتعالی اعلم بالصواب۔

**ترجمہ:** مجھ سے سوال کیا گیا کہ: ترمذی میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے یہ دعا ایک رقعہ میں لکھ کر میت کے سینے اور کفن کے درمیان رکھ دیا اسے قبر کا عذاب نہیں ہوگا نہ وہ منکر نکیر دیکھے گا اور وہ دعا یہ ہے: **لا اله الا الله و الله اکبر لا اله الا الله وحده لاشریك له لا اله الا الله له الملك و له الحمد لا اله الا الله و لا حول و لا قوة إلا بالله العلی العظیم** اور بعض کہتے ہیں کہ اسی طرح وہ تسبیح بھی ہے جو لکھی جاتی ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کی فضیلت اور برکت مشہور ہے جو اسے لکھ کر میت کے سینے اور اس کے کفن کے درمیان رکھ دے اسے عذاب قبر نہیں ہوگا اور نہ اسے منکر نکیر کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس کی بہت بڑی شرح بیان کی جاتی ہے اور وہ دعائے انس ہے (اور وہ یہ ہے) **سبحان من هو بالجلال موحد و بالتوحید معروف و بالمعارف موصوف و بالصفة علی لسان کل قائل رب بالربوبیة للعالم قاهر وبالقهر للعالم جبار وبالجبروت علیم حلیم و بالحلم و العلم رؤوف رحیم سبحانه کما یقولون و سبحانه کما هم یقولون تسبیحا تخشع له السموات و الأرض و من علیهما و یحمدنی من حول عرشی اسمی الله و انا اسرع الحاسبین** اور ابن عجیل کہتے ہیں جب یہ دعا لکھ کر میت کے ساتھ قبر میں رکھی جائے تو اسے اللہ تعالیٰ قبر کے امتحان اور عذاب سے بچائے گا اور وہ دعا یہ ہے: **اللهم فاطر السموات والارض عالم الغیب و الشهادة انی اعهد الیك فی هذه الحیوة الدنیا انی اشهد ان لا اله الا انت وحدك لا شریك لك و ان محمدا عبدك و رسولك و انك ان تکلنی الی نفسی تقربنی من الشر و تباعدنی من الخیر و انی لا أثق إلا برحمتك فاجعله لی عندك عهدا تؤدیه یوم القیمة انك لا تخلف المیعاد** اور بھی کہا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ دعا میت کے کفن پر لکھ دے تو قیامت تک اس سے عذاب اٹھا دیا جائے گا اور وہ دعا یہ ہے: **اللهم انی اسئلك یا عالم السر یا عظیم الخطر یا خالق البشر یا موقع الظفر یا معروف الاثر یا ذا الطول و المن یا کاشف الضر و المحن یا اله الأولین والآخرین فرج عنی هموی و اکشف عنی غموی و صلی الله علی سیدنا محمد و سلم** ۔اھ الی آخر ماقاله ابن عجیل تو کیا یہ جو نقل کیا ہے وہ صحیح اور اعتماد کے لائق ہے؟ اور کیا وہ مکتوب جس کو لکھ کر ایسی تدبیر اپنائی جائے کہ میت کے خون و پیپ وغیرہ سے محفوظ رہے اور وہ جس کی حفاظت کے لیے ایسی کوئی تدبیر نہ اپنائی جائے دونوں کا حکم الگ الگ ہو سکتا ہے؟؟؟؟

(تو میں نے جواب دیا): کہ یہ صحیح اور قابل اعتماد بالکل نہیں ہے کیونکہ امام ابن الصلاح رحمہ اللہ نے فتویٰ دیا ہے کہ میت کے کفن پر

کوئی قرآنی آیت لکھنا جائز نہیں ہے تا کہ میت کے خون پیپ سے (اس کی بے حرمتی ہونے سے) حفاظت ہو۔ اوران سب کی طرح اس کتاب کا حکم بھی ہے جسے کتاب العھدہ (عہدنامہ) کہتے ہیں۔ اس کا حکم بھی عدم جواز کا ہونا چاہیئے۔ اور ابن الصلاح کے اس قول کو بعد کے ائمہ نے بھی تسلیم کیا ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ قرآن پاک ہو یا کوئی بھی قابل تعظیم نام جیسے اللہ تعالیٰ یا نبی کریم ﷺ کا نام مبارک ان کا احترام اور وقار و تعظیم واجب ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ان کو لکھ کر میت کے کفن میں رکھنے میں ان کی بے حد اہانت اور بے حرمتی ہے کیونکہ جس قدر بے حرمتی (ان اسماء و قرآنی آیات) کو نجاست آلودہ کرنے سے لازم آتی ہے وہ کسی اور چیز سے نہیں ہوتی اور ہم بدیہی طور پر جانتے ہیں کہ میت کے کفن میں جو کچھ بھی رکھا جائے ہے لازم ہے کہ میت کے جسم میں سے اس کے خون و پیپ اور دیگر نجاستیں جو اس کے پیٹ میں ہوتی ہیں ان کا کچھ حصہ اس چیز کو بھی لگ جائے پس کسی مقدس و قابل تعظیم اسم پر مشتمل مکتوب کو میت کے کفن میں رکھنے کی حرمت میں توقف کرنے کی کوئی وجہ ہی نہیں بنتی اور رہی بات ترمذی کی روایت کی تو اس کا حجت بننا اس کی سند کی صحت پر موقوف ہے بلکہ اگر بالفرض اس کی سند درست بھی ہو تب بھی اس پر عمل درست نہیں کیونکہ یہ روایت جس بات کا تقاضا کرتی ہے ائمہ نے اس کے خلاف تصریح کر رکھی ہے۔ پس ان حضرات کا اس روایت سے اعراض کرنا یقیناً اس روایت میں کسی علت کی موجودگی کی بناء پر ہوگا۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ یہ روایت اس معلوم و متفقہ قاعدے اور اصول کے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کے مثل (قابل تعظیم مکتوب) کو نجاست آلودہ کرنے سے اس کی بے حرمتی ہوتی ہے اور ان کی بے حرمتی کرنا حرام ہے پس اس کا سبب بننے والا عمل بھی حرام ہوگا، ہاں اگر بالفرض یہ مکتوب قبر میں کسی ایسی جگہ رکھا جائے جہاں یہ بات یقینی ہو کہ میت کے خون و پیپ میں سے کوئی چیز اس کو نہیں پہنچے گا تو پھر اس کے جواز کے بارے میں کسی قول کو بعید نہیں ٹھہرایا جا سکتا، کیونکہ اس طرح سابقہ ذکر کردہ حرمت کی علت کی نفی ہو جائے گی حالانکہ اس صورت میں یہ (کام) اس (میت) کے حق میں کسی فائدے والی چیز نہیں رہ جاتی کیونکہ ترمذی وغیرہ کے حوالے سے جس شرط کا تذکرہ کیا جاتا ہے وہ یہ کہ میت کے کفن میں رکھا جائے پس اس کو کفن سے باہر رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا پس خلاصہ یہ ہوا کہ اگر اس کو کفن میں رکھا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نام کے نجاست آلود ہو جانے کا سبب بنتا ہے اور اس کی حرمت ایک طے شدہ اور واضح چیز ہے اور اگر کفن کے باہر رکھا جائے تو وہ کوئی فائدہ نہیں دیتا کیونکہ جس ثواب کی بات کی گئی ہے وہ کفن کے اندر رکھنے سے مشروط قرار دی گئی ہے پس صواب اور درست یہ ہے کہ اس کو نہ لکھا جائے اور نہ اسے قبر میں رکھا جائے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

(الفتاوی الکبریٰ الفقہیہ، ج ۲ ص ۶، ۷، مطبوعہ مصر)

یہ تھی ساری حقیقت کیا یہ علمی بددیانتی نہیں کہ جس قول کو کوئی فقیہ زبردست طریقے سے رد کرے اس کا ناجائز ہونا لکھے آپ اس کے رد کئے ہوئے دلائل کو اس کے ذمہ لگا کر جواز کا طریقہ نکالیں؟ خان صاحب کی جملہ کتب اس قسم کی خیانتوں سے بھری پڑی ہیں۔

## (۱۷) حکیم ترمذی پر ایک جھوٹ:

خان صاحب بریلی لکھتے ہیں:

کفن پر عہدنامہ لکھنے کے ثبوت کیلئے خان صاحب جو پہلی دلیل لائے وہ اس طرح ہے:

''بلکہ امام ترمذی حکیم الٰہی سیدی محمد بن علی معاصر امام بخاری نے نوادر الاصول میں روایت کی کہ خود حضور پرنور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

من کتب ھذا الدعاء و جعله بین صدر المیت و کفنه لم یعله عذاب القبروھو ھذا لااله الا الله والله اکبر لا اله الا الله وحدہ لاشریك له لااله الا الله له الملك وله الحمد لااله الا الله ولاحول ولاقوۃ الا بالله العلی العظیم "۔(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۴، ص ۱۲۷)

حالانکہ حکیم ترمذی کی نوادر الاصول میں یہ روایت موجود نہیں یہ خان صاحب کا حکیم ترمذی پر صریح بہتان ہے۔ اسے ہم خان صاحب کا تسامح یا غلطی اس لئے نہیں کہہ رہے ہیں کہ خود اہل بدعت نے جب ان کے متعلق یہ نظریہ قائم کرلیا کہ چودہ سو سال کی کتب ان کو حفظ تھیں اور ان کا قلم نقطہ برابر خطاء کرلے یہ ناممکن ہے تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ یہ سب غلطی نہیں بلکہ جان بوجھ کر دھوکا دیا جارہا ہے اور جھوٹ بولا جارہا ہے۔

خان صاحب بریلوی پر اعتماد کرتے ہوئے مفتی احمد یار گجراتی صاحب نے بھی اس جھوٹ کو اپنی مایہ ناز کتاب جاء الحق ص ۳۳۸ میں اس کو بغیر تحقیق نقل کردیا ہے۔

## (۱۸) شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر ایک اور جھوٹ:

خان صاحب کے ملفوظات میں ہے:

''عرض: وہابیہ تو یہ کہتے ہیں کہ جب معرفت حاصل ہوگئی تو واسطہ کی حاجت نہ رہی تقویۃ الایمان میں بھی ایک آدھ جگہ ایسا یاد ہوتا ہے۔

ارشاد: ایک جگہ نہیں تقویۃ الایمان میں چار جگہ یہ لکھا اللہ پر افتراء، اور اللہ کے رسولوں پر افتراء اور رسالت کا انکار''۔

(ملفوظات، حصہ دوم، ص ۱۸۱)

یہ خان صاحب کا سفید جھوٹ ہے تقویۃ الایمان میں کسی ایک مقام پر بھی کسی نبی کی رسالت کا انکار نہیں کیا گیا۔ رسالت کے انکار کی جرأت تو مرزائیوں کو بھی نہ ہوئی مگر خان صاحب ضد اور تعصب میں شاید ہر جھوٹ کو روا سمجھتے ہیں!!!!

## (۱۹) بہجۃ الاسرار کی استنادی حیثیت اور خان صاحب کا ایک دجل اور کذب بیانی:

آج معاشرے میں شیخ المشائخ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف منسوب اکثر خرافات کرامات کے نام سے ''بہجۃ الاسرار'' نامی کتاب کے حوالے سے گردش میں ہیں۔ اور اب تو حال یہ ہے کہ ان خرافات کو عقیدہ کا درجہ دے دیا گیا ہے اور اس کے منکر کو بے دھڑک وہابی گستاخ اولیاء کہہ دیا جاتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خان صاحب کی ''بددیانتی اور جھوٹ'' کے عنوان سے اس کتاب اور اسی کتاب کے متعلق خان صاحب کی ایک بددیانتی پر بھی مختصر گفتگو ہوجائے۔

نواب احمد رضا خان بریلوی اس کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں لکھتے ہیں:

''امام شمس الدین ذہبی مصنف میزان الاعتدال کہ علم حدیث ونقد رجال میں اُن کی جلالت شان عالم آشکار، اس جناب کے معاصر تھے اور باآنکہ حضرات صوفیہ کرام کے ساتھ اُن کی روش معلوم ہے سامحنا اللہ تعالیٰ وایاہ (ہم پر اور ان پر اللہ تعالیٰ نرمی فرمائے۔ت) امام ابوالحسن ممدوح کی ملاقات کو اُن کی مجلس تدریس میں گئے اور اپنی کتاب طبقات المقرئین میں اُن کی مدح وستائش سے رطب اللسان ہوئے فرماتے ہیں:

علی بن جریر الخمی الشطنوفی الامام عه الاوحد نورالدین شیخ القراء بالدیار المصریۃ ابوالحسن

**اصله من الشام ولد بالقاهرة سنة اربع واربعين وستمائة وتصدر للاقراء بجامع الازهر وغيره تكاثر عليه الطلبة وحضرت مجلس اقراه فاعجبتني سمته وسكوته وكان ذاعزام بالشيخ عبدالقادر الجيلاني رضي الله تعالىٰ عنه وجمع اخباره ومناقبه في نحو ثلث مجلدادت (ملخصاً)**

یعنی علی بن جریر لخمی شطنوفی امام یکتا ہیں نورالدین لقب ابوالحسن کنیت بلاد مصر میں علمائے قرآت کے استاد ہیں اصل ان کی شام سے ہے ۶۴۴ھ میں قاہرہ مصر میں پیدا ہوئے اور جامع ازہر وغیرہ میں مسند اقرآت پر صدر نشینی کی بکثرت طلبہ ان کے پاس جمع ہوئے میں اُن کی مجلس درس میں حاضر ہوا ان کی نیک روش وکم سخنی مجھے پسند آئی حضور شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیدائی تھے انہوں نے حضور کے فضائل تین ۳ مجلد کے قریب میں جمع کئے ہیں۔

پرُ ظاہر کہ امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مثل سے یہ کلمات جلیلہ اس جناب کی کمال وثاقت وعدالت ووفورِ علم وجلالت پر شاہد عدل ودلیل فصل ہیں اور خود امام اوحد یعنی بے مثل امام یکتا، کالفظ اجل واعظم تمام فضائل ومناقب جلیلہ کا یکتا جامع اکمل واتم ہے وہ جناب سند عالی رکھتے اور زمانہ اقدس حضور پر نور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہایت قریب ہیں انہیں حضور اقدس تک صرف دو واسطے ہیں قاضی القضاۃ امام اجل حضرت سیدنا ابوصالح نصر قدس سرہ، کے اصحاب سے ہیں اور وہ اپنے والد ماجد حضرت سیدنا ابو بکر تاج الملۃ والدین عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ اور وہ اپنے والد ماجد حضور پر نور سید السادات غوث الافراد قطب الارشاد غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ ومرید وصاحب ومستفید ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۷، ص ۵۷۴، ۵۷۵، جدید رضا فاؤنڈیشن لاہور)

خان صاحب بریلوی نے یہاں ہاتھ کا کمال یہ دکھایا کہ علامہ شطنوفی رحمہ اللہ کی توثیق علامہ ذہبی رحمہ اللہ سے دکھا کر انہی کے حوالے سے یہ ذکر کیا کہ انہوں نے بہجۃ الاسرار کے نام سے تین جلدوں پر کوئی کتاب بھی لکھی تھی۔ جس سے عام قاری یہی تاثر لے گا کہ جب اتنا بڑا عالم کوئی کتاب لکھے گا تو ظاہر ہے کہ مستندترین کتاب ہوگی۔ خان صاحب نے علامہ ذہبی رحمہ اللہ کے حوالے سے کتاب کا ذکر تو کر دیا مگر اسی کتاب پر آگے ذہبی رحمہ اللہ نے جرح کی اسے نقل نہیں کیا۔ آیئے اب اس کتاب کے بارے میں علماء اہلسنّت کا موقف ملاحظہ ہو:

علامہ شمس الدین ذہبی متوفی (848) ''بہجۃ الاسرار'' کے مؤلف علی بن یوسف بن حریز لخمی شطنوفی کے بارے میں لکھتے ہیں:

**ضرت مجلس إقرائه فأعجبني سمته وسكوته وكان ذا غرام بالشيخ عبد القادر الجيلاني. جمع أخباره ومناقبه في نحو من ثلاث مجلدات، وكتب فيها عمن أقبل وأدبر، فراج عليه فيها حكايات كثيرة مكذوبة.**

(معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات والأعصار المؤلف: شمس الدین أبو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قَایماز الذہبی، متوفی: 748.ق. الناشر: دار الکتب العلمیہ اشاعت اوّل 1417، 1997ء ایضا: غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء: 1 / 585، شمس الدین ابو الخیر ابن الجزری محمد بن محمد بن یوسف، متوفی: 833.ق. انتشارات مکتبۃ ابن تیمیۃ، اشاعت اول 1351ھ ج2)

میں اُن کی مجلس قرآت میں حاضر ہوا ان کی حالت اور انکی خاموشی مجھے پسند آئی اور وہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شیدائی تھے

انہوں نے حضرت کے فضائل تین جلدوں کے قریب میں جمع کئے ہیں۔اور شطنو فی نے اس میں اچھا اور برا، صحیح اور غلط سب باتیں جمع کی ہیں اور اس کے ذریعہ بہت سی جھوٹی حکایات رائج ہوگئی ہیں۔

نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالی تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں:

**كَانَ الشَّيْخ (الجيلاني) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عديم النّظير، بعيد الصّيت، رأسا في العِلْم والعمل. جمع الشَّيْخ نور الدّين الشَّطَنُوفِيّ المقرىء كتابا حافلا فِي سيرته وأخباره فِي ثلاث مجلّدات، أتى فِيهِ بالدُّرَّة وأُذُن الجَرَّة وبالصّحيح والواهي والمكذوب، فإنّه كتب فِيهِ حكاياتٍ عَنْ قومٍ لا صِدْق لهم**

(تاریخ الاسلام و وفیات المشاہیر و الأعلام: 12 / 254، محقق: الدکتور بشار عواد معروف، الناشر: دار الغرب الاسلامی، الطبعۃ: الاولی، 2003م)

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالی کی شخصیت بے مثال، اور مشہور تھی، اور وہ علم و عمل کے شہسوار تھے۔شیخ نورالدین شطنوفی مقری نے اُنکی سیرت اور احوال میں بھری تین جلدوں پر مشتمل کتاب لکھی ہے اور اس میں اچھی اور بری، وصحیح، واہی اور جھوٹی باتیں ذکر کی ہیں کیونکہ شطنوفی نے بہجۃ الاسرار میں اس میں ایسے راویوں سے حکایات نقل کی ہیں جو جھوٹے تھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں:

**وَجمع هُوَ مَنَاقِب الشَّيْخ عبد الْقَادِر وسمى الْكتاب الْبَهْجَة قَالَ الْكَمَال جَعْفَر وَذكر فِيهَا غرائب وعجائب وَطعن النَّاس فِي كثير من حكاياته وَمن أسانيده فِيهَا.**

**(الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة، أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني، متوفى: 852هـ. ق. تحقيق: مراقبة/ محمد عبد المعيد ضان، انتشارات مجلس دائرة المعارف عثمانية - حيدر اباد/هند، چاپ دوم، 1392هـ/ 1972م. همچنين ر. ك: الأعلام للزركلي: 34/5 انتشارات دار العلم للملايين اشاعت پانزدهم 2002م.)**

شطنوفی نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالی کے مناقب جمع کیے ہیں اور اس کتاب کا نام بہجہ رکھا ہے، کمال جعفر نے کہا ہے شطنوفی نے اس کتاب میں بڑی عجیب وغریب باتیں ذکر کی ہیں اور لوگوں نے انکی بیان کردہ اکثر حکایتوں اور اسناد پر جرح کی ہے۔

علامہ مصطفی بن عبداللہ قسطنطینی لکھتے ہیں:

**جمع الشيخ أبو الحسن، المقرى، الشطنوحي، المصري، في أخباره ومناقبه ثلاثة مجلدات وفيه من الشطح، والطامات، والأباطيل، ما لا يحصى وذكر الأفودي أنه متهم بها.**

**(كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون، مصطفى بن عبد الله كاتب جلبي القسطنطيني مشهور به اسم حاجي خليفة يا حاج خليفة، متوفاى 1067هـ. ق. انتشارات مكتبة المثنى - بغداد، 1941م) باب مناقب الشيخ: عبد القادر الكيلاني)**

شطنوفی نے شیخ جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ پر تین جلدوں میں کتاب لکھی ہے اور اس میں بے شمار شطحیات، طامات اور جھوٹی باتیں داخل ہیں اور اُفودی نے ذکر کیا ہے کہ شطنوفی اس پر متہم (جھوٹا) ہے۔

حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 795) لکھتے ہیں:

**قد جمع المقرىء أبو الحسن الشطنوفي المصري في أخبار الشيخ عبد القادر ومناقبه ثلاث مجلدات، وكتب فيها الطم والرم، وكفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع. وقد رأيت بعض هذا الكتاب، ولا يطيب على قلبي أن أعتمد على شيء مما فيه. فأنقل منه إلا ما كان مشهورا معروفا من غير هذا الكتاب، وذلك لكثرة ما فيه من الرواية عن المجهولين، وفيه من الشطح، والطامات، والدعاوى والكلام الباطل، ما لا يحصى ولا يليق نسبة مثل ذلك إلى الشيخ عبد القادر رحمه الله. ثم وجدت الكمال جعفر الأدفوي قد ذكر: أن الشطنوفي نفسه كان متهما فيما يحكيه في هذا الكتاب بعينه.**

**(ذیل طبقات الحنابلة، ابن رجب حنبلی: 2/194 و 195، انتشارات مکتبة العبیکان—ریاض، طبع اول: 1425 ھ. 2005م)**

شطنوفی نے شیخ جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ پر تین جلدوں میں کتاب لکھی ہے اور اس میں رطب و یابس کا طومار باندھا ہے۔ حالانکہ کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کر دے۔ میں نے اس کتاب کے بعض مندرجات دیکھے ہیں مگر میرا نفس اس بات پر مطمئن نہ ہوا کہ میں اس میں مذکور باتوں پر اعتماد کرسکوں کیونکہ اوّل تو اس میں مجہول راویوں سے روایتیں لی گئی ہیں اور دوسرا یہ کہ اس میں نہ صرف کذب و افترا اور جھوٹ کے بے شمار پلندے ہیں بلکہ ان جھوٹی باتوں کو شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرنا بھی شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شان کے منافی ہے، علاوہ ازیں شیخ الکمال جعفر کی یہ بات بھی میری نظروں سے گزری ہے کہ شطنوفی نے اپنی اس کتاب بہجۃ الأسرار میں جو چیزیں بیان کی ہیں، انہیں بیان کرنے میں شطنوفی متہم ہے۔ یعنی (جھوٹا) ہے۔

## بریلوی عالم مولانا شعیب صاحب کی امام ذہبیؒ کی جرح پر چند اعتراضات اوران اعتراضات کا علمی اور تحقیقی تعاقب:

مجھے کل رات ایک تحریر ملی جو شاید مولانا شعیب صاحب کی طرف منسوب تھی جو مولانا میثم قادری صاحب کی وال پر تھی، کل رات وقت زیادہ ہو گیا تھا اور میری پڑھائی کی مصروفیات بھی تھیں اس لئے اس وقت جواب لکھنے کا وقت نہیں تھا اس لئے آج مولانا شعیب صاحب کی تحریر کا جواب لکھا ہے۔ ہم مولانا شعیب صاحب کے ہر اعتراض کے نیچے اپنا جواب لکھتے جائیں گے تاکہ قارئین حضرات کو بات سمجھنے اور پڑھنے میں آسانی ہو۔

مولانا شعیب صاحب لکھتے ہیں: اوّلاً امام ذہبی کی یہ جرح صاحب بہجۃ الاسرار شیخ ابوالحسن نورالدین علی بن یوسف الشافعی پر نہیں ہے بلکہ ان کے ہمنام دوسرے بندے شیخ ابوالحسن علی بن عبداللہ الشافعی پر ہے عجیب بات یہ کہ دونوں کا نام ایک جیسا ہے۔ اور کتاب کا نام بھی ایک

جیسا ہے بہجۃ الاسرار، اور دونوں کتابیں تصوف ہی کے موضوع پر ہیں۔اس گہری مشابہت کی وجہ سے دونوں کے حالات گڈ مڈ کر کے ان کو ایک بندہ سمجھا جا رہا ہے- امام زرکلی فرماتے ہیں:

**قلت هذا خلط بنو ترجمة الشطنوفي الذي عاش و مات بمصر و ترجمة ابن جهضم علي بن عبد الله الهمداني المجاور بالحرم المكي المتوفي قبله بثلاثة قرون.** (مزید تفصیل کے لئے مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی صاحب کا مضمون ملاحظہ کیجئے جو فقیر فیس بک پر شیئر کر چکا ہے)

**الجواب:** پہلے تو مولانا نے علامہ زرکلی کی کتاب خود پڑھی نہیں ہے شاید بریلوی مفتی محمد ذوالفقار صاحب کی تقلید کی ہے جب کہ یہ عبارت ہرگز علامہ زرکلی کی نہیں ہے بلکہ اس کتاب کے محشی کی ہے جبکہ علامہ زرکلی کی عبارت یہ ہے: الشطنوفی کے بارے میں لکھتے ہیں:

**الشطنوفي (644-713ھ=1246-1314م) علي بن يوسف بن حريز بن معضاد اللخمي، أبو الحسن، الشطنوفي: عالم بالقراءات، كان شيخ الديار المصرية في عصره. من فقهاء الشافعية. أصله من البلقاء بالشام، ومولده ووفاته بالقاهرة.له " بهجة الاسرار ومعدن الأنوار - ط " في أخبار الشيخ عبد القادر الجيلي ومناقبه.قال ابن حجر: ذكر فيه غرائب وعجائب وطعن الناس في كثير من حكاياته وأسانيده فيه۔** (الاعلام للزرکلی ج 5 ص 34)

اور ابن جہضم کے بارے میں لکھتے ہیں:

**ابن جهضم (... - 414ھ=... - 1023م) علي بن عبد الله بن الحسين بن جهضم الهمذاني الشافعي، نور الدين أبو الحسن: زاهد. كان شيخ الصوفية بحرم مكة، ووفاته بها عن سن عالية.له كتاب " بهجة الاسرار " قال الذهبي: أتى فيه بمصائب يشهد القلب ببطلانها "** (الاعلام للزرکلی ج 4 ص 304)

اور علامہ الشطنوفی کے ترجمہ کے نیچے الاعلام للزرکلی کے محقق کا حاشیہ یہ ہے:

**غاية النهاية ۱: ۵۸۵ وحسن المحاضرة ۱: ۲۹۰ والدرر الكامنة ۳: ۱۳۱ و كشف الظنون ۲۵۶ وهو فيه " علي بن يوسف اللخمي المعروف بابن جهضم الهمداني مجاور الحرم " قلت: هذا خلط بين ترجمة الشطنوفي الذي عاش ومات بمصر، وترجمة ابن جهضم " علي بن عبد الله " الهمداني المجاور بالحرم المكي، المتوفى قبله بثلاثة قرون، وتقدمت الإشارة إلى هذا في تعليق على ترجمة ابن جهضم، فيما سبق.**

اور حاشیہ میں ایسا کچھ نہیں جو مولانا صاحب کو فائدہ ہو یہاں صرف دو رواۃ کے فرق کو واضح کیا گیا ہے جسے مولانا نے ایک قرار دیا ہوا ہے۔اس کے علاوہ مولانا نے خود تحقیق سے کام نہیں لیا جب کہ امام ذہبی نے دونوں رواۃ کا الگ الگ ترجمہ کیا ہے اور الگ الگ کتب میں کیا ہے۔جس میں پوری وضاحت موجود ہے اور اس بات کو ایک راوی پر محمول کرنا علمی بد دیانتی ہے یا علم اسماء الرجال سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔کیونکہ ابوالحسن بن عبداللہ بن جہضم کی وفات 407 یا 414 ہجری میں ہوئی ہے۔اس وقت تو دنیا میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ پیدا ابھی نہیں ہوئے تھے تو امام ذہبی اس راوی کا ذکر کیسے کرتے کہ اسی راوی نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کے

حالات وسیرت پر کتاب لکھی ہے؟ حیرت ہو رہی ہے مجھے تو مولانا صاحب پر!!!!

چلیں ہم جناب کو دونوں رواۃ کا فرق دکھا دیتے ہیں امام ذہبی کی تصریحات سے شیخ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جہضم کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں:

**علی بن عبد الله بن جهضم الزاهد أبو الحسن شيخ الصوفية بحرم مكة، ومصنف كتاب بهجة الاسرار. متهم بوضع الحديث.روى عن أبي الحسنعلي بن إبراهيم بن سلمة القطان، وأحمد بن عثمان الادمي، والخلدي، وطبقتهم.قال ابن خيرون: تكلم فيه.قال: وقيل إنه يكذب.وقال غيره: اتهموه بوضع صلاة الرغائب.توفى سنة أربع عشرة وأربعمائة.** (میزان الاعتدال ج3 ص142)

اور تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں:

**علی بن عبد الله بن الحسن بن جهضم بن سعيد. أبو الحسن البوراني الصوفي، نزيل مكة، ومصنف كتاب بهجة الأسرار في أخبار القوم.حدث عن: أبي الحسن علي بن إبراهيم بن سلمة القطان، وأبي سهل بن زياد القطان،وأحمد بن الحسن بن عتبة الرازي، وأحمد بن إبراهيم بن عطية الحداد وأحمد بن عثمان الأدمي، وعبد الرحمن بن حمدان الجلاب، وعلي بن أبي العقب، وأبي بكر بن أبي دجانة، وأبي بكر الرقي، وجمح بن القاسم المؤذن، وطائفة.قال: وكان ثقة، صدوقا، عالما، زاهدا، حسن المعاملة، مذكورا في البلدان، حسن المعرفة.وروى عنه أبو طالب محمد بن علي العشاري.قرأت على الأبرقوهي: أخبركم أحمد بن مطيع إجازة وسماعا في غالب الظن أنه قرأ على الشيخ عبد القادر بن أبي صالح الجيلي، أنا هبة الله السقطي، أنا أبو الفضل جعفر بن يحيى المكي، أنا الحسين بن عبد الكريم الجزري، أنا علي بن عبد الله بن جهضم الهمداني أنا علي بن محمد بن سعيد البصري، أنا أبي، أنا خلف بن عبد الله الصنعاني، حميد الطويل، عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه السلام: رجب شهر اللهوشعبان شهري، ورمضان شهر أمتي، ثم ذكر فضل ليلة صلاة الرغائب.والحديث موضوع، ولا يعرف إلا من رواية ابن جهضم. وقد اتهموه بوضع هذا الحديث.وقد رواه عنه عبد العزيز بن بندار الشيرازي نزيل مكة، وغيره.ولقد أتى بمصائب يشهد القلب ببطلانها في كتاب: بهجة الأسرار.** (تاریخ الاسلام ج28 ص351)

اور سیر اعلام النبلاء میں لکھتے ہیں:

**ابْنُ جَهْضَمٍ عَلِيُّ بنُ عَبْدِ اللهِ بنِ الحَسَنِ الهَمَذَانِيُّالشَّيْخُ، الإِمَامُ الكَبِيْر، شَيْخُ الصُّوْفِيَّة بِالحرمِ، أَبُو الحَسَنِ عَلِيُّ بنُ عَبْدِ اللهِ بنِ الحَسَنِ بن جَهْضَمٍ الهَمَذَانِيُّ المُجَاور، مُصَنِّف (بَهجَة الأَسرَار)، يَرْوِي فِيْهِ عَنْ أَبِي الحَسَنِ بنِ سَلَمَةَ القَطَّانِ، وَأَحْمَد بن عُثْمَانَ الأَدَمِيّ، وَعَلِيّ بن أَبِي العَقبِ، وَخَلْق.لَيْسَ بِثِقَةٍ بَلْ مُتَّهَمٌ، يَأْتِي بِمَصَائِب.قَالَ ابْنُ خَيْرُوْنَ: قِيْلَ: إِنَّهُ يكذب.قُلْتُ: سُقتُ أَخْبَاره فِي (التَّارِيْخ) وَ (المِيزَان).مَاتَ: سَنَةَ**

أَرْبَعَ عَشْرَةَ وَأَرْبَعَ مائَة. (سیر اعلام النبلاء، رقم 8194)

یہ تھا ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جہضم کا ترجمہ امام ذہبی کی کتب میں۔ اب آتے ہیں ابوالحسن علی بن یوسف الشطنوفی کے ترجمہ کی طرف۔ امام ذہبی علیہ الرحمہ ابوالحسن علی بن یوسف الشطنوفی کے بارے میں لکھتے ہیں:

**علی بن یوسف بن حریز اللخمی الشطنوفی الإمام الأوحد المقرء النحوی، نور الدین شیخ الإقراء، بالدیار المصریة، أبو الحسن أصله من الشام من البلقاء، ومولده بالقاهرة فی سنة أربع وأربعین وستمائة سمع من النجیب عبد اللطیف وجماعة، وقرأ بالروایات، علی التقی الجرائدی، والصفی خلیل، وهذه الطبقة فی حیاة الملیجی، فلو قرأ علیه لأضاف إلی فضائله علو الإسناد. تصدر للإقراء بالجامع الأزهر، وغیره وتكاثر علیه الطلبة، حضرت مجلس إقرائه فأعجبنی سمته وسكونه وكان ذا غرام بالشیخ عبد القادر الجیلی. جمع أخباره ومناقبه فی نحو من ثلاث مجلدات، وكتب فیها عمن أقبل وأدبر، فراج علیه فیها حكایات كثیرة مكذوبة. (معرفة القراء الكبار علی الطبقات والأعصار، الطبقة الثامنة عشرة ص 397)**

(نوٹ: معرفۃ القراء للذہبی کے نسخوں میں کچھ اختلاف ہے کیونکہ ڈاکٹر طیار آلتی قولاچ کی تحقیق سے چھپی کتاب میں" **فراج علیه فیها حكایات كثیرة مكذوبة** " کی جگہ" **فراج علیه فیها اباطیل و اكاذیب** " کے الفاظ ہیں۔ **(معرفة القراء الكبار علی الطبقات والأعصار ج 1 ص 1468 رقم 1177)**

اور تاریخ الاسلام میں حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

**قلت: كان الشیخ رضی الله عنه عدیم النظیر بعید الصیت رأسا فی العلم والعمل. جمع الشیخ نور الدین الشطنوفی المقریء كتابا حافلا فی سیرته وأخباره فی ثلاث مجلدات أتی فیه بالبردة وأذن الجرة وبالصحیح والواهی والمكذوب فإنه كتب فیه حكایات عن قوم لا صدق لهم كما حكوا أن الشیخ مشی فی الهواء من منبره ثلاث عشرة خطوة فی المجلس ومنها أن الشیخ وعظ فلم یتحرك أحد فقال: انتم لا تتحركون ولا تطربون یا قنادیل اطربی قال: فتحركت القنادیل ورقصت الأطباق وفی الجملة فكراماته متواترة ولم یخلف بعده مثله.** (تاریخ الاسلام ج 12 ص 263 رقم 23)

امام ذہبی نے واضح لکھا ہوا ہے کہ یہ" الشیخ نور الدین الشطنوفی المقری" ہے نہ کہ" نور الدین الھمدانی" جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ امام ذہبی نے ان کو الگ الگ ذکر کیا ہے اور پھر اس پر تفصیلی بات کی ہے لہذا مولانا شعیب صاحب کا اسے امام ذہبی کی طرف سے ایک راوی قرار دینا باطل ہے۔ واللہ اعلم

دوم مولانا شعیب صاحب لکھتے ہیں:

امام ذہبی سے توثیق بھی ثابت ہے۔ امام ذہبی ان امام جلیل کے زمانے میں تھے انکی مجلس مبارک میں نہ صرف حاضر ہوئے ہیں بلکہ انکے مداح ہوئے اور اپنی کتاب طبقات المقرئ میں ان کو" **الامام الاوحد** " کے لفظ سے یاد فرمایا یعنی امام یکتا، امام

الشان۔ ذہبی کے یہ دو لفظ تمام مدائح و مدارج توثیق و تعدیل و اعتماد و تعویل کو جامع ہیں فرماتے ہیں:

**علی بن یوسف بن جریر اللخمی الشطنوفی الامام الاوحد المقری نور الدین شیخ القراء بالدیار المصریة ابو الحسن اصله من الشام و مولده بالقاهرة سنة اربع واربعین وستمائة وتصدر للاقراء والتدریس بالجامع الازهر وقد حضرت مجلس اقرائه واستأنست بسمته وسکوتها۔**

**الجواب:** پہلے تو جناب نے علامہ احمد رضا خان مرحوم کی تقلید کی ہے خود تحقیق سے کام نہیں لیا، کیونکہ کتاب کے نام کے مسئلہ میں ان سے بھی تسامح ہوا ہے (فتاوی رضویہ ج 6 ص 574 سوفٹ ویر) کیونکہ امام ذہبی کی کتاب کا نام "طبقات المقرئین" نہیں ہے بلکہ "معرفة القراء الکبار علی الطبقات والاعصار" ہے۔ اس کے علاوہ علامہ احمد رضا خان مرحوم نے فتاوی رضویہ میں "الامام الاوحد" کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ یہ الفاظ سوفٹ ویر والے شاملہ میں موجود ہیں جب کہ میرے پاس جو "معرفة القراء" کا جو نسخہ ہے جو ڈاکٹر طیار آلتی قولاچ کی تحقیق سے چھپا ہے اس میں "**الامام البارع**" کے الفاظ ہیں۔ شاید نسخوں کا اختلاف ہو۔ واللہ اعلم۔ باقی "الامام الاوحد" سے جناب جو روایات وحدیث میں توثیق لے رہے یہ امام ذہبی کے منہج کے خلاف ہے کیونکہ امام ذہبی ایسے الفاظوں کے ساتھ اس بندے کا فن بتا دیتے ہیں کہ یہ کس فن کا امام ہے اور اس میں بھی امام ذہبی نے اپنی منہج بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ" **علی بن یوسف بن حریز اللخمي الشطنوفي الإمام الأوحد المقرئ النحوي نور الدين شيخ الإقراء**" الامام الاوحد کے ساتھ المقری النحوی اور ساتھ شیخ الاقراء بھی لکھ دیا ہے لہذا یہ قرات اور نحو میں امام الاوحد ہیں اور فن میں یہ امام نہیں ہیں ورنہ علی بن عبد اللہ بن الحسن ابن جہضم الہمدانی کو صوفیہ کے لئے امام الکبیر کہا ہے روایات وحدیث میں **لیس بثقة** قرار دیا ہے دیکھیں:

**ابْنُ جَهْضَمٍ عَلِيُّ بنُ عَبْدِ اللهِ بنِ الحَسَنِ الهَمَذَانِيُّ الشَّيْخُ، الإِمَامُ الكَبِيْرُ، شَيْخُ الصُّوْفِيَّةِ بِالحرمِ، أَبُو الحَسَنِ عَلِيُّ بنُ عَبْدِ اللهِ بنِ الحَسَنِ بن جَهْضَمٍ الهَمَذَانِيُّ المُجَاور، مُصَنِّفُ (بَهجَة الأَسرَار). يَرْوِي فِيْهِ عَنْ أَبِي الحَسَنِ بنِ سَلَمَةَ القَطَّانِ، وَأَحْمَدَ بن عُثْمَانَ الأَدَمِيِّ، وَعَلِيِّ بن أَبِي العَقبِ، وَخَلْقٍ. لَيْسَ بِثِقَةٍ، بَلْ مُتَّهَمٌ. يَأْتِي بِمَصَائِبَ. قَالَ ابْنُ خَيْرُوْنَ: قِيْلَ: إِنَّهُ يكذب. قُلْتُ: سُقتُ أَخْبَاره فِي (التَّارِيْخِ) وَ (المِيزَان). مَاتَ: سَنَةَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ وَأَرْبَعِ مائَة.** (سیر اعلام النبلاء، رقم 8194)

اس لئے فن کی تصریح ہونے پر صرف اسے اسی فن میں رکھا جائے گا نہ کسی اور فن میں بھی ثقہ قرار دیا جائے گا۔ باقی جناب نے امام ذہبی کی مکمل عبارت نقل نہیں کی کیونکہ امام ذہبی نے اس کے نیچے اس کی کتاب بہجۃ الاسرار کی روایات کے تبصرے میں فرماتے ہیں:

**حضرت مجلس إقرائه فأعجبني سمته وسکونه وکان ذا غرام بالشیخ عبد القادر الجیلي. جمع أخباره ومناقبه في نحو من ثلاث مجلدات، وکتب فیها عمن أقبل وأدبر، فراج علیه فیها حکایات کثیرة مکذوبة. (معرفة القراء الکبار علی الطبقات والأعصار، الطبقة الثامنة عشرة ص 397)**

لہذا امام ذہبی سے بہجۃ الاسرار کی توثیق لینا جناب کی کم علمی ہے مجھے لگتا ہے جناب نے خود امام ذہبی کی کتاب نہیں پڑھی کسی کے مضمون سے عبارات کاپی کی ہیں۔ (واللہ اعلم)

ثالثاً مولانا شعیب صاحب لکھتے ہیں:

امام ذہبی کو حضرات صوفیہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور انکے علوم الٰہیہ سے بہت کم عقیدت بلکہ تقریباً بالکلیہ مجانبت ہے۔ اور علم الجرح والتعدیل کا قاعدہ ہے متشدد کی جرح معتبر نہیں امام ذہبی صوفیاء کے حوالے سے متشدد ہیں جیسا کہ معلوم ومعروف ہے۔ انظر طبقات الشافعیہ للسبکی۔ لہٰذا انکی بات کو صوفیائے کرام کے اقوال وافعال کے معاملے میں لینے میں احتیاط برتی جائے گی۔

**الجواب:** امام ذہبی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ سے ہرگز کوئی کم عقیدت نہیں رکھتے تھے خود امام ذہبی حضرت شیخ علیہ الرحمہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

**الشيخ أبو محمد الجيلي الحنبلي الزاهد صاحب الكرامات والمقامات وشيخ الحنابلة رحمة الله عليه۔۔۔وكان إمام زمانه وقطب عصره وشيخ شيوخ الوقت بلا مدافعة.** (تاریخ الاسلام ج 12 ص 253 رقم 23)

باقی امام ذہبی حضرت شیخ علیہ الرحمہ کے بارے میں ہرگز متشدد نہیں تھے باقی باطل وضعیف روایات وحکایت کی تصریح کرنا نقاد کا حق ہوتا ہے۔ انہوں نے روایات وحکایات پر نقد کیا ہے نہ کہ حضرت شیخ علیہ الرحمہ پر۔ اس لئے یہاں ایسی باتوں کا سہارا لینا اصولاً باطل ہے۔ باقی رہی امام تاج الدین سبکی کی جرح تو اس کا جواب امام سخاوی علیہ الرحمہ نے اس طرح دیا ہے:

**بالغ السبكي في كلامه! مع ان الذهبي عمدته في جل التراجم و كونه هو -اي السبكي، قدزاد التعصب على الحنابلة، كما اسلفته، فشاركه فيما زعمه من التعصب ودعوى الغيبة.**

امام سبکی نے امام ذہبی پر کلام کرنے میں مبالغہ کیا ہے حالانکہ وہ اکثر تراجم میں عمدہ ہیں اور امام ابن سبکی تو خود حنابلہ کے ساتھ تعصب سے پیش آئے لہٰذا امام ذہبی کے بارے میں تعصب اور بے کلام کا دعوی کرتے کرتے خود اس میں گرفتار ہو گئے۔

**(حاشیہ قاعدة في الجرح والتعديل ص 40، الاعلان بالتوبيخ للسخاوی ج 1 ص 126)**

(نوٹ: ہم نے حاشیہ قاعدة فی الجرح والتعدیل کی عبارت نقل کی ہے امام سخاوی کی ذاتی کتاب میں عبارت تھوڑی مختلف ہے) اور جگہ بھی امام سخاوی نے امام ابن سبکی کی جرح کا رد کیا ہے لیکن حوالے کے لئے اتنا کافی ہے۔ باقی اس مسئلہ میں امام ذہبی اکیلے نہیں ہیں ان کے ساتھ امام ابن رجب حنبلی، امام ابن وردی، امام کمال جعفر الافودی اور امام ابن حجر عسقلانی شافعی وغیرہ بھی ہیں۔ لہٰذا یہاں اس طرح کا اعتراض کرنا باطل ہے۔ واللہ اعلم

رابعاً مولانا شعیب صاحب لکھتے ہیں:

اشاعرہ کے ساتھ انکا برتاؤ معلوم ہے خود انکے تلمیذ اجل امام تاج الدین سبکی ابن امام اجل برکۃ الانام تقی الملۃ والدین علی بن عبد الکافی قدس سرہما نے تصریح فرمائی کہ

**شيخنا الذهبي اذا مر باشعري لا يبقي ولا يذر** اور امام اجل صاحب بجہ اشعری ہیں۔

**الجواب:** اس بات کا جواب اوپر ہو چکا ہے۔

خامساً مولانا شعیب صاحب لکھتے ہیں:

معاصرت دلیل منافرت ہے اور امام ذہبی ان امام جلیل کے زمانے میں تھے انکی مجلس مبارک میں حاضر ہوئے ہیں۔

**الجواب:** امام ذہبی اس مسئلہ میں اکیلے نہیں ہیں اور ناقدین حدیث بھی ان کے ساتھ ہیں جیسے امام ابن رجب حنبلی امام ابن وردی، امام الادفوی اور امام ابن حجر عسقلانی وغیرہ لہذا یہاں یہ اعتراض بنتا ہی نہیں ہے۔

سادساً مولانا شعیب صاحب لکھتے ہیں جب دوسری جانب بھی کثیر ائمہ ہیں مثلا حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ عبدالحق دہلوی، شیخ جزری، خود امام ذہبی وغیرہ تو یہ قبول کیوں نہیں ہے؟؟ لہذا طعن و تشنیع نہ ہو تو بہتر ہے۔

**الجواب:** امام ذہبی کے تعلق سے اوپر جواب ہو چکا ہے۔امام ابن حجر عسقلانی نے خود صاحب بہجۃ الاسرار کو حاطب اللیل قرار دیا ہے:

**ولاشك انه من ليست له بصيرة بنقد الرواة ثم قصد الاكثار فانه يصير حاطب ليل يجمع الغث والسمن وهو لا يدري وهذا حال جامع "البهجة** (الجواہر الدرر للسخاوی ص 942)

الجواہر الدرر کے دوسرے نسخہ میں ”الرواۃ“ کی جگہ ”الروایۃ“ کے الفاظ ہیں۔(واللہ اعلم)

حاطب اللیل بندہ صحیح و غلط کی تمیز کیے بغیر سب کچھ اپنی کتاب میں لکھ دیتا ہے اس لئے اس کی کتاب میں موجود روایات کی تحقیق کی جائے گی۔

امام جزری نے بھی قبول نہیں کیا بلکہ خود امام ذہبی کی جرح نقل کر کے اس جرح کی تردید ہی نہیں کی ہے۔امام جزری الشطنوفی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

**قال الذهبي: وكان ذا غرام بالشيخ عبد القادر الجيلي. جمع أخباره ومناقبه في نحو من ثلاث مجلدات، وكتب فيها عمن أقبل وأدبر، فراج عليه فيها حكايات كثيرة مكذوبة** (غایۃ النہایۃ للجزری ج 1 ص 517)

پھر آگے امام ذہبی کی جرح کی تردید کیے بغیر اپنی اجازت کتاب کی بات کی جس سے واضح ہو جاتا ہے اجازت کتاب سے اس کتاب میں موجود تمام روایات کی اس امام کے نزدیک تصحیح نہیں ہوتی۔

باقی شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کو رواۃ او رنقد پر مہارت تامہ حاصل نہ تھی اس لئے یہاں ان کا جواب دینا درست نہیں۔

سابعاً مولانا شعیب صاحب لکھتے ہیں کرامات از قبیل فضائل ہیں جس میں ضعیف کی تمام اقسام سوائے موضوع کے اور شہرت و تلقی بھی کافی ہے الّا یہ کہ شرع کے مخالف معلوم ہو۔

**الجواب:** اگر اس طرح کی حکایات قبیل فضائل سے تعلق رکھتی تو اتنے بڑے ائمہ و ناقدین اس طرح کی حکایات و روایات پر نقد کر کے اس کا رد نہ کرتے اور امام ذہبی کو یہ نہ کہنا پڑتا:

**قلت ليس في كبار المشائخ من له أحوال و كرامات أكثر من الشيخ عبد القادر لكن كثيرا منها لا يصح وفي بعض ذلك أشياء مستحيلة** (سیر اعلام النبلاء ج 20 ص 451)

میں (حافظ ذہبی رحمہ اللہ) کہتا ہوں کہ کبار اولیاء و مشائخ میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں گزرا جس کی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کرامتیں معروف ہوں، تاہم شیخ جیلانی رحمہ اللہ کی طرف جو کرامتیں منسوب ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر درست نہیں بلکہ بعض تو ویسے ہی

ناممکنات میں سے ہیں۔

**وفی الجملة الشیخ عبد القادر کبیر الشان وعلیه مآخذ فی بعض أقواله ودعاویه والله الموعد وبعض ذلك مکذوب علیه** (سیر اعلام النبلاء ج 20 ص 451)

حاصل بحث یہ ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ بڑی اونچی شان کے مالک تھے مگر اس کے باوجود ان کے بعض اقوال اور دعوے قابل مؤاخذہ اور محلِ نظر ہیں جنہیں ہم اللہ ہی کے سپرد کرتے ہیں جب کہ بعض تو محض جھوٹ کا پلندہ ہیں جنہیں ان کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

ثامناً مولانا شعیب صاحب لکھتے ہیں:

راویان کرامات کے لیے مثل رواۃ حدیث عدالت وثقاہت وضبط کی شرط لگانا کہاں لکھا ہے؟ آنجناب کو بھی معلوم ہے کہ ہر فن وعلم کے اصول وقواعد جداگانہ ہیں۔

**الجواب:** روایان کرامات کی توثیق کا مسئلہ رواۃ احادیث کی طرح نہ ہوتا تو اتنے جید ائمہ بہجۃ الاسرار کی روایات وحکایات اور ان کے رواۃ پر نقد نہ کرتے بلکہ بنا کچھ کہے مان لیتے۔ ویسے امام طحاوی حنفی نے بھی اس پر ایک قاعدہ بیان کیا ہے:

**و نومن بما جاء من کراماتهم، و صح عن الثقات من روایاتهم.** (عقیدہ طحاویہ مترجم ص 15)

اولیاء کی کرامات کو ہم مانتے ہیں اور جو ان کی کرامات ثقات سے روایت ہوں ان کو صحیح سمجھتے ہیں۔

اب اگر کرامات کے رواۃ کا تعلق اور فن سے ہوتا تو امام طحاوی اس بات کا ذکر یہاں نہ کرتے۔ باقی جناب آپ کے پاس کون سا ہے ذریعہ ہے کرامات کے رواۃ کی توثیق جاننے کے لئے ذرا وہ ہمیں تو بتائیں؟؟؟؟

تاسعاً مولانا شعیب صاحب لکھتے ہیں:

اگر بالفرض اس کتاب کے روات میں ضعیف روات ہو تب بھی مضر نہیں اس لئے کہ اس کی متابعات اور شواہد موجود ہیں جس کی وجہ سے یہ درجہ ضعف سے نکل کر درجہ قوت میں داخل وشامل ہے، امام عمر بن عبد الوہاب عرضی حلبی نے اپنے نسخہ میں کتاب مبارکہ بہجۃ الاسرار شریف میں لکھا:

**قد تتبعتها فلم اجد فیها نقلا الا وله فه متابعون وغالب ما اورده فیها نقله الاشفعی فی اسنی المفاخر وفی نهر المحاسن وروض الریاحنا وقال شمس الدین الزکی الحلبی ایضا فی کتاب الاشراف و اعظم شیء نقل عنه انه احیی الموتی کاحاوثه الدجاجة ولعمری ان هذه القصه نقلها تاج الدین السبکی ونقل ایضا عن ابن الرفاعی وغرحه وانّٰی لغبی جاهل حاسد ضعی عمرة فی فهم ما فی السطور وقنع بذٰلك عن تزکیة النفس واقبالها علی الله سبحٰنه وتعالٰی وان یفهم ما یعطی الله سبحٰنه وتعالٰی اولیاءه من التصریف فی الدنیا والأخرة ولهذا قال الجند التصدیق بطریقتنا .....**

میں نے اس کتاب بہجۃ الاسرار شریف کو اول تا آخر جانچا تو اس میں کوئی روایت ایسی نہ پائی جسے اور متعدد اصحاب نے روایت نہ کی ہو

اور اس کی اکثر روای امام یافعی نے اسنی المفاخر ونشر المحاسن وروض الریاحین میں نقل کر دیے ہیں۔ یوں ہی شمس الدین زکی حلبی نے کتاب الاشراف میں اور سب سے بڑی چیز جو بہجۃ شریفہ میں نقل کی حضور کا مردے جلانا ہے۔ جیسے وہ مرغ زندہ فرمادیا، اور مجھے اپنی جان کی قسم یہ روایت امام تاج الدین سبکی نے بھی نقل کی، اور یہ کرامت ابن الرفاعی وغرشہ اولاب ء سے بھی منقول ہوئی، اور کہاں یہ منصب کسی غبی جاہل حاسد کو جس نے اپنی عمر تحریر سطور کے سمجھنے میں کھوئی اور تزکیہ نفس وتوجہ الی اللہ چھوڑ کر اسی پر بس کی کہ اسے سمجھ سکے جو کچھ تصرفوں کی قدرت اللہ عزوجل نے اپنے محبوبوں کو دنیا وآخرت میں عطا فرماتا ہے، اسی لئے سیدنا جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہمارے طریقے کا سچ ماننا بھی ولایت ہے۔

**الجواب:** علامہ شمس الدین الزکی حلبی کو امام ذہبی جیسے مہارت تامہ حاصل نہیں۔ جب امام خود امام ذہبی کو ان کے ہم عصر علامہ الشطنوفی کی روایات وحکایات کے متابع نہ مل سکے بعد والوں کو کیا ملے ہوں گے؟ اس کے علاوہ امام ابن رجب حنبلی جیسے جید ترین ائمہ ناقد کو بھی متابع نہ مل سکے ورنہ ان کو کیا ضرورت تھی اس طرح کے نقد کرنے کی؟ یہ علامہ حلبی کا مبالغہ بلا دلیل کے ہے ورنہ ان سے بڑے ائمہ جن کو مہارت تامہ حاصل ہے انہوں نے تو اس کی اسناد اور رواۃ کا مطالعہ کر کے نقد کیا ہے۔ ویسے بھی حقیقت یہی ہے کہ بہجۃ الاسرار کی روایات کے متابع موجود نہیں، کوئی بھی اہل علم اس کتاب کی روایات کی تحقیق کر لے۔ لہذا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے جب تک ثابت نہیں کیا جائے۔ باقی کسی امام کو بلا دلیل کے غبی اور حاسد کہنا باطل ہے۔ باقی مجھے عمر بن عبد الوہاب عرضی حلبی کے بارے میں کچھ پتہ نہ چل سکا کہ یہ کون ہے؟ اور ان کی ثقاہت کیسی ہے۔ (واللہ اعلم)

عاشراً مولانا شعیب صاحب لکھتے ہیں:

اگر بالفرض کتاب بہجۃ الاسرار کی روایات ضعیف ہوں لیکن علماء محدثین کا ان سے بلا نکیر استدلال کرنا، روایات نقل کرنا، تلخیص کرنا اور اجازتیں دینا- اس سے بھی اس کا ضعف ختم ہوجاتا ہے یعنی تلقی العلماء بالقبول کے درجے میں ہے۔

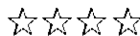
**الجواب:** یہ کس نے قاعدہ بنایا ہے کہ بلا نکیر نقل کرنے سے تلخیص اور اجازتیں دینے سے اس کتاب میں موجود روایات کی تصحیح ہوجاتی ہے؟ اور اس کا ضعف ختم ہوجاتا ہے؟ اس کے لئے کوئی حوالہ دیں ورنہ ہماری طرف امام ذہبی کا ایک حوالہ لیں۔ امام ذہبی فرماتے ہیں:

**وقد تقرر أن الواقدی ضعیف، یحتاج إلیه فی الغزوات والتاریخ، ونورد آثاره من غیر احتجاج**

(سیر اعلام النبلاء ج 8 ص 469 رقم 172)

اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ واقدی ضعیف ہے اس کی روایات کی طرف حاجت غزوات اور تاریخ میں ہو رہی ہے اور ہم اس کی روایات کو دلیل بنائے بغیر ہی وارد کرتے ہیں۔

مولانا شعیب صاحب کی تحریر کا جواب مکمل ہوا۔ الحمد للہ اللہ عزوجل ہمیں حق کہنے اور سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے اور حاسدین کے شر سے محفوظ فرمائے۔ (آمین) رضاء العسقلانی شافعی اشعری غفر اللہ لہ 19 دسمبر 2019ء



# ہمارا امام اور تمہارا امام

ہم ذیل میں اپنے امام- امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور رضا خانیوں کے امام رضا خان کا تقابل اور موازنہ پیش کر رہے ہیں۔ اگر چہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے میں رضا خان صاحب کی قطعاً کوئی حیثیت ہی نہیں ؎

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور رضا خان صاحب کا تقابل کرنا قریب قریب ایسا ہی ہے جیسے "سنت" اور "بدعت" کا تقابل کرنا۔ تاہم چونکہ عیار رضا خانی اپنے امام کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں اور ان کی فرضی و جعلی تعریف و توصیف سے سادہ لوح مسلمان دھوکہ کھا جاتے ہیں اس لئے ہم امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور رضا خانصاحب کے بعض واقعات کو بصورتِ تقابل ہی پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں، تا کہ ہمارے سادہ مسلمان بھائی آسانی سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام اور رضا خان صاحب کی حقیقت کو سمجھ سکیں۔

## (۱) ہمارے امام رحمۃ اللہ علیہ کا حلیہ

"امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خدا نے حُسنِ سیرت کے ساتھ جمالِ صورت بھی دیا تھا۔ میانہ قد، خوش رو اور موزوں اندام تھے۔ گفتگو نہایت شریں اور آواز بلند اور صاف تھی"۔ (سیرۃ النعمان ص ۹۰)

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت خوب صورت اور نہایت خوش لباس تھے۔ آپ کی ریشِ مبارک نہایت خوبصورت تھی"
(امام اعظم ابوحنیفہ ص ۲۷۳)

## تمہارے امام کا حلیہ

کہتے ہیں کہ احمد رضا خان صاحب کا رنگ بہت سیاہ تھا اور خان صاحب کے مخالفین خان صاحب کو اس کی سیاہ روئی پر عار دلایا کرتے تھے اور اس کا اقرار خود خان صاحب کے بھتیجے نے بھی کیا ہے کیونکہ اس نے لکھا ہے......کہ وہ اپنے ابتدائی دور میں سانولے تھے اور جد و جہد نے ان کا رنگ اور بھی متغیر کر ڈالا اور چہرہ کی (رہی سہی) تر و تازگی (بھی) ختم کر دی......ان کی دائیں آنکھ بھی خراب تھی اور نزول ماء کے باعث نظر میں خرابی آ گئی تھی اور طویل مدت تک انہوں نے اس کا علاج (بھی) کیا لیکن آنکھ آخر حیات تک درست نہ ہو سکی۔ یہاں تک کہ ایک بار ان کے سامنے کھانا یعنی سالن اور روٹیاں رکھ دی گئیں تو انہوں نے سالن کھا لیا اور شوربا پی لیا اور روٹیاں دیکھ نہ سکے۔ جب ان کی بیوی نے ان سے پوچھا تو کہا کہ میں نے روٹیاں دیکھی ہی نہیں۔ حالانکہ وہ ان کے سامنے سالن کے پہلو میں رکھی ہوتی تھیں۔

## (۲) ہمارے امام رحمۃ اللہ علیہ کی نماز

ذکر و عبادت میں ان کو مزہ آتا تھا اور بڑے ذوق و خلوص سے ادا کرتے تھے۔ اس باب میں ان کی شہرت ضرب المثل ہو گئی تھی۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ان کی پرہیز گاری اور عبادت کے واقعات تواتر کی حد تک پہنچ گئے ہیں۔ اکثر نماز میں یا قرآن پڑھتے وقت

رقت طاری ہوتی تھی اور گھنٹوں رویا کرتے تھے۔ایک دفعہ نمازِ فجر میں امام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت پڑھی۔ **وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ** (اور خدا کو ظالموں کے کردار سے غافل نہ سمجھنا) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ سارا بدن کانپنے لگا۔ایک بار نماز میں یہ آیت پڑھی **بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ**۔ (قیامت گنہگاروں کا وعدہ گاہ ہے اور قیامت سخت مصیبت کی چیز اور ناگوار چیز ہے) اس آیت میں رات ختم ہوگئی۔بار بار پڑھتے اور روتے جاتے تھے۔(سیرۃ النعمان ص ۱۰۴-۱۰۵)

## تمہارے امام کی نماز

جناب مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی کا بیان ہے کہ امام احمد رضا نماز میں اس قدر احتیاط اور جزئیات مسائل کا ایسا اہتمام فرماتے کہ عام تو عام اکثر علماء اس پر عمل کرنا تو درکنار اس کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ایک سال امام احمد رضا کی مسجد میں بیس رمضان المبارک سے میں معتکف ہوا۔جب چھبیس رمضان المبارک کی تاریخ آئی تو امام احمد رضا نے بھی اعتکاف فرمالیا۔قبل اعتکاف ایک دن کا واقعہ ہے کہ عصر کے وقت حضور امام احمد رضا تشریف لائے اور نماز پڑھا کر تشریف لے گئے۔میں مسجد کے اندر کونے میں چلا گیا۔تھوڑی دیر میں ایک صاحب آئے اور مجھ سے کہنے لگے۔آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے۔میں نے کہا کہ ابھی حضور کے پیچھے پڑھی ہے تو ان صاحب نے تعجب سے کہا کہ حضور تو اب پڑھ رہے ہیں۔میں نے بھی سنا تو نہایت تعجب کیا اور یقین نہ ہوا اس لیے کہ نمازِ عصر کے بعد کوئی نماز داخل نہیں اور امام احمد رضا نے ہم لوگوں کے سامنے نماز پڑھی اور پڑھائی ہے اور ابھی مغرب کا وقت نہیں۔پھر اگر کوئی غلطی ہوگئی ہوتی تو سب کو اعادہ کرنے کا حکم فرماتے غرض مجھ کو بڑی حیرت ہوئی۔انہوں نے پھر کہا دیکھ لیجئے پڑھ رہے ہیں۔تب میں نے آگے بڑھ کر دیکھا تو واقعی نماز پڑھ رہے تھے۔منتظر کھڑا رہا جب سلام پھیرا تو میں نے عرض کیا حضور! میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ابھی نماز پڑھائی ہے اور پھر پڑھ رہے ہیں۔نوافل کا بھی اس وقت سوال نہیں۔تو امام احمد رضا نے ارشاد فرمایا کہ قعدہ اخیر میں بعد تشہد حرکتِ نفس سے میرے انگرکھے کا بند ٹوٹ گیا تھا۔چونکہ نماز تشہد پر ختم ہوجاتی ہے اس وجہ سے آپ لوگوں سے نہیں کہا اور گھر جاکر بند درست کرا کر اپنی نماز احتیاطاً پھر سے پڑھ لی۔(انوار رضا ص ۲۵۷)

بعد تشہد یعنی عین درود پاک پڑھتے وقت حضرت کا نفس حرکت میں آیا اور اس زور سے کہ انگرکھے کا بند توڑ دیا۔یہاں یہ بھی غور کریں کہ خان صاحب حالت اعتکاف میں تھے اور گھر چلے گئے جس سے ان کا اعتکاف ٹوٹ گیا پھر نہ معلوم موصوف نے اس اعتکاف کی قضاء کی یا نہیں؟

## (۳) ہمارا امام رحمۃ اللہ علیہ اور تکفیرِ مسلم

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ حتی الامکان مومن کے فعل کی تاویل کرتے تھے اور اس پر کفر کا فتویٰ لگانے سے گریز فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ ایک شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے لیکن وہ میتہ (مردار یعنی بغیر ذبح کے) کھانے کو جائز کہتا ہے۔بلا رکوع وسجود کے نماز پڑھتا ہے۔بن دیکھے شہادت دیتا ہے۔"فتنہ" کو محبوب رکھتا ہے۔یہود ونصاریٰ کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ مومن ہے۔میتہ سے اس کی مراد مچھلی ہوگی۔بلا رکوع وسجود والی نماز سے مراد نمازِ جنازہ ہوگی۔بن دیکھے گواہی کا مطلب یہ ہے کہ خدا اور رسول کو دیکھے بغیر مانتا ہے اور کلمہ شہادت پڑھتا ہے۔فتنہ سے مراد مال و اولاد ہے کہ قرآن نے مال و اولاد کو فتنہ بھی کہا ہے۔یہود و نصاریٰ کے اس قول کی تصدیق کرتا ہے۔ **لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ**... **لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ**۔امام صاحب کا یہ جواب سن کر اہلِ محفل آپ کا منہ

حیرت سے تکنے لگے۔ (موفق ج ا ص ۱۰۲)

## تمہارا امام اور تکفیرِ مُسلم

مسلمانوں کو کافر کہنا احمد رضا خان کا محبوب مشغلہ تھا۔ اس کا شغلِ تکفیرِ مسلم ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اُس نے خود اور اُس کے حواریوں نے بیشمار مسلمانوں پر کفر وارتداد کے ظالمانہ واحمقانہ فتوے لگائے ہیں۔

تاریخ میں رضا خان صاحب سے بڑا مکفر نہیں مل سکتا۔ اس شخص کو کوئی ایسا عارضہ تھا کہ جب تک تھوک کے حساب سے مسلمانوں کو کافر نہ کہہ دیتا اسے چین ہی نہ آتا تھا۔ اس نے اور اسکے متبعین نے قریب قریب ساری دنیا کو غیر مسلم قرار دیا ہے۔ مثلاً مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، بانئ پاکستان محمد علی جناح اور ان کے تمام ساتھی، علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ، حالی اور دوسرے لاتعداد مشاہیر مسلمان ان کے فتوؤں کی رو سے کافر و مرتد ہیں اور ان کو مسلمان ماننے والے یا ان کے کفر میں شک کرنے والے بھی کافر ہیں۔ خان صاحب کے متبعین نے مسلم لیگ اور بعض دیگر مسلم جماعتوں کو بھی کافر قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک اہلِ عرب خصوصاً امام کعبہ اور امام مسجد نبوی بھی کافر ہیں اور ان کی اقتداء میں نماز ادا کرنے والے بھی کافر ہیں، گویا ان ظالموں کے نزدیک حج سے واپس لوٹنے والے گناہوں سے پاک ہو کر نہیں بلکہ ایمان سے محروم ہو کر لوٹتے ہیں۔ **قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ**o

## (۴) ہمارا امام رحمۃ اللہ علیہ اور نوافل

زائدہ کہتے ہیں کہ مجھ کو ایک ضروری مسئلہ دریافت کرنا تھا۔ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نمازِ عشاء میں شریک ہوا اور منتظر رہا کہ نوافل سے فارغ ہوں تو دریافت کروں۔ وہ قرآن پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہنچے۔ **وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ** (اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیا) بار بار اس آیت کو پڑھتے تھے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ (سیرۃ النعمان ص ۱۰۵)

سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایامِ حج میں مکہ معظمہ میں امام ابوحنیفہؒ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ نماز پڑھنے والا نہیں آیا۔ حضرت محارب بن وثار کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ اچھا شب بیدار نہیں دیکھا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پوری رات نماز اور دعاء میں گزارتے تھے۔ (امام اعظم ابوحنیفہ ص ۳۷۹، ۳۸۰)

## تمہارا امام اور نوافل

خان صاحب نوافل بالکل نہیں پڑھتے تھے، وہ اس سعادت سے یکسر محروم تھے۔ خود فرماتے ہیں:

''پہلی بار کی حاضری میں منی شریف کی مسجد میں مغرب کے وقت حاضر تھا۔ اس وقت میں وظیفہ بہت پڑھا کرتا تھا۔ اب تو بہت کم کر دیا ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں، لیکن الحمد للہ سنتیں کبھی نہ چھوڑیں۔ نفل البتہ اسی روز سے چھوڑ دیے ہیں''۔ (الملفوظ حصہ چہارم ص ۴۵)

واضح رہے کہ بڑے حضرت پہلی بار ۱۸۷۸ء میں سعودی عرب گئے تھے اور ان کی وفات ۱۹۲۱ء میں ہوئی۔ یعنی تقریباً ۴۳ یا ۴۴ سال کے طویل عرصہ میں رضا خانیوں کے امام کو ایک روز بھی نفل ادا کرنے کی توفیق میسر نہ آسکی اور وظیفہ بھی بہت کم کر دیا۔ کیونکہ انہیں مسلمانوں کو کافر بنانے کے حیلے بہانے تراشنے سے ہی فرصت نہ ملتی تھی۔ جی ہاں جب انسان ناپسندیدہ کاموں میں لگا رہتا ہے تو بالآخر توفیق

خیر سلب ہو جاتی ہے۔

کیا کوئی رضا خانی یہ بتا سکتا ہے کہ وہ کون سی حالت ہوتی ہے کہ سنتیں معاف ہو جائیں اور کیا ایسی بھی کوئی حالت ہوتی ہے کہ فرض ہی معاف ہو جائیں؟ کیا بہت سے نام نہاد پیر نماز اس لیے نہیں پڑھتے کہ وہ اپنی وہ حالت پاتے ہیں کہ سنتیں ہی نہیں فرض بھی معاف ہو جاتے ہیں!!!!

## (۵) ہمارا امام رحمۃ اللہ علیہ اور ذوقِ عبادت ومصروفیات

حضرت مسعر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں آیا تو امام صاحب نے صبح کی نماز پڑھ کر تعلیم کا حلقہ لگایا اور ظہر تک پڑھاتے رہے، پھر ظہر کی نماز کے بعد عصر تک درس میں مشغول رہے، پھر مغرب کی نماز پڑھی اور عشاء تک درس میں مصروف رہے۔ میں نے دل میں سوچا کہ سارا دن تو یہ آدمی پڑھاتا رہتا ہے تو عبادات کیلئے کس وقت فارغ ہوتا ہے؟ تو میں بھی ان کے ساتھ جڑ جاؤں گا۔ پھر جب لوگ آرام کیلئے چلے گئے اور سو گئے تو امام صاحب مسجد کی طرف نکلے خوب خوشبو لگا کر گویا پہلی رات کی دلہن ہوں اور نماز کیلئے کھڑے ہو گئے اور صبح تک نماز پڑھتے رہے پھر طلوع فجر کے وقت گھر گئے کپڑے پہنے اور صبح کی نماز پڑھی اس کے بعد وہی معمول رہا جو پہلے دن تھا۔ دوسرے دن بھی اور پھر تیسرے دن بھی ان کا یہی معمول رہا۔ میں نے اس کے بعد دل میں فیصلہ کر لیا کہ اب ان کی چوکھٹ کا غلام رہوں گا یہاں تک کہ مجھے موت آجائے یا امام صاحب وفات پاجائیں۔ پس میں نے ان کو دن میں کبھی افطار (بغیر روزے کے نہیں دیکھا) اور رات میں (بغیر عبادت کے) سوتے نہیں دیکھا۔ امام صاحب ظہر کے وقت مختصر قیلولہ کرتے تھے۔ حضرت مسعر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات امام صاحب کی مسجد ہی میں بحالتِ سجدہ ہوئی۔ (عقود الجمان، ص ۳۲۰)

## تمہارا امام اور ذوقِ عبادت

یہ تو تھا امام اعظم کا ذوقِ عبادت اور درس وتدریس کا ذوق جب کے اس کے مقابلے میں خان صاحب کا حوالہ گذر چکا کہ موصوف اپنے لئے سنت بھی معاف سمجھتے البتہ پڑھ لیتے لیکن نوافل کے عادی نہ تھے۔ تہجد، اعتکاف، ذکر واذکار طویل نمازیں، ختم القرآن کا کوئی ذکر ان کی سوانح میں ہمیں نہیں ملا۔ اس سب کے بعد بھی کس قدر ڈھٹائی سے ''امام اعظم'' کے مقابلے میں انہیں ''مجددِ اعظم'' بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔

## (۶) ہمارے امام رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

اپنے شاگرد قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو وصیت فرمائی:

☆ اللہ سے ڈرنے کو اور امانت ادا کرنے کو اور تمام عوام وخواص کی خیر خواہی کو لازم پکڑلو۔

☆ حق بات بیان کرتے وقت کسی کی جاہ وحشمت کی پروانہ کرنا اگر چہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔

☆ موت کو یاد رکھو، اپنے استادوں کے لیے اور ان سب کے لیے مغفرت کی دعا کرو جن سے تم نے دین حاصل کیا ہے۔

آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ میں تجھے چند وصیتیں کرتا ہوں اگر تم نے ان کو یاد رکھا اور ان پر عمل کرتے رہے تو مجھے اُمید ہے کہ ان شاء اللہ دنیا و آخرت میں سعادت مند رہو گے، فرمایا:

☆ تقویٰ اختیار کرو، اپنے اعضاء و جوارح کو گناہوں سے محفوظ رکھو اور اللہ کے احکام پر پوری طرح قائم رہو۔

☆ فضول باتوں اور فضول کاموں میں پڑنے سے اپنے آپ کو علاحدہ رکھو۔

☆ اللہ کے ذکر کی کثرت کرو اور رسولِ اکرم ﷺ پر کثرت سے درود بھیجو۔

☆ اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک کو مضبوطی سے پکڑو اور جہالت والوں اور گمراہوں سے پرہیز کرو۔ (وصایا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ)

نیز آپ نے یہ بھی وصیت فرمائی تھی کہ انہیں (یعنی امام صاحب کو) خیزران میں دفن کیا جائے (کیونکہ یہ جگہ آپ کے خیال میں مغصوبہ نہ تھی)۔ (سیرۃ النعمان)

## تمہارے امام کی وصیّت

☆ ہفتہ میں دو تین باران اشیاء میں سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز گرچہ بھینس کے دودھ کا ہو، مُرغ کی بریانی، مرغ کا پلاؤ، بکری کا شامی کباب، پراٹھے اور بالائی، فیرنی، اردکی پھریری دال مع ادرک ولوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی اور سوڈے کی بوتل (وصایا شریف احمد رضا خان)

☆ اور میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ (وصایا شریف)

## (۶) ہمارا امام رحمۃ اللہ علیہ اور حدیثِ رسول ﷺ

**عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ لوكان العلم بالثريا لتناوله رجال من ابناء فارس** (متعدد کتب حدیث شریف) یعنی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ علم اگر ثریا میں بھی ہو تو فارس والے اسے حاصل کر کے رہیں گے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فارسی النسل تھے اس لیے علمائے احناف اور بہت سے دوسرے مسالک کے علماء کے نزدیک اس حدیث شریف کے مصداق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور اس حدیث میں آپ ہی کی بشارت اور آپ ہی کی فضیلتِ علمی کو بیان فرمایا گیا ہے۔

## تمہارا امام اور حدیثِ رسول ﷺ

**عن عبد الله بن الزبير قال قال رسول الله ﷺ لا تَقُوْمُ السّاعَة حتى يخرُجَ ثَلٰثُون كذّاباً دَجّالاً مِنْهُمْ المُسَيلَمَة والعنسى والمختار** " (ترجمان السنۃ جلد چہارم ص ۴۹۶ بحوالہ ابویعلیٰ فتح الباری)

حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت نہیں قائم ہوگی یہاں تک کہ تیس جھوٹے دجال پیدا ہوں گے جن میں سے "المسیلمہ" "العنسی" "والمختار" ہیں۔

اس حدیث شریف میں ایک دجال کا نام المختار بتایا گیا ہے۔ ادھر خان صاحب کا بھی ایک نام المختار ہے اس لئے ہم تحقیق کر رہے ہیں کہ حدیث پاک کا مصداق کون ہے۔ ہم بے تحقیق کسی کو حدیثِ پاک کا مصداق نہیں ٹھہرا سکتے۔ یہ کام رضاخانیوں کا ہے کہ بڑی بے باکی سے احادیث وآیات کا من پسند مطلب بیان فرما دیتے ہیں۔ ہم بفضلہ تعالیٰ یہ جسارت نہیں کر سکتے۔ تحقیق کے بعد اگر ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ اس سے مراد خان صاحب ہی ہیں تو ہم اپنے سادہ لوح مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کی خاطر انہیں ضرور آگاہ کر دیں گے۔ اس سلسلے میں ہم رضاخانیوں سے بھی یہ گذارش کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بتا دیں کہ ان کے نزدیک اس حدیث میں المختار سے کون مراد ہے؟ اور کیوں؟ تا کہ ان کے دلائل وبیان کی روشنی میں ہمیں تحقیق کرنے اور صحیح نتیجہ اخذ کرنے میں آسانی رہے!!!!

# خان صاحب کی فحش گوئی کے چند نمونے

قارئین کرام! دنیا میں اختلاف ہمیشہ سے ہوتے چلے آئے ہیں کوئی قرن کوئی دور اس سے خالی نہیں رہا اس لئے اختلاف پیدا ہوجانا کوئی انوکھی یا اچھنبے کی بات نہیں

گلہائے رنگا رنگ ہے رونق چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہ زیب اختلاف سے

اہل حق کا اہل باطل سے اختلاف بھی ہوتا آیا ہے۔لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اہل حق نے اہل باطل کے خلاف گندی فحش اور بازاری زبان استعمال کی ہو۔لیکن بریلوی مذہب کے بانی احمد رضا خان المختار صاحب اور ان کی ذریت نے جو زبان اپنے مخالفین کیلئے استعمال کی اور وہ بھی خالص مذہبی لٹریچر میں اسے دیکھ کر ان کی شرافت و متانت بلکہ چال چلن اور کیریکٹر کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ یہ کس قماش کے لوگ ہیں۔ہم اپنی اس تحریر میں انہی فحش زبانیوں کو مختصر طور پر درج کریں گے،یقین جانیں جب یہ حوالے ہمارے سامنے آئے تو ہمارا دل جانتا ہے کہ کس کرب و اکراہ کی حالت میں ہم نے یہ سب کچھ پڑھا۔کتنی بار درمیان میں رک کر،ناک بند کرکے،متلی کو روک کر استغفار کی کچھ تسبیحات کے ورد کے بعد کتنی قسطوں میں یہ انتہائی بدبودار جملے اور اکثر اوقات طویل عبارتیں پڑھیں۔ہمیں یقین ہے کہ اگر آپ ''بریلوی فوبیا'' میں مکمل طور پر مبتلا ہوکر آپ اپنے انسانی تہذیبی اخلاقی جوہر سے یکسر محروم نہیں ہوچکے ہیں تو اس فحش تحریری ریکارڈ کو پڑھتے ہوئے آپ کو بھی اسی کرب سے گذرنا ہوگا جس سے ہم کو گذرنا پڑا تھا۔

البتہ ہم اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر حلفیہ اپنا ایمان بتاتے ہیں کہ اگر ہمارے مرشد سے محفلوں میں،یا ان کے ملفوظات یا ٹیپ شدہ تقاریر میں ایسے کچھ جملے بھی سنے ہوتے تو خدا کی قسم! یقیناً ان سے بیعت ختم کرلی ہوتی کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ جس دین کے داعی ﷺ کا فرمان ہو کہ ''میں اخلاق کو مکمل کرنے کیلئے مبعوث کیا گیا ہوں'' اور جن کا ارشاد مبارک ہو ''مومن بندہ بدزبان اور فحش گو نہیں ہوسکتا'' اور جن کا یہ بھی ارشاد ہو کہ ''اختلاف اور جھگڑے کے وقت گالیاں دینا،نفاق کی علامت اور منافق کی خصلت ہے'' تو ایسے ہادی انسانیت ﷺ کے علم و دین کے وارث ایسی زبان و کردار والا تو ہو ہی نہیں سکتا،اس لئے نیک آدمی کو اس کی صحبت سے دور رہنا خود اس کی نیکی کی علامت ہے۔

قارئین کرام! بریلوی لٹریچر میں ایسے فحش جملوں،عبارتوں اور خالص جنس زدہ مسلسل جملوں کا ایک انبار ہے جو بار بار چسکے لے لے کر بیان کئے ہوئے ملتے ہیں اور اتنی تعداد میں ملتے ہیں کہ اگر جمع کئے جائیں تو ''قاموس المغلظات'' کے نام سے ایک ضخیم کتاب بن جائے۔لیکن ہم اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے چند نمونے آپ کے سامنے پیش کررہے ہیں۔

خان صاحب فاضل بریلوی کی فحش گوئی کے متعلق ان ہی کے ایک ہم عصر مولانا معین الدین اجمیری کے تاثرات یہ ہیں:

''ان الفاظ کی نسبت خلقت کہتی ہے کہ یہ صریح فحش ہے اور اس وجہ سے اعلیٰ حضرت پر اس طرح طعن کرتی ہے کہ ایسے شخص کو نیکی کا اسفل درجہ بھی نہیں دیا جاسکتا نہ کہ معاذ اللہ اس کو شیخ وقت اور مجدد تسلیم کرلینا۔یہ ایسی زبردست سفاہت و حماقت ہے کہ اس کے بعد حماقت کا

کوئی درجہ نہیں اس بازاری گفتگو پر بھی اگر کوئی جماعت اس کو مقتدا تسلیم کر لیتی ہے تو پھر وہ بازاریوں کی کیوں معتقد نہیں ہو جاتی''۔
(تجلیات انوار المعین ص ۳۴)

''ایسے شیخ وقت اور پیر فانی کی زبان وقلم سے ایسے سوقیانہ جملے نکلے ہوئے دیکھ کر خیال آتا ہے کہ اب قیامت آنے میں کچھ دیر ہے تو صرف چند لمحات کی''۔ (تجلیات انوار ص ۳۵)

خود خان صاحب کے متعلق ان کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے:

''ایک بار حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور آپ کی کتابوں میں وہابیوں دیوبندیوں غیر مقلدوں کے عقائد باطلہ کا رد ایسے سخت الفاظ میں ہوا کرتا ہے کہ آج کل جو تہذیب کے مدعی ہیں وہ چند سطریں دیکھتے ہی حضور کی کتابوں کو پھینک دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کتابوں میں تو گالیاں بھری ہوئی ہیں...... لہٰذا اگر حضور نرمی اور خوش بیانی کے ساتھ وہابیوں دیوبندیوں کا رد فرمائیں......''۔ (فیضان اعلیٰ حضرت، ص: ۲۷۵)

بہر حال جن کی فحش گوئی کا اقرار خود اپنوں کو ہوا اُسے ثابت کرنے کیلئے مزید تو کسی تفصیل کی ضرورت نہیں تاہم جب تک ہم اس کے چند نمونے پیش نہیں کریں گے موصوف کے بھیانک قلم کی سڑاند کا اندازہ آپ نہیں لگا سکتے سوناک پر ہاتھ رکھ کر یہ اقتباسات پڑھیے:

☆ اپنی کتاب خالص الاعتقاد میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''کبھی کسی بے حیاء ناپاک گھنونی سی گھنونی، بے باک سے بے باک۔ پاجی کمینی گندی قوم نے اپنے خصم کے مقابلے بے دھڑک ایسی حرکات کیں؟ آنکھیں میچ کر گندہ منہ پھاڑ کر ان پر فخر کئے؟ انہیں سر بازار شائع کیا؟ اور ان پر افتخار ہی نہیں بلکہ سنتے ہیں کہ ان میں کوئی نئی نویلی، حیادار، شرمیلی، بانکی، نکیلی، میٹھی، رسیلی، اچیل البیلی، چنچلا نیلی، اجودھیا باشی آنکھ یہ تان لیتی او بچی ہے۔ ناچنے ہی کو جو نکلے تو کہاں گھونگھٹ اس فاحشہ آنکھ نے کوئی نیا غمزہ تراشا اور اس کا نام ''شہاب ثاقب'' رکھا ہے''۔ (خالص الاعتقاد ص ۲۲)

☆ اسی کتاب میں فرماتے ہیں:

''کفر پارٹی وہابیہ کا بزرگ ابلیس لعین...... خبیثو! تم کافر ٹھہر چکے ہو۔ ابلیس کے مسخرے، دجال کے گدھے...... ارے منافقو!...... وہابیہ کی پوچ ذلیل، عمارت قارون کی طرح تحت الثریٰ پہنچی نجدیت کے کوے سکتے، وہابیت کے بوم بلکتے اور مذبوح گستاخ بھڑکتے''۔ (خالص الاعتقاد ص ۲ تا ۲۰)

☆ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں:

''سرکش، طاغی، شیطان لعین، بندہ داغی''۔ (الامن والعلیٰ ص ۱۱۲)

☆ فتاویٰ رضویہ میں لکھتے ہیں:

''غیر مقلدین و دیوبندیہ جہنم کے کتے ہیں۔ رافضیوں (شیعہ) کو ان سے بدتر کہنا رافضیوں پر ظلم اور ان کی شان خباثت میں تنقیص ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۲ ص ۹۰)

☆ سبحان السبوح میں لکھتے ہیں:

"جو شاہ اسماعیل اور نذیر حسین وغیرہ کا معتقد ہوا، ابلیس کا بندہ جہنم کا کندہ ہے۔ غیر مقلدین سب بے دین، پکے شیاطین پورے ملاعین ہیں"۔ (سبحان السبوح ص ۱۳۴)

☆ وہ دیوبندیوں کے خدا کی تصویر کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تمہارا خدا رنڈیوں کی طرح زنا بھی کرائے، ورنہ دیوبند کی چھکلے والیاں اس پر ہنسیں گی کہ نکھٹو تو ہمارے برابر بھی نہ ہو سکا"۔ (سبحان السبوح ص ۱۴۲)

☆ "پھر ضروری ہے کہ تمہارے خدا کی زن بھی ہو اور ضروری ہے کہ خدا کا آلہ تناسل بھی ہو، یوں خدا کے مقابلے میں ایک خدائن بھی ماننی پڑے گی"۔ (سبحان السبوح ص ۱۴۲)

☆ دیوبندیوں کی کتب کے متعلق لکھتے ہیں:

"دیوبندیوں کی کتابیں اس قابل ہیں کہ ان پر پیشاب کیا جائے ان کتابوں پر پیشاب کرنا پیشاب کو مزید ناپاک کر دیتا ہے"۔ (سبحان السبوح ص ۹۴، احمد رضا)

میرا آپ سے سوال ہے کہ کیا دیوبندیوں کی کوئی ایسی کتاب دکھائی جا سکتی ہے کہ جس کے قریباً ہر صفحہ پر اللہ و رسول ﷺ کا نام نہ ہو کیا ان کے متعلق اس قسم کا فتویٰ دینا کہ معاذ اللہ ان پر پیشاب کرنا بھی پیشاب کو ناپاک کرنا ہے صریح توہین نہیں؟

☆ مزید شگوفے ملاحظہ ہو:

"اب تو دیوبندیوں کی دو ورقیوں کا کوئی جواب نہیں دیتا۔ اور یہ نہ دیکھا کہ کسی عاقل کے نزدیک ان کی دو ورقیاں تھوکنے کے قابل بھی نہ رہیں بلکہ ان پر پیشاب کرنا پیشاب کو مزید ناپاک و خراب کرنا ہے"۔ (اللہ جھوٹ سے پاک ص ۹۶)

☆ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

تھانوی جی نہ تھان چھوڑیں گے ۔۔۔ اور نہ ہم ان کے کان چھوڑیں گے
ہم انہیں ٹکٹکائے جائیں گے ۔۔۔ وہ کبھی تو مکان چھوڑیں گے
ہم نے کیسا چکھایا ڈنڈا کیوں ۔۔۔ پھر اوچھل کر پلان چھوڑیں گے
وہ دولتی چلائیں ہم ان کو ۔۔۔ پیٹھ پر جا کر کان چھوڑیں گے
تھانوی جی کی کون توڑے چپ ۔۔۔ جانے دیں ہم بھی دھیان چھوڑیں گے

(حدائق بخشش حصہ ۳، ص ۹۶، احمد رضا)

☆ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے بارے میں احمد رضا لکھتا ہے:

اطر جبلی من نتائج ردۃ ۔۔۔ واشرفعلی لعبة الصبيان
امهی جراء لك فی الحسان عن العوا ۔۔۔ انت المجی یا کلبة الشیطان

(حدائق بخشش۔ حصہ ۳ ص ۱۸۹ احمد رضا)

ترجمہ: ارتداد کے بچوں سے بدترین حاملہ اشرف علی بچوں کی گڑیا ہے، اے حاملہ تو اپنے پلّوں کو اچھے لوگوں میں بھونکنے سے روک، اے شیطان کی کتیا تو خود بھونک۔

☆ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے بارے میں لکھتا ہے:

ترجمہ: سنت کا گھوڑا جب بدعت کی گدھی پر آیا تو ندوہ کا خچر پیدا ہوا اسی پر ندوہ والے فخر کر رہے ہیں۔

(حدائق بخشش حصہ ۳، ص ۱۳۲ احمد رضا)

☆ وہابی خدا احمد رضا کے نزدیک:

"وہابی ایسے کو خدا کہتے ہیں جسے مکان، زمان، جہت، ماہیت، ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے ہے اور صریح کفروں کے ساتھ گننے کے قابل ہے۔ اسکا سچا ہونا کچھ ضروری نہیں، جھوٹا بھی ہوسکتا ہے ایسے کو خدا کہتے ہیں جسکی بات پر اعتبار نہیں، نہ اسکی کتاب قابل استناد، نہ اسکا دین لائق اعتماد، ایسے کو خدا کہتے ہیں کہ جس میں ہر عیب ونقص کی گنجائش ہے۔ جو اپنی شیخیت (بڑائی اور پیروی) بنی رکھنے کو قصداً عیبی بننے سے بچتا ہے چاہے تو ہر گندگی میں آلودہ ہوجائے، ایسے کو جسکا علم حاصل کئے سے حاصل ہوتا ہے، اسکا علم اس کے اختیار میں ہے چاہے تو جاہل رہے۔ ایسے کو خدا مانتے ہیں جسکا بہکنا، بھولنا، سونا، رونگھنا، غافل ہونا، ظالم ہونا حتی کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے، کھانا پینا، پیشاب کرنا، پاخانہ کرنا، ناچنا، تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا حتی کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا کوئی خباثت کوئی فضیحت (رسوائی) اسکی شان کے خلاف نہیں، وہ کھانے کا منہ اور بھرنے کا پیٹ اور مردمی اور زنی کی علامتیں بالفعل رکھتا ہے۔ سبوح وقدوس نہیں خنثیٰ مشکل (ہیجڑا) ہے یا کم سے کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے، ڈبو بھی سکتا ہے، زہر کھا کر یا گلا گھونٹ کر، بندوق مار کر خودکشی بھی کرسکتا ہے، اسکے ماں باپ، بیوی بیٹا سب ممکن ہے، بلکہ ماں باپ ہی سے پیدا ہوا ہے، ربڑ کی طرح پھیلتا اور سمٹتا ہے اسی کو خدا مانتے ہیں جس کا کلام فنا ہوسکتا ہے جو بندوں کے خلاف کے باعث جھوٹ سے بچتا ہے کہ کہیں مجھے جھوٹا نہ سمجھ لیں، بندوں سے چہرا چھپا کر، پیٹ بھر کر جھوٹ بک سکتا ہے۔

(العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ج ۱، ص ۱۹۷)

☆ اکابرین دیوبند کو "ادبار ضیق" کی انتہائی فحش گالی:

علم غیب کے موضوع پر مولوی احمد رضا خان المختار صاحب کا ایک رسالہ "خالص الاعتقاد" کے نام سے ہے یہ رسالہ اب "فتاویٰ رضویہ" میں شامل کرلیا گیا اس کی تمہید میں علمائے اہلسنت دیوبند کیلئے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اس کی صرف دو مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

"شریفہ ظریفہ رشیدہ رمیدہ نے اپنے اقبال وسیع سے ان کی ادبار پر ضیق کو فراخی حوصلہ کیلئے سکھائی ہے کہ، چاہیں تو ایک ایک منٹ میں اپنے مضمون کی ایک کتاب کا حوالہ لکھ دیں"۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۹ ص ۴۲۱ از احمد رضا خان)

یہاں شریفہ رمیدہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اور رشیدہ حمیدہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو کہا جارہا ہے رمیدہ بھاگی ہوئی عورت کو کہتے ہیں۔ اقبال وسیع سے مراد عام کھلی قبولیت ہے کہ جو چاہے آئے، ادبار دبر کی جمع ہے جو انسان کی پچھلی شرمگاہ کو کہا جاتا ہے پر ضیق انتہائی تنگ راستے کو کہا جاتا ہے فراخی حوصلے سے مراد کھل جانا ہے۔ اب آپ خود مطلب نکالیں اور سوچیں کہ اعلیٰ حضرتی آستانہ کا ماحول اور زبان اور

ذہنیت کیا تھی، یہ ان علماء کیلئے جو لاکھوں کے مرشد اور ہزاروں کے استاد تھے۔

☆ ایک جگہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس قسم کی غلیظ گالیاں دیتے ہیں:

''تیرے در گنگوہی کا سگ وخوک (خنزیر) ہونا...... پھر سگ وخوک سے مکالمہ کا کوئی محل نہیں...... خبیث منکر ہوا...... اپنی کلبیت و خنزیریت کا مقر ہوا''۔ (کلیات مکاتیب رضا، جلد اول، ص ۱۹۷)

کسی دوسرے مسلک کے جید اکابر کو معاذ اللہ ''کتا'' اور ''خنزیر'' کہنا اور ان کے فعل کو کلبیت (کتا پن) اور خنزیریت کہنا یہ غلاظت کا ننگا ناچ آخر کہاں کا اسلام ہے؟ کیا کوئی رضا خانی بدعتی اس بات کو برداشت کرے گا کہ اس قسم کے الفاظ آج ان ہی کے بڑوں کی خدمت میں بولے جائیں؟

مظہر اعلیٰ حضرت جناب مولوی حشمت علی رضوی نے نواب احمد رضا خان صاحب کی بدنام زمانہ کتاب ''حسام الحرمین'' کا خلاصہ چند ورقوں میں پیش کیا ہے اس کتاب میں فاضل بریلوی نے جس قسم کی زبان استعمال کی ہے اس کا نمونہ ملاحظہ ہو:

''بدعت کفریہ، اشقیاء سب کے سب، مرتد، باجماع امت اسلام سے خارج، بے دینی، بدمذہبی، کے خبیث سردار، مفسد، ہٹ دھرم سے بدتر، فاجر، سب کافروں سے کمینہ تر کافر، ملحد، کذاب، بد دین، زیان کار گمراہ، ستمگار، خارجی، دوزخ کے کتے، شیطان کے گروہ، کافروں کے یہاں کے منادی، دین محمد ﷺ کو باطل کرنا چاہتے ہیں، جاہلوں، کافروں کے راز دار، دین کے دشمن ہیں، مفتری ظالم ہیں، وہابی ہیں، ان سے بڑھ کر ظالم کون، اللہ کی راہ سے بہکے ہوئے ہیں، اپنی خواہش کو خدا بنا لیا، ان کی کہاوت کتے کی طرح، حد سے گزرے ہوئے، توبہ سے محروم، اپنی بدمذہبی نہ چھوڑیں، رسول اللہ ﷺ ان سے بیزار، سرکشی''۔ (خلاصہ حسام الحرمین مندرجہ الصوارم الہندیہ، ص ۴۱)

''اہلِ بطلان، اہلِ فساد، کافروں سے بھی بدتر، سخت رسوائی، بطلان والے شیطان، عقلاً رسوا، ان کا مرتد ہونا، اللہ تعالیٰ نے لعنت کی، انہیں بہرا کر دیا، ان کی آنکھیں آندھی کر دیں، دنیا میں رسوائی، انہیں اللہ نے گمراہ کر دیا، دلوں پر مہر لگا دی، ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، سو کافروں سے دین میں ان کا نقصان زیادہ تر، دل ان خباثتوں سے، بدمذہب، گھنونی گندگیوں میں لتھڑے، کفری نجاستوں سے بھرے، زندیق، بے دین، دہریے، الوہیت و رسالت کی شان گھٹاتے ہیں، ان پر وبال، ذلت لازم ہو چکی، فساد پھیلانے والے، شامت پھیلانے والے، اللہ و رسول پر زیادتی کی، برا مانیں کافر، بتاؤ تم کافر ہو چکے ہو، نہایت گندی راہ، دوسروں کو گمراہ کرتا، ان پر سخت عذاب اتارا''۔

(خلاصہ حسام الحرمین مندرجہ الصوارم الہندیہ، ص ۴۲)

''کچھ مردود الٰہی، ان کے گھر کھنڈر کر دے، خدا ان پر لعنت کرے، ان کو رسوا کرے، ان کا ٹھکانہ جہنم کرے، ناک خاک میں رگڑے، اللہ کی لعنت ہو، اللہ کی لعنت ہو، فاسد راستوں، باطل عقیدوں، سزاوار تذلیل ہیں''۔ (خلاصہ حسام الحرمین مندرجہ الصوارم الہندیہ، ص ۴۳)

''ان کی خباثتوں، ان کو ذلیل کرے، ان کی ناپاکیوں''۔ (خلاصہ حسام الحرمین مندرجہ الصوارم الہندیہ، ص ۴۴)

صرف تین صفحات میں اس آدمی نے مسلمان اہل سنت علمائے دیوبند کو (۸۷) ستاسی گالیاں دینے کا ریکارڈ قائم کیا۔ اس سب کے بعد اب ذرا مفتی محمد تصدق حسین بریلوی کے اس جھوٹ کو بھی ملاحظہ کر لیں:

''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی...... نے ہمیشہ نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ پر عمل کو ترجیح دی (موصوف کی اردو دانی ملاحظہ ہو نبی کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ پر عمل کو ترجیح دی اب خدا جانے یہ عمل خود خان صاحب موصوف کا تھا یا کسی اور کا جس کو معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کے عمل پر ترجیح دی جارہی ہے، ساجد) مخالفتوں کی یلغار بھی آپ کے پائے یلغار میں ذرہ برابر لغزش نہ لاسکی......سب وشتم کے طوفان میں بھی آپ مسکراتے نظر آئے اور آپ کی جبینِ استقلال پر کوئی شکن نہ پڑی، گالیاں لکھی جاتیں تو آپ دعا ہی دیتے کہ یہ رحمتِ عالم ﷺ کی سنتِ کریمہ ہے اور آپ سچے متبع سنت ہیں''۔(فاضل بریلوی اور کنزالایمان، ص ۴۶)

غالباً بریلویوں کے ہاں: ''اللہ ان کو ذلیل ورسوا کرے، لعنت کرے، ان کا ٹھکانہ جہنم بنائے'' وغیرہ جیسے الفاظ'' دعا'' کہلائے جاتے ہیں، کیا ہی خوب کہا موصوف نے کہ نبی کریم ﷺ کی سنت پر ہمیشہ عمل کو ترجیح دی، نبی کریم ﷺ کی سنت تو واقعی یہی تھی کہ مخالفین کیلئے ہدایت کی دعا کرتے مگر خان صاحب کا مکروہ عمل یہ تھا کہ خوب ٹوکریاں بھر بھر کر گالیاں بھیجو!!!!

خان صاحب کی بداخلاقی وبدزبانی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ جب بدایونی علماء کے ساتھ موصوف کا اذان ثانی کے مسئلہ پر اختلاف ہوا تو بدایونی علماء نے خان صاحب کی بدزبانی کی وجہ سے ان پر ہتک عزت کا مقدمہ دائر کردیا تھا۔

(ملاحظہ ہو: عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست، ص ۲۰۷)

بریلوی محقق لکھتی ہیں: ''۱۹۱۶ء میں مولانا احمد رضا خان کے خلاف سرکاری محکمے میں مقدمہ درج کیا گیا۔مقدمہ کرنے والا شخص بدایوں کا باشندہ تھا۔مقدمہ میں مولانا بریلوی پر ہتک عزت کا الزام لگایا گیا تھا''۔(عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست، ص ۲۱۳)

''استغاثہ کا دعویٰ تھا کہ اس رسالے میں مولانا عبدالمقتدر بدایونی جن کی حال میں وفات ہوگئی تھی ہتک عزت کی گئی''۔

(عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست، ص ۲۱۴)

☆ بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی بھی اس فحش گوئی سے نہ بچ سکے:

نواب احمد رضا خان نے ایک کتاب لکھی ہے ''ازالۃ العار'' جسے حال ہی میں بہار شریعت فاونڈیشن کراچی نے شائع کیا ہے۔جس میں اس نے کہا ہے کہ چونکہ غیر مقلد (اہلحدیث فرقہ) گستاخ وہابی ہے اس لئے کافر ہے اور جو ان کافروں کو اپنی بیٹی دے وہ ایسا ہے جیسے کتے تلے اپنی بیٹی بچھا دی یہ لوگ کتوں سے بھی بدتر ہیں (ص ۴۴)''، معاذ اللہ

اب ذرا تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیں، غلام رسول سعیدی کا مایہ ناز شاگرد اسمعیل نوری اپنے استاذ کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

''والد صاحب اور بڑے بھائی ''مسلکاً اہلحدیث'' تھے''۔(حقائق شرح صحیح مسلم ودقائق تبیان القرآن۔ص ۳۸)

جب مسلک اہلحدیث وہابی ہوئے تو قارئین خود فیصلہ کرلیں کہ احمد رضا خان کے فتوے کی رو سے غلام رسول سعیدی صاحب کی والدہ کس...... کے تلے تھی؟ غلام رسول سعیدی صاحب کے شاگرد اور چاہنے والے ناراض ہونگے کہ ہمارے استاذ صاحب کو گالی دے دی، حالانکہ ہم نے تو صرف خان صاحب کا فتویٰ نقل کیا ہے، ہمارا سوال تو صرف اتنا ہے کہ جن کے متعلق آپ کے رضا خان صاحب نے یہ غلیظ فتویٰ دیا آخر کو وہ عورتیں بھی تو کسی کی ماں، بہن، بیٹیاں ہیں؟؟؟؟

# اس کے مقابلے میں علمائے دیوبند کے اعلیٰ اخلاق کا ایک ادنیٰ نمونہ

اکابر علماء دیوبند کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ اپنے مخالف مسلک والوں سے بھی بد اخلاقی کا برتاؤ نہیں کرتے تھے۔ نہ ان کی تردید میں دل آزار اسلوب کو پسند کرتے تھے، بلکہ جہاں تک ہوسکتا بد اخلاقی کا جواب خوش خلقی سے دیتے اور مخالفین کی دینی ہمدردی و خیر خواہی کو پیش نظر رکھتے تھے، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص حضرت امیر شاہ خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مولانا خواجہ تشریف لائے اور وہاں ایک مجلس میں مولوی فضل رسول بدایونی (بریلوی) کا تذکرہ چل گیا چونکہ وہ مخالف مسلک کے تھے میری زبان سے طنز کے طور پر بجائے فضل رسول کے فصل رسول نکل گیا، مولانا نے ناخوش ہو کر فرمایا کہ لوگ ان کو کیا کہتے ہیں میں نے کہا فضل رسول، آپ نے فرمایا تم فصل رسول کیوں کہتے ہو؟ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ حضرات تھے جو **لاتلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب** کے پورے عامل تھے حتیٰ کہ مخالفین کے معاملہ میں بھی۔ (بحوالہ صبر وتحمل کی روشن مثالیں ص ۸۴ تالیف جناب مولانا محمد صاحب)

## احمد رضا مرض جذامی اور کوڑھی ہو گیا تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے تاثرات:

''مولوی احمد رضا خاں بریلوی آپ کے سب سے بڑے مخالف تھے اور اگر ان کے فتاویٰ کو جمع کیا جائے جو حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھے ہیں تو ایک رسالہ بن سکتا ہے اور ان کی تمام کوششوں کو شمار کیا جائے جو انہوں نے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کے متعلق روا رکھیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے کہ کاش وہ اس مشغلہ کے بجائے بطحائی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرنے پر صرف کرتے۔ ان صاحب سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اتنی ایذائیں پہنچیں کہ شاید انہوں نے کسی دوسرے کو نہ پہنچائی ہوں۔ مگر جو ہستی خلق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ بن کر آئی ہو اور دنیا کو اسوۂ حسنہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے کی ترغیب و مشق پر جس نے ساری عمر اپنے آپ کو لگا رکھا ہو اس کی زبان سے بھلا کیوں اپنے مخالف کے لیے برا لفظ نکلتا۔ اس بارے میں حلف اٹھایا جاسکتا ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تاعمر کوئی ایسا لفظ نہیں سنا گیا کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ آپ ان کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں، جس زمانہ میں مولوی احمد رضا کو مرض جذام ہوا اور خون میں فساد پیدا ہوا بعض لوگوں کو مسرت ہوئی کہ سب وشتم کا ثمرہ دنیا میں ظاہر ہوا مگر جس وقت کسی شخص نے حضرت سے عرض کیا کہ بریلی مولوی کوڑھی ہو گئے تو حضرت گھبرا اٹھے اور یہ الفاظ کہا کہ میاں کسی مصیبت پر خوش نہ ہونا چاہیے خدا جانے اپنی تقدیر میں کیا لکھا ہے۔ (بحوالہ صبر وتحمل کی روشن مثالیں ص ۸۷، مولانا محمد صاحب)

## فرشتہ صفت اکابر پر گالیوں کی بوچھاڑ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے تاثرات:

''بریلی کے مولوی احمد رضا خاں نے اکابر دیوبند کی تکفیر اور ان پر سب وشتم کا جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ ہر پڑھے لکھے انسان کو معلوم ہے ان فرشتہ صفت اکابر پر گالیوں کی بوچھاڑ کرنے میں انہوں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی، لیکن حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس دشنام طرازی کا سب سے بڑا نشانہ تھے ایک روز اپنے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی سے فرمایا کہ ان کی (احمد رضا) کی ہمیں کتابیں سنا دو۔ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نے عرض کیا کہ ان میں تو گالیاں ہیں، اس پر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ابھی دور کی گالیوں کا کیا ہے۔ پڑی (یعنی بلا سے) گالیاں ملیں تم سناؤ۔ آخر اس کے دلائل تو دیکھیں شاید کوئی معقول بات ہی لکھی ہو تو ہم ہی رجوع کر لیں۔ (ارواح ثلاثہ)۔ یہ ہے حق پرستوں کا شیوہ کہ مخالفین کی باتیں بھی ان کی دشنام طرازیوں سے قطع نظر اس نیت سے سنی جائیں کہ اگر اس سے اپنی کوئی غلطی معلوم ہو تو اس سے رجوع کر لیا جائے۔ (اکابر دیو بند کیا تھے ۱۴،۱۱ منقول صبر و تحمل کی روشن مثالیں ص ۸۸)

## ایک حاسد بریلوی کی حرکت اور حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت:

ایک حاسد بریلوی نے خدام حرم نبوی ﷺ کے افسر اعلیٰ کو جو ایک ترکی تھا حضرت کی طرف سے اس طرح مشتعل کیا کہ اس وقت حرم نبوی میں بیٹھا ہوا ایک شخص درس دے رہا ہے جو معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں اچھا اعتقاد نہیں رکھتا بلکہ گستاخی کرتا ہے۔ ترکی افسر یہ سن کر جھلا گیا اور غصہ میں سرخ ہو کر باب الرحمۃ کے قریب پہنچا جہاں حضرت درس دے رہے تھے۔ حضرت کا چہرہ مبارک دیکھ کر ترکی افسر کا غصہ یکلخت ٹھنڈا ہو گیا اور وہ کچھ دیر کھڑا ہوا درس سنتا رہا۔ پھر بے ساختہ بولا اے شیخ اس وقت ایک شخص نے مجھ سے اس طرح شکایت کی ہے، مگر میں آپ کی صورت دیکھ کر سمجھ گیا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔ **وما هذا وجهك لكذاب** اور آپ کا چہرہ جھوٹوں کا سا نہیں ہے۔

حضرت نے فرمایا۔ **اولئك يفترون علينا وعلى اكابرنا ويحرفون اقوالنا نفوض امرهم وامرنا الى الله۔**

ترجمہ: وہ لوگ ہم پر اور ہمارے اکابر پر بہتان لگاتے ہیں اور ہماری باتوں کو الٹ پلٹ کر غلط طور سے مشہور کرتے ہیں۔ ہم اپنا اور ان کا معاملہ خدا کے سپرد کرتے ہیں۔ اس کے بعد افسر نے کہا کہ آپ مطمئن رہیں اور اپنا بابرکت درس جاری رکھیں۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۲۸۷)

## نواب احمد رضا خان صاحب کو ہماری طرف سے ان گالیوں پر جواب:

موصوف نے جو بدزبانی علمائے اہل سنت دیو بند کے خلاف کی اس کے جواب میں ہم صرف طرماح بن حکیم کے ان اشعار کو ہی پیش کریں گے:

لقد زادني حباً لنفسي أنني ... بغيضٌ الى كل امرئٍ غير طائل

وأني شقيٌ باللئام ولا ترى ... شقيًا بهم إلا كريم الشمائل

إذا ما رآني قطع الطرف بينه ... وبيني فعل العارف المتجاهل

ملأت عليه الأرض حتى كأنها ... من الضيق في عينيه كفه حابل

أكل امراء الفى اباه مقصرا ... معاد لاهل المكرمات الاوائل

اذا ذكرت مسعاة والده اضطنى ... ولا يضطنى من شتم اهل الفضائل

وما منعت دار ولا اعز اهلها ... من الناس الّا بالقنا والقنابل

**ترجمہ:** اس بات نے میری جان کے ساتھ میری محبت میں اضافہ کیا کہ میں ہر بے فائدہ (نواب احمد رضا خان جیسے) آدمی کی نظر میں مبغوض ہوں اور یہ کہ میں کمینوں کے ہاں بد بخت ہوں اور نیک خصال آدمی کو ہی آپ کمینوں کے ہاں بد بخت پائیں گے (جیسے ہمارے اکابر علمائے بریلویہ کے ہاں معاذ اللہ بد بخت ہیں) جب وہ مجھے دیکھتا ہے تو میرے اور اپنے درمیان نگاہ پھیر لیتا ہے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے۔ میں نے اس پر زمین کو تنگ کر دیا ہے یہاں تک کہ وہ زمین (باوجود وسعت و کشادگی کے) اس کی آنکھوں میں تنگی

کی وجہ سے (ایسی ہوگئی جیسے) شکاری کا گھڑا (جس پر شکاری جال بچھاتا ہے اور تنگ ہوتا) ہے۔ کیا ہر وہ شخص جس نے اپنے باپ کو کوتاہ پایا (جیسا کہ نواب صاحب نے جب اپنے اباؤ اجداد کو فضل سے خالی پایا) گذشتہ شرفاء کے ساتھ دشمنی کرے گا (جیسا کہ نواب صاحب نے کی) جب اس (نواب احمد رضا خان) کے والد کے کرتوتوں کا تذکرہ کیا جائے تو (یہ شرم کی وجہ سے) سکڑ جاتا ہے اور اصحابِ فضیلت کو گالی دینے سے نہیں سکڑتا (شرماتا)، نہ کوئی گھر محفوظ رہ سکتا ہے اور نہ اس کے باشندے معزز ہو سکتے ہیں مگر بذریعہ نیزوں اور گھوڑوں کے۔ (اور علم کے نیزے الحمدللہ علمائے دیوبند کے پاس ہیں)۔

بہرحال یہ کمینوں کی پرانی عادت ہے کہ نیک خصال لوگ ان کی نظر میں مبغوض ہوتے ہیں، لہٰذا اگر ہمارے اکابر نواب احمد رضا خان صاحب اور ان کی ذریت کی نظر میں مبغوض ٹھہرے تو وہ گالیاں دے کر اپنی دل کی بھڑاس اور اپنے اباؤ اجداد کے کالے کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش تو کر سکتے ہیں مگر اکابر علمائے دیوبند کی شان و عظمت میں کوئی فرق نہیں آنے والا ہے

**لوم الخفاش لا یضر الشمس**

**وعوآء الکلب لا یظلم البدر**

چمگادڑوں کا ملامت کرنا سورج کو کوئی نقصان نہیں دیتا اور کتوں کا بھونکنا چاند کو بے نور نہیں کر دیتا۔

☆☆☆☆

# اعلیٰ حضرت نواب احمد رضا خان صاحب کے اخلاق

ما قبل میں خان صاحب بریلوی کی زبان وقلم کے جو چند نمونے پیش کیے گئے اس سے ان کی اخلاقی حالت کا کافی اندازہ ہوجاتا ہے، لیکن عرصہ پہلے اہلِ بدعت کی طرف سے ایک تحریر شائع کی گئی تھی، جس میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور خان صاحب فاضل بریلوی کے اخلاق کا تقابل پیش کیا گیا تھا، یہ مضمون اسی کے جواب میں لکھا گیا تھا، موضوع کی مناسبت سے اسے ہم یہاں نقل کررہے ہیں!!!!

خان صاحب بریلوی کی بداخلاقی کا خود ان کے ماننے والوں کو بھی اقرار ہے۔ چنانچہ خان صاحب کے سوانح نگار لکھتے ہیں:

''ایک دفعہ ننھے میاں مولانا محمد رضا نے عصر کے بعد آپ کی خدمت میں عرض کیا حیدرآباد دکن سے ایک رافضی صرف آپ کی زیارت کیلئے آیا ہے اور ابھی حاضر خدمت ہوگا۔ تالیف قلب کیلئے اس سے بات چیت کرلیجئے۔ دوران گفتگو وہ رافضی بھی آ گیا حاضرین مجلس کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت اس کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوئے یہاں تک کہ ننھے میاں صاحب نے اس کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ بیٹھ گیا اعلیٰ حضرت کے گفتگو نہ فرمانے سے اس کو بھی کچھ بولنے کی جرأت نہ ہوئی تھوڑی دیر بیٹھ کر وہ چلا گیا اس کے جانے کے بعد ننھے میاں نے اعلیٰ حضرت کو کہا وہ اتنی دور سے صرف ملاقات کیلئے آیا تھا، اخلاقاً توجہ فرمالینے سے کیا حرج تھا؟

حضور...... نے جلال میں آکر فرمایا: ''میرے اکابر پیشواؤں نے مجھے یہی اخلاق بتائے ہیں''۔ (تذکرہ مشائخ قادری ۴۳۶)

غور فرمائیں خود خان صاحب بریلوی کے صاحبزادہ کہہ رہے ہیں کہ اخلاقاً ہی مل لیتے، لیکن خان صاحب بجائے شرمندہ ہونے کے کہہ رہے ہیں کہ ہمیں ہمارے بڑوں نے یہی اخلاق سکھائے ہیں۔ آج کوئی بھی بریلوی خان صاحب کی اس بداخلاقی جسے وہ اخلاق کہہ رہے ہیں پر عمل پیرا نہیں، یہ بداخلاقی خود بریلوی مناظر سعید اسد فیصل آبادی کیلئے بھی درس عبرت ہے جو بظاہر بڑے درد سے کہہ رہے ہوتے ہیں کہ میں دیوبندی بریلوی کو ایک کرنے آیا ہوں، سعید اسد صاحب جب حضرت مولانا متکلم اسلام مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہم کے پاس آئے تو کس انداز سے آئے اس کی مکمل ویڈیو نیٹ پر موجود ہے۔ سعید اسد کی ایک ایک ادا بتلا رہی ہے کہ خان صاحب کا اس شیعہ کے ساتھ برتاؤ خالصۃً بداخلاقی پر مبنی تھا۔

فاضل بریلوی احمد رضا خان کے اخلاق بیان کرتے ہوئے ایک بریلوی سوانح نگار صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری لکھتے ہیں:

''احمد رضا کی ایک اہم خوبی یہ تھی کہ وہ اپنے سخت سے سخت مخالف کو بھی خطاب کرتے وقت زبان وبیان کی شستگی، شائستگی وشگفتگی ملحوظ خاطر رکھتے ہیں اور دل آزار الفاظ کے استعمال سے حتی المقدور گریز کرتے ہیں''۔ (امام احمد رضا خطوط کے آئینے میں صفحہ ۱۲۸)

اب یہی صاحبزادہ صاحب اپنے اعلیٰ حضرت کے اخلاق سے بھرپور الفاظ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق نقل کرتے ہیں:
''اشر دو قسم کے ہوتے ہیں ا۔''اشر قولی کہ زبان سے بک بک کرے''، ۲۔''اشر فعلی''، کہ زبان سے چپ اور خباثت سے باز نہ آئے۔ وہابیہ اشر قولی اور اشر فعلی دونوں ہیں۔ (ایضا صفحہ ۶۲۱)
انفرادی اور ذاتی مجلسوں میں اپنے مریدین اور شاگردوں کے سامنے ایک عالم دین کے نام کو تضحیک کا نشانہ بنا کر 'اشر' کی خود ساختہ اقسام بنا کر خوش ہونا یہ وجاہت قادری صاحب کونسے اخلاق ہیں؟
اور درج ذیل اشعار کونسے اخلاق کا نمونہ ہیں؟

| | |
|---|---|
| تھانوی جی نہ تھان چھوڑیں گے | اور نہ ہم ان کے کان چھوڑیں گے |
| ہم انہیں ٹکٹکائے جائیں گے | وہ کبھی تو مکان چھوڑیں گے |
| ہم نے کیسا چکھایا ڈنڈا کیوں | پھر اوچھل کر پلان چھوڑیں گے |
| وہ دولتی چلائیں ہم ان کو | پیٹھ پر جا کر کان چھوڑیں گے |
| تھانوی جی کی کون توڑے چپ | جانے دیں ہم بھی دھیان چھوڑیں گے |

(حدائق بخشش حصہ سوم ۲۹)

یہ اخلاق ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عالم دین کو گدھا [معاذ اللہ] کہا جائے؟ اور ان شرمناک اشعار رضا کو بھی پڑھ کے احمد رضا کے اخلاق کا اصل چہرہ ملاحظہ کریں:

| | |
|---|---|
| اضر جبلی من نتائج ردۃ | واشرفعلی لعبۃ الصبیان |
| انهی جراء لك فی الحسان عن العوا | انت المهی یا کلبۃ الشیطان |

(حدائق بخشش حصہ سوم ۹۸)

ترجمہ: ارتداد کے بچوں سے بدترین حاملہ اشرف علی بچوں کی گڑیا ہے، اے حاملہ تو اپنے پلّوں کو اچھے لوگوں میں بھونکنے سے روک، اے شیطان کی کتیا تو خود بھونک۔
کیا ایک عالم دین کے متعلق یہ کہنا کہ ''مسماۃ یہ تیسرا بھی کیسا ہضم کرگئی'' [اجلیٰ انوار رضا] کونسا اخلاق ہے؟
۲۔ اعلیٰ حضرت کی عادت شریفہ کے بارے میں ان کے بھتیجے لکھتے ہیں:
''آپ کی بچپن سے یہ عادت رہی کہ اجنبی عورتیں اگر نظر آجاتیں تو کُرتے کے دامن سے اپنا منہ چھپالیتے''۔ (سیرت اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۹)
اس سے آگے حسنین صاحب کو اعلیٰ حضرت کی 'اخلاق سوز حرکت' اور وہ ''لیکچر شہوت'' لکھنے کی ہمت نہ ہوسکی۔
۳۔ ۱۸ یا ۲۰ سالہ جوان لڑکی کو ماں کا دودھ پیتے دیکھنا، جوان لڑکی کا ماں کے سینے پہ چڑھنا بیان کرنا، لڑکی اور ماں کی طاقت کو بیان کرنا، ماں کی کمزوری اور لڑکی کا زبردستی ماں کے سینے پہ چڑھ کے دودھ پینا بیان کرنا آخر کونسا اخلاق ہے؟
۴۔ ''سنت کا گھوڑا جب بدعت کی گھوڑی پہ آیا تو ندوہ کا خچر بنا''

فاضل بریلوی ایسے الفاظ لکھ کر اپنی طبیعت کا پتہ دے تب بھی اچھے اخلاق کا حامل قرار پائے؟

۵۔ خواجہ قمر الدین سیالوی کے استاد علامہ معین الدین چشتی اجمیری صدر المدرسین مدرسہ معینیہ اجمیر شریف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے اخلاق کا بہت خوبصورت نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اوران کے شبہات کو رفع کر کے سب سے پیشتر سوشہیدوں کا اجر خود مول لیتے خلقت کی سخت کلمات کی پرواہ نہ کر کے اِس کان سن اُس کان اڑاتے اور صابرین کے زمرہ میں داخل ہو کر خلق حسن کا بہترین نمونہ صفحۂ دہر پر چھوڑتے ،لیکن ایکے بارگاہ اعلیٰ حضرت سے وہ گوہر افشانی وگوہر باری ہوئی کہ خلقت حیران ہوئی کہ انکا ظہور بارگاہِ رضوی سے ہوا ہے یا لکھنؤ کے مشہور کوٹھوں سے''۔(تجلیات انوارِ معین صفحہ ۴)

فاضل بریلوی کی تحریر پڑھ کر خواجہ صاحب اپنے تاثرات بیان کرتے ہیں کہ:

''اعلیٰ حضرت کے الفاظ سن کر بازاری اور اوباش تک کانوں پر ہاتھ دھرتے ہونگے،اب اس کے بعد وہ کونسا درجہ ہے جس کی بنا پر اعلیٰ حضرت کو فحش گو قرار دیا جائے، دنیا میں جب اعلیٰ درجے کا فحش گو اپنی انتہائی فحش گوئی کی نمائش کرتا ہے تو اس کی فحش گوئی کا خاتمہ بھی ایسے جملوں پر ہوتا ہے جن کا صدور آئے دن اعلیٰ حضرت کی ذات سے علمائے کرام کی شان میں ہوتا رہتا ہے''۔(تجلیات انوار معین ص ۳۲)

کیوں جی رضاخانی جاہل کچھ ہوش آیا یا ابھی تک نشے میں ہو؟؟

اب بھی اعلیٰ حضرت کے اخلاق کے گن گاؤ تو پھر تم سے بڑا دنیا میں پاگل کوئی نہیں!

☆ فاضل بریلوی علمائے کرام کی توہین کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو مونث سے خطاب کرتا تھا۔

☆ فاضل بریلوی کے کلام میں سوقیت اور فحش گوئی تھی۔(ایضا ۲۳)

اعلیحضرت بھی شاید سچ بول بیٹھے:

یاالٰہی رنگ لائیں جب میری بے باکیاں (قفل مدینہ)

امیر دعوت اسلامی کے الفاظ بھی پڑھیں جو نبی اکرم ﷺ کے الفاظ نقل کرتے ہیں:

''فحش گوئی سخت دلی ہے اور سخت دلی آگ میں ہے'' (میٹھے بول صفحہ ۵۲)

تو اعلیٰ حضرت کہاں پہنچے ذرا بتانا؟

اور اپنے بریلی علامہ اختر شاہ جہانپوری کا سفید جھوٹ بھی پڑھو اور اس پہ اللہ کی لعنت بھی کرو جو لکھتا ہے:

''کبھی دشمن سے بھی سخت کلامی نہ فرمائی'' (سیرت امام احمد رضا صفحہ ۳۴)

اب یہ بریلوی حضرات بتائیں گے کہ دشمن کون کون سے تھے؟

۶۔ چلبلی طبیعت والے اعلیحضرت احمد رضا خان نے شاید وہ فحش اشعار بازاری عورتوں کے متعلق نقل کیے ہوں۔ (فتاویٰ مظہریہ، صفحہ ۳۹۲)

۷۔ بریلوی نعیم الدین مرادآبادی کو بھی اعلیحضرت سے شکایت کرنی پڑی کہ آپ اپنی تحریر میں اتنی شدت نہ استعمال فرمایا کریں۔(الحجۃ الفائحۃ صفحہ ۲)

بریلی جید عالم مولوی آل مصطفیٰ مصباحی صاحب کو بھی اس بات کا اعتراف کرنا پڑا کہ:

''بجن اسبوح کی صرف ابتدائی چند ورقوں میں ہذیان ہے'' (سوانح صدر الشریعہ صفحہ ۶۸)

اس کتاب کے شروع میں تاثرات کے عنوان سے بریلویوں کے محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری بانی جامعہ امجدیہ قادریہ نے کتاب کی تائید وتوثیق کی ہے۔ان ہی وجوہات کی بنا پر مولوی نعیم الدین مراد آبادی کو جب فاضل بریلوی نے اپنا مسودہ ''الطاری الداری'' دکھایا تو مراد آبادی نے کثیر مضامین نکال دیے۔(فتاویٰ صدر الافاضل صفحہ ۶۹۴)

۸۔ مولوی حسنین رضا صاحب فاضل بریلوی کے اخلاق کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت اگر کبھی ناخوش ہوتے تو کھانا یا حقہ یا پان چھوڑ دیتے تھے جس سے انہیں سخت تکلیف ہوتی تھی کبھی یہ مجاہدہ ہو ہی جاتا تھا پہلے تو خاندان والے اور احباب اس غصہ کو فرو کرنے کی کوشش کرتے اگر وہ اس مجاہدہ کو نہ ختم کرا سکے تو سید صاحبان سے عرض کیا جاتا تھا، اعلیٰ حضرت کو سید صاحب کے حکم کی تعمیل کرنی پڑتی تھی۔اعلیٰ حضرت قبلہ نے ایک بار کھانا چھوڑا اور صرف ناشتہ پر قناعت کی اس میں بھی کوئی اضافہ منظور نہ فرمایا۔سارے خاندان اور ان کے احباب کی کوشش رائیگاں گئی۔سید مقبول صاحب کی خدمت میں نو محلہ حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا کہ آج دو مہینے ہونے کو آئے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے کھانا چھوڑ دیا ہے ہم سب کوشش کر کے تھک گئے ہیں آپ ہی انہیں مجبور کر سکتے ہیں''، (سیرت اعلیٰ حضرت صفحہ ۱۷)

ثابت ہوا کہ:

☆ فاضل بریلوی اگر ناخوش ہوتے تو کئی کئی دن کھانا چھوڑ کر اپنے رشتہ داراوں اور دوستوں کو پریشان کرتے تھے۔

☆ فاضل بریلوی کھانا محض غصہ ہونے کی وجہ سے نہ کھاتے تھے یعنی اکثر غصہ میں رہتے تھے۔

☆ فاضل بریلوی اپنے والدین کی بھی بات نہ مانتے تھے۔

اور یہ فاضل بریلوی ہی تھے جو اپنی بیمار والدہ کو بستر پر چھوڑ کر نفلی حج کیلئے اپنے مخصوص مشن پر گئے تھے کیا حقوق والدین ادا نہ کرنے والا اچھے اخلاق کا حامل قرار پا سکتا ہے؟

☆ فاضل بریلوی اپنے رشتہ داروں کی بات بھی نہ مانتے تھے۔

☆ دوست احباب کے بار بار کہنے سے بھی نہ مانتے تھے۔

ذرا یہ حوالہ بھی ملاحظہ ہو:

''جبل پور میں جب پہلا جمعہ آیا تو اعلیٰ حضرت قبلہ کے غسل کیلئے کمرے میں پانی رکھا گیا اور جوڑا کپڑے حاجی کفایت اللہ صاحب مرحوم نے لا کر پیش کئے۔اعلیٰ حضرت قبلہ نے کرتہ کھول کر دیکھا تو وہ کس قدر پھٹا ہوا تھا۔اعلیٰ حضرت قبلہ نے وہ پھٹا کرتہ دیکھ کر حاجی صاحب کو دکھایا اور فرمایا آج جمعہ کے دن یہ پھٹا ہوا کرتہ پہناؤ گے؟ حاجی صاحب وہ کرتہ لے گئے اور دوسرا کرتہ لا کر پیش کر دیا، اعلیٰ حضرت قبلہ نے اس کرتہ کو دیکھا تو کوراضرور تھا مگر اس بو نام ندارد تھے اس حرکت پہ اعلیٰ حضرت کو جلال آ ہی گیا ارشاد فرمایا کہ:

''یہ حاجی یہ حاجی میرا مرکے بھی پیچھا نہ چھوڑے گا آواز کس قدر کرخت تھی جو دوسروں میں بھی سنی گئی'' (سیرت اعلیٰ حضرت صفحہ ۸۵)

مندرجہ بالا حوالہ بھی پروفیسر ایوب والے حوالے کے بالکل خلاف ہے، کیونکہ:

☆ اُدھر تو اپنی پریشانی کی تکلیف برداشت کر کے کھانا کھا کر میزبان کا دل رکھ لیا......اور

☆ اِدھر کرتہ کی وجہ سے اتنی سخت لہجے میں بات کی کہ دور دور تک سنی گئی......

کیوں جی! میزبان کا تو دل رکھ لیا مگر حاجی صاحب کا دل نہ رکھا؟

☆ ایسے کرخت لہجے میں بات کرنا آخر کونسا اخلاق ہے؟

☆ آگے مفتی صاحب سننے والوں کا تبصرہ بیان کرتے ہیں:

''اب سننے والوں نے اعلیٰحضرت قبلہ کے ان الفاظ پر تبصرہ شروع کیا کسی نے کہا کہ اس ارشاد کا مطلب کیا ہے؟ بعض احباب نے کہا کہ یہ غصہ کی بات ہے جو کسی مقصد سے نہیں کہی گئی، نہ کسی آنے والے واقعہ کی طرف اشارہ ہے، مجھے ان کے غیض وغضب اور پریشانی کی باتوں کا پہلے سے کس قدر اندازہ تھا''۔ (ایضاً صفحہ ۵۸)

آگے مفتی صاحب اعلیٰحضرت کے غصے کے متعلق لکھتے ہیں:

''اعلیٰحضرت قبلہ کے غم و غصے کے اور بھی الفاظ یاد ہیں''۔ (ایضاً صفحہ ۸۶)

۹۔ ذرا اپنے امیر دعوت اسلامی الیاس عطاری کے الفاظ بھی سن لو:

''اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ دولت مند تو تھے نہیں اور آپ کا عجیب وغریب معاملہ تھا مکان کا تو غالباً اب تک کیس چل رہا ہے، غالباً آپ کا مکان ہندو کی ملک تھا کچھ کرایہ کا مسئلہ تھا۔ آپ کرایہ دار تھے۔'' (بیان شان امام اہلسنت)

یعنی ایک ہندو کے مکان پر فاضل بریلوی قابض تھے اور کرایہ نہ دیتے تھے اور مالک مکان نے ان پر کیس کر دیا تھا، ایک غاصب بھی بھلا اچھے اخلاق کا حامل ہو سکتا ہے؟

۱۰۔ اپنے شہزادہ عطار حاجی بلال رضا عطاری کی بھی سن لو:

''ایک دن شام کو پان نہیں آئے اور آپ کی یہ پختہ عادت تھی کہ کھانے کی کوئی چیز طلب نہیں فرماتے تھے چنانچہ خاموش رہے۔ لیکن طبیعت میں ناگواری ضرور پیدا ہوئی۔ مغرب سے تقریباً دو گھنٹے بعد گھر کا ملازم ایک بچہ پان لایا، اعلیٰحضرت علیہ رحمتہ الرحمن نے اسے ایک چپت مار کر فرمایا کہ 'اتنی دیر میں لایا''۔ (فکر مدینہ مع ۱۴ حکایات عطاریہ صفحہ ۱۹)

اندازہ لگائیے فاضل بریلوی کے اخلاق کا!

☆ پہلے تو بچے کو سوچے سمجھے بنا مار دیا اس وقت نہ سوچا کہ میں اس کو کس بناء پہ ماروں؟ بعد میں سوچنے بیٹھ گئے اور غلطی کی تلافی کرنا چاہی۔ حالانکہ بریلویوں کے نزدیک تو اللہ تعالیٰ نے اس بات کو ناممکن فرما دیا کہ اعلیٰ حضرت نقطہ برابر خطاء بھی کرے، پھر بھلا یہ لوگ کس طرح اپنے محدث کچھوچھوی کی بات کو رد کر کے اعلیٰ حضرت کی غلطی کو مان سکتی ہیں۔ (یاد اعلیٰ حضرت از عبدالحکیم شرف قادری)

☆ نبی کریم ﷺ نے گھر والوں سے حسن سلوک کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے ایک حدیث میں ہے:

**خیرکم خیرکم لاھلہ و انا خیرکم لاھلی** (ترمذی، ابن ماجہ)

تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کیلئے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کیلئے تم میں سب سے بہتر ہوں۔ مگر دوسری طرف خان صاحب کے اخلاق کا اندازہ اس سے لگا لیں کہ آپ:

''گھر والوں کیلئے آپ تنگ مزاج تھے''۔ (سیرت پاک اعلیٰ حضرت، ص ۶۳)

''گھر والوں کو آپ کی تنگ مزاجی معلوم تھی''۔ (سیرت پاک اعلیٰ حضرت، ص ۶۶)

جو آدمی گھر والوں ہی کیلئے ترش رو و تنگ مزاج ہو وہ باہر والوں سے خاک حسنِ اخلاق سے پیش آئے گا؟ خان صاحب کا اپنوں سے کس قسم کا رویہ تھا اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ موصوف ایک مخصوص انداز میں سوتے احباب کو تعجب ہوا کہ ایسا کیوں کرتے ہیں مگر:

''کسی کی مجال کہ آپ سے دریافت کرتا''۔ (کرامات اعلیٰ حضرت، ص ۵۳)

نبی کریم ﷺ کے اخلاق کے تو کیا کہنے نبی کریم ﷺ کے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے برسر منبر ایک آدمی سوال کرتا ہے، مگر یہاں حالت یہ ہے کہ ایک مسئلہ کے متعلق دریافت کرنے کی بھی احباب کو آنجناب کی بداخلاقی اور ترش روئی کی وجہ سے جرأت نہیں۔

مولوی بدرالدین احمد رضوی بھی خان صاحب کی ''گرم مزاجی'' کو یوں بیان کرتے ہیں:

''بے حد حاز (گرم) مزاج تھے''۔ (سوانح امام احمد رضا، ص ۱۲۶)

خان صاحب کے سوانح نگار مزاج کی اس تیزی، گالم گلوچ اور بداخلاقی کو تربیت کے فقدان کا قصور قرار دینے کے بجائے پٹھان جیسی غیرت مند قوم کو بدنام کرنے کیلئے اس کی وجہ خان صاحب کے پٹھان ہونے کو قرار دیتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

''یہ ملی جلی شدت اس پٹھانی جذبہ کا مظہر ہے جو پٹھانوں میں بالعموم پائی جاتی ہے''۔ (المیزان کا امام احمد رضا نمبر، ص ۳۵۲)

بریلوی شیخ المحدثین دیدار الوری بھی خان صاحب کی بداخلاقی کو پٹھانوں کے کھاتے میں ڈالتے ہوئے کہتے ہیں:

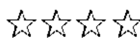
''انہیں جانتا ہوں پٹھان خاندان سے ہیں طبیعت سخت اور غصہ زیادہ ہے''۔ (تجلیات امام احمد رضا، ص ۵۶)

ان کی بدخلاقی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ خان صاحب بریلوی نے ایک دفعہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے والد کو ان کے سامنے فحش گالیاں دی چنانچہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی صاحب لکھتے ہیں:

''جناب نے جب میرے والد مرحوم اور جد مغفور کی تشبیہ میرے دو بدو کتے وخنزیر سے دی اور اس وقت میں نے اظہار ناراضگی نہیں کیا تو اب ان تحریروں کے باعث کیوں ناراض ہونے لگا''۔ (الطاری الداری، حصہ سوم، ص ۶)

مولانا عبدالباری فرنگی محلی کی کچھ خط وکتابت خان صاحب بریلوی سے ہوئی اور اس کے بعد مولانا عبدالباری فرنگی محلی صاحب اس نتیجے پر پہنچے کہ خان صاحب انتہائی بداخلاق متکبر قسم کے آدمی ہیں حتی کہ ان سے گفتگو اور تخاطب بھی شرافت وحق کی غیرت کے خلاف ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''جو متکبرانہ انداز مولوی احمد رضا خان صاحب نے ہم لوگوں کے ساتھ اختیار کیا ہے......اس پیکر تکبر کے روبرو گردن جھکانے کو بلکہ اس سے تخاطب کو بھی اب نہ اپنے بلکہ حق کی بے غیرتی تصور کرتا ہوں''۔ (الطاری الداری، حصہ دوم، ص ۲،۳)



# خان صاحب فاضل بریلوی کا کتوں سے خاص شغف

غیر مسلم اقوام میں کتے کو بہت اہمیت حاصل ہے حتیٰ کہ وہ گھر کے ایک فرد کی حیثیت اختیار کر گیا ہے اور ان کے ہاں یہ محاورہ بن گیا ہے کہ اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے تو میرے کتے سے بھی محبت کرنی ہوگی۔ یہاں تک کہ اب یہ محبت بڑھ کر غلط مراحل میں داخل ہو چکی ہے۔ اسلام میں کتا ایک ناپسندیدہ جانور ہے اسے گھر میں رکھنے سے رحمت کے فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے:

ابو طلحہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (رحمت کے) فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو یا تصویریں ہوں۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ باب التصاویر)

ایک دفعہ وعدہ کے باوجود جبرئیل علیہ السلام گھر میں نہیں آئے۔ رسول اللہ ﷺ بہت غمگین ہوئے بعد میں معلوم ہوا کہ حسن رضی اللہ عنہ یا حسین رضی اللہ عنہ جو ابھی بچے تھے گھر میں کتے کا پلا لے آئے تھے۔

۱) اگر کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کا پانی گرا دینے اور اسے سات دفعہ دھونے کا حکم ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کے برتن میں کتا منہ ڈال جائے تو اسے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھوئے جن میں سے پہلی مرتبہ مٹی کے ساتھ ہو۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے اور اس کے ایک لفظ میں ہے کہ اسے گرا دو۔ (بلوغ المرام، باب المیاہ، کتاب الطھارۃ)

۲) خالص سیاہ کتے کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

حضرت عبداللہ بن مغفل راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ ﷺ نے فرمایا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ کتے امتوں میں سے ایک امت ہیں تو میں تمام کتے مار ڈالنے کا حکم دے دیتا تو تم ان میں سے خالص سیاہ کو مار دو۔ (ابو داؤد، ترمذی، مشکوٰۃ باب ذکر الکتاب)

۳) اسی طرح دو نقطوں والے سیاہ کتے کو بھی مارنے کا حکم دیا:

حضرت جابر رضی الہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کتے مار ڈالنے کا حکم دیا یہاں تک کہ بادیہ سے کوئی عورت اپنا کتا لے کر آتی تو ہم اسے مار ڈالتے۔ پھر رسول اللہ نے انہیں قتل کرنے سے منع فرما دیا اور فرمایا تم دو نقطوں والے کالے سیاہ کتے کو مارو کیونکہ وہ شیطان ہے (دو نقطوں سے مراد ہے جس کی آنکھوں کے اوپر دو نقطے ہوں)۔ (رواہ مسلم)

۴) اللہ تعالیٰ کی آیات کا علم حاصل ہونے کے بعد خواہشات نفس کی پیروی کی وجہ سے ان سے نکل جانے والے کی مثال کتے کے ساتھ دی گئی ہے (دیکھئے اعراف: ۱۷۵، ۱۷۶)

بدترین انسان یعنی برے عالم کی مثال کتے کے ساتھ دینے سے اس کی خست (ذلت) واضح ہے۔

۵) اپنے ہبہ کو واپس لینے والے کی مثال کتے کے ساتھ دی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بری مثال ہمارے لئے نہیں ہے جو شخص اپنا ہبہ واپس لیتا ہے، وہ کتے کی طرح ہے جو اپنی قے دوبارہ چاٹ لیتا ہے۔ (صحیح

بخاری کتاب الھبہ)

مگر خان صاحب بریلوی کو نہ معلوم اس خسیس جانور سے اتنی محبت کیوں تھی کہ خان صاحب کے لبوں پر ہمیشہ اسی جانور کا ذکر رہتا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

## فتاویٰ افریقہ میں کتوں کا ذکر:

☆ ایک سرخ کتے کا بھی اس گوشت میں حصہ ہے۔ (فتاویٰ افریقہ ص 118 احمد رضا)

☆ اور علم میں الو گدھے، کتے، سور کے ہمسر۔ (فتاویٰ افریقہ ص 118 احمد رضا)

☆ استاد کو ایسا ہی علم تھا جیسے کتے کو۔ (فتاویٰ افریقہ ص 118 احمد رضا)

☆ کیا تم میں سے کسی کو پسند آتا ہے کہ کسی کی بیٹی یا بہن کسی کتے کے نیچے بچھے۔ (فتاویٰ افریقہ ص 118 احمد رضا)

☆ ہمارے لیے بری مثل نہیں جو عورت کسی بدمذہب کی جورو بنی وہ ایسی ہے جیسے کسی کتے کے تصرف میں آئی۔ (فتاویٰ افریقہ ص 119 احمد رضا)

☆ ایسا ہے جیسا کتا۔ (فتاویٰ افریقہ ص 119 احمد رضا)

☆ بدمذہب کتا ہے یا نہیں۔ (فتاویٰ افریقہ ص 119 احمد رضا)

☆ بلکہ کتے سے بھی بدتر۔ (فتاویٰ افریقہ ص 119 احمد رضا)

☆ کتے پر عذاب نہیں۔ (فتاویٰ افریقہ۔ ص 119۔ احمد رضا)

☆ بدمذہبی والے جہنمیوں کے کتے۔ (فتاویٰ افریقہ۔ ص 119۔ احمد رضا)

☆ اسکا حال کتے کی طرح ہے۔ (فتاویٰ افریقہ۔ ص 120۔ احمد رضا)

☆ گدھے کتے۔ سور کا نام نکلے۔ (فتاویٰ افریقہ۔ ص 121۔ احمد رضا)

☆ زبان سے گدھے کتے سور کا نام نکلے۔ (فتاویٰ افریقہ۔ ص 121۔ احمد رضا)

☆ گدھے کتے سور کا نام لکھا ہے۔ (فتاویٰ افریقہ۔ ص 121۔ احمد رضا)

☆ کتنی جگہ لفظ گدھے، کتے وخنزیر وغیرہ ہیں۔ (فتاویٰ افریقہ۔ ص 121۔ احمد رضا)

☆ اب علماء سے عرض یہ ہے کہ ان بدگویوں دشنامیوں کے ردّ میں کتے، سور کا نام لینا جائز ہے۔ (فتاویٰ افریقہ، ص 126، احمد رضا)

## حدائقِ بخشش میں کتوں کا ذکر:

تجھ سے در در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

(ص 5۔ ج 1 حدائقِ بخشش۔ احمد رضا)

☆ میری قسمت کی قسم کھائیں سگان بغداد (ج 1۔5 حدائق بخشش۔احمد رضا)

☆ سگ درقہر سے دیکھے تو بکھرتا ہے ابھی (ج 1۔ص 10 حدائق بخشش۔احمد رضا)

☆ سگان کوچہ میں چہرہ میرا بحال کیا (ج 1۔ص 19 حدائق بخشش۔احمد رضا)

☆ کہ رضائے عجمی ہو سگ حسان عرب (ج ا ص 22۔حدائق بخشش۔احمد رضا)

☆ کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

(ج 1۔ص 22 حدائق بخشش۔احمد رضا)

☆ پارۂ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفے میں رضا ان سگان سے اتنی جان پیاری واہ واہ

(ج 1 ص 61۔حدائق بخشش۔احمد رضا)

☆ کہ تو ادنی سگ درگاہ خدام معالی ہے (ج 1۔ص 83۔حدائق بخشش۔احمد رضا)

☆ گام بر گام سگے مارا مبین (ج 2۔ص 23۔ حدائق بخشش۔احمد رضا)

☆ رضا کسی سگ طیبہ کے پاؤں بھی چومے تم اور آہ کہ اتنا دفانح لے کہ چلے

(ج 2۔ص 64۔حدائق بخشش۔احمد رضا)

## احمد رضا کی شیطان سے ہمدردیاں:

☆ شیطان نماز پڑھتا ہے۔(ملفوظات۔ح ا ص 15،اعلیٰ حضرت)

☆ ابلیس اپنے لیے جھوٹ کو ناپسند کرتا ہے۔(احکام شریعت۔حصہ اول۔ص۔135 احمد رضا)

☆ شیطان کا علم حضورؐ سے وسیع ہے۔(خالص الاعتقاد۔احمد رضا۔ص 6)

☆ شیطان رب سے اپنی بخشش کا طالب ہے۔(ملفوظات ح ا ص 15 احمد رضا)

☆☆☆☆

# احمد رضا خان بریلوی کا مسلک

(بانئ بریلویت مولانا احمد رضا خان کے سنی یا شیعہ ہونے پر تحقیقی مقالہ)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، قرۃ العینین جیسی شہرۂ آفاق کتابیں لکھ کر ہندوستان میں شیعیت کے خلاف مؤثر قلمی جہاد کا آغاز کیا، نجف علی خان نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شیعیت کُش تحریک سے پریشان ہو کر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پہونچے اتروا کر ہاتھ بیکار کر دیے تاکہ وہ کوئی کتاب یا مضمون نہ لکھ سکیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اُن کے جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دہلی کی مسندِ علم و عرفان پر جلوہ افروز ہوئے۔ دہلی کی جامع مسجد کے منبر پر رونق افروز ہونے والے خطیب آتش نوا کی شعلہ بیانی، بے باکی، جرأتِ ایمانی اور آتش نوائی کا بے باکانہ منظر دیکھنے کے لیے پورا دہلی امنڈ آتا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شیعیت کے ردّ میں "تحفہ اثناء عشریہ" لکھی، جو شیعیت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئی۔ اس کتاب نے شیعوں پر سکتہ طاری کر دیا۔ شیعہ سردار میر اشرف علی نے دس ہزار روپے عراق کے شیعہ مجتہدین کو بھیجا کہ اس کا جواب لکھیں، مگر دنیائے شیعیت آج تک جواب سے عاجز ہے۔ شیعوں نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مکان ضبط کر لیا، ان کے قتل تک کی سازش کی، ایک طوائفہ کو راضی کیا جو عاشقانہ اشعار پڑھتی تھی، حتیٰ کہ اس خبیثہ نے دہلی کی جامع مسجد میں رقص تک کر دیا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے خلیفہ امیر المومنین سید احمد شہید، ان کے داماد حضرت علامہ عبدالحئ، ان کے بھتیجے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہم ایک انقلابی اصلاحی تحریک لے کر اٹھے، جن کی تحریکِ وعظ و نصیحت پر لاکھوں لوگوں نے تعزیے توڑ ڈالے، سنّی مسلمان ہوئے، اپنی بدعات سے توبہ کی، اسی پس منظر میں آپ اندازہ کر لیں کہ شیعہ کو جتنی نفرت اس خاندان سے ہو سکتی تھی اور کسی سے نہیں۔ لہٰذا اپنے پرانے مکر جس سے وہ ہمیشہ سنیوں کو دھوکہ دیتا رہا یعنی تقیہ کی آڑ میں چور دروازے سے خاموشی کے ساتھ اہل سنّت کی صفوں میں داخل ہو کر اپنے مکر و فریب سے اہل السنّت کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا اور وہ جنگ جو دلائل کی بنیاد پر یہ لوگ ہار چکے تھے اب الزام تراشی اور پروپیگنڈہ کی بنیاد پر اپنے زخموں کا مداوا کر رہے تھے۔

اس مکروہ سازش کیلئے بریلی کے مولانا احمد رضا خان صاحب کا انتخاب کیا گیا اس مقالہ میں ہم اسی عنوان سے مولانا احمد رضا خان کے مسلکی و خاندانی پس منظر کا جائزہ لیں گے۔

(۱) اہل تشیع کی مستند ترین کتاب "الجامع الکافی" میں ہے:

**"انّ الائمۃ علیھم السّلام یعلمون علم ماکان ومایکون وانّہ لا یخفی علیھم الشئ صلاۃ اللہ علیھم۔"** (اصولِ کافی: ۱/۴۴۲)

ترجمہ: ائمہ علیہم السلام ماکان ومایکون کا علم رکھتے ہیں پھر اُن پر کوئی بھی چیز مخفی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی صلاۃ وسلام ہو اُن پر۔

احمد رضا خان صاحب کی کتابوں میں جگہ جگہ آپ کو یہ عقیدہ اس وضاحت کے ساتھ ملے گا کہ اس پر کسی دلیل کی بھی ضرورت نہیں، بلکہ احمد رضا خان بریلوی کی تو ایک کتاب کا نام ہی "اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ماکان ومایکون" ہے۔

## علم ماکان ومایکون کی اصطلاح اور اہل بدعت کی تاویل

ہم نے اپنی کتاب میں اصول کافی کا حوالہ دیا تھا کہ ائمہ کیلئے علم ماکان ومایکون کا عقیدہ رکھنا یہ شیعہ کا عقیدہ ہے۔ بدعتی اس کے جواب میں فرماتے ہیں علامہ ابن جوزی نے علمہ البیان کی تفسیر میں لکھا:

**علّمہ بیان کلّ شیء ما کان وما یکون، قالہ ابن کیسان**

اسی طرح تفسیر بغوی وخازن والے نے لکھا کہ

**یَعْنِی بَیَانَ مَا کَانَ وَمَا یَکُونُ لِأَنَّهُ کَانَ یُبِینُ عَنِ الْأَوَّلِینَ وَالْآخِرِینَ وَعَنْ یَوْمِ الدِّینِ**

**جواب:**

جواب سے پہلے ہم ایک قاعدہ نقل کریں گے جو آگے ہر جگہ کام آئے گا۔ بریلوی لکھتے ہیں:

"اگر کسی نے دیوبندی ترجمہ پر گرفت کی ہے تو وہ ان کے نظریہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کی ہے اور بالفرض اگر وہی ترجمہ کسی سنی عالم دین نے اپنے ترجمۃ القرآن کیا ہو تو ہم اس کو مجازی معنیٰ میں محمول کریں گے"۔ (کنز الایمان اور مخالفین، ص ۴۷)

اس حوالے سے ما قبل میں بھی گفتگو ہو چکی ہے کہ نسبت بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے اس کو خود بریلوی حضرات نے تسلیم کیا ہے۔

اب جن علماء نے اپنی تفسیر میں نبی کریم ﷺ کیلئے علم ماکان ومایکون لکھا ہے اس میں اول بات تو یہ کہ علم تفسیر میں ہر قسم کے اقوال کو نقل کر دیا جاتا ہے ضروری نہیں کہ جس قول کو نقل کیا جا رہا ہے وہ اس مفسر کا نظریہ بھی ہو۔ یہ اصول فریق مخالف کو بھی مسلم ہے۔

دوسری بات ابن کیسان نے جو حضور ﷺ کیلئے علم ماکان ومایکون مانا ہے اس سے ان کی مراد ہرگز کلی علم غیب نہیں جیسا کہ شیعہ اور نواب احمد رضا خان کا نظریہ تھا علم ماکان ومایکون میں۔ بلکہ ابن کیسان کے علم ماکان ومایکون سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جو امم ماضیہ کی خبر دی اور آئندہ آنے والے واقعات کو جو بطور اخبار غیب کے بیان کیا نیز قیامت کے جو حالات بیان کئے وہ مراد ہے اور یہ سب اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے۔ چنانچہ خازن کی عبارت ان کے مطلب کو بالکل واضح کر رہی تھی جسے فریق مخالف نے نقل نہیں کیا:

**علّمہ البیان یعنی بیان ما یکون وما کان لأنہ صلّی اللہ علیہ وسلم ینبیٔ عن خبر الأولین والآخرین وعن یوم الدین** (تفسیر خازن، ج۴ ص ۲۲۵)

اولین وآخرین کی خبر یعنی امم ماضیہ اور قرب قیامت کے اخبار۔ اس کا کوئی بھی منکر نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ماکان ومایکون کی نسبت بدل جانے سے اس کا مفہوم ومطلب بدل جائے گا شیعہ جب علم ماکان ومایکون کہتا ہے تو اس سے اس کی مراد علم غیب کلی ہے جو بالاتفاق اہل السنۃ کے نزدیک کفر وشرک اور شیعہ کا عقیدہ ہے۔ اور جب اہل سنت کے ہاں اس لفظ کو بولا جائے گا تو اس سے مراد اخبار غیب کے طور پر امم ماضیہ اور مستقبل کے جو اخبار وعلامات قیامت آپ نے بتلائی ہیں وہ مراد ہوں گی۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور مسلم شریف کا جو حوالہ

آپ نے دیا اس سے بھی یہی مراد ہے نیز علوم اولین سے بھی یہی مراد ہے کہ جو علوم آپ ﷺ کی شایان شان تھے مزید تفصیل کیلئے امام اہل السنۃ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کی کتاب ازالۃ الریب ملاحظہ فرمائیں وہاں اس پر تفصیلی گفتگو ہے۔

ماکان ومایکون کو شیعہ کا امتیازی عقیدہ صرف ہم ہی نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ فریق مخالف کے اکابر کو بھی یہ بات تسلیم ہے۔ چنانچہ مولانا کرم دین دبیر صاحب جن کو فریق مخالف بھی اپنے اکابر میں سے تسلیم کرتے ہیں لکھتے ہیں:

''حال کے شیعہ اگرچہ بظاہر آپ کی الوہیت کے قائل نہیں، تاہم اوصاف ایسے بیان کرتے ہیں جو آپ کو درجہ الوہیت پر پہنچا دیتے ہیں چنانچہ علم ماکان ومایکون ان کو حاصل ہوا، اشیائے حلال وحرام کرنے کا اختیار موت وحیات پر اختیار وغیرہ وغیرہ بہت سے ایسے اوصاف ہیں جو شان اولوہیت تک پہنچا دیتے ہیں''۔ (انوار آفتاب ص ۱۶۱ طبع اول)

جو بات ہم کر رہے ہیں وہی آپ کے گھر سے نکل آئی تو ہم پر دانت نکالنے کی کیا ضرورت ہے؟

(۲) شیعہ حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس اور صفاتِ نبوی کا مظہر اتم کہتے ہیں اور ان کے نزدیک مصطفیٰ اور مرتضیٰ ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں، ایران کا مشہور شیعی شاعر شاہ نعمت اللہ کرمانی کہتا ہے ؂

مصطفیٰ را مرتضیٰ دان مرتضیٰ را مصطفیٰ
خاک در چشم دو بیناں دغا باید زدن

شیعہ حضرات ائمہ کو خدائی اختیارات کے مالک سمجھتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ سب چیزیں اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام پر اہل السنت میں پھیلائی جاتی تو کوئی بھی اسے قبول نہ کرتا لہٰذا احمد رضا خان بریلوی نے تقیہ کا سہارا لے کر بڑے شاطرانہ طریقہ سے ان تمام شیعی عقائد کو حضور ﷺ کے نام پر پھیلانے کی کوشش کی، احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے کہ:

''حضور پرنور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس وانور سید عالم ﷺ کے وارثِ کامل ونائب تام وآئینہ ذات ہیں کہ حضور پرنور ﷺ مع اپنی جمیع صفاتِ جمال وجلال وکمال وافضال کے ان میں متجلی ہیں۔ جس طرح ذاتِ عزت احدیت مع جملہ صفات ونعوت جلالت آئینہ محمدی ﷺ میں تجلی فرما ہے۔'' (فتاویٰ افریقہ: ص ۹۷، مکتبہ غوثیہ کراچی)

اس کے جواب میں بعض حضرات نے صراط مستقیم کی بعض عبارات پیش کی۔ لیکن اسے اس باب میں پیش کرنا اس لئے درست نہیں کہ ملفوظات خود بریلوی مذہب میں معتبر نہیں۔

چنانچہ غلام نصیر الدین سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

بزرگوں کے ملفوظات میں کچھ باتیں ان سے غلط منسوب ہو جاتی ہیں''۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، ج ۱، ومناظرہ روئیداد گستاخ کون؟)

پھر صراط مستقیم کی عبارات ہمارے خلاف بھی نہیں اس لئے کہ وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ خدائی اختیارات کا مالک نہیں کہا گیا بلکہ سبب بتلایا گیا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ بارش برساتا ہے تو برسانے والی ذات تو اللہ کی ہے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ بادل مختار کل ہے اور بارش برسانے کا اختیار اسی کو ہے۔ بلکہ بادل محض ایک واسطہ وسبب بنا اسی طرح بعض نعمت ہائے باری تعالیٰ کی تقسیم میں حضرت علی ایک سبب

وواسطہ ہیں نہ کہ وہ ان پر مختارِکل۔ یہی بنیادی فرق ہے اہل السنۃ اور اہل تشیع واہل بدعت کے نظریہ میں۔ چنانچہ فریق مخالف نے جو عبارت پیش کی اس میں یہ لفظ صاف موجود ہیں:

''باقی خدمات آپ کے زمانے سے لیکر دنیا ختم ہونے تک آپ ہی کے **وساطت** سے ہونا ہے''۔ (صراط مستقیم)

یہاں وساطت یعنی واسطہ کا لفظ صاف صریح طور پر موجود ہے۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ ہمارا بنیادی اعتراض تو یہ تھا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو تمام اوصاف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی کہا گیا اور یہ عقیدہ دیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ میں متجلی ہیں۔ من جملہ ان اوصاف کے ایک نبوت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آنا بھی ہے۔ یہ عقیدہ بعینہٖ شیعہ کا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ میں متجلی ہوگئے ہیں اس لئے آپ کو بھی نبوت حاصل ہے امر ونہی کا اختیار ہے۔ مولوی احمد رضا خان نے یہی عقیدہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پیش کیا تا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس عقیدے کو قبول کرنے میں زیادہ مسئلہ بعد میں پیش نہ آئے اس بنیادی اعتراض کا کوئی جواب فریق مخالف سے نہ ہوسکا۔

خان صاحب نے اس عبارت کے آخر میں لکھا:

**"کفانا الکافی فی الدّارین وصلّی اللہ وسلّم علی سیّد الکونین والہ وصحبہ وغوث الثقلین۔"**

یہ ''الکافی'' کیا ہے؟ یہ شیعوں کی کتاب ''اصولِ کافی'' ہے، جسے دونوں جہاں میں اپنے لیے خان صاحب اور اپنے اس عقیدہ کے لیے کافی قرار دے رہے ہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ عربی زبان میں لفظ ''صحبہٖ'' ہم نشین ساتھی دوست کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس کی جمع اصحاب ہوتی ہے اہل السنۃ والجماعۃ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام میں آپ کی آل کو شامل کرتے ہیں تو عموماً آپ کے تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ''والہٖ واصحابہٖ اجمعین'' کے الفاظ کہہ کر تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو شامل کر لیتے ہیں، لیکن چونکہ شیعہ سوائے دو چار کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معاذ اللہ کافر سمجھتے ہیں، اس لیے احمد رضا خان کا اپنا شیعی عقائد بیان کرتے ہوئے جمع کو چھوڑ کر صرف ''صحبہٖ'' لکھنا بھی بہت کچھ بتا رہا ہے۔

جہاں تک غوثِ اعظم غوث الثقلین کی اصطلاح کی بات ہے تو اگرچہ بریلوی بے وقوف بناتے ہیں کہ اس سے مراد شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، مگر حقیقت میں ان کے ہاں غوثِ اعظم جس کے لیے یہ ساری خدائی اختیارات ثابت ہورہے ہیں وہ کون ہے؟ ملاحظہ فرمائیں:

''پھر مولا علی کو غوثیتِ کبریٰ عطا ہوئی اور امام محترمین رضی اللہ عنہما وزیر ہوئے، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے درجہ بدرجہ امام عسکری تک یہ حضرات مستقل غوث ہوئے''۔ (ملفوظات: ۱/۱۱۵)

جب غوثیتِ کبریٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے تو ان کے علاوہ غوثِ اعظم اور کون ہوسکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ سارے شیعی عقائد اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام پر پھیلائے جائیں تو کون سنی اسے قبول کرے گا؟۔ اس لیے احمد رضا خان رافضی نے بڑی چالاکی اور ہوشیاری سے حضور علیہ السلام اور حضرت جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام استعمال کر کے وہ تمام عقائد ان کے لیے مانے جو شیعہ اپنے ائمہ کے لیے ثابت کرتے ہیں۔

اس کے جواب میں ایک معترض کہتے ہیں کہ ایک دیوبندی مولوی کی تقریظ میں ہے کہ **وھو دین الحق عندنا** تو کیا یہاں شیعوں

کی کتاب حق الیقین مراد لی جائے گی جس طرح کفانا الکافی میں کافی کتاب مراد لی گئی؟ اسی طرح دیوبندی نے "**الدروس الکافی ترجمۃ متن الکافی**" کتاب شائع کی اس سے بھی کیا اصول کافی مراد لی جائے گی؟

تو جنابِ من بالکل بھی مراد نہیں لی جائے گی کیونکہ پہلی عبارت میں حق سے مراد حق ہی ہے نہ کہ حق الیقین کیونکہ وہاں "دین" کا قرینہ موجود ہے مضاف مضاف الیہ کیلئے بمنزلہ قید ہوا کرتا ہے۔ اور اصول بلاغہ میں قیودات کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

جبکہ دروس الکافی کا حوالہ دینے میں بھی جہالت کا مظاہرہ کیا گیا ہے کیونکہ وہ کتاب کا نام ہے آگے خود وضاحت ہے کہ یہ متن الکافی کے بارے میں دروس ہیں کوئی عقلمند بھی اس سے اصول کافی مراد نہیں لے گا۔ مبتدا خبر دونوں کا مصداق ایک ہے لہذا یہ دروس کافی متن الکافی کتاب ہی کے ہیں۔ جبکہ خان صاحب نے ایک مجمل بات کی کہ "کافی" ہمارے لئے دونوں جہاں میں کافی ہے۔ اور خود موصوف کا حوالہ ماقبل میں گزر چکا کہ ایک ہی لفظ کا معنیٰ عقیدہ بدل جانے سے بدل جاتا ہے۔ "ذنب" کا لفظ جب دیوبندی استعمال کرے گا اس کا معنیٰ کچھ اور ہوگا بریلوی استعمال کرے گا اس کا معنیٰ کچھ اور ہوگا تفصیل ماقبل میں گزر چکی لہذا ہم خان صاحب بریلوی کے شیعی عقائد کی وجہ سے یہاں "الکافی" سے مراد "اصول کافی" ہی مراد لیں گے اور یاد رہے کہ مضاف الیہ پر الف لام مضاف کے عوض میں ہوتا ہے لہذا "الکافی" پر یہ الف لام مضاف محذوف یعنی "اصول" کے عوض میں ہے تو "الکافی" سے مراد "اصول الکافی" متعین ہوا۔

(۳) چند مزید عقائد ملاحظہ ہو:

خدا کہتے نہیں بنتی جدا کہتے نہیں بنتی
اسی پر اس کو چھوڑا ہے وہی جانے کہ کیا تم ہو

(حدائق بخشش: ۲/۱۰۴، مدینہ پبلشنگ کراچی)

تم میں ہے ظاہر خدا تم پہ کروڑوں درود

(حدائق بخشش: ۱/۱۶)

اٹھادو پردہ دکھادو چہرہ کہ نور باری حجاب میں ہے

(حدائق بخشش: ۱/۸۰)

ان اشعار میں حضور ﷺ کیلئے انہی خدائی اختیارات کا عقیدہ گھڑا ہے جو شیعہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ہے۔

(۴) حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"**وکذا من مفتریات الشیعة حدیث ناد علیا مظهر العجائب تجده عونا لك في النوائب نبوتك یا محمد بولایتك یا علی۔**" (موضوعات کبریٰ: ص ۲۶۶، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ترجمہ: اور اسی طرح اہلِ تشیع کی افتراء پردازیوں میں سے قابل مذمت وہ من گھڑت حدیث ہے (جو ان کے ہاں دعائے سیفی کہلاتی ہے) یعنی نادعلی......الخ۔

مگر دوسری طرف احمد رضا خان اس جعلی حدیث اور خالص شیعہ نظریہ کی تعریف و توصیف میں یوں رطب اللسان ہے:

''اسی جواہرِ خمسہ کی سیفی میں وہ جواہر دار سیف خونخوار جسے دیکھ کر و ہابیت بے چاری اپنا جوہر کرنے کو تیار وہ کیا یعنی کہ نادعلی کہ ایمان طائفہ پر شرک جلی جواہرِ خمسہ میں ترکیب دعائے سیفی میں فرمایا...... ۔

**''نادعلیًا مظهر العجائب تجده عونًا لك فی النوائب كل همٍ وغمٍ سینجلی بولایتك یاعلیؑ یاعلیؑ یاعلیؑ ۔''** (الامن والعلی: ص ۴۵۔ اکبر بک سیلز، لاہور)

**نوٹ:** اگر کسی سنی کی کتاب میں نادعلی کا وظیفہ ہو تو یقیناً اسے کسی ''رافضی'' کی دسیسہ کاری میں شمار کیا جائے۔ جو حضرات روافض کی تاریخ پر نظر رکھتے ہیں ان سے یہ بات مخفی نہ ہوگی کہ انھوں نے سنّیوں کی کتابوں میں کیا کیا گل کھلائے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے مولوی محمد علی صاحب بریلوی کی کتاب ''میزان الکتب'' کا مطالعہ کریں۔

(۵) شیعہ مذہب کی بنیادی کتاب ''اصولِ کافی'' کے مصنف ابوجعفر یعقوب کلینی رازی نے اپنی اس کتاب میں ایک باب جو ''کتابِ الحجۃ'' کے نام سے ہے ان الفاظ میں شروع کیا ہے :

**باب فیه ذکر الصحیفة والجفر والجامعة ومصحف فاطمة علیها السلام۔** اس باب میں حضرت علی کے صحیفے، الجفر، الجامعہ اور مصحفِ فاطمہ کا ذکر کیا جائے گا۔

(''اصولِ کافی''، ابوجعفر یعقوب کلینی رازی: ص ۲۳۹، مطبوعہ تہران)

**فیها كلّ حلالٍ و حرامٍ و كل شیئٍ یحتاج الیه الناس۔** اس میں ہر حلال اور ہر حرام چیز کا بیان ہے اور ہر وہ چیز جس کی لوگوں کو ضرورت پڑ سکتی ہے اس کا ذکر ہے۔

(''اصولِ کافی''، ابوجعفر یعقوب کلینی رازی: ص ۲۳۹، مطبوعہ تہران)

پھر اس کے آگے وہ مزید لکھتا ہے کہ :

''جفر چمڑے کی ایک کتاب ہے جس میں تمام انبیاء و اوصیاء کا علم درج ہے۔'' (''اصولِ کافی''، ابوجعفر یعقوب کلینی رازی: ص ۲۴۰، مطبوعہ تہران)

اور یہ ''جفر'' و ''جامعہ'' کیا چیزیں ہیں؟ اس کی تشریح ملا چلپی نے ''کشف الظنون'' میں اس طرح کی ہے:

"الجفر عبارت عن لوح القضاء والّذی هو عقل الکلّ والجامعة لوح القدر الّذی هو نفس الکلّ وقد ادّعٰی طائفة ان الامام علیؓ ابن ابی طالب وضع الحروف الثمانیة والعشرین علیٰ طریق البسط الاعظم فی الجفر.... وھٰذا علم تورثه اھل البیت ومن ینتمی الیھم ویأ خذ منھم من المشائخ الکاملین و کانوا تکتمونه عن غیر ھم کلّ الکتمان و قیل لایقف علی ھٰذا الکتاب حقیقة الّا مھدی المنتظر خروجه فی اٰخر الزّمان۔" (کشف الظنون، ملا چلپی: ۱/۵۹۱، طبع بیروت)

"قضاء کی تختی کو "جفر" کہتے ہیں اور قدر کی تختی کو "جامعہ۔ لوحِ قضاء عقلِ کل ہے اور لوحِ قدر خود کل ہے اور ایک فرقہ (یعنی اہلِ تشیع) کا دعویٰ ہے کہ امام علی ابن ابی طالب نے اٹھائیس حروفِ تہجی کو بسط الاعظم کے طریقہ پر ایک جلد میں مرتب کیا اور یہ "جفر" کا علم ہے جو اہلِ بیت میں اور جو ان کے ہم اعتقاد (یعنی شیعہ) ہیں ان میں وراثتاً چلا آتا ہے۔ مشائخ کاملین یہ علم انہی سے حاصل کرتے ہیں اور وہ اپنے لوگوں (اہلِ تشیع) کے علاوہ اسے ہر ایک سے مکمل طور پر چھپاتے رہے ہیں اور یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ "جفر" کی اس کتاب کی حقیقت کو "مہدی منتظر" کے علاوہ کوئی اور نہیں جان سکتا۔"

خان صاحب بریلوی کی علمِ جفر سے غیر معمولی دلچسپی اور اس میں مہارت و تکمیل کی تمنا اس قدر شدید تھی ۱۳۲۴ھ میں "حسام الحرمین" کا فراڈ کرنے کے لیے حجاز گئے تو مدینۂ منورہ پہنچنے کے بعد اس نام نہاد عاشقِ رسول کو روضۂ انور پر ہمہ وقت حاضری اور زیادہ سے زیادہ صلاۃ وسلام پیش کرنے کی تمنا اور کوشش کے بجائے ہر گھڑی یہی دھن اور اس بات کی لگن تھی کہ کسی طرح اس مقدس شہر میں کوئی ماہر "جفر داں" مل جائے جس سے وہ اس فن کی تکمیل کر سکیں۔ خان بریلوی خود فرماتے ہیں:

"اس تین مہینے کے قیام میں میں نے خیال کیا کہ یہ شہرِ کریم تمام جہاں کا مرجع وملجا ہے، اہلِ مغرب بھی یہاں آتے ہیں ممکن ہے کوئی صاحب "جفر داں" مل جائے کہ ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے۔" (ملفوظات: ۲/ ۱۲۷، فرید بک اسٹال، لاہور)

ما قبل میں کشف الظنون کے حوالہ سے یہ بات گزر چکی ہے کہ "جفر" ایک ایسا علم ہے کہ جو شیعہ میں وارثاً چلا آرہا ہے، شیعہ اپنے سوا ہر ایک سے اس علم کو پوری طرح چھپاتے ہیں، لہٰذا خان صاحب جس "جفر داں" کی تلاش میں تھے وہ لازماً کوئی کٹر شیعہ عالم ہی ہوگا اور خان صاحب کو بھی اپنی شیعیت پر اس قدر پختہ یقین تھا کہ وہ اس علم کے حصول کے لیے باقاعدہ "جفر داں" کی تلاش میں پھرنے لگے۔ خان افغانی کو اس علم پر کس قدر وثوق تھا اس کا اندازہ مندرجہ ذیل ملفوظ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے:

"غرض جفر سے جو جواب نکلے گا ضرور حق ہوگا کہ علم اولیائے کرام ہے، اہلِ بیتِ عظام کا ہے، امیر المومنین علی مرتضیٰ کا ہے رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔" (ملفوظات: ۲/ ۱۵۰)

اور خان صاحب کی ذرا اس عبارت پر بھی غور فرمائیں:

(۶) "امیر المؤمنین ابو الائمة الطاھرین سیّدنا علیؓ کرّم اللہ تعالیٰ وجھه۔"

(خالص الاعتقاد۔ ۷ ۳، حامد اینڈ کمپنی لاہور)

''الائمۃ الطّاہرین'' کی اصطلاح بہت حد تک حقیقتِ حال کو واضح کر رہی ہے۔

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ :

(۷)''**وکان امیر المومنین کثیرًا مایقول أنا قسیم اللہ بین الجنۃ والنّار**۔''

(اصولِ کافی، کتاب الحجہ: ص ۱۷۷)

امیر المومنین (حضرت علیؓ) اکثر یہ فرمایا کرتے تھے: ''میں ہی جنت دوزخ تقسیم کرنے والا ہوں۔''

ملاحظہ فرمائیں اس عقیدہ کی خان افغانی نے کس طرح تائید کی :

سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا: ''**أنا قسیم النّار**''۔ (الامن والعلیٰ: ص ۹۷)

رضاخانی اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ خان صاحب نے جو روایات پیش کی ہیں وہ تو فلاں فلاں کتاب میں بھی ہے تو کیا وہ بھی شیعہ تھے؟ اس کے جواب میں عرض ہے کہ وہ بالکل شیعہ نہ تھے کیونکہ ہمارا اعتراض فقط روایت کو نقل کرنے پر نہیں اس کو عقیدے کی بنیاد بنانے پر ہے۔ متقدمین کی کتب میں موضوع، ضعیف، حسن، صحیح ہر قسم کی روایت ہوتی ہیں۔ آج تک کسی نے یہ نرالا استدلال نہیں کیا کہ کسی روایت کو حدیث کی کتاب میں نقل کر دینا خواہ وہ موضوع ہی کیوں نہ ہو صاحب کتاب کا عقیدہ ہوتا ہے۔ نقی علی خان نے امام غزالی سے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کیا اس کے بارے میں یہی تاویل کی گئی کہ اجی نقی علی خان تو صرف ناقل ہیں۔

یہ روایات جو خانصاحب نے نقل کی ہیں موضوع ہیں جیسا کہ آگے اپنے مقام پر اس کی تفصیل آرہی ہے۔

(۸) شیعہ کا ولایت کے بارے میں عقیدہ ہے کہ: ''**إنّ الارض لا تخلو من الحجّۃ**۔'' مطلب دنیا حجت یعنی امام سے خالی نہیں رہ سکتی۔

**عن أبی حمزۃ قال قلت لأبی عبداللہ تبقی الارض بغیر امام؛ قال لو بقیت الارض بغیر امام لساخت**۔ (اصولِ کافی: ص ۱۰۴)

ابوحمزہ سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے عرض کیا کہ کیا زمین بغیر امام کے باقی رہے گی؟ تو انھوں نے فرمایا کہ اگر زمین بغیر امام کے باقی رہے گی تو دھنس جائے گی۔

ٹھیک یہی عقیدہ غوث کے نام سے خان صاحب افغانی نے پیش کیا:

''بغیر غوث کے زمین وآسمان قائم نہیں رہ سکتے۔'' (ملفوظات: ۱/ ۱۱۵)

اس کے جواب میں ایک معترض صاحب لکھتے ہیں:

**الابدال فی امتی ثلثون بھم تقوم الارض وبھم تمطرون وبھم تنصرون۔ الطبرانی فی الکبیر عن عبادۃ رضی اللہ عنہ بسند صحیح**

ابدال میری امت میں تیس ہیں انہیں سے زمین قائم ہے انہیں کے سبب تم پر مینہ اترتا ہے انہیں کے باعث تمہیں مدد ملتی

ہے (طبرانی نے کبیر میں عبادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ ت)

(۱ کنز العمال بحوالہ عبادۃ ابن الصامت حدیث ۳۴۵۹۳۔ ۱۲/۱۸۶، مجمع الزوائد، باب ماجاء فی الابدال۔ ۱۰/۶۳، الجامع الصغیر بحوالہ الطبرانی عن عبادۃ بن الصامت، حدیث ۳۰۳۳۔ ۱/۱۸۲)

معترض نے یہ جھوٹ بولا کہ ''**بسند صحیح**'' حالانکہ یہ الفاظ موصوف کے خود ساختہ الفاظ ہیں۔ نہ ہی کنز العمال میں ایسے الفاظ موجود ہیں اور نہ ہی مجمع الزوائد میں بلکہ علامہ ہیثمی نے تو واضح طور پر اس کے دو راویوں عمرو البزار اور عنبسہ الخواص کے بارے میں فرمایا:

**وکلاھما لم أعرفہ**۔ ان دونوں کو میں نہیں جانتا۔ (مجمع الزوائد: ۱۰/۶۳)

کتنی شرم کی بات ہے کہ مجمع الزوائد کا حوالہ تو دیتے ہو مگر مجمع الزوائد کا تبصرہ نقل نہیں کرتے۔ مجہول راویوں کی سند کو صحیح سند کہنا یہ کسی بریلی ہی کا دل گردا ہو سکتا ہے!!!!

اصل میں موصوف نے یہ ایک ایک لفظ فتاویٰ رضویہ جلد ۳۰ اور اس کے حاشیہ سے چوری کر کے اپنی کتاب میں لکھ ڈالا حتی کہ ''ت'' اور حاشیہ نمبر کی رمز تک کو مٹانے کا ہوش نہ رہا۔ موصوف خیر سے دوسروں کو تو مواد سرقہ کرنے کا الزام دیتے ہیں لیکن خود اتنے بڑے سرقہ باز ہیں کہ سرقہ کرتے ہوئے یہ بھی نہیں سوچتے کہ جس جاہل سے سرقہ کیا ہے اس نے اگر کوئی علمی غلطی کی ہے کم از کم اسے ہی درست کرلوں۔ اب اس کے بعد موصوف کیا خود اپنی ہی اس عبارت:

''اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہابی دیوبندی حضرات خود بھی جاہل ہوتے ہیں اور اپنی جہالت سے عوام الناس کو بھی گمراہ کرتے ہیں''

کا مصداق ہوئے یا نہیں؟

بہرحال اس روایت کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ معاذ اللہ زمین و آسمان غوث نے قائم کئے ہوئے ہیں اور وہ ہی انہیں تھامے ہوئے ہیں۔ بلکہ اس روایت کا سیدھا سادہ مطلب جیسا کہ خود راوی حدیث نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سوال کیا کہ کیسے ان کے ذریعہ اللہ مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے اور بارش برساتا ہے اور سبزہ اگاتا ہے اور بلاؤں کو دور کرتا ہے، تو حضرت نے جواب دیا کہ یہ لوگ اللہ سے امت مسلمہ کی کثرت کیلئے دعا کرتے ہیں اللہ ان کی دعا کی برکت سے امت مسلمہ میں کثرت فرماتا ہے اور پھر یہ نیک مسلمان ان ظالموں کیلئے بددعا کرتے ہیں ان کی دعاؤں کی برکت سے اللہ بلاؤں کو دور کرتا ہے زمین کو آباد کرتا ہے۔ (ملخصا، فیض القدیر، ج ۳، ص ۲۰۲)

جبکہ خان صاحب کا نظریہ تو یہ ہے کہ زمین و آسمان کو غوث نے معاذ اللہ تھام رکھا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو حدیث میں تو یہ بھی آتا ہے کہ جب تک ایک آدمی بھی مسلمان روئے زمین پر ہے قیامت نہیں آسکتی تو خان صاحب کو چاہیئے تھا کہ تمام مسلمانوں کے بارے میں یہ نظریہ پیش کرتے کہ آسمانوں کو مسلمانوں نے تھام رکھا ہے۔ لیکن چونکہ خان صاحب عام مسلمانوں کے بارے میں مختار کل کا عقیدہ نہیں رکھتے اس لئے غوث کے ساتھ اس کو خاص کر دیا۔ غرض حدیث کا مطلب صرف یہ ہے کہ ان بزرگان کی دعاؤں کی برکت سے اللہ پاک نے اس زمین کو آباد رکھا ہوا ہے جبکہ خان صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ غوث نے اپنی طاقت و اختیار سے معاذ اللہ آسمان و زمینوں کو تھام رکھا ہے جو کہ سراسر قرآن و حدیث کے خلاف شرکیہ نظریہ ہے۔

(۹) شیعہ کا ولایت کے بارے میں ایک عقیدہ ''الولایۃ التکوینیۃ'' ہے جس کے بارے میں خمینی لکھتا ہے کہ: **فأنّ للامام**

**مقامًا محمودًا و درجةً سامیةً وخلافةً تکوینیةً تخضع لولایتها وسیطرتها جمیع ذرّات الکون۔"**

(الحکومۃ الاسلامیۃ: ص ۵۲)

یہ عقیدہ خان افغانی کے بیٹے اور ان کی کتاب کے شارح مصطفی رضا خاں نے کس طرح بیان کیا ملاحظہ ہو:

"امام کو وہ مقام محمود اور بلند درجہ اور ایسی تکوینی حکومت حاصل ہوتی ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے حکم و اقتدار کے سامنے سرنگوں اور تابع فرمان ہوتا ہے۔"

ائمہ کرام فرماتے ہیں: "اولیاء میں ایک مرتبہ اصحاب التکوین کا ہے جو چیز جس وقت چاہتے ہیں فوراً ہو جاتی ہے، جسے کُن کہا وہ ہی ہو گیا۔"

(شرح الاستمداد: ص ۶، برکاتِ مدینہ، کراچی)

محبوبِ سبحانی ظلِ رحمانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ رافضیوں کا عقیدہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

**"ان الامام یعلم کلّ شیئ ما کان ومایکون من امر الدّنیا و الدّین فی عدد الحصیٰ وقطر الأمطار وورق الشجر۔"** (غنیۃ الطالبین: ۱/ ۱۸۰، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

(ان رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ) امام صاحب کو ایسا علم ہوتا ہے کہ جو چیز پچھلے زمانے میں ہو چکی ہے اور آئندہ ہونے والی ہوتی ہے چاہے دنیا کے متعلق ہو اور چاہے دین کے متعلق ہر ایک کو جانتا ہے، یہاں تک کہ سطح زمین پر جس قدر ٹھیکریاں (کنکریاں) ہیں اور جتنے بارش کے قطرے پڑتے ہیں اور درختوں کے پتوں کی تعداد بھی اس کو معلوم ہوتی ہے۔

بعینہ یہی عقیدہ احمد رضا خان بریلوی اور اس کے متبعین کا انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے لیے ہے۔

(۱۰) شیعہ کا عقیدہ ہے کہ:

**"أنّ الامامیّة یعتقدون انّ الامام المعصوم یعلم مافی بطن الحامل وماوراء الجدار۔"**

(تاریخ اسلام للذہبی: ۴۵/ ص ۸۶، تاریخ الخلفاء: ص ۳۸۷)

ترجمہ: کہ امامیہ جو شیعہ ہیں وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ امام معصوم وہ حاملہ کے پیٹ میں کیا ہے اُس کو بھی جانتے ہیں اور دیوار کے پیچھے کیا ہے اُس کو بھی جانتے ہیں۔

بعینہ یہی عقیدہ احمد رضا خان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تھا، بلکہ احمد یار گجراتی بریلوی اور عمر اچھروی بریلوی نے تو اس پر دلائل بھی دینے کی کوشش کی تفصیل "اساسِ بریلویت" میں پڑھیں۔

(۱۱) اہل السنّت کے متعلق شیعہ کا یہ عقیدہ ہے:

"وقتیکہ قائم علیہ السلام ظاہر می شود پیش از کفار ابتداء بہ سنیاں خواہد کرد با علماء ایشاں خواہد کشت۔" (حق الیقین: ص ۱۳۸)

جس وقت امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے تو وہ کافروں سے جنگی کارروائی شروع کرنے سے پہلے ابتداء سنیوں خصوصاً ان کے علماء سے کریں گے اور ان سب کو قتل کر کے نیست و نابود کر دیں گے۔

احمد رضا خان نے بھی انگریز کافر کے حق میں فتوے دیے، ان کی مخالفت میں چلنے والی ہر تحریک کی مخالفت کی، مگر دوسری طرف

ساری زندگی اہل السنّت خصوصاً اہل السنّت دیوبند کو کافر و مرتد بناتے رہے۔

مولانا معین الدین اجمیری جن کا تعارف مدنی میاں بریلوی ان الفاظ میں کراتے ہیں:

''شمس العلماء مولانا معین الدین اجمیری..... مولانا مرحوم مولانا فضل حق خیر آبادی کی تحریکِ آزادی کے ممتاز رہنما تھے۔'' (المیزان کا امام احمد رضا نمبر: ص ۳۹۶)

یہ شمس العلماء احمد رضا خان صاحب بریلوی کے متعلق لکھتے ہیں:

''خلقت آپ کی فضیلت سے بے حد نالاں ہے وہ کہتی ہے کہ دنیا میں شاید کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمان نہیں کیا ہوگا جس قدر اعلیٰ حضرت نے مسلمانوں کو کافر بنایا، مگر درحقیقت یہ وہ فضیلت ہے جو سوائے اعلیٰ حضرت کے کسی کے حصہ میں نہیں آئی۔''

(تجلیاتِ انوارِ معین: ص ۳۷)

مزید لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت..... جنھوں نے اکثر علمائے اہل السنّت کو وہابی بنا کر عوام کالانعام کو ان سے بدظن کر دیا، جن کے اتباع کی پہچان یہ ہے کہ وہ وعظ میں اہلِ حق سنّیوں کو وہابی کہہ کر گالیوں کا مینھ برساتے ہیں۔'' (تجلیاتِ انوارالمعین: ص ۹۲)

(۱۲) حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیعہ کا ایک نظریہ یہ لکھا کہ وہ اپنی کنیزوں (باندیوں، لونڈیوں) کی شرمگاہ اپنے دوستوں اور مہمانوں کو عاریۃً دینے کو بہت بڑی ثواب کی چیز اور اطاعت سمجھتے ہیں اور اس بے غیرتی پر فخر کرتے ہیں۔ (تحفۂ اثناء عشریہ فارسی: ص ۳۶۷)

یہی عقیدہ احمد رضا خان بریلوی کا بھی تھا، چنانچہ ان کے سوانح نگاروں نے لکھا کہ ایک سید صاحب احمد رضا خان سے ملنے تشریف لائے تو بے دھڑک مکان کے اندر گھس گئے اور زنان خانہ میں چلے گئے، احمد رضا خان کے گھر کی مستورات پر نظر پڑی تو سخت شرمندہ ہوئے، احمد رضا خان دوڑتے ہوئے آئے اور انھیں اپنے ساتھ اپنے کمرے کی طرف لے گئے اور سید صاحب کو کہنے لگے:

''(اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ) ''حضرت! یہ سب تو آپ کی باندیاں ہیں، آپ آقا اور آقازادہ ہیں۔''

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر: ص ۳۰۷)

اپنے گھر کی عورتوں کو ایک غیر مرد کی باندیاں قرار دے کر اس پر خوشی کا اظہار کرنا اور اسے باعثِ فخر و اطاعت سمجھنا کیا اسی شیعہ عقیدہ کا اظہار نہیں، جس کا ذکر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحفۂ اثناء عشریہ میں کیا؟

(۱۳) شیعہ ائمہ کے بارے میں امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

''اما علمت ان الدنیا والاٰخرۃ للامام یضعها حیث یشاء ویدفعها الی من یشاء۔'' (اصولِ کافی: ص ۲۵۹)

کیا تم کو یہ بات معلوم نہیں کہ دنیا و آخرت سب امام کی ملکیت ہے، وہ جس سے چاہے لے لے اور جسے چاہے دے دے۔

احمد رضا خان بریلوی نے اپنے متبعین میں یہی عقیدہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر پھیلایا، چنانچہ لکھتے ہیں:

''(اللہ تعالیٰ نے) تمام اہلِ زمانہ کے کاموں کی باگیں اسے سپرد فرمائیں اور اجازت فرمائی کہ جسے چاہیں عطا کریں جسے

چاہیں منع فرما دیں۔'' (خالص الاعتقاد: ص ۴۹)

(۱۴) احمد رضا خان کے شیعہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس نے جس خاندان مارہرہ میں جا کر بیعت کی اور اپنی پیری مریدی کا سلسلہ جوڑا وہ بھی در پردہ شیعہ تھا، مگر تقیہ کی آڑ میں سنی بنا پھر رہا تھا۔

جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ''پیر خانہ'' مارہرہ ضلع ایٹہ جو کہ عوام النّاس کے نزدیک خالص اہل السنّت والجماعت مشائخ کا خاندان ہے اور وہاں کی خانقاہ برکاتیہ ''سنی خانقاہ'' کے نام سے معروف ہے۔ اس خانقاہ برکاتیہ کے شیوخ میں سے ایک اہم ہستی شاہ اچھے میاں آل احمد مارہرویؒ اور ان کے برادر زادہ یعنی احمد رضا خان صاحب کے پیر و مرشد شاہ آل رسول برکاتی مارہروی نے چونکہ دہلی جا کر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے درس حدیث لیا تھا اور ان کا شمار شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں ہوتا ہے۔ اس لیے عام طور پر لوگوں کے نزدیک اس خانقاہ کے مشائخ کا ''سنی العقیدہ'' ہونا ایک طے شدہ بات ہے۔ مگر اسی ''مارہرہ شریف'' کے مشائخ کے ''خاندانِ برکات کی تاریخ'' میں اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے کہ

''شاہ حمزہ مارہرویؒ کو لکھنؤ کے شیعہ حکمران نواب آصف الدولہ نے مبلغ چار سو پچاس روپے کا ایک روزینہ یعنی وظیفہ برائے اخراجات درگاہ شاہ برکت اللہ و شاہ عبدالجلیل و شاہ جلال صاحب جاری کیا تھا، جو اس وقت کے لحاظ سے ایک خطیر رقم تھی، یہ وظیفہ انھیں اور ان کی اولاد کو برابر ملتا رہا۔ اس کے علاوہ نواب آصف الدولہ نے خانقاہ خرچ کے لیے علاحدہ سے مزید ایک سو روپے کا وظیفہ منظور کیا تھا، یہ دونوں وظیفے ان کی اولاد کو تا اختتام ریاست اودھ واجد علی شاہ اختر کے زمانہ آخر تک ملتے رہے تھے۔''

(ملاحظہ ہو: تاریخ خاندانِ برکات: ص ۲۲، سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی، مطبوعہ برکاتی پبلشرز ۱۲۳/ر چھاگلہ اسٹریٹ کھارادر کراچی نمبر ۲)

''تاریخ خاندانِ برکات'' کے مؤلف شاہ اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی اس ضمن میں مزید لکھتے ہیں کہ:

''جب شاہ حمزہ مارہروی کی وفات کے بعد شاہ اچھے میاں آل احمد مارہروی کا دور آیا تو نواب آصف الدولہ والیٔ لکھنؤ نے ۱۱۹۸ھ میں دیہات صورت پور نبلی پرگنہ مارہرہ بصیغہ آل تمغا و رحمت پور و ہورہ خوردہ احد پور پرگنہ بلرام بصیغہ جاگیر خرچ خانقاہ حضرت کے ''نذر'' کیے۔ جن میں سے اکثر کی زمینداری و معافیداری متولیانِ مابعد نے قریب کے زمانہ میں بیع و رہن کر کے تلف کر ڈالی اور بعض کی معافیداری (واجد علی شاہ والیٔ اودھ کی معزولی کے بعد) گورنمنٹ نے ضبط کر لی۔''

(تاریخ خاندانِ برکات: ص ۲۴، سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی، ۱۹۳۹ء)

جہاں تک اہل تشیع کی افتادِ طبع کی بات ہے تو کوئی بھی مخلص شیعہ بقائمیٔ ہوش و حواس کسی سنی بزرگ کی عقیدت میں گرفتار نہیں ہو سکتا تا آنکہ اُسے اس بات کا یقینِ کامل نہ ہو کہ وہ بزرگ حقیقت میں اندر سے ''مخلص شیعہ'' ہے اور بطورِ مصلحت خود کو تقیہ کی نقاب میں پوشیدہ کیے ہوئے ہے، ورنہ غور طلب بات یہ ہے کہ اگر شیعہ نواب آصف الدولہ کو ''سنی بزرگوں'' سے اتنی ہی عقیدت تھی تو اس نے اپنے قلمرو ''بہرائچ'' میں مشہور بزرگ ''سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ اور درگاہ'' پر اس طرح کی عنایت کیوں نہ کی؟ کیا اس کی سنی رعایا میں سید صاحب کے عقیدت مندوں کی تعداد کم تھی؟

لہٰذا معلوم ہوا کہ اس داد و دہش کے پس منظر میں حق بہ حق دار رسید کے خیال کے علاوہ شیعی معتقدات کی بالواسطہ تشہیر و تبلیغ میں معاونت کا احساس اور جذبہ بھی کارفرما تھا۔

بہرنوع! یہ محض الزام تراشی نہیں ہے کہ ''مارہرہ شریف'' کے خاندانِ برکاتیہ کے مشائخ کا رجحان شیعیت کی طرف تھا، ان لوگوں کی درپردہ شیعی ذہنیت کا اندازہ ''تاریخ خاندانِ برکات'' کے مرتب شاہ اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی کے اس بیان سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ خان صاحب بریلوی کے پیرومرشد سید آلِ رسول برکاتی مارہروی کے بڑے بھائی سید آل امام جُمّا میاں کی اولاد جو مارہرہ کے محلہ پختہ باغ میں سکونت پذیر ہے وہ اپنی اصل کی طرف لوٹ چکی ہے اور سب کی سب آج بھی کٹر شیعہ ہیں۔ انھوں نے اپنے خاندان کے دیگر افراد کے علی الرغم انتہائی جرأت مندی کا ثبوت دیتے ہوئے تقیہ کا زرتار لبادہ اتار پھینکا ہے اور اب وہ اپنے اصل ''آبائی مذہب'' پر بہ بانگِ دُہل عمل پیرا ہیں۔ (ملاحظہ ہو: تاریخ خاندانِ برکات: ص ۳۷) شاہ حمزہ مارہروی کے عرس کے انعقاد کی ذمہ داریاں شروع ہی سے ان کے سپرد رہی ہیں، درمیان میں انھوں نے کچھ عرصے کے لیے عرس کمیٹی کو خیر آباد کہہ دیا تھا، مگر بقول صاحب کتاب ''تاریخ خاندانِ برکات'' سید اولادِ رسول محمد میاں برکاتی قادری مارہروی ۱۸۹۸ء میں دوبارہ یہ ذمہ داری انہی آل امام جُمّا میاں کی شیعہ اولاد کے سپرد کر دی گئی تھی اور اب پھر انھوں نے اس کام سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے۔ اس لیے اب انعقادِ عرس کی ذمہ داریاں محمد میاں برکاتی کے والد ماجد جناب اسماعیل حسن برکاتی مارہروی کے سپرد ہیں اور سارا انتظام ان کی اولاد کے زیرِ کنٹرول ہے۔

(تاریخ خاندانِ برکات: ص ۲۳، سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی)

اس خاندان کی شیعی نظریات سے قربت اور اس میں اہلِ تشیّع کے معتقدات کے اثر و نفوذ کا پتہ اس بات سے بھی چل جاتا ہے کہ قصبہ بلگرام ضلع ہردوئی میں محلہ ''سیدواڑہ'' جو اہلِ تشیّع کا گڑھ کہلاتا تھا اور بڑی نامی گرامی شیعہ ہستیاں یہاں کی خاک میں پیدا ہوئیں، کیا یہی بات معنیٰ خیز نہیں کہ جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی کے پیرومرشد سید آل رسول برکاتی مارہروی کا نکاح بلگرام کے اسی ''سیدواڑہ'' کے باشندہ سید منتجب حسین بدلے زئی کی صاحبزادی نثار فاطمہ سے ہوا تھا اور پھر سید آل رسول برکاتی مارہروی کی تیسری صاحبزادی رحمت فاطمہ جو انہی نثار فاطمہ کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں ان کی شادی اپنے ماموں زاد بھائی سید محمد حیدر ابن سید دلدار حیدر ابن سید منتجب حسین سے ہوئی تھی۔ اسی طرح سید آل رسول مارہروی کے صاحبزادہ شاہ ظہور حسن (ولادت ۱۲۲۹ھ) کی پہلی شادی اکرام فاطمہ دختر دلدار حیدر ابن سید منتجب حسین سے ہوئی تھی، ان کے علاوہ بھی اس خاندان کی زیادہ تر رشتہ داریاں صوبہ گجرات کے جام نگر، بڑودھ، پالن پور، جونا گڑھ اور کاٹھیاواڑ کے مشہور و معروف شیعہ خاندانوں میں تھیں۔ (ملاحظہ ہو: تاریخ خاندانِ برکات: ص ۴۱ سے ۴۴ تک) چنانچہ برکاتی خاندانی نسبی اعتبار سے بھی شیعوں سے ہمرشتہ اور معاشرتی اثرات و رجحانات کے مطابق ان کے افکار و نظریات کا ہمنوا تھا......! عام طور پر شیعہ، سنی نکاحوں کے نتیجہ میں پیدا شدہ اولاد ذہنی اعتبار سے اعتقادی بے راہ روی کا شکار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی تو ایسی صورت میں ان لوگوں کی اولاد اور نسلوں کا کیا حال ہوگا جو پہلے سے خود بھی تقیہ بردار شیعہ یا اُن کی نسل تھے، ایسے خاندانوں کے خالص شیعی گھرانوں میں نکاح اور ان سے سماجی روابط اور قربتِ ماحول نے ان کے درپردہ شیعی عقائد و نظریات کو کیا کچھ جلا نہیں بخشی ہوگی......؟

غرض احمد رضا خان ایک کٹر شیعہ تھا، مگر سختی سے تقیہ کیا ہوا تھا ورنہ پورے ہندوستان کے مشائخ کو چھوڑ کر ایک شیعہ خاندان میں بیعت

ہونے کا کیا مطلب؟؟؟؟

احمد رضا خان نے بڑی چالاکی سے شیعہ عقائد و بدعات کو عشق کے نام پر اپنے ماننے والوں میں پھیلایا۔ علمِ غیب، حاضر ناظر، مختارِ کل، نور و بشر ان تمام عقائد کا ماخذ شیعہ کتب ہی تو ہیں۔ شیعہ نے اگر اذان میں ''علی ولی اللہ'' کا اضافہ کیا تو احمد رضا خان نے اذان میں صلاۃ وسلام کا اضافہ کر دیا، اگر شیعہ نے امام حسین کے نام پر دس محرم الحرام کو تعزیہ کے جلوس نکالے، اس میں گھوڑے، مزارات کی شبیہات، جھنڈے لگائے تو یہی سب کام احمد رضا خان کے ماننے والوں نے بارہ ربیع الاوّل کو جشن عید میلاد کے نام پر نکال کر رافضیوں کو ان کی بدعات کا جواز فراہم کیا۔ ابھی حال ہی میں جب رافضیوں نے تعلیم القرآن راولپنڈی پر حملہ کیا اور اہلِ سنت شیعوں کے ان جلوسوں پر پابندی کے لیے متحد ہوئے تو شیعہ نے ایک ہی مطالبہ رکھا کہ ہم جلوس بند کرنے کے لیے تیار ہیں، مگر میلاد کے جلوس بھی بند ہوں اور بریلوی، شیعہ دونوں اپنے جلوسوں کے نام پر متحد ہو گئے۔

اگر شیعہ کے مذہب میں مزارات کو پوجا جاتا ہے تو یہی سب کام بریلوی مذہب میں بھی ہوتا ہے، اگر شیعہ مذہب میں تیجہ، چالیسواں، برسی اہلِ بیت و بزرگوں کے نام پر ہوتا ہے تو یہی سب کچھ بریلوی مذہب میں بھی ہوتا ہے، غرض شیعہ مذہب کی کوئی ایسی بدعت کا نام بتا دیں جس کی نظیر اس بریلوی مذہب میں نہ ہو، یہ دونوں فرقے ایک ہی شجرۂ خبیثہ سے تعلق رکھتے ہیں، اس پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ہمیشہ آپ کو یہ دونوں فرقے اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف متحد نظر آئیں گے۔ غرض احمد رضا خان بریلوی نے اہل السنۃ ہی کے ایک گروہ کو الگ کر کے اپنا متبع بنا کر ان میں شیعیت کے جراثیم کو داخل کیا، یہی وجہ ہے کہ بریلوی اپنے اس ''امام'' کے لیے وہی عقائد رکھتے ہیں جو شیعہ اپنے ''اماموں'' کے لیے رکھتے ہیں۔ چنانچہ شیعہ کا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ ان کے ائمہ بچپن ہی سے امامت کے مقام پر فائز ہوتے ہیں، یہی عقیدہ بریلویوں کا اپنے امام احمد رضا خان بریلوی کے لیے ہے، ملاحظہ ہو:

(۱۵) عبد المبین نعمانی احمد رضا خان کے بچپن کا ایک واقعہ لکھتا ہے:

''ابھی تقریباً ساڑھے تین برس کی عمر ہے ایک نیچا کرتہ پہنے باہر سے دولت خانہ کی طرف چلے جا رہے تھے کہ سامنے سے کچھ بازاری عورتوں (طوائفوں) کا گذر ہوا ان پر نظر پڑتے ہی ''ساڑھے تین برس کے امام نے''...... الخ۔'' (المیزان کا امام احمد رضا نمبر: ۲۳۲)

غور فرمائیں ''ساڑھے تین برس کے امام نے'' کا جملہ آخر کس عقیدہ کی چغلی کھا رہا ہے؟

(۱۶) شیعہ کا اپنے ائمہ کے بارے میں یہ دوٹوک فیصلہ ہے:

**''الامام مطهر من الذنوب و مبرء من العيوب.... فهم معصوم مؤيد موفق مسدد قد امن من الخطاء و الزلل و العثار يخصه الله لذالك ليكون حجة على عباده وشاهده على خلقه۔''**

(اصول کافی: ۱۲۲-۱۲۱)

''امام ہر طرح کے گناہوں اور عیبوں سے مبرا اور پاک ہوتا ہے، وہ ہر قسم کے عیب سے پاک اور صاف ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و توفیق اس کے ساتھ ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو سیدھا رکھتا ہے، وہ غلطی سے بھول اور لغزش سے محفوظ و مامون ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ معصومیت کی اس نعمت کے ساتھ اس کو مخصوص کرتا ہے تاکہ وہ اس کے بندوں پر اس کی حجت ہو اور اس

کی مخلوق پر شاہد ہو۔"

امام معصوم کا یہی نظریہ بریلویوں کا اپنے امام احمد رضا خان بریلوی کے لیے ہے، ملاحظہ ہو بریلوی محدثِ اعظم ہند کا نظریہ:

"...... ہم کو اور ہمارے ساتھ سارے علمائے عرب و عجم کو اعتراف ہے کہ...... اعلیٰ حضرت کی زبان وقلم نقطہ برابر خطا کرے اس کو ناممکن فرمادیا۔" (المیزان بمبئی کا امام احمد رضا نمبر: ص ۲۹۸)

(۱۷) شیعہ حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے ائمہ کا مقام انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر ہے، ملا باقر علی لکھتا ہے:

"مرتبۂ امامت بالاتر از مرتبۂ پیغمبر است۔" (حیات القلوب: ۳/ ۲)

اور خمینی لکھتا ہے :

**"انّ لائمتنا مقام لا یبلغہ ملک مقرّب ولا نبی مرسل۔"** (الحکومۃ الاسلامیۃ: ۵۲)

بعینہٖ یہی عقیدہ بریلویوں کا احمد رضا کے متعلق ہے، چنانچہ جمعیت علماء پاکستان کے صدر مولانا ابوالخیر زبیر حیدرآبادی بریلوی لکھتا ہے:

"اعلیٰ حضرت کے عقیدت مند ایسے بھی ہیں جو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو حضور اکرم ﷺ سے بھی بڑھ کر اور اعلیٰ سمجھتے ہیں۔" (مغفرتِ ذنب: ص ۴۸، رکن الاسلام پبلی کیشنز، حیدرآباد)

(۱۸) شیعہ حضرات کا بنیادی عقیدہ تحریفِ قرآن کا ہے، وہ اس قرآن کو محرّف مانتے ہیں، ان کا ملا باقر علی لکھتا ہے:

**"وعندی انّ الاخبار من ھذا الباب متواترۃ معنی وطرح جمیعھا یوجب رفع الاعتماد عن الاخبار رأسا بل ظنّی انّ الاخبار فی ھذا الباب لا یقصر عن اخبار الامامۃ فکیف یثبتونھا بالخبر۔** (مرآۃ العقول: ص ۵۳۷)

"میرے نزدیک تحریفِ قرآن کی روایتیں اپنے معنیٰ میں متواتر ہیں اور ان تمام روایتوں کو ترک کرنے اور بے اعتبار سمجھنے سے پورا فنِ حدیث بے اعتبار ہو جائے گا، بلکہ جہاں تک مجھے علم ہے تحریفِ قرآن کی روایتیں مسئلۂ امامت کی روایتوں سے کم نہیں، اگر روایاتِ تحریف کا اعتبار نہ کیا جائے تو پھر مسئلۂ امامت جو کہ روایات ہی سے ثابت ہے کیسے ثابت ہوگا؟"

احمد رضا خان نے اگرچہ قرآن کی آیتوں میں لفظاً بھی تحریف کی، مگر اہل السنّت کو دھوکہ دینے کے لیے اور تقیہ کی وجہ سے کھلم کھلا تحریف کا اقرار تو نہ کیا مگر اس کے لیے ایک اور چال چلی کہ کنزالایمان کے نام سے ترجمۂ قرآن کا تحریف شدہ ترجمہ لکھا، اس ترجمہ کی معنوی تحریف کی تفصیل تو آپ "نورِ سنّت کے کنزالایمان نمبر" میں ملاحظہ فرمائیں البتہ یہاں ایک اور بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں، اسی کنزالایمان ترجمہ کے متعلق بریلویوں نے لکھا:

"علمِ قرآن کا اندازہ اگر صرف اعلیٰ حضرت کے اس ترجمہ سے کیجیے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں ہے اور نہ اُردو میں اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ پر لایا نہیں جا سکتا جو بظاہر محض ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اُردو میں قرآن ہے۔" (المیزان کا امام احمد رضا نمبر: ۲۴۵)

غور فرمائیں قرآن تو معجزہ ہے، اس کا تو دنیا کے تمام بلغاء کو یہ چیلنج ہے کہ

"فأتوا بسورة من مثله"

مگر یہاں یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ"اردو زبان میں قرآن" لکھا گیا ہے، اگر چودھویں صدی کا ایک عجمی اپنی زبان میں قرآن لکھ سکتا ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم جو فصحاء و بلغاء کے سردار تھے وہ عربی زبان میں قرآن کیوں نہیں لکھ سکتے؟ شیعہ نے کیا کہا تھا کہ معاذ اللہ اس قرآن میں بہت کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی طرف سے ملا دیا، غور فرمائیں ان کے لیے در پردہ کیسے راہ ہموار کی گئی کہ اگر اردو میں قرآن لکھنا ممکن ہے تو عربی میں یہ کمال کیوں نہیں سر انجام دیا جا سکتا ہے۔ میرے بھولے بھالے بھائیو! ذرا سوچو! سنیت کی آڑ میں تمہارے ساتھ کیسا مذموم کھیل کھیلا جا رہا ہے مگر تمہیں خبر بھی نہیں!!!!

یہی احمد رضا خان اپنے ایک چیلے سید محمد کچھوچھوی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"امام احمد رضا...... کے ترجمہ کا ابتدائی حصہ دیکھ کر فرمایا تھا کہ شہزادے اُردو میں قرآن لکھ رہے ہو۔"

(جامِ نور کا محدثِ اعظم نمبر: ۲۸،۶، ومقدمہ تفسیر اشرفی: ۱/۵ ، بحوالہ جامِ نور کا محدثِ اعظم نمبر: ۵۷)

العیاذ باللہ! اگر آج اُردو میں قرآن لکھا جا سکتا ہے، یہ عجمیوں کا کمال بن سکتا ہے تو کل کو شیعہ یہ کہہ دے کہ ابوبکر و عمر نے بھی مدینہ میں بیٹھ کر عربی میں فصیح و بلیغ قرآن لکھ کر امت کے سامنے پیش کر دیا تو آپ کس منہ سے ان کی بات رد کر سکیں گے؟

(۱۹) آپ ذرا احمد رضا خان کے خاندان کے افراد کے ناموں پر صرف نظر ڈال لیجیے:

کاظم علی خان (پردادا)
رضا علی خان (دادا)
نقی علی خان (والد)
مہدی علی خان (نقی علی خان کے بہنوئی)
حسینی خانم (احمد رضا کی والدہ)
حسنین رضا خان (احمد رضا خان کے بھتیجہ و داماد)
مصطفائی بیگم (احمد رضا خان کی بیٹی)
کنیز حسن (احمد رضا خان کی بیٹی)
کنیز حسین (احمد رضا خان کی بیٹی)
کنیز حسنین (احمد رضا خان کی بیٹی)
مرتضائی بیگم (احمد رضا خان کی بیٹی)
حسین رضا خان (بھتیجہ و داماد)
مجتبائی بیگم، مقتدائی بیگم (پوتیاں)
جعفر علی خان (کاظم علی خان کے بیٹے)

نقی علی خان (کاظم علی خان کے بیٹے)

غور فرمائیں! کیا ہندوستان کے کسی معروف سنّی گھرانے کے افراد کے نام بھی کبھی آپ نے اسی ترتیب پر شیعوں کے ناموں پر پڑھے یا سنے؟ جواب ہوگا، بالکل نہیں۔ فیضانِ اعلیٰ حضرت ص (۱۰۹) پر احمد رضا خان کے موجود سجّادہ نشین تک پورا شجرۂ نسب دیا گیا ہے، کہیں بھی آپ کو شیعہ حضرات کی طرف سے رکھے جانے والے ان ناموں کے مقابلے میں ابو بکر و عمر و عثمان و معاویہ رضی اللہ عنہم کا نام نظر نہیں آئے گا۔ سید ظہیر الدین خان قادری بریلوی نوری انہی ناموں کو دیکھ کر اپنے بریلویوں کو مشورہ دیتا ہے:

''اسی طرح اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے خاندان شریف کا ذکر قلم بند کرتے ہوئے حیاتِ اعلیٰ حضرت کے مصنف نے سخت ٹھوکر کھائی ہے، انھوں نے شجرۂ نسب اس طرح لکھا ہے: ''احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی (حیاتِ اعلیٰ حضرت: ص ۲)'' چونکہ حسنِ اتفاق یا سوئے اتفاق سے نقی علی رضا علی کاظم علی جیسے نام سنّیوں میں رائج نہیں، بلکہ عموماً شیعہ حضرات ہی کے یہاں اس طرح کے نام ہوتے ہیں۔ کوئی بھی شخص شک میں پڑ سکتا ہے کہ کیا معاذ اللہ! اعلیٰ حضرت شیعہ خاندان کے پروردہ تھے؟؟؟؟ لہٰذا بہتر یہ تھا کہ شجرۂ نسب نہ دیا جاتا، آئندہ ہر سوانح نگار اس امر کو ذہن میں رکھے اور والد، دادا، پردادا کے نام پیش ہی نہ کرے یا پھر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم یا اولیائے کرام رحمہم اللہ میں سے چند حضرات کے ایسے ناموں کی نشاندہی کی جائے تاکہ شیعیت کا الزام نہ ڈالا جاسکے۔''

(علمائے اہلِ سنّت سے روحِ اعلیٰ حضرت کی فریاد: ص ۳ مطبوعہ کانپور)

(۲۰) ذرا شیعہ حضرات کا یہ عقیدہ ملاحظہ فرمالیں:

''ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا صفتِ خدا نہیں بلکہ صفتِ محمد و آلِ محمد علیہم السلام ہے اور ان ذواتِ قدسیہ کو حاضر و ناظر کہنا ایمان ہے کفر نہیں۔'' (جلاء العیون: ۲/ ۸۳)

''محمد و آلِ محمد علیہم السلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں......خدا کو ہر جگہ حاضر ناظر کہنا بے دینی ہے۔'' (جلاء العیون: ۲/ ۸۵)

اب ذرا بریلوی حکیم الامت احمد یار گجراتی کا عقیدہ بھی ملاحظہ ہو:

''ہر جگہ میں حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں......خدا کو ہر جگہ میں ماننا بے دینی ہے، ہر جگہ میں ہونا تو رسولِ خدا ہی کی شان ہوسکتی ہے۔'' (جاء الحق: ص ۱۶۸۔ ۱۶۲)

اب ذرا اعلیٰ حضرت کو بھی پڑھ لیں:

''سوال: خدا کو ہر جگہ حاضر ناظر کہنا کیسا ہے؟ الجواب: اللہ عزوجل جگہ سے پاک ہے، یہ لفظ بہت بُرے معنیٰ کا احتمال رکھتا ہے اس سے احتراز (بچنا) لازم ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ: ۱۴/ ۶۴۰ بحوالہ کفریہ کلمات کے بارے میں سوال و جواب: ص ۵۷۲، از الیاس عطّاری، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(۲۱) شیعہ حضرات اپنے ائمہ اور نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ نور ہیں اور یہی ذواتِ مقدسہ مکۂ معظمہ میں لباسِ

بشریت میں تشریف لائے۔ (جلاء العیون: ۲ / ۶۲)

یہی عقیدہ احمد رضا خان بریلوی اور اس کے ماننے والوں کا ہے کہ نبی حقیقت میں نور ہیں لباسِ بشریت میں آئے۔

(۲۲) علمِ غیب خاصۂ خداوندی ہے، مخلوق سے نفیٔ علمِ غیب کی آیات واحادیث کے متعلق شیعہ کہتا ہے :

''جن آیات میں نفی کی گئی ہے وہ ذاتی علم ہے یعنی میں بالذات علم الغیب نہیں رکھتا بلکہ اللہ نے بتایا ہے، دوسرے کُل علم یہ اللہ کا ہے میرے پاس جزءِ علم ہے، تیسرے بطورِ انکسار اور چوتھی میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں الغیب جانتا ہوں لہٰذا دعویٰ کی نفی سے علم الغیب کی نفی نہیں ہے۔'' (جلاء العیون: ۲ / ۷۵، از باقر مجلسی)

اب مفتی احمد یار گجراتی کو بھی پڑھ لیں :

''جن آیات واحادیث یا اقوالِ فقہاء میں حضور علیہ السلام کے علمِ غیب کی نفی ہے اُن میں یا تو ذاتی علم مراد ہے یا تمامی معلومات یعنی ربِ تعالیٰ کی معلومات کے برابر عطائی علم کی نفی ہے۔'' (جاء الحق: ۹۵)

''اس آیت کی چار توجیہیں مفسرین نے کی ہیں: اوّلاً یہ کہ علمِ غیب ذاتی کی نفی ہے، دوم یہ کہ کُل علم کی نفی ہے، تیسرے یہ کہ کلام تواضع اور انکسار کے طور پر بیان فرمادیا گیا ہے، چہارم یہ کہ آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں غیب جانتا ہوں یعنی دعویٔ علمِ غیب کی نفی ہے نہ کہ علمِ غیب کی۔'' (جاء الحق: ص ۹۶)

ان موضوعات پر آپ رضاخانیوں اور رافضیوں سے گفتگو کرلیں دونوں کا عقیدہ، مزاج اور طرزِ استدلال آپ کو ایک ہی ملے گا۔

(۲۳) بریلوی محدثِ اعظم پاکستان سردار احمد کا مُرید دارالعلوم محمدیہ رضویہ قادریہ گجرات کا مہتمم شیعوں کے عقائد کے بارے میں لکھتا ہے کہ وہ ائمہ کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں :

''وہ خداوندی صفات واختیارات کے بھی حامل ہیں اور عالم ما کان وما یکون میں کوئی چیز اُن سے مخفی نہیں، اُن کو اختیار ہے کہ جس چیز یا جس عمل کو چاہیں حلال یا حرام قرار دے دیں، کائنات کے ذرہ ذرہ پر اُن کو کُن فیکونی اقتدار حاصل ہے، دنیا اور آخرت ان کی ملکیت ہے جس کو چاہیں دے دیں اور بخش دیں، اُن کی موت اُن کے اختیار میں ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ ائمہ کے بارے میں سب کچھ ماننے کے بعد نہ صرف عقیدۂ ختمِ نبوت ختم اور بے معنیٰ ہوجاتا ہے۔''

(سنّی شیعہ بھائی بھائی کیسے؟: ص ۶۰)

کیا یہی تمام عقائد رضاخانیوں کے نہیں؟ معلوم ہوا کہ احمد رضا خان رافضی نے یہ تمام عقائد شیعوں سے مستعار لے کر اہل السنّت میں پھیلائے، یہ بھی معلوم ہوا کہ جب ان عقائد سے ختمِ نبوت کا انکار ہوتا ہے تو احمد رضا خان نے یہ عقائد پھیلا کر اپنے بھائی مرزا غلام احمد کادیانی کے لیے راہ ہموار کی۔

(۲۴) نہ صرف عقائد بلکہ بدعات کے معاملہ میں بھی احمد رضا خان نے تقیہ کی آڑ میں شیعیت کے لیے راہ ہموار کی، شیعہ تعزیہ میں جلوس نکالتا ہے، ماتم کرتا ہے اس کے مقابلہ میں احمد رضا اور اس کے ماننے والوں نے میلاد اور اس کے جلوس کا مطالبہ کیا تاکہ شیعہ کے جلوس پر اعتراض ہو تو فوراً میلاد کے جلوس پر سوال اٹھے، چنانچہ راولپنڈی میں تعلیم القرآن کے سانحہ کے بعد جب ماتمی جلوس پر پابندی کا مطالبہ

اٹھا اور حکومت سنجیدہ نظر آئی تو فوراً شیعہ نے کہا کہ پھر میلاد کے جلوس پر بھی پابندی ہو اور بریلوی پوری طرح میدان میں آگئے، چنانچہ شیعہ کو بچا لیا گیا۔ اذان میں اگر اُس نے ''علی ولی اللہ'' کا اضافہ کیا تو اِس نے ''صلاۃ و سلام کا'' دلیل پوچھو تو جواب ملے ''منع کہاں ہے تم درود کے منکر ہو'' چنانچہ یہی بہانہ شیعہ نے بنایا کہ ''منع کہاں ہے تم علی کی ولایت کے منکر ہو'' اسی پر دیگر بدعات کو قیاس کرلیں۔

پاکستان میں جب بھی دیوبندی شیعہ تنازعہ کھڑا ہوا تو آپ کو بریلوی شیعہ اسٹیج پر اُن کی حمایت میں کھڑے ملیں گے۔

(۲۵) شیعہ حضرات کے دل میں ام المومنین اماں عائشہ طیبہ طاہرہ عفیفہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو بغض، کینہ، حسد ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں، معروف شیعہ عالم ملا باقر مجلسی لکھتا ہے کہ:

''جب ہمارا بارہواں امام آئے گا تو عائشہ کے گناہوں کے سبب ان کو ان کی قبر سے نکال کر حد جاری کرے گا۔''

(حیات القلوب اردو: ۲/ ۹۰۲، امامیہ کتب خانہ لاہور) استغفر اللہ۔

مقبول دہلوی رافضی لکھتا ہے کہ:

''عائشہ فاحشہ مبینہ کی مرتکب تھیں۔'' (قرآن مترجم: ص ۸۴۰، افتخار بک ڈپو) معاذ اللہ۔

اسی طرح غلام حسین نجفی رافضی لکھتا ہے کہ:

''عائشہ امریکن میم اور یورپین لیڈی کی طرح تھیں۔'' (حقیقت فقہ حنفیہ: ص ۶۴، جامعۃ المنتظر ماڈل ٹاؤن لاہور)۔ العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی نے تقیہ باز کٹر شیعہ ہونے کی وجہ سے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فاحشہ مبینہ اور امریکن میم و یورپین لیڈی کے اسی رافضی تصور کو اپنے اشعار میں اس طرح بیان کیا:

## قصیدہ در مناقب شریفہ امّ المومنین صدّیقہ رضی اللہ عنہا

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابھار — مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن مرے دل کی صورت — کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینۂ و بر

(حدائق بخشش: ۳/ ۳۷، کتب خانہ اہلسنت ریاست پٹیالہ)

یعنی اماں عائشہ رضی اللہ عنہا اتنا تنگ و چست لباس پہنتی تھیں کہ قبا (قمیص) سر سے کمر تک بالکل کھینچی ہوئی تھی۔ گویا ایسا چست لباس کہ ابھی پھٹا کہ ابھی پھٹا اس چست لباس میں ان کے سینے کے ابھار کپڑوں سے باہر ہوئے جاتے تھے، جس کی خوبصورتی دیکھ کر میرا دل بھی ان کی قمیص کی طرح پھٹا جا رہا تھا۔ استغفر اللہ، العیاذ باللہ، نقلِ کفر کفر نہ باشد۔

یا اللہ، گواہ رہ! اماں جی میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں اس لیے کہ کوئی بیٹا یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی ماں کو جو گالیاں دی جائیں اسے سرِ عام اس طرح بیان کرے، وہ گالیاں جس کو نوکِ قلم پر لاتے ہوئے ہاتھوں پر لرزہ طاری ہے، قلم بار بار ساتھ دینے سے انکار کر رہا ہے، جسے سمندر میں ڈال دیا جائے تو اس کی غلاظت سے سمندر کڑوا ہو جائے، آسمان دیکھ لے تو پھٹ جائے، جس کے تعفن سے زمین پر جن و انس،

چرند و پرند کے دَم گھٹنے کو ہے۔ خدا کی قسم! اگر سادہ لوح عوام کو ان تقیہ باز رافضی اور نام نہاد اہل السنّت کا اصل چہرہ دکھانا مقصود نہ ہوتا تو میں کبھی ان غلیظ عبارات و اشعار کو نوکِ قلم پر نہ لاتا۔

کون اماں عائشہ؟ ہاں ہاں! وہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے مقدس گھر میں مدفون ہونے کے لیے دروازہ کے باہر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی میت بھی اور سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی میت بھی اجازت طلب کرتی ہے...... کون اماں عائشہ؟ ہاں ہاں!!!! وہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے گھر کے صحن میں ایک طرف افضل الناس بعد الانبیاء صدیق اکبر اور دوسری طرف مرادِ رسول عمر فاروق رضی اللہ عنہ آسودۂ خاک ہیں...... کون اماں عائشہ؟ ہاں ہاں!!!! وہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے گھر سے بروزِ قیامت نبیوں کا سر تاج ﷺ اور آیت من آیات اللہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جلوہ افروز ہوں گے...... کون اماں عائشہ؟ ہاں ہاں!!!! وہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے گھر کو رب نے زمین ہی پر جنت کا ٹکڑا بنا دیا **مابین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ**...... کون اماں عائشہ؟ ہاں ہاں!!!! وہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے گھر پر روز آنہ ستر ہزار فرشتے درود و سلام پڑھنے کے لیے نازل ہوتے ہیں...... کون اماں عائشہ؟ ہاں ہاں!!!! وہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے گھر میں اللہ کے محبوب نے آخری سانس لی...... کون اماں عائشہ؟ ہاں ہاں!!!! وہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے گھر کو رب نے اپنے محبوب ﷺ کی آخری آرام گاہ کے لیے منتخب کرلیا...... کون اماں عائشہ؟ ہاں ہاں!!!! وہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے گھر کو نبی کریم ﷺ کے جسمِ اطہر سے مس ہونے والے آخری پانی جذب کرنے کی سعادت حاصل ہوئی...... کون اماں عائشہ؟ ہاں ہاں!!!! وہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے گھر کے در و دیوار جبرئیل علیہ السلام اور وحی الٰہی کے نزول کے شاہد و ناظر ہیں...... کون اماں عائشہ؟ ہاں ہاں!!!! وہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے گھر کے صحن کی وہ مٹی جو نبیِ اکرم ﷺ کے جسمِ مبارک کو چھو رہی ہے عرش سے بھی افضل و اکرم ہے۔

یارو!!!! مکان کی عزت مکین سے ہوتی ہے!!!! اور جس ہستی کے گھر کا یہ مقام و رتبہ ہو وہ ذاتِ مقدسہ خود عزت، رفعت، عظمت، بلندی اور پاکیزگی کے کس مقام مرتبہ پر فائز ہوگی اس کا فیصلہ خود کرلو!!!! مگر ہائے! اس ذاتِ مقدسہ کے بارے میں ایک ظالم کہتا ہے کہ جب بارہواں امام آئے گا تو اسے زندہ کرکے اس کے کرتوتوں کے سبب اس پر حد جاری کرے گا، معاذ اللہ! اور دوسرا بے ایمان کہتا ہے کہ مسلمانوں کی ماں عائشہ ٹیڈی اور ایسا تنگ و چست لباس پہنتی کہ ان کے ابھرے ہوئے سینے دیکھ کر عاشقوں کا دل پھٹ جاتا ایسے بے ایمانوں کے خلاف میں آواز اٹھاؤں!!!! میں درد کے مارے چیخوں!!!! میں صدائے احتجاج بلند کروں!!!! تو مجھے کہتا ہے کہ چپ ہو جا!!!! فرقہ واریت نہ پھیلا!!!! نہ، نہ، خدا کی قسم! ماں کو سرِ عام گالیاں دی جائے، اس پر فخر کیا جائے!!!! اس بے حیائی پر بے غیرت بیٹا تو چپ رہ سکتا ہے غیرت مند بیٹا نہیں!!!! جا تجھے بے غیرتی مبارک!!!! مجھے غیرت مبارک!!!!

## ان اشعار سے رضاخانیوں کی گلوخلاصی کی ناکام کوشش

**تاویل نمبر ا:** حدائقِ بخشش حصہ سوم اعلیٰ حضرت کا نہیں ہے۔

**جواب :** یہ حصہ احمد رضا خان بریلوی ہی کا ہے، چنانچہ ڈاکٹر حامد علی بریلوی لکھتے ہیں :

''آپ کا تخلص رضاؔ تھا آپ کا نعتیہ دیوان ''حدائقِ بخشش'' کے نام سے تین حصوں میں شائع ہو چکا ہے اور تین چار ایڈیشن نکل

چکے ہیں۔" (المیزان امام احمد رضا نمبر: ص ۷۴۴)

پروفیسر مسعود احمد جو کہ ماہر رضویات شمار کیے جاتے ہیں اور رضاخانی تو انہیں اس صدی کا مجدد بھی کہتے ہیں لکھتے ہیں:

"اب تک دیوانِ حدائق بخشش کو مولانا بریلوی کے سارے کلام کا مجموعہ سمجھا جاتا ہے مگر یہ صحیح نہیں......"

(حیات مولانا احمد رضا خان: ص ۱۵۵)

آگے لکھتے ہیں :

"مولانا بریلوی کے انتقال کے بعد بدایوں سے حدائق بخشش حصہ سوئم کے نام سے ایک مجموعہ شائع ہوا ہے، جس میں مولانا بریلوی کا اردو، فارسی اور عربی کلام شامل ہے۔" (حیات مولانا احمد رضا خان: ص ۱۵۲)

مولانا مصطفیٰ رضا خان ابن مولانا احمد رضا خان کے خلیفہ علامہ عبدالستار ہمدانی صاحب کی کتاب میں واشگاف الفاظ میں یہ گلہ موجود ہے:

"حدائق بخشش تین حصوں پر مشتمل ہے تیسرے حصہ کی اشاعت کسی بے بنیاد عارض کی وجہ سے رکی ہوئی ہے...... حدائق بخشش تیسرے حصہ کی عدم اشاعت کا کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا جب کہ امام احمد رضا خان کی شاعرانہ عظمتوں کا صحیح اظہار اسی تیسرے حصہ سے ہوتا ہے...... معاف کیجیے گا میں علمائے کرام کا مخالف نہیں ہوں، ہم انھیں انتہائی ادب و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور انھیں زمین پر نزولِ رحمتِ الٰہی کا سبب جانتے ہیں، لیکن ہمارے علماء شعر کو بھی فقہ کے پیمانے پر ناپتے ہیں جب کہ شاعری میں بہت ساری رعایتیں اور سہولتیں ہوتی ہیں جو بات ہم نثر میں نہیں کہہ سکتے نظم میں اس کا اظہار آسانی سے کیا جاسکتا ہے...... حدائق بخشش حصہ سوم میں کوئی شرعی قباحت نہیں جس قباحت کا اقرار و اعلان کیا جا رہا ہے وہ خالص ذہن کی پیداوار ہے۔ جس قصیدے کے اشعار پر اعتراض کیے گئے ہیں ان اعتراضات کی کوئی حقیقت نہیں اگر اُسی وقت اہلِ فن سے رجوع کیا جاتا تو بات قطعی آگے نہیں بڑھتی۔" (عرفانِ رضا در مدحِ مصطفیٰ: ص ۱۹، الاعظمیہ پبلی کیشنز لاہور)

اس حوالے کے بعد ان لوگوں کو یقیناً ڈوب مرجانا چاہیئے جو حدائق بخشش حصہ سوم کو احمد رضا خان کی شاعری کا مجموعہ تسلیم کرنے سے منکر ہیں، نیز بریلوی مولوی کی یہ عبارت "ہمارے علماء شعر کو بھی فقہ کے پیمانے پر ناپتے ہیں جب کہ شاعری میں بہت ساری رعایتیں اور سہولتیں ہوتی ہیں جو بات ہم نثر میں نہیں کہہ سکتے نظم میں اس کا اظہار آسانی سے کیا جاسکتا ہے" ان تقیہ باز رافضیوں کی دلی سیاہی کا منہ بولتا ثبوت ہے، کیا کوئی رضاخانی مجھے یہ اجازت دیتا ہے کہ میں یہی اشعار اس کی ماں کے متعلق نثر میں نہیں نظم میں کہوں؟ کچھ تو شرم کرو!!!!

**تاویل نمبر ۲ :** کتاب تو احمد رضا خان کی ہے مگر یہ اشعار ان کے نہیں۔

**جواب:** یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، پوری کتاب ان کی ہو اور چند مخصوص اشعار کسی اور کے ہیں آخر اس پر دلیل کیا ہے اور اس کا ثبوت کیا ہے؟ اس مجموعہ کے مرتب مولوی محبوب علی خود لکھتا ہے کہ میں نے یہ اشعار فاضل بریلوی کی:

"پرانی قلمی بوسیدہ بیاض سے نہایت احتیاط سے نقل کیے۔" (ماہنامہ سنی لکھنؤ ذوالحجہ ۱۳۷۴ھ)

اسی طرح لکھتے ہیں :

"مجھے اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کچھ کلام جو اب تک چھپا نہیں ہے بڑی کوشش و جانفشانی سے بریلی شریف و سرکار مارہرہ

مطہرہ پیلی بھیت و رامپور وغیرہ وغیرہ مختلف مقامات سے دستیاب ہوا جو آج برادرانِ اہل سنّت کی خدمات میں ''حدائق بخشش حصہ سوم'' کی شکل وصورت میں پیش کر رہا ہوں۔'' (حدائق بخشش حصہ سوم: ص ۱۰، فیصلہ مقدسہ: ص ۴، دار النور لاہور)

یہ محبوب علی رضوی کوئی معمولی آدمی نہیں، معروف بریلوی مولوی مشتاق نظامی اسی محبوب رضوی کے متعلق لکھتا ہے:

''محبوب ملّت، شیخ طریقت، مفتی بمبئی، عالم باعمل حضرت مولانا الحاج محمد محبوب علی خان قادری۔'' (سوانح شیر بیشہ سنت: ص ۸، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

مولوی مصطفیٰ رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ مولوی محبوب علی نے:

''اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا انھیں منقبتِ سیدنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں لکھنا سمجھا اعلیٰ حضرت کا سمجھ کر ان پر اعتماد کر کے انھیں اسی جگہ ثابت رکھا اور اسے اعلیٰ حضرت کے علم وادب وتقدس وحمیت وغیرت کے منافی نہ جانا اور شعراء کی شاعری کی طرح سمجھ کر اور اعلیٰ حضرت کے علم وعمل پر بھروسہ کر کے اسے جائز جان کر یہی رہنے دیا۔'' (فیصلہ مقدسہ: ۳۵)

استغفر اللہ! خود بیٹا اقرار کر رہا ہے کہ مرتب نے ان اشعار کو احمد رضا خان ہی کا سمجھا ان کی غیرت وحمیت کے خلاف نہ جانا اور شعراء کی شاعری کی طرح ان کے علم وعمل پر بھروسہ کر کے اسے جائز جان کر ان اشعار کو یہی رہنے دیا۔ **الولد سر لأبیہ** بیٹے کو بھی معلوم تھا اور مرید بھی جانتا تھا کہ میرا باپ اور پیر خالص رافضی ہے اس کا تو اماں جی کے متعلق عقیدہ یہی ہے اس لیے ان گندے اشعار کو اعلیٰ حضرت کی غیرتِ علم وعمل کے منافی نہ جانتے ہوئے یہی رہنے دیا۔ یہاں ''علم وعمل'' کے لفظ پر بار بار غور کریں، گویا جناب احمد رضا خان صاحب کا اماں جی کے متعلق کل ''علم'' یہی تھا جن کو ان اشعار میں بیان کیا اور ''عمل'' بھی یہی تھا، گویا یہ گالیاں صرف ان اشعار کی صورت میں نہ دی گئی تھیں، ان کا تو روز کا عمل ومعمول ہی یہی تھا، کیا اب بھی اس آدمی کے رافضی ہونے میں کوئی شک رہ جاتا ہے؟

**تاویل نمبر ۳** : ''کتاب بھی ان کی ہے اشعار بھی ان کے ہیں مگر یہ اشعار کسی اور جگہ کے ہیں، کاتب نے یہاں لکھ دیے۔''

**جواب**: بریلویوں کے پاس یہ سب سے آسان نسخہ ہے کہ جب کسی کفر وگستاخی سے جان چھڑانی ہو تو کہہ دو کہ کاتب وہابی تھا کاتب بدمذہب تھا اس نے یہ حرکت کی، گویا ان نامرادوں کو پورے پاک وہند میں اپنی کتابیں چھاپنے کے لیے بزعمِ خود صحیح العقیدہ کوئی کاتب دستیاب نہیں ہوتا۔ اگر یہ کاتب کی غلطی ہے تو آخر وہ کاتب کہاں ہے؟ اس کے خلاف کیا تادیبی کاروائی کی گئی؟

پروفیسر مسعود کے ابا حضور مفتی مظہر اللہ دہلوی اس کو کاتب کی غلطی ہی تسلیم نہیں کرتے ملاحظہ ہو:

''میرے نزدیک زید بھی ان ناپاک الزام سے بری ہے اور کاتب بھی۔'' (فتاویٰ مظہری: ص ۴۰۳، ادارہ مسعودیہ ناظم آباد کراچی)

آپ کا مفتی اعظم دہلوی تو لکھتا ہے کہ کاتب بھی اس الزام سے بری ہے تو ہم آپ کو سچا جانیں یا آپ کے مفتی اعظم کو!!!! نیز ما قبل میں یہ حوالہ گذر چکا ہے کہ اس حدائق بخشش حصہ سوم کے تین چار ایڈیشن نکل چکے ہیں، آپ کوئی ایک ایسا ایڈیشن بتاؤ جس میں کاتب کی اس غلطی کو درست کر دیا گیا ہو بلکہ مفتی مظہر اللہ دہلوی تو یہاں تک لکھتا ہے:

''اہل سنّت کی نظروں سے یہ اشعار یقیناً گذرے، لیکن انھوں نے خاموشی اس لیے اختیار کی کہ ان کو بھی پتہ تھا کہ یہ اشعار ہرگز اعلیٰ حضرت کے نہیں ہیں...... بلکہ کاتب کی غلطی ہیں...... اگر میری اس بات کو نہیں مانو گے تو صرف محبوب علی

پر کیوں طعن و تشنیع؟ پھر سب اہل سنّت پر کرو جو اس گناہ میں برابر کے شریک ہیں کہ اشعار پڑھ لینے کے بعد بھی انھوں نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔" (فتاویٰ مظہری: ص ۳۹۲، ادارہ مسعودیہ نظام آباد کراچی)

پروفیسر مسعود صاحب کے والد صاف لفظوں میں اس بات کا اقرار کر رہے ہیں کہ یہ اشعار نام نہاد اہلِ سنّت کی نظروں سے گذرے ہیں اور انھوں نے اس پر خاموشی اختیار کی اس لیے یا تو کاتب اور مرتب کو معاف کرو یا سب کو اس گناہ میں شریک تسلیم کرو یعنی اگر میں نے چوری کر لی تو کیا ہوا کل تم نے بھی تو کی تھی۔ ان گندے اشعار پر رضاخانیوں کی خاموشی اور بے حسی کو اس انداز میں بیان کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ یہ اشعار کسی کاتب یا بدمذہب کی کارستانی نہیں بلکہ ان رضاخانیوں کا امّ المومنین کے بارے میں وہ اجماعی اور جماعتی سطح کا عقیدہ ہے جس کو یہ تقیہ کے سبب اپنے دل میں چھپائے بیٹھے ہیں اور جس کی ترجمانی ان کے سربراہ و بانیٔ مذہب جناب احمد رضا خان بریلوی نے اپنے ان اشعار کی صورت میں کی۔

مجھے کوئی بتائے کہ اگر آج یہی اشعار کوئی مولوی احمد رضا خان کی بیٹی یا بیوی...... یا کسی بریلوی ملاں کی بہو بیٹی کے بارے میں لکھ کر کسی اخبار یا رسالے یا کتاب میں شائع کر دے...... تو کیا بریلوی آسمان سر پر نہ اٹھائیں گے......؟ کہ ہائے ہائے گستاخی کر دی...... یا تینتیس (۳۳) برس تک خاموش اور بے حس رہیں گے......؟ مگر افسوس! امّ المومنین کی گستاخی پر خاموشی!!!! کیا سنّیوں کی غیرت و حمیّت مر چکی ہے......؟

اگر کل کو کوئی کہے:

"میں نے احمد رضا خان کی بیوی کو بازارِ حسن میں مذکورہ صورت میں دیکھا اور مست ہو گیا یا سردار احمد کی والدہ یا امجد علی اعظم گڑھی کی ہمشیرہ یا مولوی حشمت علی رضوی کی بیٹی یا ابوالبرکات و ابوالحسنات کی والدہ یا نعیم الدین مراد آبادی کی بیٹی یا عبدالحامد بدایوانی کی بیوی یا سعید کاظمی کی بیٹی یا احمد یار گجراتی، یا مصطفیٰ رضا خان کی بہن، مولوی الیاس قادری یا مفتی مظہر اللہ دہلوی کی بہنوں بیٹیوں اور بیویوں کو اس حالت میں دیکھا کہ...... ان تمام بریلوی ملاؤں کی ماں، بہنوں، بیٹیوں کو سینہ تان کر بازارِ حسن میں گھومتے ہوئے میں نے دیکھا اور میں عاشق ہو گیا...... تو بریلوی اس کو برداشت کریں گے...... اور یہ بے ایمان تینتیس (۳۳) برس تک اس وجہ سے خاموش اور بے حس رہیں گے کہ یہ تو کاتب کی غلطی ہے کوئی مسلمان اس قسم کی بکواس کسی کی ماں بہن کے بارے میں کیسے کر سکتا ہے......؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو تمام کائنات کے سردار کی زوجہ محترمہ کی اس توہین پر مجرمانہ خاموشی کیوں......؟ رضاخانیوں کی غیرت کہاں مر گئی تھی......؟ اور اس بے حمیّتی پر عاشق رسول ﷺ ہونے کا دعویٰ کیسا......؟

یہی نہیں شقاوتِ قلبی اور اندازہ تو اس سے لگائیں کہ یہی مفتی مظہر اللہ دہلوی اپنے اعلیٰ حضرت کے دفاع میں ناموسِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سودا اس طرح اپنے فتوے میں کرتے ہیں:

"......اب کون سا اشکال باقی رہ گیا جس کی وجہ سے یہ کہا جائے کہ اس معمولی غلطی کو جو شرعاً قابل گرفت بھی نہیں، ان کی ذاتِ کریمہ (یعنی حضرت امّ المومنین رضی اللہ عنہا...... از ناقل) معاف نہ فرمائے گی اور فرض کیجیے کہ وہ معاف نہ فرمائیں گی تب بھی مسلمانوں کو اس سے کیا

علاقہ کہ یہ معاملہ ایک خطا کار بچہ کا اور ایک مشفقہ ماں کا ہے۔'' (فتاویٰ مظہری: ص ۳۸۸، ادارہ مسعودیہ ناظم آباد کراچی)

قارئین کرام! غور فرمائیں، کتنی بڑی گستاخی ہے کہ اے مسلمانو! اگر مولوی احمد رضا خان نے یہ بکواس کر بھی دی تو تم کو کیا تکلیف ہے؟ یہ سمجھو کہ ایک خطا کار بچہ اور مشفقہ ماں کا معاملہ ہے وہ معاف کر دیں گی، معاف کیجیے گا مفتی صاحب! یہ مولوی احمد رضا خان جیسے تھو خیرے کی ماں کا معاملہ نہیں ہے، بلکہ سوا ارب مسلمانوں کی ماں کا معاملہ ہے، حضرت عمر فاروق، عثمان غنی وعلی اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ماں کا معاملہ ہے، غور فرمائیں! کل کو اگر کوئی بدبخت اس سے بھی بڑی بڑی گالیاں ازواجِ مطہرات کو دے اور جواب میں کہے کہ تمہارا کیا کام؟ میں اور میری مشفقہ ماں جانے...... اور دلیل میں یہ فتویٰ دے تو رضا خانیوں کے پاس سوائے منہ کالا کرنے کے اور کیا رہ جائے گا!!!!!

حقیقت یہ ہے کہ یہ اشعار نہ صرف مولانا احمد رضا خان کے اپنے ہیں، بلکہ تمام رضا خانیوں کا عقیدہ ام المومنین کے بارے میں یہی ہے، ان لوگوں کو یہ تاویلات کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ جب علمائے اہل السنّت والجماعت دیوبند کی نظروں سے یہ اشعار گذرے اور ان اشعار کے خلاف احتجاج بڑھنے لگا (انوارِ رضا: ص ۵۴۴) عوام اٹھ کھڑی ہوئی (انورِ رضا: ص ۵۴۴) اور اس احتجاج میں ایک مسلمان قتل ہو گیا (المیزان کا امام احمد رضا نمبر: ص ۴۳۶) اور جب مطالبہ کیا جانے لگا کہ اس کتاب کو شائع کرنے والے مولوی محبوب علی رضوی کو امامت سے معزول کیا جائے (انوارِ رضا: ۵۴۴) تو آخر کار رضا خانیوں نے خاموشی اور بے حسی کا قفل توڑا اور مولوی محبوب علی رضوی کی امامت بچانے کے لیے سارا ملبہ نامعلوم کاتب کے سر ڈال کر مولوی صاحب کی طرف سے طوعاً و کرہاً توبہ شائع کرائی گئی۔

**تاویل نمبر ۴:** یہ کتاب اگر احمد رضا خان کی ہوتی تو ان زندگی میں شائع ہوتی۔

**جواب:** یہ کتاب احمد رضا خان ہی کی ہے ماقبل میں ناقابل تردید دلائل گذر چکے ہیں اور ان کی زندگی ہی میں مرتب ہوئی۔ چنانچہ سرورق پر صاف ۱۳۲۵ھ لکھا ہوا ہے اور شائع بھی احمد رضا خان کی وفات کے صرف دو سال بعد ہوئی ہے۔ رہی یہ بات کہ جو کتاب احمد رضا خان کی زندگی میں شائع نہ ہوئی ہو وہ احمد رضا خان ہی کی نہیں تو اس طرح تو احمد رضا خان کی آدھی سے بھی زائد کتب سے ہاتھ دھونا پڑے گا، احمد رضا خان کی کتابوں کی جو خیالی فہرست رضا خانیوں نے شائع کی ہے ان میں سے آدھی سے زائد کتب آج تک کسی کو دیکھنا نصیب نہ ہوئیں، میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاتا صرف فتاویٰ رضویہ کی مثال دیتا ہوں کہ رضا خانیوں کے نزدیک احمد رضا خان کا سب سے بڑا کارنامہ اس کی فتاویٰ رضویہ ہے یہ بھی اس کی زندگی میں مکمل شائع نہ ہوا، بلکہ اس کی وفات کے کئی سال بعد تک اس کی صرف پانچ جلدیں شائع ہوئی تھیں اور بقول مفتی اقتدار خان نعیمی کے کہ اس کتاب کی کئی جلدیں تو دیمک کی خوراک کی نظر ہو گئی ہیں، تو کیا اب ان کتب کے انکار کی بھی رضا خانی جرأت کریں گے؟

**تاویل نمبر ۵:** کتاب بھی احمد رضا خان کی ہے اشعار بھی انہی کے ہیں مگر اشعار اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نہیں بلکہ ان گیارہ مشرکہ بازاری عورتوں کے متعلق ہیں، جن کا ذکر بخاری و مسلم میں ہے۔

**جواب:** یہ تاویل بھی باطل ہے اس لیے کہ آپ حضرات اس بات پر بھی غور فرمائیں کہ اشعار میں ''ان'' کا لفظ ہے جو تعظیم کے لیے ہے اور آخر میں ''قبا'' کا لفظ ہے جو واحد ہے، اگر ان گیارہ مشرکہ عورتوں کے بارے میں یہ کلام ہوتا تو آخر میں ''قبائیں'' جمع کا صیغہ ہوتا، مگر ایسا

نہیں خود اشعار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ شعر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے متعلق ہیں۔ پھر مزید غور فرمائیں کہ اس پورے قصیدے کی ''ردیف'' ایک ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ تمام اشعار ایک ہی قصیدے کے ہیں، مزید یہ کہ مذکورہ گستاخانہ اشعار کے متصل بعد ہی یہ اشعار ہیں :

تن اقدس پر لباس آیۂ تطہیر کا ہو
سورۂ نور ہو سر پر گہر آمان معجز!
یا حمیراء کا تن اقدس پر گلگوں جوڑا

(حدائق بخشش: ص ۳۷)

نمبر ۱: کیا بازاری عورتیں ''تن اقدس'' والی ہوتی ہیں؟
نمبر ۲: اور کیا یہ آیتِ تطہیر ان مشرکہ عورتوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی؟
نمبر ۳: اور کیا سورۂ نور کی آیتِ برأت کا مصداق یہی عورتیں تھیں؟
نمبر ۴: اور کیا ''یا حمیراء'' کہہ کر ان مشرکہ عورتوں کو پکارا جاتا تھا؟

حضرت تمہاری چال بھی کتنی عجیب ہے
رکھتے کہیں پاؤں پڑتا کہیں پہ ہے

بالفرض بریلوی حضرات کی اس تاویل کو اگر تسلیم کرلیا جائے کہ یہ اشعار حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے متعلق نہیں تھے بلکہ ام زرع مشرکہ کے متعلق تھے تو بھی نہ صرف حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی شدید گستاخی ہے، بلکہ حضور ﷺ کی بھی شدید گستاخی ہے کہ مسلم شریف جلد دوم ص ۲۸۷، میں حضور ﷺ کا یہ قول موجود ہے کہ

"**کنت لك کأبی زرع لأم زرع**" ترجمہ: میں تیرے لیے ایسا ہوں جیسے ابوزرع ام زرع کے لیے۔

یہاں نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو امِ زرع سے تشبیہ دی اور اسی امِ زرع کے بارے میں مولوی احمد رضا خان یہ گستاخانہ اشعار کہہ رہے ہیں بتاؤ! جس عورت کو ام المومنین سے تشبیہ دی جارہی ہو کیا اس خاتون کے بارے میں اس قسم کی فحش گوئی کرنا درست ہے؟ معذرت کے ساتھ میں اگر کہوں کہ مولوی احمد رضا خان کی بیٹی ایسی ہے..... جیسے لاہور کی کوئی طوائف..... مولوی الیاس قادری کی بیوی کے سینے کے ابھار اس طرح ابھرے ہوئے ہیں..... جیسے فلاں عورت کے، جس کی وجہ سے میرا سینہ پھٹا جارہا ہے..... بتائیے! یہ بکواس ہم نے مولوی احمد رضا خان یا مولوی الیاس قادری کی بیٹی یا بیوی کے متعلق نہیں کی، بلکہ اس قسم کی عورت سے تشبیہ دی تو کیا یہ ان کی شدید توہین نہیں.....؟ تو پھر جس خاتون کو سرورِ کائنات ﷺ اپنی محبوب زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا سے تشبیہ دیں..... آخر اس کے بارے میں اس قسم کے آوارہ ذہن اشعار کہنا کہاں کی شرافت ہے؟

اس سے بڑھ کر اس صورت میں محمد مصطفیٰ ﷺ کی شدید گستاخی ہے یعنی امِ زرع کا جو واقعہ حدیث میں آیا اس کو مولوی احمد رضا خان ان اشعار میں پیش کررہے ہیں گویا یہ سب الفاظ کہ..... اس کے سینے..... اس کے ابھار..... اس کے پاجامے..... معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! نقل کفر کفر

نہ باشد، محمد مصطفیٰ ﷺ بیان کر رہے ہیں اور مولوی احمد رضا خان ان کو اشعار میں ڈھال رہے ہیں...... استغفراللہ ۔۔۔۔ غور فرمائیں! پہلے تو صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی کی بات تھی، اس تاویل کی صورت میں معاذ اللہ حضور ﷺ کی کتنی بدترین گستاخی ان رافضیوں نے کر دی!!!! غور فرمائیں......!!!!

یہاں ایک سوال ہوسکتا ہے کہ جب احمد رضا خان اتنا بڑا شیعہ تھا تو اُس نے شیعہ کے خلاف کیوں لکھا، اُس کی کتاب ''ردّ الرفضہ'' کے نام سے ہے جس میں شیعہ کی تکفیر ہے۔

یہ سوال اُن حضرات کے ذہنوں میں آسکتا ہے جو شیعہ مذہب کی نفسیات سے واقف نہ ہوں۔ دراصل تقیہ نام ہی اس چیز کا ہے کہ دھوکہ اور دجل کا ہر حربہ استعمال کر کے سنّیوں کو دھوکہ دیا جائے، مسلک کے لیے تقیہ کی آڑ میں کفر کا ارتکاب کرنے سے بھی گریز نہ کیا جائے۔ شیعوں کی یہ تکفیر تقیہ پالیسی پر عمل کرنے کا حصہ تھا، تاکہ بھولے بھالے سنّیوں کو یہ یقین دلایا جائے کہ جو آدمی خود شیعہ کی تکفیر کر رہا ہو وہ شیعہ کیسے ہوسکتا ہے اور یہ وار نشانہ پر بھی لگا، اس موقع پر بس کاشفِ مکائد روافض حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دینا چاہوں گا وہ لکھتے ہیں:

''شیعہ مذہب کا ایک مکر یہ ہے کہ اُن کے علماء اپنے آپ کو تقیہ کی آڑ میں بظاہر مسالکِ اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) میں سے کسی ایک کا پیروکار بتاتے ہیں اور سختی سے اس پر کاربند رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ سنّیوں کے مدارس میں استاذ لگ جاتے ہیں اور ترقی کرتے کرتے صدر مدرس کے عہدہ تک پہنچ جاتے ہیں، اسی مسلک کو پڑھتے پڑھاتے ہیں، اسی کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں یہاں تک کہ لوگ اُن کو اپنا مقتدا اور پیشوا ماننے لگ جاتے ہیں اور اس کے بعد پھر وہ رفتہ رفتہ سنّی عوام میں رفض (شیعیت) کے جراثیم پھیلانے شروع کر دیتے ہیں۔'' (تحفۂ اثنا عشریہ فارسی: ص ۵۲، ملخصاً، کتب خانہ اشاعتِ اسلام مٹیا محل، دہلی)

یہی کام احمد رضا بریلوی نے کیا، خود کو کٹر حنفی سنّی ظاہر کیا اور اپنی سنّیت و حنفیت کا بھرم قائم کرنے کے لیے بظاہر اسی پر فتوے بھی دیتا رہا اور روافض کی تردید بھی کی، مگر درپردہ وہ سنّیوں میں شیعہ عقائد و تعلیمات کو پھیلاتا رہا جس کی قدرے تفصیل ما قبل میں گذر چکی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس آدمی کا سب سے سیاہ کارنامہ اہل السنّت والجماعت میں تفریق پیدا کرنا ہے، بریلویت کے نام سے ایک معتدبہ گروہ کو اہل السنت والجماعت سے کاٹ کر روافض کی طرف لے جانا اور انھیں آپس میں ہمیشہ کے لیے دست و گریباں کر دینا اُس کا وہ کارنامہ ہے جو اس سے پہلے کوئی شیعہ نہ کرسکا، اس کا اقرار خود بریلویوں کو بھی ہے، چنانچہ قاری احمد علی پیلی بھیتی لکھتے ہیں:

''مولانا احمد رضا خان صاحب پچاس سال مسلسل اسی جدوجہد میں منہمک رہے یہاں تک کہ مستقل دو مکتبۂ فکر قائم ہوگئے بریلوی اور دیوبندی یا وہّابی۔'' (سوانح حیات اعلیٰ حضرت از شاہ مانا میاں: ص ۸، امین برادرس آرام باغ، کراچی)

مسلسل پچاس سال محنت کر کے فاضل بریلوی نے جو ''بریلوی'' فرقہ بنایا اس کا اعتقاد و مسلکی مزاج کیا ہے خود بریلوی محقق اسلام و شیخ الحدیث مولانا محمد علی نقشبندی بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں:

''موجودہ دور کے بعض سنّی مصنّفین و واعظین کا جائزہ لینا اشد ضروری ہے کیوں کہ اُن کی تصنیفات اور وعظ ایسی باتوں سے بھرے پڑے ہیں جو مسلک شیعیت کی تائید و ترجمانی کرتی ہے۔'' (میزان الکتب: ص ۵۷۹، ناشر مکتبہ نوریہ حسینیہ بلال گنج، لاہور، بارِ دوم فروری ۲۰۰۹ء)

بریلوی عالم افتخار الحسن زیدی کی کتاب ''خاکِ کربلا'' کے متعلق لکھتے ہیں:

''محرّم الحرام کے دوران ہمارے کچھ سنی واعظین شہادت کے موضوع پر ایسا دردناک سماں باندھتے ہیں کہ شیعہ ذاکرین کو بھی پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔'' (میزان الکتب: ص ۵۸۰)

آگے لکھتے ہیں:

''ان غیر محتاط واعظین نے مسلک اہلِ سنّت کی حقانیت کو سخت نقصان پہنچایا۔'' (میزان الکتب: ص ۵۸۰)

زیدی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اگر آپ کو آسمان سے جبرئیل بھی روکتا تو نہ رکتے (کربلا کی طرف سفر کرنے سے)۔'' (خاکِ کربلا: ص ۲۱۳)

مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ بات انھوں نے محض واعظانہ رنگ اور قصہ خوانی کے انداز میں لکھ دی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ ایمان کے لیے خطرہ ہے۔'' (میزان الکتب: ۵۸۵)

صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی صاحب بریلوی نے سیدہ صغریٰ کو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی قرار دے کر بچی ہونے کی وجہ سے ان کا مدینہ میں ٹھہرنا لکھا اور وہاں مدینہ طیبہ میں اُن کی آہ و فغاں، فریادیں، دہاڑیں وغیرہ لکھیں حالانکہ یہ سب من گھڑت اور جھوٹی کہانیاں ہیں، اس واقعہ اور قصہ پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ الحدیث مولوی محمد علی بریلوی لکھتے ہیں کہ:

''صاحبزادہ صاحب نے اس دردناک انداز سے لکھا کہ شیعہ ذاکر بھی اسے پڑھ کر آنسو بہانا شروع کردیں۔''

آگے لکھتے ہیں:

''واقعہ کربلا کے بیان میں سنّی واعظین اور شیعہ ذاکرین دونوں کا مقصدِ واحد رلانا پٹانا ہے۔'' (میزان الکتب: ۵۸۶)

آگے لکھتے ہیں:

''اس واقعہ کو جس طرح صاحبزادہ صاحب نے تحریر کیا ہے بشرطیکہ کوئی ثقہ عالم نہ ہو تو بغیر ماتم کیسے نہ رہ سکے۔''

(میزان الکتب: ص ۵۹۷)

یہی واقعہ مفتی حبیب سیالکوٹی بریلوی نے بھی نقل کیا ہے جس پر بریلوی زعماء کی تقریظیں ہیں، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے بریلوی بزرگ لکھتے ہیں کہ:

''آج کل کے سنّی واعظین کے محرّم کی تقریروں کی کامیابی کے لیے سیدہ صغریٰ بنت حسین کا من گھڑت واقعہ زینت بنا ہوا ہے۔''

(میزان الکتب: ص ۵۹۸)

''خلاصہ صغریٰ بچی تھی جس کو امام عالی مقام بچی ہونے کی وجہ سے چھوڑ گئے تھے وہ ہر وقت روتی رہتی، ہر کوفہ جانے والے کو اپنا دردناک، اپنی داستان پیش کرتی، وہاں جانے کی تمنا کرتی اور ایسے درد بھرے الفاظ کہتی کہ ہر سننے والا رونے لگتا اور کہتی یہاں مجھ غریب کا پوچھنے والا کوئی نہیں، میں اکیلی غموں کے پہاڑ میں پھنسی ہوئی ہوں وغیرہ وغیرہ یعنی مدینہ منورہ میں جس قدر صحابہ

کرام اور اہلِ بیت کے افراد تھے اُن میں کسی کو اس بچی پر ترس نہ آتا نہ اس کا کوئی پرسانِ حال ہوتا......الخ۔"

(میزان الکتب: ۶۰۲)

اگر یہ واقعہ سچا ہے تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیت پر بدگمانی اور بداعتمادی ہوگی، جو بریلوی علماء ثابت کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ افتخار الحسن بریلوی کے متعلق بریلویوں کے جید عالم لکھتے ہیں کہ:

''افتخار الحسن نے اپنی اس کتاب میں جو کربلا کی دسویں رات کا واقعہ نقل کیا ہے اس میں نوحہ خوانی اور مرثیہ خوانی کے ذریعہ خوب رلانے پٹانے کی کوشش کی ہے۔'' (میزان الکتب: ص ۶۱۸)

حالانکہ ابوداؤد شریف میں نوحہ کرنے والوں اور والیوں پر لعنت کی گئی ہے اور نبیِ پاک ﷺ نے مرثیوں کے لکھنے سے بھی منع فرمایا ہے، مگر شیعہ حضرات کو یہ بات قبول نہیں اور یہ بنا سپتی سنی جو کہ شیعہ ہیں یہ نوحے اور مرثیوں پر کتابیں لکھ رہے ہیں، فیا اسفا! یہی واقعہ بڑی دلسوزی اور رنگینی کے ساتھ بریلوی عالم مولوی نوری قصوری نے ''باراں تقریراں'' میں اور مولوی شمس بریلوی جو کہ ''منظر الاسلام'' میں استاذ تھا اس نے ''مرقع شہادت'' میں اور مولوی صائم چشتی بریلوی نے بھی ''شہید ابن شہید'' میں نقل کیا ہے تاکہ اس کو پڑھنے والوں میں غم حسین رضی اللہ عنہ پیدا کیا جائے اور رونے رلانے کی فضا قائم ہو۔ بریلوی شیخ الحدیث نے حق گوئی کرتے ہوئے اس جید بریلوی بزرگ صائم چشتی کے بارے میں لکھ دیا:

''صائم چشتی کی ایک اور تصنیف ''مشکل کشا'' ہے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سوانح پر لکھی گئی ہے، اس کتاب میں صائم چشتی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق انہی عقائد ونظریات کا پرچار کیا ہے جو رافضیوں کے ہیں۔'' (میزان الکتب: ص ۶۳۱)

آگے لکھتے ہیں:

''شہید ابن شہید خاکِ کربلا کی طرح من گھڑت داستانوں اور حدودِ شرعیہ کو پامال کرنے والے جملوں سے اٹی پڑی ہے۔''

بریلوی بزگ صائم چشتی نے ''شہید ابن شہید'' میں یہاں تک لکھ دیا:

''سیدہ زینب کے سر سے چادر اتری ہوئی تھی، بال بکھرے ہوئے...... صابروں کا امام بھی یہ منظر دیکھ کر تڑپ کر رہ گیا، حوصلہ کر کے آگے بڑھے، بہن کی گری ہوئی چادر کو اٹھایا علی کی بیٹی کا سر ڈھانپ دیا، جناب سکینہ کو گود میں لیا...... فرمایا بیٹی سکینہ! اٹھو، جلدی کرو، آخری ملاقات کرلو، آخری بار بابا کے سینہ سے تو لپٹ جاؤ۔'' (شہید ابن شہید: ص ۳۱۶-۳۱۵)

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے بریلوی عالم لکھتے ہیں:

''سیدہ زینب کے سر سے چادر اتری ہوئی اور اُن کے بال بکھرے ہوئے تھے۔'' کیا خاندانِ رسالت کی عظیم شہزادی کا یہ عمل قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویہ کے صراحتاً خلاف نہیں...... گویا صائم فیصل آبادی اس بے بنیاد عبارت سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو قرآن وحدیث کے احکام کے خلاف عمل کرنے والی ثابت کرنا چاہتا ہے۔'' (میزان الکتب: ص ۶۳۴)

آگے لکھتے ہیں:

''سکینہ کو گود میں لینا...... امام عالی مقام کی طرف انھیں منسوب کرنا کس قدر بے باکی اور گستاخی ہے...... سیدہ سکینہ کوئی بچی نہیں کہ انھیں

سینہ سے لپٹ جانے کا کہا جائے، انھیں بچی کہنا اور گود میں لینے کی بات کرنا قطعاً من گھڑت ہے، آپ شادی شدہ ہیں اور ان کے خاوند عبداللہ بن حسین یہ دونوں (میاں بیوی) واقعہ کربلا میں موجود تھے۔" (میزان الکتب: ۶۳۵)

سیدہ سکینہ کو سینہ سے لگانے والی بات افتخار الحسن زیدی نے بھی اپنی کتاب "خاکِ کربلا" میں لکھی۔ یہ پورا واقعہ نقل کرکے بریلوی شیخ الحدیث نے یہ فیصلہ دیا کہ:

"یہ سب باتیں اور مکالمہ بازی افتخار الحسن صاحب کی اختراعی ہیں، اگر بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو بہت سی گستاخیوں سے بھری پڑی ہیں۔" (میزان الکتب: ص ۶۳۸)

آگے لکھتے ہیں:

"ایسے بے اصل واقعات کو رقت آمیز لہجے میں رلانے کے انداز سے بیان کرکے وہ سنیت کی نہیں بلکہ شیعیت کی خدمت کرنے کے کیوں در پے ہیں۔" (میزان الکتب: ص ۶۴۰)

مولوی محمد علی نے تحقیق سے یہ ثابت کیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس کربلا میں بھی سواری اونٹ تھے اور مدینہ سے چلتے وقت بھی، نہ کہ گھوڑے۔

آگے لکھتے ہیں:

"افسوس ہے ایسے سنی واعظین وخطباء پر جو اہلِ تشیع کے لیے گھوڑے ذوالجناح کا ثبوت اپنی تقاریر میں پیش کرتے ہیں۔"

پھر آگے لکھتے ہیں:

"ہمارے سنی حضرات در پردہ شیعوں کے گھوڑا نکالنے کی تائید کرکے اُن کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔" (میزان الکتب: ۶۶۴)

جب کہ بریلوی علماء نے گھوڑے پر بڑا زور دیا ہے، دیکھیے کتاب "شہادتِ نواسۂ سید الابرار" تاکہ ذوالجناح ثابت ہو جائے۔ امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو بیٹوں کا قصہ بریلوی مولوی محمد شفیع اوکاڑوی نے "شامِ کربلا" میں اور مفتی جلال الدین امجدی بریلوی نے "خطباتِ محرم" میں لکھا ہے اور صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی بریلوی نے "سوانح کربلا" میں لکھا ہے، اس پر تبصرہ محمد علی صاحب کرتے ہیں:

"امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں کا واقعہ بھی من جملہ ان واقعات من گھڑت میں سے ہے جسے رلانے اور لوگوں کو دہاڑیں مار مار کر آنسو بہانے کے لیے واعظین اپنے وعظوں میں، ذاکرین اپنے خطاب میں غیر محتاط مصنف اپنی تصنیفات میں ذکر کرتے ہیں۔" (میزان الکتب: ۶۸۰)

بریلوی مسلک کی ریڑھ کی ہڈی ابوالحسنات قادری ہیں، انھوں نے "اوراقِ غم" میں قصۂ شہادتِ امام پاک بھی لکھا ہے، اس کتاب کے متعلق بھی بریلوی بزرگ کی سنیے:

"اوراقِ غم میں بہت سی باتیں واعظانہ رنگ میں لکھ دیں جو عقائد اہلِ سنت کو مجروح کرتی ہیں۔" (میزانِ الکتب: ص ۷۲)

بریلوی عالم ابوالحسنات قادری نے اپنی کتاب اوراقِ غم میں یہ لکھا ہے کہ:

"امام حسین رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ قاسم یعنی اپنے بھتیجہ کے ساتھ اپنی دختر کا نکاح کر دیا۔" (ملخصاً از

اوراقِ غم: ص ۲۴۹)

''ابتداءً شیعہ ذاکرین نے پیسے بٹورنے کی خاطر رونے پیٹنے کے واقعات گھڑے پھر زمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ وہ من گھڑت واقعات کتابوں میں لکھے جانے لگے، انہی واقعات میں سے ایک واقعہ قاسم کی میدانِ کربلا میں شادی کا واقعہ بھی ہے، اسی طرح ہر آنے والے نے من گھڑت واقعات میں مزید اضافہ کیا اور بات کا بتنگڑ بنا دیا، پھر شیعوں کی کتابوں مثلاً فاضل کاشفی سے جھوٹے واقعات اہلِ واعظین اسی غرض کے پیشِ نظر بیان کرنے اور لکھنے شروع کر دیے اور یوں ان نادانوں نے نادانستہ شیعوں کے اصول کو مضبوط کرنے میں بہت کردار ادا کیا اور خوب دنیا کمائی۔ ان سنی واعظین نے مسلک اہلِ سنت کو نقصانِ عظیم پہنچایا، شیعہ ذاکرین کی جگہ اب ان سنی واعظین نے لے لی۔'' (میزان الکتب: ص ۷۲۹)

قارئین کرام! آپ کو اچھی طرح معلوم ہوگا کہ اس دور میں ماتمی جلوس اور نوحہ خوانی و مرثیہ خوانی وغیرہ تمام بڑے کاموں کی اعانت بریلوی حضرات کر رہے ہیں اور یہ بات صرف ہم ہی نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ ان کے ہم مسلک مولوی محمد علی نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے اور اس پر کئی ثبوت بھی پیش کیے ہیں اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ان بریلویوں نے یہاں تک بھی لکھنا شروع کر دیا کہ ''غمِ حسین میں رونے کا ثواب ذبح اسماعیل علیہ السلام پر جو سیدنا ابرہیم علیہ السلام کو ملا تھا اتنا ملتا ہے۔'' (اوراقِ غم)، معاذ اللہ۔ تو پھر کیوں نہ سارا مسلک ہی غم کی تصویر بنے، یہ سب مہربانی اُن رضاخانی حضرات کی ہے، حالانکہ شریعت مطہرہ تو صبر کا حکم دیتی ہے نہ کہ ماتم تعزیہ و ذوالجناح کا!!!...... ہمیں آفتاب کے چمکنے سے زیادہ اس بات پر یقین ہے کہ امام عالی مقام (سید شباب اہل الجنۃ کے مصداق) سے یا اُن کے گھر والوں سے کسی قسم کے غیر شرعی کام کا صدور رہوا ہو اور نہ ہی اُن حضرات کی بابت ہمیں یہ تسلیم ہے، بلکہ انھوں نے میدانِ کربلا میں صبر و تحمل اور حوصلہ کا مظاہرہ کرکے انسانیت کو صبر کا عملی نمونہ دکھایا۔

مگر رضاخانی حضرات کو یہ باتیں قبول نہیں، اس پر دلیل یہ ہے کہ بریلوی عالم علامہ مقبول احمد رضوی شاہ دیول گجرات سے اپنے رسالہ ''سنی شیعہ بھائی بھائی کیسے؟'' میں لکھتے ہیں کہ ''ہمارے کئی نوجوان ساتھیوں کو گلہ ہے کہ بریلوی شیعہ و سنی میں فرق نہیں کرتے۔''

تو پھر ہم اُن لوگوں کو دعوت دیں گے کہ

''آؤ! ہمارے ساتھ چلو، یہاں بحمد اللہ فرق ہے اور ہم آپ کو سنتِ طیبہ والی پاکیزہ و مطہر زندگی سمجھائیں گے نہ کہ رسومات و بدعات والی۔''

اللہ ہم سب کو رسم و رواج اور بدعات و خرافات سے بچائے، آمین

ڈاکٹر اوشا سانیال جنھوں نے بریلوی مسعودِ ملت پروفیسر مسعود و یٰسین اختر مصباحی صاحب (یٰسین اختر مصباحی صاحب نے ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مدینہ یونیورسٹی مدینۂ منورہ میں تعلیم حاصل کی...... یہ بات حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی زبانی مولانا عبداللہ رحمانی نے راقم سے روایت کی) کے زیرِ سرپرستی بریلوی تحریک اور اس کے بانی مولانا احمد رضا خان صاحب پر مقالہ لکھا، اس میں وہ اعتراف کرتی ہیں کہ:

''مولانا احمد رضا خان کے بعض عقائد و نظریات شیعیت سے ماخوذ تھے۔ سنجیدگی سے غور و خوض کرنے کی ضرورت ہے اگر چہ ماخوذ

کے لفظ کا استعمال یہاں بہت مناسب معلوم نہیں ہوتا، تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ رسالت کے تعلق سے مولانا احمد رضا خان اور اہلِ سنّت (بریلوی) کا تصور شیعی اصولوں سے کافی قریب ہے۔" (برطانوی ہندوستان میں عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست: ص ۲۳۳، کتاب محل لاہور)

ڈاکٹرنی صاحبہ نے اس امر کو بھی تسلیم کیا ہے کہ:

"مولانا احمد رضا خان صاحب کے پیرو مرشد گھرانے "مارہرہ شریف" کا شجرۂ نسب شیعوں کے "زیدی فرقہ" سے ملتا ہے۔"

(برطانوی ہندوستان میں عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست: ص ۱۱۶، کتاب محل لاہور)

بہر حال یہ تمام تر حقائق وشواہد اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی اور اُن کا خاندان "شیعہ" تھا، جنہیں انگریز ہندوستان میں اہل السنّت والجماعت کے ٹکڑے کرنے اور ہندوستان میں روافض کے سب سے بڑے دشمن" خاندانِ ولی اللّٰہی" کو بدنام کرنے کے لیے سنّیت کا لبادہ پہنا کر سامنے لائے تھے اور تاریخ گواہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب اور ان کے متبعین روزِ اول سے اہل السنّت اور خاندانِ ولی اللّٰہی کی مخالفت اور اُن کی تکفیر میں پیش پیش ہیں!!!!

# آمدم برسرِ مطلب

شیعہ حضرات کا ایک بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ جنتیوں کو جنت میں ڈالے اور دوزخیوں کو دوزخ میں وہ اُن کو معاف نہیں کر سکتا ورنہ وعدۂ الٰہی کے خلاف اور قولِ ربانی کا کذبِ محض ہونا لازم آئے گا جو قبح اور عیب ہے اور اللہ تعالیٰ عیب سے پاک اور قبائح پر قادر نہیں۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شیعہ کے مکائد کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ترجمہ: "شیعہ کہتے ہیں کہ اہل السنّت اللہ تعالیٰ پر ظلم کی تجویز کرتے ہیں، اُن کا اعتقاد ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ بے گناہ بلکہ فرمانبردار مومن کو دوزخ میں ڈال دے اور اُس کو ہمیشہ عذاب کرے تو روا ہے مگر قرآن میں ہے کہ حق تعالیٰ ایسا نہ کرے گا (شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیعہ کے اس الزام کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں) اس امر کا جوابِ اول معلوم ہو چکا ہے کہ باریٔ تعالیٰ سے اہل السنّت کے نزدیک ظلم ممکن نہیں ہے، اس لیے کہ سب مخلوقات اس کی پیدائش وملک میں ہیں جو چاہے کرے اور باوجود اس کے عذاب کا جائز رکھنا اور بات اور عذاب کرنا بات۔" (تحفہ اثنا عشریہ فارسی: ص ۳۰، کید سوم، کتب خانہ اشاعتِ اسلام مٹیا محل دہلی)

یعنی جب ساری مخلوق ہی اللہ کی ملک ہے تو ظلم کیسا؟ بالفرض ظلم کا تصور کر لو تو یہ تو تب ہوگا جب اللہ انھیں واقعی جہنم میں ڈالے ہم تو صرف قدرت کی بات کر رہے ہیں، کسی امر پر قادر ہونا اور بات ہے اور بالفعل اس کا کرنا اور بات ہے، ایک اور مقام پر شیعہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شیعہ کہتے ہیں کہ اہل السنّت قبائح کا باریٔ تعالیٰ سے ظاہر ہونا جائز رکھتے ہیں یعنی زنا اور چوری کو خدا کی پیدائش اور اس کے ارادہ سے جانتے ہیں شیطان اور انسان کی طرف حوالہ نہیں کرتے اور یہ جائز رکھنا حق تعالیٰ کی کمالِ بے ادبی ہے۔ (شاہ صاحب رحمۃ

اللہ علیہ جواب دیتے ہیں کہ) یہ نہیں جانتے کہ اہل السنّت کا مذہب یہ ہے کہ جو کام بہ نسبت انسان و شیطان کے قبیح ہیں اور اُن پر مواخذہ ہوتا ہے باریٔ تعالیٰ کی نسبت اُن میں کوئی قباحت نہیں اور بہت ظاہر ہے کہ حسن وقبح دونوں اضافی امر ہیں اپنے منسوب الیہ کے اختلاف سے مختلف ہوتے ہیں، اصل قباحت یہ ہے کہ ہم باریٔ تعالیٰ کی نسبت بعض چیزوں کو اچھا جانیں اور بعض کو بُرا، پھر اس میں مشکل میں پڑیں۔'' (تحفۂ اثنا عشریہ:ص ۲۹)

غرض اہل السنّت کا عقیدہ صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنّتیوں سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور جہنّمیوں کو جہنم کی وعید سنائی ہے وہ اپنے وعدہ اور وعید کے مطابق ہی کرے گا مگر یہ اُس پر واجب (لازم) نہیں یعنی وہ اس پر قادر ہے کہ اپنی رحمت سے دوزخی کو جنت میں ڈال دے اور عدل سے جنّتی کو جہنم میں ڈال دے لیکن وہ ایسا نہیں کرے گا۔

شیعہ نے کہا کہ اللہ ایسا کرنے پر قادر ہی نہیں اور انھوں نے اہل السنّت کو بدنام کرنے کے لیے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ یہ لوگ اللہ کے لیے کذب کے قائل ہیں، قبائح کے صدور کو مانتے ہیں، اللہ کو عیب دار بتاتے ہیں ظلم، زنا، چوری وغیرہ پر قادر جانتے ہیں۔

اہل السنّت والجماعت علمائے دیوبند بھی اہل السنّت کے اسی عقیدہ پر کاربند ہیں، جب کہ ان کے مقابلہ میں مولانا احمد رضا خان صاحب اور اُن کی جماعت نے اپنے آباء واجداد یعنی روافض کے عقیدہ کو اپنایا اور اہل السنّت کو بدنام کرنے کے لیے وہی گر اپنائے جو اِن سے پہلے ان کے روافض اکابر اپنا چکے تھے، چنانچہ مولانا احمد رضا خان صاحب اسی عقیدہ کی بنیاد پر لکھتے ہیں:

''وہابی ایسے کو خدا کہتے ہیں...... جس کا سچا ہونا کچھ ضرور نہیں جھوٹا بھی ہوسکتا ہے ایسے کہ جس کی بات پر اعتبار نہیں، نہ اُس کی کتاب قابل استناد نہ اُس کا دین لائق اعتماد، ایسے کو جس میں ہر عیب ونقص کی گنجائش...... بہکنا، بھولنا، سونا، اونگھنا، غافل رہنا، ظالم ہونا حتیٰ کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے، کھانا پینا، پیشاب کرنا، پاخانہ پھرنا، ناچنا تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا (بازیگر کی طرح کلا کاری دکھانا)، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا حتیٰ کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا کوئی خباثت کوئی فضیحت اس کی شان کے خلاف نہیں، وہ کھانے کا منہ اور بھرنے کا پیٹ اور مردی اور زنی کی علامتیں بالفعل رکھتا ہے...... سبوح قدوس نہیں خنثیٰ مشکل ہے یا کم سے کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے، یہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے، ڈبو بھی سکتا ہے، زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر، بندوق مار کر خودکشی بھی کرسکتا ہے، اس کے ماں، باپ، جورو، بیٹا سب ممکن ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ قدیم: ۱/ ۷۹۱ سنّی دارالاشاعت علویہ رضویہ، ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد، فتاویٰ رضویہ جدید: ۱۵/ ۵۴۵، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

یہ سب مغلظات اور الزام تراشیاں کس بنیاد پر؟ صرف اس لیے کہ تم نے اللہ کو خلفِ وعید پر قادر مان لیا جو قبیح ہے تو اللہ جب اس قبیح پر قادر ہے تو ان قبائح پر بھی قادر ہوگا، **نعوذ باللہ من سوء الفهم**

ایک اور مقام پر اس خالص علمی اور علمِ کلام کے مسئلہ کو مندرجہ ذیل گھناؤنے انداز میں پیش کرتا ہے:

''اگر تمہارا ساختہ خدا عورت کی قدر سے گھٹ رہا تو اور بھی گیا گذرا ہوا، عورت قادر ہے کہ زنا کرائے تو تمہارے امام اور تمہارے پدرِ تعلیم کے کلیہ سے قطعاً واجب کہ تمہارا خدا بھی زنا کراسکے ورنہ دیوبند میں چکلہ والہ فاحشات اُس پر قہقہے اڑائیں گی کہ نکھٹو تو ہمارے برابر بھی نہ ہوسکا پھر کاہے پر خدائی کا دم مارتا ہے؟ اب تو آپ کے خدا میں فرج بھی ضرور ہوئی ورنہ زنا کاہے میں کرائے

گا، تعجب تھا کہ خدا کے لیے آلہ مردمی ہو تو اس کے مقابل عورت کہاں سے آئے گی، اندام زنی ہو تو اس کے لائق اُسے مرد کہاں سے ملے گا کہ اس کی ہر چیز نامحدود و بے انتہا ہو گی یوں تو ایک خدائن ماننی پڑے گی جو اس کی وسعت رکھے اور ایک بڑا اڈبل خدا ماننا ہو گا جو دوسری ہوس بھر سکے۔" (اللہ جھوٹ سے پاک ہے: ص ۱۶۲-۱۶۱، نوری کتب خانہ لاہور)

"ایک رنڈی فاسقوں کی محفل میں رقص کرتی ہے، لحظہ لحظہ کس قدر اپنی جہتیں بدلتی ہے اگر ان کا معبود یوں ہی نہ گھوم سکا تو رنڈی سے بھی گیا۔" (اللہ جھوٹ سے پاک ہے: ص ۱۶۳)

ان اقتباسات کو پڑھ کر یوں محسوس ہو رہا ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب "بریلی کے اُس بازار" میں بیٹھ کر کتاب تصنیف فرما رہے ہیں، ویسے بھی فاضل بریلوی اور اُن کے خاندان کے طوائفوں کے ساتھ کافی شناسائی تھی تفصیل کے لیے "مجلہ نورِ سنت کراچی کا کنز الایمان نمبر" میں راقم کا مضمون "تعارف صاحب کنز الایمان" پڑھیں۔ فاضل بریلوی کی کتب میں ان مغلظات کو دیکھ کر اُن کے خلیفہ اور بریلوی صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی صاحب کو بھی یہ کہنا پڑا کہ:

"حضور آپ کی کتابوں میں وہابیوں، دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے عقائد باطلہ کا رد ایسے سخت الفاظ میں ہوا کرتا ہے کہ آج کل جو تہذیب کے مدعی ہیں وہ چند سطریں دیکھتے ہی حضور کی کتابوں کو پھینک دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کتابوں میں تو گالیاں بھری ہیں۔" (فیضانِ اعلیٰ حضرت: ص ۲۷۵، بشیر برادرز لاہور، حیات صدر الافاضل: ۴۹، فرید بک اسٹال لاہور)

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ دراصل مولانا محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے یک روزی میں لکھا ہے کہ اگر خدا کو کذب پر قادر نہ مانو تو خدا کی قدرت انسان سے گھٹ جائے گی کہ انسان تو کذب پر قادر ہو اور خدا نہ ہو تو اعلیٰ حضرت نے جواب میں لکھا کہ انسان تو ان فواحش پر بھی قادر ہے تو پھر خدا کو بھی قادر مانو۔

بریلویوں کے مکر کے جواب میں سر دست صرف اتنا ہی عرض کرنا چاہوں گا کہ خود فاضل بریلوی نے لکھا کہ:

"یہ قضیہ بے شک حق تھا کہ جس پر انسان قادر ہے اُس سب اور اس کے علاوہ نامتناہی اشیاء پر مولیٰ عزوجل قادر ہے۔" (اللہ جھوٹ سے پاک ہے: ص ۱۵۰)

اگر اس قضیہ کی بنیاد پر یہ الزام تراشی اور گھناؤنے عقائد شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیے جا رہے ہیں تو اس کو تو فاضل بریلوی نے بھی تسلیم کیا ہے، ان کے متعلق حکم شرعی کیا ہے؟؟؟؟

اس کے جواب میں رضاخانی کہتے ہیں کہ خان صاحب نے آگے وضاحت کی ہے کہ یہاں مقدور سے مراد خلق ہے۔ تو جناب اگر آگے کی وضاحت قابل قبول ہے تو دیوبندیوں کی عبارات کی وضاحت قابل قبول کیوں نہیں؟ کیا کوئی رضاخانی ثابت کر سکتا ہے کہ شاہ اسمٰعیل شہید کی طرف جو غلیظ عقیدے خان صاحب نے منسوب کئے ہیں شاہ صاحب کے تھے؟ اگر کہو کہ ان کے اس اصول سے کہ جو انسان کی قدرت میں ہے وہ ہی اللہ کی قدرت میں ہے سے یہ لازم آ رہا ہے تو اس قاعدے کو تو خان صاحب درست سمجھ رہے ہیں اب وہ اس کا جو بھی مطلب بیان کریں، جب قاعدہ درست ہے اور اس سے یہ لزوم آ رہا ہے تو یہ سب نقض اس پر بھی وارد ہو گا جو اس قاعدہ کو درست تسلیم کر رہا ہے!!

بہر حال مولانا احمد رضا خان صاحب نے اپنے اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے بدنام زمانہ کتاب "سبحان السبوح عن عیب کذب

مقبوح" لکھی۔ پاکستان میں اس کتاب سمیت چند مزید رسائل کو فاضل بریلوی کی طرف منسوب کرکے "اللہ جھوٹ سے پاک ہے" کے نام سے نوری کتب خانہ لاہور نے جناب عبدالحکیم شرف قادری (شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور) کے مقدمہ کے ساتھ شائع کی۔

فاضل بریلوی نے اپنی عادت کے مطابق اپنے اذناب کے ذریعہ اس کتاب کے متعلق یہ مشتہر کرنا شروع کردیا کہ کوئی اس کا جواب نہیں لکھ سکتا، یہ کتاب لاجواب ہے۔ اللہ پاک جزائے خیر عطا فرمائے مولانا عبدالواحد تھانوی فاروقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کو کہ جنھوں نے بروقت اس پروپیگنڈے کا نوٹس لیا اور سبحان السبوح کا منہ توڑ جواب "تنزیہ الالہ السبوح عن نقصان العجز والقبوح" کے نام سے ۱۳۲۱ھ میں لکھ کر مطبع انصاری دہلی سے شائع کی۔

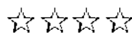
مولانا احمد رضا خان صاحب کی وفات ۱۳۴۰ھ میں ہوئی، گویا اس کتاب کی اشاعت کے بعد ۱۹ رسال تک حیات رہے، مگر نہ تو فاضل بریلوی اور نہ ہی اُن کے اذناب میں سے کسی کو اس کا رد کرنے کی جرأت ہوئی، مگر تعجب ہے مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب کی ڈھٹائی پر کہ وہ خدا خوفی سے بے پرواہ ہو کر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ:

"کچھ ایسا ہی حال امام احمد رضا بریلوی کی تصنیفِ جلیل سبحان السبوح اور دیگر رسائل مبارکہ کا ہے کہ آج تک کسی کو اُن کا جواب دینے کی ہمت نہ ہو سکی۔" (اللہ جھوٹ سے پاک ہے: ص ۱۶)

حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ مولانا عبدالواحد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب سمیت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی اسی موضوع پر کتاب "الجہد المقل" کا جواب لکھنے اور رد کرنے کی آج تک کسی رضاخانی کو جرأت نہ ہو سکی۔

آخر میں مولانا عبداللہ رحمانی کا خصوصی شکریہ ادا کروں گا جنھوں نے اس کتاب کی اعلیٰ پیمانہ پر دیدہ زیب کمپوزنگ کی اور کتاب کے متعلق مفید مشوروں سے بھی نوازتے رہے۔

اللہ پاک اس کتاب کو راقم و جملہ معاونین کے لیے نجاتِ آخروی کا سبب بنائے اور اس کی برکت سے تاحیات مسلکِ اہل السنۃ والجماعۃ پر قائم رہنے اور مرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔



**نوٹ:** یہ مقالہ "**تنزیہ الالہ السبوح عن نقصان العجز والقبوح**" کیلئے بطور مقدمہ لکھا گیا تھا یہ کتاب لاہور سے شائع ہو رہی ہے مقالے کی افادیت و اہمیت کے پیش نظر ادارہ اسے الگ سے شائع کر رہا ہے۔

# خان صاحب بریلوی کے تشیّع کے دفاع کی ناکام کوشش میں ایک ممکنہ تاویل

اس موقع پر ہوسکتا ہے کہ کوئی رضاخانی یہ تاویل کرے کہ بہت سے دیوبندی مولویوں نے خان صاحب بریلوی کے رد شیعیت پر کام کا ذکر کیا۔

ج:

ہم اس کا جواب کوکب نورانی صاحب کے قلم سے دیتے ہیں:

''اگر کوئی عالم دین کسی کفریہ قول و فعل پر شرعی حکم نہ بھی کرے (تو کیا کسی عالم دین کے شرعی حکم نہ کرنے سے) کفر کیا عین اسلام ہوجائے گا؟ کفر تو ہر حال میں کفر ہے''۔ (سفید و سیاہ ص: ۵۴)

تو بالفرض ہمارے حضرات نے خان صاحب بریلوی کی تقیہ پالیسی سے دھوکا کھا کر شیعیت کے خلاف ان کے فتاویٰ کو ذکر کر دیا تو اس سے خان صاحب کا شیعہ نہ ہونا کیسے ثابت ہوگیا؟

مولوی نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

''سرفراز صاحب سے ایک سوال یہ ہے کہ شیعوں کے بارے میں تمہارا ابھی فتویٰ ہے کہ وہ کافر ہیں''۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ج ۱ ص ۳۹)

ایک طرف آپ خود اقرار کر رہے ہو کہ شیعہ کو دیوبندی کافر کہتے ہیں مگر دوسری طرف ''دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف'' نامی کتاب جس سے سرقہ کر کے یہ کتاب تیار کی گئی ہے (بریلوی اصول کے مطابق کہہ رہے ہیں) اس میں باقاعدہ ایک عنوان ہے ''دیوبندی شیعہ گٹھ جوڑ'' اگر شیعہ کو کافر کہنے کے بعد بھی دیوبندی اور شیعہ میں معاذ اللہ گٹھ جوڑ ہوسکتا ہے تو خان صاحب بریلوی کی شیعیت کے خلاف خدمات کا ذکر کرنے کے بعد بھی خان صاحب شیعہ ہوسکتے ہیں!!!!

جناب کے محقق مولوی محمد علی نقشبندی لکھتے ہیں:

''حلیۃ الاولیاء کے مصنف کا نام حافظ ابونعیم ہے اس کے بارے میں کتب شیعہ یہی کہتی ہیں کہ یہ ہمارے مسلک کے مصنف ہے لیکن تقیہ پر پیرا ہو کر اس نے شیعیت چھپائے رکھی اس بنا پر کچھ لوگ اسے اہلسنت میں سے سمجھتے ہیں''۔ (میزان الکتب ص ۱۴۷)

تو جناب یہ ممکن ہے کہ ایک شخص ہو شیعہ مگر تقیہ کر کے سنی بنا ہوا ہے اور اہل سنت کو اس کے اسی تقیہ سے دھوکا ہوا اور غلط فہمی کی بنا پر اسے سنی سمجھ لیں۔ ایک اور عبارت ملاحظہ ہو جس کے بعد ان شاء اللہ چودہ طبق روشن ہوجائیں گے۔ یہی محقق صاحب لکھتے ہیں:

''کچھ لوگوں نے حافظ ابونعیم اصفہانی کو سنی علماء میں شمار کیا اور پھر اس کے فضائل اور مناقب بھی ذکر کر دیئے۔ بات دراصل یہ ہے کہ سنیوں میں چونکہ ''تقیہ'' منافقت نہیں ہے اس لئے نہ خود کرتے ہیں اور نہ کسی میں بغیر دلیل اس کو ثابت کرتے ہیں علمائے اہلسنت نے کتب ابونعیم کو دیکھا ان میں بظاہر کوئی ایسی بات جو اہل تشیع اور اہل سنت کے مابین فرق کرنے والی ہو نظر نہ آئی اور نہ ہی صحابہ کرام پر تبرا بازی کی گئی ہو اس بنا پر انہوں نے اسے اپنا سمجھا''۔ (میزان الکتب، ص ۱۴۹)

تو جناب چونکہ ہمارے علماء میں بھی تقیہ جیسی منافقت نہیں تھی اور ان حضرات نے صرف خان صاحب بریلوی کی ان کتب کا مطالعہ کیا جو رذ شیعیت پر تھی لہذا خان صاحب کو سنی سمجھ کر ان کا ذکر کر دیا، پس آپ ہی کے مولوی کی عبارت سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ یہ ممکن ہے کہ ایک شخص ہو شیعہ پر سنی اسے اپنا سمجھ کر اس کی خدمات کا ذکر کر دیں اور اس کی تعریف کر دیں لیکن اس کے بعد بھی وہ شیعہ شیعہ ہی رہے گا۔

اگر چہ اس حوالے سے ہمارے پاس دیگر کئی حوالہ جات واصولِ بریلویہ ہیں لیکن ہمارا مقصود اختصار ہے۔

**تاویل:** رضاخانیوں نے اپنے اعلیٰ حضرت کو بچانے کیلئے یہ بھی لکھا کہ: میں نے اپنی کتاب میں سارا زور اس بات پر لگایا کہ فلاں فلاں عقیدہ، فلاں مسئلہ شیعہ کا ہے اور یہی عقیدہ و مسئلہ احمد رضا خان کا بھی ہے ہم دیوبندی مولوی خائن کے اکابر کے اصولوں سے اس کا بطلان ثابت کرتے ہیں، مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ معلوم نہیں یہ بدعتی لوگ ہم کو وہابی کیسے کہتے ہیں ہمارے عقائد بھی تو ان جیسے نہیں اگر کوئی کہے بعض تو ہیں سو بعض تو تمہارے بھی ہیں مثلاً محمد ابن عبدالوہاب اسلام کو حق سمجھتا ہے تم بھی حق سمجھتے ہو وہ رسالت کو حق سمجھتا ہے تم بھی سمجھتے ہو۔ (ملفوظات، ج ۸، ص ۲۵۹)

محمود عالم دیوبندی لکھتا ہے: اہلسنت کے ساتھ اہل بدعت کسی عقیدہ میں موافقت کرلیں تو اس کو یہ نہیں کہیں گے کہ اہل سنت نے اہل بدعت کی موافقت کی بلکہ اسے کہیں گے کہ اہل بدعت نے اس مسئلہ میں اہل سنت کی موافقت کی''۔ (تسکین الاتقیاء، ص ۲۲۸)

مولانا سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں: اگر بعض اہل باطل فرقے بھی اہل حق کی طرح عقیدہ رکھتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل حق کے دلائل اتنے قوی ہیں کہ باطل کو بھی اسے تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں''۔ (المسلک المنصور، ص ۴۰)

شیعہ کے ساتھ بعض مسائل میں اشتراک وتوارد اس کا مقتضی تو نہیں کہ ان مسائل کا سرے ہی سے انکار کر دیا جائے''۔
(تسکین الصدور، ص ۲۴۲)

نور محمد تونسوی لکھتے ہیں:''شیعہ بریلوی کلمہ وقرآن پڑھتے ہیں تو اس کو چھوڑ دیں صدقہ خیرات کرتے ہیں تو اس کو چھوڑ دیں''۔
(منکرین حیات کی خوفناک چالیں، ص ۵۴، ۵۵)

**جواب:**

**پہلی بات:** اگر آپ کی مماثلت کسی عقیدے یا مسئلہ میں کسی باطل فرقہ کے ساتھ ہو رہی ہو تو آپ بھی اسی باطل فرقہ میں شامل ہوں گے یہ اصول کسی دیوبندی کا نہیں بلکہ آپ کے اپنے گھر کا ہے۔

چنانچہ بریلوی مولوی غلام مہر علی لکھتا ہے:

''مرزائی اور دیوبندی دونوں جماعتیں حضور ﷺ کے حاضر ناظر ہونے کے منکر ہیں''۔ (دیوبندی مذہب، ص ۵۰۷)

اسی طرح اس آدمی نے اپنی کتاب'' دیوبندی مذہب'' مطبوعہ تنظیم اہلسنت کے ص ۵۰۲ سے ۵۰۸ پر یہ کوڑھ مغزی کی ہے کہ مرزائی بھی علم غیب اور حاضر و ناظر شیخ سدو کے بکرے کی نیاز کے منکر ہیں اور یہی عقائد دیوبندیوں کے بھی ہیں لہذا اس اصول سے دیوبندی مرزائی (معاذ اللہ) ایک ہیں تو یہ اصول تو تمہارے گھر کا ہے، ہم نے تمہارے اصول پر یہ ساری گفتگو کی، ہمارا اس سے متفق ہونا نہ ہونا ضروری نہیں، لہذا جتنے بھی دیوبندی علماء کے حوالے پیش کئے وہ سب بے سود ہیں۔

بعینہ یہی طرز مولوی صدیق نے اپنی بدنام زمانہ کتاب ''باطل اپنے آئینہ'' میں اپنایا حتیٰ کہ عقائد تو ایک طرف اس نے تو معاذ اللہ اس بنیاد پر بھی دیوبندیوں کو مرزائی بنادیا کہ **لیغفر اللہ** الآیہ میں ذنب کی نسبت مرزائیوں نے حضور ﷺ کی طرف کی اور غیر مقلد اور دیوبندی نے بھی ایسا ہی کیا لہٰذا یہ بھی مرزائی ہوئے۔

مفتی شریف الحق امجدی نے اپنے فتاوی کی جلد سوم میں مودودیوں، وہابیوں، دیوبندیوں کے ایک ہونے کی یہی دلیل دی کہ یہ تینوں عقائد میں ایک ہیں لہٰذا یہ ایک ہی لوگ ہیں۔

تو یہ اصول ہمارا خود ساختہ نہیں بلکہ آپ کا ہے، اگر واویلا کرنا ہے تو اپنے لوگوں کا کرو، ایک طرف تم خود گند ڈالتے ہو اور جب اسی گند کو لیکر کوئی تمہارے بڑوں کا منہ کالا کرے تو رونا پیٹنا شروع ہو جاتے ہو کہ ہائے یہ کر دیا وہ کر دیا!!!!

## تحقیقی بات:

اس تفصیل کے بعد تو اگرچہ علمائے دیوبند کی پیش کردہ عبارات کے جوابات کی ضرورت نہیں لیکن قارئین کی تسلی کیلئے اس کا بھی مختصر جواب پیش خدمت ہے، دراصل باطل کا یہی سب سے بڑا مکروفریب ہے کہ وہ دجل سے کام لیتا ہے اور یہاں بھی ایسا ہی کیا گیا۔

دیکھیں دو چیزیں ہیں، ایک ہے اہل حق کا قرآن وحدیث سے ثابت شدہ عقیدہ اور ایک ہے کسی باطل کا امتیازی مسئلہ یا عقیدہ، جس کا ثبوت قرآن وحدیث میں نہیں اور وہی نظریہ وہی مسئلہ اس کے فرقے کی پہچان ہو۔

اس کو ایک مثال سے سمجھیں خان صاحب بریلوی نے جائز تعزیہ کو بھی موجودہ زمانے میں بدعت کہا ہے کہ روافض کے ساتھ تشبہ ہے۔ (تفصیل میری کتاب دفاع اہل السنۃ جلد دوم میں ملاحظہ ہو)

اب اگر خان صاحب پر کوئی الزام قائم کر دے کہ اگر تشبہ روافض ہے تو پھر تو کپڑے بھی مت پہنو، داڑھی بھی مت رکھو، خود کو مسلمان بھی مت کہو، قرآن بھی مت پڑھو، غسل جنابت بھی نہ کرو، نکاح بھی نہ کرو کہ یہ سب کام تو روافض بھی کرتے ہیں تو پھر تو ان معاملات میں بھی تشبہ ہوا۔

تو جناب یہ سب تو اہل حق کے مسائل میں سے ہیں اور یہ مسائل اہل حق واہل باطل میں مابہ الامتیاز نہیں اور نہ ہی ان کی وجہ سے ہم کسی کو فرقہ باطل کہتے ہیں۔

تشبہ تب ہوگا کہ جب کوئی عقیدہ ونظریہ کسی باطل فرقہ کی پہچان وشعار بن جائے اور وہی اس کا طرّۂ امتیاز ہو اور اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے نہ ہو۔

ہم نے جن مسائل وعقائد کی بنیاد پر خان صاحب یا ان کے متبعین کو شیعہ کہا تو وہ سارے مسائل روافض کے خاصہ ومعتقدات اور شعار ہیں۔ ہمارے دیار میں ان نظریات کو شیعہ ہی کے نظریات ومعتقدات تصور کیا جاتا ہے۔

یہ فریق مخالف کا ہم پر محض الزام ہے کہ ہم نے علی الاطلاق عقائد ونظریات میں مماثلت پر خان صاحب پر تشیع کا الزام لگایا ہم نے اپنے مضمون میں صرف انہی معتقدات ومسائل کو لیا جو روافض کا شعار وامتیاز بن چکے ہیں، ہاں! اگر کوئی ایسا نظریہ ہو جس کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہو جیسے توحید باری تعالیٰ، رسالت، معاد وغیرہ اگر وہ نظریات کوئی باطل فرقہ بھی رکھتا ہو تو ہر گز اس بنیاد پر اہل حق کو مطعون نہیں کیا جائے گا۔

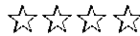
یہ تفصیل ذہن نشین ہونے کے بعد اب سمجھیں فریق مخالف نے علمائے دیوبند کی جو عبارات پیش کی ان کا تعلق ''عقیدہ حیات النبی ﷺ''

سے ہے اور یہ عقیدہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے جس کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے، لہٰذا اگر اس عقیدہ کا حامل کوئی باطل فرقہ ہے تو علی الاطلاق یہ کہنا کہ تم نے اہل باطل کی موافقت کر لی ہرگز درست نہیں بلکہ وہاں یہ کہا جائے گا کہ یہ مسئلہ اس قدر مضبوط تھا کہ اہل باطل کو بھی بنا مانے چارہ نہ تھا، ہاں! اگر کوئی ایسا نظریہ ہو جس کا ثبوت قرآن وحدیث سے بھی نہ ہو اور اہل باطل کا شعار بن چکا ہو تو یقیناً اس میں موافقت ومماثلت کرنا خود کو اہل باطل ہی میں شمار کرنا ہے۔

میرے پیش کردہ حوالہ جات اور علمائے دیوبند کی جو عبارات فریق مخالف نے پیش کی ان دونوں کا محمل جدا جدا ہے، بلکہ دجل وفریب کرتے ہوئے دونوں کو ایک دوسرے پر منطبق کیا جا رہا ہے۔ جن علمائے دیوبند کے حوالہ جات فریق مخالف نے پیش کئے وہ سب بھی ان عقائد ونظریات کو شیعہ ہی کے عقائد ونظریات تسلیم کرتے ہیں۔ فریق مخالف نے جو ص ۲۸ تا ۳۱ فضول یاوہ گوئی کی کہ مشرکین مکہ بھی حج کرتے ہیں، طواف کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب سیاہ قلمی یا تو اس فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے کی گئی ہے یا پھر جان بوجھ کر دجل وفریب کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔

اگر فریق مخالف کی تسلی اب بھی نہیں ہوئی تو ہم فریق مخالف سے سوال کریں گے کہ کیا:

محرم میں سیاہ لباس پہننا جائز ہے؟...... محرم میں تعزیہ نکالنا جائز ہے؟...... اذان میں علی ولی اللہ کا اضافہ کرنا جائز ہے؟...... پگڑی کو روافض کی طرح ایک مخصوص طریقے پر باندھنا جائز ہے؟...... اگر نہیں اور یقیناً نہیں، بلکہ یہ سب امور ناجائز ہیں کہ روافض کے ساتھ مماثلت وتشبیہ لازم آتی ہے (جیسا کہ خان صاحب اور دیگر بریلوی علماء نے لکھا) تو پھر ہمارا سوال ہے کہ روافض تو کپڑے بھی پہنتے ہیں، شادی بھی کرتے ہیں، بظاہر اسی قرآن کو پڑھتے پڑھاتے ہیں، اہل بیت کو بھی مانتے ہیں، نبی کریم ﷺ کی رسالت پر بھی ایمان رکھتے ہیں، روزہ بھی رکھتے ہیں۔ تو ان کاموں کو بھی ترک کردو۔ تو جو جواب بریلوی اس اعتراض کا دیں گے وہی ہم اپنے علماء کی عبارات کے جواب میں نقل کردیں گے۔



# باب چہارم

# خان صاحب بریلوی کے چند معروف خلفاء کا تعارف اور اپنوں وغیروں کی نظر میں

اس باب میں خان صاحب بریلوی کے بیٹوں اور چند معروف خلفاء کی شخصیت نیز ان کے کارناموں پر بھی ایک نظر کی جائے گی، ساتھ ہی خان صاحب بریلوی علمائے حق کی نظر میں کیا تھے اور اپنے اصولوں کی روشنی میں ان پر کیا فتاویٰ لاگو ہوتے ہیں اس کو ذکر کیا جائے گا!!!!

## خان صاحب کی اولاد کا تعارف

### بریلوی حجۃ الاسلام جناب حامد رضا خان صاحب

آپ جناب نواب احمد رضا خان صاحب کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ ہجری بمطابق ۱۸۷۵ء محلہ سوداگراں بریلی میں پیدا ہوئے۔ جملہ فنون اور تدریسی علوم اپنے والد نواب احمد رضا خان صاحب سے حاصل کئے۔ ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء میں فوت ہوئے۔
(ماہنامہ تحفظ مئی ۲۰۱۰)

### بریلی میں لوگوں کا موصوف کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار:

''شہر بریلی میں ۱۹۲۱ء میں ایک ایسا ماحول کچھ شر پسندوں نے بنا دیا تھا کہ جگہ جگہ علمائے بریلی کی توہین اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی شان میں طرح طرح کے نازیبا الفاظ استعمال کرتے تھے...... اس سال حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلی کو نماز عید کی امامت نہیں

کرنے دیں گے۔ اگر چہ حجۃ الاسلام قدس سرہ مدتوں عیدگاہ بریلی کی امامت فرماتے رہے، مگر اس مرتبہ شہر کی فضاء کچھ ایسی ہوگئی تھی کہ کوئی شخص ان کے پیچھے نماز پڑھنے کیلئے تیار نہیں"۔ (جہان مفتی اعظم نمبر، ص ۸۸۵)

بریلی شہر اہل بدعت کا مرکز تھا اس شہر میں پیدا ہونے والے نواب احمد رضا خان کو پورے عالم اسلام کا امام باور کرایا جاتا ہے انہیں اہل سنت کی نشانی قرار دیا جاتا ہے، ان کے بارے میں ان کے معتقدین کا نظریہ ہے کہ اگر امام احمد رضا خان نہ ہوتے تو پورا ہندوستان وہابی ہوجاتا۔ ان کے علمی اثر ورسوخ کیلئے کئی افسانے گڑھے گئے، جو وقتاً فوقتاً اس کتاب میں آپ ملاحظہ کرسکتے ہیں، مگر اس حوالے سے معلوم ہوا کہ نواب احمد رضا خان صاحب اور ان کی اولاد کا بریلی شہر کی عوام پر اثر ورسوخ نہ ہونے کے برابر تھا۔ سوال یہ ہے کہ چاہے مخالفین کی شر انگیزی ہو یا کچھ اور، کیا اہل بریلی کا اعتقاد اتنا کمزور تھا کہ وہ مخالفین کے پروپیگنڈا کا اس قدر شکار ہوگئے تھے کہ پورے بریلی شہر نے آپ کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیا؟ ماننا پڑے گا کہ اس خاندان کی کوئی علمی یا شخصی وجاہت خود ان کے اپنے شہر میں نہ تھی، آگے مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خان صاحب کی سوانح میں آئے گا کہ بریلی شہر میں صرف انہی کا خاندان بقول ان کے مسلمانوں کا تھا باقی سب ہندو تھے۔ حیرت ہے کہ ایک طرف تو یہ پوری دنیا میں تبلیغ اسلام کرنے والے اہل دیوبند کو کافر قرار دے رہے ہیں، لیکن دوسری طرف اپنا یہ حال ہے کہ اپنے محلے تک کے لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو تیار نہیں۔ یہ ہے ان لوگوں کی اصل حقیقت جو بنے پھرتے ہیں دین کے ٹھیکیدار!!

## اپنوں کی نظر میں حجۃ الاسلام صاحب کی اوقات:

"کاش آپ کے فتوؤں کا ذخیرہ محفوظ ہوتا تو فقہ حنفی کا ایک عظیم شاہکار ثابت ہوتا مگر افسوس حجۃ الاسلام کو عوام تو عوام خواص نے بھی یکسر فراموش کر دیا اور آپ کے وہ زریں کارنامے جو ہماری نسل کیلئے مشعل راہ ثابت ہوتے ایک قصہ پارینہ بن کر رہ گئے"۔

(فتاوی حامدیہ، ص ۴۳)

## بچپن میں سبق یاد نہ کرنے پر ٹھکائی:

"ایک مرتبہ یوں ہوا کہ اعلیٰ حضرت اپنے بڑے بیٹے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب کو پڑھا رہے تھے، طریقہ یہ تھا کہ پہلے پچھلا سبق سنتے پھر اگلا سبق دیتے اب جو پچھلا سبق سنا تو وہ انہیں یاد نہ تھا، اس بات پر ان کو سزا دی"۔

(فیضان اعلیٰ حضرت، ص ۲۰۹، سیرت پاک اعلیٰ حضرت، ص ۶۵، ۶۶)

وہ سزا کیا تھی؟ خود حجۃ الاسلام صاحب کی دادی اماں کی زبانی ملاحظہ ہو:

"تم میرے حامد کو کیوں مارتے ہو"۔ (فیضان اعلیٰ حضرت، ص ۲۰۹، سیرت پاک اعلیٰ حضرت، ص ۶۶)

چونکہ گھر میں کوئی علمی ماحول نہ تھا اور دادی اماں کو اس بات کا علم نہ تھا کہ استاد اور وہ بھی والد شاگرد کو اس کی نالائقی اور کام چوری پر مار بھی سکتا ہے، اس لئے بجائے پوتے کو سمجھانے کے الٹا استاد ہی کی پٹائی لگا دی جس کی تفصیل ما قبل میں خان صاحب احمد رضا کی سوانح میں گذر چکی ہے، نیز جو حضرات مدرسین ہیں وہ طالب علم کو پہلی بار غلطی پر نہیں مارتے بلکہ اسے موقع دیتے ہیں اگر طالب علم بار بار کی تنبیہ پر بھی باز نہ آئے تب نوبت پٹائی تک جاتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ جناب حجۃ الاسلام صاحب کا وطیرہ ہی سبق نہ سنانا تھا لہٰذا آخر کار ابا جان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور حجۃ الاسلام صاحب کے ساتھ دو دو ہاتھ ہوگئے۔

اور یہ بات ہم یونہی نہیں کر رہے ہیں خان صاحب اپنے اس بیٹے کی نالائقی سے اس قدر پریشان تھے کہ بریلی کے بزرگوں کے پاس جا کر ان کیلئے دعا کی درخواست کرتے ،ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

''اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب قبلہ بھی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور نہایت مؤدب ہوکر دست بستہ عرض کیا کہ لڑکے کے واسطے دعا فرمائیے کہ وہ پڑھنے پر دل نہیں لگاتا ہے اور ہمارے خاندان میں ایک عالم ہوتا چلا آیا ہے ۔اس پر جناب شاہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی اور فرمایا محبت سے پڑھاؤ گے کیوں نہیں پڑھے گا اور یہ بھی نصیحت فرمائی کہ عالم کو دو باتیں چاہئیں ایک قلم کو روکے دوسرے قدم کو''۔(آداب فضیلت ص ۱۸،۱۷، آستانہ قادریہ کراچی)

# عقائد کی ایک جھلک

## حضور ﷺ کے متعلق خدا ہونے کا عقیدہ:

تمام مسلمانوں کا حضور ﷺ کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ وہ خدائی صفات سے متصف نہیں بلکہ مخلوق ہیں انسان ہیں،مگر خان صاحب کے بیٹے کو ساری زندگی یہی سمجھ نہیں آئی کہ آپ ﷺ کو خدا کہوں یا خدا سے جدا اس کی مخلوق کہوں ملاحظہ ہو ان کا یہ شعر:

خدا کہتے نہیں بنتی جدا کہتے نہیں بنتی     خدا پر اس کو چھوڑا ہے وہی جانے کہ کیا تم ہو

(بیاض پاک حجۃ الاسلام ص ۱۵)

## ایک اور شرکیہ عقیدہ:

اللہ رب العزت نے اپنی شان قرآن مجید میں **بکل شیء علیم** کی بیان فرمائی ہے،مگر موصوف کا عقیدہ تھا کہ نہیں یہ شان حضور ﷺ کی ہے،معاذ اللہ۔

**بکل شیء علیم** لوح محفوظ خدا تم ہو......(بیاض حجۃ الاسلام ص ۱۵)

## اپنے والد صاحب کے لیے مقام نبوت کا اثبات:

بریلوی حضرات کے نزدیک مجدد اس کو کہتے ہیں کہ جو نبوت والے کام کرے بس نبوت کا دعویٰ نہ کرے باقی اس میں اور نبی میں کوئی فرق نہیں،معاذ اللہ چنانچہ لکھا ہے:

''ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضور مفتی اعظم کی مجلس میں مجددیت پر بحث ہو رہی تھی اکابر علماء موجود تھے سب لوگ مجدد کی تعریف میں اپنے دلائل دے رہے تھے جب حضور شیر بیشہ اہل سنّت کی باری آئی تو آپ نے فرمایا کہ مجدد وہ ہے جو کام نبوت کا کرے مگر نبوت کا دعویٰ نہ کرے......اس جامع تعریف سے حضور مفتی اعظم بہت خوش ہوئے''۔(جہان مفتی اعظم ص ۱۰۳۴)

جناب حامد رضا خان صاحب اپنے والد کیلئے اسی نبوت کا دعویٰ رکھتے تھے،چنانچہ اپنے والد کی مجددیت کو یوں بیان کرتے ہیں:

اس صدی کا تو مجدد تو زمانے کا امام......(بیاض الجنۃ ص ۳۴)

## درس وتدریس کی ایک جھلک:

چونکہ آپ کے والد صاحب کو پڑھنے پڑھانے کا بالکل شوق نہ تھا ایک مدرسہ قائم کیا گیا جس کا سارا انتظام موصوف کے سپرد کر دیا، موصوف ہی اس کے مہتمم اور مدرّس وصدر مدرّس اور ہر سفید وسیاہ کے مالک ،لیکن پورے ہندوستان میں آپ کے علم اور درس وتدریس کی قابلیت کا اندازہ اس سے لگالیں کہ بقول اہلِ سنت کے مرکز منظر اسلام بریلی میں آنجناب کے دور میں صرف بیس بچے فارغ التحصیل ہوئے، مگر اس پر بھی بریلویوں کو بڑا ناز ہے:

''آپ کے زمانہ میں دارالعلوم منظر اسلام نقطۂ عروج پر تھا اور اس وقت کے مدارس میں امتیازی شان کا مالک ۔ ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۴ء کے سالانہ اجلاس میں بیس طلبہ فارغ التحصیل ہوئے''۔(جامع الاحادیث ج ا،ص ۴۵۸)

جبکہ سو سال گذر جانے کے بعد بھی اس دارالعلوم کا یہ حال ہے کہ اس سے تخصص کرنے والے سال ۲۰۰۴ء میں طلبہ کی تعداد صرف ''چار'' تھی۔(ماہنامہ اعلیٰ حضرت منظر اسلام بریلی نمبر آخری قسط،ص ۸)

## بدزبانی میں والد صاحب کے نقش قدم پر:

اذان ثانی کے مسئلہ پر'' سد الفرار'' کے نام سے ایک کتاب جناب حامد رضا خان کے نام سے شائع ہوئی (اصل میں احمد رضا خان کی کتاب تھی) اس میں اپنے ہی ہم مسلک بدایونی علماء کے خلاف اس قدر گھٹیا اور گھناؤنی زبان استعمال کی گئی تھی کہ بدایونی علماء نے ان لوگوں کے خلاف ''ہتک عزت'' کا مقدمہ دائر کر دیا تھا:

بریلوی محقق لکھتی ہیں:

''۱۹۱۶ء میں مولانا احمد رضا خان کے خلاف سرکاری محکمے میں مقدمہ درج کیا گیا،مقدمہ کرنے والا شخص بدایوں کا باشندہ تھا،مقدمہ میں مولانا بریلوی پر ہتک عزت کا الزام لگایا گیا تھا''۔(عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست،ص ۲۱۳)

''استغاثہ کا دعویٰ تھا کہ اس رسالے میں مولانا عبدالمقتدر بدایونی جن کی حال میں وفات ہوگئی تھی ہتک عزت کی گئی''۔

(عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست،ص ۲۱۴)

## حرمین شریفین معیار عقائد ہیں اور وہاں کے علماء تاقیامت سنّی رہیں گے:

آج کے رضاخانی اہل بدعت معاذ اللہ حرمین شریفین کو گمراہی کا گڑھ اور وہابیت کا مرکز قرار دیتے ہیں اور وہاں کے علماء کی تکفیر وتضلیل میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں رکھتی، مگر جناب بریلوی حضرات کے حجۃ الاسلام حامد رضا خان صاحب کے خیالات وہاں کے متعلق کیا تھے ملاحظہ ہو:

''حرمین شریفین اللہ عزوجل کے فضل سے معیار عقائد ہیں وہاں کے جماہیر علماء کرام بفضلہ تعالیٰ اہل سنت ہی ہوتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ تاقیامت ہوں گے،اس معیار کے باعث ان دوقسم کے مسائل (اصول وفروع ساجد) میں ان کے فتاویٰ سے ہم اہل سنت بحمد للہ استناد کرتے ہیں''۔(مسئلہ اذان کا حق نما فیصلہ،ص ۵،بار اول مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی)

## علمائے حرمین سے مسئلہ کس طرح حل کروایا جائے، حسام الحرمین پر پانی پھیر دیا:

علماء بدایوں نے اذان ثانی کے مسئلہ پر مدینہ منورہ سے فتویٰ منگایا جو نواب احمد رضا خان اور ان کی ذریت کے خلاف تھا، اس فتوے پر نواب احمد رضا خان صاحب کے بیٹے حامد رضا خان خوب سیخ پا ہوئے اور کہا کہ اصولی بات یہ ہے کہ ہم دونوں فریق اپنا اپنا مدعا بالتفصیل لکھ کر علمائے حرمین کے پاس بھیجیں اس کے بعد دیکھیں وہ کیا جواب دیتے ہیں؟ یہ کوئی طریقہ نہیں کہ تم یک طرفہ طور پر اپنا اور ہمارا نظریہ لکھ کر وہاں سے من مانا فتویٰ حاصل کرلو، اصل عبارت ملاحظہ ہو:

''جو صاحب عرب شریف سے فتویٰ لینا چاہیں بات پوری پیش کرے، جسے دین مراد نہ ہو حق کی تحقیق سے غرض نہ ہو، صرف بارجیت مقصود ہو اس کا حساب اللہ واحد قہار پر ہے ان شاء اللہ العزیز مولیٰ تعالیٰ ایسے کو راہ نہ دے گا اور جن کو دین منظور ہے حق کی سچی تحقیق منظور ہے وہ ہم سے فرمائیں ہم اپنے سوالات کا عربی ترجمہ کردیں اور ان میں جہاں جہاں حوالے دیے ہیں وہاں ان کا خلاصہ مضامین لکھ دیں اور یہ حضرات اگر کوئی اور سوال اضافہ کرنا چاہیں بڑھالیں اگر اس کی رو سے ہمیں کوئی سوال اضافہ کرنا ہو ہم کردیں یوں باتفاق فریقین سوالات حرمین طیبین کو جائیں اس کے بعد دیکھئے جواب کیا ملتا ہے؟ اہل ایمان خدا لگتی کہیے جو ہم نے کہا عین انصاف ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو وجہ بتایئے کیوں نہیں اور اگر ہے اور ضرور ہے تو اس کے خلاف کیوں عمل ہو؟ پھر وہاں سے جو جواب آئے اگر ہمارے یا آپ کے سوالات میں بعض کا جواب رہ گیا یا ناصاف ہو یا کسی جواب میں ہمیں یا آپ کو کچھ کہنا ہو تو وہ پھر ہمارے اور آپ کے اتفاق سے سوال مزید کرکے بھیجا جائے یہاں تک کہ حق بعونہ تعالیٰ ہر پہلو سے روشن ہوجائے اور ہمارے جتنے بھائی سنّی علماء ہمارے خلاف رائے رکھتے ہوں سب کے اتفاق رائے سے ان سوالات کی کاروائیاں ہوں کہ ہر ایک کو اپنے دلائل اور خیالات کے ظاہر کرنے کا پورا موقع ملے، ہم وعدہ کرتے ہیں اس پسندیدہ طریقہ پر اگر حق ہمارے خلاف پر ظاہر ہو تو سب سے پہلے اس کو قبول کرنے والے ہم ہونگے''۔ (مسئلہ اذان کا حق نما فیصلہ، ص ۹،۸)

اللہ اکبر کبیرا! سنّی مسلمانو! خدا لگتی کہیے کیا علمائے اہل سنت دیوبند کے خلاف فتویٰ لینے کیلئے بھی حرمین سے اسی ''انصاف پسندانہ اصول'' کا مظاہرہ کیا گیا تھا یا نہیں؟ کیا دونوں فریق نے باہم رضامندی سے اپنی عبارات و حوالہ کا ترجمہ کرکے اتفاق رائے سے وہ عبارات حرمین بھیجی تھیں اور جب وہاں سے جواب آیا تو کیا مزید قیل وقال کیلئے علمائے حرمین سے رابطہ کیا گیا؟؟؟؟

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ماننا پڑے گا کہ نواب احمد رضا خان صاحب نے اپنے بیٹے کے بتائے ہوئے اس اصول سے روگردانی کرکے انصاف و دیانت کا خون کرکے دھوکا کیا، یہی وجہ ہے کہ جب شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے ''الشہاب الثاقب'' لکھ کر بریلوی علماء کے دجل وفریب کو واضح کیا اور بانگ دہل اعلان کیا کہ علمائے حرمین سے جو بعض تائیدات لی گئی ہیں وہ دھوکا دہی پر مبنی ہیں تو ساری زندگی نواب احمد رضا خان بریلوی اور اس کی ذریت کو دوبارہ علمائے حرمین سے ان عبارات کے متعلق رجوع کرنے کی جرأت نہ ہوئی بلکہ اپنی اس حرکت پر اتنا ذلیل ورسوا ہوا کہ آخر عمر میں باوجود خواہش کے کہ مدینہ میں مروں مدینہ منورہ جانے کی ہمت نہ ہوئی۔

# مولوی حامد رضا خان صاحب کو بریلی کی عدالت سے شکست کا سامنا

# ایک بدعت کے خلاف عدالتِ دیوانی کا فیصلہ

## رضاخانی تثویب ناجائز اور آنحضرت ﷺ کی ہدایات اور ارشادات کے قطعی خلاف ہے

ہماری بریلی کے بڑے مولوی صاحب اور مجدد صاحب کو جن کی مجددانہ ایجادوں اور کفری فتوؤں کی بدولت بریلی کو مرکزِ بدعات اور کفر گڑھ کہا جانے لگا، آپ کو دو چیزوں سے خاص طور پر شغف تھا، ایک تکفیر مسلمین اور احداث فی الدین۔ پہلے شوق کا تو یہ اثر ہوا کہ آپ نے اپنے ہم مشرب و ہم مسلک چند نفر کے علاوہ سب ہی مسلمانوں کو کفر کے گھاٹ اتار دیا اور دنیا میں اشتہاری ڈھنڈورا پیٹ دیا کہ "دیوبندی علماء کافر، جو اُن کے کفر میں شک لائے وہ بھی کافر، پھر جو اُس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر۔ ندوۃ العلماء والے کافر، جو اُن کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر، پھر جو اُس کو کافر نہ سمجھے وہ بھی ایسا ہی کافر۔"

اور تو اور مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلّی بھی کافر، مولوی عبدالماجد صاحب بدایونی، مولانا عبدالقدیر صاحب بدایونی بھی کافر اور جو اُن کے عقائدِ کفریہ (عندالبریلویہ) پر مطلع ہو کر اُن کو کافر نہ مانے وہ بھی کافر۔ حاصل یہ ہوا کہ جو شخص دوسرے ایمانیات کے ساتھ اُن علمائے اسلام کے کفر پر بھی یقین رکھے وہ تو مسلمان ہے باقی سب کافر۔ اب قارئین خود ہی حساب لگالیں کہ ہندوستان میں کتنے ایسے خرد باختہ ہیں جو ان تمام بزرگانِ دین کو کافر اور خارج از اسلام سمجھتے ہوں بس وہی تو ہمارے بڑے مولوی صاحب اور اُن کی ذریت کے نزدیک مسلمان اور جنتی ہیں اور باقی سب کافر اور جہنمی، (اللہ تیری پناہ)۔

ہمارے بڑے مولوی صاحب کا یہ پہلا اور بڑا شاہکار تھا اور آپ کا دوسرا خاص کارنامہ جو آپ کے دوسرے شوق کا نتیجہ ہے، یہ ہے کہ آپ نے بہت سی ایسی باتیں دین میں نکالیں جن کا زمانہ رسالتمآب ﷺ اور عہدِ صحابہ و تابعین و ائمۂ مجتہدین میں کہیں نام و نشان بھی نہ تھا اور اپنی مجددانہ حیثیت سے ان کو اتنی اہمیت دی کہ شعارِ دین بنا ڈالا اور مسلمانوں کو قیامت تک لڑنے جھگڑنے اور جوتا پیزار (یعنی دنگا فساد) کرنے کے لیے بہت کافی سامان فراہم کر دیا۔

آپ کی ان ہی نو ایجاد چیزوں میں سے ایک وہ تثویب (رضاخانی صلاۃ) بھی ہے جو بریلی کی بعض اُن مساجد میں رائج ہے جو رضا خانیوں کے زیرِ اثر و اقتدار ہیں۔ اِس تثویب میں بظاہر تو بصیغۂ خطاب بآوازِ بلند آنحضرت ﷺ پر درود و سلام بھیجا جاتا ہے، لیکن مقصد اللہ بخش و مولا بخش وغیرہ محلہ کے نمازیوں کو پکارنا ہوتا ہے، گویا یوں سمجھیے کہ مولانا حامد رضا خاں صاحب کی مسجد میں مؤذن اذان اور جماعت کے درمیان جب تثویب (صلاۃ) پکارتا ہے تو اُس کی زبان پر تو یہ الفاظ ہوتے ہیں:

**الصّلوٰة والسّلام علیك یارسول الله** (اے خدا کے رسول آپ پر درود و سلام ہو)

اور اس پکارنے والے کا مقصد اِس صلاۃ سے یہ ہوتا ہے کہ "حضرت حجۃ الاسلام (مولانا حامد رضا خان صاحب) تشریف لے آئیے! اور صاجزادہ صاحب آپ بھی تشریف لے آئیے! اور دوسرے نمازیو! تم بھی آجاؤ۔"

اب ناظرین خود ہی فیصلہ کرلیں کہ رسول اللہ ﷺ کی روح پاک اِس لغویت سے کس قدر خوش ہوتی ہوگی کہ زبانی پکارا جاتا ہے حضور ﷺ کو اور فی الحقیقت بلانا مقصود ہوتا ہے مولانا حامد رضا خانصاحب اور اُن کے صاجزادہ صاحب کو اور دوسرے اہلِ محلہ [ا] کو،

**(استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ)**

بہرحال اس وقت اس فعل کی شرعی اور عقلی حیثیت سے ہم کو بحث کرنا نہیں، بلکہ ہمیں صرف یہ بتلانا تھا کہ ہمارے بریلی کے بڑے مولوی صاحب نے جہاں (اذان علی القبر وغیرہ) اور بہت سی نئی باتیں دین میں ایجاد کیں، اُن ہی میں سے ایک یہ صلاۃ بھی ہے جو بعض اُن

[ا] : کوئی صاحب اذان پر شبہ نہ کریں، کیونکہ اس میں "حیّ علی الصلوٰۃ" "حیّ علی الفلاح" کے الفاظ موجود ہیں جو دعوت الی الصلوٰۃ کے لیے صریح ہیں اور اس کے ما قبل میں تکبیر وشہادتین تمہید وتیمّن وتبرک کے لیے ہیں اور آخر میں تکبیر وتہلیل تتمہ اور خاتمہ بالخیر کے لیے، علاوہ ازیں وہ منصوص ہے اور اُس کی تعلیم وحی الٰہی نے دی ہے، ۱۲

مساجد میں کچھ عرصہ سے رائج ہوگئی ہے جو اُن کے زیرِ اثر واقتدار ہیں، لیکن کچھ دنوں سے مولوی صاحب موصوف کی ذریت نے یہ پروگرام بنایا کہ دوسری مساجد میں بھی اس کو رائج کیا جائے، اسی سلسلہ میں اپنے بعض سادہ لوح دام افتادوں کے ذریعہ محلہ فراشی ٹولہ کی ایک مسجد میں بھی اس کو شروع کرا دیا۔ اس مسجد کے عام نمازی بحمداللہ صحیح الخیال مسلمان اور سلف کے پکے مقلد ہیں، نیز اُس کے متولی ایک نیک نفس اور راسخ العقیدہ تعلیم یافتہ مسلمان حافظ عبدالجلیل صاحب ہیں۔ ان حضرات نے ان سادہ لوحوں کو بہت سمجھایا کہ بھائی ہمارا ساڑھے تیرہ سو برس پرانا اسلام ہی ہماری نجات کے لیے کافی ہے اور ہم کو اس قسم کی نئی باتوں کی ضرورت نہیں۔ مسجد میں ہمارے اجتماع کے لیے وہ اذان کافی ہے جس کی تعلیم خدا کے آخری رسول ﷺ نے دی، اب کسی نئے اعلان واعلام کے ایجاد کرنے کا ہم کو اور تم کو اختیار نہیں اور ہم اپنی مساجد میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کی سنّتوں کو دیکھنا چاہتے ہیں، زید وعمرو کی ایجادات کو نہیں، لہٰذا تم اس مسجد میں تثویب نہ پکارو، لیکن وہ لوگ جو چھانٹ کر اسی کام کے لیے مقرر کیے گئے تھے باز نہ آئے اور لڑنے بھڑنے کو آمادہ ہوگئے، یہاں تک کہ ان لوگوں نے خود ہی معاملہ عدالتِ فوجداری میں پہونچایا اور مسجد کے متولی حافظ عبدالجلیل صاحب وغیرہ چند معززین اہلِ سنّت کے خلاف استغاثہ دائر کردیا۔ ان حضرات نے اپنی صفائی میں مولوی حامد رضا خان صاحب اور مولوی مصطفےٰ رضا خان صاحب کو بطور گواہ طلب کیا۔ مولوی صاحبان موصوف (جو سب کچھ کر سکتے ہیں، مسلمانوں پر کفر کے فتوے دے سکتے ہیں، اُن کو ہشکار کر بکروں اور مینڈھوں کی طرح لڑا بھی سکتے ہیں، مگر عدالت میں کلمۂ حق نہیں کہہ سکتے) کئی ماہ روپوش رہے اور حاضر عدالت نہ ہوئے اور جب دیکھا کہ مریدوں کا دعویٰ الٹا ہمارے گلے کا ہار بن گیا تو خود ہی دعویٰ واپس کرالیا اور اس طرح عدالتِ فوجداری کی کارروائی ختم ہوئی۔

اِس کے بعد معاملہ عدالتِ دیوانی میں پہونچا اور طویل عرصہ تک کی کارروائی کے بعد مولوی محمد خلیل الدین صاحب بی اے، ایل ایل بی ایڈیشنل منصف بریلی کے اجلاس سے ۹ر مئی ۱۹۳۶ء کو اس کا فیصلہ ہوا۔ یہ فیصلہ طویل ہے اور چند تنقیحات پر حاوی ہے۔ ہم قارئین

الفرقان کی اطلاع کے لیے صرف تنقیح نمبر ۳ یہاں درج کرتے ہیں، جس میں فاضل منصف نے اس تثویب (رضاخانی صلاۃ)۔۔۔۔ پر نہایت قابلیت سے قابل تحسین بحث کی ہے۔

# نقل تنقیح نمبر ۳ فیصلہ مقدمہ نمبری ۴۲۸، سنہ ۱۹۳۵ء

حافظ عبدالجلیل وغیرہ مدعیان بنام امداد اللہ خاں وغیرہ مدعا علیہم

باجلاس مولوی محمد خلیل الدین صاحب بی اے، ایل ایل بی ایڈیشنل منصف بریلی

(تنقیح نمبر ۳) ابتداءً منصف (۱) صاحب شہر بریلی نے تنقیح ہذا بطور ایک واقعاتی تنقیح قائم کی تھی، کیونکہ مدعا علیہم کا یہ بیان ہے کہ اس مسجد میں صلاۃ ہمیشہ پکاری جاتی رہی ہے، میں نے تنقیح کو اس طور سے ترمیم کر دیا ہے کہ اب وہ قانونی تنقیح ہوگئی ہے، کیونکہ میری رائے میں اس امر کا مقدمہ پر کوئی اثر نہیں ہے کہ صلاۃ ہمیشہ پکاری جاتی تھی یا نہیں۔ ہر مسجد جائیداد وقف ہے اور ہر مسلمان کو مسجد میں جاکر نماز پڑھنے کا حق حاصل ہے، لیکن انتظامیہ مسجد ہمیشہ متولی کے تعلق رہنا چاہیے اور ہر مسلمان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ بغیر استمدادِ عدالت انتظامِ مسجد میں مخل ہو سکے، اگر اس قسم کی مداخلت جائز ہو تو کسی قسم کا انتظام قائم نہیں رہ سکتا اور انتہائی بدانتظامی ناگزیر ہو جائے گی، اگر کوئی متولی اپنے فرائض بطریق مناسب انجام نہیں دیتا تو اس میں شک نہیں کہ ہر مسلمان کو اس کے معزول کرا دینے کا حق حاصل ہے، لیکن جب تک وہ برطرف نہ ہو جائے کسی شخص کو اُس کے انتظام میں مداخلت کا اختیار نہیں ہو سکتا۔

اس مقدمہ میں بطور امر واقعہ کے یہ تسلیم کر چکا ہوں کہ سالہا سال سے حافظ عبدالجلیل خان بحیثیت متولی مسجد کا کام کرتے رہے ہیں، اہلِ محلہ نے اُن کو مقرر کیا تھا اور اُن کا تقرر بھی اس وجہ سے جائز ہے کہ اس محلہ کا رواج یہی ہے کہ اہلِ محلہ متولی مقرر کر دیتے ہیں جیسا کہ خود مدعا علیہم کے گواہ سدن بیگ کو بھی تسلیم ہے، جو متولی ہونے کا مدعی ہے، نظر بریں واقعات مدعا علیہم کو انتظامِ مسجد میں مداخلت کا موقع نہیں دیا جاسکتا، اس میں شک نہیں کہ وہ مسجد میں آسکتے ہیں اور نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا "صلاۃ" نماز کا جزو ہے یا اس کا تعلق

(۱): ابتداءً یہ مقدمہ منصف صاحب شہر بریلی کی عدالت میں گیا تھا، بعد میں وہاں سے منتقل ہو کر ایڈیشنل منصف صاحب کے یہاں گیا اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تنقیح نمبر ۳۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

انتظامِ مسجد سے ہے، اوّل الذکر صورت میں مدعا علیہم کو بلالحاظ اِس امر کے کہ اس مسجد میں کبھی صلاۃ پکاری گئی یا نہیں، پکاری گئی صلاۃ کہنے کا حق حاصل ہوگا، لیکن دوسری صورت میں مدعا علیہم کو صلاۃ پکارنے کا کوئی حق نہ ہوگا، کیونکہ جب تک عبدالجلیل خاں مدعی نمبر ا متولی ہیں اس وقت تک مدعا علیہم کو کوئی اختیار مداخلت کا حاصل نہیں ہو سکتا۔ اب میں "صلاۃ" کی نوعیت تجویز کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

صلاۃ کو فقہ میں تثویب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، جس کے معنیٰ اعلام بعد اعلام کے ہیں، اذان نماز کے لیے اعلانِ اوّل ہے اور یہ اعلان مقررہ الفاظ میں۔۔۔۔ بلند آواز کے ساتھ عام مسلمانوں کی اطلاع کے لیے کیا جاتا ہے کہ نماز تیار ہے، اِس اعلان کے کچھ دیر کے بعد جماعت کی نماز ہوتی ہے۔ نبیٔ کریم ﷺ کے زمانہ میں۔۔۔۔۔اذان ہوتے ہی نمازی مسجد میں جمع ہو جایا کرتے تھے، لیکن جوں جوں زمانہ گذرتا گیا لوگوں کی دلچسپی دینی امور میں رفتہ رفتہ کم ہوتی گئی اور سلطان صلاح الدین بن المظفر بن ایوب کے حکم سے سنہ ۷۹۱ھ میں

دوسرے اعلان موسومہ تثویب کا اجراء ہوا (ملاحظہ ہو اردو ترجمہ درمختار ص ۱۸۱) مدعا علیہم نے بھی اپنے بیان کو تحریری میں ایسا ہی بیان کیا ہے کہ تثویب کو علمائے متاخرین اس وجہ سے رواج دیا تھا کہ اذان سننے کے بعد تساہل کی وجہ سے لوگ مسجد میں جمع نہیں ہوتے تھے۔ تثویب کے لیے کوئی مقررہ الفاظ نہیں ہیں، بلکہ (الفاظ تثویب میں) زمانہ اور مقام اور دیگر واقعات کی بناء پر فرق ہو جاتا ہے۔ مولوی احمد رضا خاں بریلوی نے (جن کے مدعا علیہم پیرو ہیں) اپنی کتاب العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ کے ص ۷۵۴ پر تثویب کا بیان اس طرح کیا ہے کہ صلاۃ بمنزلہ اس کے ہے کہ گویا کسی شخص سے یہ کہا جائے کہ اذان ہو چکی ہے، یا جماعت تیار ہے، یا امام آ گیا ہے، اِن سب جملوں کے ذریعہ سے افراد سے تخاطب مقصود ہوتا ہے اور اس نیت سے کہے جاتے ہیں کہ مخاطب کو جماعت کے تیار ہونے کی اور اس میں شرکت کرنے کی اطلاع ہو جائے۔☆

---

☆ مولوی احمد رضا خان صاحب کے اس بیان سے ہمارے اس دعوے کی پوری تصدیق ہو گئی کہ "**الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ**" پکارنے والے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اللہ بخش آجاؤ، مولا بخش آجاؤ جماعت تیار ہے ۱۲

---

صلاۃ بھی ایک قسم کی اطلاع ہے، جو عامۃ المسلمین کو اس امر کی بابت دی جاتی ہے کہ جماعت تیار ہے، مدعا علیہم بھی اس کو فرض نہیں سمجھتے اور وکیل مدعا علیہم نے دورانِ بحث میں یہ تسلیم کیا ہے کہ صلاۃ صرف مستحب ہے، جس کے لغوی معنیٰ بہتر یا مستحسن کے ہوتے ہیں۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ آیا صلاۃ کہنا مستحسن ہے یا مستحب؟ ہر مسلمان کے عقیدۂ راسخ کے بموجب وہ امر مستحسن ہے جس کو آنحضرت ﷺ نے خود کیا ہو یا حکم دیا ہو بمقابلہ اُس امر کے کہ جس کو آنحضرت ﷺ نے نہ کیا ہو، نہ کہا۔ مدعا علیہم مجھ کو اس امر کی تائید میں کوئی سند نہ دکھا سکے کہ آنحضرت ﷺ نے سوائے نمازِ فجر کے کسی اور نماز کے وقت صلاۃ کہنے یا اعلانِ ثانی کی اجازت دی ہو۔ اذان مقررہ الفاظ میں ادا کی جاتی ہے، ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نمازِ فجر کے وقت اذان کہی تو آنحضرت ﷺ استراحت فرما رہے تھے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے حجرے کے دروازے تک گئے اور فرمایا **الصّلوٰۃ خیرٌ من النّوم**، یعنی نماز خواب سے بہتر ہے، آنحضرت ﷺ اِس جملے سے بہت خوش ہوئے اور اس بات کی اجازت فرما دی کہ نمازِ فجر کی اذان میں اس فقرہ کا اضافہ کر دیا جائے۔ دیگر اوقاتِ نماز کی اذانوں کے متعلق آنحضرت ﷺ نے تثویب کی صاف صاف ممانعت فرمائی ہے اور اس کی سند میں یہ حدیث ہے: **لاتثوبنّ فی شیءٍ من الصلوٰۃ الّا فی الصلوٰۃ الفجر** یعنی بجز نمازِ فجر کے اور کسی نماز کے وقت تثویب نہ کہو، یہ حدیث ترمذی بیان صلوٰۃ ص ۲۷ سے منقول ہے اور ہر مسلمان جانتا ہے کہ ترمذی حدیث کی انتہائی مستند کتابوں میں سے ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس امر کو بہت ضروری اور بہت اہم تصور فرمایا ہے کہ ہر مسلمان کو اذان ہوتے ہی فوراً مسجد میں پہونچ جانا چاہیئے اور تثویب یا اعلانِ ثانی کی اجازت نہیں دی ہے، بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اگر بچے اور بوڑھے اندر ہونے کا خوف نہ ہو تو میں اُن مسلمانوں کے مکانات میں آگ لگوا دوں جو اذان سننے کے بعد فوراً مسجد میں نہیں آتے۔ اس کے معنیٰ یہی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی جانب سے کوئی اجازت اعلانِ ثانی یا تثویب کی نہیں ہے۔

۷۹۱ھ میں سلطان صلاح الدین نے ایک بلائے ناگزیر کے طور پر صلاۃ کو جاری کیا تھا۔ مولوی احمد رضا خان صاحب خود اپنی تصنیف مذکورہ بالا کے ص ۷۰۴ پر فرماتے ہیں کہ "ہر مقام کے واقعات پر لحاظ کرنا چاہیئے اور اگر مسلمان نماز کے لیے اذان ہونے سے جمع ہو جاتے ہیں تو اس صورت میں تثویب ہرگز نہیں پکارنا چاہیئے کیونکہ اس کا یہ اثر ہوگا کہ لوگوں کی اذان کے بعد مسجد میں جمع ہونے کی نیک

عادت اُن سے چھوٹ جائے گی۔

تثویب کسی طریقے سے مذہباً ضروری نہیں ہے اور خود مدعا علیہم اس کو بدعت تسلیم کرتے ہیں، اگر چہ وہ اس کو بدعتِ حسنہ یعنی ایسی بدعت کہتے ہیں جو حسن ہو، مگر بدعت ہر صورت میں بدعت ہی رہے گی اور آنحضرت ﷺ کا صریح فرمان بدعت کے متعلق **کلّ بدعۃٍ ضلالۃ** "ہے یعنی ہر بدعت ضلالت ہے۔

آنحضرت ﷺ نے بدعتوں کی تقسیم بدعتِ حسنہ یا بدعتِ سیئہ میں نہیں فرمائی ہے، ان جملہ اسناد پر غور کرنے کے بعد میں مطمئن ہوگیا ہوں کہ اذان اور جماعت کے درمیان اعلانِ ثانی یا تثویب مذہباً جائز نہیں ہے اور آنحضرت ﷺ کی ہدایات وارشادات کے قطعی خلاف ہے، مدعا علیہم کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ اس کو جاری کریں، مدعیان اور جملہ مسلمان جو اُن کے ہم خیال ہیں تثویب یا اذان اور نماز کے درمیان اعلانِ ثانی کے روکنے پر یقیناً حق بجانب ہیں، اُن کو الفاظِ تثویب پر جو اس مسجد میں کہے جاتے ہیں کوئی اعتراض نہیں ہے، بلکہ اُن کا قول یہ ہے کہ ان الفاظ کا استعمال بے محل ہے۔

یہ امر بدیہی ہے کہ تثویب کے اضافہ سے اذان کی اہمیت کم ہوجائے گی، لوگ رفتہ رفتہ اعلانِ اوّل ہونے پر مسجد میں نہ آنے کے عادی ہوجائیں گے اور اعلانِ ثانی کے منتظر رہا کریں گے، ممکن ہے کہ کچھ مدت بعد اعلانِ ثالث یا اعلانِ رابع کی بھی ضرورت پیش آنے لگے۔

مدعا علیہم کے فاضل وکیل نے اپنی بحث کے آغاز میں کہا کہ ہر مسلمان کو کسی مسجد میں جا کر اپنے طریقۂ مخصوص سے نماز پڑھنے کا حق حاصل ہے اور کسی شخص کو مزاحمت کا حق نہیں ہے، یہ بات بالکل صحیح ہے، لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ تثویب نماز کا جزو ہو اور خود مدعا علیہم کے عقیدے کے مطابق تثویب لازمی نہیں ہے، بلکہ اس کی ضرورت زمانہ کی حالت اور ہر جگہ کے واقعات پر منحصر ہے، میری رائے میں تثویب کا تعلق انتظامِ مسجد سے ہے، جو متولی یا منتظمِ مسجد کے اختیارِ کلّی میں ہے، لہٰذا میں تجویز کرتا ہوں کہ مدعا علیہم اذان اور نماز کے درمیان تثویب کہنے کے مستحق نہیں ہیں۔

تنقیح ہٰذا مدعا علیہم کے خلاف فیصل کی جاتی ہے (بہ سلسلۂ تنقیح بالا) مدعا علیہم کو بذریعہ حکمِ ہٰذا ممانعت کی جاتی ہے کہ وہ اذان اور جماعت کے درمیان صلاۃ کہنے سے باز رہیں۔ (نقل مطابق اصل)

(ماخوذ از ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، خاص اشاعت، بابت اپریل، مئی، جون ۷۴ ۱۹ء)

☆☆☆☆

# بریلوی مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب

موصوف خان صاحب کے بعد ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ پیدائش: 18 جولائی 1892ء۔ 22 ذوالحجہ 1310ھ۔ تاریخ وفات: 11 نومبر 1981ء۔ ان کا نام محمد رکھا گیا اور وہ مصطفیٰ رضا کے نام سے معروف ہوئے۔ انہوں نے جملہ تعلیم اپنے والد احمد رضا خان، بھائی محمد حامد رضا خان، علامہ شاہ رحم الٰہی منگلوری، سید بشیر احمد علی گڑھی اور ظہور الحسین رامپوری سے مختلف دینی و دنیاوی علوم وفنون میں تعلیم حاصل کی۔ (ماخذ جہاں مفتی اعظم ہند)

## موصوف کا مقام و مرتبہ ان کے معتقدین کی نظر میں:

### رسول اللہ ﷺ کی چلتی پھرتی تصویر:

''حضور مفتی اعظم کو دیکھنے والے کو یہ حق ہے کہ کہے ہم نے رسول کریم کی چلتی پھرتی سچی تصویر دیکھی''۔ (جہان مفتی اعظم، ص ۱۰۰۴)

### مفتیٔ اعظم ہند کا مقام و مرتبہ رسول اللہ ﷺ جیسا، معاذ اللہ:

ایک صاحب ان کی مدح سرائی کرتے ہوئے یہاں تک ہذیان کہہ گئے:

''وہ نفوس قدسیہ والے جنکی محفل میں بیٹھنے سے رسول کریم کی محفلوں میں بیٹھنے کا اجر ملے گا جن سے مصافحہ کرنے سے نبی کریم سے مصافحہ کرنے کا ثواب حاصل ہو جن کے پیچھے نماز پڑھنے والے کی یہ شان ہو گویا اس نے نبی کریم کی اقتدا کی جن کا چہرہ دیکھیں تو نبی کریم کا چہرہ یاد آجائے''۔ (استقامت کانپور کا مفتی اعظم ہند نمبر، ص ۱۲۴)

موصوف کی اس ساری خامہ فرسائی کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص جس کا یہ مقام و مرتبہ ہو وہ کوئی اور نہیں بلکہ ہمارے مفتی اعظم ہند ہیں۔ اس حوالے میں صریح طور پر مولوی مصطفیٰ رضا خان کو نبی کریم ﷺ کا درجہ دے کر ان کے پیچھے اعمال کرنے والوں کو نبی کریم ﷺ کے پیچھے اعمال کرنے والے یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے برابر اجر و ثواب میں گردانا جا رہا ہے۔ حالانکہ بخاری کی ایک حدیث کہ اگر ایک آدمی احد پہاڑ کے برابر سونا چاندی صدقہ کر دے اور میرا صحابی صرف آدھا سیر جو خیرات کر دے تو وہ آدمی ثواب میں میرے اس صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ تو کس طرح اس حدیث کی موجودگی میں اس بات کو مان لیا جائے کہ مولوی مصطفیٰ رضا خان کے پیچھے نماز پڑھنے والے کو نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے والے کے برابر اجر ملے گا، معاذ اللہ۔

عشرہ مبشرہ کے صحابی سعید بن زیدؓ فرماتے ہیں:

**واللہ لمشھد رجل منھم مع رسول اللہ ﷺ یغبر فیہ وجھہ فیہ خیر من عمل احد کم عمرہ ولو عمر عمر نوح**۔ (ابوداود ص ۶۳۹ و مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۷)

اللہ کی قسم صحابہ کرامؓ میں سے کسی شخص کا رسول ﷺ کی معیت میں کسی جنگ میں شریک ہونا جس میں ان کا چہرہ غبار آلود ہو جائے غیر

صحابہ سے ہر شخص کی ساری عمر کی عبادت اور عمل سے بہتر ہے اگر چہ اس کو عمر نوح عطا ہو جائے۔

یہاں تو فرمایا جا رہا ہے کہ اگر کسی شخص کو عمر نوح علیہ السلام مل جائے تب بھی وہ ایک صحابی کے عمل کے اجر کو نہیں پہنچ سکتا مگر تم کہتے ہو کہ ہمارے ملاں جی سے سلام کرنے والے کو وہ ثواب ہے جو نبی کریم ﷺ سے مصافحہ کرنے والے کو ثواب ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا وہی اجر ہے جو نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کا اجر ہے، معاذ اللہ۔

حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''صحبت نبوی ﷺ کی فضیلت تمام دیگر فضائل وکمالات سے اعلیٰ و بالا ہے اور اسی واسطے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ جو خیر التابعین ہیں کسی ادنیٰ صحابی کے مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکے پس کسی چیز کو بھی فضیلت صحابیت کے ہم پلّہ نہ ٹھہراؤ''۔ (مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۵۹)

حیرت ہے کہ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے درجے کو صرف اس وجہ سے نہ پہنچ سکے کہ صحبت نبوی ﷺ سے مستفید نہ ہو سکے مگر تمہارے ملاں جی کی مجلس میں بیٹھنے والے کا وہی مقام جو نبی ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے کا ہے، معاذ اللہ۔

علامہ ابن حجر المکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**ان فضیلۃ صحبتہ صلی اللہ علیہ وسلم ورویتہ لا یعدلھا شیء۔** (الصواعق المحرقہ ص ۲۱۳)

نبی ﷺ کی صحبت و دیدار کے ہم پلّہ کوئی شے نہیں، مگر تم کہتے ہو کہ نہیں ہمارے مولوی صاحب کی صحبت تو نبی ﷺ کی صحبت کے ہم پلّہ ہے، معاذ اللہ۔

حیرت ہے کہ اگر اہلِ حق جنس بشریت میں نبی ﷺ کو اپنے جیسا کہہ دیں تو گستاخی مگر اپنے مولویوں کیلئے کچھ بھی کہہ دو کوئی پوچھنے والا نہیں اس لئے کہ موصوف بریلوی جو ہیں!!!!

پھر اس پر بھی غور کریں کہ اگر مولوی مصطفیٰ رضا خان کی صحبت میں رہنے والے کو نبی کریم ﷺ کی صحبت میں رہنے والے کے برابر اجر ملے گا تو لامحالہ خود مولوی مصطفیٰ رضا خان کو اپنے اعمال کا وہی اجر ملے گا جو نبی کریم ﷺ کو ملتا تھا، معاذ اللہ اور یہ صریح کفر ہے۔

اب ذرا موصوف کا حقیقی مقام و رتبہ بھی ملاحظہ ہو:

## ٹھرک پن میں والد صاحب کے جانشین:

ماقبل میں ہم خان صاحب بریلی کے حوالے سے لکھ آئے ہیں کہ موصوف کی بچپن سے لیکر پچپن تک کی عمر عورتوں کے ساتھ ٹھرک پن و بدنگاہی نظروں وستر کے بھکنے پر درس و تدریس میں گذری۔ ظاہری بات ہے بیٹا باپ ہی کے کرتوت دیکھ کر سیکھتا ہے، ذرا مفتی اعظم بننے کے بعد کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو خدا جانے اس سے پہلے کیا کیا گل کھلائے ہوں گے، ایک دفعہ موصوف سفر سے واپس آرہے تھے پھر کیا ہوا ان کے مرید کی زبانی سنئے:

''میں نے حضرت کو اٹھایا، اٹھنے کے بعد استنجاء خانہ تشریف لے گئے، مگر وہاں بہت لمبی قطار تھی وہ بھی عورتوں کی، حضرت بے چینی کے ساتھ استنجاء خانہ کے خالی ہونے کا انتظار کرتے رہے، میں بستر باندھنے میں مشغول تھا جب گاڑی دہلی کے پلیٹ فارم

پر پہنچ گئی تب کہیں جا کر استنجا ءخانہ خالی ہوا اور حضرت تشریف لے گئے، جب حضرت استنجاء سے فارغ ہو گئے تو مراد آباد جانے والی گاڑی جس پلیٹ فارم پر لگی تھی وہاں تشریف لے گئے جب سامان گاڑی میں رکھا جا چکا تو فرمایا کپڑے نکال دیں، میں نے حکم کی تعمیل کی کپڑے نکال کر حضرت کو دیے اور بکس بند کرنے میں مصروف رہا......تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد حضرت واپس ہوئے، جاڑے سے کانپ رہے تھے، قدم برابر نہیں پڑ رہے تھے میرا دل دھک دھک کرنے لگا، ڈبے سے باہر نکل کر اندر لایا، ڈبے میں چڑھانے کیلئے ہاتھ پکڑا تو برف کی مانند سرد، فرمایا بستر کھولئے میں نے بستر کھولا تو فوراً لیٹ گئے اور بڑی تیزی سے لحاف اوڑھ لیا، اب میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا کہ حضرت کہاں تشریف لے گئے تھے کانپتی ہوئی آواز میں فرمایا:

''وہ خبیثات پاخانہ کے دروازے پر کھڑی تھیں مجھے استنجاء کی شدید حاجت تھی، کپڑے ناپاک ہو گئے، سوچا کہ کسی مسجد میں جا کر غسل کر کے کپڑے بدل لوں، رکشہ کر کے ایک مسجد میں گیا وہاں نہانے کا بندوبست نہ تھا تو پھر دوسری مسجد میں گیا وہاں گرم پانی بھی تھا اور نہانے کا بندوبست بھی، غسل کر کے کپڑے بدلے، نماز پڑھی اور واپس ایک رکشے پر ہوا لگنے سے جاڑا معلوم ہونے لگا''۔ (جہان مفتی اعظم، ص ۲۸۴، مفتی اعظم کی استقامت، ص ۶۸)

ایک عام فہم سی بات ہے کہ موصوف عورتوں کے پیچھے کھڑے تھے اگر بالفرض کمزوری کی وجہ سے پاخانہ نہ روک سکے اور کپڑے ناپاک ہو گئے تو اس قسم کی سخت جان لیوا سردی میں نہانے کی کیا تک بنتی ہے؟ صرف کپڑے دھو لیں بس۔ موصوف کا نہانے کیلئے اس قدر بھاگ دوڑ کرنا بتاتا ہے کہ عورتوں کے پیچھے کھڑے ہونے کے بعد ''اپنی نفسانی خواہش'' پر قابو نہ رکھ سکے اور بوجہ احتلام ''غسل واجب ہو گیا'' جس کی وجہ سے نہانے کی حاجت پڑی اور جب موصوف خود ان عورتوں کو ''خبیثات'' کا لقب دے رہے ہیں تو اندازہ خود لگا لیں کہ ان کے پیچھے کھڑے ہونے والے مرد کی کیا حالت ہوگی؟ غرض باپ بیٹا دونوں ہی اسی قماش کے آدمی تھے۔

**لطیفہ:** غور فرمائیں جو زندہ ولی اپنی حیات میں اپنا استنجاء تک قابو میں نہ رکھ سے اور باوجود اس کی کوشش کے ایک ناپاک چیز اس پر غالب آجائے اور نکل پڑے وہ مرنے کے بعد ساری خدائی کا مالک بن بیٹھتا ہے اور ہر قسم کی حاجت روائی مشکل کشائی کرنے والا بن جاتا ہے اللہ انہیں عقل دے!!!!

## عبادات میں شوق و رغبت کا حال:

مشہور ہے کہ خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے، چونکہ موصوف کے گھر میں نوافل، ذکر و اذکار کا کوئی ماحول نہ تھا، والد صاحب کو خود نہ نوافل کا شوق نہ تہجد و ذکر اذکار کا جیسا کہ ماقبل میں ان کی سوانح میں گذر چکا، چنانچہ یہی حال موصوف کا بھی تھا ان کے سوانح نگاروں نے بڑے فخر سے یہ بات لکھی ہے:

''حضرت مفتی اعظم تہجد، اشراق، چاشت، اوابین وغیرہ نفل نمازوں کے عادی نہ تھے نہ گھر ادا فرماتے نہ مریدوں کے گھر، کبھی تسبیح نہیں رکھتے اور نہ تسبیح پر وظائف پڑھتے صرف واجبات سنن فرائض پر اکتفا فرماتے''۔ (جہان مفتی اعظم، ص ۳۳۲)

اسی طرح بریلوی شارح بخاری شریف الحق امجدی صاحب لکھتے ہیں:

''ایک واقعہ یہ ہے کہ مغربی دیناجپور، اسلام پور کے علاقے میں ایک شخص نے حضرت کو مدعو کیا اور اہتمام کیا جب حضرت آرام

کیلئے لیٹے تو وہ شخص رات بھر جاگتا رہا، حضرت نے وہاں بھی تہجد ادا نہیں کی...... بعد میں ہم لوگ وہاں سے رخصت ہو گئے، سننے میں آیا کہ اس شخص نے یہاں یہ کہنا شروع کر دیا کہ بہت مشہور تھا کہ بہت بڑے بزرگ ہیں میں نے تو ان میں بزرگی کی کوئی بات نہ دیکھی انہوں نے تہجد تک نہ پڑھا"۔ (مفتی اعظم کی استقامت، ص ۲۱۵)

اب ذرا موصوف کے ہم مشرب بھائی کا حال بھی ملاحظہ فرمالیں معلوم نہیں کہ اس باب میں مرزا قادیانی ان کے متبع تھے یا موصوف مرزا کے مقتدی؟؟

"ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حج نہیں کیا، اعتکاف نہیں کیا، زکوٰۃ نہیں دی، تسبیح نہیں رکھی، خاکسار عرض کرتا ہے کہ حج نہ کرنے کی تو خاص وجوہات تھیں کہ شروع میں آپ کے لیے مالی لحاظ سے انتظام نہیں تھا"۔ (سیرت المہدی ج ۳ ص ۱۱۹ از مرزا بشیر احمد ایم اے)

یہ تو تھا بریلویوں کے مفتیٔ اعظم کا ذوق عادت اب ذرا اللہ کے ایک سچے ولی کا ذوق و شوق ملاحظہ فرمائیں، جب حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو دعا کی:

**اللّٰهُمَّ إِذْ حَبَسْتَنِي عَنْ ثَلَاثٍ فَلَا تَدَعْنِي فِي الدُّنْيَا سَاعَةً أَوْ قَالَ إِذْ حَبَسْتَنِي أَنْ أُصَلِّيَ كَمَا أُرِيدُ وَأَصُومَ كَمَا أُرِيدُ وَأَذْكُرَكَ كَمَا أُرِيدُ فَلَا تَدَعْنِي فِي الدُّنْيَا فَمَاتَ مِنْ وَقْتِهِ رَحِمَهُ اللهُ** (حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۳۲۰)

یا اللہ! جب تو نے مجھے نماز پڑھنے سے معذور کر دیا جیسا کہ میں پڑھنا چاہتا ہوں اور روزہ رکھنے سے معذور کر دیا جیسا کہ میں رکھنا چاہتا ہوں اور ذکر کرنے سے عاجز کر دیا جیسا میں کرنا چاہتا ہوں تو اب مجھے اس دنیا میں زندہ نہ رکھ، راوی کہتے ہیں کہ حضرت اسی وقت فوت ہو گئے۔

یہ تھا بزرگوں کا ذوقِ عبادت و ذکر اللہ کہ اس کے بغیر ایک لمحہ جینا گوارہ نہ کرتے!!

## بداخلاقی میں والد صاحب کے پرتو:

جس طرح موصوف کے والد نواب احمد رضا خان صاحب کو گالم گلوچ میں یدطولیٰ حاصل تھا اسی طرح بیٹا بھی سوا سیر تھا، شیریں زبان کے چند نمونے ملاحظہ ہو:

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "حفظ الایمان" میں ایک موضوع کو تین شقوں میں تقسیم کیا تھا، بریلوی کے یہ صاحب زادے اس پر تنقید کرتے ہوئے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اگر بہ کمال بے حیائی اپنی دوشقی میں وہ تیسرا احتمال داخل بھی کرلے"۔ (وقعات السنان ص ۲۸)

ان الفاظ کو نقل کرتے ہوئے شرافت کانپتی ہے۔ لیکن رضا خان صاحب اور ان کے شہزادوں کی عملی اور اخلاقی حالات اس کے بغیر کھلتی بھی تو نہیں۔ مصطفی رضا خان حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے مونث کے الفاظ اختیار کر کے پھر یہ بھی لکھ گئے "مسماۃ یہ تیسرا بھی کیسے ہضم کرگئی"۔ (وقعات السنان ص ۴۶)

"اس (مولانا تھانویؒ) کی دوشقی میں اس تیسرے کا دخول"۔ (وقعات السنان ۲۵)

قارئین کرام! حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے آئے تھے۔ علماء کا کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی تعلیم کو عام کرنا ہے نہ کہ اس قسم کی

فحش یا پہلو دار گفتگو سے اپنے ذوق درونی کو تسکین دینا- بریلی کے یہ شہزادے لفظ تین کے ساتھ اسی تصور میں الجھے ہوئے ہیں-

ہے ہے آدھی...... ہے ہے پوری نہ لی، (وقعات ص ۱۷)) پھر اور سنئے اور ان حضرات کے اخلاق کا ماتم کیجئے:

''رسلیا والا (رسلیا لفظ رسالہ کو بگاڑ کر لکھا ہے اس سے حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ حفظ الایمان مراد ہے) بھی کیا یاد کریگی کہ کسی کرے سے پالا پڑا تھا، اب وہ کھولا جس سے مخالف چندھیاں کر پٹ ہو جائے''۔ (وقعات ص ۴۸)

''اف رے رسلیا تیرا بھولا پن خون پونچھتی جا اور کہہ خدا جھوٹ کرے'' (وقعات ص ۱۷)

''رسلیا کی چک پھیریاں تو گوہر کو بھی مات کر گئیں، اب مسلمان کے چھلنے کو پھر کاوا کاٹتی ہے''۔ (ایضًا) ''سب پر ابلیس ایک طرف سوار...... دوسرا اور مسماۃ گرہیں کھولتا''۔ (ایضًا)

قارئین کرام! آپ غور کریں اور دیکھیں کہ آستانہ بریلی میں کس قسم کی زبان بولی جاتی تھی اور ان کے گھر میں کن لوگوں کی اصطلاحیں رائج تھیں، مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب حفظ الایمان کو رسلیا کہتے ہوئے لکھتے ہیں:

''رسلیا کہتی ہے میں یوں نہیں مانتی میری ٹھرائی پر اترو، دیکھو تو اس میں تم میری گرہ کیسے کھولتے ہو''۔

عربوں کو کوستے ہوئے لکھتے ہیں:

''آہ حرمین محترمین کی ایک کثیر آبادی مجبورانہ اس ارض حرم کو چھوڑ چکی ہے اور گھڑیاں گن رہی ہے کہ یہ دین و ایمان کے لٹیرے وہاں سے دفع ہوں، مولیٰ عزوجل جلد ان کو دفع کرے''۔ (فتاویٰ مصطفویہ، ص ۴۶۵)

## امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سوقیانہ اندازِ تکلّم:

اپنے مخالفین کے خلاف تو موصوف کا بد بو دار قلم آپ ملاحظہ کر چکے ہیں، اب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رد کس سوقیانہ اور بے ادبانہ انداز میں کر کے اپنی بد اخلاقی کا ایک اور ثبوت کیسے دے رہے ہیں خود ملاحظہ فرمالیں:

''امام بخاری وغیرہ محدثین کو اگر یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ حدیث کے مطالب کے ایضاح کیلئے منہ کھولیں، احادیث سے استنباط مسائل کریں تو یارب ائمہ مجتہدین جو بخاری وغیرہ سے اقدم اور کہیں زیادہ افقہ و اعلم ہیں......''۔ (فتاویٰ مصطفویہ، ص ۶۱)

ذرا ان جملوں پر بھی غور کریں:

''زید بے قید پر از مکر و فریب بدترین وہابی لعین ہے''۔ (فتاویٰ مصطفویہ، ص ۵۷)

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں ''اور بکا''۔ (فتاویٰ مصطفویہ، ص ۳)

''بعض وہابیہ خبثاء''۔ (ایضا ص ۶)

''ہاں ہاں اور دل بیمار وہابی جل کر خاک ہو جا، واحد قہار اور زیادہ تجھے دنیا و آخرت میں جلنا نصیب کرے پھر جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ تجھے جلائے دم بدم تری جلن زیادہ کرے......او کذاب مفتری اور بہتان پر جری......اپنی بے نور آنکھیں پھاڑ''۔ (ایضا ص ۹، ۱۰)

یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ علمائے دیوبند کے اکابر کو کس طرح نام لے لے کر گالیاں دے رہے ہیں:

''وہابیہ دیو بندیہ کے گرو گنگوہی کا اندھاپن ملاحظہ ہو...... انبیٹھی خلیل احمق عدو احمد''۔(ایضاً ص ۱۳) ''انتہاء یہ کہ گنگوہی پھنکار اٹھا کہ معاذ اللہ''۔(ایضاً ص ۳۸)

''حرامکار ہے، مفتری ہے، کیا ہے، مکار ہے، شدید گناہگار ہے''۔(ایضاً ص ۳۶)

''وہ اور طواغیت دیابنہ جنہوں نے وہ کفر بکے کفر میں برابر ہیں اور وہ سب ابوجہل سے کفر میں بڑھ کر ہیں''۔(فتاویٰ مصطفویہ ص ۳۵۸)

موصوف کی اسی سوقیانہ زبان پر جب انہیں کسی نے شرم دلائی کہ عالم ہو کر کس قسم کی زبان استعمال کرتے ہیں تو جناب عالی انتہائی ڈھٹائی اور بے شرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر میں گالیاں دیتا ہوں تو کیا ہوا قرآن بھی اپنے مخالفین کو کہیں ''جاہل، گدھا، کتا وغیرہ'' کہتا ہے میں تو قرآن کی پیروی کر رہا ہوں، (معاذ اللہ)۔(ملخصاً فتاویٰ مصطفویہ ص ۶۱۵ تا ۶۲۰)

## مریدوں کی تربیت کا حال تو یہ کہ خود پیر سے مریدوں کی بے اعتنائی:

موصوف کے سوانح نگار مفتی صاحب کے مریدوں کی ان سے بے اعتنائی کو یوں بیان کرتے ہیں:

''انہیں دیکھ کر بھی حضرت کے مالدار مریدوں کو غیرت نہیں آئی یہاں تک کہ تیسرا حصہ بھی پہلے دو حصوں کی طرح انہیں مجبورا خراب ہی چھپوانا پڑا جنہیں کسی کو دکھا کر یہ کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ یہ حضور مفتیٔ اعظم ہند کے فتاوے ہیں...... اس سلسلے میں ہم نے کئی لوگوں سے کوششیں کیں یہاں تک کہ حضرت مفتیٔ اعظم قبلہ کے ایسے مالدار مریدوں پر بھی دباؤ ڈالا جو اپنے آپ کو حضرت کا بہت بڑا شیدائی وفدائی ظاہر کرتے ہیں لیکن ان میں کوئی بھی فتاویٰ مصطفویہ چھپوانے کیلئے تیار نہ ہوا۔ یہ بہت بڑے افسوس کی بات ہے کہ حضرت مفتی اعظم قبلہ کے عرس میں کھانے پینے اور اسٹیج کی سجاوٹ وغیرہ پر چالیس پچاس ہزار بلکہ لاکھ دو لاکھ خرچ کر دینا ان کے مریدوں کیلئے کوئی بڑی بات نہیں، لیکن جب حضرت کی کوئی تصنیف چھپوانے کیلئے ان سے کہا جاتا ہے تو یہ بات ان کے حلق سے نہیں اترتی، فتاویٰ مصطفویہ اعلیٰ پیمانے پر چھپوانے کیلئے رضا اکیڈمی ممبئی کے فعال و متحرک سکریٹری جناب الحاج محمد سعید صاحب نوری سے بھی ہم نے کہا، مگر جب ان کی طرف سے بھی خاموشی رہی تو ہمیں سخت حیرت ہوئی کہ وہ رضا اکیڈمی کی طرف سے بہت سی کتابیں چھپوا کر مفت بھی تقسیم کرتے رہتے ہیں تو اپنے پیر و مرشد کے فتاوے چھپوانے کیلئے کیوں نہیں تیار ہوئے، یہاں تک کہ مجھے ان سے ایک طرح کا ملال ہو گیا''۔(فتاویٰ مصطفویہ ص ۲۵)

جب ساری زندگی مریدوں کی تربیت کھانے پینے، عرس، دھمال کے متعلق کی ہو گی تو ظاہر ہے کہ مریدوں کے چندے بھی اسی پر لگیں گے، کیونکہ وہ تو اسے ہی کار خیر سمجھتے ہیں، اگر موصوف نے ان کو علم سے روشناس کرایا ہوتا، دین کی اہمیت پر زور دیا ہوتا تو یقیناً انہیں یہ مال خرچ کرنے پر ذرہ بھی تامل نہ ہوتا، اسی حالت پر تو مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

اہلِ سنّت بہر قوالی و عرس ... دیوبندی بہر تصنیفات و درس
خرچِ سنّی بر قبور و خانقاہ ... خرچِ نجدی برعلوم و درسگاہ

(دیوان سالک، ص:۴۵)

مولوی عبدالحکیم شرف قادری لاہوری لکھتے ہیں:

مالِ سُنّی بہر قوالی وعرس — مالِ نجدی بہر تعلیم است ودرس
مالِ سُنّی برقبور وخانقاہ — دیوبندی برعلوم ودرسگاہ

سُنّی کا مال قوالی وعرس کیلئے جبکہ نجدی کا مال تعلیم ودرس کیلئے ہے، سُنّی کا مال قبروں اور خانقاہوں پر خرچ ہوتا ہے، جبکہ دیوبندی کا مال علوم ودرسگاہوں پر خرچ ہوتا ہے"۔ (خدا کو یاد کر اے پیارے، ص:۸۵)

پھر مرید سے بہتر پیر کا حال کون جانتا ہے، وہ ان کی صحبت سے مستفید ہوئے ہوں گے اور اتنا اندازہ تو ان کو بھی ہوا ہوگا کہ جن کی نجی مجالس میں علم وعمل کی بات نہ تھی تو کتب میں بھی اپنے اباجان کی طرح مخالفوں کو گالم گلوچ کے علاوہ شاید ہی کوئی چیز ملے لہٰذا ان فضولیات پر پیسہ کیوں برباد کیا جائے؟

مریدوں اور جانشینوں کی تربیت کس طرح کی، اس کا اندازہ اس عبارت سے لگائیں کہ پروفیسر مختار الدین لکھتے ہیں:

"حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے بعد وصال ان کا کتب خانہ نیز یادگاری چیزیں خرد برد ہوگئیں، جو جس کے ہاتھ میں آئی وہ اس کی ذاتی ملکیت ہوگئی"۔ (جہان ملک العلماء، ص ۸۶۵)

یہ حال تھا تربیت کا جن کے مرید خرد برد میں اس حد تک آگے چلے گئے ہوں کہ اپنے ہی پیر کی وراثت میں چھوڑی ہوئی چیزوں میں لوٹ مار سے نہ شرمائیں تو عام مسلمانوں کے اموال و اسباب کے ساتھ کیا کیا ہوگا اس کا اندازہ خود ہی لگالیں!!......اس لئے اپنی زکوٰۃ وصدقات ان کو دیکر ضائع نا کیا کریں!!!!

## عربی لکھنے اور بولنے میں مہارت نہ تھی:

حج کے موقع پر کسی تیجانی نامی مصری آدمی نے حج کے کچھ مسائل پر ان سے عربی میں استفتاء کیا، مرتا کیا نہ کرتا جواب لکھ تو لیا مگر تصحیح کیلئے ظفر الدین بہاری کے پاس بھیجنے کی خواہش ظاہر کی یہ وجہ لکھتے ہوئے کہ:

"مجھے اپنی کمزوری معلوم ہے اور عربی لکھنے بولنے کی مہارت بھی نہیں، زبان والوں کے سامنے جائے تو کوئی ایسی بات نہ ہو کہ مضحکہ کریں"۔ (جہان ملک العلماء، ص ۸۸۲)

یہ ہے مفتی اعظم کی علمی حدود اربعہ، نہ معلوم ایسی کتنی تصنیفات دوسروں کی مرہون منت ہوں گی!!!!

## فتویٰ نس بندی اور "پر" سے "پرندہ":

بریلوی حضرات کو "پر" سے "پرندہ" بنانے میں کمال حاصل ہے، رائی کے دانے سے پہاڑ بنانا کوئی ان سے سیکھے، بس انہیں کوئی موضوع اپنے اکابر کے بارے میں ملنا چاہیئے اس کے بعد ہر چھوٹا بڑا جھوٹ بولنے اور تاریخ کو مسخ کرنے میں وہ وہ گل کھلائے گا کہ الامان والحفیظ!!......اسی جھوٹے اور مکروہ پروپیگنڈے کی ایک بدترین مثال ہندوستان میں ایک زمانے میں نس بندی کا مسئلہ بھی ہے، ہوا یوں کہ ہندوستان میں اندرا گاندھی نے کہیں نس بندی کا حکم جاری کر دیا جس کے خلاف کہیں مفتی مصطفیٰ رضا خان نے بھی فتویٰ دے دیا۔ بس پھر کیا تھا بریلی کے پروپیگنڈہ اور میڈیا ڈپارٹمنٹ کو ایک مسئلہ ہاتھ آگیا اس کے بعد کیا کیا افسانے گڑھے گئے اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

مولوی نظام الدین بستوی لکھتا ہے:

''۷۶، ۷۷ء کا وہ پرسوز دور جس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک ایسے بھیانک طوفان میں کھڑا کر دیا تھا جہاں سے اسلامیان ہند کے سفینہ اعتقاد کے تختے ٹوٹتے نظر آرہے تھے، سعودی ریال، امریکن ڈالر اور حکومت کے ٹکڑوں پر پلنے والے ابنائے وقت علماء کے قدموں میں لغزش آگئی تھی اور نسبندی کے جواز پر مسندِ افتاء پر بیٹھنے والے مفتیوں نے فتویٰ صادر کر دیا تھا...... ریڈیو اخبار کے ذریعہ خوب خوب پرچار بھی کیا گیا تھا...... ہندوستان کا مسلمان اب ایسے موڑ پر پہنچ چکا تھا جہاں ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی، طوفان ہی طوفان تھے، پوری مسلم قوم ایک ایسے میر کارواں کی تلاش میں سرگرداں تھی جو اسے سہارا دے، ایمان اور اعتقاد کی کشت ویران کو لالہ زار بنائے، سب کی نگاہیں شہر عشق ومحبت، پاسبانِ ناموس رسالت بریلی کی جانب لگی ہوئی تھیں، یکا یک بریلی کا مردمجاہد، مخالفتوں کی تیز آندھیوں میں اپنے علمی وقار سے اٹھتا ہے اور بمصداق حدیث شریف **افضل الجهاد اعلاء كلمة الحق عند السلطان الجائر** (ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے) آپ نے اعلان فرمایا:

نس بندی حرام ہے...... حرام ہے...... حرام ہے......'' (مفتی اعظم ہند کی استقامت ص ۱۲۶)

سگ کوئے مفتی اعظم عطاء الرضا قادری لکھتے ہیں:

'' کیا بھول گئے اس وقت کو جب اندرا گاندھی نے پورے ملک ہندوستان میں ایمرجنسی نافذ کی اور نس بندی کا حکم دے دیا، جبراً نسبندیاں کی جارہی تھیں اور ہر قوم پریشان تھی، لیکن زبانوں پر تالے لگے ہوئے تھے، کوئی اس کے خلاف بول نہیں سکتا تھا، پریس اس کے خلاف چھاپ نہیں سکتا تھا، اس وقت بھی اسلام کے ٹھیکیدار، مدرسوں، دارالعلوموں، خانقاہوں میں اپنی اپنی گدیاں سنبھالے بیٹھے تھے، اس وقت اسلام اور کلمہ نماز کے ٹھیکیداروں کی ٹھیکیداری کہاں چلی گئی تھی، کیوں نہیں بول رہے تھے، ایسے پرآشوب دور میں بھی منظر اسلام بریلی شریف ہی کام آیا تھا مجدد اعظم امام احمد رضا فاضل بریلی...... کی یادگار جسے دارالعلوم منظر اسلام بریلی نے پروان چڑھایا تھا وہی آبروئے سنیت اسلام اور انسانیت کا درد لیکر اٹھا اور رقمطراز ہوئے، قانون اسلام دنیا کے سامنے پیش کر دیا نس بندی حرام ہے حرام ہے حرام ہے''۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا منظر اسلام بریلی نمبر آخری قسط ص ۳۳۰)

## اخذ شدہ نتائج:

مندرجہ بالا دونوں اقتباسات سے معلوم ہوا کہ جب اندرا گاندھی نے ایمرجنسی دور میں نس بندی کا حکم نامہ جاری کیا تو:

① سارے بریلوی مفتی مولوی حرام کی نیند سو رہے تھے مسلمانوں کا ایمان و اعتقاد لٹ رہا تھا مگر کسی بریلوی مولوی، فقیہ، محدث، مفسر، مناظر اعظم، قاطع وہابیت و دیوبندیت کی غیرتِ ایمانی نہ جاگی سوائے مصطفیٰ رضا خان کے۔

② اتنی بات تو ظاہر ہے کہ دیوبندیوں کے دارالافتاء بریلویوں کے ہاں ''مستند'' نہیں بصورت دیگر ان سے صادر ہونے والے افتاء کی استنادی حیثیت کو تسلیم کریں، لہذا ماننا پڑے گا کہ وہ مسندِ افتاء بریلویوں ہی کے تھے جن ابناء وقت نے اس کار حرام کے جواز کا فتویٰ دے دیا تھا، کیونکہ وہ سعودی ریال اور امریکی فنڈ پر پلنے والے تھے۔

③ خانقاہوں، دارالعلوموں کے سب بریلوی ٹھیکیداروں کے منہ پر تالے لگ گئے تھے۔

قارئین کرام! ہم تو روز اول سے چیخ رہے ہیں کہ یہ بریلوی ابنائے وقت ہیں یہ کوئی مسلک یا فرقہ نہیں بلکہ ایک سیاسی جماعت ہے جسے

ہر دور میں ظالم و جابر حکومت نے اپنے مفادات کیلئے استعمال کیا، آج خود بریلوی حضرات نے تسلیم کیا کہ ایسے نازک وقت میں سوائے ایک آدمی کے ان کی پوری جماعت کا چہرہ اور اس کا عمل کس قدر مکروہ وگھناؤنا تھا، اسی سے آپ اندازہ لگا لیں کہ انگریز ظالم کے دور حکومت میں انہوں نے کس طرح مسلمانوں کا استحصال کیا ہوگا ہم اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتے !!

## حقیقی صورتِ حال:

اب اصل صورتِ حال کی طرف آیئے ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ بریلویوں کو پر سے پرندہ بنانے میں کمال حاصل ہے، یہ بریلوی حضرات کا جھوٹ ہے کہ اس زمانے میں پریس کچھ بھی چھاپنے کو تیار نہ تھا (اگر چہ یہ بات بھی درست ہے کہ اندرا گاندھی نے سخت قسم کا سنسر اخبارات و رسائل پر لگایا ہوا تھا، مگر علمائے دیوبند نے اس سب کی پرواہ کئے بغیر حق کا غلغلہ بلند کیا) اور سوائے مولوی مصطفیٰ رضاخان کے اس کے خلاف کسی نے فتویٰ نہیں دیا تھا، بلکہ ہر دور میں باطل کے سامنے سینہ تاننے والے اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند احناف اس موقع پر بھی مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے اول دستے کے طور پر سامنے آئے اور اندرا گاندھی کی راجدھانی یعنی دارالحکومت دہلی میں بیٹھ کر ''ہفت روزہ الجمعیۃ ٹائمز دہلی'' کا خصوصی شمارہ نس بندی کے خلاف شائع کروایا، جس میں نس بندی کے خلاف نہ صرف معرکۃ الآراء مضامین شائع کئے گئے بلکہ دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فتاویٰ نس بندی کے خلاف ہندوستان بھر کے علماء سے تائید لیکر شائع کئے گئے بلکہ اس سلسلے میں مصر میں ہونے والے ''مجمع بحوث الاسلامیہ'' (جس میں دنیا بھر کے علماء وفقہاء کرام نے شرکت کی اور ہندوستان سے مولانا سعید احمد اکبر آبادی دیوبندی اور دیگر علماء شریک ہوئے) کی کانفرنس میں نس بندی کے خلاف فتویٰ جاری کیا گیا اور یوں پورے عالم اسلام سے اس مکروہ فعل کے خلاف فتویٰ حاصل کرنے کا اعزاز بھی علمائے دیوبند کو حاصل ہوا، آپ یہ فتویٰ ہفت روزہ الجمعیۃ ٹائمز دہلی کے صفحات (۱۹-۲۰) پر ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

اسی طرح جامعہ ازہر کے شیخ کا فتویٰ بھی اس خصوصی شمارے کے صفحات (۳۴-۳۵-۳۶) پر شائع کیا گیا ہے۔

مفتی اعظم کی استقامت میں ایمرجنسی کی تاریخ ۶-۷-۱۹۷۷ دی گئی ہے، مولوی مصطفیٰ رضاخان کا نس بندی کا یہ فتویٰ ان کے فتاویٰ مصطفویہ میں ''ایمرجنسی دور کا ایک یادگار فتویٰ'' کے عنوان سے شامل ہے۔ فتوے پر کوئی تاریخ نہیں البتہ اس کا ماخذ:

''ماہنامہ اعلیٰ حضرت ص ۱۳، ۱۴ شمارہ ستمبر ۱۹۸۴ء'' (فتاویٰ مصطفویہ، ص ۵۳۱)

دیا گیا ہے، بہرحال مآخذ میں ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے اس شمارے کا حوالہ دینا بتاتا ہے کہ یہ فتویٰ پہلی دفعہ ۱۹۸۴ء میں شائع کیا گیا۔ اب آیئے علمائے دیوبند کی طرف، قربان جاؤں ان کی عظمت و استقامت پر کہ جس وقت ایرانی نوٹوں پر پلنے والے بریلوی خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے تھے تو اس وقت اس نس بندی کے خلاف ''۲۰ دسمبر ۱۹۶۸'' کو دہلی سے نس بندی کے خلاف ''ہفت روزہ الجمعیۃ'' کا خصوصی شمارہ شائع کر چکے تھے۔

نیز استقامت کانپور کے مفتی اعظم نمبر کے صفحہ ۳۷۴، ۳۷۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتویٰ دراصل مولوی ساجد علی خان بریلوی نے شائع کیا تھا، مولوی مصطفیٰ رضاخان نے صرف اس کی تائید کی تھی، بالفرض مصطفیٰ رضاخان ہی نے شائع کیا ہو تب بھی یہ کوئی بڑا کارنامہ نہ تھا کیونکہ خود مولوی عبدالمجید خان رضوی نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ اس دور میں سگریٹ کیلئے روشنی کرنے پر بھی پابندی تھی، مگر مصطفیٰ رضاخان

صاحب اس دور میں بھی بالکل امن و امان کے ساتھ رہ رہے تھے اپنے تمام تر معمولات پر کاربند تھے، حکومت ان سے کسی قسم کا تعرض نہیں کر رہی تھی"۔ (ملاحظہ ہو استقامت کانپور کا مفتی اعظم نمبر ص ۲۷۴)

لہذا حکومت کی طرف سے جب ایک آدمی کو ایسا امن و امان ملا ہو تو وہ اگر حکومت وقت کے خلاف کوئی فتویٰ شائع کر دے تو اس میں اتنی فخر و عظمت والی کونسی بات ہے؟

ایک طرف تو بریلوی یہ جھوٹ بول رہے ہیں کہ اس دور میں صرف مصطفیٰ رضا خان صاحب نے فتویٰ دیا تھا باقی سب خاموش تھے مگر دروغ گو را حافظہ نباشد دوسری طرف وہ یہ بھی لکھ رہے ہیں:

"ایمرجنسی کے زمانے ۱۹۷۷ء میں قاری محمد طیب صاحب نے میرٹھ پیر دروازہ تشریف لے گئے، بڑی دلیری اور طمطراق سے مجمع عام کو فرمایا:" میں دہلی جارہا ہوں مجھے کوئی گرفتار کرے" حاضرین یہ جرأت مردانہ دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے کہ یہ زمانہ قیامت نما اور یہ ہمت مردانہ اور اس سے قبل دارالعلوم دیوبند سے ایک فتویٰ شائع ہوا جس میں وہ آیات قرآنی ذکر کر کے لکھا تھا کہ آیات کی رو سے نسبندی حرام اور گناہِ کبیرہ ہے"۔ (استقامت کانپور کا مفتی اعظم نمبر ص ۲۷۴، ۲۷۳)

**اللہ اکبر کبیرا!** اسے کہتے ہیں عزیمت! اسے کہتے ہیں باطل کے سامنے سیسہ پلائی دیوار! اسے کہتے ہیں افضل جہاد ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا ہے!...... ہے کسی رضاخانی میں غیرت، ہے جو اپنے مفتی اعظم ہند کا بھی ایسا حوصلہ اور ولولہ اس موقع پر دکھا سکے؟؟؟؟

ظاہر ہے کہ ایسا تو نہ کر سکے البتہ علمائے دیوبند کی اس جرأت پر پردہ ڈالنے کیلئے اپنی عادت کے مطابق یہ کذب بیانی کی کہ بعد میں قاری طیب صاحب رحمہ اللہ نے اس فتوے سے رجوع کر لیا تھا اور نس بندی کے جواز پر فتویٰ دے دیا تھا اور حوالہ اپنے ہی گھر کے مولوی غلام جیلانی میرٹھی کذاب کی البشیر شرح نحو میر کا دیا۔ **لعنة الله علی الکاذبین**

## دارالعلوم دیوبند کا نس بندی کے خلاف یادگار فتویٰ:

دارالعلوم دیوبند نے نس بندی کے خلاف ۱۹۶۸ میں جو فتویٰ شائع کیا وہ یہ تھا:

"پس ان احکام شرعی و تصریحات کی روشنی میں شرعی اعتبار سے یہ اسکیم (یعنی نس بندی کرانا) ناقابل عمل اور مسلمانوں کیلئے قطعاً ناقابل قبول ہے، کسی مسلمان کو اس اسکیم کے ماتحت نس بندی یا اس سے متعلقہ امور کا اپنے آپ کو آلہ کار بنانا قطعاً ناجائز و حرام ہے، اس کا مرتکب شرعاً فاسق معلن ہے، جس کی شریعت میں شہادت بھی قبول نہیں اور امامت بھی اس کی مکروہ تحریمی ہے اور مسلم سوسائٹی سے نظر انداز کر دیے جانے کے قابل ہے، کیونکہ شریعتِ اسلامی کے احکام کے خلاف مرتکب ہے"۔

(ماخوذ از دعوت مورخہ مارچ ۱۹۶۸ بحوالہ جمعیۃ دہلی ٹائمز، ص ۴۴)

اس فتوے پر دارالعلوم دیوبند کے مفتیان کرام کے ساتھ ساتھ مفتی محمد ضیاء الحق صدر جمعیۃ العلماء دہلی، جامعہ امینیہ دہلی اور دیگر معزز علماء کرام کی تصدیقات موجود ہیں۔

## دارالعلوم دیوبند اور مولوی مصطفیٰ رضا خان کے فتوے کا ایک تقابل:

مولوی مصطفیٰ رضا خان کا جو فتویٰ ہمارے سامنے ہے وہ اس طرح ہے:

''ضبطِ تولید کیلئے مرد کی نس بندی یا عورت کے آپریشن متعدد وجوہ سے شرعاً ناجائز وحرام ہے، اس میں اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدلنا ہے اور قرآن وحدیث کی نص سے ناجائز وحرام ہے، قرآن عظیم میں ہے **لامر نهم فليغيرن خلق الله** یعنی شیطان بولا میں ان کو بہکاؤں گا تو وہ اللہ کی پیدا کردہ چیزوں کو بدلیں گے تفسیر صاوی میں ہے **من ذالك تغير الجسم** اور اس میں سے ہے جسم کی تغییر اور تفسیر کبیر میں ہے **ان معنى تغيير خلق الله ههنا هو الاخصاء** یعنی اس آیت میں تغییر خلق کا معنیٰ خصی کرنا وغیرہ ہے، بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے **لعن الله المغيرات خلق الله** ملخصا یعنی اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز (جسم کی قدرتی بناوٹ) کو بدلنے والی ہیں۔

نیز اس میں بے وجہ شرعی ایک نس اور عضو کاٹا جاتا ہے وہ بھی ایسی نس ایسا عضو جو توالد وتناسل کا ذریعہ ہے اور بے ضرورت شرعی دوسرے کے سامنے ستر وہ بھی ستر غلیظ کھولا جاتا ہے اور اس کو چھوتا بھی ہے اور یہ تینوں امور بھی حرام ہیں، کمافی کتب الفقہ اور یہ قاطع توالد ہونے کے سبب معنیٰ خصا میں داخل ہے اور انسان کا خصی ہونا اور کرنا بھی بہ نص قرآن حدیث حرام ہے جیسا کہ آیت وحدیث سے او پر گذرا۔

نیز حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا: **ليس منا من خصى واختصى** یعنی جس نے دوسرے انسان کو خصی کیا یا خود بھی خصی ہوا وہ ہم میں سے نہیں (مشکوۃ شریف) پھر یہ گمان کہ کثرت اولاد مفلسی کا باعث ہے غلط ہے، بلکہ اللہ ورسول کی نافرمانی اور بے حیائی کے کام مفلسی کے اسباب میں سے ہیں، مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے: **لاتقتلوا اولادكم من املاق نحن نرزقكم و اياهم ولاتقربوا الفواحش ما ظهر منها و ما بطن** یعنی اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے باعث ہم ہی تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیتے ہیں اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی۔ الحاصل نس بندی یا آپریشن شریعت اسلامیہ میں ہرگز جائز نہیں لہذا اس سے نفرت واحتراز لازم ہے''۔ (فتاویٰ مصطفویہ، ص ۵۳۱)

(**نوٹ**: بریلوی مفتی اعظم ہند نے **لعن الله المغيرات خلق الله** کو بخاری ومسلم کی حدیث کہا ہے حالانکہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ نہیں بلکہ یوں ہے:

**عن عبد الله بن مسعود قال لعن الله الواشمات والمستوشمات والنامصات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغيرات خلق الله**

اگرچہ موصوف نے آگے ملخصاً کہا ہے مگر یہ الفاظ حدیث کا مفہوم بن سکتے ہیں حدیث ہرگز نہیں)

اب ذرا دونوں فتوؤں کو سامنے رکھ کر ان نتائج پر غور کریں:

① دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ ایک ادارہ کی طرف سے شائع کیا گیا ہے جس پر مزید علماء کرام کی تائید وتصدیقات بھی حاصل کی گئی ہیں جبکہ مولوی مصطفیٰ رضا خان صاحب کا فتویٰ ایک ذاتی حیثیت میں جاری کردہ فتویٰ ہے۔ اس صورتحال میں آپ اندازہ خود لگا لیں کہ علمائے دیوبند کو زیادہ خطرہ تھا یا بریلویوں کو! کیونکہ اگر حکومت کوئی اقدام کرتی تو علمائے دیوبند کے پورے ادارے کے خلاف وہ انتقامی کاروائی

ہوتی، جبکہ دوسری طرف صرف مصطفیٰ رضا خان صاحب سے حکومت باز پرس کرتی۔

(۲) دارالعلوم دیوبند کے فتوے پر دیگر علمائے دیوبند خصوصاً دہلی کے تمام مرکزی اہلسنت علماء کی تائید موجود ہے، جبکہ مصطفیٰ رضا خان صاحب کے فتوے پر کسی مؤقر بریلوی مفتی کی تائید وتوثیق شامل نہیں فیصلہ خود کرلیں کہ عزیمت کے رستے پر کس نے عمل کیا اور پیٹ کے بدلے دین کو کس نے چھپایا۔

(۳) دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ صرف ذاتی نوعیت کا نہیں کہ آیا نس بندی کرانا جائز ہے یا ناجائز، بلکہ اس فتوے میں حکومت کے ساتھ معاونت کرنے والوں پر بھی رد کیا گیا ہے اور واضح طور پر حکومتی مشینری کا آلۂ کار بننے والوں کو ان الفاظ میں متنبہ کیا گیا ہے:

''اس سے متعلقہ امور کا اپنے آپ کو آلۂ کار بنانا قطعاً ناجائز وحرام ہے''

جبکہ اس کے مقابلے میں مصطفیٰ رضا خان صاحب کا فتویٰ ایک شخصی نوعیت کا ہے اور حکومتی مشینری کے متعلق واضح الفاظ میں حکم واضح نہیں کیا گیا، فیصلہ خود کرلیں کس نے عزیمت پر عمل کیا اور کس نے چور دروازے ڈھونڈے!

(۴) یہ ممکن تھا کہ بعض نام نہاد مسلمانوں کے نزدیک ان فتاویٰ کی کوئی حیثیت نہ ہو اس لئے دارالعلوم دیوبند نے ایسے لوگ جو مفتیان کرام کے فتوؤں کو کوئی حیثیت نہ دیتے تھے کے متعلق بھی ایک متبادل پیش کیا کہ:

''مسلم سوسائٹی سے نظر انداز کردیے جانے کے قابل ہے''

یعنی اگر وہ پھر بھی باز نہیں آتا تو سوسائٹی ایسے آدمی کا سوشل بائیکاٹ کرے ظاہر ہے کہ ایسی صورتحال میں کسی بھی فرد کا حکومت کا ساتھ دینا اپنے لئے مشکلات کھڑی کرنے کے مترادف تھا، جب کہ مولوی مصطفیٰ رضا خان صاحب کے فتوے میں ایسے لوگوں کیلئے کوئی لائحہ عمل نہیں۔

اس تفصیل کے بعد اب ہم فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں کہ کس کا فتویٰ جامع مانع اور کس کے فتوے کے اثرات ونتائج سوسائٹی پر زیادہ پڑتے ہیں اور کونسا فتویٰ حکومت کیلئے زیادہ خطرناک ثابت ہونا تھا۔

آخر میں یہ بھی واضح کردینا چاہتے ہیں کہ بریلویوں کا یہ کہنا بھی جھوٹ ہے کہ اس دور میں مستند افتاء اور علماء نے حکومت کے حق میں فتوے دیے معاذ اللہ، بلکہ صرف ایک غیر معروف عالم جامع مسجد عبد اللہ بخاری کے نائب امام نے نس بندی کے جواز پر فتویٰ شائع کیا تھا، جس کی اسی وقت علماء نے تردید کردی تھی کہ ان کی کوئی حیثیت نہیں لہٰذا مسلمان ایسے غیر معتبر علماء کی باتوں پر کان نہ دھریں۔

## فتویٰ نس بندی کے متعلق خود بریلویوں کا انکشاف:

کتاب مکمل ہونے کے بعد بذریعہ واٹس اپ کسی نے ایک بریلوی کا اس حوالے سے مضمون بھیجا جس میں انکشاف کیا گیا ہے کہ یہ فتویٰ مولوی مصطفیٰ رضا خان نے نہیں بلکہ بریلی ہی کے مفتی محمد اعظم نے جاری کیا تھا اور مولوی مصطفیٰ رضا خان نے اس کی صرف تائید کی تھی جسے بعد میں بڑے شاطرانہ طریقے سے ''مفتی اعظم ہند'' کے نام سے مشتہر کردیا گیا تھا، ملاحظہ ہو یہ مضمون:

## بریلوی فرقے کا سفید جھوٹ:

قارئین! آج ہم آپ کو ایک ایسے سفید جھوٹ سے متعارف کرانے جارہے ہیں جسے بریلوی فرقہ کسی کلمۂ خیر کی طرح برسہا برس سے بولتا اور مشہور کرتا چلا آرہا ہے، ہمیں معلوم ہے کہ ہمارا یہ دعویٰ آپ کو نہایت تعجب انگیز بلکہ مضحکہ خیز لگ رہا ہوگا ساتھ ہی آپ کے ذہن میں اس کے

تجسس کی لہریں بھی انگڑائیاں لے رہی ہوں گی آپ ضرور یہ جاننے کی کوشش کر رہے ہوں گے کہ آخر وہ کونسا ایسا جھوٹ ہے جو برسہا برس سے بولا جانے کے باوجود آج تک گرفت سے باہر ہے!

حضرات! یقین جانئے کہ ہم آپ کے مخلص و خیر خواہ ہیں، آپ کسی تکلیف سے دوچار ہوں ہم ایسا ہرگز نہیں چاہیں گے، لہٰذا اس جھوٹ کو جاننے کے لئے آپ اپنے ذہن شریف پر اس کی وسعت سے زیادہ بار نہ ڈالیں کہ خدانخواستہ کوئی انہونی واقع ہو اور آپ کو اسپتال کا رخ کرنا پڑے، لہٰذا اس موقع پر ہم آپ کو خیر خواہانہ طور پر صبر کی تلقین کرنے کے ساتھ ساتھ یہ یقین بھی دلاتے ہیں کہ ہم آپ کو بریلویہ کے اس سفید جھوٹ سے ضرور متعارف کرائیں گے جس کا ہم نے آپ سے وعدہ کیا ہے، لیکن اس سے پیشتر کہ ہم آپ کو بریلویہ کے کسی سفید جھوٹ سے متعارف کرائیں مناسب سمجھتے ہیں کہ کچھ تعارف اپنا بھی کرادیں تاکہ آپ بلاوجہ ہمارے متعلق شکوک وشبہات کا شکار ہو کر بدگمانی میں مبتلا نہ ہوں، کیوں آج کل ہماری ملّت میں یہ مرض بڑی تیزی سے ترقی کرتا جارہا ہے عوام سے خواص تک آپ کو شاید ہی کوئی ایسا شخص ملے گا جو اس موذی مرض کا شکار نہ ہو، ورنہ اس مرض نے عمومی طور پر ہر شخص کو اپنی آغوش میں دبوچ رکھا ہے۔

ارے ہاں! ہم آپ کو اپنے متعلق کچھ بتانے جارہے تھے تو جان لیں کہ ہم ایک ایسے ریسرچ اسکالر ہیں جس کی ریسرچ گزشتہ دو دہائیوں پر محیط ہے، ہم نے بریلوی فرقے کا ہر زاویے سے مطالعہ کیا ہے، مسلسل دو دہائیوں کی تحقیق کے بعد ہم اس نتیجے تک پہنچے ہیں کہ بریلوی فرقے میں کذب، حسد، تعصب، سرکشی، آخرت فراموشی، استکبار اور جہالت جیسے موذی امراض وخصائل آخری حد تک اپنا گھر بنا چکے ہیں، جن کے قائم رہتے ان سے کسی خیر کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

یہ تھا ہمارا مختصر تعارف اور نتیجۂ تحقیق، پردہ اٹھتا ہے، آئیے! اب ہم آپ کو بریلویہ کے اس ''سفید جھوٹ'' سے متعارف کراتے ہیں جس کے تعارف کا ہم نے آپ سے وعدہ کیا تھا۔

بریلوی فرقے کا وہ ''سفید جھوٹ'' یہ ہے کہ:

''نسبندی کے حرام ہونے کا فتویٰ مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی نے دیا تھا''

جی ہاں قارئین! یہ جھوٹ ہی نہیں بلکہ سفید جھوٹ ہے اور ڈوب مرنے کا مقام یہ ہے کہ اس جھوٹ کی تشہیر میں کوئی عامی کردار نہیں جو اسے عدم علم کا بہانہ کر کے نظر انداز کر دیا جائے بلکہ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ یہ جھوٹ،

بڑے بڑے حفاظ بولتے ہیں...... نامور قراء بولتے ہیں...... لائق وفائق علماء بولتے ہیں...... مشاہیر فضلاء بولتے ہیں...... عدیم النظیر فقہائے عصر بولتے ہیں...... فقید المثال مفتیان وقت بولتے ہیں...... محدث عصر رواں بولتے ہیں...... مفسر دور زماں بولتے ہیں...... پیکر زہد وتقویٰ پیران عظام بولتے ہیں...... جانے مانے علامۃ الدہر بولتے ہیں...... حتیٰ کہ قاضی القضاۃ فی الہند تاج الشریعہ بولتے ہیں...... اور نائب قاضی القضاۃ محدث کبیر بھی بولتے ہیں...... اور ستم بالائے ستم یہ کہ:

یہ جھوٹ کسی قحبہ خانے میں نہیں بولا جاتا...... یہ جھوٹ جوئے اور شراب کے اڈوں پر نہیں بولا جاتا...... یہ جھوٹ کسی چائے خانے میں نہیں بولا جاتا...... یہ جھوٹ چوراہوں اور چوپالوں میں نہیں بولا جاتا...... یہ جھوٹ ناٹکوں یا سرکسوں کے منچ سے نہیں بولا جاتا...... بلکہ یہ جھوٹ دینی اسٹیجوں سے بولا جاتا ہے...... مساجد کے ممبروں سے بولا جاتا ہے...... میلاد و وعظ و اعراس کی

محافل میں بولا جاتا ہے...... دینی درس گاہوں میں بولا جاتا ہے...... مفتیوں کے فتوؤں میں لکھا جاتا ہے...... دینی رسائل وجرائد میں چھاپا جاتا ہے...... دینی کتابوں میں درج کیا جاتا ہے...... جبکہ اس کے برخلاف سچائی یہ ہے کہ:

''نسبندی کے حرام ہونے کا فتویٰ مشہور ''مفتی اعظم ہند'' مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی نے جاری نہیں کیا تھا، ان کی جانب اس فتوے کی نسبت ''سفید جھوٹ'' ہے، بلکہ یہ فتویٰ ''مدرسہ مظہر اسلام'' (واقع بی بی جی مسجد بریلی) کے شیخ الحدیث ''مولانا مفتی محمد اعظم انصاری ٹانڈوی'' نے دیا تھا، جو آج بھی بریلی کی جنکشن والی مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔

انھوں نے ہی اپنے سہ ماہی ''دامن مصطفیٰ بریلی'' کے ''مفتی اعظم نمبر'' میں اس سفید جھوٹ کا انکشاف فرمایا ہے، سہ ماہی دامن مصطفیٰ کے صفحہ نمبر 40 اور 41 پر یہ فتویٰ مع سوال درج ہے اور الجواب صحیح کے تحت مفتی اعظم ہند کے ساتھ ساتھ ''مولانا عبید الرحمٰن، مولانا خالد علی خاں، مولانا محمد صالح، مولانا محمد عبد الغفور، مولانا محمد رئیس، اور مولانا غلام یٰسین کے اسماء بھی مرقوم ہیں''، اور بحیثیت مشتہر مولانا ساجد علی خاں کا نام لکھا گیا ہے، جیسا کہ عنقریب آپ اسکین کاپی میں ملاحظہ کریں گے، (یہ اسکین کتاب کے آخر میں ملاحظہ ہوں، ساجد)

قارئین! دیکھ رہے ہیں آپ! کہ چابک دست فریب کاروں نے اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے لفظ ''محمد'' اڑا کر کتنی آسانی سے ''مفتی محمد اعظم'' کو ''مفتی اعظم'' بنا ڈالا آخر ایسا کیوں کیا؟؟؟؟

حضرات! یہ بہت اہم سوال ہے کہ آخر امت مسلمہ کو اتنا بڑا فریب کیوں دیا گیا؟ ایسا کرکے فریب کار کیا مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے؟ جب ہم اس کے اسباب وعلل پر سنجیدگی سے غور وخوض کرتے ہیں تو اس سوال کا جواب بھی بآسانی مل جاتا ہے کہ فریب کاروں نے امت مسلمہ کے ساتھ اتنا بڑا فریب اپنے کس مفاد کے حصول کی خاطر کیا۔

چنانچہ جب فاضل بریلوی کے وصال کا وقت قریب آیا تو انھوں نے تحریری طور پر اپنا علمی وروحانی جانشین اپنے فرزند کلاں حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں کو منتخب فرما دیا، کچھ شر پسند عناصر جو پہلے ہی سے سنیت پر شب خون مارنے کے لئے فاضل بریلوی کے وصال کے منتظر تھے، انھیں یہ انتخاب اس لئے پسند نہ آیا کہ وہ جانتے تھے کہ حجۃ الاسلام جیسے مدبر ودانشمند مرد مجاہد کے روبرو ہماری دال گلنا ناممکن ہے، اگر ان کی موجودگی میں ہم کوئی سازش رچیں گے تو ناکامی کی ذلت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا، پس انھیں اس مقصد کے لئے مفتی اعظم جیسے سیدھے سادھے انسان میں اپنی کامیابی کے آثار نظر آنے لگے لہٰذا انھوں نے مفتی اعظم پر کمند پھینک کر انھیں اپنے دام فریب میں پھنسانے کی کوششیں شروع کر دیں بالآخر وہ ایک دن اپنے مقصد میں کامیاب ہو ہی گئے اور مفتی اعظم اپنی سادہ طبیعت کے باعث ان کے دام فریب میں گرفتار ہو گئے۔

مگر ابھی بھی ان کے سامنے ایک گونہ دشواری یہ تھی کہ مفتی اعظم اس وقت مفتی اعظم تھے، نہ ہی ان کو اس قدر قبول عام حاصل تھا جو ان شر پسندوں کو اپنے ہدف تک پہنچنے کے لئے درکار تھا، لہٰذا انھوں نے مقصد برآری کی غرض سے مذکورہ سفید جھوٹ کو آلۂ کار کی مثل استعمال کرنے کی سازش رچ لی، اس طرح مفتی اعظم کو جھوٹ کے سہارے راتوں رات مجدد بنا دیا گیا، اس مکروفریب پر مبنی سازش سے ان کے مشن کو بڑا فائدہ پہنچا، جن مولانا مصطفیٰ رضا خاں کو لوگ صرف ایک تعویذ نویس کی حیثیت سے جانتے

تھے اب انھیں ''مجدد'' اور ''مفتی اعظم ہند'' کے نام سے پہچاننے لگے، یہاں تک کہ اب مفتی اعظم کے بالمقابل حجۃ الاسلام کی چمک بھی ماند نظر آنے لگی۔

خلق خدا اور مریدین و معتقدین حجۃ الاسلام کے بجائے دربار مفتی اعظم کا رخ کرتے نظر آئے، القصہ مفتی اعظم کی جانب غلط طریقے سے منسوب کردہ اسی فتوے کی بنیاد پر ان کو مجدد بھی قرار دیدیا گیا، حالانکہ مفتی اعظم کا اس فتوے سے سوائے اس کے اور کوئی علاقہ نہ تھا کہ وہ بھی اس پر ''الجواب صحیح'' لکھنے والوں کی فہرست میں شامل تھے۔

یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ کسی جواب پر الجواب صحیح لکھنے سے کوئی مجیب نہیں بن جاتا، اہل علم کے یہاں الجواب صحیح لکھنے سے صرف اتنا سمجھا جاتا ہے کہ مؤید کی نظر میں مجیب کا جواب درست ہے نہ یہ کہ مؤید خود مجیب ہے۔

قارئین! غور کرنے کا مقام ہے کہ جب الجواب صحیح لکھنے کی وجہ سے مفتی اعظم کو مجدد قرار دیا جاسکتا ہے تو اس میں مفتی اعظم ہی کی کیا تخصیص؟ اسی باعث مولانا خالد علی خاں کو بھی مجدد قرار دیا جاسکتا ہے، کیونکہ مؤیدین کی فہرست میں ان کا نام نامی بھی شامل ہے!

حضرات! پندرھویں صدی ہجری میں بالکل کسی تجدیدی کارنامے کی مثل یہ سانحہ بھی وقوع پذیر ہوا کہ مجدد کے انتخاب کے لئے چودہ سو سال تک جن پیمانوں پر امت کا اجماع رہا انھیں صرف چند عناصر نے رد کرکے امت کو ایک نئے پیمانے سے متعارف کرایا ہے، وہ یہ کہ کوئی شخص بھی حکومت وقت کی پلاننگ کے خلاف صرف ایک فتویٰ جاری کردے بس اب وہ مجدد ہوگیا، غور فرمائیے کہ اگر اس پیمانے کو درست تسلیم کرلیا جائے تو پھر حیدرآبادی لیڈر کے مجدد ہونے سے کیسے انکار کیا جاسکتا ہے؟ جنھوں نے حکومت وقت کے اعلان کے خلاف جرأت مندانہ اقدام کرکے علی الاعلان بھارت ماتا کی جے پکارنے سے انکار کردیا اور اسی کے ساتھ دوٹوک الفاظ میں یہ بھی جتادیا کہ اگر ان کی گردن پر چھری بھی رکھ دی جائے تو بھی وہ بھارت ماتا کی جے نہیں پکاریں گے اور ہاں بریلویہ کے اس پیمانے کی بنیاد پر اب ہمارا بھی مجدد ہونا تقریباً طے ہے، کیونکہ ہم نے بھی ایک ایسے سفید جھوٹ سے پردہ اٹھایا ہے جس میں پوری ملت بریلویہ بیسیوں سالوں سے ملوث تھی۔

فقط آپ کا............ایک بریلوی کا مضمون

# چند فتاویٰ جات

## اللہ کو حاضر ناظر نہ بولا جائے:

''حاضر و ناظر یہ لفظ دربار الوہیت کے لائق نہیں......یہ لفظ دربار الوہیت کے لائق نہیں نہ بولا جائے''۔ (فتاویٰ مصطفویہ، ص ۴۸)

مزید موصوف لکھتے ہیں:

''پھر خدا جگہ سے پاک ہے اور ہر جگہ حاضر کا لفظ بظاہر جگہ میں موجود ہونے کو بتاتا ہے''۔ (فتاویٰ مصطفویہ، ص ۴۸)

یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ اللہ پاک جگہ مکان سے پاک ہے۔ اللہ پاک کو کسی مکان وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے مگر اللہ پاک ہر جگہ حاضر ناظر ہے،

سے

۱۔ اللہ پاک کا جسم مراد لینا

۲۔ اللہ پاک کے لئے جگہ ضروری مراد لینا

یہ بریلوی جہالتوں میں سے ایک بڑی جہالت ہے، اس کا ثبوت گھر سے ہی ملاحظہ کریں:

بریلوی رئیس المناظرین مولوی نظام الدین ملتانی صاحب اللہ پاک کو ہر جگہ حاضر ناظر مانتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اگر آپ کی ذات کو علم غیب استقلالی سمجھتا ہے اور بذاتہ ہر جگہ و ہر مقام میں خداوند کریم کی مانند سمجھتا ہے تو اس کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے۔'' (انوار شریعت جلد دوم ص ۲۴۳)

غور کریں کہ:

اللہ پاک کو ہر جگہ و ہر مقام میں حاضر ناظر مانا اور پھر کہا کہ اگر اس طرح بذاتہ کسی اور کو حاضر ناظر مانا جائے تو وہ کافر ہے، بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اسی طرح ہر جگہ ہر ایک کے ساتھ ہونا خدا تعالیٰ کی صفت ہے۔'' (معلم تقریر ص ۱۴۷ مطبوعہ الفاروق بک فاؤنڈیشن لاہور)

شاید بریلوی اس تحریر کو دیکھ کر اپنی جہالت کا ثبوت دینے کی کوشش کریں کہ اس میں تو ''حاضر ناظر'' کا لفظ نہیں تو ہم اتمام حجت کرتے ہوئے بریلوی حکیم الامت صاحب کی عبارت پیش کرتے ہیں کہ:

''وہ تو ہر جگہ ہمارے ساتھ حاضر ہے'' (معلم تقریر ص ۱۴۶)

اس حوالے سے مزید تفصیل جناب نواب احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی کے فتاویٰ جات کے زمرے میں آرہی ہے۔

## حج کی فلم دیکھنے کے متعلق فتویٰ:

''اللہ اللہ کیا زمانہ ہے کسے آج یہ وہم کہ مسلمانوں کو سینما جیسی چیز کے حرام وگناہ ہونے میں شک ہوگا کسے خطرہ تھا کہ اس تماشہ کے جواز کا خواب انہیں نظر آئے گا، یہ وہم جاگے گا، کسے اندیشہ تھا کہ ایسے بدکام جسے خواص وعوام مطلقاً گناہ وحرام جانتے مانتے ہیں کبھی اسے اگرچہ اس میں کہیں کے خواص بھی مبتلا ہوجائیں جنہیں مبتلا سنیں ہی نہیں خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں، جائز سمجھا جائے گا کسے یہ خیال تھا کہ کوئی بدلگام اس گانے بجانے اور تصاویر نچانے کا تماشہ دکھانے کو جائز سمجھے گا......اب زمانہ ایسا آگیا کہ لوگ مولوی کہلانے والوں اور بادشاہوں کے ایسے ناجائز قول وفعل کو سن کر بجائے اس کے کہ انہیں اشد ملزم سمجھیں ان پر اشد طعن کریں انہیں سخت مطعون ملائم ٹھہرائیں ان کے اس قول وفعل کو دلیل جواز بنالیں گے والعیاذ باللہ تعالیٰ، وہ بھی ایسا نجس قول جس سے مسلمانوں کے دین کو ہنسی کھیل بنالینے والوں کی امداد واعانت ہو، حج مسلمانوں کے دین کا مقدس رکن ہے اس کا تماشا بنانا دین کو ہنسی کھیل بنالینا نہیں تو کیا ہے......سینما دیکھنا تو ویسے بھی حرام ہے اور حج فلم کا تماشہ دیکھنا حرام درحرام اشد اخبث کام ہے، حج فلم کے ساتھ راضی ہونا اپنے دین کو ہنسی کھیل بنالینے پر راضی ہونا ہے اس سے اخبث اور اشد نجس بدتر کام اور کیا ہوگا''۔

(فتاویٰ مصطفویہ، ص ۵۱۶)

یہ فتویٰ یقیناً دعوت اسلامی والوں کیلئے درس عبرت ہے جو کہتے ہیں کہ ٹی وی پر حرام چیزیں ہوتی ہیں تو ہم اچھی اور دینی معلومات کیلئے اپنا چینل چلا رہے ہیں تو مفتی اعظم صاحب کے اس فتوے میں بھی سینما اگر چہ حرام چیزوں کیلئے ہے، مگر اس پر ایک اچھی چیز یعنی حج کا طریقہ سکھانے کو شعار اسلام کا مذاق اور حرام در حرام کہا!!!!

## گراموفون (ایک قسم کا ٹیپ ریکارڈر) میں نعت سننا جائز نہیں:

''گراموفون آلات لہو ولعب سے ایک آلہ ہے اور نعت شریف اللہ و رسول کا ذکر جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم پھر ریکارڈ کے مصالحہ میں اسپرٹ ہوتی ہے اسپرٹ شراب ہے گراموفون سے ہرگز کچھ نہ سنیں خصوصاً اذکار خدا و مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم''۔ (فتاویٰ مصطفویہ، ص ۴۴۰)

گراموفون آج کل کے جدید ٹیپ ریکارڈ، سی ڈیز، ڈی وی ڈیز کی پرانی شکل ہے، جس میں ایک بڑے سائز کی سی ڈی لگا کر اس میں ریکارڈ چیزوں کو سنا جاتا تھا موصوف اسے آلہ لہو ولعب قرار دے کر اس میں نعت، تلاوت وغیرہ سننے کو ناجائز کہہ رہے ہیں، ان اشیاء کو آج بھی بطور لہو ولعب ہی کے طور پر ایجاد و استعمال کیا جاتا ہے، لہٰذا آج کے اس جدید دور میں بھی اس کا سننا حرام ہی ہوگا لہٰذا بریلوی نعت خواں اور خصوصاً نام نہاد دعوت اسلامی کے امیر جناب الیاس کتیانہ (ان کی برادری) کو چاہیئے کہ اپنی تمام کیسیٹس، سی ڈیز کو آگ لگا ئیں!!!!

## ذکر بالجہر سے ممانعت:

''اتنی آواز سے ذکر بعد نماز نہ کریں جس سے کسی مسلمان نمازی کو تشویش پریشان خاطری ہو، ذکر بجہر مفرط نہ کیا جائے''۔ (فتاویٰ مصطفویہ، ص ۲۱۸)

یہ فتویٰ ان اہل بدعت کیلئے درس عبرت ہے کہ جو مساجد میں نماز کے فوراً بعد گلے پھاڑ پھاڑ کر ذکر کرنے کو شعار اہلسنت کہتے ہیں اور منع کرنے والوں کو بدعتی!

## بتّی بنا کر!!!!:

''خود یا دایہ نے دوا شرمگاہ میں رکھی یا کوئی چیز تر یا خشک اگر اس طرح رکھی گئی کہ اندر بالکل غائب ہوگئی تو اس صورت میں بے شک وہ روزے جاتے رہے جتنے روزوں میں ایسا ہوا اور اگر ایسا نہ ہوا مثلاً دوا کسی کپڑے میں باندھ کر یا بتّی بنا کر فرج میں اس طرح رکھی کہ کپڑے یا بتّی کا ایک سرا باہر رہا بتّی کپڑا بالکل فرج داخل میں غائب نہ ہوا......''۔ (فتاویٰ مصطفویہ، ص ۲۹۹)

## ٹائی پہننا کفر ہے:

''ٹائی حرام ہی نہیں مستلزم کفر ہے...... تجدید ایمان اور تجدید نکاح چاہیئے''۔ (مفتی اعظم ہند کی استقامت، ص ۹۲، ۹۳)

''ٹائی باندھنے والا ہیٹ لگانے والا اور ہر فاسق معلن ظالمین میں ہے''۔ (فتاویٰ مصطفویہ، ص ۵۲۷)

اپنے ان فتاویٰ میں موصوف نے ہمارے اس سینکڑوں کی تعداد میں جدید پڑھے لکھے طبقے کو کافر و ظالم کہہ دیا جو ٹائی باندھتے ہیں نیز طاہر القادری صاحب کی ایک تصویر بھی کافی مشہور ہے جس میں وہ ہیٹ پہنے ہوئے ہیں جناب کا فتویٰ اپنے ہم مسلک شیخ الاسلام پر بھی لگ رہا ہے۔

## لاؤڈ اسپیکر پر نماز بدعت ہے:

نبیرہ اعلیٰ حضرت ریحان رضا لکھتے ہیں:

''لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے سلسلے میں بعض علماء میں اختلاف پیدا ہوا عرس رضوی کے موقع پر ملک کے چند علماء کرام بریلی شریف حاضر تھے، یہ مسئلہ ان حضرات کے سامنے پیش کیا گیا علماء کی رائیں مختلف ہوئیں، آخر کار مسئلہ حضور مفتی اعظم کی بارگاہ میں پیش کیا گیا اور آپ نے لاؤڈ اسپیکر سے آنے والی آواز کو صداء بازگشت قرار دیتے ہوئے اس کی آواز کو ناجائز قرار دیا، علماء کرام نے اپنی تصدیقات ثبت فرمائیں حضور محدث اعظم کچھوچھوی نے اپنی تصدیق میں یہ الفاظ تحریر فرمائے:

**هذا قول العالم المطاع و ماعلینا الا الاتباع** یہ ایسے عالم کا قول ہے جس کی اتباع کی جاتی ہے اور عین اتباع ہی کرنا ہے اور بعض علماء جو اختلاف کر رہے تھے انہیں خاموش ہونا پڑا اس طرح حضرت مفتی اعظم ہند نے عبادت میں ایک بدعت کے داخلے کا سدباب فرمایا''۔ (استقامت کانپور کا مفتی اعظم نمبر، ص ۱۱۲)

# چند کارہائے نمایاں

## (۱) حج کے التواء کا فتوی:

موصوف کے کارناموں میں سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے سعودی نجدی حکومت کے خاتمے تک حج کے التواء کا فتوی جاری کیا۔

''جب یہ معلوم ہو گیا تو ہم کہتے ہیں اور بجزم و یقین کہتے ہیں کہ آج جب کہ حجاز مقدس میں ابن سعود و منحوس و نامسعود و مخذول و مطرود و مردود اور اس کے ہمراہیان نامسعود کا نجس قدوم ہے اور حسب بیان سائل فاضل و دیگر کثیر حضرات حجاج و افاضل امان مفقود ہے فرضیت ساقط ہے اور غیر لازم ہے''۔ (تنویر الحجہ، ص ۹)

**تاویل:** یہ وقتی فتوی تھا بعد والوں کیلئے نہیں!

**جواب:** اگر یہ وقتی فتوی تھا تو کیا اس سے بعد میں رجوع کر لیا گیا تھا؟ نیز اس فتوے کو کس فتوی کمیٹی نے ساقط کیا تھا؟ اسے وقتی فتوی کہنا بھی دجل ہے اس لئے کہ خود آپ کے مفتی صاحب نے اپنے اس فتوے میں وضاحت کی ہے کہ جو لوگ حج کو جاتے ہیں گویا وہ آل سعود کو تقویت پہنچا رہے ہیں اور سانپ کو دودھ پلا رہے ہیں لہذا جب تک آل سعود ہے حج ساقط ہے ملاحظہ ہو:

''کیا آج کوئی عصیاں سے انکار کر سکتا ہے کیا ابن سعود کے بازو قوی کرنا اس مخذول و مطرود کے نیچے حرمین محترمین پر اور زیادہ جمنے کا سبب ہونا اور سانپ کو دودھ پلانا یہ کوئی ہلکی بات ہے؟ بالجملہ روشن نصوص واضحہ جلیہ جلیلہ یہ امر ظاہر و باہر ہو گیا کہ جب تک نجدی لعین علیہ ماعلیہ کا فتنہ حجاز مقدس پر ہے اس وقت تک حج یا ادائے حج فرض نہیں''۔ (تنویر الحجہ، ص ۲۱)

پس جب خود مفتی نے واضح کر دیا کہ میرا یہ التواء حج کا فتوی اس وقت تک ہے جب تک آل سعود نجدی حرمین محترمین پر قابض ہیں اور آج بھی انہی کی حکومت ہے تو آپ کون ہوتے ہیں یہ کہنے والے کہ یہ فتوی وقتی تھا؟

ذرا اپنے مفتی صاحب کی یہ تجویز بھی سن لیں:

''ہر مسلمان جانتا ہے اور اپنے سچے دل سے مانتا ہے کہ اس نجدی علیہ ما علیہ کے اخراج کی ہر ممکن سعی کرنا اس کا فرض ہے اور یہ بھی ہر ذی عقل پر واضح ہے کہ اگر حجاج نہ جائیں تو اسے تارے نظر آجائیں نجدی سخت نقصان عظیم اٹھائیں ان کے پاؤں اکھڑ جائیں آپ کے ہاتھ میں اور کیا ہے یہی ایک ایسی تدبیر ہے جو انشاء اللہ کارگر ہوگی، اب آپ ہی پر فیصلہ ہے آپ کو کیا کرنا ہے''۔
(تنویر الحجہ، ص ۲۴)

جناب آپ کے مفتی صاحب نے حج نہ کرنے کو وہابیوں کی حکومت ختم کرنے کی بہترین تدبیر بتا رہے ہیں اور آپ حج ادا کرنے کا فتویٰ دے کر گویا آپ کے مفتی اعظم ہند کے بقول ان گستاخان رسول ﷺ کی حکومت کو دوام دے کر خود بھی گستاخی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔
مفتی صاحب کے ان الفاظ کو بھی پڑھیں:

''کیا ایسوں سے معاذ اللہ ایسا سوال نہیں ہو سکتا کہ جب تم پر حج فرض نہ تھا تو تم نے وہاں جا کر ہمارے اور ہمارے محبوبوں کے دشمنوں کو کیوں مدد پہنچائی؟ رہے وہ جن پر امن ہوتی تو حج کو جانا لازم ہوتا وہ بھی اس دن سے خوف کریں کہ وہ رحمٰن جو قہار بھی ہے اگر ان سے سوال کرے کہ جب انہیں التواء و تاخیر کی اجازت تھی ہمارے بندگان خاص تمہارے اماموں...... کا قول ہمارے ناچیز بندے تمہارے خادم خدام مصطفیٰ رضا نے تم تک پہنچا دیا تھا پھر بھی تم نہ مانے اور تم نے ہمارے اور ہمارے حبیب ﷺ کے دشمنوں کو اپنا مال لٹوا کر مدد پہنچائی ہمارے مقدس شہروں پر ان کا نجس قبضہ اور بڑھا دیا تو تم کیا جواب دو گے؟'' (تنویر الحجہ، ص ۲۵)

## بریلوی مرزائیوں کے نقشِ قدم پر:

چونکہ بریلویت اور مرزائیت کا سرچشمہ (انگریز آقا) ایک ہے اس لئے دونوں فرقوں نے حجاز مقدس اور مکہ و مدینہ سے مسلمانوں کے تعلق کو ختم کرنے کیلئے خوب سر توڑ کوشش کی، چنانچہ مفتی مصطفیٰ رضا خان ابن نواب احمد رضا خان کا فتویٰ ما قبل میں پڑھ چکے ہیں کہ کس طرح سعودی حکمرانوں کو گالیاں دے کر اس کی آڑ میں مکہ و مدینہ بلکہ ارض حرم جانے پر پابندی لگا دی، یہی کچھ اس زمانے میں مرزائی بھی کر رہے تھے، چنانچہ نواب احمد رضا خان صاحب کے جانشین کا فتویٰ پڑھنے کے بعد اب ذرا مرزا غلام احمد قادیانی کے جانشین کا فتویٰ بھی پڑھ لیں:

''یہ بالکل درست ہے کہ یہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ والی برکات نازل ہوتی ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام بھی فرماتے تھے،

زمیں قادیان اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارضِ حرم ہے'' (منصب خلافت، ص ۶۶)

مرزا بشیر الدین قادیانی لکھتا ہے:

''پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا، وہ کاٹا جائے گا، تم ڈرو کہ تم میں سے نہ کوئی کاٹا جائے، پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا۔ آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے، کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں۔'' (حقیقۃ الرویاء صفحہ ۴۶ طبع اوّل از مرزا بشیر الدین محمود ابن مرزا قادیانی)

## ذرا اس نظریہ کو بھی پڑھیں:

''آج جلسہ کا پہلا دن ہے اور ہمارا جلسہ بھی حج کی طرح ہے، حج خدا تعالیٰ نے مومنوں کی ترقی کے لیے مقرر کیا تھا، آج احمدیوں کے لیے دینی لحاظ سے حج تو مفید ہے مگر اس سے جو اصل غرض یعنی قوم کی ترقی تھی، وہ انھیں حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ حج کا مقام ایسے لوگوں کے قبضہ میں ہے، جو احمدیوں کو قتل کر دینا بھی جائز سمجھتے ہیں، اس لیے خدا تعالیٰ نے قادیان کو اس کام کے لیے مقرر کیا ہے، ہمارے آدمیوں میں سے جن کو خدا تعالیٰ توفیق دیتا ہے، حج کرتے ہیں مگر وہ فائدہ جو حج سے مقصود ہے وہ سالانہ جلسہ پر ہی آ کر اٹھاتے ہیں۔'' (برکات خلافت صفحہ ۵ طبع اوّل از مرزا بشیر الدین محمود)

بعینہ یہی نظریہ حج کو ساقط کرنے اور مکہ و مدینہ بلکہ پورے جزیرہ عرب کے سفر کو ممنوع قرار دینے کے بعد بریلویوں نے اپنے امام نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی کے متعلق گھڑی چنانچہ ان کا ایک حواری لکھتا ہے ؎

جب کبھی شہر بریلی کی طرف جاؤ گے ان کے روضے پہ مدینہ کی ہوا کھاؤ گے

(استقامت کانپور کا مفتی اعظم نمبر، ص ۱۶۰)

## نجدیوں کو کافر کہنے والے مرد بنیں:

یہی مصطفیٰ رضا خان انگریز کے ایجنٹ شریف مکہ کی حمایت میں فتویٰ دیتے ہوئے لکھتا ہے:

''اب شریف مکہ سے کیوں اتنے خائف ہیں، اپنے آپ کیوں نامرد ہوئے جاتے ہیں، شریف ان کے نزدیک معاذ اللہ کافر ہیں تو ان پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے، لوگوں کو حج سے کیوں روکتے ہیں خود جائیں اور اوروں کو لے جائیں، شریف پر جہاد کریں کرائیں اور شریف کے پنجہ ظلم سے کعبہ چھڑائیں، ان کے دستِ ستم سے مخلوق کو نجات دلائیں، یہ کیا جنبیت ہے، بنیں مرد اگر ہمت ہے''۔ (حجۃ واہرہ، ص ۴۶)

تو اگر آج معاذ اللہ کعبہ پر سعودی نجدی قابض ہیں اس لئے حج ساقط ہے وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز ناروا ہے تو بریلوی نجدیوں سے اتنے خائف کیوں ہیں؟ بنے مرد کے بچے! جن کو کافر کہتے ہیں ان کے خلاف میدان عمل میں نکلیں! ان سے جہاد کریں اور کعبۃ اللہ کو جو سو سال سے کافروں کے قبضے میں ہیں اسے چھڑائیں ورنہ اس نامردی پر ڈوب مریں!

## (۲) پاکستان کی سخت ترین مخالفت:

جناب مصطفیٰ رضا خان صاحب بھی اپنے والد نواب احمد رضا خان صاحب اور ان کے خلفاء کی طرح پاکستان کا سخت ترین مخالف تھا، چونکہ پاکستان اور مسلم لیگ کی مخالفت کو بریلوی حضرات نے اب کفر و اسلام کا مسئلہ بنا دیا، اس لئے ہم نے اسے موصوف کے کارناموں میں مستقل جگہ دی، مولوی مصطفیٰ رضا خان صاحب کی پاکستان مخالفت یعنی بقول بریلوی ہندونوازی کر کے مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کی تفصیل آپ آگے مستقل باب میں پڑھیں گے، یہاں مختصر ملاحظہ فرمالیں:

''اس سلسلے میں مفتی اعظم کا موقف کیا تھا اور ان کا نظریہ حضرت شیر بیشہ اہل سنت کے نظریات سے کس درجہ ہم آہنگ تھا اس کا

اندازہ درج ذیل فتوے سے لگایا جاسکتا ہے"۔ (جہان مفتی اعظم، ص ۱۰۳۲)

اور بریلوی شیر بیشہ کا نظریہ روز روشن کی طرح واضح ہے کہ انہوں نے اپنے فتاوی حشمتیہ، تجانب اہل سنّت و دیگر فتاویٰ میں کھل کر مسلم لیگ، مسٹر جناح اور پاکستان کی مخالفت کی ہے۔

## (۳) جہاد کی حرمت کا فتویٰ:

موصوف کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ جس وقت علمائے اہلسنت دیوبند اور متحدہ ہندوستان کی دیگر اقوام ہند کی آزادی کیلئے انگریز کے خلاف برسر پیکار تھے تو عین اس وقت انگریز کے خلاف جہاد یا کسی بھی قسم کی تحریک کے حرام ہونے کا فتویٰ "الطرق الہدیٰ" کے نام سے جاری کیا اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"یہ فتنہ وفساد نہیں؟ کہ مسلمانوں کی عزیز اور قیمتی جانیں مفت ضائع ہوں اس سے بڑھ کر او رفتنہ اور اس سے زائد فساد فی الارض کیا ہوگا ایک مسلمان ایک کعبہ سے نہیں ہزار ہوں ان سے زیادہ افضل اور بہتر ہے..... ایسی حالت میں جہاد جہاد کی رٹ لگانا غیر قوموں کو اپنے او پر ہنسانا اور ان سے یہ طعن اٹھانا ہے..... اور جبکہ وہ (جہاد و جدو جہد آزادی، از ساجد) ان شائع وقبائح پر مشتمل ہے حرام حرام حرام ہے، وہ ہرگز شرع نہیں شریعت پر افتراء وزیادت ہے، جو آج اسے حکم الٰہی اور امر حضرت رسالت پناہی ٹھہرا رہے ہیں مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں وہ اللہ ورسول پر افتراء کرتے بہتان باندھتے ہیں"۔ (طرق الہدیٰ، ص ۳۰، ۳۱)

اب ذرا موصوف کے ہم مشرب بھائی جناب مرزا غلام احمد قادیانی کا بھی اسی قسم کا نظریہ ملاحظہ ہو:

"آج سے دین کیلئے لڑنا حرام کیا گیا، اب اس کے بعد جو دین کے لئے تلوار اٹھاتا ہے اور غازی نام رکھا کر کافروں کو قتل کرتا ہے وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہے"۔ (اشتہار چندہ، منارۃ المسیح، صفحہ ب، ت، ضمیمہ خطبہ الہامیہ مندرجہ روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 17)

## (۴) مسجد شہید گنج میں حکومت کی حمایت:

۱۶۵۳ء میں دارا شکوہ کے خانساماں عبداللہ خان نے ایک مسجد شہید گنج تعمیر کرائی تھی، جسے ۱۹۳۵ء میں سکھوں نے پنجاب میں انگریز حکومت سے مل کر شہید کرادیا اور یوں مسلمانوں اور سکھوں میں سخت کشیدگی پھیل گئی، مسلمانوں نے مسجد دوبارہ تعمیر کرانے کیلئے تحریک مسجد شہید گنج چلائی جو کہ بریلوی امیر ملت کی غداری سے ناکام ہوگئی، تفصیل میری کتاب "دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم" میں ملاحظہ فرمائیں، خود بریلوی حضرات کا اقرار ہے کہ اس مسجد کو انگریزی حکومت کے تعاون سے گرایا گیا تھا:

"آیا مسجد شہید گنج کو شرعاً مسجد قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں اور جب اس کو سکھوں نے گورنمنٹ پنجاب کی اعانت وحفاظت میں گرایا ہے تو کیا اس زمین کو اب مسجد کا حکم حاصل ہے یا نہیں؟" (فتاویٰ مصطفویہ، ص ۴۴۴)

مگر جناب مفتی صاحب انگریز حکومت سے اپنی وفاداری نبھاتے ہوئے اس کو اس الزام سے بری کرنے کیلئے پوری تگ و دو میں لگے ہوئے ہیں، یہ وہ قلم ہے جو علمائے دیوبند کے خلاف جب چلتا ہے تو کوئی بدبودار سڑاند معلوم ہوتا ہے، مگر اللہ کے گھر گرانے والی حکومت وقت کیلئے اس کا درد دل ملاحظہ ہو:

''ہم حکومت کو ملزم نہیں کہہ سکتے اس نے جو کچھ کیا غلط یا صحیح اندیشہ فساد کی بنا پر کیا'' (فتاویٰ مصطفویہ،ص ۲۴۹)

## بریلوی مفتیٔ اعظم ہند پر خود اس کے باپ اور رضا خانیوں کے فتوے:

بریلوی مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خان ابن خان صاحب بریلوی سے ہندوؤں کے میلے ٹھیلوں میں جانے کے متعلق سوال ہوا تو جواب دیتے ہیں:

''ایسے میلوں میں بحیثیت تماشائی جانا حرام،حرام،اشد حرام،بہت اخبث نہایت ہی اشنع کام ہے بحکم فقہائے کرام معاذ اللہ کفر انجام۔۔ ان لوگوں پر توبہ وتجدید ایمان،تجدید نکاح لازم''۔

(فتاویٰ مصطفویہ،ص ۹۶)

اب خان صاحب کی سنئے وہ کہتے ہیں:

''کافروں کے میلے میں جانے سے آدمی کافر نہیں ہوتا کہ عورت نکاح سے نکل جائے جو لوگ ایسے فتوے دیتے ہیں شریعت مطہرہ پر افترا کرتے ہیں''۔

(فتاویٰ رضویہ،ج ۲۱،ص ۱۲۰)

گویا یہ مفتی اعظم ہند شریعت پر افترا کرنے والا تھا کیا ایسا آدمی مفتی کہلائے جانے کے لائق ہے؟

رضا خانی شیخ الاسلام رضا خانی مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خان پر مفتی اعظم ہند اختر رضا خان ہی کا فتوی نقل کرتا ہے:

''مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خان بریلوی نے اپنے کلام میں سرکار مخدوم صابر پاک رضی اللہ تعالی عنہ کیلئے گو سیاں سیاں،صورتیا، اٹریاں،پیاں،اور بیاں جیسے کلمات تصغیر استعمال کئے ہیں۔لہٰذا اگر مفتی اعظم ہند نے مذکورہ کلمات تصغیر سرکار صابر پاک کیلئے بطور تحقیر استعمال کئے ہیں تو مولانا مصطفی رضا خان کافر ہیں۔اور اگر بطور محبت استعمال کئے ہیں تو مولانا مصطفی رضا خان سخت ممنوع وحرام کے مرتکب ہوئے''۔

اب دیکھنا ہے کہ ازہری صاحب کے بازار میں جیت کس کی ہوتی ہے؟طبعیت کی یا شریعت کی؟''۔

(لفظی کملی،ص ۶۵،۶۶،دار السلام ٹرسٹ درگاہ شریف کچھوچھا،مارچ ۱۹۹۳)

## اپنے ہی چچا وسسر سے قطع رحمی کا ارتکاب:

رضا خانی شیخ الاسلام لکھتا ہے:

''سب جانتے ہیں کہ مفتی اعظم مصطفی رضا خان اور مولانا اختر رضا خان کے والد کے درمیاں چچا بھتیجے اور خسر وداماد کے خونی رشتے ہونے کے باوجود شدید مخالفت اور حد درجہ دوری تھی۔دونوں ایک دوسرے کا منہ دیکھنے کے بھی روادار نہ تھے۔مزید برآں مفتی اعظم کے دوسرے چہیتے داماد جناب ساجد علی خان کی مروانی سیاست اس آگ میں تیل چھڑکنے کا فریضہ انجام دے رہی تھی ایسی خطرناک صورتحال کو دیکھ کر کون باور کرسکتا ہے ہے کہ مفتی اعظم نے مولانا اختر رضا خان ابن مولانا ابراہیم رضا کو اپنی خلافت واجازت دے کر اپنا جانشین بھی منتخب فرمایا تھا؟''۔(لفظ کملی،ص ۱۴،دار السلام ٹرسٹ درگاہ شریف کچھوچھہ،مارچ ۱۹۹۳)

# دونوں بیٹوں کی مشترکہ صفات

## دنیاوی مال ومتاع اور جائیداد سے بے انتہاء محبّت:

خان آف بریلی جناب احمد رضا خان صاحب چونکہ بقول ان کے سیرت نگاروں کے جدی پشتی رئیس تھے آخر وقت میں جائداد بیچ کر ان کا مدینہ منورہ میں رہنے کی آرزو تھی، مگر اپنی اولاد کی جائداد سے محبت کے خوف سے وہ ایسا نہ کر سکے، خود خان صاحب کے ایک مکتوب سے ان کی اولاد کی جائداد سے محبت کا ثبوت ملاحظہ ہو:

''وقت مرگ قریب ہے اور میرا دل تو ہند تو ہند مکہ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا ہے، اپنی خواہش یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت اور بقیع پاک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو اور وہ قادر ہے، بہرحال اپنا خیال ہے مگر جائیداد کی جدائی یہ لوگ کسی طرح نہ کرنے دیں گے خریدار کو مجھ تک پہونچنے بھی نہ دیں گے'' (کلیاتِ مکاتب رضا، جلد اول، ص ۹۴)

خان صاحب کی اولاد کو جائیداد اور دنیا کے مال ومتاع کی یہ محبت خود خان صاحب سے ملی تھی کیونکہ خود مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے اپنی جوانی اپنے جائیداد کے جھگڑوں میں گذاری اور اس کیلئے ایسے پریشان ہوتے کہ رات میں خواب بھی جائداد ہی کے متعلق آتے:

''ایک مرتبہ جائداد کا جھگڑا تھا اور وہ بھی ایسا کہ ظاہری رزق کے بند ہونے کے اسباب تھے اسی دوران میں خواب دیکھا..... آنکھ کھلی میں نے کہا اب مقدمہ فتح ہوگیا''۔ (فیضان اعلیٰ حضرت، ص ۶۳)

# باپ کی نظر میں دونوں بیٹوں کی مشترکہ صفت

## اعلیٰ نسلی کتے:

''سجادہ نشین صاحب نے ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت سے رکھوالی کیلئے دو کتوں کی فرمائش کی تو اعلیٰ حضرت نے اعلیٰ نسل کے دو کتے خانقاہ عالیہ کی خدمت کیلئے بذات خود دے آئے اور فرمایا کہ حضرت ان کتوں کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے، یہ سارا کام کاج بھی کریں گے اور رات کے وقت رکھوالی بھی جانتے ہیں اب یہ دو کتے کون تھے؟ آپ کے دونوں صاحبزادگان''۔

(المیزان، ص: ۲۱۹)



# خان صاحب کے چند خلفاء کا تعارف

## مظہرِ اعلیٰ حضرت حشمت علی خان رضوی

موصوف کا شمار بھی نواب احمد رضا خان صاحب کے اجل خلفاء میں ہوتا ہے۔ موصوف اپنی گندی زبان اور فحش قلم میں ثانی نہیں رکھتے، اس میدان میں سوائے نواب احمد رضا خان بریلوی کے آج تک ان کا مدمقابل کوئی نہ آسکا، ہر وقت نوک زبان وقلم پر کفر وارتداد کے الفاظ اور مقفّٰی ومسجّٰی گالیاں ودشنام بازیاں۔ انہی خصوصیات کی بنا پر نواب احمد رضا خان صاحب کی نظر میں ان کی کیا قدر ومنزلت تھی اس کیلئے مندرجہ ذیل حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

''تمام باتوں کو حضور اعلیٰ حضرت نے بغور سماعت فرمایا اور تبسم کناں حضرت شیر بیشہ سنت کی طرف دیکھ کر فرمایا: ماشاءاللہ'' آپ ابوالفتح ہیں'' قریب بلایا اور خود کھڑے ہوکر حضرت کو سینہ اقدس سے لگایا اور اپنا عمامہ مبارک حضرت شیر بیشہ سنت کے سر پر رکھ دیا اپنا جبہ شریف عطا فرمایا اور پانچ روپے نقد عطا فرمائے، اس کے بعد حضور اعلیٰ حضرت نے مدرسہ کا قبض الوصول طلب فرما کر اپنے قلم سے تحریر فرمایا: ''حشمت علی میرا روحانی بیٹا ہے آج سے میں ان کا پانچ روپے ماہانہ وظیفہ مقرر کرتا ہوں''۔
(سوانح شیر بیشہ سنت، ص ۴۳)

اب آپ اختصار کے ساتھ اس روحانی بیٹے کے سیاہ سیرت وسیاہ کارنامے ملاحظہ ہو:

شجرہ نسب یوں ہے:

محمد حشمت علی خان بن محمد نواب علی خان قادری بن محمد حیات خان بن محمد سعادت خان بن محمد خان، (سوانح شیر بیشہ، ص ۳۴)

### جدّ امجد کا جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں انگریز کے لیے کارہائے نمایاں:

والد ماجد...... فرمایا کرتے تھے کہ ۱۸۵۷ء کے غدر کے ہنگاموں میں دادی صاحب مرحومہ کے پاس سے سب کاغذات شجرہ نسب و آراضی ومعافیات ونقشہ جات تلف ہوگئے۔ محمد خان صاحب آفریدی درہ خیبر سے آئے اور فوجی افسر ہوئے اپنے کارہائے نمایاں کے صلہ میں معافیات کے حقدار ہوئے۔ آپ کو حضرت بندگی میاں صاحب کی امیٹھی شریف ضلع لکھنؤ میں ملی تھی۔ (سوانح شیر بیشہ، ص ۳۵)

یعنی مجاہدین آزادی کے خلاف اس غدار نے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیے کہ انگریز حکومت کی طرف سے معافیات (جاگیریں) صلہ میں ملیں۔

### موصوف بھی اپنے جدّ امجد کے رستے پر:

چونکہ حشمت علی خان صاحب کی رگوں میں بھی ''برائے فروخت'' خون دوڑ رہا تھا اس لئے موصوف انگریز حکومت کے خلاف کسی بھی قسم کی

تحریک، ایجیٹیشن کے سخت مخالف تھے اور کھل کر یہ فتویٰ دیا کہ:

''ہڑتالیں کرنا غریب مسلمانوں کی روزی کو نقصان پہنچانا ہے، بیکس و بے بس اور بے دست و پا بے زور و زر رہتے مسلمانوں کو حکومت وقت کے مقابل گولیاں کھانے کا مشورہ دینا، ان کو کسی باغیانہ تحریر کیلئے اشتعال دلانا حکومت سے ٹکرا جانے پر اکسانا، مسلمانوں کی بدخواہی و تباہ کنی ہے جو شرعاً حرام ہے، سنی مسلمان بھائیوں کو عموماً اور رضوی برادران کو خصوصاً متنبہ کیا جاتا ہے کہ ہر قسم کے فتنہ و شر و فساد سے قطعاً علاحدہ رہیں، امن و امان کو مکمل طور پر قائم رکھیں، حکومتِ وقت (انگریز حکومت) کے خلاف ہر قسم کی مفسدانہ تحریکوں سے قطعاً پرہیز کریں''۔ (فتاویٰ حشمتیہ، ص ۶۲۵)

خادم حسین رضوی اور ان کی آئے روز دھرنا پارٹی بھی اس فتوے کو غور سے پڑھے اور جواب دے کہ اس فتوے کی رو سے وہ حرام کے کس درجے پر اس وقت کھڑے ہیں؟؟؟؟

## حفظ دیوبندی قاری صاحب سے کیا:

مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں داخل ہوئے اور حفظ قرآن عظیم حافظ عبد الغفار سے پڑھا۔ حضرت فرمایا کرتے تھے حافظ عبد الغفار اشرف علی تھانوی کا مرید اور کٹر دیوبندی تھا۔ (سوانح شیر بیشہ، ص ۳۶)

## پہلے مشرک و بدعتی اور مرتد تھے:

''میزان الصرف وغیرہ میں آپ کا استاد مولوی قاری نصیر الدین تھانوی جی کا مرید تھا جس نے وہابیت کے ابتدائی مسائل سکھائے اور شرک و بدعت کہنے تک مائل کر دیا، اس دوران میں حضرت شیر بیشہ سنت...... نے ایک روز والدہ ماجدہ...... کے پاس کتاب تمہید ایمان شریف مصنفہ...... اعلیٰ حضرت...... دیکھی جو شیر اسلام حضرت علامہ شاہ ابو الوقت محمد ہدایت رسول صاحب...... نے والد ماجد کو دی تھی کہ یہ بہت مبارک کتاب ہے اسے رکھو...... حضرت شیر بیشہ نے تمہید ایمان شریف پوری پڑھی اور وہابیہ دیوبندیہ کی حمایت سے گھر پر ہی توبہ کی، والد ماجد اور محترمہ کو اس سے بڑی خوشی ہوئی''۔ (سوانح شیر بیشہ، ص ۳۸)

والد اور والدہ کو اس سے بڑی خوشی ہوئی کا جملہ بتاتا ہے کہ ان کو پہلے سے معلوم تھا کہ ہمارا بیٹا مرتد تھا تبھی تو توبہ پر خوش ہوئے، اب سوال ہے کہ ایک مرتد کو اپنے گھر میں رکھنا اس پر شفقتیں کرنے سے کیا خود ان کے والدین کافر مرتد نہ ہوئے؟ نیز حشمت علی خان صاحب نے صرف دیوبندیت کی حمایت سے توبہ کی، مگر تجدید ایمان کی کوئی صراحت نہیں، حالانکہ مسلمان ہونے کیلئے کفر کی حمایت سے توبہ کافی نہیں، بلکہ اس سے بیزاری لاتعلقی کے اعلان کے ساتھ ساتھ تجدید ایمان کرنا بھی ضروری ہے!!!!

## ایک اور دلچسپ صورتِ حال:

موصوف مدرسہ عالیہ فرقانیہ دیوبندی ہوئے اور وہیں دیوبندیوں کی حمایت سے توبہ کی تمہید ایمان پڑھنے کے بعد، اسی مدرسہ میں موصوف نے فارسی مولانا احمد حسین لکھنوی، قرأت قاری محمد صدیق بنگالی، خوشخطی منشی شمس الدین صاحب سے پڑھی۔ یہ مدرسہ جناب ''عین القضاۃ'' صاحب کا تھا۔ یہ مدرسہ فرقانیہ خالص علمائے دیوبند کا مدرسہ تھا اور لکھنؤ میں تجوید قرآن و حفظ کا مرکز تھا۔ موصوف نے توبہ کرنے کے بعد بھی اس مدرسہ کو نہ چھوڑا بلکہ مسلسل دس روپے وظیفہ لیکر یہاں پڑھتے رہے۔

مدرسہ چھوڑنے کا سبب بریلویوں نے بتایا کہ سارا سارا دن دیوبندیوں کے ساتھ مناظرے میں گذر جاتا پڑھائی کا حرج ہوتا اس لئے نواب احمد رضا خان کو خط لکھا انہوں نے اپنے پاس بلالیا''۔ (سوانح شیر بیشہ۔ص ۳۶ تا ۳۹)

اس کے بعد ذرا اس تفصیل کو بھی ملاحظہ فرمائیں:

شیر بیشۂ اہلسنت نے لکھنؤ میں نشو ونما تربیت پائی۔حضرت مولانا سید عین القضاۃ لکھنوی مہتمم مدرسہ فرقانیہ کے اساتذہ سے دس برس کی عمر شریف میں قرآن پاک حفظ کیا اور تجوید کی سند بروایت حفص بارہ برس کی عمر میں حاصل کی، اور تیرہ برس کی عمر میں سند قرأت سبعہ اور چودھویں سال سند عشرہ حاصل فرمائی۔مولانا حشمت علی رضوی کی والدہ ماجدہ جب مولانا ہدایت رسول نوری رام پوری سے بیعت ہوئیں، مولانا ہدایت رسول قدس سرہٗ نے امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی کا رسالہ تمہید ایمان اور چند رسالے عطا فرمائے، اس پر والدہ ماجدہ نے عرض کیا کہ صاحبزادے کی روش بہت غلط ہے، ارشاد فرمایا رکھو کام آئیں گی۔مرشد کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات نے دل پر گہرا اثر کیا، ہر سال دھوپ میں سکھایا کرتی تھیں، ادھر مدرسہ فرقانیہ کو شرکی اور بدعت کہنا شروع کر دیا تھا اور گھر پر ان امور کو روکنے کی کوشش شروع کر دی، والدۂ ماجدہ شیر بیشۂ اہلسنت کا یہ رویہ دیکھ کر بہت پریشان رہا کرتی تھیں اور اکثر حافظ نواب علی سے کہا کرتی تھیں کہ لڑکے کو کیا ہوگیا ہے، ایک دن ایسا ہوا کہ آپ مدرسہ سے پڑھ کر دوپہر کے وقفہ میں گھر پہنچے...... امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی کتابیں سوکھ رہی تھیں، ان کتب کو دیکھ کر متعجب ہوئے اور فوراً تمہید ایمان ہاتھ میں لی، ورق گردانی کے بعد کتاب'' تمہید ایمان'' پڑھتے جاتے اور کہتے جاتے کہ'' یقیناً کافر ہیں، یقیناً کافر ہیں،'' آپ کی والدۂ ماجدہ نے سجدۂ شکر ادا کیا، اس کے بعد شیر بیشۂ اہلسنت نے امام احمد رضا فاضل بریلوی کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا، کچھ دنوں بعد حافظ نواب علی نے مدرسہ منظر اسلام میں داخلہ کرا دیا اور یہیں مستقلاً تعلیم حاصل کرنے لگے''۔

(مناظرہ ملتان ص ۴، ۵، ۶، ملخصاً مطبوعہ پیلی بھیت، بحوالہ الضیائے طیبہ)

حشمت علی رضوی صاحب کتنے بڑے مناظر اور طرم خان تھے اس کی حقیقت تو آگے آجائے گی کہ عین مناظرہ میں اپنی جہالت کی وجہ سے اپنے ہی صدر مناظر کو بدظن کر دیا، مگر سر دست ہمارا اہلِ بدعت سے صرف اتنا ہی سوال ہے کہ جب ایک آدمی کو علم ہو کہ یہ مدرسہ خالص دیوبندی مدرسہ ہے یہاں میرے عقائد بھی خراب ہوں گے اس کے بعد بھی اس مدرسہ میں ایک مدت تک اپنے بچوں کو پڑھانا اور باوجود علم ہونے کے پڑھنا کیا حکم رکھتا ہے؟؟؟؟

## یہ معمہ بھی حل کریں:

مگر دوسری طرف ایک مدت تک خان صاحب کو یہ پتہ نہ چل سکا کہ ان کا مرید ایک خالص دیوبندی مدرسہ میں پڑھتا ہے، خود مرید کو خط لکھ کر ساری صورتِ حال بتانا پڑی، اب یا تو خان صاحب کیلئے یہ علم غیب کا عقیدہ گھڑنا جھوٹ ہوا یا پھر خان صاحب باوجود علم کے اپنے مرید کو دیوبندیوں کے مدرسے میں پڑھا کر کارِ حرام میں برابر کے شریک رہے!!!!

## لعنۃ اللہ علی الوہابیہ پڑھنے سے رزق میں برکت، معاذ اللہ:

''ارشاد فرمایا لعنۃ اللہ علی الوہابیہ لعنۃ اللہ علی النجدیہ پڑھتے رہو، مصطفیٰ پیارے ﷺ کے دشمنوں پر لعنت بھیجتے رہوگے، وہ کرم فرمانے والا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہیں رزق عطا فرمائیں گے''۔ (سوانح شیر بیشہ، ص ۳۸۵)

# فتاویٰ جات وعقائد

## علمائے حرمین کافر و مرتد ہیں:

آج کل حرمین طیبین پر ابن سعود نجدی خذلہ الواحد القہار تغلباً قابض ہے، وہ اور اس کے ہم عقیدہ وہابیہ نجدیہ اپنے عقائد کفریہ کے سبب بحکم شریعت مطہرہ کافر مرتد خارج از اسلام ہیں۔ (فتاوی حشمتیہ ص ۱۶۱)

## ائمہ حرمین کے پیچھے نماز پڑھنے والا کافر وہ حاجی نہیں پاجی ہے:

بہر حال جس سنی حنفی مسلمان کہلانے والے نے جان بوجھ کر مکہ معظمہ یا مدینہ طیبہ میں یا اور کہیں ابن سعود مردود خذلہ المعبود کے مقرر کردہ اس کے ہم عقیدہ امام کے پیچھے نماز پڑھی وہ بحکم شریعت مطہرہ وہابی نجدی کو قابل امامت مسلمان سمجھ کر خود کافر مرتد زندیق ہوگیا، اس کا ایمان و اسلام ہی معاذ اللہ جاتا رہا تو اس کی نماز باطل اس کا روزہ باطل اس کی زکوۃ باطل اس کا حج باطل، وہ حاجی نہیں بلکہ بے دین پاجی ہے اور مقدس دین اسلام کا باجی ہے۔ (فتاوی حشمتیہ ص ۱۶۲)

## میلاد کو ناجائز بتانے والا علامہ فاکہانی رحمۃ اللہ علیہ معاذ اللہ جہنمی ہے:

۶۵۴ھ میں فاکہانی پیدا ہوا۔ جس نے سب سے پہلے اس میلاد شریف کو حرام و ناجائز و بدعت سیئہ کہنے کی بدعت نکالی، اس مسئلہ میں اسی فاکہانی مغربی کی تقلید پر گنگوہی و انبیٹھوی اور سارے کے سارے وہابیہ اپنی کھوپڑیات شریف منڈائے بیٹھے ہیں، ظاہر ہے کہ زیادہ سے زیادہ پندرہ برس کے سن میں اس نے یہ خباثت ایجاد کی ہوگی، اجماع منعقد ہوجانے کے کم از کم پینسٹھ سال کے بعد فاکہانی خارق اجماع ہوا اور اجماع کا منکر بحکم قرآنی جہنمی ہے۔ (فتاوی حشمتیہ ص ۲۲۷)

## حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ۱۲ / ربیع الاوّل کو ہوئی تھی:

''سوال: تمہارے نبی نبوت ملنے کے بعد کتنے دنوں زندہ رہے اور وفات کے وقت کیا عمر تھی؟

جواب: نبوت ملنے کے بعد تیئیس سال زندہ رہے اور ۱۲ ربیع الاول ۱۰ ہجری کو پیر کے دن دوپہر کے وقت تریسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی''۔ (شمع ہدایت ص ۱۳، آفتاب برقی پریس امرتسر)

یاد رہے کہ اسی دن بریلوی حضرات خوب ناچ گانا اور دھما چوکڑی مچاتے ہیں، غالباً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خوشی میں یہ سب کچھ کرتے ہوں گے، معاذ اللہ

## مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر گستاخی کے فتوے:

موصوف حضرت مجدد الف ثانی پر اپنی زبان دراز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے ان دعوؤں میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تو کیا گنتی اولیاء مشائخ طریقت کا کیا شمار، یہاں تو حضرات انبیاء و مرسلین بلکہ خود سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی رسائی نہیں، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

کسی شے کا خاصہ وہ ہوتا ہے جو اسی میں پایا جائے اور اس کے سوا کسی اور چیز میں نہ پایا جائے تو نبی کا خاصہ جس میں پایا جائے گا وہ نبی ہی ہوگا، غیر نبی میں نبی کا خاصہ پایا جانا محال ہے، پھر کیا ان عبارات میں اپنے آپ کو انبیاء کا طفیلی بتا کر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی دولت خاصہ میں اپنے آپ کو ان کا حصہ دار نہیں بتایا گیا، والعیاذ باللہ۔ بلکہ خود حضور سید المرسلین ﷺ وعلی الہ اجمعین کا اپنے آپ کو متبع و وارث کہہ کر حضور اقدس شہنشاہ کونین ﷺ کی دولت خاصہ میں اپنے آپ کو شریک نہیں ٹھہرایا گیا والعیاذ باللہ تعالیٰ"۔ (فتاویٰ حشمتیہ، ص ۲۵۵)

## حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حق بعد میں واضح ہوا، معاذ اللہ:

ایک دفعہ کسی نے موصوف کو طعنہ دیا کہ آپ پہلے علمائے دیوبند کے پاس پڑھتے رہے اور اب انہی کے خلاف محاذ قائم کر دیا، یہ تو نمک حرامی ہے تو موصوف نے جواب دیا:

حق پسندی حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت کریمہ ہے کہ جب حق واضح ہوگیا تو فوراً جدا ہو گئے اور اسی کے خلاف محاذ قائم فرما کر اعلان حق فرمایا"۔ (سوانح شیر بیشہ، ص ۱۵۲)

## حضور ﷺ کا علم اللہ تعالیٰ کے برابر ہے، معاذ اللہ صرف عطائی و ذاتی کا فرق ہے:

موصوف لکھتے ہیں:

"اب ذرا یہ بھی سن لیجئے کہ ان باتوں کا علم حضور اقدس ﷺ کیلئے بالذات ماننا وہابی دھرم میں شرک ہے یا اگر کوئی شخص حضور اقدس ﷺ کیلئے خدا کی عطا سے یہ علوم مانے تو وہ مشرک ہے ملاحظہ ہو تقویۃ الایمان کے اسی صفحہ پر اسی عبارت سے متصل لکھا ہے یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدے سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیاء اولیاء سے رکھے خواہ پیر و شہید سے خواہ امام و امام زادہ سے خواہ بھوت و پری سے پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے"۔ (انوار علم غیب، ص ۱۴ عسکری اکیڈمی پیلی بھیت)

امام الموحدین حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ اگر کوئی کسی نبی ولی پیر فقیر کیلئے "اللہ کا سا علم" یعنی اللہ کے برابر علم مانے تو وہ مشرک ہے اور حشمت علی رضوی اس پر سیخ پا ہو کر کہہ رہے ہیں کہ وہابیہ خواہ مخواہ شرک کا فتویٰ لگا رہے ہیں کیونکہ اگر اللہ کی عطا سے ہو تو اللہ کا سا علم اللہ کے برابر علم مل سکتا ہے، معاذ اللہ۔ حالانکہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

**و قد جاهر بالكذب بعض من يدعى فى زماننا العلم وهو متشيع بما لم يعط ان رسول الله ﷺ كان يعلم متى تقوم الساعة قيل له فقد قال فى حديث جبريل ما المسئول عنها باعلم من السائل فحرفه عن موضعه و قال معناه انا و انت نعلمها وهذا من اعظم الجهل و اقبح التحريف والنبى ﷺ اعلم بالله من ان يقول لمن كان يظنه اعرابيا انا و انت نعلم الساعة الا ان يقول هذا الجهل انه كان يعرف انه جبريل فرسول الله ﷺ هو الصادق فى قوله والذى نفسى بيده ما جاء فى صورة الا قد عرفته غير هذه الصورة و فى اللفظ الآخر ما شبه على غير هذه المرة و فى اللفظ الآخر ردوا على الاعرابى فذهبوا فالتمسوا فلم يجدوا شيأ و انما علم النبى ﷺ انه جبريل بعد مدة كما قال عمر فلبثت مليا ثم قال**

ﷺ یا عمر اتدری من السائل والمحرف یقول علم وقت السؤال انه جبریل ولم یخبر الصحابة بذالك الا مدة ثم قوله فی الحدیث ما المسؤل عنها باعلم من السائل یعم کل سائل و مسؤل فکل سائل ومسؤول عن الساعة هذا شانهما۔

(موضوعات کبریٰ، ص ۳۲۳، ۳۲۴)

ہمارے زمانے کے بعض مدعیان علم (جیسے بریلوی مناظرین از ناقل) جو درحقیقت علم سے موصوف نہیں بلکہ نرے جعلساز ہیں یہ کھلا ہوا جھوٹ کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو وقت قیام ساعۃ معلوم تھا، جب اس کو یہ کہا گیا کہ حدیث جبرئیل میں تو یہ آتا ہے کہ مسؤل عنہا سائل سے زیادہ علم نہیں رکھتا تو اس محرف نے اس حدیث کے معنیٰ میں یوں تحریف کی کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ میں اور تو دونوں قیامت کا علم رکھتے ہیں اور یہ عظیم ترین جہل اور قبیح ترین تحریف ہے اور جناب نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی شان کو زیادہ جانتے ہیں وہ بھلا یہ کیسے کہہ سکتے تھے جس کو وہ ایک اعرابی اور دیہاتی سمجھتے تھے کہ میں اور تو قیامت کا علم رکھتے ہیں الاّ یہ کہ یہ جاہل (احمد یار گجراتی از ناقل) دعویٰ کرے کہ آنحضرت ﷺ اس وقت حضرت جبرئیل کو جانتے تھے مگر اس کو کیا کریں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جو صادق ہیں یہ فرماتے ہیں کہ بخدا حضرت جبرئیل علیہ السلام جب بھی میرے پاس آئے ہیں میں ان کو پہچان لیتا رہا، مگر اب کی بار اس صورت میں میں ان کو نہیں پہچان سکا اور ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت جبرئیل مجھ پر کبھی مشتبہ نہیں ہوئے مگر اس مرتبہ اور ایک روایت میں ہے کہ اس اعرابی کو واپس بلا لاؤ جب حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین گئے تو وہاں کچھ بھی نہ تھا، آنحضرت ﷺ کو کچھ عرصہ کے بعد اس کا علم ہوا تھا کہ وہ تو حضرت جبرئیل تھے چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے کچھ عرصہ بعد فرمایا کہ اے عمر! تم جانتے ہو کہ سائل کون تھا؟ اور یہ محرف کہتا ہے کہ آپ سوال کے وقت ہی جانتے تھے کہ وہ حضرت جبرئیل تھے اور حضرات صحابہ کرام کو آپ نے اس کی اطلاع ایک عرصہ کے بعد دی پھر **ما المسؤل عنها باعلم من السائل** کے عنوان کے اختیار کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ ہر سائل اور مسؤل کا یہی حکم ہے کہ قیامت کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں۔

## پاکستان، مسلم لیگ اور مسٹر محمد علی جناح کے بارے میں نظریات:

مظلم لیگ، نام نہاد پاکستان (فتاویٰ حشمتیہ ص ۲۷۵)، مسلم لیگ سے بیزاری کا اعلان کرو (ص ۲۷۶)، مسلم لیگ کا مطالبہ تقسیم سنیت کا فنا کرنا مسلمانوں کو تباہ کرنا اور وہابی حکومت قائم کرنا (ایضاً ص ۲۷۶)، اسلام سوز و الحاد افروز پاکستان (ص ۲۷۶)، مسلم لیگ مرتدین مبتدعین (ص ۵۶۲)، مسلم لیگ کی ابلیسی، باطل، ملعون کفری کاروائیوں، گمراہی، بددینی (ص ۵۹۰)۔

## علمائے دیوبند حضور ﷺ کا علم مانتے ہیں:

مولوی حشمت علی رضوی سمیت تمام چھوٹے بڑے بریلوی از ناب سادہ لوح عوام کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ دیوبندی نبی کریم ﷺ کا علم نہیں مانتے، بلکہ بعض ناہنجار بریلوی تو یہ کہتے ہوئے بھی نہیں شرماتے کہ معاذ اللہ دیوبندی حضور ﷺ کو جاہل مانتے استغفر اللہ نقل کفر کفر نہ باشد، مگر حشمت علی رضوی صاحب نے اپنی کتاب میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی حضور ﷺ کیلئے علوم اولین و آخرین مانتے ہیں اسے کہتے ہیں، **الفضل ما شهدت به الاعداء!**

''ہاں وہابیو دیوبندیو! بولو علوم اولین و آخرین میں علوم ماکان و ما یکون وعلوم خمس سب آگئے یا نہیں، نانوتوی جی یہ تمام علوم حضور اقدس ﷺ کیلئے ثابت مان کر''۔ (انوار غیب، ص ۳۱)

''نانوتوی جی نے صاف قبول دیا کہ حضور اقدس ﷺ جامع العلوم یعنی تمام علوم کو جمع فرمانے والے ہیں......اور دیکھیں کہ نانوتوی جی حضور اقدس ﷺ کو تمام علموں کا جاننے والا اور قرآن کو تمام علوم کا بیان کرنے والا فرمارہے ہیں''۔ (انوار غیب، ص ۳۴)

## مسئلہ امکان کذب اور حشمت علی رضوی:

موصوف اپنے قلم سے اپنے ہی مولویوں کا خون کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:

''گنگوہی و انبیٹھی خلف وعید ہی کو کذب مانتے ہیں اور یہ بھی اسی عبارت میں ہے کہ خلف وعید جود و کرم ہے اور اللہ تعالیٰ کا جود و کرم صرف ممکن ہی نہیں، بلکہ یقیناً واقع ہے تو اب یہاں چند مقدمے ہیں، گنگوہی انبیٹھی کے نزدیک خلف وعید کذب اور خلف وعید جود و کرم ہے اور جود و کرم ضرور واقع ہے تو ثابت ہوا کہ گنگوہی و انبیٹھی کے دھرم میں ان کا خدا یقیناً جھوٹا ہے، اس کا جھوٹ صرف ممکن نہیں بلکہ واقع ہے''۔ (علمائے دیوبند کی مکاریاں، ص ۹۰ مجلس اتحاد اسلامی کراچی باہتمام سید شاہ تراب الحق قادری)

یعنی چونکہ ''خلف وعید'' ہی ''کذب'' ہے اور اشاعرہ کے نزدیک ''خلف وعید جود و کرم'' ہے اور اللہ تعالیٰ کا جود و کرم ممکن ہی نہیں بلکہ واقع ہے اب جب خلف وعید کذب ہوگیا تو ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کا کاذب ہونا معاذ اللہ یعنی جھوٹا ہونا بالفعل واقع ہے۔

اب ذرا تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیں، یہی مولوی حشمت علی رضوی لکھتے ہیں:

''اشاعرہ ضرور وعید الٰہی میں خلف ممکن مانتے ہیں...... اور اشاعرہ صاف کہہ رہے ہیں کہ خلف وعید کوئی نقصان نہیں بلکہ جود و کرم ہے''۔ (علمائے دیوبند کی مکاریاں، ص ۹۰)

یعنی اہل السنۃ والجماعۃ اشاعرہ اللہ تعالیٰ کیلئے ''خلف وعید'' کے قائل ہیں اور یہ بھی کہ وہ کہتے ہیں کہ خلف وعید ''جود و کرم'' ہے، اب ذرا تصویر کا ایک اور رخ ملاحظہ فرمائیں:

قاضی فضل احمد رضا خانی لکھتا ہے:

''خلف وعید اور کذب اللہ تعالیٰ ایک ہی بات ہے''۔ (انوار آفتاب صداقت: ص ۱۵ طبع جدید)

اس کی یہ کتاب لفظ بلفظ نواب احمد رضا خان نے سنی اور اس کی تصدیق کی اور اس کتاب پر کئی بریلوی علماء کی تقاریظ ہیں۔

مولوی اجمل سنبھلی رضا خانی لکھتا ہے:

''بعض علماء وقوع خلف وعید کے قائل ہیں تو یہ علماء وقوع کذب کے بھی قائل قرار پائے''۔

(ردشہاب ثاقب: ص ۲۵۰ / ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور)

قصہ مختصر ان دونوں کتابوں میں ''خلف وعید'' ہی کو ''کذب الٰہی'' مانا گیا اور حشمت علی رضوی نے خود یہ اصول مقرر کیا کہ جب ہم خلف وعید کو کذب الٰہی مان لیں گے تو خلف وعید چونکہ جود و کرم ہے اور اللہ کا جود و کرم بالفعل واقع ہے اور خلف وعید چونکہ عین کذب الٰہی ہے لہٰذا وہ بھی بالفعل واقع ہوگا۔ اب خود حشمت علی رضوی کے اصول کی روشنی میں معاذ اللہ اہل السنۃ والجماعۃ اشاعرہ نے بالفعل اللہ تعالیٰ کو جھوٹا ماننا

ہے، لہٰذا اب اگر غیرت ہے تو تمام اہل السنۃ والجماعۃ اشاعرہ کو بھی کافر گستاخ کہو!...... اگر کسی رضا خانی میں غیرت ہے تو جمیع اشاعرہ کو حشمت علی رضوی کے اس کفر کے فتوے سے نکال کر دکھاؤ، مزید بھی ملاحظہ ہو:

''اللہ تعالیٰ پر کذب محال کہ وہ کمینہ پن ہے''۔ (انوار آفتاب صداقت: ص ۶۹)

جب کذب کمینہ پن ہے تو اشاعرہ نے اس کو ممکن بلکہ واقع مانا اس کا مطلب ہوا کہ اشاعرہ معاذ اللہ خدا کے کمینے پن کے قائل تھے، استغفر اللہ، مزید ملاحظہ ہو:

اور جو شرالاشرار کفار نا ہنجار مشرکین کبار ہیں ان کو بہشت میں داخل کرے گا لاحول ولا قوۃ الا باللہ یہ صریح ظلم اور کذب قبیح ہے جو حق تعالیٰ پر محال زیر قدرت کے قابل نہیں جس کا کوئی بھی مسلمان مذاہب حتی کہ کوئی غیر مسلم بھی قائل نہیں ہاں اگر قائل ہیں تو معتزلہ اور وہابیہ دیوبندیہ ہیں''۔ (انوار آفتاب صداقت: ص ۴۷، طبع جدید)

شریر لوگوں کو اللہ تعالیٰ تبھی جنت میں داخل کرے گا کہ جب وہ ان کے گناہ معاف کر دے گا ان کی سزا معاف کر دے گا موصوف اسی بھی جائز قرار نہیں دے رہے اور اسے کذب الٰہی قرار دے رہے ہیں اور ساتھ ساتھ کہہ رہے ہیں کہ کوئی کافر بھی اس کا قائل نہیں، مگر اب مولوی حشمت علی رضوی کا عقیدہ ملاحظہ ہو:

''کسی جرم پر اس کی سزا مقرر کرنا اس کو وعید کہتے ہیں خلف وعید اس سزا کے معاف کر دینے کا نام ہے کوئی عقلمند آدمی خلف وعید کو کذب یعنی جھوٹ نہیں کہہ سکتا کذب عیب ہے اور خلف وعید کرم ہے عرب میں ایک مثل مشہور ہے **الکریم اذا وعد وفا و اذا اوعد عفا** یعنی کریم جب کسی بات کا وعدہ کرتا ہے اسے پورا کرتا ہے اور جب کوئی سزا مقرر کرتا ہے تو اسے معاف کر دیتا ہے تو معلوم ہوا کہ خلف وعید جھوٹ نہیں بلکہ عفو و مغفرت ہے''۔ (علمائے دیوبند کی مکاریاں، ص ۸۹)

موصوف نے پہلی بات تو یہ کہی کہ کوئی عقل مند آدمی خلف وعید کو جھوٹ نہیں کہہ سکتا اور قاضی فضل احمد مولوی اجمل سنبھلی نے خلف وعید ہی کو جھوٹ کہا نواب احمد رضا خان اور (۳۳) بریلوی اکابر نے انوار آفتاب صداقت کی تصدیق کی گویا یہ تمام بریلوی ٹبر عقل سے فارغ احمق الناس اور بے وقوف تھے، ثانیاً بریلویوں کی متفقہ دستاویز انوار آفتاب صداقت میں اور ردسیف یمانی میں خلف وعید ہی کو کذب کہا گیا اور حشمت علی رضوی اس خلف وعید کو جائز مان رہے ہیں بلکہ عفو و درگزر کہہ رہے ہیں اور عفو و درگزر کا صدور اللہ سے ہوا تو گویا حشمت علی رضوی نے کذب الٰہی کو اللہ سے صادر مانا اور اپنے ہی مولویان کے فتوے کی رو سے غیر مسلموں سے بھی بدتر کافر ہوئے!!!!

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوا تم ہوتے

## زبان و قلم کی غلاظتیں:

اپنے ہی ہم مسلک بدایونی علما کے بارے میں موصوف لکھتے ہیں:

''نیز اسی اپنے سنے پکڑے ہوئے چمر توحیدی سے پوچھئے اگر زید عمرو بکر خالد کالا چور کسے باشد تیری جورو بیٹی ماں بہن سے زنا کرلے تو تو راضی ہے یا نہیں؟ نہیں تو کیوں وہ سب تیرے خدا ہی تو ہیں خدا کے فعل پر اعتراض کیسا؟ اور اگر راضی ہے تو اس کا اعلان چھاپ دے

بلکہ جورو وغیرہا کے ہاتھوں پر جلی قلم سے "وقف فی سبیل الشیطان" لکھ کر بازاروں میں گشت دے"۔
(پشت خار در افتخار ص ۱۹)

"اگر ولید بلید یزید کالا چور کسے باشد تیرے ساتھ ہی کچھ کرنا چاہے تو کیا فوراً نہ جھک جائے گا سجدہ شکر میں نہ گرے گا کہ تیرے خدا نے تجھے نوازا، اگر نہیں تو تیرے برابر ناشکرا کافر کون؟ اور اگر ہاں تو اپنی پشت کی طرف وہی "الوقف فی سبیل الشیطان" کا بلا لگوا کر بازاروں گلیوں میں گشت کر"۔ (پشت خار در افتخار ص ۱۹)

"دنیا بھر کی رنڈیوں خانگیوں کا جن سے رات دن چکلوں اور گھروں میں زنا ہو رہا ہے وہ سب ان نو گرفتار کی ماں ہیں"۔
(پشت خار در افتخار ص ۱۹)

"یوہیں لواطت کی کثرت ہے اور جن کے ساتھ ہو رہی ہے کیا سب تیرے عین نہیں تو ہر جگہ تو ہی مفعول ہے رات دن تو ہی مدخول ہے"۔ (پشت خار در افتخار ص ۲۰)

"جو کچھ تو اپنی جورو سے کر رہا ہے اپنی اماں سے کر رہا ہے"۔ (پشت خار در افتخار ص ۲۰)

تیری توحید ذلیل سے تیرا منہ اور پاخانہ کا مقام ایک نہیں ہے؟ ضرور ایک ہے تو تو اپنے پاخانے کے مقام سے کھاتا بولتا ہے اور اپنے منہ سے گوبر کرتا ہے"۔ (پشت خار در افتخار ص ۲۰)

## گالیوں کی مشین گن:

مردہ، بیل، گدھا، سور، کتا، اپنے ہاتھوں اپنے گھر گھروندا کرنے والا، جہنم کا مستحق، خرافات، ہذیان بکنے والا، القائے شیطان والا، جھوٹا، ناقابل خطاب، نطفہ شیطان، ولد الزنا، الو کا پٹھا، گدھے کا بچہ، کتے کا پلا، سور کا جنا، جس کی جورو، بیٹی، ماں، بہنوں سے لوگ رات دن زنا کرتے ہیں، خود اس کے ساتھ لاکھوں فاسق لواطت کر رہے ہیں، وہ خود اپنی ماں سے زنا کرتا ہے، اپنے پاخانہ کے مقام سے کھاتا بولتا ہے، اپنے منہ سے گوبر کرتا ہے، بے ایمان مخنث، لومڑی صفت، بھگوڑا، بھٹے میں بیٹھا، دور سے غزغز کرنے والا، تھان پر بندھا، ڈھینچوں ڈھینچوں چیخنے والا، کفر کی لید، ہگ کر عالم میں گند پھیلانے والا، بونگا، بدعقل، بوجھ بجھکڑ، اجہل، مفتری، کذاب، دغاباز، کتابوں لدا گدھا، دجال گمراہ"۔ (پشت خار در افتخار ص ۲۲)

## پوری دنیائے رضاخانیت کو چیلنج

ہم پوری دنیائے رضاخانیت کو چیلنج کرتے ہیں کہ چودہ سو سال کی تاریخ میں کسی عالم، کسی عام مسلمان تو درکنار کسی کافر بے ایمان کی کوئی کتاب کا حوالہ بتاؤ جس میں اپنے مخالف کو اتنی غلیظ، گندی اور گھٹیا گالیاں چھاپ کر اس پر فخر کیا گیا ہو کہ ہم نے اگلے کا منہ بند کر دیا!!!

### مزید:

مرتد اشرف علی تھانوی، مصنف حفظ الایمان کافر، مرتد، بے ایمان ہے، مولوی انبیٹھی کافر، مرتد بے ایمان۔ (فتاویٰ حشمتیہ ص ۵۱۴)
دیو کے بندو، ابلیس کے پجاریو! کیا اب بھی گنگوہی و انبیٹھی کے پیشوا ابلیس ملعون کی وسعت علم پر ایمان لانے...... ہاں ہاں سچے دل

کے ساتھ کفر دیوبندیت سے توبہ کرو۔ (ایضاً،ص ۵۱۵)

مولوی محمد حسین صاحب آپ کے چہرے کی کیا تخصیص ہے ایسا چہرہ تو خنزیر کا ہے مولوی عزیزگل کی آنکھوں کی کیا تخصیص ہے ایسی آنکھیں تو بچھو کی ہیں اور احمد بزرگ تمہارے ہونٹوں کی کیا خاصیت ہے ایسی تھوتھنی تو سور کی بھی ہے اور دانت کتے کے سے ہیں"۔

(سوانح شیر بیشہ،ص ۶۲)

موصوف کی ایک غلیظ کتاب کا یہ غلیظ و بے حیاء نام بھی پڑھیں:

''سیف خداوندی بر دبر وہابی دیوبندی'' (سوانح شیر بیشہ،ص ۱۰۶)

کیا سیف خداوندی یعنی اللہ کی تلوار بر دبر دیوبندی یعنی دیوبندی کی پیچھے والی شرمگاہ پر، کیا یہ اللہ تعالیٰ کی کھلی گستاخی و بے ادبی نہیں اللہ کی تلوار کو اس گندی جگہ پر مارنا آخر یہ کہاں کی سنیت کہاں کی تہذیب اور کہاں کا اسلام ہے؟

موصوف کی ایک گندی حرکت یہ بھی تھی کہ اپنی تحریر میں مخالف کیلئے مونث کے صیغے وہ بھی ذو معنیٰ استعمال کرتے جس سے ان کی گھناؤنی وحیاسوز سوچ کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، چند حوالہ جات ملاحظہ ہو:

''ضرورت ہے کہ اس جدیدہ کی نقاب کشائی کر دی جائے کہ مسلمان اپنی مسلمانی اس کے حلقۂ تزویر میں پھنسنے سے بچائیں''۔

(قہر واجد دیان،ص ۵)

''حفظ الایمان کے کفر اٹھانا اس کے گہرے گھاؤ میں بتی رکھوانا چاہتے ہیں''۔ (قہر واجد دیان،ص ۶)

دیکھئے کیسے اندر کی کھول کر رکھ دی''۔ (ایضاً،ص ۸)

''مگر پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے''۔ (ایضاً،ص ۹)

''اٹھتا جوبن ہے کہ بیچاری لاکھ تاویل کی انگیا دبادے تبدیل وتغییر کے دوپٹے سے اسے چھپائے مگر وہ کسی طرح نہیں چھپتا''۔

(ایضاً،ص ۱۴)

''ہزاروں خواہشیں دل میں چھپائے کس طرح کوئی، مری جان تم سے اک جوبن کا پردہ ہو نہیں سکتا، حیا بولی جو کھل کھیلا وہ گدرایا ہوا جوبن، انہیں اب تم چھپاؤ ہم سے پردہ ہو نہیں سکتا، دو شریروں کو وہ قابو میں کرینگے کیونکہ خیر سے ایک دوپٹہ سنبھلتا نہیں''۔ (ایضاً،ص ۱۵)

''اور حفظ الایمان کے گندے گہرے گھاؤ میں بتی رکھوانے میں سخت دشواری پیش آتی ہے''۔ (ایضاً،ص ۲۵)

''صنم خانہ (بت خانہ) دیوبندیت کے منات ثالثہ (مشرکین مکہ کے ایک بت کا نام منات تھا)''۔ (انوار غیب،ص ۴۲)

''اپنے ذنب خاص فحاش شنظیر مولوی مرتضی حسن دربھنگی''۔ (انوار غیب،ص ۴۵)

''صنم کدہ دیوبندیت کے طاغوت رابع جناب مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھی اپنی ناپاک ملعون کتاب التصدیقات لدفع التلبیسات معروف بہ المہند''، (انوار غیب،ص ۴۹)

موصوف جس مبارک مستطاب کتاب کو معاذ اللہ اپنے خبث باطن کی وجہ سے ملعون کہہ رہے ہیں انہی کے ہم مسلک عبدالستار خان نیازی اپنی کتاب ''اتحاد بین المسلمین'' میں اس کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کتاب کے مندرجات پر دیوبندی بریلوی اتفاق ہوسکتا ہے۔

''امام جملہ دشنام بازاں وسرگروہ جمیع فحش گویاں جناب حسین احمد صاحب اجودھیا باشی اپنی اخبث وملعون و ناپاک ترین کتاب''۔(انوار غیب،ص۵۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نے اپنی کتاب الشہاب الثاقب میں جناب نواب احمد رضا خان کو دجال وکذاب کہہ دیا تو دیکھیں کیسے چیخیں نکل رہی ہیں اور بریلی سے ان کیلئے معاذ اللہ سرگروہ جمیع فحش گویاں کے فحش القابات الاٹ ہو رہے ہیں تو جس قسم کی غلاظت اب تک حشمت علی رضوی صاحب نے صفحات پر انڈیلی کیا کوئی رضا خانی بتانا پسند کرے گا کہ ان کو ان میں سے کونسا لقب الاٹ کیا جائے اور بے شرمی اور ڈھیٹ پن کو دیکھیں کہ دوسرے مسلک کے شیخ الاسلام کو امام جملہ دشنام وسرگروہ جمیع فحش مگر ساتھ ساتھ اسی عبارت میں ان کی کتاب کو'اخبث،ملعون،ناپاک ترین'' کی گالیاں دے رہے ہیں،میرے خیال میں یہ الفاظ اسی وقت گالی بنتے ہیں جب علمائے بریلی کو دی جائیں،لیکن اگر علمائے بریلی خود اس سے سخت الفاظ اپنے مخالفین کیلئے استعمال کریں تو وہ معاذ اللہ عین قرآن وسنت کی پیروی بن جاتی ہے۔

ذرا''اس بازار'' کی اس نوخیز اردو کو بھی ملاحظہ فرمائیں:

''اب ذرا وہابیت عیارہ کمسن طرارہ نوخیز خام پارہ کے ننھے سے او چھلتے ہوئے کلیجہ پر ہاتھ دھر کر بول دو''۔(انوار غیب،ص۲۸)

''اگر تذکیر الاخوان سچی ہے تو انبیٹھی جی اور ان کے دیوبندی مشائخ ضرور جہنمی اور کافر ہوں گے اور قیامت کے روز ان سب کے منہ کالے ہوں گے اور اگر جھوٹی ہے تو امام الوہابیہ کا منہ انشاء اللہ کالا ہوگا''۔(علمائے دیوبند کی مکاریاں،ص۴۹)

''ہاں شاید دیوبند یا گنگوہی یا تھانہ بھون یا انبیٹھہ میں ایسا ہوتا ہو کہ گنگوہی و تھانوی و انبیٹھی کے لیکچر سننے کیلئے تمام دیوبندی مرد اور ان کی ماں بہنیں بہو بیٹیاں بیویاں سب سب ساتھ مل کر بیٹھتی ہوں''۔(علمائے دیوبند کی مکاریاں،ص۸۰،۸۱)

''تذکرۃ الرشید میں کئی جگہ گنگوہی کو بے نظیر و بے مثل کہا گیا اس پر اگر کوئی شخص گنگوہی جی سے سیکھ کر یوں کہے کہ یہ وجہ ہے کہ گنگوہی جی کے پیچھے پاخانہ پھرنے کا ایک سوراخ تھا اس لئے انہیں بے نظیر کہا جاتا ہے تو یہ بھی محض حماقت ہے کیونکہ اس وجہ سے تو ہر ایک جانور کو بھی بے نظیر کہنا چاہیئے کیونکہ چمگادڑ کے سوا ہر ایک جانور کے پیچھے بھی پاخانہ پھرنے کا سوراخ ہوتا ہے کیا پاخانہ کا سوراخ صرف گنگوہی جی کے پیچھے ہے۔جس کی وجہ سے بے نظیر کہلانے کے مستحق ہوئے''۔

(علمائے دیوبند کی مکاریاں،ص۸۳،۸۴)

استغفر اللہ،العیاذ باللہ یہ ہے زبان وقلم کی تقدیس پوری دنیائے اسلام کے ٹھیکیدار کہلانے والوں کی کیا اپنے مخالفین کو بات سمجھانے کیلئے اس قسم کی گھٹیا مثالیں دی جاتی ہیں؟ کیا کوئی رضا خانی بریلوی اس بات کی ہمیں اجازت دیتا ہے کہ ہم بھی اپنا مدعا سمجھانے کیلئے نواب احمد رضا خان، مصطفیٰ رضا خان، حامد رضا خان، الیاس عطاری، اختر رضا خان، خادم حسین رضوی کے پیچھے جو پاخانے کا گندا سوراخ لگا ہوا ہے جنہیں وہ اپنے ساتھ لے لے کر گھوم رہے ہیں اس کی مثالیں اس طرح چسکے لے لے کر پیش کریں؟ اب اگر اس طرح کی بازاری زبان پر کوئی شریف آدمی ان کو منہ نہ لگاتا تو خوشی سے بغلیں بجاتے کہ دیکھو ہم نے دیوبندیوں کو لاجواب کر دیا!!!!

''جیسا علم جناب گنگوہی صاحب کو تھا ایسا علم تو ہر کتے کو ہوتا ہے جیسا جناب نانوتوی صاحب کو تھا ایسا علم ہر الو کو ہوتا ہے جیسا جناب

تھانوی صاحب کو ہے ایسا علم تو ہر گدھے کو ہوتا ہے جیسا امام الوہابیہ جناب دہلوی کو تھا ایسا علم تو ہر سور کو ہوتا ہے جناب گنگوہی صاحب کی صورت جیسی تھی ایسی صورت کتے کی بھی ہے، جناب نانوتوی صاحب کی شکل جیسی تھی ایسی شکل الو کی بھی ہے، جناب تھانوی کا چہرہ جیسا ہے ایسا گدھے کا بھی ہے، جناب امام الوہابیہ کا منہ جیسا تھا ایسا سور کا بھی ہے"۔

(قہر واحد دیان، ص ۳۱)

"گنگوہی صاحب سور کی طرح ہیں، نانا توی صاحب الو کی مثل تھے، اسمٰعیل دہلوی صاحب کتے کی مانند تھے، تھانوی جی گدھے کے مشابہ ہیں"۔ (قہر واحد دیان، ص ۲۲)

ایسی غلیظ زبان کے جواب میں اگر کوئی سر پھرا کھڑے ہو کر بھرے مجمع میں کہنا شروع کر دے کہ نواب احمد رضا خان بریلوی کی شکل وصورت بالکل سور وخنزیر جیسی تھی، جناب حامد رضا خان کا منہ بالکل گدھے جیسا تھا، مصطفیٰ رضا خان اخبث الخبائث کا لعنتی چہرہ بالکل کتے جیسا تھا تو بریلویوں کو اس پر نہ تو ناراض ہونا چاہیئے اور نہ اسے گالی میں شمار کرنا چاہیئے بلکہ جواب آں غزل کے طور پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے کہ اس کی نوبت کیوں آئی؟ مگر چونکہ ہماری تربیت بریلی کے "اس بازار" میں نہیں ہوئی، جہاں سے آنے والی عورتوں سے خان صاحب بچپن میں کرتا اٹھا کر جنسیات پر لیکچر دیتے اس لئے ہم کسی بھی فرقہ کے اکابر کیلئے اس قسم کی زبان کے استعمال کے قائل نہیں۔

آخر میں ہم انہی حشمت علی رضوی کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں اور فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں:

"پیارے مسلمانو! ملاحظہ فرماؤ، یہ دیوبندی دھرم کے ایک پیشوا کا مہذب کلام ہے یہ انبیٹھی جی کی تہذیب ہے وہ سوال کا جواب نہیں دے سکتے جب تک حضور قبلہ......کو دو تین گالیاں نہ دے لیں اور جوش تعصب میں اہلسنت کے امام کو گالیاں دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں اس ناپاک عبارت کو دیکھئے ایک ایک فقرہ میں دو دو تین تین اور چار چار گالیاں بھری ہوئی ہیں......اگر امام اہلسنت مجدد دین وملت......کو گالیاں دے تو کیا جائے شکایت ہے گالیاں بکنا تو دیوبندیوں کیلئے نمک سلیمانی ہے کہ جب تک وہ اہلسنت کے پیشواؤں کو گالیاں نہ دیتے ہوں گے ان کا کھانا بھی ہضم نہ ہوتا ہوگا آخر ابلیس کی فرزندی دجال کی قائم مقامی ابوجہل کی نیابت کچھ آسان ہے یہ تو دیوبندیوں ہی کا جگر گردہ ہے کہ ان سب کی غلامی پورے طور پر بجالاتے ہیں"۔

(علمائے دیوبند کی مکاریاں، ص ۹۳، ۹۴)

اپنی دم پر پاؤں آیا تو کیسے تہذیب وشائستگی یاد آگئی اہلسنت کے امام یاد آگئے، مگر خود مسلمانوں کے ان آئمہ کو اور لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کے پیشواؤں کو جو منہ بھر بھر کر غلیظ سے غلیظ گالیاں دیں اس وقت تمہاری یہ تہذیب کہاں چلی گئی تھی؟ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس باب میں نواب احمد رضا خان، حشمت علی رضوی سمیت سارے اکابر واصاغر ابلیس کی شاگردی، دجال کی قائم مقامی اور ابوجہل کی نیابت کے فرائض خوب ادا کر رہے ہیں۔

## علمائے دیوبند کے بارے میں فتاویٰ جات

محصل کلام یہ کہ ذکر کردہ شدھی مکھی پوری پڑ بحکم شریعت مطہرہ فرض اور ہر فرض سے اہم فرض ہے کہ فورا دیوبندیت بئیسہ اور اپنے

کفریات مذکورہ خبیثہ سے علی الاعلان توبہ کرکے ازسرنو اسلام لائے، سنّی مسلمان بن جائے، اس کی جورو اس کے نکاح سے نکل چکی ہے، اگر جورو رکھنا چاہے تو ازسرنو اس کی مرضی سے نئے مہر پر اس کے ساتھ دوبارہ نکاح کرے، ورنہ جماع زنائے خالص ہوگا اور اس کی جو اولاد ہوگی حرامی اور اولاد الزنا ہوگی اور جب تک تھانوی، انبیٹھی، گنگوہی، نانوتوی چاروں کبرائے طائفہ دیوبندیہ کا بحکم شریعت مطہرہ کافر، مرتد، بے دین ہونا اور اس سے اپنی برأت و بیزاری لکھ کر اپنے دستخط اس پر نہ دے اس وقت تک سنّی مسلمانوں پر اس کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا حرام اس کے ساتھ کھانا پینا حرام اس کے ساتھ بیاہ شادی حرام وہ راستے گلی میں مل جائے تو اس کو سلام کرنا حرام وہ بیمار پڑے تو اس کو دیکھنے جانا حرام وہ مرجائے تو اس کے جنازے پر حاضر ہونا حرام اس کے پیچھے نماز پڑھنا حرام اس کے جنازے پر نماز پڑھنا حرام۔ (فتاویٰ حشمتیہ ص ۳۶۶)

ان کو امام بنانا ان کی اقتدا کرنا اور ان کے ساتھ میل جول سلام کلام ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا سب حرام اور عقیدے میں متفق ہوکر ان کو مسلمان سمجھ کر یہ افعال کرے گا تو وہ کافر ہوجائے گا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل جائے گی اس کی ساری عبادتیں برباد ہوجائیں گی اس کی بیعت ٹوٹ جائے گی آئندہ نہ وہ مرید کرسکتا ہے نہ اس کا کوئی مرید ہوسکتا ہے۔ اس کے اوپر توبہ صحیحہ شرعیہ لازم اور توبہ کرنے کے بعد اسلام لانے کے بعد بھی وہ مرید نہیں کرسکتا بلکہ وہ اپنے مرشد برحق سے دوبارہ اجازت وخلافت حاصل کرے اور دوبارہ مرید ہو تو پھر مرید کرسکتا ہے اور جو مرید ہوچکے تھے ان سب کی بیعت بھی ٹوٹ گئی وہ جس مرشد برحق سے چاہیں دوبارہ مرید ہوسکتے ہیں''۔ (فتاویٰ حشمتیہ ص ۳۰۷)

دیوبندی عالموں کی تعریف وتوصیف تعظیم وتکریم فضول منجرالی الکفر ہے کم ازکم حرام ہے ایسے شخص پر تجدید ایمان وتجدید نکاح احتیاطاً لازم۔ (فتاویٰ حشمتیہ ص ۳۱۷)

## حشمتی ڈیڑھ ورقی کا ردِ بلیغ بجواب برأۃ الابرار کا ردِ بلیغ

اہل السنۃ والجماعۃ کے اکابر کا ہر دور میں یہ امتیاز رہا ہے کہ وہ اہل باطل اور ان کے دلائل وتلبیسات کا مدلل جواب دیتے رہے ہیں۔ ہندوستان میں انگریز نے مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کیلئے اپنے جو نمائندے مسلمانوں ہی میں سے کھڑے کیے ان میں سے دو نام بہت نمایاں ہوئے ایک مرزا غلام احمد قادیانی اور دوسرے بریلی کے احمد رضا خان۔ احمد رضا خان نے اپنے والد مولوی نقی علی سے ہی گھر پر پڑھا اور وہ کوئی مستند عالم نہ تھے، احمد رضا خان کی خانقاہ کے سجادہ نشین اور رشتے دار مولوی سبحان رضا خان بڑے فخر سے لکھتے ہیں:

''آپ نے حصول تعلیم کیلئے کسی مدرسہ میں داخلہ نہیں لیا بلکہ جملہ علوم وفنون آپ نے اپنے والد گرامی حضرت مفتی نقی علی خان صاحب قبلہ سے حاصل کیئے''۔ (خیابان رضا ص ۱۸)

کم وبیش اسی قسم کی عبارت ''المیزان احمد رضا نمبر'' میں بھی موجود ہے جس میں فاضل بریلوی کے بارے میں اقرار ہے کہ آنجناب نے کسی مدرسہ سے نہیں پڑھا، امت کو آپ ایک عظیم تحفہ تفریق کی شکل میں دے کر گئے، آپ کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت پچاس سال اس جدوجہد میں منہمک رہے یہاں تک کے اہل سنت دو حصوں میں تقسیم ہوگئے دیوبندی اور بریلوی۔ (سوانح اعلیٰ حضرت از قاری

احمد بیلی بھیتی)

امت میں تفریق کا یہ کارنامہ جس کتاب کے ذریعے انجام دیا گیا اس سراپا کذب کتاب کا نام ''حسام الحرمین'' ہے، حیرت کی بات ہے کہ جس کتاب حسام الحرمین کے بارے میں الصوارم الہندیہ میں یہ جملہ لکھا ہے:۔

## کتاب لاریب فیہ

اس سے موجودہ دور کے بریلوی مناظرہ کرنے سے کتراتے ہیں، عوام کو بے وقوف بنانے کیلئے دن رات مناظروں اور گستاخی کے خود ساختہ نعرے لگاتے ہیں، مگر جب شرائط طے کرنے کی باری آتی ہے تو دم دبا کر راہِ فرار اختیار کرتے ہیں اس کی جیتی جاگتی مثالیں سعید اسد، حنیف قریشی، یوسف قصائی اور امجد رضا خانی کا مناظروں سے فرار ہے۔

حسام الحرمین کی تائید میں بریلوی حضرات کی طرف سے ہندوستان میں باقاعدہ ایک مہم چلائی گئی اور علاقے سے گنے چنے غیر معروف اکثر موچی قسم کے جنہیں علامہ فہامہ کے القابات دے کر ان کی تائید لے کر ایک کتاب بنام ''الصوارم الہندیہ'' شائع کی گئی جس کے مولف بدنام زمانہ دشنام طراز مولوی حشمت علی صاحب تھے، ان مولوی حشمت علی صاحب کا مختصر تعارف آگے آرہا ہے اور کہا گیا کہ دیکھو اتنے ہندوستانی علماء نے اہل سنت و جماعت کی تکفیر کردی، معاذ اللہ۔ علمائے اہل السنت والجماعت کی طرف سے اس کتاب الصوارم الہندیہ کے جواب میں ''براۃ الابرار'' نامی کتاب شائع کی گئی جس میں ہندوستان بھر کے (۶۰۰) سے زائد جید علماء کرام نے حسام الحرمین کا رد کیا، جب الصوارم الہندیہ کو طویل عرصہ کے بعد پاکستان میں شائع کیا گیا تو ضرورت محسوس ہوئی کے اس کے منہ توڑ جواب ''براۃ الابرار عن مکائد الاشرار'' کو بھی پوری آب و تاب کے ساتھ شائع کیا جائے، الحمد للہ اس عظیم کام کی سعادت اور کتاب کو دوبارہ شائع کرنے کی توفیق ''تحفظ نظریات اکابر دیوبند اکیڈمی'' کے مخلص اور سرگرم نوجوان ساتھیوں کو ملی۔

کتاب لاجواب ''براۃ الابرار'' کی اشاعت کے کچھ عرصہ کے بعد ''امریکی ڈالروں'' پر چلنے والی بریلی مشینری نے ایک بار پھر ''الصوارم الہندیہ'' کا جدید ایڈیشن شائع کیا اور اس کے ٹائٹل پیج پر یہ سرخی لکھی:

## اضافہ شدہ ایڈیشن الصوارم الہندیہ کے جواب ''براۃ الابرار'' کا ردِ بلیغ

ہمیں تعجب ہوا کہ پانچ سو سے زائد صفحات پر مشتمل براۃ الابرار کا ''ردِ بلیغ''......!!! مگر کتاب کی ضخامت میں کوئی فرق نہیں؟ یا الٰہی یہ کیا ماجرا ہے، بہرحال جب ورق گردانی شروع کی تو یہ عقدہ کھلا کہ کتاب کے آخر میں ایک ''ڈیڑھ ورقی''، مضمون کو براۃ الابرار کا رد بلیغ نام دیکر شامل کیا گیا جس پر بے ساختہ ہنسی کے ساتھ یہ محاورہ ذہن میں آگیا کہ چوہے کو پھٹکری کیا ملی، موصوف میڈیکل سٹور کھولنے نکل پڑے۔

اس ''ردِ بلیغ'' کا حقیقی ردِ بلیغ پڑھنے سے پہلے اس بات کو ذہن نشین کرلیں کہ الحمد للہ رضاخانیوں نے ''براۃ الابرار'' کو ''الصوارم الہندیہ'' کا جواب تسلیم کرلیا ہے اب ان رضاخانیوں سے ہمارا سوال ہے کہ جو عام عوام کو یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ دیکھو عرب کے اتنے علماء اور ہندوستان کے کم وبیش (۳۰۰) علماء نے علماء دیوبند پر کفر کا فتویٰ لگایا، لہٰذا انہیں مسلمان تسلیم کرنا کفر ہے یہ ایسے کافر ہیں کہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی معاذ اللہ کافر ہے کہ اگر (۳۰۰) نام نہاد علماء کی طرف سے فتویٰ تکفیر کی وجہ سے اعلام امت معاذ اللہ کافر ہیں تو ان نام نہاد علماء کے جواب میں ہندوستان بھر کے جو (۶۰۰) سے زائد مفتیان کرام و مشاہیر عظام نے یہ فتویٰ دیا کہ ان علماء کی تکفیر کرنا درست نہیں یہ حضرات

مسلمان بلکہ اولیاء امت ہیں آخر ان کا یہ فیصلہ تسلیم کیوں نہیں؟ اگر تین سو کے عدد سے ان کے ''کفر'' میں شک کرنے والا بھی کافر تو ''چھ سو'' کے فتوے سے ان کے ''اسلام'' میں شک کرنے والا کافر کیوں نہیں؟ بینوا توجروا

اس مضمون کے آخر میں لکھا گیا ہے :

''لہٰذا برأة الابرار کتاب ساری کی ساری مردود و نامعتبر ہوگئی کیونکہ مشرکوں کی تصنیف ہے''۔ (الصوارم الہندیہ ص:۱۵۵)

اب اسی اصول کو سامنے رکھ کر ذرا ہماری اس بات پر بھی توجہ فرمائیں کہ جس ''صاحبہ'' نے اس مضمون کو اپنے رسالے میں لگایا اور اغلب گمان یہی ہے کہ الصوارم الہندیہ کو شائع کرنے والے النوریہ الرضویہ لاہور والوں کو بھی یہ مضمون انہی ''صاحبہ'' کے توسط سے ملا ہوگا اور یہ صاحبہ اللہ پاک کے پیارے نبی کریم ﷺ کی محبوب سنت'' داڑھی مبارک'' سے بالکل محروم ہیں اور یہودیوں عیسائیوں انگریزوں اور عورتوں کی طرح ان کا چہرہ صفاچٹ ہے اب ذرا ایسے آدمی کی حقیقت رضاخانیوں کے پیرو مرشد (رضاخان) کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں:

**جدول ان سزاؤں وعیدوں مذمتوں کی جو داڑھی منڈانے کتروانے والوں کے حق میں آیات واحادیث ونصوص مذکورہ سے ثابت ہیں**

| | | |
|---|---|---|
| ۱/ اللہ و رسول کے نافرمان ہیں | ۲/ شیطان لعین کے محکوم ہیں | ۳/ سخت احمق ہیں |
| ۴/ اللہ ان سے بیزار | ۵/ رسول اللہ ﷺ بیزار ہیں | ۶/ رسول اللہ ﷺ کو ایسی صورت دیکھنے سے کراہت آتی ہے |
| ۷/ یہودی صورت ہیں | ۸/ نصرانی وضع ہیں فرنگیوں سے مشابہ ہیں | ۹/ مجوس کے پیرو ہیں |
| ۱۰/ ہندوؤں کی صورت مشرکین کی سیرت ہیں | ۱۱/ مصطفی ﷺ کے گروہ سے نہیں | ۱۲/ انہیں اپنے ہم صورتوں نصاریٰ و یہود و مجوس و ہنود کے گروہ سے ہیں |
| ۱۳/ واجب التعزیر ہیں شہر بدر کرنے کے قابل ہیں | ۱۴/ مبدلین فطرت ہیں مغیر خلق اللہ ہیں | ۱۵/ زنانے مخنث ہیں، (صاحبہ کہنے کی وجہ بھی یہی تھی، از ناقل) |
| ۱۶/ خدا کے عہد شکن ہیں | ۱۷/ ذلیل و خوار ہیں | ۱۸/ گھناؤنے قابل نفرت ہیں |
| ۱۹/ مردود الشہادت ہیں | ۲۰/ پورے اسلام میں داخل نہ ہوئے | ۲۱/ ہلاکت میں ہیں مستحق بربادی ہیں |
| ۲۲/ دین کے بے بہرہ آخرت میں بے نصیب ہیں | ۲۳/ عذاب الٰہی کے منتظر ہیں | ۲۴/ اللہ عزوجل کو سخت دشمن و مبغوض ہیں |
| ۲۵/ صبح ہیں تو اللہ کے غضب میں شام ہیں تو اللہ کے غضب میں | ۲۶/ قیامت کے دن ان کی صورتیں بگاڑی جائیں گی | ۲۷/ اللہ و رسول کے ملعون ہیں دنیا و آخرت میں ملعون ہیں، اللہ و ملائکہ و بشر سب کی ان پر لعنت ہے فرشتوں نے ان کے لعنتی ہونے پر آمین کہی |
| ۲۸/ اللہ تعالیٰ ان پر نظر رحمت نہ فرمائے گا | ۲۹/ وہ بہشت میں نہ جائیں گے | ۳۰/ اللہ عزوجل انہیں جہنم میں ڈالے گا |

(المعة الضحی فی اعفاء اللحی۔ص:60-58۔مکتبہ فیضان مدینہ کراچی)

واہ خان صاحب واہ! ایسے تھوڑا ہی آپ کو "فتوؤں کی مشین گن" کا لقب ملا ہے بہرحال جو شخص ان تیس فتوؤں کا مستحق ہو تو ایسے "مردود الشہادت ملعون مخنث" کی طرف سے فراہم کئے گئے مضمون یا تحریر کا کیا اعتبار؟ تو لیجئے بغیر رد کے ہی نہ صرف حشمت علی رضوی کے مضمون کا رد ہوگیا، بلکہ اب تک "صاحبہ" کی طرف سے شائع کردہ تمام لٹریچر کا ان چند ورقوں سے "رد بلیغ" ہوگیا، الحمدللہ۔ مگر ہم بھی بھٹکے چور کو گھر تک پہنچا کر دم لیں گے، سو آیئے تفصیل کے ساتھ اب حشمت علی رضوی کے اس مضمون کا جائزہ لیتے ہیں **و اللہ المستعان !**

## مولوی حشمت علی کا مختصر جائزہ

مولوی حشمت علی کو رضاخانی بریلوی حضرات مظہر اعلیٰ حضرت امام المناظرین اور فاتح دیوبندیت کے جھوٹے القاب سے یاد کرتے ہیں، کسی نے موصوف کی شکستوں کا نظارہ کرنا ہو تو "فتوحات نعمانیہ" اٹھا کر دیکھ لے، اعلیٰ درجے کی بددیانتی اور بدگوئی موصوف کا خاصہ تھی، یہی گالم گلوچ اور شکست دیکھ کر مناظرہ سلانوالی میں مولانا کرم الدین دبیر صاحب جو اس وقت بریلوی مسلک کی طرف سے صدر مناظر تھے بریلویت سے توبہ تائب ہو گئے جس کی سب سے بڑی دلیل یہ تھی کہ اپنے بیٹے کو دارالعلوم دیوبند پڑھنے کیلئے بھیجا، ان کے تائب ہونے کا تذکرہ فوز المقال جلد اول ص ۵۳۷ پر موجود ہے۔

دوسروں کو کافر کہنا ان کی خوارک تھی، جس کا نمونہ "تجانب اہل السنت" جیسی بدنام زمانہ کتاب پر موصوف کی تقریظ کی صورت میں ہے، حقیقت میں یہ کتاب موصوف ہی نے لکھوائی تھی اس کتاب میں جس بے دردی سے کفر کے فتوے دیے گئے کہ الامان والحفیظ رضاخانیوں کی کفر سازیوں کی تفصیل پڑھنے کیلئے دیکھئے کتاب تکفیری افسانے بنام رضاخانیوں کی کفر سازیاں، مطبوعہ تحفظ نظریات اکابر دیوبند اکیڈمی۔

آیئے دیکھئے مولوی حشمت علی کے بارے میں خود ان کی تحریرات اور ہم مسلک علماء کیا کہتے ہیں، بریلوی مسلک کے مشہور عالم علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

"مولوی حشمت علی غیر معتبر ہیں اور بریلوی مسلک کے ترجمان نہیں۔" (مقالات سعیدی، ص ۲۶۸)

اس ایک حوالے سے سارا قصہ ہی تمام ہوا کہ جب برأة الابرار کا نام نہاد رد لکھنے والا ہی غیر معتبر ہے تو اس کے جواب کی کوئی حیثیت نہیں، نہ ہی الصوارم الہندیہ کی کوئی حیثیت رہی، مگر اصل تماشہ ابھی باقی ہے!!

## مولوی حشمت علی کا جائزہ، مولانا احمد رضا خان کے فتوے کی روشنی میں:

مولوی حشمت علی نے جون ۱۹۴۶ء میں کچھ تقریریں کی ان تقریروں کی صفائی کیلئے مولوی حشمت علی کو فیض آباد کے مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہونا پڑا، اس میں مولوی حشمت علی نے حلف اٹھا کر زبانی بھی بیان دیا اور تحریری بیان بھی کچہری میں پیش کیا، اس بیان میں موصوف ارشاد فرماتے ہیں:

"میں نے اپنی کسی تقریر میں یہ جملہ بھی نہ کہا کہ مستغیثان نے حلفاً بیان کئے اور مولوی اشرف علی تھانوی و مولوی خلیل احمد انبیٹھوی و مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی محمد قاسم نانوتوی و مولوی عبدالشکور کا فر مرتد بے دین، وہابی اور دیو کے بندے ہیں نہ کبھی

یہ کلمات اس طرح استعمال کرتا ہوں۔" ( امام احمد رضا اور ان کے مخالفین۔ص ۲۵۲)

نیز اسی بیان میں مولوی حشمت علی نے یہ موقف اختیار کیا کہ اس نے حضرات اربعہ پر از خود جملے نہیں کہے، اس نے صرف کتاب حسام الحرمین پڑھ کر حکم نقل کئے ہیں، دیکھئے ص ۲۶۶ تا ۲۶۸، ۲۷۴۔

آخر میں یہی مولوی حشمت علی انگریز سرکار سے اپنی وفاداری کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے، اپنے تقریر کرنے اور علمائے اہل السنت کے خلاف بولنے کی مثال اپنے اوپر کرتے ہوئے بولتا ہے:

"وہ صرف اوس (اصل حوالے میں ایسے ہی لکھا ہے) فرض منصبی کو بکمال مستعدی و ہوشیاری بجا لاتا ہے، جو اُس پر اُسکی "سرکار" کی طرف سے مقرر ہے جسکے خزانہ عامرہ سے وہ تنخواہ پاتا ہے گلیوں، کوچوں، محلوں بازاروں میں گشت کر کے چلاتا ہے، شور مچاتا ہے سونے والوں کو جگاتا ہے اور اس طرح اپنی "سرکار" بلند وقار کی رعایا کے گھروں کو چوروں ڈاکوؤں کی دست برد سے اور خود ان چوروں ڈاکوؤں کو چوری کرنے ڈاکا ڈالنے کی ذلیل حرکتوں سے بچاتا ہے اور حسن کارکردگی کے صلے میں انعام و اکرام اور "وفادار سرکار" کا خطاب پاتا ہے"۔ (۲۷۱)

تذکرۃ الرشید میں سرکار کے لفظ کا انگریز کا ترجمہ کرنے والے یوسف قصائی، حسن علی رضوی اور اس کی قبیل کے دیگر افراد کو آنکھیں کھول کر یہ عبارت پڑھنی چاہیئے جس میں حشمت علی نے کافر مجسٹریٹ کو یہ مقام دیا ہے کہ میں پرانا کفار کا وفادار ہوں اور انہی کے ایجنڈے پر کام کر رہا ہوں اور تنخواہ بھی اسی سے لیتا ہوں اس لئے میرے خلاف دائر مقدمے کو خارج کر دو!

قارئین! یہ ذہن میں رہے کہ حضرات اربعہ کے عدم تکفیر اور عدم ارتداد کا قول جو مولوی حشمت علی نے حلف اٹھا کر جمع کرایا یہ الصوارم الہندیہ کے بعد کا ہے اور اس پورے بیان میں ان حضرات کی عبارات کو گستاخی تو کہا گیا ہے مگر کافر نہیں بلکہ یہ اقرار ہے:

"نہ کبھی یہ کلمات اس طرح استعمال کرتا ہوں"

مولوی حشمت علی نے برأۃ الابرار کا جواب لکھتے ہوئے جملہ لکھا ہے:

"چاہ کن را چاہ در پیش **ولا یحیق المکر السیء الا باھلہ**

برا مکر کرنے والے کا مکر خود اسی پر پلٹ پڑتا ہے"۔ (بحوالہ الصوارم الہندیہ ص ۱۵۵)

مولوی حشمت علی نے جو کفر کی دلدل دوسروں کیلئے کھودی وہ خود اس کا شکار ہو گئے وہ ایسے کہ مولوی احمد رضا خان کا واضح فتویٰ ہے کہ جو حضرات اربعہ کے کفر میں شک کرے وہ کافر ہے، مولوی حشمت علی نے تو سرے سے برأت ہی کر دی کہ کلمات میں گستاخی ہے مگر میں کافر نہیں کہتا۔ (ص ۲۵۲ امام احمد رضا اور ان کے مخالفین) ہم سمجھتے ہیں کہ الصوارم الہندیہ کا رد خود مولوی حشمت علی نے ان الفاظ میں کر دیا اور آخر میں کفار سرکار سے وفاداری کا اظہار، اس کتاب "امام احمد رضا اور ان کے مخالفین المعروف سوانح اعلیٰ حضرت" کے اوپر تقریظ ناول نگار ارشد قادری صاحب کی ہے اور وہ مصنف کے بارے میں لکھتا ہے۔

"حضرت علامہ مولانا بدر الدین احمد قادری گورکھپوری زید مجدہم اپنی جماعت کے متدین علماء میں شمار کئے جاتے ہیں...... حضرت ممدوح کی یہ پہلی کتاب ہے جو قبول عام کی عزت سے سرفراز ہوئی...... اعلیٰ حضرت پر لکھنے والے سارے اہل قلم نے اسے پورے اعتماد کے ساتھ ماخذ کی حیثیت سے استعمال کیا۔ (ص ۶۔۷)

ارشد قادری صاحب نے بھی اس کتاب کی تعریف کر کے اپنے حسام الحرمین کے فتوی کے فتوائے کفر کا وہ ٹکٹ کٹوا لیا جو حشمت علی نے اپنے اوپر ''مجسٹریٹ'' کے سامنے حضرات اربعہ کی تکفیر سے برأت کر کے لگوایا کہ **من شك في كفره فقد كفر... ولا حول ولا قوة الا بالله!!!!**

## اب ذرا اس جھوٹ کو بھی ملاحظہ فرمالیں:

بدر الدین رضوی نے حشمت علی رضوی کا جو بیان پیش کیا اس میں صاف لکھا ہے کہ ''میں نے اپنی کسی تقریر میں یہ جملہ بھی نہ کہا کہ مستغیثان نے حلفاً بیان کئے اور مولوی اشرف علی تھانوی و مولوی خلیل احمد انبیٹھوی و مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی محمد قاسم نانوتوی و مولوی عبد الشکور کافر مرتد بے دین، وہابی اور دیو کے بندے ہیں نہ کبھی یہ کلمات اس طرح استعمال کرتا ہوں۔'' (امام احمد رضا اور ان کے مخالفین ص ۲۵۲)

مگر جب ان کے بھائی نے ان کی سوانح لکھی تو اسی مقدمے کے بارے میں کس صفائی سے جھوٹ بولا ملاحظہ ہو:

''بہر حال حضرت نے بیان دعویٰ کے الفاظ سے انکار نہیں کیا ہے بلکہ خود اقرار فرمایا ہے کہ ان پانچوں مولویوں (حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی'' محدث اعظم حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری'' حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب'' فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی'' ، فاتح رضاخانیت حضرت مولانا عبد الشکور لکھنوی'' ، ساجد) کو میں نے اپنی تقریر میں کافر، مرتد، بے دین وہابی کہا ہے''۔ (سوانح شیر بیشہ، ص ۱۵۶)

یہ ہے ان لوگوں کی دیانت و صداقت کا حال کہ مجسٹریٹ کے سامنے بھیگی بلی بن کر کہا جاتا ہے کہ ہم نے تو ان کو بھی کافر نہیں کہا نہ کافر کہنے والے الفاظ میں استعمال کرتا ہوں اور بعد میں جب سوانح مرتب کرنے کا وقت آیا تو کس ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ بولا جا رہا ہے کہ مجسٹریٹ کے سامنے ان کو کافر مرتد، بے دین وہابی کہا......شرم......شرم......شرم......

## ایک اور جھلک:

یہ وہی مولوی حشمت علی ہے جس نے بریلویوں کے نام نہاد محدث، کچھوچھوی پر کفر کا فتویٰ لگایا بریلویوں میں جو لوگ محدث کچھوچھوی کی تعریف کرتے ہیں اور مسلمان جانتے ہیں، وہ مولوی حشمت علی کے فتوے کی رو سے حسام الحرمین میں بیان کردہ بریلوی اصول کی روشنی میں کافر بنیں گے مولوی حشمت علی نے یہ فتویٰ اپنی کتاب ''ستر باادب سوالات'' میں لگایا، اس کی تفصیل پڑھنے کیلئے دیکھئے ''انکشاف حق'' اور ''حشمت علی کا تکفیری فتویٰ''۔ وہ لوگ جو کچھوچھوی کو اپنا امام مانتے ہیں ان کی مختصر فہرست ''نوادرات محدث اعظم'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے، اب رضاخانیوں کے پاس دو ہی طریقے ہیں یا تو کچھوچھوی کو بچالو یا مولوی حشمت علی کو!!!!......حشمت علی کو بچاتے ہو تو ساری رضاخانیت کے سرکردہ علماء کافر بنتے ہیں اور کچھوچھوی کو بچاتے ہو تو بریلوی اصول تکفیر کی رو سے مولوی حشمت علی کافر بنتا ہے اور اگر ایسا ہوتا ہے تو صوارم اور براۃ الابرار کے رد میں اس کے لکھے ہوئے نام نہاد جواب کی کوئی حیثیت نہیں رہتی، اسی حشمت علی کا ضابطہ ہے چنانچہ اپنے مضمون میں لکھتا ہے:

''کتاب ساری کی ساری مردود و نامعتبر ہوگئی کیونکہ مشرکوں کی تصنیف ہے''۔ (الصوارم الہندیہ۔ ص: ۱۵۵)

ویسے مولوی حشمت علی نے اچھا اصول دیا ہے، اسی کے اصول کے تحت یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر مولف کو مشرک ثابت کر دو تو کتاب ناقابل

اعتبار، اس قاعدے کے تحت بریلوی رضاخانیوں کو اپنی خیر منانی چاہیئے، مولوی حشمت علی نے سچ کہا کہ برا مکر کرنے والے کا مکر خود اسی پر لوٹ پڑتا ہے، **فاعتبروا یا اولی الابصار**

## آمدم برسرِ مطلب:

حشمت علی نے برأۃ الابرار پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اسی کتاب کے صفحہ ۵۷ پر نیچر صاحب لکھتے ہیں ملک الموت اور شیطان مردود کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا نص قطعی سے ثابت ہے اور محفل میلاد میں جناب خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا تشریف لانا نص قطعی سے ثابت نہیں ہے......اور طرہ یہ کہ اسی کفری مضمون کو براہین قاطعہ کی اس صفحہ ۵۱ والی کفری عبارت کا مطلب بتایا ہے''۔ (الصوارم الہندیہ۔ص: ۱۵۳، ۱۵۴)

آگے لکھتے ہیں:

ان سب حضرات کا عقیدہ اس عبارت سے یہ ثابت ہوگیا کہ وہ حضرت ملک الموت علیہ الصلاۃ والسلام اور شیطان لعین کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا نص قطعی سے ثابت مانتے ہیں، لیکن جو شخص رسول اللہ ﷺ کو یہ مانے کہ جہاں محفل میلاد شریف ہوتی ہے وہاں بحکم الٰہی تشریف فرما ہوتے ہیں اس بے چارے کو یہ حضرات وہابیہ دیوبندیہ مشرک و بے ایمان جانتے ہیں **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔ (الصوارم الہندیہ۔ص: ۱۵۴)

## جواب:

افسوس مولوی حشمت علی نے اسی دھوکے اور دجل کا مظاہرہ کیا جس کا مظاہرہ مولوی احمد رضا خان نے حسام الحرمین میں کیا تھا۔

## پس منظر:

قارئین کرام! اہل السنۃ والجماعۃ میں سے مولانا عبد الجبار عمر پوری نے ایک استفتاء کے جواب میں لکھا تھا کہ:

''آنحضرت ﷺ کا محفل میلاد میں تشریف لانے کا اعتقاد کرنا شرک ہے اس لیے کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی صفت خداوند تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، خداوند تعالیٰ نے اپنی خاص صفت کسی دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی۔''

یہ فتویٰ جب مولوی عبد السمیع رامپوری کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس کے جواب میں کتاب لکھی جس کا نام ''انوار ساطعہ'' رکھا جس کے اوپر مولوی احمد رضا خان کی تقریظ موجود ہے۔ اس انوار ساطعہ کے جواب میں ''براہین قاطعہ'' لکھی گئی جو مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے لکھی۔ مولوی عبد السمیع رام پوری نے مولانا عبد الجبار عمر پوری کی اس عبارت کہ- اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص صفت کسی کو عطا نہیں کی- کا رد کرتے ہوئے لکھا کہ:

''اللہ تعالیٰ کی صفت اسی طرح اور اسی حقیقت سے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے دوسرے میں نہیں ہوتی اور خصوصیت کے یہ معنیٰ ہیں کہ **یوجد فیه ولا یوجد فی غیره** اور روئے زمین پر کل جگہ موجود ہو جانا تو کچھ خاص مخصوص خدا کے ساتھ نہیں......ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ملک الموت ہر جگہ حاضر ہے بھلا ملک الموت تو ایک فرشتہ مقرب ہے دیکھو شیطان ہر جگہ موجود ہے...... یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دیدی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے۔

(انوارِ ساطعہ ص:۳۵۹)

مولوی عبدالسمیع رامپوری کی اس عبارت سے تین باتیں پتہ چلیں:

۱۔ بریلویوں کے نزدیک ہر جگہ حاضر ناظر ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ نہیں۔

۲۔ ملک الموت اور شیطان ملعون ہر جگہ حاضر ہیں۔

۳۔ زمین میں یہ قدرت شیطان اور ملک الموت کو اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔

اب ملاحظہ فرمائیں برأۃ الابرار کی عبارت جو کے مولوی حشمت علی نے نامکمل نقل کی۔

''اسی قصہ (حضرت ابراہیم علیہ والسلام والا) کے مطابق جب اہل السنۃ سے مولوی عبد الجبار صاحب عمر پوری نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کا محفل میلاد میں تشریف لانے کا اعتقاد کرنا شرک ہے اس لیے کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی صفت خداوند تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، خداوند تعالیٰ نے اپنی خاص صفت کسی دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری نے کہا کہ حاضر و ناظر ہونے کی صفت خداوند تعالیٰ کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ دوسروں میں بھی پائی جاتی ہے، چنانچہ ملک اور شیطان ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ملک الموت اور شیطان مردود کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا نص قطعی سے ثابت اور محفل میلاد میں جناب خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا تشریف لانا نص قطعی سے ثابت نہیں ہے اس بات کو سن کر تمام اہل بدعت مثل نمرود مردود کے حیران رہ گئے''۔ (برأۃ الابرار ص ۵۹)

## وضاحتِ عبارت:

قارئین کرام! مؤلف کتاب برأۃ الابرار مولانا عبد الرؤف خانؒ نے اس عبارت سے پہلے براہین قاطعہ کا پس منظر بیان کیا ہے اور بے شمار جگہ اس بات کو بریلوی اہل بدعت کی انتہائی گستاخی کہا ہے کہ:

۱۔ بریلویوں نے شیطان اور ملک الموت کو حاضر ناظر مان کر اللہ جل شانہ کی صفت خاصہ کا انکار کر کے گستاخی کی۔

۲۔ بریلویوں نے شیطان کے حاضر و ناظر ہونے پر (نعوذ باللہ) پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظیم المرتبت ہستی کو قیاس کر کے انتہائی گستاخی کی۔

ان دونوں امور کے اوپر برأۃ الابرار سے ہی عبارات پیش خدمت ہیں جن سے واضح پتا چلتا ہے کہ مؤلف مولانا عبد الرؤف خان شیطان کو حاضر ماننے پر اور مقیس علیہ بنانے کو انتہائی گستاخی سمجھتے ہیں اور بریلویوں کے اصولوں کے مطابق یہی ان کا عقیدہ سمجھا جائے گا، ملاحظہ ہو:

۱۔ برادران اسلام! واضح ہو کہ مولوی عبد الجبار صاحب عمر پوری کا قول کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت کسی دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی بالکل صحیح ہے اس میں ذرہ برابر شک وشبہ نہیں اور مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری اس کے رد میں لکھتے ہیں کہ ملک الموت اور شیطان ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، اگر ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی صفت اللہ تعالیٰ شانہ کیلئے مخصوص ہوتی تو ملک الموت اور شیطان ہر جگہ حاضر و ناظر نہ ہوتا، دیکھئے حضرات! ذرا غور سے کہ یہ شخص (عبدالسمیع رامپوری) خداوند تعالیٰ کی مخصوص صفت کا انکار کر رہا ہے اور ملک الموت اور شیطان کو اللہ تعالیٰ شانہ کے مقابلہ میں لا کر اللہ تعالیٰ شانہ کی توہین کر رہا ہے جائے تعجب ہے، اس پر کوئی لعن طعن

نہیں کرتا، حالانکہ اللہ تعالیٰ شانہ کی وہ عالی شان ہے **ھو الاول و الاخر و الظاھر و الباطن** یعنی وہی اول ہے وہی آخر وہی ظاہر ہے وہی باطن وہ اپنی ذات اور صفات میں یکتا ہے **لیس کمثلہ شیء** یعنی اس کی مثال کوئی شے دنیا میں نہیں ہے۔ وہ خالق و مالک ہے ملک الموت اور شیطان لعین وغیرہ کو اللہ تعالیٰ شانہ نے پیدا کیا ہے، نعوذ باللہ ملک الموت اور شیطان علیہ اللعن اللہ تعالیٰ شانہ کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ شانہ کی مخصوص صفت اس میں کیسے ہو سکتی ہے۔ (برأۃ الابرار ص ۵۰)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

۲۔ برادران اسلام! واضح ہو کہ مولوی عبد السمیع رامپوری نے پہلے اللہ تعالیٰ شانہ کی مخصوص صفت کا انکار کیا اور وہی صفت ملک الموت اور شیطان لعین میں ثابت کر کے اللہ تعالیٰ شانہ کی توہین کی اور اللہ تعالیٰ شانہ اور ملک الموت اور شیطان لعین کے اندر کوئی فرق باقی نہیں رکھا برابر کر دیا، پھر یہاں تک بڑھے کہ ملک الموت اور شیطان کے ہر جگہ حاضر ہونے پر حضور اکرم ﷺ کے محفل میلاد میں تشریف لانے کا قیاس کر کے حضور اکرم ﷺ کی کھلی ہوئی توہین کی۔ ( برأۃ الابرار ص ۵۱)

۳۔ خلاصہ یہ کہ اس نے اللہ و رسول ﷺ کی سخت توہین کی اور اپنے اس عیب کو چھپانے کیلئے عوام میں اپنے آپ کو عاشق رسول ﷺ ظاہر کر کے محفل میلاد مع قیام کرنے لگا۔ (ص ۵۱ ایضاً)

۴۔ آپ علیہ السلام کے مقابلہ میں کون ہو سکتا ہے شیطان سے آپ کو افضل کہنا کھلی ہوئی توہین نہیں تو کیا ہے؟ یقیناً توہین ہے۔ (ایضاً ص ۵۳)

۵۔ مولوی عبد السمیع صاحب رامپوری نے اللہ تعالیٰ شانہ کی مخصوص صفت ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا انکار کیا اور وہی صفت ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی ملک الموت اور شیطان مردود کیلئے ثابت کر کے اللہ تعالیٰ شانہ کے برابر کر دیا یہ کھلی ہوئی بے ادبی اور گستاخی اور توہین اللہ تعالیٰ شانہ ہے، ملک الموت اور شیطان کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے پر جناب خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے محفل میلاد میں تشریف لانے کا قیاس کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کھلی ہوئی توہین اور گستاخی اور بے ادبی کی ہے۔ (ص ۵۹ ایضا)

قارئین کرام! یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ بریلویوں کے نزدیک شیطان اور ملک الموت جو ہر جگہ حاضر ناظر ہے وہ ان کے نزدیک اللہ کی عطا سے ہے چنانچہ مولوی عبد السمیع رامپوری لکھتا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دیدی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے''۔
(انوار ساطعہ ص: ۳۵۷)

چنانچہ ان تمام حوالہ جات سے یہ ثابت ہوا کہ شیطان کو ہر جگہ اللہ کی عطا سے حاضر ناظر سمجھنا بریلویوں کا عقیدہ ہے۔ (ان کے اصولوں کے تحت)

موجودہ دور کے بھی بریلوی حضرات شیطان کے اس خودساختہ مرتبے کا اظہار بڑی خوشی سے کرتے ہیں مثلاً مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں کہ:

''جب رب نے گمراہ کو اتنا علم دیا ہے کہ وہ (شیطان) ہر جگہ حاضر ناظر ہے''۔ (نور العرفان ص ۲۴۳)

مولانا ابوکلیم صدیق فانی صاحب مولوی عبدالسمیع رامپوری کی وکالت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اللہ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ان احادیث نبویہ اور بزرگان دین کے ارشاد کی روشنی میں اگر مولانا عبدالسمیع رامپوری نے درج ذیل عبارت لکھ دی ہے تو کون سا جرم کیا ہے جس کی وجہ سے تم نے آسمان سر پر اٹھالیا ہے''۔ (آئینہ اہل سنت ص ۴۱۲)

ان سب حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہر جگہ حاضر ناظر سمجھنا بریلویوں کا عقیدہ ہے۔ جس پر ان کے نزدیک آیات واحادیث موجود ہیں۔

اب آتے ہیں براۃ الابرار کی اصل عبارت کی طرف مولانا عبدالرؤف خان صاحبؒ نے اصل تنازعے کو ملخصاً بیان کیا اور اس میں مولوی عبدالسمیع رامپوری جو اہل بدعت میں سے ہیں کا عقیدہ ملخصاً لکھا اس کے بعد لکھا کہ:

''مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ملک الموت اور شیطان مردود کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا نص قطعی سے ثابت ہے اور محفل میلاد میں جناب خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا تشریف لانا نص قطعی سے ثابت نہیں ہے''

مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی طرف جو اس جملے کی نسبت کی گئی ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مولانا عبدالروف خان نے خلاصہ اور مفہوماً یہ بیان کیا ہے کہ مولوی عبدالسمیع رامپوری کا عقیدہ شیطان کو حاضر ناظر سمجھنے کا ہے ''مولانا خلیل احمدؒ'' نے الزامی طور پر حجت قائم کرتے ہوئے بریلویوں کو کہا کہ جب تمہارے نزدیک شیطان اور ملک الموت کا حاضر ناظر ہونا نص قطعی سے ہے (جیسا کہ اوپر باحوالہ گذر چکا ہے) تو تمہیں چاہئے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر ناظر ہونے پر بھی کوئی نص پیش کرو۔ مولانا عبدالرؤف خان جو کہ خلاصہ کے طور پر بات پیش کر رہے ہے اس لیے انہوں نے بریلویوں کے دلائل کا جواب الزامی طور پر قائم کیا کہ جب تمہارے نزدیک ایسا ہے کہ شیطان حاضر و ناظر ہے تو تمہیں چاہیئے کہ اپنے زعم کے مطابق کوئی نص یا دلیل آقا علیہ السلام کے محفل میلاد میں حاضر ہونے پر پیش کرو۔ چونکہ تمہارے پاس کوئی دلیل اس امر کی نہیں ہے لہٰذا پتا چلا کہ پہلا مقدمہ یعنی شیطان کا حاضر ناظر بھی باطل ہے۔

حاصل کلام یہ کہ شیطان کو حاضر ناظر سمجھنے کی بات الزامی حوالے کے طور پر کی گئی تھی نہ کہ یہ ہمارے قول ومسلک کے طور پر!!

## دلائل:

ہمارے اس جواب پر درج ذیل دلائل ہیں:

۱۔ تمام رضاخانیوں کو چیلنج ہے کہ وہ کہیں سے کوئی عبارت دکھادیں جس میں مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے شیطان کے حاضر ناظر ہونے کا قول کیا ہے۔

۲۔ ماقبل میں حوالے پیش کیے جاچکے ہیں جس میں اللہ کی عطا کردہ قدرت کے طور پر شیطان کو حاضر ناظر ماننا بریلویوں کا عقیدہ ثابت کیا گیا ہے۔ جب ان کا عقیدہ ہے تو ان ہی پر الزامی طور پر پیش کیا جائے گا۔

۳۔ مولانا عبدالرؤف خان کے پانچ حوالے پیش کیے جاچکے ہیں جس میں انہوں نے شیطان کے عطائی طور پر حاضر ناظر ماننے کے عقیدے کو بریلویوں کی انتہائی کھلی گستاخی قرار دیا ہے اور یہ عبارت جس پر اعتراض کیا گیا ہے وہ بھی مولانا عبدالرؤف خان صاحبؒ کی

ہے جو یقیناً انہوں نے بریلویوں کا رد کرتے ہوئے الزامی طور پر لکھی ہے۔ اپنے موقف کی تائید میں بریلوی حوالہ پیش خدمت ہیں:

## بریلوی حوالہ جات:

ا۔ بانی بریلوی مذہب مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں:

''عقیدہ وہ ہوتا ہے جو متون یا تراجم ابواب وفصول یا فہرست وفہذا الک عقائد میں لکھتے ہیں وہی اہل سنت کا معتقد ہوتا ہے وہی خود ان علماء دین کا معتمد ہوتا ہے ہنگامہ ذکر وابحاث مناظرہ جو کچھ ضمناً لکھ جاتے ہیں اس پر نہ اعتماد ہے نہ خود ان کا اعتقاد ہے''۔

(کلیات مکاتیب رضا ص ۱۳۶ ج ۱)

بریلوی مسلک کے مناظر اشرف سیالوی لکھتے ہیں:

''اس صورت میں اس جواب کا مدار الزام اور خصم پر ہے اور یہ جدلی انداز ہے، لہٰذا اس کو گستاخی اور کفر قرار نہیں دیا جا سکتا''۔

(مناظرہ جھنگ ص ۱۵۵)

آخر میں اتمام حجت کیلئے خود مولوی حشمت علی کی عبارت ہی پیش خدمت ہے، مولوی حشمت علی لکھتا ہے:

''حضرت ملک الموت علیہ الصلوٰۃ السلام (صلاۃ انبیاء کے ساتھ خاص ہے صرف تبعیت کے طور پر غیر نبی کیلئے استعمال ہو سکتا ہے، از ناقل) اور شیطان ملعون کے لیے تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا نص قطعی سے ثابت بتا دیا (یہ باحوالہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ یہ بریلویوں کا عقیدہ ہے، از ناقل) لیکن حضور اقدس محبوب خدا ﷺ کے صرف محفل میلاد اقدس ہی میں تشریف لانے کا نص قطعی سے ثبوت ہونے کا قطعاً انکار کر دیا اور طرہ یہ کہ اسی کفری مضمون کو براہین قاطعہ کی اس صفحہ ۵۱ والی کفری عبارت کا مطلب بتایا ہے (یہ بہتان ہے، از ناقل)''۔ (الصوارم الہندیہ۔ ص: ۱۵۳۔ ۱۵۴)

قارئین!! حشمت علی نے شیطان اور ملک الموت کے حاضر ناظر ہونے کو کفری مضمون کہا ہے اور ماقبل میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ یہ بریلویوں کا اپنا عقیدہ ہے جس کو حشمت علی نے کفریہ مضمون کہا یوں خود حشمت علی نے عبدالسمیع رامپوری اور دیگر بریلوی علماء کے حق میں کفر کا فتوی لگا دیا۔

بالفاظ دیگر خود اپنے الفاظ کی روشنی میں یوں پھنس گئے کہ چاہ کن چاہ درپیش ولا تحیق المکر السیئ الا باھلہ یعنی برا مکر کرنے والے کا مکر خود اسی پر پلٹ پڑتا ہے۔

(جاری ہے......)

**نوٹ:** مضمون کی پہلی قسط ''المختار'' کی معنوی اولاد النوریہ الرضویہ کے کتب فروش صوارم کے ناشر ''مختار اشرف'' کو ان کے بتائے ہوئے پتہ پر بھیجی جا رہی ہے، الحمدللہ! ہم نے رضاخانیوں کی طرح ''تقیہ'' نہیں کیا بلکہ ۲۳ مارچ کی عصر ان کو فون کر کے ساری صورتحال بتائی جس پر موصوف کافی ہڑ بڑائے ریکارڈنگ ہمارے پاس محفوظ ہے۔ امید کرتے ہیں کہ وہ انصاف و دیانت کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مضمون مکمل ہونے پر اسے بھی الصوارم الہندیہ کے آخر میں لگائیں گے۔

علی سبیل التسلیم:

ہمارا اصولی جواب تو وہی ہے جو آپ ما قبل میں پڑھ چکے ہیں مگر بالفرض ایک منٹ کیلئے اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ مولانا عبد الرؤف جگن پوری ؒ نے یہ عبارت الزامی طور پر نہیں لکھی بلکہ تحقیقی طور پر لکھی تب بھی اس عبارت پر شمتی اعتراض سوائے جہالت کے اور کچھ نہیں اس لئے کہ:

۱۔ فخر السادات، امام المجاہدین، امام الموحدین قاطع شرک و بدعت حضرت علامہ شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز تصنیف ''تقویۃ الایمان'' میں ''تصرف'' کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے وقت میں کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے، بلکہ اسی کا مخلوق اور بندہ سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے، مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا''۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۴۔ ۱۳ ا مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

آگے لکھتے ہیں کہ:

''سو سمجھنا چاہیے کہ شرک اسی پر موقوف نہیں کہ کسی کو اللہ کے برابر سمجھے اور اس کے مقابل جانے بلکہ شرک کے معنیٰ یہ کہ جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں اور اپنے بندوں پر نشان بندگی کے ٹھہرائے ہیں وہ چیزیں اور کسی کے واسطے کرنی جیسے سجدہ کرنا اور اس کے نام کا جانور کرنا اور اس کی منت ماننی اور مشکل کے وقت پکارنا اور ہر جگہ حاضر ناظر سمجھنا اور قدرت تصرف کی ثابت کرنا سو ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ پھر اس کو اللہ سے چھوٹا سمجھے اور اس کا مخلوق اور اسی کا بندہ اور اس بات میں اولیاء انبیاء میں اور جن و شیطان میں اور بھوت اور پری میں کچھ فرق نہیں یعنی جس سے کوئی یہ معاملہ کرے گا وہ مشرک ہو جائے گا۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۴)

حضرت شاہ صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ ''حاضر ناظر'' کی شرکیہ صورت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اب یہ بات تحقیق کی چاہیئے کہ اللہ صاحب نے کون کون سی چیزیں اپنے واسطے خاص کر رکھی ہیں کہ اس میں کسی کو شریک نہ کیا چاہیئے سو وہ باتیں بہت ساری ہیں مگر کئی باتوں کا ذکر کر دینا اور ان کو قرآن و حدیث سے ثابت کر دینا ضروری ہے اور باقی باتیں ان سے لوگ سمجھ لیں۔

سو اوّل بات یہ کہ ہر جگہ حاضر ناظر رہنا اور ہر چیز کی خبر ہر وقت برابر رکھنی دور ہو یا نزدیک ہو چھپی ہو یا کھلی، اندھیرے میں ہو یا اجالے میں، آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں، پہاڑوں کی چوٹی پر ہو یا سمندر کی تہہ میں یہ اللہ کی شان ہے۔'' (تقویۃ الایمان ص ۱۵)

آگے اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''اس اس قسم کی باتیں سب شرک ہیں اس کو اشراک فی العلم کہتے ہیں یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدہ سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے، خواہ یہ عقیدہ انبیاء و اولیاء سے رکھے خواہ پیر و شہید سے خواہ امام و امام زادہ، خواہ بھوت و پری سے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے......''

(تقویۃ الایمان ص ۱۵)

قارئین اہل السنۃ! حاضر و ناظر کی مکمل شرکیہ صورت مندرجہ بالا عبارات میں موجود ہے کہ ہر وقت، ہر جگہ کی خبر رکھنا ماننا ایسا ہر جگہ حاضر ناظر ماننا شرک ہے تو جناب حشمت علی خان صاحب رضا خانی کی یہ جہالت تھی کہ شرکیہ صورت کچھ اور تھی اور اس کو جوڑا کسی اور عبارت سے جا رہا ہے جو شرکیہ صورت بن ہی نہیں رہی!!

''کیا ناظرین!'' براۃ الابرار'' کی عبارت مندرجہ بالا عبارات سے شرکیہ صورت بنتی ہے؟'' ملک الموت اور شیطان مردود کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا نص قطعی سے ثابت ہے''۔ (براۃ الابرار)

اس عبارت میں کہیں بھی شیطان اور ملک الموت کیلئے وہ صورت بیان نہیں کی گئی جو تقویۃ الایمان میں تفصیل سے خدا تعالیٰ کیلئے ثابت کی گئی ہے۔ غرض یہ عبارات آپس میں کسی صورت میں بھی متضاد نظر نہیں آتی۔ ہم نے دونوں کتب کی عبارات کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

۲۔ شیطان اکیلے کو بھی ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں مانا جاتا بلکہ جہاں پر ایسے الفاظ ہماری اہلسنت کی کتاب میں اگر پائے جائے تو اس سے مراد'' شیطان اور اس کا پورا قبیلہ'' مراد ہوگا ہے جیسا کہ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۷ میں موجود ہے۔

''شیطان اور اس کی ذریات روئے زمین کے تمام بنی آدم کو دیکھتی ہیں''۔ (مقالات سعیدی ص ۵۶)

اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ

**ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم.** (تفسیر قرطبی جلد چہارم ص ۱۱۶)

اس کے علاوہ یہ روایت صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابو داؤد، ابن ماجہ، ابن حبان، مسند احمد وغیرہ کتب میں بھی موجود ہے۔

علامہ بدرالدین شبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

**" قال ابو بکر بن عبید: حدثنا احمد بن جمیل المروزی، حدثنا عبد اللہ بن المبارک ،انبانا سفیان عن عطاء بن السائب عن ابی عبد الرحمن السلمی عن ابی موسی الاشعری قال: اذا صبح ابلیس بث جنودہ فیقول: من اضل مسلماء البستہ التاج قال: فیقول لہ القائل: لم ازل بفلان حتی طلق امرأتہ قال: یوشك ان یتزوج ویقول الاخر: لم ازل بفلان حتی شرب۔ قال انت۔ قال: ویقول الاخر: لم ازل بفلان حتی زنی۔ فیقول۔ انت۔ ویقول الاخر: لم ازل بفلان حتی قتل۔ فیقول: انت انت۔** (آکام المرجان فی احکام الجان ص ۱۹۱)

آگے حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

**"وقدروی مسلم فی۔۔۔ من حدیث جابر سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: ان عرش ابلیس علی ال... فیفتنون بین الناس فاعظم... فعلت کذا و کذا۔ فیقول: ما صنعت... احدھم فیقول: فعلت کذا و کذا فیقول... حتی... بینہ و بین امرائۃ... منہ ویقول: نعم انت ذلک الذی تستحق الاکرام... ای نعم منک**

**وقد استدل به بعض... جو لذ کون فاعل فعل نعم مضمر أو هو قلیل۔** (ایضاً ص۱۹۱)

تو ہماری کتب میں جو بات مانی گئی ہے وہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔اس سے زیادہ کے قائل نہ ہم ہیں اور نہ ہمارے اکابر!...... اور جو چیز ثابت ہے اس کو شرک ہماری رو سے نہیں کہا جاتا ہاں جو چیز ثابت نہیں اگر وہ آپ لوگ مانیں گے تو ہم اس کو شرک کہیں گے اب آپ چاہے اس کو عطائی کہتے پھریں۔

۴۔ حشمت علی خان سے لے کر آج کے رضاخانی ملاں بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محفل میلاد میں تشریف لانے کی نص قطعی نہ پیش کر سکے،ان سے گذارش ہے کہ نص قطعی آپ پیش نہیں کر پائے اور شکوہ آپ لوگ ہم سے کرتے ہیں،مہربانی فرما کر نص قطعی پیش کر کے پھر اعتراض کریں،صرف خالی پانی میں مدھانی مارنے کی کوشش نہ کریں۔

۵۔ کیا آپ ملک الموت اور شیطان لعین اور اس کی ذریات کی اس وسعت کا نص سے ثابت ہونے کا انکار کرتے ہیں؟ کیا بریلوی علماء اس بات کا انکار کرتے ہیں؟

۶۔ شیطان سے کس کی محبت ہے اس کو ہم نے بریلوی کتب سے مندرجہ بالا حوالہ جات میں بیان کر دیا تھا کہ اگر بنیاد یہی ہے تو اپنے گھر میں جھانکو! مزید تفصیل دیکھنے کیلئے ’’ہدیہ بریلویت‘‘ (از مفتی محمد مجاہد صاحب مدظلہ) کتاب کا مطالعہ فرمائیں،یہ جملہ کیا ہماری کتاب میں ہے:

شیطان نہ ہوتا تو دنیا میں کچھ نہ ہوتا (رسائل نعیمیہ)

شیطان نماز پڑھتا ہے (ملفوظات)

شیطان حضرت آدم علیہ السلام کا استاد تھا (معلم تقریر)

شیطان موحد تھا (نور العرفان)

۷۔ تقویت الایمان کے فتوے سے ہمارے علماء مسلمان ہی ہیں مگر آپ کے بریلوی علماء قرآن واحادیث کی رو سے مشرک ضرور ثابت ہو چکے ہیں۔

اگر اس پر وضاحت درکار ہو تو ہم پیش کریں گے!!!!

## علمائے اہل سنّت دیوبند کے ساتھ مناظروں میں شرمناک شکستیں و ذلتیں

موصوف کے علمائے دیوبند کے ساتھ کئی مناظرے ہوئے،جن میں موصوف کو شرمناک و ذلت آمیز شکستوں کا سامنا کرنا پڑا،ان کا ہر مناظرہ ان کی جہالت،ڈھٹائی اور گندی زبان کا منہ بولتا ثبوت ہے،تفصیل کیلئے ’’فتوحات نعمانیہ‘‘ کا مطالعہ کریں،یہاں ہم ان ہی کے گھر کا ایک حوالہ پیش کر رہے ہیں،جس میں سلانوالی مناظرے میں بریلوی حضرات کے صدر مناظر حضرت مولانا کرم الدین دبیر صاحبؒ حشمت علی خان کی گندی زبان اور جہالتوں کو دیکھ کر بریلویت سے توبہ تائب ہوئے اور اپنے بیٹے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ کو دیوبند تعلیم کیلئے بھیج دیا۔

’’شیخ الاسلام والمسلمین مطلوب الطالبین حضرت مولانا محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی بار زیارت جلسہ مناظرہ موضع سلانوالی

ضلع سرگودھا میں ۶؍۱۹۳۶ء ہوئی تھی۔ اس وقت فقیر کی عمر ۱۷،۱۸ برس کی ہوگی اور واں بچھراں ضلع میانوالی میں استاد العلماء مولانا غلام یاسین صاحب سے ہم پڑھتے تھے، سلانوالی میں مسئلہ علم غیب پر مولانا حشمت علی صاحب لکھنوی (بریلوی) اور مولانا محمد منظور صاحب لکھنوی (دیوبندی) کے درمیان مناظرہ تھا، بریلوی جماعت کی طرف سے مولانا کرم الدین دبیر صاحب ساکن بھیں تحصیل وچکوال صدر مناظر تھے اور دیوبندی جماعت کی طرف سے مولانا عبدالحنان صاحب خطیب جامع مسجد آسٹریلیا لاہور صدر مناظرہ تھے۔ دو اسٹیج الگ الگ آمنے سامنے بنائے گئے تھے، اس وقت اپنا ذہن بریلویت کے قریب تر تھا، اس لئے فقیر بریلوی اسٹیج پر جا بیٹھا، قریب ہی ایک بزرگ تشریف فرما تھے، ایک آدمی نے بتایا کہ صاحبزادہ قمر الدین سیالوی ہیں، عام طور سے مناظرہ میں احقاق حق تو کم وبیش ہی نظر ہوتا ہے، ہر قیمت پر اپنی جیت ہی زیادہ پیش نظر ہوتی ہے اور مناظر جب کہیں پھنس جاتا ہے تو کمزور بات کو کڑاکے دار لہجہ میں بیان کرتا ہے جس کی عوام کالانعام سے تو خوب داد ملتی ہے، مگر اہل علم کو یہ چاپ دستی پسند نہیں آتی۔ مولانا حشمت علی صاحب عالم تو تھے مگر مناظر زیادہ تھے ادھر حضرت شیخ الاسلام سیالوی بڑے راسخ فی العلم اور منصف مزاج تھے اور ان کے پاس مولانا ظہور احمد بگوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ امیر حزب الانصار بھیرہ بیٹھے تھے تو جب مولانا حشمت علی صاحب علمیت سے گری ہوئی کوئی کمزور بات کرتے تو حضور سیالوی مولانا ظہور احمد صاحب کو اپنی علاقائی پنجابی میں فرماتے:

''دیکھ کھاں کیا چبل مریندا پیا اے''

یعنی دیکھو تو کیسی غلط بات کر رہے ہیں، دوسری طرف مولوی منظور بڑی متانت سے پختہ بات کرتے۔

مناظرہ ختم ہونے پر ہم تو واں بچھراں آگئے اور مولانا کرم دین دبیر صاحب بھیں چلے گئے، لیکن ان کے دل پر مولانا حشمت علی صاحب کے اس جملہ ''تو منظور میں ناظر، میں ناظر تو منظور'' کی بار بار تکرار، بہت ناگوار گزری اور منظور صاحب کی متانت بیانی اپنا اثر کرگئی، گھر پہنچ کر اپنے لڑکے قاضی مظہر حسین کو تفصیل مناظرہ سنائی، پھر اسی سال قاضی مظہر حسین کو خود دیوبند حضرت مدنی کے نام خط دے کر روانہ کر دیا کسی نے سچ کہا کہ...... انقلابات ہیں زمانے کے کل کے دشمن بنے ہیں آج سجن''۔

(فوز المقال فی خلفاء پیر سیال ج ۴ ص ۷ ۵۳)

جس آدمی کے بارے میں خود ان کے شمس الاسلام کہہ رہے ہوں کہ چبلیں مار رہا ہے اور ایسی جہالت کا مظاہرہ کر رہا ہو کہ اپنے ہی صدر مناظر سے ہاتھ دھونا پڑے، ایسے شکست خوردہ وجاہل مناظر کے بارے میں ان کی سوانح میں ان کے بھائی نے صفحے کے صفحے سیاہ کر ڈالے کہ فلاں جگہ دیوبندیوں سے مناظرہ جیت لیا فلاں جگہ جیت لیا، بلکہ جھوٹ کی انتہاء کہ ابھی میزان الصرف پڑھ رہے ہیں اور لکھنؤ میں بڑے بڑے دیوبندیوں کو شکست دے دی، شرم...... شرم...... شرم

اسی مناظرہ کے متعلق جو منہ بھر کر جھوٹ بولا وہ بھی ملاحظہ ہو:

''پنجاب میں راولپنڈی کے ضلع جہلم میں ایک مقام سلانوالی ہے وہاں مناظرہ مقرر ہوا اور اہلسنت کی جانب سے حضرت شیر بیشہ سنت مناظر مقرر ہوئے اور دیوبندی کی طرف سے وکیل تھانوی منظور سنبھلی مقرر ہوئے، اس مناظرہ میں منظور سنبھلی ایسے لاجواب اور عاجز ہوئے کہ آئندہ کیلئے مناظرہ سے توبہ کر گئے اور پھر کبھی مناظرہ کو نہ آئے''۔ (سوانح شیر بیشہ، ص ۱۵۲)

توبہ فاتح رضاخانیت حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں بلکہ بریلوی صدر مناظرہ حضرت مولانا کرم دین دبیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کی اور پورے بھیرہ کے بریلویوں نے توبہ کی کہ آئندہ ان کی طرف سے ان موضوعات پر کوئی گفتگو نہ ہوگی۔

(ملاحظہ ہو ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ جولائی ۱۹۳۷)

اس مناظرہ میں اہل بدعت کو کس قدر شرمناک شکست کا سامنا کرنا پڑا اور حضرت نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کس طرح مدلل انداز میں اپنا موقف قرآن وسنت سے پیش کیا اس کا ایک نمونہ اس زمانے کے ماہنامہ شمس الاسلام کے اس اقتباس میں ملاحظہ ہو:

''مناظرہ کے بعد خاکسار نے اپنے کانوں سے غیر مسلموں کو یہ کہتے سنا:

''مسلماناں دے پیغمبر نوں کجھ نہیں سی آندا۔قرآن نال ثابت کردتا''۔

(ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ جولائی ۱۹۳۷بحوالہ فوز المقال ج ۴ ص ۵۳۸)

چونکہ اقتباس بریلوی رسالے سے لیا گیا ہے لہذا ہم پر تو یہ حجت نہیں ،مگر بریلوی اصول کے تحت ایک غیر مسلم جس کی حیثیت غیر جانبدار کی سی ہوتی ہے نے مناظرہ کے بعد کھل کر اس بات کا اقرار کیا کہ مسلمانوں نے قرآن سے ثابت کر دیا کہ نبی کریم ﷺ کو علم غیب نہیں تھا،اگر حشمت علی رضوی قرآن سے نبی کریم ﷺ کا کلی علم غیب ثابت کر دیتے تو اس غیر مسلم کو یہ کہنے کی قطعاً نوبت پیش نہ آتی۔

# حشمت علی رضوی کی صفات وکردار

## (اپنے ہی ہم مسلک بدایونی علماء کے قلم سے)

''آیات واحادیث کا منکر، بے ایمان، مخنث، خاصیت ردباہ صفت معرکہ سے پشت دکھا کر بھاگنے والا، بھٹے ہی میں بیٹھا بیٹھا، دور ہی سے عزعز کر انگور کھٹے ہیں یا ابلق گدھے کی طرح تھان ہی پر ڈھینچوں ڈھینچوں، کفر وشرک والحاد وارتداد وزندقہ ونفاق کی لید ہگ، عالم میں گند پھیلانے والا، ہاتھی کے پیر کی تحریر کے معناء ہرن کا چکی کا پاٹ پیر میں باندھ کر کودنا سمجھنے والا پیر، بوجھ بجھکڑ، اپنے ہی مصنف حامض الاسنان کی معمولی سے معمولی عبارت اور اس کا ادنیٰ سے ادنیٰ سوال تک نہ صحیح پڑھ اور نہ سمجھ سکنے کی قابلیت رکھنے والا، اجہل الجہلاء مفتری، کذاب، دغاباز، مورد آیت کمثل الحمار اسفارا، مصد رحدیث **یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یضلونهم ویضلونکم**......اس کافر کو چاہیئے کہ اپنا منہ توے کی سیاہی سے کالا کرے، گدھے پر سوار ہو، پرانی جوتیوں کا ہار گلے میں ڈال کر چوک سے گذرتا محلہ در محلہ پھرتا بایں ہیئت کہ پیچھے پیچھے لونڈے تالیاں یہ کہتے ہوئے پیٹتے چلیں کہ بھڑ واہے بھڑوا......''(پشت خار در افتخار،ص ۲۰،۲۱)



# مولانا نعیم الدین مراد آبادی صاحب

موصوف کی ولادت ۲۱ر صفر ۱۳۰۰ھ بمطابق یکم جنوری ۱۸۸۳ء کو ہوئی۔ (حیات صدر الافاضل ص ۹) خان صاحب احمد رضا بریلی کی حمایت میں ایک مضمون لکھا تھا جس کے بعد خان صاحب بریلی نے اپنے پاس بلا لیا۔ (حیات صدر الافاضل ص ۱۰)

موصوف کے والد مولانا معین الدین صاحب اوائل میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت تھے۔ (بحوالہ حیات صدر الافاضل ص ۲۱)

چودہ سو سال میں علم غیب کے موضوع پر پہلی کتاب لکھی۔ (ملخصا حیات صدر الافاضل ص ۴۶)

اپنے پیش رو نواب احمد رضا خان کی طرح انگریز کے خلاف چلنے والی تحریک خلافت کے سخت دشمنوں میں سے تھے۔ اور ''خلافت کمیٹی کی فتنہ سازیاں'' کے عنوان سے مضامین بھی لکھے۔

ایک تنظیم آل انڈیا سنی کانفرنس بنائی تھی، اس کی حیثیت خود اپنوں میں کیا تھی، آل رسول میاں محمد برکاتی سے گلہ کرتے ہوئے ان کو خط لکھتے ہیں:

''اب چونکہ جناب کی طرف سے مسلمانوں کو سنی کانفرنس کی شرکت سے روکا جاتا ہے''۔ (مکاتیب صدر الافاضل ص ۸۹)

موصوف کے اپنے شاگرد عبد السلام نعیمی باندوی اس تنظیم سے اپنے لوگوں کی بے رغبتی کا یوں ذکر کرتے ہیں:

''علماء اہلسنت بالخصوص نعیمی اشرفی سنی کانفرنس کی تبلیغ سے قطعی غافل ہیں''۔ (مکاتیب ص ۱۷۶)

اس سنی کانفرنس کا بعد میں بریلویوں نے کیا حال کیا اس کی تمام تر تفصیل تحریک پاکستان کے عنوان سے آگے اپنے مقام پر آرہی ہے، نیز اس سنی کانفرنس کے خلاف مولوی حشمت علی رضوی نے ایک کتاب ''ستر با ادب سوالات'' لکھی ہے، انتہائی دلچسپ کتاب ہے مولوی مراد آبادی پر ستر ایرادات ایسے قائم کئے کہ موصوف ساری زندگی اس کے جوابات نہ دے سکے، رضوی صاحب نے انتہائی مضبوط دلائل سے اپنی اس کتاب میں یہ ثابت کیا کہ بریلوی مذہب خصوصا احمد رضا خان کے اصولوں کے مطابق آل انڈیا سنی کانفرنس اور اس کے صدر نعیم الدین مراد آبادی اور اس کے اہم عہدیدار بے دین، گمراہ، مرتدین و گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو چکے ہیں۔

## مناظرے سے فرار اور بہانے:

قارئین کرام! اپنے اکابر کی شان میں غلو، بے جا مبالغہ آرائی اور ان کی پارسائی میں جھوٹ اور مخالفین کو بدنام کرنے کیلئے ہر ممکن کذب بیانی سے کام لینا بریلوی حضرات کا وطیرہ ہے، ان موصوف کی تقدیس وطہارت کا سکہ بٹھانے کیلئے بھی رضاخانی سوانح نگاروں نے اپنے روایتی حربے استعمال کیے، چنانچہ فن مناظرہ میں ان کا کمال ثابت کرنے کیلئے یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ:

''مناظرہ میں وہ ید طولیٰ حاصل تھا، تمام کفار و بے دینوں سے مناظرہ فرماتے۔ عیسائی، آریہ، روافض، خوارج، قادیانی، وہابی، غیر مقلد، منکرین حدیث سب سے مناظرے کئے اور غلبہ پایا۔ (حیات صدر الافاضل ص ۲۶، ۲۷)

اور آگے ایک رام کہانی گڑھی کہ مولانا عبد الشکور کاکوروی نے مناظرہ کا چیلنج دیا حضرت کے آنے پر المدد یا پولیس (ملخصاً، ص ۳۱،۳۲) وغیرہ جیسی کئی الم غلم کہانیاں سوانح میں مذکور ہیں، ان واقعات میں کتنی حقیقت ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل چند خطوط سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے:

مولوی موصوف نے سستی شہرت حاصل کرنے کیلئے آل سعود کے حکمرانوں اور ان کے علماء کو ہند میں بیٹھ کر مناظرے کی دعوت دی اور اس دعوت کو مقامی اخبارات میں شایع کیا، ایک عام سی بات ہے کہ ایک ملک میں بیٹھ کر دوسرے ملک کے حکمرانوں اور علماء کو چیلنج دینا نہ تو ماضی میں ایسا کبھی ہوا ہے اور نہ عقلاً اس مناظرے کے انجام کی کوئی ترتیب بن سکتی ہے، ابھی حال ہی میں بریلوی کنز العلماء اشرف سیالوی آسیہ مسیح کے کیس پر اسلامی ریاست پاکستان کے چیف جسٹس کو مناظرے کا چیلنج دیتے رہے، مگر موصوف کو کسی نے گھاس تک نہ ڈالی تو بھلا کسی دوسرے ملک کے سیاسی لوگ کس طرح ایک غیر معروف آدمی کی دعوت مناظرہ پر توجہ دیتے؟

کچھ عرصہ پہلے سلطان المناظرین حضرت مولانا ابو ایوب قادری صاحب زید مجدہم نے حسام الحرمین پر اپنے ایک درس کے دوران علمائے بریلویہ کو مناظرے کا چیلنج دیا، پاکستان میں دیے گئے اس چیلنج کو پاکستان کی سرزمین پر تو کوئی قبول نہ کرسکا، البتہ ہندوستان کے کسی اختر رضا خان قادری نے اسے قبول کیا اور ہندوستان آنے کی دعوت دی کہ یہاں آکر مجھ سے مناظرہ کرلو اور سارا خرچ میرے ذمہ!......جس پر ہماری طرف سے کہا گیا کہ حق تو یہاں کے علماء کا بنتا ہے، لیکن چلیں ہم آپ کی دعوت پر آنے کو تیار ہیں لیکن پاسپورٹ، ویزا اور سفری ضروریات وانتظامی امور کا بندوبست کریں تو جواب ملا کہ جب یہاں پہنچو گے تو یہ سب کچھ کیا جائے گا! اب جو حضرات پاک وہند کا سفر کرتے ہیں ان کو اس سفر کی نزاکت اور حساسیت کا بخوبی علم ہے اور عملی طور پر یہ ممکن ہی نہیں کہ ہم ہند کی انتظامیہ کی مکمل اجازت کے بغیر وہاں جاسکیں، غرض بتلانے کا مقصد یہ ہے کہ اپنے ملک میں بیٹھ کر کسی دوسرے ملک کے عالم کو اور وہ بھی حکومتی ارکان کو دعوت مناظرہ دینا ایک مضحکہ خیز امر ہے، بہرحال موصوف نے یہ اعلان ان الفاظ میں شایع کیا:

''الحمد للّٰہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

امابعد والی نجد کو معلوم ہو کہ مقابر ومساجد کا ڈھانا مشاہد کی اہانت مسلمانوں کا قتل اور انہیں لوٹنا اور ان کی تکفیر اور ارض حجاز پر تسلط اور اس میں بادشاہ بن بیٹھنا وغیرہ تمام افعال جن سے تمام عالم اسلامی زیروزبر ہورہا ہے، شرعاً بالکل ناروا اور ناجائز ہیں۔

اخباروں سے معلوم ہوا کہ تم نے یہ افعال اپنے علماء کے امر سے کئے، ہم تمہیں مطلع کرتے ہیں کہ وہ علماء باطل پر ہیں اور ہم ان سے مناظرہ کیلئے آمادہ ہیں، اگر انہیں ہمت ہو اور وہ اپنے آپ کو حق پر گمان کرتے ہوں تو ہم سے مناظرہ کرلیں اور جب تک فیصلہ کن مناظرہ نہ ہولے تم اس قسم کے افعال سے باز رہو''۔ (مکاتیب صدر الافاضل، ص ۷۶)

اس کے جواب میں اہلحدیث عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم نے اس اعلان کا ایک انتہائی معقول جواب دیا کہ ایسا ممکن نہیں البتہ میں آپ ہی کے ملک میں ہوں مجھ سے ان اختلافی امور پر مناظرہ کیا جاسکتا ہے، موصوف کا معقول ومدلل جواب ان الفاظ میں تھا:

''آپ کا تار بنام جلالۃ العلم ابن سعود اخبار سیاست مورخہ ۳۰؍ستمبر ۱۹۲۶ء میں تھا۔ جس میں آپ نے مسائل اختلافیہ میں علماء نجد کے ساتھ مباحثہ کرنے کی درخواست کی ہے، اس کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ نہ علماء نجد یہاں آئیں نہ آپ وہاں جائیں، اس

لئے آسان صورت یہ ہے کہ یہاں ہی مباحثہ کرلیں، علماء نجد کی طرف سے خادم توحید وسنت حاضر ہے، اختلافی مسائل کی فہرست پہلے لکھی جائے گی، استدلال میں قرآن وحدیث پیش ہوں گے اور تائید میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول پیش ہو سکے گا، امید ہے کہ آپ اس صورت کو تسلیم کرلیں گے اور اگر علماء نجد ہی پر اصرار کریں گے تو لوگ کہیں گے ؎

تا تریاق از عراق آوردہ شود　　　مار گزیدہ مردہ شود“

(مکاتیب صدر الافاضل، ص ۱۷۹)

ملاحظہ فرمائیں اس اصولی جواب کے جواب الجواب کے طور پر نعیم الدین مرادآبادی صاحب کا حق صرف یہ تھا کہ امرتسری صاحب سے علمائے نجد کی وکالت ونمائندگی کا مطالبہ کرتے، مگر مناظرے سے فرار کیلئے کس قدر مضحکہ خیز اور لایعنی شرط لگائی گئی ملاحظہ فرمائیں:

”بنام جناب مولوی ثناء اللہ صاحب ناظم اہل حدیث کانفرنس

**الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی حبیبہ خاتم النبیین**

آپ کی رجسٹری محررہ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ ۲۴ ماہ مبارک بروز شنبہ سہ پہر کو ایسے وقت میں موصول ہوئی کہ رجسٹری روانہ کرنے کا وقت نہ رہا تھا، دوسرے دن یک شنبہ تھا جس میں ڈاک خانہ رجسٹری نہیں لیتا، آج جواب حاضر کرتا ہوں، اخباروں کو جو اطلاع دی گئی تھی اس میں انگریزی کرنے والے نے اعلان کا خلاصہ لکھ دیا ہے، میں آپ کے پاس اصل اعلان کا ترجمہ بھیجتا ہوں جو ابن سعود کے پاس بھیجا گیا ہے، جناب کا یہ خیال کہ علماء نجد مناظرہ کیلئے نہیں آئیں گے، ممکن ہے صحیح ہو اور آپ کے ان کے قریب کے سفر میں جو تجربے ہوئے ہوں ان سے نتیجہ نکالنے میں آپ حق بجانب ہوں، لیکن میری نسبت یہ حکم کردینا کہ میں بھی نہ جاؤں گا علم غیب کا غلط دعویٰ ہے، نجدی مناظرہ کیلئے تیار ہو تو جو مقام مناظرہ مقرر ہو وہاں میں مناظرہ کیلئے حاضر ہونے کے واسطے بے تامل تیار ہوں، ان شاء اللہ تعالیٰ آپ اس اعلان پر نظر ڈالنے کے بعد اگر مسائل مذکورہ اعلان میں مناظرہ کیلئے تیار ہیں اور اطمینان دلائیں کہ آپ کا قبول وعدول ابن سعود کو مسلم ہوگا اور اگر آپ اس کے افعال کو شرعاً حق ثابت نہ کر سکے تو ابن سعود ان سے باز رہے گا اور جن میں تلافی ممکن ہے ان کی تلافی کرے گا، مسائل مذکورہ میں اس کا تسلط حجاز بھی ہے، اگر آپ اس کو حق ثابت نہ کر سکے تو ابن سعود اپنا تسلط اٹھالے گا اور اس پر حجت تمام ہوجائے گی ایسی صورت میں آپ سے بھی مناظرہ کیلئے تیار ہوں امید ہے کہ آپ ایسا اطمینان دلانے میں جلدی کریں گے اور مجھے مطلع کریں گے کہ ابن سعود کی جانب سے آپ کی کیا حیثیت ہے۔

محمد نعیم الدین از مرادآباد

۲۶ ربیع الاول ۱۳۴۵“

(مکاتیب صدر الافاضل، ص ۵۲، ۵۳)

اول تو امرتسری صاحب مرحوم نے یہ کہیں نہیں کہا کہ علمائے نجد آپ سے مناظرہ نہیں کرسکتے یا آپ ان سے مناظرے کیلئے نہیں آسکتے، یہ مرادآبادی صاحب کا جھوٹ ہے، امرتسری صاحب کی بات کا مطلب صاف اور سیدھا صرف یہ ہے کہ نہ ان علماء کو یہاں آنے کی ضرورت ہے اور نہ آپ کو کہیں جانے کی، مناظرہ ہی کرنا ہے تو ان علماء کی طرف سے مجھے نمائندہ مان کر مجھ سے مناظرہ کرلیں۔

اب اس کے جواب میں گلو خلاصی کیلئے مراد آبادی صاحب یہ شرط لگاتے ہیں کہ آپ کے ہارنے پر آل سعود کو حکومت چھوڑنی پڑے گی، اپنے غیر شرعی کاموں کی تلافی کرنی پڑے گی، کیا مناظرے اس قسم کی بھونڈی شرائط پر کئے جاتے ہیں؟ کیا حکومتیں مناظروں پر برخاست کی جاتی ہیں؟ کیا آج بریلوی علماء پاکستان کے حکمرانوں یا قاضیوں اور جرنیلوں سے انہی شرائط پر مناظرہ کرنے کیلئے تیار ہیں؟

آج کے دور میں اس کی مثال ایسے بن سکتی ہے کہ جلالی صاحب چیف جسٹس صاحب سے کہیں کہ آسیہ ملعونہ کے کیس میں میں پیش ہونے کو تیار ہوں مگر اس شرط پر کہ کیس جیتنے کی صورت میں چیف جسٹس کو اپنی کرسی اور عمران خان صاحب کو اپنی حکومت چھوڑنی پڑے گی؟ اب اس قسم کی لغویات کو لوگ سوائے دیوانے کی بڑ کے اور کیا کہیں گے؟ مگر برا ہو تعصب کا کہ بریلوی الٹا امرتسری اور علمائے حجاز کو کوستے رہے کہ وہ مناظرے کیلئے نہیں آئے۔

خود ابھی حال ہی میں مولانا سعید اسد نے رضاخانی ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی گستاخی پر مناظرے کا چیلنج دیا اور کہا یہ جو آپ کہتے ہیں کہ پارلیمنٹ میں مجھے بلاؤ، سپریم کورٹ میں بلاؤ یہ تو مناظرے سے فرار کے بہانے ہیں بھلا مناظرے اس طرح ہوتے ہیں؟ جب اپنے ملک کی مقننہ کی شرائط لگانا بھی مناظرہ سے فرار ہے تو دوسری حکومتوں کے شرائط لگانا تو بدرجہ اولی فرار ہوگا۔

حیرت ہے کہ نعیم الدین صاحب میلوں دور سعودی علماء وحکومت سے مناظرے کے خواہشمند ہیں اور یہاں کے لوگوں سے اس شرط پر کہ تمہارے ہارنے پر آل سعود سعودی حکومت چھوڑ دیں گے، مگر دوسری طرف ان کے انہی مکاتیب کے مجموعہ میں احمد رضا خان صاحب کے پیرو مرشد خاندان کے ساتھ آپس میں چار پانچ کے قریب خطوط ہیں دونوں طرف سے اس بات پر زور لگایا جاتا رہا کہ کہیں مل بیٹھ کر مسلم لیگ کی حمایت ومخالفت پر بات کریں مگر کوئی ترتیب نہ بن پائی، دونوں طرف سے ایک دوسرے پر الزام تراشی کی گئی کہ وہ نہیں آرہا، یہ نہیں آرہا۔ جب آپ اپنے ہی لوگوں کو ایک ہی ملک میں مناظرے اور گفت وشنید کیلئے نہیں بٹھا پائے تو میلوں دور مناظرہ اور وہ بھی ان شرائط پر چہ معنی دارد؟

موصوف خود مناظروں سے کس طرح پہلوتہی کرتے اور کس قسم کے جھوٹ بولتے اس کی حقیقت آل رسول میاں قادری برکاتی کے اس خط سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جو انہوں نے نعیم الدین مراد آبادی کے خط کے جواب میں لکھا، ملاحظہ ہو:

"(۲) پھر دعوت حضرت کی طرف سے تھی فقیر نے اسے بطریقہ مذکورہ قبول کر کے حضرت کی رضا دریافت کی تھی کہ اگر یہ طریقہ مفاہمت پسند ہو تو اطلاع فرمائیں تاکہ مارہرہ میں اس اجتماع کی ایسی تاریخ مقرر کی جائے کہ مولانا المکرم مولانا مولوی حشمت علی خاں صاحب و برخوردار مولانا حکیم سید آل مصطفی میاں صاحب کو بھی مطلع کر کے بلایا جاسکے، اس پر حضرت کا فرمانا کہ:
"میں حضرت کی دعوت پر باوجود عدیم الفرصتی وعلالت نور نظر بریلی حاضر ہوا، دو روز کامل منتظر رہا، تیسرے روز واپس چلا آیا نہ حضرت تشریف لائے نہ حضرت کی طرف سے کوئی جواب آیا"۔
جس کا صاف واضح مطلب یہ ہوا کہ فقیر نے حضرت کو بریلی تشریف لانے کی دعوت دی تھی، حضرت فقیر کی دعوت پر بریلی تشریف لائے، فقیر باوصف دعوت دینے بھی بریلی حاضر نہ ہوا، یہ ارشاد اور بھی اعجب ہے، خود حضرت اپنے چوتھے نامی نامہ میں فرما چکے ہیں کہ مفتی اعظم وصدر الشریعہ سے جنہیں حضرت نے اپنا معاون تجویز فرمایا، وقت معلوم کرنے کی اپنی غرض کیلئے از خود بریلی

تشریف لائے ہیں، مگر اس پانچویں نامہ میں بریلی حضرت تاج العلماء کی دعوت پر تشریف لانا تحریر فرما رہے ہیں۔

(یعنی مراد آبادی صاحب اپنے ذاتی کام سے بریلی آئے تھے ہمارے اور ان کے درمیان نشست کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا، پھر ہمیں کیوں کوسا جا رہا ہے کہ ہم نہیں آئے تھے۔ دیکھا کس طرح اپنے ہی لوگوں پر جھوٹ بولا جا رہا ہے جس پر خود میاں برکاتی مارہروی صاحب بھی متعجب ہیں، ساجد)

(۳) پھر حضرت کا فرمانا کہ میں حاضر ہوں تو التفات نہ فرمائیں یعنی حضرت تو فقیر کے پاس تشریف لائے لیکن فقیر نے حضرت کی طرف کچھ التفات نہ کیا حالانکہ فقیر کی یاد میں کبھی ایسا نہ ہوا کہ مارہرہ میں یا کہیں بھی فقیر کے پاس حضرت تشریف لائے ہوں اور فقیر نے التفات نہ کیا ہو پھر بھی حضرت کا یہ فرمانا عجب العجاب ہے۔

(یعنی یہاں بھی صدر الافاضل صاحب جھوٹ سے کام لے رہے ہیں، ساجد)

(۴) رسائل اربعہ کا موضوع تو یہی ہے کہ سنی مسلمانوں پر جس طرح شرعاً ندوہ و کانگریس و احرار و خاکسار وغیرہ مجالس اشرار کی شرکت و رکنیت امداد و اعانت حرام ہے، اسی طرح مسلم لیگ کی شرکت و رکنیت و امداد و اعانت بھی شرعاً حرام ہے، سنی کانفرنسوں کی طرف سے بار بار مسلم لیگ کی حمایت اور اس کے مطالبہ پاکستان کی حمایت کے متعدد زبردست اعلانات شائع ہو چکے ہیں۔ صدر آل انڈیا سنی کانفرنس نے مسلم لیگ کی مخالفت کرنے والوں کی تکفیر بھی شائع کر دی تو ان رسائل اربعہ کا رد تو آپ کی کانفرنسوں کی طرف سے بار بار شائع کیا جا چکا، وہاں ان رسائل اربعہ کے دلائل باہرہ و براہین قاہرہ کا کوئی شخص بھی مہینوں برسوں غور کرنے سوچنے سمجھنے دیکھنے بھالنے کے بعد جواب البتہ نہیں لکھ سکا، پھر بھی یہ فرمانا کہ آپ کے رسائل کسی طرح صلاحیت بحث نہیں رکھتے۔ اگر کسی نے انہیں دیکھ کر رد کیا ہوتا تو آپ اس کو مبحث بنا سکتے تھے، اعجوبہ عظیمہ ہے، حضرت کی ان کانفرنسوں کے یہ اعلانات ان رسائل کو دیکھنے کے بعد ہی تو کئے گئے ہیں۔

(۵) پھر دعوت مفاہمت کی غرض تو یہ بتائی جا رہی تھی کہ جو مسلمانان اہلسنت سنی کانفرنس کے مخالف ہیں ان کے شبہات دور کر کے ان کو بھی آل انڈیا اجلاس میں شریک کیا جائے، لیکن اب حضرت کا اس مفاہمت کو آل انڈیا اجلاس کے بعد پر محول فرمانا اور اس سے پہلے بعذر عدیم الفرصتی اس مفاہمت سے جس کی دعوت حضرت ہی نے دی تھی قطعاً انکار فرما دینا عجیب اعجوبہ عجیبہ ہے۔

(مکاتیب صدر الافاضل ص ۲۰۳، ۲۰۴)

اپنے ہی صدر الافاضل کی ان کذب بیانیوں اور غلط بیانیوں پر متعجب میاں برکاتی مارہروی آخری کوشش کرتے ہوئے ان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں:

''باوجود اس کے کہ حضرت نے خود ہی دعوت مفاہمت دے کر پھر خود ہی اس سے انکار فرمایا، پھر آخری مرتبہ فقیر عرض کرتا ہے کہ اپنی ہی دی ہوئی دعوت مفاہمت سے حضرت اعراض نہ فرمائیں، عرض کردہ موضوع و طریق و مقام مفاہمت کی منظوری کی اطلاع ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۶۵ھ پنجشنبہ تک ضرور تحریر فرما دیں ورنہ ستر بادب سوالات شائع کر دیے جائیں گے''۔

(مکاتیب صدر الافاضل ص ۲۰۵)

حیرت ہے جو آدمی اپنے ہی لوگوں کے ساتھ مفاہمت اور گفت وشنید کیلئے نہ بیٹھ سکتا ہو اور غلط بیانیوں سے کام لیکر فرار کا راستہ اختیار کر رہا ہو اس نے دوسروں خصوصاً علمائے دیوبند سے کس قدر کامیاب مناظرے کئے ہوں گے اس کا اندازہ ہر آدمی لگا سکتا ہے۔

## نبی پاک ﷺ کے مبارک ناموں میں سے ایک نام ”بشر“ بھی ہے اور مراد آبادی صاحب کی بے باکی:

قارئین اہلسنت! بریلوی صدر الافاضل اور نواب احمد رضا خان صاحب کے یہ خلیفہ مولوی نعیم الدین مراد آبادی اپنے تفسیری حاشیہ میں لکھتے ہیں:

”مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو بشر کہنے میں اس کے فضائل وکمالات کے انکار کا پہلو نکلتا ہے اسی لئے قرآن پاک میں جا بجا انبیاء کرام کے بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا“۔

(خزائن العرفان: ص ۲: مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی)

مگر قارئین کرام! ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی پاک ﷺ کے چار سو کے قریب مبارک ناموں کو اپنی کتاب ”مواہب اللدنیہ“ میں ”حروف تہجی“ کی ترتیب پر جمع کیا ان میں ”ب“ کے ذیل میں چھٹے (۶) نمبر پر نبی ﷺ کا ایک نام ”بشر“ لکھا۔ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کا نام ”بشر“ اس لئے ہے کہ آپ ”افضل البشر اور اعظم البشر ہیں اور پھر آپ ﷺ کے بشر ہونے پر ”**انما انا بشر مثلکم**“ سے استدلال کیا“، ملاحظہ فرمائیں:

(مواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی: ج ۴: ص ۱۷۸: دار الکتب العلمیہ بیروت)

نبی کریم ﷺ کے ان ناموں کو شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لدنیہ کے حوالے سے اپنی مایہ ناز کتاب مدارج النبوۃ میں جمع کیا اور وہاں بھی اسی ترتیب پر آپ ﷺ کا نام ”بشر“ لکھا۔ (مدارج النبوۃ: ج ۱: ص ۳۷۲، مدینہ پبلشنگ کراچی)

قارئین کرام! اب ہم فیصلہ آپ پر چھوڑتے ہیں کیا ایسے بدبخت لوگ کسی بھی طرح مسلمان ہو سکتے ہیں جن کو نبی کریم ﷺ کے اسماء مبارک میں بھی توہین کے پہلو نظر آئیں؟ اور کیا صاحب مواہب اللدنیہ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ، اور جن کی حدیث نور عوام کی جیبیں بٹورنے کیلئے میلاد کے جلسوں میں پڑھی جاتی ہے، شارح علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ، اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وہ کیا نبی کریم ﷺ کا نام بشر ذکر کر کے گستاخ ہوئے یا نہیں؟ کیا انہوں نے نبی ﷺ کو بشر مان کر معاذ اللہ آپ کے کمالات وفضائل کا انکار نہیں کیا؟

نیز بریلوی حضرات کے مسلم پیشوا جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی لکھتے ہیں:

”مخدوما اُس میں شک نہیں کہ اہل ایمان کیلئے ذکر آنحضرت ﷺ بطریق تکریم وتعظیم واجب اور ضروری ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ لفظ بشر کے معنیٰ میں بحسب لغت عربیہ عظمت وکمال پایا جاتا ہے یا حقارت میری ناقص رائے میں لفظ بشر مفہوماً ومصداقاً متضمن بکمال ہے“۔

(مکتوبات طیبات ص ۱۵۷ مطبوعہ گولڑہ شریف اسلام آباد)

اللہ اکبر! ظالم بریلو! تم جس لفظ کو گندہ کہہ رہے ہو تم جس لفظ میں توہین سمجھ رہے ہو تمہارے پیر صاحب کہتے ہیں کہ ہر اعتبار سے ”بشر“ میں کمال ہی کمال ہے اگر نبی کریم ﷺ کا کوئی اور کمال نہ ہو تو ”بشر“ ہی مفہوماً ومصداقاً کمال کو متضمن ہے، لہٰذا جو نبی کریم ﷺ کو بشر تسلیم کر رہا

ہے وہ دراصل ان کے کمالات کا اقرار کر رہا ہے، اب ہمت ہے تو لگاؤ پیر صاحب پر فتویٰ جو نبی کریم ﷺ کی توہین کو بھی کمال کہہ رہا ہے۔

## امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں:

موصوف امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میرے ہی پیچھے ان کا تن نازنین (آہ) جو سید انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کا بوسہ گاہ تھا گھوڑوں کی سموں سے روندا گیا، استخوان اقدس سرمہ ہوگئیں، نرگس نیم خواب نے خاک پر بستر کیا، گلاب کی پتیاں خاک میں مل گئیں''۔

(حیات صدر الافاضل، ص ۱۱۸)

تقویۃ الایمان پر اعتراض کرنے والے کہ- مٹی میں مل گئے- لکھ دیا کہ یہ گستاخی ہے، کیا وہ جواب دیں گے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے گالوں کو گلاب کی پتیوں سے تشبیہ دے کر اسے خاک میں ملا دینا کیا گستاخی نہیں؟

## سُنّی کی تعریف اور کیا اس تعریف کی رو سے بریلوی سنّی ہیں؟:

موصوف بریلوی صدر الافاضل سے کسی نے ایک دفعہ ''سنّی'' کی نشانی پوچھی تو جواب دیا:

سنّی وہ جو ما انا علیہ واصحابی کا مصداق ہو سکتا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو ائمہ دین خلفائے اسلام اور مسلم مشائخ طریقت اور متاخرین علمائے دین سے حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی، حضرت ملک العلما بحر العلوم صاحب فرنگی محلی، حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی، حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین رامپوری، اعلیٰ حضرت مولانا مفتی احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہم المولیٰ سبحنہ وتعالیٰ کے مسلک پر ہوں۔

(الفقیہ ۲۸،۲۱ اگست ۱۹۴۵ء ص ۹، دبدبہ سکندری ۲،۷ راگست ۱۹۴۵ء ص ۷، بحوالہ تاریخ آل انڈیا سنّی کانفرنس ص ۲۱۳، بحوالہ مکاتیب صدر الافاضل ص ۲۳۲، حیات صدر الافاضل ص ۱۸۱)

اب اس معیار کو سامنے رکھ کر ہم آپ کے سامنے چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں جس کے بعد خود ہی فیصلہ کر لیں کہ کیا اس کے بعد اس تعریف کی رو سے بریلوی ''سنّی'' رہے؟

جہاں تک بات ہے ما انا علیہ واصحابی کی تو اگر کسی رضا خانی میں جرأت ہے تو ثابت کرے کہ بریلوی مذہب کی مروجہ بدعات مثلاً اذان سے پہلے صلوۃ وسلام، قبروں پر مزارات، چادریں، چراغاں، میلاد، تیجہ، چالیسواں، عرس، قل خوانیاں، چھوٹی بڑی گیارہویں شریف، کونڈے، نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعا ان سب خرافات پر حضور ﷺ یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی عامل تھے معاذ اللہ۔ حیرت ہے کہ بریلویوں کے شیخ التفسیر والحدیث فیض احمد اویسی نے ایک کتاب بنام ''بدعات صحابہ'' لکھی، جب صحابہ خود معاذ اللہ بدعات میں ملوث تھے (نقل کفر کفر نہ باشد) تو ان کے نقش قدم پر چلنے والا کیسے سنّی ہو سکتا ہے؟ سنّی تو وہ ہوتا ہے جو سنتوں پر چلے، بدعتوں پر چلنے والے کو بدعتی کہا جاتا ہے سنّی نہیں! رہی سنیت کی دیگر علامات کے فلاں فلاں کے مسلک پر کاربند ہوں تو وہ بھی بریلویوں میں مفقود ہیں، ملاحظہ ہو:

# شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک اور فرقہ بریلویہ

**نوٹ:** بریلوی حضرات کی اکثر جامع مساجد کے باہر لکھا ہوتا کہ یہ مسجد شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مسلک پر ہے نیز صدر الافاضل نے بھی لکھا کہ سنی وہ ہے جو شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مسلک پر ہو اب ملاحظہ فرمائیں کہ شیخ اور ان کے مسلک میں کتنا بون بعید ہے:

☆ بریلوی حضرات آیت "**لیغفر لک اللہ**" کا ترجمہ کرنے میں گناہ کی نسبت نبی ﷺ کی طرف کرنے کو حرام کہتے ہیں، جبکہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ترجمہ میں گناہ کی نسبت نبی پاک ﷺ کی طرف کی ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ا ص ۱۳۷)

☆ بریلوی حضرات بدعات پر حسنہ کا لیبل لگا کر قبول کر لیتے ہیں، جبکہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ہر بدعت ضلالت ہے یا ضلالت کا سبب"۔ (اشعۃ اللمعات ج ا ص ۱۵۰)

مزید لکھتے ہیں سنت کو مضبوطی سے تھامنا اگر چہ وہ چھوٹی ہو بہتر ہے بدعت کو پیدا کرنے سے اگر چہ وہ حسنہ ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ سنت کے اتباع سے نور آتا ہے اور بدعت میں گرفتار ہونے سے ظلمت۔ (اشعۃ اللمعات ج ا ص ۱۵۸)

☆ نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ سواد اعظم کی پیروی کرو، بریلوی حضرات سواد اعظم سے مراد عوام کی اکثریت لیتے ہیں جبکہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "لوگوں کو اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ اسکی اتباع کرو جس طرف اکثر علماء ہوں، بریلوی زہر کا پیالہ پی سکتے ہیں اپنے علماء کی کثرت نہیں دکھا سکتے نہ ان کے مدارس زیادہ ہیں نہ علماء۔ (اشعہ ج ا ص ۱۵۴)

☆ بریلوی حضرات نماز کے بعد مصافحہ کے قائل اور اس پر عمل پیرا ہیں، جبکہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں کہ "بعض لوگ نماز کے بعد یا جمعہ کے بعد مصافحہ کرتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں، یہ بدعت ہے وقت کو خاص کرنے کی وجہ ہے بہر حال مطلقاً مصافحہ کا سنت ہونا وہ باقی ہے پس یہ ایک وجہ سے سنت ہے اور دوسری وجہ سے بدعت۔ (اشعہ ج ۴ ص ۲۲)

اصول یہ ہے کہ جب معاملہ سنت و بدعت میں متردد ہو جائے اسکا ترک بہتر ہے۔ (شامی ج ا ص ۶۰۰)

☆ بریلوی غراب الابقع سے شہری کوا مراد لیتے ہیں اور عقعق سے جنگلی کوا مراد لیتے ہیں جبکہ شیخ دہلوی نے غراب الابقع کو جنگلی کوا کہا ہے۔ (اشعہ ج ۲ ص ۳۹۹)

## (یعنی شیخ دہلوی کے نزدیک جو حرام ہے وہ بریلوی کے ہاں حلال ہے)

☆ بریلوی حضرات بڑی شدومد سے قبروں پر **قبوں** کے جواز کے قائل ہیں جبکہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں۔ "قبر کے اوپر عمارت اور قبے نہ بناؤ کیونکہ یہ ساری بدعات ہیں اور مکروہ ومخالف طریقہ رسول اللہ ہیں۔ (شرح سفر السعادہ ص ۳۴۹)

☆ بریلوی حضرات تیسرے دن کی قل خوانی کے بڑی شدت سے قائل و فاعل اور اس پر عمل کرنے والے ہیں، لیکن شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، یہ تیسرے دن کا مخصوص اجتماع اور دوسرے تکلفات کرنا (جیسے آج کل دیگیں پکائی جاتی ہیں یا بقول اعلیٰ حضرت چنے تقسیم کیے جاتے ہیں) اور یتیموں کا مال بغیر وصیت استعمال کرنا بدعت و حرام ہے۔ (شرح سفر السعادہ ص ۳۵۲)

☆ بریلوی حضرات تعزیت کے لئے دروازوں اور گلیوں میں دریاں بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں جبکہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں "تعزیت

کے لیے دروازے پر یا راستے پر بیٹھنا بہت سخت مکروہ ہے، کیونکہ یہ جاہلیت کا کام ہے۔ (شرح سفر السعادہ ص ۳۵۲)

☆ آج کل بریلوی میت کے ایصال ثواب کے لیے اکٹھے ہوجاتے ہیں اور بیٹھ کر ختم کرتے ہیں لیکن شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پہلے لوگوں کی عادت نہ تھی کہ وہ میت کے لیے نماز کے وقت کے علاوہ جمع ہوں اور قرآن پڑھیں اور نہ وہ قبر پر یا اسکے علاوہ ختم کرتے تھے یہ تمام بدعت ہے۔ (شرح سفر السعادہ ص ۳۵۱، ۳۵۲)

☆ بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ نبی ﷺ تمام اختیارات دیے گئے تھے۔ اسی وجہ سے آپ نے ایک اعرابی کا کفارہ معاف فرما کر اسے فرمایا کہ یہ کھجوریں خود ہی کھالو کفارہ دینے کی ضرورت نہیں، جبکہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں "نبی کریم کا مقصد یہ تھا کہ ابھی تم کھالو بعد میں کفارہ ادا کر دینا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۴۳)

☆ ہمارے بریلوی دوست قبر کو بوسہ بھی دیتے ہیں سجدے بھی کرتے ہیں، جبکہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں "بوسہ اور سجدہ وغیرہ قبر کو حرام وممنوع ہے۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۲۴)

☆ بریلوی حضرات نوافل نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کے قائل ہیں، جبکہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں "با جماعت نفل ادا کرنا مکروہ ہے۔ (ماثبت بالسنۃ شہر رمضان)

☆ بریلوی حضرات عام طور پر کہہ دیتے ہیں کہ صحابہ کرام سے کسی چیز کا ثابت نہ ہونا یہ دلیل نہیں ہوتا کہ وہ کام غلط ہے ناجائز ہے، اس اصول سے اہل بدعت ساری بدعات کو سہارا دیتے ہیں جبکہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں "جب نبی کریمؐ اور صحابہ کرام سے نفل باجماعت ادا کرنے کی کوئی روایت نہیں ہے تو معلوم ہوگیا کہ اسمیں کوئی فضیلت و برتری نہیں (معلوم ہوگیا کہ شیخ محض اس وجہ سے نفل باجماعت کا رد کر رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے عمل سے اسکا ثبوت نہیں۔ (ماثبت بالسنۃ شہر رمضان)

☆ بریلوی حضرات لفظ "مکر" کا اللہ کے لیے استعمال کرنا الحاد و بے دینی سے تعبیر کرتے ہیں، جبکہ شیخ دہلوی لکھتے ہیں خدا کے مکر کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کو معصیت میں رکھے اور اس پر ناز ونعمت کے دروازے کھول دے تا کہ وہ مغرور وغافل ہوجائے" مقصد یہ تھا کہ شیخ نے مکر کی نسبت عربی سے ہٹ کر فارسی میں اللہ تعالیٰ کے لیے کی ہے۔ (تکمیل الایمان ص ۱۸۸)

☆ بریلوی حضرات زور شور سے اسکے قائل ہیں کہ میت کے وجود یا اسکے کفن پر کچھ لکھنا چاہیئے جبکہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں "میری نظر سے آج تک کوئی روایت اور حدیث ایسی نہیں گذری جس سے اسکا جواز ثابت ہوتا۔ (مکتوبات شیخ مکتوب نمبر ۶۴)

☆ بریلوی حضرات درود ابراہیمی پڑھنے کو (نماز سے باہر) ناقص مکروہ، ناجائز، گناہ، بتاتے ہیں جبکہ شیخ دہلوی لکھتے ہیں "اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر افضل درود شریف بھیجے گا اگر وہ تشہد والا درود (درود ابراہیمی) پڑھ لے تو عمدہ اس قسم سے بری ہوگا۔ (تاریخ مدینہ ترجمہ جذب القلوب ص ۲۸۴)

مزید لکھتے ہیں: "جس نے پیغمبر ﷺ پر درود ان صیغوں سے بھیجا جو تشہد میں پڑھا جاتا ہے بے شک اس نے اسطرح درود بھیجا جس طرح وہ مامور کیا گیا ہے۔ (تاریخ مدینہ ترجمہ جذب القلوب ص ۲۸۴)

☆ بریلوی حضرات کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے اسکے خلاف کرنے پر خدا کو قدرت ہی نہیں، جبکہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں

''اس نے خبر دی ہے کہ مطیعوں کو ثواب دیتا ہوں اور عاصیوں کو عتاب کرتا ہوں اس طرح ہوگا جو اس نے فرما دیا ہے لیکن اسکے اوپر واجب نہیں ہے، اگر بالفرض اسکے خلاف کرے تو کسی کو مجال نہیں کہ کہے کہ ایسا کس واسطے کیا۔ (تکمیل الایمان ص ۶۰)

☆ بریلوی حضرات معجزہ کو نبی و رسول کا فعل سمجھتے ہیں جبکہ شیخ دہلوی لکھتے ہیں ''معجزہ خدا کا فعل ہے نہ کہ فعلِ رسول، (تکمیل الایمان ص ۱۶۰)

☆ بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ نبی کو قیامت کا مقررہ وقت بتا دیا گیا، جبکہ شیخ دہلوی لکھتے ہیں قیامت کا مقررہ وقت اللہ علام الغیوب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۲۲)

☆ حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں آئے اور رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ سرکار ﷺ نے جواب دیا ''جس سے سوال کیا گیا وہ سائل سے زیادہ نہیں جاننے والا یعنی جیسے سوال کرنے والا لاعلم ویسے جواب دینے والا لاعلم ہے، مگر ہمارے بریلوی حضرات کو شاید جناب رسول اللہ ﷺ کا یہ جواب پسند نہ آیا وہ لکھتے ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ اے جبرئیل! قیامت سے تو بھی بے خبر نہیں اور میں بھی بے خبر نہیں تو بھی جانتا ہے میں بھی جانتا ہوں (مقیاس) جبکہ شیخ دہلوی پیارے آقا ﷺ کے جواب کے بارے میں لکھتے ہیں'' میں (محمد ﷺ) اور تو (جبرئیل) دونوں اسکو (قیامت) نہ جاننے میں برابر ہیں۔ (اشعۃ اللمعات ج ا ص ۴۵)

**(یہ چند باتیں صرف نمونے کے طور پر لکھی ہیں)**

# علامہ فضل حق خیر آبادی اور بریلوی

موصوف نے سنی کی ایک نشانی یہ بھی بتلائی کہ علامہ فضل حق خیر آبادی کے مسلک پر ہو، ہم بھی عرصہ دراز سے یہ سنتے سنتے تھک گئے ہیں کہ بریلوی نیا فرقہ نہیں بلکہ فضل حق خیر آبادی کے نظریات کا ہی امین ہے، لیکن ہم نے جب ان کی کتب کو پڑھا تو ان کا یہ دعویٰ سر سے پاؤں تک جھوٹ کا پلندہ نظر آیا اور خود اپنی ہی وضع کردہ خانہ زاد ''سنی'' کی تعریف سے ''بدعتی'' ہوئے، ملاحظہ فرمائیں:

(۱) علامہ لکھتے ہیں:

''نظیر اس لئے محال ہے کہ آپ کا خاتم النبیین ہونا اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ کی خبر میں کذب ممتنع بالغیر ہے اور ممتنع بالغیر ہونا امکان ذاتی کے منافی نہیں ہے''۔ (شفاعت مصطفیٰ ص ۲۵۶)

یعنی کذب اللہ کی خبر میں ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے جبکہ عبد الحکیم شرف قادری بریلوی لکھتا ہے کہ:

''یہ صحیح نہیں ہے تفصیل کیلئے دیکھئے سبحان السبوح از امام احمد رضا بریلوی'' (حاشیہ شفاعت مصطفیٰ ص ۲۵۶)

یعنی علامہ فضل حق خیر آبادی نے جو امکان کذب کا عقیدہ لکھا بقول عبد الحکیم شرف قادری محشی یہ صحیح نہیں ہے اور اس کیلئے نواب احمد رضا خان کی ''سبحان السبوح'' دیکھو یعنی سبحان السبوح میں جس عقیدے کا رد احمد رضا خان نے کیا اور جسے کفر کہا وہی عقیدہ فضل حق خیر آبادی کا ہوا تو خود خان صاحب فضل حق خیر آبادی کے مسلک پر نہ ہو کر بدعتی ہوئے اور فضل حق خیر آبادی خان صاحب کے مسلک پر نہ ہو کر کافر ہوئے۔

(۲) بریلوی لکھتے ہیں:

''نظیر کو محال نہ مانا بلکہ ممکن مانا تو آپ ختم نبوت کے منکر اور کذب الہیہ کے قائل ٹھہرے اور یہ بھی کفر''۔ (دیوبندیوں سے لاجواب سوالات ص ۱۰۵۲)

اب ظاہر ہے ختم نبوت کا منکر ایسا کافر ہے جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ٹھہرے، اب آیئے علامہ کی طرف، علامہ کا ایک دوست مفتی صدر الدین آزردہ ہے ان کا نظریہ یہ تھا جسکو بریلوی عالم اسید الحق نے لکھا ہے کہ مفتی آزردہ نے امکان نظیر کے مسئلہ میں شاہ اسماعیل سے اتفاق کرتے ہوئے علامہ کی رائے سے اختلاف کیا۔ (خیر آبادیات ص ۱۳۱)

اب آپ بتائیے کہ بریلوی فتوے کی روشنی میں مفتی صاحب ختم نبوت کے منکر اور کذب الہیہ کے قائل ہونے کی وجہ سے کافر ہوئے یا نہیں؟ اور علامہ کا ان سے دوستانہ رہا یا نہیں؟؟؟؟

محترمہ سلمہ صاحبہ لکھتی ہیں:

''علماء وقت مفتی صدر الدین آزردہ مولانا رشید الدین خان دہلوی، مولانا فضل رسول بدایونی، مولانا محمد حسن خان صدر الصدور بریلوی وغیرہ سے ان کے خصوصی تعلقات ہیں''۔ (علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ص ۱۰۵)

یہ یاد رہے کہ یہ کتاب شرف قادری اور محمود برکاتی کے خصوصی تعاون سے لکھی گئی ہے۔ (ایضاً ص ۲۴)

اب بتائیے کہ وہ فتوی علامہ فضل حق کے سر لگا یا نہیں؟ ہم بریلوی کو چیلنج کرتے ہیں کہ کہیں اگر علامہ نے مفتی صاحب کی تکفیر کی ہو تو پیش کریں ورنہ ہم یہ کہیں گے علامہ کو بریلوی حضرات نے کافر مانا ہے!!!!

(۳) فاضل بریلوی نے شاہ اسماعیل شہیدؒ کو کافر نہیں کہا اور کافر کہنے سے روکا بھی ہے جیسا کہ ان کی کتابوں'' الکوکبۃ الشھابیہ، ملفوظات اور تمہید ایمان'' سے واضح ہے جبکہ بریلوی ادھر سے یہ بھی کہتے ہیں علامہ نے شاہ صاحب کے متعلق کہا کہ جو اس کے کفر میں شک کرے تو کافر ہے۔ (شفاعت مصطفے ص ۲۴۷)

جب ہم رضا خانیوں سے کہتے ہیں کہ اس فتوے کی زد میں احمد رضا خان آیا تو وہ کہتے ہیں چونکہ شاہ اسماعیل شہید کے کلام میں لزوم کفر تھا التزام کفر نہیں تھا اس لیے کافر نہیں کہا تو اس کا جواب یہ ہے کہ محض لزوم کفر سے علامہ نے تکفیر کیوں کی؟ اور دوسری بات یہ ہے بریلوی مفتی اسید الحق قادری کہتا ہے علامہ نے شاہ صاحب کے اوپر جو حکم کفر عائد کیا وہ بھی معمولی نوعیت کا نہیں بلکہ اس حکم تکفیر کو اصطلاح میں'' تکفیر کلامی'' کہتے ہیں۔ تکفیر کلامی اس وقت تک نہیں کی جاتی جب تک قائل کفر کا التزام نہ کرلے۔ (خیر آبادیات ص ۱۴۷)

اس بات سے خیر آبادی بچتا ہے تو رضا خان کافر ہے اور رضا خان سچا ہے تو علامہ گیا!!!!

(۴) شاہ اسماعیل شہیدؒ کی تکفیر سے رجوع:

''مفتی عنایت احمد کاکوری فرماتے تھے کہ مولوی فضل حق صاحب بہت نادم تھے اور فرماتے تھے کہ مجھ سے سخت غلطی ہوئی ہے کہ میں نے مولوی اسماعیل صاحب کی مخالفت کی وہ بے شک حق پر تھے اور میں غلطی پر تھا، مجھ پر جو یہ مصیبت پڑی یہ میرے انہیں اعمال کی سزا ہے میری مولوی اسماعیل سے دوستی تھی......'' الخ ''۔ (خیر آبادیات ص ۱۴۶)

اب شاہ صاحبؒ کی صفائی ہوگئی، مگر بریلوی اصولوں سے احمد رضا یا فضل حق پھنس جاتا ہے اور مزید یہ بھی یاد رہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے متعلق بریلویوں کی آج کل یہ رائے ہے۔ان کو کافر مان لو تو جھگڑا ہی ختم ہوسکتا ہے۔(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ)۔

(۵) مولوی اسید الحق قادری لکھتے ہیں:

''علامہ فضل حق خیر آبادی بالوں میں خضاب لگایا کرتے تھے''۔ (خیر آبادیات ص ۲۴۷)

جبکہ فاضل بریلوی نے لکھا ہے احادیث نقل کر کے:

(۱) جو سیاہ خضاب لگائے وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔

(۲) اللہ تعالیٰ قیامت کے روز سیاہ خضاب کرنے والوں کی طرف نظر کرم نہ فرمائے گا۔

(۳) اللہ تعالیٰ بوڑھے کوّے کو دشمن رکھتا ہے۔

(۴) سیاہ خضاب کافر ہے۔

(۵) سب سے پہلے سیاہ خضاب فرعون نے لگایا۔

(۶) سیاہ خضاب کرنے والوں کا چہرہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز کالا کرے گا۔ (فہارس فتاویٰ رضویہ ص ۲۱۷)

اب آپ دیکھیں فاضل بریلوی کی نقول سے علامہ کا کیا حال ہوا؟؟؟؟

(۷) علامہ کے متعلق یہ بات بھی مشہور ہے کہ مومن خان مومن شطرنج میں اکثر مولانا فضل حق خیر آبادی سے جیت جاتے تھے۔(علامہ فضل حق خیر آبادی ص ۱۴۹)

معلوم ہوا کہ علامہ اکثر شطرنج کھیلتے تھے،جبکہ رضاخانی حضرات نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک شطرنج کھیلنا مکروہ ہی ہے،(حاشیہ باغی ہندوستان ص ۱۲۹)

اور فتاویٰ بریلی شریف میں ہے: ''کھیل جس طرح کا ہو مطلقاً ناجائز وحرام ہے''۔(ص ۳۶۷)

تو علامہ ساری زندگی اس حرام کو حلال سمجھتے اور کرتے رہے رضاخانی حضرات نے تو علامہ پر فتوؤں کی حد ہی کر دی!!!!

(۸) علامہ لکھتے ہیں:

''او بندہ ایست کہ آمرزیدہ است خدائے تعالیٰ مر او را گناہان پیشین وپسین او''۔ (تحقیق الفتویٰ بحوالہ شرح مسلم ج ۷ ص ۳۴۲)

یعنی حضور علیہ السلام خدا کے وہ بندے ہیں جن کے پہلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیے گئے۔

جبکہ رضاخانی حضرات کا فتویٰ ہے کہ:

''جب حضور اقدس کو درویش کہنے والا کافر ہے تو جو حضور انور کو گناہ گار خطا کار قصوروار جان بوجھ کر قصداً لکھے وہ کافر نہ ہوگا؟''

(نجوم شہابیہ ص ۶۸)

اس پر ۵۴ بریلوی علماء و زعماء و اکابرین کی تقریظیں ہیں۔

مفتی حنیف قریشی کہتا ہے کہ:

خود سوچیں کہ کیا نبی ﷺ سے گناہ ہو سکتے ہیں کہ جن کی معافی مانگنے کا حکم ہو رہا ہے اور کیا یہ ترجمہ تقدیس رسالت کے خلاف نہیں؟

(روئیداد مناظرہ راولپنڈی)

اب آپ بتائیے علامہ کے پلّے ان رضاخانیوں نے کیا چھوڑا، ان کو کافر تک بنا دیا ہے!!......(العیاذ باللہ)

(۹) علامہ کا ذہن یہ تھا کہ:

''گائے کہیں بادشاہی عملداری میں ذبح نہ ہو''۔ (علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ص ۳۱۶)

جبکہ رضاخانیوں کے نزدیک یہ بات بلاشبہ جرم ہوگی کہ شریعت کی حلال شدہ شئے کو ذبح کرنے سے منع کیا جارہا ہے بہرحال علامہ نہیں بچ سکتے رضاخانیوں سے!!

قارئین کرام! آپ مانیں یا نہ مانیں ایک بات میں ضرور عرض کروں گا، ایک بات میں علامہ اور بریلوی رضاخانی ایک ہیں وہ یہ ہے:

''علامہ لکھتے ہیں بعض شہر و دیہہ سے بہادر مسلمانوں کی ایک جماعت علماء زہّاد اور ائمہ اجتہاد سے جہاد کے وجوب کا فتویٰ لیکر جدال وقتال کیلئے اٹھ کھڑی ہوئی''۔

(علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ص ۳۲۹۔۳۳۰)

یعنی علامہ جہاد کو جدال سمجھتے تھے اور یہی کچھ بریلوی سمجھتے ہیں دیکھئے (دوام العیش، حجت واہرہ وغیرہما ان کتابوں میں مسلمانوں کیلئے جہاد کو ممنوع قرار دیا گیا ہے) اتنی بات ضرور ہے کہ بریلوی، علامہ اور مرزائیت جہاد کے مسئلہ میں متفق نظر آتے ہیں، فیا اسفا!!

## سوادِ اعظم کی تعریف:

مولوی نعیم الدین صاحب کے ہاں سواد اعظم کی تعریف کچھ یوں ہے:

''سواد اعظم جماعت کثیرہ سے عبارت ہے اس سے مراد وہ ہے جس پر اکثر اہل اسلام ہیں، اب تو کسی نادان کو بھی تردد نہیں رہ سکتا ہر عاقل و جاہل کو معلوم ہوگیا کہ مذہب حق وہ ہے جس پر مسلمانوں کی بڑی جماعت ہے اور وہ بحمد اللہ اہل سنت و جماعت ہے جو ان سے منحرف ہے حضور ﷺ نے ان کو جہنمی فرمایا ہے''۔

(حق کی پہچان ص ۱۵، ۱۶ مکتبہ نعیمیہ دہلی)

گویا مرادآبادی صاحب کے ہاں ''سوادِ اعظم'' سے مراد ''اکثریت'' ہے اور جو اکثریت کے مذہب پر نہ ہو وہ ان کے نزدیک جہنمی ہے اسی لئے موصوف نے حشمت علی رضوی اور ان کے گروپ کو کہا کہ وہ مسلم لیگ کی مخالفت ترک کرکے انکی آل انڈیا سنی کانفرنس میں شریک ہوجائیں تو حشمت علی رضوی نے سواد اعظم کی اس تعریف پر موصوف کا کیسے بھرکس نکالا ملاحظہ ہو:

''(الف) محض تعدادی اکثریت و اقلیت ہی کو حق و باطل کا معیار بتانا بحکم شریعتِ مطہرہ قطعاً غلط و باطل ہے یا نہیں؟

(ب) جمہور اور سوادِ اعظم اور جماعت جس کا اتباع شرعاً واجب ہے اُس سے مسلمان کہلانے والوں کی محض اکثریتِ تعداد ہی مراد لینا شرعاً غلطِ صریح اور باطلِ قبیح ہے یا نہیں؟

(ج) میدانِ کربلا میں شہزادۂ گلگوں قبا بیکس دشتِ جفا دافع کرب و بلا حضرت سیدنا امام حسین سید الشہداء علی جدہ الکریم وعلیہ وعلی آلہ الصلاۃ والسلام والثناء کے ساتھ صرف بہتر (۷۲) حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بظاہر چھوٹی سی اقلیت تھی اور مقابلہ میں

مسلمان کہلانے والے کلمہ پڑھنے والے یزیدیوں کی بحیثیت تعداد بہت بڑی اکثریت تھی، پھر بھی حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے اتحاد نہ فرمایا، اِس معاملہ میں بھی حضرت سیدنا امام عرشِ مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر اور یزیدی لوگ باطل پر تھے یا معاذ اللہ نہیں؟ بیّنوا اتّو جروا

۱۷- حدیث شریف میں ہے حضور اقدس سید عالم ﷺ فرماتے ہیں **انّ اللّٰہ لا یجمع امّتی (أو قال امّۃ محمّد ﷺ) علی ضلالۃ وید اللّٰہ علی الجماعۃ ومن شذّ شذّ فی النار** یعنی بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو (یا یہ فرمایا محمد ﷺ کی امت کو) کسی گمراہی پر جمع نہ فرمائے گا اور جماعت پر اللہ عزّوجلّ کا دستِ کرم ہے اور جو شخص جماعت سے علاحدہ ہو کر تنہا ہوا وہ الگ ہو کے جہنم میں گیا، رواہ الترمذی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اِس حدیث شریف کے جملۂ مبارکہ **ید اللّٰہ علی الجماعۃ** کی شرح میں مجدد المائۃ الحادیۃ عشر محی ملّۃ خیر البشر حضرت مولانا شاہ عبد الحق صاحب قادری محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "دستِ قدرت و احسانِ الٰہی بر جماعت ست و ایں کنایت ست از حفظ و نصرتِ حق تعالیٰ اہلِ حق را از ایذائے خلق وخوفِ اعدائے دین و توفیق دہی سبحانہ وتعالیٰ مر ایشان را برائے استنباطِ احکام و اطلاع بر دریافتِ حق و چوں اختلاف کنند و متفرق شوند زائل گرداند حفظ و عصمت و سکینہ را و بفرستد عذاب را و فاسد گرداند احوال را و بیرون آرآنچہ و ے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم واصحاب او رضی اللہ تعالیٰ عنہم بران بودند" یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کا دستِ قدرت ورحمت جماعت پر ہے اور یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حق جلّ وعلا اہلِ حق کو لوگوں کی ایذا اور دشمنانِ دین کے خوف سے محفوظ اور منصور رکھے گا اور اُن کو قرآنِ عظیم وحدیث کریم سے مسائل واحکام اخذ کرنے اور ہر مسئلے میں حق معلوم کرنے کی توفیق دے گا اور جب آپس میں اختلاف کریں گے یعنی عقائد میں ایک دوسرے سے الگ الگ ہو جائیں گے تو حفظ و عصمت وسکینہ کو اُن سے دور فرمائے گا اور عذاب بھیجے گا اور حالات کو فاسد کر دے گا اور جس طریقے پر حضور اکرم ﷺ اور اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے اُس سے باہر کر دے گا۔ (اشعۃ اللمعات شریف جلد اوّل کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ صفحہ ۱۵۴)۔ دوسری حدیث شریف میں ہے حضورِ انور سرورِ عالم ﷺ فرماتے ہیں **اتبعوا السواد الاعظم فانّہ من شذّ شُذّ فی النّار** یعنی بڑے گروہ کی پیروی کرو کیوں کہ بے شک جو شخص بڑے گروہ سے علاحدہ ہوا وہ تنہا ہو کر دوزخ میں گیا، رواہ ابن ماجۃ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اِس حدیث کریم کے جملۂ کریمہ **اتبعوا السواد الاعظم** کی شرح میں حضرت ابو حنیفۃ الہند مولانا شاہ عبد الحق صاحب قادری محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "پیروی کنید سوادِ اعظم را۔ سواد در اصل بمعنیٰ سیاہی ست و بمعنیٰ جمہور و اکثر از مردم نیز بیاید چنانکہ سیاہیٔ لشکر گویند کثرت و زیادتِ آں را مراد حث و ترغیب ست بر اتباعِ آنچہ اکثر علماء دران جانب اند" یعنی بڑے گروہ کی پیروی کرو، سواد دراصل سیاہی کے معنیٰ میں ہے اور لوگوں کے گروہ اور بڑے انبوہ کے معنیٰ میں بھی آتا ہے جیسے لشکر کی زیادت و کثرت کو سیاہیٔ لشکر کہتے ہیں اور اِس فرمان سے اُس مسلک کی پیروی کرنے پر آمادہ و راغب فرمانا مقصود ہے جس طرف اکثر علماء ہیں۔ (اشعۃ اللمعات شریف جلد اوّل کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ صفحہ ۱۵۴)۔ تیسری حدیث شریف میں ہے حضور اطہر مالکِ دو عالم ﷺ فرماتے ہیں **اکرموا اصحابی فانّھم خیارکم ثمّ الّذین یلونھم ثمّ الّذین یلونھم ثمّ**

**یظهر الکذب حتّی انّ الرجل یحلف ولایستحلف ویشهد ولایستشهد ألا من سرہ بحبوحة الجنّة فیلزم الجماعة فإنّ الشیطان مع الفذّ وهو من الاثنین أبعد ولا یخلون رجل بإمرأة فإنّ الشیطان ثالثهم ومن سرته حسنته وساءته سیّئته فهو مؤمن** یعنی میرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم کرو کیونکہ بے شک وہ تم میں سب سے بہتر ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو اُن کی پیروی کرنے والے اُن کے بعد آئیں گے (یعنی حضراتِ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ) پھر وہ لوگ ہیں جو اُن تابعین کرام کی پیروی کرنے والے اُن کے بعد آئیں گے (یعنی حضراتِ تبع تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) پھر اُن کے بعد جھوٹ ظاہر ہوگا، یہاں تک کہ مرد حلف اٹھائے گا حالانکہ اُس سے حلف نہیں لیا جائے گا اور گواہی دے گا حالانکہ اُس سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی، خبردار ہوجاؤ جس کو جنت کے اندر داخل ہونا پسند ہو تو جماعت کو لازم پکڑ لے، کیونکہ بے شک شیطان اکیلے شخص کے ساتھ اور دو آدمیوں سے وہ زائد دور ہے اور کوئی مرد کسی نامحرم عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی میں نہ رہے کیونکہ بے شک اُن دونوں کا تیسرا شیطان ہے اور جس کو اپنی نیکی سے خوشی اور اپنے گناہ سے رنج ہو تو وہ مومن ہے، رواہ النسائی عن سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اِس حدیث مبارک کے جملۂ متبرکہ **فیلزم الجماعة** کی شرح میں حضرت بَرَکۃ رسول اللہ فی الہند مولانا شاہ عبدالحق صاحب قادری محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پس باید کہ لازم گیرد جماعتِ مسلمانان را و سوادِ اعظم، اہلِ قرونِ ثلاثہ را و متابعت و پیروی کند ایشاں را

یعنی تو چاہیئے کہ مسلمانوں کی جماعت اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے عظمت والے گروہ کو اور انہی کی پیروی و اتباع کو لازم پکڑ لے، (اشعۃ اللمعات شریف جلد رابع کتاب الفتن باب مناقب الصحابۃ فصل ثانی صفحہ ۶۴۴)۔ اِن تینوں مبارک حدیثوں کی اِس معتمد و مستند شرح سے واضح و روشن ہوگیا یا نہیں کہ اکثر علماء اور جمہورِ اسلام اور جماعتِ مسلمین اور سوادِ اعظم جس کی پیروی واجب ہے اُس سے مسلمان کہلانے والوں کی محض تعدادی اکثریت ہرگز مراد نہیں، بلکہ اُس سے صرف صحابۂ کرام و اہلِ بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پاک مبارک جماعت اور تابعین و تبع تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا سوادِ اعظم اور انہی کی پیروی کرنے والے علمائے کرام کا بڑا گروہ مراد ہے؟ بیّنوا توجروا

۱۸-حضرت امام ربانی سیدی عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب مستطاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں:

**وکان سفیان الثوری رضی الله تعالیٰ عنه یقول اهل السنّة والجماعة هم من کان علی الحق ولو واحد او کذلك کان یقول اذا سئل عن السواد الاعظم من هم و کذلك کان یقول الامام البیهقی رضی الله تعالیٰ عنه**

یعنی حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اہلِ سنت و جماعت صرف وہی لوگ ہیں جو حق پر ہیں، اگرچہ ایسا شخص ایک ہی ہو اور ایسا ہی فتویٰ دیا کرتے تھے جب اُن سے استفتاء کیا جاتا تھا کہ سوادِ اعظم کون لوگ ہیں اور اسی طرح امام بیہقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے (کہ سوادِ اعظم اور اہلِ سنت و جماعت صرف وہی لوگ ہیں جو حق پر ہیں اگرچہ کسی زمانہ میں ایک

ہی شخص حق پر ہو اور اُس وقت وہ اکیلا ہی شخص سوادِ اعظم ہوگا اور اُس وقت سب لوگوں کے گروہ انبوہ کو چھوڑ کر اُسی اکیلے شخص کی پیروی واجب ہوگی) حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اکابر صوفیہ صافیہ نفعنا اللہ تعالیٰ ببرکاتہم القدسیۃ فی الدین والدنیا والآخرۃ کے عقائد مبارکہ میں اِسے نقل فرما کر مقرر و مقبول رکھا جس سے ثابت و روشن ہوا کہ خود اُن کا مذہب و عقیدہ بھی یہی ہے۔ استفتاء یہ ہے کہ حضرت امام سفیان ثوری و حضرت امام بیہقی و حضرت امام شعرانی و دیگر جملہ اکابر اہلِ اسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ عقیدہ کہ سوادِ اعظم اور اہلِ سنّت و جماعت صرف وہی لوگ ہیں جو حق پر ہیں اور اگر کسی وقت کسی جگہ ایسا شخص ایک ہی ہو تو اُس وقت اُس جگہ وہ اکیلا ہی شخص اہلسنّت و جماعت اور سوادِ اعظم ہوگا بحکمِ شریعتِ مطہّرہ حق و درست و صحیح ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

۱۹- شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے تحفۂ اثنا عشریہ ردِّ کیدسی ونہم میں ارشاد فرماتے ہیں اخذ بہ متفق علیہ و ترکِ مختلف فیہ وقتے مقتضائے عقل ست کہ دراں ہر دو دلیلے دیگر سوائے اتفاق و اختلاف یافتہ نشود و اگر دلائل قویہ دیگر مرجح یک جانب افتادند با تفاق و اختلاف کار نباید داشت و اتباعِ دلیل لازم باید شمرد کہ الحق حق و ان قل ناصرہ والباطل باطل و ان کثر ناقلوہ، ترجمہ سخن حق حق ست اگر چہ باشند مددگاراِ و سخن دروغ دروغ ست اگر چہ بسیار باشند نقل کنندۂ او، یعنی جس بات پر اتفاق ہو اُس کو اختیار کرنا اور جس بات میں اختلاف اُسے چھوڑ دینا اُسی وقت عقل کے مطابق ہے کہ اُن دونوں باتوں میں کوئی دلیل بھی اتفاق و اختلاف کے سوا پائی نہ جاتی ہو، لیکن اگر دوسرے مضبوط دلائل کسی ایک جانب کو ترجیح دینے والے موجود ہوں تو اختلاف و اتفاق سے کچھ سروکار نہیں رکھنا چاہیئے، بلکہ دلیل کی پیروی کرنے کو لازم سمجھنا چاہیئے، کیونکہ حق بات حق ہے اگر چہ اُس کے مددگار تھوڑے ہوں اور جھوٹی بات جھوٹی ہے اگر چہ اُس کے نقل کرنے والے بہت ہوں۔ شاہ صاحب کا یہ ارشاد واضح و روشن طور پر صاف بتا رہا ہے کہ محض تعدادی اکثریت و اقلیت کا اعتبار صرف وہیں ہوگا جہاں اِس کے سوا کوئی اور دلیل موجود نہ ہو، ورنہ جس طرف اقلیت ہے اگر اُسی کی حقانیت پر کوئی دلیل قوی قائم ہے تو اُسی کو حق ماننا پڑے گا اور اُس کے مقابلے میں جو اکثریت ہے اُس کو باطل پر ماننا لازم ہوگا، یہ ارشاد بحکمِ شریعتِ مطہّرہ درست اور حق و صحیح ہے یا نہیں بیّنوا توجروا''۔

(ستر باادب سوالات۔ص ۸ تا ۱۰)

## حشمت علی رضوی موصوف کو ''صدر الافاضل'' ماننے کو تیار نہیں:

رضوی صاحب مرادآبادی صاحب کے ایک مرید پر اپنی ناراضگی کا اظہار یوں کرتے ہیں:

''ان دونوں صاحبوں نے حضرت والا کو اعلیٰ حضرت امام اہلسنت بھی لکھ دیا۔ حضور پرنور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد مائۃ حاضرہ...... کا معتمد علیہ اور ان کا وکیل بھی کہہ دیا ہے۔ یہ بھی فرما دیا ہے کہ خود حضرت والا ہی حضور اعلیٰ حضرت قبلہ...... کے وکیل بن کر مناظرہ اور خدمت دین انجام دیا کرتے تھے۔ خیر ان باتوں سے تو نیاز مند کو بحث نہیں اس دور آزادی میں ہر شخص کو اختیار ہے کہ جس بزرگ کا وہ عقیدت مند ہے اس کی جس قدر چاہے جھوٹی سچی تعریفوں کے گیت گا سکتا ہے اس کو صرف اعلیٰ حضرت امام اہلسنت ہی نہیں بلکہ امام اعظم و غوث اعظم و مجدد اعظم بھی بنا سکتا ہے واقعیت اور غیر واقعیت کا پوچھنے والا کون ہے؟''۔

(ستر باادب سوالات۔ص ۱۰۰)

گویا نعیم الدین مراد آبادی صاحب کے متعلق جتنے مفروضے بریلویوں نے قائم کئے وہ بقول رضوی صاحب ایک عقیدت مند کی جھوٹی سچی تعریفوں کے گیتوں کے سوا کچھ نہیں !!

## مراد آبادی صاحب کے نزدیک مسلم لیگ کی مخالفت کرنے والے کافر و مرتد ہیں:

حشمت علی رضوی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''صدرالصدور آل انڈیا سنی کانفرنس و امیر ملت آل انڈیا سنی کانفرنس وقبلہ عالم آل انڈیا سنی کانفرنس دامت القابہم نے تو ان سب لوگوں کو جو مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ نہ دیں جو مسلم لیگ کی مخالفت کریں دشمنان اسلام کہہ کر صاف صاف کافر و مرتد بتا دیا ان کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے مسلمانوں کے قبرستان میں ان کے دفن کرنے کو حرام ٹھہر دیا''۔

(ستر باادب سوالات، ص ۸۸، ۸۹)

اور لکھتے ہیں کہ:

''آل انڈیا سنی کانفرنس کے مفتی جناب اشتیاق احمد صاحب بریلوی نے اپنے فتوے شایع شدہ وحدت دہلی میں مسلم لیگ کو اہلسنت کی جمہوریت عظمیٰ ٹھہرا کر اور خود حضرت والا نے اس مضمون کے مقاصد کی تصدیق وتائید فرما کر ان سب غربائے اہلسنت کو جو غریب اسلام قدیم کا فدائی اور اہلسنت کے سچے مذہب قدیم کا شیدائی ہونے کے سبب کانگریس و مسلم لیگ دونوں سے علیحدہ و بیزار و متنفر ہیں دوزخی، جہنمی، ناری، گمراہ بدمذہب بتا دیا یا نہیں؟''

(ستر باادب سوالات، ص ۸۱)

یاد رہے کہ کئی بریلوی اکابر نے مسلم لیگ کی مخالفت کی جن میں سرفہرست نواب احمد رضا خان کا پیر و مرشد گھرانا تھا گویا کہ مراد آبادی صاحب کے نزدیک یہ سب کافر و مرتد تھے اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفنانا حرام تھا، غالباً یہ حضرات اس وقت یہودیوں اور عیسائیوں کے قبرستان میں مدفون ہیں، واللہ اعلم۔ مسلم لیگ کی مخالفت پر مستقل عنوان آگے آرہا ہے۔

مولوی نعیم الدین مراد آبادی صاحب کے گمراہ کن تفسیری حاشیہ کے رد میں امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ نے ''تنقید متین'' لکھی۔ جبکہ تقویۃ الایمان کے رد میں ان کی کتاب ''اطیب البیان'' کے رد میں کئی سو صفحات پر مراد آباد ہی کے ایک عالم مولانا عزیز الدین مراد آبادی صاحب مرحوم نے ''اکمل البیان'' لکھی جو اب دوبارہ شایع ہو چکی ہے، اسی طرح علم غیب پر ان کی کتاب ''الکلمۃ العلیا'' کا رد جگہ جگہ امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ کی کتاب ''ازالۃ الریب'' میں مل جائے گا۔

☆☆☆☆

# ملک العلماء مولوی ظفر الدین بہاری

بریلویوں میں ''ملک العلماء'' کے لقب سے جانے جاتے ہیں۔ ۱۹/اکتوبر ۱۸۸۰ء تاریخ پیدائش لکھی گئی ہے۔ خاندانی نام ''ظفیر الدین'' تھا، جسے نواب احمد رضا خان نے ''ظفر الدین'' کر دیا۔ مختلف علماء سے تعلیم و تعلم کا سلسلہ رہا جن میں بریلی میں حضرت مولانا غلام یاسین صاحب دیوبندیؒ بھی شامل ہیں۔ (فتاویٰ ملک العلماء، ص ۵۳) آخر میں نواب احمد رضا خان کے پاس پڑھنے کو آئے مگر:

''ان کے علم سے متمتع ہونا چاہتے تھے، اور درسیات کی تکمیل بھی۔ لیکن فاضل بریلوی کی ہمہ وقت مطالعہ اور تالیف و تصنیف میں مشغول رہتے تھے، ان کے یہاں نہ باقاعدہ درس و تدریس کا کوئی سلسلہ تھا اور نہ اس وقت کوئی مدرسہ قائم تھا''۔

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۵۶)

بعد میں منظر اسلام بریلی کا قیام انہی کی تعلیم کیلئے ہوا۔ موصوف کی کتابوں کی تعداد (۷۰) کے قریب بتلائی گئی، مگر حیات اعلیٰ حضرت کے علاوہ کوئی کتاب دستیاب ہونا مشکل ہے، اکثر کتب شایع ہی نہیں ہوئیں۔ خان صاحب بریلوی کی سب سے اول سوانح ''حیات اعلیٰ حضرت'' تین جلدوں میں موصوف ہی نے تصنیف کی۔

مرنے کے بعد جسم بہت زیادہ سخت ہوگیا تھا۔ (جہان ملک العلماء، ص ۳۰۵)

## بہاری صاحب کے ہاں ہجرت کرنے والے بے وقوف بھگوڑے ہیں:

بہاری صاحب حالات کے خوف سے ہجرت کرنے والوں کو بے وقوف و بھگوڑے سمجھتے اور مہاجر بننے کے قائل نہ تھے۔ چنانچہ جب بہار میں فسادات ہوئے تو اپنے رسالہ ''ہجرت'' میں لکھتے ہیں:

''دیکھئے کتنے بستر باندھ رہے ہیں یا لیگ سے سرٹکٹ لیکر بنگال جا رہے ہیں اگر پوچھئے تو اس بزدلانہ فعل کو شریعت کا رنگ دے کر ہجرت فرما رہے ہیں یہ ہجرت نہیں آپ مہاجر نہیں کہلا سکتے آپ کا شمار بھگوڑوں میں ہے''۔ (جہان ملک العلماء، ص ۷۴۹)

بقول مقالہ نگار بہاری صاحب کی یہی رائے پاکستان ہجرت کے متعلق بھی رہی ہوگی۔ (جہان ملک العلماء، ص ۷۵۰)

گویا بہاری صاحب کی نظر میں پاکستان ہجرت کرنے والے مسلمان مہاجر نہیں بلکہ حالات سے گھبرا کر بھاگنے والے ''بھگوڑے'' ہیں۔

## بہاری صاحب کے بارے میں ان کے ایک ہم مشرب کی رائے:

ظفر الدین بہاری نے ایک واقعہ اپنی کتاب حیات اعلیٰ حضرت میں نقل کیا:

'' اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کے سالانہ جلسہ میں پیلی بھیت تشریف لائے تو ایک روز حضرت محدث سورتی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے ہمراہ پیلی بھیت کے مشہور بزرگ ''شاہ جی محمد شیر میاں'' رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملنے تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ شاہ صاحب بے حجابانہ (یعنی درمیان میں کوئی پردہ لٹکائے بغیر) عورتوں کو بیعت کرا رہے ہیں، اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت کی غیرتِ ایمانی نے وہاں رکنا گوارا نہ کیا اور آپ ان سے ملے بغیر ہی واپس تشریف لے آئے۔ دوسرا

کوئی ہوتا تو بگڑ جاتا لیکن حضرت شاہ جی میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کمالِ بے نفسی وحق پسندی اس طرح جلوہ گر ہوا کہ شام کو اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت جب بریلی شریف جانے لگے تو شاہ جی میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسٹیشن تک پہنچانے گئے اور صبح کے واقعہ پر اظہار افسوس کر کے فرمایا: ''مولانا! اب آئندہ میں عورتوں کو پس پردہ بٹھا کر بیعت لیا کروں گا۔'' اسکے بعد اعلیٰ حضرت...... نے ان سے مصافحہ ومعانقہ فرمایا۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ا، ص ۱۴۷ بحوالہ اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوشش)

اب اس واقعہ پر بریلویوں ہی کی زبان میں تبصرہ ملاحظہ فرمائیں:

''مولوی سید عبد الاحد میاں سجادہ نشین پیلی بھیت بہاری صاحب کی ایک غلط بیانی اور جھوٹ کے متعلق لکھتے ہیں:

''نوٹ: **لعنه الله علی الکاذبین**

ظفر الدین بہاری صاحب نے اپنی کتاب حیات اعلیٰ حضرت میں مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ جی محمد شیر میاں رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق پردے کے بارے میں کچھ غلط باتیں منسوب کی ہیں، جو بالکل من گھڑت ہیں، اگر فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ سے محبت نہ ہوتی تو ماجرائے ندوہ میں آپ کی کرامت تحریر نہ فرماتے، یہ باتیں پہلے ایک چھوٹے رسالے میں اقبال رضوی صاحب نے چھاپی تھیں اور اس رسالے پر بریلی میں مولانا شاہ ولی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ میرے دادا جان حضرت علامہ سید عبد القدیر میاں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے انہوں نے پہلے اعتراض کیا اور جب وہ رسالہ پیلی بھیت میں حضرت علامہ سید عبد القدیر میاں کے پاس پہنچا تو آپ نے سختی کے ساتھ تردید کی اور فرمایا کہ یہ سب جھوٹ ہے، کیونکہ شاہ جی بابا رحمۃ اللہ علیہ شریعت کے بہت پابند تھے جس کی ایک مثال یہ ہے کہ دو طالب علم آپ کے پاس بطور امتحان آئے اور ایک حدیث بیان کی کہ اس آیت کا کیا ترجمہ ہے آپ نے غصے میں آکر اس کو تھپڑ مارا کہ تم لوگ قرآن وحدیث میں فرق نہیں کرتے ہو اور وہ بھاگ گئے، بعضے لوگ عظیم اولیاء کرام کی شان میں گستاخانہ کلمات لکھ کر اپنی سستی شہرت حاصل کرنے کیلئے اہلسنت وجماعت میں دراڑیں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ مقامِ افسوس ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرمائے۔

فقط والسلام

مولانا سید عبد الاحد میاں

سجادہ نشین پیلی بھیت شریف حال آستانہ قادریہ کراچی''

(اندرون ورق آخری ٹائٹل پیج کتاب آداب فضیلت، شایع کردہ آستانہ قادریہ بصیریہ کراچی)

اس سے بہاری صاحب کی کئی خصوصیات پر روشنی پڑتی ہے مثلاً تاریخ کو مسخ کرنا، اپنے ممدوح کی تعریف میں دوسروں کی تنقیص کرنا، ان کی طرف غلط واقعات منسوب کرنا، یہ بھی معلوم ہوا کہ بہاری صاحب سستی شہرت کے طلب گار تھے اور خان صاحب کا جھوٹا تقویٰ وطہارت ثابت کرنے کیلئے اپنے ہی لوگوں کی طرف جھوٹ منسوب کرنے پر بھی نہیں شرماتے اور یہی ان حضرات کا وطیرہ ہے ہماری اِس کتاب سے آپ پر یہ حقیقت بالکل طشت از بام ہو جائے گی کہ اپنے لوگوں کی تقدیس اور دوسروں پر فوقیت ثابت کرنے کیلئے انہوں نے کتنے بڑے بڑے جھوٹ بولے اور کس طرح تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش کی!!

## خان صاحب کے علم توقیت کے حوالے سے بہاری صاحب کا ایک اور جھوٹ:

بہاری صاحب لکھتے ہیں:

''علم توقیت میں کمال تو حد ایجاد کے درجہ پر تھا یعنی اگر اس فن کا موجد کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا علما نے جستہ جستہ اس کو مختلف مقامات پر لکھا ہے لیکن میرے علم میں کوئی مستقل کتاب اس فن میں نہ تھی''۔ (حیات اعلیٰ حضرت جلد اول ص ۲۷۷، ۲۷۸)

یہ بہاری صاحب کا شرمناک جھوٹ ہے، علم توقیت پر علمائے اسلام نے چوتھی صدی ہی میں کام شروع کر دیا تھا۔ جدید آلات توقیت کی ابتدائی صورتیں مسلم سائنسدانوں ہی نے ایجاد کی تھیں، ساتویں ہجری میں شیخ ابو الحسن مراکشی نے ''جامع المبادی والغایات فی علم المیقات'' اس عنوان پر لکھی، اسی طرح نویں صدی ہجری میں عبد الرحمن بن احمد تاجوری مغرب میں ''علم مواقیت'' کے ''اقطاب'' سے جانے جاتے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے چھٹی صدی ہجری کے ایک عالم کا ذکر جنہوں نے علم توقیت میں ''الیواقیت فی معرفۃ المواقیت'' کے نام سے کتاب لکھی یوں ذکر کرتے ہیں:

**إِبْرَاهِيم بن عَلِيّ بن مُحَمَّد بن مَنْصُور الأصبحي الشَّافِعِي يعرف بِابْن المبردع. قَالَ الخزرجي: كَانَ فَقِيها نبيها، نحويا لغويا، عَارِفًا بِالْحِسَابِ، إِمَامًا فِي الْمَوَاقِيت، وَهُوَ الَّذِي صنف فِيهَا اليواقيت،**

(بغیۃ الوعاۃ، ج ۱ ص ۴۲۰، وایضاً معجم المولفین ص ۶۷)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو العباس احمد متوفی ۵۳۳ھ کی دو کتب کتاب المواقیت وکتاب القبلہ کا ذکر کیا ہے۔

(تہذیب الاسما، ج ۲ ص ۲۵۳، ایضاً کشف الظنون ص ۱۴۶۵)

شیخ عمر بن احمد نے ۸۵۴ ہجری میں ''ارجوزۃ الیواقیت فی علم المواقیت'' لکھی۔ (معجم المولفین، ج ۷ ص ۲۷۳)

صلاح الدین صفدی متوفی ۷۶۴ھ شیخ جمال الدین الواسطی کے متعلق لکھتے ہیں:

**لَهُ الْيَدُ الطُّولى فِي الْمَوَاقِيت وَعمل السَّاعَات،** (الوافی بالوفیات، ج ۱۹ ص ۳۳۸)

یہاں بالاستیعاب سب کا ذکر مقصود نہیں، کچھ تفصیل کیلئے شیخ محمد عربی خطابی کا مقالہ **''علم المواقیت اصوله و مناهجه''** کا مطالعہ کیا جائے۔ جس میں موصوف نے چوتھی ہجری تک کے علم المواقیت کے جاننے والوں کا تعارف کروایا ہے۔ اور اس علم کے اصول وقواعد پر جو کتب لکھی گئی ہیں ان میں سے بعض کا تفصیلی تعارف کروایا گیا ہے۔

خود خان صاحب کے زمانے میں شیخ محمد بن قاسم البادسی متوفی ۱۳۴۱ھ نے ایک کتاب ''روضۃ الازہار فی علم التوقیت'' نامی لکھی۔

(نثر الجواہر والدرر فی علماء القرن الرابع عشر ص ۱۴۰۸)

اسی طرح حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک رسالہ ''الساعات للطاعات'' ہے جو تھانہ بھون میں نمازوں کے اوقات کے متعلق دھوپ گھڑی کے وقت کے مطابق پر مشتمل ہے۔ اسی طرح ان کے رسالہ ''النور'' میں مستقل اس پر مضامین آتے۔

اس ساری تفصیل کے بعد کس طرح یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اس فن کے موجد احمد رضا خان ہیں اور اس فن میں ان سے پہلے آج تک کسی نے کوئی کتاب نہیں لکھی؟ اور اب ساتھ میں خان صاحب کے اس جھوٹ کو بھی ملاحظہ فرمائیں:

''مولانا ظفر الدین قادری علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں''۔

(کلیات مکاتیب رضا،ص ۱۲۱ بحوالہ جہان ملک العلماء،ص ۱۲۶)

جہاں تک موصوف بہاری نے یہ کہا کہ میرے علم میں فن توقیت پر کوئی کتاب نہیں اور علم میں کوئی کتاب نہ ہونے ہی کی وجہ سے غالباً خان صاحب کو اس علم کا موجد کہہ رہے ہیں تو جناب عدم العلم عدم الشیئ کا مستلزم نہیں۔ہم نے کئی کتب اس فن پر پیش کردی ہیں جو خان صاحب سے قبل اور خود ان کے دور میں لکھی گئی ہیں،نیز آپ خود لکھتے ہیں کہ خان صاحب نے بھی اس فن پر کوئی کتاب نہیں لکھی وہ ہمیں قواعد زبانی پڑھاتے۔(حیات ملک العلماء،ص ۲۹ بحوالہ جہان ملک العلماء،ص ۲۹۶)

تو پچھلے اس لئے موجد نہ ہوئے کہ بقول کوئی کتاب نہیں لکھی تو کتاب تو خان صاحب نے بھی نہیں لکھی تو وہ کیسے موجد ہو گئے؟

حقیقت یہ ہے کہ چودہ سو سال کی تاریخ میں خان صاحب کی علمیت اور انہیں ایک عبقری شخصیت ثابت کرنے کیلئے جتنے جھوٹ بولے گئے ہیں جس قسم کی مبالغہ آرائیوں سے کام لیا گیا ہے اور جس طرح ''پر'' سے ''پرندہ'' بنایا گیا ہے اس کی مثال ملنی مشکل ہے!!

## یہ علوم کسی کے کمال کا معیار نہیں:

پھر ان علوم کا تعلق علوم آلیہ سے ہے جو ہر گز کسی کے کمال کا معیار نہیں،خان صاحب کے بیٹے مصطفیٰ رضا خان کے زمانے میں ایک ہندو پنڈت ''انند ناتھ'' نے ''اوراد ماضیہ علم ہندسہ''، ''جام جہاں نما (علم ہیئت) پر ''سبعہ سیارہ حکمت ہندی (فلکیات) پر ''مصطلحات علوم (فریالوجی) کے موضوع پر لکھیں۔(تاریخ بریلی روہیل کھنڈ،ص ۲۷۹)

بلکہ راجہ کندن لال اشکی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور نیاز احمد بریلی کے شاگرد عربی و فارسی میں یکتا زمانہ،عمر کے چھٹے سال ترکی زبان سیکھی،شمشیر بازی،تیر اندازی و گھڑ سواری پر کامل مہارت،میر زاہد،شمس بازغہ،سلم زبدۃ الحکمۃ،اقلیدس،مطول و سلم عمر کے پندرہویں سال پڑھی اور مفتی عوض صاحب مرحوم سے بیضاوی کا درس لیا۔(تاریخ روہیل کھنڈ و بریلی،ص ۲۷۶)

اگر اس قسم کے علوم یا کام عظمت کی ایسی دلیل ہے جیسا کہ بریلی والے پیش کر رہے ہیں تو ان ہندو پنڈتوں کو بھی اعلیٰ حضرت کا لقب دیں۔

## حضرت مولانا غلام یاسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹ:

جب تک بریلی میں مدرسہ قائم نہ ہوا تھا اس وقت تک موصوف دیوبندیوں کے مدرسے میں راسخ العقیدہ سنی دیوبندی حضرت مولانا غلام یاسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھتے تھے۔موصوف نے اپنی عادت کے مطابق ان پر بھی جھوٹ باندھا کہ مولانا یاسین نے مجھے کہا کہ مولانا احمد رضا خان نے سود کی حلت کا فتویٰ دیا ہے جس کے بعد میں مدرسہ چھوڑ کر آگیا۔(جہان ملک العلماء،ص ۱۱۳)

## حسام الحرمین کے رد پر ایک اصول اور بہاری کا ایک اور جھوٹ:

بہاری صاحب کے متعلق ان کے سوانح نگار نے لکھا:

''شملہ کا دوسرا واقعہ ہے کہ وہاں ایک صاحب مولوی عمر الدین نامی علمائے دیوبند کے ہم خیال تھے پہلے تو مولانا سے تپاک سے ملتے تھے،جب معلوم ہوا کہ یہ مستفید ان بارگاہ رضوی سے ہیں تو مخالف ہو گئے اور لوگوں میں مولانا کے متعلق غلط فہمیاں پھیلانا انہوں نے اپنا شعار بنا لیا،یہاں تک کہ لوگوں میں یہ مشہور کیا کہ مولانا ظفر الدین صاحب نے مولوی رشید احمد صاحب کے کفر کا فتویٰ دیا ہے،یہ کہہ کر ان کے

معتقدوں کو مولانا کی مخالفت پر آمادہ کیا، چنانچہ ایک دن اس کی تصدیق کرنے کیلئے چند معززین کو لیکر پہنچے، مولانا سے مصافحہ کر کے سب لوگ بیٹھے تو حضرت مولانا نے حسب عادت سب لوگوں کی مزاج پرسی فرمائی اور اس کے بعد دریافت کیا کہ آپ حضرات نے کیسے تکلیف فرمائی، مولوی عمر الدین صاحب بولے کہ کیا آپ نے مولانا رشید احمد صاحب کے کفر کا فتویٰ دیا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ نہیں میں نے تو کوئی فتویٰ نہیں دیا، بولے آپ کے پیر و مرشد مولانا احمد رضا خان صاحب نے فتویٰ دیا ہے؟ حضرت نے فرمایا جی ہاں! پوچھا اس فتوے کو آپ صحیح جانتے ہیں؟ مولانا نے فرمایا مہربان من صحیح جاننے کو ایک میں ہی کیا صحیح جانتا ہوں، اس فتوے کو علماء عرب صحیح جانتے ہیں، عمر بھر مولوی رشید احمد صاحب صحیح جانتے رہے، مولوی اشرف علی صاحب صحیح جانتے ہیں، مولوی خلیل احمد صاحب صحیح جانتے ہیں، علمائے دیوبند صحیح جانتے ہیں، بولے کیا یہ لوگ اس فتوے کو صحیح جانتے ہیں؟ مولانا نے فرمایا یہ تو کھلی ہوئی بات ہے، آپ لوگ مولوی اشرف علی صاحب کے علم سے واقف ہیں عورتوں کیلئے گیارہ جلدوں میں بہشتی زیور لکھ دی، جس کی کسی کتاب میں غلطی معلوم ہوئی فوراً اس کی اصلاح لکھی، آپ خود خیال کریں کہ اگر اس فتوے میں ذرہ بھر غلطی ہوتی تو بیس رد اس کا دہ کر چکے ہوتے، آپ غور کیجئے کہ مدرسہ دیوبند کتنا بڑا مدرسہ ہے کتنے طلبہ ہر سال فارغ التحصیل ہو کر نکلتے ہیں، اگر اس فتوے میں کچھ بھی غلطی ہوتی تو ان فضلاء کو من جملہ اور نصیحتوں کے ایک نصیحت ضرور کی ہوتی کہ دنیا میں کوئی کام کرو یا نہ کرو مگر مولانا احمد رضا خان کے اس فتوے کا رد ضرور کرنا، مگر آپ جانتے ہیں کہ آج تک اس کا کسی نے کہیں سے کوئی رد نہیں کیا''۔ (جہان ملک العلماء، ص ۱۴۲)

اول تو یہ صریح جھوٹ کہ خان صاحب بریلی نے فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو جھوٹا فتویٰ منسوب کیا اس کی کسی نے تردید نہیں کی، المہند میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تردید کی، خود حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تردید کی، اس کی تمام تر تفاصیل میری کتاب ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔

دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ بقول بہاری صاحب اگر علمائے دیوبند نے تردید کی ہوتی تو حسام الحرمین کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جاتا ہے اور تردید کی گئی، لہٰذا اس اصول کے تحت ثابت ہوا کہ حسام الحرمین جھوٹ کا پلندہ تھا!!

## ڈاکٹر ضیاء الدین کے حوالے سے جھوٹ:

ڈاکٹر ضیاء الدین کے بارے میں بہاری صاحب نے حیات اعلیٰ حضرت جلد اوّل میں سات صفحات کا ایک طویل جعلی افسانہ بنایا کہ ڈاکٹر صاحب ریاضی کے کسی مسئلہ کے حل کیلئے جرمنی جانا چاہتے تھے، سید سلمان اشرف بہاری کے مشورے سے جرمنی جانے سے پہلے اعلیٰ حضرت سے ملاقات کر لی، خان صاحب نے مسئلہ فوراً حل کر دیا تو ڈاکٹر صاحب حیران رہ گئے اور پوچھا کہ اس پیچیدہ فن میں یہ مہارت آپ نے کن اساتذہ سے حاصل کی تو اعلیٰ حضرت نے جواب دیا کہ والد صاحب سے جمع، تفریق، ضرب تقسیم کے چار قاعدے سیکھے تھے، مزید پڑھنا چاہا تو والد ماجد نے فرمایا کہ اپنا وقت اس پر کیوں صرف کرتے ہو مصطفیٰ پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے یہ علوم تمہیں خود سکھا دیے جائیں گے۔
(ملخصاً حیات اعلیٰ حضرت جلد اول، ص ۲۶۵، ۲۶۸)

بعد میں خان صاحب کے تقریباً تمام سوانح نگاروں نے اس افسانے کو خوب مرچ مصالحہ لگا کر اپنی کتب میں پیش کیا لیکن وہ ریاضی کا لاینحل مسئلہ کیا تھا جس کے حل کیلئے علی گڑھ کے وائس چانسلر جرمنی جانا چاہتے تھے کہ بریلی والوں نے حل کر دیا اس پہیلی کا جواب دینے کو کوئی

سوانح نگار تیار نہیں !!!!

ایڈیٹر''فاران'' کراچی جناب ماہر القادری نے جولائی ۱۹۷۶ء کے فاران میں لکھا کہ اس نے اس مشہور داستان کے بارے میں ڈاکٹر ضیاء الدین مرحوم کے شاگرد رفیق اور علی گڑھ میں ریاضی کے استاد پروفیسر عبدالمجید قریشی سے پوچھا، وہ حیران ہوئے اور پھر خیال ظاہر کیا کہ ڈاکٹر صاحب ریاضی کی قدیم کتاب ''قانون المسعودی'' کا ترجمہ چاہتے تھے، شاید اس لئے گئے ہوں، باقی کسی قدیم ریاضی دان سے تازہ مسائل پر مشورہ یا وضاحت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، جدید ریاضی نہ معلوم کہاں تک پہنچ گئی ہے''۔ اس نکتے سے ہی یہ الجھی ہوئی گتھی کسی قدر سلجھ جاتی ہے، کیونکہ پہلے راوی ظفر الدین بہاری صاحب بھی ص ۱۵۲ پر یہ بھی لکھتے ہیں: ''کہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ میری لائبریری میں ایک نایاب کتاب عربی میں ہے جس کے دنیا بھر میں صرف چند نسخے ہیں میں چاہتا ہوں کہ اس کا ترجمہ ہو جائے''۔ (حیات اعلیٰ حضرت جلد اوّل، ص ۷۰ ۲ ملخصاً) گتھی سلجھ گئی، دوسرا کوئی مسئلہ تھا ہی نہیں تو کسی بھی ریکارڈ پر کیسے نظر آتے، البتہ دو بڑوں کی ملاقات نے جہلاء کو مداحی کے عجیب عجیب بہانے دے دیئے''۔ (بحوالہ بریلویت حقائق کے آئینہ میں، ص ۸۱، ۸۲، ملخصاً)

## ڈاکٹر ضیاء الدین کے حوالے سے ایک اور جھوٹ:

اس کے جواب میں پروفیسر سلیمان بدایونی لکھتے ہیں:

صفحہ ۱۵۵ تا ۱۵۶ پر ڈاکٹر سر ضیاء الدین مرحوم کو داڑھی منڈا لکھ کر یہ لکھنا کہ ڈاکٹر صاحب نے بریلی سے واپس ہو کر داڑھی رکھی، خدا جانے یہ سفید جھوٹ کیوں لکھا گیا ہے؟ ۱۹۰۶ء میں جب ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب ولایت سے واپس آئے اس وقت بدایوں میں علی گڑھ کے تعلیم یافتہ افسر بہت سے تھے، جن کی قیادت خان بہادر مرزا قیم بیگ چغتائی ڈپٹی کلکٹر کے سر تھی، انہوں نے ڈاکٹر ضیاء الدین کو بدایوں آنے کی دعوت دی، ڈاکٹر صاحب بدایوں آئے ان کا اس قدر زبردست استقبال کیا گیا کہ اس سے پہلے بدایوں میں کوئی استقبال نہیں ہوا تھا، اسٹیشن سے قیام گاہ تک افسر اور معززین بلدہ خود گاڑی کھینچ کر لائے تھے، گھوڑا گاڑی سے نکال دیا تھا، ڈاکٹر صاحب کی تقریر اسکول بدایوں کے ہال میں ہوئی تھی، میں نے بچشم خود اس وقت ڈاکٹر صاحب کے چہرہ پر داڑھی دیکھی تھی، رات کو خان بہادر مولوی فصیح الدین بدایونی کی طرف سے ڈھائی تین سو آدمیوں کو ڈاکٹر صاحب کے اعزاز میں بلایا گیا تھا، اس وقت رات میں اگرچہ بجلی کی روشنی نہ تھی چہرہ پر داڑھی نمایاں تھی، اب ذرا ضیائے حیات مرتبہ محمد امین زبیری کے صفحہ ۳۴ کو پڑھیے اور یاوہ گوئی اور کذب بیانی پر ماتم کیجئے:

''ڈاکٹر صاحب نے ایک دفعہ بیان کیا کہ ان کے زمانہ تعلیم میں ان کو ایک عجیب مشکل پیش آئی، انہوں نے جب سے کہ چہرہ سبزہ آغاز ہوا تھا کبھی اس پر استرہ استعمال نہیں کیا تھا، حالانکہ اچھی خاصی داڑھی تھی اور یہی داڑھی لیکر وہ انگلستان گئے، چند مہینوں کے بعد کیمبرج میں ایک روز ان کے ٹیوٹر نے کہا جن کی داڑھی تقریباً برابر تھی کہ یہ حالت تو ایک ہے...... اور نہیں معلوم ہوتا کہ میں تمہارا ٹیوٹر ہوں یا تم میرے ٹیوٹر ہو، ڈاکٹر صاحب نے اس بات کا اطمینان کرنے کے بعد کہ داڑھی مونڈ ڈالنے میں کوئی شرعی مضائقہ نہیں ٹیوٹر کی خاطر گوارا کر لیا، مگر کیمبرج چھوڑتے ہی داڑھی بدستور رکھ لی اور آخر تک رہی''۔

(مجلہ سہ ماہی العلم، ص ۱۲۲ جنوری تا مارچ ۱۹۵۸)

# نواب احمد رضا خان صاحب اپنوں کی نظر میں

## نواب احمد رضا خان صاحب اپنے پیر و مرشد کی نظر میں

اذان ثانی کے مسئلہ میں جب بدایونی علماء کے ساتھ اختلاف چل رہا تھا تو اس وقت مارہرہ کی خانقاہ نے بدایونی علماء کی مخالفت کی، بدایونی علماء نے یہ کہا کہ آپ لوگ مولانا احمد رضا خان صاحب کی بے جا طرف داری کر رہے ہیں، جس پر انہوں نے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا:

''اس پر میں نے کہا کہ آپ خوب سمجھ لیں کہ مراسم محبت و مروت اور تعلیم و تعلم و قدامت رشتہ توسل فقیر کو جو حضرات اکابر مدرسہ قادریہ کے ساتھ ہے اس کا عشر عشیر مولوی احمد رضا خان صاحب سے نہیں اور نہ ہو سکتا ہے، بلکہ معاملات دنیاوی میں تو مولوی احمد رضا خان صاحب ہمارے اعزہ کے مخالفین کے ساتھ ہیں''۔

(مبحث الاذان وشانی جواب پر کافی ایرادات، ص ۳۳)

دلچسپ بات یہ کہ نواب صاحب کے پیر و مرشد مسائل دینیہ میں بھی نواب احمد رضا خان صاحب کے بجائے مولانا عبدالقادر بدایونی سے رجوع کرتے، کیونکہ ان کے مقابل بدایونی پر اعتماد زیادہ تھا جیسا کہ مندرجہ بالا حوالے سے بھی واضح ہے، چنانچہ ان کے سیرت نگاروں نے لکھا ہے:

''مسائل فقہ میں اکثر مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی معینی مجیدی آل احمدی رحمۃ اللہ علیہ سے تذکرہ و مشاورت فرماتے اور بعد بیان حضرت مولانا (عبدالقادر بدایونی) رحمۃ اللہ علیہ کے رجوع بہ کتب نہ فرماتے، چونکہ ان کے وسعت علم اور دیانت کی تعریف حضور خاتم الاکابر قدس سرہ سے سن چکے تھے ان پر پورا بھروسہ فرماتے''۔

(تذکرہ نوری، ص ۱۶۳)

اسی طرح مولانا عبدالقادر بدایونی صاحب کے مشورے کے بغیر کتابیں طبع نہ فرماتے۔ (تذکرہ نوری، ص ۱۹۷)

**کیونکہ:**

''علماء میں جو خصوصیت و اعتماد حضرت مولانا مولوی عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ پر تھا کسی دوسرے (خواہ احمد رضا خان ہو یا کوئی اور، ساجد) پر نہ تھا''۔ (تذکرہ نوری، ص ۲۱۳)

پیر و مرشد کی اسی سرد مہری کی وجہ سے شاید نواب احمد رضا خان کو بھی ان سے کوئی خاص محبت و شغف نہ تھا، چنانچہ بریلوی محققہ اوشا سانیال لکھتی ہیں:

''وہ (نواب احمد رضا خان، ساجد) شاہ آل رسول سے مرید ہونے کیلئے ذہنی طور پر تیار تھے۔ انہوں نے ان سے ملاقات کی (اور بیعت سے شرف یاب ہوگئے) انہیں شاہ آل رسول کے اصول اور ان کی خانقاہ کی روایات کے مطابق، بیعت سے پہلے چلّہ

نہیں کرنا پڑا، مرشد و مرید کے درمیان گہرا شخصی تعلق پایا نہیں جاتا ہے، اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ نہ مولانا کے ملفوظات میں نہ ہی سوانح میں اور نہ ہی ان کے خوابوں کے ضمن میں اس کا ذکر ملتا ہے، حالانکہ والد اور دادا اور پیغمبر محمد کو خواب میں دیکھنے کا ضرور ذکر ملتا ہے......اگر چہ یہ بات صحیح ہے کہ مولانا شاہ آل رسول کے ساتھ گہری وابستگی نہیں تھی"۔

(عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست، ص ۱۵۰)

نواب احمد رضا خان کے پیر و مرشد گھرانے کا آج خان صاحب کے بارے میں کیا نظریہ ہے، ذرا ملاحظہ ہو مارہرہ کے موجودہ سجادہ نشین کا نظریہ:

''اسی مارہرہ مقدسہ سے مسلک اعلیٰ حضرت کے عظیم مبلغ و داعی، ناشر و مروج مسلک اعلیٰ حضرت حضور سید نظمی میاں......کے بیٹے سید سبطین حیدر صاحب کے ذریعہ آج حضور اعلیٰ حضرت کی مخالفت کی جارہی ہے، ان کی تذلیل وتضحیک کی ناپاک سعی کی جارہی ہے، ان کے کردار پر انگلی اٹھائی جارہی ہے، ان کے تقدس کو پامال کیا جارہا ہے، ان کے نام سے بیزاری و اکتاہٹ جیسی مذموم حرکت کا برملا اظہار کیا جارہا ہے، ان کی تعلیمات سے لوگوں کو انحراف کرنے کی تعلیم دی جارہی ہے"۔

(سبطینی اشکالات، ص ۸)

اس انکشاف پر بھی ذرا نظر ڈالیے:

''سید صاحب اپنی تقریر میں کہا:

''یہ بڑا ذمہ دار منبر ہے یہاں میرے باپ سید آل رسول نے بھی تقریر کری ہے اور میرے دادا آل مصطفیٰ نے بھی تقریر کری ہے، اور میرے داد حسن میاں صاحب نے بھی تقریر کری ہے، یہاں سے جو بات ہوگی وہ غیر ذمہ دارنہ بات نہیں ہوگی، میں ایک ذمے داری کے ساتھ ایک بات کہتا ہوں یہ جو مشہور کیا گیا حضور سید شاہ آل رسول کے بارے میں سید شاہ آل رسول احمدی کے بارے میں کہ انہوں نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب خدا مجھ سے پوچھے گا کیا لائے میرے لئے؟ تو میں کہوں گا کہ احمد رضا لیکر آیا، یہ بات میرے داد احمدی پر جھوٹ پیش کی گئی ہے، سن لو اس بات کو سن لو میں کھلم کھلا بول رہا ہوں، یہ بالکل جھوٹ کہا گیا ہے، حضور احمدی سے جب ان کے مرید نے آخری وقت میں پوچھا کہ آپ کچھ نصیحت فرما دیجئے تو آپ نے معلوم ہے کیا فرمایا، پیر و مرشد ہیں مولانا احمد رضا خان صاحب کے آپ نصیحت فرمائیے تو آپ نے فرمایا:

**اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول**

اس کے آگے کچھ نہیں فرمایا اور یہ جو باتیں ہیں میرے دادا پر جھوٹ گھڑی گئی ہیں، آل رسول احمدی رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹ گھڑا گیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ پیش کردوں گا احمد رضا کو لے کے آیا ہوں، کیسے کیسے جھوٹ، شفیق صحیح کہہ رہے تھے کہ جھوٹ پر پوری عمارت کھڑی کردی گئی ہے"۔

(سبطینی اشکالات، ص ۱۰، ۱۱)

## خان صاحب مولانا معین الدین اجمیری مرحوم کی نظر میں:

پہلے اجمیری صاحب کا مقام و مرتبہ خود بریلوی حضرات کے ہاں کیا ہے وہ ملاحظہ فرمالیں:

''شمس العلماء مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ''

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر،ص ۳۹۶)

موصوف نے نواب احمد رضا خان صاحب کے خلاف ایک کتاب''تجلیات انوار المعین''لکھی جس میں خان صاحب کی ایسی ایسی صفات کا ذکر کیا جو کہیں اور نہیں ملے گی،ان تمام کی تفصیل ما قبل میں ایک مستقل عنوان کے تحت گذر چکی ہے،ہم یہاں صرف اشارے دے رہے ہیں تفصیل کیلئے متعلقہ کتاب کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

''خصوصیت نمبر ا: بند خلاصی (تجلیات انوار المعین:ص ۸)

......خصوصیت نمبر ۲: الزام بمالم یلتزم (تجلیات انوار المعین:ص ۸)

......خصوصیت نمبر ۳: مغالطہ دہی (تجلیات انوار المعین:ص ۹) (تجلیات انوار المعین:ص ۱۱)

......خصوصیت نمبر ۴: بہتان طرازی: (تجلیات انوار المعین:ص ۱۱)

......خصوصیت نمبر ۵: خروج از دائرہ بحث (تجلیات انوار المعین:ص ۱۲)

......خصوصیت نمبر ۶: مجادلہ (تجلیات انوار المعین:ص ۱۳)،(تجلیات انوار المعین:ص ۱۳)

......خصوصیت نمبر ۷: حق پوشی (تجلیات انوار المعین:ص ۱۴)

......خصوصیت نمبر ۸: بادبدستی (تجلیات انوار المعین:ص ۱۵)

......خصوصیت نمبر ۹: کج بحثی (تجلیات انوار المعین:ص ۱۶)

......خصوصیت نمبر ۱۰: خلاف بیانی: (تجلیات انوار المعین:ص ۱۷)

......خصوصیت نمبر ۱۱: افتراء وتحریف: (تجلیات انوار المعین:ص ۱۷)،(تجلیات انوار المعین:ص ۱۸)

......خصوصیت نمبر ۱۲: خود فراموشی (تجلیات انوار المعین:ص ۱۸)

......خصوصیت نمبر ۱۳: تحکم وحکومت طلبی (تجلیات انوار المعین:ص ۱۹)''۔

قارئین کرام! ان (۱۳) خصوصیات کے ساتھ بانی بریلویت مولوی احمد رضا خان کی شخصیت کا آسانی سے پتہ چلایا جاسکتا ہے،یہ خصوصیات کسی عام بریلوی نے ذکر نہیں کیں، بلکہ بریلویوں کے پیر خواجہ قمر الدین سیالوی کے استاد مولانا معین الدین چشتی اجمیری صدر مدرسین مدرسہ معینیہ اجمیریہ نے مولوی احمد رضا خان کی بیان کی ہیں،لہٰذا اسے خود بریلویوں کے گھر سے مولوی احمد رضا خان کی ذات اور خصوصیات کا پتہ چل جاتا ہے کہ احمد رضا خان کس قماش کا آدمی تھا۔

## دشنام دہی میں کوئی بازی نہیں لے سکتا:

''مباحثہ علمیہ میں گو وہ (احمد رضا) عہدہ برآ ہو سکتا ہے لیکن پہلو دار گوئی دشنام گوئی میں کوئی بازی نہیں لے جاسکتا''۔

(تجلیاتِ انوار المعین:ص ۲)

یعنی دشنام دہی میں اعلیٰ حضرت کا مقابلہ دنیا میں شاید ہی کوئی کر سکے۔

## خیر آبادیوں سے خبطی (بے وقوف ہونے) کا تمغہ:

ایک بار موصوف مولانا عبد الحق خیر آبادی ابن مولانا فضل حق خیر آبادی سے ملے مولانا نے پوچھ لیا کہ کیا کام کرتے ہیں تو نواب احمد رضا خان صاحب نے کہا:

''ردِ وہابیت''

جس پر مولانا عبد الحق خیر آبادی نے برجستہ کہا:

''آپ بھی ردو ہابیت کرتے ہیں ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے کہ ہر وقت اسی خبط میں مبتلا رہتا ہے''۔

(فیضان اعلیٰ حضرت، ص ۲۳۷)

خان صاحب موصوف اس پر کافی سیخ پا ہوئے اور کہا کہ آپ کے والد فضل حق خیر آبادی نے بھی ردِ وہابیت کیا ہے، حالانکہ میرے خیال میں مولانا عبد الحق خیر آبادی کا مقصد یہ ہرگز نہ تھا کہ فی نفسہ ردوہابیت کرنا کوئی برا کام ہے، دراصل مولانا ان کی شہرت سن کر اور ان کے مریدین کی طرف سے ان کی شان میں پڑھے گئے الم غلم قصیدے سن کر یہ گمان کرنے لگے تھے کہ امت مسلمہ کہ اجتماعی مسائل پر کام کرتے ہوں گے، کیونکہ خان صاحب کے مریدین کا ان کے متعلق دعویٰ ہے کہ خان صاحب کا گھر پوری دنیا کیلئے مرکز اور دارالافتاء کی حیثیت رکھتا تھا، ظاہر ہے جب امت مسلمہ گوناگوں مسائل کا شکار ہو اندرونی و بیرونی سازشوں سے ہمکنار ہو ایسے حالات میں آپ پوری دنیا کے مرکزی دارالافتاء کے مفتی اعظم سے ملیں اور ان سے پوچھیں کہ امت مسلمہ کے اجتماعی کاز کیلئے آپ نے کیا کیا؟ آج ہر طرف کا فر امت مسلمہ کے اعتقادی، عملی، معاشی، معاشرتی، سیاسی، سماجی سرحدوں پر حملہ آور ہے وہ مسلمانوں کی تہذیب وتمدن کو بدلنے پر کمر بستہ ہے، اس خطرناک صورتِ حال سے نکلنے کی کوئی تدبیر ہو تو کیا ہو اور وہ آگے سے جواب دے کہ ''بس دیوبندیوں کے خلاف کتابیں لکھو'' تو ظاہر ہے کہ ایک عام آدمی کا سر چکرا جائے غالباً مولانا عبد الحق خیر آبادی صاحب بھی اسی صورتحال سے دوچار ہوئے ہوں گے اسی لئے جملے میں ''ہر وقت'' کی قید کو ملحوظ رکھا بہر حال صورتحال جو بھی ہوا اتنا تو معلوم ہوا کہ خیر آبادی خانوادہ کے ہاں جناب نواب احمد رضا خان صاحب اب ''خبطی'' ہو چکے تھے۔

## علمائے رامپور اور نواب احمد رضا خان صاحب:

مولانا شاہ وجیہ الدین رامپوری تکفیر کے مسئلہ میں نواب احمد رضا خان صاحب کے تشدد کو یوں بیان کرتے ہیں:

''علماء بریلی کا تشدد اکابر علماء دیوبند سے جو لغزشیں ہوئی ہیں ان پر حضرات علماء بریلی نے سخت تشدد اختیار کیا اور لغزشوں کو کرنے والوں کو ہی فقط کافر نہیں کہا بلکہ ان کے کفر میں جو شک کرے اس کو بھی کافر کہا، میں پہلے بھی اس بات کا اظہار کر چکا ہوں کہ اس غلو آمیز عموم سے ہندوستان میں کوئی بھی مسلمان نہیں رہ سکتا، میرے نزدیک یہ مبالغہ صحیح نہیں ہے۔

(مسلکِ اربابِ حق، ص ۳۰۰)

''علماء دیوبند کی تاویلوں کو ہندوستان کے علماء اہل سنت کی بہت بڑی اکثریت نے مانتے ہوئے انہیں کافر نہیں کہا......عالم بھر کے لاکھوں علماء ومشائخ اور دنیا بھر کے کروڑوں مسلمان تو ان دونوں گروہوں کے موقف سے آج تک بے خبر ہیں کہ یہ مسئلہ

ہے کیا؟...... یہ دیوبندی بریلوی تنازعہ آج تک اجتماعی اور کلی نہ بن سکا...... اس جھگڑے میں پڑنے سے سوائے تضیعِ اوقات اور کچھ نہیں، اہل حق پہلے بھی اس بے کار کے جھگڑے سے بہت دور رہے اور آج بھی الحمدللہ اس نزاع کو سخت ناپسند اور امت مسلمہ کے واسطے زہر قاتل تصور کرتے ہیں، کیونکہ اس سے امت مسلمہ میں انتشار پھیلا مسلمانوں کا دینی ملّی اور سیاسی اتحاد ختم ہوا صرف دشمنان اسلام نے اس جھگڑے سے فائدہ اٹھایا"۔

(مسلک ارباب حق، ص ۳۰۳)

"ان (علمائے دیوبند) کی ان تاویلوں کے پیش نظر اہل سنت و جماعت کے ارباب حق کی بہت بڑی اکثریت نے ان کی تکفیر نہیں کی، جن میں حضرات علمائے رامپور، حضرت علمائے فرنگی محل، (لکھنؤ) حضرات علمائے دہلی وغیرہ شامل ہیں"۔

(مسلک ارباب حق، ص ۱۵۹)

اس کتاب کو بریلوی شیخ الحدیث پیر غلام رسول قاسمی، مفتی حزب الاحناف مفتی غلام حسن قادری، بریلوی مناظر اسلام مولانا سعید احمد اسد اور صدر جمعیۃ علماء پاکستان صاجزادہ ابوالخیر زبیر حیدرآبادی کے مشورے سے شائع کروایا گیا ہے۔

ان مندرجات سے واضح اور روشن ہے کہ علمائے رامپور تکفیر کے مسئلہ میں نواب احمد رضا خان کے مخالف تھے، نہ صرف مخالف بلکہ انہیں اس باب میں متشدد مانتے ہیں!!

## علامہ غلام رسول سعیدی:

لیکن علامہ غلام رسول سعیدی حال شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم نعیمیہ کراچی کے نزدیک **لیغفر لك الله** (الآیۃ) کا ترجمۂ اعلیٰ حضرت غیر صحیح ہے کہ ہمارے نزدیک یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ ترجمہ لغت، اطلاقات قرآن، نظم قرآن اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور اس پر عقلی ایرادات اور خدشات ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

(شرح صحیح مسلم، ص ۳۳۵، ج ۷ مطبوعہ لاہور)، (معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۹، ص ۱۵۵)

بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ سعیدی صاحب کی مخالفت مجدد ملت کی وجہ سے...... سعیدی صاحب نے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے اہل سنت کو نیچا دکھانے اور وہابیت کے پنجے مضبوط کرنے میں نہایت ہی تھوڑے عرصہ میں یقیناً وہ کام کر دکھایا ہے جو بڑی ایڑی چوٹی کا زور صرف کرنے کے باوجود کم وبیش ایک سو سال کی طویل مدت میں بھی وہ سرانجام نہ دے سکے"۔

(معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۹، ص ۱۵۷)

## جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور احمد رضا خان:

"یہ تلخ حقیقت تسلیم کیجئے کہ امام احمد رضا کا علمی حلقوں میں اب تک صحیح تعارف نہ کرایا جا سکا، جدید تعلیم یافتہ طبقہ امام احمد رضا کو جانتا بھی نہیں"۔

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر، ص ۲۸)

''آج کا سنجیدہ انسان اس طرف (یعنی احمد رضا خان کی طرف) رخ کرتے جھجکتا ہے''۔ (المیزان کا امام احمد رضا نمبر،ص ۲۹)

''آج ایشیاء میں جتنے تحقیقاتی ادارے ہیں وہاں امام احمد رضا پر کام تو درکنار نام بھی نہیں ملے گا''۔

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر،ص ۲۹)

## نواب احمد رضا خان اپنے ہم مسلک علماء کے کفری فتوؤں کی زد میں:

مفتی عبد المجید سعیدی بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی اور جمعیت علماء پاکستان کے صاحبزادہ ابو الخیر زبیر حیدر آبادی کے متعلق لکھتے ہیں:

''جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اعلیٰ حضرت...... نے قرآن مجید میں کھلی معنوی تحریف کا ارتکاب کیا ہے، جو دبی زبان میں آپ پر ان کا فتویٰ کفر ہے، کیونکہ قرآن میں تحریف کرنا بالاتفاق کفر ہے، جبکہ عظمت نبوت کے کسی مسئلہ میں آپ کی اس قسم کی تردید وتغلیط کرنے کا واضح معنیٰ یہ بنتا ہے کہ آپ گستاخان رسول (وہابیہ) کے خلاف اپنے مشہور برحق موقف میں حق بجانب ہونے کے بجائے خود اس میں ملوث ہیں (والعیاذ باللہ) جو ظاہر ہے عوام اہل سنت کیلئے سخت گمراہی کا باعث ہے، کیونکہ عوام باریکیوں میں نہیں جاسکتے اور ان کے نزدیک کسی ایک مسئلہ میں غلط ہونے کا مطلب اس کا تمام مسائل اور جملہ عقائد ونظریات میں باطل ہونا بنتا ہے''۔

(کنز الایمان پر اعتراضات کا آپریشن،ص ۵۴، کاظمی کتب خانہ رحیم یار خان)

## مولانا عبد الباری فرنگی محلی خان صاحب بریلوی کو منہ لگانا بھی اپنی غیرت کے خلاف سمجھتے تھے:

مولانا عبد الباری فرنگی محلی بریلوی مذہب کے معتمد آدمی ہیں ان کی ثقاہت ہم دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم کے مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں، خان صاحب نے ان سے اختلاف کیا اور نوبت کفر کے فتوؤں تک پہنچ گئی تو مولانا عبد الباری فرنگی محلی مرحوم نے خان صاحب کے بارے میں اپنی رائے یوں نقل کی:

''مگر اس پیکر تکبر کے روبرو گردن جھکانے کو بلکہ اس سے تخاطب کو بھی اب نہ اپنے بلکہ حق کی بے غیرتی تصور کرتا ہوں''۔

(الطاری الداری، حصہ دوم،ص ۳)

مولانا عبد الباری فرنگی محلی مرحوم خان صاحب کو کاذب وبددیانت تصور کرتے۔

بریلوی قیام الملۃ والدین مولانا عبد الباری فرنگی محلی خان صاحب کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

''آپ کی تحریر موصول ہوئی مجھے افسوس ہے کہ میں نے اب تک جو آپ کی طرف سے حسن ظن رکھا تھا وہ اب نہیں رہا، آپ کو دیانتدار مگر متشدد سمجھتا تھا، مگر آپ نے ایک واقعہ کی دیدہ دانستہ اس طرح سے صاف **تکذیب** کی ہے جو سراسر غلط ہے، دنیا آپ کو کچھ کہے لیکن جو اس وقت موجود تھے وہ اب کسی طرح **آپ کی دیانت کے قائل نہیں ہو سکتے**، آپ کو یاد ہوگا اور ضرور یاد ہوگا اس وجہ سے کہ میں نے ایسا دندان شکن جواب دیا تھا کہ آپ دم بخود گھر میں گھس گئے اور اس کے بعد ایک تحریر ارسال فرمائی، جس

کے جواب میں میں نے کہا کہ ڈاک کے ذریعہ سے خط وکتابت ہوتی ہے، یہاں خود مکالمہ کا موقعہ ہے آپ باہر آئیے اور جواب لیجئے، باہر آئے تو معذرت کرتے ہوئے، خیر میں نے وہ برسبیل تذکرہ یاد دلایا تھا اور آپ کی تہذیب کی مثال پیش کی تھی، لیکن اس کی وجہ سے **جناب کے پوشیدہ وصف پر مجھے وقوف ہوگیا خوب ہوا اب جناب پر اعتماد کرنے والا وہی ہوگا جو آپ کے کمالاتِ معنوی سے غافل ہو**"۔

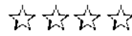
(الطاری الداری، حصہ سوم، ص ۳۱)

## اپنوں نے خان صاحب کے ساتھ وہ کچھ کیا جو بیگانوں نے بھی نہ کیا ہوگا:

رضاخانی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

"امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معاصرین اہل سنت علما کرام کو اپنے ساتھ ملانے کی بڑی کوشش کی لیکن بجائے تعاون کے بعض تو اس قدر مخالف ہو گئے کہ مقدمہ بازی پر تل گئے جیسے بعض علمائے دکن، علمائے بدایوں، وعلمائے رامپور وعلمائے فرنگی محل رحمہم اللہ تعالی نے بعض مسائل میں و دیگر وجوہ سے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ تاریخ گواہ ہے اتنا شدید رد عمل ممکن ہے آپ کے ساتھ بیگانوں نے نہ کیا ہو"۔

(شرح حدائق بخشش، ج ۳، ص ۲۶۷)



# نواب احمد رضا خان علمائے اہل السنّۃ دیوبند کی نظر میں

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''پچھلے دنوں ایک خط احمد رضا خان صاحب کے مرید کا آیا تھا جس میں لکھا تھا کہ میں پچیس سال سے مولوی احمد رضا خان صاحب سے مرید تھا، اب ان عقائد باطلہ سے توبہ کرتا ہوں اور حضرت سے بیعت کی درخواست کرتا ہوں میں نے جواب لکھ دیا کہ تعجیل مناسب نہیں''۔ (ملفوظات حکیم الامت: ج ۷ ص ۱۳)

اس ارشاد میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تسلیم فرمایا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے عقائد باطل تھے عقائد حقہ نہ تھے ورنہ آپ اس شخص کو لکھ بھیجتے کہ خدا کا خوف کرو احمد رضا خان جیسے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عقائد کو باطل کہتے ہو آپ کا اس پر نکیر نہ کرنا اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہے کہ احمد رضا خان باطل عقائد کا حامل تھا، باقی یہ جو کہا کہ تعجیل مناسب نہیں یہ اس لیے تھا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ حضرت کو مریدوں ہی کی طلب اور پیاس رہتی ہے گویا آپ اسی انتظار میں بیٹھے ہیں، اس لیے کہا کہ پہلے استقامت دکھاؤ اس کے بعد بیعت کرلوں گا۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ:

''یہ اہل بدعت اکثر بدفہم ہوتے ہیں بوجہ ظلمت بدعت کے.....علوم وحقائق سے کورے ہوتے ہیں.....ویسے ہی لغویات ہانکتے رہتے ہیں جس کے سر نہ پیر.....مثلاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب محیط ہے اور یہ کہ حضور کا مماثل پیدا کرنے کی اللہ تعالیٰ کو قدرت نہیں.....اس قسم کے ان کے عقائد ہیں اور اب تو اکثر بدعتی شریر بلکہ فاسق فاجر ہیں''۔ (ملفوظات: ج ۷ ص ۲۳)

اور یہ عقائد مولانا احمد رضا خان بریلوی کے بھی ہیں تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تو مولانا احمد رضا خان بریلوی کو علم سے کورا، لغویات ہانکنے والا، فاسق وفاجر شخص قرار دے رہے ہیں۔

ایک اور ملفوظ ملاحظہ ہو:

''ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدعتی بھی عجیب چیز ہیں دین تو قلوب میں ہے ہی نہیں قلب مسخ ہوگیا ہے، ہمیشہ اہل حق کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، نہ کچھ حدود ہیں نہ کچھ اصول جو جی میں آتا ہے کہہ دیتے ہیں، ایک مرتبہ بریلی میں ایک بڑے بدعتی مولوی نے خواب دیکھا کہ دوزخ کی کنجیاں میرے ہاتھ میں رکھی گئی ہیں اور تعبیر اس کی یہ سمجھ رکھی تھی کہ وہ جس کو چاہیں کفر کا فتویٰ دے کر دوزخ میں بھیج دیں، میں نے کہا یہ تعبیر تو بالکل غلط ہے یہ تو کسی کے قبضہ میں نہیں کہ کسی کو کوئی دوزخ میں بھیج دے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرکے دوزخ میں بھیج رہے ہیں، پس وہ کنجی دوزخ کے موافق کیلئے ہے مخالفین کیلئے نہیں ہے''۔ (ملفوظات، ج ۲، ص ۲۶)

امام اہلسنت فاتح رافضیت و رضاخانیت مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''آج کل عام طور پر دردمندانِ اسلام کو یہ بات محسوس ہو رہی ہے کہ فرقہ رضاخانی اسلام کا سب سے زیادہ دشمن اور اس کا وجود

مسلمانان عالم کیلئے سب سے زیادہ مضرت رساں ہے، نئی نئی باتیں نکال کر مسلمانوں کو گمراہ کرنا، دین کو بگاڑنا، باہم مسلمانوں کو لڑانا، ان میں تفرقہ ڈال کر ایک کو دوسرے کا دشمن بنانا اس فرقے کا کام ہے، دین فروشی اس کا ذریعہ معاش ہے، علمائے اسلام نے کبھی اس فرقے کی طرف زیادہ توجہ نہ کی اور ان کی بے توجہی سے اس کی ترقی ہوتی گئی نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس فرقہ نے بڑی دلیری کے ساتھ اعلانیہ ہر کام میں مسلمانوں کی مخالفت شروع کی اور کھلم کھلا علمائے اسلام کی توہین اور دین اسلام کی بیخ کنی کرنے لگا"۔(تحفہ لاثانی برائے فرقہ رضاخانی، ص ۲)

اسی طرح دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:

"نہایت رنج کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت مسلمانوں کیلئے سب سے زیادہ خطرناک فرقہ رضاخانی ہے، تجربہ شاہد ہے کہ مسلمانوں پر عیسائیوں یا آریوں کا مکروخداع اس قدر کارگر نہیں ہوتا جس قدر کہ اس فرقہ رضاخانی کے دجل وان کی تلبیس کا اثر ہوتا ہے"۔(نصرۃ آسمانی ص:۳)

اسی طرح مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے تمام رسائل ہی احمد رضا خان بریلوی کی اصلیت واضح کرتے ہیں، لیکن یہاں میں ان کا ایک جملہ پیش کرتا ہوں وہ فرماتے ہیں کہ:

"نقل کفر کفر نہ باشد خان صاحب کے عقائد کفریہ لازمہ کا نمونہ، ایسے عقائد دنیا میں کسی کافر اصلی کے بھی نہ ہوں گے"۔

(رسائل چاند پوری ج ۲ ص ۵۴۰)

اس کے بعد حضرت چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے احمد رضا کے کفریہ عقائد احمد رضا خان کی کتب سے واضح کئے اور پھر فرمایا کہ:

"خان صاحب کے عقائد کفریہ ملعونہ لازمہ خدائے قدوس جل مجدہ اور سرور عالم ﷺ کے متعلق ایسے ناپاک اور گندے ہیں کہ جن کا ذکر کرنا بھی دشوار ہے"۔(رسائل چاند پوری ج ۲ ص ۵۴۳)

اور دوسری جگہ مولانا چاند پوری صاحبؒ رضاخانی اصولوں اور مسلّمات کی رو سے فرماتے ہیں:

"فاضل بریلوی احمد رضا خان صاحب بریلوی معلم اول فرقہ رضاخانیہ کا کفر وارتداد اور خارج از اسلام ہونا اور جس قدر بھی مرتد کے احکام ہیں ان کا ان پر اور ان کی اولاد پر جاری ہونا اور یہی نہیں بلکہ ان کے عقائدِ باطلہ پا کر ان کو کافر مرتد جہنمی خارج از اسلام نہ کہنے والا ان کے کفر وارتداد اور جہنمی ہونے میں شک تردد و احتیاط کرنے والا بھی کافر و مرتد ہے"۔

آگے فرماتے ہیں کہ:

"تو حاصل یہی ہوا کہ خان صاحب اب خود ہی اپنے اقرار سے کافر و مرتد ہو گئے، خان صاحب کے نزدیک توہین سرور عالم ﷺ کہ قطعی ویقینی جن پر قسمیں کھاتے ہیں اب توہین کرنے والے کو کافر و مرتد کہنا ضروری تھا، مگر ان کو مسلمان کہا اس وجہ سے خود اپنے فتوے سے کافر و مرتد ہوئے......الخ"(خنجر ایمانی برحلقوم رضاخانی، ص:۲۳۔۲۵)

فاتح رضاخانیت حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب سیف یمانی میں جگہ جگہ احمد رضا خان کے عقائد باطلہ کا ذکر کیا ہے لیکن ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''اب خان صاحب کی پہلی عبارت کو ان تینوں عبارتوں کے ساتھ ملائیے نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب خود اپنے اقرار سے کافر ہیں ان کے کفر پر ساری امت محمدیہ کا اجماع ہے، اب جو ان کے کافر یا معذب ہونے میں شک کرے وہ بھی انہی کے فتوے سے ایسا ہی کافر ہے **وھلمّ جرّا**''۔(سیف یمانی ص: ۱۲۴۔ ۱۲۵)

اس کتاب پر مندرجہ ذیل علماء کی تقاریظ ہیں:

(۱) حکیم الامت حضرت مولانا الشاہ اشرف علی تھانوی صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ

(۲) شیخ الاسلام بانی پاکستان مفسر قرآن حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۳) رئیس المناظرین امام اہلسنت حضرت مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

(۴) سلطان المناظرین فاتح مرکز بریلویت حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ

(۵) تاج الادباء بانی مشرقی پاکستان مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۶) استاذ العلماء حضرت مولانا سید نعمت اللہ صاحب مانکپوری رحمۃ اللہ علیہ

(۷) مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۸) مبلغ اسلام مجاہد ہند حضرت مولانا حبیب الرحمان اعظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۹) مناظر اہلسنت حضرت مولانا عبد الشکور مرزاپوری رحمۃ اللہ علیہ

(بحوالہ سیف یمانی)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ احمد رضا خان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''اس عبارت سے صاف طور پر واضح ہوگیا کہ مجدد بریلوی کے عقائد وکلمات جھوٹ اور افتراء اور گمراہی اور طغیان ہیں اور وہ اصحاب اضلال میں سے ہے''۔(الشہاب الثاقب۔ص:۱۵۶)

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:

''اس سے ظاہر ہوگیا کہ مجدد بریلوی کی تحریرات وعقائد از قبیل گمان ہیں وہ بھی بالکل غلط اور مع اس کے یہ شخص کتاب اللہ یعنی قرآن کی تفسیر پر جری ہے بلا دلیل تفسیر کرنے کو تیار ہو جاتا ہے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ **من فسّر بالقرآن برایه فقد کفر** یعنی جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی تو وہ کافر ہو گیا''(الشہاب الثاقب۔ص:۱۴۵)(بشکریہ نور سنت)

# نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی کی تکفیر کا مسئلہ

ہمارے اکابر سے نواب احمد رضا خان پر سخت قسم کی جرحیں منقول ہیں، ان کا بدعتی ہونا اور سخت قسم کا ضالّ و مضل ہونا ہمارے اکابر کے ہاں متفق علیہ مسئلہ ہے، نیز ان کے کئی عقائد کو بھی ہمارے اکابر نے کفریہ کہا ہے، جبکہ دجال، کذاب وغیرہ قسم کی دیگر شدید جرحیں بھی منقول ہیں۔

لیکن نواب احمد رضا خان کی شخصی تکفیر یا ان کے متبعین کی علی الاطلاق تکفیر ہمارے صف اوّل کے اکابر سے ثابت نہیں، یہ ضرور ہے کہ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ و حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خان صاحب بریلوی کو اپنے عقائد واصول کی روشنی میں کافر و بے ایمان ثابت کیا ہے اور یہی ہمارا دعویٰ ہے کہ خان صاحب بریلوی اپنے اور اپنے ہم مسلک علماء و اکابر کے فتاویٰ واصول و عبارات کی روشنی میں ایسے پکے کافر و مرتد ہیں کہ ان اصول کو صحیح تسلیم کرنے کے بعد بھی ان کی تکفیر نہ کرنے والا رضاخانی خود ان اصولوں کی روشنی میں کافر ہے۔

ہماری تحریرات میں جہاں خان صاحب کی تکفیر شخصی کا وہم ہوتا ہے وہ یا تو اسی تناظر میں ہے یا تہدید و توبیخ پر محمول ہے!!

بہرحال خان صاحب بریلوی کی شخصی تکفیر ہمارے اکابر کا اجتماعی موقف نہیں، چنانچہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جو لوگ اہل بدعت کو کافر کہتے ہیں یہ ان کا ذاتی مسلک ہے، تکفیر مبتدعہ کو علماء دیوبند کی طرف منسوب کرنا بہتان صریح ہے، حضرات علمائے دیوبند کا مسلک ان کی تصنیفات اور رسائل سے واضح ہے، انہوں نے ہمیشہ مسئلہ تکفیر مسلم کے بارہ میں کافی احتیاط سے کام لیا ہے، مرزائیہ اور غلاۃ روافض کے علاوہ اہل بدعت کو انہوں نے کافر نہیں کہا، یہ جو مسائل سوال میں مذکور ہیں ان کے اندر تاویلات کی گنجائش ہے جن کی وجہ سے تکفیر مسلم کے بارے میں احتیاط لازم ہے''۔ (خیر الفتاویٰ، ج ۱، ص ۱۴۸)

اسی طرح دارالعلوم دیوبند کا ایک فتویٰ بھی ملاحظہ فرمالیں:

سوال #149818

جب امام احمد رضا کا استاد غلام قادر قادیانی تھا عبارات اکابر کے مطابق تو پھر بریلوی اور قادیانیوں کے حکم میں فرق کیوں ہے؟ اور اگر قادیانی کافر ہیں تو پھر بریلوی کیوں نہیں؟

2017, Apr 13:Published on

جواب #149818

بسم اللہ الرحمن الرحیم

1438/B=7/626- 659:Fatwa

قادیانی تو صراحت کے ساتھ ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے، مرزا غلام احمد کو بھی نبی مانتے ہیں جو قرآن کے صریح خلاف ہے، اس لیے وہ بلاشبہ کافر و مرتد ہیں، بدعتی یعنی بریلوی حضرات نبی پاک ﷺ کو آخری

نبی مانتے ہیں اور ہمارے تمام ہی عقیدوں کو مانتے ہیں جن عقیدوں میں وہ ہم سے ہٹے ہوئے ہیں اس میں وہ تاویلیں کرتے ہیں اس لیے ہمارے اکابر نے ان کو کافر نہیں کہا بلکہ بدعتی اور گمراہ کہا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم''۔

یہ بھی یاد رہے کہ عقائد کا کفر ہونا اور بات ہے اور صاحب عقائد کا کافر ہونا اور بات ہے، بعض حضرات نے اسی غلط فہمی کی وجہ سے خان صاحب بریلوی کی تکفیر کر دی۔

اس باب میں جو حضرات تکفیر کے قائل ہیں اور جو قائل نہیں ان دونوں حضرات کے اقوال کی تطبیق یوں دی جا سکتی ہے کہ کسی شخص کی زجراً وتغلیظاً تکفیر کرنا عند البریلویہ جائز ہے، چنانچہ پیر ثاقب رضا شامی بریلوی لکھتے ہیں:

''کفر کا مؤول فتوی دینا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) نے فرمایا:

**و قوله في الحشيشة :من استعملها كفر ،لاينكر عليه اطلاق هذه المقالة لان مثل هذا يجوز ان يقال في معرض الزجر والتغليط ، كقوله ﷺ من ترك الصلوة فقد كفر والعالم اذا افتى بمثل هذه العبارة انما يطلقها متاولا**''۔(ملخصا)

ترجمہ: اور حشیش کے بارے میں اس کا یہ کہنا کہ جو حشیش کا استعمال کرے گا وہ کافر ہوگا تو اس بات کے کہنے سے اس پر انکار نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ اس طرح کی بات زجر وتغلیظ کے مقام میں کہنی جائز ہے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے جو نماز کو ترک کرے تو تحقیق کہ وہ کافر ہے اور جب کوئی عالم اس طرح کی عبارتوں کے ذریعے فتویٰ دیتا ہے تو وہ تاویل کا اعتقاد رکھتے ہوئے ہی انکا اطلاق کرتا ہے (ملخصا)''۔(الحاوی للفتاویٰ، ج ۱، ص ۳۰۲، دار الفکر للطباعۃ والنشر بیروت)

(بحوالہ مسلک اعتدال، ص ۱۰۰، ۱۰۱، تحریک کنز الہدیٰ انٹرنیشنل یوکے)

لہٰذا ایسے گاؤں دیہات جہاں عوام سطحی ذہنیت کی ہو اور انہیں محض اسلام وکفر ہی کا فرق سمجھ آتا ہو تو وہاں خان صاحب کے فتنے سے عوام کو بچانے کیلئے اگر انہیں زجراً کافر کہہ دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، جو حضرات تکفیر کرتے ہیں ان کے پیش نظر بھی یہی مصلحت ہے، اس حد تک ہم ان کے ساتھ ہیں۔

خان صاحب نے ملفوظات میں یزید کے بارے میں لکھا کہ خود کافر نہیں کہتا اور کوئی کہتا ہے تو منع بھی نہیں کرتا تو اس معاملہ میں بندے کے نزدیک ان کی حیثیت بھی یزید کی طرح ہے خود کافر نہیں کہتا لیکن کوئی کہتا ہے تو منع بھی نہیں کرتا۔

اس باب میں ہماری جو رائے وتحقیق اکابر کی تحریرات کی روشنی میں تھی ہم نے اسے دیانۃً نقل کر دیا جس سے اختلاف کا ہر ایک کو حق ہے کہ یہ باب تحقیق کا ہے تقلید کا نہیں!!

## ایک مناظرانہ جواب:

وہ بریلوی حضرات جو علمائے دیوبند سے خان صاحب کی کوئی توثیق پیش کرتے ہیں مثلاً مسلمان ہونا، عالم ہونا، عاشق ہونا، اس کا جواب یوں بھی دیا جا سکتا ہے کہ ایک رضا خانی لکھتا ہے:

''فاضل بریلوی کہنے میں ایک گونہ راحت نظر آئی اس لئے کہ فاضل کا مصدر فضل اور فضول دونوں ہیں...... فضول پر نظر کرتے

ہوئے دل کے بغض اور آتش حسد کی تسکین ہو جاتی اس لئے سب چھوڑ کر اسی کو لکھنا بولنا پسند کیا"۔ (جہان مفتی اعظم ہند، ص ۹۹)

تو اب یہ خود رضاخانیوں نے تسلیم کر لیا کہ ایک ہی لفظ کے اچھے اور برے دونوں پہلو لئے جا سکتے ہیں اور خان صاحب کے متعلق علمائے دیوبند برے پہلو ہی کو ترجیح دیتے ہیں تو جہاں خان صاحب کو عالم کہا وہاں ان کا عالم ہونا ایسا ہی ہے جیسے علمائے یہود، جہاں خان صاحب کو مسلمان کہا تو اس کا مسلمان ہونا ایسا ہی ہے جیسے بریلویوں نے قادیانیوں کو قومی مسلمان کہا، جہاں عاشق کہا تو اس کا عاشق ہونا ایسے ہی ہے جیسے یہودی و عیسائی حضرت عزیر و عیسیٰ علیہما السلام کے عشق کا دعویٰ کرتے ہیں ظاہر ہے یہ عشق محمود نہیں مذموم ہے **هلم جرا**

## رضاخانی کہنے کی وجہ:

نواب احمد رضا خان بریلوی اپنی بدزمانہ کتاب میں لکھتے ہیں:

''ہم نے اوپر جن فرقوں کا ذکر کیا ہے ان میں ایک فرقہ ''مرزائیہ'' ہے ہم نے اس کا نام ''فرقہ غلامیہ'' رکھا ہے، غلامیہ اس لیے کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی سے نسبت رکھتے ہیں''۔ (حسام الحرمین ص ۱۷)

ملاحظہ فرمائیں یہاں خود مرزا غلام احمد قادیانی کی نسبت سے ان کے ماننے والوں کا نام نواب صاحب ''غلامیہ'' رکھ رہے ہیں تو اگر ''رضاخان بریلوی'' کی نسبت سے ہم نواب احمد رضا خان کے ماننے والوں کا نام ''رضاخانی'' رکھ دیں تو انہیں اس پر سیخ پا نہیں ہونا چاہیئے، بلکہ خوش ہونا چاہیئے کہ اس میں ان کے بڑے حضرت کی نسبت ہے!!

## گمراہ ہونا بھی بہت بڑا جرم ہے:

اس موقع پر رضاخانی بڑے خوش ہوتے ہیں کہ دیکھو تمہارے اکابر نے خان صاحب بریلوی کو کافر نہیں کہا، تو اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ رضاخانی مذہب میں صرف کافر ہونا ہی جرم نہیں بلکہ اہل سنت سے خارج ہونا، فاسق و گمراہ ہونا بھی بہت بڑا جرم ہے۔ اور خان صاحب بریلوی کے گمراہ ہونے پر تو ہمارے اکابر کا اجماع ہے اس کے تمام عقائد پر گمراہی و کفر کا فتوی ہمارے فتاوی کی کتب میں موجود ہے۔ چنانچہ رضاخانی فقیہ النفس لکھتا ہے:

''صرف کافر ہونا ہی جرم نہیں۔ گمراہ بددین ہونا، فاسق فاجر ہونا، اہل سنت سے خارج ہونا بھی بہت بڑا جرم ہے اور جہنمی ہونے کے مرادف ہے''۔

(فتاوی شریف الحق، ج ۳، ص ۱۴۵)

تو امجدی صاحب کے نزدیک خان صاحب کے جہنمی ہونے پر کم از کم علمائے دیوبند کا اتفاق ہے، والعلم عند اللہ!!!!

# علمائے دیوبند کی طرف منسوب جعلی حوالہ جات کی تحقیق

بریلوی حضرات نے خان صاحب کے مقام و مرتبہ کو ثابت کرنے کیلئے علمائے دیوبند کی طرف چند جعلی حوالے منسوب کیے، ہم نے دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول میں اس پر تنقیدی کلام کیا تھا، موقع کی مناسبت سے اسے یہاں بھی نقل کیا جا رہا ہے:

مولانا کوکب نورانی نے عنوان دیا:

## اعلیٰ حضرت بریلوی کے بارے میں علمائے دیوبند کے تأثرات (فہرست):

اعلیٰ حضرت...... کی دینی استقامت، عشق رسول (ﷺ) فقہی مرتبہ اور علمی عظمت و کمال کے لیے ذرا علمائے دیوبند ہی کی رائے ملاحظہ کیجیے"۔ (سفید و سیاہ: ص ۱۱۲ / ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

پھر اس عنوان کے بعد دوسرے نمبر پر حوالہ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا دیا اور انہیں علمائے دیوبند کے کھاتے میں ڈال دیا اگر یہی حرکت کوئی سنی مسلمان عالم دین کرتا تو رضاخانیوں کی طرف سے لعن طعن کی صرف صغیر صرف کبیر شروع ہو جاتی، مگر یہاں چونکہ معاملہ اپنا ہے اس لیے لکڑ ہضم پتھر ہضم!!

## خان صاحب کی توثیق پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ:

مولانا کوکب نورانی صاحب نے جناب نواب احمد رضا خان صاحب کے بارے میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کیا کہ:

"احمد رضا خان صاحب عاشق رسول ﷺ تھے اس نے اگر ہماری تکفیر کی وہ عشق رسالت کی بناء پر کی کسی اور غرض سے نہیں کی"۔ (سفید و سیاہ ملخصاً: ص ۱۱۲)

اس کے ثبوت کے لیے حوالہ مولوی اوکاڑوی نے مولانا کوثر نیازی مودودی آف پیپلز پارٹی اور چٹان لاہور ۲۳/ اپریل ۱۹۶۲ء کا دیا، چٹان کا یہ حوالہ عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری نے اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام صفحہ ۱۱۰ پر بھی نقل کیا۔

اس قسم کے بناوٹی حکایات پر علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ العالی تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اب آپ غور فرمائیں مولانا کوثر نیازی کے اس بیان میں کیا ذرہ صداقت ہو سکتی ہے؟ مولانا تھانوی کو اچھی طرح معلوم تھا کہ مولانا احمد رضا خان نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس کے تین مختلف مقامات سے عبارت لے کر ایک کفریہ عبارت بنائی اور اس پر کفر کے فتوے حاصل کیے، کیا یہ بددیانتی بھی مولانا احمد رضا خان صاحب نے عشق رسول کے جذبے میں کی تھی؟ پھر حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے جب المہند میں بات کھول دی اور اس پر حضرت مولانا تھانوی نے بھی دستخط فرما دیے تو اب کون کہہ سکتا ہے کہ مولانا تھانوی کی مولانا احمد رضا خان کے اس دجل و فریب پر نظر نہ تھی، سو ایسی حکایات جو ان حضرات کے نام سے لوگوں نے بنا رکھی ہیں ہر گز لائق اعتبار نہیں جو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے نام سے وضع کی گئی ہوں یا شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے نام سے، ان میں ذرا بھی صداقت نہیں ہے مولانا احمد رضا خان نے علمائے دیوبند کے بارے میں جو حرکت شنیعہ کی وہ بددیانتی پر مبنی تھی اور علمائے دیوبند بھی اس میں کسی خوش فہمی میں نہ تھے"۔

(مطالعہ بریلویت: ج ۵ ص ۸۴)

## احمد رضا خان صاحب کے عقائد باطل تھے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''پچھلے دنوں ایک خط احمد رضا خان صاحب کے مرید کا آیا تھا جس میں لکھا تھا کہ میں پچیس سال سے مولوی احمد رضا خان صاحب سے مرید تھا اب ان عقائد باطلہ سے توبہ کرتا ہوں اور حضرت سے بیعت کی درخواست کرتا ہوں، میں نے جواب لکھ دیا کہ تعجیل مناسب نہیں''۔ (ملفوظات حکیم الامت: ج ۷ ص ۱۳)

اس ارشاد میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تسلیم فرمایا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے عقائد باطل تھے عقائد حقہ نہ تھے ورنہ آپ اس شخص کو لکھ بھیجتے کہ خدا کا خوف کرو احمد رضا خان جیسے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عقائد کو باطل کہتے ہو آپ کا اس پر نکیر نہ کرنا اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہے کہ احمد رضا خان باطل عقائد کا حامل تھا، باقی یہ جو کہا کہ تعجیل مناسب نہیں یہ اس لیے تھا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ حضرت کو مریدوں ہی کی طلب اور پیاس رہتی ہے گویا آپ اسی انتظار میں بیٹھے ہیں۔ اس لیے کہا کہ پہلے استقامت دکھاؤ اس کے بعد بیعت کرلوں گا۔

## بریلوی اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ:

''یہ اہل بدعت اکثر بدفہم ہوتے ہیں بوجہ ظلمت بدعت کے۔۔۔۔۔علوم وحقائق سے کورے ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ویسے ہی لغویات ہانکتے رہتے ہیں جس کے سر نہ پیر۔۔۔۔۔مثلاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب محیط ہے اور یہ کہ حضور کا مماثل پیدا کرنے کی اللہ تعالیٰ کو قدرت نہیں۔۔۔۔۔اس قسم کے ان کے عقائد ہیں اور اب تو اکثر بدعتی شریر بلکہ فاسق فاجر ہیں''۔ (ملفوظات: ج ۷ ص ۲۳)

اور یہ عقائد مولانا احمد رضا خان بریلوی کے بھی ہیں تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تو مولانا احمد رضا خان بریلوی کو علم سے کورا، لغویات ہانکنے والا، فاسق وفاجر شخص قرار دے رہے ہیں!!

## حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خان صاحب کے اشعار پر فتویٰ:

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے خان صاحب کے یہ اشعار پیش ہوئے:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب — کیونکہ محبوب ومحب میں نہیں میرا تیرا

(حدائق بخشش: ج ۱ ص ۱، مدینہ پبلشنگ کراچی)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشعار پر یہ فتویٰ دیا:

''اس صورت میں اس شعر کا بنانے والا مشرک اور خارج از اسلام سمجھے جانے کے قابل ہے، دوسرے شعر میں لفظ مالک خدا کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اس صورت میں شعر کا مطلب صاف لفظوں میں یہ ہوا کہ حضرت شیخ محبوب الٰہی ہیں اور محبوب ومحب میں کوئی فرق نہیں ہوتا، لہٰذا حضرت شیخ بھی معاذ اللہ خدا ہوئے اور میں تو خواہ کچھ ہی ہو خدا ہی کہوں گا اس اصرار علی الشرک کی وجہ سے بھی اسی فتوے کے مستوجب ہیں جو شعر اوّل کے متعلق دیا جاچکا ہے اور کسی تاویل سے یہ حکم بدل نہیں سکتا اس لیے کہ

یہ الفاظ بالکل صاف ہیں''۔ (امداد الفتاوی: ج ۶ ص ۷۶، ۷۷ رمطبوعہ دار العلوم کراچی)

کیا اس واضح فتوے کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے احمد رضا خان کو عاشق رسول ﷺ تسلیم کیا؟ حیرت ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تیس جلدوں پر مشتمل ملفوظات بتیس جلدوں پر خطبات ہزار سے زائد تصنیفات میں تو کہیں بھی ایسی کوئی بات نہیں ملتی، مگر ان کی وفات کے بعد نامعلوم مریدوں کے خطوط بریلویوں کو موصول ہونا شروع ہو جاتے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا احمد رضا خان صاحب کو معاذ اللہ عاشق رسول ﷺ مانتے ہیں!!!!

## مولانا کوثر نیازی آف پیپلز پارٹی کی حقیقت:

یہ جعلی حکایات بنانے والے مولانا کوثر نیازی بریلوی کے بارے میں راقم الحروف سے حضرت مفتی نجیب اللہ صاحب عمر مدظلہ العالی نے بیان فرمایا کہ حکیم محمود احمد برکاتی صاحب مرحوم سے جب ایک نشست میں کوثر نیازی صاحب کا تذکرہ چل پڑا تو واللہ تاللہ باللہ! حکیم صاحب (جن کا تعلق خیر آبادی سلسلے سے ہے) نے مجھ سے بیان فرمایا کہ وزارت کے دوران کوثر نیازی نے کراچی میں ایک کمرے کا مکان کرایہ پر لیا ہوا تھا جہاں شراب کباب اور مجرے کا دور چلتا اور زنا ہوتا، العیاذ باللہ!

## مولانا کوثر نیازی کٹر بریلوی رضاخانی تھے:

اس قسم کے حوالوں کی بنیاد پر رضاخانی عوام کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ مولوی کوثر نیازی دیوبندی تھا، حالانکہ اس اصول کے تحت نیازی کا کٹر رضاخانی اور بریلوی ہونا ثابت ہوتا ہے اور حقیقت بھی یہی تھی رضاخانی نیازی کو اپنے مجلسوں میں بطور مہمان خصوصی بلایا کرتے تھے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے ایک اجلاس میں وہ یوں خطاب کرتے ہیں:

''مولانا کوثر نیازی نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے اپنی تقریر کا آغاز اس جملے سے کیا کہ عاشق رسول وہی شخص ہو سکتا ہے جو ناموس رسالت پر مر مٹنا جانتا ہو، انہوں نے کہا کہ امام احمد رضا ایک سچے عاشق رسول تھے، ان کا سرمایہ حیات عشق رسول تھا اور وہ زندگی بھر لوگوں کو حب رسول کا سبق دیتے رہے، مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ امام خمینی کا فتویٰ شاتم رسول رشدی پر کل کی بات ہے، لیکن امام احمد رضا نے اب سے ۷۰، ۸۰ سال قبل گستاخان رسول پر جو فتویٰ دیا تھا وہ ہم سب کے لیے قابل مطالعہ ہے، مولانا کوثر نیازی نے برملا اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں کی تصانیف جوں جوں میرے مطالعہ میں آ رہی ہیں توں توں ان کی عظمت و بزرگی، جلالت علمی، بحر ذکاوت، دانائی تقویٰ کا احساس بڑھتا جا رہا ہے، انہوں نے کہا کہ دو قومی نظریہ کے سلسلہ میں امام احمد رضا مقتداء ہیں اور علامہ اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح مقتدی ہیں، انہوں نے اعلیٰ حضرت کے مشہور زمانہ سلام ''مصطفیٰ جان رحمت پر لاکھوں سلام'' کو اردو زبان کا قصیدہ بردہ شریف قرار دیا ہے اور کہا کہ یہ سلام آفاقی ہے، جس کی نظیر نہیں ملتی۔ مولانا نے مزید کہا کہ امام احمد رضا پر جو شدت کا بہتان لگایا جاتا ہے اور جس کی دہائی دی جاتی ہے وہ ان کا عشق رسول ہے''۔ (تاریخ و کارکردگی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا: ص ۷۰، ۷۱ راز ڈاکٹر مجید اللہ قادری بریلوی رمطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۰۵)

## سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب حوالہ:

مولانا کوکب اوکاڑوی سید سلیمان ندوی کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس احقر نے جناب مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی مرحوم کی چند کتابیں دیکھیں تو میری آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں حیران تھا کہ یہ واقعی مولانا بریلوی صاحب مرحوم کی ہیں جن کے متعلق کل تک یہ سنا تھا کہ وہ صرف اہل بدعت کے ترجمان ہیں اور صرف چند فروعی مسائل تک محدود ہیں، مگر آج پتہ چلا کہ نہیں ہرگز نہیں یہ اہل بدعت کے نقیب نہیں، بلکہ یہ تو عالم اسلام کے اسکالر اور شاہ کار نظر آتے ہیں، جس قدر مولانا (احمد رضا) مرحوم کی تحریروں میں گہرائی پائی جاتی ہے اس قدر گہرائی تو میرے استاد مکرم جناب مولانا شبلی نعمانی صاحب اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور مولانا محمد الحسن صاحب دیوبندی اور حضرت مولانا شیخ التفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی کی کتابوں کے اندر بھی نہیں جس قدر مولانا بریلوی کی تحریروں میں ہے''۔

(ماہنامہ ندوہ اگست: ص ۱۷ / اگست ۱۹۱۳ء بحوالہ سفید و سیاہ: ص ۱۱۲، ۱۱۳)

یہی حوالہ معارف رضا میں بحوالہ طمانچہ صفحہ ۳۵ میں بھی دیا گیا اور وہاں حوالہ میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (معارف رضا: ص ۲۵۳ رشمارہ یازدہم ۱۹۹۱ء)

مگر اوکاڑوی نے اپنے ہاتھ کا کرتب دکھا کر ''علیہ الرحمۃ'' کو ایسے غائب کیا کہ اب دوربین لگانے پر بھی آپ کو نظر نہیں آئے گا، اس تحریف کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۹۴۳ء میں ہوئی ۱۹۱۳ء کے ندوہ رسالہ میں ان کی وفات کے (۳۰) سال قبل ہی رسالے میں ان کے ساتھ ''علیہ الرحمۃ'' لکھنا ہی اس کے جھوٹ کا پول کھولنے کے لیے کافی ہے، پھر اس ندوہ رسالے میں احمد رضا خان صاحب کو ''مرحوم'' لکھا گیا ہے حالانکہ خان صاحب کا انتقال ۱۹۲۱ء میں ہوا وفات سے ۸ سال قبل ہی ان کو مرحوم لکھ دینا اس حوالے کا میڈ ان بریلوی ہونے کی چغلی کھا رہا ہے، پھر اگر خان صاحب کی کتب اتنی ہی اعلیٰ پائے کی تھیں کہ ندوی مرحوم ان جلیل القدر علمائے دیوبند (علامہ تھانوی، شیخ الہند و علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) پر ترجیح دے رہے ہیں تو ندوی مرحوم کی کسی ایک کتاب کا حوالہ دیں جس میں ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے خان صاحب کی ان تحقیقات کا حوالہ دیا ہو یا ان سے استفادے کا کہا ہو، جھوٹ بولنے کے لیے بھی سلیقہ چاہیئے یہ حوالہ بالکل جعلی اور من گھڑت ہے!!!!

یہ جعلی حوالہ عبد الوہاب قادری کی صاعقۃ الرضا صفحہ ۱۵۸ پر بھی دیا گیا ہے۔

## شبلی نعمانی صاحب کی طرف منسوب جعلی حوالہ:

کوکب نورانی صاحب لکھتے ہیں:

''سیرۃ النبی نام کی مشہور کتاب لکھنے والے جناب شبلی نعمانی فرماتے ہیں:

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی جو اپنے عقائد میں سخت متشدد ہیں مگر اس کے باوجود مولانا صاحب کا علمی شجرہ اس قدر بلند درجہ کا ہے کہ اس دور کے تمام عالم دین اس (مولانا احمد رضا خان صاحب) کے سامنے پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے، اس احقر نے بھی آپ (فاضل بریلوی) کی متعدد کتابیں جس میں احکام شریعت اور دیگر کتابیں بھی شامل ہیں اور نیز یہ کہ مولانا کے زیر سرپرستی ایک ماہ وار رسالہ الرضا بریلوی سے نکلتا ہے جس کی چند قسطیں بغور و خوض دیکھی ہیں جس میں بلند پایا مضامین ہوتے

ہیں"۔(رسالہ ندوہ: اکتوبر ۱۹۱۴ء ص ۷ از بحوالہ سفید و سیاہ: ص ۱۱۳)

معارف رضا صفحہ ۲۵۴ پر ندوہ کا سن اشاعت ۱۹۶۴ کی جگہ ۱۹۱۴ء ہے اور یہی صحیح ہے، یہی حوالہ طمانچہ صفحہ ۳۴ / اور صاعقۃ الرضا صفحہ ۱۵۹ پر بھی دیا گیا ہے۔

شبلی نعمانی صاحب کی طرف منسوب اس جعلی روایت کے من گھڑت ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس میں جس کتاب "احکام شریعت" کا تذکرہ ہے اس میں ۱۳۳۷ھ، ۱۳۳۸ھ، ۱۳۳۹ھ، تک کے سوالات موجود ہیں، بلکہ اس کتاب میں موجود ایک رسالہ کا تاریخی نام الرمز المرصف علی سوال مولانا السید آصف ۱۳۳۹ھ ہے (احکام شریعت: ص ۲۱۰) یعنی احمد رضا خان کی وفات ۱۹۲۰ء سے ایک سال قبل ۱۹۱۹ء کے سوالات بھی موجود ہیں تو جو کتاب ۱۹۱۹ء تک چھپی ہی نہیں، اسے شبلی نعمانی نے ۱۹۱۴ میں کیسے پڑھ لیا؟ خدا کے بندو! جھوٹ بولنے کا بھی کوئی سلیقہ ہوتا ہے، پھر اگر شبلی نعمانی واقعی ہی احمد رضا خان صاحب کو اتنا بڑا اطرم خان سمجھتے تو اپنے شاگردوں سے ضرور ان کا تذکرہ کرتے، مگر ما قبل میں بریلویوں ہی کا حوالہ گذر چکا ہے کہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ احمد رضا خان کو نہیں جانتے تھے، پھر شبلی صاحب کی طرف منسوب اس جملے: "مولانا صاحب کا علمی شجرہ اس قدر بلند درجہ کا ہے کہ اس دور کے تمام عالم دین اس (مولانا احمد رضا خان صاحب) کے سامنے پر کاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے" اس کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے کیونکہ احمد رضا خان نے جس نقی علی خان صاحب سے علم حاصل کیا اس کا ہندوستان کی علمی دنیا میں کوئی تعارف نہیں، مگر بریلوی حضرات کی ذہنیت کا اندازہ لگائیں کہ ان جھوٹے اقوال پر کس طرح رائی کا پہاڑ کھڑا کر دیا، چنانچہ عبدالوہاب خان قادری خلیفہ مجاز مصطفیٰ رضا خان لکھتا ہے:

> ڈاکٹر صاحب! بار بار اس عبارت کو غور سے پڑھیں شاید "پرکاہ" کا مطلب آپ نہ سمجھ سکیں، پرکاہ تنکے کو کہتے ہیں یہ آپ کے مسلمہ سند یافتہ شمس العلماء شبلی نعمانی ہیں جو متعدد کتب کے مصنف ہیں (مگر کسی ایک کتاب میں احمد رضا جیسے نام نہاد محقق سے اس اعتراف کے باوجود استفادہ نہیں کیا، از ناقل) سیرۃ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ان کی لکھی ہوئی ہے یہ فرما رہے ہیں اس دور کے تمام عالم دین اس مولوی احمد رضا خان صاحب کے سامنے پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے اس دور کے عالم دین کہلانے والوں میں آپ کے اکابر و اصاغر سب داخل ہیں"۔(صاعقۃ الرضا علی اعداء المصطفیٰ: ص ۱۵۹،۱۶۰)

اندازہ لگائیں جو حضرات آج اس جدید میڈیا دور میں بھی ایسے جھوٹے بناوٹی حوالے تیار کر کے اس پر اتنی بڑی عمارت پروپیگنڈے کی تعمیر کر سکتے ہیں وہ اگر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جعلی فتویٰ یا علمائے دیوبند پر جعلی الزامات منسوب کر دیں تو کیا بعید ہے!!!!

## علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب جعلی حوالہ:

مولانا کوکب نورانی صاحب لکھتے ہیں:

> "جناب محمد انور شاہ کشمیری (صدر مدرس دار العلوم دیوبند) فرماتے ہیں جب بندہ ترمذی شریف اور دیگر کتب احادیث کی شروح لکھ رہا تھا تو حسب ضرورت احادیث کی جزئیات دیکھنے کی ضرورت پیش آئی تو میں نے شیعہ حضرات و اہل حدیث و دیوبندی حضرات کی کتابیں دیکھیں، مگر ذہن مطمئن نہ ہوا بالآخر ایک دوست کے مشورے سے مولانا احمد رضا خان بریلوی کی کتابیں دیکھیں تو میرا دل مطمئن ہو گیا کہ میں اب بخوبی احادیث کی شرح بلا جھجک لکھ سکتا ہوں، واقعی بریلوی حضرات کے سر کردہ عالم مولانا احمد

رضا خان صاحب کی تحریریں شستہ اور مضبوط ہیں جسے دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب ایک زبردست عالم دین اور فقیہ ہیں"۔ (ماہنامہ ہادی دیوبند: جمادی الاولی ۱۳۳۰ھ ص ۲۱ بحوالہ سفید وسیاہ: ص ۱۱۴، معارف رضا: ص ۲۵۲، ۲۵۳، طمانچہ: ص ۳۹، صاعقۃ الرضا: ص ۱۶۲، ۱۶۳)

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر محدث کا حدیث کی جزئیات کے لیے شیعہ وغیر مقلدین کی شروحات کی طرف مراجعت کرنا ہی اس روایت کے جھوٹے وجعلی ہونے کی دلیل ہے، اس روایت کو گھڑنے والا اتنا جاہل ہے کہ وہ شروحات لکھنے کی نسبت بار بار حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کر رہا ہے، حالانکہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی کوئی حدیث کی شرح نہیں لکھی، بلکہ ان کے شاگردوں نے ان کی تقاریر کو جمع کر کے شائع کیا یعنی حضرت کشمیری کی تصانیف نہیں بلکہ امالی ہیں، نیز ہم پوری رضاخانیت کو چیلنج کرتے ہیں کہ احمد رضا خان نے جو شروحات احادیث لکھی ہیں جن کی طرف علامہ کشمیری جیسا آدمی مراجعت کرتا تھا وہ کہاں ہیں؟......کس نے طبع کی ہیں؟...... کس سن وسال میں طبع ہوئیں؟......کہاں سے دستیاب ہوں گی؟......علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی کی شرح لکھنے کی بات کی ہے کہ اس کے لیے احمد رضا خان کی طرف مراجعت کرنا پڑی، حالانکہ احمد رضا خان کی ترمذی کی نام نہاد شرح تو ان کے بیٹوں سے لیکر آج تک کے رضاخانیوں نے حقیقت میں کیا خواب میں بھی نہیں دیکھی ہوگی تو علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہاں سے دیکھ لی؟ سچ کہا ؎

دروغ گو را حافظہ نہ باشد

ویسے ان جعلی حوالوں سے علمائے دیوبند کا صاحب کشف ہونا تو کم سے کم ثابت ہو رہا ہے کہ جن کتابوں کا دنیا پر وجود ہی نہیں اور جو آگے چل کر کئی سال بعد طبع ہو کر معرض وجود میں آنی تھیں انہیں یہ اکابر پہلے ہی سے دیکھ لیتے تھے!!!!

## مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب جھوٹا حوالہ:

"دارالعلوم دیوبند کے شیخ الادب جناب اعزاز علی فرماتے ہیں کہ احقر یہ بات تسلیم کر کرنے پر مجبور رہے کہ اس دور کے اندر اگر کوئی محقق اور عالم دین ہے تو وہ احمد رضا خان بریلوی ہے، کیونکہ میں نے مولانا احمد رضا خان کو جسے ہم آج تک کافر بدعتی مشرک کہتے رہے ہیں، بہت وسیع النظر اور بلند خیال علو ہمت عالم دین صاحب فکر ونظر پایا، آپ (فاضل بریلوی) کے دلائل قرآن وسنت سے متصادم نہیں بلکہ ہم آہنگ ہیں، لہٰذا میں آپ کو مشورہ دوں گا اگر آپ کو کسی مشکل مسئلہ میں کسی قسم کی الجھن درپیش ہو تو آپ بریلی میں جا کر مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی سے تحقیق کریں"۔ (رسالہ النور تھانہ بھون: شوال المکرم ۱۳۴۲ھ ص ۴۰ بحوالہ سفید وسیاہ: ص ۱۱۴، معارف رضا: ص ۲۵۲، طمانچہ: ص ۴۰، صاعقۃ الرضا: ص ۱۶۳، ۱۶۴)

یہ رسالہ النور کس کا ہے؟......کس نے لکھا؟......اس کی کیا حیثیت ہے؟......ان رضاخانیوں نے کبھی خود بھی یہ حوالہ دیکھا ہے؟......اس جعلی روایت کو گھڑنے والے کو اتنا بھی علم نہیں کہ ان کا امام احمد رضا ۱۳۴۰ھ میں وفات پا گیا تھا تو دو سال بعد ۱۳۴۲ھ میں کیا مولانا اعزاز علی احمد رضا خان صاحب کی قبر میں بوسیدہ ہڈیوں سے علمی استفادہ کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں؟؟؟؟ ؎

شرم تم کو مگر نہیں آتی

اس کے جھوٹا ہونے کا ایک اور ثبوت یہ ہے کہ مولانا اعزاز علی کی طرف منسوب یہ قول: "آپ (فاضل بریلوی) کے دلائل قرآن وسنت

سے متصادم نہیں بلکہ ہم آہنگ ہیں'' حالانکہ مولانا اعزاز علی نے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں جگہ جگہ علم غیب، حاضر ناظر، مختار کل اور بدعات پر احمد رضا خان کے دلائل کا رد کیا ہے!!!!

## علّامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب جعلی حوالہ:

''جناب شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں مولانا احمد رضا خان کو تکفیر کے جرم میں برا کہنا بہت ہی برا ہے کیونکہ وہ بہت بڑے عالم دین اور بلند پایہ محقق تھے، مولانا احمد رضا خان کی رحلت عالم اسلام کا بہت بڑا سانحہ ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا''۔ (ماہنامہ ہادی دیوبند: ذوالحجہ ۱۳۶۹ھ ص ۲۱/ بحوالہ سفید و سیاہ: ص ۱۱۶/ صاعقۃ الرضا: ص ۱۶۴)

مولانا احمد رضا خان کی وفات ۱۳۴۰ھ میں ہوئی تو وفات کے ۲۹ سال بعد ۱۳۶۹ھ میں ان کے سانحہ ارتحال پر افسوس کرنا پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ کسی بریلوی کذاب کے دماغ کا شاخسانہ ہوں!!!!

## علّامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے والد کی طرف منسوب حوالہ:

کوکب اوکاڑوی لکھتا ہے:

''جناب محمد یوسف بنوری کے والد جناب زکریا شاہ بنوری فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ ہندوستان میں (مولانا) احمد رضا بریلوی کو پیدا نہ فرماتا تو ہندوستان میں حنفیت ختم ہو جاتی''۔ (سفید و سیاہ: ص ۱۱۶)

مولانا اوکاڑوی نے اس جھوٹ کا کوئی حوالہ نہیں دیا ایسے موقع پر حسن علی رضوی یوں گوہر افشانی کرتے ہیں:

''اس الزام بدانجام کے ساتھ کوئی حوالہ نہیں، نہ دارالعلوم منظر الاسلام بریلی شریف کی روئیداد کا حوالہ ہے نہ بریلی شریف کے کسی روزنامہ اخبار یا ماہنامہ رسالہ کا حوالہ نہ کسی عام اخبارات میں ہندو پاکستان کے کسی اخبار کا سن اور تاریخ تعین کے ساتھ حوالہ لہٰذا یہ حوالہ حرامی ہے کسی دیوبندی ملاں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور جنم لیا ہے پھر اس مضمون کی ترتیب بھی بتا رہی ہے کہ یہ حوالہ ولد الحرام ہے''۔ (محاسبہ دیوبندیت: ج ۲ ص ۴۴۴/ انجمن انوار القادریہ کراچی)

خلاصہ کلام کہ یہ تمام حوالہ جات من گھڑت اور وضع کردہ ہیں یہ اصل حوالے خود ان لوگوں نے بھی کبھی نہ دیکھے ہوں گے، ہم ان پر کوئی تبصرہ اپنی طرف سے کریں تو شاید اوکاڑوی صاحب کہیں کہ تمہیں تہذیب و شائستگی سے کوئی سروکار نہیں اس لیے ہم انھیں کے فرقے کے اجمل العلماء کی کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی، تہذیب و شائستگی سے بھرپور، متانت و سنجیدگی سے مرقوم عبارت ان کی بارگاہ میں بطور تبصرہ پیش کرتے ہیں:

''انہوں نے ہی بہتان طرازی کا بازار گرم کیا، کتب دینیہ میں تحریفیں کرنا ان کی مخصوص عادت ہے، عبارات میں کتر و بیونت کرنا ان کی مشہور خصلت ہے، یہ فرقہ جب اپنی مکاری پر اتر آئے اپنے خصم (مخالف) کا قول اپنے دل سے بنا کر لے آئے، یہ جماعت جب اپنی افتراء پردازی پر اتر آجائے تو خصم (مخالف) کے آباء و اجداد اور مشائخ کی طرف سے جو عبارات چاہے گھڑ لے آئے، ان تصانیف کے نام تراش لے پھر ان کے مطبع تک بنا ڈالے...... مسلمانو! ذرا انصاف سے کہنا کیا ایسا جیتا افتراء و بہتان کیا ایسی گندی اور گھناؤنی تحریر تم نے کوئی اور بھی دیکھی؟ کیا ایسا صریح کذب اور جھوٹ کیا ایسی بے حیائیوں اور ڈھٹائیوں کی نظیر تم نے کوئی اور بھی سنی؟ کیا ایسی بے شرمی کا مظاہرہ تم نے کہیں اور بھی کیا؟ کیا ایسی بے ایمانی اور مکر و کید کا مجموعہ تم نے کبھی

اور بھی دیکھا؟ قابل توجہ یہ چیز ہے کہ یہ سارا افتراء و بہتان دجل و فریب مکر و کید تحریف و کذب محض اس لیے عمل میں کہ......
(اے دیوبندیو!، از ناقل) تم یہ کہتے ہو...... اور تمہارے مشائخ کرام فلاں فلاں کتاب میں یوں فرماتے ہیں"۔ (ردشہاب ثاقب: ص ۱۲ تا ۱۴/ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور)

انہی کی مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری بات ان کی
انہی کی محفل سنوار رہا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی

## طوعاً وکرہاً رضاخانیوں نے بھی تسلیم کرلیا:

ہم نے یہ مقالہ دفاع جلد اول میں بھی دیا تھا اور موضوع کی مناسبت سے یہاں بھی پیش کر دیا۔ الحمدللہ ہماری اس مضبوط گرفت کے سامنے فریق مخالف بالکل عاجز نکلا اور طوعاً و کرہاً بالآخر انہیں یہ تسلیم کرنا پڑا کہ یہ حوالے جھوٹ کا پلندہ ہیں۔
(ملاحظہ ہو کشف القناع، ج ۱، ص ۲۳۳)

مگر ڈھیٹ پن کا اندازہ اس سے لگائیں کہ حسام الحرمین اور مخالفین نامی کتاب میں ان میں سے ایک حوالہ اور راویسی کی شرح حدائق بخشش جلد اول کے آخر میں پھر سے ان میں سے اکثر یہ جھوٹے حوالے دے دئے گئے۔

جو رضاخانی بعض علمائے دیوبند کی عبارات یا اقوال خان صاحب کی توثیق میں پیش کرتے ہیں ان کی خدمت میں ہم بریلوی ڈاکٹر خوشتر نورانی کا ایک مضمون پیش کر رہے ہیں، اسی سے اس توثیق کا جواب ہو جائے گا!!!!

یہاں ہم ایک رضاخانی کا مضمون پیش کر رہے ہیں جس میں وہ اس بات پر ثبوت دیتا ہے کہ بعض گمراہ مولویوں کی علمی خدمات کا تذکرہ بھی ہمارے حضرات نے اپنی کتب میں کیا ہے۔ تو یہی بات ہم کہتے ہیں کہ بالفرض کسی قسم کی کوئی توثیق خان صاحب کی مل بھی جاتی ہے ہماری کتب میں تو اس سے ان کا گمراہ ہونا غلط نہ ٹھہرے گا۔

# "تذکرۂ علمائے ہندوستان" پر چند معروضات

<u>از: ڈاکٹر خوشتر نورانی</u>

**نوٹ:** یہ معروضات یا وضاحت اُن سادہ لوح احباب و مخلصین کے لیے ہے، جن کی اکثریت کو "تذکرۂ علمائے ہندوستان" کے مطالعے کا موقع نہیں مل سکا اور وہ چند لوگوں کی طرف سے کتاب کے خلاف سوشل میڈیائی پروپیگنڈے سے تشویش میں مبتلا ہو گئے!!

## یہ کتاب ہے کیا؟

یہ دراصل برصغیر میں اٹھارویں اور انیسویں صدی کے اُن ایک ہزار مشاہیر علماء، مشائخ، ادباء اور اہلِ علم وقلم کا ایک سو پچیس برس قدیم اور مستند قلمی تذکرہ ہے، جو "مدعیانِ کلمۂ اسلام" ہیں۔ اس کتاب کا تاریخی نام "**مظہر العلماء فی تراجم العلماء والکلماء**" ہے،

جس کا ذکر متعدد نامور جدید و قدیم محققین نے کیا ہے۔ اس کے مصنف مولانا سید محمد حسین بدایونی (ف: ۱۹۱۸ء) اپنے عہد کے قابل قدر عالم، تاریخ گو، صاحب تصانیفِ کثیرہ اور نسباً حسنی وحسینی سید تھے، آپ سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت وارادت رکھتے تھے اور اجازتِ حدیث مولانا قاضی علی احمد بدایونی (ف: ۱۹۱۱ء) سے حاصل تھی، یہ سلسلۂ اسانید ایک واسطے سے خاتم الاکابر مولانا سید شاہ آل رسول مارہروی (ف: ۱۸۷۹ء) سے ہوتے ہوئے مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ف: ۱۷۶۲ء) تک پہنچتا ہے۔

۱۳۳۵ھ/۱۸۹۷ء کے اس مستند مخطوطے کو راقم نے خانقاہ عالیہ قادریہ، بدایوں (انڈیا) کی دوسو سالہ قدیم لائبریری سے حاصل کیا اور جدید متنی اصول پر مدوّن کیا اور اس کے متن پر چار سو سے زائد صفحات پر حواشی و تعلیقات تحریر کیا۔ اس طرح یہ اردو کا پہلا باضابطہ عمومی، غیر مطبوعہ تذکرہ ہے، جو متنی اور تدوینی اصول پر مدوّن ہو کر تقریباً ایک ہزار صفحات میں ہند و پاک دونوں جگہوں سے شائع ہوا، چار سال کے اس تحقیقی پروجیکٹ پر ۲۰۱۷ء میں شعبۂ اردو، دہلی یونیورسٹی نے راقم کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کی، فالحمد للہ علی ذالک۔

## پروپیگنڈہ اور اعتراضات

"دار النعمان پبلشرز" لاہور نے آج سے دو یا ڈھائی سال قبل جب اپنے احباب کے ذریعے "تذکرۂ علمائے ہندوستان" کی اشاعت کا اعلان کیا تو پاکستان کے ہمارے چند ایک نامعلوم کرم فرماؤں نے (جنھیں ہم سے خصوصی لگاؤ ہے) کتاب کے مندرجات اور مشمولات دیکھے بغیر ہی پبلشر پر دباؤ بنانا شروع کر دیا کہ وہ اس کو ہرگز شائع نہ کریں، تاہم جب شایانِ شان طریقے سے کتاب چھپ کر منظرِ عام پر آئی اور نامور اہلِ علم وتحقیق و ماہرینِ فن اس کی بے پناہ پذیرائی کرتے ہوئے اس تذکرے کو ناگزیر ماخذ، اپنی نوعیت کی منفرد تحقیق اور انتہائی اہم کام قرار دینے لگے تو ہمارے انہی کرم فرماؤں نے باقاعدہ سوشل میڈیا کے ذریعے اس کتاب کے خلاف مہم چھیڑ دی۔ اس مہم کے ساتھ پبلشر کے ساتھ گالی گلوچ، جان سے مارنے کی دھمکی اور کتاب پر پابندی کا مطالبہ کیا گیا، یہاں تک کہ "دعوتِ اسلامی" کے ایک مفتی نے اس کتاب کو شائع کرنے کے جرم کی پاداش میں پبلشر کو تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح کی فکر کرنے کی دھمکی دی اور کتاب کی فروخت بند کروانے کے لیے تمام ترہتھکنڈوں کے استعمال سے گریز نہیں کیا۔ اس تحریک کے کارکنان کی جس طرح خارجی مسائل میں دلچسپی اور غیر ضروری دخل اندازی بڑھ رہی ہے، تحریک کے اخلاص، تقویٰ اور سادہ لوحی پر کئی سوالیہ نشان کھڑے ہو رہے ہیں، نیز بے شمار اربابِ علم و دانش جو کبھی اس کے پُرزور حامی تھے وہ آج اپنے موقف پر نظرِ ثانی کے لیے مجبور ہیں۔

پہلے مرحلے میں ان حضرات نے تین اعتراضات اٹھائے اور اپنے پروپیگنڈہ مہم کا آغاز کیا، وہ تین اعتراضات یہ تھے:

(۱) اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں بریلوی صاحب کے لیے شایانِ شان زبان استعمال نہیں کی گئی اور ان کے نام کے ساتھ القاب وآداب کیوں نہیں لگائے گئے؟

(۲) جن لوگوں پر کفر وگمراہی کا فتویٰ ہے ان کے نام کے ساتھ "مولانا" لکھا گیا ہے، یہاں تک کہ بعض جگہ ان کے علم وفضل کی تعریف کیوں کی گئی؟

(۳) مرزا غلام احمد قادیانی کو علماء میں شامل کیوں کیا گیا؟

ابتداء میں اس مہم کو زیادہ کامیابی نہیں مل پا رہی تھی، اس لیے کچھ دنوں کے بعد پہلے دو اعتراضات کا پروپیگنڈہ چھوڑ دیا گیا، کیونکہ

پہلے دو اعتراضات کی وجہ سے قادیانیوں والا مقدمہ (اعتراض) کمزور ہو رہا تھا اور عمومی حمایت بھی نہیں مل پا رہی تھی۔ پاکستان میں چونکہ قادیانیت کا مسئلہ بڑا حساس اور نازک ہے، ہونا بھی چاہیئے، اس نام پر بلا اختلافِ مسلک امت کو ایک پلیٹ فارم پر لایا جاسکتا ہے اور قانونی چارہ جوئی بھی کی جاسکتی ہے، مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کی مملکتِ خداداد میں بعض لوگوں نے اپنے ذاتی مفاد اور دشمنی کے لیے اپنے حریفوں کی پیشانی پر قادیانیت کا لیبل لگا کر متہم و بدنام کیا اور اپنے مفادات حاصل کیے۔ اس کتاب کے ساتھ یہ ہتھکنڈہ اپنایا گیا اور اس مہم کے تحت لاہور کے ایک غیر معروف ہفتہ وار اخبار (جس کو عام طور پر انہی سب معاملات کے لیے استعمال کیا جاتا ہے) کے ذریعے مذہبی جذبات کو برانگیختہ کرنے کے لیے ہیڈنگ لگائی گئی: "کتاب تذکرۂ علمائے ہندوستان میں مرزا قادیانی کو علماء میں شامل کر دیا گیا"۔ لطف کی بات یہ ہے کہ خود اخبار کے ایڈیٹر نے کتاب پر حکومت سے ایف آئی آر درج کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے پابندی کی فریاد لگائی۔ سوشل میڈیا کے ذریعے اس اخبار کی کٹنگ وسیع حلقے تک پہنچائی گئی اور سادہ لوح مخلصین اور عام مسلمانوں کو کتاب کے تعلّق سے بدگمان کرنے کی کوشش کی گئی۔

یہ بات ہمیں نہیں بھولنی چاہیئے کہ "تذکرۂ علمائے ہندوستان" اصلاً ایک تذکرے اور تاریخ کی کتاب ہے، عقائد کی نہیں۔ بعض لوگوں کی طرف سے خالص ایک علمی و تحقیقی کام پر جس طرح قادیانیت نوازی کا لیبل چڑھایا گیا، ان کے اس غیر معتدل رویے نے لبرل طبقے کے اُس موقف کو تقویت پہنچا دی ہے کہ مذہبی انتہا پسند قادیانیت کی آڑ میں اپنے مفادات کی روٹیاں سینکتے ہیں اور وہ مثال میں اس کتاب کے ساتھ ہونے والے متعصبانہ رویے کو پیش کر سکتے ہیں، اس طرح ہمارا "ختمِ نبوت" کا مقدمہ کمزور پڑ رہا ہے۔

## بنیادی اعتراض

"تذکرۂ علمائے ہندوستان" پر پہلے دو اعتراضات کا پروپیگنڈہ ترک کرکے تیسرے کی زیادہ تشہیر کی گئی ہے، اس لیے اس کو اُن کا بنیادی اعتراض سمجھتے ہوئے اس پر اختصار کے ساتھ چند معروضات پیش ہیں، اس ضمن میں دوسرے اعتراض کے جوابات بھی آجائیں گے۔

مرزا قادیانی کو علماء میں کیوں شامل کیا گیا؟

اس سوال پر راست کچھ کہنے سے پہلے مقدمے کے طور پر ہمارے دو معروضات کا مطالعہ مفید ہوگا:............

## معروضہ نمبر ۲

اہلِ علم جانتے ہیں کہ جو شخص بھی مروّجہ دینی نصابِ تعلیم کو مدارس سے پڑھ کر نکلتا ہے، اسے برصغیر کی سطح پر عرف میں "مولوی"، "عالم" یا "مولانا" کہا جاتا ہے، جس طرح میڈیکل سائنس کی تعلیم پانے والے کو "ڈاکٹر"، انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کرنے والے کو "انجینئر" اور ہندو کی مقدس کتابیں وید اور پُران کو پڑھ کر مہارت حاصل کرنے والے کو "دیویدی"، "تری ویدی" یا "چترویدی" کہا جاتا ہے۔ ہمارے ہندوستان میں بہت سے بریلوی علماء نے ہندوؤں کی مقدس کتابیں وید اور پُران میں مہارت حاصل کرنے کے بعد اپنے نام کے ساتھ "چترویدی" لگایا اور شاید اب بھی ایسے خطباء اور علماء ہوں جو لگا رہے ہوں گے، اس حیثیت میں وہ اپنے مراکز کے اسٹیج سے لے کر ملک کے دیگر مذہبی جلسوں کو خطاب کرتے رہے، مگر ان کو کسی نے نہیں کہا کہ "چترویدی" ہونے کے لیے "ہندو" ہونا شرط ہے اور تم مسلمان اور اسلام کے داعی و مبلّغ ہو کر یہ ٹائٹل استعمال کر رہے ہو؟ وجہ ظاہر ہے کہ ان القاب کا تعلّق مروّجہ تعلیم سے ہے، مذہب یا

مسلک سے نہیں ہے۔ کوئی شخص اگر مروّجہ اسلامی نصابِ تعلیم کو حاصل کرنے کے بعد بدعقیدہ، کافر یا بدمذہب ہو جائے تو ہم اس کے کفر وگمراہی کا اعلان تو کر سکتے ہیں، مگر اس کی "مولویت" اور "عالمیت" کا انکار نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام کے تمام ثقہ علماء اور محدثین بشمول کبار علمائے بریلویہ بعض علماء کی تکفیر و تضلیل کرنے کے باوجود اپنے اپنے عہد میں اپنے زمانے کے عرف کا لحاظ کرتے ہوئے ان کے نام کے ساتھ "مولوی" یا "مولانا" بھی لکھتے رہے، کیونکہ مولوی، مولانا یا عالم کہلانے کے لیے "سنّی مسلمان" ہونا شرط نہیں ہے۔ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

| | |
|---|---|
| وقعات السنان: (از مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی) | مولوی اشرف علی صاحب تھانوی، مولوی نانوتوی صاحب (ٹائٹل کور) |
| الصوارم الہندیہ: (از مولانا حشمت علی خاں لکھنوی) | مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی (ص ۱۰۰، ۱۰۱) |
| حیات اعلیٰ حضرت: (از مولانا محمد ظفر الدین بہاری) | "مولوی خرم علی صاحب بلہوری مشہور وہابی ہیں" (ص ۲۴۲)، "مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنے خیالات کا آئینہ ایک رسالہ لکھا" (ص ۲۴۴) |
| جاء الحق: (از مفتی احمد یار خاں نعیمی) | "مولوی محمود حسن صاحب، مولوی رشید احمد صاحب، مولوی قاسم صاحب" (ص ۲۰۱) |
| زلزلہ: (از علّامہ ارشد القادری) | "وسیع الالقاب جناب مولانا عامر عثمانی، مدیر تجلی زید کرمہ" (ص ۳۳) |
| امام احمد رضا اور ردِّ بدعات و منکرات: (مولانا یٰسین اختر مصباحی) | "مولانا نذیر حسین دہلوی (ص ۸۰)، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا خلیل احمد انبیٹھوی" (ص ۸۲) |

اب تو "تذکرۂ علمائے ہندوستان" میں "مولانا" لکھنے پر بیخ پا ہونے والے ہی بتا پائیں گے کہ مذکورہ تمام حضرات کی تکفیر کلامی یا تضلیل کرنے کے بعد انھیں "مولوی"، "صاحب"، "مولانا"، "وسیع الالقاب" اور "زید کرمہ" کس حیثیت سے اور کیوں لکھا گیا ہے؟ عالم سمجھ کر؟ یا دھوبی، نائی یا حوالدار؟

## مرزا قادیانی کو مقتدر علماء نے "زمرۂ علماء" میں شامل کیا ہے

مفتی محمد امین قادری رحمہ اللہ نے (جو تحریک دعوتِ اسلامی سے بھی وابستہ رہے)، "عقیدۂ ختمِ نبوت" کے عنوان سے قادیانیت کے ردّ اور ختمِ نبوت کے دلائل میں ایک درجن سے زائد ضخیم جلدوں پر مشتمل ایک انسائیکلو پیڈیا تیار کیا ہے، جس میں موصوف نے تمام اکابر علماء کے رسائل اور مضامین کو یکجا کر دیا ہے، ان رسائل میں اکابر علماء نے یہ اعتراف کیا ہے کہ مرزا "زمرۂ علماء" میں شامل ہے، تفصیل سے گریز کرتے ہوئے دو تین حوالے ملاحظہ ہوں:

### مولانا غلام دستگیر قصوری:

"واضح ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی پنجابی، جو علمائے غیر مقلدین سے ہے" (تحقیقاتِ دستگیریہ فی ردّ ہفوات براہینیہ، مشمولہ عقیدۃ ختم النبوۃ، جلد اوّل، ص ۱۴۵)

مولانا غلام دستگیر قصوری اپنے دوسرے رسالے "رجم الشیاطین بردّ اغلوطات البراھین" میں اسی بات کو عربی میں بھی لکھتے ہیں:

**"فانّ مرزا غلام احمد القادیانی الفنجابی من العلماء الغیر المقلّدین"** (ایضاً، ص ۲۲۹)

## مولانا محمد حیدر اللہ خان درّانی نقشبندی:

مرزا قادیانی کے خلیفہ حکیم نور الدین قادیانی کے لیے لکھتے ہیں: "جناب حکیم مولوی نور الدین صاحب بھیروی جو مشہور غیر مقلد ہیں"۔ (دِرّۃ الدرّانی علی ردّۃ القادیانی، مشمولہ عقیدۃ ختم النبوۃ، جلد سوم، ص ۳۲)

## بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی:

عالم اسلام کے بیشتر مقتدر علماء بشمول اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے شیخ ابن تیمیہ (وفات: ۷۲۸ھ) کو ضالِ مضل کہا ہے، (دیکھیے: **المستند المعتمد، حاشیه علی المعتقد المنتقد، ص۹۰، المقطم للنشر والتوزیع قاهره**) اور بعض نے تکفیر بھی کی ہے۔۔۔ اس کے باوجود عالم اسلام اور اہلِ سنّت و جماعت کے ثقہ، مستند اور معتمد علماء اور ائمہ نے کن القاب آداب اور کیسے پُرشکوہ الفاظ و جملوں کے ساتھ ابن تیمیہ کا ذکر کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

| | |
|---|---|
| امام ذہبی: | **"هو شیخنا، وشیخ الاسلام، وفرید العصر علماً ومعرفة وشجاعة وذکاء وتنویرا الهیًا وکرمًا ونصحًا للامّة وامرا بالمعروف ونهیا عن المنکر۔"** (ذیل طبقات الحنابلة لابن رجب الحنبلی: ۴/ص۳۸۷) |
| امام جلال الدین سیوطی: | **ابن تیمیة الشیخ الامام العلّامة الحافظ الناقد الفقیه المجتهد المفسّر البارع، شیخ الاسلام، علَم الزهّاد، نادرة العصر۔" (طبقات الحفّاظ: ص۵۲۰)** |
| ملّا علی قاری: | **وهو شیخ الاسلام عند الصوفیة: تبیّن له انهما کانا من اهل السنّة والجماعة، بل ومن اولیاء هذه الامّة۔" (مرقاة المفاتیح لملّا علی القاری: ۸/ص۲۱٦)** |

----------

## ہنگامہ ہے کیوں برپا؟

"تذکرۂ علمائے ہندوستان" میں ایسا نیا اور انوکھا کیا ہے، جس پر ہنگامہ کھڑا کیا گیا؟ اس تذکرے میں قادیانیوں اور دیگر مسالک کے علماء (جن کی تکفیر و تضلیل کی گئی ہے) کی شمولیت پر اس طرح شور مچایا جا رہا ہے، جیسے تاریخ اسلام کے اندر تذکرے تراجم کی دنیا میں ایسا

پہلی بار ہوا ہے۔ یہ اعتراض جب میں نے سنا تو حیرت کے سمندر میں ڈوب گیا کہ معترضین، تذکار و تراجم کے منہج اور روایت سے اس قدر ناواقف کیسے ہو سکتے ہیں؟

اب آیئے عالم اسلام کے اُن معروف اور مستند تراجم و تذکروں کو دیکھتے ہیں، جن میں اُن لوگوں کا بھی والہانہ، پورے القاب و آداب کے ساتھ ذکر ہے، جن کی تکفیر کی گئی ہے یا جنھیں ضالّ مضلّ کہا گیا اور اُن کا بھی جو کافر و مشرک ٹھہرے۔ لطف کی بات یہ ہے اِن تذکار و تراجم کو ہر طبقے کے علمائے کرام اور مقتیان ذوی الاحترام اپنی اپنی الماریوں اور کمپیوٹرز کی زینت بھی بناتے ہیں، شوق سے جا بجا اپنی کتابوں اور مضامین میں ان کے حوالے بھی دیتے ہیں اور یہ اعتراض بھی نہیں کرتے کہ ان میں کافر و مشرک، زندیق و ملحد، مدعیٔ مہدویت اور گمراہ و گمراہ گر لوگوں کا ذکر کیوں کیا گیا۔

## سیر اعلام النبلاء

یہ عربی تذکرہ چودھویں صدی عیسوی میں لکھا گیا، اہلِ سنّت و جماعت کے ثقہ، مستند اور معتمد علیہ عالم اور امام، امام ذہبی (ف: ۱۳۴۷ء) اس کے مصنف ہیں۔ اس تذکرے میں انھوں نے ہر طرح کے لوگوں کا ذکر شامل کر کے بتا دیا کہ تاریخ و تذکرے کے تقاضے الگ ہوتے ہیں، اس کتاب سے چند مثالیں ملاحظہ کریں:

### ابوداؤد ظاہری (ف: ۲۷۰ھ):

یہ فرقۂ ظاہریہ کے بانیوں میں سے ہیں، جو اہل سنّت کے نزدیک ایک گمراہ کن فرقہ ہے۔ امام ذہبی نے اپنے تذکرے میں نہ صرف ان کا ذکر شامل کیا، بلکہ ان کے علم و فضل کی جو تعریف و توصیف کی ہے وہ انتہا پسندوں کے لیے دیدۂ عبرت ہے، فرماتے ہیں:

**الامام، البحر، العلّامة، عالم الوقت.... رئیس اهل الظاهر.... بصیر بالفقه، عالم بالقرآن، حافظ للاثر، رأس فی معرفة الخلاف، من اوعیة العلم، له ذکاء خارق، وفیه دین متین۔** (سیر اعلام النبلاء: ۱۳/ص ۹۷)

### زمخشری (ف: ۵۳۸ھ):

یہ بہت بڑے معتزلی تھے۔ فرقۂ اعتزال اہل سنّت کے نزدیک گمراہ کن فرقہ ہے۔ امام ذہبی اپنے تذکرے میں نہ صرف ان کا ذکر کر رہے ہیں، بلکہ انھیں "علامہ" سے بھی خطاب فرما رہے ہیں:

"**الزمخشری، العلّامة، کبیر المعتزلة**" (سیر اعلام النبلاء: ۲۰/ص ۱۵۱)

جاحظ (ف: ۲۵۰ھ یا ۲۵۵ھ):

یہ بھی اپنے وقت کے بہت بڑے معتزلی تھے۔ امام ذہبی، جاحظ کا ذکر شامل کر کے ایک طرف ان کے اعتزال کو ظاہر کر رہے ہیں، دوسری طرف ان کے علم و فضل کا اعتراف کرتے ہوئے انھیں علّامہ، متبحر اور ذوالفنون (علوم و فنون والے) بھی لکھ رہے ہیں:

**العلّامة المتبحّر ذو الفنون، ابو عثمان عمرو بن بحر بن محبوب البصریّ، المعتزلیّ، صاحب التصانیف أخذ عن: النظام۔** (سیر اعلام النبلاء: ۱۱/ص ۵۲۶)

## ألاعلام

یہ عربی تذکرہ چودھویں صدی ہجری کا ہے، اس کے مصنف خیر الدین الزرکلی (۱۳۹۶ھ) ہیں، ان کی لکھی ہوئی تاریخ اور تذکرے عالم اسلام میں استناد کا درجہ رکھتے ہیں، عالم اسلام میں علم وتحقیق سے شغف رکھنے والا شاید ہی کوئی عالم ومحقق ہو جو اس کتاب کی طرف رجوع نہ کرتا ہو۔ اس تذکرے میں بھی ہر مسلک وعقیدے کے لوگوں کو پورے القاب آداب کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ تفصیل سے گریز کرتے ہوئے صرف ایک حوالہ دیا جاتا ہے، ملاحظہ ہو:

## محمد بن علی الشوکانی (ف: ۱۲۵۰ھ):

قاضی شوکانی کا تعلق یمن سے ہے اور علمائے وہابیہ میں ایک بڑا اور معروف نام ہے۔ خیر الدین زرکلی نے اپنے تذکرے میں نہ صرف ان کا نام شامل کیا، بلکہ ان کا شایانِ شان الفاظ میں تعارف بھی کرایا، یہ ذکر کرتے ہوئے کہ وہ تقلید کو حرام سمجھتے ہیں:

**فقیہ مجتہد من کبار علماء الیمن، من اھل صنعاء.... وکان یری تحریم التقلید۔** (الاعلام: ۶/ص ۲۹۸)

----------

(تذکرہ علمائے ہندوستان پر چند معروضات، ص ۱ تا ۸)

ہم نے مضمون کے چیدہ چیدہ مقامات پیش کئے ہیں۔ تو اگر ہماری کتابوں میں کہیں بالفرض خان صاحب کی تعریف وتوصیف ہے خاص کر ''نزہۃ الخواطر'' میں تو وہ ایسی ہی ہے جیسی داؤد ظاہری، شوکانی اور ابن تیمیہ کی، اگر ان کی تعریف سے آپ انہیں کوئی بہت بڑا آدمی تو کیا مسلمان بھی ماننے کو تیار نہیں تو ہماری کتب میں خان صاحب کے علم وفضل کا کہیں ذکر کیا گیا ہے تب بھی اس کی حیثیت وہی رہے گی جو آپ کے ہاں داؤد ظاہری، شوکانی اور ابن تیمیہ کی ہے، یاد رہے کہ یہ ساری گفتگو آپ ہی کے اصول پر ہے!!!!

----------

## ایک مناظرانہ جواب:

ایک بریلوی یہ عقدہ کشائی کرتا ہے کہ جب دیوبندی خان صاحب کو ''فاضل بریلی'' کہتے ہیں تو اس سے ان کا مقصد:

''فاضل بریلوی کہنے میں ایک گونہ راحت نظر آئی اس لئے کہ فاضل کا مصدر فضل اور فضول دونوں ہیں......فضول پر نظر کرتے ہوئے دل کے بغض اور آتش حسد کی تسکین ہو جاتی اس لئے سب چھوڑ کر اسی کو لکھنا بولنا پسند کیا''۔ (جہان مفتی اعظم ہند، ص ۹۹)

اس سے معلوم ہوا کہ بقول بریلوی مولوی دیوبندی اعلیٰ حضرت کی تعریف میں جو لفظ ذکر کرتے ہیں اس کے مذموم معنیٰ ان کے پیش نظر ہوتا ہے، یعنی یوں سمجھیں **تاکید الذمّ بمایشبہ المدح** کی قبیل سے ہوتا ہے تو قصہ ختم جہاں خان صاحب کو عالم کہا گیا وہ عالم ایسا ہی ہے جیسے بنی اسرائیل کے علماء، اگر عاشق کہا تو ایسا ہی عاشق جیسے عیسائی و یہودی خود کو حضرت عیسیٰ وحضرت عزیر علیہما السلام کا عاشق کہتے ہیں لیکن ان کا یہ عشق محمود نہیں مذموم ہے!!!!

# علّامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ایک جعلی قول

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر علامہ اقبال کی طرف منسوب ایک جعل سازی پر بھی تنبیہ کر دی جائے جو کہ کئی کتب بریلویہ میں نظر سے گذری:

مولوی منشاء تابش قصوری لکھتے ہیں:

''غالباً ۱۹۳۴ء کا واقعہ ہے جبکہ مسجد وزیر خان میں آخری فیصلہ کن مناظرہ کا اہتمام کیا گیا تھا، حضرت حجۃ الاسلام قبلہ قدس سرہ بہ نفس نفیس لاہور تشریف لے گئے تھے اور مولوی اشرف علی تھانوی کو خصوصی دعوت دے کر ان کیلئے ڈبہ ریزرو کر کے ان کی آمد کا انتظار کیا گیا تھا، لیکن باوجود اصرار کے وہ نہیں آئے، اسی موقعہ پر کسی مقام پر حجۃ الاسلام قدس سرہ اور ڈاکٹر اقبال صاحب مرحوم کی ملاقات ہوئی، حضرت موصوف نے واپسی پر بریلی شریف کے چند احباب کے سامنے یہ تذکرہ فرمایا کہ دیوبندی حضرات کی گستاخانہ عبارتیں ڈاکٹر صاحب موصوف کے سامنے پڑھی گئیں تو ڈاکٹر صاحب نے بے ساختہ کہا:

مولانا! یہ ایسی عبارات گستاخانہ ہیں ان لوگوں پر آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑ جانا چاہیئے۔

(علامہ محمد اقبال)

تقدیس علی خان رضوی بریلوی

مورخہ ۱۲ ماہ خاص ربیع الاخر ۱۴۰۲ھ

یہ تقدیس علی خان مولوی حامد رضا خان کے شاگرد، خلیفہ، اور داماد ہیں اور منظر الاسلام بریلی کے مہتمم رہے ہیں۔

(ماخوذ دعوت فکر، ص ۱۰۶)

اول تو یہ کذب بیانی کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کوئی مناظرہ تھا، مولوی حامد رضا خان کی کیا اوقات کے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقابلہ کرے جن کی نالائقی پر ان کی پٹائی خان صاحب کیا کرتے تھے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقابلہ کرنے کی جرأت تو خان صاحب بریلوی کو نہ ہوئی جیسا کہ آگے اپنے مقام پر آرہا ہے، یہ مناظرہ حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حامد رضا خان کے درمیان طے ہوا تھا جس میں اپنے باپ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے حامد رضا خان نہیں آئے، تفصیل فتوحات نعمانیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ثانیاً جب اس کا راوی خود بریلوی ہے تو ہمیں اس کی تردید کی چنداں ضرورت نہیں، ما قبل میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ بریلوی مولویوں نے کس طرح جھوٹ اور من گھڑت واقعات و قصے گھڑے اور دیوبندی بریلوی اختلافات کے ضمن میں جگہ جگہ جھوٹ بولے ہیں، یہ جھوٹ بھی انہی اکاذیب میں سے ایک ہے!!

ثالثاً راوی کے حافظہ کا حال تو یہ ہے کہ انہیں اس اہم واقعہ کی تاریخ تک پوری طرح یاد نہیں اور ''غالباً ۱۹۳۴ء'' کہہ کر اپنے سوء حافظہ کی

طرف نشاندہی کررہے ہیں، پھر ۱۹۳۴ء ۱۳۵۲ھ کے واقعہ کو راوی ۱۴۰۲ھ یعنی ۵۰ سال بعد بیان کررہا ہے، یعنی علامہ اقبال کی وفات کے بھی ۴۶ سال بعد کہ کہیں کوئی علامہ اقبال سے جا کر تصدیق نہ کرالے، غرض سب میڈان بریلی جعلسازیاں ہیں!!

رابعاً علامہ اقبال مرحوم ہمارے نزدیک اس پائے کی شخصیت نہیں کہ انہیں کسی مسلک کے حق و باطل ہونے کا معیار گردانا جائے تو آخر اس باب میں ان کو پیش کرنے کا مقصد کیا ہے؟

اسی علامہ اقبال کے متعلق بندہ اپنی کتاب ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم'' میں تفصیل دے چکا ہے کہ علمائے دیوبند کے ساتھ ان کے کس قسم کے مثالی تعلقات تھے؟ مولانا احمد رضا خان کو تو علامہ اقبال آخر وقت تک نہیں جانتے تھے اور یہ کہ بریلوی حضرات نے ان پر کس قسم کے کفر کے فتوے لگائے لہٰذا انہیں مرحوم کہہ کر راوی خود اپنے مسلک کے فتوؤں کی رو سے کافر ہوگیا اور ایسے کافر کے قول و فعل کا بریلوی مسلک میں کوئی اعتبار نہیں ہوتا!!



# خان صاحب بریلوی اپنے اور اپنے ہم مسلک اکابر کے فتاویٰ و اصولوں کی روشنی میں

قارئین کرام! بریلوی فرقہ کے بانی مولوی احمد رضا خان نے اغیار کی خوشنودی کیلئے ساری زندگی علمائے اہلسنت پر کفر کے فتوے لگائے، ان کی صریح وصاف عبارت کے اندر قطع و برید کر کے لوگوں کو دھوکہ دیا، لیکن اللہ کی شان کہ ان علمائے حقہ پر کفر کے فتوؤں کی بمباری میں خود مولوی احمد رضا خان ایسے گھائل ہوئے کہ آج تک ان کی ذریت اپنے مجدد کو اس کفر گردی کے بارِ گراں سے نہ نکال سکی، اسی عنوان کے تحت فقیر آپ کے سامنے کچھ معروضات پیش کرے گا کہ علمائے اہلسنت کے ساتھ دشمنی کرنے پر آدمی کا انجام کیا ہوتا ہے اور یہ علمائے حقہ کی کرامت ہے کہ ان کی تکفیر کرنے سے آدمی خود کافر ہو جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

## رضاخانی مذہب میں خدا کی شان

قارئین کرام! تمام امت مسلمہ کے نزدیک وہ شخص کافر مرتد و جہنمی ہے جو اللہ کی شان میں گستاخی کرے، اس کی ذات پاک کیلئے کوئی عیب یا نقص ثابت کرے، لیکن رضاخانی مذہب میں ایسا شخص مسلمان ہے اس کو کافر کہنا خلافِ احتیاط ہے، ہلاکت میں پڑنا ہے، چنانچہ فرقہ رضاخانی کے بانی مولوی احمد رضا خان شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اپنی کتاب **"الکوکبۃ الشہابیہ"** میں لکھتے ہیں کہ:

**"اس نے یہاں اللہ سبحانہ کے علم کو لازم وضروری جانا اور معاذ اللہ اس کا جہل ممکن مانا"** (ص ۱۷۸)۔

اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ:

**"یہاں صاف اقرار کر دیا کہ اللہ عزوجل کی بات واقع میں جھوٹ ہو جانے میں حرج نہیں"** (ص ۱۸۱)

پھر اس کے آگے لکھتے ہیں کہ:

**"اسمیں صاف تصریح ہے کہ جو کچھ آدمی اپنے لئے کرسکتا ہے وہ سب خدائے پاک کی ذات پر بھی روا ہے، جس میں کھانا، پینا، سونا، پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا، جلنا، ڈوبنا، مرنا سب کچھ داخل ہے"** (ص ۱۸۲)

قارئین کرام! ان تمام کفریہ عبارات کو غور سے ملاحظہ فرمائیں، خدا کی شان میں کوئی گندی سی گندی گالی ایسی نہ رہی جو خانصاحب نے ان عبارات کے اندر مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی طرف منسوب کر کے نہ لکھی ہو، گویا شہید مرحوم ان کے نزدیک بیک وقت ان تمام کفریات کے مرتکب تھے، لیکن دوسری طرف ہماری حیرانگی کی کوئی انتہاء نہیں کہ یہی مولوی احمد رضا خان انہی شہید مرحومؒ کے متعلق **"تمہید ایمان"** میں لکھتے ہیں کہ:

**"اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں نبی ﷺ نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے"**۔

(تمہید ایمان ص ۴۵ مکتبۃ المدینہ)۔

**علمائے محتاطین انہیں (اسمٰعیل دہلوی) کو کافر نہ کہیں یہی صواب ہے وھو الجواب و بہ یفتی و علیہ الفتوی و ھو**

**المذهب و عليه الاعتماد و فيه السلامة و فيه السداد، یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتویٰ ہوا اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد اور اسی میں علامت،** (یہاں علامت کی جگہ "سلامتی" ہونا چاہیئے تھا، از ناقل) **اور اسی میں استقامت۔** (تمہید ایمان ص ۵۳)۔

خانصاحب کی مذکورہ عبارت کو ملانے کے بعد نتیجہ صاف نکلے گا کہ معاذ اللہ خدا پاک کی شان میں غلیظ گالیاں بکنے والا العیاذ باللہ اس کو جھوٹا اور جاہل کہنے والا اسکے لئے وجود وصفات مخلوقین سے متصف کرنے والا مسلمان ہے، اس کو کافر کہنے والا احتیاط کے خلاف سلامتی سے دور اور استقامت کے منافی ہے، العیاذ باللہ۔ بے شک بے شک یہی وہ دین ہے جو خانصاحب کی کتابوں سے ظاہر ہے اور جس پر ہر فرض سے اہم فرض کی طرح عمل کرنے کی خانصاحب نے وصیت فرمائی!!!!

مذاہب عالم کا مطالعہ کر لیجئے ان کے کتب خانے چھان مار لیجئے، کسی دین و مذہب میں آپ کو یہ چیز نہ ملے گی، جی چاہتا ہے کہ اس موقع پر ایک اور عبارت نقل کر دوں، لیکن اس عبارت کے اندر جس قسم کی کفریہ باتیں خانصاحب نے نقل کی ہیں میرے ہاتھ ان کو نقل کرنے سے قاصر ہیں ان کو لکھتے ہوئے میرے ہاتھوں پر رعشہ طاری ہے، دنیا کی کوئی گندی سی گندی گالی ایسی نہیں جو اس خبطی نے اپنی اس عبارت میں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہ کی ہو، پھر ظلم یہ کہ ان تمام مغلظات کو جو دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا دہریہ بھی اللہ کی ذات کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا کو مظلوم شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر دیا...... الحساب یوم الحساب کتاب **"سبحان السبوح"** کے صفحہ **112** سے **114** پر آپ خود ملاحظہ فرمالیں...... لیکن خدا کی قسم یہ سب مولوی احمد رضا خان کے پیٹ کی پیداوار ہے شہید مظلوم ہرگز ہرگز ان عقائد کے حامل نہ تھے، حاشا اللہ!!!!

لیکن قارئین کرام دوسری طرف ہماری حیرانگی کی کوئی انتہاء نہیں کہ ان سب کے باوجود مولوی احمد رضا خان شہید مرحومؒ کو مسلمان لکھ رہے ہیں اور ان پر کفر کے فتوے کو احتیاط کے خلاف اور سلامتی و استقامت کے منافی قرار دے رہے ہیں، فوا اسفا!!

بانی رضاخانیت کے امتیو!!! اور بدعت کے فرزندو!!! تمہیں معلوم ہوا کہ تمہارے دین و مذہب میں ایسے گندے اور ملعونی عقیدے رکھنے والا بھی مسلمان ہے، تمھیں پتہ چلا کہ تمہارے دھرم کا بانی کس گندی ذہنیت اور ناپاک طبیعت کا مالک تھا...... اس کے باوجود بھی اہل السنۃ کے منہ آتے ہو، شرم...... شرم...... شرم......

# رضاخانی مذہب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان

رضاخانی مذہب کا یہی بانی اپنی کتاب **"الکوکبۃ الشہابیہ"** شہید مرحوم رحمۃ اللہ علیہ پر تبرا کرتے ہوئے لکھتا ہے:

**"مسلمانو، مسلمانو! خدارا ان ناپاک و شیطانی ملعون کلموں پر غور کرو...... پادریوں پنڈتوں وغیرہم کھلے کافروں مشرکوں کی کتابیں دیکھو...... شاید ان میں بھی اس کی نظیر نہ پاؤ گے مگر اس مدعی اسلام بلکہ مدعی امامت کا کلیجہ چیر کر کے دیکھئے کس جگر سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سب و دشنام کے الفاظ لکھ دیے...... مسلمانو! کیا ان گالیوں کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع نہ ہوئی یا مطلع ہو کر ایذاء نہ پہنچی، ہاں ہاں واللہ واللہ، انھیں اطلاع ہوئی واللہ واللہ انہیں ایذاء پہنچی...... اور انصاف کیجئے تو اس کھلی گستاخی میں کوئی**

**تاویل کی بھی جگہ نہیں**''(الکوکبۃ الشہابیہ ص ۲۰۱ و ۲۰۳)۔

اس عبارت میں خانصاحب نے مندرجہ ذیل تصریحات کی ہیں:

**(۱) یہ کہ اس نے حضور ﷺ کو صاف صاف بے دھڑک صریح گالیاں دی ہیں ایسی کہ پادریوں پنڈتوں کھلے مشرکوں کی کتابوں میں بھی ایسی گالیوں کی نظیر نہ ملے گی۔**

**(۲) ان گالیوں کی یقیناً حضور ﷺ کو اطلاع ہوئی......اور آپ ﷺ کو اس سے ایذاء بھی پہنچی۔**

**(۳) ان گالیوں میں کسی بھی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں۔**

غرض مولوی احمد رضا خان نے خود مظلوم شہید مرحومؒ کے یہ جرائم لکھے لیکن اس کے باوجود اسی کتاب کے اخیر میں انہی شہید مرحومؒ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اکفار سے کف لسان ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب نتیجہ یہ نکلا جو شخص رسول اللہ ﷺ کو پادریوں اور پنڈتوں سے زیادہ کھلی اور سڑی گالیاں دے اور حضور ﷺ کے قلب مبارک کو ایذاء پہنچائے اسے کافر نہ کہنا ہی مولوی احمد رضا خان کے نزدیک احتیاط مختار اور پسندیدہ ہے۔

رضاخانیو!! دیکھا یہ ہے تمہارے مذہب شریف میں رسول اللہ ﷺ کی شان...... اسی پر عشق رسول ﷺ اور محبت کا دعویٰ! شرم......شرم......شرم......

# رضاخانی مذہب میں قرآن کی شان

رضاخانی مذہب کے بانی اسی کتاب میں مظلوم شہید مرحومؒ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

**جا بجا قرآن عظیم ایک بات فرمائے اور یہ صاف اسے غلط باطل کہہ جائے......اسکے طور پر......جا بجا قرآن عظیم میں شرک موجود ہے۔**(الکوکبۃ الشابیہ ص ۲۱۰، ۲۱۱)

لیکن اس کے باوجود فتویٰ یہی ہے کہ انہیں کافر مت کہو، نتیجہ یہ نکلا کہ رضاخانی مذہب میں قرآن کریم کو غلط کہنے والا اس میں جا بجا شرک ماننے والا بھی مسلمان ہے، العیاذ باللہ!!

# رضاخانی مذہب میں ملائکۃ الرحمٰن کی شان

اسی کتاب میں مظلوم شہید مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

**(اس کے نزدیک) حضرات ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے شرک صادر ہوا،** (ایضاً ص ۲۱۱)۔

ما قبل میں لکھتے ہیں کہ:

**یہاں انبیاء و ملائکہ و قیامت جنت و نار تمام ایمانیات کو ماننے سے انکار کیا ہے،**(ایضاً ص ۱۸۷)

لیکن ان سب کے باوجود رضاخانی مذہب میں شہید مرحومؒ مسلمان ہیں انہیں کافر کہنا بے احتیاطی ہے، سلامتی کے منافی ہے، ہلاکت

میں پڑنا ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ رضاخانی مذہب میں تمام ایمانیات کا انکار کرنے کے بعد بھی آدمی کافر نہیں ہوتا مسلمان ہی رہتا ہے، واہ رے رضاخانی مذہب......؟؟ تیری وسعت......ملت رضاخانی کے فرزندو! اور بدعت ملعونہ کے پرستارو! کچھ خبر ہوئی یہ ہے تمہارے امام ومجدد کا وہ دین ومذہب جو ان کی کتابوں سے ظاہر ہے اور جن کے متعلق انھوں نے اپنے وصیت کے اخیر میں لکھا کہ:

**میرا دین ومذہب جو میری کتابوں سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔**

رضاخانیو! اگر تم کہو تو تمہارے بانی مذہب کا کافر ومرتد ہونا بھی اسی جگہ انہیں کے" کلام شریف" سے اور انہی کے" دین ومذہب" سے ثابت کر دیا جائے اچھا سنو! تم بھی کیا یاد کروگے کہ کس سے واسطہ پڑا!!!!

## بانیٔ رضاخانیت اور اس کے ماننے والے فتوؤں کی زد میں

اب تک مولوی احمد رضا خان کی جو عبارتیں منقول ہوئی ہیں ان سے دو باتیں آفتاب نیمروز کی طرح ظاہر ہو چکی ہیں:

**(۱) مولوی احمد رضا خان کے بقول شہید مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے نعوذ باللہ خدا کو ناپاک سڑی سڑی گالیاں دی، اسے جھوٹا اور ناقابل اعتماد ٹھہرایا، اس کیلئے دنیا بھر کی خباثتوں کو ثابت کیا، اسی طرح حضور اکرم ﷺ کو صاف صریح گالیاں دی جس میں تاویل کی گنجائش نہیں اور ان گالیوں پر حضور ﷺ کا اطلاع ہوئی اور ان کے قلب مبارک کو ایذاء ہوئی، قرآن کا انکار کیا اس میں جا بجا شرک کا اقرار کیا، ملائکہ، جنت دوزخ انبیاء غرض تمام ایمانیات کا انکار کیا۔**

**(۲) دوسری بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ ان تمام جرائم خبیثہ اور عقائد ملعونہ کے باوجود مولوی احمد رضا خان کے نزدیک حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ مسلمان تھے انہیں کافر کہنا ناپسندیدہ اور خلاف احتیاط تھا۔**

اب خود خانصاحب کے منہ سے سنئے کہ ایسے شخص کو کافر نہ کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے:

**شفاء شریف وبزازیہ وفتاویٰ خیریہ وغیرہ میں ہے کہ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حضور ﷺ کہ شان پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے معذب اور کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔** (تمہید ایمان ص ۳۶)

اور آگے لکھتے ہیں کہ:

**کہ ایک کلام تکذیب خدا یا تنقیص شان سید الانبیاء علیہم السلام میں صاف صریح ناقابل تاویل وتوجیہ ہوں اور پھر بھی حکم کفر کانہ ہو اب تو اسے کفر نہ کہنا کفر کو اسلام ماننا ہے اور جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے۔** (ایضا ۴۵)۔

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ خانصاحب بریلوی نے جو مظلوم شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف عقائد کفریہ منسوب کئے اور پھر بھی ان کو مسلمان جانا خود اب اپنے ہی قلم سے ڈبل کافر ہوئے، بلکہ بقول ایسے شخص کے کفر پر تو اجماع ہے اور اب جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی خانصاحب کے فتوے کی رو سے کافر ہے، اے شہیدؒ! تیری قبر کو اللہ نور سے بھر دے، یہ ہے شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زندہ کرامت کہ جنھوں نے ان کی طرف یہ عقائد منسوب کئے اور انہیں کافر ثابت کرنے کی کوشش کی وہ آج اپنے ہی قلم سے کافر ہوئے!!!!

قارئین کرام! ملحوظ رہے کہ رضا خان کو ہم نے کافر نہیں کہا بلکہ یہ صرف انہی کا فتویٰ اور انہی کا دین ومذہب ہے جس پر مضبوطی سے قائم

رہنا ہر رضا خانی کا اہم فریضہ ہے ہم تو صرف اس فتوے کو نقل کرنے والے ہیں..... ہماری کیا مجال کہ ایسا جرنیلی فتویٰ دے سکیں یہ کام تو جہنم کا داروغہ ہی کرسکتا ہے!!!!!

## اہلِ بدعت کی طرف سے تاویل اور ہمارا جواب:

رضاخانیوں نے اس کے جواب میں جو تاویل بعید وغیرہ یا توبہ کی تاویلات کی اس سب کا منہ توڑ جواب بندہ ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول'' میں دے چکا ہے، اب کی بار رضا خانی حضرات نے پینترا بدلا اور کہا کہ انوار آفتاب صداقت میں اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر ہے اور خان صاحب بریلوی نے اس کتاب کی تصدیق کی:

''لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ امام اہلسنت نے اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر کردی تھی اور رہی قابل عمل ہے''۔

(کنز الایمان اور مخالفین ،ص ۲۳۷)

**جواب** اس سلسلے میں گذارش ہے کہ خود خان صاحب نے تمہید ایمان میں لکھا کہ شاہ اسمٰعیل شہید کی تکفیر نہ کی جائے، یہی راستہ احتیاط و سلامتی کا ہے، اب بقول تمہارے خان صاحب نے تکفیر کرکے یہ ثابت کردیا کہ وہ سلامتی کے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں اور محتاط مفتی نہ تھے۔

ثانیاً خان صاحب نے شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر نہیں کی تھی اس کے ثبوت میں خان صاحب ہی کے بیٹے مصطفیٰ رضا خان نے پوری کتاب ''الموت الاحمر'' لکھی ان کے بیٹے پر تو یہ عقدہ نہ کھلا اور آپ پر یہ انکشاف ہوگیا کہ خان صاحب نے تکفیر کردی تھی۔

بریلوی غزالی و رازی مولانا احمد سعید کاظمی لکھتے ہیں:

''خصوصاً اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی..... تو مسئلہ تکفیر میں اس قدر محتاط واقع ہوئے تھے کہ امام الطائفہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کے بکثرت اقوالِ کفریہ نقل کرنے کے باوجود لزوم والتزام کفر کے فرق کو ملحوظ رکھنے یا امام الطائفہ کی توبہ مشہور ہونے کے باعث از راہِ احتیاط مولوی اسماعیل دہلوی صاحب کی تکفیر سے کفِ لسان فرمایا، اگرچہ وہ شہرت اس وجہ کی نہ تھی کہ کفِ لسان کا موجب ہوسکے، لیکن اعلیٰ حضرت نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، ملاحظہ فرمائیے (اَلْکَوْکَبَۃُ الشِّھَابِیَۃ، مطبوعہ اہل سنت و جماعت بریلی صفحہ ۶۲)

حیرت ہے ایسے محتاط عالم دین پر تکفیر مسلمین کا الزام عائد کیا جاتا ہے،

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

(الحق المبین ،ص ۳۶،۳۵)

اب بتائیں ہم آج کے رضا خانی کو سچا مانیں یا احمد سعید کاظمی کو؟؟؟؟

حسام الحرمین اور مخالفین ص ۱۷۸ پر بھی یہی لکھا گیا کہ خان صاحب بریلوی نے تکفیر نہیں کی۔

مفتی حنیف قریشی نے ''روئیداد مناظرہ گستاخ کون'' میں بھی دلائل کے ساتھ یہی راگ الاپا کہ خان صاحب نے تکفیر نہیں کی۔

مناظرہ جھنگ ،ص ۲۶۳ پر مولانا اشرف سیالوی نے یہی کہا کہ خان صاحب نے شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر نہیں کی۔

مفتی شاہ محمد کوثر نے تو اس پر پوری کتاب لکھی کہ نہ تو خان صاحب بریلوی اور نہ بریلوی علماء شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کرتے

ہیں۔(تحقیق جمیل در لزوم کفر اسمعیل)

شریف الحق امجدی صاحب نے تو کمال ہی کر دیا وہ لکھتے ہیں:

''لیکن جب وہ کلمات مجدد اعظم اعلیٰ حضرت...... کے علم میں آئے تو بمصداق **فوق ذی کل علم علیم** ان میں اعلیٰ حضرت...... کو اسلام کا پہلو نظر آیا، اگر چہ وہ بعید ہو، ضعیف ہو، اس لئے اعلیٰ حضرت نے کف لسان فرمایا''۔(تحقیقات، ص ۲۰۷)

مفتی منیب الرحمن نے اپنی پوری کیبنٹ کے ساتھ بیٹھ کر تیار کروائی گئی کتاب میں یہی موقف اختیار کیا کہ شاہ اسمعیل شہید کی تکفیر خان صاحب نے نہیں کی۔(اصلاح عقائد و اعمال، ص ۳۲، ۳۳)

مولوی حسن علی رضوی نے بھی یہی موقف اپنایا۔(محاسبہ دیوبندیت، ج ۲، ص ۳۹۹)

غرض آج تک اس موضوع پر جس نے بھی قلم اٹھایا یہی لکھا کہ خان صاحب بریلوی نے شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر نہیں کی، پھر یہ کہنا کہ شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کا قول ہی قابل عمل ہے کس قدر جھوٹ و دجل و فریب ہے!!!!

ان بریلوی اکابر کے مقابلے میں آج کل کے ان داڑھی منڈھے رضاخانی لونڈوں کی کیا حیثیت و حقیقت رہ جاتی ہے؟؟؟؟

غرض اگر بقول بریلویہ شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کافر تھے معاذ اللہ تو خان صاحب بریلوی ۱۳۲۸ھ تک اسے مسلمان لکھ کر کافر ہوئے اور اگر مسلمان تھے تو ۱۳۲۸ھ میں کافر لکھ کر کافر ہو گئے۔جان تو پھر بھی نہیں چھوٹی!...... نیز یہ بھی بتایا جائے کہ خود خان صاحب نے شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ۷۵ کفریات کو لکھا اس کے باوجود تکفیر نہیں کی تو آخر انوار آفتاب صداقت میں کونسا ایسا انکشاف کر دیا گیا تھا کہ خان صاحب بریلوی نے تکفیر کر دی؟؟؟؟

بریلویوں نے تو تکفیر کا قول کر کے خود خان صاحب بریلی کے کفر پر رجسٹری کر دی، کیونکہ خان صاحب بریلوی نے خود لکھا کہ کافر کو کافر نہ کہنا بھی کفر ہے اور بقول تمہارے شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کافر تھے، (معاذ اللہ) تبھی تو خان صاحب نے ۱۳۲۸ھ میں تکفیر کی، لہذا ۱۳۲۸ھ سے پہلے اپنی پوری زندگی میں اس معاذ اللہ کافر کو کافر نہ کہہ کر خان صاحب خود کافر ہو گئے۔

**ہم نے دفاع اہل السنۃ والجماعہ جلد اوّل میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ یہ مسئلہ خان صاحب کے گلے کی ایسی ہڈی بن چکا ہے کہ اس کی موجودگی میں کوئی مائی کا لعل خان صاحب کو مسلمان ثابت کر کے دکھادے، یہ دعویٰ اب تک برقرار ہے، الحمد للہ!!**

یہاں ایک اور دجل بھی ان بریلوی مولویوں کا ملاحظہ کریں کہ خان صاحب کے بارے میں کہا کہ انہوں نے ''کف لسان'' کیا حالانکہ یہ صریح جھوٹ ہے اس لئے کہ کف لسان کا معنیٰ تو یہ ہے کہ خان صاحب نہ مسلمان کہتے ہیں نہ کافر، حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے خان صاحب نے تمہید ایمان میں صاف اور واضح طور پر لکھا کہ شاہ اسمعیل شہید اہل لا الہ الا اللہ یعنی مسلمانوں میں سے ہیں اور ان کی تکفیر سلامتی و احتیاط کا راستہ نہیں، جب خان صاحب شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو مسلمان مانتے ہیں اور کافر ماننے سے منع کرتے ہیں تو یہ کف لسان کیسے ہو گیا؟؟؟؟

## خدارا کوئی تو خان صاحب کے ایمان کو بچائے:

مفتی شریف الحق امجدی صاحب لکھتے ہیں کہ معاذ اللہ علمائے دیوبند کی عبارات معنی کفری میں ''صریح متبین متعین'' ہیں۔(ملاحظہ ہو

فتاوی شارح بخاری ، ج ۳ ،ص ۴۱۲ تا ۴۱۵ ) یہی بات مفتی مصطفی رضاخان صاحب نے ''الموت الاحمر'' میں لکھی ۔اس کا آسان لفظوں میں مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ علمائے دیوبند کی عبارات میں کسی قسم کی توجیہ تاویل نہیں ہوسکتی وہ ہر اعتبار سے کفر میں بالکل واضح ہیں اور اکابر دیوبند نے بھی ان سے یہی کفری معنی مراد لیا تھا لہذا اب ان کی تکفیر نہ کرنا خود کفر ہے ۔

اسی طرح رضاخانیوں نے لکھا ہے کہ علمائے دیوبند کی یہ عبارات معاذ اللہ اتنی صریح کفریہ ہیں کہ دنیا کی کسی زبان میں ان کا ترجمہ کرا کر عام آدمی کے سامنے بھی پیش کر دی جائیں تو وہ بھی اسے کفر ہی تسلیم کرے گا ۔

''ہماری گزارش ہے کہ یہ گستاخانہ عبارات علمائے دیوبند کیلئے ایسا چھچھوندر ہیں جنہیں وہ نہ نگل سکتے ہیں اور نہ ہی پھینکنے کو ان کا دل چاہتا ہے ۔ہمارا دعوی ہے کہ یہ عبارات اپنی اصل زبان میں ہوں یا دنیا کی کسی زبان بھی زبان میں ان کا ترجمہ کر دیا جائے دنیا کا کوئی بھی با اخلاق اور مہذب آدمی کسی صورت میں بھی ان کی تحسین وتصویب نہیں کرسکتا''۔

(دعوت وفکر ،ص ۲۹)

رضاخانی ترجمان کاشف اقبال صاحب لکھتے ہیں:

''دیوبندی بریلوی اختلافات کچھ ایسے ہیں کہ کوئی بھی مسلمان خالی الذہن ہو کر دیوبندیوں کی ان کفریہ وگستاخانہ عبارات کو پڑھے تو وہ دیوبندیوں کے حق میں فیصلہ نہیں دے سکتا''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ،ص ۲۶)

لیکن اب دوسری طرف مفتی انس رضا عطاری رضاخانی لکھتا ہے:

''دیوبندیوں کی کفریات کی ابتدا ۱۲۹۰ھ سے ہوئی جبکہ امام احمد رضاخان ۔۔۔نے المعتمد المستند کے اندر ۱۳۲۰ھ میں ان حضرات کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا۔ ۳۰ سال آپ انہیں خوف خدا یاد کرواتے رہے، خط لکھتے رہے ،مناظرے کی دعوت دیتے رہے''۔

(حسام الحرمین اور مخالفین ،ص ۲۵)

جب یہ عبارات معاذ اللہ کفری معنی میں بالکل صریح ہیں ان میں کسی قسم کی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی تو اس کا مطلب ہے کہ ۳۰ سال تک خان صاحب بریلوی ان کی تکفیر نہ کر کے خود اپنے فتوے ''**من شك فی كفره و عذابه فقد كفر** '' کے مرتکب ہوگئے ایسے کافر کے اب یہ سطور پڑھنے کے بعد بھی جو رضاخانی انہیں مسلمان سمجھے وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے ۔

باقی یہ محض ڈرامہ ہے کہ ان کو ۳۰ سال تک خط لکھتے رہے اس کی حقیقت تو ہماری کتاب ''نواب احمد رضاخان بریلوی حیات، خدمات و کارنامے'' میں ملاحظہ ہو۔ رہی بات خوف خدا کی تو آگے حوالہ آرہا ہے کہ خان صاحب کے نزدیک وہابی کو توبہ کی توفیق ہی نہیں وہ وہابیت سے واپس نہیں لوٹ سکتا تو خوف خدا کس چیز کا؟

آخر میں ہمیں یہ بھی بتایا جائے کہ جب ان عبارات میں کسی قسم کی کوئی تاویل اصلاسرے سے ہو ہی نہیں سکتی تو آخر خان صاحب تیس سال تک تکفیر سے کیوں رکے رہے؟ اور خان صاحب تیس سال تک تکفیر سے رکے رہنے کے بعد بھی ہٹے کٹے مسلمان تو آج کا مسلمان ان کو کافر نہ کہہ کر کیسے کافر ہوگیا؟

# نبی ﷺ کی امامت کرانا ایک اور گستاخی

نواب احمد رضا بریلوی صاحب نے مولوی برکات احمد کے متعلق کہا:

''ان کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور ﷺ سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں، عرض کی: یا رسول اللہ! حضور کہاں تشریف لے جاتے ہیں، فرمایا برکات احمد کے جنازے کی نماز پڑھنے۔'' احمد رضا خان بریلوی نے اس کے بعد کہا:

''الحمد للہ! یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔'' (ملفوظات، حصہ دوم: ص ۱۴۲)

اس سے معلوم ہوا کہ احمد رضا بریلوی صاحب کے نزدیک انہوں نے وہ جنازہ بھی پڑھا رکھا ہے جس کو پڑھنے نبی ﷺ تشریف لائے تھے، جس نبی (ﷺ) کی موجودگی میں بلا اجازت کوئی دوسرا نبی امام نہیں بن سکتا اس نبی مکرم (ﷺ) کے امام بننے کا بھی شرف احمد رضا بریلوی کو حاصل ہوا (نعوذ باللہ من ذالک)

دوسروں کو ہر وقت گستاخ بنانے کی فکر میں لگا رہنے والا یہ طبقہ خود اپنے اکابر کو بچانے کیلئے عجیب وغریب تاویلات کا سہارا لیتا ہے اور اپنے اعلیٰ حضرت کے مردود دفاع میں مزید گستاخی وتوہین کے مرتکب بنتا ہے، لہٰذا سب سے پہلے تو خود بریلوی حضرات کے نزدیک نبی ﷺ کی موجودگی میں امام بننے کا حکم ملاحظہ فرمائیں:

بریلوی مذہب کے ضیغم اہلسنت مولانا حسن علی رضوی میلسی لکھتے ہیں:

''اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ اپنی ہر صفت وہر شان میں بے مثل وبے مثال ہیں اور ہر اعتبار سے بے نظیر ہیں نماز قائم ہو چکی ہے اور امام نماز پڑھا رہا ہے، دنیا جہاں کا کوئی بھی شخص نماز میں شریک ہونا چاہے گا تو مقتدی بنے گا لیکن حضور ﷺ کی یہ شان اور عظمت ہے کہ آپ اگر شرکت فرما دیں تو حضور امام ہونگے اور عین حالت نماز میں بھی امام حضور کا مقتدی بن جائے گا''۔ (برق آسمانی، ص ۶۴)

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کا کوئی بھی شخص نبی کریم ﷺ کا امام نہیں بن سکتا تو جو نبی کریم ﷺ کو اپنا مقتدی یا کسی امتی کا مقتدی مانے وہ اہلسنت کے عقائد کا مخالف بدعتی ہے۔

(۲) جو شخص نبی کریم ﷺ کو اپنا یا کسی کا مقتدی مانے وہ نبی کریم ﷺ کی شان اور عظمت کا منکر ہے۔

رضاخانی فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

''انبیا کرام علی نبینا وعلیہم السلام کسی کے مقتدی نہیں ہوتے ہم سب کیلئے وہ مقتدا ہیں جو شخص بھی کسی نبی علیہ السلام کو یا اپنے بڑے سے بڑا مولوی یا پیر کیوں نہ ہو مقتدا بنائے وہ گمراہ ہے بلکہ نبی کے ہوتے ہوئے امتی کی نماز ہوتی ہی نہیں ۔۔۔ ایسا لکھتے ہوئے ۔۔۔ کو شرم بھی محسوس نہ ہوئی بلکہ فخریہ لکھ رہے ہیں کہ ایک ملاں کے پیچھے نبی اور وہ بھی خلیل علیہ السلام نے نماز اور وہ بھی جمعہ انا للہ وانا الیہ راجعون''۔

(دیوبندی بریلوی فرق، ص ۶۵)

بریلویوں کے حکیم الامت احمد یار خان نعیمی صاحب نے لکھا:

''اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی علیہا لصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں کسی کو بھی امام ہونے کا اختیار نہیں۔''

(شان حبیب الرحمٰن: ص ۲۱۹)

گویا جو اختیار کسی کو نہیں وہ بریلویوں کے نزدیک ان کے اعلیٰ حضرت کو حاصل تھا کہ نبی ﷺ کے بھی امام بن بیٹھے، کچھ بریلوی یہاں چالاکی سے بعض صحابہ کرامؓ سے ایسی امامت کا ثبوت دینے کی کوشش کر سکتے ہیں، مگر ان کے اس دھوکے کو خود ان کے حکیم الامت احمد یار خان نعیمی ان الفاظ میں مردود قرار دیتے ہیں:

''ہاں اگر حضور علیہ السلام ہی اجازت دے دیں کہ تم امام بنے رہو تو اب حضور علیہ السلام کی اجازت سے امام بنے رہنا جائز ہوا، جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف پر گذرا۔'' (شان حبیب الرحمٰن: ص ۲۱۹)

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی موجودگی میں صرف وہ امام بن سکتا ہے جس کو نبی ﷺ خود اجازت دے دیں، لہٰذا احمد رضا خان بریلوی کا خود کو بلا اجازت نبی ﷺ کا امام بنا لینا بریلوی فتاویٰ کی روشنی میں سوائے گستاخی کے کچھ نہیں، کچھ بریلوی علماء نے اپنے اعلیٰ حضرت کی اس گستاخی و توہین کو محسوس کرتے ہوئے اس واضح حقیقت پر جھوٹ اور متضاد و باطل تاویلات کے پردے ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

چنانچہ معروف بریلوی عالم کوکب نورانی اوکاڑوی نے لکھا:

''یہ مفہوم کیسے اخذ کر لیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے وہ نماز جنازہ بھی ادا فرمائی؟ یا یہ کہ اعلیٰ حضرت نے رسول اللہ ﷺ کی امامت کی؟ (معاذ اللہ) بلاشبہ یہ اعلیٰ حضرت پر بہتان ہے، خواب اور اعلیٰ حضرت بریلوی کے بیان کی حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس عاشق صادق کی وفات پر رسول اللہ ﷺ اپنی شفقت و رحمت کے سبب اپنے اس غلام کو نوازنے تشریف لائے اور اس عاشق صادق کے جنازہ کو ملاحظہ فرمایا۔'' (سفید و سیاہ: ص ۱۷۹)

اوکاڑوی بریلوی صاحب نے تو اپنی باطل تاویل سے قصہ ہی ختم کر دیا کہ یہ جنازہ نبی ﷺ نے پڑھا ہی نہیں بلکہ صرف ملاحظہ فرمایا، کوئی ان بریلوی ماہرین تاویل کو سمجھاتا کیوں نہیں کہ بریلوی اعلیٰ حضرت کے ملفوظ میں صاف تصریح موجود ہے کہ

''(نبی ﷺ نے) فرمایا برکات احمد کے جنازے کی نماز پڑھنے۔''

اس رضاخانی وضاحت کے باوجود صریح جھوٹ بول کر احمد رضا بریلوی صاحب کا دفاع کیوں کیا جا رہا ہے؟

اس باطل تاویل کا سقم تو انتہائی واضح اور روشن ہے، اس لیے اپنے اعلیٰ حضرت کی اس گستاخانہ عبارت پر ایک اور انداز سے بھی بریلوی ماہرین تاویل نے اپنی فنکاری دکھانے کی کوشش کی ہے، چنانچہ بریلویوں کے ترجمانِ مسلک اعلیٰ حضرت حسن علی رضوی بریلوی اپنے اعلیٰ حضرت کے اس توہین آمیز ملفوظ کی من گھڑت وضاحت دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''عبارت کا صحیح مفہوم واضح ہوا کہ سرکار دو عالم ﷺ نے مجھے نماز پڑھائی اور میں نے لوگوں کو نماز پڑھائی......''

(برقِ آسمانی بر فتنہ شیطانی: ص ۶۴)

گویا ان کے نزدیک گستاخی والی کوئی بات نہیں، کیونکہ ان کے اعلیٰ حضرت کو نبی ﷺ نے نماز پڑھائی اور احمد رضا خان بریلوی صاحب

نے باقی لوگوں کو نماز پڑھائی، حالانکہ اس من گھڑت بات کا دور دور تک کوئی نام و نشان اس ملفوظ میں نہیں!!

بہر حال ان بریلوی تاویلات سے یہ تو بالکل واضح ہے کہ نبی ﷺ کی موجودگی میں بھی امام بنے رہنے پر اصرار کرنا یا نبی ﷺ کی امامت کا دعویٰ کرنا خود ان کے نزدیک بھی توہین و گستاخی ہے۔

اس تمام تفصیل کے بعد عرض ہے کہ اس گستاخی و توہین سے بریلوی علماء جھوٹ و من گھڑت تاویلات کے سہارے جان نہیں چھڑا سکتے، بریلویوں کی تسلیم شدہ اس گستاخی و توہین کا اقرار کرتے ہوئے غلام نصیر الدین سیالوی بریلوی نے اپنے اعلیٰ حضرت کے متعلق لکھا:

''ان کو پہلے تو پتا نہیں تھا کہ حضور علیہ السلام جنازہ میں شامل ہیں، بعد میں جب پتا چلا تو اللہ کا شکر ادا کیا کہ سرکار ﷺ نے میرے پیچھے نماز پڑھی......'' (عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، حصہ اول: ص ۳۲۴)

معلوم ہوا کہ اس جنازے کی نماز بطور امام، احمد رضا خان بریلوی نے ہی پڑھائی تھی اور نبی ﷺ نے بریلوی اعلیٰ حضرت کے پیچھے یہ نماز پڑھی تھی (نعوذ باللہ) اور اس بات کا گستاخی و توہین ہونا خود بریلوی علماء و اکابرین کی اوپر پیش کی گئی تاویلات سے ثابت ہے۔

دوسرا یہ کہ جو بریلوی یہ من گھڑت تاویل کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کے اعلیٰ حضرت کو نبی ﷺ نے نماز پڑھائی اور خان صاحب بریلوی نے باقی لوگوں کو نماز پڑھائی شاید یہ نہیں جانتے کہ اس صورت میں تو بریلویوں کے نزدیک نماز ہوتی ہی نہیں۔ چنانچہ غلام نصیر الدین سیالوی بریلوی لکھتے ہیں:

''دوسری عرض یہ ہے کہ حضور علیہ السلام پر نماز اب فرض نہیں ہے، آپ علیہ السلام کی نماز نفلی ہوتی ہے اور حنفی مذہب میں مفترض (فرض پڑھنے والا) متنفل (نفل پڑھنے والے) کی اقتدا نہیں کرسکتا، لہٰذا حنفی مذہب رکھنے والوں کو یہ اعتراض زیب نہیں دیتا کہ نبی الانبیاء علیہم السلام کی موجودگی اور حاضر و ناظر ہونے کے باوجود تم خود امام کیوں بن جاتے ہو۔''
(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، حصہ اول: ص ۳۲۴۔ ۳۲۵)

اس صاف وضاحت کے باوجود لوگوں کا بریلویوں پر اعتراض کرنا کس قدر غلط ہے کہ وہ نبی ﷺ کو موجود اور حاضر و ناظر ماننے کے باوجود خود امام کیوں بنتے ہیں؟ بھئی وہ تو صاف صاف اعلان کر رہے ہیں کہ اگر چہ وہ نبی ﷺ کو حاضر و ناظر اور موجود مانتے ہیں، مگر چونکہ حنفی مذہب میں فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتداء نہیں کرسکتا اور نہ ایسے کی نماز ہوتی ہے، لہٰذا مسئلہ مذکورہ کے پیشِ نظر ان کی نماز نبی ﷺ کے پیچھے ہوتی ہی نہیں کہ نبی ﷺ کی نماز اب نفلی ہے۔

چنانچہ احمد رضا خان بریلوی بھی نبی ﷺ کے امام اسی لیے بنے کہ ان کی نماز نبی ﷺ کے پیچھے نہیں ہوتی تھی اور آج رضا خانی امت نبی ﷺ کو حاضر و ناظر ماننے کے باوجود امام بنتی ہے تو اس کی ایک وجہ بھی یہی ہے کہ ان کی نماز نبی ﷺ کے پیچھے نہیں ہوتی، **انا للہ وانا الیہ راجعون**

## حضور ﷺ کی طرف ذلت کی نسبت، معاذ اللہ

نواب احمد رضا خان صاحب اپنے شاعرانہ مجموعے حدائق بخشش میں حضور ﷺ کے بارے میں ایک شعر یوں بیان کرتے ہیں:

کثرت بعد قلت پہ اکثر درود عزت بعد ذلت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش، حصہ دوم، ص ۲۹، مدینہ پبلشنگ کراچی)

غور فرمائیں کس واضح انداز میں یہاں حضور ﷺ کیلئے کہا جا رہا ہے کہ پہلے آپ ذلیل تھے معاذ اللہ ذلت میں تھے بعد میں جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کثرت ہوئی تو آپ کو عزت ملی......کیا نبی کریم ﷺ کا نام لے کر ان کو ذلت والا کہنا ان کی توہین نہیں؟ نصیر الدین گولڑوی بریلوی پر جب اسی قسم کا ایک اعتراض ہوا تو احمد رضا خان کے اسی شعر کو پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس محولہ بالا شعر میں کس عزت اور کس ذلت کا ذکر فرما رہے ہیں، کیا ان کو شان رسالت کا علم نہ تھا کہ انھوں نے ذلت کی نسبت آپ کی ذات عالیہ کی طرف کر دی، کیا وہ آپ کے نزدیک فتویٰ گستاخی کی زد میں نہیں آتے؟ اگر نہیں تو کیوں''۔

(لطمۃ الغیب علی ازالۃ الریب، ص ۴۲، مہریہ نصیریہ پبلیشرز گولڑہ شریف)

اب ہم یہاں بریلویوں سے وہی مطالبہ کرتے ہیں جو نصیر الدین گولڑوی نے کیا اور کیا ہی خوب کہا کہ:

اگر آپ کے نزدیک ذات انبیاء کی طرف کسی قسم کی ذلت یا رسوائی کا انتساب یا یہ عقیدہ رکھنا کہ اس طبقے پر بھی بصورت امتحان ذلت آسکتی ہے انبیاء کی گستاخی ہے تو لیجیے سب سے پہلے آپ مولانا احمد رضا خان پر گستاخی کا فتویٰ داغیے اور جس بے باکی سے آپ کے سحاب قلم نے مجھ پر وہابیت اور گمراہی وغیرہ کے الفاظ برسائے ہیں خدارا ایسی ہی حق گوئی کا مظاہرہ ذرا فاضل بریلوی کے حق میں بھی کر دکھائیں، مگر وہ بھی کتابی صورت میں، اور آج کے بعد اسٹیجوں پر بھی اسی طرح فاضل بریلوی کے بے ادب اور گستاخ ہونے کا اعلان فرمائیں، جس طرح میرے لئے زحمت فرمایا کرتے تھے''۔ (ایضاً ص ۴۳)

قارئین کرام! اور اہل انصاف بریلوی اس عبارت کو غور سے پڑھیں اور بار بار پڑھیں اور پوچھیے بریلوی حضرات سے کہ کیا وجہ ہے کہ اپنے بڑوں کی ان عبارتوں کو تو آپ نے چھپا رکھا ہے جنھوں نے نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کی صراحت کر کے ان کو ذلت کا شکار کہا ہے اور شاہ صاحب کی عبارت جس میں کسی ولی یا نبی کی صراحت نہیں اس کے خلاف ہر چھوٹے بڑے بریلوی کی گز بھر زبان نکلی ہوئی ہوتی ہے؟؟ کیا یہ کھلی منافقت نہیں؟؟ کیا یہ محض تعصب، ضد اور ہٹ دھرمی نہیں؟ یہ کہنا کہ پیر نصیر کو غلطی لگ گئی تو پیر نصیر کے مقابلے میں آپ کی کیا اوقات ہے، جو آپ کے قول پر ان کی غلطی ہم تسلیم کر لیں؟ ان کو غلطی لگ گئی اور آپ کو نہیں لگی؟؟

پھر بالفرض غلطی لگ گئی ہو تب بھی یہ تو ثابت ہوا کہ اس شعر سے یہ والا معنیٰ مراد لیا جا سکتا ہے جو آپ کے نزدیک بھی گستاخی ہے اور یہ آپ ہی کا اصول ہے کہ عرف میں اگر گستاخی بنتا ہو خواہ اس کا معنیٰ درست بھی کر لیا جائے تب بھی گستاخی بنے گا تو فتویٰ پھر بھی لگے گا کیونکہ عرف میں اس کو بعد ہی پڑھا جاتا ہے اور یہی پیر نصیر نے پڑھا۔

## رضاخانی تاویل:

بعض ہٹ دھرم رضاخانیوں سے جب اس شعر کا کوئی معقول جواب نہ بن پڑا تو اپنی اردو دانی کا ثبوت دیتے ہوئے کہا کہ یہاں شعر میں ''بَعد'' نہیں ''بُعد'' ہے اس پر نصب کی جگہ ضمہ پڑھا جائے، اس سلسلے میں عرض ہے کہ ہم نے پیر نصیر کا حوالہ پیش کر دیا ہے جو خود بھی ہفت زبان شاعر تھا جس نے یہاں بعد نہیں بَعد پڑھا ہے، اسی طرح خان محمد قادری کی شرح سلام رضا پر

اس شعر میں بعد پر فتح لگا کر اعراب واضح کیا گیا ہے۔(شرح سلام رضا، ص ۲۰۰، مرکز تحقیقات اسلامیہ)

پھر اس شعر کا مطلب بیان کیا یعنی پہلے قلت اور بے سروسامانی تھی مگر اب کثرت و عزت اور غلبہ کا دور دورہ ہوگیا۔ (ایضاً ص ۲۰۲)

یہاں پہلے کے لفظ نے خود وضاحت کر دی کہ شعر میں بُعد نہیں بعد مراد ہے، اسی طرح مفتی غلام حسن قادری لکھتا ہے:

''ذلت، رسوائی''۔(شرح حدائق بخشش، ص ۱۰۱۲)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے دین کو جس کے ماننے والے ابتداء میں کم تھے **مگر بعد میں** اس قدر زیادہ ہو گئے کہ گنتی مشکل ہوگئی اور اس طرح کمزوری کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو عزت اور طاقت اور غلبہ عطا فرمایا''۔(ایضاً ص ۱۰۱۳)

لیجئے کیا اب بھی کسی کو یہ تاویل کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟

پھر عقلاً بھی یہاں ''بُعد'' درست نہیں اس لئے کہ اردو محاورات میں اس مقام پر بعد کا لفظ آتا ہے نہ کہ بُعد جیسا ثقیل لفظ مثلاً یوں کہا جاتا ہے کہ'' آپ کو یہ مقام و مرتبہ اور یہ طاقت و اختیار کمزوری اور مشقتوں کے بعد ملا''۔

یہ کوئی نہیں کہتا کہ آپ کا یہ مقام پچھلی مشقتوں سے ''بُعد'' ہے، کسی اردو داں کے سامنے حدائق بخشش کا یہ شعر رکھ دیں وہ اسے ''بَعد'' ہی پڑھے گا، ہمارے پاس ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کی ویڈیو بھی موجود ہے جس میں وہ محمد علی مرزا کو جواب دیتے ہوئے اس لفظ کو ''بَعد'' ہی پڑھتا ہے نہ کہ ''بُعد''۔ پھر خود بریلوی حضرات نے یہ اصول لکھا ہے کہ گستاخی کا دارومدار عرف پر ہوتا ہے صرف اس موقع پر ایک تازہ حوالہ ملاحظہ فرمالیں:

''الفاظ کے گستاخی ہونے کا دارومدار لغوی معنیٰ پہ نہیں بلکہ عرف پہ ہے''۔(کنزالایمان اور مخالفین، ص ۱۷۲)

اور عرف میں اسے ''بعد'' ہی پڑھا جاتا اور سمجھا جاتا ہے جیسا کہ خود حدائق بخشش کے شارحین نے لکھا ہے اور اس صورت کو خود بریلوی بھی توہین و گستاخی مانتے ہیں۔

مولانا غلام نصیر الدین سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

''نیز تھانوی کا کہنا کہ ان الفاظ کا مطلب سمجھ میں آسکتا ہے یعنی غور کرنے اور سمجھانے سے تو اس سے پتہ چلا کہ عبارت گستاخی کی موہم ہے، کیونکہ سمجھنے سمجھانے کی ضرورت وہیں پیش آتی ہے جہاں الفاظ کسی غلط معنیٰ کے موہم ہوں''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص ۱۲۸)

مزید لکھتے ہیں:

''مطلب بیان کرنے کی ضرورت تبھی پیش آتی ہے جب عبارت میں گستاخی کا ایہام پیدا ہو رہا ہو''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص ۳۵۶)

معلوم ہوا کہ آپ کے مذہب میں صرف سمجھنے سمجھانے پر بھی گستاخی کا فتویٰ ہے، یہ بہت اہم حوالہ ہے اہل بدعت جہاں اپنی عبارت کے جواب میں ذرا چوں و چراں کریں فوراً یہ حوالہ پیش کر دیں اور آپ ہمیں سمجھا رہے ہیں کہ بَعد نہیں بُعد ہے لہذا پھر بھی گستاخی ہی بنے گا!!

## بُعد کا رد رضاخانی قلم سے:

رضاخانی اویسی اور مشاہد حسین رضوی لکھتا ہے:

''یہ بھی کہا گیا کہ یہاں ''بَعد'' نہیں بلکہ ''بُعد'' بالضم ہے جو کہ ''بعد از'' کے معنیٰ میں ہے۔
یہ توجیہ نہیں تبدیل ہے۔ بُعد بالضم کی ایسی ترکیب عرف اور اصول کے خلاف ہے، اس معنیٰ میں اس کی ایسی ایک بھی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی، البتہ اگر ''بُعد'' کا معنیٰ طول، عرض اور عمق (لمبائی، چوڑائی اور گہرائی) لیا جائے تو اصولاً اس کا استعمال درست تو ہوگا لیکن معنیٰ کس قدر فاسد ہو جائیں شاید یہ کسی پر مخفی نہ ہو''۔

(شرح حدائق بخشش، ج۶،ص ۱۷۳)

لیجئے آپ کا اپنا مولوی کہہ رہا ہے کہ بعد بالضم نہ عرف میں مستعمل ہے نہ اصول اور اس طرح پڑھنا شعر کی توجیہ کرنا نہیں بلکہ تحریف کرنا ہے، لہٰذا ہماری نہیں مانتے تو اب اپنے ہی مولوی کی مان کر خان صاحب کو ذلیل تسلیم کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی اس گستاخی پر اپنے ہی فتوے سے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیں!!!!

# مولانا احمد رضا خان بریلوی کی اللہ تعالیٰ کو ننگی گالیاں، معاذ اللہ

مولانا احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

''وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے مکان، زمان، جہت، ماہیت، ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے...... جس کا بہکنا، بھولنا، سونا، اونگھنا، غافل رہنا، ظالم ہونا حتی کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے، کھانا، پینا، پیشاب کرنا، پاخانہ پھرنا، ناچنا، تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا حتی کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا، کوئی خباثت کوئی فضیحت اسکی شان کے خلاف نہیں، وہ کھانے کا منہ اور بھرنے کا پیٹ اور مردمی اور زنی کی علامتیں بالفعل رکھتا ہے...... سبوح قدوس نہیں خنثیٰ مشکل ہے یا کم از کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے اور یہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے، ڈبو بھی سکتا ہے، زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر بندوق مار کر خودکشی بھی کر سکتا ہے، اس کے ماں باپ جورو بیٹا سب ممکن ہیں، بلکہ ماں باپ ہی سے پیدا ہوا ہے، ربڑ کی طرح پھیلتا سمٹتا ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج۱،ص ۱۹۷، سنی دارالاشاعت فیصل آباد، وطبع جدید، ج ۱۵،ص ۵۴۵، ۵۴۶، رضاء فاونڈیشن لاہور)

ایک اور کتاب میں اپنے گندے قلم سے اپنی گھناؤنی ذہنیت کا اظہار ان غلیظ الفاظ میں کرتا ہے:

''تمہارے معبود کو آلہ تناسل سے مفر نہیں...... آدمی تو عورت سے بھی ہے اگر تمہارا ساختہ خدا عورت کی قدر سے گھٹ رہا تو اور بھی گیا گذرا ہوا، عورت قادر ہے کہ زنا کرائے تو تمہارے امام اور تمہارے پدر تعلیم کے کلیہ سے قطعاً واجب کہ تمہارا خدا بھی زنا کرا سکے ورنہ دیوبند میں چکلہ والی فاحشات اس پر قہقہے اڑائیں گی کہ نکھٹو تو ہمارے برابر بھی نہ ہو سکا پھر کاہے پر خدائی کا دم مارتا ہے، اب آپ کے خدا میں فرج بھی ضرور ہوئی ورنہ زنا کاہے میں کرا سکے گا، خنثیٰ خدا کے پجاریو! مقدس مقدرسہ دیوبند میں آؤ کہ دونوں

علامتیں ایک ہی معبود میں پاؤ۔ لطیفہ: تعجب تھا کہ خدا کیلئے آلہ مردی ہو تو اس کے مقابل عورت کہاں سے آئے گی اندام زنی ہوا تو اسکے لائق مرد کہاں سے ملے گا کہ اس کی ہر چیز نامحدود بے انتہاء ہوگی یوں تو ایک خدائن ماننی پڑے گی جو اس کی وسعت رکھے اور ایک ڈبل بڑا خدا ماننا ہوگا"۔ (سبحان السبوح ص ۱۶۱، ۱۶۲ نوری کتب خانہ لاہور)

## رضاخانی تاویلات کا جواب:

**رضاخانی**: یہ تو وہابیوں کے خدا کو گالیاں دی ہیں جب انہوں نے کہا کہ جو انسان کرسکتا ہے وہی خدا بھی کرسکتا ہے انسان جس چیز پر قادر ہے خدا بھی اس پر قادر ہے ورنہ انسان کی قدرت رب کی قدرت سے بڑھ جائے گی تو اعلیٰ حضرت نے کہا کہ انسان تو یہ سب کام بھی کرسکتا ہے۔

**سنی**: اگر اس بنیاد پر یہ گالیاں دی گئی ہیں تو یہ قاعدہ تو مولوی احمد رضا خان کو بھی تسلیم ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"ہاں یہ کہتے کہ ایک چیز بھی ایسی نکلنا جو انسان کے زیر قدرت ہو اور رحمٰن کے زیر قدرت نہ ہو محال ہے اور بے شک ایسا ہی ہے"۔ (سبحان السبوح ص ۱۴۸، ۱۴۹)

آگے لکھتے ہیں:

"یہ قضیہ بے شک حق تھا کہ جس پر انسان قادر ہے اس سب پر اور اس کے علاوہ نامتناہی اشیاء پر مولیٰ عزوجل قادر ہے"۔ (سبحان السبوح ص ۱۵۰)

لو جی! احمد رضا خان نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ان گندے امور کے علاوہ بھی العیاذ باللہ لامتناہی امور پر خدا تعالیٰ قادر ہے تو جو گالیاں تم نے وہابیوں کے خدا کو دے رہے ہو اس قاعدے کی بناء پر تو تمہارے اس قاعدے کو تسلیم کر لینے کے بعد یہ تمام عیوب تو خود تمہارے خدا میں بھی بوجہ الاتم پائی گئی گویا یہ سب تمہارے ہی عقیدے ہیں۔

ثانیاً رضاخانی ضیغم اہلسنت حسن علی رضوی میلسی لکھتا ہے:

"بریلویوں کا خدا مشرک ہے گویا اہل دیوبند کے نزدیک خدا بھی دو بلکہ متعدد ہو سکتے ہیں، بریلویوں کا خدا جدا ہے، اہل دیوبند کا جدا ہے، مرزائیوں کا جدا ہے، شیعوں کا جدا ہے، دو خداؤں کا تصور پیش کر کے مصنف سیف شیطانی خود مشرک ہوا، کیونکہ بریلوی تو کوئی بھی یہ خیال نہیں کرتا کہ ان کا خدا جدا ہے اور اہل دیوبند کا جدا ہے"۔ (برق آسمانی ص ۱۵۶)

لیجئے! وہابیوں کے خدا کا تصور پیش کرنا ہی شرک ہے کیونکہ مرزائیوں، دیوبندیوں، بریلویوں، وہابیوں کا کوئی الگ الگ خدا نہیں ہے، بلکہ بریلویوں کا خدا بھی وہی ہے جو وہابیوں دیوبندیوں کا خدا ہے تو گویا یہ سب گالیاں اسی خدا کو دی گئی ہیں جسکو رضاخانی بھی خدا مانتے ہیں، نیز وہابیوں کے خدا کا تصور پیش کر کے بقول حسن علی رضوی احمد رضا خان مشرک بھی ہوا!!!!!......واہ میلسی صاحب واہ! کمال کر دیا اس حوالے کو پڑھ کر تو مولانا احمد رضا خان کی ہڈیاں بھی قبر میں چیخ گئی ہوں گی بشرطیکہ ہڈیاں اب تک سلامت ہوں!!!!

اب اس حسن علی رضوی کا مقام و مرتبہ بھی بریلی مرکز منظر الاسلام بریلی کے مولویوں کی زبانی پڑھ لو:

"ضیغم اہلسنت رئیس التحریر مولانا محمد حسن علی رضوی بریلوی سیدنا محدث اعظم پاکستان کے نامور خلفاء و تلامذہ میں سے ہیں، پاک

وہند کا کوئی بھی سنی اخبار سنی بریلوی جریدہ ایسا نہیں جس میں ارتداد و تردید وہابیت دیوبندیت میں آپ کے مضامین نہ چھپے ہوں''۔ (صد سالہ منظر اسلام بریلوی نمبر ص ۳۰۰، اپریل ۲۰۰۴)

ثالثاً احمد سعید کاظمی بریلوی رضاخانی لکھتا ہے:

''بسا اوقات کسی واقعہ کو اجمال کے ساتھ کہنا موجب توہین نہیں ہوتا لیکن اسی امر واقعہ میں بعض تفصیلات کا آجانا توہین کا سبب ہو جاتا ہے، اگر چہ ان تفصیلات کا بیان واقعہ کے مطابق بھی کیوں نہ ہو''۔ (الحق المبین، ص ۲۹)

تو وہابیوں نے اجمالی طور پر کہا کہ جو مقدور العبد ہے وہ مقدور اللہ بھی ہے، مگر تم نے اسکی تفصیل اس قدر گھٹیا اور گندے انداز میں بیان کر کے توہین رب تعالیٰ کی!!!!

## اللہ تعالیٰ سے ظلم و جہل و کمینہ پن کا صدور ہو سکتا ہے، معاذ اللہ:

نومولود فرقہ رضائیہ کے بانی نواب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''ایسے اطاعت گذار بندے کو عذاب دینا جو اللہ کے علم میں ویسا ہی ہے ماتریدیہ کے نزدیک عقلاً جائز نہیں اور اشعری اور ان کے پیروکار عام اشاعرہ نے اختلاف کیا ہے تو ان لوگوں نے فرمایا کہ ایسے اطاعت گذار کو عذاب دینا عقلاً جائز ہے، اس لیے کہ مالک کو یہ حق ہے کہ اپنی ملک میں جو چاہے کرے یہ ظلم نہیں، اس لئے کہ ظلم تو غیر کی ملک میں تصرف کرنا ہے اور سارا عالم اللہ کی ملک ہے اور اس لئے کہ نہ کسی کی اطاعت اس کے کمال کو زیادہ کرتی ہے نہ کسی کی معصیت اسے کچھ نقصان دیتی ہے کہ اس وجہ سے وہ کسی کو ثواب دے یا کسی پر عقاب کرے اور اس لئے کہ یہ عذاب دینا حکمت کے منافی نہیں اس لئے کہ قدرت دونوں ضد سے تعلق کے قابل ہے اور یہ کہ اس کی تنزیہ میں یہ بلیغ تر ہے کہ اس تعذیب پر اس کی قدرت ثابت کی جائے باوجودیکہ وہ اپنے اختیار سے ایسا نہ فرمائے تو اس مذہب کا قائل ہونا زیادہ سزاوار ہے''۔

(المعتمد المستند: ۱۲۷، مترجم اختر رضا خان ازہری مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ لاہور)

گناہ گاروں کو جنت میں داخل کرنا اور نیکوں کاروں کو عذاب دینا ہی ''خلف وعید'' ہے اسی پر اشاعرہ نے اللہ تعالیٰ کو قادر مانا جس کی تفصیل ما قبل میں گذر چکی ہے، اب اسی عقیدے کو نواب احمد رضا خان اپنا عقیدہ بتلاتا ہے ملاحظہ ہو:

''اور خود مجھ کو یہ پسند ہے کہ اس فرع میں یعنی اطاعت شعار کی تعذیب عقلاً ممکن ہونے اور شرعاً محال ہونے میں اپنے آئمہ اشعریہ کے ساتھ رہوں اور نہ ظلم آتا ہے نہ بیوقوفی نہ نیک و بد کے درمیان مساوات''۔ (المعتمد المستند، ص ۱۳۰)

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں خلف وعید میں نواب احمد رضا خان صاحب نے اشاعرہ کے مذہب کو پسند کیا اور ساتھ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ اسے نہیں مانتے ان کے نزدیک اس عقیدے سے اللہ کا بیوقوف ہونا، ظالم ہونا لازم آتا ہے معاذ اللہ، اب اسی خلف وعید پر دیگر بریلوی حضرات کے فتوے بھی ملاحظہ فرمالیں، قاضی فضل احمد رضاخانی لکھتا ہے:

''خلف وعید اور کذب اللہ تعالیٰ ایک ہی بات ہے''۔ (انوار آفتاب صداقت، ص ۵۱ طبع جدید)

مولوی اجمل سنبھلی رضاخانی لکھتا ہے:

''بعض علماء وقوع خلف وعید کے قائل ہیں تو یہ علماء وقوع کذب کے بھی قائل قرار پائے''۔
(ردشہاب ثاقب،ص ۲۵۰ ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور)

جب خلف وعید کے وقوع سے کذب کا وقوع لازم آتا ہے تو امکان خلاف وعید سے یا قدرت علی خلف وعید سے امکان کذب اور قدرت علی الکذب بھی لازم آئے گا، پس معلوم ہوا کہ خلف وعید اور امکان کذب ایک ہی عقیدہ ہے، جس کا نواب احمد رضا خان قائل تھا اب ملاحظہ ہو کہ خلف وعید بالفاظ دیگر امکان کذب پر رضاخانیوں کے کیا فتوے ہیں:

''اللہ تعالیٰ پر کذب محال کہ وہ کمینہ پن ہے''۔ (انوار آفتاب صداقت،ص ۶۹)

''جو آپ فرماتے ہیں کہ خلف وعید کے تمام اہلسنت قائل ہیں اور آپ کا یہ مذہب خدا تعالیٰ تمام مشرکین اور کفار فرعون ہامان نمرود وغیرہم کو بہشت میں داخل کرے گا یا کرسکتا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام و اصدقاء و شہداء صلحاء اولیاء قطب و غوث اور سائر مسلمین مومنین کو دوزخ میں داخل کرے گا یا کرسکتا ہے العیاذ باللہ، کیا خداوند کریم غفور الرحیم ایسا کریگا یا کرسکتا ہے کہ جو فرماں بردار خاص و اکمل مقبول بندگان الٰہی ہیں ان کو دوزخ میں داخل کرے گا اور جو شر الاشرار کفار نابکار مشرکین کبار ہیں ان کو بہشت میں داخل کرے گا لاحول ولا قوۃ الا باللہ یہ صریح ظلم اور کذب قبیح ہے جو حق تعالیٰ پر محال زیر قدرت کے قابل نہیں، جس کا کوئی بھی مسلمان مذاہب حتیٰ کہ کوئی غیر مسلم بھی قائل نہیں ہاں اگر قائل ہیں تو معتزلہ اور وہابیہ دیوبندیہ ہیں''۔ (انوار آفتاب صداقت، ص ۴۷ طبع جدید)

معلوم ہوا کہ نواب احمد رضا خان صاحب غیر مسلموں سے بھی بدتر تھا۔

انوار آفتاب صداقت پر (۴۱) رضاخانی اکابر کی تقریظات ہیں کسی رضاخانی میں جرأت ہے تو اس کتاب کا انکار کر کے دکھائے!!

# مسئلہ امکانِ کذب اور نواب احمد رضا خان صاحب کا کفر ایک اور انداز میں

نواب احمد رضا خان صاحب اس مسئلہ امکان کذب کے متعلق لکھتے ہیں:

''لاجرم امکان کذب ماننے والا اپنے رب کو واقعی کاذب مانتا ہے اور اس کے کلام نفسی میں کذب موجود بالفعل جانتا ہے اور وہاں فعل و دوام و وجوب متلازم و بوجہ آخر اوضح و ازہر''۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۵،ص ۳۴۶)

اس عبارت میں نواب احمد رضا خان صاحب نے صاف اور واضح انداز میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ جو''امکان کذب'' کا عقیدہ رکھتا ہے وہ بالفعل اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ جھوٹا مانتا ہے اور اپنے رب کو''واقعی کاذب''یعنی حقیقت اور نفس الامر میں معاذ اللہ جھوٹ بولنے والا سمجھتا ہے۔ اب اسی بنیاد پر نواب احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین میں فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر فتویٰ لگایا تھا کہ انہوں نے بالفعل اللہ کو جھوٹا کہا اس لئے وہ کافر اور ایسے کافر جو ان کے کفر میں شک کرے ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر۔ اب نواب احمد رضا خان صاحب کے ان فتاویٰ کو بھی ملاحظہ فرمالیں کہ جس میں وہ''امکان کذب یعنی بالفعل اللہ کو جھوٹ بولنے'' والے کو کافر نہیں کہتا:

''اس امام وطائفہ پر صرف ایک مسئلہ امکان کذب میں اٹھتر ۷۸ وجہ سے لزوم کفر کا ثبوت دیا، کفر سے کفِ لسان ہی کیا''۔
(فتاویٰ رضویہ، ج ۱۵،ص ۲۳۶ و۲۵۶)

''مسئلہ امکان کذب کے باعث ان پر اٹھتر ۷۸ وجہ سے لزوم کفر ثابت کر کے سبحان السبوح میں بالآخر صفحہ ۸۰ طبع اوّل پر یہی لکھا کہ حاشا اللہ حاشا اللہ ہزار ہزار بار حاش للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا، ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگر چہ ان کی بدعت وضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی نے اہل لاالہ الااللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوجائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے **فان الاسلام یعلو ولا یعلٰی علیه** (اس لئے کہ اسلام غالب ہے مغلوب نہیں ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۳۰،ص ۳۵۴)

اب دیکھیں موصوف نے اپنے ان دونوں فتاویٰ میں اس بات کا صاف اور واضح اقرار کیا کہ ''مسئلہ امکان کذب'' کو وہ کفر نہیں سمجھتے اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کو مسلمان سمجھتے ہیں، مگر دوسری طرف یہی خان صاحب ''مسئلہ امکان کذب'' کو ''بالفعل کذب کے وقوع'' سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کو حسام الحرمین میں کفر کہہ چکے ہیں اور کفر نہ ماننے والے کو بھی کافر کہہ چکے ہیں، اب:

**(مسئلہ نمبر ۱)** مسئلہ امکان کذب ماننے والے اپنے رب کو واقعی کاذب یعنی جھوٹ بولنے والا مانتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۵،ص ۳۴۶)

**(مسئلہ نمبر ۲)** ایسا عقیدہ رکھنے والا یعنی اللہ تعالیٰ کو کاذب ماننے والا یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے کفر کلامی ہے، ایسے عقیدہ کو کفر نہ کہنے والا خود کافر ہوجاتا ہے اور ایسا پکّا کافر کہ جو کافر نہ مانے وہ بھی کافر۔ (حسام الحرمین اور دیگر کتب بریلویہ)

**(مسئلہ نمبر ۳)** نواب احمد رضا خان کے بقول اس عقید پر (۷۸) وجوہ سے کفر تو لازم آتا ہے مگر میں کافر نہیں کہتا، بلکہ ایسا عقیدہ رکھنے والے کو مسلمان ہی مانتا ہوں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۵،ص ۲۳۶ و۲۵۶)......(فتاویٰ رضویہ، ج ۳۰،ص ۳۵۴)

لہٰذا اب مسئلہ نمبر ۲ کے تحت خود نواب احمد رضا خان اپنے ہی فتوے کی روشنی میں ایسے کافر وجہنمی ہو گئے کہ جو اس سب کے بعد بھی ان کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے!!!!

بریلویو! اسے کہتے ہیں کرامت!!...... یہ ہے علمائے ربانیین، پاسبان امت، اولیاء امت حضرات علمائے دیوبند کی زندہ کرامت!......
ہے کوئی رضاخانی جو اپنے اعلیٰ حضرت کو اپنے دیگر کفریات سمیت اس کفر کے دلدل سے نکالے؟؟؟؟

## دیوبندیوں کی عبارات چھاپنے پر اپنے ہی فتوے تلے:

نواب احمد رضا خان صاحب سے سوال ہوا:

''مسئلہ ۱۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسلمانوں کے حق میں جو آریہ سماجوں میں جا کر کاپی نویسی کرتے ہیں یا پریس میں ہیں یا ان کے اخبار اور مذہبی پرچے روانہ یا تقسیم کرتے ہیں، حالانکہ ان پرچوں میں قرآن کریم اور رسول رحیم پر

کھلے کھلے اعتراض و الزام ہوتے ہیں اور خدا وند عالم کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال ہیں، رسول مقبول ﷺ نعوذ باللہ......اور علمائے متقدمین و متاخرین کو کھلی کھلی گالیاں دی جاتی ہیں، جس کی شاہد سماجی کتب ترک اسلام، تہذیب الاسلام، آریہ مسافر جالندھر، آریہ مسافر میگزین، مسافر بھڑ ایچ آریہ پتر بریلی، ستیارتھ پرکاش موجود ہیں، نمونہ کے طور پر چند الفاظ نقل ذیل ہیں:

(۲)......ستیارتھ پرکاش......

(۳)......مسافر بھڑ ایچ......

آیا ان مسلمانوں سے جو سماجوں میں ملازم ہیں میل جول رکھا جائے اور وہ مسلمان سمجھے جائیں، ایسے مسلمان جو مخالفین اسلام و دشمنان خدا و رسول کی اعانت کرنے والے ہیں، ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا درست ہے اور ان کے ساتھ شرکت نکاح جائز ہے یا نہیں مفصل بیان فرمائیں اللہ اس کا اجر عظیم عطا فرمائے"۔

موصوف خان صاحب بریلی اس کا جواب یوں دیتے ہیں:

''اللہ عزوجل اپنے غضب سے پناہ دے، الحمدللہ فقیر نے وہ ناپاک ملعون کلمات نہ دیکھے کہ جب سوال کی اس سطر پر آیا جس سے معلوم ہوا کہ آگے کلمات بعینہٖ ملعونہ منقول ہوں گے ان پر نگاہ نہ کی نیچے کی سطریں جن میں سوال ہے باحتیاط دیکھیں ایک ہی لفظ جو او پر سائل نے نقل کیا اور نادانستگی میں نظر پڑی وہی مسلمان کے دل پر زخم کو کافی ہے اب کہ جواب لکھ رہا ہوں کاغذ تہہ کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملعونات کو نہ دکھائے نہ سنائے جو نام کے مسلمان کاپی نویسی کرتے ہیں اور اللہ عزوجل و قرآن عظیم و محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں ایسے ملعون کلمات ایسی گالیاں اپنے قلم سے لکھتے یا چھاپتے یا کسی طرح اس میں اعانت کرتے ہیں ان سب پر اللہ عزوجل کی لعنت اترتی ہے وہ اللہ و رسول کے مخالف اور اپنے ایمان کے دشمن ہیں، قہر الٰہی کی آگ ان کیلئے بھڑکتی ہے، صبح کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں اور شام کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں **اور خاص جس وقت ان ملعون کلموں کو آنکھ سے دیکھتے ہیں، قلم سے لکھتے، مقابلہ وغیرہ میں زبان سے نکالتے یا پتھر پر اس کا الٹا ابھارتے ہیں ہر کلمہ پر اللہ عزوجل کی سخت لعنتیں، ملائکہ اللہ کی شدید لعنتیں ان پر اترتی ہیں** ۔ میں نہیں کہتا قرآن فرماتا ہے:

**اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا**

بے شک وہ لوگ جو ایذاء دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں، اللہ نے ان کیلئے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب۔

**ان ناپاکوں کا یہ گمان کہ گناہ تو اس خبیث کا ہے جو مصنف ہے ہم تو نقل کر دینے یا چھاپ دینے والے ہیں سخت ملعون و مردود گمان ہے، زید کسی دنیا کے عزت دار کو گالیاں لکھ کر چھپوانا چاہے تو ہرگز نہ چھاپیں گے، جانتے ہیں کہ مصنف کے ساتھ چھاپنے والے بھی گرفتار ہوں گے، مگر اللہ واحد قہار کے قہر و عذاب و لعنت و عتاب کی کیا پرواہ ہے، یقیناً یقیناً کاپی لکھنے والا، پتھر بنانے والا، چھاپنے والا، کل چلانے والا، غرض جان کر کہ اس میں یہ کچھ ہے کسی طرح اس میں اعانت کرنے والا سب ایک ہی رسی میں باندھ کر جہنم کی بھڑکتی آگ میں ڈالے جانے کے مستحق ہیں......فقیر کے یہاں فتاوے مجموعہ پر نقل ہوتے ہیں، میں نے نقل**

**فرمانے والے صاحب سے کہہ دیا ہے کہ ان ملعون الفاظ کو نقل نہ کریں سنا گیا ہے کہ سائل کا قصد اس فتوے کے چھاپنے کا ہے، درخواست کرتا ہوں کہ ان ملعونات کو نکال ڈالیں ان کی جگہ دو ایک سطر دو ایک سطر خالی صرف نقطے لگا کر چھوڑ دیں کہ مسلمانوں کی آنکھیں ان لعنتی ناپاکیوں کے دیکھنے سے باذنہ تعالیٰ محفوظ رہیں''۔**

(احکام شریعت، حصہ سوم، ص ۲۵۵ تا ۲۵۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ص ۲۳۹ تا ۲۴۳ مدینہ پبلشنگ کراچی، ص ۲۶۳ تا ۲۶۷ شبیر برادرز لاہور)

**اللہ اکبر!** خان صاحب بریلوی نے خود یہ فتویٰ دے کر اپنے لئے جہنمی کی الاٹمنٹ کنفرم کر دی، کیونکہ خان صاحب نے صاف اس فتوے میں لکھ دیا کہ کسی بھی قسم کا کوئی گستاخانہ کلمہ مقابلے کیلئے بھی لکھنا تو کیا دیکھنا بھی حرام ہے، اسے چھاپنے والے اور ایسا کرنے والے بھی جہنم کے مستحق ہیں۔ اس تاویل کا دروازہ بھی بند کر دیا کہ وہ کلمات اگر کسی کو دکھانے یا کسی پر رد کرنے کیلئے نقل کئے جائیں تو کیا حرج ہے؟ کیونکہ خان صاحب نے خود نہ تو ان کلمات کو اپنے فتوے میں نقل کیا نہ ان کو دیکھا بلکہ سائل نے جو نقل کئے اس کو بھی کہا کہ جب چھپواؤ تو ان کلماتِ خبیثہ کو نکال دو، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خان صاحب بریلی کے نزدیک الفاظ گستاخانہ کسی طور پر بھی نقل کرنا چھاپنا خواہ فتویٰ طلب کرنے ہی کیلئے کیوں نہ ہو جائز نہیں اور ایسا کرنے والا گویا ان کلمات گستاخانہ کو شایع کروانے میں معاون ہے اور انہی کے ساتھ جہنم میں ہوگا، خط کشیدہ عبارات کو غور سے پڑھیں اس قسم کی تاویلات کا دروازہ خود خان صاحب نے مسدود کر دیا!!!!

اب ملاحظہ فرمائیں کہ خود خان صاحب اور ان کے حواریوں نے معاذ اللہ علمائے دیوبند و اکابر دیوبند کو یہودیوں، عیسائیوں، آریوں سے بھی بڑا گستاخ کہا مگر اس کے باوجود خود خان صاحب بریلوی نے ''الکوکبۃ الشہابیہ''، ''حسام الحرمین'' وغیرہما میں اکابر دیوبند کی ان عبارات کو جنہیں وہ معاذ اللہ کائنات کی بدترین گستاخیوں میں شمار کرتے ہیں نہ صرف نقل کیا، بلکہ بار بار نقل کیا اور لاکھوں کی تعداد میں شائع کر کے عام کیا، لہٰذا خان صاحب بریلوی اپنے ہی فتوے کی روشنی میں قرآن کی آیت کی رو سے اللہ و رسول ﷺ کو ایذا دینے والے لعنت کے مستحق ہو کر جہنم کے سزاوار ہوئے!!!!

اسی طرح آج جو رضا خانی ان عبارات کو گستاخانہ سمجھ کر نقل کر رہا ہے کسی بھی صورت میں خواہ کتابی صورت ہو، فتوے کی صورت میں ہو، میسج کی صورت میں ہو سوشل میڈیا کی صورت میں ہو سب گستاخی کے مرتکب لعنتی و جہنم کے سزاوار ہیں!!!!

لگے ہاتھوں ایک اور فتویٰ بھی ملاحظہ فرمالیں:

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ تقویۃ الایمان کا پڑھنا بعض لوگ برا بتاتے ہیں اور بعض اچھا کہتے ہیں برا بتانے والے حضور کا حوالہ دیتے ہیں ہم مشکوک ہیں جواب سے مطلع فرمائے۔ بینوا توجروا۔

**الجواب:** یہ ناپاک کتاب سخت ضلالت و بے دینی اور کلمات کفر پر مشتمل ہے اس کا پڑھنا زنا اور شراب خوری سے بدتر حرام ہے کہ ان (زنا کرنے اور شراب خوری) سے ایمان نہیں جاتا اور یہ (کتاب) ایمان زائل کر دینے والی ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، وہ جو اس کا پڑھنا اچھا بتاتے ہیں گمراہ بددین بلکہ کفار مرتدین ہیں، اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو فقیر کی کتاب سل السیوف الھندیۃ اور الکوکبۃ الشہابیۃ اور الاستمداد علی اجیال الارتداد اور کشف ضلال دیوبند وغیرہا انصاف و ایمان کی نگاہ سے دیکھی جائیں،

مسلمان کا ایمان خود گواہی دے گا کہ وہ مردود کتاب تقویۃ الایمان نہیں تفویت الایمان ہے، یعنی ایمان فوت کرنے والی والعیاذ باللہ تعالیٰ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(فتاوی رضویہ قدیم، ج ۶، ص ۱۸۳، جدید، ج ۱۵، ص ۱۶۵)

لہذا خان صاحب بریلوی سمیت آج تک جس کسی بریلوی مولوی، مناظر، محقق، مصنف نے اس تقویۃ الایمان کا مطالعہ کیا خان صاحب کے فتوے کی رو سے زنا اور شراب خوری سے بڑھ کر کارِ حرام کیا، نیز حرام کو حلال و جائز سمجھنا بھی کفر ہے، لہذا خان صاحب بریلوی سے لیکر آج تک جو بریلوی اس کے پڑھنے کو جائز سمجھ کر پڑھتے رہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں!!!!

## رضاخانی تاویل:

الحمدللہ! جب سے علمائے دیوبند نے دفاع کی حدود سے نکل کر رضاخانیوں کو خود ان کے اصول سے آئینہ دکھانا شروع کیا ہے بریلوی حضرات کی طرف سے عجیب عجیب شگوفے پڑھنے کو مل رہے ہیں، کبھی مولویوں کا انکار کر دیا جاتا ہے تو کبھی کتابوں کا!......حضرت مفتی مجاہد صاحب زید مجدہ نے اپنی مایہ ناز کتاب "ہدیہ بریلویت" میں احکام شریعت کے چند حوالے نقل کئے تو ایک غیر معروف رضاخانی نے یہ خامہ فرسائی کی:

"کئی جگہ پر احکام شریعت کی عبارات درج کی گئی ہیں اور اسے اعلیٰ حضرت کی تالیف ظاہر کر کے اس کی ذمہ داری اعلیٰ حضرت پر ڈالی ہے......جبکہ اس کے متعلق مولانا محمد کاشف اقبال مدنی صاحب لکھتے ہیں:

"احکام شریعت اعلیٰ حضرت بریلوی کی اپنی تصنیف نہیں ہے، اس کے مولف سید شوکت علی ہیں اس لئے اس کی مکمل ذمہ داری اعلیٰ حضرت پر نہیں ڈالی جاسکتی"۔ (ہدیہ بریلویت پر ایک نظر، ص ۳۵)

حالانکہ یہ نرا دجل وفریب ہے، احکام شریعت کوئی غار سرمن رای میں موجود بارھواں امام نہیں کہ جس کا کسی کو پتہ نہ ہو، متداول کتاب ہے اب تک کئی ناشرین اس کو احمد رضا خان ہی کے نام پر چھاپ چکے ہیں، آج تک ہماری معلومات کے مطابق کسی نے بھی اس کتاب کا انکار نہیں کیا، یہ انکشاف پہلی دفعہ مولوی کاشف اقبال صاحب نے کیا جن کی اپنی حیثیت مسلک میں یہ ہے کہ کچھ دنوں پہلے واٹس گروپ میں موصوف کے نمبر کے ساتھ یہ میسیج چلائے جا رہے تھے کہ کہیں معقول مشاہرہ پر مسجد ہو تو موصوف کو امامت وخطابت درکار ہے۔

فقیہ اسلام کے مصنف ڈاکٹر حسن رضا اعظمی نے "احکام شریعت حصہ اول تا سوم رضوی کتب خانہ بریلی" کو خان صاحب کی فقہی تصانیف کی فہرست میں "۱۰۶ تا ۱۰۸" نمبر میں شمار کیا ہے۔ (فقیہ اسلام، ص ۱۷۴، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا)

اس کتاب کی تائید مشتاق نظامی اور پروفیسر مسعود نے کی ہے۔

فتاویٰ بریلی شریف میں لکھا ہے:

"اعلیٰ حضرت......نے احکام شریعت جلد دوم صفحہ ۱۰ میں نعلین والی روایت کے متعلق فرمایا"۔ (فتاویٰ بریلی شریف، ص ۳۵۳)

جناب طارق انور مصباحی نے اسے خان صاحب بریلی کی تصنیف شمار کیا:

"۱۲۲ احکام شریعت (اردو مسائل فقہیہ)"۔ (تصانیف مجدد اسلام، ص ۲۸، تحریک رضائے مصطفیٰ یوکے)

مولانا عبدالمبین نعمانی نے اسے خان صاحب بریلی کی تصنیف شمار کیا:

''۱۷۴: احکام شریعت سہ حصص حسنی پریس بریلی''۔ (المصنفات الرضویہ یعنی تصانیف امام احمد رضا ص ۲۷ نوری مشن مالیگاؤں ہند)

مولانا محمد حنیف رضوی صدر المدرسین جامعہ نوریہ بریلی نے بھی اسے خان صاحب ہی کی تصنیفات کی فہرست میں شمار کرتے ہوئے اس کے تینوں حصوں کا نمبر ۱۵۹ تا ۱۶۱ دیا۔ ملاحظہ ہو: (جامع الاحادیث، ج ۱ ص ۵۹۰)

یٰسین اختر مصباحی نے اپنی کتاب میں ''تصنیفات امام احمد رضا قادری'' کے عنوان کے تحت لکھا: ''احکام شریعت، کتب خانہ سمنانی میرٹھ''۔ (امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات، ص ۳۸۴، رضوی کتاب گھر دہلی)

اس کتاب پر مولوی اختر رضا خان ازہری، مولوی ارشد القادری، پروفیسر مسعود کی تائید و تقریظات ثبت ہیں۔

ان بریلوی علماء کے مقابلے میں آج کے ان چنڈوں خانوں کی کیا حیثیت ہے؟؟؟؟

پھر یہ کہنا کہ احکام شریعت خان صاحب کی تصنیف نہیں اس کے مولف شوکت علی ہیں، انتہائی مجمل دعویٰ ہے، اس لئے کہ خان صاحب بریلوی نے سرے سے کوئی تصنیف باقاعدہ لکھی ہی نہیں، ان کی ساری کتب جو تصنیفات کے نام سے معروف ہیں وہ ان کے فتاویٰ ہیں، جنہیں مختلف ناموں سے شائع کیا گیا، پھر تو چاہیئے کہ خان صاحب کی تمام تصنیفات ہی کا انکار کر دیا جائے!!!!

خان صاحب کی سب سے مشہور کتاب فتاویٰ رضویہ کے بارے میں خود بریلویوں نے لکھا کہ کیڑے کھا گئے، جلدیں ہی غائب ہوگئی تھیں، ظفر الدین بہاری صاحب نے بڑی محنت سے اس کی تبییض کی تو چاہیئے کہ سب سے پہلے فتاویٰ رضویہ کا انکار کیا جائے!!!!

بریلوی بھی عجیب قوم ہے نہ ماننے پر آئے تو احکام شریعت جیسی متداول و معروف کتاب سے بھی انکار کرنے کیلئے پر تولنا شروع کر دیں اور ماننے پر آئیں تو ''سد الفرار'' جو احمد رضا خان کے بیٹے کی ہے اسے بھی نواب احمد رضا خان کی تصنیفات میں شامل کر دیں۔ (المیزان، ص ۳۱۵) اور تنبیہ الجہال جسے نقی علی خان کے شاگرد کی تصنیف شمار کیا جاتا ہے اسے بھی خان صاحب کی تصنیفات میں شامل کر دیں۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج ۲ ص ۱۶۱)

## حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راعی کہنا اور خان صاحب کفر کی زد میں

نواب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اور اس کے سچے راعی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ج ۶ ص ۲۶۵، جدید ج ۱۵ ص ۴۳۰)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"اللہ کا محبوب امت کا راعی کس پیار کی نظر سے اپنی پالی ہوئی بکریوں کو دیکھتا...... الخ" (فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۷۰۲)

ان مذکورہ دونوں مقامات پر خان صاحب نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو راعی کہا ہے، حالانکہ بریلویوں کے یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے لفظ راعی کا استعمال توہین، گستاخی و کفر ہے!!

بریلوی دعوت اسلامی کے امیر الیاس قادری لکھتے ہیں کہ:

"سوال: اگر کوئی شخص سرکار مدینہ ﷺ کو امت کا چرواہا کہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟
جواب: یہ توہین آمیز لفظ ہے، کہنے والا توبہ وتجدید ایمان کرے"۔ (کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب ص ۲۰۴)
راعی کہے یا چرواہا، بات ایک ہی ہے کیونکہ "راعی" عربی میں چرواہے کو کہتے ہیں۔
(دیکھئے! کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب ص ۲۰۵ تفسیر نعیمی ج ا ص ۵۳۷)
بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں کہ:
"ان کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے جو راعنا کہہ کر محبوب پاک کے قلب کو ایذاء پہنچاتے ہیں، انہوں نے زبان سے تکلیف دی ہم انہیں تکلیف دہ عذاب میں مبتلا کریں گے...... ہمارا یہ حکم کان کھول کر سن لو اب اس کی خلاف ورزی نہ ہو، اب جو کوئی راعنا کہے گا وہ کافر ہوگا، کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے"۔ (تفسیر نعیمی ج ا ص ۵۳۷)
بریلویوں کے غزالی زماں احمد سعید کاظمی لکھتے ہیں کہ:
"راعنا" کہنے کی ممانعت کے بعد اگر کوئی صحابی نیت توہین کے بغیر حضور ﷺ کو راعنا کہتا تو وہ **واسمعو وللکافرین عذاب الیم** کی قرآنی وعید کا مستحق قرار پاتا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ نیت توہین کے بغیر بھی حضور ﷺ کی شان میں توہین کا کلمہ کہنا کفر ہے"۔ (گستاخ رسول کی سزا قتل ص ۵)
اگر نبی ﷺ کے متعلق اس لفظ کے استعمال سے صحابی رسول بھی کافر ہو جاتا تو احمد رضا کیوں نہیں؟؟؟؟
ویسے بریلویوں نے بے خبری ہی میں سہی لیکن کفر کا فتویٰ تو خان صاحب پر ٹھونک ہی دیا!!!!

## تاویل:

اعلیٰ حضرت نے نگہباں کے معنی میں راعی کہا ہے۔ (کنز الایمان ص ۲۴۲)
**جواب**: یہ بھی نرا دجل وفریب ہے اس لئے کہ خود خان صاحب کہہ رہے ہیں:
"اللہ کا محبوب امت کا راعی کس پیار کی نظر سے اپنی پالی ہوئی بکریوں کو دیکھتا"
یہاں "پالی ہوئی بکریوں کو دیکھتا" کا جملہ ذکر کر کے خود خان صاحب نے واضح کر دیا کہ خان صاحب کی مراد چرواہا ہی ہے، کیونکہ چرواہا ہی بکریوں کو دیکھتا اور نگہبانی کرتا ہے۔
خان صاحب کا ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو، جس میں خان صاحب نے "راعی" کو چرواہے کے معنیٰ ہی میں لیا ہے:
"ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک عالم صاحب کی وفات ہوئی، ان کو کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا جنت عطا کی گئی نہ علم کے سبب، بلکہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ اس نسبت کے سبب جو کتے کو **راعی** کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہر وقت بھونک بھونک کر بھیڑوں کو بھیڑیے سے ہوشیار رکھتا ہے"۔
(ملفوظات، حصہ سوم، ص ۲۸۵)
کتے اور بھیڑیں رکھنے والا "راعی" چرواہا ہی ہوتا ہے، غرض خان صاحب بریلوی راعی کو چرواہے کے معنیٰ ہی میں لیتے تھے۔

بالفرض چرواہا مراد نہ بھی ہو تب بھی احمد سعید کاظمی کا حوالہ گذر چکا کہ صحیح نیت ہو تب بھی یہ لفظ نبی کریم ﷺ کی شان میں استعمال کرنا گستاخی ہے، لہٰذا خان صاحب کسی صورت نہیں بچتا!!!!!

# ختمِ نبوت اور خان صاحب بریلوی

نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی نے تحذیر الناس کی تین مختلف مقامات کی ناقص عبارات کو آپس میں آگے پیچھے جوڑ کر یوں لکھا:

''بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے، بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا، عوام کے خیال میں رسول ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں، مگر اہلِ فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں''۔

(حسام الحرمین، ص ۸۰، النوریہ الرضویہ لاہور)

جب اہل حق کی طرف سے اس پر اعتراض ہوا کہ خان صاحب نے دھوکا دیا ہے اور عبارات کو ناقص اور آگے پیچھے نقل کیا ہے تو بریلوی حضرات کی طرف سے کہا گیا کہ تحذیر الناس کی یہ تینوں عبارتیں معاذ اللہ ختم نبوت کے خلاف اور کفریہ ہیں، اس لئے آگے پیچھے نقل کر دیا ایک ساتھ نقل کر دو کچھ فرق نہیں پڑتا۔

چنانچہ دار الافتاء اہلسنت یوپی کے مفتی اسرار احمد نوری لکھتے ہیں:

''ہر ایک عبارت الگ الگ کفری معنیٰ میں مستقل اور متعین ہے، ترتیب بدل جانے سے کفری معنیٰ پیدا نہیں ہوئے، بلکہ ہر ایک عبارت کفری معنیٰ بتانے میں ایسی صریح نص مفسر ہے کہ ان تینوں عبارتوں میں سے کسی عبارت میں کسی اور اسلامی معنیٰ کا قطعاً کوئی احتمال ہی نہیں''۔

(حسام الحرمین، ص ۳۹، نوریہ رضوی لاہور)

مولوی غلام نصیر الدین سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت...... نے تحذیر الناس کی جو عبارات نقل کی ہیں ان میں سے ہر ایک عبارت مستقل کفر ہے''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص ۱۹۱)

اس کتاب پر مقدمہ موصوف کے والد مولوی اشرف سیالوی نے لکھا ہے۔

مولوی حسن علی رضوی لکھتا ہے:

''ہم نے واضح کر دیا کہ اعلیٰ حضرت...... پر یہ الزام قطعاً بے بنیاد ہے کہ انہوں نے تحذیر الناس کے تین نامکمل غیر مرتب فقروں کو ملا کر ایک کفریہ مضمون پیدا کر دیا، بنظر انصاف دیکھنے والا فوراً کہے گا کہ یہ الزام دروغ بے فروغ ہے، بلکہ تحذیر الناس کی ہر عبارت اپنے مضمون میں مکمل اور مستقل ہے اور تینوں میں سے ہر ایک عبارت اسلام کے اصولی اور بنیادی عقیدہ کے خلاف غیر اسلامی نظریہ کی حامل ہے''۔

(محاسبہ دیوبندیت، ج ۲، ص ۴۶۵)

مولوی شریف الحق امجدی صاحب لکھتے ہیں:

''بندہ نواز غصہ تھو کئے، حقائق کا سامنا کیجئے یہ تینوں عبارتیں تین مستقل کفر ہیں، ان کو علاحدہ علاحدہ لکھو تو کفر، کتاب کی ترتیب سے لکھو تو کفر، ترتیب بدل کر لکھو تو کفر''۔

(تحقیقات، ص ۲۸۱)

خلاصہ کلام کہ بریلوی حضرات کے ہاں معاذ اللہ تحذیر الناس کی تینوں عبارتیں مستقل کفر وختم نبوت کے خلاف ہیں! ...... اب تحذیر الناس کی ان تین عبارتوں میں سے ایک عبارت یہ بھی ہے:

''بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے''۔

بریلوی حضرات کے ہاں یہ عبارت جس کا مطلب واضح ہے کہ اگر حضور ﷺ کے زمانے میں بھی بالفرض کوئی نبی ہو تب بھی آپ کا خاتم النبیین ہونا بدستور باقی رہتا ہے بھی معاذ اللہ ختم نبوت کے خلاف اور کفر ہے!!!!

بریلوی مناظر مولوی عبد الرحیم سکندری نے اس موقف کو ذرا مزید واضح کیا ہے، لہٰذا ہم انہی کی عبارات یہاں نقل کر دیتے ہیں، موصوف لکھتے ہیں:

''ان دونوں عبارتوں میں نانوتوی دیوبندی مولوی کہتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے نبوت والے زمانے میں ہی اگر کوئی دوسرا نبی آجائے تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا اس کے باوجود بھی حضور خاتم النبیین رہیں گے''۔

(سیف سکندری، ص ۴۳)

اور پھر لکھتے ہیں:

''بے شک ان عبارتوں میں حضور اکرم ﷺ کی صریح توہین کی گئی ہے اور یہ عبارتیں لکھنے والے گستاخ رسول، دین سے خارج مرتد ہیں''۔

(سیف سکندری، ص ۴۷)

اب ملاحظہ فرمائیں خان صاحب بریلوی سے ان کے بیٹے نے سوال کیا:

''**عرض:** حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں یا نہیں؟''۔

تو خان صاحب نے جواب دیا:

''**ارشاد:** جمہور کا مذہب یہی ہے اور صحیح بھی یہی ہے کہ وہ نبی ہیں زندہ ہیں، خدمت بحر انہیں سے متعلق ہے اور الیاس علیہ السلام بر (خشکی) میں ہیں، پھر فرمایا چار نبی زندہ ہیں کہ ان کو وعدہ الٰہیہ ابھی آیا ہی نہیں ...... ان چاروں میں سے دو آسمان پر ہیں اور دو زمین پر، خضر و الیاس علیہما السلام زمین پر ہیں اور ادریس و عیسیٰ آسمان پر (علیہما السلام)''۔ (ملفوظات، حصہ چہارم، ص ۳۸۰، فرید بک سٹال لاہور)

جب حضور ﷺ کے زمانے میں کسی نبی کو محض فرض کر لینا جیسا کہ تحذیر الناس میں ہے کفر، گستاخی اور ایسا لکھنے والا معاذ اللہ مرتد و دین سے خارج ہے تو خان صاحب بریلوی جو بالفعل چار انبیا علیہم السلام کو حضور ﷺ کے زمانے اور قیامت تک زندہ موجود مان رہے ہیں وہ ختم نبوت کے منکر کیونکر نہیں اور گستاخ رسول، مرتد و دین سے خارج کیوں نہیں؟؟؟؟

عبدالرحیم سکندری نے ایک عجیب جاہلانہ بات لکھی:

''ان دونوں عبارتوں میں نانوتوی دیوبندی مولوی کہتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے نبوت والے زمانے میں ہی اگر کوئی دوسرا نبی آجائے تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا اس کے باوجود بھی حضور خاتم النبیین رہیں گے''۔ (سیف سکندری، ص ۴۳)

حضور ﷺ کے زمانہ نبوت میں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آئیں گے تو کیا وہ بھی ختم نبوت کا انکار ہوگا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ہی کو منسوخ مانو گے؟؟؟؟

قارئین کرام! بدبختی کی انتہاء دیکھیں کہ محض تحذیر الناس کی اس عبارت کو کفریہ ثابت کرنے کیلئے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ہی کو منسوخ کر دیا معاذ اللہ، چنانچہ مولوی اشرف سیالوی لکھتا ہے:

''اسی لئے جب سرکار علیہ السلام کو عالم اجسام میں نبوت عطا ہوئی تو باقی سب انبیاء علیہم السلام کی نبوتیں منسوخ ہوگئیں''۔ (تحقیقات، ص ۴۰۴)

معاذ اللہ انبیاء کی شریعتیں منسوخ ہوتی ہیں ان کی نبوت کو منسوخ ماننا کفر ہے، یہی کچھ بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی نے لکھا:

''ہمارے حضور کے آتے ہیں گذشتہ نبوتیں منسوخ اور آئندہ کیلئے دروازہ بند ہوگیا''۔

(مواعظ نعیمیہ، ص ۳۴۰، حصہ سوم)

## تاویل:

ایک موصوف اس اعتراض کے جواب سے عاجز ہو کر موروثی دجل کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان انبیاء کو تو پہلے سے نبوت ملی ہے، خاتم النبیین کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبوت ملی تو یہ ختم نبوت کے خلاف ہے''۔ (ملخصاً حسام الحرمین اور مخالفین، ص ۳۴۳)

جواب حالانکہ یہاں خاتم النبیین کے معنیٰ پر تو کوئی بحث ہو ہی نہیں رہی، مسئلہ تو یہ ہے کہ آپ کے نزدیک یہ بات کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں بھی کوئی نبی ہو اور بقول عبدالرحیم سکندری زمانہ نبوت میں کوئی دوسرا نبی آجائے تو یہ کفر ہے اور خان صاحب کے ذکر کردہ چاروں نبی حضور ﷺ کے زمانے میں موجود تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ کے زمانہ نبوت ہی میں آئیں گے تو آپ ہی کے فتوے سے یہ کفر ہوا اور بقول اسرار احمد نوری یہ ایسا کفر ہے کہ اس میں کسی تاویل اور قیل و قال کی گنجائش ہی نہیں، لہذا بجائے تاویلات گھڑنے کے خان صاحب کو اپنے ہی فتوے و اصول کی روشنی میں مرتد اور خارج از اسلام تسلیم کریں!!!!

## خان صاحب تعزیر کے لائق تھے

خان صاحب بریلوی حالت جنابت میں درود شریف پڑھنے کے جواز کا فتویٰ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قرآن مجید بحالت جنابت جائز نہیں، اگر چہ آہستہ ہو اور درود شریف پڑھ سکتا ہے''۔ (عرفان شریعت، ص ۴۸، شبیر برادرز لاہور، ص ۴۲ مکتبہ المدینہ کراچی)

قارئین کرام! خان صاحب کا یہ نظریہ کہ حالت جنابت میں درود شریف پڑھنا جائز ہے، جب ہم بریلوی مسلک کے شیخ الحدیث والتفسیر مفتی فیض احمد اویسی صاحب کی عدالت میں لیکر گئے تو وہاں سے کیا جواب ملا، ملاحظہ ہو:

''بے ادب گستاخ: یہ تھے باادب رعایا و بادشاہ لیکن آج ایسے بے ادب علماء کہلوانے والے پیدا ہوگئے کہ فتویٰ صادر فرمادیا کہ بحالت جنابت بھی درود شریف پڑھنا جائز ہے، کاش تعزیراتِ اسلام کا اجرا ہوتا اور فاروق اعظم جیسے غیور اسلام نافذ کرنے والے زندہ ہوتے، تب میں ان مفتیوں کو دیکھتا کہ ایسے فتاویٰ صادر کرتے، آزادی کا دور ہے جسے جو جی میں آئے کہہ دے، ورنہ وہ خداوند قدوس جو اپنے محبوب اکرم ﷺ کیلئے ایسے مقامات پر بھی نام لینے کو گوارا نہیں کرتا جہاں قہر وغضب یا کسر شان یا مقام نجاست ہو، مثلاً ذبح کے وقت، چھینک اور انگڑائی کے وقت اور حمام و پاخانہ وغیرہ وغیرہ ہی لیکن یہ ہیں کہ آج کل کے مفتی از مفت کہ فتویٰ جڑ دیا کہ جنابت کے وقت درود پڑھنا جائز، اتنی بھی شرم نہیں کہ درود شریف فی الفور بارگاہِ رسالت میں پہنچ کر فوراً ایجاز از رسول اور رضا ہوتا ہے، لیکن مجبور ہیں ایسے بدبخت مفتی کیونکہ عشقِ رسول سے محروم ہیں، کسی نے فرمایا ؎

بے عشق محمد جو پڑھتے ہیں بخاری بخار ان کو آتا ہے بخاری نہیں آتی

(شہد سے میٹھا نام محمد، ص ۱۲۹، ۱۳۰)

بریلوی مفتی فیض احمد اویسی صاحب کی عدالت سے خان صاحب بریلوی کیلئے مندرجہ ذیل فیصلہ جاری ہوا:

(۱) مفتی از مفت ہیں۔
(۲) بے ادب گستاخ۔
(۳) بے عشق چونکہ بخاری پڑھی اس لئے بخاری تو نہیں آئی بخار آگیا۔
(۴) خان صاحب جیسوں پر تعزیر جاری ہونی چاہیئے۔

بریلوی حضرات کی خدمت میں گذارش کریں گے کہ خان صاحب تو اب اس دنیا میں نہیں رہے، اس لئے کم از کم ان کی قبر پر ہی جا کر اس شرعی تعزیر کے حکم کو پورا کر دیا جائے!!!!

# پیر محمد چشتی کے ہاتھوں خان صاحب بریلوی کی تاریخی درگت

اللہ تعالیٰ کیلئے بطور تعظیم جمیع کا صیغہ استعمال کرنے پر بریلوی پیر محمد چشتی فتویٰ لگاتے ہوئے لکھتا ہے:

''(۱) شرعی حکم: بغرض تعظیم واجب وادب اللہ تعالیٰ کی شان میں جمع کے الفاظ استعمال کرنا جہل محض و نادانستہ گناہ ہے۔

صغریٰ: کیونکہ یہ اپنی تعظیم کیلئے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیمات کے خلاف ہے۔

نتیجہ: اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیمات کے خلاف کسی بھی عمل کو اس کی تعظیم وادب تصور کرنا جہل محض و نادانستہ گناہ ہے۔

ثمرۂ استدلال: لہٰذا یہ عمل بھی جہل محض و نادانستہ گناہ ہے"۔ (معارف رضا کا کنز الایمان نمبر، ص ۲۱۵)

مزید لکھتا ہے:

"اللہ تعالیٰ کی شان میں یہ انداز ادب بھی حرام ہے"۔ (معارف رضا کا کنز الایمان نمبر، ص ۲۱۵)

بلکہ پیر محمد چشتی نے اس کو "بدعت ضلالہ" کہا۔ (معارف رضا کا کنز الایمان نمبر، ص ۲۱۹)

اب ملاحظہ فرمائیں خان صاحب بریلوی اس بدعت ضلالہ کو جائز سمجھتے تھے: ان کے فتاویٰ میں ہے:

"ایک مولوی صاحب وعظ میں اس طرح کہتے تھے: "اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے کلام پاک میں یوں ارشاد فرماتے ہیں" اور کبھی اس طرح کہتے تھے: "ارشاد فرماتا ہے" کہیں تو اللہ فرماتے ہیں اور کہیں اللہ فرماتا ہے، ایسے کلام کے کہنے سے انسان پر کفر شرک تو لازم نہیں آتا یا آتا ہے، گناہ گار ہوتا ہے یا نہیں اور کتابوں کے مصنف نے "اللہ فرماتے ہیں" کیوں نہیں لکھا؟ اور "فرماتا ہے" لکھا، کیا وجہ؟

**الجواب:** اللہ عزوجل کو ضمائر مفرد سے یاد کرنا مناسب ہے کہ وہ واحد احد فرد وتر ہے اور **تعظیماً ضمائر جمع میں بھی حرج نہیں**، اس کی نظیر قرآن عظیم میں ضمائر متکلم ہیں تو صدہا جگہ ہے: (مثلاً)

**اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ** (یعنی) بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

اور ضمائر خطاب میں صرف ایک جگہ ہے وہ بھی کلام کافر سے کہ عرض کرے گا **رب ارجعون لعلی اعمل صلحا** (اے میرے رب مجھے واپس پھیر دیجئے شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں) اس میں علماء نے تاویل فرما دی کہ یہ "ارجع" کی جمع باعتبار تکرار ہے یعنی "ارجع ارجع ارجع"، ہاں ضمائر غیبت میں بے ذکر مرجع صیغ جمع فارسی، اور اردو میں بکثرت بلانکیر رائج ہیں ؎

آسماں بار امانت نتوانست کشید قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

(آسمان امانت کا بوجھ نہ اٹھا سکا، قرعہ فال مجھ دیوانے کے نام نکلا)

؎

سعدیا روز اول جنگ بہ ترکاں دادند

(اے سعدی! روز اول سے جنگ ترکوں کو دے دی گئی ہے)

ے

زرویت ماہ تاباں آفریدند زقدت سر بستان آفریدند

(تیرے چہرہ اقدس سے روشن چاند پیدا ہوتے ہیں تیرے قد انور سے باغ کے سرو اگتے ہیں)

ایسی جگہ لوگ کارکنان قضاء و قدر کو مرجع بتاتے ہیں، بہر حال یونہی کہنا مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، مگر اس میں کفر و شرک کا حکم کسی طرح نہیں ہو سکتا، نہ گناہ ہی کہا جائے گا بلکہ خلاف اولیٰ"۔

(فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۱۴، ص ۶۴۸، ۶۴۹)

خان صاحب "جمع" کے ساتھ اللہ کو پکارنے کو نہ صرف جائز بلکہ قرآن سے ثابت کر رہے ہیں، لہٰذا پیر محمد چشتی کے فتوے کی رو سے خان

صاحب بریلوی:

(۱) بدعت ضلالہ کا مرتکب (۲) کارِ حرام میں ملوث ہے (۳) جاہل و گناہ گار ہے۔

ما قبل کی اس مختصر تفصیل سے معلوم ہوا کہ خود نواب احمد رضا خان صاحب گستاخانہ و کفریہ عقائد کے حامل تھے، اب ذرا مفتی عبد المجید سعیدی صاحب کی یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمالیں:

''جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اعلیٰ حضرت...... نے قرآن مجید میں کھلی معنوی تحریف کا ارتکاب کیا ہے، جو دبی زبان میں آپ پر ان کا فتویٰ کفر ہے، کیونکہ قرآن میں تحریف کرنا بالاتفاق کفر ہے، جبکہ عظمت نبوت کے کسی مسئلہ میں آپ کی اس قسم کی تردید و تغلیط کرنے کا واضح معنیٰ یہ بنتا ہے کہ آپ گستاخان رسول (وہابیہ) کے خلاف اپنے مشہور برحق موقف میں حق بجانب ہونے کے بجائے خود اس میں ملوث ہیں (والعیاذ باللہ) جو ظاہر ہے عوام اہل سنت کیلئے سخت گمراہی کا باعث ہے، کیونکہ عوام باریکیوں میں نہیں جاسکتے اور ان کے نزدیک کسی ایک مسئلہ میں غلط ہونے کا مطلب اس کا تمام مسائل اور جملہ عقائد و نظریات میں باطل ہونا بنتا ہے''۔

(کنزالایمان پر اعتراضات کا آپریشن،ص ۵۴،کاظمی کتب خانہ رحیم یار خان)

پس جب خان صاحب ایک نہیں کئی مسائل میں غلطی پر ہیں، بلکہ اپنے اور اپنے ہی ہم مسلک علماء کے فتاویٰ و اصول کی روشنی میں کفر و گستاخی کا ارتکاب کر بیٹھے ہیں تو حسام الحرمین اور علمائے دیوبند کے خلاف ان کے فتاویٰ خود دریا برد ہوجاتے ہیں، اس لئے کہ جب یہ خود کفر میں ملوث نکلے تو دوسروں کو کس منہ سے کافر کہتے ہیں!!!!

قصہ مختصر! خان صاحب اور ان کی ذریت پر مزید بھی کئی قہاری و جباری فتوے ہیں، جن سے ان کا اسلام سلامت نہیں رہتا اور مزے کی بات یہ فتوے بھی خود انہی کے ہیں جیسا کہ ما قبل میں ہم نے بیان کیا، اس پر مزید تفصیل کیلئے ''دست و گریباں'' کتاب کی تمام جلدوں کا مطالعہ کریں۔

# نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ذنب کی نسبت کرنا

اس پر پہلے بریلوی فتاویٰ ملاحظہ فرمالیں:

''مسلمانو! غور فرمایئے! دیوبندیوں اور نجدی وہابی مولویوں کے تراجم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے بھی گناہ گار تھے اور آئندہ بھی گناہوں کی امید تھی، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ایک سند دینا پڑی کہ ہم نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے، معاذ اللہ''۔ (فیصلہ کیجئے،ص:۱۹)

اسی طرح حشمت علی کے بھائی مولوی محبوب علی خان نے ان تراجم پر کفر کا فتویٰ لگایا:

(النجوم الشہابیہ،ص:۵۸) اس پر (۵۴) رضاخانی اکابر کی تصدیقات ہیں۔

حنیف قریشی صاحب کہتے ہیں کہ ان تراجم کے ہوتے ہوئے ہم عیسائیوں کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع نہیں کر سکتے۔

(ملخصاً گستاخ کون؟ص:۱۹۶)

شیر محمد اعوان رضاخانی آف کالاباغ لکھتے ہیں:

حضور سرور کائنات ﷺ کو معاذ اللہ خطا کار اور قصوروار بناڈالا...... ایک عام مسلمان یا ایک غیر مسلم کیا تاثر لے سکتا ہے یہی کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کا دامن بھی خطاؤں سے پاک نہ تھا، کیا یہ تراجم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ میں اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف ایک مضبوط ہتھیار تھما دینے کے موجب نہیں ہوں گے؟ کیا ان تراجم سے عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسلمہ عقیدہ مجروح نہیں ہوتا؟"

(محاسن کنزالایمان ص:۵۶۔۵۷)

مفتی محمد رمضان لکھتا ہے:

"ذنب، ذنب ہی رہے گا، ذنب ہر حال میں ذنب ہے، گناہ ہے، جس سے اللہ کا ہر نبی ورسول پاک ہے"۔

(معارف رضا کنزالایمان نمبر، ص ۱۵۹)

"ذنب گناہ جرم اور بدعملی کو کہا جاتا ہے...... ہر نبی ورسول ﷺ ذنب، اثم، جرم اور معاصی سے پاک اور مبرا اور معصوم ہوتا ہے...... مذکورہ حوالہ جات سے آپ نے دیکھ لیا ذنب اور عصمت ایک دوسرے کی ضد ہے، ذنب والا معصوم نہیں اور معصوم ذنب والا نہیں مذنب نہیں"۔

(معارف رضا کنزالایمان نمبر، ص ۱۵۸)

ان تمام حوالہ جات سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ"ذنب" کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرنے والا گستاخ رسول ﷺ ہے، وہ معاذ اللہ آپ ﷺ کو گناہ گار سمجھتا ہے اور عقیدۂ عصمت کا منکر ہے اور حضور ﷺ کو معاذ اللہ "مذنب" ماننا پڑے گا، جبکہ خان صاحب بریلوی اور ان کے والد نے ذنب کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی ہے، لہٰذا ان تمام فتاویٰ کی روشنی میں یہ دونوں گستاخانِ رسول ﷺ ہوکر اسلام سے خارج ہوئے!!!!

مولوی احمد رضا خان کے حاشیہ کے ساتھ شائع ہونے والی اس کے والد مولوی نقی علی خان کی کتاب میں ہے:

خود قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمومنات﴾

مغفرت مانگ اپنے گناہوں کی اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لیے

(فضائل دعا، ص:۶۹ مکتبۃ المدینہ)

# خان صاحب بریلوی مشرک وبے ایمان

ضیغم بریلویت جناب علامہ حسن علی رضوی میلسی رضاخانی لکھتا ہے:

"ہندوؤں کے تہوار مثلاً دیوالی ہولی وغیرہ جو ہندوؤں کے نمبر ۲ خدا سیتا کی سری لنکا سے واپسی کی خوشی میں سیتا سے منسوب کرکے منائی جاتی ہے۔ہولی بھی ہندو اوتاروں سے منسوب تقریب ہے کہ مٹھائی پوریاں کھیلیں یا اور کچھ کھالینا اور کھانا درست فرمایا۔حالانکہ یہ تو کھلم کھلا علی الاعلان وعلی الاطلاق شرک ہے۔ہندوؤں کے خداؤں کے نام سے منسوب ہے، کسی بھی مرحلہ پر کسی بھی عنوان سے اللہ تعالیٰ کا نام

نہیں لیتے یہ کھانا کیسے کونسی شریعت کے اعتبار سے درست ہو گیا؟''

(محاسبہ دیوبندیت، ج ا،ص ۱۵۰، ۱۵۱)

اور کوکب نورانی کہتا ہے:

''یقین جانیے یہ ایسی باتیں ہیں جن کو پڑھ کر مسلمان پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور ایمان گواہی دیتا ہے کہ یہ باتیں صرف کوئی دشمنِ رسول اور بے ایمان ہی کر سکتا ہے''۔

(دیوبند سے بریلی،ص ۳۶)

اس سے معلوم ہوا کہ ہولی دیوالی کی مٹھائی یا کھانا کھانے کو جائز قرار دینا، اس کی اجازت دینا علی الاعلان شرک کا ارتکاب ہے، کیونکہ وہ یہ کھانے اپنے دیوتاؤں کے نام پر تقسیم کرتے ہیں اور ایسا شخص دشمن رسول ﷺ و بے ایمان ہے۔ اب خان صاحب نے ان سب کے کھانے کی اجازت دی چنانچہ ان کے ملفوظات میں ہے:

''عرض: کافر جو ہولی دیوالی میں مٹھائی وغیرہ بانٹتے ہیں مسلمانوں کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: اس روز نہ لے، ہاں اگر دوسرے روز دے تو لے لے نہ یہ سمجھ کر کہ ان خبثاء کے تیوہار کی مٹھائی ہے، بلکہ مالِ موذی نصیب غازی''۔

(ملفوظات، حصہ اوّل،ص ۱۶۳، مکتبۃ المدینہ)

خان صاحب کی بدبختی کا اندازہ لگائیں کہ شرک کا ارتکاب کرنے والے کو 'غازی' سے تعبیر کر رہے ہیں، رضا خانی فتوے سے اس کے کفر و شرک اور بے ایمان ہونے میں بھلا کیا شک ہو سکتا ہے؟ ؟؟؟

## کفر ابی طالب کا قول کر کے کفر کے گھاٹ

سید محمد امین شاہ صاحب نقوی رضوی فاضل جامعہ رضویہ فیصل آباد لکھتے ہیں:

''بعض سر پھرے لوگ اپنی جہالت کی بنا پر سیدنا ابو طالب اور والدین مصطفےٰ پر تقریر و تحریر کے ذریعے سے نت آئے دن مختلف نوعیت کے بے بنیاد اعتراضات پھینکتے رہتے ہیں کہ حضرت ابو طالب نے کلمہ نہیں پڑھا...... مگر حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا اپنا ایمان ہی مشکوک اور محلِ نظر ہے''۔

(ایمان ابی طالب، ج ا،ص ۵۹)

اس کتاب پر صائم چشتی، خواجہ قمر الدین سیالوی، عطا محمد بندیالوی محمود شاہ محدث ہزاری، فیض الحسن شاہ سجادہ نشین آلو مہار، قاری علی احمد امام مسجد سنّی رضوی جامع مسجد و معلم مظہر الاسلام، امین شاہ صاحب، اقبال احمد فاروقی صاحب، صاحبزادہ افتخار الحسن شاہ کی تقاریظ موجود ہیں۔

اشرف سیالوی مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کو کہتے ہیں:

''علامہ صاحب اپنے اکابر کی ارشادات کے برعکس ہر حال میں ابو طالب کو مشرک اور کافر ثابت کرنا اہم فریضہ معلوم ہوتا ہے اور رہر

قیمت پر اس کو ثابت کرنا چاہتے ہیں خواہ اپنا ایمان خطرے میں پڑ جائے"۔
(گلشن توحید و رسالت ج ا ص ۱۵۶،۱۵۵)
اب ملاحظہ ہو فاضل بریلوی لکھتے ہیں: "صحیح و کثیر حدیثیں کفر ابی طالب ثابت کر رہی ہیں"۔ (رسائل رضویہ، ج ۲، ص ۴۳۱)
۲) ابوطالب کا شرک پر مرنا ثابت ہے۔ (رسائل رضویہ۔ج ۲ ص ۴۲۹)
معلوم ہو گیا ابوطالب ضروریات دین کا منکر تھا۔
۳) اور فاضل بریلوی لکھتے ہیں اہل قبلہ وہ ہے کہ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو اور ان میں سے ایک بات کا بھی منکر ہو تو قطعاً یقیناً اجماعاً کافر مرتد ہے ایسا کہ جو اسے کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔
(فتاویٰ افریقہ ص ۱۱۹)
بقول فاضل بریلوی جو ایمان ابی طالب مانے وہ بھی کافر ٹھہرا، تو گویا ان تمام رضاخانی مولویوں کے فتوؤں سے موصوف کافر ہوئے!!!!

## کاظمی کے فتوے کی زد میں

احمد رضا خان کا شعر ہے: ؂

نورِ وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی

(حدائق بخشش ص ۶۲ حصہ ا)
اس شعر میں خان صاحب بریلوی نے حضور ﷺ کو اللہ کے نور کا ٹکڑا کہا جبکہ کاظمی لکھتا ہے:
"اللہ نے اپنے حبیبؑ کے نور پاک یعنی ذات مقدسہ کو اپنے نور یعنی ذاتِ مقدسہ سے پیدا فرمایا، اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کی ذات حضور علیہ السلام کی ذات کا ماذہ ہے یا حضورؑ کا نور اللہ کا کوئی حصہ یا ٹکڑا ہے، اگر کسی ناواقف شخص کا یہ اعتقاد ہے تو اسے توبہ کرنا فرض ہے، اس لیے کہ ایسا ناپاک عقیدہ خالص کفر و شرک ہے"۔
(مقالات کاظمی ص ۵۶ مکتبہ فریدیہ)
فیض احمد اویسی اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہاں "وحدت" سے مراد حقیقت محمدیہ ہے (شرح حدائق بخشش، ج ۲)۔ حالانکہ یہ تاویل باطل ہے، حقیقت محمدیہ کو نورِ وحدت کا ٹکڑا نہیں کہا جاتا، خود خان صاحب کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو اللہ نے اپنے نور سے پیدا کیا تو لامحالہ یہاں مراد وحدت سے اللہ کی ذات مراد ہے اور وحدت کا لفظ ذات کیلئے آتا ہے یہ خود مفتی حنیف قریشی نے بھی تسلیم کیا، ملاحظہ ہو اس کا مناظرہ گستاخ کون ص ۱۷۵ پر یاد رہے کہ رضاخانی اصول سے یہ اصطلاحات اس نے پیر نصیر گولڑوی کی کتاب سے سرقہ کی ہیں۔

## خان صاحب بریلوی ختمِ نبوت کے منکر

رضاخانی مناظر اعظم سیالوی اینڈ کمپنی لکھتے ہیں:
بعض حضرات یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا:

**انی عند اللہ لمکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینہ۔**

اس کے بارے میں گذارش ہے کہ اس حدیث سے استدلال درست نہیں، کیونکہ اگر سرکار علیہ السلام کو سب سے پہلے نبوت ملی ہے تو آپ خاتم الانبیاء کیونکر ہو سکتے ہیں؟ اگر سب سے پہلے سرکار علیہ السلام ختم نبوت سے متصف تھے تو پھر بعد میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مبعوث ہوئے؟ اس طرح تو پھر نانوتوی کا کلام ٹھیک ہو جائے گا کہ اگر بعد زمانہ نبوی کوئی اور نبی آ جائے تو ختم نبوت میں کچھ فرق نہ آئے گا، نیز دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام صرف علم الٰہی میں نبی تھے بالفعل نہیں تھے تو پھر سرکار علیہ السلام ان سے آخری کیسے ہو گئے، آخری نبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد نبوت کا اعطاء ہوا اور اس ہستی کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

(تحقیقات ص ۳۹۳،۳۹۴)

اور سیالوی گروپ نے اسی وجہ سے یہ کہا کہ تحقیقات (رضاخانی مناظر اعظم شرف سیالوی کی کتاب جس میں یہ ثابت کیا گیا کہ آپ ﷺ کو سب سے پہلے نبی ماننے سے ختم نبوت کا انکار لازم آئے گا، ساجد) جب لوگ مذہبی چال بازی کا شکار ہو رہے تھے اور جس راستے پر چل رہے تھے، وہ عن قریب انہیں قادیانیت کی گود میں لے جانے والا تھا تو اس وقت امام احمد رضا خان بریلوی کے افکار اور سیدی محدث اعظم پاکستان کی فراست کے پاسبان حضرت شیخ الحدیث نے ختم نبوت کا تحفظ کرتے ہوئے (۴۱۵) صفحات کی یہ کتاب لکھی۔

(مجلہ حجۃ الاسلام لاہور ص ۲۶۲، اشرف سیالوی نمبر)

سیالوی گروپ لکھتا ہے:

**''عقیدہ ختم نبوت سے چشم پوشی اور نام فدایان ختم نبوت:**

فدایان ختم نبوت کی عقیدہ ختم نبوت سے غفلت سعیدی صاحب کا رسالہ نشر کرنے والے گروہ کا نام فدایان ختم نبوت لکھا ہے، علامہ آلوسی نے **ما کان محمدا** کے تحت تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے، ختم نبوت کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ ﷺ سب سے آخر میں وصف نبوت سے متصف ہوئے، اگر اسی عالم ارواح والی نبوت کا اظہار ہے پھر حضور ﷺ آخری نبی نہیں قرار پائیں گے اس کو ایک مثال سے واضح کرتے ہیں، ایک پیر صاحب نے اپنے چند مریدوں کو خلافت دی اور جسے سب سے پہلے خلافت دی اسے کہا کہ ابھی تم نے اظہار نہیں کرنا دوسروں نے اظہار کر دیا ان کے بعد یہ خلیفہ صاحب گویا ہوئے کہ مجھے سب سے پہلے خلافت ملی تھی، مگر میں تمہیں اب بتا رہا ہوں اور یہ بات ثابت ہو جائے کہ واقعی انہیں پہلے خلافت ملی تھی تو انہیں آخری خلیفہ کہا جائے گا؟

قارئین انصاف فرمائیں! اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنی تصنیف جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ میں لکھا ہے کہ جب سے سرکار کو نبوت ملی اللہ نے کسی کو نبی نہیں بنایا، اگر نبوت وہی عالم ارواح والی ہے اور دنیا میں صرف اظہار کا حکم ہے تو اب تمام انبیاء کی نبوت کا انکار لازم آئے گا۔ یہ اچھے فدایان ختم نبوت ہیں کہ عقیدہ ختم نبوت کو اپنے مخصوص نظریے پر فدا کرنے کا پروگرام بنا چکے ہیں اور ان کے نظریے کو اپنایا جائے تو کہیں یہ خرابی کہ حضور خاتم النبیین نہ رہیں اور کہیں یہ کہ باقی انبیاء کی نبوت کی نفی، العیاذ باللہ۔

(مولانا عبدالمجید سعیدی کو دعوت حق ص ۲۰،۲۱)

تحقیقات والی بات کو مفتی نذیر احمد سیالوی نے بھی نقل کیا ہے، ہم وہ بھی نقل کر دیتے ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''اور جناب صاحبزادہ صاحب نے مزید لکھا ہے کہ:

''اگر سرکار علیہ السلام کو سب سے پہلے نبوت ملی تو آپ ﷺ خاتم النبیین کیونکر ہو سکتے ہیں''۔(محاکمہ عطائیہ کا منصفانہ جائزہ ص ۳۰)

یہی سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

''علامہ (سعید احمد) اسعد نے حضور سید المرسلین ﷺ کی عالم ارواح والی نبوت کا انکار کر دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اس نبوت کے تسلیم کرنے سے حضور ﷺ کی ختم نبوت کا انکار لازم آتا ہے، جو قطعی طور پر کفر ہے''۔

(خاتم النبیین کا معنیٰ ص ۲۳)

یہی سیالوی صاحب مولوی سعید احمد اسعد صاحب کا نظریہ یوں بیان کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کے عالم ارواح میں حقیقۃً مشرف بہ نبوت فرمائے جانے کا عقیدہ رکھنے سے ختم نبوت کا انکار لازم آتا ہے اور بندہ یقیناً دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے''۔

(تصریحات جزو ثانی ص ۴۲)

مفتی عبدالمجید خان سعید صاحب مولوی سعید احمد اسعد صاحب کی تقریر کا اقتباس نقل کرتے ہیں کہ:

''موصوف نے ''نہایت ہی خطرناک طرز پر اپنے سامعین کو مخاطب کر کے ان سے سوال کیا کہ بتاؤ اگر حضور کو پہلے سے نبی مان لیا جائے تو ختم نبوت کا کیا مطلب ہوگا؟ یعنی آپ ﷺ خاتم النبیین کیونکر ہو سکیں گے؟''(مسئلہ نبوت عند الشیخین ص ۲۵)

سیالوی گروپ کا نامی گرامی مولوی مفتی غلام حسن قادری صاحب لکھتا ہے:

''میں اس کو نزاع لفظی نہ کہوں تو کیا کہوں؟ یا پھر فریق در پردہ ختم نبوت کے عقیدے کو کمزور کر کے قادیانیت کو نادانستہ طور پر تحفظ دے رہا ہے''۔(ایک غلط فہمی کا ازالہ ص ۸)

**خلاصہ:** قارئین گرامی قدر! ان تمام باتوں کا خلاصہ یہ نکلا کہ بریلوی مناظر اعظم اشرف سیالوی و سعید اسد گروپ اپنے مخالفین کو جو عالم ارواح سے آپ ﷺ کو نبی مانتے ہیں، ان کو ختم نبوت کا منکر اور قادیانی وغیرہ سب کچھ کہتا ہے جیسا کہ آپ دیکھ چکے ہیں، اب ملاحظہ ہو کہ خان صاحب کا عقیدہ بھی بقول رضاخانیہ یہی تھا کہ آپ ﷺ سب سے پہلے بالفعل نبی تھے، چنانچہ ان کا ایک شعر ؎

فتح بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختم دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش، حصہ دوم ص ۲۸)

اس کی شرح میں اویسی نے شرح حدائق بخشش، ج ۶ ص ۱۱۸ تا ۱۲۰ یہی تفصیل لکھی کہ ان اشعار کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ سب سے پہلے بالفعل نبوت سے متصف ہوئے، لہٰذا خان صاحب رضاخانی مناظرین کے ہاتھوں ختم نبوت کے منکر ہو کر کافر و مرتد ہوئے!!!!

☆☆☆☆

# باب پنجم

# خان صاحب فاضل بریلوی کی خدمات کا ایک جائزہ

اس باب کے تحت خان صاحب کی چند ان خدمات کا غیر جانبدارانہ تجزیہ کیا گیا ہے جن کو ان کی جماعت بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتی ہے!!

## نواب احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی بحیثیت ایک مدرّس

اعلیٰ حضرت نے چونکہ باضابطہ کسی مدرسہ میں مدرّس بن کر نہیں پڑھایا۔ (حیات اعلیٰ حضرت حصہ اول ص ۱۳۵)
پروفیسر مسعود صاحب کو اس بات کا تو اقرار ہے کہ چند سال پڑھایا، مگر بیچارے یہ معلوم نہ کر سکے کہ کہاں پڑھایا؟ ملاحظہ ہو:
''محدث بریلوی نے فارغ التحصیل ہونے کے بعد فتویٰ نویسی کے علاوہ چند سال طلبہ کو پڑھایا ان کے والد مولوی محمد نقی علی خان...... نے ۱۲۸۹ھ، ۱۸۷۲ء میں مصباح التھذیب کے نام سے بریلی میں ایک عربی مدرسہ قائم کیا تھا، جو بعد میں مصباح العلوم کے نام سے مشہور ہوا غالباً محدث بریلوی نے اس مدرسے میں پڑھایا ہوگا''۔ (محدث بریلوی، ص ۳۰)
اسی لیے احمد رضا کے شاگردوں کی تعداد اس کی (۲۵) سالہ زندگی میں (۱۶) سے زیادہ نہ ہوئی، دیکھئے حیات اعلیٰ حضرت میں تلامذہ کی فہرست، مگر دوسری طرف مولوی ظفر الدین بہاری کے اس جھوٹ کو بھی پڑھئے:
''محدث بریلوی سے ہزاروں طلبہ مستفید ہوئے''۔ (محدث بریلوی، ص ۳۰)
ظفر الدین بہاری صاحب خان صاحب بریلوی کا سن کر ان کے پاس بریلی پڑھنے کیلئے آئے تو کیا ملا، ملاحظہ ہو:
''فاضل بریلوی ہمہ وقت مطالعہ اور تالیف وتصنیف میں مشغول رہتے تھے، ان کے یہاں نہ باقاعدہ درس وتدریس کا کوئی سلسلہ

تھا اور نہ ہی اس وقت کوئی مدرسہ قائم تھا"۔

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۵۸)

مگر افسوس کہ مدرسہ قائم کرنے کے بعد بھی بہاری صاحب خان صاحب سے تعلیم نہ حاصل کر سکے اور بخاری کے شارح اور قاری خود بہاری صاحب ہی تھے۔

(جہان ملک العلماء، ص ۱۱۳)۔

خان صاحب نے زندگی میں کبھی تدریس نہیں کی، اسی لیے احمد رضا خان صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ حدیث بیٹھ کر پڑھاتے ہیں یا کھڑے ہو کر چنانچہ مولوی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت حدیث کھڑے ہو کر پڑھایا کرتے تھے، دیکھنے والوں نے ہم کو بتایا کہ خود بھی کھڑے ہوتے اور پڑھنے والے بھی کھڑے ہوتے تھے"۔

(جآء الحق ۲۵۶)

اگر احمد رضا خان صاحب کی یہ حرکت اچھی تھی تو یہ بریلوی رضا خانی مدارس میں مستقل متروک کیوں چلی آ رہی ہے؟ خان صاحب بریلوی کو تدریس سے بالکل شغف نہ تھا، نہ مدارس دینیہ سے حتیٰ کہ بریلوی حضرات کو یہ دھمکی دینی پڑی:

"اگر قیامت کے دن مجھ سے خداوند عالم دریافت فرمائے گا کہ اس قدر لوگ کیوں گمراہ ہوئے تو میں بھی کہوں گا چونکہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے تو کوئی مدرسہ اہلسنت جاری نہ فرمایا اسی وجہ سے لوگ مدارس وہابیہ میں پڑھنے کو گئے اور وہیں پھنس گئے"۔

(جہاں ملک العلماء، ص ۱۱۲)

گویا ایک خلق کثیر بقول بریلویہ ہندوستان میں جو وہابی (بریلویوں کے ہاں وہابی مرتدین گستاخان رسول ﷺ ہیں، معاذ اللہ) ہوئی ان سب کا گناہ خان صاحب بریلوی کے ذمہ رہے گا۔

اعلیٰ حضرت اپنی وفات سے (۶) برس پہلے یعنی ۱۹۱۴ء میں لکھے گئے ایک خط میں بریلویوں کے علوم دین سے شغف کا یوں رونا روتے ہیں:

"حاجی صاحب کو اللہ تعالیٰ برکات دے، تنہا اپنی ذات سے وہ کیا کیا کریں؟ سنیوں کی عام حالت یہی ہو رہی ہے کہ جن کے پاس مال ہے انہیں دین کا کم خیال ہے اور جنہیں دین سے غرض ہے افلاس کا مرض ہے، ورنہ کلکتہ میں حمایت دین کیلئے دو ہزار روپے ماہوار بھی کوئی چیز تھے، ادھر یہ مدرسہ شمس الہدیٰ جس کی نسبت میں نے سنا ہے کہ سولہ ہزار روپے سالانہ کی جائیداد اس کیلئے وقف ہے، اس کا بھی ہاتھ میں رکھنا ضرور ہے، مبادا کوئی دیوبندی قابض ہو جائے والعیاذ باللہ تعالیٰ، افسوس کہ ادھر نہ مدرس نہ واعظ نہ ہمت والے مالدار، ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں اور ایک لعل خان کیا کیا بنائیں؟"۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ج ۳ ص ۳۹۱)

اپنے قائم کردہ مدرسے کا حال یوں بیان کرتے ہیں:

''ہماری طرف مدرسین وواعظین کم بلکہ معدوم ہیں منظر اسلام میں خود مدرّس کی کمی ہے''۔

(حیات اعلیٰ حضرت، ج ۳ ص ۷۴۴)

اندازہ لگائیں کہ سب سے مرکزی مدرسہ منظر اسلام جو دنیا کی عظیم یونیورسٹی ایشیاء کی جامع از ہر دارالعلوم دیوبند کا مقابلہ کرنے کیلئے قائم کیا گیا تھا اس میں کوئی مدرّس پڑھانے کیلئے تیار نہ تھا اور ان کو کوئی مدرس پڑھانے کیلئے مل نہیں رہا تھا، جو مدرسے تھے وہ بھی عدم دلچسپی کی وجہ سے دیوبندیوں کے ہاتھ لگ رہے تھے اور دیوبندی علوم دینیہ کے ان اجاڑ مراکز کو قال اللہ وقال الرسول ﷺ کی صداؤں سے آباد کر رہے تھے اور خان صاحب کو اس کی فکر کھائے جا رہی تھی، مگر یہ فکر کسی دینی جذبے کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اس وجہ سے یہ خوف طاری تھا کہ اس مدرسے کی سالانہ آمدنی سولہ ہزار روپے تھی، حالانکہ احمد رضا خان قارونی المختار امن میاں بنی اسرائیلی افغانی اگر چاہتے تو خود بھی ان مدارس کو چلا سکتے تھے، کذاب زمانہ مولوی غلام مہر علی آف چشتیاں لکھتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے:

''آباؤ اجداد......قدیم نواب چلے آ رہے تھے''۔ (دیوبندی مذہب۔ص:۷۷)

اور خود خان صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''اعلیٰ حضرت بریلوی جدّی رئیس تھے خدا نے انہیں دیا تھا''۔ (دیوبندی مذہب ص ۳۵۰)

لیکن بات وہی کہ خان صاحب کو ان کاموں سے کوئی دلچسپی تھی نہ شغف، چنانچہ بریلوی محقق اس امر کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکی کہ:

''مدرسہ کے مالی پریشانیوں کا شکار ہونے کی بس یہی ایک وجہ سمجھ آتی ہے کہ مولانا احمد رضا خان کی اس کو توجہ حاصل نہ تھی''۔

(عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست، ص ۹۱)

ایک جگہ علوم دینیہ سے اپنے ہم مسلک لوگوں کے شغف کا حال یوں بیان کرتے ہیں:

''علماء کی یہ حالت ہے کہ رئیسوں سے بڑھ کر آرام طلب ہیں، حمایت مذہب کے نام سے گھبراتے ہیں جو بندہ خدا اپنی جان اس پر وقف کرے اسے احمق بلکہ مفسد سمجھتے ہیں، مداہنت ان کے دلوں میں پیری ہوئی ہے، ایام ندوہ میں ہندوستان بھر کا تجربہ ہوا، عبارت ندوہ سن سن کر ضلالت کی رٹ لگا دیں اور جب کہئے حضرت لکھ دیجئے، بھائی لکھواؤ نہیں ہمارے فلاں دوست برا مانیں گے، ہمارے فلاں استاد کو بُرا لگے گا......اب فرمائیں کہ وہ قوم کہ اپنے کسی ذی فضل کو نہ دیکھ سکے، اپنے ناقصوں کو کامل، قاصروں کو ذی فضل بنانے کی کیا کوشش کرے گی......کوئی باقاعدہ عالی شان مدرسہ تو آپ کے ہاتھ میں نہیں، کوئی اخبار پرچہ آپ کے یہاں نہیں، مدرسین، واعظین، مناظرین، مصنفین کی کثرت بقدر حاجت آپ کے پاس نہیں، جو کچھ کر سکتے ہیں فارغ البال نہیں، جو فارغ البال ہیں وہ اہل نہیں، بعض نے خون جگر کھا کر تصانیف کیں تو چھپیں کہاں سے؟ کسی طرح سے کچھ چھپا تو اشاعت کیونکر ہو؟، دیوان نہیں ناول نہیں کہ ہمارے بھائی دو آنے کی چیز کا ایک روپیہ دے کر شوق سے خریدیں......''

(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۱۲، ص ۱۳۲، ۱۳۳)

علمی شغف کا اندازہ اس سے بھی لگائیں کہ خان صاحب آف بریلی کے پوتے کے زمانے میں ان کے قائم کردہ مدرسہ اور خانقاہ کی کیا

حالت ہوگئی تھی، اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

''صرف نظم دارالعلوم ہی کی بدحالی نہیں تھی، بلکہ مسلمانوں کی معاشی واقتصادی ومذہبی بدحالی کا منظر بھی سامنے تھا...... خانقاہ عالیہ رضویہ کی وسیع ترین عمارت اول تو نامکمل تھی اور جو کچھ پایہ تکمیل تک پہنچ چکی تھی وہ بھی ویرانی کے باعث قریب انہدام تھی چھت بہت کمزور، رہنے کیلئے کمرے، بہت کم اور جو تھے ان پر اغیار کا تصرف تھا، طلباء کیلئے قدم قدم پریشانیاں تھیں''۔

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا منظر اسلام بریلی نمبر آخری قسط ص ۱۱۶)

درس وتدریس سے بے زاری کا اندازہ اس سے لگائیں کہ جب مولوی ظفر الدین بہاری مختلف مدارس میں پڑھ کر بریلی پڑھنے آئے تو:

''اس وقت وہاں کوئی درسگاہ (مدرسہ) نہیں تھی''۔

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا منظر اسلام بریلی نمبر آخری قسط ص ۱۷۰)

اس کے بعد ۱۹۰۴ء میں خان صاحب بریلی نے اپنے شوق و ذوق سے نہیں بلکہ:

''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے چند احباب کے اصرار پر مدرسہ منظر اسلام کا قیام فرمایا''۔

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا منظر اسلام بریلی نمبر آخری قسط ص ۱۷۰)

بریلوی محققہ ڈاکٹر اوشا سانیال لکھتی ہیں:

''ابتداء میں اہل سنت کی طرف سے تعلیم میں دل چسپی نہ لینے کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ مولانا احمد رضا خان کی فتویٰ نویسی کے مقابلے میں تعلیم وتدریس سے دلچسپی کم تھی جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے...... چونکہ انہوں نے خود کسی مدرسہ میں بیٹھ کر تعلیم حاصل نہیں کی تھی یا تو انہوں نے ذاتی طور پر بعض اساتذہ سے تعلیم حاصل کی تھی یا پھر اپنے طور پر کتابوں کے مطالعے سے اپنے علم میں اضافہ کیا تھا، اس لئے شاید انہیں مدرسے کے قیام میں کوئی شدید ضرورت محسوس نہیں ہوئی''۔

(عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست، ص ۸۸)

بقول ان محققہ کے بعد میں ظفر الدین بہاری نے خان صاحب کے بھائی حسن رضا اور بیٹے حامد رضا کے تعاون سے ایک مدرسہ ''منظہر الاسلام'' قائم کیا، خان صاحب غالباً اس کیلئے راضی نہ تھے لہٰذا ایک سید کے ذریعہ مدرسے قائم کرنے کیلئے خانصاحب کی سفارش لی گئی''۔

(ملاحظہ ہو عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست، ص ۸۸)

اور یہ مدرسہ بھی کسی دینی جذبے کے تحت قائم نہیں کیا گیا تھا، بلکہ ہوا یوں کہ جب مولوی ظفر الدین بہاری بریلی میں خان صاحب سے پڑھنے آئے تو ان کا کوئی مدرسہ نہ تھا اس لئے مدرسہ دارالاشاعت میں بہاری صاحب کو تعلیم جاری رکھنے کا حکم دیا گیا، مگر بعد میں وہ مدرسہ اہل سنت دیوبند کے پاس چلا گیا تو انہیں نیا مدرسہ قائم کرنے کا خیال آیا ملاحظہ ہو:

''مولانا نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ مدرسہ دارالاشاعت میں باضابطہ داخل ہو کر تعلیم حاصل کریں...... جب کچھ مدت بعد یہ مدرسہ دیوبندیوں کے زیر اثر آ گیا''۔

(عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست، ص ۸۸)

خان صاحب نے دیو بندیوں کے مقابلے میں جو مدرسہ قائم کیا اب ذرا اس کی حالت بھی ملاحظہ ہو:

''اگر چہ اس مدرسے کیلئے بعض لوگ دار العلوم کا لفظ استعمال کرتے تھے جو بڑی دانش گاہ کیلئے استعمال ہوتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کوئی بڑا ادارہ نہ تھا۔ مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی ۱۹۲۰ء میں لکھی گئی ایک رپورٹ سے اس کا صحیح اندازہ کیا جا سکتا ہے:

''مدرسہ منظر الاسلام خصوصی نوعیت کا مدرسہ ہے، اس کے نگراں اعلیٰ حضرت ہیں، اگر چہ اس مدرسہ کی عمر زیادہ نہیں ہے، تاہم یہ توقع کرنا غیر منطقی نہیں ہوگا کہ یہ اس وقت کا بڑا دار العلوم ہوتا اور ہندوستان کے مدارس اسے اپنا مرکز تصور کرتے، اگر چہ اس مدرسہ کو کبھی زیادہ تفصیل کے ساتھ دیکھنے کی نوبت نہ آئی، لیکن سرسری معائنے سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس مدرسہ کی جو قدر و اہمیت ہے اس کے مطابق یہاں کچھ بھی نہیں، کمرے بہت چھوٹے چھوٹے ہیں، احاطہ تنگ ہے، مہتمم صاحب (مولانا حامد رضا خان) نے بہتر سمجھا کہ اپنا بستر کمرے میں رکھ دیں، اگر معمول کے مطابق ایک کمرے سے آواز لگائی جائے تو یقینی طور پر آواز دوسری منزلوں تک پہنچ سکتی ہے، طلبہ کو دو زانوں بیٹھنا پڑتا ہے اور اسی وجہ سے مہتمم صاحب بہت سے طلبہ کو دور دراز بھیج دیتے ہیں، میرے اندازے کے مطابق اس وقت مدرسہ میں دو سو کے قریب طلبہ داخل ہیں، جن کی تعلیم پر صرف نو یا دس اساتذہ مامور ہیں''۔ (مفہوم)''۔

(عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست، ص ۸۹)

بہر حال خلاصہ کلام یہ کہ:

''خلاصہ یہ کہ بیسویں صدی میں شمال ہند میں بہت سے مدارس قائم ہوئے، دوسری اصلاحی تحریکات کے برعکس اہلِ سنت تحریک کے پاس دار العلوم دیو بند جیسی کوئی مرکزی درسگاہ موجود نہیں تھی''۔

(عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست، ص ۹۵)

ظلم کی انتہاء تو دیکھیں کہ جس آدمی نے خود نہ کسی سے پڑھا ہو، نہ کبھی زندگی میں پڑھایا ہو، نہ درس و تدریس سے کبھی شغف رکھا ہو، ان کے ماننے والے آج ''تعلیمی افکارِ رضا پر تحقیق'' کے عنوان سے مقالے لکھ رہے ہیں اور عقل کا دیوالیہ پن ملاحظہ ہو کہ وہاں ان کی تعلیمی خدمات میں یہ حوالے پیش کر رہے ہیں کہ خان صاحب نے اپنی فلاں کتاب میں استاد کا ادب لکھا ہے، فلاں کتاب میں لکھا ہے کہ تعلیم اللہ کی رضا کیلئے حاصل کرنی چاہیئے، کیا اس قسم کی باتوں کو لکھ دینے کو تعلیمی خدمات شمار کیا جاتا ہے؟؟ یہ خدمت تو ہمارے مدارس کے عام قاری حضرات تدریسی سال کے روزِ اوّل سے شروع کر دیتے ہیں تو خان صاحب نے کونسا تیر مار لیا؟؟؟؟

☆☆☆☆

# خان صاحب فاضل بریلوی بحیثیت ایک خطیب و مقرر اور مبلّغ

اس باب میں بھی آنجناب کی خدمات صفر کے برابر ہے، چنانچہ آپ کے سوانح نگار لکھتے ہیں:

احمد رضا خان کے پاس جب کوئی وعظ و تقریر وغیرہ کرانے کیلئے وقت لینے آتا تو حضرت فرماتے:

''میں تو وعظ نہیں کہا کرتا''۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۳۵۴ حصہ اول)

سال میں صرف تین وعظ فرمایا کرتے تھے:

(۱) جلسہ دستار بندی پر (۲) جلسہ میلاد النبی ﷺ پر (۳) عرس پر

(حوالہ مذکورہ، یادِ اعلیٰ حضرت ص ۲۶)

موصوف کو جب کہیں سے تقریر کی دعوت آتی تو کیا کرتے خود ملاحظہ فرمائیں:

''اعلیٰ حضرت کو آپ کی (امجد علی اعظمی) کی تقریر پر بھی بڑا اعتماد تھا، چنانچہ جب کہیں سے تقریر کی دعوت آئی تو اعلیٰ حضرت صدر الشریعہ ہی کو اپنی جگہ بھیجتے''۔

(سوانح صدر الشریعہ، ص ۹۱)

جبکہ اس کے مقابلے خان صاحب کی نظر میں بدترین گستاخ رسول ﷺ (معاذ اللہ) یعنی حکیم الامت مجدد دین و ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کی درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور خانقاہی مصروفیات کو اگر ایک طرف رکھ دیا جائے تو صرف آپ کے خطبات اب تک ''تیس جلدوں'' میں شائع ہو چکے ہیں، حضرت کی زندگی میں چار رسائل تو صرف آپ کے خطبات کی اشاعت کیلئے وقف تھے۔

موصوف ویسے تو ساری امت کو کافر بنانے کے فن میں ید طولیٰ رکھتے تھے لیکن اپنی زندگی میں کتنے کافروں کو مسلمان بنایا؟ اسلام کا پیغام کہاں کہاں تک پہنچایا اس کا اندازہ صرف اس ایک حوالے سے لگا لیں:

''دنیا آج بھی جا کر دیکھ سکتی ہے کہ محلہ سوداگران بریلی میں صرف آپ کا خاندان آباد ہے، بقیہ سب ہندو ہیں، جن میں کثیر تعداد شرنارتھیوں کی ہے''۔

(مفتی اعظم ہند کی استقامت، ص ۱۷)

وہ نواب احمد رضا خان جسے ساری دنیا کا امام باور کرایا جا رہا ہے اور جس کے متعلق ان کے سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ اگر موصوف نہ ہوتے تو پورا ہندوستان ہندو، دیوبندی وغیرہ بن جاتا لیکن حقیقت حال اور موصوف کی دین اسلام کی تبلیغ کی تڑپ کا اندازہ اس سے لگا لیں کہ بریلی میں صرف ان کا خاندان بقول ان کے مسلمانوں کا آباد تھا باقی سب کافر ہندو بستے تھے، ایک وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو ساری دنیا میں دین اسلام کا پرچم لہرا گئے، جنہوں نے سمندروں میں گھوڑے اتار دیے، جن کی مقدس سیرت اور عادات و اطوار کو دیکھ کر کئی لوگوں نے اسلام قبول کر لیا، دوسری طرف اسی دین کے سب سے بڑے ٹھیکیدار بننے والوں کا اپنا یہ حال ہے کہ ان کا پورا محلہ ہندو

بنا ہوا ہے۔ نقی علی خان، پھر نواب احمد رضا خان اور اب مولوی مصطفیٰ رضا خان کیا کسی کی ایسی سیرت کردار نہ تھا کہ کم سے کم اس محلے والے ہی مسلمان ہو جاتے؟ مگر ہوتے بھی تو کیسے ان کی اپنی دینی و مذہبی حالت یہ ہے کہ جنہیں دیکھ کر شرمائے یہود!!!!!

جس وقت علمائے اہل السنۃ دیوبند ملک کے چپّے چپّے میں وعظ و نصیحت، تبلیغ اور تعلیم و تعلّم کے سلسلے میں پھیلے ہوئے تھے اس وقت نواب احمد رضا خان صاحب کے شوقِ تبلیغ کا اندازہ اس سے لگائیں کہ ان کے خلیفہ صاحب لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کا کسی جگہ کا سفر کرنا عدم کے حکم میں تھا''۔

(حیات اعلیٰ حضرت، ج ا، ص ۴۱۱)

ایک طرف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت، تابعین و تبع تابعین، محدثین، فقہاء، صوفیاء کا گروہ جنہوں نے دنیا کے چپّے چپّے کا سفر کر کے پوری دنیا کو اسلام کے نور سے منور کیا ان کی سیرت کا بھی مطالعہ کرلیں اور دوسری طرف پوری دنیا کے اسلام کے ٹھیکیدار کا عمل بھی ملاحظہ کرلیں سفر ''عدم'' کے حکم میں ہے، اور ہونا بھی چاہیئے تھا، کیونکہ موصوف کے صرف ایک شہر جبل پور کے ذاتی نوعیت کے سفر پر جس قسم کی عیاشیاں کی گئیں شکر ہے کہ موصوف نے دو تین مزید اسفار نہیں کیے، ورنہ میزبان ''دمڑی'' کے محتاج ہو جاتے، تفصیل آگے آ رہی ہے۔

موصوف نے ایک انجمن قائم کی تھی، مگر اس کا کیا حال ہوا بریلوی صدر الشریعہ کی زبانی ملاحظہ ہو:

''کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ وہاں ایک انجمن کی بنیاد ڈالی گئی، جس کا نام انجمن اہلِ سنّت رکھا اور اس کے جملہ امور میرے سپرد کئے گئے، پھر اسی انجمن کے ماتحت ایک پریس کا اجراء کیا گیا...... انجمن تو مسلمانوں کی بے توجہی سے تھوڑے دنوں کے بعد ختم ہوگئی، نہ اس میں کوئی چندہ دینے والا رہا نہ کام کرنے والا''۔

(تذکرہ اعلیٰ حضرت، ص ۲۷، ۲۸)

اپنی نااہلی کا ملبہ عوام پر ڈالنا تو کوئی انصاف کی بات نہیں، اگر کوئی چندہ نہیں دیتا تو خود خان صاحب جب خاندانی رئیس تھے تو اس قسم کی انجمنوں کو چلانا کوئی بڑی بات تو نہ تھی مولوی منور حسین سیف الاسلام لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت...... کا خاندان اور اس خاندان کے جتنے بھی افراد تھے سب پرانے خاندانی زمیندار تھے''۔

(فاضل بریلوی اور کنز الایمان، ص ۱۴)

اگر عوام نے چندہ نہیں دیا تو اس میں بھی قصور خان صاحب ہی کا ہے ان کو کبھی عوام کی اصلاح کی فکر ہی نہ ہوئی کہ انہیں دین اسلام کی خدمت کی طرف متوجہ کرتے، اس پر مال خرچ کرنے کا جذبہ پیدا کرتے، کیونکہ موصوف کی ساری زندگی بس ایک ہی کام تھا دین اسلام کی خدمت کرنے والے علمائے دیوبند کو کافر بنانا!!!!!

عوام سے آپ کا تعلق کتنا تھا اور ان سے مل کر ان کی اصلاح کا جذبہ کتنا تھا اس کا اندازہ اس حوالے سے لگایا جاسکتا ہے، جناب اقبال احمد رضوی مصطفائی لکھتے ہیں:

''آپ زنانہ مکان میں تشریف رکھتے تھے کہ عوام کی باتوں میں کام نہ ہوگا یا بہت کم ہوگا، اس وجہ سے صرف نماز پنجگانہ کیلئے باہر

تشریف لاتے، تاکہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں یا اتفاقیہ کسی مہمان سے ملنے باہر آئے"۔

(کراماتِ اعلیٰ حضرت، ص ۳۲،۳۳)

یعنی خدا کی رحمت مہمان سے بھی اتفاقیہ ملنے باہر آتے، ورنہ اسے بھی واپس لوٹا دیتے، خان صاحب نے اپنے مذہب یعنی بدعات وعقائد شرکیہ کی تبلیغ کیلئے ایک جماعت "رضائے مصطفیٰ" قائم کی تھی، مگر اس کی حالت ایک بریلوی محقق کی زبانی ملاحظہ ہو:

"اپنی تمام کوششوں اور کاوشوں کے باوجود تبلیغی جماعت کے مقابلے میں جماعت رضائے مصطفیٰ خود کو بہت چھوٹی اور معمولی نوعیت کی محسوس کرتی تھی، اس کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ جماعت کو اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی تھی کہ وہ تبلیغی جماعت کے مقابلے میں اپنے کام کو نمایاں کرکے پیش کرے"۔ (عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست، ص ۱۰۳)

بریلی شہر میں بریلوی عوام کی دینی طور پر ناگفتہ بہ حالت جیسا کہ آپ موقع بموقع اس کتاب میں پڑھ رہے ہیں اس کی بنیادی وجہ بریلی شہر میں بدقماش، بدعمل قسم کے واعظین کا وعظ کرنا تھا۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ نواب احمد رضا خان صاحب کو وعظ تقریر میں کوئی دلچسپی نہ تھی، اس لئے اپنے مدرسہ منظر اسلام بریلی کیلئے مقررین باہر سے بلانے پڑتے، چونکہ مدرسہ میں اتنی جگہ نہ تھی کہ عوام وعلماء کا مجمع ہو، اس لئے بریلی شہر ہی میں مسجد بی بی کے اندر یہ سالانہ جلسہ رکھا جاتا، اس میں کس قماش کے لوگ وعظ کرتے اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

جناب سید ایوب علی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:

"مدرسہ منظر اسلام" کا سالانہ جلسہ مسجد بی بی جی بہاری پور میں منعقد ہوا، جس میں منجملہ دیگر مشاہیر کے مولوی محمد شفیع صاحب ساکن "اٹاوہ" نے بھی شرکت کی، ان دنوں اہالیان بریلی ان کی تقریر کے بہت شائق تھے، جب ان کی تقریر ختم ہوگئی تو وہ مسجد کے اندرونی درجے میں آرام کرنے کیلئے آکر لیٹ گئے، کچھ لوگ آکر پاس بیٹھ گئے ان میں برادرم قناعت علی بھی تھے، موصوف اپنے واقعات بیان کرنے لگے کہ فلاں جگہ مسلمانوں نے میرا یوں استقبال کیا، فلاں جگہ یوں احترام کیا، فلاں جگہ یوں خاطر مدارت کی، اس وقت قناعت علی کے دل میں خیال آیا کہ ان ہی سے بیعت ہو جاؤں کہ معاً ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے زور سے پیٹھ میں گھونسا مارا، انہوں نے فوراً منہ پھیر کر دیکھا تو کوئی نہ تھا، اب جو وارثی صاحب کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ایک ریاست میں راجہ کے یہاں جانے کا اتفاق ہوا، وہاں رات بھر راجہ کی رانیاں اور جوان لڑکیاں میرا جسم، ہاتھ، پیر دابتی رہیں"۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت بحوالہ فیضان اعلیٰ حضرت، ص ۳۵۰)

یہ مولوی شفیع صاحب کوئی معمولی آدمی نہ تھے ان کی ثقاہت کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ جناب احمد رضا خان صاحب کے مدرسے کے سالانہ جلسہ میں بیان کرنے آتے، مزید یہ کہ موصوف جناب نواب احمد رضا خان صاحب کے مریدین میں سے تھے۔

(سیرتِ اعلیٰ حضرت، ص ۹۹۵ بحوالہ فیضان اعلیٰ حضرت، ص ۴۰۹)

اب اندازہ خود ہی لگالیں کہ جن لوگوں نے قوم کی اصلاح کرنی ہو ان کا اپنا حال یہ ہو کہ پوری پوری رات معاذاللہ جوان لڑکیوں اور رانیوں سے جسم دبواتے ہوں وہ قوم کی خاک اصلاح کریں گے؟؟ اندازہ لگائیں یہ وہ لوگ ہیں جو ساری زندگی علمائے دیوبند کو گالیاں

دیتے رہتے ہیں کہ معاذاللہ یہ گستاخان رسول ﷺ ہیں جن کے نزدیک دین کی سب سے بڑی خدمت ان پاکبازانِ امت کو گستاخ ثابت کرنا ہے، جبکہ ان کی اپنی دینی حالت اس ابتری کا شکار رہے!!!!

## نواب احمد رضا خان بریلوی کس قسم کی تبلیغ کرتے تھے؟:

''آج کل اصطلاح علماء میں وہابی اسی کو کہا جاتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی توہین کرتا ہے''۔

(تجلیاتِ امام احمد رضا،ص ۱۵۳)

اب ذرا ان کے محلّے کے بچوں کی حالت ملاحظہ فرمائیں:

''جب بچے کبھی ایک دوسرے سے لڑتے تو ہاتھا پائی بھی نہ کرتے، نہ گالیاں ہی دیتے، ہاں ان کی بڑی سے بڑی گالی بے دین، بدعقیدہ، وہابی، چکڑالوی، دیوبندی، غیر مقلد، نیچری، ندوی وغیرہ تھی''۔

(سیرتِ امام احمد رضا،ص ۵۵)

کیا معمولی معمولی جھگڑوں پر بچوں کا اس طرح ایک دوسرے کو گستاخ رسول ﷺ کہنا ذہنی پستی اور تربیت کا فقدان نہیں تو اور کیا ہے؟ عقل کا دیوالہ پن ملاحظہ ہو کہ بریلوی حضرات کے نزدیک کسی مسلمان کو ''گستاخِ رسول ﷺ'' کہنا کوئی ''گالی'' ہی نہیں!!

فاتح رضاخانیت حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ کو جب ایک مناظرے میں مولوی حشمت علی رضوی نے معاذاللہ گستاخِ رسول ﷺ کہہ دیا تو آپ کی رگ غیرت فوراً پھڑک اٹھی اور للکار کر کہا کہ ''خدا کی قسم تم مجھے گالی دو، اس پر بھی دل ٹھنڈا نہ ہو تو میری ماں کو گالی دو، میرے باپ کو گالی دو، میں شاید برداشت کرلوں، لیکن کوئی مجھے گستاخِ رسول ﷺ کی گالی دے اسے کسی طور برداشت نہیں کرسکتا، اس لیے کہ ؎

جو جان چاہو تو جان دوں جو مال چاہو تو مال دوں
لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ نبی کا جاہ و جلال دے دوں

خبردار جو آئندہ یہ الفاظ منہ سے نکالا۔

(ماخوذ از فتوحاتِ نعمانیہ)

## خان صاحب کی تقاریر پر مختصر تبصرہ:

جیسا کہ ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ وعظ ونصیحت اور تبلیغ وتقریر سے خان صاحب کا کوئی واسطہ وسروکار نہ تھا، ان کی پوری سوانح میں بمشکل تین سے چار تقاریر ملتی ہیں، ایک مختصر سی تقریر میلاد کی حیات اعلیٰ حضرت ج ا،ص ۳۶۰ سے ۳۸۰ پر موجود ہے، جسے پڑھ کر ہر آدمی فیصلہ کرسکتا ہے کہ خاں صاحب میں عقل نام کی کوئی چیز نہ تھی، اس لئے کہ تقریر عوامی مجمع میں تھی اور خان صاحب نے تقریر نحوی قاعدوں پر کرڈالی، اب بھلا رٹے رٹائے نحوی قاعدوں سے حضور ﷺ کے فضائل ثابت کرنے سے عوام کو کیا فائدہ؟ اس موقع پر مجھے ایک لطیفہ یاد آگیا کہ ایک فاضل نئے نئے فارغ ہوئے تھے، کسی گاؤں میں امام لگ گئے، اب علم نے جوش مارا اور درسِ قرآن کا خیال آگیا، چنانچہ

پہلے دن ''الحمدللہ رب العالمین'' پر درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ الحمد میں الف لام ''تعریف'' یا ''جنس'' کا ہے، اس میں نحویوں کا اختلاف ہے کہ لام برائے تعریف یا الف یا دونوں کا مجموعہ۔ دراصل الف لام کی یہ یہ قسمیں ہیں، اب بیچارے دیہاتی ایک دوسرے کا منہ تکتے جا رہے ہیں کہ یہ مولوی صاحب کونسی بولی بول رہے ہیں؟ بس خان صاحب کی یہ تقریر بھی اسی قسم کی ہے!!!!

نیز خان صاحب نے یہ طرز اختیار کر کے کوئی نرالا تیر بھی نہیں مارا، کیونکہ ان سے پہلے میر عبدالواحد گرامی صاحب کافیہ سے مسائل تصوف کا استنباط کر چکے ہیں۔

پھر اس تقریر میں بھی وقت کے اس ''امام بخاری'' نے جعلی اور من گھڑت روایات سے استدلال کیا، مثلاً ایک روایت پڑھتا ہے:

**''السلام علیك یا اوّل السلام علیك یا آخر، السلام علیك یا ظاهر، السلام علیك یا باطن''**

(حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱ ص ۳۶۶)

ہے کسی رضاخانی میں جرأت کہ اس روایت کی کوئی صحیح یا کم از کم ایسی سند پیش کر دے جو فضائل میں مقبول ہو؟

اسی طرح موصوف ایک روایت پڑھتے ہیں:

**یا ابابکر لم یعرفنی حقیقة غیر ربّی**

اے ابوبکر جیسا میں ہوں سوائے میرے رب کے کسی اور نے نہیں پہچانا''۔

(حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۳۶۷، شرح حدائق بخشش ج ۴ ص ۳۷۴)

حالانکہ یہ روایت بھی بالکل گھڑنتو ہے، حدیث کی کسی کتاب میں ہمیں یہ روایت نہیں ملی، خان صاحب نے اس کیلئے حوالہ مطالع المسرات کا دیا۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۳۸۶) تلاش و بسیار کے بعد اس کا سراغ علامہ فاسی علیہ الرحمۃ کی مطالع المسرات ص ۱۲۹ نوریہ رضویہ میں مل ہی گیا، لیکن خان صاحب نے اپنے خراب حافظے کی وجہ سے اس روایت کو بھی غلط پڑھا، اصل روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے:

**''یا ابابکر والذی بعثنی بالحق لم یعلمنی حقیقة غیر ربی''۔**

(مطالع المسرات ص ۱۲۹، المکتبۃ النوریہ الرضویہ لائلپور)

اس کے علاوہ بھی ولادتِ مصطفیٰ ﷺ کے متعلق جعلی روایات کو پڑھا۔

خان صاحب ایک اور روایت پڑھتے ہیں:

''جبرئیل امین ایک پیالہ شربت جنت کا سیدنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے لے کر حاضر ہوئے اس کے نوش فرمانے سے وہ دہشت زائل ہوگئی جو ایک آواز سننے سے پیدا ہوئی تھی، پھر ایک مرغ سفید کی شکل بن کر اپنا پر سیدنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مبارک سے مل کر عرض کرنے لگے **اظهر یا سیّد المرسلین، اظهر یا خاتم النبیین اظهر یا اکرم الاوّلین والآخرین** جلوہ فرمایئے اے تمام رسولوں کے سردار! جلوہ فرمایئے اے تمام انبیا کے خاتم! جلوہ فرمایئے اے سب اگلوں پچھلوں سے زیادہ کریم!''۔

(حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱ ص ۳۸۰، ۳۸۱)

باوجود تلاش و بسیار کے بھی اس جعلی روایت کا سراغ ہمیں کہیں نہیں ملا!!!!

## خان صاحب کا ٹھکانہ دوزخ:

ہم آگے بھی اس حوالے سے ذکر کریں گے کہ خان صاحب کی کتب میں جعلی احادیث کی بھرمار ہے، اس تقریر میں بھی موصوف نے کئی جعلی روایات کو ذکر کیا، ایسے شخص کے ٹھکانے کے متعلق رضاخانی مولوی فیض احمد اویسی لکھتے ہیں:

''بیہقی نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص جھوٹی بات بنا کر میری طرف منسوب کرے گا اس کا ٹھکانہ دوزخ میں ہوگا، چنانچہ حضورا کرم ﷺ نے ایک شخص کو کہیں بھیجا تھا، اس نے جا کر جھوٹی باتیں گھڑیں اور ان جھوٹی باتوں کو حضورا کرم ﷺ کی طرف منسوب کیا، آپ نے اس کے خلاف دعا کی نتیجہ یہ ہوا کہ مرنے کے بعد اس شخص کا پیٹ پھٹ گیا اور زمین میں دفن کیا گیا تو زمین نے اسے باہر نکال پھینکا''۔

(شرح حدائق بخشش، ج۲،ص ۲۱۹)

یاد رہے کہ کسی دوسرے کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اس بیچارے کو اس روایت کے جھوٹے ہونے کا علم نہ تھا اس لئے بیان کر دیا، لیکن خان صاحب کے متعلق تو رضاخانیوں کا دعویٰ ہے کہ احادیث کی اسناد، راویوں کا حال ہر وقت نوکِ زبان پر رہتا، لہٰذا اس دعوے کی صورت میں یہ ماننا پڑے گا کہ خان صاحب نے جان بوجھ کر یہ جھوٹی باتیں رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیں اور قبر نے بھی اسے قبول نہیں کیا، خدا جانے اس وقت جو مزار خان صاحب کا بنایا گیا ہے اس میں کون ہے؟؟

خان صاحب ایک اور روایت پڑھتے ہیں:

''ایک علم مشرق دوسرا مغرب اور تیسرا بام کعبہ پر نصب کیا گیا اور بتایا گیا کہ ان کا دارالسلطنت کعبہ ہے اور ان کی سلطنت مشرق سے مغرب تک تمام جہاں انہیں کی قلمرو میں داخل ہے''۔

(حیات اعلیٰ حضرت، ج۱،ص ۳۸۰)

یہ ایک تفصیلی روایت کا ٹکڑا ہے، جسے خصائص الکبریٰ میں نقل کیا گیا ہے:

**وَرَأَيْتُ ثَلَاثَةَ أَعْلَامٍ مَضْرُوبَاتٍ عَلَمًا فِي الْمَشْرِقِ وَعَلَمًا فِي الْمَغْرِبِ وَعَلَمًا عَلَى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ**

مگر خود علامہ سیوطیؒ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ میری اس کتاب میں سب سے زیادہ منکر روایت (شدید ترین ضعیف) یہی ہے اور میرا دل ہرگز اس کیلئے آمادہ نہ تھا کہ میں اس کو اپنی کتاب میں نقل کروں، مگر چونکہ مجھ سے پہلے ابونعیم اس کو نقل کر چکے تھے، لہٰذا میں نے ان کی اتباع میں اس کو نقل کر دیا:

**قلت هَذَا الاثر والاثر ان قبله فِيهَا نَكَارَة شَدِيدَة وَلم أورد فِي كتابي هَذَا اشدّ نَكَارَة مِنْهَا وَلم تكن نَفسِي لتطيب بايرادها لكني تبعت الْحَافِظ أَبَا نعيم فِي ذَلِك.**

(الخصائص الکبریٰ، ج۱،ص ۱۲۲)

اب ایسی شدید ضعیف روایت کہ علامہ سیوطی کا دل اسے حضور ﷺ کے فضائل میں نقل کرنے پر بھی آمادہ نہیں تھا، وقت کا یہ نام نہاد امام بخاری اسے نقل کر کے اس سے استدلال بھی کر رہا ہے۔

چونکہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ خان صاحب اپنے فتاویٰ شاگردوں سے تیار کرواتے، کاش کہ ان کی تقاریر کا مجموعہ چھپ جاتا تو موصوف کے علم کا بھانڈا ابھی بیچ چوراہے پر پھوٹ جاتا۔ ملفوظات اور ان چند تقاریر میں جا بجا جعلی روایات، غلط عربی عبارات وغیرہ سے خان صاحب کی علمی حیثیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ احادیث کے متن و اسناد اور فقہی جزئیات یا دیگر علمی مسائل پر اس آدمی کی گرفت کتنی مضبوط تھی!!!!

## پٹنہ کی تقریر میں حضرت امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب سے استفادہ:

پٹنہ کی ایک مختصر تقریر میں خان صاحب کہتے ہیں:

''مگر اوّلاً و بالذات پر تو ذات وظل صفات، جامع الکمالات حضور سید الکائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات ہے، پھر ثانیاً و بالعرض حضور کی وساطت سے مرتبہ بہ مرتبہ تمام عالم اس تجلّیٰ نور سے روشن ہے...... جیسے بلا تشبیہ چہاردہ کو اشیاء کہ آفتاب سے حجاب میں ہیں بذات خود اس سے نور لینے کے قابل نہیں، چودھویں رات کو چمکتا چاند متوسط ہو کر خود آفتاب سے نور لیتا اور اپنے نور سے تمام روئے زمین کو روشن کر دیتا ہے تو اگر جس قدر چاندنی پھیلی ہوئی ہے سب روشنی آفتاب ہی کی ہے، مگر چاند کے وساطت سے ملی ہے''۔

(حیات اعلیٰ حضرت، ج ا، ص ۳۸۴)

یہاں موصوف نے اوّل تو بالذات و بالعرض کی اصطلاح کو قبول کیا اور اس کیلئے مثال بھی امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحذیر الناس سے سرقہ کی، مگر فرق صرف یہ ہے کہ حضرت امام نے سورج و چاند کی مثال دی اور اس نے سرقہ کے الزام سے بچنے کیلئے چاند و زمین کی مثال دی، مگر اپنی موٹی عقل سے سمجھ نہ سکا کہ چاند کی مثال بالذات کی بن ہی نہیں سکتی، کیونکہ وہ بھی سورج کی وساطت سے منور ہے نہ کہ بذاتِ خود جیسا کہ وہ خود اس کا اقرار بھی کر رہا ہے!!!!

## جعلی روایت کو صحیح حدیث بنا ڈالا:

خان صاحب پٹنہ کی تقریر میں کہتے ہیں:

''صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ روز جمعہ سورہ کہف کی تلاوت کی جائے، مقام تلاوت سے مکہ معظمہ اور اس جمعہ سے جمعہ آئندہ اور تین روز زائد تک روشن کر دیتی ہے''۔

(حیات اعلیٰ حضرت، ج ا، ص ۳۸۵)

حالانکہ یہ خان صاحب کی صریح کذب بیانی ہے، ان الفاظ کے ساتھ کوئی صحیح حدیث دنیا میں موجود نہیں، امام عراقیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اس حدیث کی سند باوجود تلاش کے نہیں ملی، البتہ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ یہ روایت ملی مسند دیلمی میں کہ جو روزِ جمعہ سورہ کہف پڑھے تو پڑھنے کے مقام سے مکہ تک ایک نور اسے عطا کیا جاتا ہے اور صبح تک فرشتے اس پر رحمت بھیجتے ہیں...... الخ مگر اس میں ایک راوی اسمٰعیل بن ابی زیاد ہے جو کذاب و متروک راوی ہے۔

**(روى ابن عباس وأبو هريرة رضي الله عنهم مرفوعاً) أي رفعاه إلى رسول الله - ﷺ - (قال من قرأ سورة الكهف ليلة الجمعة أو يوم الجمعة أعطي نورًا من حيث يقرأوها إلى مكة وغفر له إلى الجمعة الأخرى**

وفضل ثلاثة أيام وصلى عليه سبعون ألف ملك حتى يصبح وعوفي من الداء والدبيلة وذات الجنب والبرص والجذام وفتنة الدجال) لفظ القوت وروى ابن جريج عن عطاء عن ابن عباس وأبي هريرة قال قال رسول الله -ﷺ- من قرأ فساقه والمصنّف تبعه في هذا السياق بتمامه

قال العراقي: لم أجده في حديثهما وللبيهقي نحوه من حديث أبي سعيد اهـ۔

قلت: أما حديث أبي هريرة فوجدته عند الديلمي في مسند الفردوس أخرجه من حديثه يرفعه بلفظ من قرأ سورة الكهف في ليلة الجمعة أعطي نورًا من حيث مقامه إلى مكة وصلت عليه الملائكة حتى يصبح وعوفي من الداء والدبيلة وذات الجنب والبرص والجنون والجذام وفتنة الدجال قال الحافظ ابن حجر فيه إسماعيل بن أبي زياد متروك كذبه الدارقطني

(تخریج احادیث احیاء علوم الدین، ص ۴۴۶)

قاضی شوکانی نے تو خان صاحب کی پیش کردہ روایت کو بالکل جعلی وموضوع کہا ہے۔

حدیث: "مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْكَهْفِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ أُعْطِيَ نُورًا، مِنْ حَيْثُ قَرَأَهَا إِلَى مَكَّةَ، وَغُفِرَ لَهُ إلى الجمعة الأخرى، وفضل ثلاثة أيام ـــ إلخ.

وَهُوَ حَدِيثٌ طَوِيلٌ مَوْضُوعٌ.

(الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة، ص ۳۱۱)

علامہ ابوالحسن کتانی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں تین آدمی ہیں، ایک ابراہیم بن محمد بن حسن الاصبہانی الطیان دوسرا حسین بن قاسم الزاہد تیسرا اسمعیل بن زیاد۔ پہلا راوی متہم بالکذب ہے، حدیث رسول ﷺ پر جھوٹ بولنے کی وجہ سے ہی اسے ہمذان سے نکال دیا گیا تھا، ابن جوزی نے ان سے روایت کرنے کو ناجائز کہا ہے، ابو جعفر فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے ان کے شیخ اسمعیل بن زیاد الزاہد کے بارے میں پوچھا جن سے موصوف روایت کرتے ہیں تو یہ ان کو جانتے تک نہ تھے۔

(المغنی، میزان الاعتدال، لسان المیزان، اکمال الاکمال)

اسمعیل بن زیاد کا حال پہلے معلوم کر چکے کہ متروک کذاب راوی ہے، اس سند پر کتانی نے کیا خوب تبصرہ کیا کہ:

إبراهيم بن محمد الطيان عن الحسين بن القاسم عن إسماعيل بن زياد ظلمات بعضها فوق بعض

(تنزيه الشريعة ج: ۱ ص ۳۰۱)

یہ وہ گھڑنتو راویوں کی روایت ہے جسے خان صاحب صحیح حدیث کہہ رہے ہیں، خان صاحب کی صحیح احادیث سے جہالت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ وہ یہ روایت نورِ معنوی کے ثبوت کیلئے لائے، حالانکہ سورہ کہف کی فضیلت میں نورِ معنوی سے متعلق صحیح موقوف حدیث ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے، **من قرأ سورة الكهف ليلة الجمعة أضاء له من النور فيما بينه وبين البيت العتيق،** مگر موصوف اس کو چھوڑ کر ایک جعلی روایت کو حدیث اور وہ بھی صحیح بنانے پر تلے ہوئے ہیں، اس قسم کی جہالتوں سے متعلق آگے مستقل ایک

پورا باب آرہا ہے، یادرہے کہ سوئے حافظہ کی وجہ سے اس جعلی روایت کو بھی موصوف پورا نہ پڑھ سکے۔

## اپنی ہی تقریر کی مخالفت اور اپنی مدح سرائی پر خوشی:

خان صاحب بریلوی اپنی پٹنہ کی تقریر میں کہتے ہیں:

﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ﴿١٨﴾ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ﴿١٩﴾ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ﴿٢٠﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ﴿٢١﴾﴾ [سورۃ اللیل]

قریب ہے جہنم سے بچایا جائے گا وہ سب سے اتقی جو اپنا مال دیتا ہے ستھرا ہونے کو، اور اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، مگر اپنے پروردگار برتر کا وجہ کریم چاہنا اور قریب ہے کہ وہ اس سے راضی ہو جائے گا۔

بشہادت آیت اولیٰ ان آیات کریمہ سے وہی مراد ہے جو افضل و اکرم امت مرحومہ ہے اور وہ نہیں، مگر اہل سنت کے نزدیک صدیق اکبر۔

اور تفضیلیہ و روافض کے یہاں امیر المومنین مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم مگر اللہ کیلئے حمد کہ اس نے کسی تلبیس و تدلیس کو جگہ نہ چھوڑی۔ آیتِ کریمہ نے ایسے وصف خاص سے **اتقی** کی تعیین فرما دی، جو صدیق اکبر کے سوا کسی پر صادق آ ہی نہیں سکتا"۔

(حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱،ص ۲۹۳،۲۹۴)

خان صاحب کہتے ہیں کہ "اتقی" کی جو صفت ہے وہ اہل سنت کے نزدیک صرف اور صرف حضرت ابوبکر صدیق پر صادق آتی ہے، اس کے علاوہ کسی پر نہیں اور کسی اور پر اس کو فٹ کرنا تلبیس و تدلیس اور طریقہ روافض ہے، مگر دوسری طرف خان صاحب کو اسی صفت سے مولانا شاہ احمد نورانی کے والد شاہ عبد العلیم میرٹھی نے متصف کیا اور خان صاحب اس پر خوشی سے پھول گئے، چنانچہ انہوں نے خان صاحب کی مدح میں یہ اشعار کہے:

عیاں ہے شانِ صدیقی تمہاری شانِ تقویٰ سے
کہوں نہ اتقیٰ نہ کیوں کر جب کہ خیر الاتقیاء تم ہو

(حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱،ص ۱۷۷)

عیاں شانِ صدیقی کے لفظ سے واضح ہوا کہ رضاخانیوں کے نزدیک بغیر کسی تاویل کے خان صاحب معاذ اللہ وہی والے اتقیٰ ہیں جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے، کیونکہ آپ سے معاذ اللہ وہی تقویٰ ظاہر ہوا جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہوا، خان صاحب کے ظلم کا اندازہ اس سے لگائیں کہ یہ لقب حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کیلئے وہ منتخب کرنے کو تیار نہ تھے، مگر اپنے بارے میں اس لقب کو سن کر خوش ہو رہے ہیں، گویا یہ آدمی معاذ اللہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے بھی خود کو بڑھ کر سمجھتا تھا!!!!!

اپنے مرید سے اس گستاخی، تلبیس و تدلیس کے صدور پر موصوف کتنے خوش ہوئے، اس کا اندازہ اس سے لگا لیں کہ موصوف نے شاہ عبد العلیم میرٹھی کو اپنا سب سے قیمتی جبہ دیا، جس کی قیمت اس وقت کے زمانے میں ڈیڑھ سو روپے تھی۔

(ملاحظہ ہو حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱،ص ۱۷۸)

خان صاحب کے اس طرزِ عمل کو بھی ملاحظہ کریں اور پھر جناب فیض احمد اویسی صاحب کی یہ کذب بیانی بھی پڑھیے:

''امام احمد رضا...... کا کمال ہے کہ آپ کسی سے کسی کی مذمت پر جوشِ غضب اور جذبۂ انتقام ابھر آئے ایسے ہی کسی کی مدح سے آپ کبھی خوش نہ ہوئے''۔

(شرح حدائق بخشش، ج ۳، ص ۲۵۷)

جب کسی کی مداح سرائی پر خوش نہیں ہوتے تھے، یہی آپ کا سب سے بڑا کمال تھا تو یہاں کیوں خوشی کے مارے اپنی گستاخانہ مدح سرائی پر جنے تقسیم کر رہے ہیں؟؟؟؟

## بیان میں اصلاح کی کوئی نیت نہ ہوتی اور بیانات سے رضاخانیوں کی عدم دلچسپی:

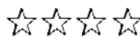
خان صاحب کی مخالفین کے خلاف جو ایک ہی تقریر ہم تک پہنچی اس سے صاف عیاں ہے کہ موصوف کو اپنے مخالفین کی ہدایت کی کوئی پرواہ نہ تھی ان کا مقصد بس مخالف کو چپ کرانا اور ذلیل کرانا تھا، جو علمی تکبّر کی بدترین علامت ہے، چنانچہ پٹنہ کی اس تقریر کے متعلق رضاخانیوں کا تبصرہ ہے کہ:

''مولانا احمد رضا خان کا بیان ہو رہا ہے اور سنا ہے کہ ندویوں کے سرغنہ بھی آئے ہوئے ہیں، اس وقت ہمارے پٹھان کے وار دیکھنے کے قابل ہیں، چلیے! ہم سب بھی جلسے میں پہنچے، بہت زوردار بیان مولانا فرما رہے تھے اور یہ معلوم کر کے ندوی ملانے اپنے کو مخفی کئے ہوئے یہاں موجود ہیں ندوہ پر اشد کامل ردّ فرما رہے تھے، جس کو سننے کی صنادید ندوہ کو تاب نہ رہی اور وہ ایک ایک دو دو کر کے کھسکنا شروع ہوئے''۔

(حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۳۵۵)

خان صاحب کی تقریر جو آگے نقل کی گئی، اس میں اہلِ ندوہ کو ''خبیث، وہابی، شیطان، نجدی شیطان، ذلیل، مکار، خارجی'' جیسے القابات سے نوازا گیا، اگر یہی القاب کوئی خان صاحب کو دے دے تو رضاخانیوں کی دس گز زبان باہر نکل آتی ہے کہ ہائے اعلیٰ حضرت کو گالیاں کیوں دی؟؟؟؟

خان صاحب کا یہ بیان عشاء کے بعد ہی شروع ہو گیا تھا مگر آپ اس واقعہ میں دیکھیں کہ رضاخانی مولوی جلسہ چھوڑ کر سونے آ گئے تھے حالانکہ ایک عام سی بات ہے کہ جب کسی جلسہ میں کسی بڑے آدمی کے بیان کا اعلان ہو تو دور دور سے لوگ کام چھوڑ کر ذوق و شوق سے بیان کے انتظار میں جلسہ گاہ میں بیٹھے رہتے ہیں، لیکن رضاخانیوں کو بھی علم تھا کہ کوئی علمی بات تو کرنی نہیں اس آدمی نے، اس لئے آرام ہی کر لو، لیکن جب پتہ چلا کہ مخالفین کو ردّ کے نام پر ذلیل کیا جا رہا ہے تو نفس کی تسکین کیلئے دوڑے دوڑے بیان میں چلے آئے، جس انداز سے یہ لوگ خان صاحب کو مخاطب کر رہے ہیں وہ بھی واضح کر رہا ہے کہ ان کی نظر میں خان صاحب کوئی ''طرم خان'' نہ تھے بلکہ زیادہ سے زیادہ ایک ''پٹھان مولانا'' تھے۔



# خان صاحب بحیثیت ایک صوفی بزرگ

نواب احمد رضا خان صاحب کی زندگی میں ہمیں ماضی کے بزرگوں کی ریاضت، چلہ کشی، ذکر واذکار سے دلچسپی، مجاہدات اور اس قسم کی دیگر صوفیانہ لوازمات کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی۔

اگر آپ پچھلے بزرگوں کی سوانح حیات وسیرت کا مطالعہ کریں تو اس میں اللہ والوں کی صحبت، تہجد ونوافل کی کثرت، ذکر واشغال کی مشغولیت، چلہ کشی، بھوک و پیاس کی مشقت، مگر خان صاحب کی زندگی ان باطنی امور سے بالکل خالی نظر آتی ہے، خود ان کے سوانح نگاروں کی زبانی ملاحظہ فرمالیں:

''مگر افسوس ہے سوانح نگاروں پر جنہوں نے اعلیٰ حضرت کی صوفیانہ زندگی، عشقِ رسول وسوزِ جگر، حزن وملال اور کیفیتِ قلبی، سرورِ باطنی، احتیاطِ ظاہری کا کہیں ذکر تک نہیں کیا''۔

(المیزان ص ۲۱۷، انوارِ رضا ص ۲۳)

''جو کچھ سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے وہ سب علمی اکھاڑے کی باتیں ہیں، ان کتابوں میں کہیں بھی سلوک کی پگڈنڈی نظر نہیں آتی، جو انتشار پسند ذہنوں کو تقویت پہنچا سکے''۔

(المیزان ص ۲۱۸)

بھلا سلوک وریاضت وتصوف کی مہک بھی کبھی محسوس کی ہوتی تو یہ سب کچھ ملتا، احمد رضا کے پیر ومُرشد جو کتوں کو پالنے کے شوقین تھے وہ تو خود ابھی تک سلوک اور تزکیہ کے محتاج تھے، اسی لئے تو انہوں نے احمد رضا کو بغیر مشقت ومجاہدہ کے پہلی ملاقات میں خلافت دے دی۔

(المیزان ص ۳۶۷)

بائیس (۲۲) سالہ احمد رضا کو بلا تزکیہ ومجاہدہ خلافت سے نوازنا ان پیر صاحب کیلئے کچھ تعجب خیز نہیں، اس لئے کہ ان کے ہاں خلافت ملنا بہت آسان تھی، اس سے زیادہ تعجب خیز واقعہ سنیئے کہ اسی پیر صاحب نے احمد رضا کے بیٹے مصطفیٰ رضا کو چھے ماہ کی عمر میں خلافت دے دی تھی۔

(دیکھئے مقدمہ سامانِ بخشش ص ۹)

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشایخ نفلوں کو بھی فرض کی سی اہمیت دیتے ہیں، بندہ مومن نفلوں کے ذریعہ خدا کا محبوب بنتا ہے۔

(الفتح الربانی مجلس ۴۱)

مگر خان صاحب کا حال بھی ملاحظہ ہو:

''میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہائے کرام نے لکھا ہے سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں، لیکن الحمد للہ سنتیں کبھی نہ

چھوڑیں، نفل البتہ اسی روز سے چھوڑ دیے''۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ چہارم، ص ۵۰)

جو آدمی نفل تک نہ پڑھتا ہو اس سے تہجد، ذکر و اذکار اور راہِ تصوف کے دیگر لوازمات کی امید رکھنا ہی عبث ہے، ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحب کو نہ معلوم یہ تشویش کیوں ہوئی کہ:

''اب تک سوانح نگاروں نے جو کچھ لکھا ہے اس میں امام اہل سنت فاضل بریلوی کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ ضرور کیا ہے، مگر آپ کی زندگی کا وہ پہلو جس کا تعلق براہ راست روحانیت سے ہے اس پر بہت کچھ لکھنا باقی ہے''۔

(امام احمد رضا کے افکار و نظریات، ص ۳۹، ۴۰)

جن حضرات نے نواب احمد رضا خان کی سیرت و کردار پر لکھی جانے والی کتب کا مطالعہ کیا، ان سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ان کے سوانح نگار ''پر سے پرندہ'' بنانے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں، نواب صاحب کی عظمت کو ثابت کرنے کیلئے بڑے سے بڑا جھوٹ بولتے ہوئے بھی بالکل نہ شرمائیں گے، ایسی حالت میں اگر تصوف و روحانیت پر کچھ نہ لکھا، یا بہت کم لکھا تو اس کا مطلب صاف اور سیدھا یہی ہے کہ کچھ ملا ہو گا تو لکھیں گے؟ جب خان صاحب کی زندگی اس پہلو سے بالکل صفر ہے تو لکھنے والا بھی آخر کتنا جھوٹ لکھے گا!!!!

☆☆☆☆

# نواب احمد رضا خان صاحب کی تصنیفی و فقہی خدمات

## مجدد صاحب کی تصانیف کی مقبولیت کا حال:

خان صاحب بریلی کی تصانیف عوام میں اور خود ان کے ماننے والوں میں کتنی مقبولیت حاصل کر سکی ،اس کا اندازہ حکیم صاحب کے اس کفِ افسوس ملنے سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، عبد الحکیم اختر شاہجہاں پوری لکھتا ہے:

''دنیائے اسلام کے اس مایہ ناز محقق کے کتنے ہی علمی جواہر و ذخائر بریلی شریف میں کیڑوں کی خوراک بن رہے ہیں، کیا یہ تاریخی المیہ علم دوست حضرات کو خون کے آنسو نہ رلاتا ہوگا''۔ (سیرت امام احمد رضا ص ۹)

موصوف مزید اپنوں کی بے حسی کا رونا روتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مسلمان اہل سنت و جماعت خصوصاً علمائے اہلسنت کی بیداری کی داد کون دے سکتا ہے، پھر اس نابغۂ عصر کے علمی کارناموں اور تحقیق جواہر پاروں کو کما حقہ محفوظ بھی نہیں کیا اور نہ یگانوں اور بیگانوں کو اپنے اس محسن کی علمی عظمت سے آشنا کرانے کی خاص زحمت ہی گوارا فرمائی''۔ (سیرت امام احمد رضا ص ۱۷)

احمد رضا خان کی اکثر تصانیف علمائے دیوبند اور اس وقت انگریزوں کے خلاف برسرِ پیکار لوگوں کے خلاف لکھی گئی ہیں، موصوف کے ماننے والے ان کی تصانیف کو ایک ہزار سے بھی اوپر بتلاتے ہیں، مگر ان میں مستقل تفسیر پر کوئی کتاب، حدیث کی کتب پر کوئی شرح، سیرت النبوی ﷺ یا اصولِ حدیث یا فضائل درود وغیرہ جیسے موضوعات پر کوئی کتاب ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی اگر ملے گی تو:

غیر مقلد وہابیوں نے امام اعظم ابوحنیفہ وغیرہ ائمہ اسلام کی تقلید و اتباع کو شرک و کفر کہا تو اعلیٰ حضرت نے ان وہابیوں غیر مقلدین کے رد میں دو سو سے زیادہ کتابیں تصنیفات فرمائیں''۔ (سوانح امام احمد رضا ص ۱۵)

## مجدد صاحب کا دوسروں سے علمی استفادہ:

رضاخانی مجدد بدعات کے چند ذاتی خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مختلف اوقات میں اپنے خلفاء سے علمی استفادہ کرتے اور ان کی تحقیقات کو اپنے نام سے شائع کرتے ،جس سے مجدد صاحب کے تحقیقی ذوق کا بھانڈا بیچ چوراہے پھوٹ پڑتا ہے، ملاحظہ ہو:

''اور کتابوں سے کچھ ملے تو اور عنایت ہو پہلے آپ نے بہت کتابوں کی عبارتیں اس بارے میں کہ اذانِ جمعہ زمانہ اقدس میں دروازہ پر ہوتی تھی ان تفاسیر سے کہ میرے پاس نہیں نقل کر کے بھیجی تھیں، وہ پرچہ باحتیاط رکھ دیا تھا اب تلاش کیا نہ ملا''۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۳ ص ۴۱۰)

''عبارات تفاسیر آئیں، مابقی بھی درکار ہیں...... روح المعانی کیا ہے؟ یہ آلوسی بغدادی کون ہے؟ بظاہر کوئی نیا شخص ہے، آزادی زمانہ کی ہوا کھائے ہوئے ہے، مصنف کا ترجمہ یا کتاب کا سال تصنیف لکھا ہو تو اطلاع دیجئے، مدارک کا کوئی حاشیہ ہو تو اس کی عبارت کی زیادہ ضرورت ہے''۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج ۳ ص ۳۶۵)

''آپ نے پہلے ایک خط میں کچھ عبارات تفاسیر جس میں نسخ کریمہ مذکور تھا بھیجی تھیں، وہ خط ہر چند تلاش کیا نہ ملا، یہ عبارات بھی بھیج دیجئے''۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج ۳ ص ۳۸۳)

''مجھے کافی شرح وافی اور غایۃ البیان اتقانی اور مبسوط شرح شمس الآئمہ سرخسی سے بحث ماء مطلق و ماء مقید تمام وکمال کی ضرورت ہے، بعجلت تام ان کی تعریفیں اور ضوابط وجزئیات اور مطبوخ ومخلوط کے احکام بالتفصیل درکار ہیں''۔

(حیات اعلیٰ حضرت، ج ۳ ص ۳۸۵)

''کل کے کارڈ میں اتنا لکھنا رہ گیا تھا کہ نبیذ تمر سے وضو کے بارے میں جتنی بحث مبسوط سرخسی و غایۃ البیان میں ہو وہ بھی بتمامہ درکار ہے''۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج ۳ ص ۳۸۶)

ریحان عطاری لکھتا ہے:

''استفتا ہوتا تو حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، مولانا ظفر الدین بہاری یا مولانا سید شاہ غلام محمد صاحب بہاری کے حوالے فرماتے ہیں''۔ (حیات اعلیٰ حضرت بحوالہ فیضان اعلیٰ حضرت، ص ۱۱۰)

بریلوی محدث کچھوچھوی کہتا ہے:

''اعلیٰ حضرت کی عادت کریمہ یہ تھی کہ استفسار (سوالات) ایک ایک مفتی کو تقسیم فرما دیتے اور پھر ہم لوگ دن بھر محنت کر کے جوابات مرتب کرتے''۔ (فیضان اعلیٰ حضرت، ص ۲۲۳)

ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''خطبات وملفوظات کے علاوہ ہزار سے زاید کتب تو نرا دعویٰ ہی ہے دنیائے وجود میں اس کا کوئی نشان نہیں، ہاں البتہ محمد عبد الواحد جیسے لوگوں کا مسروقہ مال تھانوی صاحب کے کھاتے میں ڈال دیا گیا ہو تو وہ ایک علیحدہ بات ہے''۔

(کشف القناع، ج ا، ص ۲۳۰)

یہی ہم کہتے ہیں کہ ہزار تصانیف کا دعویٰ نرا دعویٰ ہے کوئی مائی کا لعل اسے ثابت نہیں کر سکتا ہاں شاگردوں کا اس طرح مسروقہ مال خان صاحب کے ذمہ لگا دیا گیا۔

## مجدّد صاحب کی تو کتب ہی ضائع ہو گئی تھیں پھر یہ سب کس کا مواد ہے؟:

نواب احمد رضا خان صاحب کے بیٹے مصطفیٰ رضا خان نے اپنے باپ کے مرنے کے تین سال بعد جو خط ظفر الدین بہاری کو لکھا اس میں یہ انکشاف کیا:

''اعلیٰ حضرت کا کتب خانہ نہایت برباد ہے، نہ صرف کتب خانہ بلکہ تصنیفات اعلیٰ حضرت قدس سرہ ضائع ہو چکی ہیں، ایسا سنتا رہا ہوں ایک جلد پانچویں فتاویٰ کی برسہابرس سے غائب ہو چکی ہے''۔ (جہان ملک العلماء، ص ۸۷۵)

معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت کا کتب خانہ برباد اور تصانیف ضائع ہو چکی تھیں، ماقبل میں حکیم موسیٰ امرتسری کا حوالہ گذر چکا کہ کئی تصانیف کیڑوں کی خوراک بن چکی ہیں اور کماحقہ ان کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہیں ہو سکا، لہٰذا ایسا لگتا ہے کہ احمد رضا خان نے سوائے چند رسائل

فتاویٰ کی صورت میں جن میں اس کو اپنے شاگردوں خصوصاً ظفر الدین بہاری کی خصوصی معاونت حاصل تھی کے علاوہ کوئی کتاب نہیں لکھی اور بعد میں مختلف لوگوں سے کتب لکھوا کر خان صاحب کے نام سے شائع کروائی گئی، مفتی اقتدار خان نعیمی لکھتا ہے:

''فتاویٰ مکمل طور پر اعلیٰ حضرت کی حیات طیبہ میں شائع نہیں ہوا، ایک قول ہے کہ صرف پہلی جلد آپ کی موجودگی میں شائع ہوئی، ایک قول ہے کہ بالکل آخری ایام میں شائع ہوئیں، مجدد ملت بریلوی مطبوعہ کو دیکھ نہ سکے، ایک قول ہے کہ آپ کے بعد نزدیکی دور میں شائع ہوا، واللہ اعلم بالصواب۔ باقی مجلدات تو بہت بعد میں شائع ہوئیں اور فتاویٰ رضویہ تقریبا آٹھ یا نو جلدوں کا مسودہ تو طابعین حضرات کو بدست مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس حالت میں وصول ہوا کہ طبع تو درکنار اس کی ترتیب بھی ایک دشوار اور محنت طلب کام تھا، طابعین کرام خصوصا مولانا قاری رضا المصطفیٰ اعظمی اور اراکین دار العلوم امجدیہ ومکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی اور مکتبہ علویہ فیصل آباد والے محبوبین کی اس فتاوے سے عقیدت اور محبت اور شفقت کی حد تک قلبی فکری محنت ولگن کا نتیجہ ہے کہ اسلام کا یہ عظیم ذخیرہ آج مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے، یہ مسودات از جلد سوم تا جلد یازدہم مضبوط مجلد مبوب اور محفوظ شکل میں نہ تھا، بلکہ کاپیوں، غیر مجلد اکھڑے پکھڑے رجسٹر سائز کاغذوں اور ورقوں اور چھوٹے پرزوں کی شکل میں طابعین ناشرین کو ملا اور کئی اوراق تو کیڑوں نے بھی کھائے تھے، بعض اتنے مدھم ہو چکے تھے کہ پڑھنا دشوار بعض مسائل اپنے اندازے سے عبارت بنا کر لکھے گئے جس کا اعتراف خود ناشرین وطابعین نے کیا ہے، چنانچہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم مقدمہ عرض حال صفحہ بحساب حروف ابجد (ر) پر لکھا ہے کہ دو فتاویٰ اول ودوم شائع ہو چکے ہیں لیکن تیسری جلد جو مسودہ مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم عالیہ کے پاس تھا یہ مسودہ بکھرا ہوا مبوب اور مفصل نہ تھا، اصل مفقود ونقل درنقل یہ چوتھی نقل تھی کا پیاں، بڑی عرق ریزی کرنا پڑی، اپنی بساط بھر مبوب ومفصل کرنا پڑی، اس کے باوجود ہمیں مکمل حالت میں دستیاب نہ ہوا، کچھ رسائل چوری ہو گئے، کچھ کرم فرماؤں نے واپس نہ کئے اور کچھ رسائل وجوابات ناقص ملے، بعض اوراق کیڑوں نے بری طرح چاٹ لئے تھے، جہاں عبارتیں خود بنانی پڑیں، ما سبق وما لحق پر غور کیا گیا، صفحہ (ش) پر لکھا ہے الغرض صحت کا خاص خیال رکھا گیا ہے، پھر بھی اگر کہیں کوئی کمی رہ گئی ہو تو یہ ہماری نظر کی کوتاہی اور بصیرت کی کمی ہوگی، اعلیٰ حضرت...... کا دامن اس سے پاک ہوگا، فتاویٰ جلد ہشتم ص (۲) پر لکھا ہے گذشتہ جلدوں کی طرح اس جلد میں بہت سی جگہ الفاظ بلکہ (پوری پوری) عبارت اندازہ سے درست کی گئی ہے، ان نقلی مسودوں میں کتابت کی غلطیاں تھیں، حتی الامکان درست کیا گیا، چند جگہیں ایسی ہیں جہاں ہم کوئی فیصلہ نہ کر پائے''۔

(نقشہ نعل پاک، ص ۳۵، ۳۶)

جب مسودے ہی کیڑے کھا گئے اور بعد میں خود سے عبارتیں بنا بنا کر ڈالی گئیں تو کیا بعید ہے کہ پورے پورے فتاویٰ اور رسائل خود سے لکھ کر شامل کئے گئے ہوں، شاید اسی واسطے انہیں شائع کرنے میں اتنا عرصہ لگا!!!!

## ہمارے اس تجزیہ پر ایک نظیر:

جیسا کہ ہم نے کہا کہ خان صاحب نے اپنی زندگی میں چند فتاویٰ اپنے شاگردوں کی مدد سے تیار کئے، خان صاحب کی زندگی کے بعد جتنا مواد ان کے نام پر چھاپا گیا اور اب تک چھپ رہا ہے، سب بعد والوں کی کارستانیاں ہیں، خان صاحب کا ان تصانیف سے کوئی تعلق

نہیں، اس پر ایک تازہ نظیر ملاحظہ ہو کہ رضاخانی کس طرح اپنے بزرگوں کی کتب میں تدسیسات و اضافہ کرتے ہیں، حال ہی میں رضاخانیوں نے فیض احمد اویسی کی شرح حدائق بخشش چھاپی ہے، اس کی جلد ۶، ص ۱۷۱، ۱۷۲ مطبوعہ اکبر بک سیلز لاہور فروری ۲۰۲۰ پر مولانا ابوایوب قادری صاحب زید مجدہ کی حدائق بخشش کے ایک شعر پر مدلل اعتراض کا جواب دینے کی ناکام کوشش کی گئی۔

اس کے علاوہ لکھا گیا:

''مولوی ایوب نے بھی اپنی جہالت سے مجبور ہو کر ۳ جلدوں میں دست و گریباں نامی کتاب لکھی، جو جھوٹ اور بہتان سے بھری ہوئی ہے اور اپنی جہالت کا خوب مظاہرہ کیا''۔

(شرح حدائق بخشش ج۶، ص ۱۷۲)

اب حضرت مولانا ابوایوب قادری صاحب کی دست و گریباں کی پہلی جلد ۲۰۱۲ء میں شائع ہوئی، دوسری تیسری تو اس کے بھی بعد کی بات ہے، اب چور بھاگتے ہوئے اپنی لنگوٹی چھوڑ گیا اس طرح کہ فیض احمد اویسی کی موت ۲۶/اگست ۲۰۱۰ء بروز جمعرات کو ہوئی۔

(شرح حدائق بخشش، ج۶، ص ۳۰)

یعنی ایک آدمی اپنے مرنے سے دو سال بعد شائع ہونے والی کتابوں کا جواب پہلے سے ہی اپنی کتاب میں دے رہا ہے، یہ اس بات کی پکی دلیل ہے کہ یہ جواب فیض احمد اویسی کی طرف سے شامل نہیں کیا گیا بلکہ بعد کے لوگوں کی کارستانی ہے۔

یہی کام خان صاحب بریلوی کی کتابوں کے ساتھ کیا گیا، جو کتابیں اس کی زندگی میں نہ چھپی، اس کی اولاد کی زندگی میں غائب ہو گئیں یا کیڑے کھا گئے کئی سالوں کے بعد اچانک حشرات الارض کی طرح وہ آنے لگیں، حقیقت یہی ہے کہ پوری ایک ٹیم بٹھلائی گئی، مگر اس سب کے باوجود آج بھی کوئی خان صاحب کی ایک ہزار کتب ثابت نہ کر سکا۔

اویسی کی کتاب کے ساتھ کی گئی اس حرکت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے اکابر سے جن بریلوی اکابر و مشائخ کی توثیق ملتی ہے، ان کی کتب میں اگر کوئی ایسا مواد ہے جو ہمارے عقاید و نظریات کے خلاف ہے تو یقیناً وہ کسی رضاخانی کی حرکت و تدسیس ہے!!!!

## مجدد صاحب کی تصانیف آدھی سے بھی زیادہ فضولیات پر مشتمل تھیں:

بریلوی حضرات نے خود لکھا کہ:

''ایک مقدمہ کے دوران میں اعلیٰ حضرت نے دو کتابیں تحریر فرمائیں، ابھی ان کا مسودہ تھا طبع نہ ہوئی تھیں، جب یہ مسودے حضرت قدس سرہ (نعیم الدین مراد آبادی) کو پڑھائے تو آپ نے دو تہائی سے زیادہ مضمون کو قلمزد کر دیا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا، آپ نے کتاب کی تمام شدتیں ختم کر دیں، اگر میں اپنی ہر ایک تصنیف جو مخالفین کے رد میں لکھی ہیں سب کو دکھاتا تو آج ان کا یہ رنگ نہ ہوتا''۔ (حیات صدر الافاضل، ص ۴۹)

گویا خان صاحب کی تصانیف میں دو تہائی سے بھی زیادہ مواد یعنی اکثر کتب فضولیات و بکواسات پر مشتمل ہوتی اور وہ بکواسات بھی ایس کہ جو اپنوں کو بھی ہضم نہ ہوتیں!...... مگر دوسری طرف خان صاحب کی ڈھٹائی اور خدا خوفی ملاحظہ فرمائیں کہ انہیں اخلاقِ کریمانہ سے کام لیکر اپنے مخالفین کی ہدایت سے زیادہ کتاب کی ''شدت'' کی فکر دامن گیر رہتی!!!!

خود خان صاحب ایک پیر میاں شیر صاحب سے ملنے گئے تو انہوں نے "قلم" کو سنبھال کر چلانے کی نصیحت فرمائی، ملاحظہ ہو:

"اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب قبلہ بھی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور نہایت مؤدب ہو کر دست بستہ عرض کیا کہ لڑکے کے واسطے دعا فرمائیے کہ وہ پڑھنے پر دل نہیں لگاتا ہے اور ہمارے خاندان میں ایک عالم ہوتا چلا آیا ہے، اس پر جناب شاہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی اور فرمایا محبت سے پڑھاؤ گے کیوں نہیں پڑھے گا اور یہ بھی نصیحت فرمائی کہ عالم کو دو باتیں چاہئیں **ایک قلم کو روکے** دوسرے قدم کو"۔ (آداب فضیلت، ص ۱۷،۱۸، آستانہ قادریہ کراچی)

## کثرتِ تصانیف کے خیالی پلاؤ:

ایک صدی سے بھی زائد عرصہ گذر جانے کے بعد جن "ہزاری تصانیف" کا ایک خیالی پلاؤ پکایا گیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ:

"سعیدی کے مطابق امام احمد رضا خان بریلوی کی تین چوتھائی سے زاید تصانیف اب تک غیر مطبوعہ ہیں"۔ (تعلیمی افکار، ص ۲۷)

بہر حال ہم یہاں ان کی تصانیف کا مختصر جائزہ لے رہے ہیں!!

## فاضل بریلوی کی تصانیف کے متعلق چھ اقوال:

مولانا احمد رضا کی تصانیف کے متعلق ان کے عقیدت مندوں نے بہت زیادہ مبالغہ آرائی اور غلط بیانی کی ہے، کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ! ان کے مختلف اقوال کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

**پہلا قول:** اعلیٰ حضرت کی تصنیفات 200 کے قریب تھیں۔ (مقدمۃ الدولۃ المکیہ)

**دوسرا قول:** 350 کے قریب تھیں۔ (**المجمل المعدد لتالیفات المجدد**)

**تیسرا قول:** 400 کے قریب تھیں۔ (تالیفاتِ مجدد از ظفر الدین بہاری)

**چوتھا قول:** 548 تھیں۔ (تالیفاتِ مجدد)

**پانچواں قول:** 600 سے بھی زائد تھیں۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت)

**چھٹا قول:** ایک اندازہ کے مطابق فاضل بریلوی نے ایک ہزار کتابیں تصنیف فرمائیں ہیں۔ (انوار رضا، ص **331**)

ہماری معلومات کے مطابق مولانا احمد رضا نے مستقل کوئی کتاب نہیں لکھی، لوگ ان سے سوالات کرتے تھے اور وہ اپنے متعدد معاونین کی مدد سے جوابات تیار کرتے اور پھر جوابات کو مختلف کتب اور رسالوں کے نام سے شائع کر دیتے، اگر جواب بڑا ہوتا تو مستقل رسالہ بنا دیتے، اگر جوابات مختصر ہوتے تو بہت سے سوالات کے جوابات اکھٹے جمع کر دیتے، پھر انہی کتب اور رسائل کو جمع فرما کر فتاویٰ رضویہ کی شکل میں بھی شائع کر دیتے، ہمارے پاس مولانا احمد رضا کی جتنی کتب و رسائل ہیں وہ سب سوال جواب کی ہی شکل میں ہیں، جس سے یہ بات اخذ کی جا سکتی ہے!!!!

مولانا احمد رضا خاں کی اس حقیقت پسندی کی ہم داد دیتے ہیں کہ آپ نے تفسیر یا حدیث کی کسی خدمت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ اس کی کوئی شہادت موجود تھی، تاہم ان کے پیروؤں نے بمصداق "پیراں نمی پرند و مریداں می پرانند" آپ کو تفسیر و حدیث کی خدمت میں بھی اٹھانے کی بہت کوشش کی ہے۔ (دیکھئے المیزان احمد رضا نمبر ص ۳۰۶)

تفسیر میں بیضاوی شریف، معالم التنزیل اور در منثور کے حاشیے لکھنے کا دعویٰ کیا ہے، پڑھنے والے کا ذہن فوراً اس طرف جاتا ہے کہ جس طرح الصاوی علی الجلالین، القنوی علی البیضاوی، خفاجی علی البیضاوی، عبدالحکیم علی البیضاوی اور انتصاف علی الکشاف وغیرہا تفسیری حواشی ہیں، مولانا احمد رضا خاں نے بھی کچھ ایسے ہی یہ حاشیے لکھے ہوں گے، اپنے حلقوں کو خوش کرنے کا یہ ایک حیلہ بنا رکھا ہے ورنہ کہاں مولانا احمد رضا خاں کا علمی مقام اور کہاں ان کتابوں کی علمی خدمت؟ آخر دونوں میں کچھ تو مناسبت چاہیئے، جب پوچھا جائے کہ یہ علمی حاشیے کہاں ہیں؟ تو کہہ دیتے ہیں کہ ابھی چھپے نہیں!...... جب پوچھا جائے کہ کب چھپیں گے؟ اب تو مولانا کو وفات پائے بھی ساٹھ سال سے زیادہ ہونے کو ہیں؟ (یہ اقتباس مطالعۂ بریلویت سے لیا گیا ہے، ساجد) تو کہتے ہیں پتہ نہیں!...... اگر کچھ ہو تو پتہ ہو!!!!

بات صرف یہ ہے کہ جس طرح علماء حضرات اپنی زیر مطالعہ کتابوں پر کہیں کہیں اپنی یادداشتیں اور نوٹ لکھ لیتے ہیں یا اضافی حوالے لگا دیتے ہیں، تاکہ ضرورت کے وقت آسانی سے وہ مقام نکال سکیں، مولانا احمد رضا خاں نے اپنی ان کتابوں پر کہیں اپنے حوالے لگائے ہوں گے اور کہیں کہیں یادداشت کے نوٹ لکھے ہوں گے، ان پڑھ مریدوں نے انہیں علم تفسیر کی خدمت اور بیضاوی و معالم کے علمی حاشیے سمجھ لیا، حالانکہ حقیقت کچھ بھی نہیں، یہ محض مولانا کو علمی دنیا میں لانے کی ایک جذباتی حرکت ہے!!!!

ان لوگوں نے مولانا احمد رضا خاں کے پندرہ پندرہ بیس بیس صفحوں کے رسالوں کو جن میں کسی ایک مسئلے کی بحث تھی علم تفسیر کی خصوصی خدمت سمجھ لیا اور یہ کہہ کر کہ مولانا نے تفسیر پر بڑی کتابیں لکھی ہیں اپنے آپ کو مطمئن کر لیا!!!!

حدیث میں ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے پاس حدیث اور علم رجال کی **38** کتابیں موجود تھیں، ان میں مسند احمد، فتح الباری، عینی علی البخاری، مرقات اور تہذیب التہذیب جیسی ضخیم کتابیں بھی تھیں، مولانا نے ان کتابوں پر کہیں اپنے حوالے لگائے ہوں گے اور یادداشتیں لکھی ہوں گی، ان کے پیروکاروں نے انہیں بھی علم حدیث کی مستقل خدمت سمجھ لیا اور دعویٰ کیا کہ مولانا نے ان **38** کتابوں پر علمی حاشیے لکھے تھے ان **38** حاشیوں کی ایک لمبی فہرست آپ کو المیزان کے احمد رضا نمبر میں ملے گی، (دیکھئے ص **307**) جب حقیقت حال کا جائزہ لیں گے تو بات کچھ نہ نکلے گی اپنے آپ کو خوش کرنے کے لیے ایک فہرست ضرور سامنے آجائے گی، جس شخص نے حدیث باقاعدہ نہ کہیں پڑھی ہو نہ پڑھائی ہو اس کا حدیث کی کتابوں کی شرح و حواشی لکھنا کبھی کوئی لکھا پڑھا آدمی تسلیم نہ کر سکے گا اپنے جاہل مریدوں میں بات چل جائے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا!!!!

اس طرح عقائد و کلام کے عنوان سے بھی ایک لمبی فہرست دی گئی ہے اور عقائد کی جتنی کتابوں کے نام ان کے علماء کو یاد تھے یا انہوں نے سن رکھے تھے، ان سے پہلے لفظ حاشیہ اضافہ کر کے انہوں نے انہیں مولانا احمد رضا خاں کی تالیفات میں لکھ دیا ہے، جیسے حاشیہ شرح فقہ اکبر، حاشیہ خیالی، حاشیہ شرح عقائد عضدیہ، حاشیہ شرح مواقف، حاشیہ شرح مقاصد، شرح مسامرہ و مسایرہ حاشیہ بین التفرقۃ بین الکلام والزندقہ وغیرہ۔ (ایضاً ص ۳۰۹)

حالانکہ یہ علمی حاشیے نہ کہیں عالم وجود میں آئے نہ کسی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ شکل میں دنیا کے کسی حصے میں موجود ہیں، مولانا احمد رضا خاں نے کسی کتاب کے حاشیہ پر کہیں یہ نوٹ بھی دیا کہ کتاب کس سن میں خریدی گئی یا کہاں سے لی گئی تو اسے بھی ان لوگوں نے حاشیہ کتاب کے نام سے حضرت کی تالیفات میں لکھ دیا اور دنیا کو بتایا کہ حضرت نے یہ علمی کام بھی کیا ہے اور ان کی عقائد و کلام پر گہری نظر تھی!!!!

اس بات کی تائید ایک بریلوی محقق صاحب کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جس میں آنجناب برملا اس بات کا اعتراف کرتے ہیں:

''ایک بات واجب الحفظ یہ ہے کہ یہ حواشی باقاعدہ اہتمام کے ساتھ مستقل بیٹھ کر نہیں لکھے گئے، بلکہ دوران مطالعہ ہی لکھے گئے''۔

(التعلیقات الرضویہ علی الفتاویٰ قاضی خان، ص ۲۳)

**لطیفہ:** کچھ عرصہ پہلے بندے کو اطلاع ملی کہ خان صاحب کی ایک کتاب ''التعلیقات الرضویہ علی الفتاوی الہندیہ'' چھپی ہے، بندہ اگلے دن کراچی کے مکتبہ قادریہ پرانی سبزی منڈی پہنچا اور کتاب کا مطالبہ کیا تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی بار بار کتاب کو ٹٹولتا رہا اور کہا کہ خدا کے بندے فتاویٰ عالمگیری کی تو چھ ضخیم جلدیں میری گھر میں پڑی ہوئی ہیں، یہ کتاب تو اس کے مقدمے کے برابر بھی نہیں تو ہنستے ہوئے کہا کہ مجھے کیا پتہ میں تو کتب فروش ہوں، یہی ہے، جب کھول کر دیکھا تو یہ عقدہ حل ہوا کہ خان صاحب نے اپنی کسی کتاب میں کہیں عالمگیری کی احکام المرتدین سے کچھ عبارتیں اپنے مخالفین کے خلاف نقل کی اور اس پر تھوڑی حاشیہ آرائی کر دی ان ظالموں نے عالمگیری کا پورا باب احکام المرتدین نقل کر کے جہاں جہاں خان صاحب نے خامہ فرسائی کی تھی اس کو نقل کر کے اسے ''التعلیقات الرضویہ علی الفتاویٰ الہندیہ'' کے بھاری بھرکم نام سے شائع کر دیا، یہ ہے ان حواشی کی اصل حقیقت!!!!

اسی طرح کچھ عرصہ پہلے تحقیقات امام احمد رضا والوں نے فتاویٰ قاضی خان پر خان صاحب کی تعلیقات شائع کی، ان کے متعلق خود یہ اقرار ہے کہ کل تعلیقات ۳۹ صفحات پر مبنی تھیں، باقی فتاویٰ رضویہ سے لی گئی ہیں (تعلیقات بر فتاویٰ قاضی خان ص ۲۶) اس کے بعد بھی کتاب کی ضخامت ۱۶۱ صفحات سے زائد نہ ہو سکی تعلیقات کا حال یہ ہے کہ قاضی خان کے چند ابواب کو لیکر ہر باب کی ایک ایک عبارت کی توضیح پر چند الفاظ خان صاحب نے لکھے اور یوں اسے ''التعلیقات علی فتاویٰ قاضی خان'' کے بھاری بھرکم نام سے شائع کر دیا گیا!!!!

## خان صاحب کے ان حاشیوں کے مقابل عالم اسلام کے حواشی کی توہین:

خان صاحب کے یہ دو ورقی حاشیہ آج تک کسی کے سامنے نہ آئے اور نہ کوئی اس سے استفادہ کر سکا مگر خان صاحب کے چند لفظوں کے مقابل میں چودہ سو سال کے علمائے اسلام کے قیمتی حواشی کی کس طرح توہین وتذلیل کی گئی ملاحظہ فرمائیں:

''جو کچھ تحریر فرمایا تھا سب ذہن رسا کی جودت وجدت تھی، عام محشین کی طرح نہیں کہ عنایہ، بنایہ، نہایہ، کفایہ، فتح القدیر وغیرہ سے ہدایہ، شرح وقایہ پر حاشیہ لکھ ڈالا، اگرچہ یہ خدمت بھی بہت ہی قابل ستائش اور طلبہ ومدرسین کی بہت شکرگذاری کا باعث ہے، مگر ان دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے، مجھے شیر بیشہ اہل سنت ناصر دین وملت سیف اللہ المسلول مولانا ابو الوقت شاہ محمد ہدایت الرسول...... کا مقولہ نہیں بھولتا، بلکہ ہر وقت یاد آتا ہے جب میں نے اعلیٰ حضرت اور بعض معاصرین اعلیٰ حضرت محشی کتب کثیرہ درسیہ میں فرق دریافت کیا تھا فرمایا میاں ان دونوں کا کیا مقابلہ؟ اعلیٰ حضرت کے حواشی خود ان کے افاضات وافادات ہوتے ہیں اور ان کی مثال وہی ہے بیٹھا بنیا کیا کرے اس کوٹھی کی دان اس کوٹھی، اس کوٹھی کا دان اس کوٹھی میں کسی کتاب کی چند شرحیں چند حواشی آگے رکھ کر کچھ اس سے کچھ اس سے لے کر ایک شرح لکھ ڈالی''۔

(حیات اعلیٰ حضرت جلد اول، ص ۲۶۴)

کیا ما قبل علماء، فقہاء، مجتہدین امت کی تحقیقات کو فراموش کرکے ان کے مقابلے میں اپنے من مانے افادات کو حاشیہ کے نام پر شامل کرنا کھلی غیر مقلدیت نہیں؟ غیر مقلدین سے تو گلہ کہ قرآن و حدیث میں اپنی مان مانی کریں اور یہاں خان صاحب کی یہ حرکت ان کا کمال؟؟

نیز جن ما قبل علماء نے مختلف کتب کے حوالے دے کر حواشی و شروحات لکھیں کیا معاذ اللہ وہ سب ہندو بنیے تھے؟ اور خیر سے آج بریلوی مدارس و علماء انہی کے حواشی کے محتاج ہیں، جن کو ان کے اکابر ہندو بنیوں والا کام کرنے والا کہتے۔

ہم یہاں بطور نمونہ خان صاحب کا سب سے معروف حاشیہ سامنے رکھ کر چند مثالیں پیش کرتے ہیں کہ خان صاحب بھی ہندو بنیے والا ہی کام کرتے رہے:

خان صاحب کا سب سے ممتاز حاشیہ ''جد الممتار'' کے نام سے ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ فتاویٰ شامی پر لکھا گیا، اب اس جد الممتار کتاب کے دیباچے میں خان صاحب نے فخر الاسلام بزدوی، علامہ نسفی، علامہ بہنسی، کی تاریخ وفات دی جس کی تخریج کتب سے حاشیہ میں کی گئی، یعنی خان صاحب نے جو لکھا وہ پہلے سے کتب میں موجود ہے، بلکہ ص ۱۱۲ پر خود خان صاحب نے مجمع الانہر کیلئے کشف الظنون کا حوالہ دیا۔

خان صاحب نے کچھ اشعار کے متعلق ابن عربی کی محاضرۃ الابرار کا حوالہ دیا۔ (جد الممتار، ج ۱، ص ۱۱۲) ص ۱۱۴ پر پھر کشف الغطاء کا حوالہ خان صاحب نے دیا، اسی صفحہ پر خان صاحب نے ابن عبد البر کا ترجمہ لکھا اور جو کچھ لکھا اس کی تخریج بحوالہ کتب محشی نے حاشیہ میں کردی، یعنی کوئی نئی بات نہیں لکھی خان صاحب نے۔ ص (۱۱۷ تا ۱۱۹) مناقب امام ابوحنیفہؒ پر لکھا اور خود ہی کتب کے حوالے دیے کہ کہاں کہاں سے لکھ رہے ہیں اور محشی نے حاشیہ میں مزید تفصیل کے ساتھ تخریج کردی۔

ص (۱۱۲) پر علی طوری مصری کا تعارف کشف الظنون سے دیا، یعنی یہاں بھی کوئی نئی بات نہیں، غرض خان صاحب نے دو دو لفظوں کے یا ایک ایک سطر کے جو حاشیہ لکھے اس میں کونسا کمال کیا؟ وہی کچھ ہے جو پہلوں نے لکھا یعنی بقول مولوی ہدایت الرسول بنیوں والا کام کر گئے خان صاحب اس کا دان اس کو بھی اس کا دان اس کو بھی!!!!

## جدّ الممتار پر مزید گفتگو:

اس کے بارے میں واقعہ لکھا ہے کہ ابو الحسن زید فاروقی نے:

''جد الممتار کے چند اوراق دیکھے تو حیران رہ گئے، جہاں صاحب رد المحتار ایک دو کتابوں کا ذکر کرتے ہیں وہاں مولانا احمد رضا خان آٹھ دس کتابوں کے حوالے دے ڈالتے ہیں''۔ (فقیہ اسلام، ص ۳۰)

اب کوئی ان گڈریوں سے پوچھے کہ خدا کے بندو! کیا دس پندرہ کتب کے حوالے دے دینا کسی کی علمی فوقیت کی دلیل ہوتی ہے؟ آگے آرہا ہے کہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ہی کے ایک لفظ کی تحقیق پر بندے نے خان صاحب کی پیش کردہ کتب سے زائد حوالے دیے اور جن کتب میں خان صاحب کو وہ لفظ نہیں ملا ان میں سے بھی اس لفظ کو بندے نے تلاش کرلیا تو اب مجھے خان صاحب سے بڑا فقیہ و عالم مانیں گے؟؟؟؟

بہر حال اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جد الممتار کی حیثیت معلوم کرنے کیلئے چند اوراق ہی دیکھ لینا کافی ہے، کیونکہ فاروقی صاحب

نے بھی چند اوراق دیکھ کر ہی فیصلہ صادر فرمایا تھا۔

حکیم اختر شاہجہاں پوری لکھتے ہیں:

''ردالمحتار کی عربی میں پانچ ضخیم جلدوں کے اندر جدالممتار کے نام سے شرح لکھی جسے دیکھ کر کوئی انصاف پسند اور صاحب نظریہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ امام احمد رضا واقعی فقہ میں علامہ شامی سے بھی آگے نکل گئے''۔(اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام،ص ۶۴)

اب سنئے اس شرح کا حال!......ہماری معلومات کے مطابق یہ دنیا کی واحد شرح ہے جو متن سے بھی آدھی سائز پر مشتمل ہے، دعوت اسلامی والوں نے فتاویٰ رضویہ سے علامہ شامی کی بعض عبارتوں پر خان صاحب کے طویل تبصرے بھی اس کتاب میں شامل کر کے، اس پر ضخیم حاشیے چڑھا کر پانچ جلدوں میں شائع کر دیا لیکن اس کے باوجود شامی کی ضخامت کو نہ پہنچ سکی۔

اگر فتاویٰ رضویہ والے اقوال اور صد صفحات پر پھیلا ہوا ناشرین کے تعارفی کلمات اور ناشر کی طرف سے لکھے جانے والے تفصیلی حواشی نکال دیے جائیں تو بمشکل ایک جلد بنے گی۔اس کو پانچ جلدیں ایسے ہی بنایا گیا ہے جیسے فتاویٰ رضویہ کو تیس جلدیں بنا دیا گیا ہے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

بہر حال اب اس کا حال ملاحظہ فرمائیں شامی کا دیباچہ کتاب جو صفحہ نمبر ا سے ایک سو نو (۱۰۹) پر پھیلا ہوا ہے، جس میں کئی فوائد وقیمتی گفتگو ہے، اس میں خان صاحب نے اس میں صرف دو جگہ کلام کیا ایک جگہ ایک دو فقہاء کا ترجمہ پیش کر دیا، جو مطبوعہ شامی کے حاشیہ پر پہلے سے موجود ہے، جبکہ ایک جگہ یہ وضاحت کر دی کہ حضرت علیؓ کی طرف جو دیوان منسوب ہے وہ درست نہیں اور مذکورہ اشعار علی بن طالب قیروانی کے ہیں۔(جدالممتار،ص ۱۱۲)

حالانکہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں بھی ان اشعار کو بالجزم حضرت علیؓ کی طرف منسوب نہیں کیا، لہٰذا اس کی اتنی وضاحت کی ضرورت بھی نہ تھی۔

پھر علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ص ۱۰۹ سے ۱۱۸، سحر، کہانت، رمل، نجوم پر انتہائی نفیس گفتگو کی، اس میں صرف ایک مقام پر کہ:''سحر سیکھنا فرض ہے کہ جب اہل حرب کے جادو کو توڑنا ہو اور میاں بیوی کے درمیان تفریق کرانے کیلئے حرام ہے اور محبت پیدا کرنے کیلئے واجب''۔

خان صاحب اس پر بھڑک اٹھے اور کہا کہ آج کل سحر میں شیطان سے استعانت لی جاتی ہے، لہٰذا وہ ہر حال میں حرام ہے۔
(جدالممتار،ص ۱۱۳)

حالانکہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے آگے ہی ان تمام جائز وناجائز صورتوں کی وضاحت کر دی تھی۔

اسی طرح ص ۱۱۹ تا ۱۵۲ تک علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ائمہ ثلاثہ حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب کو بیان کیا، خان صاحب نے اس میں ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ پیش کیا اور امام صاحب کے مناقب پر مزید دو تین اقوال پیش کر دیے، خان صاحب کی اس شرح کا حال معلوم کرنے کیلئے صرف ایک مثال دیتا ہوں اس کے بعد بریلویوں کی طرف سے جھوٹ اور مبالغہ آرائی کا اندازہ خود لگا لیں!!!!

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے:''**مطلب فی حدیث اختلاف امتی رحمۃ** میں اس روایت پر دو صفحات میں تحقیق پیش کی، اسی میں ایک جگہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

"قال ملّا علی قاری ان السیوطی قال......"

اس پر خان صاحب نے اتنا کر دیا: **فی الجامع الصغیر**۔ (جد الممتار ص ۱۲۱)

اور یوں خان صاحب نے شامی کے اس باب کی وہ بے نظیر تحقیق و مغلق عبارت کو حل کر دیا کہ اس لفظ کو پڑھ کر بے ساختہ منہ سے نکلتا ہے کہ امام احمد رضا تو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد معلوم ہوتے ہیں، معاذ اللہ!......شرم......شرم......شرم......!!!!

جد الممتار جہاں تک ہم نے دیکھی پوری کا یہی حال ہے۔کئی کئی صفحات پر شامی کے ابواب کے لئے کہیں ایک لفظ، کہیں دو سطر، کہیں آدھا صفحہ، یہ ہے بے نظیر شرح! جہاں کہیں کئی صفحات پر بحث کی ہے تو اسے فتاویٰ رضویہ سے لیا گیا ہے، یعنی وہ جد الممتار کا حصہ نہ تھا!!!!

حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں جھوٹے پروپیگنڈے کے بے تاج بادشاہ کا تاج اگر کسی کے سر پر سجایا جا سکتا ہے تو وہ اعلیٰ حضرت پر تحقیق کرنے والے بریلوی محققین و مصنفین ہیں!!!!

بہرحال اب دوبارہ اصل موضوع کی طرف آئیے، بات چل رہی تھی خان صاحب بریلوی کی کتب کی اور ان کے حواشی کی!......اب دیکھئے فقہ اور اصول فقہ کی خدمات میں جتنی کتابوں کے نام ان حضرات کو یاد تھے یا سنے تھے انہوں نے ان سے پہلے لفظ حاشیہ اضافہ کر کے انہیں مولانا احمد رضا خاں کی تالیفات میں شمار کر دیا، اس کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

حاشیہ فواتح الرحموت، حاشیہ حموی شرح الاشباہ، حاشیہ الاسعاف، حاشیہ اتحاف، حاشیہ کشف الغمہ، حاشیہ کتاب الخراج، حاشیہ معین الحکام، حاشیہ ہدایہ، حاشیہ فتح القدیر، حاشیہ بدائع الصنائع، حاشیہ جوہرہ، حاشیہ مراقی الفلاح، حاشیہ مجمع الانہر، حاشیہ جامع الفصولین، حاشیہ جامع الرموز، حاشیہ بحر الرائق، حاشیہ تبیین الحقائق، حاشیہ غنیۃ المستملی، حاشیہ رسائل شامی، حاشیہ فتح المعین، حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار، حاشیہ فتاویٰ عالمگیری، حاشیہ فتاویٰ خانیہ، حاشیہ فتاویٰ سراجیہ، حاشیہ خلاصۃ الفتاویٰ، حاشیہ بزازیہ، حاشیہ فتاویٰ عزیزیہ وغیرہ۔

یہ ایک الف لیلہ کی داستان ہے، جو مولانا احمد رضا خاں کی علمی خدمات کے نام سے مریدوں کو سنائی جا رہی ہے، یہ علمی حاشیے دنیا کے کسی کونے میں مطبوعہ یا غیر مطبوعہ شکل میں موجود نہیں!......جتنی کتابوں کے ان لوگوں نے کہیں سے نام سنے ہوتے ہیں لفظ شرح بڑھا کر جھٹ سے اسے الف لیلیٰ کی داستان میں شامل کر دیتے ہیں، احساس کمتری کی انتہاء ہے!!!!

ہمارے علم کے مطابق مولانا احمد رضا نے ایک تو قرآن پاک کا ترجمہ املاء کرایا، دوسرے آپ کے فتاویٰ کے مجموعے جو مختلف ناموں کے ساتھ مطبوعہ ہوئے ہیں، مثلاً احکام شریعت، عرفانِ شریعت، فتاویٰ افریقہ وغیرہ وغیرہ اور بڑا مجموعہ جو فتاویٰ رضویہ کے نام سے مشہور رہے، تیسرا آپ کے ملفوظات ہیں، یہ بھی اصل میں فتاویٰ جات ہی کی طرز پر ہیں، ان کے علاوہ مولانا کی کوئی تصنیف نہیں ہے، جو بھی رسالہ یا کتاب آپ کی طرف منسوب ہے وہ حقیقت میں آپ کا فتویٰ ہے یا مختلف فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔

## کتابوں کی تعداد کس طرح بڑھائی گئی؟:

مولانا احمد رضا خان صاحب کا کچھ کام اگر کسی شکل میں موجود ہے تو وہ فتاویٰ رضویہ ہے، اور وہ بھی خان صاحب کی اپنی تحقیق نہیں جیسا کہ ماقبل میں گزرا۔ آپ کے شاگرد مولانا ظفر الدین بہاری نے آپ کی تصنیفات کی ایک فہرست **"المجمل المعدد لتالیفات المجدد"** شائع کی، جس میں آپ نے آپ کی **350** کتابوں کے نام ذکر کیے ہیں، ان لوگوں کو بعد میں کچھ اور نام بھی ملے اور انہوں نے

پھر 548 تصنیفات کی فہرست ایک نئی ترتیب سے پیش کی، اس وقت وہی ہمارے سامنے ہے، اس میں فتاویٰ رضویہ نمبر 263 میں مذکور ہے۔

اب بریلویوں نے بڑی بڑی کتابیں الامن والعلی، شمائم العنبر، سجدہ تعظیمی وغیرہا کئی اس فتاویٰ میں ڈال دی ہیں اور رسائل بھی اور الفاظ بھی بڑے کر دیے، حاشیہ اور تخریج کم از کم آدھے صفحہ تک کر دی تو یہ اتنی جلدوں کے بننے کا راز ہے، اگر یہ ساری صورتیں نہ ہوں تو بمشکل پانچ جلدیں بنیں گی اگر اسی طرز پر ہم امداد الفتاویٰ کو بنائیں تو کئی سو جلدیں تیار ہو جائیں، فللّٰہ الحمد، کیونکہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی 30 جلدوں میں ملفوظات 32 جلدوں میں خطبات 24 جلدوں میں شرح مثنوی اور ہزار سے زیادہ کتب ہیں۔

اس فہرست میں فتاویٰ رضویہ کے علاوہ ہمیں ان کتابوں کے نام بھی ملے، جن میں سے بعض کو ان کے متعلقہ نمبر کے ساتھ ہم یہاں ذکر کرتے ہیں:

151۔ تبیان الوضوء

218۔ الاحکام والعلل فی اشکال الاحتلام والبلل

232۔ الجود الحلو فی ارکان الوضوء

233۔ تنویر القندیل فی احکام المندیل

234۔ الطراز العلم

235۔ لمع الاحکام ان لا وضوء من الزکام

285۔ قوانین العلماء

ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے یہ رسالے ان کے فتاویٰ رضویہ کی جلد اوّل میں بھی موجود ہیں اور فہرست مذکور میں انہیں فتاویٰ رضویہ کے علاوہ مستقل کتابوں کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے، قارئین کرام سمجھ گئے ہوں گے کہ فتاویٰ رضویہ کی ضخامت بڑھانے کی یہ ایک تدبیر تھی اور دوسری طرف مولانا کی کثرت تصنیفات اور علمی خدمات کا شہرہ بھی پیش نظر تھا۔

پھر ہم نے مندرجہ ذیل رسالوں کو اس فہرست کے ان نمبروں میں دیکھا۔

127۔ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین

132۔ الاحلی من السکر

184۔ سلب الثلب عن القائلین بطہارۃ الکلب

187۔ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوتین

258۔ ایذان الاجر فی اذان القبر

منیر العین 105 صفحات پر، الاحلی من السکر 27 صفحات پر، سلب الثلب 25 صفحات پر، حاجز البحرین 113 صفحات پر اور ایذان الاجر بڑی تقطیع کے 15 صفحات پر مشتمل رسالے ہیں اور ان کے مجموعی صفحات 285 بنتے ہیں۔

یہ رسائل بھی فتاویٰ رضویہ کی جلد دوم جو 559 صفحات پر مشتمل ہے اس میں ص 425، 88، 58، 231 اور 545 پر ملے ہم پھر حیران ہوئے کہ فتاویٰ رضویہ کی ضخامت بڑھانے کے لیے کس طرح ان کتابوں کو اس میں شامل کر لیا گیا ہے اور پھر یہ کہ فہرست تالیفات میں ان کا نام فتاویٰ رضویہ کے نام کے علاوہ مستقل تصنیفات کی حیثیت سے بھی اس میں موجود ہے، اس طرح مولانا احمد رضا خان صاحب کے ان رسالوں کو فہرست تالیفات میں ان نمبروں میں دیکھا۔

140۔ انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار
142۔ انھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید
157۔ التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد
162۔ سرور العید فی حل الدعاء بعد صلوٰۃ العید
178۔ وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح
179۔ القلادۃ المرصعۃ فی نحر الاجوبۃ الاربعۃ
190۔ القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ
208۔ الجام الصاد عن سنن الضاد
216۔ تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب
219۔ مرقاۃ الجمان فی الہبوط عن المنبر لمدح السلطان
222۔ اوفی اللمعۃ فی اذان الجمعۃ
236۔ ہدایۃ المتعال فی حد الاستقبال
259۔ رعایۃ المذہبین فی رعایۃ بین الخطبتین
273۔ نعم الزاد لروم الضاد
276۔ اجتناب العمال عن فتاوی الجہال
377۔ ازہار الانوار من صبا صلوٰۃ الاسرار

ہم نے دیکھا کہ یہ سولہ کتابیں بھی فتاویٰ رضویہ کی تیسری جلد کے ص 543، 297، 599، 796، 578، 341، 358، 131، 447، 753، 791، 38، 783، 125، 510، 571 میں درج ہیں تب معلوم ہوا کہ فتاویٰ رضویہ کی جلد اتنی ضخیم کیسے ہوگئی۔

پھر ہم نے فہرست تصنیفات میں ان نمبروں پر ان کتابوں کے نام بھی دیکھے۔

73۔ حیات الموات۔ 143۔ صیقل الرین
144۔ ازکی الہلال۔ 155۔ الزہر الباسم
156۔ تجلی المشکوٰۃ۔ 161۔ الحجۃ الفائحہ

| | |
|---|---|
| 160۔الحرف الحسن۔ | 17۔جلی الصوت |
| 174۔بذل الجوائز۔ | 195۔النہی الحاجز |
| 200۔الاعلام بحال البخور فی الصیام۔ | 202۔الوفاق المبین |
| 204۔تفاسیر الاحکام۔ | 213۔افصح البیان |
| 215۔طریق اثبات الہلال۔ | 228۔ہدایۃ الجنان فی احکام رمضان |
| 245۔الہادی الحاجب۔ | 254۔البدور الاہلہ |
| 353۔اتیان الارواح۔ | 343۔راوع التعسف |
| 379۔العروس المعطار۔ | 380۔المنۃ الممتازہ |
| 385۔اعز الاکتناز | |

یہ چوبیس رسالے پھر ہمیں فتاویٰ رضویہ کی جلد چہارم کے ص 235، 671، 523، 478، 406، 195، 126، 138، 23، 34، 587، 324، 602، 462، 546، 631، 77، 567، 444، 231، 652، 88، 433 میں بھی ملے اس جلد چہارم میں مولانا احمد رضا خان کی کتابیں بریق المنار بشموع المزار تجلی النور اور انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ بھی شامل ہیں اور اس طرح فتاویٰ رضویہ جلد چہارم کی ضخامت 724 صفحات بنائی گئی ہے، المختصر فتاویٰ رضویہ کی تمام جلدوں کا یہی حال ہے کہ موصوف کے رسالوں کو اس میں شامل کر کے اس کی جلدیں ضخیم کی گئی ہیں، ہم نے یہاں چار جلدوں کا حال لکھ دیا ہے باقی کا اندازہ اس سے کرلیں، مولانا احمد رضا خان نے سو کے قریب چھوٹے بڑے رسالے لکھے تھے اور کوشش کی کہ ایک ایک مسئلے کو ایک ایک رسالے کا عنوان دے دیا جائے اور پھر ان رسالوں کو فتاویٰ رضویہ میں لا کر فتاویٰ کو ایک ضخیم کتاب کی صورت میں پیش کیا جائے، سو مولانا کا اگر کوئی کام ہے تو صرف یہی فتاویٰ رضویہ ہے۔

ان کتابوں کو فتاویٰ رضویہ میں شامل کر کے اس کا حجم بڑی حکمت سے بڑھایا گیا ہے اور اپنے حلقوں میں اثر دیا گیا ہے کہ گویا فتاویٰ رضویہ مولانا کی ایک بہت بڑی خدمت تھی اس کی 12 ضخیم جلدوں کا ڈھنڈورا مولانا کے وقت سے اس عمل کے ساتھ پیٹا جا رہا ہے اور پھر لطف یہ کہ ان کتابوں کے نام فتاویٰ رضویہ کے بالمقابل مستقل تالیفات کی حیثیت سے بھی اس فہرست میں مذکور رہیں، قارئین کرام! انہیں ان نمبروں میں جو ہر کتاب سے پہلے ہم نے لکھ دیے ہیں المیزان کے احمد رضا نمبر کی فہرست تالیفات میں دیکھ لیں۔

مولانا احمد رضا خان صاحب کی تالیفات میں بس یہی ایک فتاویٰ رضویہ ہے، جس کی جلدیں ان کی دیگر تالیفات کو اپنے میں شامل کر کے ضخیم بنائی گئی ہیں، اب یہ ان حضرات کی مرضی ہے کہ مولانا کی تالیفات پانچ سو بتائیں یا ہزار کسی کے قلم کو کوئی کیسے روک سکتا ہے۔

باقی رہے متفرق مسائل جن کو شامل کر کے فتاویٰ رضویہ کی چند جلدیں اب تیار ہوئی ہیں، ان کا حال بھی دیکھیں اور انہیں ملاحظہ فرمائیں، خان صاحب نے ان میں وقت کے کن کن اہم اور نازک مسائل پر قلم اٹھایا ہے آپ کو ان کی تحقیق ان رسائل کے عنوانوں سے بھی ہو جائے گی:

''انہار الانوار من یم صلٰوۃ الاسرار''

اس کا موضوع فہرست میں یہ بیان کیا گیا ہے ”نماز غوثیہ کے بیان میں“ ایک دوسری کتاب

”ازھار الانوار من صبا صلوٰۃ الاسرار“

ہے اس کا موضوع حسب بیان یہ ہے ”نماز غوثیہ کے نکات اور طریقہ“ یہ عنوانات مولانا احمد رضا خان کی علمی خدمات کا پتہ دیتے ہیں کہ آپ نے عمر کس قسم کی باتوں میں صَرف کی اور کس قسم کے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھایا اور قوم کو آپ کی کاوشوں سے کیا ملا، ناظرین ان کتابوں کے عربی اور قافیہ دار ناموں سے یہ نہ سمجھیں کہ ان میں کوئی علمی مسائل ہوں گے ان کے زیادہ تر موضوعات ختم حلوہ اور پلاؤ، شیرینی، فیرینی، قبور وارواح کے گرد گھومتے ملیں گے!!!!

## فتاویٰ رضویہ کے صفحات کے متعلق جھوٹ:

ایک بریلوی لکھتا ہے:

”فتاوی رضویہ بارہ جلدوں میں ہے، جس کی ہر جلد تقریباً ہزار صفحات پر مشتمل ہے“۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۳ ص ۲۱)

مولوی جیلانی کہتا ہے:

”بارہ (۱۲) ہزار صفحات پر مشتمل فقہی مسائل کا خزانہ فتاویٰ رضویہ کی شکل میں عطا کیا“۔ (المیزان کا امام احمد رضا نمبر ص ۲۸)

اختر شاہجہاں پوری لکھتا ہے:

”فتاویٰ بارہ ضخیم جلدوں میں ہے اور ہر جلد ہزار کے لگ بھگ صفحات پر مشتمل ہے“۔ (حیاۃ الموات ص ۲۳)

ظفر الدین بہاری صاحب لکھتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ تقطیع کلاں ہدایہ وترمذی سائز پر ۱۲ جلدوں میں، ہر جلد پچاس ساٹھ نہیں، آٹھ سو یا نو سو صفحات کے درمیان ہے“۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱ ص ۳۲۵)

یہاں پر بھی مبالغہ آرائی بلکہ صریح جھوٹ سے کام لیا گیا ہے، فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد تفصیلی فہرست کو شامل کرنے کے بعد (۹۴۴) صفحات کی بنتی ہے، جلد دوم فہرست اور خان صاحب کی سوانح سمیت ۵۹۱ صفحات پر مشتمل ہے، جلد سوم خان صاحب کے کمالات وفہرست سمیت ۸۳۵ صفحات پر مشتمل ہے، جلد پنجم ۱۸۴، ۱۸۴ صفحات کے دو حصوں پر مشتمل ہے یعنی کل ۳۶۸ صفحات، اس میں فہرست اور خان صاحب کے فقہی مقام پر ایک مقالہ بھی شامل ہے، جلد ۱۱ کل ۳۲۵ صفحات پر مشتمل ہے، جلد بارہ خان صاحب کی سوانح، مقدمہ، فہرست ملا کر کل ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

بریلوی حضرات نے کمال مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس میں خط کو موٹا اور بڑا رکھ کر یہ صفحات بڑھائے ہیں، اگر خط کو عام سائز تک رکھا جائے تو صفحات اس سے بھی کم ہو جائیں گے۔

پھر ظفر الدین بہاری کا یہ کہنا کہ ہر جلد ہدایہ یا ترمذی کے سائز کے برابر ہے بالکل جھوٹ ہے، قدیم فتاویٰ رضویہ تو کیا بریلویوں کا جدید فتاویٰ رضویہ بھی سائز میں ترمذی وہدایہ کے برابر نہیں۔

## کثرتِ تصانیف ہر گز بالذات معیارِ فضیلت نہیں اور فتاویٰ رضویہ کی تیس جلدوں کی حقیقت:

بریلوی حضرات نے اپنی کئی کتب میں علمائے دیوبند پر طعن کیا ہے کہ دیکھو اعلیٰ حضرت نے تیس جلدوں میں اتنا ضخیم فتاویٰ رضویہ لکھ دیا ہے، تمہارے علما نے کیا لکھا ہے؟ حالانکہ کثرت تصانیف ہر گز فی نفسہ معیار فضیلت نہیں، رضاخانی مناظر عبدالمجید سعیدی لکھتا ہے:

''مرزا قادیانی نے اسلام کی حقانیت اور صداقت کے موضوع پر کتنی بڑی ضخیم کتاب لکھی تھی لیکن پھر بھی ہے کافر''۔

(مصلحانہ کاوش، ص ۱۶۲)

یہ بھی سعیدی صاحب کا جھوٹ ہے کہ اسلام کی حقانیت پر کوئی ضخیم کتاب لکھی تھی، بہرحال اس سے یہ تو ثابت ہوا کہ کتابیں لکھ دینا فی نفسہ کوئی معیارِ فضیلت نہیں بقول جماعت رضائیہ یہ کام تو مرزائی بھی کر سکتے ہیں۔

بدعتی مولوی جناب غلام نصیر الدین سیالوی لکھتے ہیں:

''مولوی صاحب سے کوئی پوچھے کہ اگر زیادہ علم رکھنا حقانیت کا معیار ہے تو شیعہ مسلک میں کوئی اہل علم کی کمی ہے، مثلاً طوسی، باقر مجلسی، نوراللہ شوستری، سید مرتضی علم الہدیٰ، فتح اللہ کاشانی اور سینکڑوں بڑے بڑے اساطین ہیں اور ان میں کئی ایسے ہیں جنہوں نے اسی اسی (۸۰) جلدوں میں ایک ایک کتاب لکھی ہے، مثلاً باقر مجلسی، کیا آپ کے فرقے میں نوری طوسی وکلینی اور نعمت اللہ جزائیری جیسے علما ہیں، کیا ان بڑے بڑے علما کی وجہ سے شیعہ مسلک حق قرار دیا جاسکتا ہے؟ یا کوئی شیعہ مولوی تردید کرے تو جواب میں شیعہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تردید کرنے والے تو ہمارے علماء کے سامنے طفل مکتب ہیں، انہوں نے فصل الخطاب اور اصول کافی، استبصار، مجالس المومنین کی چند عبارتیں یاد رکھی ہیں، لہذا ان کا علم ہم سے کم ہے چونکہ ہم علم میں زیادہ ہیں لہذا ہمارا عقیدہ سچا ہے، کوئی بات تو اللہ کے بندے عقل کی کیا کریں''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص ۲۹۰)

بریلوی مولوی کہہ رہا ہے کہ ایک باقر مجلسی کی ایک ایک کتاب ۸۰ جلدوں پر مشتمل تھی اس شیعہ عالم کے مقابلے میں اگر بالفرض خان صاحب بریلوی نے اگر اپنے شاگردوں کی مدد سے ساری زندگی فارغ البالی میں بارہ جلدوں میں فتاویٰ رضویہ تیار کرلیا اور ایک ترجمہ کنز الایمان لکھوا دیا اور کچھ صفحات پر شاعری کا مجموعہ تیار کرلیا تو کونسا تیر مار لیا!!!!

خان صاحب کا تیس جلدوں میں فتاویٰ رضویہ لکھ دینا کوئی پہلا تاریخی کارنامہ نہیں، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابو بکر المعروف بابن الانباریؒ کے متعلق لکھا کہ ان کو تیرہ ۱۳ صندوق کتب یاد تھیں، ایک سوبیس تفاسیر سند کے ساتھ یاد تھیں، تین لاکھ شواہد یاد تھے، ایک کتاب غریب الحدیث کا املاء کیا جس کے ورق پینتالیس ہزار (۴۵۰۰۰) تھے۔ (شرح الشفا جلد دوم ص ۲۳۳)

علامہ عبدالحیٔ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الفوائد البہیہ فی تراجم العلما الحنفیہ'' میں ایک تفسیر ''ذات بھجۃ'' کا تذکرہ کیا جس کی سورہ فاتحہ کی تفسیر تین سو جلدوں پر مشتمل تھی، جو تاتاریوں کے حملے میں ضائع ہوگئی، ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ دمشق ۷۵ جلدوں میں لکھی، ابن المنظور افریقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا اختصار کیا تو ۳۵ جلدیں بن گئیں۔

سید مرتضی حسین بلگرامی زبیدی رحمۃ اللہ علیہ جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے انہوں نے ''تاج العروس'' چالیس (۴۰) جلدوں

میں لکھی، جبکہ دس ضخیم جلدوں میں احیاء علوم الدین کی شرح ''اتحاف السادۃ المتقین'' لکھی، دیگر تصانیف اس کے علاوہ ہیں، یہ خان صاحب سے سوسال پہلے کے عالم ہیں خان صاحب ان کی خاک پا کے برابر بھی نہیں پھر یہ دعویٰ کرتے ہوئے کہ دو سو سال میں خان صاحب جیسا عالم پیدا نہیں ہوا کہتے ہوئے انہیں شرم بھی نہیں آتی!!!!

سلیمان بن أحمد بن أیوب الطبر انی أبو القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۵ جلدوں میں معجم کبیر لکھی، دس جلدوں میں معجم اوسط لکھی اور پھر تین جلدوں میں معجم الصغیر لکھی، ۶ جلدوں میں تفسیر کبیر لکھی دیگر تصانیف اس کے علاوہ ہیں۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۳ جلدوں پر'' تاریخ اسلام'' لکھی ہر جلد تقریباً ۵۰۰ سے ۷۰۰ صفحات کے درمیان ہے۔'' تذکرۃ الحفاظ'' چار جلدوں میں لکھی، چار جلدوں میں'' میزان الاعتدال'' لکھی ہر جلد قریباً ۶۰۰ صفحات پر مشتمل ہے، ۲۵ جلدوں پر'' سیر اعلام النبلاء'' لکھی کچھ جلدیں پانچ سو سے سات سو اور کچھ نو سو صفحات کے درمیان ہیں۔ تین جلدوں میں'' طبقات القرآء'' لکھی۔'' المہذب فی اختصار السنن الکبیر'' لکھی، جس کے کل صفحات 5729 ہیں، دیگر تصنیفات ان کے علاوہ ہیں، اگر ذہبیؒ کی ذکر کردہ کتب کی فی جلد اوسطاً پانچ سو صفحات کا حساب لگایا جائے تو کل محتاط اندازے کے مطابق ان چند کتب کے صفحات 48813 بنتے ہیں، دیگر کتب کے صفحات کو ملا کر اندازہ آپ خود لگالیں۔

تیس جلدوں میں جو فتاویٰ رضویہ رضاخانیوں نے چھاپا ہے، اس کے صفحات بقول ان کے (میں نے اس پر تحقیق نہیں کی) 22000 ہے، یعنی خان صاحب کی ساری زندگی کی خدمات صرف علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی چند تصانیف کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتی۔

یاد رہے کہ یہ علماء سارا دن خان صاحب کی طرح گھر میں فارغ نہیں بیٹھے رہتے، بلکہ درس وتدریس، وعظ ونصیحت اور دیگر دینی امور میں بھی مشغول ہوتے، پھر ان کتب کو ان علماء نے خان صاحب کی طرح اپنے شاگردوں سے نہیں لکھوائیں، نہ ہی ان کتب میں خان صاحب کی طرح فضولیات اور فحش کلامی کی بھرمار ہے، یہ خالصۃً علمی کتب ہیں، جن سے تاقیامت امت مستفید ہوتی رہے گی!!!!

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے'' فتح الباری'' بخاری کی شرح ۱۳ جلدوں میں،'' المطالب العالیۃ'' ۱۹ جلدوں میں،'' اتحاف المہرۃ'' ۱۹ جلدوں میں،'' التلخیص الحبیر'' چار جلدوں میں،'' تہذیب التہذیب'' ۱۲ جلدوں میں،'' لسان المیزان'' ۷ جلدوں میں، دیگر کتب اس کے علاوہ ہیں، بریلویوں کے نامی گرامی دشمن ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کا مجموعہ ۳۵ جلدوں میں شائع ہوا ہے، نصاریٰ کے رد میں'' الجواب الصحیح'' (۶) جلدوں میں، شیعہ کے رد میں'' منہاج السنۃ'' ۹ جلدوں میں،'' درء تعارض العقل والنقل'' ۱۰ جلدوں میں،'' الرد علی المنطقیین'' ۴ جلدوں میں، دیگر کتب اس کے علاوہ ہیں غرض'' تیس'' ایسا کوئی نرالا عدد نہیں جو خان صاحب نے پہلی دفعہ عبور کیا۔

اب کوئی جاہل رضاخانیوں کی طرح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کا منکر ان بریلویوں سے پوچھے کہ جواب دو اوپر جن علماء کی تصانیف کا ذکر کیا گیا ہے، ان کے مقابلے میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتنی کتب تھیں؟ تو بریلویوں کے پاس سوائے منہ بنانے کے اور کیا جواب ہوگا؟

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صرف خطبات ۳۲ جلدوں پر ہیں، ملفوظات ۳۰ جلدوں پر ہیں، دیگر کتب اس کے علاوہ اور حضرت وعظ ونصیحت، درس وتدریس اور خانقاہ کی مصروفیات میں بھی مصروف رہتے، دن بھر لوگوں کا تانتا بندھا رہتا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی کتب کو قادیانیوں نے مجموعہ کی شکل میں جمع کیا تو ۸۵ جلدیں تیار ہوگئیں۔

ڈاکٹر وہبہ مصطفیٰ زحیلی جو خان صاحب کے بعد مصر کے عالم اور جامعہ ازہر کے استاد تھے، انہوں نے ''تفسیر منیر'' کے نام سے تیس جلدوں پر تفسیر لکھی، ''الفقہ الاسلامی وادلتہ'' جس کی ۱۱ جلدیں ہیں، ''موسوعۃ الفقہ الاسلامی'' ۸ جلدوں میں، ''موسوعۃ الفقہ الاسلامی والقضایا المعاصرۃ'' ۱۴ جلدوں میں، ''قضایا الفقہ'' تین جلدوں میں، دیگر تصانیف وتعلیقات اس کے علاوہ ہیں، گویا خان صاحب کے بعد پیدا ہونے والے ایک مصری عالم کی چند فقہی کتب کو جمع کر دیا جائے تو خان صاحب کی پوری کابینہ کے ساتھ مل کر تیار کی گئی فتاوی رضویہ سے اس کی تعداد بڑھ جائے گی۔

موجودہ دور کے سعودی مفتی اعظم عبدالعزیز بن باز کے فتاویٰ کو تیس جلدوں میں جمع کیا گیا ہے، دیگر کتب اس کے علاوہ ہے۔

امت مسلمہ میں سب سے زیادہ جن صاحب تصانیف شخصیت کا نام میرے علم کے مطابق آتا ہے وہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ ہیں، جن کی مصنفات کی تعداد ۹۰۰ بتلائی گئی ہے، (فہرس الفہارس لعلامہ عبد الحیٔ الکتانی، ومکتبۃ الجلال السیوطی، لعلامہ احمد الشرقاوی) اس کے بعد ابن طولون حنفی رحمہ اللہ کا نام آتا ہے جن کے مؤلفات کی تعداد ۷۱۸ ہے، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی کتب کی تعداد ۱۰۰۰ تک بتلائی جاتی ہے، اس اعتبار سے الحمدللہ یہ سب پر فائز ہیں، بہرحال یہ رضاخانیوں کا ڈھونگ ہے کہ کثرت تالیف کے اعتبار سے خان صاحب بریلوی کی شخصیت یگانہ ہے۔

## فتاویٰ رضویہ کی تیس جلدیں کیسے بنائی گئیں؟:

خان صاحب کی یہ تیس جلدیں بھی کیسے بنائی گئی؟ ہر جلد کو آپ اٹھا کر دیکھ لیں خط کو انتہائی موٹا کر کے اندازاً (20 pt) سائز میں رکھا گیا، پھر انہیں کشید کر کے لمبا کیا گیا، پھر عربی بمع اردو ترجمہ کو لمبائی میں لکھنے کے بجائے انتہائی کھلے کالمز میں لکھا گیا، گویا پورا آدھا، بلکہ بعض اوقات ایک سے بھی زائد ورقہ صرف عربی عبارت اور ترجمہ کو دے دیا گیا، دوسطروں کے درمیان اچھا خاصہ فاصلہ رکھا گیا، پھر تخریج اس کے علاوہ !!...... بریلوی میرے ذمہ یہ کام لگاتے تو اس قسم کی حرکتوں سے تیس تو کیا ساٹھ جلدیں تیار کر کے دکھا دیتا، یہ تیس جلدیں کس طرح ہاتھ کا کرتب دکھا کر بنائی گئی ہیں اس کی صرف ایک مثال ملاحظہ ہو، میرے سامنے خان صاحب کا ایک رسالہ ''الحجۃ الفائحۃ'' ہے، جو مجموعہ رسائل اعلیٰ حضرت میں شامل ہے، اس کے صفحے کا سائز (7/4.5) انچ ہے، اصل فارسی میں ہے بریلویوں نے اردو ترجمہ بھی شامل کر دیا، بہرحال کل ملا کر ستائیس (۲۷) ورق یعنی چوبن (۵۴) صفحات کا ایک چھوٹا رسالہ بن جاتا ہے، اب جدید فتاویٰ رضویہ کے فل اسکیپ بڑے سائز پر اس کو مزید چھوٹا ہو جانا چاہیئے تھا مگر آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۹ کے صفحہ ۵۶۹ سے ۶۴۹ تک یہ رسالہ پھیلا ہوا ہے۔ یعنی ۵۴ صفحات کو محض کھلے اور موٹے خط کی بنا پر ۸۰ صفحات بنا دیا گیا، یہ ہے وہ کمال جس سے بارہ جلدوں کو تیس جلدیں بنایا گیا!!!!

یہ بھی یاد رہے کہ ان تیس جلدوں میں عربی وفارسی عبارات کا ترجمہ اور تخریج بھی شامل کر لی گئی ہے، اگر یہ ترجمہ نکال لیا جائے تو اتنا کچھ فراڈ کرنے کے بعد بھی ۱۵ جلدوں سے زائد جلدیں نہیں بنیں گی!!!!

اب اس کے مقابلے میں حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی کو دیکھ لیں، (15pt) کا کمپیوٹرائز سائز بغیر کشید کیا ہوا دونوں سطروں میں معمول کے مطابق فاصلہ عربی عبارات بمع اردو ترجمہ بجائے کالم میں لمبی سطر میں اور الحمدللہ تیس جلدوں (۳۰) میں شائع ہوا

ہے، حضرت اس کے ساتھ ساتھ وعظ ونصیحت اور دارالعلوم دیوبند میں درس بخاری بھی دیا کرتے تھے، ان فتاویٰ میں خان صاحب کی طرح شاگردوں سے مدد نہیں لی گئی، نہ ہی خان صاحب کی طرح خواہ مخواہ میں ایک مسئلہ پر حوالہ جات کی بھرمار کر کے فتوے کو طول دیا گیا۔

اس کے بعد بھی بریلویوں کو یہ دعویٰ کرتے ہوئے شرم نہیں آئی کہ:

''یہ غالباً اُردو زبان میں دنیا کے ضخیم ترین فتاویٰ ہیں''۔(ملفوظات،ص ۴۳، مکتبۃ المدینہ)

بندے کے پاس دستیاب قدیم فتاوی رضویہ جلد ۱، ۲، ۳، ۵، ۶، ۷، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲ کے کل صفحات کو جب بندے نے شمار کیا تو تعداد محتاط اندازے کے مطابق **4907** نکلی اس میں دو جلد ۴ اور ۹ کا اوسط خود شامل کر لیں، یوں کاتب کے زور پر ان قریباً ساڑھے پانچ ہزار صفحات جن میں اکثر ان کے شاگردوں کی محنت اور آدھی سے زیادہ بقول نعیم الدین مرادآبادی فضولیات پر مشتمل ہے اور خط بھی انتہائی موٹا وکشیدہ رکھا گیا ہے کو بائیس ہزار صفحات بنا دیا گیا۔

## کثرتِ کتب وصفحات کے متعلق ایک اور جھوٹ:

مولوی محمد جیلانی ایک اور گپ چھوڑتے ہیں کہ:

''ان کی علمی وتحقیقی خدمات کو ۶۶ سالہ زندگی کے حساب سے جوڑیں تو ہر ۵ گھنٹے میں امام احمد رضا ایک کتاب ہمیں دیتے ہوئے نظر آتے ہیں''۔(المیزان امام احمد رضا نمبر،ص ۲۸)

یہی گپ شاہ تراب الحق قادری نے بھی بیان کی ہے، ملاحظہ ہو: (مصلح الدین کراچی کا تراب الحق نمبر،ص ۱۸۳)

ہم ہر پانچ گھنٹے کا حساب نہیں لگاتے، اگرچہ خان صاحب کے چاہنے والوں کا دعویٰ ہے کہ:

''چوبیس گھنٹوں میں صرف ڈیڑھ گھنٹہ آرام فرماتے، باقی تمام وقت تصنیف اور کتب بینی اور دیگر خدمات دینیہ پر صرف فرماتے''۔(تذکرہ مشائخ قادریہ،ص ۴۳۵)

بلکہ ۲۴ گھنٹے میں ۸ گھنٹے اطباء کے نزدیک انسان کے آرام کیلئے ضروری ہے، اگرچہ خان صاحب جس طرح کی عبقری شخصیت تھی اس کا تقاضہ تھا کہ وہ دن میں دو گھنٹے سے زیادہ آرام نہ لیتے لیکن ہمیں ان سے ایسی کوئی خوش فہمی نہیں، اس لئے عام آدمی کی نیند ۸ گھنٹے کا وقت نکالنے کے بعد بقایا ۱۶ گھنٹے بچے، ہم فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ۶ گھنٹے نماز اور دیگر مشاغل (یاد رہے کہ خان صاحب نوافل اور ذکر واذکار نہیں کرتے تھے، لہذا صرف نماز اور دیگر مشاغل کیلئے ۶ گھنٹے بہت زیادہ ہیں) کیلئے دیتے ہیں، بقایا بچے دس گھنٹے، یعنی ایک دن میں خان صاحب ۲ کتابیں ہمیں دے رہے ہیں، سال میں ۳۶۵ دن یعنی ایک سال میں ۷۳۰ کتب اور ۶۶ سالوں میں اس حساب سے خان صاحب کو **48,180** کتب دینی چاہیئے !!!!............ مگر خود بریلویوں کا دعویٰ کم وبیشی ایک ہزار سے زاید کا نہیں، اس میں سے بھی آج تک دس کتب بھی شایع نہ ہوسکی، جو ہے وہ فتاویٰ رضویہ کی شکل میں ہے، جس کو یہ لوگ مستقل تصنیف شمار کرتے ہیں اور کنزالایمان کی شکل میں ہے، خود المیزان میں جو کتب کی فہرست تمام جھوٹے سچے حاشیوں وتعلیقات سمیت دی گئی تو وہ ۵۴۸ سے نہ بڑھ سکی، جس میں اکثر کتب آج بھی خود رضاخانیوں کو دیکھنا نصیب نہ ہوئیں، اب اندازہ لگائیں ان لوگوں نے خان صاحب کی سوانح مرتب کرنے میں کس قدر جھوٹ کا مظاہرہ کیا، نیز خان صاحب کی کل عمر ۶۸ سال (پیدائش ۱۲۷۲ھ ہجری تاریخ وفات ۱۳۴۰ھ ہجری) بنتی ہے۔ ۶۶ سالہ زندگی کے

حساب سے جوڑیں تو کیا خان صاحب نے دو سال کی عمر میں تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا تھا؟ نیز خان صاحب نے پہلا خیالی پلاؤ تصنیف شرح ہدایۃ النحو ۱۲۸۰ھ ہجری میں لکھی (المیزان ص ۵۵) اگر اس سن سے خان صاحب کی تصنیفی خدمات کا حساب لگائیں تو یہ ۶۰ سال بنتے ہیں نہ کہ ۶۶ جیسا کہ جیلانی صاحب جھوٹ پر جھوٹ بولے جا رہے ہیں !!!!

یہاں اختر شاہجہان پوری صاحب کے اس جھوٹ کی طرف بھی اشارہ کرتے چلے جائیں، جو انہوں نے خان صاحب پر مقالے میں لکھا کہ:

''تقریباً ڈیڑھ سو متداول کتابوں پر آپ نے حواشی لکھے اور تقریباً پانچ سو کتابیں ان لوگوں کے رد میں ہیں جو برٹش گورنمنٹ کے اشارے پر فرقے بنا کر......الخ''۔ (حیاۃ الموات، ص ۲۳)

حالانکہ المیزان امام احمد رضا خان والوں نے خان صاحب کی تمام سچی جھوٹی کتب کی جو فہرست تیار کی تو وہ ۵۴۸ سے اوپر نہ جا سکی، مگر یہاں تو حکیم صاحب فرما رہے ہیں کہ پانچ سو (۵۰۰) کتابیں تو صرف مخالفین کے رد میں لکھی، حقیقت یہ ہے کہ خان صاحب کے سوانح نگاروں نے جو منہ میں آیا جھوٹ بولتے چلے گئے اور انجام سے بالکل بے خوف ہو گئے۔

ایک اور بڑ ملاحظہ ہو، مولوی عبدالکریم بریلوی کو جیلانی صاحب کا یہ جھوٹ ہضم نہ ہوا اور انہوں نے دعویٰ کچھ ہلکا کر کے یوں کہا:

''شعبان ۱۲۸۶ھ سے لیکر ۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ تک پورے چون برس مسند افتاء پر تمکین رہے اور اس عرصہ میں اتنا لکھا کہ حضرت علامہ الحاج مولانا شاہ محمد حسنین رضا خان صاحب نے جب حساب لگایا تو فی دن ۵۶ صفحات کتاب و تحریر کے نکلے''۔

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر، ص ۳۵۸)

۵۶ کو ۳۶۵ سے ضرب دیں تو میزان نکلا 20,440 اب اس کو ضرب دیں ۵۴ کے ساتھ تو کل میزان بنا 1,103,760 یعنی گیارہ لاکھ تین ہزار سات سو ساٹھ صفحات !!!!...... یا خدایا!...... ان لوگوں کو اس قسم کے جھوٹ بولتے ہوئے ذرا بھی حیا و شرم نہیں آتی؟ اسی سے اندازہ لگا لیں کہ انہوں نے علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کیلئے کتنے جھوٹ بولے ہوں گے؟؟؟؟

## خان صاحب نے تصنیف کر کے آخر کون سا تیر مار لیا؟:

خان صاحب کے سوانح نگار لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت کے ذوق کتب بینی کا یہ حال تھا ۲۴ گھنٹے میں صرف ڈیڑھ دو گھنٹے آرام فرماتے تھے، بقیہ تمام وقت کتب بینی، تصنیف و تالیف اور دیگر خدماتِ دینیہ میں صرف فرماتے''۔ (فقیہ اسلام، ص ۱۷۴)

درس و تدریس خان صاحب نہیں کرتے، وعظ و تلقین سے انہیں کوئی لینا دینا نہیں، نوافل نہیں پڑھتے، ان کی زندگی میں چلہ کشی اور دیگر صوفیانہ مجاہدوں و ریاضتوں کا کوئی تصور نہیں، سیاست سے کوسوں دور، تبلیغ کیلئے اندرون و بیرون اسفار کبھی نہیں کئے، چودہ سو سال کی کتب انہیں ویسے ہی از بر تھیں اس لئے مطالعہ کیلئے وقت نکالنا بھی اب کوئی مسئلہ نہ رہا، لے دے کے ان کا ایک کام رہ جاتا ہے کہ انہوں نے بقول بریلویہ اپنی ۶۶ سالہ زندگی میں تصنیف و تالیف کا کام کیا جو آج ہمارے سامنے فتاویٰ رضویہ کی صورت میں موجود ہے!!!!

سال میں ۳۶۵ دن ہوتے ہیں اس میں سے ۶ سال ہم نکال لیتے ہیں کہ خان صاحب نے چودہ سو سال کی کتب کا مطالعہ ان سالوں میں کر لیا ہوگا، بقایا ۶۰ سال رہ جاتے ہیں چلیں مزید دس سال دیگر عوارض کیلئے نکال لیتے ہیں تو پیچھے بچے پچاس (۵۰) سال، ۳۶۵ کو

ضرب دیں پچاس سے تو کل بنا اٹھارہ ہزار دو سو پچاس دن (18250) خان صاحب کی فتاویٰ رضویہ قدیم کے صفحات ہمارے انتہائی محتاط اندازے کے مطابق چھ ہزار (6000) سے زائد نہیں، اب اس کو ان کے پچاس سالہ زندگی کے کل دنوں پر تقسیم کریں تو فی دن ایک صفحے سے بھی کم صفحہ خان صاحب نے لکھا ہے، چلیں جدید فتاویٰ رضویہ کے ۲۲۰۰۰ صفحات لے لیں اور انہیں ان کے تصنیفی ایام پر تقسیم کریں تو فی دن کے حساب سے ڈیڑھ صفحہ سے کم صفحہ خان صاحب نے لکھا، یاد رہے کہ یہ ۲۲۰۰۰ صفحات بھی تب بنیں گے جب اس میں جامعہ نظامیہ والوں کی طرف سے شامل کردہ عربی وفارسی عبارات کے تراجم شامل کر لیے جائیں، ورنہ بمشکل ۱۵۰۰۰ صفحات بنیں گے، یعنی ساری تگ و دو کرنے کے بعد بھی فی دن ایک صفحہ تک بمشکل تحریر کا اوسط نکل رہا ہے۔

ظالمو! خان صاحب نے ساری فراغتوں، ساری سہولتوں، شاگردوں و مریدین کے تعاون کے بعد بھی جتنے صفحات لکھے، علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ یا ماقبل میں جن علماء کا تذکرہ ہوا انہوں نے فقط اپنی ایک تصنیف میں ان سب صفحات کو پورا کر لیا اور اس پر شرم نہیں آتی کہ اس کی تصنیفی خدمات کا تقابل پوری امت سے کرواتے ہو؟ اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد اور خان صاحب کی تصنیفی خدمات کا بھانڈا پھوٹ جانے کے بعد آئندہ کیلئے بریلویوں کو اس قسم کے جملے:

''اعلیٰ حضرت کی تصانیف و تالیفات کا دوسرے مصنفین اور مؤلفین سے موازنہ کرنے پر یقین ہو جاتا ہے کہ نہ صرف ان کے دور میں بلکہ اس سے پہلے کے ادوار میں بھی کثرتِ تصانیف کے لحاظ سے آپ بلاشبہ نادر روزگار تھے، ایک متحرک تحقیقی ادارہ کا کام آپ نے تنہا انجام دے کر اپنی جامع شخصیت کے انمٹ نقش چھوڑے ہیں''۔ (فقیہ اسلام، ص ۱۹۳)

لکھنے سے پہلے چلو بھر پانی لے کر اس میں ڈوب مرجانا چاہیئے!...... اعلیٰ حضرت نے ساری زندگی میں فارغ البال ہونے کے بعد بھی جتنا تصنیفی کام کیا امت محمدیہ کے صرف ایک فرد علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک تصنیف میں اسے پورا کر لیا اور ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس جیسی بلکہ اس سے بھی ضخیم کئی تصانیف لکھ چکے ہیں۔

## کثرتِ مطالعہ کے ڈھول کا پول:

کثرتِ مطالعہ کے عنوان سے بھی بڑی مبالغہ آرائی کی گئی، چنانچہ ان کے سوانح نگاروں نے لکھا:

''حضرت ابو حامد سید محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ تکمیل جواب کے لیے جزئیاتِ فقہ کی تلاش میں جو لوگ تھک جاتے، وہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کرتے اور حوالہ جات طلب کرتے تو اُسی وقت آپ فرما دیتے کہ رَدُّالمحتار جلد فُلاں کے فُلاں صَفحہ پر فُلاں سَطر میں اِن الفاظ کے ساتھ جزئیہ موجود ہے، دُرِّمُختَار کے فُلاں صَفحے پر فُلاں سَطر میں عبارت یہ ہے، عالمگیری میں بقید جلد وَصَفحہ وَسَطر یہ الفاظ موجود ہیں، ہندیہ میں خَیریہ میں مَبسُوط میں ایک ایک کتاب فقہ کی اصل عبارت مع صَفحہ وَسَطر بتا دیتے اور جب کتابوں میں دیکھا جاتا تو وہی صفحہ وَسَطر وعبارت پاتے جو زبانِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا، اِس کو ہم زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ **خداداد قوت حافظہ سے چودہ سو سال کی کتابیں حفظ تھیں**۔

(فیضان اعلیٰ حضرت، ص ۲۲۳، احکام شریعت، ص ۵)

حالانکہ ہمارے نزدیک یہ سب مبالغہ آرائی کے سوا کچھ نہیں، خان صاحب کے پاس جب کتب ہی موجود نہ تھیں تو حفظ کا کیا مطلب؟

بقول مناظر اسلام حضرت مولانا ابوایوب قادری صاحب زید مجدہٗ خان صاحب کے پیش نظر اکثر فتاویٰ عالمگیری رہتی، عالمگیری کا مطالعہ اس نے خوب کیا تھا، عالمگیری کا طرز یہ ہے کہ وہ ایک مسئلہ کے متعلق کئی اقوال وحوالہ جات نقل کرتا ہے، خان صاحب یہیں سے کتب کے نام دیکھ کر اصل کتب منگواتے، اپنے شاگردوں سے اس کتاب سے مطلوبہ مسئلہ نکلواتے اور نقل کردیتے۔

یعنی خان صاحب کی کتب میں جو متفرق کتب کے حوالہ جات ملتے ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ خان صاحب نے ان تمام کتب کا خود مطالعہ کیا اور اپنے مطالعہ کے زور پر حوالے نوٹ کئے، بلکہ ان کے پیش نظر ایک دو کتب ہوتیں، جس میں مطلوبہ مسئلہ کے متعلق مختلف اقوال وحوالہ جات کو نوٹ کرکے وہ حوالے منگواتے اور اپنی کتب میں درج کروا دیتے، یہ طریقہ آج بھی کچھ دارالافتاؤں میں رائج ہے کہ پہلے طالب علم کو اردو فتاوے مطالعہ کیلئے دیے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ان کا مطالعہ کرکے ان میں جو ماخذ کی نشاندہی کی گئی اس سے اصل مسئلہ نکالو اور یوں ایک سے دوسرا، دوسرے سے تیسرے کی کڑی بنتی چلی جاتی ہے۔

ہم نے خان صاحب کے متعلق جو کچھ کہا یہ رضاخانیوں کی طرح نرا دعویٰ ہی نہیں بلکہ اس پر دلائل وقرائن موجود ہیں، ایک رضاخانی محقق لکھتا ہے:

''اس جملے سے پتہ چلتا ہے کہ ملک العلماء امام موصوف کے لیے کتابوں سے حوالوں کی تخریج، عبارات کا اصل سے مقابلہ، کتب خانوں اور لائبریریوں سے نادر ونایاب کتب کی تلاش وجستجو، عبارات کے لاحق وسابق سے اطلاع جیسے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے تھے، نیز اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام احمد رضا کو آپ پر یہ اعتماد کلی تھا کہ جو عبارتیں آپ نقل کرکے بھیج رہے ہیں وہ من وعن وہی ہیں جو کتاب میں مذکور ہیں، اس میں کسی قسم کا کوئی حذف واضافہ نہیں، رد وبدل نہیں، ذرا غور فرمایئے کہ کتاب سامنے نہیں، مگر عبارتیں دیکھی جارہی ہیں، فتوؤں میں حوالہ کے طور پر مذکور ہورہی ہیں واللہ کیسی آنکھ تیار کی ہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے کہ موجود ہیں بریلی میں، مگر پٹنہ میں کتابوں کی عبارتیں ملاحظہ فرمارہے ہیں، فقہی جزئیات دیکھ رہے ہیں سہسرام میں، ہیں بریلی میں اور کٹیہار میں حوالوں کے لاحق وسابق پر غور فرمارہے ہیں، شملہ میں نادر کتابوں کا مطالعہ فرمارہے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی ان سے کتب ورسائل کی عبارات طلب کرتے، عبارتوں میں مطابقت کی ہدایت فرماتے، خط وکتابت کے ذریعہ بدمذہبوں کی خبر لینے کا حکم فرماتے''۔ (جہان ملک العلماء، ص ۳۵۶)

گویا قصہ ہی ختم یا ساری تصنیف وتالیف، یہ ساری محنت، دوڑ دھوپ خان صاحب نہیں بلکہ ان کے شاگرد ظفرالدین بہاری اور ان جیسے کئی دیگر شاگردوں کی محنت کا شاخسانہ ہے!!!!

ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو: ''عبارت تاتارخانیہ'' بہت عمدہ ہے، ایسی عبارتیں کہ اذان مکان عالی پر ہوں، کافی نہیں.........فقہ شافعی میں امام ابواسحاق کی کتاب ''تنبیہ'' ہے، اس کی شرح امام ابوزکریا نووی نے فرمائی، جس کا نام ''تحریر'' ہے، یہ متن وشرح اگر اس کتب خانہ میں ہوں تو **جلوس امام علی المنبر وقیام للاذان** کے متعلق جو کچھ اس میں ہو۔''
(کلیاتِ مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف: ۱/۳۳۳)

اب دیکھیں علامہ نووی کی **التحریر فی شرح الفاظ التنبیه**، اور اس کا متن التنبیہ یہ دونوں کتابیں خان صاحب کے پاس نہیں اور کہیں اور سے منگوا رہے ہیں، ظاہر ہے کہ کسی دوسری کتاب میں اس کا نام وحوالہ پڑھا یا کسی اہل علم سے سنا ہوگا، اب جب کتابیں مل جائیں گی تو بیچارے بہاری صاحب کو کہا جائے گا کہ اس میں سے مطلوبہ حوالہ نکال کر بھیج دیں۔

اس کے بعد ذرا اس عبارت کو بھی ملاحظہ فرمائیں:

''دوسری یہ کہ وہ نوے کتابیں جو صرف فقہی احکام پر مشتمل ہیں نہ صرف یہ کہ وہ سب آپ کی نگاہوں سے گذر چکی تھیں، بلکہ ان کے مضامین پر ذہن کی گرفت اتنی سخت تھی کہ کوئی بھی گوشہ آپ کے حاشیہ خیال سے اوجھل نہیں تھا، اس سے آپ کے وسعت مطالعہ کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے''۔ (فقیہ اسلام، ص ۱۷۴)

خان صاحب کے مکاتیب سے خود اندازہ لگالیں کہ اس عبارت میں کتنا بڑا جھوٹ بولا گیا ہے، چودہ سو سال کی کتب حفظ ہونا جیسا کہ بریلوی محدث اعظم کا دعویٰ ہے اس لئے بھی جھوٹ ہے کہ خود خان صاحب کہتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت ایک مرتبہ پیلی بھیت تشریف لے گئے اور حضرت استاذی مولانا وصی احمد محدث سورتی قدس سرہٗ کے مہمان ہوئے، اثنائے گفتگو میں عقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامیہ کا ذکر نکلا، حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا! میرے کتب خانہ میں ہے، اتفاق ہے کہ اعلیٰ حضرت کے کتب خانہ میں کتابوں کا کافی ذخیرہ تھا اور ہر سال معقول رقم کی نئی نئی کتابیں آیا کرتی تھیں مگر اس وقت تک عقود الدریہ منگوانے کا اتفاق نہ ہوا تھا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا! میں نے نہیں دیکھی ہے، جاتے وقت میرے ساتھ کردیجئے گا، حضرت محدث سورتی صاحب نے بخوشی قبول کیا اور کتاب لاکر حاضر کردی، مگر ساتھ ساتھ فرمایا کہ جب ملاحظہ فرمالیں تو بھیج دیجئے گا، اسلئے کہ آپ کے یہاں تو بہت کتابیں ہیں، میرے پاس یہی گنتی کی چند کتابیں ہیں، جن سے فتویٰ دیا کرتا ہوں، اعلیٰ حضرت نے فرمایا! اچھا۔ اعلیٰ حضرت کا قصد اسی دن واپسی کا تھا، مگر اعلیٰ حضرت کے ایک جاں نثار مرید نے حضرت کی دعوت کی، اس وجہ سے رک جانا پڑا، شب کو اعلیٰ حضرت نے عقود الدریہ کو جو ایک ضخیم کتاب دو جلدوں میں تھی، ملاحظہ فرمالیا، دوسرے دن دوپہر کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر گاڑی کا وقت تھا، بریلی شریف روانگی کا قصد فرمایا۔ جب اسباب درست کیا جانے لگا تو عقود الدریہ کو بجائے سامان میں رکھنے کے فرمایا کہ محدث صاحب کو دے آؤ، مجھے تعجب ہوا کہ قصد لے جانے کا تھا، واپس کیوں فرمارہے ہیں؟ لیکن کچھ بولنے کی ہمت نہ ہوئی، حضرت محدث سورتی صاحب کی خدمت میں میں نے حاضر کی، وہ اعلیٰ حضرت سے ملنے اور اسٹیشن تک ساتھ جانے کیلئے اپنے مکان سے تشریف لاہی رہے تھے کہ میں نے اعلیٰ حضرت کا ارشاد فرمایا ہوا جملہ عرض کیا، فرمایا! تم کتاب لیے میرے ساتھ واپس چلو میں اس کتاب کو لیے ہوئے حضرت محدث صاحب کے ساتھ واپس ہوا، حضرت محدث صاحب نے اعلیٰ حضرت سے کہا کہ میرا یہ کہنا کہ "جب ملاحظہ فرمالیں تو بھیج دیجئے گا" ملال ہوا کہ اس کتاب کو واپس کیا، فرمایا! قصد بریلی ساتھ لے جانے کا تھا اور اگر کل ہی جاتا تو اس کتاب کو ساتھ لیتا جاتا، لیکن جب کل جانا نہ ہوا تو شب میں اور صبح کے وقت پوری کتاب دیکھ لی اب لے جانے کی ضرورت نہ رہی، حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا! بس ایک مرتبہ دیکھ لینا کافی ہوگیا؟ **اعلیٰ حضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امید ہے کہ دو تین مہینہ تک تو جہاں کی عبارت کی**

ضرورت ہوگی،فتاویٰ میں لکھ دوں گا اور مضمون تو انشاء اللہ عمر بھر کیلئے محفوظ ہوگیا"۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت،تجلیاتِ امام احمد رضا ص ۶۳،۶۴)

اگر چہ ہمیں خان صاحب کا یہ دعویٰ بھی تسلیم نہیں لیکن بہر حال خود خان صاحب جب اس بات کا اقرار کررہے ہیں کہ کتاب مطالعہ کے بعد دو سے تین مہینے تک یاد رہے گی تو اس کے بعد کسی اور دعوے کا ذکر سوائے جھوٹی مشیخیت جھاڑنے کے اور کس چیز پر محمول کیا جائے؟؟

خان صاحب سے ایک دفعہ سوال ہوا:

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سید نہیں اور نہ حسن مثنیٰ کی اولاد میں ہیں،مہربانی فرما کر کتب معتبرہ شیعہ وسنی سے نقل عبارت مع صفحہ ونام کتاب تحریر فرمائیں"

موصوف اس کا جواب دیتے ہیں:

"حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقیناً قطعاً اجل ساداتِ کرام میں سے ہیں حضور کی سیادت متواتر ہے،حضرت سیدی امام اوحد ابو الحسن لخمی قدس سرہٗ کی بہجۃ الاسرار شریف اور امام جلیل عبد اللہ بن اسعد یافعی شافعی کی سنی المفاخر وعلامہ ملا علی قاری کی نزہۃ الخواطر اور مولانا نور الدین جامی کی نفحات الانس اور شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی کی زبدۃ الاسرار وغیرہم اجلہ اکابر کی معتمدات اسفار ملاحظہ ہوں،فقیر بوجہ علالت تبدیل ہوا کیلئے پہاڑ پر آیا ہوا ہے ورنہ کتابوں کے حوالے اور صفحات کے نشان لکھتا"۔(فتاویٰ رضویہ قدیم،ج ۱۲ص ۲۹۹)

چودہ سو سال کی کتب کے حافظ کا یہ حال ہے کہ نہ کتابوں کا مضمون یاد ہے اور نہ صفحات!!!!

## لغت میں مہارت یا جہالت کی دلیل؟ نیز خان صاحب کا حوالہ جات شاگردوں سے لینے پر ایک اور دلیل:

کثرت مطالعہ ہی کے ضمن میں بریلوی حضرات نے خان صاحب کی لغت پر مہارت کیلئے یہ حوالہ پیش کیا کہ:

"علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لفظ **طَفَّ بِهٖ** پڑنے کے معنی میں استعمال کیا اور فرمایا: **حَتّٰى طَفَّ مِنْ جَوَانِبِهَا**۔اس پر امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا:" مجھے یہ فعل اور اس کا مصدر ۱ صحاح،۲ صراح،۳ مختار،۴ قاموس،۵ تاج العروس،۶ مفردات، ۷ نہایہ،۸ درنثیر،۹ مجمع البحار اور ۱۰ مصباح میں نہیں ملا،ہاں قاموس میں صرف اتنا ہے کہ **طف المكوك والاناء وطففه وطفافه** وہ چیز جو اس برتن کے کناروں کو بھر دے"۔

امام احمد رضا بریلوی کو عربی زبان پر اس قدر عبور تھا کہ ایک نامانوس لفظ دیکھتے ہی اسے غریب سمجھا اور اس کی غرابت پر لغات کی دس مستند کتابوں کا حوالہ پیش کیا،ان مآخذ میں عربی لغات بھی ہیں اور لغاتِ حدیث بھی۔(فتاویٰ رضویہ جدید،ج ا ص ۲۰)

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے؟۔یہ لفظ حدیث میں آیا ہے،اگر خان صاحب کو یہ لفظ نہیں ملا تو ان کی جہالت ہے،غالباً اس وقت کوئی شاگرد نہیں تھا جو لفظ نکال کر ان کو دیتا اور موصوف کو جن کتب کے نام یاد تھے ان کو ذکر کردیا کہ نہیں ملا،اس پر دلیل یہ ہے کہ جن کتب کا خان صاحب نے نام لیا ان میں سے ہمیں دستیاب قریباً پانچ کتب میں اس لفظ کی تحقیق قریباً اسی معنیٰ کے ساتھ موجود ہے جسے خان صاحب نے قاموس سے بیان کیا۔

جن کتابوں کے خان صاحب نے نام لئے ہیں ان میں (۱) صحاح (۲) نہایہ (۳) مختار الصحاح (۴) تاج العروس (۵) مجمع بحار

الانوار میں یہ لفظ موجود ہے اور راہم نے تھوڑی سے تکلیف کر کے مزید کتب لغت سے بھی اس لفظ کو نکال لیا، ملاحظہ ہو:

یہ **طف** باب نصر ینصر سے ہے اس کا مصدر **طف** بھی آتا ہے اور **طفیف** بھی آتا ہے۔

**طَفَّتِ الشَّمْسُ : دَنَتْ لِلْغُرُوبِ طَفٌّ مِنْهُ وَلَهُ : بَدَا وَقَرُبَ تَنَاوُلُهُ**

(۱) **کلکم بنو آدم طَفُّ الصاع لم یملأ لیس لأحَدٍ علی أحدٍ فضلٍ إلا بالتقوی۔ طفف یقال : هذا طَفُّ المِکْیال وطِفافه أی قِرابه وهو ما قَرُب من مَلْئِه** (الفائق فی غریب الحدیث ج ۲، ص ۳۶۴)

(۲) ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

**هذا طَفُّ المِکْیال وطِفَافه وطَفَافه : أی ما قَرُب من مِلْئِه** (النہایہ، ج ۳، ص ۲۸۹)

(۳) **طَفُّ) الصاع و (طَفَفُه) و (طِفَافُه) : مقدارُه الناقصُ عن مِلْئِه** (مغرب ج ۲ ص ۲۲)

(۴) **طَفُّ المِکْیالِ، وطَفافُه : إذا قارِبَ مِلأَه، وفی الحَدِیثِ : کُلُّکُمْ بَنُو آدَمَ طَفُّ الصَّاعِ لَمْ تَمْلَؤُوه وهو أَنْ یَقْرُبَ أَنْ یمتَلِئَ فلا یفْعَل، کما فی الصِّحاحِ، قال ابنُ الأَثِیرِ : معناه کُلُّکُم فی الانْتِسابِ إلی أَبٍ واحِدٍ بمَنْزِلَةٍ واحدةٍ، فی النَّقْصِ والتَّقاصُرِ عن غایَةِ التَّمامِ، وشَبَّهَهُمْ فی نُقْصانِهم بالکَیْلِ الَّذِی لَمْ یَبْلُغْ أَنْ یملأَ المِکْیالَ** (تاج العرس، ج ۲۵، ص ۹۱ مطبوعہ کویت)

(۵) تہذیب اللغہ جس کے بارے میں ابن منظور افریقی رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہے: **ولم أجد فی کتب اللغة أجمل من تهذیب اللغة للأزهری** اس کی جلد ۴ ص ۳۹۱ پر اس لفظ کی تحقیق موجود ہے۔

(۶) لسان العرب جیسی معروف لغت ج ۹ ص ۲۲۱ پر یہ لفظ موجود ہے۔

(۷) مختار الصحاح ص ۴۰۳ مطبوعہ لبنان پر اس لفظ کی تحقیق موجود ہے۔

(۸) الصحاح للجوہری میں ہے: **طف المکوك وطففه. وفی الحدیث: " کلکم بنو آدم طف الصاع لم تملؤوه " وهو أن یقرب أن یمتلئ،** (ج ۶ ص ۸۶)

(۹) شرح مشکل الاثار میں اس لفظ کا معنیٰ موجود ہے۔

(۱۰) مرقاۃ المفاتیح میں اس کا معنیٰ موجود ہے۔

(۱۱) غریب الحدیث لابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ میں موجود ہے۔

(۱۲) ہم حیران ہیں کہ مجمع بحار الانوار میں یہ لفظ کیسے خان صاحب کو نظر نہیں آیا؟ وہاں صاف طور پر لکھا ہوا ہے:

**طف المکیال وطفافه ای ما قرب من ملئه،** (مجمع بحار الانوار ج ۳، ص ۴۴۹، حرف الطاباب مع الفا، حیدر آباد دکن)

جن کتب میں خان صاحب بریلی کو یہ لفظ نہیں ملا، ان میں سے بعض میں الحمد للہ بندے نے نہ صرف اس لفظ کو ڈھونڈ نکالا، بلکہ مزید بھی حوالہ جات دے دیے، اب کیا رضا خانی میرے بھی وسعت مطالعہ کے قائل ہوں گے؟ بھلا کسی لفظ کو پانچ چھ لغات میں سے نکال لینا بھی کیا لغت دانی کی دلیل ہوا کرتی ہے؟

# الدولۃ المکّیۃ" تحقیق کی کسوٹی پر

## بریلوی پروپیگنڈہ طشتِ از بام:

احمد رضا خانصاحب کی غیر معمولی قوتِ حافظہ کو ثابت کرنے کے لیے بریلوی حضرات کی جانب سے جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں، اُن میں سب سے بنیادی اور اہم دلیل یہ ہے کہ موصوف نے مکۂ معظمہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً میں سینکڑوں کتب سے حوالہ جات کثیر نقل کرتے ہوئے محض اپنی یادداشت اور غیر معمولی قوتِ حافظہ کی بنیاد پر "الدولۃ المکّیۃ" ایسی ضخیم کتاب مرتّب کر دی، گویا بقول اُن کے "الدولۃ المکّیۃ" کا وجود ہی موصوف کی بے پناہ قوتِ حافظہ کے لیے برہانِ قاطع اور دلیلِ ساطع ہے، اس لیے خانصاحب بریلوی کے سوئے حافظہ کو ثابت کرنے کے لیے اس مکروہ پروپیگنڈے کی قلعی کھولنا اور اس کی تالیف کی اصل حقیقت سے پردہ اٹھانا از بس ضروری ہے۔

ہم نے آغازِ مضمون میں بریلوی مؤلفین کی چند عبارات نقل کی تھیں، جن میں احمد رضا خان صاحب کی قوتِ حافظہ کے بارے میں بلند وبانگ دعاوی کیے گئے ہیں، انہی عبارات سے "الدولۃ المکّیۃ" کے بارے میں رضاخانی حضرات کے چند دعاویٰ باطلہ بھی معلوم ہوتے ہیں، مثلاً ایک بریلوی مصنّف رقم طراز ہیں:

> "ایک دفعہ حج پر تشریف لے گئے تو وہاں آپ کو استفتاء پیش کیا گیا، آپ کو کہا گیا کہ اس کا جواب دوروز میں مکمّل کر دیا جائے، آپ کے پاس کتابیں نہ تھیں، یادداشت پر ہی اس کا جواب لکھا، اس میں سینکڑوں کتب سے حوالہ جات درج فرمائے اور دو دن کی بجائے صرف دو نشستوں میں، جن میں ایک نشست پانچ گھنٹے کی اور دوسری تین گھنٹے کی تھی یہ جواب چار سو صفحات پر مشتمل تھا اور اس کا نام الدولۃ المکّیۃ بالمادۃ الغیبیۃ ہے۔" (آزادی کی اَن کہی کہانی: ص ۱۴۰-۱۴۱)۔

## الدولۃ المکّیۃ کے بارے میں چند بلند بانگ دعاوی:

یہاں سے بریلوی حضرات کے الدولۃ المکّیۃ کے بارے میں چند بلند بانگ دعاوی معلوم ہوئے:

۱....الدولۃ المکّیۃ ایک استفتاء کا جواب ہے، جو حرم مکّہ میں احمد رضا خان صاحب کو پیش کیا گیا تھا۔

۲....احمد رضا خان صاحب سے کہا گیا کہ اِس استفتاء کا جواب دوروز میں مکمّل کر دیا جائے۔

۳....خان صاحب نے یہ جواب دو دن کے بجائے دو نشستوں میں یعنی صرف آٹھ گھنٹے میں مکمّل کر دیا، پہلی نشست پانچ گھنٹے کی اور دوسری نشست تین گھنٹے کی)

۴....یہ جواب یعنی الدولۃ المکّیۃ چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔

۵....احمد رضا خان صاحب نے اپنے تحریر کردہ جواب میں سینکڑوں کتب سے حوالہ جات نقل کیے ہیں۔

۶....یہ جواب کتابیں پاس نہ ہونے کے باعث صرف اپنی یادداشت اور غیر معمولی قوتِ حافظہ کی بنیاد پر لکھا ہے۔

# دعاوی کا جائزہ

## پہلے دعوے کا جائزہ:

آیئے! اب ہم حقائق وواقعات کے آئینے میں اِن میں سے ہر ایک دعوے کا جائزہ لیتے ہیں:

الدولۃ المکیۃ کو ایک استفتاء کا جواب قرار دینا بالکل سفید جھوٹ ہے، اصل بات یہ ہے کہ جب احمد رضا خان صاحب نے مکۃ معظمہ زاد ہا اللہ شرفاً وتعظیماً پہنچ کر علمائے دیوبند کثر اللہ سوادہم پر کفر کے فتوے پر دستخط لینے کی مہم شروع کی تو جواباً واقفِ حال اصحاب نے شریفِ مکہ کو احمد رضا خان صاحب کے عقائدِ باطلہ سے آگاہ کرنے کے لیے ایک محضر نامہ تیار کر کے شریفِ مکہ کی خدمت میں پیش کیا، تب شریفِ مکہ نے تحقیقِ حال کی خاطر احمد رضا خان صاحب سے اُن کے عقائدِ باطلہ کے بارے میں استفسار کیا، یہ استفسار بالکل اسی نوعیت کا تھا جیسا کہ حاکم کسی مجرم سے تفتیشِ جرائم کے سلسلہ میں پوچھ گچھ کرتا ہے تاکہ حقیقتِ حال کا علم ہوسکے۔ اِس سلسلہ کی مفصل معلومات کے لیے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کی تصنیفِ لطیف "الشہاب الثاقب" (مطبوعہ انجمن ارشاد المسلمین، لاہور) صفحہ نمبر ۱۱۴ تا ۱۹۸ ملاحظہ فرمائیں۔

اِس بیّن (واضح) حقیقت کا انکار تو خان صاحب بریلوی بھی نہیں کرسکتے، چنانچہ وہ کہتے ہیں:

"حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے جیب سے ایک پرچہ نکالا، جس پر علمِ غیب کے متعلق پانچ سوال تھے..... مجھ سے فرمایا یہ سوال وہابیہ نے حضرت سیدنا کے ذریعہ سے پیش کیے ہیں اور آپ سے جواب مقصود ہے، سیدنا وہاں شریفِ مکہ کو کہتے ہیں۔"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصۂ دوم، ص ۹)

ظاہر ہے کہ وہابیہ کو اپنے دشمن سے محض علمی تحقیق کے لیے سوالات پوچھنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہ تھی اور اگر بفرضِ محال کوئی ضرورت ہوتی بھی تو شریفِ مکہ تک پہنچنے کی کیا ضرورت تھی؟ بات دراصل وہی ہے جو ہم اوپر عرض کرچکے ہیں کہ جب احمد رضا خان صاحب کے عقائدِ باطلہ اور نظریاتِ فاسدہ بطورِ شکایت شریفِ مکہ کے کانوں تک پہنچے تو شریفِ مکہ نے موصوف سے صورتِ حال کی تحقیق کی خاطر بالکل اسی طرح سوالات کیے جیسے حاکم کسی بھی مجرم سے تفتیش کے سلسلہ میں پوچھ گچھ کیا کرتا ہے، لہٰذا شریفِ مکہ کے اس سوالات اور اس کی اس پوچھ گچھ کو استفتاء جیسے مقدس لفظ سے تعبیر کرنا ایک مکروہ قسم کی بددیانتی اور سفید جھوٹ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

## دوسرے دعوے کا جائزہ:

یہ دعویٰ کہ احمد رضا خان صاحب کو کہا گیا کہ تھا جواب دو روز میں مکمل کردیا جائے، یہ دعویٰ بھی قطعاً غلط ہے، کیونکہ موصوف کے خلفِ اکبر اور سفرِ حرمین شریفین کے ساتھی بلکہ "الدولۃ المکیۃ" کی تسوید وتبییض میں موصوف کے معاون جناب حامد رضا خان صاحب رقم طراز ہیں:

**وقد كان ابي مشتغلًا في هذا النهار ردًّا على الوهابيّة بكتابة كتابه -الدولة المكّيّة بالمادّة الغيبيّة- وكان واعد العلماء الكرام أن يُتمّهٗ تصنيفًا وتبييضًا في ثلاثة ايّام۔** (الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ (تمہید) صـ ۵۱-۲۵۰ مشمولہ رسائل رضویہ: ج ۲)

خود احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں:

"....میں نے عرض کی کہ اس کے لیے قدرے مہلت چاہیئے، دو گھڑی دن باقی ہے اس میں کیا ہوسکتا ہے؟ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے فرمایا: "کل سہ شنبہ (منگل)، پرسوں چہار شنبہ (بدھ) ہے، اِن دو روز میں ہو کر پنج شنبہ (جمعرات) کو مجھے مل جائے کہ میں شریفِ مکّہ کے سامنے پیش کر دوں۔" (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت: حصّہ دوّم، صـ ۱۰)

احمد رضا خان صاحب کو یہ سوال دوشنبہ (پیر) کے روز بعد نمازِ عصر موصول ہوتے ہیں اور ان کے مہلت طلب کرنے پر مولانا شیخ صالح کمال فرماتے ہیں کہ پنج شنبہ (جمعرات) کو ایسے وقت مجھے جواب تیار کر کے دے دیں کہ میں آپ کے جواب کو شریف کے سامنے پیش کر دوں، شریف کے دربار کا وقت جس میں یہ جواب اس کے سامنے پیش کرنا تھا خود احمد رضا خان صاحب بیان کرے ہیں:

"عشاء کی نماز وہاں شروع وقت پر ہو جاتی ہے، اس کے بعد سے نصف شب تک کہ عربی گھڑیوں میں چھ بجتے ہیں، شریف علی پاشا کا دربار ہوتا تھا، حضرت مولانا نے دربار میں کتاب پیش کی۔" (ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصّہ دوّم، صـ ۱۱)

گویا جواب لکھنے کے لیے خان صاحب بریلوی کے پاس جو وقت تھا وہ پیر کے روز عصر کی نماز کے بعد سے لے کر جمعرات کو قبل عشاء تک تھا، جو تین دن سے بھی چند گھنٹے زائد ہی بنتا ہے۔ یہ علاحدہ بات ہے کہ موصوف نے جواب کتنی دیر میں لکھ دیا لیکن اِس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اُن کے پاس جواب لکھنے کے لیے پورے تین دن بلکہ اس سے بھی کچھ زائد وقت تھا۔

## تیسرے دعوے کا جائزہ:

یہ دعویٰ کہ "موصوف نے دو نشستوں یعنی آٹھ گھنٹے میں اپنا جواب مکمّل کر دیا تھا" بھی محلِ نظر ہے، کیوں کہ اگر چہ احمد رضا خان صاحب نے لکھا ہے:

**الحمدلله كان العبد الضعيف اتمّ القسمَ الاوّل فى النهار الاوّل فى سبع ساعات ثمّ زاد فيه النظر السادس للافادة و كتب اليوم مع كثرة الأشغال القسمِ الثانى بعد الظهر وأتمّهٗ فى نحو ساعةٍ وزيادةٍ۔** (الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ :۲۳۶-۲۳۹)

"الحمدللہ! بندۂ ضعیف نے پہلا حصّہ پہلے دن سات گھنٹے میں پورا کر دیا تھا، پھر اِس میں فائدے کے لیے نظرِ ششم بڑھائی اور آج باوصف کثرتِ اشغال کے دوسرا حصّہ بعد ظہر کے لکھا اور اِسے ایک گھنٹے سے کچھ زائد میں تمام کر دیا۔"

احمد رضا خان صاحب کی اِس عبارت سے معلوم ہوا کہ انھوں نے اپنا جواب دو نشستوں میں مکمّل کر دیا تھا لیکن موصوف کے فرزند ارجمند اور "الدولۃ المکیۃ" کی تصنیف میں اُن کے رفیق و معاون فرماتے ہیں:

**....وأتمّ الكتاب وأنهى الجواب فى ثلاث جلساتٍ لايبلغ مجموعها عشر ساعاتٍ۔** (كفل الفقيه الفاهم فى احكام قرطاس الدراهم (تمہید): صـ ۶)

"یہ کتاب (الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ، از ناقل) اور جوابات صرف تین جلسوں (نشستوں، از ناقل) میں تمام ہوئے، جن کا مجموعہ دس گھنٹے بھی نہ تھا۔"

اب کئی اختلافات ہمارے سامنے آتے ہیں:

1.... باپ کا کہنا ہے کہ یہ جواب دو نشستوں میں مکمل کیا گیا اور بیٹے کا کہنا ہے کہ تین نشستوں میں۔

2.... احمد رضا خان صاحب کا کہنا ہے کہ پہلی نشست ساتھ گھنٹے اور دوسری نشست ایک گھنٹے سے زائد کی تھی۔ جب کہ بقول مصنف "آزادی کی ان کہی کہانی" پہلی نشست پانچ گھنٹے اور دوسری تین گھنٹے کی تھی۔

3.... "آزادی کی اَن کہی کہانی" کے مصنف کے بقول کل آٹھ گھنٹے میں کتاب مکمل ہوئی اور بقول احمد رضا خان صاحب آٹھ گھنٹے سے کچھ زائد وقت میں اور بقول حامد رضا خان صاحب دس گھنٹوں سے کچھ کم میں!

اِن اختلافات پر ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں

کس کا یقین کیجیے، کس کا یقین نہ کیجیے
لائے ہیں بزم یار سے لوگ خبر الگ الگ

## چوتھے دعوے کا جائزہ:

یہ دعویٰ کہ احمد رضا خان صاحب کا جواب یعنی الدولۃ المکیۃ چار سو صفحات پر مشتمل ہے، ایک ایسا دعویٰ ہے کہ جس پر ہم سوائے **لعنۃ اللہ علی الکٰذبین** اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔

"الدولۃ المکیۃ" مترجم کراچی سے 18x23/8 ائز کے دوسو چالیس (۲۴۰) صفحات پر شائع ہوئی ہے، جن میں سے شروع کے پانچ صفحات اور آخر کا ایک صفحہ خالی ہے، گویا "مترجم الدولۃ المکیۃ" کے کل صفحات دوسو چونتیس (۲۳۴) ہوئے۔ چونکہ ایک صفحہ پر اصل عربی عبارت اور مقابل کے صفحہ پر اس کا ترجمہ چھپا ہے، اس لیے اصل عربی کتاب کے کل ایک سو سترہ (۱۱۷) صفحات ہوئے، ان ایک سو سترہ صفحات میں سے کتنے صفحات وہ ہیں جو تقریباً آٹھ گھنٹے میں بقول احمد رضا خان صاحب تصنیف ہوئے؟ اس کے جواب کے لیے موصوف کی درج ذیل عبارت ہماری رہنمائی کرتی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"**....لأنّ الفقير صنّف هذا الكتاب بمكّة المكرّمة في نحو ثمان ساعات من يومين ما خلا النظر السادس المزيد بعد ذلك۔**" (الدولۃ المکیۃ مترجم: ۸۴-۸۵)

فقیر نے یہ کتاب مکۂ معظمہ میں دو دن کے (تقریباً، از ناقل) آٹھ گھنٹے میں تصنیف کی، علاوہ نظر سادس کے کہ بعد کو زائد کی گئی۔"

خان صاحب بریلوی کے اِس بیان سے معلوم ہوا کہ جواب دہی کے لیے جو تین دن انھیں دیے گئے تھے، اُن میں سے بقول اُن کے دو دن کے تقریباً آٹھ گھنٹوں میں انھوں نے جو جواب لکھا تھا اس میں نظر سادس شامل نہ تھی، کیونکہ سوالات سے غیر متعلق تھی، یہ نظر سادس صفحہ (۱۱۸) سے (۱۹۰) تک تقریباً (۳۷) صفحات پر (اصل عربی عبارت) پھیلی ہوئی ہے، جب ہم (۱۱۷) صفحات میں سے (۳۷) صفحات مزید نکال دیں تو پھر (۸۰) صفحات باقی بچتے ہیں۔

اِن (۸۰) صفحات میں تیس (۳۰) صفحات سے زائد حواشی ہیں، جو جواب میں داخل نہیں ہیں، بلکہ مدینۂ منورہ علی ساکنہا الصلاۃ والسلام اور بریلی واپس آ کر لکھے گئے ہیں یا پھر چند حواشی وہ ہیں جو مکۂ معظمہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً میں لکھے گئے ہیں، اس طرح باقی ماندہ صفحات کی

تعداد پچاس سے بھی گھٹ جاتی ہے۔

## الدولۃ المکیّۃ" کا موضوع موصوف کا دیرینہ موضوع:

یہ بات بھی مدِنظر رہنی چاہیئے کہ "الدولۃ المکیۃ" کا موضوع ایک ایسا پامال موضوع ہے کہ جس پر خان صاحب بریلوی حرمین شریفین جانے سے پیشتر کئی بار قلم اٹھا چکے تھے اور چھوٹی بڑی کئی کتابیں لکھ چکے تھے، جن کے اسماء (نام) حسبِ بیان پروفیسر مسعود احمد صاحب یہ ہیں:

۱....مالی الحبیب بعلوم الغیب۔ سالِ تصنیف: ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء

۲....اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ماکان و مایکون۔ سالِ تصنیف: ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء

۳....انباء المصطفیٰ بحال سرّ و اخفی۔ سالِ تصنیف: ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء

۴....ابراء المجنون۔ سالِ تصنیف: ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء

(فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں)

ایک معمول کا موضوع اور رٹے رٹائے مباحث کو نسبتاً جلد مرتّب کر دینا کوئی انوکھی اور اچنبھے کی بات نہیں ہے اور اِس پر مستزاد یہ کہ حوالہ جات سب کے سب پہلے سے موصوف کی اپنی تالیف "انباء المصطفیٰ بحال سرّ و اخفی" میں درج تھے، اب تو صرف انھیں نقل کرنا تھا، لہٰذا حوالہ جات کی تتبّع و تلاش میں جو وقت صَرف ہوتا ہے وہ بھی یہاں نہیں ہوا۔

اس تمام صورتِ حال کو ذہن میں رکھتے ہوئے اگر ہم 18x23/8 سائز کے پچاس صفحات بھی جواب کے تسلیم کر لیں تو بقول احمد رضا خان صاحب آٹھ گھنٹے سے زائد وقت میں اور بقول حامد رضا خان صاحب تقریباً دس گھنٹوں میں دو شخصوں نے مل کر تحریر کر دیے، جن میں بقول فرقہ رضاخانیہ ایک "مجدد" اور دوسرا "حجۃ الاسلام" ہے تو نامعلوم اس میں کون سا کمال ہوگیا؟

## فی گھنٹہ ڈھائی صفحات:

اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ چونکہ دو شخصوں نے مل کر یہ کام تقریباً دس گھنٹوں میں سرانجام دیا ہے، اس لیے مجموعی طور پر گویا جواب کے ان پچاس صفحات کی تیاری میں تقریباً بیس گھنٹے صَرف ہوئے، جبکہ حوالہ جات کے تتبّع و تلاش کا کوئی مسئلہ بھی درپیش نہ تھا، اس صورتِ حال کے تناظر میں فی گھنٹہ 18x23/8 کے ڈھائی صفحات لکھنا کمال تو درکنار بریلویوں کے چودہویں صدی کے مجدد اور حجۃ الاسلام کے ماتھے پر ایک کلنک کا ٹیکہ ہی قرار دیا جاسکتا ہے، سچ ہے ؎

چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی

یہ تو ہے اصل اور صحیح صورتِ حال! لیکن بریلوی حضرات جو بات کا بتنگڑ اور رائی کا پہاڑ بنانے میں یدِطولیٰ رکھتے ہیں، یہ ادھار کھائے بیٹھے ہیں کہ وہ عوام الناس کو اپنے زہریلے پروپیگنڈے کے بل بوتے پر یہ ضرور باور کرا کے چھوڑیں گے کہ احمد رضا خان صاحب نے آٹھ گھنٹے کی قلیل مدّت میں چارسو (۴۰۰) صفحات پر مشتمل جواب تحریر کر دیا تھا ؎

اِتنی سی بات تھی جسے فسانہ کردیا

## پانچویں دعوے کا جائزہ:

یہ دعویٰ کہ "الدولۃ المکیۃ" میں سینکڑوں کتب سے حوالہ جات نقل کیے گئے ہیں، یہ بھی مبالغہ آرائی اور کذبِ بیان کا شاہکار ہے، کیونکہ لفظ "سینکڑوں" جمع ہے جس کا اطلاق کم از کم دو سینکڑہ یعنی دوسو (۲۰۰) پر تو ہونا چاہیے لیکن ہم بریلوی حضرات سے "مطالبہ" کرتے ہیں کہ بقول آپ کے آٹھ گھنٹوں میں لکھے جانے والے جواب سے سینکڑوں کتابوں کے نام نہ سہی، صرف ایک سو کتابوں کے نام ہی ذرا نقل فرما دیں، لیکن ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار اُن سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ کذبِ بیانی اور دروغ بافی کے متعلق قرآن وسنت میں آنے والی وعیدوں کو ذرا بنظر غائر اور بہ نگاہِ تدبّر ملاحظہ فرمالیں، اگرچہ ہدایت دینا اللہ ربّ العزت ہی کے اختیار میں ہے۔

## چھٹے دعوے کا جائزہ:

بریلوی حضرات کا یہ دعویٰ بھی قطعاً باطل اور مردود ہے کہ احمد رضا خان صاحب نے یہ جواب کتابیں پاس نہ ہونے کے باعث صرف اپنی یادداشت اور قوتِ حافظہ کی بنیاد پر تحریر کیا تھا۔

دراصل خان صاحب بریلوی کی "غیر معمولی قوتِ حافظہ" اور کتابوں کی مدد کے بغیر "الدولۃ المکیۃ" کی تصنیف کے سلسلہ میں جو کچھ کہا جا رہا ہے اس سب کی اساس اور بنیاد احمد رضا خان صاحب کی ایک دو عبارتیں ہیں، جن کے اندر موصوف نے حرم محترم میں بیٹھ کر ذومعنیٰ، بلکہ قریب قریب صریح عبارتوں کے ذریعہ ایک بالکل خلافِ واقعہ اور انتہائی غلط بات کا تأثر دے کر اپنے علمی تفوق و برتری کی دھاک لوگوں کے قلوب واذہان میں بٹھانے کی کوشش کی ہے، مثال کے طور پر یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں:

**...وقد علموا أنّي بمكّة منقطع عن كتبي مشتغل بزيارة بيت ربّي، مستعجل الى بلد مولائي وحبيبي ﷺ فأفادوا هذا السوال طمعا منهم أن يمنعني الاستعجال وشغل البال وفقد أنّ الكتاب عن إبانة الجواب۔** (مترجم الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ: صہ ۱۰-۱۱)

"اور انھوں نے جانا کہ میں مکۂ معظمہ میں اپنی کتابوں سے جدا ہوں اور بیت اللہ کی زیارت میں مشغول اور اپنے مولا و محبوب ﷺ کے شہر کی جانب جانے کی جلدی ہے تو انھوں نے یہ سوال اٹھایا اس طمع پر کہ یہ جلدی اور اس دھیان میں دل کا لگا ہونا اور کتابیں پاس نہ ہونا مجھے اظہارِ جواب سے روک دے گا۔"

ایک اور مقام پر یہی تأثر دیتے ہوئے کہ میں نے بلا معاونتِ کتب یہ جواب تحریر کیا ہے، فرماتے ہیں:

**...لأنّ الفقير صنّف هذا الكتاب بمكّة المكرّمة في نحو ثمان ساعات من يومين ما خلا النظر السادس المزيد بعد ذلك ولم يكن عندي الكتب كما ذكرته في الخطبة۔**

(الدولۃ المکیۃ (مترجم): ۷-۸۶)

"اس لیے کہ فقیر نے یہ کتاب مکۂ معظمہ میں دو دن کے آٹھ گھنٹے میں تصنیف کی، علاوہ نظر سادس کے کہ بعد کو زائد کی گئی اور اس

وقت میرے پاس کوئی کتاب نہ تھی جیسا کہ میں نے خطبہ میں تحریر کیا۔"

آئیے! اب ہم حقائق وواقعات کی روشنی میں بریلوی حضرات کے اس دعوے کا جائزہ لیتے ہیں کہ موصوف نے سینکڑوں کتابوں سے حوالہ جات دیتے ہوئے اصل عبارتیں محض اپنے حافظہ اور یادداشت کی مدد سے "الدولۃ المکیۃ" میں نقل کی ہیں۔

اس کے لیے آپ سب سے پہلے خان صاحب بریلوی کی اس عبارت کو ملاحظہ فرمائیں:

**وبمرأی منك رسالتی "انباء المصطفیٰ بحال سرّ وأخفیٰ"** (الدولۃ المکیۃ مترجم: صـ ۸۳)

بریلویوں کے "حجۃ الاسلام" اور احمد رضا خان صاحب کے خلفِ اکبر حامد رضا خان صاحب اس کا ترجمہ بایں الفاظ کرتے ہیں:

"اور تیری آنکھوں کے سامنے موجود ہے میرا رسالہ "انباء المصطفیٰ بحال سر واخفیٰ"۔ (الدولۃ المکیۃ مترجم: صـ ۸۱)

احمد رضا خان صاحب کے اقرار سے یہ ثابت ہوگیا کہ مکۂ معظمہ میں ان کے پاس علم غیب کے موضوع پر اپنا لکھا ہوا ایک رسالہ "انباء المصطفیٰ بحال سر واخفیٰ" موجود تھا۔

اب ہم "الدولۃ المکیۃ" اور "انباء المصطفیٰ" کے تقابلی مطالعہ کے ذریعہ یہ دیکھتے ہیں کہ "الدولۃ المکیۃ" میں کون کون سے حوالے موصوف نے اپنے سابقہ مطبوعہ رسالہ "انباء المصطفیٰ" سے اخذ کیے ہیں؟

☆...ص ۱۸ پر احمد رضا خان صاحب نے اپنے والد کی کتاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" کا حوالہ دیا ہے، لیکن کوئی عبارت نقل نہیں کی، بلکہ صرف یہ کہا ہے کہ مطلق اصولی کی تحقیق میرے والد صاحب نے کتابِ مذکور میں ذکر کی ہے۔ظاہر ہے اتنی سی بات کا حافظہ سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔

☆...ص ۳۴ پر حضرت خضر علیہ الصلاۃ والسلام کے ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن حضرت خضر علیہ الصلاۃ والسلام کے الفاظ میں سے ایک لفظ بھی ذکر نہیں کیا، چنانچہ حامد رضا خان صاحب نے متعلقہ عبارت کا ترجمہ یوں فرمایا:

"اور اسی طرف حضرت خضر علیہ الصلاۃ والسلام نے اشارہ فرمایا اپنے اس قول میں جو موسیٰ علیہ السلام سے کہا، جس وقت چڑیا نے سمندر سے ایک چونچ بھر کر پانی پی لیا۔" (الدولۃ المکیۃ مترجم: صـ ۳۵)

رہی یہ بات کہ حضرت خضر علیہ الصلاۃ والسلام کا وہ قول کیا تھا؟ تو اس کو احمد رضا خان صاحب نے سرے سے ذکر ہی نہیں کیا۔ظاہر ہے کہ غیر معمولی حافظہ سے اس کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔

☆...ص ۴۰ پر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوے اور امام ابن حجر مکی کے فتاویٰ حدیثیہ کا جو حوالہ دیا ہے وہ لفظ بلفظ "انباء المصطفیٰ بحال سر واخفیٰ" کے ص ۲۵ سے ماخوذ ہے۔

☆...ص ۴۴ پر ایک آیت کی قرأت کے سلسلہ میں ابن کثیر، ابن عامر اور روایت ابی بکر ابن عاصم رحمۃ اللہ علیہم کا حوالہ "انباء المصطفیٰ بحال سر واخفیٰ" کے ص ۲۸ سے ماخوذ ہے۔

☆...ص ۵۶ پر حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب "حفظ الایمان" کا حوالہ ہے۔

چونکہ اسی سفر حج میں احمد رضا خان صاحب نے حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر اسی کتاب "حفظ الایمان"

کی ایک عبارت کے خود ساختہ مفہوم کی بنیاد پر اپنے فتوائے کفر پر علمائے حرمین شریفین سے دستخط حاصل کیے تھے، اس لیے ظاہر ہے کہ علمائے حرمین شریفین کو اصل کتاب دکھانے کے لیے اس کتاب کو اپنے ساتھ ضرور لے گئے ہوں گے، جیسا کہ اس سے پیشتر علمائے ندوہ پر تکفیری فتوے پر علمائے حرمین سے تصدیق کرانے کے وقت اصل کتابیں علمائے حرمین کے سامنے پیش کی تھیں، چنانچہ خود فرماتے ہیں ترجمہ ملاحظہ ہو:

"میں نے سوالوں میں اہلِ ندوہ سے جو اقوالِ باطلہ نقل کیے، آسانیٔ اطلاع کو اس کے حاشیہ پر اُن کی کتابوں کے نام جن میں یہ اقوال ہیں، مع شمار صفحہ تحریر کر دیے، تو یہ ہیں ان کی کتابیں ہمراہی فتوے میں، جہاں جہاں سے جو قول نقل کیے، سہل مل جانے کو ان پر سرخی سے خطوط دیے۔" (فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین: صـ ۱۴، مشمولہ رسائل رضویہ ج۱)

دوسری بات یہ ہے کہ اس حوالہ کا بار بار اپنی مختلف کتابوں اور رسالوں میں نقل کرنے کے باعث متحضر ہو جانا کچھ مستبعد نہیں، خصوصاً اس لیے یہ مفہوم ان کے اپنے دماغ کی ایجاد و اختراع ہے، اس کا اصل کتاب "حفظ الایمان" سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

☆...ص ۵۸ پر طبرانی کی معجم کبیر نعیم ابن حماد کی کتاب الفتن اور ابو نعیم کی حلیہ کا حوالہ لفظ بلفظ "انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفیٰ" کے ص ۱۴ سے ماخوذ ہے۔

☆...ص ۲۷ پر وہابی دہلی کا حوالہ "انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفیٰ" کے ص ۷ ۲ سے ماخوذ ہے اور "تقویۃ الایمان" کا حوالہ "انباء المصطفیٰ" کے ص ۱۵ سے لیا گیا ہے اور "براہین قاطعہ" نیز "مدارج النبوت" کا حوالہ "انباء المصطفیٰ" کے ص ۱۰ سے اخذ کیا گیا ہے۔

☆...ص ۸۷ پر قصیدۂ بردہ اور اس کی شرح زبدہ کا حوالہ "انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفیٰ" کے ص ۲۱ و ۲۲ سے نقل کیا گیا ہے۔

☆...ص ۸۲ پر بخاری و مسلم کی دو حدیثوں کا حوالہ "انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفیٰ" کے ص ۱۲ سے ماخوذ ہے، پھر ان کے بعد صحیحین کا حوالہ "انباء المصطفیٰ" کے ص ۱۱ سے اخذ کیا گیا ہے۔ بعد ازاں ترمذی کی حدیث اور بخاری و ترمذی سے اس کی تصحیح "انباء المصطفیٰ" کے ص ۱۲، ۱۳ سے لی گئی ہے۔

☆...ص ۸۴ پر مسند احمد، طبقات ابن سعد، معجم کبیر طبرانی، ابو یعلیٰ، ابن منیع اور صحیحین کی روایت یہ سب کچھ "انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفیٰ" کے ص ۱۳ سے ماخوذ ہے اور قصیدۂ بردہ نیز اس کی شرح از ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ وہی ہے جو اس سے پہلے "الدولۃ المکیۃ" کے ص ۸۷ پر گذر چکا ہے اور ان اللہ قد رفع لی الدنیا والی حدیث وہی ہے جو اس سے پہلے "الدولۃ المکیۃ" کے ص ۵۸ پر ذکر ہو چکی ہے اور مشکوٰۃ کی شرح اشعۃ اللمعات کا حوالہ انباء المصطفیٰ کے ص ۱۳ سے نقل کیا گیا ہے۔

☆...ص ۸۰ پر نسیم الریاض کے دونوں حوالے شرح مواہب الدنیہ، امام قسطلانیؒ، امام بوصیریؒ اور ابن حجر مکیؒ کے حوالے انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفیٰ کے ص ۱۳، ۱۴، ۱۶ سے ماخوذ ہیں۔

☆...ص ۸۸ پر تیسیر شرح جامع صغیر، مدخل اور مواہبِ لدنیہ کا حوالہ انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفیٰ کے ص ۱۷ سے ماخوذ ہے اور مدارج النبوت کا حوالہ انباء المصطفیٰ کے ص ۱۹ سے نقل کیا گیا ہے۔ البتہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرح شفا کا حوالہ معلوم ہوتا ہے کہ احمد رضا خان صاحب نے اپنی عبقری ذہانت اور غیر معمولی قوتِ حافظے پر اعتماد کرتے ہوئے نقل کیا ہے، یہی وجہ ہے عبارت صحیح نقل نہ کر سکے، کیوں کہ اصل عبارت یہ ہے:

**لأنّ روحه علیه السّلام حاضرةٌ فی بیوت اھل الاسلام**۔ (شرح الشفا علی ہامش نسیم الریاض: ۳/ ۴۶۴)
حالانکہ احمد رضا خان صاحب یوں نقل کرتے ہیں:
**لأنّ روح النبی صلّی الله علیه وسلّم حاضرةٌ فی بیوت اھل الاسلام**۔ (الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ مترجم: صـ ۸۸)

☆...ص ۹۰ پر فیوض الحرمین کا حوالہ انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفیٰ کے ص ۱۹ سے منقول ہے۔
☆...ص ۹۴ پر بیضاوی کا حوالہ ہے، لیکن کوئی عبارت منقول نہیں ہے۔
☆...ص ۱۱۰ پر براہین قاطعہ کا حوالہ ہے، جو انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفیٰ کے ص ۷ ۸ سے نقل کیا گیا ہے۔
☆.... ۱۱۲ تا ۱۱۸ پر براہین قاطعہ اور تقدیس الوکیل کے چند حوالے ہیں، ان دونوں کتابوں کے وہاں موجود ہونے کا خود احمد رضا خان صاحب کو بھی اقرار ہے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم: صـ ۱۴)

یاد رہے کہ ص ۱۱۸ سے لے کر ص ۱۹۰ تک ظہر سادس ہے، جو باقرار احمد رضا خان صاحب آٹھ گھنٹے سے کچھ زائد وقت میں لکھے جانے والے جواب میں شامل نہیں ہے۔

☆...ص ۱۹۲ پر اعلام الاذکیاء کا حوالہ ہے، جو وہاں احمد رضا خان صاحب کے پاس موجود تھی، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:
**"وھو بمرأی منکم**۔ اور وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔" (الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ مترجم: صـ ۱۹۲)
☆...ص ۱۹۸ پر سرور القلوب فی ذکر المحبوب اور العروس لاسماء الحسنا کا ذکر ہے، لیکن ان کی کوئی عبارت نقل نہیں کی گئی، البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت شاید حافظے کی بنیاد پر نقل کی ہے، اسی لیے اس کے الفاظ نقل نہیں کر سکے ہیں۔ بعد میں حاشیہ میں اصل الفاظ ذکر کیے ہیں۔
☆...ص ۲۰۴ پر بحر السبوح اور المطالب الوفیۃ کا ذکر ہے، لیکن ان کی کوئی عبارت منقول نہیں ہے۔
☆...ص ۲۰۶ پر در مختار کا حوالہ ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ حوالہ احمد رضا خان صاحب نے اپنی قوتِ حافظہ کی بنیاد پر نقل کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ عبارت غلط نقل کی ہے۔
موصوف لکھتے ہیں:

**ونصّ العلماء منھم العلائی فی الدرّ المختار أنّه یجوز اطلاق الاسماء المشترکة کعلیٍ ورشیدٍ علی الخلق ویُراد فیھم غیر ما یُراد فی الله تعالیٰ**۔ (الدولۃ المکیۃ مترجم: صـ ۲۰۶)
حالانکہ در مختار کی اصل عبارت اس طرح ہے:
**وجاز التسمیة بعلیٍّ ورشیدٍ من الاسماء المشترکة ویُراد فی حقّنا غیر ما یُراد فی حقّ الله تعالیٰ لکنّ التسمیة بغیر ذالك فی زماننا أولیٰ**۔
☆...ص ۲۱۰ پر مدارج النبوت کا حوالہ انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفیٰ کے ص ۱۹ سے ماخوذ ہے۔

☆…ص ۲۲۶ پر بیضاوی کا حوالہ ہے، لیکن عبارت منقول نہیں ہے۔

☆ص ۲۲۸ پر تفسیر روح البیان کا حوالہ ہے، لیکن یہ اعلام الاذکیاء سے منقول ہے، جیسا کہ ساتھ ہی احمد رضا خان صاحب نے تصریح کر دی ہے۔

## محوّلہ کتابیں چالیس بھی نہیں:

اس ساری تفصیل سے آپ نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ احمد رضا خان صاحب نے آٹھ گھنٹے سے زائد وقت میں جو جواب لکھا تھا اس میں جن کتابوں کے حوالے دیے تھے، اُن کی تعداد سیکڑوں تو کجا چالیس تک بھی نہیں پہنچتی۔

بہر حال یہ ہے احمد رضا خان صاحب اور اُن کے متبعین کے اس دعوے کی حقیقت کہ خان صاحب بریلوی نے صرف آٹھ گھنٹے کے اندر چار سو صفحات پر مشتمل جواب تحریر فرما دیا اور اس میں سیکڑوں کتابوں کے حوالہ جات ان کی اصل عبارتوں کے ساتھ محض اپنی یادداشت اور قوتِ حافظے کی مدد سے سپردِ قلم فرما دیے ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا

اور تعجب بالائے تعجب یہ ہے کہ احمد رضا خان صاحب بذاتِ خود اِس جرم میں شریک ہیں اور وہ بھی یہی باور کرانے کی فکر میں ہیں کہ میں نے اپنے جواب میں جو کچھ لکھا ہے وہ کتابوں کے موجود نہ ہونے کے باعث صرف اپنی قوتِ حافظہ کی مدد سے لکھا ہے، لیکن آپ ایک ایک حوالہ چیک کر چکے ہیں کہ یا تو حوالے میں عبارت نقل ہی نہیں کی گئی اور یا پھر وہ سب حوالے "انباء المصطفیٰ بحال سرّ واخفیٰ" سے نقل کیے گئے ہیں اور اگر ایک دو مقام پر موصوف نے اپنی قوتِ حافظہ کی بنیاد پر کوئی مختصر سی عبارت نقل کرنے کی کوشش کی ہے تو اس میں غلطی کر جانے کے باعث انھیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

## خان صاحب دنیا کے سب سے بڑے جھوٹے ہیں:

کیا اپنا علمی تفوق جتلانے کے لیے اس سے بڑھ کر بھی کوئی جھوٹ کسی مجدد کی طرف سے بولا گیا ہے؟ اور کیا اتنا بڑا افراط اور غلط بیانی کسی عام عالم کے لیے بھی زیبا اور لائق تحسین قرار دی جا سکتی ہے؟ لیکن بریلوی حضرات احمد رضا خان صاحب کی اِس دروغ گوئی اور غلط بیانی کو ان کے اعلیٰ درجے کے کمالات میں شمار کرنے پر مصر ہیں، سچ ہے ؎

چہ دلاور است دزدے کہ بہ کف چراغ دارد

شاید وہ "گوئبلز" کے اس نظریہ پر کاربند ہیں کہ اس قدر جھوٹ بولو کہ لوگ اسے سچ سمجھنے لگ جائیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں علامہ اقبال مرحوم نے فرمایا تھا ؎

خداوند یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

☆☆☆☆

# اعلیٰ حضرت نواب احمد رضا خان کا فقہی مقام

اسلام میں منصب افتاء ایک انتہائی اہم و نازک منصب ہے، یہ وہ منصب ہے جہاں ایک آدمی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین کا ترجمان ہوتا ہے، جہاں اس کے ایک فتوے اور قلم کی حرکت سے گھروں کے گھر آباد اور ملکوں کے ملکوں برباد ہو سکتے ہیں، اس کے سامنے چلنے والے قلم کی سیاہی کسی کی گردن کو خون کی سرخی تک میں بدل سکتی ہے، اس پر بیٹھنے والا جہاں شریعت وطریقت، تقویٰ وطہارت کا پیکر ہو وہاں وہ شریعت کے اصول وقواعد سے، دین اسلام کے مزاج اور لوگوں و گردوپیش کے معاشرے کے حالات وطبائع سے پوری طرح واقف کار ہو۔

## خان صاحب فقیہ کیسے بنے؟:

زمانہ ماضی میں فتویٰ دینے کی اجازت صرف مجتہد کو تھی، مگر پھر حالات کی وجہ سے غیر مجتہد کو بھی اس کی اجازت مل گئی، مگر اس کا کام صرف مسئلہ کو اپنے مذہب سے نقل کرنا تھا، گویا موجودہ دور کے مفتیان حقیقی معنوں میں مفتی نہیں، بلکہ ان کے مسندوں پر بیٹھنے والے ان کے قائم مقام ہیں، یہ ذمہ داری اتنی نازک تھی کہ بڑے بڑے آئمہ اس سے پہلوتہی کرتے، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ میں انصار صحابہ میں سے ایک سوبیس کو دیکھا کہ ان میں سے کسی ایک سے کسی مسئلہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو وہ اس سوال کے جواب کو دوسرے پرڈال دیتے کہ تم دے دو، یہاں تک کہ گھومتے گھومتے وہ سوال پھر پہلے کے پاس آ گیا۔ (سنن الدارمی، ص ۲۴۹)

اسی طرح عمیر بن سعیدی کے بارے میں آتے ہیں کہ وہ کوئی مسئلہ پوچھنے علقمہ کے پاس گئے تو انہوں نے اسے حضرت عبیدہ کے پاس بھیج دیا، وہ جب ان کے پاس گئے تو کہا کہ علقمہ سے جا کر پوچھو انہوں نے جواب دیا کہ انہوں نے ہی آپ کے پاس بھیجا ہے تو کہا اچھا جاؤ حضرت مسروق سے پوچھو وہ حضرت مسروق کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ علقمہ سے جا کر پوچھو تو انہوں نے کہا کہ حضرت علقمہ نے عبیدہ کے پاس بھیجا انہوں نے آپ کے پاس تو کہا اچھا جاؤ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے جا کر پوچھو، میں ان کے پاس آیا تو انہوں نے ناگواری محسوس کی اور جواب دیا میں نے یہ سارا واقعہ حضرت علقمہ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ کم علم آدمی ہمیشہ فتویٰ بتانے میں پہل کرے گا۔ (الفقیہ والمتفقہ للخطیب)

اندازہ لگائیں! ہمارے اسلاف فتویٰ دینے میں کس قدر احتیاط سے کام لیا کرتے تھے اور حتی الامکان اس نازک منصب سے اپنے آپ کو بچاتے تھے، زمانہ ماضی میں اس فن کو ماہر اساتذہ سے حاصل کیا جاتا تھا، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ میں میری نظر سے گذرا ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے اس نے کسی استاذ سے علم فقہ حاصل نہیں کیا اور اپنے مطالعہ کے زور پر فتویٰ دیتا ہے تو کیا اس کیلئے ایسا کرنا جائز ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اس شخص کیلئے فتویٰ دینا کسی بھی طرح درست نہیں کیونکہ وہ عامی جاہل ہے، اسے کچھ معلوم نہیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، بلکہ جو شخص معتبر اساتذہ سے علم فقہ حاصل کرتا ہے اس کیلئے بھی ایک دو کتابیں دیکھ کر فتویٰ دینا جائز نہیں اور امام نووی تو یہ فرماتے

ہیں کہ دس بیس کتابیں دیکھ کر بھی فتویٰ دینا جائز نہیں، کیونکہ اتنے آدمی بھی کبھی ایسے قول پر اعتماد کر لیتے ہیں جو مذہب میں ضعیف ہوتا ہے اور ضعیف قول میں تقلید جائز نہیں۔ (شرح عقود رسم المفتی)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت تک افتا کی مسند پر نہیں بیٹھا جب تک ستر فقہاء نے مجھے یہ نہیں کہہ دیا کہ تو اس منصب کیلئے موزوں ہے۔ (اصول الافتاء وادابہ، ص ۱۶۵)

ان کے زمانے میں کوئی ان سے فتویٰ پوچھنے آ گیا تو ان کی غیر موجودگی میں کسی اور نے فتویٰ دے دیا، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو سخت غضبناک ہوئے اور کہا کہ میں اس وقت تک منصب افتاء پر نہیں بیٹھا، جب تک امام زہری رحمۃ اللہ علیہ اور ربیعۃ الرائے رحمۃ اللہ علیہ جیسے اساطین علم نے مجھے یہ نہیں کہا کہ تم ہی اس کے اہل ہو۔ (ملخصا ترتیب المدارک للغزالی ص، ج ا، ص ۱۴۲)

خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ امام وقت مختلف مفتیوں کے حالات کی جانچ پڑتال کرے اور مناسب آدمی کو یہ منصب تفویض کرے اور مناسب آدمی کی معرفت اس طرح ہوگی کہ وقت کے مشہور علماء وفقہاء اس سے مسائل شرعیہ میں رجوع کرتے ہوں۔ (الفقیہ والمتفقہ)

اب ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ خان صاحب کس طرح منصب افتاء پر قابض ہوئیے:

''۱۴ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ کو فارغ التحصیل ہو کر منصب افتا پر متمکن ہوئے، حالانکہ عمر اس وقت صرف تیرہ سال دس ماہ تھی''۔ (اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام، ص ۵۶)

ظفر الدین بہاری صاحب لکھتے ہیں:

''بتاریخ ۱۴ رماہ شعبان ۱۲۸۶ھ میں فاتحہ فارغ کیا اور اسی دن ایک رضاعت کا مسئلہ لکھ کر والد ماجد صاحب کی خدمت میں پیش کیا، جواب بالکل صحیح تھا، والد ماجد صاحب نے ذہن نقاد وطبع وقاد دیکھ کر اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام ان کے سپرد کیا، ملفوظات حصہ اول ص ۱۱ میں ہے ایک شخص نے اعلیٰ حضرت سے دریافت کیا: اگر بچے کی ناک میں کسی طرح دودھ چڑھ کر حلق میں پہنچ گیا ہو تو کیا حکم ہے؟ اس کا جواب ارشاد فرمایا منہ یا ناک سے عورت کا دودھ جو بچے کے جوف میں پہنچے گا حرمت رضاعت لائے گا، یہ وہی فتویٰ ہے جو چودہ شعبان ۱۲۸۶ھ کو سب سے پہلے اس فقیر نے لکھا اور اسی ۱۴ رشعبان ۱۲۸۶ھ کو منصب افتاء عطا ہوا اور اسی تاریخ سے بحمد للہ تعالیٰ نماز فرض ہوئی''۔ (حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۳۲۳)

اندازہ لگائیں کہ کیا یہ امت کے ساتھ کھلا مذاق نہیں کہ ایک تیرہ سال کے لونڈے جس پر ابھی ابھی نماز فرض ہوئی ہے، اسے امت مسلمہ کیلئے مفتی بنا دیا جائے؟ اور اس کی قابلیت جانچنے کیلئے رضاعت جیسے عام مسئلہ کو بنیاد بنایا جائے؟ اس سے نقی علی خان صاحب کی فقہی بصیرت اور مزاج کا بھی اہل علم بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں، کیا بریلوی چودہ سو سال کی کوئی تاریخ پیش کر سکتے ہیں کہ تیرہ سال کے کسی لڑکے کو منصب افتاء سپرد کر دیا گیا ہو؟

رضاعت کے جس مسئلہ کو لکھنے پر خان صاحب پھولے نہیں سما رہے ہیں، وہ عام متداول کتاب درالمختار میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے:

(وَيَثْبُتُ بِهِ) وَلَوْ بَيْنَ الْحَرْبِيَّيْنِ بَزَّازِيَّةٌ (وَإِنْ قَلَّ) إِنْ عُلِمَ وُصُولُهُ لِجَوْفِهِ مِنْ فِيهِ أَوْ أَنْفِهِ لَا غَيْرُ. (الدر المختار مع رد المحتار، ج ۳، ص ۲۱۲، باب الرضاع)

یہ تھا وہ افلاطونی مسئلہ جس کو پوری امت حل کرنے سے قاصر تھی اور ایک تیرہ سال کے لڑکے نے حل کرلیا، جس کی اس ذہانت اور جودت طبع سے والد اس قدر متاثر ہوا کہ اسی وقت اپنی مہران کے حوالے کر دی کہ اب فتوے تو نے دینے ہیں۔

یاد رہے کہ خان صاحب نے فقہ کی تعلیم اپنے والد نقی علی خان سے نہیں لی تھی خود ماہر رضویات پروفیسر مسعود لکھتے ہیں:

''انہوں نے فقہ میں سند شیخ عبدالرحمن حنفی مکی سے حاصل کی''۔(فقیہ اسلام ص ۲۴)

شیخ عبدالرحمن حنفی مکّی سے بھی باقاعدہ پڑھا نہیں، بلکہ ان سے پہلے سفر حج ۱۲۹۶ھ میں اجازت حاصل کی، (فقیہ اسلام۔ص ۱۶۷، ۱۶۸)

گویا منصب افتاء کے دس سال بعد وہ کسی فقیہ کے پاس اس فن کو سیکھنے گئے اور ان سے بھی صرف برکت کیلئے سند لینے گئے، یہ بھی یاد رہے کہ بزرگوں سے حدیث کی سند اجازت لینا کوئی اتنا مشکل مرحلہ نہیں، نہ ہی اس کیلئے کوئی بہت زیادہ مہارت کی ضرورت ہے، آج بھی ہمارے طلبہ ملک کے مختلف گوشوں میں جا کر مشائخ کے سامنے کچھ احادیث پڑھتے ہیں اور وہ از راہِ شفقت انہیں اجازتِ حدیث دے دیتے ہیں، یاد رہے کہ یہ تبصرہ صرف بریلوی حوالہ جات کی روشنی میں ہم کر رہے ہیں، ورنہ ہمارے نزدیک تو نہ خان صاحب کے پاس اپنی سند حدیث تھی نہ سندِ فقہ و درسِ نظامی!...... خان صاحب جیسا جھوٹا آدمی اپنی شیخی میں کچھ بھی کہہ دے کہ فلاں سے پڑھا فلاں نے اجازت دی۔

خود خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

''علم الفتویٰ پڑھنے سے نہیں آتا جب تک مدتہا کسی طبیب حاذق کا مطب نہ کیا ہو''۔(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۱۰، ص ۲۳۱)

کیا کوئی بتانا پسند کرے گا کہ نواب احمد رضا خان شیخ عبدالرحمن حنفی کے ہاں کتنی مدتہا رہے تھے اور اس فن کو حاصل کیا تھا؟ میرا یہاں بریلوی مفتیان سے بھی سوال ہے کہ کیا آپ کے پاس درس نظامی کے پوزیشن ہولڈر ذہین طلبہ تحصیل افتاء کیلئے نہیں آتے؟ تو کیوں ان بیچاروں کو ایک سال سے تین سال تک دارالافتاء میں بیسیوں فتاویٰ جات حل کروا کر سڑواتے ہو ایک رضاعت کا مسئلہ حل کرواؤ اور مہر حوالے کرو!!!!

جس طرح نوعمری میں سلطنت ملنا سلطنت کی تباہی کی علامت ہوتی ہے، اسی طرح خان صاحب کے ساتھ ہوا۔ خان صاحب کی ذمہ داری تھی کہ وہ یہ منصب ملنے کے بعد مذہب حنفی میں رہتے ہوئے اس کے اصولوں کے مطابق فتوے دیتے، مگر وہ تو خود کو مجتہد مطلق سمجھ بیٹھے اور کیا کیا گل کھلائے خود بریلوی حضرات کے قلم سے ملاحظہ ہو؟ مولوی محمد اسمٰعیل بریلوی لکھتا ہے:

''فاضل بریلوی کا اکابر سے اختلاف اور مفتی سید شجاعت علی قادری علیہ الرحمۃ کی تصریح مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے علمی ذخائر میں یہ تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں کہ آپ نے کس کس سے اختلاف نہ کیا، بلکہ اصل دقت طلب کام یہ ہے کہ وہ کونسا فقیہ ہے جس سے مولانا نے بالکل اختلاف نہ کیا ہو، اگر ایسا کوئی شخص نکل آئے تو یہ ایک بڑی تحقیق ہوگی''۔(حقائق شرح مسلم و دقائق تبیان القرآن: ص ۷۰ فرید بک اسٹال لاہور)

یعنی چودہ سو (۱۴۰۰) سال میں سینکڑوں فقیہ گذرے ہیں، لیکن احمد رضا خان کی ایسی طبیعت تھی کہ کسی کی تحقیق پر اعتماد نہیں، کیونکہ مذہب جو جدید بنانا تھا اس لیے پوری امت سے اختلاف کر کے ایک نیا دین بنایا، خان صاحب کا کام تو اپنے مذہب اور امام کے قول پر فتویٰ دینا تھا لیکن وہ تو خود صاحب مذہب بن بیٹھے!!!!

مزید لکھتے ہیں:

''مجدد برحق امام احمد رضا نے اکابر صحابہ اور ائمہ مجتہدین (امام اعظم، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے موقف سے اختلاف فرمایا ہے''۔ (حقائق شرح مسلم و دقائق تبیان القرآن: ص ۷۳ ا/ فرید بک اسٹال لاہور)

اس کتاب پر مولانا شاہ احمد نورانی، مفتی منیب الرحمان، علامہ حسن حقانی، علامہ جمیل احمد نعیمی جیسے جید بریلوی اکابر کی تقاریظ ہیں۔

بریلوی عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ ہم تو حنفی ہیں سلف صالحین کے پیرو ہیں، مگر دیکھا کہ اس نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر تمام حنفی فقہاء بلکہ صحابہ وہ بھی اکابر صحابہ سے اختلاف کیا، ان کی جگہ اپنی تحقیق پیش کی ان کی تحقیق پر اعتماد نہ کیا، شرح عقود رسم المفتی کا درس دینے والے بریلوی مفتیان کرام بتلائیں کہ علماء نے اصول افتاء کے جو اصول لکھے ہیں خان صاحب کی یہ حرکات اس کی کھلی خلاف ورزی ہے یا نہیں؟

## خان صاحب کی فقہی جہالتیں بریلوی قلم سے:

آج خان صاحب کو امام اعظم ثانی، مجتہد مطلق باور کرانے کیلئے بریلوی طبقہ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔ ''امام اعظم'' کے لقب سے مقابلہ کرنے کیلئے ان کیلئے ''فقیہ اعظم'' کا لقب اختیار کیا گیا، بلکہ بریلوی تو انہیں ''امام اعظم ثانی'' مانتے ہیں۔ (فقیہ اسلام ص ۳۱)

مگر موصوف نے چونکہ یہ فن کسی ماہر استاذ وفقیہ سے حاصل نہیں کیا تھا، اس لئے جگہ جگہ ٹھوکریں کھائیں اور اپنے فتاویٰ سے امت میں افتراق وانتشار کو پھیلایا، خان صاحب کی فقہی بصیرت کیا تھی خود بریلوی حضرات کے قلم سے ملاحظہ فرمالیں۔

مفتی اقتدار خان نعیمی صاحب اعلیٰ حضرت کی فقہی بصارت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم ص ۳۶۸ پر ہے ظاہر ہے کہ چمگادڑ پرندہ شکاری نہیں، اقول حالانکہ مشاہدہ ہے کہ چمگادڑ شکاری پرندہ ہے، میں نے خود اس کو چھوٹی نسل کے مینڈکوں کو منہ سے شکار کرتے دیکھا ہے، اس طرح چھوٹی چھوٹی مچھلی اور دیگر حشرات کا شکار کرتی ہے اور اڑتے ہوئے باز اور عقاب کا شکار کرتی ہے، یعنی اڑ کر آتی ہے اور شکار جھپٹ کر لیجاتی ہے، اس لئے اس مسئلہ کی تحقیق کیلئے یہاں چڑیا گھر کا مشاہدہ کیا اور ویڈیو کیسٹ بھی دیکھی بلکہ حاصل کر کے رکھ لی، اس کے علاوہ علامہ امام جاحظ کتاب الحیوان جلد اول ص ۶۰۰ طبع بیروت میں لکھتے ہیں **لا یصطاد الا فی طیران اللیل** ترجمہ: خفاش یعنی چمگادڑ صرف رات ہی میں اڑتے ہوئے شکار کرتی ہے اور شکاری ہونا ہی اس کے حرام ہونے کا باعث ہے، کیونکہ ذو ناب ہونے میں تو کسی کا اختلاف نہیں، جن فقہاء نے اس کو حرام کہا صرف ذو ناب کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس ذو ناب کے شکاری ہونے کی وجہ سے اور ذو ناب شکاری کے حرام ہونے میں اتفاق ہے لہذا چمگادڑ متفقاً حرام ہوئی''۔ (نقش نعل پاک، ص ۳۷)

نواب احمد رضا خان صاحب کی ایک اور جہالت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فتاویٰ رضویہ ہشتم ص ۲۷۲ پر مرتب عبدالمنان صاحب لکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا کہ گائے کا گوشت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا ہے یا نہیں؟ اعلیٰ حضرت نے اس سے لاعلمی ظاہر کی ہے، لیکن آپ کے صاحبزادے حضرت حجۃ الاسلام...... نے مسلم شریف کے حوالے سے حاشیہ میں اس کا ثبوت پیش فرمایا ہے، کیا عجیب بات ہے کہ گویا کہ اعلیٰ حضرت کو مسلم شریف نہیں آتی تھی؟ (نقش نعل پاک، ص ۳۸)

اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ خان صاحب نے جب حدیث کی کتاب کسی سے پڑھی ہی نہیں تو ظاہر ہے کہ آئے گی کہاں سے!!!!
نواب احمد رضا خان کی فقہی بے بصیرتی تو اپنی جگہ مسلم یہ علم سے کورا آدمی تو اردو بھی سمجھنے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا، چنانچہ مفتی اقتدار خان نعیمی لکھتے ہیں:

''فتاوی رضویہ جلد ہشتم ص ۲۰۸ پر ایک شعر کے متعلق سوال ہے کہ یہ شعر کسی نعت کا مطلع بنایا جاسکتا ہے شعر ؎

نعت خیر البشر نہ ہو جائے　　　دل حقیقت نگر نہ ہو جائے

اس کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ مطلع سخت باطل و ناجائز ہے کہ اس میں نعت اقدس سے ممانعت ہے، اوّل نہ معلوم یہاں اس بالکل درست شعر کو باطل و ناجائز کیوں کہا گیا، حالانکہ اردو محاورے اور طرز گفتگو کے اعتبار سے صحیح ہے، اس شعر میں نعت کہنے کی اجازت طلب کی گئی ہے، یہ نفی نہیں بلکہ سوالِ اجازت ہے، جس طرح عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اگر آپ حکم دو تو میں یہ کام نہ کر دوں، شاعر یہاں بھی کہہ رہا ہے کہ حضرات سامعین! کیا اس محفل میں بجائے دنیوی باتوں کے ایک نعت شریف نہ سنا دی جائے اور قلب مومن دلِ حقیقت کا آئینہ حق نمانہ بنا دیا جائے''۔ (نقشِ نعل پاک، ص ۳۹)

## نواب احمد رضا خان کی جہالت کا بانگِ دُہل اعلان:

''فتاوی رضویہ جلد ہشتم ص ۳۶۵ پر ہے، کسی نے سوال کیا کہ الو کے بارے میں عالمگیری میں لکھا ہے کہ **البوم یو کل** یعنی الو کھانا جائز ہے، اس کا جواب دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت کا ارشاد ہے، الجواب عبارت عالمگیری جو امداد المسلمین میں نقل کی گئی ہے اس کے شروع میں لفظ قیل واقع ہے، یہ لفظ اس قول کے ضعف پر دلیل ہے، یعنی اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ عالمگیری کی عبارت کو فقط اس لئے رد فرمایا کہ وہ لفظ قیل سے شروع تھا اور قیل فعل مجہول کا صیغہ اور فعل مجہول ضعیف ہوتا ہے، کیونکہ قائل و فاعل نہ معلوم ہے (پتہ نہیں ایسا غلط مسئلہ یا غلط بات لکھ ڈالی) اور اعلیٰ حضرت ہی کے نزدیک ضعیف قول پر فتویٰ دینا جہالت اور مخالفتِ اجماع ہے، چنانچہ فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۳۱۵ سطر نمبر ۶ اور ۷ میں بحوالہ درمختار اس طرح ارشاد ہے کہ اور قولِ ضعیف پر حکم وفتویٰ دینا جہل ومخالفتِ اجماع ہے...... (الخ) ثابت ہوا کہ مجہول صیغے سے مسئلہ بیان کیا گیا ہو یا کہا گیا ہو تو وہ قولِ ضعیف ہے، اس کو ماننا اور اس کے مطابق فتویٰ دینا یا عمل کرنا جاہلوں کا کام ہے، یہ سب کچھ فتاویٰ رضویہ میں لکھا ہے، پس اسی بنیاد پر گھوڑوں کی رانوں پر لکھنے کا ذکر وہاں بھی قد روی فعل مجہول قولِ ضعیف ہے، اب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت خود اپنے فرمان کی زد میں آکر جہالت کا فتویٰ دیدیں''۔ (نقشِ نعل پاک، ص ۵۰، ۵۱)

## اعلیٰ حضرت کی تحقیقات بریلوی امام المناطقہ کی نظر میں:

بریلوی امام المناطقہ عطا محمد بندیالوی احمد رضا خان کی فقہی بصیرتوں پر یوں قلم پھیرتا ہے:
مسئلہ اوّل: اعلیٰ حضرت کی تحقیق یہ ہے کہ انگریز کے دورِ حکومت میں ہندوستان دارالاسلام تھا اور دلائل ایسے ذکر کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امریکہ انگلینڈ اور جاپان اور اس قسم کے کئی ممالک بھی موجودہ دور میں دارالاسلام بن جائیں گے...... ۔
مسئلہ دوّم: اعلیٰ حضرت کے نزدیک نوٹوں میں سود جائز ہے، دس روپے کا نوٹ دو دس روپے کے نوٹوں کے بدلے بیچنا

جائز ہے اور اس کی بنا اس امر پر ہے کہ نوٹ سونا چاندی نہیں بلکہ عروض ہیں، نوٹ کے اوپر جو عبارت لکھی ہوئی ہے وہ اس کے خلاف ہے، دس روپے کا نوٹ سونے اور چاندی کی رسید ہے، نوٹ کو بیچنا دراصل اس سونا اور چاندی کو بیچنا ہے اور سونے اور چاندی میں تفاضل منع ہے، نوٹ پر یہ عبارت درج ہے (حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا) مثلاً دس روپے ادا کر دیے جائیں گے، اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ دس روپے کا نوٹ یہ دس روپے نہیں ہے، بلکہ دس روپے کی رسید ہے اور دس روپے چاندی ہے......

مسئلہ سوم: جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا کتب مذہب میں منع لکھا ہے لیکن اعلیٰ حضرت اس کو جائز مانتے ہیں''۔

(مقالات بندیالوی، ج ا،ص ۲۰۱)

اب یہ بات ہم نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ بریلویوں کے امام المناطقہ، رازی دوراں کہہ رہا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی عقل اتنی موٹی تھی کہ اسے سود کے مسائل کا بھی علم نہ تھا اور خان صاحب بے دھڑک خلافِ مذہب فتوے دے دیا کرتے تھے، افسوس کہ ایسے آدمی کو آج دنیا کا سب سے بڑا فقیہ منوایا جا رہا ہے!!!!

## ظاہر الروایت کے خلاف فتویٰ دے دیا:

بریلوی فقیہ اعظم مفتی غلام رسول جماعتی کے سامنے خان صاحب بریلوی کا ایک مسئلہ کسی نے پیش کیا کہ:

''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں کہ سید زادی کا نکاح مغل پٹھان کے ساتھ ہو سکتا ہے''۔

موصوف اس کے جواب میں کہتے ہیں:

''یہ فتویٰ ظاہر الروایت کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابلِ اعتماد نہیں ہے اور یہ تفقہات اور تفردات سے ہے اور تفقہات مشائخ بقول علامہ ابن نجیم نظر انداز کئے جاتے ہیں، چونکہ اس مسئلہ میں مغل پٹھان کا ذکر کرکے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی منفرد ہوئے ہیں، ہم آپ کے تفردات و تفقہات کے قبول کرنے کے پابند نہیں ہیں''۔ (حسب ونسب، ص ۲۰۵)

غور فرمائیں خان صاحب نے رسم المفتی کی کتنی کھلی خلاف ورزی کی کہ ظاہر الروایت کے خلاف فتویٰ دیا اور یہ خان صاحب کی عادت تھی کہ وہ فقہاء کے مقابلے میں اپنی من مانیاں کرتے، ان کے فتاویٰ میں رسم المفتی سے اس قسم کی بغاوتیں عام مل جائیں گی، جیسا کہ ہم چند مثالیں آگے ''خان صاحب اور اصولِ افتاء'' کے عنوانات سے ذکر کریں گے۔

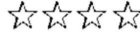
## اعلیٰ حضرت کی تحقیقات ان کے والد کی نظر میں:

اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں:

''میں ایک بار ایک پیچیدہ حکم بڑی کوشش و جانفشانی سے نکالا اور اس کی تائیدات مع تقیر آٹھ ورق جمع کیں، جب والد ماجد قدس سرہٗ کے حضور پیش کیا تو انہوں نے ایک جملہ ایسا فرما دیا کہ اس سے یہ سب ورق رد ہو گئے۔ (ملفوظات ج 1 ص 99)

واقعی اعلیٰ حضرت کے اکثر فتاویٰ رد کرنے کے لائق ہیں، اس ملفوظ سے خان صاحب بریلی کی تحقیق کا حال خود معلوم ہو گیا کہ اتنی جانفشانی سے تیار کردہ فتویٰ اتنا کمزور تھا کہ ایک ہی جملے سے کام تمام ہو گیا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض اوقات آدمی ایسی معمولی غلطی کر سکتا

ہے کہ اس کی ساری تحقیق پر پانی پھیرا جا سکتا ہے، اس حوالے کے بعد خود فیصلہ کریں کہ محض رضاعت کے مسئلہ کو حل کرنے کے بعد کیا خان صاحب کو منصب افتاء پر بیٹھنے کا اختیار تھا؟



# خان صاحب اور اصولِ افتاء

اب ماقبل میں تفصیل سے اس بات کا تذکرہ گذر چکا ہے کہ خان صاحب بریلوی نے مروجہ افتاء کی تعلیم تو دور درسِ نظامی کی تعلیم بھی کسی سے حاصل نہیں کی تھی، لہٰذا محض کثرت مطالعہ کی وجہ سے ان کا فتویٰ دینا جائز نہ تھا، اس فن میں کمال حاصل نہ ہونے کی وجہ سے موصوف نے جگہ جگہ ٹھوکریں کھائیں اور ان کے فتاویٰ سے ہند کے مسلمان دو حصوں میں بٹ گئے اور ہمیشہ کیلئے آپس میں دست و گریباں ہو گئے، ہم اس کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں:

## اصول نمبر ۱

## انگوٹھے چومنے کا مسئلہ اور خان صاحب کی فقہی بے بصیرتی:

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ مختلف فیہ اقوال میں سے راجح قول کی پیروی واجب ہے اور ترجیح دینے والوں کا حال بھی معلوم ہوگیا تو اب یہ جاننا چاہیئے کہ ان فتوؤں کا کوئی اعتبار نہیں، جو ہمارے زمانے کے اکثر مفتی صاحبان زمانہ مابعد میں لکھی ہوئی کتابوں میں سے کسی ایک کتاب کو دیکھ کر دیا کرتے ہیں، خاص طور پر غیر واضح کتابوں سے فتویٰ دینا درست نہیں، مثلاً قہستانی کی شرح نقایہ...... اور اس قسم کی دوسری کتابیں بہت زیادہ اختصار کی وجہ سے چیستان سی بن گئی ہیں، نیز ان کتابوں میں بہت جگہ دوسری کتابوں سے عبارتیں نقل کرنے میں کچھ الفاظ چھوٹ گئے ہیں اور ان کتابوں میں غیر راجح اقوال کو ترجیح بھی دی گئی ہے''۔ (شرح عقود رسم المفتی)

خان صاحب نے اپنی بدعی مسائل کو اسی قسم کی کتب سے نقل کیا ہے، چنانچہ انگوٹھے چومنے کے مسئلہ کے متعلق بڑے طمطراق سے لکھتے ہیں:

''جامع الرموز شرح نقایہ، مختصر الوقایہ، فتاویٰ صوفیہ، وکنز العباد و رد المحتار حاشیہ درمختار وغیرہا کتب فقہ میں اس فعل کے استحباب واستحسان کے صاف تصریح آئی، ان میں اکثر کتابیں خود مانعین اور ان کے اکابر و عمائد...... کے مستندات سے ہیں''۔ (منیر العینین، ص ۳، ۴)

اس مسئلہ کا ان کتب میں محض موجود ہونا اس کے مفتیٰ بہ ہونے کی یا مستحب ہونے کی ہرگز دلیل نہیں بن سکتا، یہ خان صاحب کی اصول افتاء سے ناواقفی کی افسوسناک و شرمناک دلیل ہے۔

اس کی تحقیق یہ ہے کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ اور روایات کے مآخذ میں کنز العباد قہستانی، کتاب الفردوس اور فتاویٰ صوفیہ کا حوالہ دیا ہے اور علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الفردوس اور کنز العباد کا حوالہ دیا ہے، صاحب تفسیر روح البیان نے اس مسئلہ میں قہستانی اور قوت

القلوب کا حوالہ دیا ہے۔مجموعی طور پر مذکورہ تمام کتب غیر معتبر ہیں،ان کتب کے صرف وہ مسائل معتبر شمار ہوں گے، جن کی تائید دوسری معتبر کتب سے ہو جائے۔

"کنز العباد" کے بارے میں علامہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**وكذا "كنز العباد" فإنه مملوءٌ من المسائل الواهية والأحاديث الموضوعة لا عبرةَ له لا عند الفقهاء ولا عند المحدثين قال على القارى فطبقات الحنفية: "على بن أحمد الغورى...... وله "كنز العباد فى شرح الأوراد" قال العلامة جمال الدين المرشدى: فيه أحاديث موضوعة لا يحل سماعها. انتهى** (النافع الكبير علی الجامع الصغیر، مقدمۃ الجامع الصغیر، الفصل الأول فی ذکر طبقات الفقہاء والکتب، ص:۲۷، إدارۃ القرآن کراتشی)

اور اسی طرح "کنز العباد" میں ایسے مسائل واہیہ اور احادیثِ موضوعہ بھری ہوئی ہیں، جن کا محدثین اور فقہاء کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں، ملا علی قاری "طبقاتِ حنفیہ" میں فرماتے ہیں کہ علی بن احمد الغوری کی ایک کتاب "کنز العباد فی شرح الأوراد" ہے۔علامہ جمال الدین المرشدی فرماتے ہیں: اس کتاب میں ایسی موضوع احادیث بھری ہوئی ہیں، جن کا سننا صحیح نہیں ہے۔

"الفتاویٰ الصوفیۃ" کے بارے میں حاجی خلیفہ، علامہ زرکلی اور علامہ لکھنوی فرماتے ہیں:

**"الفتاوىٰ الصوفية فى طريق البهائية" لفضل الله محمد بن أيوب المنتسب إلىٰ ماجو قال صاحب كشف الظنون: قال المولىٰ البركلى: الفتاوىٰ الصوفية ليست من الكتب المعتبرة فلا يجوز العمل بما فيها إلا إذا علم موافقتها للأصول. (كشف الظنون عن أسامى الكتب والفنون حرف الفاء: ۲/۱۲۲۵، دار إحياء التراث العربى بيروت)** (الأعلام للزرکلی، الماجوری:۶/۴۷، دار العلم للملایین، بیروت والنافع الکبیر علی الجامع الصغیر، مقدمۃ الجامع الصغیر، الفصل الأول فی ذکر طبقات الفقہاء والکتب، ص:۲۷، إدارۃ القرآن کراتشی)

ترجمہ: الفتاویٰ الصوفیہ فی طریقۃ البہائیہ" علامہ فضل اللہ محمد بن ایوب جو ماجو کی طرف منسوب ہے اور ان کی وفات ۶۶۶ ہجری میں ہوئی، کی تصنیف ہے، مولیٰ برکلی فرماتے ہیں: "فتاویٰ صوفیہ معتبر کتب میں سے نہیں ہے، اس میں موجود کسی مسئلہ پر اس وقت تک عمل نہیں کرنا چاہیے، جب تک اس مسئلہ کی موافقت اصول کے مطابق صحیح نہ ہو جائے۔

"قہستانی" کے بارے میں علامہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قہستانی کی کتاب" جامع الرموز" ہے، ان کا پورا نام شمس الدین محمد خراسانی قُہستانی ہے، انہوں نے "کنز العباد" سے نقل کرتے ہوئے مذکورہ مسئلہ ذکر کیا ہے،" علامہ عصام الدین" قہستانی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ اپنے زمانے میں صرف کتابوں کی خرید و فروخت کرتے تھے، اور اپنے ہم عصر علماء کے درمیان نہ ہی بطور فقیہ مشہور تھے اور نہ ہی فقہ کے علاوہ کسی اور علم کے ماہر، اس بات کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں ہر کچی، پکی بات اور صحیح اور ضعیف بات بغیر تصحیح اور تدقیق کے جمع کر دی ہے ملاحظہ ہو:

**وقال المولیٰ عصام الدین فی حق القهستانی: -إنه صلی الله علیه وسلم ...لا یعرف الفقه ولا غیرہ بین أقرانه ویؤیده أنه یجمع فی شرحه هٰذا بین الغث والسمین، والصحیح والضعیف من غیر تصحیح ولا تدقیق، فهو کحاطب اللیل جامع بین الرطب والیابس فی النیل، وهو العوارض فی ذم الروافض، إلخ۔** (النافع الکبیر علی الجامع الصغیر، مقدمة الجامع الصغیر، الفصل الأول في ذکر طبقات الفقهاء والکتب، ص: ۲۷، إدارة القرآن کراتشي)

"قہستانی" کے بارے میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**-والقهستانی- کجارف سیل وحاطب لیل،** (تنقیح فتاویٰ الحامدیة، کتاب الحظر وال إباحة: ۲/۳۵۶، حقانیه، وکذا في عمدة الرعایة علی شرح الوقایة، ص: ۱۰، مکتبه إمدادیه، ملتان)

ترجمہ: "قہستانی" ہر محقق اور غیر محقق مسائل کو جمع کرنے والے ہیں۔ ("جارف سیل" کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس طرح سیلاب اپنے ساتھ ہر قسم کی خس وخاشاک کو بہالاتا ہے، اسی طرح قہستانی نے اپنی کتاب میں ہر قسم کے (معتبر اور غیر معتبر) مسائل جمع کر دیے ہیں، اور "حاطب لیل" کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس طرح کوئی شخص رات کے اندھیرے میں لکڑیاں چننے والا ہو تو اسے کوئی خبر نہیں ہوتی کہ وہ کس قسم کی لکڑیاں چن رہا ہے، اسی طرح قہستانی نے بھی اپنی کتاب میں ہر طرح کے مسائل جمع کر دیے ہیں اور اسے کوئی خبر نہیں کہ اس نے کیسے مسائل جمع کیے ہیں، اس کی پرواہ کیے بغیر کہ وہ عمدہ ہیں یا غیر عمدہ، محقق ہیں یا غیر محقق)

شرح عقود رسم المفتی کے حوالے سے بھی ان کی رائے گذر چکی ہے کہ اس کتاب سے فتویٰ دینا اور اس کے مسائل پر مسئلہ بتانا جائز نہیں مگر یہاں تو خان صاحب صرف مسئلہ نہیں بلکہ ان کتابوں کی بنیاد پر پورا ایک نیا مذہب وفرقہ گھڑ رہے ہیں!!!!

## اصول نمبر ۲

فقہاء نے اصول افتاء میں مندوبات ومستحبات میں عوامی ذہنیت اور معاشرے کی مجموعی سوچ کا بھی خیال رکھا ہے، بہت سے ایسے کام جو مباح تھے اسے محض اس لئے نہیں کیا گیا یا ان کے کرنے کا ترک کر دیا گیا کہ کہیں عوام اس کو ضروری نہ سمجھ لیں۔

چند حوالے ومثالیں اس پر ملاحظہ ہوں:

**قال ابن منیر: -فیه أن المندوبات قد تنقلب مکروهات، إذا رفعت عن مرتبتها ...إلخ۔**

(فتح الباري، کتاب الصلاة، باب الانفتال وال إنصراف عن الیمین: ۲/۴۳۰، قدیمي)

ابن منیرؒ فرماتے ہیں: (اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے) کہ مندوبات (یعني: مستحبات) کو جب ان کے مرتبہ سے بلند کر دیا جائے تو وہ مکروہات کے حکم میں بدل جاتے ہیں"۔

**قال الطیبي: -وفیه أن من أصر علیٰ أمر مندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة، فقد أصاب من الشیطان من الإضلال، فکیف من أصر علیٰ بدعةٍ أو منکرٍ۔**

(شرح الطیبي، کتاب الصلاة، باب الدعاي التشهد، الفصل الأول، رقم الحدیث: ۹۴۶، ۲/۲۷۴، إدارة القرآن والعلوم، کراتشي)

طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے) کہ جو شخص کسی امر مندوب پر اصرار کرے (یعنی ان پر مسلسل اس طرح عمل کرے کہ وہ اس سے کبھی چھوٹنے نہیں پائے) اور اس پر عمل کرنے پر (مسلسل) پُرعزم رہتا ہو تو وہ شیطان سے اپنے حصے کی گمراہی وصول کرنے والا ہے، پس (جب مندوبات پر اصرار کرنے والے کا یہ حال ہے تو) بدعات یا منکرات پر (اسی طرح) اصرار کرنے والے کا کیا حال ہوگا!!!!"

**(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعا في التشهد، الفصل الأول، رقم الحديث:٩٤٦، ٣/٣١، رشيدية)...(وكذا في التعليق الصبيح، كتاب الصلاة، باب الدعا في التشهد، الفصل الأول، رقم الحديث:٩٤٦، ١/٥٤٩، رشيدية)...(وكذا في السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ٢/٢٦٣، سهيل اكيدمي)**

اب دیکھیں ایک مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر دے اور ولی مقتول جس محلے میں لاش ملی ہے اس کے علاوہ کسی پر قتل کا دعویٰ کرے اور محلہ والوں میں سے دو گواہ پیش کرے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اس پر علامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

میں امام صاحب کے قول پر فتویٰ دینے سے ٹھہرا رہا اور میں نے اس قول کی اشاعت نہیں ہونے دی، کیونکہ اس قول پر ضرر عام ہوتا ہے، اس لئے کہ جو سرکش آدمی یہ قول جانتا ہے وہ لوگوں کو ایسے محلہ میں قتل کرے گا جہاں اس محلہ والوں کے سوا کوئی اور موجود نہ ہو، کیونکہ اسے اطمینان ہوگا کہ محلہ والوں کی شہادت تو اس کے خلاف قبول نہیں ہوگی"۔ (شرح عقود رسم المفتی)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ یہ مثال لا کر دراصل یہ بتلانا چاہ رہے ہیں کہ فتویٰ دیتے وقت مصلحت کو بھی سامنے رکھا جائے۔

علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

**وما يفعله الجهال بعد الصلوة فمكروه لان الجهال يعتقدونها سنة او واجبة و كل مباح يودى الى هذا فمكروه.** (منیۃ المصلی ص ۶۱۷)

نمازوں کے بعد جو جاہل لوگ سجدہ شکر کرتے ہیں تو یہ مکروہ ہے اس لئے کہ جاہل لوگ (اس اجتماعی ہیئت کو) سنت یا ضروری سمجھتے ہیں اور ہر مباح چیز جب اس کو سنت یا لازم کا درجہ دے دیا جائے تو وہ مکروہ بن جاتی ہے۔

افسوس کہ خان صاحب نے اس اہم اصول کا بالکل بھی لحاظ نہ کیا، خان صاحب نے جتنی بھی بدعات ایجاد کی وہ "مباح" کی آڑ میں ایجاد کی، مگر یہ بھول گئے کہ ان کے ماننے والوں نے آج اسے واجب و فرض کا درجہ دیا ہوا ہے، آج اسے "سنیت کا شعار" بنا دیا گیا ہے، اس کے ترک پر لڑنے جھگڑنے کو تیار ہو جاتے ہیں!!!!

## اصول نمبر ۳

### مقلد یا مجتہد مطلق؟:

مفتی احمد یار گجراتی ایک اصول نقل کرتا ہے:

"فقہاء کا قرآن و حدیث سے دلائل پیش کرنا صرف مانے ہوئے مسائل کی تائید کیلئے ہوتا ہے، وہ مسائل پہلے ہی سے قول امام

سے مانے ہوئے ہوتے ہیں تو بلا نظر فی الدلیل کا یہ معنیٰ نہیں کہ مقلد دلائل دیکھے ہی نہیں، بلکہ یہ کہ دلائل سے مسائل حل نہ کرے''۔(جاء الحق،ص ۲۵)

یعنی مقلد کا کام اپنے امام کا قول پیش کرنا ہے اور اس قول کی تائید میں قرآن وسنت پیش کرسکتا ہے، قرآن وحدیث کے عموم سے اپنے من مانے مسائل نکالنا اس کا کام نہیں، مگر خان صاحب بریلوی نے اپنے فتاویٰ میں اس اصول کی دھجیاں بکھیر دی ہیں اور خوب غیر مقلدیت کا ثبوت دیا ہے، ان سے جب بھی ان کی کسی بدعت کے بارے میں سوال کیا گیا تو بجائے قول امام پیش کرنے یا مفتیٰ بہ قول پیش کرنے کے قرآن وحدیث کے عموم سے اپنے من مانے مسائل نکالتے رہے، آپ ان کی صرف ایک کتاب ''ایذان الاجز'' اگر دیکھ لیں جو قبر پر اذان کے متعلق ہے تو سر شرم سے جھک جائے، سائل نے اذان قبر کے جواز کے متعلق دریافت کیا تھا، ایک مفتی ہونے کی حیثیت سے ان کی ذمہ داری صرف اتنی تھی کہ اگر فقہ حنفی میں اس مسئلہ کے متعلق کوئی مفتیٰ بہ اور معمول بہ فتوی وعمل موجود ہے تو اسے نقل کردیتے ورنہ صاف اور صریح جواب دیتے کہ اس عمل کا کوئی ثبوت ہمارے ہاں نہیں، مگر خان صاحب کی خان صاحبی دیکھیں کہ چونکہ اذان میں فلاں فلاں کلمہ ہے، اس کلمے کا ثواب فلاں فلاں جگہ یہ آیا ہوا ہے اس لئے قبر پر اذان جائز ہوگی، وااسفا!!!!

## اصول نمبر ۴

## کتابوں کو دیکھے بغیر فتوے:

شرح عقود رسم المفتی میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اصول بھی لکھا کہ مفتی خوب تحقیق کرنے کے بعد کوئی فتویٰ دے، علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے گذر چکا کہ دس بیس کتب کے مطالعہ کے بعد بھی فتویٰ دینا جائز نہیں، مگر خان صاحب کے دارالافتاء کا یہ حال تھا کہ ان کے پاس اکثر کتب موجود ہی نہیں تھیں اور کتب فقہ کیلئے اکثر ظفر الدین بہاری کو خطوط لکھتے کہ فلاں عبارت بھیج دو فلاں عبارت کو دیکھ لو، چند خطوط ملاحظہ ہو:

''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اپنے مکتوب مذکور کے شروع میں تحریر فرماتے ہیں:

"اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرّس اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں۔"

اس جملے سے پتہ چلتا ہے کہ ملک العلماء امام موصوف کے لیے کتابوں سے حوالوں کی تخریج، عبارات کا اصل سے مقابلہ، کتب خانوں اور لائبریریوں سے نادر ونایاب کتب کی تلاش وجستجو، عبارات کے لاحق وسابق سے اطلاع جیسے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے تھے، نیز اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام احمد رضا کو آپ پر یہ اعتماد کلی تھا کہ جو عبارتیں آپ نقل کرکے بھیج رہے ہیں وہ من وعن وہی ہیں جو کتاب میں مذکور ہیں، اس میں کسی قسم کا کوئی حذف واضافہ نہیں، ردّ وبدل نہیں، ذرا غور فرمایئے کہ کتاب سامنے نہیں، مگر عبارتیں دیکھی جارہی ہیں، فتوؤں میں حوالہ کے طور پر مذکور ہورہی ہیں، واللہ کیسی آنکھ تیار کی ہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے کہ موجود ہیں بریلی میں، مگر پٹنہ میں کتابوں کی عبارتیں ملاحظہ فرمارہے ہیں، فقہی جزئیات دیکھ رہے ہیں سہسرام میں، ہیں بریلی میں اور کٹیہار میں حوالوں کے لاحق وسابق پر غور فرمارہے ہیں، شملہ میں نادر کتابوں کا مطالعہ فرمارہے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی ان سے کتب ورسائل کی عبارات طلب کرتے، عبارتوں میں مطابقت کی ہدایت فرماتے، خط وکتابت کے ذریعہ بدمذہبوں کی خبر لینے کا حکم فرماتے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

"مسودۂ فتویٰ جو آپ نے بھیجا، اس میں مولوی دیانت حسین صاحب و مولوی مقبول احمد صاحب کے بھی دستخط تھے، اس مطبوعہ میں نہیں، اس کا کیا سبب ہوا؟ مبسوط سرخسی کتب خانہ میں ہو تو اِس عبارت کو تطبیق کر بھیجئے: **والاصطفاف بین الاطوانتین..** . ..... **وذالك لایمنع صحۃ الاقتداء**۔ یہ عبارت یونہی ہے کہ اس میں فرق ہے؟ اس کا سابق ولاحق کیا ہے؟"

(کلیاتِ مکاتیبِ رضا، مطبوعہ کلیر شریف: ۱/ ۳۳۴)

مبسوط کی اسی عبارت کے تعلّق سے اپنے دوسرے خط میں یوں رقمطراز ہیں:

"مبسوط سرخسی کی یہ عبارت طائفہ کذابیہ نے رسالہ "تنشیط الاذان" میں کہ انیٹھی نے مسئلہ اذان میں سخت جہالات فاحشہ پر لکھا، استناداً نقل کی ہے، ان لوگوں کا کذب بدیہی اوّل ہے، آپ کسی شخص کے نام سے اسے خط بھجوایئے، بلکہ مناسب ہو تو رجسٹری کہ آپ نے فلاں رسالہ میں یہ عبارت مبسوط امام سرخسی نقل کی ہے، آپ کے بعض مخالفین کہتے ہیں کہ یہ عبارت مبسوط میں کہیں نہیں، لہٰذا براہِ مہربانی بواپسی ڈاک اطلاع دیجیے کہ عبارت مذکورہ مبسوط کے کس کتاب و باب و فصل و جلد و صفحہ میں ہے کہ مخالفوں کو دکھا کر ساکت کیا جائے۔

اس خط کی کارروائی باذنہٖ تعالیٰ جلد ہو، رجسٹری ہی مناسب ہے اور اگر وہ جواب نہ دے تو "مبسوط" کے باب الامامۃ، باب مکروہات الصلوۃ وغیرہا ایسے استیعاب وغور سے پڑھے دیکھے جائیں کہ نفی چھاپ دینا کا موقع ملے، اس مہمل رسالہ کا رد اگر چہ اصلاً ضروری نہیں کہ سب وہی مردودات پیش کرتے ہیں اور ان کے رد کو ہاتھ نہیں لگاتے، پھر بھی عوام ہر تازہ تحریر کا جواب چاہتے ہیں، لہٰذا باذنہٖ تعالیٰ کچھ نہ کچھ ہونا بہتر ہے، یہ جواب اس تحقیق وطلب نقل تصحیح نقل پر موقوف ہے، لہٰذا عجلت و احتیاط کامل دونوں مطلوب ہیں۔" (کلیاتِ مکاتیبِ رضا، مطبوعہ کلیر شریف: ۱/ ۳۳۵)

ایک عبارت پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

**"ولدی وزینی وقرّۃ عینی برادر دینی ویقینی مولانا مولوی محمّد ظفر الدّین صاحب جعلہٗ اللہ کاسمہ ظفر الدّین، آمین۔**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

عبارت تاتارخانیہ" بہت عمدہ ہے، ایسی عبارتیں کہ اذان مکان عالی پر ہوں، کافی نہیں......فقہ شافعی میں امام ابو اسحاق کی کتاب "تنبیہ" ہے، اس کی شرح امام ابوزکریا نووی نے فرمائی، جس کا نام "تحریر" ہے، یہ متن و شرح اگر اس کتب خانہ میں ہوں تو جلوس امام علی المنبر وقیام للاذان کے متعلّق جو کچھ اس میں ہو۔" (کلیاتِ مکاتیبِ رضا، مطبوعہ کلیر شریف: ۱/ ۳۳۳)

مزید ایک خط میں ارشاد فرماتے ہیں:

**"ولدی اعزی اعزک اللہ فی الدین والدنیا وجعلک کاسمک ظفر الدّین، آمین آمین۔**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

پانچ رسالے اور آپ کا فتویٰ مرسل ملے، بارک اللہ فیک ولک وبک وعلیک، عبارت تحریر کی زیادہ ضرورت ہے، نیز شرح وقایہ نقایہ

فصیح ہروی" اگر وہاں ہو اس مسئلہ کے فطان اور مرور بین یدی المصلی کی بحث دیکھو کہ اس میں کیا لکھا ہے؟ یہاں قرب اضافی مراد ہے۔" (کلیاتِ مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف: ۱/ ۳۲۳)

ایک خط میں یوں ارشاد فرماتے ہیں: حسب وعدہ کل روز یکشنبہ باوصف دردسر رسالہ لکھ دیا، مع نقل فتویٰ ہلال ہے، مجھے دربارۂ خضاب ان چند کتابوں کی پوری عبارات درکار ہیں، آپ کے پاس ہوں تو فبہا، ورنہ ایک دن کے لیے پٹنہ جا کر لائیے، تاتارخانیہ، زاد المعاد لابن القیم، عقد الفرید لابن عبدربہ، نزہۃ المجالس، اس کے سوا اگر اور کتب سے کہ میرے پاس نہیں عبارات مستوعبہ ہو تو "احسن کتم" اور "وسمہ" کی تفسیر (ماروائے صراح و قاموس و تاج العروس و خالق زمخشری و مغرب مطرزی و مصباح المنیر ومختار الصحاح ونہایہ ابن اثیر ومجمع البحار وتحفہ ومخزن الادویہ وتذکرہ انطاکی وجامع ابن بیطار وانوار الاسرار البغدادی ومرقات واشعۃ اللمعات وفتح الباری وعمدۃ القاری وارشاد الساری وشرح مسلم للنووی وشرح شمائل ترمذی للقاری وشرح شرعۃ الاسلام علی زادہ وشرح مشارق الانوار لابن الملک وتیسیر وسراج المنیر وشروح جامع صغیر) اور کتابوں سے جو کچھ ملے تو عنایت ہو۔"
(کلیاتِ مکاتیب رضا، مطبوعہ کلیر شریف: ۱/ ۳۶۷)

اتنی مسافت پر موجود ہونے کے باوجود بھی جس آنکھ سے یہ سارے علمی کام ہو رہے ہیں، امام احمد رضا نے اسی کو "ملک العلماء" کا باوقار خطاب دیا ہے۔ (ماخوذ از جہان ملک العلماء: صہ ۳۵۴ تا ۳۵۶)

کیا اس کے بعد بھی خان صاحب کو یہ حق تھا کہ وہ افتاء جیسے نازک مسند پر بیٹھتے، افسوس ان باریکیوں کی طرف نہ دیکھ کر ہی خان صاحب نے امت میں تفرقہ کے بیج بوئے!!!!

## اصول نمبر ۵

## مسئلہ قیامِ تعظیمی اور خان صاحب کی فقہی بے بصیرتی:

اب دیکھیں خان صاحب سے محفل میلاد میں قیام کے متعلق سوال کیا گیا تو مندرجہ بالا اصولوں کو سامنے رکھنے کے بجائے علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت حلبیہ کا حوالہ دے دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت قیام کو انہوں نے بدعت حسنہ قرار دیا۔ (اقامۃ القیامہ، ص ۱۷)

حالانکہ کتب سیر و تاریخ مسائل شرعیہ کے ماخذ نہیں، نہ یہ دلائل شرعیہ ہیں، ان میں موجود واقعات کی کئی توجیہات ہو سکتی ہیں، نقل کرنے میں سمجھنے میں غلطی ہو سکتی ہے، وہاں کے مخصوص حالات کا اثر ہو سکتا ہے، پھر کوئی کام ایک نہیں بیسیوں علماء کریں تو وہ دلیل شرعی کیسے بن گیا؟؟؟؟

چنانچہ علامہ تاج الدین بکی رحمۃ اللہ علیہ کا اشعار پر کھڑا ہو جانا جس سے خان صاحب استدلال کر رہے ہیں عمومی نہ تھا وہ اشعار ہی کچھ ایسے تھے کہ علامہ بکی رحمۃ اللہ علیہ خود پر قابو نہ رکھ سکے اور بے ساختہ کھڑے ہو گئے خان صاحب اس واقعہ کو یوں نقل کرتے ہیں:

''کسی نے امام صرصری کے یہ اشعار نعت حضور سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مدح مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے یہ بھی تھوڑا ہی ہے کہ جو سب سے اچھا خوشنویس ہو اس کے ہاتھ سے چاندی کے پتر پر سونے کے پانی سے لکھی جائے اور جو لوگ شرف دینی رکھتے ہیں وہ ان کی نعت سن کر صف باندھ کر سروقد یا گھٹنوں کے بل کھڑے ہو جائیں ان اشعار کے سنتے ہی حضرت امام بکی و جملہ

علمائے کرام حاضرین مجلس نے قیام فرمایا''۔(اقامۃ القیامۃ، ص ۱۸)

عام سی بات ہے کہ یہ اشعار سن کر علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک کیفیت طاری ہوگئی، جسے حالتِ اضطراری کہا جاتا ہے اور اس میں وہ کھڑے ہو گئے اور حاضرین مجلس ان کے ادب میں اور پاس لحاظ میں کھڑے ہو گئے جیسا کہ ہمارے ہاں طلبہ استاد کیلئے ادباً کھڑے ہو جاتے ہیں، اس کا تعلق کسی دینی مسئلہ سے نہیں، بلکہ اداب سے اس کا تعلق ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر تو بعض حضرات کی جان تک نکل گئی تو کیا اب اس طرح کے جذب و مستی کے حالات سے مسائل استنباط کر کے لوگوں کو خودکشیاں کرنے کا کہا جائے گا؟ صوفیاء سے حالت شطح و اضطرار میں کیا کچھ نہیں ہوا؟؟؟؟

علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فعل بھی اسی قبیل سے ہے، ورنہ وہ شروع وقت سے قیام کرتے اشعار کے مخصوص الفاظ پر کھڑا ہو جانا ہی بے ساختگی کی دلیل ہے، جبکہ بریلوی مجالس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے شرکیہ عقیدہ کی رو سے قیام کرتے ہیں اور اس قیام کو واجب سمجھتے ہیں، کیا واجبات شرعیہ پر اس قسم کے دلائل سے استدلال کیا جاتا ہے؟؟؟؟

پھر ہم مطلقاً قیام کو ناجائز و بدعت نہیں کہتے جو علامہ سبکیؒ کے اس فعل سے ہم پر الزام قائم کیا جائے، ہم تو اس قیام کے ساتھ جو امور ملحق ہو گئے ہیں اس کی وجہ سے منع کرتے ہیں اور وہ یہی کہ اس کو اب لازم سمجھ لیا گیا ہے اس کو ایک مخصوص وقت کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے کہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے عقیدہ کے ساتھ اس کو کیا جاتا ہے جو بدعت سے بڑھ کر شرک ہے!!

خود خان صاحب کی اس کتاب میں ہے:

''ذکر ولادت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت قیام ضرور کہ روح اقدس حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوتی ہے تو اس وقت تعظیم و قیام لازم ہوا''۔(اقامۃ القیامۃ، ص ۲۳)

''(قیام) جس کے کرنے والے کو ثواب اور منکر و مانع پر عذاب''۔ (اقامۃ القیامۃ، ص ۳۰)

''اس سے منع و انکار نہ کرے گا مگر وہ کہ خیر اور بھلائی سے روکنے والا ہوگا اور یہ کام شیطان کا ہے''۔(اقامۃ القیامۃ، ص ۳۱)

''علمائے نے وقت ذکر ولادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ٹھہری تو اس کا ادا کرنا اور بجالانا ہم پر واجب ہوگیا اور اس کا انکار نہ کرے گا مگر بدعتی، مخالف طریقہ اہل سنت و جماعت جس کی بات نہ سننے کے قابل نہ توجہ کے لائق اور حاکم اسلام پر اس کی تعزیر واجب''۔ (اقامۃ القیامۃ، ص ۳۲)

اب کوئی مفتی مجھے جواب دے کہ کیا ایسے اہم واجبات جس کے تارک پر تعزیر بھی واجب، کیا علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہوتے ہیں؟؟

یہ خان صاحب کی اصول افتاء سے جہالت در جہالت ہے کہ وہ اس قسم کے اہم مسائل و واجبات کو ثابت کرنے کیلئے اپنے ہی ہم مشرب برزنجی اور زینی دحلان جیسے بدعتیوں کے فتوؤں کو بنیاد بنا کر اس پر بڑی ڈھٹائی سے اجماع کا بھی کہہ رہے ہیں اور تارک پر تعزیر بھی واجب کر رہے ہیں۔

کیا اجماع امت خان صاحب بریلوی، زینی دحلان جیسے بدعتیوں کے اقوال اور فتاویٰ سے ثابت ہوتا ہے؟ کچھ تو خدا کا خوف کریں، اجماع تو کہتے ہیں:

**هو اتفاق علماء كل عصر من اهل السنة ذوی العدالة والاجتهاد علی حکم** یعنی ہر زمانے کے عادل ومجتہد علما اہلِ سنت کا کسی حکم پر متفق ہو جانا اجماع کہلاتا ہے۔(تلخیص اصول الشاشی ص ۸۷، مکتبۃ المدینہ)

فقہ میں محدثین ومجتہدین کا اجماع معتبر ہے اس میں عوام، متکلم اور ایسا محدث کہ جسے اصول فقہ میں کوئی بصیرت حاصل نہ ہو تو ان کا قول معتبر نہیں۔(تلخیص اصول الشاشی، ص۸۹)

اگر خان صاحب نے اصول شاشی بھی ڈھنگ سے پڑھی ہوتی تو قیام تعظیمی پر اجماع کا مضحکہ خیز دعویٰ کبھی نہ کرتے، شاید خان صاحب کے ہاں کچھ گڈریوں کا یہ کہہ دینا کہ شرق وغرب سب اس مسئلے پر متفق ہیں اجماع کہلاتا ہے۔

نیز بریلویوں کے ہاں حضور ﷺ کی روح مومنین کے گھروں میں موجود ہوتی ہے، بلکہ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں تو انہیں تو تعظیم کے اس قاعدے کی رو سے کہیں بیٹھنا ہی نہیں چاہیئے، میری یہ کتاب بھی اس وقت اگر کوئی بیٹھے، لیٹے، ٹیک لگائے پڑھ رہا ہے تو فوراً اپنے آپ کو تعزیر کیلئے پیش کردے کہ نبی کریم ﷺ کی روح سامنے موجود ہے اور وہ اس حال میں ہے اگر استاد سامنے ہوتا تو کیا یہی حالت وکیفیت ہوتی؟؟

حیرت ہے کہ اگر کوئی دوسرا یہ کام کرے تو خان صاحب یوں آگ بگولہ ہو جاتے ہیں:

''جب فقہ میں کوئی راہ نہ ملی ناچار متون وشرح وفتاوائے مذہب سب بالائے طاق رکھ کر نصوص اصول وفروع فقہ حنفی سب سے آنکھ بند کر کے شرح صحیح بخاری سے ایک روایت خارج عن المذہب پر قناعت کی......کس مذہب کے عالم ہیں؟ ان کا قول مذہب حنفی میں کہاں تک سنا جا سکتا ہے؟ اور وہ بھی خاص ان کی اپنی رائے''(مجموعہ رسائل حصہ دوم، ص۳۰۸)

خان صاحب کا سب سے بڑا مسئلہ یہی تھا کہ وہ مسئلہ گھڑنے میں اصول افتاء کے مسلمہ اصولوں کو پس پشت ڈال کر کسی مفتی کی کتاب، سیر وتاریخ کی کسی کتاب میں کسی کی اپنی ذاتی رائے، تحقیق، واقع پر بدعت کو جواز فراہم کرتے اور نہ ماننے والوں کو منہ بھر بھر کر صلواتیں!!

خان صاحب کا یہ کہنا کہ اتنے عجم وعرب کے علماء کرتے ہیں اوّل تو دعویٰ بلا دلیل، ثانیاً جو کرتے ہیں وہ ان کی طرح انہی کے زمانے کے بدعتی تھے ان کا قول کب معتبر ہے؟

امام ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ جسے خان صاحب بریلوی بھی ''امام'' مانتے ہیں، اہل بدعت کی یہی دلیل نقل کرتے ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ بدعت چھوڑ کر سنت رسول ﷺ پر عمل کرو تو کہتے ہیں کہ اتنے لوگ کر رہے ہیں، ہمارے مشائخ اس پر عمل پیرا ہیں، ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو اسی پر پایا **اما انت اعرف بالسنة ممن ادرکتهم هذا من جم الغفير** تو زیادہ سنت کو جاننے والا نہیں ہے ان لوگوں سے جس جم غفیر سے ہم نے یہ عمل پایا۔

امام صاحب ان پر سیخ پا ہو کر کہتے ہیں کہ ان جاہلوں کو یہ علم نہیں کہ حجت لوگوں کا عمل نہیں ''دلیل شرعی'' ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے فقیہ تھے، لیکن لوگوں نے ان کی بات بھی ماننے سے انکار کر دیا جب انہوں نے اہل مدینہ کے علم کو حجت قرار دیا تو ان جاہل صوفیاء اور بدعتیوں کی کیا حیثیت کے ان کا عمل بطور حجت پیش کیا جائے؟۔(المدخل لابن الحاج، ج۳ ص۹۴)

آج خان صاحب اپنے انہی بدعتی آباء واجداد کی زبان بول رہے ہیں اور ہم ان کی خدمت میں اپنے روحانی والد حضرت علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ کا جواب پیش کریں گے، پسند اپنی اپنی امام اپنا اپنا!!!!

خان صاحب لکھتے ہیں:

''تم جو ناجائز و ممنوع کہتے ہو تو ثبوت دو کہ خدا اور رسول نے ان چیزوں کو کہاں ناجائز فرمایا اگر ثبوت نہ دو اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہرگز نہ دے سکو گے تو اقرار کرو کہ تم شرع مطہرہ پر افترا کیا ہے''۔ (اقامۃ القیامۃ ص ۴۱)

حالانکہ یہ بھی خان صاحب کی جہالت ہے، کسی فرد میں جب عموماً منع ثابت ہو گیا تو جملہ افراد و کلیات میں یہ امر ظاہر ہو گا، ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ قیام مطلق جائز ہے اور مطلق کو خاص کرنا یا اس خاص وقت و ہیئت کو ضروری سمجھنا بدعت ہے، نیز بنیت حاضر و ناظر شرک!...... تو اب جہاں جہاں مطلق کو مقید کیا جائے گا اور جہاں وہ کام بنیت شرک کیا جائے گا وہ ناجائز بدعت و شرک ہو گا، قیام مطلق کو مقید اور عقیدہ شرکیہ کے ساتھ کیا جاتا ہے اب اس کے منع پر خاص اللہ و رسول ﷺ سے منع دکھانے کا مطالبہ جہالت ہے، جبکہ مطالبہ کرنے والے کا اپنا بھی یہ دعویٰ ہے کہ یہ قیام تعظیمی حضور ﷺ کے زمانے میں نہ تھا، بعد میں احداث ہوا تو جو چیز زمانہ نبوی ہی میں نہیں، بعد میں ایجاد ہوئی اس پر خاص حضور ﷺ سے منع دکھانا جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟؟؟؟ حیرت ہے کہ خود خان صاحب اپنی کتاب میں یہ عنوان لگا رہے ہیں:

''ہر خصوصیت کا ثبوت شرعی ضروری نہیں''

مگر دوسروں سے اس کے برعکس مطالبہ کیا جا رہا ہے، اگر آج خان صاحب کو شیعہ یہ للکار کر کہے کہ دس محرم الحرام کے تعزیہ کا بدعت ہونا خاص اللہ و رسول ﷺ سے ثابت کر وا گر نہیں کر سکے تو شریعت پر افتراء مت باندھو تو خان صاحب کے پاس اس کا کیا جواب ہو گا؟؟

قیام تعظیمی یا کسی بدعت سے منع کرنے والے جب یہ کہتے ہیں کہ اس کا وجود قرون ثلاثہ میں نہیں تھا تو ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس چیز کا داعیہ ہونے کے اور مانع کے نہ ہونے کے باوجود کوئی کام قرون ثلاثہ میں نہیں ہوا اسے آج کرنا بدعت ہو گا، یہ شریعت کا مسلمہ قاعدہ ہے، مگر خان صاحب اپنی فقہی بے بصیرتی کی وجہ سے اس بات کو سمجھ نہیں پائے اور اپنی کتابوں میں اس کا جواب یہ دیتے رہے کہ فلاں چیز بھی تو قرون ثلاثہ میں نہیں تھی فلاں چیز بھی تو نہیں تھی، چنانچہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

''ریل، تار، برقی، نوٹ، منی آرڈر، فوٹوگراف وغیرہ وغیرہ ایجاد ہوئے اگر کوئی شخص کہے صحابہ تابعین یا امام ابوحنیفہ نہ سہی ہدایہ و در مختار یا یہ بھی نہ سہی عالمگیری و طحطاوی و رد المحتار یا سب جانے دو شاہ عبد العزیز صاحب ہی کے فتاوے میں دکھاؤ تو اسے مجنون سے بہتر اور کیا لفظ کہا جا سکتا ہے''۔ (اقامۃ القیامۃ ص ۱۴)

یعنی جس طرح ان چیزوں کا ثبوت نہیں دیا جا سکتا اور اس کا ثبوت مانگنا جنون ہے، اسی طرح ہم سے ہماری بدعات پر قرون ثلاثہ سے ثبوت مانگنا جنون ہے، حالانکہ ان اشیاء سے معارضہ پیش کرنا خود خان صاحب کے مجنون ہونے کی دلیل ہے، اس لئے کہ اولاً ان چیزوں کا داعیہ قرون ثلاثہ میں تھا ہی نہیں تو کوئی ثبوت کیوں مانگے؟؟ پھر ان سب چیزوں کا تعلق انتظامی و دنیاوی امور سے ہے اس میں تبدل و تغیر یا نت نئی ایجادات ہرگز بدعت نہیں، چنانچہ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

**الاتری اذا نظرناً الی البدع لامتعلقه بأمور الدنیا لم نساو البدع المتعلقه بأمور الاحکام الفرعیه ولعلها اعنی البدع المتعلقه بأمور الدنیا لا تکره اصلا بل کثیر منها یجزم فیه بعدم الکراهة** (احکام الاحکام ص ۱۰۲)

جہالت کی انتہاء تو یہ کہ قرونِ ثلاثہ میں نہ ہونے کا مطلب نہ سمجھنے کی وجہ سے آج کے جاہل بریلوی خطیب بڑے طمطراق سے ہم پر یہ الزام قائم کرتے ہیں کہ پھر تو تم بھی نہیں تھے، تمہارے ماں باپ بھی نہیں تھے ان کو بھی ناجائز کہو!......اور جاہل حاضرین مجلس اس بقراطی پر واہ واہ کر کے لوٹ پوٹ ہو رہے ہوتے ہیں۔

ہم نے کب اس قاعدے کو علی الاطلاق رکھا ہے کہ بس جو چیز بھی قرون ثلاثہ میں نہ پائی جائے وہ بدعت ہے؟؟ ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ کسی کام کے کرنے کا داعیہ، علت اور وجہ قرون ثلاثہ میں پائی جائے اور منع پر بھی کوئی دلیل نہ ہو پھر بھی انہوں نے یہ دینی کام نہ کیا ہو تو آج اسے دین سمجھ کر کرنا بدعت ہے، کیونکہ یہ دین ہوتا تو اس کی علت ان کے زمانے میں بھی تھی وہ اس کو ضرور کرتے!!!!

اپنی جہالت کی وجہ سے اس اصول کو نہ سمجھتے ہوئے خان صاحب نے اپنی کتاب اقامۃ القیامۃ میں خواہ مخواہ (۱۶) صفحات اس بات پر سیاہ کئے کہ مختلف زمانوں میں علماء جن مسائل کا استنباط کرتے ہیں ان سب کی اصل قرآن وحدیث ہی ہوتی ہے، عالمگیری، شامی میں بہت سے مسائل ایسے ہیں جو قرونِ ثلاثہ میں نہ تھے۔

او بھائی صاحب!! بات کیا ہے اور جواب کیا دے رہے ہو؟ کس نے یہ کہا کہ مسائل جدیدہ کا اجتہاد کے ذریعہ جن علماء نے استنباط کیا ہے اس پر بھی قرون ثلاثہ کی دلیل لاؤ؟؟؟؟

ہم ہرگز اس پر دلیل نہیں مانگتے، کیونکہ ان مسائل کا احداث ہوا ہی اسی زمانے میں، لہٰذا فقہاء نے اصول فقہ کی رو سے جو استنباط کیا وہ گویا قرآن وحدیث ہی سے ثابت ہے، ہم تو یہ کہہ رہے ہیں کہ میلاد کا داعیہ یعنی حضور ﷺ کی ولادت یہ علت قرونِ ثلاثہ میں موجود تھی اس کے باوجود نہ کسی نے میلاد کیا، نہ قیام تو کس طرح آج یہ مسئلہ ''شعارِ اہلسنت'' بن سکتا ہے؟؟ یہ خان صاحب کی بنیادی جہالتوں میں سے ہے کہ وہ فریق مخالف کی بات کو سمجھے بغیر ایک جاہل مفتی کی طرح اپنی طرف سے مستفتی کی بات کا کوئی مطلب نکالتے ہیں اور پھر اس پر غیر متعلقہ فقہی جزئیات دے کر رسالے کی ضخامت کو بڑھاتے، ہم نے صرف یہ ایک مثال بطور نمونہ پیش کی کہ ان (۱۶) صفحات میں جو جزئیات خان صاحب نے نقل کیں اس کا کون دیوبندی منکر ہے؟ اور یہ کب ہمارے مدعا کے خلاف ہیں؟؟؟؟

## اصول نمبر ۶

### کیا اصل اشیاء میں اباحت ہے؟:

خان صاحب بریلی نے اپنی بدعات پر اس اصول سے بنیادی استدلال کیا ہے اور بریلوی طبقے کے ہاں بس کسی بدعت کے جواز کیلئے اتنا کافی ہے کہ اس پر ''منع'' نہیں، جب منع کی کوئی دلیل نہ ہو تو اصل کے اعتبار سے ہر چیز جائز ہے، جو خان صاحب کی اصولِ فقہ سے نادانی کی ایک اور دلیل ہے، حالانکہ:

### پہلا جواب:

جو حضرات اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں کہ چیزوں میں اصل اباحت اور جواز ہے ان کے کلام میں غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ قاعدہ عبادات میں جاری نہیں ہوتا، یہ قاعدہ اموال، امورِ عادیہ اور کھانے پینے کی چیزوں کے متعلق ہے، عبادات کے متعلق اصل قاعدہ یہ ہے کہ جو عبادات جس طریقے سے ثابت ہو وہ جائز ہوگی اور جو چیز ہوگی اور جو چیز بطورِ عبادت رسول ﷺ صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین سے ثابت نہ

ہو وہ عبادت نہیں ہوگی اور اس کا بطورِ عبادت بھی انجام دینا جائز نہ ہوگا، بعض اوقات کوئی چیز بطورِ عبادت تو ثابت ہوتی ہے، لیکن اس کے لئے خاص وقت یا خاص جگہ یا کیفیت کی تعیین کا ثبوت نہیں ہوتا تو ایسی عبادت کیلئے اپنی طرف سے ان چیزوں کی تعیین وتخصیص بھی ناجائز ہوگی، کسی غیر ثابت چیز کو بطورِ عبادت انجام دینے یا کسی ثابت شدہ عبادت میں اپنی طرف سے کیفیات و اوقات کی تعیین وتخصیص کو شریعت کی اصطلاح میں ''بدعت'' کہتے ہیں، جو باجماع امت حرام اور گناہ کبیرہ ہے، چنانچہ علامہ ابو اسحاق شاطبیؒ فرماتے ہیں:

**لا یصح ان یقال فیما یتعبد به: انه مختلف فیه علی قولین: هل هو علی المنع ام علی الاباحة... لان التعبدیات انما وضع الشارع، فلا یقال فی صلوٰة سادسة مثلا انها علی الاباحة، فللمکلف وضعها علی احد القلین، لیتعبد بها الله، لانه باطل باطلاق۔** (الاعتصام: ۱/۳۰۱)

(ترجمہ): عبادات کے متعلق یہ کہنا درست نہیں کہ ان کے بارے میں بھی اختلاف ہے کہ آیا یہ اصل کے اعتبار سے (دلیل آنے سے پہلے) ممنوع ہیں یا مباح، کیونکہ عبادت کو شارع (اللہ اور اس کے رسول ﷺ) ہی نے مقرر کیا ہے (اور جو شریعت میں ثابت نہ ہو وہ عبادت نہیں ہوگی بلکہ ناجائز اور حرام کام ہوگا) فرض کیجئے کہ اگر کوئی شخص چھٹی نماز ایجاد کرے تو اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اصل اباحت ہے کہ اصول سے یہ کام اس کے لئے جائز ہے اور اس کو اس طرح ایجاد کا حق ہے، بلکہ اس کا یہ فعل مطلقاً باطل (اور شرعی رو سے قطعاً ناقابل اعتبار) ہے۔

اور یہ اصول جو علامہ شاطبیؒ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ عبادت جب تک ثابت نہ ہو اسے عبادت نہیں کہا جاسکتا، نیز کسی عبادت کا خاص وقت و کیفیت جب تک ثابت نہ ہو تو اسے عبادت (مستحب یا بہتر) قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ وہ باطل ہوگا، یہ اصول انتہائی قوی ہے اور سب علماء وفقہاء کے ہاں مسلّم ہے درج ذیل عبارت اس اصول پر واضح دلیل ہے:

**والمتابعة کما تکون فی الفعل تکون فی الترك ایضا، فمن واظب علی فعل لم یفعله الشارع فهو مبتدع۔** (مرقاۃ: ۱/۴۱)

**عن ابی عمر رضی الله تعالیٰ عنه: ان رفعکم ایدیکم بدعة، مازاد رسول الله ﷺ علی هذا یعنی الی الصدر** (مسند احمد: ۲/۶۱)

**والزیادة علی ثمان رکعات لیلا و علی اربع رکعات نهارا مکروه بالاجماع** (منیۃ المصلی: ص ۱۰۲)

**وقال الکاسانی رحمه الله فی تعلیله: یکره لان الزیادة علی هذا لم تروعن رسول الله ﷺ۔** (بدائع: ۱/۲۹۵)

**وقال المرغینانی رحمه الله: و دلیل الکراهة انه علیه السلام لم یزد علی ذلك، ولولا الکراهة لزاد، تعلیما للجواز۔** (ہدایۃ: ۱/۱۲۷)

**وفی الهدایة: ویکره ان یتنفل بعد طلوع الفجر باکثر من رکعتی الفجر لانه علیه السلام لم یزد علیهما مع حرصه علی الصلوٰة** (ہدایۃ: ۱/۱۵۳)

**ولیس فی الکسوف خطبة لانه لم ینقل۔** (ہدایۃ: ۱/۱۵۶)

**ولا یتنفل فی المصلیٰ قبل الصلوٰۃ العید، لانہ النبی ﷺ لم یفعل ذلک مع حرصہ علی الصلاۃ۔**
(ہدایۃ: ۱/ ۱۵۳)

**قراء ۃ الکافرون الی الآ خرمع الجمع مکروھۃ ، لانھا بدعۃ لم ینقل ذلک عن الصحابۃ والتابعین۔** (ہندیۃ: ۴/ ۲۶۴)

**وقالوا فی کراھیۃ صلوٰۃ الرغائب : الان الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم لم تنقل عنھم فھی بدعۃ۔** (کبیری: ص ۴۳۲ ،شامیۃ: ۲/ ۲۶)

عباراتِ بالا سے درج ذیل امور ثابت ہوئے:

۱۔حضور ﷺ کی اتباع جیسا کہ کرنے میں ہوتا ہے اسی طرح نہ کرنے اور کسی چیز کہ چھوڑنے ( کہ کوئی مانع نہ ہوتے ہوئے بھی انہوں نے بطورِ عبادت اسے نہ کیا ہو) میں بھی لازم ہے۔

۲۔حضرت ابن عمرؓ نے دعا میں سینے سے اوپر ہاتھ اٹھانے کو محض اس وجہ سے منع فرمایا اور اسے بدعت قرار دیا کہ حضور ﷺ سے ایسا کرنا ثابت نہیں۔

۳۔فقہائے کرام نے رات کے نوافل میں آٹھ سے اور دن کے نوافل میں چار سے زیادہ رکعات ایک سلام کے ساتھ پڑھنے کو بالاتفاق اس لئے مکروہ قرار دیا کہ شریعت میں اس کا ثبوت نہیں۔

۴۔صبح صادق طلوع ہونے کے بعد ماسوائے سنت فجر باقی نوافل کو صاحب ہدایہ نے اس لئے مکروہ قرار دیا ہے کہ ثابت نہیں (واضح رہے کہ طلوع صادق کے بعد نوافل سے صراحتاً حدیث میں بھی منع آیا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ابن عمرؓ کی روایت میں ہے لیکن اگر یہ نہ بھی ہوتا تب بھی صاحب ہدایہ کی ذکر کردہ دلیل کی وجہ سے ناجائز ہوتا)۔

۵۔صلوٰۃ کسوف میں صاحب ہدایہ نے اس لئے منع فرمایا کہ منقول نہیں۔

۶۔عیدگاہ میں عید کی نماز سے پہلے فقہاء نے اس لئے منع فرمایا کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں۔

۷۔آخری سورتوں کے اجتماعی طور پر پڑھنے سے فقہاء کرام نے اس لئے منع فرمایا کہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ سے ثابت نہیں ،لہٰذا بدعت اور واجب الترک ہے۔

۸۔فقہاء نے صلوٰۃ الرغائب (رجب کے پہلے جمعہ کے دن جماعت سے پڑھی جانے والی نفل جماعت) کو محض اس وجہ سے ممنوع فرمایا کہ صحابہ کرامؓ تابعینؒ اور سلف صالحین سے اس کا ثبوت نہیں۔

اس طرح کی اور بھی بے شمار عبارات ہیں، ان عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ عبادات میں رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کا داعیہ کے باوجود کسی چیز کو چھوڑنا اور نہ کرنا اس چیز کے ناجائز ہونے کی دلیل ہے اور محدثین اور فقہائے کرام کے ہاں ایک مستقل ضابطہ اور قاعدہ ہے۔

مذکورہ تفصیل سے واضح ہوا کہ خان صاحب کا بدعات کو محض اس وجہ سے کہ اس سے منع نہیں فرمایا ہے، جائز اور مستحب کہنا قطعاً صحیح نہیں ہے۔

دوسرا جواب:

یہ قاعدہ کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے، فقہائے کرام اور علم اصول کے ماہرین کے ہاں اتفاقی نہیں، بلکہ علماء کی ایک کثیر تعداد کا قول یہ ہے کہ ہر چیز میں اصل توقف ہے، جب تک کسی جانب پر دلیل قائم نہ ہو اسے جائز یا ناجائز نہیں کہا جا سکتا، شیخ ابو منصور ماتریدی، عام محدثین اور اشعریہ سب کا یہی مذہب ہے۔ (شامیہ: ۴/۱۶۱)

"**المذهب منصور ان الاصل فی الاشیاء التوقف**" (درمختار: ۱/۱۰۵)

**ان الصحيح من مذهب اهل السنة ان الاصل فی الاشياء التوقف** ۔ (حوالہ بالا: ۴/۱۶۱)

جن علماء کرام نے یہ قاعدہ (کہ اشیاء میں اصل جواز ہے) بیان فرمایا ان کے نزدیک بھی یہ شریعت آنے سے پہلے زمانے کے متعلق ہے کہ جب تک آخری شریعت نہیں آئی تھی تو افعال و اقوال اور دیگر امور میں اصل اباحت تھی، لیکن شریعت نازل ہونے کے بعد یہ قاعدہ جاری نہیں ہوتا، بلکہ شریعت نازل ہونے کے بعد دیکھا جائے گا کہ اس چیز کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں چنانچہ علامہ بحر العلوم اس مسئلے پر محققانہ گفتگو کے بعد بطور خلاصہ فرماتے ہیں:

"**فاذا ليس الخلاف الا فی زمان الفترة الذی اندرست فيه الشريعة بتقصير من قبلهم (الی قوله) ولعل المراد من الافعال ما عدا الكفر و نحو فان حرمته فی كل شريع بتبين ظهور اتاما**" (فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت: ۱/۴۹، ۵۰)

"**وفی الشامية: فی شرح اصول البزدوی للعلامة الاكمل: قال اكثر اصحابنا و اكثر اصحاب الشافعی: ان الاشياء التی يجوز ان يرد الشرع باباحتها و حرمتها، قبل ورودها علی الاباحة وهی الاصل فيها حتی ابيح لمن لم يبلغه الشرع ان ياكل ما شاء**"۔ (۴/۱۶۱)

شریعت کے وارد ہونے کے بعد اموال کے متعلق یہ قاعدہ ہے عبادات کے متعلق نہیں۔

**فی الشامية: فی اصول البزدوی: بعد ورود الشرع الاموال علی الاباحة بالاجماع مالم يظهر دليل الحرمة، لان الله تعالیٰ اباحها بقوله: (خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا)**۔ (۴/۱۶۱)

اس سے ثابت ہوا کہ اکثر احناف اور شوافع کے نزدیک چیزوں میں اصل جواز ہے"، یہ شریعت کے آنے سے پہلے کے متعلق ہے، جیسا کہ خود علامہ شامی کے نقل کردہ حوالہ جات سے ثابت ہوا، شریعت کے آنے کے بعد کسی فعل کو عبادت کے طور پر جائز کہنے کیلئے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، جہاں دلیل نہ ہو وہاں عدم جواز ہی کا حکم لگایا جائے گا، البتہ اموال میں یہ قاعدہ شریعت نازل ہونے کے بعد بھی جاری ہوتا ہے۔

## اصول نمبر ۷

خان صاحب کی ایک اصولی غلطی یہ تھی کہ انہوں نے مکہ و مدینہ کو خیر کا مرکز بتاتے ہوئے وہاں موجود اپنے ہی جیسے علماء و عوام کے عمل کو سند کا درجہ دے دیا اور اپنی بہت سے بدعات پر ان کے فعل سے استدلال کیا، چنانچہ ان کی اقامۃ القیامۃ میں اس قسم کے اقوال کی بھرمار ہے،

علمائے دیوبند کے خلاف فتاویٰ سے رجوع بھی اسی اصول کی روشنی میں نہیں کیا جا رہا ہے کہ دیکھو علمائے حرمین نے فتویٰ دیا ہے تو اس کو ہم کیسے تسلیم نہیں کریں؟ مکہ ومدینہ کے مبدءِ خیر ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں، لیکن وہاں کے علماء کا فعل بھی حجت شرعیہ ہو یہ کہیں ثابت نہیں۔

اگر یہی اصول ہے تو کیا وجہ ہے کہ آج اسی مبدءِ خیر کے علماء کو بریلوی حضرات دنیا کے سب سے بڑے گستاخ وہابی ونجدی کہہ کر پکارتے ہیں؟

خان صاحب نے تو آج کے عرب علماء کو "حجت شرعیہ" ٹھہرا دیا ماضی میں تو امام مالک جیسے مجتہد مطلق نے اہل مدینہ کے عمل کو حجت شرعیہ میں شمار کیا تو جمہور امت نے اس باب میں ان سے اختلاف کیا۔

**اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي حُجِّيَّةِ عَمَلِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ: فَذَهَبَ الْجُمْهُورُ إِلَى أَنَّ إِجْمَاعَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ عَلَى عَمَلٍ لَيْسَ حُجَّةً عَلَى مَنْ خَالَفَهُمْ.** (الموسوعۃ الکویتیہ، ج۳۰، ص۳۳۳)

امام محمدؒ نے ایک پوری کتاب "الحجۃ علی اہل المدینۃ" لکھی، مقلد کیلئے حجت بقول احمد یار گجراتی اس کے امام کا قول ہوتا ہے بس!......

خان صاحب نے چونکہ افتاء کی مشق ماہر اساتذہ کے سامنے زانوائے تلمذ طے کرکے نہیں کی تھی جو کچھ تھا ذاتی مطالعہ تھا، اس لئے وہ اس قسم کی موٹی موٹی غلطیاں کر جاتے!!!!

## نقل میں بد دیانتی واتّہام وفتوے میں انتہائی عجلت وجلد بازی:

ایک ذمہ دار مفتی کا یہ فریضہ ہے کہ وہ کسی کا کلام نقل کرنے میں مکمل احتیاط کرے، نیز کسی کے قول پر کوئی فتویٰ لگانے سے پہلے پوری طرح تحقیق کرلے کہ آیا یہ قول اسی کا ہے یا اس کی طرف کسی نے غلط منسوب کر دیا، مگر افسوس کہ خان صاحب ان دونوں صفات سے عاری تھے، اس کی دو مثالیں ہم ماقبل میں احمد رضا خان صاحب کے جھوٹ کے عنوان سے نقل کر چکے ہیں کہ شق قمر کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف انتہائی مسخ کر کے پیش کیا۔

اسی طرح بنا تحقیق فتوے لگانے کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

"عرض: تھانوی کو لوگ سید کہتے ہیں اور وہ مانع نہیں ہوتا (یعنی انہیں ایسا کہنے سے نہیں روکتا) حالانکہ وہ قوم کا جھوجھہ ہے۔

**ارشاد:** حدیث میں ہے **من ادعی الی غیر ابیہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ صرفا ولاعدلا** (جو شخص اپنے باپ کو چھوڑ کر دوسرے کو باپ بنائے اس پر اللہ عزوجل اور تمام فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت اللہ عزوجل نہ اس کا فرض قبول کرے گا نہ نفل...... دوسری حدیث میں ارشاد ہوا **فالجنۃ علیہ حرام** اس پر جنت حرام ہے...... تیسری حدیث میں فرمایا **فعلیہ لعنۃ اللہ التابعۃ الی یوم القیامۃ** اس پر اللہ عزوجل کی پے درپے قیامت تک لعنت"۔ (ملفوظات، حصہ سوم، ص۴۱۹، مکتبۃ المدینہ)

اوّل تو خان صاحب کے بیٹے کی کذب بیانی ملاحظہ ہو کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لوگ باعتبار ذات ونسب کے "سید" کہتے ہیں اور حضرت منع نہیں فرماتے، پھر دوسرا جھوٹ ملاحظہ ہو کہ حضرت جھوجھہ تھے حالانکہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ددھیالی رشتہ سے فاروقی اور ننھیالی رشتہ سے علوی تھے، اس پر اگر ہم خان صاحب کے پتر کے حق میں **لعنت اللہ علی**

**الکاذبین** کہہ دیں تو رضاخانیوں کو شکوہ نہیں کرنا چاہیئے، پھر خان صاحب کی بے احتیاطی اور تعصب ملاحظہ ہو کہ اول بیٹے سے اس کا ثبوت مانگتے، ثانیاً بیٹے کو سمجھاتے کہ ہوسکتا ہے کہ لوگ ان کو ''سید'' بمعنیٰ سردار کہتے ہوں، جیسا کہ بیٹا آپ اسی ملفوظ میں کبھی ''سیدی سالار'' کہہ رہے ہیں کبھی ''سیدی رفاعی'' کہہ رہے ہیں، دعوت اسلامی والے جب بھی میرا نام پکارتے ہیں تو ''سیدی اعلیٰ حضرت'' کہتے ہیں، مگر فوراً لعنتوں کے ڈونگرے برسانے شروع کر دیے، کیا اسی کا نام افتاء (فتویٰ نویسی) ہے کہ جس کو چاہے، جس خبر کی بنیاد پر یک جنبش قلم لعنتی جہنمی بنادو؟ اسی فتاویٰ رضویہ میں اعلیٰ حضرت کو کہا گیا:

''پس از سلام مسنون حضرت سید ولد آدم وسید الانس والجان (روحی فداہ) (فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۷، ص ۴۴)

مگر خان صاحب نے اس پر کوئی نکیر نہیں کی، اگر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ صرف ''سید'' کہلائے جانے کی بنا پر ان احادیث کے معاذ اللہ مصداق ہیں تو اندازہ لگائیں جس کو لوگ ولد آدم اور انس وجان کا ''سید'' کہتے ہو وہ کس قدر لعنتی اور تاقیامت لعنت کا سزاوار ہوگا!!......اس کا فیصلہ قارئین خود لگالیں!!!!

نیز خان صاحب نے ایک دفعہ پھر اپنے سوئے حافظہ کی وجہ سے روایت ''**فعلیه لعنة الله التابعة الی یوم القیامة**'' کو ''**فعلیه لعنة الله متتابعة الی یوم القیامة**'' (ملفوظات، حصہ سوم، ص ۳۷) پڑھا یعنی بقول دعوت اسلامی ''التابعة'' کو ''متتابعة'' کردیا۔

ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیں:

کسی صاحب نے خان صاحب کے پاس فتویٰ بھیج دیا کہ قبرستان کی وقف زمین پر کوئی دوسرا وقفی مکان بنانا جائز ہے، اب بنا تحقیق کہ آیا واقعۃً حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا کوئی فتویٰ دیا یا نہیں (ہمیں ان کے فتاویٰ کے مجموعہ میں ایسا کوئی فتویٰ نہیں ملا) گالم گلوچ شروع کردی کہ ''گنگوہی کی فقاہت'' (مجموعہ رسائل حصہ دوم، ص ۳۰۰) ''گنگوہی صاحب کی سخت نافہمی'' (ایضاً ص ۳۰۷) اور پھر آخر میں یہ الزام تراشی شروع کردی کہ چونکہ وہابیہ مزارات و قبورِ مسلمین کے دشمن ہیں اس لئے کہ ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ کس طرح قبورِ مسلمین کو منہدم کروادیں اس لئے اس قسم کا فتویٰ دیا۔ (ملخصا، ایضاً ص ۳۱۹)

## اقسام احکام شرعیہ کے متعلق فاضل بریلوی کی غلط بیانی:

فقہی مقام میں ''رنگ اجتہاد'' کے زیر عنوان لکھا ہے کہ عام طور پر کتب اصول میں احکام شرعیہ کی سات قسمیں بیان کی جاتی ہیں، فرض، واجب، مستحب، مباح، حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی۔ لیکن اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے احکام کی گیارہ قسمیں بیان فرمائی ہیں، پھر ان قسموں کا بیان ہے کہ فرض، واجب، سنت مؤکدہ، سنت غیر مؤکدہ، مستحب، مباح، حرام، مکروہ تحریمی، اساءت، مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ۔ یہ گیارہ چیزیں گنائی گئی ہیں اور ان کی تعریفات ذکر کی گئی ہیں اور لکھا ہے کہ:

''یہ وہ تقسیم ہے جس کے بارے میں خود اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ تقریر منیر کو حفظ کر لیجیے کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملے گی اور ہزارہا مسائل میں کام دے گی اور صدہا عقدوں کو حل کرے گی، کلمات اس کے موافق، مخالف سب طرح کے ملیں گے، مگر بحمد اللہ تعالیٰ حق اس سے متجاوز نہیں، فقیر طمع رکھتا ہے کہ اگر حضور سیدنا امام اعظم کے حضور یہ تقریر عرض کی جاتی ضرور ارشاد فرماتے

کہ یہ عطر مذہب وطراز مذہب ہے،انتہا کلامہ الشریف،(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۱۷۳ تا ۱۷۵۱،اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام:ص ۱۱-۱۲)

ہم نے یہ ساری تعریفیں پڑھیں،بظاہر آپ کے لکھنے کا مقصد یہ لگتا ہے کہ یہ علمی بحثیں کسی اور نے نہیں لکھیں،یہ فقط اعلیٰ حضرت کا کمال ہے، لیکن ایسا نہیں ہے،دیکھیے''شامی''میں مستقل عنوان کے تحت اساءت اور کراہت کی بحث دی گئی ہے۔

''**مطلب فی قولهم الاساءة دون الكراهة**'' (شامی ۴۷۴ جلد اول)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بحث میں سنت موکدہ،سنن ہدیٰ اور سنن زوائد یعنی سنت غیر موکدہ اور مستحب کا ذکر بھی کیا ہے اور کراہت تحریمی،اساءت اور کراہت تنزیہی کا بھی اور اساءت کی تشریح میں انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ وہ عمل ہے کہ جس کے کرنے والے کو گمراہ کہا جائے گا اور ملامت کی جائے گی،غرض اس تفصیلی بحث میں یہ تمام اقسام احکام اور اقوال ائمہ درج ہیں،اب رہی اولیٰ کی بات تو یہ بھی شامی میں ایک مستقل عنوان کے تحت ذکر کی گئی ہے۔''**مطلب اذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة اولیٰ**''

جب کسی حکم کے سنت و بدعت ہونے میں تردد ہو تو سنت کو ترک کر دینا اولیٰ ہے۔(شامی جلد اول ص ۶۴۲)

شامی ہی میں اس سے اگلے صفحہ پر ایک مسئلہ کے ذیل میں تحریر ہے:

''**او اراد بالمباح ما ليس بمحظور شرعا وخلاف الاولى غير محظور**'' (شامی ص ۶۴۳) یعنی''یا مباح سے مراد ہے کہ جو شرعاً منع نہ ہو اور خلاف اولیٰ ممنوع نہیں ہوتا۔''

غرض یہ گیارہ کی گیارہ قسمیں کتب فتاویٰ میں لکھی ہوئی چلی آرہی ہیں،بلکہ صرف شامی ہی میں موجود ہیں،فاضل بریلوی کو آپ اتنی سی بات پر مجتہد کا درجہ دینا چاہتے ہیں کہ انہوں نے ان اقسام کو نقل کر دیا ہے اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ فاضل بریلوی بھی خود اس پر ناز فرما رہے ہیں۔

## اقسام احکام شرعیہ کی تعریفات میں کمی:

اب آپ اپنی لکھی ہوئی تعریفات کی کمی پر بھی غور فرمائیں،سنتِ مؤکدہ کی تعریف میں جو الفاظ آرہے ہیں وہی سنت غیر موکدہ کی تعریف میں بھی آرہے ہیں۔

آپ نے لکھا ہے:

''سنتِ مؤکدہ:

اس کا عادتاً ترک کرنا موجب استحقاق عذاب ہو اور نادراً ترک کرنا موجب استحقاق عتاب خواہ یہ ترک عادتاً ہو یا نادراً۔

سنت غیر موکدہ:

جس کا ترک کرنا موجب استحقاق ہو خواہ یہ ترک عادتاً ہو یا نادراً۔''

اول تو سنت موکدہ کی تعریف کی عبارت ہی اصلاح طلب ہے کہ وہاں بھی یہی الفاظ آرہے ہیں۔خواہ یہ ترک عادتاً ہو یا نادراً۔دوسرے یہ کہ جب سنت غیر مؤکدہ کا نادراً اور عادتاً دونوں طرح ترک کرنا موجب استحقاق عتاب ہوا اور سنت موکدہ کا بھی یہی حکم بیان ہوا ہے تو دونوں

میں فرق کیا رہا؟؟ سنت غیر موکدہ کا عادتاً تارک بن جانا خود بخود موجب استحقاق عذاب بن جائے گا اور دونوں کی تعریف ایک ہو جائے گی۔

## فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی حقیقت:

آپ نے پرزور الفاظ میں تحریر فرمایا ہے:

''یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت اجتہادی شان کی حامل تھی اور جس شخص نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی فقہی تحقیقات کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہے، اس کے لیے یہ کوئی نظری مسئلہ نہیں ہے ہم آپ کے سامنے ایسی دو مثالیں پیش کرتے ہیں، جن سے اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی فقیہانہ عظمت کا اندازہ ہو سکے گا اور آفتاب سے زیادہ روشن طریقہ پر ثابت ہو جائے گا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت اگر چہ مجتہد فی الشرع یا مجتہد مطلق تو نہیں ہیں، لیکن آپ کی تحریروں میں اجتہاد کا رنگ جھلکتا ہے اور آپ کی تقریروں سے استنباط کی مہک آتی ہے۔'' (فقہی مقام ص ۱۰۔۱۱)

اس دعوت پر ہم نے بھی فاضل بریلوی کے فتاویٰ کا مجموعہ خریدا، آپ کے اس رسالہ کا بغور مطالعہ کیا، فتاویٰ کی دیگر جلدوں کا بھی کہیں کہیں سے مطالعہ کیا، مگر جب گہری نظر ڈالتے ہیں تو کمزوریاں صاف نظر آتی ہیں اور قواعد فقہیہ کے بے محل استعمال کا عجیب تماشہ نظر آتا ہے!!!!

## دوسرا مایہ ناز فقہی مسئلہ، فاضل بریلوی سید طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کی بات نہیں سمجھ سکے:

اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام لکھنے والے صاحب نے ان کا اور طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا تقابل بھی کیا ہے اور یہ مسئلہ لیا ہے کہ طحطاوی رحمہ اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ زکام کی حالت میں ناک سے پانی آئے اس سے بھی وضو جاتا رہتا ہے، حالانکہ یہ ان مثالوں کے ساتھ انہوں نے تحریر فرمایا ہے جہاں وہ ایسی بیماریوں کا ذکر کر رہے ہیں کہ جن میں پانی کے ساتھ خون مل جاتا ہے، چاہے آنکھ میں کسی بیماری کی وجہ سے ایسا ہو یا کہیں اور، پھر اس مسئلہ کے متصل وہ یہ لکھتے ہیں:

''**وکذا کل ما یخرج بوجع ولو من اذن ومشدی وسرۃ ظاھرہ یعم الانف اذا زکم**''۔ (شامی: ج ا ص ۳۰۵)

ترجمہ: ''یہی حکم ہر اس پانی کا ہوگا جو تکلیف کی وجہ سے نکل رہا ہو، چاہے کان سے نکلے یا پستان سے یا ناف سے یعنی بظاہر اس حکم میں ناک بھی داخل ہے جب اسے زکام ہو۔''

سید طحطاوی رحمہ اللہ کی مراد وہ صورت ہے کہ جب فلو کی قسم کا شدید زکام ہو جس میں ناک میں خراش بلکہ زخم ہو جاتے ہیں (ایسا زکام ہمارے علاقہ میں کم ہوتا ہے) اگر کسی کو اس قسم کا زکام ہو کہ ناک سے بے اختیار خراش کا پانی بہتا ہو تو اس کا ناک کی ریزش کا اور حکم ہوگا۔ طحطاوی نے اسی صورت کا حکم بیان فرمایا ہے۔

بعض دفعہ مریض کے بے حد چھینکیں آتی ہیں اور ناک میں زخم ہو جاتے ہیں اور مسلسل ریزش بہتی رہتی ہے اسے نماز پڑھنی بھی مشکل ہوتی ہے، ایسی حالت میں اعلیٰ حضرت کے مداح پیرو کار کیا مسئلہ بتلائیں گے؟ ظاہر ہے وہ بھی کہیں گے کہ یہ شخص اس وقت ایسا ہے کہ اسے ناک کی ریزش کے لیے الگ کپڑا رکھنا چاہیئے، فاضل بریلوی اگر اس مسئلہ پر غور فرماتے تو سمجھ سکتے تھے کہ فاضل بریلوی اور سید طحطاوی

کے تقابل کی بات ہی بے کار ہے، زکام کی جو صورت ہم نے لکھی ہے وہ خود فاضل بریلوی کی اس عبارت کے تحت آجاتی ہے اور درست قرار پاتی ہے: ''بالجملہ مجرّد رطوبت کی مرض سے، سائل ہو مطلقاً فی نفسہا ہرگز ناقص نہیں بلکہ احتمال خون وریم کے سبب ولہذا امام ابن الہمام کی رائے اس طرف گئی ہے کہ مسائل مذکورہ میں امام محمد کا حکم وضو استحبابی ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۷ ۳ آخری سطور)

**فائدہ:** بعض لوگوں کے منہ سے سوتے وقت رال بہتی ہے، شامی نے ساتھ ہی تصریح کر دی ہے کہ اگر یہ بدبو دار بھی ہو تو ناپاک نہیں۔ (شامی ص ۳۰۵)

## فاضل بریلوی کی ایک اور نادر تحقیق: نوٹ کا مسئلہ اور اعلیٰ حضرت کا غلط فتویٰ:

نوٹ جو رائج الوقت ہے آپ نے اس پر جو لکھا ہے وہ پڑھا ہوگا، ذرا پانچ روپے یا دس روپے کا نوٹ لیجیے، دیکھیے اس پر لکھا ہے:

بینک دولت پاکستان پانچ روپیہ

حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا

حکومت پاکستان کی ضمانت سے جاری ہوا

عثمان علی

گورنر بینک دولت پاکستان

یہ ساری عبارت سطروں میں لکھی ہوئی ہے اور نوٹوں پر چھپی ہوئی ہے، اس سے صاف سمجھ میں آرہا ہے کہ نوٹ مال نہیں ہے، بلکہ اس سونے چاندی وغیرہ کے بجائے جو حکومت پاکستان کی تحویل میں ہے، یہ جاری کیا گیا ہے تو اس لحاظ سے یہ خود مال نہ ہوا بلکہ مال کی رسید ہوا کہ سونا چاندی وغیرہ تو حکومت کے پاس ہے اور یہ خاص کاغذ (جو گورنمنٹی ہے) آپ کے پاس ہے۔

اسٹیٹ بینک یعنی مرکزی بیت المال کی مالیت مالی سال پورا ہوتے وقت دیکھی جاتی ہے کہ اس کے قبضہ میں کتنی دولت ہے اتنے ہی نوٹ چھاپے جاتے ہیں جو رعایا کے ہاتھوں میں آتے ہیں اور گردش میں رہتے ہیں، اگر کبھی حکومت اس مالیت سے زیادہ نوٹ چھاپ بیٹھے تو افراط زر کا دور شروع ہو جاتا ہے اور حکومت کو اپنے سکہ کی قیمت گھٹانی پڑتی ہے، جیسے کہ ہم چند سالوں سے اس مصیبت کے شکار ہیں۔

قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کی بہت ہی گہری فقیہانہ نظر تھی، انہوں نے نوٹ کو تمسک (مال کی رسید) قرار دیا (اور عرفاً اس سے خرید و فروخت ایسے ہی کی جاتی ہے جیسے وہ خود روپیہ ہو، اس لحاظ سے انہوں نے اسے بمنزلہ سونے چاندی کے قرار دیا)۔

اگر کسی نوٹ پر یہ عبارت نہ ہو تو ایسے کاغذ سے جو پانچ روپے کے نوٹ کے برابر بڑا ہو آٹھ آنے کی چیز بھی نہیں خرید سکتے، اس نوٹ کو کوئی محلہ کی گلیوں کا دکان دار بھی نہیں لے گا، چاہے آپ اس سے کتنا بھی کہتے رہیں کہ بھائی نوٹ بھی کاغذ ہوتا ہے اور یہ بھی کاغذ ہے تم یہ لے لو اور مجھے سودا دے دو!......اس سے مزید معلوم ہوا کہ پانچ روپے اس کاغذ کی قیمت نہیں ہوتی، حکومت کی اس تحریری ضمانت ہی کی وجہ سے نوٹ کے ذریعہ بے تکلف خرید و فروخت کی جاتی ہے اگر نوٹ ذرا بھی مشکوک ہو تو دکان دار کبھی نہیں لے گا۔

آپ آئے دن اسمگلنگ کی روک تھام کے احکام اور قصے سنتے رہتے ہیں۔ کیونکہ اسمگلر یہ نوٹ دوسرے ملکوں میں پہنچا دیتے ہیں پھر وہ ملک ہمارے ملک سے ان نوٹوں پر لکھے ہوئے وعدے اور ضمانت کی وجہ سے سونا چاندی وغیرہ لیتا ہے جس سے ہمارے ملک کی مالی جڑ بنیاد کو سخت نقصان پہنچتا ہے، صرف اسمگلنگ کرنے والا گروہ نفع کماتا ہے اور پورا ملک اس کا نقصان اٹھاتا ہے، مزید سمجھ لیجیے کہ اگر نوٹ پر یہ عبارت نہ ہو تو حج کے زمانہ میں کسی حاجی کو پاکستانی سو کے نوٹ کے بدلے میں ایک ریال بھی نہ ملے اور وہ نوٹ کسی حکومت میں نہ چلے اور حج کے موقعہ پر حجاج جو پاکستانی سکّہ کی قیمت سعودی سکّہ سے کم دیتے لیتے ہیں اس کا مدار اس بات پر ہے کہ حکومت پاکستان خود اپنے سکہ کی کتنی قیمت رکھتی ہے، پہلے زیادہ تھی، تو پاکستانی سو روپے کے نوٹ کے ایک سو آٹھ ریال یا اس سے بھی زیادہ ریال ملتے تھے یعنی موجودہ صورت کے برعکس!!

ضمانت کی یہ عبارت ہر ملک کو لکھنی پڑتی ہے ورنہ اس ملک کا نوٹ کوئی ملک نہیں لے سکتا، سکّہ کی جس قیمت کا اعلان سکّہ جاری کرنے والی گورنمنٹ کر دیتی ہے دوسرے ملکوں میں اسی حساب سے نوٹ کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔

آپ نے دیکھا یہ ہے ضمانت لکھنے کا اثر تو آپ ہی سوچئے کہ نوٹ خود مال ہوا یا رسید؟؟؟؟

یہ عبارت آج بھی لکھی جاتی ہے اور انگریز کے زمانہ میں بھی لکھی جاتی تھی اور دنیا کے تمام ملکوں کا اسی پر عمل ہے، اعلیٰ حضرت اگر کسی پڑھے لکھے آدمی سے پہلے پڑھوا لیتے کہ نوٹ پر کیا لکھا ہوا ہے تو انہیں ایسا اشکال نہ رہتا۔

آپ نے اخبارات میں یحییٰ خان کے زمانہ میں نوٹ کینسل ہونے کے قصّے پڑھے ہوں گے، لوگوں نے نوٹ بوریوں میں بھر کر بہا دیے وہ بہہ نہ سکے تو صبح کو لوگوں کے لیے تماشہ کا سامان بن گئے، یعنی جب کوئی گورنمنٹ اپنے کسی نوٹ کی ضمانت ختم کرنے کا اعلان کر دے تو نوٹ سوائے ردی میں جلانے کے کسی کام کا نہیں رہتا، مگر افسوس یہ ہے کہ یہ واضح مسئلہ بریلویوں کے "فقیہ اجل" اور "ابوحنیفہ دوراں" جسے وہ امام لکھتے ہیں اور "مجدد مأتہ حاضرہ" احمد رضا خاں کی سمجھ میں نہ آیا!!...... حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی رحمہ اللہ نے سمجھانا چاہا تو انہیں بھی اعلیٰ حضرت بریلویہ نے جلی کٹی سنائیں۔

قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرّہ العزیز کا فتویٰ مبارکہ حضرت کی وفات کے بعد کہیں اعلیٰ حضرت بریلویہ کی نظر پڑ گیا، بس کیا تھا اسی دن سے ان کے درپے ہو گئے، کیونکہ اسی فتویٰ میں بھی نوٹ کو تمسک فرمایا گیا ہے، حضرت اقدس گنگوہی رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً ورفع درجاتہ کو "آنجہانی" لکھا، انہوں نے اس فتویٰ کا بھی مذاق اڑایا کہ کیا کاغذ کی دنیا میں خرید و فروخت نہیں ہوتی یا مولوی صاحب کے گاؤں میں ابھی تک یہ خبر نہیں پہنچی کہ کاغذ بھی بکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

خان صاحب کی دلیل یہ ہے کہ ہر آدمی کو اپنا مال اپنی مرضی کی قیمت پر بیچنے کا حق ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص کسی کو دس روپے کا نوٹ دیتا ہے اور اس سے اس کے گیارہ روپے یا گیارہ سو روپے لیتا ہے تو اگر لینے دینے والے دونوں راضی ہیں تو یہ معاذ اللہ جائز ہے اور سود نہیں ہے۔

خان صاحب کہتے ہیں کہ آدمی نوٹ کو اسی طرح رکھتا ہے جیسے روپے کو اور مال کو، اسی طرح اسے جمع بھی کرتا ہے جیسے روپے کو اور اپنے مال کو، اس لیے یہ نوٹ ہی مال ہے، یہ کاغذ ہے اور کاغذ کی قیمت اس کا مالک جو چاہے مقرر کرے، اس لیے دس کے نوٹ کی ہزار روپے بھی قیمت لے سکتا ہے، (اس کا مطلب یہ ہے یعنی نوٹ کی مالیت مقرر کرنے کا حق حکومت کو نہیں ہے نوٹ جس کے قبضہ میں ہے اسی کو

اس کی مالیت کم یا زیادہ مقرر کرنے کا حق ہے)

یہ ان کی دلیل ہے،اسی سے ان کی فقہی گہرائی کا اندازہ کریں،کیسی بچکانہ باتیں ہیں۔

مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ حیات تھے،ان کے پاس بریلوی اعلیٰ حضرت کا فتویٰ پہنچا،انہوں نے اس کا جواب لکھ دیا،نوٹ اس کو اس پر تحریر کردہ رقم سے زیادہ کے نوٹوں کے بدلے لین دین کو انہوں نے سود قرار دیا،یہ بات اعلیٰ حضرت بریلوی کو سخت ناگوار گذری، پنجے جھاڑ کران کے پیچھے پڑ گئے،بہت ملمع کی ہوئی گالیاں لکھیں اور ساتھ ہی حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کو بھی! حضرت مولانا عبدالحئی صاحب نے سمجھ لیا ہوگا کہ یہ شخص کج بحث ہے اور ہر حال میں سود کو جائز ہی قرار دینے کے درپے ہے،اس لیے انہوں نے **اعرض عن الجاھلین اور واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما** پر عمل کرتے ہوئے مزید بحث نہیں بڑھائی،اعلیٰ حضرت بریلوی نے اسے اپنی فتح قرار دیا اور ایک سواڑسٹھ صفحات پر مشتمل طویل رسالہ لکھا۔جس کا نام "کفل الفقیہ" رکھا،اس کے آخر میں بڑے دھڑلے سے لکھا کہ میرے دلائل کا جواب کوئی نہیں لکھ سکا لہٰذا مسئلہ یہی ہے کہ نوٹوں میں جتنا چاہو سود لو اس کا نام نفع ہوگا،سود نہیں!!!!

بریلوی علماء کی طرف سے آج یہ فتویٰ بطور نمونہ اعلیٰ حضرت کے امام مجتہد ہونے کے ثبوت میں پیش کیا جارہا ہے۔

(اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام:ص ۲۸۔۳۱ شائع کردہ مرکزی مجلس رضالاہور)

جسے لکھتے ہوئے ایک عالم دین کو شرم آنی چاہیئے تھی کیوں کہ اس فتویٰ پر کسی بریلوی نے بھی شاید عمل نہیں کیا،ان کا عمل اسی فتویٰ پر رہا ہے،جو حضرت اقدس گنگوہی اور مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی کا تھا اور اگر کسی بریلوی نے احمد رضا خاں کے فتوے پر عمل کرکے سود لیا ہے تو آپ حضرات اس کا نام پیش کریں تاکہ لوگ اس فقیہہ کے اس سود خور پیروکار کو جان لیں!!!!

ابھی ابھی آپ کے سامنے وہ عبارت آئی ہے جو نوٹ پر تحریر ہوتی ہے اور یہ کہ خاص سرکاری چیز ہے اور اگر کوئی شخص ایسا کاغذ بنا کر اس پر اس طرح سے چھاپنے لگے تو اسے گرفتار کرلیا جائے گا اور اس پر غداری تک کا مقدمہ چل سکے گا،مگر احمد رضا خان صاحب کا اصرار ہے کہ نوٹ کی یہ قیمت لوگوں نے خود ہی مقرر کرلی ہے،وہ لکھتے ہیں:"ہم فتح القدیر سے بیان کرآئے ہیں کہ کاغذ کا ایک ٹکڑا ہزار کو بک سکتا ہے اور اس کے لیے صرف اتنا درکار ہے کہ بائع اور مشتری دونوں اس پر راضی ہوں تو اس کا کیا کہنا جس پر گروہ کے گروہ راضی ہوں اور ان قطعوں کی یہ قیمتیں اپنی اصطلاح میں ٹھہرالیں۔" (کفل الفقیہ فتویٰ احکام قرطاس الدراہم:ص ۷۱ مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

ناظرین کرام! اعلیٰ حضرت بریلوی کی حقیقت سے بے خبری ملاحظہ فرمالیں،کیا نوٹوں کی قیمت لاہور والے یا کراچی والے مقرر کرتے ہیں یا محلہ محلہ گاؤں گاؤں مقرر کی جاتی ہے یا حکومت مقرر کرتی ہے؟؟ اعلیٰ حضرت بریلوی نے ایک طرف تو اسے محض کاغذ کا ایسا ٹکڑا بتلایا ہے کہ جس کی کوئی قیمت لوگ متعین کرلیں،دوسری طرف اسی کتاب میں سرکاری چھاپ کی وجہ سے سرکار کی مقرر کردہ قیمت کا بھی ذکر کرتے ہیں اور اسے معتبر مانتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

"ضرب سلطانی سرکاری چھاپ شرع کے نزدیک بھی قیمتی ہے دیکھو جو شخص دس درہم سکہ کے چرائے اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور جو ایسی چاندی بے سکہ کے چرائے جس کا وزن دس درہم بھر ہو اور اس کی قیمت سکہ کے دس درہم تک نہ پہنچے اس کا ہاتھ نہ کٹے گا،جیسا کہ ہدایہ وغیرہ عام کتب مذہب میں تصریح ہے۔"الی آخر ما قال" (کفل الفقیہ ص ۱۷)

جب وہ ضرب سلطانی (سرکاری چھاپ) کو معتبر مان رہے ہیں تو ان کا یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ لوگ خود نوٹ مقرر کر لیتے ہیں، کیا ان کے زمانہ میں یا جب سے رائج ہوا ہے کبھی بھی نوٹ بغیر سرکاری چھاپ کے ہوتا تھا؟؟ اور جب سرکاری چھاپ کو معتبر مان رہے ہیں تو اس پر جس عبارت کی چھاپ ہے اسے کیوں نہیں پڑھتے؟؟ وہ عبارت دیکھیں جو نوٹ پر صاف لکھی ہوئی ہے اس کے لحاظ سے یہ نقدین کی اسٹیٹ بینک میں محفوظ سرمایہ کی رسید ہے اس کا نام "نوٹ" ہے۔ اسے کوئی کاغذ نہیں کہتا۔ اگر کسی کے نوٹ گم ہو جائیں تو وہ تھانہ میں جا کر اپنے کاغذ گم ہونے کی رپورٹ درج کرائے گا تو لوگ اسے احمق کہیں گے!!

جب نوٹ ایجاد ہوا تو حضرت گنگوہی قدس سرہٗ سے فتویٰ دریافت کیا گیا کہ نوٹوں پر زکوٰۃ ہوگی یا نہیں؟ انہوں نے تحریر فرمایا:

"نوٹ وثیقہ اسی روپے کا ہے جو خزانہ حاکم میں داخل کیا گیا ہے مثل تمسک کے، اس واسطے کہ اگر نوٹ میں نقصان آجائے تو سرکار سے بدلا سکتے ہیں اور اگر گم ہو جائے تو بشرط ثبوت اس کا بدل لے سکتے ہیں، اگر نوٹ بیع ہوتا تو ہرگز مبادلہ نہیں ہو سکتا تھا، دنیا میں کوئی بیع بھی ایسا ہے کہ بعد قبض مشتری کے اگر نقصان یا فنا ہو جاوے تو بائع سے بدل لے سکیں، پس اس تقریر سے آپ کو واضح ہو جائے گا کہ نوٹ مثل فلوس کے نہیں ہے، فلوس مبیع ہے اور نوٹ نقدین، ان میں زکوٰۃ نہیں اگر بہ نیت تجارت نہ ہوں اور نوٹ تمسک ہے اس پر زکوٰۃ ہوگی، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ اکثر لوگوں کو مثل آپ کے شبہ ہو رہا ہے کہ نوٹ مبیع سمجھ کر زکوٰۃ نہیں دیتے اور کاغذ کو مبیع سمجھ رہے ہیں سخت غلطی ہے۔ فقط والسلام۔"

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے اپنے بہت مختصر فتوے میں نوٹ کی حقیقت بتلائی کہ وہ وثیقہ ہے اور یہ درست ہے، پانچ روپے یا دس روپے کے نوٹ پر لکھی ہوئی عبارت پڑھ لیں پھر اس کی عرفی حیثیت بتلائی کہ وہ سونے چاندی کے سکے کی طرح قیمتی شمار ہوتا ہے، ارشاد فرمایا کہ نوٹ نقدین میں داخل ہے اور فلوس جو تانبے کا سکہ ہے وہ تانبہ ہے، شریعت نے سونے چاندی کا اور رکھا ہے اور دوسری دھاتوں کا اور حکم ہے وہ تھوڑے بہت کسی کے پاس ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں، ہاں اگر وہ بہ نیت تجارت ہوں تو ان کی مالیت کا حساب کیا جائے گا اور زکوٰۃ لگ جائے گی، پھر فرمایا نوٹ تمسک ہے یعنی نقدین کا اور یہ ایسا تمسک ہے جو سلطانی ہے اس لیے اس پر زکوٰۃ ہوگی۔

اس کی مثال یہ ہے کہ آپ مثلاً یکم رمضان کو زکوٰۃ نکالتے ہیں مگر اس دفعہ ایک دوست جو آپ سے روپیہ لیتا دیتا رہتا ہے قابل اعتبار ہو، یکم شعبان کو دس ہزار ادھار لے لیے اور رسید لکھ دی کہ عید کے چاند ادا کریں گے، جب یکم رمضان ہوئی تو اب آپ کا اپنا سرمایہ بیس ہزار نکلا تو زکوٰۃ دینی چاہیئے، کیوں کہ جس دوست نے قرض لیا ہے وہ قابل اعتبار ہے سچا ہے، لیتا دیتا رہتا ہے، اب آپ پر ان دس ہزار کی بھی زکوٰۃ واجب ہوگی جو آپ کے دوست کے پاس ہیں اور آپ کے پاس فقط ان کی رسید ہے، لیکن شریعت کی نظر میں وہ رقم محفوظ ہونے کی وجہ سے ایک طرح آپ کے پاس ہی ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ میں اس عبارت کے بعد "فقط واللہ تعالیٰ اعلم" تحریر ہے اور یہ ہم نے آسان انداز میں اس مختصر فتوے کی تشریح بھی کر دی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت گنگوہی کے سامنے نوٹ کے متعلق اور بھی سوالات آئے ہوں گے، کیوں کہ اس وقت وہ نیا نیا چلا تھا، اس لیے فتوے کا جواب مکمل کرنے کے بعد آخر میں مزید تحریر فرمایا۔

"اکثر لوگوں کو آپ کے مثل شبہ ہو رہا ہے کہ نوٹ مبیع سمجھ کر زکوٰۃ نہیں دیتے اور کاغذ کو مبیع سمجھ رہے ہیں، سخت غلطی ہے۔ فقط والسلام۔"

یعنی اگر نوٹ کو فقط کاغذ کی حیثیت دی جائے تو وہ تو دس روپے سیر مل جاتا ہے، سیر بھر نوٹوں کو سیر بھر کاغذ کے برابر سمجھ کر چھوڑ دیا جائے اور ان کی مالیت کا لحاظ نہ کیا جائے تو یہ سخت غلطی ہے۔

بحمد اللہ فتویٰ یہی چلتا رہا ہے اور اسی پر ہر باعمل مسلمان کاربند رہا ہے، اگرچہ احمد رضا خان صاحب کے ماننے والوں نے بہت چاہا کہ ان کی یہ کتاب خوب بکے اور اس پر عمل ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی امت کی اس سے حفاظت فرمائی!!!!

## بریلوی امام المناطقہ کے ہاں بھی نوٹ پر تفاضل سود ہی ہے:

اعلیٰ حضرت کے نزدیک نوٹوں میں سود جائز ہے دس روپے کا نوٹ دو دس روپے کے نوٹوں کے بدلے بیچنا جائز ہے اور اس کی بنا اس امر پر ہے کہ نوٹ سونا چاندی نہیں بلکہ عروض ہیں، نوٹ کے اوپر جو عبارت لکھی ہوئی ہے وہ اس کے خلاف ہے، دس روپے کا نوٹ سونے اور چاندی کی رسید ہے نوٹ کو بیچنا دراصل اس سونا اور چاندی کو بیچنا ہے اور سونے اور چاندی میں تفاضل منع ہے، نوٹ پر یہ عبارت درج ہے (حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا) مثلاً دس روپے ادا کر دیے جائیں گے، اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ دس روپے کا نوٹ یہ دس روپے نہیں ہے، بلکہ دس روپے کی رسید ہے اور دس روپے چاندی ہے"۔ (مقالات بندیالوی، ج ا، ص ۲۰۱)

اب بریلوی ہماری نہیں مانتے تو کم سے کم اپنوں ہی کی مان کر اس غلط فتوے کو رد کر دیں۔

## خان صاحب کے دفاع کرنے والوں نے انھیں کفر کے گھاٹ اتار دیا:

خان صاحب نے نوٹ کے مسئلہ پر سود کا ایک نہ بند ہونے والا دروازہ کھول دیا یعنی اب اگر کوئی سود پر قرضہ دینا چاہے تو قرضہ دینے کے بجائے ایک وقت مقررہ تک دس ہزار کے نوٹ بیس ہزار پر کسی غریب کو بیچ دے، خان صاحب کے اس جاہلانہ فتوے کو آج پوری دنیا نے رد کر دیا دنیا کے کسی کونے میں حتی کہ بریلوی مدارس میں بھی اس پر عمل نہیں ہوتا، مگر تعصب کی انتہاء دیکھیں کہ ایک جاہل اجہل بریلوی الٹا دیوبندیوں کو لتاڑنے لگا کہ معاذ اللہ نوٹ کے مسئلہ میں حضرت گنگوہیؒ نے بھی جہالت کا مظاہرہ کیا اور اسے قرض کی رسید کہا، حالانکہ دیوبندیوں نے اسے "ثمن عرفی" کہا اور اعلیٰ حضرت نے بھی یہی کہا۔ (ملخصاً حسام الحرمین اور مخالفین ص ۸۳، ۸۶)

پہلی بات تو یہ ہے کہ جو بات علمائے دیوبند نے کی وہی تمہارے مولوی نے بھی کر دی کہ خان صاحب نوٹ پر سود کو جائز کہتے تو اب بے شرمی کو چھوڑو اور تسلیم کرو کہ خان صاحب کا یہ فتویٰ غلط تھا، یہ کہنا کہ خان صاحب نے اسے ثمن عرفی کہا ہے یہ بھی اس بریلوی کا خالص جھوٹ ہے، خان صاحب نے کہیں بھی اسے "ثمن عرفی" نہیں کہا، بلکہ وہ اسے از قسم عروض سمجھتے تھے اور ہر ایک کو اس کی قیمت متعین کرنے کا اختیار دے رہے تھے، فاضل بریلوی نوٹ کی حقیقت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"کرنسی نوٹ کی حقیقت تو یہ ہے کہ یہ کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے"۔ (کفل الفقیہ الفاہم، ص ۵۰، مکتبۃ المدینہ)

"محقق علی الاطلاق علامہ ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اپنے کاغذ کا ایک ٹکڑا ہزار روپے میں بیچے تو یہ بلا کراہت جائز ہے......اور اگر تحقیقی نظر سے دیکھا جائے تو بذات خود یہی قول کرنسی نوٹ کی اصل ہے"۔ (کفل الفقیہ الفاہم،

ص ۵۱، ۵۲)

خان صاحب بریلوی نوٹ کو فقط کاغذ کا ایک ٹکڑا کہہ رہے ہیں جیسے عام ٹکڑے ہوتے ہیں، مگر ان کے ماننے والوں کی کذب بیانی کی انتہاء دیکھو کتنی ڈھٹائی سے یہ جھوٹ بول رہے ہیں کہ:

''اعلیٰ حضرت نے ثابت کیا تھا کہ نوٹ ثمن عرفی ہے''۔ (حسام الحرمین اور مخالفین، ص ۸۵)

**لعنۃ اللہ علی الکاذبین**۔ جب ثمن عرفی ہے تو اسی کو تفاضل کے ساتھ بیچنے کو خان صاحب نے جائز قرار دیا اور یوں سود اور حرام کاری کے جواز کا فتویٰ دے کر اسے مدلل ثابت کر کے گویا کفر کا ارتکاب کیا، ہم نے تو صرف اس کا رونا رویا تھا کہ خان صاحب نے لاعلمی کی بنیاد پر نوٹ کی حقیقت نہ سمجھتے ہوئے اسے کاغذ کا ایک پرزہ قرار دے کر تفاضل کے ساتھ بیچنے کے جواز کا فتویٰ دے دیا، جس سے سود کا ایک نہ بند ہونے والا دروازہ کھل گیا، مگر اب ان کے ماننے والے کہتے ہیں کہ نہیں خان صاحب نوٹ کو ثمن عرفی سمجھتے تھے تو گویا انہوں نے جانتے بوجھتے ثمن عرفی پر تفاضل کو جائز بلکہ دلائل سے مدلل کر کے گویا حرام کو جانتے بوجھتے ہوئے حلال ٹھہرا کر کفر کا ارتکاب کیا ہے!!!!

رہی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بات تو یہ بھی ان رضا خانیوں کی جہالت ہے، دراصل نوٹ پر کئی ادوار گذرے ہیں، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں واقعۃً نوٹ قرض کی رسید ہی ہوا کرتی تھی جو اس سونے چاندی کے بدلے میں جاری کی جاتی جو حکومت کے پاس جمع ہوتی، یعنی دس روپے کا نوٹ اس بات کی ضمانت ہوتا کہ آپ کے دس روپے مالیت کا سونا چاندی حکومت کے پاس جمع ہے اور جب چاہیں یہ رسید دکھا کر اسے وصول کیا جا سکتا ہے، مگر بعد میں یہی نوٹ خود قانوناً ''زر'' بن گئے، جسے ثمن عرفی بھی کہا جاتا ہے اور اب اس پر درج بالا عبارت کا مطلب صرف یہ رہ گیا ہے کہ حکومت اس کی ظاہری قیمت کی ذمہ دار ہے، چنانچہ اب اگر حکومت کے پاس نوٹ لے جا کر سونا مانگا جائے تو کوئی بھی اسے ادا کرنے کو تیار نہیں، اب یہ کھلی جہالت اور حماقت نہیں کہ جس نوٹ کی قانونی حیثیت ہی بعد میں بدل گئی تو بعد والی حیثیت پر پہلی حیثیت کے مطابق جاری کردہ صحیح فتوے کو پیش کر کے معاذ اللہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر جہالت کا الزام لگایا جائے؟؟ یہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں اعلیٰ حضرت کی طرح خود معترض کی جہالت ہے کہ اسے اپنے اعلیٰ حضرت کی طرح آج تک مختلف ادوار میں نوٹ کے ارتقائی منازل ہی کا علم نہیں!!!!

## خان صاحب کے دور میں دیگر علماء بھی اس قسم کا فتویٰ دے چکے تھے:

یاد رہے کہ خان صاحب نے نوٹ کو از قبیل عروض اور سامان تجارت قرار دے کر اس پر تفاضل کو جائز قرار دیا، اس قسم کا فتویٰ ان کے دور میں دیگر علماء بھی دے چکے تھے، چنانچہ علامہ محمد امین شنقیطی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

**و ممن أفتى بأنها كعروض التجارة العالم المشهور عليش المصري صاحب النوازل، و شرح مختصر خليل، و تبعه في فتواه بذلك كثير من متأخري علماء المالكية**

جن حضرات نے ان کے سامانِ تجارت ہونے کا فتویٰ دیا ہے، ان میں ''نوازل'' اور ''شرح مختصر خلیل'' کے مصنف مشہور عالم علیش مصری بھی شامل ہیں، بعد کے اکثر مالکی علماء نے بھی ان کے فتویٰ کی پیروی کی ہے۔'' (اضواء البیان، ج، ص ۲۰۵)

یہ خان صاحب کی خاص عادت تھی کہ وہ دیگر کی تحقیقات کو دلائل کا مرچ مسالہ لگا کر اپنے نام سے شائع کروا دیتے، پھر ان کے بعد

والے اس پر یہ شوشے چھوڑتے کہ فلاں مسئلہ کا حل تو صرف اعلیٰ حضرت کی کتب میں ہے، فلاں مسئلہ کے موجد تو صرف اعلیٰ حضرت ہیں، ما قبل میں علم توقیت کے ضمن میں ذکر کر چکے ہیں اور آگے زمین کے سکون کے متعلق ہم اس قسم کی کذب بیانیوں کو ذکر کریں گے۔

## مولانا عبدالحیٔ رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے کی نقل میں علمی خیانتیں:

بریلوی حضرات کے حوالوں میں علمی خیانت کی یہ قسم بہت ملتی ہے کہ جس سے ان کی مخالفت ہو اس کی پوری بات کبھی نقل نہیں کرتے۔ ان کے حوالوں کا اعتبار کرنا خود کو دھوکہ دینا ہے، آج کل ان کے پی، ایچ ڈی تک اپنے رسائل میں اسی طرح کی دھوکہ دہی کر رہے ہیں۔

اس مضمون میں یہ کارروائی کی گئی ہے کہ حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی کا فتویٰ ناتمام نقل کیا ہے، فتویٰ میں آگے چل کر جو عبارت تھی وہ مطالبہ کرنے والے پر اثر انداز ہو سکتی تھی اس لیے سعیدی صاحب نے اسے حذف ہی کرنا بہتر سمجھا!!

ہم ان کا فتویٰ مکمل نقل کرتے ہیں:

**استفتاء:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں نوٹ صد روپیہ (100) مثلاً کسی بیع وشراء کی وزیادتی پر جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا

**جواب:** ھو المصوب، نوٹ ہر چند کہ خلقۃً ثمن نہیں مگر عرفاً ثمن میں ہے، بلکہ عین ثمن سمجھا جاتا ہے اس وجہ سے کہ اگر نوٹ سو روپیہ کا کوئی ہلاک کر دے تو اصل مالک سو روپیہ تاوان لیتا ہے اور سو روپے کا نوٹ جب بیچا جاتا ہے تو مقصود اس سے قیمت ملنا اس کاغذ کی نہیں ہوتی ہے، کیوں کہ یہ ظاہر ہے کہ وہ کاغذ دو پیسہ کا بھی نہیں ہے، بلکہ مقصود سو روپیہ کا بیچنا اور اس کی قیمت لینا ہوتا ہے اور نوٹ سو روپے کا اگر کوئی شخص قرض لے تو بوقت ادا خواہ نوٹ سو روپے کا دیوے یا سو روپیہ دیوے دونوں امر مساوی سمجھے جاتے ہیں اور دائن کو کسی کو لینے میں مدیون سے عذر نہیں ہوتا ہے، حالانکہ اگر مدیون غیر جنس بوقت ادا دیوے تو دائن نہیں لیتا ہے، بخلاف پیسوں کے کہ وہ بھی اگرچہ عرفاً ثمن ہیں مگر یہ کیفیت ان کی نہیں ہے، اگر ایک روپیہ کے عوض میں کوئی چیز خرید لے یا ایک روپیہ کسی سے قرض لے اور بوقت ادا پیسے ایک روپیہ دے دے تو دائن اور فروخت کنندہ کو اختیار رہتا ہے کہ وہ لے یا نہ لے اور حاکم کی طرف سے اس پر جبر نہیں ہو سکتا کہ وہ خواہ مخواہ وہ پیسے لے لے، پیسے اگرچہ عرفاً ثمن ہیں، مگر عین ثمن خلقی نہیں سمجھے گئے ہیں۔

بخلاف نوٹ کے کہ یہ عین ثمن خلقی ہے گو عینیت خلقیہ نہیں بلکہ عینیت عرفیہ ہو، پس تفاضل بیع فلوس میں جائز ہونے سے یہ نہیں لازم کہ نوٹ میں بھی جائز ہو جائے، کیوں کہ پیسے غیر جنس ثمن ہیں، حقیقۃً بھی اور عرفاً بھی، گو بوجہ اصطلاح اور عرف کے اس میں صفت ثمنیت کی آ گئی ہو، پس ہر گاہ نوٹ عرفاً جمیع احکام میں عین ثمن خلقی سمجھا گیا، باب تفاضل میں اسی کی بناء پر حکم دیا جائے گا اور تفاضل اس میں حرام ہوگا۔ (غلام رسول سعیدی صاحب نے حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب کے فتوے کا حوالہ دیتے ہوئے آخری فقرہ کو درمیان میں کاٹ دیا ہے جو تسلسل کے ساتھ ہم لکھ رہے ہیں) **فانّما الاعمال بالنیات و لکل امرء مانوی** اور اگر اس میں ربا حقیقتاً نہ ہو تو شبہ ربو سے تو مفر نہیں اور تمام کتب فقہ میں مرقوم ہے کہ شبہ ربو باعث حرمت ہے۔

علاوہ ازیں جو بیع وشراء نوٹ میں تفاضل اختیار کرے گا مقصود اس کو بجز اس کے بعوض کم روپیہ کے زیادہ روپیہ حاصل ہو

جاویں اور کچھ نہ ہوگا، مگر بطور حیلہ کے وہ نوٹ کا معاملہ کرے گا اور یہ ظاہر ہے کہ اسے ارتکاب حیلہ سے حکم حلت کا نہیں ہو سکتا،
تہذیب الایمان میں ہے:

**''انما المحرم ان یقصد بالعقود الشرعیه غیر ما شرعها الله له فیصیر مخادعا لدینه کائد الشرعه فان مقصوده حصول الشیء الذی حرم الله تبلك الحیلة او اسقاطه ما اوجبه ۔انتھی''**

پس اگر نوٹ میں تفاضل قضاءً جائز بھی ہو، لیکن دیانۃً فیما بینہ و بین اللہ کسی طرح سے درست نہ ہوگا۔

اسی وجہ سے کتب فقہ میں بیع عینہ اور شراء باقل مما باع وغیر ذلک کی ممانعت مذکور ہے اور احادیث اس باب میں بکثرت وارد ہیں جن سے حرمت ایسے حیل کی ثابت ہوتی ہے۔

اگر یہ شبہ ہو کہ نوٹ ہرگاہ ثمن خلقی نہیں ہے پس حکم اس کا بعینہ کیوں کر ہو سکتا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ چونکہ عرفاً وہ عین ثمن خلقی سمجھا گیا اور تمام مقاصد ثمن خلقی کے اس کے ساتھ متعلق ہوئے، لاجرم باب تفاضل میں اسی کا اعتبار ہوگا، **لا سیما دیانة فانها متعلقة بالمقاصد وان کانت خفیة ۔**

باقی رہا قول فتح القدیر کا ''**لو باع کاغذة بالف یجوز** ''انتھی ۔پس مراد اس کی یہ کاغذ نہیں کہ عین ثمن خلقی سمجھا گیا، کیوں کہ اس کا وجود ان زمانوں میں نہ تھا بلکہ سادہ کاغذ **هذا ما سنح لی، والله اعلم بالصواب وعنده ام الکتاب**

**حرّره الراجی عفو ربّه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحئی**

**تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی**

حضرت مولانا عبد الحئی صاحب لکھنوی کی دلیلوں کا جواب فاضل بریلوی نے لکھا ضرور، لیکن اگر بنیاد ہی میں فساد آجائے تو چاہے بحث کو کتنا بھی طول دے دیں، فساد ہی پر اس کی بنیاد رہے گی اور سب دلیلیں بے محل ہوں گی، اس لیے ان کی طنز و تعریض سے بھری ہوئی یہ طویل و عریض تحریر بالکل بے کار ہے اور ان کے سب حیلے حرام کو یعنی سود کو جائز کرنے کے لیے ہیں، فاضل بریلوی نے اس مقصد جلیل کے لیے ساری کتب فقہ میں حیلوں کی تدابیر دیکھ ڈالیں، وہ لکھتے ہیں:

''خامساً 80 تا 85 وہ چھ حیلے یاد کیجیے جو ائمہ کرام نے ارشاد فرمائے اور رسالہ کے ص 78 سے ص 82 تک گذرے، یہاں ارتکاب حیلہ سے حکم حلت کیسے ہوگیا۔

سادساً یہی چھ کیا ہزار حیل ہیں جن کی تصریحات جلیہ کلمات ائمہ میں مذکور، اگر ان کو جمع کیجیے تو آپ کی اس جلد بھر سے زیادہ ہوں گے، سرِ دست عالمگیری کی کتاب الحیل ہی ملاحظہ ہو کہ ساری کی ساری کتاب اسی میں ہے۔'' (کفل الفقیہ ص ۱۵۳)

فاضل بریلوی نے اپنی بات کی پیچ میں ائمہ کرام اور کتب فقہ کی اہانت میں بھی باک نہیں کیا، العیاذ باللہ۔ ہم کہتے ہیں حیلہ اس لیے نہیں ہوتا کہ اس پر عمل کیا جائے، بلکہ اس لیے ہوتا ہے کہ اگر کوئی بے چارہ مصیبت میں پھنس گیا ہو، اسے مصیبت سے نکال دیا جائے، ورنہ سب سے زیادہ بے عمل عالم وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ حیلے باز ہوتا ہے، بریلوی علماء ہو سکتا ہے اپنے امام احمد رضا کے کہے پر چلتے ہوں اور حیلوں پر عمل کو فضیلت کی بات جانتے ہوں۔

غرض اس پوری بحث میں آخر کتاب تک خان صاحب اسی پر اصرار کرتے رہے کہ پانچ روپے کا نوٹ ہزار میں کیوں نہیں بک سکتا، وہ مولانا عبدالحیٔ صاحب کے فتوے پر لکھتے ہیں:

اوّل قولاً عینیت تو بار باگھر تک پہنچا دی گئی، اس کی آڑ تو چھوڑ ئیے اور اب فرمائیے کہ نوٹ اور پرچہ کاغذ میں وجہ فرق کیا ہے، سادہ پرچہ تو ہزار روپے کو بک سکے، مگر جس پر پانچ روپے کا لفظ وہندسہ لکھ دیا وہ پانچ سے زیادہ کو بیچنا حرام ہو جائے، بڑی منحوس گھڑی سے چھاپا تھا کہ چھپتے ہی نو سو پچانوے اڑ گئے۔

(یہ ہے اس فقیہ کا سنجیدہ انداز فتویٰ نویسی انا للہ وانا الیہ راجعون (ابھی اور ملاحظہ فرمایئے) فرماتے ہیں:

ثانیاً، عینیت کے جوقاہر ردہوئے انہیں جانے دیجیے تو آپ خود اپنے تنزل اخیر میں اس سے یکسر گذر چکے ہیں، مہربانی فرما کر اپنی اس تقدیر پر فرق کی تقریر سنا دیجیے، جی ہاں سادہ کاغذ کو بیچنا جائز بتار ہا ہے اور کیسا کاغذ ناجائز ہے، ذرا بتایئے تو۔

ثالثاً، صاف انصاف تو یہ ہے کہ علماء نے مطلق کاغذ فرمایا ہے جو سادہ لکھے قلمی اور چھپے نوٹ اور او رغیر نوٹ سب کو شامل ہے، یہ سادگی تو آپ کی زیادت ہے اور مطلق کا کوئی مقید نیا پیدا ہو تو صرف اس بنا پر اسے حکم مطلق سے اخراج سراسر خلاف فقاہت ہے، ہزارہا حوادث نئے پیدا ہوتے جاتے ہیں اور تاقیامت ہوتے رہیں گے، ان کے احکام اطلاقات ائمہ کرام سے لیے جاتے ہیں اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ چیزیں اس زمانہ میں کب تھیں لہٰذا یہ ان کی مراد وزیر حکم نہیں۔

رابعاً سنئے تو جناب نے اس جرم پر کہ وہ کاغذ دو پیسے کا بھی نہیں، بیچارے نوٹ کو قصد بیع کے قابل نہ سمجھا بلکہ خود سو روپے بیچنا مقصود بتایا تھا، اب یہ سادہ پرچہ کہ دھیلے چھدام کا بھی نہیں، یہ کیسے ہزار روپے کو بکنے لگا، یہاں کون سے روپے لائیے گا جن کا بیچنا مقصود بتائیے گا، محقق عالم کو لکھتے وقت خود اپنے آگے پیچھے کا خیال تو رہے، نہ یہ کہ ایک ہی صفحہ میں نسی ماقدمت یداہ

خامساً جناب نے یہ بھی ملاحظہ کیا کہ امام ابن الہمام نے یہ یجوز ولا یکرہ بلا کراہت جائز ہے، کسی بحث میں فرمایا ہے، بیع عینہ کی بحث میں اب وہ بیع عینہ کی ممانعت کدھر گئی، یہ تو پانچ ہی سطر میں نسی ماقدمت یداہ ہو گیا، کیا اسی دن کے لیے جناب نے لا یکرہ چھوڑ انتہیٰ لکھ دی تھی۔

اس کے بعد اسی خامساً میں پھر فاضل بریلوی اپنے دل کی آرزو لکھتے ہیں:

''اب تو کہہ دیجیے سو کا نوٹ دو سو کو بیچنا ایسا جائز ہے جس میں کراہت بھی نہیں، آپ کی اسی انتہا پر انتہا کر دوں کہ رد واعتراض کا عدد بفضلہ تعالیٰ ایک سو بیس تک تو پہنچ گیا۔ وللہ الحمد۔'' (کفل الفقیہ ص ۱۶۴، ۱۶۵)

اگر خان صاحب زندہ ہوتے تو خان صاحب سے عرض کرتے کہ جناب آپ نے صرف ایک سو بیس ہی پر انتہا کر دی اور آپ کے لوگوں نے اسے چار سو بیس کے لیے استعمال کرنا چاہا، اسی لیے آپ کی کتاب کے اشتہارات بھی دیے گئے (آگے ایک معتبر اشتہار کی نقل آنے والی ہے) لیکن نوٹ پر لکھی ہوئی قیمت سے زیادہ لینی حرام اور سود ہی رہی اور رہے گی آج کے دور میں تو ان حضرات کی بات جن کی دلیلوں کا آپ نے رد لکھا ہے ہر خاص وعام پر واضح ہو گئی ہے کہ وہ ہی صحیح تھیں اور آپ کا خیال غلط ہی رہا کہ دو آدمی آپس میں طے کر کے کسی نوٹ کی جو چاہیں قیمت مقرر کر لیں، کفل الفقیہ کے آخر میں ان الفاظ سے خود اپنے آپ کو اور اپنے ماننے والوں کو اپنی رائے کے ناقابل

شکست ہونے کا یقین دلانا چاہتے ہیں، لکھتے ہیں:

''رائیں ملنے سے علم پختگی پاتے ہیں اور اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ ذی رائے حضرات موافقت فرمائیں دوسری یہ کہ خلاف کرنے والوں کو انتہائی کوششیں سن لی جائیں اور باطل و بے اثر ثابت ہوں، یہ پہلی صورت سے بھی اقویٰ ہے کہ جب مخالفانہ کوششیں اثبات خلاف میں عرق ریزی کر کے ناکام رہیں واضح ہو جاتا ہے کہ بحمد اللہ تعالیٰ مسئلہ حق ہے اور خلاف کی طرف راہ مسدود، بفضلہ تعالیٰ اس مسئلہ نے دونوں قسم سے خط وافی پایا۔'' (کفل الفقیہ ص ۱۶۷)

شروع میں گذرا ہے کہ حضرت اقدس گنگوہی رحمہ اللہ کا فتویٰ فاضل بریلوی نے ان کی وفات کے بعد دیکھا اور وہ کل آٹھ سطروں کا ہے، (دیکھیں فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۴۴ ج 1 مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

اور مولانا عبدالحئی صاحب کا فتویٰ ان کے فتاویٰ میں صرف اکتیس سطر کا ہے، ان بزرگوں کی عرق ریزی کا تو اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے، البتہ فاضل بریلوی کا فتویٰ ایک سو اڑسٹھ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، جس میں انہوں نے جا بجا قواعد فقہیہ کا بے محل استعمال کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے اور بڑی عرق ریزی فرمانے کے باوجود ان کی تحریر الالد الخصام کی تحریر سے زیادہ کچھ نہیں ہے، اس ہمت کی داد دیجیے کہ نوٹوں کے تبادلہ میں سود کے جواز کے لیے کتنی بے باکی سے انہوں نے کتاب الحیل استعمال کی ہے اور کس دلیری سے نوٹوں پر لکھی ہوئی قیمت کو لوگوں کی فرض کی ہوئی قیمت بتا کر انہیں ترغیب اور اجازت دے رہے ہیں کہ پانچ روپے کے نوٹ کے ہزار روپے لیے جائیں، العیاذ باللہ۔

فاضل بریلوی نے اس رسالہ کے آخر میں لکھا ہے:

**''فان یک صوابا فمن اللہ تعالیٰ وان یک خطاءً فمنی ومن الشیطان''**

''تو اگر (یہ نوٹوں کے ذریعہ سود خواری کے جواز کا فتویٰ) صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔'' (کفل الفقیہ ص ۱۶۸)

جناب اعلیٰ حضرت بریلوی! ہماری اس تنقیح و تنقید نے اس شک کو دور کر کے واضح کر دیا ہے کہ جناب کا یہ فتویٰ یقیناً نفس و شیطان کا دھوکہ ہی تھا، جس میں آپ گرفتار ہوئے!!

**''عن کعب بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من طلب العلم لیجاری به العلماء أو لیماری به السفهاء أو یصرف به وجوہ الناس الیه ادخله اللہ النار۔''** (رواہ الترمذی، وابن ماجۃ عن ابن عمر مشکوۃ ص ۳۴)

''حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس لیے علم حاصل کرتا ہے کہ علم کے زور سے علماء سے جھگڑے گا یا کم سمجھ (جاہل) لوگوں سے جھگڑے گا یا اس لیے کہ لوگوں کو اس کے ذریعہ اپنی طرف متوجہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے آگ میں داخل کرے گا۔''

بریلوی احباب سے گزارش ہے کہ ہمارے اس سخت انداز بیان کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں سود کے علاوہ کسی بھی گناہ کے لیے

اتنی سخت وعید نہیں آئی جتنی سود کے بارے میں آئی ہے اور فاضل بریلوی کی بے خوفی کا حال آپ کے سامنے ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (پ ۳ رکوع ۶) ترجمہ: "پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کرلو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا" (ترجمہ فاضل بریلوی)

اور جو شخص اس کے لیے دلیل بازی کرے اسے جواب دیا گیا ہے:

وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (البقرۃ: ۲۷۵، پ ۳، رکوع ۶) ترجمہ: "اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود" (ترجمہ فاضل بریلوی)

اور جو اس کے جواز کے لیے اپنی عقل استعمال کرے قیامت میں اس کی سزا معاذ اللہ یہ ہوگی کہ اس کی عقل سلب کرلی جائے گی۔ اسے دورے پڑتے ہوں گے لوگ دور سے دیکھ کر پہچان جائیں گے اس شخص کو سود کی سزا مل رہی ہے، ارشاد باری ہے:

الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ إِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوْا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا (پ ۳ رکوع 6) ترجمہ: "وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے، مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو، یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا بیع بھی تو سود ہی کی مانند ہے۔"

اس آیت مبارکہ کے حاشیہ نمبر 8 پر نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے سود کی خرابیاں لکھ دی ہیں اور آخر میں لکھا ہے:

مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے سود خوار اور اس کے کار پرداز اور سودی دستاویز کے کاتب اور اس کے گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا وہ سب گناہ میں برابر ہیں۔

قرآن پاک اور احادیث مقدسہ میں اس قدر شدید وعیدوں کے باوجود جو شخص کتاب الحیل استعمال کر کے نوٹ کی حقیقت کو جان بوجھ کو بدلنا چاہے اور سمجھانے والوں کا مذاق اڑائے کیا اس کے متعلق اس خوش فہمی کی گنجائش ہے کہ اس کے دل میں کبھی تقوی کا گذر بھی ہوا ہے، مجتہد اور مجدد ہونا تو کجا کیا اس کے کسی فتوی پر دوسرے علماء سے پوچھے بغیر عمل کیا جاسکتا ہے؟؟؟؟

ہر مسلمان پر اپنا دین وایمان بچانا فرض ہے، ایسے لوگوں کو ماننے والوں کی باتوں کو پرکھا کیجیے بغیر سوچے نہ مانئے اور انہیں مسلمانوں میں تفریق ڈالنے سے باز رکھیے اور اپنے واعظ سے یہ بھی پوچھ لیا کیجیے کہ مولانا صاحب! نوٹوں میں آپ کے نزدیک سود ہوتا ہے یا نہیں اگر وہ صحیح مسئلہ بتائے کہ سود ہوتا ہے تو پوچھئے کہ جو شخص نوٹوں میں سود کو جائز کہے اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟؟

جو آدمی صاف بات کرے اور اسے حرام کہے اور جائز کہنے والے کو یہ کہے کہ اس نے غلطی کی اس کی بات سنئے، ورنہ اسے چلتا کیجیے اور اپنا ایمان بچائیے!!!!

ہم نے گزشتہ سطور میں اس کتاب میں اشتہار کا ذکر کیا تھا اب ہم اس کی نقل پیش کرتے ہیں، انجمن حزب الاحناف لاہور کے سابق مفتی وشیخ الحدیث جناب ابو البرکات سید احمد (م 1398ھ/ 1978ء) نے اس کتاب "کفل الفقیہ" کا اشتہار بایں الفاظ شائع کیا تھا:

"نوٹ کے متعلق جملہ مسائل کو جائز طور پر خاطر خواہ نفع حاصل کرو اور سود نہ ہو، نیز گنگوہی اور مولوی عبد الحیٔ صاحب لکھنوی کے فتووں کا رد" (ملاحظہ ہو حسام الحرمین حزب الاحناف صفحہ آخر۔ از مقدمہ رسائل چاند پوری، ناشر انجمن ارشاد المسلمین 6۔ بی شاداب کالونی

لاہور، حاشیہ ص ۷، ۸)

جس مسلمان نے یہ کتاب پڑھی ہوگی لاحول بھی پڑھی ہوگی اور خدا نے اسے سود کی لعنت سے بچالیا ہوگا۔

**"عن النعمان بن بشیر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحلال والحرام بین و بینھما امور مشتبھۃ فمن ترک ما شبہ علیہ من الاثم کان لما استبان لہ اترک ومن اجتراء علی ما یشک فیہ من الاثم او شک ان یواقع ما استبان۔ والمعاصی حمی اللہ من یرتع حول الحمی یوشک ان یواقعہ۔"** (بخاری ص ۲۷۵، وص ۱۳)۔

ترجمہ: "حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حلال کھلی ہوئی چیز ہے اور حرام کھلی ہوئی چیز ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں تو مسلمان گناہ کی مشتبہ چیز چھوڑ دے گا وہ کھلم کھلا گناہ کی چیز تو ضرور ہی چھوڑ دے گا اور جو گناہ کی مشکوک چیز پر جرأت کر کے اس کا ارتکاب کرے گا قریب ہے کہ وہ اس گناہ میں بھی مبتلا ہو جائے جو واضح طرح گناہ ہو اور معصیتیں اللہ کی چہار دیواری میں (سرکاری) چراگاہ کی طرح ہیں جو آدمی سرکاری چراگاہ کے اردگرد اپنے جانوروں کو چراتا ہے تو قریب ہے (خطرہ ہوتا ہے کہ اس کا جانور) اس کے اندر چلا جائے۔"

**"عن وابصۃ بن معبد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا وابصۃ جئت تسأل عن البرّ والاثم قلت نعم قال فجمع اصابعہ فضرب بھا صدرہ وقال استفت نفسک استفت قلبک ثلثا البرّ ما اطمأنت الیہ النفس واطمأن الیہ القلب والاثم ما حاک فی النفس وتردد فی الصدر وان افتاک الناس۔"** (رواہ احمد والدارمی مشکوٰۃ ص ۲۴۲)۔

ترجمہ: "حضرت وابصہ ابن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے وابصہ! تم نیکی اور گناہ پوچھنے آتے ہو، میں نے عرض کیا جی ہاں آپ نے اپنے دست مبارک کی انگلیاں اکٹھی کر کے ان کے منہ پر ماریں اور ارشاد فرمایا کہ اپنے آپ سے پوچھا کرو اپنے دل سے پوچھا کرو یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی، نیکی (اور بھلائی) وہ ہے جس پر تمہارا نفس اور تمہارا دل مطمئن ہو اور گناہ (اور برائی) وہ ہے جس سے تمہاری روح اور تمہارا دل تردد اور دھکڑ پکڑ محسوس کرے چاہے لوگ فتوے دیتے رہیں۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بخاری شریف میں ہے:

**"لا یبلغ العبد حقیقۃ التقوٰی حتی یدع ما حاک فی الصدر۔"** (بخاری ص ۶)

**وقال حسان بن ابی سنان ما رأیت شیئًا اھون من الورع دع مَا یُرِیْبُکَ إِلٰی مَا یُرِیبُکَ۔** (بخاری: ۲۷۵)

ترجمہ: "بندہ تقویٰ کی حقیقت پر اس وقت تک نہیں پہنچتا جب تک وہ چیز نہ چھوڑ دے جو دل میں کھٹکتی ہو اور حضرت حسان بن ابی سنان نے فرمایا کہ میں نے تقویٰ سے زیادہ آسان کوئی چیز نہیں دیکھی کہ جو چیز تمہیں شک کی لگے وہ چھوڑ دو اور وہ اختیار کرلو

جس میں تمہیں شک نہ ہو۔"

اور **دع ما یریبک إلی ما لا یریبک** حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (مشکوۃ: ۲۴۲)

اور یہ تو حرام صریح اور سود کا مسئلہ ہے، جس کے گواہ اور لکھنے والے سب پر لعنت آئی ہے، والعیاذ باللہ۔ حضرت مولانا عبدالحیٔ اور حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ اسی خوف وخشیتِ الٰہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انہیں ہدایات پر مبنی ہیں، اللہ تعالیٰ ہر اہلِ سنّت مسلمان کو اس گناہ سے بچائے، چاہے وہ بریلوی علماء ہی سے تعلق رکھتا ہو بلکہ ہر مسلمان کو بچائے وہ جہاں بھی بستا ہو، آمین!!

☆☆☆☆

# مسئلہ امکانِ کذب اور خان صاحب کی بے بصیرتی

حکیم اختر شاہجہاں پوری صاحب نے "مسئلہ قدرت علی امکان الکذب" کو بھی آپ کی فقہی بصیرت میں شمار کیا ہے، حالانکہ اس خالص کلامی مسئلہ کو فقہ میں شمار کرنا بھی بریلوی حضرات کے ذوقِ تحقیق کا پتہ چلتا ہے، خان صاحب نے جہاں علم کلام میں اپنی کمزوری کی وجہ سے اس مسئلہ میں سخت ٹھوکر کھائی وہاں ان کے چاہنے والوں نے بھی مکھی پر مکھی ماری، مثلاً حکیم صاحب لکھتے ہیں:

"متحدہ ہندوستان میں سب سے پہلے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۱۷۶ھ کے پوتے مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی المتوفی ۱۲۴۶ھ نے معتزلہ، کرامیہ، مزواریہ اور ظاہریہ وغیرہ فرقِ ضالہ کی اتباع میں امکان کذب باری تعالیٰ کا نظریہ اپنے رسالہ "یکروزی" میں لکھ کر ایک کفریہ بدعت کو رواج دیا"۔ (اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام، ص ۱۱۶)

حالانکہ یہ حکیم صاحب کا اپنے پیش رو خان صاحب بریلوی کی طرح سفید جھوٹ ہے، ہمارے نزدیک قدرت علی امکان الکذب کا مطلب صرف اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کے بارے میں خبر دی کہ وہ فلاں کو جہنم میں ڈالے گا اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور اللہ اپنے کہے کے مطابق ہی کرے گا، لیکن کیا آیا اللہ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ ان کو جہنم میں ڈالنے کے بجائے جنت میں ڈال دے؟...... تو ہم کہتے ہیں کہ بے شک اللہ کو اس کی قدرت ہے کہ اس کا تعلق صفات فعلیہ کے ساتھ ہے (جس میں دونوں جانب پر قدرت ہوتی ہے) لیکن چونکہ اللہ یہ بھی کہہ چکا ہے کہ **ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشاء** اس لئے اللہ ایسا کرے گا نہیں!...... اب بتایئے محض قدرت ماننے پر آخر کونسا نقص اور عیب ہے جو اللہ کیلئے ثابت ہو رہا ہے؟ اس عقیدے کو بدعت کہنا خود بدعت ہے اس لئے کہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے تمامی علماء کلام اس کو اپنی کتب میں ذکر کر چکے ہیں۔

ہم یہاں خوفِ طوالت سے بچنے کیلئے اس مسئلہ کو خود خان صاحب کی عبارات سے ثابت کر دیتے ہیں، تفصیل کیلئے میری کتاب "دفاع اہل السنۃ جلد اوّل" اور خان صاحب کی کتاب سبحان السبوح کے جواب میں "تنزیہ اللہ السبوح" اور حضرت محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی "الجہد المقل" کا مطالعہ کریں۔

فاضل بریلوی نے "المعتمد المستند" میں پہلے اشاعرہ، ماتریدیہ کا اختلاف نقل کیا ہے کہ ان لوگوں (اشاعرہ) نے فرمایا کہ ایسے اطاعت گذار کو عذاب دینا عقلاً جائز ہے اس لیے کہ مالک کو یہ حق ہے کہ اپنی ملک میں جو چاہے کرے یہ ظلم نہیں"۔ (المعتمد المستند: صـ ۱۲۷)

پھر آگے ماتریدیہ کا مذہب نقل کرتے ہیں:

"ایسے نیکو کاروں کو عذاب دینا جس نے اپنی ساری عمر اپنے خالق کی اطاعت میں لگائی، اپنی خواہش کا مخالف رہا اور اپنے رب کی رضا طلب کرتا رہا مقتضائے حکمت نہیں، اس لیے کہ حکمت نیکوکار اور بدکار کے درمیان فرق کا اقتضا کرتی ہے تو جو کام برخلافِ حکمت ہو وہ بے وقوفی ہے۔" (المعتمد المستند: صـ ۱۳۰)

یعنی اشاعرہ کہتے ہیں کہ خدا ایسے نیکوکار کو جہنم میں ڈال سکتا ہے اور ماتریدیہ کہتے ہیں ایسا کرنا خلافِ حکمت ہے اور بے وقوفی ہے، آگے محاکمہ فاضل بریلوی کی طرف سے سنیے وہ لکھتے ہیں:

"اور خود مجھ کو یہ پسند ہے کہ اس فرع میں یعنی اطاعت شعار کی تعذیب عقلاً ممکن ہونے اور شرعاً محال ہونے میں اپنے ائمہ اشعریہ کے ساتھ رہوں۔" (المعتمد المستند: صـ ۱۳۰)

فاضل بریلوی اب اشاعرہ کے ساتھ ہے اس مسئلہ میں اور اشاعرہ کا پورا مذہب یوں نقل کرتا ہے:

"اشعری اور ان کے عام پیروکار اشاعرہ نے اختلاف کیا تو ان لوگوں نے فرمایا کہ ایسے اطاعت گذار کو عذاب دینا عقلاً جائز ہے اس لیے کہ مالک کو یہ حق ہے کہ اپنی ملک میں جو چاہے کرے یہ ظلم نہیں اس لیے کہ ظلم تو غیر کی ملک میں تصرف کرنا ہے اور سارا عالم اللہ کی ملک ہے اور اس لیے کہ نہ کسی کی اطاعت اس کے کمال کو زیادہ کرتی ہے نہ کسی کی معصیت اُسے کچھ نقصان دیتی ہے کہ اس وجہ سے وہ کسی کو ثواب دے یا کسی پر عقاب کرے اور اس لیے کہ یہ عذاب دینا حکمت کے منافی نہیں، اس لیے قدرت دونوں ضد سے تعلّق کے قابل ہے اور یہ کہ اس کی تنزیہ میں یہ بلیغ تر ہے کہ اس تعذیب پر اس کی قدرت ثابت کی جائے باوجودیکہ وہ اپنے اختیار سے ایسا نہ فرمائے تو اس مذہب کا قائل ہونا زیادہ سزاوار ہے۔" (المعتمد المستند: صـ ۱۲۷)

اب ساری بات کا خلاصہ یہ نکلا اشعریہ جو اطاعت شعار کو عذاب دینا عقلاً ممکن کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس کی قدرت میں ہے اور شرعاً محال کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا ایسا نہیں کرے گا اور فاضل بریلوی نے یہی عقیدہ اختیار کرکے ایسے نیکوکار کو عذاب دینا خدا کی قدرت میں مان لیا، جب کہ خود ہی لکھ رہے ہیں ماتریدیہ کے نزدیک یہ بات بے وقوفی ہے تو خدا کو فاضل بریلوی نے بے وقوفی پر قادر مان لیا۔

آگے چلیے! فاضل صاحب کی فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"اللہ تعالیٰ سب جنتیوں کو دوزخ میں اور تمام جہنمیوں کو جنت میں بھیجنے پر قادر ہو تو کذبِ باری لازم آئے گا" اور محشی نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ "اللہ تعالیٰ کا جاہل ہونا بھی لازم آئے گا" (فہارس فتاویٰ رضویہ: صـ ۴۰۹)

لو جی! خدا کو فاضل نے کذب و جہالت و سفاہت پر قادر مان لیا۔

اب آگے چلیے! فاضل صاحب نے ایک کتاب حرف بحرف سنی اور اپنے چاہنے والوں کو اس کتاب کے خریدنے اور رکھنے کا حکم بھی دیا، اس کا نام ہے "انوارِ آفتابِ صداقت" اس میں یوں لکھا ہے:

"کیا خداوند کریم غفور رحیم ایسا کرے گا یا کرسکتا ہے کہ جو فرمانبردار خاص و اکمل مقبول بندگانِ الٰہی ہیں ان کو دوزخ میں داخل

کرے گا اور جو شرّ الاشرار کفار ناہنجار مشرکین کبار ہیں ان کو بہشت میں داخل کرے **لاحول ولاقوۃ الاباللہ** یہ صریح ظلم اور کذبِ قبیح ہے۔" (انوارِ آفتابِ صداقت: ۱/ ۴۷)

یہاں فتویٰ دو باتوں میں ہے کہ یوں کہنا کہ خدا ایسا کرے گا یا یوں کہنا کہ خدا ایسا کرسکتا ہے، دونوں باتیں صریح ظلم اور کذبِ قبیح ہیں۔

تو فاضل صاحب "صریح ظلم، کذبِ قبیح، سفاہت، جہالت پر" خدا تعالیٰ جل مجدہٗ کو قادر مان چکے ہیں۔

مزید سنیے! فاضل صاحب کے والد لکھتے ہیں:

"اہلِ سنّت کے مذہب میں کفر کا بخشا جانا عقلاً جائز ہے اور معتزلہ ممنوع عقلی کہتے ہیں۔" (الکلام الاوضح: صـ ۲۸۹)

اس کی تفصیل کہ "عقلاً جائز ہے" کا مطلب "خدا اس پر قادر ہے" پیچھے فاضل بریلوی کے قلم سے گذر چکی ہے، دوسری طرف غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے: "کافر کی بخشش محال ہے" تو مطلب یہ ہوا کہ خدا محال پر قادر ہے اور فاضل صاحب خود ہی لکھتے ہیں:

"ہم اسی رسالہ کے مقدمہ میں روشن کرچکے کہ محال پر قدرت ماننا اللہ عزوجل کو سخت عیب لگانا بلکہ اس کی خدائی سے منکر ہوجانا ہے۔" (اللہ جھوٹ سے پاک ہے: صـ ۵۶)

مولوی نقی علی خان "خدائی کا منکر اور خدا کو عیب لگانے والا" ہے اور خدا کو عیب لگانے والے کے بارے میں آپ کوئی جملہ ارشاد فرمائیں سارے قارئین سننے کو تیار ہیں!!!!

بہرحال خان صاحب کے جانشینو! جو عقیدہ ہمارا تھا وہی تمہارے باباجی کا جا نکلا ہے، اب اگر تمہیں قبول ہو تو ٹھیک ورنہ تیار رہو کہ اگر آدمی فاضل بریلوی کا ہم عقیدہ نہ ہو تو کافر ہوجاتا ہے، دیکھیے (انوارِ شریعت: ۱/ ۱۴۰، الصوارم الہندیہ: صـ ۱۳۴، فتاویٰ صدر الافاضل: صـ ۱۳۸)

تو اب جو تمہیں قبول ہو وہی اختیار کرو!!!!

## علمائے دیوبند وقوعِ کذبِ باری کے قائل نہیں بریلوی اقرار:

بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

"وہابیوں کا امکانِ کذب کے مسئلہ پر دلیل پکڑنا غلط ہے، کیونکہ یہ ظاہری معنیٰ سے ان کے بھی خلاف ہے، کذبِ باری میں امتناع بالغیر کے وہ بھی قائل ہیں۔" (تفسیر نور العرفان: پارہ ۲۲، سورہ سبا، آیت ۹)

اسی طرح اُسید الحق قادری لکھتا ہے:

اسی طرح جب علّامہ نے کہا مثلِ مذکور مستلزم کذبِ باری ہے تو اس کے جواب میں شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

"ترجمہ: ہاں البتہ مثلِ مذکور کے وقوع کا قول کرنا کذبِ باری کو جائز ماننا ہے معاذ اللہ من ذالک، رہا مثلِ مذکور کے امکان کا قول کرنا پس وہ کذبِ باری کے امکان کو مستلزم نہیں۔" (رسالہ یک روزی: صـ ۱۴۴)

آپ دیکھ رہے ہیں کہ ساری بحث امکانِ نظیر کی ہے وقوع یا اثباتِ نظیر کو شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ بھی غلط قرار دے رہے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک بھی نظیر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہرحال ممتنع بالغیر ہے۔ (خیر آبادیات: صـ ۱۶۰-۱۵۹)

## حکیم صاحب کا فتویٰ اور خان صاحب کا ایمان:

ما قبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ خان صاحب بریلی ''خلف وعید'' کو ماتریدیہ کی اتباع میں جائز کہے ہیں، اب نیم حکیم خطرہ ایمان کے مصداق حکیم اختر شاہجہاں پوری لکھتے ہیں:

''محققین نے خلف وعید کا بھی انکار کیا ہے اور جن علمائے کرام نے اسے جائز ٹھہرایا ہے وہ اس کا صرف امکان نہیں بلکہ وقوع مانتے ہیں، یوں گنگوہی اور انبیٹھوی صاحبان وقوع کذب باری تعالیٰ کے قائل ٹھہرتے ہیں''۔(اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام: ص ۱۱۷)

لو جی! جب خان صاحب نواب آف بریلی احمد رضا خان صاحب خلف وعید کے قائل ٹھہرے اور اس کا قائل ہونا گویا وقوع کذب باری تعالیٰ کا قائل ہونا ہے تو خود خان صاحب اپنے اور اپنے اذناب کے فتوؤں کی رو سے اللہ تعالیٰ کو بالفعل جھوٹا مان کر کافر، مرتد، جہنمی ہوئے اور معلوم ہوا کہ ہندوستان میں بالفعل اللہ تعالیٰ کو جھوٹا ماننے کا کفریہ بدعتی عقیدہ سب سے پہلے بریلوی کے نواب احمد رضا خان نے گھڑا!!!!

## خان صاحب کی جہالت کا مقام یا فقہی مقام؟:

حکیم صاحب نے ص ۱۱۸ تا ۱۲۲ پر ''**کل شیء**'' پر سبحان السبوح سے چند عبارتوں کا خلاصہ پیش کیا اور یہ بتلانا چاہا کہ **کل شیء** کا اطلاق ہر جگہ علی العموم نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک کا اپنا دائرہ کار ہے، اسی طرح **انّ اللہ علی کل شیء قدیر** میں **کل شیء** میں صرف ممکنات داخل ہیں محالات نہیں۔(فقہی مقام ملخصاً ص ۱۱۸، ۱۲۲)

ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ خان صاحب کے اندر چونکہ فقہی ملکہ بالکل نہیں تھا، اس لئے وہ فریق مخالف کی بات سمجھے بغیر بلا وجہ فقہی جزئیات و دیگر کلامی جزئیات نقل کر کے بات کو طول دیتے اور ان کے اذناب اس پر پھولے نہیں سماتے کہ دیکھو حوالہ جات کے ڈھیر لگا دئے، یہاں پر بھی یہی صورتحال ہے خان صاحب نے جتنی خامہ فرسائی کی ہمارے خلاف نہیں، ہم نے کب کہا کہ **ان اللہ علی کل شیء قدیر** میں علی الاطلاق عموم ہے؟ ہم اس میں شمول کے قائل ہیں عموم کے نہیں!...... ہم بھی کہتے ہیں کہ **ان اللہ علی کل شیء قدیر** کا تعلق جملہ ممکنات کے ساتھ ہے اور قدرت علی امکان الکذب ممکنات میں داخل ہے۔

حضرت مولانا عبد الاحد تھانوی صاحبؒ خان صاحب بریلوی کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ جناب مجتہد صاحب کے رسالہ کی پہلی فصل ہے اور اس میں انھوں نے صفاتِ باری تعالیٰ کے احاطہ دوائر کا تفرقہ دکھایا ہے، منشاء یہ ہے کہ جو اشیاء جس صفت کے تعلق کی قابلیت رکھتی ہیں وہ اُس صفت کے احاطہ سے خارج نہیں ہیں، مگر جن کا تعلق ہی اُس صفت سے نہ ہو تو وہ خارج ہوں گی، چونکہ دیگر صفات کا ذکر محض طوالت کے لیے کیا گیا ہے اور اصل بحث صفتِ قدرت کی ہے، اس لیے اُس کے متعلق جو کچھ ارشاد ہوا ہے وہ عرض کیا جاتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ واجبات ومحالات اُس کے احاطہ سے خارج ہیں، ہم بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں، مگر مراد واجبات سے صرف ذاتِ خداوندی مع اپنی صفاتِ حقیقیہ کے ہے نہ وہ واجبات بھی جو واجب لغیرہ ہیں اور اِسی طرح محالات سے مراد وہ محالات ہیں جو بذاتہ محال ہیں، جیسے وہ اسلوب جن سے ذات وصفاتِ خداوندی کا سلب یا تغیر لازم آتا ہو، نہ یہ کہ وہ محالات لغیرہ بھی جو اپنی ذات کے اعتبار سے ممکن ہیں خارج از قدرتِ الٰہیہ ہوں، لہٰذا اس موقع پر جناب مجتہد صاحب قبلہ نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ محال محال سب برابر یہ ایک مغالطہ ہے، ورنہ محالات لذاتہ ولغیرہ کی حالت ہرگز یکساں نہیں ہے، اگر اول خارج از قدرتِ

الٰہیہ ہے تو دوسرا بالضرور احاطۂ قدرتِ خداوندی میں داخل ہے، اس لیے کہ وہ فی نفسہٖ ممکنات سے ہے۔

چونکہ جملہ ممکنات کا تحتِ قدرت ہونا اسی مقدمہ میں جناب مجتہد صاحب تسلیم فرما چکے ہیں، لہٰذا ان کے لیے کوئی ثبوت پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، رہے محالات لغیرہٖ اُن کا تحتِ قدرت ہونا شرح طوالع کی عبارتِ ذیل سے واضح ہوگا:

**وان سلم انّ القبیح قبیح مطلقًا، ولٰکنّ المانع من فعلہٖ متحقق، لا أنّ القدرۃ زائلۃ، لأنّ القبیح حینئذ یکون محالًا لغیرہٖ، والمحال لغیرہٖ ممکن لذاتہٖ ومقدورٌ فکونہٗ مقدورًا، لاینافی کونہٗ محالًا لغیرہٖ۔ انتہی۔**

جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ فعلِ قبیح مطلقاً قبیح ہے، تاہم اُس سے صرف اُس فعل کے مانع کا تحقق ہوگا، نہ یہ کہ قدرت بھی زائل سمجھی جائے، اِس لیے کہ ایسی صورت میں فعل مذکور محال لغیرہٖ ہوگا، جو ممکن لذاتہٖ اور مقدور ہوتا ہے اور اُس کا تحت قدرت ہونا محال لغیرہٖ ہونے کے منافی نہیں ہے۔

پس جب کہ یہ ثابت ہو چکا کہ افعالِ قبیح محال بالذات نہیں ہیں، بلکہ محال لغیرہٖ ہیں اور محالات لغیرہٖ تحتِ قدرت ہوتے ہیں تو اب جناب مجتہد صاحب بالقابہٖ کی مندرجہ ذیل عبارت کا مصداق کون ہے، ناظرین خود ہی سمجھ سکتے ہیں۔

"مغویانِ تازہ جو اسی مسئلہ کذب اور دیگر نقائص وغیرہ کی بحث میں بے علموں کو بہکاتے ہیں کہ مثلاً کذب یا فلاں عیب یا فلاں بات پر اللہ عزّوجلّ کو قادر نہ مانا تو معاذاللہ عاجز ٹھہرا اور **إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ** کا انکار ہوا، یہ اُن ہوشیاروں کی محض عیاری و تزویر اور بیچارے عوام کو بھڑکانے کی تدبیر ہے۔"

اِس موقع پر یہ عرض کر دینا بھی خالی از نفع نہ ہوگا کہ جناب مجتہد صاحب نے افعالِ قبیح اور خلاف فرمودۂ باری تعالیٰ شانہٗ کے خارج از قدرتِ الٰہیہ سمجھنے میں اپنے اجتہاد سے کام نہیں لیا، بلکہ وہ اِس عقیدہ میں اُن لوگوں کے مقلد ہیں جن کا ذکر خیر شرح مواقف میں بالفاظِ ذیل کیا گیا ہے:

**(۱) النظامیۃ اصحاب ابن سیالۃ النظام۔ وھو من شیاطین القدریۃ طالع کتب الفلاسفۃ وخلط کلامھم بکلام المعتزلۃ (الٰی أن قال) وتوھموا أن تنزیھہٖ تعالٰی من الشرور والقبائح لا یکون الّا بسلب القدرۃ علیھا۔ فھم فی ذٰلک کمن ھرب من المطر الی المیزاب۔** (یعنی معتزلیوں کا ایک فرقہ نظامیہ کہلاتا ہے۔ وہ ابن سیالۃ النظام کے ساتھیوں کا گروہ ہے، جو شیاطین قدریہ میں سے تھا، اُس نے فلاسفہ کی کتابیں پڑھیں اور اُن کے کلام کو کلامِ معتزلہ میں ملا یا...... اُنھیں وہم ہوا ہے جب تک شرور وقبائح سے اللہ تعالیٰ کی قدرت سلب ہونے کا اعتقاد نہ رکھا جائے گا تنزیہ ہو ہی نہیں سکتی۔ لہٰذا وہ اِس اعتقاد میں مثل اُس شخص کے ہیں جو بارش سے بھاگے اور پرنالہ کے نیچے جا کر کھڑا ہو گیا ہے)

**(۲) الاسواریۃ اصحاب الاسواری۔ وافقوا النظامیۃ فی ما ذھبوا الیہ وزادوا علیھم أنّ اللّٰہ لا یقدر علٰی ما أخبر بعدمہٖ أو علم بعدمہٖ والانسان قادر علیہ۔** (یعنی فرقہ اسواریہ جو اسواری کے ساتھی ہیں اُنھوں نے نظامیہ کے ساتھ اُن عقائد میں موافقت کی ہے جن کی طرف وہ گئے ہیں اُن پر یہ اور زیادہ کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے نہ ہونے کی خبر دی ہے یا جس چیز کا نہ ہونا اُسے معلوم ہے وہ (تعالیٰ شانہٗ) اُس پر بھی قادر نہیں، حالانکہ انسان اُس پر قادر رہے۔

**(۳) الفرقة الخامسة ابوالقاسم البلخي ومتابعوه قالوا لا يقدر على مثل فعل العبد۔** (یعنی معتزلیوں کا پانچواں گروہ ابوالقاسم بلخی اور اُس کے متبعین کا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کی مثل پر بھی قادر نہیں ہے۔

یہ سب گروہ معتزلیوں کے ہیں اور مذہبِ امامیہ میں بھی بعض حضرات مثل ابوجعفر طوسی وشریف مرتضیٰ وغیرہما کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ افعالِ قبیح پر قادر ہے نہ مثل افعالِ مقدورِ عباد پر، جیسا کہ تنزیہ اول کے جواب میں بجوابِ عبارت سی ام تحفہ اثناعشریہ سے ثابت کیا جائے گا، غالباً یہ عقیدہ جناب مجتہد صاحب قبلہ کو پچھلے گروہ (امامیہ) سے وراثتاً پہنچا ہے اور آپ براہِ دانشمندی تقیہ کی آڑ میں اُسی غلط خیال کو مذہب سنت والجماعت کی طرف منسوب فرماتے ہیں۔

مندرجہ بالا فرقہ ہائے معتزلہ کے مقابلہ میں اُنہی کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اپنے اخوانِ ملّت کے یہاں تک خلاف ہوئے کہ افعالِ قبیح کے صرف تحتِ قدرت ہونے پر بھی اکتفا نہیں کیا، بلکہ قدرت سے تجاوز کر کے افعالِ مذکور کو ارادہ وتکوین الٰہیہ کے تحت میں داخل ہونے کے قابل بھی قرار دے دیا اور یہ امر ظاہر ہے کہ جو اشیاء تحتِ ارادہ وتکوین ہوں اُن کے وقوع میں کوئی مانع نہیں ہوسکتا، چنانچہ اِس گروہ کی کیفیت اُسی شرح مواقف میں بالفاظِ ذیل لکھی ہے:

**"المزوارية۔ وهو ابوموسى عيسى بن صبيح المزوار۔ وهو تلميذ بشر۔ أخذ العلم منه وتزهّد حتى سمى راهب المعتزلة۔ قال الله تعالى على أن يكذب ويظلم قادر۔ ولو فعل لكان ألهًا كاذبًا ظالمًا، تعالى الله عنه علوًّا كبيرًا۔** (یعنی مزوار یہ ابوموسیٰ عیسیٰ ابن صبیح مزوار کے گروہ کو کہتے ہیں، وہ بشر کا شاگرد تھا، اُس سے علم حاصل کیا اور یہاں تک زُہد کیا کہ راہب معتزلہ سے موسوم ہوگیا، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے اور ظلم کرنے پر قادر ہے اور اگر وہ ایسا کرے تو خدائے کاذب وظالم ہو جائے، حالانکہ خداوند تعالیٰ اِس سے برتر ہے بوجہ اپنی بزرگی اور برتری کے)

غرض کہ جس طرح سابقہ گروہوں نے تفریط سے کام لے کر مطلقاً قدرت سے انکار کیا تھا، اِس گروہ نے افراط سے کام لیا اور وقوع وصدورِ افعالِ قبیح سے جناب باری عزاسمہ میں عیب تک کو جائز کر دیا، چونکہ عجز اور وقوع وصدورِ افعالِ قبیح دونوں عیب ہیں، لہٰذا علمائے مذہب سنت والجماعت نے امتِ وسطہ ہونے کی وجہ سے اپنا عقیدہ دونوں کے درمیان تجویز کیا، جس سے نہ انکارِ قدرت لازم آتا ہے اور نہ وقوع وصدورِ افعالِ قبیح کی وجہ سے تنزیہ باری تعالیٰ میں فرق آنے کا خدشہ باقی رہتا ہے۔

چنانچہ اُنھوں نے جملہ صفاتِ سلبیہ کو جن سے تنزیہ باری تعالیٰ ضروری ہے باوجود غیر متناہی ہونے کے تین اقسام (ا: راجعہ الی الذات۔ ۲: وراجعہ الی الصفات۔ ۳: وراجعہ الی الافعال) پر منقسم کیا، جیسا کہ حضرت امام فخر الملّة والدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں حوالہ قلم فرماتے ہیں:

**"اقسام السلوب بحسب الذات وبحسب الصفات وبحسب الافعال غير متناهية۔** (یعنی صفاتِ سلبیہ کی قسمیں ذات اور صفات اور افعالِ الٰہیہ کی طرف راجع ہونے کے اعتبار سے غیر متناہی ہیں)

چونکہ ذاتِ الٰہیہ اور اُس کی صفاتِ حقیقیہ اصلاً قدرت سے باہر ہیں، لہٰذا اُن سلوب کو جن کے تحقق سے ذات وصفاتِ خداوندی میں تغیر لازم آتا تھا قابل مقدوریت نہیں سمجھا اور افعالِ الٰہی چونکہ مقدور ہیں لہٰذا اُن سُلوب کو جو راجع الی الافعال ہیں تحتِ

قدرت اور اختیاراً ممتنع الصدور قرار دیا، جنھیں حسبِ اصطلاح فلسفہ ممتنع بالغیر کہا جاتا ہے۔

اب رہے وہ افعال جو مقدورِ عباد ہیں اور جن کے مقدورِ باریٔ تعالیٰ ہونے سے جناب مجتہد صاحب کی طرح ابوالقاسم بلخی اور بعض اکابر مذہبِ امامیہ کو انکار تھا، اُن میں سے جو مستلزم تغیر ذات وصفات ہیں اُنھیں بھی مثل سُلوب راجعہ الی الذات والصفات غیر قابل مقدوریت اور ما بقی کو مقدور اور اُن میں سے جو قبیح تھے اُنھیں باوجود مقدور ہونے کے ممتنع الصدور سمجھا۔

اِس موقع پر یہ بھی بتا دینا ضروریات سے ہے کہ سُلوب راجعہ الی الذات والصفات اور نیز اُن افعالِ عباد میں جو تغیر ذات وصفات کو مستلزم ہیں مدح کا اقتضاء یہی ہے کہ وہ اختیاری نہ ہوں، اِس لیے کہ کسی شخص کا بدشکل یا غیر شریف النسب نہ ہونا اُسی حالت میں داخل مدح ہوسکتا ہے جب کہ وہ شخص بلاتصنع خوبصورتی یا شرافت سے متصف ہو اور بتکلف جمیل الوجہ یا شریف النسب بنے گا تو یہ امور ہرگز داخل مدح نہیں سمجھے جائیں گے، بلکہ جس طرح جناب مجتہد صاحب قبلہ اپنے آپ کو بناتے ہیں اور لوگ اُن کی باتیں سن سن کر ہنستے ہیں، ایسے امور موجب مذمّت ہوتے ہیں، لیکن افعالِ اختیاری کی یہ کیفیت نہیں ہے۔ لہٰذا سُلوب راجعہ الی الافعال میں مقتضائے مدح یہی ہے کہ اُن کا عدم اختیاراً ہو، اگر کسی مجبوری یا عدمِ قدرت واختیار کی وجہ سے وہ افعال صادر نہ ہوسکیں گے تو اُن کے صادر نہ ہونے کی وجہ سے کسی طرح مدح کا استحقاق نہ ہوگا۔

مثلاً اگر کوئی مطلق العنان بادشاہ جو اپنے وزراء اور دیگر ملازمین کے عزل ونصب پر کامل اقتدار رکھتا ہو، اگر اپنے کسی غلام سے وعدہ کرے کہ وہ کبھی اُسے معزول نہ کرے گا اور باوجود قدرت واختیار کے وہ اِس وعدہ کا خلاف نہ کرے تو بے شک اُس کے صادق القول ہونے کی تعریف کی جائے گی اور اگر وعدہ کرنے کے بعد اُس کے اختیارات سلب ہوجائیں یا ملازم مذکور کے حاوی ہونے کی وجہ سے اُس کو معزول کرنے کی جرأت ہی نہ رہے تو ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں اُس کا معزول نہ کرنا جو موقوف علیہ اُس کے صدق کا ہے، عصمت بی بی از بیچادری کا مصداق سمجھا جائے گا اور کوئی شخص اُس کی وہ مدح جو بحالتِ اختیار ہوتی ہرگز نہ کرے گا، بلکہ بوجہ عدمِ قدرت واختیار عاجز ومجبور سمجھا جائے گا، چنانچہ عارف شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بلند از شاخ گو کوتاہ کن دست
کہ کوتہ خود ندارد دست بر شاخ

(یعنی پست قد آدمی کا شاخ سے میوہ نہ توڑنا قابل مدح نہیں ہے، اِس لیے کہ اُس کا ہاتھ ہی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا، لہٰذا جس کا ہاتھ پہنچ سکتا ہو یا جسے شاخ سے میوہ توڑنے کی قدرت ہو اُسے اِس فعل سے باز رہنے کے لیے کہنا چاہیئے، اِس لیے کہ قدرت والے ہی کا بُرے افعال سے بچنا قابل مدح ہے)

اِسی طرح علّامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

**"والتمدح بترک الفعل الاختیاری لایکون الّا حیث یمکن فعلہ بخلاف غیر الاختیاری مثل لا تأخذہٗ سنۃ ولا نوم۔** (یعنی فعل اختیاری کے ترک میں مدح اُسی صورت میں ہوسکتی ہے، جب اُس فعل کا کرنا ممکن ہو، بخلاف غیر اختیاری کے جیسے **لا تأخذہٗ سنۃ ولا نوم**۔)

ہمارے رسالہ کے ناظرین اگر اِس قاعدہ کو اچھی طرح ذہن نشین فرمالیں گے تو اُن کو جناب مجتہد صاحب اور اُن کے چیلے چانٹوں کے مغالطوں کی کیفیت خود بخود معلوم ہوجائے گی۔

(ماخوذ از ذاتی مملوکہ تنزیہ السبوح ،غیر مطبوعہ)

اب ہم حکیم صاحب ہی کی زبانی کہیں گے کہ:

''کہ حضرت تھانوی صاحب نے یہ عالمانہ فاضلانہ گفتگو کر کے خان صاحب کے سب حیلے حوالے ملیا میٹ کر دیے اور خان صاحب جیسے مکذبین باری تعالیٰ کے بلنگ و بانگ دعاوی کا شیش محل اس کے منصہ شہود پر آتے ہی بلبلے کی طرح مٹ گیا''۔

## دلیل نمبر ۲:

اس کے بعد حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ خان صاحب نے فلاں فلاں علم کلام کی کتاب سے ثابت کیا کہ کذب عیب ہے اور عیب سے اللہ پاک ہے۔(ملخصاً فقہی مقام ص ۱۲۱)

بالکل وقوع کذب عیب ہے اور یقیناً اللہ ہر قسم کے عیب سے پاک ہے، خان صاحب نے جن کتب کے حوالے دیے وہ ہمارے خلاف نہیں، بلکہ ہماری مؤید ہیں، ان سب حوالہ جات کا منہ توڑ جواب خان صاحب کی زندگی ہی میں مولانا عبد الاحد تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تنزیہ السبوح میں دے چکے تھے جس کا جواب مرتے دم تک خان صاحب سے نہ ہوسکا۔

## دلیل نمبر ۳:

اس کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ اس عقیدے کو ماننے سے اسلام پر بہت بڑا طعن آئے گا حشر ونشر سب پر سے ایمان اٹھ جائے گا کہ سب چیزیں احتمالی ہوجائیں گے کہ کذب ممکن تو کیا پتہ سب جھوٹ ہو۔(فقہی مقام ملخصا ص ۱۲۱)

واقعی خان صاحب کی عقل نہیں بلکہ گائے کا گوبر تھی، بات سمجھے بغیر خواہ مخواہ میں خود سے مفروضے قائم کرنے لگے ہوئے ہیں، بھائی جی امکان سے مراد وقوع نہیں، یا احتمال نہیں بلکہ قدرت ہے اس قدرت کو امکان سے تعبیر کرنا ملبساً ومجازاً ہے، اسلام پر یہ طعن تب آئے گا کہ جب کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ یہ باتیں سب جھوٹ بھی ہوسکتی ہیں اور اس کا وقوع بھی ہوسکتا ہے، ہم تو خود اس کے قائل کو کافر کہتے ہیں۔

اس کو ایک آسان سی مثال سے سمجھیں کیا خان صاحب کو کذب پر قدرت تھی یا نہیں؟ اگر ہاں اور یقیناً ہاں تو اب ان کی ساری کتب کو اٹھا کر آگ لگا دو اس لئے کہ احتمال ہے کہ خان صاحب نے اپنی ساری کتابوں میں جھوٹ بولا ہو!!!!

## دلیل نمبر ۴:

اس دلیل کے تحت حکیم صاحب لکھتے ہیں:

اگر کذبِ خالق ممکن ہو تو کتنی بڑی شناعت ہے کہ خلق سچی اور خالق جھوٹا''۔(فقہی مقام ص ۱۲۱)

یہاں پر بھی خان صاحب نے صرف اپنی موٹی عقل کا مظاہرہ کیا ہے، اس لئے کہ اولاً کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ جب ہم اللہ کو معاذ اللہ بالفعل جھوٹا مانتے ہیں تو یہ معارضہ ہمارے خلاف نہیں، اس لئے کہ مخلوقات سب سچے نہیں، بلکہ بہت سی خلق خدا جھوٹ بولتی ہے، لہذا یہ کہنا کہ خلق سچی خالق جھوٹا درست نہیں۔ ثانیاً مخلوقات تو بالفعل جھوٹ بولتی ہے، خلق سچی خالق جھوٹا کا قضیہ تو تب لازم آئے جب ہم اللہ تعالیٰ کو

بالفعل معاذ اللہ کاذب مانیں اور اس سے بڑا کافر کون ہوگا (جیسا کہ احمد رضا خان کے کہ وہ بالفعل اللہ کو کاذب مانتا ہے، معاذ اللہ) جو اللہ کو بالفعل جھوٹا مانے۔

## دلیل نمبر ۵:

امکان کذب اس کی فعلت بلکہ دوام بلکہ ضروریت کو مستلزم کہ اگر کلام نفسی ازلی ابدی واجب الذات مستحیل التجدد کذب پر مشتمل نہ ہو تو کلام لفظی کا کذب ممکن نہیں ورنہ وجود دال بلا مدلول یا کذب دال مع صدق المدلول لازم آئے اور دونوں بالبداہۃ محال اور جب کلام لفظی میں کذب ممکن نہیں تو نفسی میں بھی ممکن نہیں ورنہ باری عزوجل کا عجز عن التعبیر لازم آئے تو لاجرم امکان کذب ماننے والے پر اپنے رب کو واقعی کاذب ماننا اور اس کے کلام نفسی میں کذب موجود بالفعل جاننا ہے"۔ (سبحان السبوح ص ۲۴)

یہ کس کافر نے کہا ہے کہ کلام نفسی میں کذب موجود ہے یا کلام لفظی میں کذب موجود ہے، دال بلا مدلول کی خرابی تو اس وقت لازم آئے گی کہ جب کوئی کلام لفظی میں بالفعل کذب معنیٰ آخر اس جاہل کو کون سمجھائے کہ محض قادر ہونا صدور کو لازم نہیں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ خان صاحب نے یہ اعتراض معتزلہ سے چوری کیا ہے، معتزلہ خلق قرآن کے قائل تھے وہ کہتے تھے کہ دیکھو اگر تم قرآن کو قدیم مانو اور کلام نفسی کو تسلیم کرو تو اس کلام لفظی میں تو نسخ ہوا ہے، یعنی تبدل وتغیر اب کیا یہ نسخ کلام نفسی میں بھی ہوا ہے یا نہیں؟ اگر ہاں تو کلام نفسی میں بھی تغیر واقعہ ہوگیا وہ قدیم نہ رہا اور اگر نہیں تو یہ کلام لفظی تو دال تھا کلام نفسی پر تو دال بلا مدلول لازم آئے گا، اس کا ایسا منہ توڑ جواب علامہ باقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز کتاب **"الانصاف فیما یجب اعتقادہ ولا یجوز الجہل بہ فی علم الکلام"** میں دیا کہ آج بھی خان صاحب کی ہڈیاں اس کا تصور کر کے چیخ رہی ہوں گی!!!!

غرض خان صاحب کے تمام معارضے اس وقت ہم پر صادق آتے ہیں جب ہم بالفعل اللہ کو معاذ اللہ کاذب مانیں، اس سے اندازہ لگائیں کہ جو عقیدہ ہمارا ہے ہی نہیں اور جسے ہم خود کفر قرار دے رہے ہیں خان صاحب اسے ہمارے سر تھوپ کر پھر تیس دلائل سے اس کا رد کر رہے ہیں اور پھولے نہیں سما رہے ہیں، یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی خان صاحب بریلوی پر "سود خوری" کا الزام لگا دے اور پھر قرآن وحدیث اور فقہاء امت سے سود کے حرام ہونے پر دلائل کے ڈھیر لگا دے اور فخر کرے کہ دیکھو میں نے دلائل کے انبار سے خان صاحب کا سود خوار اور اس کی حرام کاری کو طشت از بام کر دیا، **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔

## خان صاحب بریلوی کا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے دھوکا:

حکیم صاحب لکھتے ہیں:

"ہمارے امام المتکلمین نے جو تین عبارتیں پیش فرمائیں ان میں سے آخری یہ ہے جو منکرین کے مسلمہ بزرگ کا عقیدہ ہے:

"افسوس کہ امام الوہابیہ کے نسباً چچا اور علماً باپ اور طریقۃً دادا یعنی شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی اس پر نامور کی رعایت نہ فرمائی کہ تفسیر عزیزی زیر قولہ تعالیٰ **فلن یخلف اللہ عہدہ** یوں تصریح فرمائی "خبر او تعالیٰ کلام ازلی است و کذب در کلام نقصانیست عظیم کہ ہرگز بصفات او راہ نیابد در حق او تعالیٰ کہ مبرا از جمیع عیوب ونقائص است خلاف خطر مطلقاً نقصان محض است"، ملخصاً۔ مدعیان جدید اسے پوچھا جائے کہ جناب باری میں کہاں تک نقصان ممکن مانتے ہیں" ٥

(سبحان السبوح، ص ۱۵) ...... (فقہی مقام، ص ۱۲۰)

یہاں پر بھی خان صاحب بریلی نے اپنی عادت بد کے مطابق دھوکا دہی سے کام لیا، اس لئے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا تعلق وقوع سے ہے نہ کہ قدرت سے، شاہ صاحب کا اصل نظریہ ملاحظہ ہو جو ہم تنزیہ السبوح کے مقدمہ میں پیش کر چکے ہیں کہ شیعہ حضرات کا ایک بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ جنتیوں کو جنت میں ڈالے اور دوزخیوں کو دوزخ میں وہ اُن کو معاف نہیں کر سکتا ورنہ وعدۂ الٰہی کے خلاف اور قولِ ربانی کا کذبِ محض ہونا لازم آئے گا جو قبیح اور عیب ہے اور اللہ تعالیٰ عیب سے پاک اور قبائح پر قادر نہیں۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شیعہ کے مکائد کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

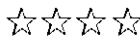
ترجمہ: "شیعہ کہتے ہیں کہ اہل السنت اللہ تعالیٰ پر ظلم کی تجویز کرتے ہیں، اُن کا اعتقاد ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ بے گناہ بلکہ فرمانبردار مومن کو دوزخ میں ڈال دے اور اُس کو ہمیشہ عذاب کرے تو روا ہے مگر قرآن میں ہے کہ حق تعالیٰ ایسا نہ کرے گا (شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیعہ کے اس الزام کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں) اِس امر کا جوابِ اوّل معلوم ہو چکا ہے کہ باریٔ تعالیٰ سے اہل السنت کے نزدیک ظلم ممکن نہیں ہے، اِس لیے کہ سب مخلوقات اس کی پیدائش و ملک میں ہیں جو چاہے کرے اور باوجود اس کے عذاب کا جائز رکھنا اور بات اور عذاب کرنا بات۔"

(تحفۂ اثنا عشریہ فارسی: صـ ۳۰، کید سوم، کتب خانہ اشاعتِ اسلام مٹیا محل دہلی)

یعنی جب ساری مخلوق ہی اللہ کی ملک ہے تو ظلم کیسا؟ بالفرض ظلم کا تصور کر لو تو یہ تو تب ہو گا جب اللہ انہیں واقعی جہنم میں ڈالے ہم تو صرف قدرت کی بات کر رہے ہیں، کسی امر پر قادر ہونا اور بات ہے اور بالفعل اس کا کرنا اور بات ہے۔ ایک اور مقام پر شیعہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "شیعہ کہتے ہیں کہ اہل السنت قبائح کا باریٔ تعالیٰ سے ظاہر ہونا جائز رکھتے ہیں یعنی زنا اور چوری کو خدا کی پیدائش اور اس کے ارادہ سے جانتے ہیں شیطان اور انسان کی طرف حوالہ نہیں کرتے اور یہ جائز رکھنا حق تعالیٰ کی کمال بے ادبی ہے۔ (شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جواب دیتے ہیں کہ) یہ نہیں جانتے کہ اہل السنت کا مذہب یہ ہے کہ جو کام بہ نسبت انسان و شیطان کے قبیح ہیں اور اُن پر مواخذہ ہوتا ہے باریٔ تعالیٰ کی نسبت اُن میں کوئی قباحت نہیں اور بہت ظاہر ہے کہ حسن و قبح دونوں اضافی امر ہیں اپنے منسوب الیہ کے اختلاف سے مختلف ہوتے ہیں، اصل قباحت یہ ہے کہ ہم باریٔ تعالیٰ کی نسبت بعض چیزوں کو اچھا جانیں اور بعض کو بُرا، پھر اس میں مشکل میں پڑیں۔"

(تحفۂ اثنا عشریہ: صـ ۲۹)

غرض اہل السنت کا عقیدہ صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنتیوں سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور جہنمیوں کو جہنم کی وعید سنائی ہے وہ اپنے وعدہ اور وعید کے مطابق ہی کرے گا مگر یہ اُس پر واجب (لازم) نہیں یعنی وہ اس پر قادر رہے اپنی رحمت سے دوزخی کو جنت میں ڈال دے اور عدل سے جنتی کو جہنم میں ڈال دے لیکن وہ ایسا نہیں کرے گا۔ شیعہ نے کہا کہ اللہ ایسا کرنے پر قادر ہی نہیں اور اہل السنت کو بدنام کرنے کے لیے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ یہ لوگ اللہ کے لیے کذب کے قائل ہیں، قبائح کے صدور کو مانتے ہیں، اللہ کو عیب دار بتاتے ہیں، ظلم، زنا، چوری وغیرہ پر قادر جانتے ہیں!!!!



# عِلمِ حدیث اور نواب احمد رضا خان کی خدمات

دعوت اسلامی کے مفتی محمد حسان رضا عطاری لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلِ سنّت، اِمام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃ الرَّحمٰن جس طرح دیگر کئی علوم میں اپنی نظیر آپ تھے، یونہی فن حدیث میں بھی اپنے زمانہ کے علماء پر آپ کو ایسی فوقیت حاصل تھی کہ آپ کے زمانہ کے عظیم عالم، 40 سال تک درسِ حدیث دینے والے شیخ المحدثین حضرت علّامہ وصی احمد سُورَتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو **اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْن فِي الْحَدِيْث** کا لقب دیا''۔

(ماہنامہ المیزان، بمبئی، امام احمد رضا نمبر، اپریل، مئی، جون ۱۹۷۶ء، ص ۲۴۷، وماہنامہ فیضان مدینہ، نومبر ۲۰۱۷، ص ۲۱)

اویسی کہتا ہے کہ مخالفین اگر کتب حدیث پر آپ کے حواشی دیکھ لیتے (جن کا دنیا میں کوئی وجود نہیں۔ساجد):

''تو آپ کے تبحر فی الحدیث کو دیکھ کر ثانی امام بخاری کہنا پڑتا''۔(شرح حدائق بخشش، ج ا، ص ۳۳)

حالانکہ خان صاحب کی گنتی کی تین چار تصانیف پر اور ملفوظات پر جب ایک سرسری نظر ڈالی گئی تو بیسیوں موضوع احادیث، اصول احادیث سے جہالت کی بھرمار نظر آئی، اگر کوئی خان صاحب کی تمام تصنیفات کو اس نظر سے دیکھے تو ہمیں قوی امید ہے کہ ''موضوعات رضویہ'' کے نام سے ایک علمی دستاویز جمع ہو سکتی ہے، خان صاحب کی کتب میں موضوع احادیث کی بھرمار اور جگہ جگہ اصول حدیث سے عدم واقفیت کے ثبوت اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ خان صاحب کو نہ تو اسماء الرجال سے کوئی مس تھا نہ مصطلحات حدیث نہ اصول حدیث اور نہ ہی حفظ حدیث سے!!!!

لیکن بریلوی حضرات کی ڈھٹائی اور رمنہ زوری دیکھیں کہ ایسے آدمی کو جس کی حدیث رسول ﷺ سے متعلق کوئی بھی خدمت نہ ہو اسے امام بخاری جیسے آدمی کے مقابلے میں کھڑا کر رہے ہیں۔

مولانا عبدالحئی حسنی نے ان کے بارے میں خوب تبصرہ کیا تھا کہ تفسیر وحدیث میں تہی دامن تھے:

**قليل البضاعة في الحديث والتفسير**، (نزہۃ الخواطر ج ۸، ص ۱۱۸۰)

نعیم الدین مراد آبادی صاحب کہتے ہیں:

''علم حدیث میں بھی وہ (اعلیٰ حضرت) اپنا ہمسر نہ رکھتے تھے، علم رجال میں ان کو وہ دستگاہ حاصل تھی کہ ایک ایک راوی کے حالات نوکِ زبان پر تھے''۔(اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام، ص ۱۱)

یہ بھی مراد آبادی صاحب کی خوش فہمی ہے اس لیے کہ اگر ایک ایک راوی کے حالات نوک زبان پر ہوتے تو اس کثرت سے جناب کی کتب میں وزبان پر موضوع روایات کی بھرمار نہ ہوتی۔

مولوی محمد نور اللہ بصیر پوری کہتا ہے:

امام بخاری کے حافظہ کے بعد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے حافظہ کی مثال نہیں ملتی، آپ کی قوتِ حافظہ واخذ لاجواب تھا،

(فتاویٰ رضویہ ج۳۰)

ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے تو مبالغہ آرائی کی انتہاء کرتے ہوئے یہاں تک لکھ دیا:

''امام احمد رضا برصغیر پاک و ہند کے ایسے منفرد محدث کبیر ہیں کہ جس کی مثال اس خطے میں ناپید ہے، وہ صرف عام محدث کی طرح احادیث کی چند کتابوں کے مطالعہ والے محدث نہ تھے بلکہ وہ تمام ہی تمام احادیث کے حافظ تھے، احادیث کی درایت سے بھی بخوبی واقف تھے اور ساتھ ہی اسماء الرجال کے بھی ماہر تھے''۔ (معارفِ رضا سالنامہ ۲۰۰۶ ص ۵۷)

ان دعوؤں میں کتنی صداقت ہے؟ اور خان صاحب اس فن میں کس قدر تہی دامن تھے؟ اس کی تفصیل مستقل ایک کتاب کی مقتضی ہے، ہم نے خان صاحب کی صرف چند کتب پر سرسری نگاہ ڈال کر اس فن میں ان کی جو سنگین کوتاہیاں نوٹ کیں، اسے ہم مختصراً یہاں پیش کر رہے ہیں، اسے ملاحظہ فرمائیں اور خود فیصلہ کریں کہ ان بلند و بانگ دعوؤں میں کتنی صداقت ہے؟؟؟؟

## خان صاحب بریلوی کی علمِ حدیث میں بے بصیرتی؛ بریلوی شیخ الحدیث کی زبانی:

آئیے ہم بریلوی شیخ الحدیث مفتی فیض احمد اویسی صاحب ہی کی زبانی پیش کر دیتے ہیں کہ خان صاحب بریلوی علم حدیث میں کتنے بے بصیرت تھے۔

نواب احمد رضا خان صاحب سے ایک سوال ہوا ملاحظہ ہو:

''مسئلہ ۱۲۱۵: از ریاست رام پور مرسلہ حبیب اللہ بیگ جماعت مولوی فاضل اورنٹیل کالج ۱۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طریقہ اسقاط جو ملک افغانستان میں مروج ہے وہ شرعاً ثابت اور مستحسن ہے یا نہیں؟ اگر ثابت ہے تو اس کی کیا دلیل ہے، اور فدیہ صوم اگر چہ منصوص ہے، لیکن فدیہ صلوٰۃ پر کون سی نص ہے اور یہ یعنی دوران قرآن کیوں متروک العمل ہے اور یہ ہندوستان میں کیوں مروج نہیں، برتقدیر ثانی یہ عبارت فتاویٰ سمرقندیہ کی بالکل غلط ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے:

جب امام ربانی محمد بن حسن الشیبانی نے ہر معاملہ کے بارے میں کتاب الحیل لکھی تو اس پر علمائے بغداد نے اعتراض کیا یہ بات خلیفہ بغداد کو پہنچی تو اس نے کہا وہ کتاب مجھے لا کر دو اگر اس کی عبارات اصول کے موافق ہیں تو ٹھیک ورنہ ہم اسے جلا دیں گے اور علماء نے اعتراض حسداً کیا تھا، امام نے کتاب خلیفہ وقت کو دی اس نے جب اسے پڑھا تو بہت متعجب ہوا، علماء کو طلب کیا اور کہا حسد سے بالاتر ہو کر دقتِ نظر سے اس کا مطالعہ کرو، جب انھوں نے اس کتاب کو پڑھا تو سب کہنے لگے کہ امام محمد نے بہت خوب کام کیا ہے اللہ تعالیٰ تا قیامت ان کو اجر عطا فرمائے، پھر خلیفہ نے امام سے پوچھا ان مسائل کا استنباط کرتے وقت کونسی اصل آپ کے پیش نظر تھی تو انہوں نے فرمایا میں نے حضرت ایوب، حضرت یوسف علیہم السلام کے واقعات اور حیلہ ربا کی سنت اور حد سے انہیں مستنبط کیا ہے خلیفہ نے علماء سے کہا جو شخص حیلہ کا انکار کرتا ہے اس نے تو قرآن، حدیث اور اجماع کا انکار کیا تو اس پر تعزیر لازم ہے، جب خلیفہ نے کتاب کا ایک ورق اٹھایا تو اس کی نظر حیلہ اسقاط پر پڑی، امام نے کہا کہ حیلہ کا آسان طریقہ یہ ہے کہ وارث محتاج کو قابل قرأت قرآن بیچ دے پھر وہ فقیر اس وارث کو ہبہ کر دے، پھر اسی طرح مسلسل کیا

جائے حتیٰ کہ پورا ہو جائے شاید اللہ تعالیٰ اسے روزہ، نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کا فدیہ بنا دے۔ علماء نے کہا کہ آپ نے بہت خوب بات فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے، پس اسے اپنی کتاب میں تحریر فرما دو اور یہ طریقہ خلیفہ کے دور میں مروج رہا۔ الدرالبر رللامام غزالی۔ شارح سمرقندی نے فرمایا ہمیں عباس بن سفیان نے ابن عتبہ سے انہوں نے ابن عوف سے انہوں نے محمد انہوں نے عبداللہ بن عمر سے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے اہل ایمان! قرآن کو مردوں کی نجات کے لئے وسیلہ بناؤ اور حلقہ بنا کر یوں عرض کرو اے اللہ! اس میت کو عزت قرآن کی برکت سے بخش دے اور اسے ایک دوسرے کے ہاتھ میں دو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے آخری دور میں حبیبہ بنت عربد زوجہ ملاب کی وفات کے موقعہ پر قرآن کے ایک حصہ سے ایسا کیا، لیکن یہ عمل خلافت عثمان میں مشہور نہ ہوا پھر ہارون الرشید کے زمانہ میں قرآن کا دور حیلہ اسقاط کے لئے بغیر کسی اعتراض کے مشہور ہوا تو اس حیلہ کی اصل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت اور یہ بات اگرچہ مشہور کتب احادیث میں نہیں، لیکن کتب تاریخ میں سند قوی کے ساتھ مشہور ہے جیسا کہ عظیم مورخ صاحب الفتوح نے بیان کیا کہ ہمیں ابوعاصم نے ابن جریج سے انہوں نے ابن شہاب، انہوں نے ابن سلمہ، انہوں نے ابن موسیٰ سے بتایا کہ حضرت عمر نے بیس آدمیوں کے حلقہ میں قران کے ایک جزو کو لیا دیا اور یہ اس خاتون کے جنازہ کے بعد کیا، جو ملاب انصاری کی بیوی اور حبیبہ بنت عربد کے لقب سے مشہور تھی اس کا نام محفوظ نہیں، تو مطلقاً حیلہ کا انکار کفر اور حیلہ اسقاط کا انکار فسق ہے، کیونکہ یہ حضرت عمر سے ثابت ہے، ہمیں سعید نے ایوب سے انہوں نے جمیع سے انہوں نے عبداللہ بن ابی بکر سے بتایا کہ نماز جنازہ کے بعد قرآن کا دور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایجاد کیا، انتہیٰ۔ فتاویٰ سمرقندی میں عتبہ کے حوالے سے منقول ہے۔ (ت) نیز اس میں دورانِ قرآن کی نسبت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ہے وہ صحیح ہے یا نہیں اور اس کی سند کیسی ہے؟''

خان صاحب اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

**الجواب:**

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے سوا اور حضرات سے جو کچھ روایات بے سروپا اس عبارت میں مذکور ہیں، سب باطل و افتراء ہیں، نہ یہ عبارت فتاویٰ سمرقندیہ میں ہے، اس پر بھی افتراء ہے، اور بے چارہ افتراء کرنے والا عربی عبارت بھی باقاعدہ نہ بنا سکا اپنی ٹوٹی پھوٹی جاہلانہ خرافات کو صحابہ وائمہ کی طرف منسوب کیا'' (فتاویٰ رضویہ جلد ۸، ص ۱۸۲)

یعنی حضرت عمر فاروق کی طرف جو دوران قرآن کی روایت یا باتیں منسوب ہیں وہ سب بے سروپا و باطل ہیں، یہی بات جب امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے متعلق کہی تو بریلوی فیض احمد اویسی نے کیا تبصرہ کیا:

''فتاویٰ سمرقندی کی روایت کو موضوع اور جعلی قرار دینا علم حدیث میں بے مائیگی اور بے بصیرت ہونے کی روشن دلیل ہے''۔ (الاسقاط، ص ۱۴ مکتبہ اویسیہ بہاولپور)

جب اس روایت کا انکار کرنا اور اسے جعلی اور باطل قرار دینا علم حدیث میں بے بصیرتی کی روشن دلیل ہے تو خان صاحب بریلوی

نے اسے جعلی اور باطل قرار دیا ہے، لہٰذا بریلوی شیخ الحدیث ہی کے قلم سے ثابت ہوا کہ خان صاحب بریلوی علم حدیث میں بالکل بے بصیرت تھے!!!!

مگر ہم مزید بھی اس فن سے ان کی بے بصیرتی پر روشنی ڈالنا چاہیں گے سوملاحظہ فرمائیں:

## فاضل بریلوی کی علمِ حدیث میں کمزوری:

مولانا حامد میاں صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

اسی مقالہ میں ایک عنوان ہے "علامہ شامی اور اعلیٰ حضرت" اس کے تحت اس حدیث کے ثبوت اور عدم ثبوت پر بحث کی گئی ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے خود بھی اذان دی ہے یا نہیں...... حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خود اذان نہیں دی۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے ایک جگہ مستقل عنوان دے کر "**مطلب هل باشر النبی صلی الله علیه وسلم الاذان بنفسهٖ**" حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی رائے نقل کی کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے خود اذان نہیں دی۔ (شامی ج ا ص ۴۰۱)

دوسری بات شامی نے التحیات کے باب میں اس (مسئلہ) کی تشریح کرتے ہوئے لکھی ہے کہ معراج میں باری تعالیٰ سے ہم کلامی کے وقت جو کلمات ادا ہوئے ان کی نقل التحیات ہے اور اسے تشہد اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں دو شہادتوں کا ذکر ہے، توحید کی شہادت اور رسالت کی شہادت، چونکہ اس جگہ "درمختار" میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے:

(**اشهد ان لا اله الا الله وَاَنِّیْ رَسُوْلُ الله**) "کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں خدا کا رسول ہوں"

اس لیے شامی رحمہ اللہ نے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے حوالہ سے اس کا رد کیا ہے **بانه لا اصل لذلك** کہ اس بات کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔

انہوں نے لکھا ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ بھی التحیات میں یہی کلمات ادا فرماتے تھے جو آج تک ہم نماز میں پڑھتے ہیں:

**الفاظ التشهد متواترة عنه صلی الله علیه وسلم انه کان یقول اشهد ان محمدا رسول الله وعبده ورسوله**

تشہد (التحیات) میں شہادت کے کلمات جناب رسالت مآب ﷺ سے تواتر سے منقول ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے **اشهد ان محمدا رسول الله وعبده ورسوله**۔

پھر علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں کہ تحفہ میں ہے کہ اگر (صاحب درمختار یا ان سے پہلے) کسی شخص نے یہ بات کہی ہے تو التحیات کے بارے میں تو غلط ہے البتہ اذان کے بارے میں ہو سکتی ہے۔

**"نعم ان اراد تشهد الاذان صح لانه صلی الله علیه وسلم اذن مرة فی سفر فقال ذلك قلت و کذلك فی البخاری من حدیث سلمة بن الاکوع قال خفت ازواد القوم الحدیث... فقال صلی الله علیه وسلم اشهد ان لا اله الا الله واشهد انی رسول الله وهذا کان خارج الصلوٰة لما ظهرت**

المعجزة على يديه من البركة فى الزاد۔ (شامی، ج ا ص ۵۱۰)

''ہاں اگر اس کی مراد اذان میں کلمہ شہادت ہے تو یہ بات ٹھیک ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار سفر میں اذان دی تو یہ فرمایا اور میں کہتا ہوں کہ اسی طرح بخاری میں حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ لوگوں کے پاس کھانے کا سامان بہت ہی کم رہ گیا۔ (آپ ﷺ نے جو کچھ لوگوں کے پاس تھا جمع فرمالیا پھر دعا فرمائی، پھر فرمایا اس میں سے اپنے اپنے لیے لے لو، اتنی برکت ہوئی کہ ہر ایک نے اپنا توشہ دان بھر لیا) اسی حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اشهد ان لا اله الا الله و اشهد انى رسول الله اور یہ (نماز میں نہ تھا) نماز کے باہر فرمایا، جس وقت آپ کے دست مبارک سے اس معجزہ کا ظہور ہوا کہ کھانے میں برکت ہوگئی۔''

یہ سارا قصہ اور ساری عبارتیں تو اس لیے لکھی ہیں کہ آپ کے سامنے پوری بحث اور مسائل آجائیں، اب دیکھیے کہ فاضل بریلوی نے حافظ ابن حجر کی وہ عبارت اور فیصلہ جو شامی نے ص 401 پر لکھا ہے نقل کیا ہے، پھر شامی کی عبارت بحوالہ التحفہ جو ص 510 پر ہے نقل کی پھر لکھا:

''وقد اشار ابن حجر الى صحته''، (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۳۸۸) یعنی ''اور ابن حجر (مکی) نے اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے۔''

یہ بھی سمجھ لیجیے کہ ابن حجر مکی اور ابن حجر عسقلانی دونوں الگ الگ آدمی ہیں، ابن حجر عسقلانی علم حدیث میں بہت بلند پایہ شمار ہوتے ہیں تو اول تو ان پر ابن حجر مکیؒ کی رائے نہیں چل سکتی۔

پھر ابن حجر مکیؒ نے بھی جو بات فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ اشهد انى رسول الله فرمانا التحیات میں ہوا ہے تو غلط ہے اور اگر اس کی مراد اذان ہے تو صحیح ہے، یعنی وہ اس کہنے والے کی بات کے صحیح اور غلط ہونے کے بارے میں فرما رہے ہیں نہ کہ اس روایت کے بارے میں یہ روایت صحیح ہے اگر وہ اس روایت کی صحت کے بارے میں فرماتے، تو عبارت یہ ہوتی:

''فقد صح انه صلى الله عليه وسلم اذن مرة فى سفر فقال ذلك''

''یہ درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر میں ایک بار اذان دی تو یہ فرمایا''

فاضل بریلوی نے اس فرق کا لحاظ رکھا ہے اس لیے ہوشیاری سے انہوں نے فقط اشارہ کا لفظ استعمال کیا۔

''کہ ابن حجر مکی نے اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے۔''

پھر اس اشارہ پر بنیاد رکھ کر فاضل بریلوی نے حسب ذیل نتیجہ نکال ڈالا ہے:

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

''کیوں کہ تحفہ ابن حجر میں مذکورہ عبارت آگئی ہے، لہٰذا آنجناب کا خود اذان دینا ثابت ہوگیا اور اس اذان میں اشهد انى رسول الله آپ نے فرمایا ہے اور اشهد انى رسول الله فرمانا نص مفسر ہے، جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہوتی اور امام نووی نے اس روایت کو جو تقویت دینی چاہی ہے اسے اس سے تقویت پہنچتی ہے۔''

ارے بھائی نص کا مفسر ہونا اور مجمل ہونا وغیرہ سب کا مدار اس پر ہے کہ اس کا نص ہونا یعنی حدیث ہونا تو ثابت ہو، اسے ثابت کرنے

کے لیے خود (لفظ اشار) اشارہ سے فائدہ اٹھار ہے ہیں اور پھر لحظہ بھر بعد اسے نص مفسر قرار دے رہے ہیں۔

آپ حضرات نے یہ مثال اعلیٰ حضرت کی فقاہت ثابت کرنے کے لیے دی ہے، لیکن اس سے ان کی جلد بازی اور علم حدیث میں کمزوری کے سوا کوئی چیز ظاہر نہیں ہو رہی!!!!

آپ حضرات کے لکھنے کا مطلب تو یہ تھا کہ علامہ شامی نے ایک جگہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی رائے لکھ دی اور دوسری جگہ انہوں نے صاحب تحفہ کی رائے لکھ دی پھر بھول گئے اور فاضل بریلوی نے اسے پکڑ لیا اور علامہ شامی کو ان کے لکھے ہوئے کے تحت قائل کر لیا، یعنی فاضل بریلوی کی دقتِ نظر، وسعت علم وحافظہ دکھانا چاہتے تھے، لیکن سب کچھ آپ کے سامنے ہے کہ کیا ثابت ہو رہا ہے اور ان کی دلیل کی بنیاد فقط "اشار" پر ہے۔ جو نہایت کمزور ہے اس لیے کہا جائے گا کہ علامہ شامی کا رجحان اپنی جگہ قائم رہا اور سب کچھ دیکھ کر جو ان کی رائے تھی وہ انہوں نے ایک مستقل باب میں ذکر کر دی تھی۔

**مطلب هل باشر النبی ﷺ الاذان بنفسه** اور وہاں حافظ ابن حجر عسقلانی جیسے بلند پایہ محدث کی بات لکھ دی تھی۔

یہ نہ سمجھئے کہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اذان نہیں دی یا اس کے قائل ہیں کہ آپ نے اذان دی، ہم تو صرف فاضل بریلوی کے اندازِ تفقہ کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں!!!!

## مایہ ناز تحقیق کا حال مسئلہ تقبیل ابہامین:

"فقہی مقام" رسالہ میں تقبیل ابہامین کا مسئلہ بھی اٹھایا گیا ہے، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے فتویٰ میں تحریر فرمایا ہے:

اول تو اذان ہی میں انگوٹھے چومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں اور جو کچھ بعضے لوگوں نے اس بارہ میں روایت کیا ہے وہ محققین کے نزدیک ثابت نہیں...... الخ" (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۵۹)

حضرت تھانوی کے فتویٰ پر فاضل بریلوی نے جو اعتراضات کیے، ان میں سے منتخب کر کے فقہی مقام میں لکھے گئے ہیں، اس مسئلہ میں ہم ان ہی کے پیش کردہ چیدہ نکات آپ کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں:

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

اس باب میں کوئی صحیح مرفوع حدیث وارد نہیں۔

تقبیل ابہامین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔

فاضل بریلوی کو اس کے ثبوت کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث مع سند مفصل نقل کرنی چاہیئے تھی، اگر وہ صحیح ثابت کر دیتے تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ ضرور رجوع فرما لیتے اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اختلاف نہ فرماتے، مسئلہ واضح ہو جانے پر فوراً رجوع کر لینا ان کی خاص عادت تھی، مگر اس کے برعکس فاضل بریلوی یہ بھی اعتراف کر رہے ہیں کہ حدیث صحیح موجود نہیں ہے، کیوں کہ وہ لکھتے ہیں: صحیح حدیث کی نفی سے معتبر حدیث کی نفی سمجھ لینا (غلط ہے) اور فضائل اعمال میں احادیث معتبرہ بالاجماع کافی ہیں، اگرچہ صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں، ان کی مکمل عبارت ایک دو سطر بعد آ رہی ہے۔

## فاضل بریلوی کی اصطلاحاتِ حدیث سے بے خبری:

فاضل بریلوی نے اس مقام پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علم حدیث سے واقفیت پر طعن کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''صحیح حدیث کی نفی سے معتبر حدیث کی نفی سمجھ لینا جیسا کہ تھانوی صاحب نے اس فتویٰ میں کہا ہے کہ تقبیل فی الاذان کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ہے، فن حدیث سے جہالت پر مبنی ہے، کتب رجال میں جا بجا مذکور ہے، **یعتبر به ولا یحتج به** اور فضائل اعمال میں احادیث معتبرہ بالاجماع کافی ہیں، اگر چہ صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں۔'' (اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام: ۳۴ سطر ۵ تا ۹)

یہ عبارت فاضل بریلوی اور مقالہ نگاروں دونوں ہی کی اصطلاحات حدیث سے بے خبری اور ناواقفیت کی دلیل ہے، انہوں نے بڑی فاش غلطی کی ہے کہ **یعتبر به** کا ترجمہ یہ سمجھا ہے کہ اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ یعنی **یعتبر به** کو اردو میں معتبر اور غیر معتبر کے ہم معنیٰ سمجھ رہے ہیں، حالانکہ یہ علم حدیث کی ایک خاص اصطلاح ہے اور **یعتبر به** کا صحیح مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث اصول حدیث میں ذکر کردہ ''اعتبار'' کے کام میں لائی جا سکتی ہے اور اسے بطور حجت و دلیل پیش نہیں کیا جا سکتا، اگر یہ کہنا مقصود ہوتا کہ معتبر ہے تو عربی میں ''بہ'' کے لانے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر اعلیٰ حضرت زور کلام میں بے سمجھے فرماتے چلے جا رہے ہیں، احادیث معتبرہ بالاجماع کافی ہیں۔

## فاضل بریلوی کی اصولِ حدیث سے ناواقفیت کی تشریح:

آپ اصول حدیث کی کتابیں اٹھا کر دیکھیں، امام نووی رحمہ اللہ نے تقریب میں اور اس کی شرح تدریب الراوی میں حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اس اصطلاح کو سمجھانے کے لیے مستقل عنوان قائم کیا ہے:

**''النوع الخامس عشر معرفة الاعتبار والمتابعات والشواهد هذه امور يتداولها اهل الحديث (يتعرفون بها حال الحديث) ينظرون هل تفرد به راويه ام لا۔ وهل هو معروف اولا فالاعتبار ان يأتي الى حديث لبعض الرواة فيعتبره بروايات غيره من الرواة بسبر طرق الحديث ليعرف هل شاركه في ذلك الحديث راو غيره فرواه عن شيخه اولا؟ فان لم يكن فينظر هل تابع احد شيخ شيخه فرواه عمن روى عنه؟ وهكذا الى اخر الاسناد وذلك المتابعة فان لم يكن فينظر هل اتى بمعناه حديث اخر وهو الشاهد فان لم يكن فالحديث فرد فليس الاعتبار قيما للمتابع والشاهد بل هو هيئة التوصل اليهما فمثال الاعتبار ان يردى حماد بن سلمة (مثلا حديثا لايتابع عليه عن ايوب عن ابن سيرين عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم فينظر هل رواه ثقة غير ايوب عن ابن سيرين فالم يوجد) ثقة غيره (فغير ابن سيرين عن ابي هريرة والا) اى وان لم يوجد ثقة عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم فاى ذلك وجد علم) به (ان له اصلا يرجع اليه و الا) اى وان لم يوجد شيء من ذلك (فلا) اصل له۔ كالحديث الذى رواه الترمذى من طريق حماد بن سلمة عن ايوب عن ابن سيرين عن ابي هريرة اراه رفعه احبب حبيبك هونا ما الحديث قال الترمذى غريب لانعرفه بهذا الاسناد الا من هذا الوجه اى من**

**وجه يثبت والا فقد رواه الحسن بن دينار عن ابن سيرين والحسن متروك الحديث لا يصلح للمتابعات۔**

(تدریب الراوی: ص ۱۵۱، ۱۵۲)

پندرہویں نوع اعتبار اور متابعات اور شواہد کی پہچان کے بیان میں ہے، یہ وہ امور ہیں جنہیں محدثین استعمال کرتے ہیں، جن سے وہ حدیث کا حال پہچانتے ہیں، وہ یہ غور کرتے ہیں کہ کیا راوی حدیث اس حدیث کو نقل کرنے میں اکیلا ہے یا نہیں، اور یہ کہ وہ خود بھی معروف ہے یا نہیں؟ پس اعتبار کا طریقہ یہ ہے کہ کسی (ایک) راوی کی حدیث کو اس کے علاوہ دوسرے راویوں کی حدیثوں سے ملا کر دیکھنا (اس طرح کہ) اس حدیث کی دوسری سندوں کو (تلاش کر کے) گہری نظر ڈالی جائے، تاکہ یہ پتہ چل سکے کہ آیا اس حدیث میں اس راوی کا کوئی اور بھی ساتھی (استاد بھائی) ہے جس نے استاد سے وہ حدیث روایت کی ہو یا نہیں ہے اگر نہ ہو تو یہ دیکھیں کہ کیا یہ روایت کسی نے اس کے استاذ الاستاد سے لی ہے یا نہیں؟ اسی طرح او پر تک (اس کے استادوں اور ان کے ساتھیوں کو ایک حدیث کے لیے دیکھتے چلے جائیں گے) اس کا نام اصولِ حدیث میں متابعت ہے۔ اگر اس حدیث میں کہیں بھی ساتھی راوی او پر تک نہ مل سکیں تو پھر یہ تلاش کیا جائے کہ کیا اس حدیث کے مضمون کو کسی محدث نے دیا ہے یا نہیں؟ اگر ہم معنیٰ حدیث مل جائے (چاہے الفاظ بدلے ہوئے ہوں) تو اس حدیث کو شاہد کہیں گے اور ہم معنیٰ حدیث بھی نہ ملے تو یہ حدیث فرد کہلائے گی، پس اعتبار متابع اور شاہد کا قسیم (ہر قسم) نہیں ہے بلکہ یہ متابع اور شاہد تک پہنچنے کے لیے جو کچھ کیا جاتا ہے اس کا نام ہے۔

پس اعتبار کی مثال یہ ہے کہ مثلاً حماد بن سلمہ کوئی ایسی روایت بیان کر رہے ہوں کہ جس میں ان کا کوئی ساتھی عن ایوب عن ابن سیرین عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ وہ روایت نقل کر رہا ہو تو یہ دیکھا جائے گا کہ ان کے استاد ایوب کے سوا کوئی اور قابل اعتماد راوی ابن سیرین رحمہ اللہ سے یہ حدیث لے رہا ہے یا نہیں؟ اگر ایوب کے ساتھیوں میں ان کے سوا کوئی ثقہ راوی نہ ملے تو پھر ان کے استاد ابن سیرین کے ساتھیوں میں کوئی محدث تلاش کریں گے، جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ کی یہ روایت نقل کر رہا ہو، ان میں سے جس طرح بھی حدیث پائی جا رہی ہو، اس سے جان لیا جائے گا کہ اس حدیث کی اصلیت ہے، اس کی طرف رجوع کیا جائے گا ورنہ اگر ان میں سے کوئی چیز نہ پائی جائے تو یہ حدیث بے اصل مانی جائے گی جیسے ترمذی شریف کی روایت جو انہوں نے حماد بن سلمہ عن ایوب عن ابن سیرین عن ابی ہریرہ اراہ رفعہ کہہ کر نقل کی ہے کہ اپنے دوست سے ہلکی ہلکی محبت رکھو، الحدیث۔ امام ترمذی نے اس پر فرمایا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے یعنی صرف اسی سند سے یہ حدیث قابل ثبوت طریقہ سے ملی ہے (اس کی دوسری کوئی سند قابل اعتماد نہیں ورنہ یوں تو یہی حدیث حسن بن دینار ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں لیکن حسن متروک الحدیث ہیں ان کی روایت متابعت کے قابل نہیں ہوتی۔

اسی طرح مقدمہ ابن صلاح میں ہے **النوع الخامس عشر معرفته الاعتبار والمتابعات والشواهد۔**
پندرہویں نوع اعتبار او رمتابعات اور شواہد کی پہچان کے بیان میں۔ (مقدمہ ابن اصلاح ص ۷۴)

تدریب الراوی اور مقدمہ ابن اصلاح تو بہت مفصل کتابیں ہیں، بخاری شریف کے شروع میں جو مقدمہ ہے، اس میں ہی ص ۱۱ پر دیکھ لیں کہ ''اعتبار'' کسے کہتے ہیں۔

میں نے یہاں تدریب الراوی کی پوری عبارت لکھ دی ہے اور اس کا مفہوم بھی تاکہ طلبہ مستفید ہوں اور علماء فاضل بریلوی کی علم حدیث میں بصیرت کا تماشہ دیکھیں، فاضل بریلوی اصولِ حدیث سے اس درجہ ناواقف تھے جیسا کہ آپ کے سامنے ہے، مگر آپ انہیں پھر بھی امام مجتہد فی المذہب بنانے کی فکر میں ہیں، اپنے دل میں ذرا غور کیجیے کہ ایسا کم علم شخص کیا مفتی بھی ہو سکتا ہے؟ چہ جائیکہ وہ مجتہد فی المذہب بنے اور اپنے قیاس سے نئے نئے مسائل نکالے!!!!

**لا حول ولا قوۃ الا باللہ**

غرض حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے لیے اعلیٰ حضرت کی طرف سے اور آپ حضرات کی طرف سے یہ جواب ہونا چاہیئے تھا کہ حدیث شریف کی سند یہ ہے اور یہ سند قابل احتجاج ہے، کیوں کہ اذان ایسا شعار نہیں ہے جو سر عام نہ ہوتا ہو اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت ایسی نہیں ہے، جس کا عمل سینکڑوں ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے سامنے نہ ہوا ہو، اس لیے ان کے عمل کی روایت کرنے والے بہت لوگ ہونے چاہئیں اور آپ کو بہت سی روایتیں سامنے لانی چاہیئے تھیں نہ کہ صرف ایک حدیث جس کے بارے میں صدیوں پہلے سے محدثین صرف موضوع (من گھڑت) ہونے نہ ہونے پر ہی بحث کرتے رہے ہوں!!!!

(ہمارے پاس مسند ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے جس میں آپ کی ساری روایات جمع کی گئی ہیں، ان میں اذان کے وقت یہ کلمات اور انگوٹھا چومنے کی روایت ہی نہیں ہے)

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت کے بارے میں حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں **ولا یصح** یعنی یہ موضوع (کسی کی من گھڑت) ہے۔ (الموضوعات الکبیر لملا علی قاری ص ۱۰۸)

کیوں کہ موضوع حدیثوں کے بیان میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں **لا یصح، لا یثبت، یا لم یصح** وغیرہ سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ موضوع ہے، لہٰذا یہاں **لا یصح** کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ ثابت ہی نہیں (کسی کی من گھڑت ہے) موضوع ہے نہ کہ ضعیف، دیکھیے مقدمہ **المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع** جو ملا علی قاری رحمہ اللہ کی تصنیف ہے ص ۱۰ مطبوعہ حلب اس کے بعد ملا علی قاری لکھتے ہیں:

**واوردہ الشیخ احمد الرداد فی کتابہ موجبات الرحمۃ بسند فیہ مجاھیل مع انقطاعہ عن الخضر علیہ السلام،** یعنی یہ روایت شیخ احمد رداد نے اپنی کتاب موجبات الرحمہ میں حضرت خضر علیہ السلام سے ایسی سند سے دی ہے کہ جس میں مجہول راوی ہیں اور سند بھی منقطع ہے۔

پھر ملا علی قاری حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روایت پر عمل کو جائز لکھ کر لکھتے ہیں کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نہ اس پر عمل کرے اور نہ اس پر عمل کرنے والے کو منع کیا جائے۔

پھر لکھتے ہیں: ''**وغرابتہ لا تخفی علی ذوی النھی**'' (الموضوعات الکبریٰ ص 108)، یعنی ''اس روایت کی غرابت سمجھ دار آدمی پر مخفی نہیں ہے۔''

یعنی چاہے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردہ روایت ہی ہو وہ بھی غریب ہے، کیونکہ صحیح ترین احادیث مقدسہ میں مثلاً بخاری شریف وغیرہ میں یہ مسئلہ وضاحت سے آتا ہے کہ جب موذن اشہدان محمد رسول اللہ کہے تو سننے والے بھی جواب میں اشہدان محمد رسول اللہ کہیں، اس سے زیادہ کچھ کہنا حدیث کی مشہور کتابوں میں کہیں نہیں آیا ہے، اگر امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابو داؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام طحاوی اور ائمہ کرام یعنی امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ سے یہ حدیث مخفی رہ گئی ہے، تو اب اسے ظاہر فرمائیں، علم حدیث کسی کے گھر کا نہیں ہے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے سامنے جب دلیلیں آتیں تو وہ کہاں جاتے اور چلیے اب روایت اور راوی حضرات کے بارے میں آپ ہی لکھیں، تا کہ اس میں اختلاف ختم ہو، صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے کس کی مجال ہو سکتی ہے کہ انکار کرے، بلکہ انگوٹھے نہ چومے، مگر فاضل بریلوی اجتہادی رنگ میں قیاس پر قیاس کرتے چلے گئے اور انہوں نے تکبیر میں بھی انگوٹھے چومنے جائز قرار دیے، حالانکہ پہلے حدیث کے ثبوت کی کوشش تو کی ہوتی!!!!

## آنکھوں کے بارے میں ایک حدیث:

دیکھیے! ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب رسالت مآب ﷺ نے ایک نابینا صحابی کو بینائی درست ہونے کے لیے دعا تعلیم فرمائی اور طریقہ یہ بتلایا کہ دو رکعت نماز پڑھ کر جناب رسالت مآب ﷺ کے توسل سے دعا مانگیں اور یہ کلمات تعلیم فرمائے:

"**اللھم ان اتوسل الیك بمحمد نبی الرحمة یا محمد انی قد توجهت بك الی ربّی فی حاجتی اللھم فشفعه فِیَّ**" یعنی "اے اللہ! میں تیرے دربار میں محمد ﷺ کے وسیلہ سے جو نبی رحمت ہیں (دعا کرتا ہوں) اے محمد میں اپنے پروردگار کی طرف آپ کے ذریعہ اور وسیلہ سے اپنی حاجت روائی کے لیے متوجہ ہوتا ہوں، اے اللہ! تو ان کو میرے حق میں مقبول الشفاعت فرما۔"

ان نابینا صحابی نے اس پر عمل کیا ان کی بینائی لوٹ آئی۔

یہ حدیث متعدد معتبر کتب حدیث میں آئی ہے اور ابن ماجہ میں بھی ہے ابن ماجہ نے اس روایت کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

کہنا یہ ہے کہ اس حدیث پر علماء دیوبند کا عمل ہے، کیونکہ حدیث ثابت ہے اور روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ بعد میں ان صحابی نے کسی اور ضرورت مند کو یہ دعا رسول کریم علیہ السلام کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد تعلیم فرمائی، لہٰذا علماء دیوبند کبھی یہ نہیں کہیں گے کہ یہ بدعت ہے اور تقبیل ابہامین کی روایت کا حال جو کتابوں میں موجود ہے وہ ہم نے لکھا اب آپ اس کی صحیح سند لائیں، تا کہ مذکورہ بالا حدیث توسل کی طرح سب اس کے قائل ہو جائیں اور عمل کریں!!!!

## محدثین وفقہاء کا ضعیف حدیث سے استدلال کا قاعدہ:

آپ حضرات فاضل بریلوی سے لے کر اب تک یہ کہتے چلے آئے ہیں کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل ہو سکتا ہے اور اسی قاعدہ پر آپ کے دس گیارہ اختلافی مسائل کی بنیاد ہے، گویا بریلویت کی عمارت اسی پر اٹھائی گئی ہے لہٰذا اس کا صحیح قاعدہ بھی یہاں ذکر کرنا ضروری ہے اور مفید معلوم ہوتا ہے تا کہ واضح ہو سکے کہ بریلوی علماء اس کے استعمال کو عام کر کے بہت بڑی غلطی کرتے ہیں، امام جلال الدین

سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (ان کی عبارت اور ساتھ ہی تقریبی ترجمہ لکھا جاتا ہے)

**"(و یجوز عند اهل الحدیث وغیرهم التساهل فی الاسانید) الضعیفة {ورواية ما سوى الموضوعات من الضعیف والعمل به من غیر بیان ضعفه فی غیر صفات الله تعالیٰ} وما یجوز ویستحیل علیه وتفسیر کلامه (و الاحکام کالحلال والحرام وغیرهما وذلك کالقصص وفضائل الاعمال والمواعظ وغیرهما مما لا تعلق له بالعقائد والاحکام) و ممن نقل عنه ذلك ابن حنبل وابن مهدی وابن المبارك قالوا اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوها تساهلنا"**

**ترجمہ:** محدثین وغیرہم کے نزدیک ضعیف السند روایتوں میں سہولت دینا جائز ہے اور موضوع (گھڑی ہوئی) روایتوں کے علاوہ ضعیف روایتوں کو بیان کرنا اور ان کے ضعیف ہونے کی تصریح نہ کرنا (بھی جائز ہے) (بشرطیکہ) یہ ایسی روایتیں ہوں کہ جن میں حق تعالیٰ کی صفات کا ذکر نہ ہو اور یہ (نہ ہو) کہ یہ بات تو حق تعالیٰ کے بارے میں خیال کرنا درست ہے اور یہ بات محال ہے اور تفسیر کلام پاک اور احکام جیسے حلال وحرام وغیرہما کا اس سے تعلق نہ ہو اور اس کی صورت یہ ہے کہ روایت میں مثلاً قصے اور فضائل اعمال اور وعظ وغیرہ ایسی چیزوں کا ذکر ہو کہ جن کا تعلق عقائد اور احکام سے نہ ہو، جن حضرات سے یہ قاعدہ منقول ہے ان میں امام احمد بن حنبل، ابن مہدی، ابن مبارک ہیں، ان حضرات نے فرمایا ہے کہ جب ہم کوئی روایت حلال وحرام کے بارے میں پڑھاتے ہیں یا لکھتے ہیں تو اس میں ہم سختی کرتے ہیں اور جب فضائل اعمال جیسی چیزیں بیان کرتے ہیں تو اس میں نرمی کرتے ہیں۔

پھر تنبیہ فرماتے ہیں:

**تنبیه:**

**"وذكر شیخ الاسلام له ثلاثة شروط احدها ان یکون الضعف غیر شدید فیخرج من انفرد من الکذابین والمتهمین بالکذب ومن فحش غلطه نقل العلائی الاتفاق علیه الثانی ان یندرج تحت اصل معمول به الثالث ان لایعتقد عند العمل به ثبوته بل یعتقد الاحتیاط وقال هذان ذکرهما ابن عبدالسلام وابن دقیق العید"**

(تدریب الراوی ص ۱۹۶)

"اور شیخ الاسلام نے ضعیف حدیث بیان کرنے کی تین شرطیں ذکر کی ہیں، ایک تو یہ کہ اس کا ضعف شدید نہ ہو، لہٰذا جھوٹے راویوں میں سے اور ایسا راوی جس پر جھوٹے ہونے کا الزام ہو اور ایسا محدث جو فحش غلطیاں کرتا ہو، جب اکیلا روایت کرے گا تو اس قسم کے سب راویوں کی روایت (اس شرط کے تحت) خارج ہو جائے گی، حافظ علائی رحمہ اللہ نے اس شرط پر سب کا اتفاق نقل کیا ہے، ضعیف کو قبول کرنے کی دوسری شرط یہ ہے کہ وہ کسی معمول بہ حدیث اور قاعدہ کے تحت آتی ہو، تیسری شرط یہ ہے کہ اس پر

عمل کرنے میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ یہ حدیث سے ثابت ہے، بلکہ احتیاطاً (مثلاً گناہ سے بچنے کے لیے) اس پر عمل کرے شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ دو شرطیں ابن عبدالسلام اور ابن دقیق العید نے بیان کی ہیں۔ (تدریب الراوی، حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ)

مثلاً حنفی مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں اتنی زور سے ہنسے کہ آس پاس کے لوگ ہنسی کی آواز سن لیں تو اس کی نماز بھی ٹوٹ جائے گی اور وضو بھی، (اب اس وضو سے نماز نہیں ہوگی) کیونکہ یہ مسئلہ حدیث مرسل صحیح میں آیا ہے اور باقی ضعیف روایات تو آٹھ دس ہیں، لیکن شافعی حضرات کہتے ہیں کہ وضو نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ یہ مسئلہ کسی ایسی حدیث میں نہیں آیا ہے جو مرفوع بھی ہو اور صحیح بھی ہو، ایسی صورت میں جو شافعی حضرات مذکورہ قاعدہ پر تقویٰ کی وجہ سے عمل کرنا چاہیں گے وہ کہیں گے کہ دوبارہ وضو کر لینا بہتر ہے۔

یہی قاعدہ حدیث کے علاوہ اقوال ائمہ میں بھی جاری ہے، مثلاً مس مرأۃ سے، مس ذکر سے، مامستہ النار سے، نکسیر سے اور کہیں سے بھی خون نکل کر بہہ جانے اور بڑی قے سے وضو کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سب اپنے اپنے امام کے علاوہ دوسرے امام کے قول پر جو ان کے نزدیک اپنے امام کے قول سے لامحالہ ضعیف ہوگا احتیاطاً عمل کریں، (یہ مسئلہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی سب حضرات کے نزدیک مسلم ہے)

شافعی حضرات کے نزدیک خون کے نکلنے سے وضو نہیں جاتا اور یہی قول ان کے نزدیک قوی ہے، مگر شافعی مسلمان کو چاہیئے کہ دوسرے ائمہ کے قول پر احتیاطاً عمل کر کے وضو کرے ایسا کرنا اس کے لیے مستحب ہے۔

مس مرأۃ یعنی عورت کو ہاتھ لگ جانے سے چاہے وہ کوئی بھی ہو شافعی حضرات کے نزدیک مرد کا وضو جاتا رہتا ہے، حنفی حکیم اگر عورت کی نبض دیکھے تو اس کے لیے دوبارہ وضو کرنا مستحب ہے، حنفی حکیم کے نزدیک حنفی قول قوی ہے اور شافعی مسلک ضعیف ہے، مگر احتیاطاً وضو کرے تو یہ اچھی پسندیدہ بات (مستحب) ہے۔

## فاضل بریلوی کی مبالغہ آرائی اور فریب دہی:

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

''تھانوی صاحب نے سلب کلی کر دیا کہ اذان میں تقبیل کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں حالانکہ ایک ہزار سے زیادہ کتب فقہ میں یہ روایت موجود ہے۔'' (اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام ص ۳۵ سطر 7،6،5)

گزارش یہ ہے کہ فاضل بریلوی کی عادت تھی کہ وہ پر جوش کلمات لکھتے تھے، اسی طرح انہوں نے یہاں بھی لکھ دیا ہے، کئی سو سال سے قدوری، کنز الدقائق شرح وقایہ اور ہدایہ کی ہر چہار جلد فقہ حنفی میں تمام مدارس میں دیوبندی ہوں یا بریلوی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں، ان میں تو یہ مسئلہ کہ اذان میں انگوٹھے چومے کہیں نہیں ہے، معلوم نہیں وہ ہزار سے زیادہ کتب فقہ کون سی ہیں، ان میں سے آپ ہزار نہیں، صرف ایک سو فقہ کی ایسی معتبر کتابوں کا حوالہ لکھ دیں، جو متقدمین کی لکھی ہوئی ہوں، انگریزی اختلافی دور سے پہلے کی ہوں ورنہ ایسی مبالغہ آرائیوں کے فریب میں آنا چھوڑ دیں اور خود بھی فریب دہی سے تائب ہوں، لیکن بریلوی عالموں نے کسی قاعدہ کو نہیں مانا، اپنی خواہش کو سب سے بڑا قاعدہ سمجھا!!!!!

انہوں نے یہ ظلم کیا کہ:

(1)......ایسی روایات کو جن کے ضعیف ہونے میں بھی کلام ہے، ان کے بارے میں محدثین کے ایک بڑے طبقہ کی یہ رائے رہی ہے کہ یہ ضعیف نہیں، بلکہ موضوع (بے اصل کسی کی گھڑی ہوئی) روایت ہے، بڑھا کر حدیث ضعیف کا درجہ دے دیا۔

(2)......پھر اس پر عملاً اتنا تشدد کیا گیا کہ لوگ اسے ہی دین سمجھنے لگے اور عقیدہ کا جزو بنالیا۔

(3)......اس پر عمل نہ کرنے والوں کی اس قدر مذمت کی کہ انہیں اسلام ہی سے نکال دیا اور (معاذ اللہ) گستاخ رسول کہنا شروع کر دیا اور امت میں تفریق کا بیج بو دیا۔

اب آپ ہی خدا کے حضور پیش ہونے کا خیال کر کے غور کریں کہ آپ دوسروں کو جس وجہ سے حقیر نظروں سے دیکھتے ہیں، بُرے بُرے ناموں سے یاد کرتے ہیں، انہیں کافر سمجھتے ہیں، اس کی جڑ بنیاد ہے ہی کیا؟ صرف ایسی ہی کمزور ترین یا موضوع حدیثیں یا پھر احمد رضا خان صاحب کا قیاس و اجتہاد!!!!

ایسی کمزور دلیل و قیاس پر اتنا بھروسہ کرنا کہ اسے دین سمجھنے لگیں، کیسی بڑی غلطی ہے، انگوٹھے چومنے کی، اس بحث میں آپ نے فاضل بریلوی کے چیدہ نکات میں شامل کر کے ان کا پیش کردہ قاعدہ لکھا ہے کہ:

**"لا یلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذ لابد لها من دليل خاص"** (فقہی مقام ص ۳۶،۳۵

بحوالہ بحر الرائق ج ۲ ص ۱۷۶) یعنی ترک مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی کیونکہ اس کے لیے دلیل خاص کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس قاعدہ سے آپ کو کیا فائدہ پہنچا؟ آپ کا دعویٰ تو یہ ہے کہ اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھا چومنا مستحب ہے اور اس قاعدہ سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ جو انگوٹھے نہ چومے اس نے ترک مستحب کیا اور انگوٹھے نہ چومنے کو مکروہ کہنے کے لیے الگ خاص دلیل ہونی چاہیئے، اس سے تو فاضل بریلوی نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے موقف کو تقویت دی ہے اور انگوٹھے نہ چومنے کو کراہت سے بھی نکال دیا ہے، اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ فاضل بریلوی بکثرت فقہی قاعدوں کا بے محل استعمال کرتے ہیں، یہ بات ان کی تحریرات اور فتاویٰ سے ظاہر ہے، کم از کم اب بعد میں لکھنے والے صاحب کو تو سوچنا ہی چاہیئے تھا کہ کیا لکھا جا رہا ہے آپ فاضل بریلوی کی بات ثابت کرنے کے لیے مضمون لکھ رہے ہیں یا حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی بابت ثابت کرنے کے لیے!!!!

## انگوٹھے چومنے والی روایت:

خان صاحب انگوٹھے چومنے والی روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ اگرچہ صحیح نہیں ہے، مگر صحیح سے حسن کی نفی نہیں ہوتی اور اگر بالفرض حدیث ضعیف ہو تو حدیث ضعیف بالاجماع مقبول ہیں، (ملخصا منیر العینین ص ۴، مکتبۃ المدینہ)

یہ خان صاحب کی اصول حدیث سے نری جہالت ہے اس لئے کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنے کیلئے تین شرائط ہیں:

پہلی شرط اتفاقی ہے کہ ضعف شدید سے خالی ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ وہ روایت دین کے اصل عام کے تحت داخل ہو اور تیسری شرط یہ ہے کہ روایت پر عمل کرتے وقت ثبوت حدیث کا اعتقاد نہ ہو۔ (القول البدیع ص ۴۹۶)

اور تقبیل ابہامین والی روایت کا سرے سے اس کا کوئی ثبوت ہی نہیں، جبکہ عوام نے اسے ضروری سمجھ کر سنت نبوی ﷺ و صدیقی ؓ سمجھ کر اسے ادا کرتے ہیں اور منع کرنے والوں پر زجر و توبیخ اور لعنت و ملامت کرتے ہیں، خان صاحب نے اس روایت کے ثبوت

میں جو خامہ فرسائی کی ہے، بندے نے اس کے متعلق ایک مقالہ سپرد قلم کیا تھا، جو ندائے دارالعلوم دیوبند میں شایع ہوا، یہاں اسے ہی پیش کیا جار ہا ہے۔

ما قبل میں حامد میاں صاحب نے جو خان صاحب پر جرح کی اس میں کہا کہ موضوعات کی کتب میں **لا یصح** سے مراد موضوع ہی ہوتا ہے، اس پر حسام الحرمین میں مخالفین کی نظر میں کہا گیا کہ اعلیٰ حضرت نے اس پر بڑا تفصیلی کلام کیا کہ **لا یصح** موضوع ہونے کو مستلزم نہیں، غرض ہے کہ واقعی عام کتب حدیث میں **لا یصح** موضوع کو مستلزم نہیں، لیکن مولانا حامد میاں صاحبؒ یہ بات موضوعات کے حوالے سے کہہ رہے ہیں، جہاں **عموماً لا یصح** سے مراد موضوع ہی ہوتا ہے اور انہوں نے اس پر المصنوع کا حوالہ بھی دیا جیسا کہ تفصیل سے آگے آرہا ہے، پھر خان صاحب نے روایت کے موضوع ہونے کے جو اسباب لکھے اس کے مطابق بھی یہ روایت موضوع ہی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اس کی نقل و خبر مشہور و مستفیض ہو جاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتہ نہیں"۔ (منیر العینین، ص ۴۴۳، مکتبۃ المدینہ)

اب اذان دن میں پانچ دفعہ دی جاتی ہے، یہ عمل بھی سب سے عظیم المرتبت صحابی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حوالے سے ہے اور بشارت بھی بہت بڑی، اذان کے متعلق دیگر مسنون اذکار معروف مشہور ہیں پس اگر واقعۃً ایسی کوئی روایت ہوتی تو اس کی نقل ضرور متواتر یا مستفیض ہوتی، مگر پانچویں صدی میں اس کو علامہ سخاوی نقل کر رہے ہیں اور وہ بھی بلا سند اور یہی اس کا اولین ماخذ ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ خود خان صاحب فتاویٰ رضویہ میں لکھتے ہیں:

"یقین عادی کی رو سے کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام و تابعین اعلام و ائمہ عظام رضی اللہ عنہم کو خود بھی عارض ہوا ہو، ایسی عموم بلویٰ کی چیز میں اگر نقض وضو کا حکم ہوتا تو ایک جہاں اس سے مطلع ہوتا، مشہور و مستفیض حدیثوں میں اس کی تصریح آئی ہوتی"۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۱، ص ۴۴)

یہی بات ہم کہتے ہیں کہ اذان ایک مشہور و عموم بلویٰ کی چیز ہے، اگر اس میں صحابہ انگوٹھے چومتے تو ایک زمانہ اس سے مطلع ہوتا، اس کا ذکر مشہور و مستفیض حدیثوں میں آتا، مگر ایک بے سند روایت میں اس کا آنا ہی اس کے وضعی ہونے کا پتہ دے رہی ہے!!!!

بہر حال ہمارے نزدیک یہ حدیث ثابت ہی نہیں جیسا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق فرمایا کہ غیر ثابت ہے!!!!

# اذان میں نامِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن کر انگوٹھے چومنے والی روایت کی تحقیق

ہمارے ارد گرد ایسی بہت سی حدیثیں زبان زد عام ہیں جن کا ثبوت موجود نہیں، چنانچہ محدثین کرام ان روایتوں کو صاف الفاظ میں بے اصل اور غیر ثابت شدہ قرار دیتے ہیں، کیونکہ مسلّمہ قاعدہ ہے کہ کسی بھی کلام اور کلمات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب ایک خاص اصل اور قاعدے سے منسوب کیا جا سکتا ہے، جسے "اسناد" کہتے ہیں اس اسناد میں موجود راویوں کے حالات، ان کے مابین اتصال اور انقطاع وغیرہ امور کو دیکھ کر حفاظِ حدیث ہر حدیث کو اس کا فنی مقام دیتے ہیں، اس چھان بین میں بعض حدیثوں کو وہ بے اصل قرار دیتے ہیں، لہٰذا ایسی حدیثوں کو بیان کرنا جائز نہیں، اسی سلسلے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت ہے، جس میں اذان کے

وقت انگوٹھے چومنے کا ذکر ہے، اس عنوان کے تحت ہم اسی روایت کی تحقیق کریں گے۔

## تحقیق کا خلاصہ:

۱۔ روایت کے مصادر اصلیہ

۲۔ روایت کے متعلق آئمہ کے اقوال

۳۔ تحقیق کا خلاصہ

## روایت کے مصادر اصلیہ:

اس روایت کا مصدر اصلی حضرت ابوشجاع شیرویہ بن شہردار الہمدانی الدیلمیؒ (المتوفی ۵۰۹) کی ''مسند الفردوس'' ہے، مگر ہمیں مسند دستیاب نہیں، لہٰذا اب ہم اس روایت کے مصدر ثانی یعنی علامہ سخاری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۰۲ھ) کی **''المقاصد الحسنة''** کی طرف مراجعت کریں گے، علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ **''المقاصد الحسنہ''** (۱) میں **مسند الفردوس** کے حوالے سے حضرت ابوبکر الصدیقؓ کی طرف منسوب یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ:

**"مسح العينين بباطن انملتي السبابتين بعد تقبيلهما عند سماع قول المؤذن: اشهد ان محمد رسول الله مع قوله اشهد ان محمدا عبده و رسوله، رضيت بالله ربا وبالاسلام دينا و بمحمد نبيا ذكره الديلمي في الفردوس، من حديث ابي بكر الصديق: انه لما سمع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله قال هذا و قبل باطن انملتين السبابتين و مسح عينيه، فقال ﷺ من فعل مثل ما فعل خليلي فقد حلت عليه شفاعتي، ولا يصح"**

ترجمہ: دیلمیؒ نے اپنی مسند میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی روایت ذکر کرتے ہیں کہ بے شک جب انہوں نے موذن سے ان کا قول **اشهد ان محمدا** ......الخ تو یہ دعا پڑھی (**رضيت بالله** ......الخ) اور شہادت کی انگلیوں کے پورے باطنی جانب سے چومے اور آنکھوں پر ملے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے میرے دوست کی طرح کیا تو اس کیلئے میری شفاعت حلال ہوگی۔

(علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ) یہ روایت ''صحیح'' نہیں!

حضرت علامہ سخاویؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ایک اور روایت نقل کرتے ہیں کہ:

**"و كذا ما أورده ابو العباس أحمد بن ابي بكر الرداد اليماني المتصوف في كتاب الموجبات الرحمة و عزائم المغفرة بسند فيه مجاهيل مع انقطاعه عن الخضر عليه السلام أنّه من قال حين يسمع المؤذن يقول أشهد أن محمدا رسول الله مرحباً بحبيبي و قرة عيني محمد بن عبدالله ﷺ ثم يقبل ابهاميه و يجعلهما على عينيه لم يرمد ابداً"**

ترجمہ: اور اسی طرح یہ روایت بھی ہے جو صوفی ابو العباس احمد بن ابی بکر یمانی نے کتاب **موجبات الرحمة و عزائم المغفرة** میں ایسی سند کے ساتھ بیان کیا جس میں مجہول راوی ہیں ساتھ ہی ساتھ وہ سند بھی منقطع ہے، حضرت خضر علیہ السلام سے

مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو موذن کو **أشهد أنّ محمدا رسول الله** کہتے وقت سنے اور یہ کہے **مرحبا بحبیبی**...... الخ۔ پھر اپنے انگوٹھوں کو چومے اور دونوں آنکھوں پر رکھ دے اس کی آنکھیں کبھی خراب نہ ہوں گی۔

ان دونوں روایتوں کے بعد حافظ سخاوی ؒ بعض صوفیاء کے مجربات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

**ولا يصح في المرفوع من كل هذا شيء،** ترجمہ: ان تمام حکایات میں سے کوئی بھی چیز مرفوع حدیث سے ثابت نہیں۔

امام سخاوی ؒ کے کلام کی تفصیل و توضیح آگے آرہی ہے۔

علامہ محمد بن طاہر پٹنی ؒ نے اسے **"تذكرة الموضوعات"** (۲) میں نقل کیا ہے۔

ملا علی قاری ؒ نے اسے **"المصنوع"** (۲) اور **"الاسرار المرفوعة"** (۳) میں نقل کیا۔

## روایت کے متعلق ائمہ حدیث کے اقوال:

چونکہ مصدر اصلی میں یہ روایت ہمیں نہیں مل سکی اور جن حضرات نے اسے نقل کیا ہے انہوں نے بھی بغیر سند کے نقل کیا ہے، اب ہم اس روایت کے متعلق ائمہ کے اقوال نقل کریں گے:

## حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

حافظ سخاوی ؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ "**ولا يصح**" (۵)۔

اور حضرت خضر علیہ السلام کی روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

"**فيه مجاهيل مع انقطاعه**" (٦)

اس کی سند منقطع ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں مجہول راوی بھی ہیں۔

اس کے بعد صوفیاء کی چند حکایات و مجربات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"**ولا يصح في المرفوع من كل هذا شيء**" (۷) ترجمہ: ان تمام حکایات میں سے کوئی بھی چیز مرفوع حدیث سے ثابت نہیں۔

## علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

حضرت علامہ عجلونی ؒ (المتوفی ۱۱۶۲ھ) نے بھی اس روایت کو علامہ سخاوی ؒ کے حوالے سے نقل کرنے کے بعد ان کی رائے "**ولا يصح**" (۸) سے نقل کرتے ہیں۔

## علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

علامہ ابن طاہر پٹنی ؒ (المتوفی ۹۸٦ھ) بھی اس روایت کے متعلق یہی فرماتے ہیں "**ولا يصح**" (۹)۔

## علامہ شوکانی کا قول:

علامہ ابن طاہر پٹنی ؒ کے اس قول کو علامہ شوکانی ؒ (۱۲۵۰ھ) نے "**الفوائد المجموعة**" (۱۰) میں بھی نقل کیا ہے۔

## محمد بن درویش محمد بن الحوت رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

محمد بن درویش محمد بن الحوتؒ (المتوفی ۱۲۷۷ھ) نے بھی "اسنی المطالب" میں اس کے متعلق "لا یصح" (۱۱) کہا۔

## محمد بن خلیل الطرابلسی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

محمد بن خلیل الطرابلسیؒ (المتوفی ۱۳۰۵ھ) "اللؤلؤ المرصوع" (۱۲) میں فرماتے ہیں:

"**انکرہ السخاوی و قال کل ما یروی فی ھذا فلا یصح رفعہ ألبتہ**"

علامہ سخاویؒ نے اس حدیث کی صحت کا انکار کیا ہے اور فرمایا کہ اس باب میں جتنی بھی روایات نقل کی جاتی ہیں وہ درست نہیں۔

## علّامہ احمد بن عبد الکریم العامری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

علامہ احمد بن عبد الکریم العامریؒ نے "الجد الحثیث" (۱۳) نقل روایت کے بعد فرماتے ہیں:

"**لا اصل لہ فی المرفوع نعم یروی عن بعض السلف**" ترجمہ: مرفوع طور پر اس روایت کی کوئی اصل نہیں، ہاں بعض سلف سے (ان کے مجربات کے طور پر) منقول ہے۔

## ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

ملا علی قاریؒ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) روایت صدیقؓ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"**لا یصح رفعہ علی ما قال السخاوي**" (۱۴) ترجمہ: یہ روایت مرفوعاً صحیح نہیں جیسا کہ علامہ سخاوی نے فرمایا۔

نیز "الاسرار المرفوعۃ" میں ملا علی قاریؒ ان دونوں روایات کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"**و کل ما یروی فی ھذا فلا یصح رفعہ ألبتۃ قلت اذا ثبت رفعہ علی الصدیق فیکفی العمل بہ لقولہ علیہ السلام علیکم بسنتی و سنۃ خلفاء الراشدین**" (۱۵)

ترجمہ: اس باب میں جو کچھ بھی منقول ہے قطعی بات ہے کہ وہ سب مرفوعاً آپ ﷺ سے صحیح نہیں ہے، میں (ملا علی قاریؒ) کہتا ہوں جب اس حدیث کا رفع حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک صحیح ہوگیا تو حدیث **علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین** (تم پر میری اور میرے خلفائے راشدینؓ کی سنت لازم ہے) کی وجہ سے عمل کیلئے کافی ہوگیا۔

## اہم نکتہ:

ملاعلی قاری رحمہ اللہ کو یہاں علامہ سخاویؒ کے قول کو سمجھنے میں اشتباہ ہوگیا ہے، تفصیل اس کی آگے ان شاء اللہ آرہی ہے، شیخ ابو غدہؒ نے حضرت ملاعلی قاریؒ کی اس بات کا تعاقب کیا ہے:

## حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر شیخ ابو غُدّہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعاقب:

حضرت شیخ عبد الفتاح ابو غدۃ رحمہ اللہ "**المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع للعلامۃ علی القاری**" (۱۶) میں مذکورہ روایت کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

"**و من العجب أنَّ المؤلف لما نقل فی الموضوعات الکبری قولَ السخاوی و أوردہ الشیخ أحمد**

**الرداد فی کتابہ موجبات الرحمۃ بسند فیہ مجاہیل مع انقطاعہ عن الخضر علیہ السلام و کل ما یروی فی ھذا فلا یصح رفعہ ألبتۃ تعقبہ بقولہ وأذا ثبت رفعہ ألی الصدیق فیکفی العمل بہ لقولہ علیہ السلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین فکان تعقبہ لا معنیٰ لہ ألا الخطاء أذ لم یصح أسنادہ ألی أبی بکر"**

ترجمہ: عجیب بات یہ ہے کہ مؤلف نے (مندرجہ بالا حدیث کے بارے میں) موضوعات کبریٰ میں علامہ سخاویؒ کا قول نقل کیا (جس سے حدیث کا ثابت نہ ہونا معلوم ہوتا ہے) اور خود ہی اس قول (قول ذکر کرنے کے بعد) اپنا یہ قول (جب اس کا رفع حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک ثابت ہو جائے گا تو حدیث تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے کی وجہ سے عمل کیلئے کافی ہوگا) ذکر کیا ہے اس کا تولازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کے اپنے بعد والے قول کے کوئی معنیٰ نہیں، یہ ان سے خطاء ہوگئی ہے، اس لئے کہ اس حدیث کی سند حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک بھی ثابت نہیں۔

## طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

"**و بمثلہ یعمل فی فضائل الأعمال**" (۱۷) ترجمہ: اس جیسی روایتوں پر فضائل اعمال میں عمل کیا جاتا ہے۔

## علامہ طحطاوی رحمہ اللہ کے قول کی توجیح:

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

**و بمثلہ یعمل فی فضائل الاعمال** لیکن علامہ طحطاوی یہ بات اس تناظر میں کہہ رہے ہیں کہ یہ روایت "مسند الفردوس" میں موجود ہے اور یہ روایت جب آپ ﷺ سے ثابت ہے تو خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو فضائل الاعمال میں اس کو قبول کیا جائے گا (۱) اور ہماری آگے آنے والی بحث کا خلاصہ ہی یہی نکلتا ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں آپ ﷺ سے ثابت ہی نہیں اس لئے اسے فضیلتِ عمل کے طور پر بھی قبول کرنا درست نہیں۔

## خلاصۂ کلام:

مندرجہ بالا اقوال سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اکثر ائمہ نے اس روایت کے متعلق اپنی رائے "**لا یصح**" کہہ کر واضح کی۔

اب یہاں اس مقام پر اس بات کی وضاحت درکار ہے کہ محدثین کا اس "**لا یصح**" سے آخر مراد کیا ہے؟ آنے والی تفصیل سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہاں محدثین کا **لا یصح** سے مراد **لا یثبت** ہے، یعنی یہ روایت ثابت نہیں، چنانچہ اب ہم آگے اسی کے متعلق ایک بحث نقل کریں گے۔

## علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا صنیع:

علامہ سخاویؒ کے کلام پر غور کرنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہاں بعض دیگر مواقع کی طرح "**لا یصح**"، "**لا یثبت**" کے معنیٰ میں لے رہے ہیں (۲) اس کی دلیل یہ ہے کہ علامہ سخاوی پہلے مسند الفردوس کی روایت نقل کرنے کے بعد "**لا یصح**" اس روایت کے متعلق

نقل کرتے ہیں، اس کے بعد وہ ایک اور روایت حضرت خضر علیہ السلام کی طرف منسوب نقل کرتے ہیں جس کے متعلق وہ خود فرماتے ہیں:

**و کذاما أورده أبو العباس أحمد بن ابی بکر الرداد الیمانی المتصوف فی کتابه موجبات الرحمة وعزائم المغفرة بسند(۱)**

چنانچہ علامہ طحطاوی کی پوری عبارت اس طرح ہے:

**"وذکر الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه مرفوعا من مسح العینین بباطن انملة السبابتین بعد تقبیلهما عند قول المؤذن اشهد انّ محمّدا رسول الله واشهد انّ محمدا عبده و رسوله رضیت بالله ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا حلت له شفاعتی و کذا روی عن الخضر علیه السلام و بمثله یعمل فی فضائل الاعمال"**

(حاشیہ مراقی الفلاح علی نور الایضاح ص ۱۳۸ المکتبۃ الکبری الامیریہ بولاق، مصر)

معلوم ہوا کہ علامہ طحطاوی اس روایت کو مسند الفردوس میں آپ ﷺ سے ثابت مانتے ہوئے اس کے بارے میں اپنی رائے نقل کر رہے ہیں۔

(۱)- علامہ سخاویؒ "**لا یصح**" سے "**لا یثبت**" مراد لیتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک روایت:

**"أنّ لابراهیم الخلیل ولابی بکر الصدیق لحیة فی الجنة"**

کے متعلق فرماتے ہیں: "**لم یصح أنّ للخلیل ولا للصدیق لحیة فی الجنة لا أعرف ذالك فی شیء من کتب الحدیث المشهورة والاجزاء المنثورة**

اور پھر آگے اس سے ملتی جلتی روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

**ولا أعلم شیأً من ذالك ثابتاً (۲)**

علامہ سخاوی خود تصریح کر رہے ہیں کہ کتب حدیث میں اس قسم کی کوئی روایت مجھے نہیں ملی اور نہ ان میں سے کسی حدیث کا ثابت ہونا میرے علم میں ہے تو واضح ہوا کہ علامہ سخاویؒ کا یہاں "**لا یصح**" سے مراد "**لم یثبت**" ہے۔

**فیه مجاهیل مع انقطاعه عن الخضر علیه السلام**... الخ (۱۸) یعنی اس کی سند میں مجہول راوی ہیں اور سند بھی منقطع ہے۔

اس کے بعد فقیہ محمد بن البابا کے حوالے سے ایک حکایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "**بسند فیه من لم أعرفه**" (۱۹)، یعنی اس کی سند میں ایسے راوی ہیں جن کو میں نہیں جانتا۔

اس کے بعد شمس محمد بن صالح المدنی، فقیہ محمد زرندی، فقیہ محمد بن سعید الخولانی، طاؤسی کے حوالے سے ان کے بعض مجربات نقل کرتے ہیں کہ اگر اذان کے وقت یہ عمل کیا جائے تو اس سے آنکھیں خراب نہیں ہوتیں (۲۰)۔

ان تمام حکایتوں کو نقل فرمانے کے بعد ایک دفعہ پھر وہ یہ نقل کرتے ہیں:

**"ولا یصح فی المرفوع من کل ھذا شیء"** (۲۱)، ترجمہ: ان تمام حکایات میں سے کوئی بھی چیز مرفوع حدیث سے ثابت نہیں۔

## امام سخاوی رحمہ اللہ کے اس کلام کی وضاحت:

امام سخاویؒ فرمانا چاہتے ہیں کہ میں نے یہ روایت دو طرح سے نقل کی ہے "مرفوعاً" اور "مجربات صوفیاء"، البتہ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس باب میں آپ ﷺ سے کوئی بھی چیز اسنادی حیثیت سے ثابت نہیں ہے، اگرچہ بعض حضرات صوفیاء نے اسے اپنایا ہے اور مختلف حوائج میں مجرب پایا ہے، اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ حافظ سخاویؒ کا کلام **"لا یصح"**، **"لا یثبت"** کے معنیٰ میں ہے۔

امام سخاویؒ کے کلام **"لا یصح"** کے بمعنیٰ "**لم یثبت**" ہونے پر ایک شاہد یہ بھی ہے کہ علامہ احمد بن عبد الکریم العامریؒ نے **"الجد الحثیث"** (۲۲) نقل روایت کے بعد فرماتے ہیں کہ:

**لا اصل لہ فی المرفوع نعم یروی عن بعض السلف**

مرفوع طور پر اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہاں بعض سلف سے (ان کے مجربات کے طور پر) منقول ہے۔

حاصل یہ رہا کہ یہ روایت امام سخاویؒ کے اور دیگر ائمہ کے کلام کے مطابق آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اس لئے اسے آپ ﷺ کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں، ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کی جانب انتساب صرف اسی صورت میں کیا جا سکتا ہے کہ روایت کسی معتبر سند سے ثابت ہو، بصورت دیگر انتساب بالرسول ﷺ جائز نہیں، چنانچہ شیخ عبد الفتاح ابوغدہؒ **"المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع للعلامۃ علی القاری"** (۲۳) کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

**"وأذا کان الحدیث لا أسناد لہ فلا قیمۃ ولا یلتفت الیہ أذا لاعتماد فی نقل کلام سیدنا رسول اللہ ﷺ الینا أنما ھو علی الاسناد الصحیح الثابت أو ما یقع موقعہ وما لیس کذالک فلا قیمۃ لہ"**۔ ترجمہ: اور جب حدیث کی سند ہی نہ ہو تو وہ بے قیمت اور غیر قابل التفات ہے، کیونکہ ہماری جانب ہمارے آقا رسول اللہ ﷺ کے کلام کو نقل کرنے میں اعتماد صرف اسی سند پر ہوسکتا ہے جو صحیح سند سے ثابت ہو یا جو اس کے قائم مقام ہو اور جو حدیث ایسی نہ ہو تو وہ بے قیمت ہے۔

## ایک اہم فائدہ:

سابقہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ امام سخاوی کے کلام "**ولا یصح فی المرفوع من کل ھذا شیء**" میں لفظ مرفوع، مجربات صوفیاء کے مقابلے میں ہے، یعنی یہ روایت مرفوعاً ثابت نہیں، مجربات صوفیاء میں ثابت ہے، یہ نہیں کہ لفظ مرفوع موقوف کے مقابلے میں ہو اور سمجھا جائے کہ مرفوعاً ثابت نہیں ہے موقوفاً ثابت ہے جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے "لم یصح" کے مقابلے میں اخذ کیا ہے کہ رفع کی نفی سے روایت کے موقوف ہونے کی نفی نہیں ہو رہی، بلکہ خود ملا علی قاریؒ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ "**لم یصح لم یثبت**" کے معنیٰ میں ہوتا ہے (اگرچہ اس موقع پر آپ اس بات کے قائل نہیں) چنانچہ ایک مقام پر خود ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں

**"لایقال أنّہ موضوع غایتہ أنّہ ضعیف مع أنّ قول السخاوی لا یصح لا ینافی الضعیف والحسن ألا أن**

**یرید به أنه لا یثبت و کان المنوفی فهم هذا المعنی حتی قال فی مختصرہ أنه باطل لا أصل له۔"(۲۴)**

یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ حدیث موضوع ہے زیادہ سے زیادہ ضعیف کہہ سکتے ہیں کہ علامہ سخاوی کا **"لا یصح"** کہنا ضعیف اور حسن کی نفی نہیں کرتا الّا یہ کہ **"لا یصح"** سے مراد **"لا یثبت"** لیا جائے گویا کہ منافی اس بات کو سمجھتے تھے تبھی اس روایت کے بارے میں اپنی کتاب مختصر میں باطل اور لا اصل لہ کہا۔

بہر حال ملا علی قاری رحمہ اللہ کو یہاں علامہ سخاوی کا قول سمجھنے میں اشتباہ ہوا ہے، کیونکہ اس روایت کو موقوفاً تسلیم کرنا تو اس وقت درست ہوتا جب علامہ سخاوی رحمہ اللہ **لا یصح** کا قول موقوف کے مقابلے میں ذکر کرتے، حالانکہ درحقیقت حافظ سخاوی یہاں یہ بات صوفیاء کے مجربات کے ذیل میں اور ان کے مقابلے میں ذکر کر رہے ہیں (جس کی تفصیل گذر چکی ہے) شیخ ابو غدہ صاحبؒ نے بھی ایک دوسرے انداز سے ملا علی قاری رحمہ اللہ کے اس قول کا تعاقب کیا ہے۔ جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔

## ایک اور توجیہ:

اب تک کی بحث تو اس تناظر میں تھی کہ مذکورہ روایت میں محدثین کے قول **"لا یصح"** سے مراد **"لم یثبت"** لیا جائے، البتہ **لا یصح** کی ایک اور توجیہ بھی علماء نے نقل کی ہے جس کو ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے۔

## شیخ عبد الفتاح ابوغُدّہ رحمۃ اللہ علیہ کا "لا یصحّ" کے متعلق کلام:

شیخ ابو غدہ "المصنوع" (۳) کے مقدمے میں اس اصطلاح کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

**قولهم فی الحدیث: لا یصح ،لا یثبت ،لم یصح، لیس بصحیح ،لیس بشیء ،غیر ثابت ،لا یثبت فیه شیئا و نحو هذه التعابیر اذا قالوه فی کتب الضعفاء أو الموضوعات فالمراد به أنّ الحدیث المذکور موضوع لا یتصف بشیء من الصحة واذا قالوه فی کتب أحادیث الأحکام فالمراد به نفی الصحة الاصطلاحیة .قال شیخنا الامام الکوثری رحمه الله تعالی فی مقدمته لکتاب "انتقاد المغنی عن الحفظ والکتاب" ص۱۱ : تنبیه: ألمسند الاوحد ابن همات الدمشقی فی "ألتنکیت والافادة فی تخریج أحادیث خاتمة (سفر السعادة): اعلم أنّ البخاری و کل من صنف فی الاحکام یرید بقوله (لم یصح) الصحة الاصطلاحیة و من صنف فی الموضوعات والضعفاء یرید بقوله (لم یصح) أو (لم یثبت) المعنی الاعم ولا یلزم من الأول نفی الحسن أوالضعف ویلزم من الثانی البطلان۔ و قال شیخنا الکوثری أیضا فی مقدمة الکتاب المذکور فی ص۹: تعلیقا علی صنیع العقیلی فی جرحه کثیرا من رجال (الصحیحین) فی کتابه المسمی (الضعفاء): وحیث کان کتابه فی الضعفاء یتبادر من قوله فی الحدیث (لایصح) أو (لا یثبت) کونه مکذوبا کما قال المسند الاوحد ابن همات الدمشقی وقال شیخنا الکوثری ایضا فی کتابه (المقالات الکوثری) ص۳۹: أن قول النقاد فی الحدیث انه لا یصح بمعنی أنّه باطل فی**

**كتب الضعفاء والمتروكين لا بمعنى أنّه حسن و أن لم يكن صحيحا كما نص على ذالك أهل الشأن بخلاف كتب الأحكام كما أوضحت ذالك في مقدمة انتقاد المغني".**

ترجمہ: ائمہ کا کسی حدیث کے بارے میں **"لا یصح ،لا یثبت ،لم یصح، لیس بصحیح ،لیس بشيء ،غیر ثابت ،لا یثبت فیه شيء "** مذکورہ تعبیرات اور اس قسم کی دیگر تعبیرات حضرات محدثین جب ضعیف اور موضوع احادیث کی کتب میں ذکر فرماتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ مذکورہ حدیث موضوع ہے اور اس میں صحت کی کوئی گنجائش نہیں اور مذکورہ تعبیرات محدثین حضرات جب احادیث احکام کی کتب میں ذکر فرماتے ہیں تو اس سے اصطلاحی صحیح کی نفی مراد ہوتی ہے۔

شیخ امام کوثریؒ اپنی کتاب **"انتقاد المغني عن الحفظ والكتاب"** کے مقدمہ (ص ۱۱) میں ایک تنبیہ بیان فرماتے ہیں کہ: ابن ہمات الدمشقیؒ **"التنكيت والافادہ"** میں فرمایا ہے کہ "امام بخاریؒ اور احادیث احکام کے تمام مصنفین جب **لم یصح** فرماتے ہیں تو اس سے "اصطلاحی صحیح" کی نفی مراد ہوتی ہے۔ اور موضوعات اور ضعفاء کتب کے مصنفین جب **لم یصح** اور **لم یثبت** کہتے ہیں تو اس کے معنیٰ میں عموم پایا جاتا ہے، پہلے حضرات کے قول سے حسن یا ضعیف کی نفی لازم نہیں آتی، جبکہ دوسرے حضرات کے قول سے باطل ہونا لازم آتا ہے۔

شیخ کوثریؒ نے مذکورہ کتاب کے مقدمے ص ۹ میں علامہ عقیلیؒ کے طرز پر یہ بھی فرمایا ہے (علامہ عقیلیؒ اپنی کتاب الضعفاء میں صحیحین (بخاری و مسلم) کے رجال پر کثرت سے جرح کرتے نظر آتے ہیں) علامہ کوثریؒ فرماتے ہیں کہ علامہ عقیلیؒ اپنی کتاب الضعفاء میں جہاں بھی کسی حدیث کے بارے میں **"لا یصح"** یا **"لا یثبت"** کہتے ہیں تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے جیسا کہ ابن ہمات دمشقی کا قول ہے اور اسی طرح شیخ کوثریؒ نے مقالات کوثری ص ۳۹ میں بھی یہ فرمایا ہے کہ ضعیف اور متروک احادیث کی کتب میں جب ناقدین کسی حدیث کے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ **"لا یصح"** تو اس کا معنیٰ یہ ہوتا ہے **"انه باطل"** (یہ حدیث باطل ہے) یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ حدیث حسن ہے، اگرچہ فی نفسہ صحیح نہ ہو برخلاف کتب احادیث احکام کے اور اس میں اصطلاحی صحیح کی نفی ہوتی اور اس کی وضاحت میں نے انتقاد المغنی کے مقدمے میں کر دیا"

(مقالات کوثری ص ۳۹)۔

اس کے بعد شیخ ابوغدہ نے اس پر بڑا تفصیلی کلام کیا اور اپنے اس موقف پر دلائل بھی دیے!!!!

**خلاصہ:**

اس تمام تر تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ کتب احکام میں اگرچہ **لا یصح** صحت اصطلاحی کی نفی کیلئے بھی آتا ہے اور اس وقت اس سے حسن یا ضعیف کی نفی مراد لینا درست نہیں، مگر کتب الضعفاء والمتروکین میں جب کسی روایت کے متعلق **لا یصح** یا **لم یصح** بولا جائے تو اس سے اس روایت کا موضوع ہونا بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔

**خلاصۂ تحقیق:**

تحقیق کا حاصل یہ رہا کہ علامہ سخاویؒ اور ان کے اتباع (علامہ عجلونیؒ ،محمد بن درویش الحوتؒ ،علامہ عامریؒ ،محمد الامیر المالکیؒ ، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ علامہ طرابلسیؒ) ان تمام علماء نے وضاحت کردی ہے کہ یہ روایت آپ ﷺ سے ثابت نہیں اور علامہ عامریؒ نے اسے ''بے اصل'' نیز شیخ ابوغدہؒ نے صریح لفظوں میں ''من گھڑت'' کہا ہے اس لئے اس روایت کو آپ ﷺ کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح یہ مضمون صحابہ میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہیں ہے (اس کی تفصیل گذر چکی ہے) اس لئے صحابہ کی جانب انتساب بھی بے دلیل ہے، درست نہیں!!

## فائدہ نمبر ا:

برصغیر میں بدعتی فرقے کے بانی اور مؤسس نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی ان روایات کے متعلق فرماتے ہیں:

''اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک ﷺ انگوٹھوں کے ناخن چومنا آنکھوں پر رکھنا کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں...... ہاں بعض احادیث ضعیفہ مجروحہ میں تقبیل ابہامین وارد''۔ (ابر المقال، ص:۱۶۔ برکاتی پبلی شرز کراچی)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب اگرچہ ان روایات کو موضوع تو نہیں مانتے مگر ''ضعف شدید'' کے وہ بھی قائل ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ ان روایات کیلئے ''ضعیفہ مجروحہ'' کی اصطلاح نقل فرما رہے ہیں اور ضعیف احادیث پر عمل کرنے کیلئے پہلی متفق علیہ شرط یہ ہے کہ وہ ''ضعف شدید'' سے خارج ہو۔ (القول البدیع: ص ۴۹۶۔ دار الیسر المدینۃ المنورۃ)

## فائدہ نمبر ۲:

نواب صاحب بھی اس عمل کو سنیت کے بجائے مشائخ کے مجربات کے طور پر عمل کرنے کے قائل ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

پس حق اس میں اس قدر ہے کہ جو کوئی بہ امید زیارت روشنائی بصر مثلاً از قبیل اعمال مشائخ جان کر بتوقع فضل ان کتب پر لحاظ اور ترغیب وارد پر نظر رکھ کر بے اعتقاد سنیت فعل وصحت حدیث وشاعت ترک اسے عمل میں لائے اس پر بنظر اپنے نفس فعل واعتقاد کے بغیر کچھ مواخذہ بھی نہیں''۔ (ابر المقال۔ ص:۱۷)

یہ وہی بات ہے جو ہم نے ماقبل اپنی تحقیق میں نقل کی کہ ان روایات کو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام سے تو کوئی ثبوت نہیں، ہاں بعض مشائخ سے ان کے مجربات کے طور پر منقول ہے!!

## فائدہ نمبر ۳:

حافظ سخاویؒ نے حضرت خضر علیہ السلام والی روایت صوفی ابوبکر الرداد الیمانی کی سند سے ان کی کتاب موجبات الرحمۃ سے نقل کی، ان صاحب کے متعلق علامہ زرکلیؒ فرماتے ہیں:

**قال سخاوی غلب علیه المیل الی تصوف الفلاسفة فافسد عقائد اهل زبید الا من شاء الله، له کتب، منها موجبات الرحمة فی الحدیث غریب فی بابه**

(الاعلام۔ ج ا، ص: ۱۰۴۔ دار العلم للملایین بیروت)

ترجمہ: سخاوی فرماتے ہیں کہ یہ فلسفیانہ تصوف کی طرف مائل ہو گئے تھے، پس اہل زبید کے اکثر لوگوں کے عقائد کو ان صاحب

نے خراب کیا، ان کی بہت سی کتب ہیں، جن میں سے ایک موجبات الرحمۃ بھی ہے، حدیث کے موضوع پر اپنے فن میں ایک عجیب (لایعنی) کتاب ہے۔

شمس بن محمد بن الیمانی کے حوالے سے حافظ صاحب نے جو مجربات نقل کیے تو ان صاحب کا تذکرہ مجھے نہیں مل سکا، اگر کسی صاحب کو ان کا ترجمہ معلوم ہو تو مطلع فرما دیں، جزاکم اللہ!

## فائدہ نمبر ۴:

ہمارے ہاں اس روایت کو انگوٹھے چومنے والی حدیث کہا جاتا ہے اور ہم نے بھی اسی عرف کی وجہ سے اسے یہی نام دیا، مگر آپ نے ماقبل میں ملاحظہ فرما لیا کہ روایت میں انگوٹھوں کا ذکر کہیں بھی موجود نہیں، نیز حضرت خضر علیہ السلام کی طرف منسوب جس روایت کا ذکر ہوا اس میں اگرچہ انگوٹھے چومنے کا ذکر تو ہے، مگر چومتے وقت جو دعا بتائی گئی وہ حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف منسوب روایت میں موجود دعا سے بالکل مختلف ہے، واللہ اعلم بالصواب!

**نوٹ:** بندے نے یہ تحقیق روایت کے متعلق خالصۃً فنی اصول کے متعلق کی ہے، روایت سے متعلق جو فقہی مباحث ہیں یا ان سے جن امور کا استدلال کیا جاتا ہے ان کی تحقیق و تردید فی الحال مقصود نہیں، جو صاحب بھی اس کا جواب لکھنا چاہیں وہ اس بات کو ملحوظ خاطر رکھیں!!!!

**ساجد خان نشقبندی**

**۱۰ ربیع الاخر ۱۴۳۵**

**۱-المقاصد الحَسَنَة في بيان كثير من الأحاديث المُشْتَهَرة على الألْسِنَة: ۴۴۱/۴۴۰، رقم: ۱۰۱۹، للعلامة شمس الدين أبي الخير محمد بن عبد الرحمن السَخَاوي (۸۳۱ھ/۹۰۲ھ)، ت: عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۷ھ**

**۲-كَشْفُ الخَفَاء ومُزِيلُ الإلباس عما اشْتُهِرَ من الأحاديث على ألْسِنَة الناس: للحافظ أبي الفداء إسماعيل بن محمد العَجْلَوني الجراحي (۱۰۸۷ھ/۱۱۶۲ھ)، ت: عبد الحميد هنداوي، المكتبة العصرية بيروت، الطبعة ۱۴۲۷ھ**

**۳-المصنوع في معرفة الحديث الموضوع: ۱۶۹/۱۶۸، رقم: ۳۰۰، للملاّ علي بن سلطان الهروي القاري (۱۰۱۴ھ)، ت: الشيخ عبد الفتّاح أبو غدّه، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی (پاکستان)۔**

**۴-**

**۵-تذكرة الموضوعات: ۳۴، تالیف علامه محمد طاهر بن علي فتني (۹۱۰ھ/۹۸۶ھ)، کتب خانه مجیدیه ـ ملتان، پاکستان۔**

**۶-المرجع السابق**

**۷-المرجع السابق**

**۸-المرجع السابق**

۹-الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة: ۱۱، رقم۱۸، للعلامة محمد بن علي بن محمد الشَوكَانِي (۱۱۷۳ھ/۱۲۵۰ھ)، عبدالرحمن بن یحیی، دار الکتب العلمیۃ-بیروت، الطبعۃ ۱۴۱۶ھ۔

۱۰-أسنى المطالب في أحاديث مختلفة المراتب: ۲۵۵، رقم: ۱۳۰۵، للعلاّمة محمد بن درويش بن محمد الحُوت (۱۲۰۳ھ/۱۲۷۷ھ)، دار الکتب العلمیۃ-بیروت۔

۱۱-اللُّؤلُؤ المَرصُوع فيما لا أصل له أو بأصله موضوع: ۱۶۸، رقم ۵۰۵، للعلامة محمد بن خليل بن إبراهيم القاوقجي أبي المحاسن (۱۲۲۴ھ/۱۳۰۵ھ)، ت: فوّاز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية-بيروت، ۱۴۱۵ھ۔

۱۲-المرجع السابق، ۱۴۴

۱۳-المرجع السابق

۱۴-المرجع السابق

۱۵-المرجع السابق

۱۶-الجد الحثيث فی بیان ما لیس بحدیث، ۲۰۹، رقم ۴۵۰، لاحمد بن عبد الکریم الغزی العامری، ت: فواز احمد زمرلی، دار الفکر-بیروت۔

۱۷-المصنوع: شذرات فی بیان بعض اصطلاحات، ص: ۱۸، ت: الشیخ عبد الفتاح ابو غدۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

۱۸-الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة: ۳۳۵، للملاّ علي بن سلطان الهَرَوِي القاري (۱۰۱۴ھ)، محمد بن لطفي، المكتب الإسلامي-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۶ھ۔

۱۹-المقاصد الحَسَنَة في بيان كثير من الأحاديث المُشتَهرة على الألسِنَة: ۱۴۱، رقم: ۲۲۸، للعلامة شمس الدين أبي الخير محمد بن عبد الرحمن السَخَاوي (۸۳۱ھ/۹۰۲ھ)، ت: عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۷ھ۔

۲۰-المصنوع في معرفة الحديث الموضوع: ۳۸-۲۷، للملاّ علي بن سلطان الهروي القاري (۱۰۱۴ھ)، ت: الشيخ عبد الفتّاح أبو غدّه، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت۔

۲۱-المرجع السابق

۲۲-وقال فی المقاصد الحسنه ص ۴۹ حدیث الارز لیس بثابت وسیاتی فی لوکان من اللام، وقال فی حرف اللام ص ۳۴۶ لوا کان الارز رجلا لکان حلیما قال شیخنا (ای الحافظ ابن حجر) هو موضوع۔

## زرد (پیلے) جوتے کے متعلّق خان صاحب کی جعلی روایت

نواب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

"کسم کا رنگا ہوا سرخ اور کیسر کا زرد جنہیں معصفر و مزعفر کہتے ہیں مرد کو پہننا ناجائز و ممنوع ہے اور ان سے نماز مکروہ تحریمی اور ان کے سوا اور رنگت کا زرد بلا کراہت مباح خالص ہے، خصوصاً زرد جوتا مورث سرور و فرحت ہے...... چنانچہ زرد جوتے کے متعلق سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے اس قول اس گائے کا رنگ خالص زرد ہے جو دیکھنے والوں کو خوش کرتی ہے سے استدلال فرمایا"۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲ ص ۱۹۶)

خان صاحب کا ملفوظ ہے:

"سیاہ جوتا رنج اور زرد خوشی لاتا ہے"۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۳ ص ۷۹ مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی)

حالانکہ زرد رنگ کے جوتے پہننے والی روایات سب جھوٹی اور شیعہ کی گھڑی ہوئی ہیں، خان صاحب کے اسی فتوے کو دیکھ کر زرد رنگ کے جوتے پہننے کو اب دعوت اسلامی والوں نے اپنا شعار بنالیا ہے، ملاحظہ ہو راقم کی طرف سے اس روایت کی تحقیق جو ماہنامہ ندائے دارالعلوم دیوبند میں بھی شائع ہو چکی ہے۔

## پیلی چپل پہننے والی روایت کی تحقیق:

ہمارے ارد گرد ایسی بہت سی حدیثیں زبان زد عام ہیں جن کا ثبوت موجود نہیں، چنانچہ محدثین کرام ان روایتوں کو صاف الفاظ میں بے اصل اور غیر ثابت شدہ قرار دیتے ہیں، کیونکہ مسلّمہ قاعدہ ہے کہ کسی بھی کلام اور کلمات کو رسول اللہ ﷺ کی جانب ایک خاص اصل اور قاعدے سے منسوب کیا جاسکتا ہے، جسے "اسناد" کہتے ہیں، اس اسناد میں موجود راویوں کے حالات، ان کے مابین اتصال اور انقطاع وغیرہ امور کو دیکھ کر حفاظ حدیث ہر حدیث کو اس کا فنی مقام دیتے ہیں، اس چھان بین میں بعض حدیثوں کو وہ بے اصل قرار دیتے ہیں لہٰذا ایسی حدیثوں کو بیان کرنا جائز نہیں، اسی سلسلے میں اس عنوان کے تحت ہم ایسی ہی ایک روایت کی تحقیق کریں گے۔

## تحقیق کا خلاصہ:

۱۔ روایت کے طرق۔
۲۔ روایت کے مصادر۔
۲۔ روایت کے متعلقہ ائمہ کا کلام۔
۳۔ متکلم فیہ رواۃ پر آئمہ جرح و تعدیل کا کلام۔

## روایت کے طرق:

روایت کے دو طریق ہیں: (۱) حضرت ابن عباس ؓ کا طریق۔ (۲) حضرت علی ؓ کا طریق۔

## حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا طریق:

علامہ ابن ابی حاتمؒ (المتوفی ۳۲۷ھ) نے اس کو اپنی تفسیر میں تخریج کیا ہے:

**حدثنا ابی ثنا سھل بن عثمان ثنا ابن العذرا عن ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس قال من لبس**

**نعلا صفراء لم یزل فی سرور مادام لابسها۔** (تفسیر ابن ابی حاتم ،لابی محمد عبد الرحمن بن محمد بن ادریس بن المنذر التمیمی الحنظلی الرازی ابن ابی حاتم ،ج ا،ص ۱۳۸،رقم ۷۰۵،ت اسعد محمد طیب،مکتبہ نزار مصطفی الباز۔الریاض)

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ جس نے پیلے رنگ کے جوتے پہنے،تو جب تک پہنے رکھے گا خوش وخرم رہے گا،

ابن عباس ؓ کی اسی روایت کو اپنی سند کے ساتھ طبرانی (المتوفی ۳۶۰ھ) نے بھی نقل کیا ہے:

(المعجم الکبیر ،ج ۱۰،ص:۳۱۹، ۳۲۰،ت :حمدی عبد المجید السلفی،مکتبہ ابن تیمیہ۔القاہرۃ)

اسی طرح ابوسعید بن الاعرابی البصری الصوفی (المتوفی ۳۵۰ھ) نے بھی اس کی تخریج کی ہے۔:

(کتاب المعجم لابن العرابی ،ج:۲،ص:۴۹۹،رقم:۹۶۸،ت:عبد المحسن بن ابراہیم بن احمد الحسینی ،دار الابن الجوزیۃ)

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (المتوفی ۴۶۳ھ) نے بھی اس روایت کی تخریج کی ہے:

**(الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع، ج:۱، ص:۶۱۷،۶۱۶، رقم:۹۲۲، موسسۃ الرسالۃ۔بیروت)**

**تاریخ مدینۃ السلام وأخبار محدثیها وذکر قُطّانها العلماءِ من غیر اهلها ووار دیها، ج:٦، ص:١٦٢، ت:الدکتور بشار عواد معروف، دار الغرب الاسلامی، الطبعۃ الاولی ١٤٢٢ھ)**

اس روایت کی تخریج ابن عقیلی مکیؒ نے بھی کتاب الضعفاء میں کی ہے،مگر اس کی سند میں **"ابن عذرآء"** کی جگہ "فضل بن ربیع" ہے اور متن میں **"لم یزل فی سرور مادام لابسها"** کی جگہ **"لم یزل ینظر فی سرور"** کے الفاظ ہیں۔

## دوسرا طریق:

**عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ من لبس نعلا صفراء قل همه.** ترجمہ: جس نے پیلے رنگ کے جوتے پہنے اس کے غم کم ہو نگے۔

اس روایت کو بلا سند مندرجہ ذیل کتب تفسیر میں **صفراء فاقع لونها تسر الناظرین** کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے:

**(الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل و عیون الاقاویل فی وجوه التاویل، للعلامۃ جار اللہ محمد بن زمخشری المتوفی ۵۳۸ھ، ج:۱، ص:۲۸۰، ت:شیخ عادل احمد عبد الموجود، المکتبۃ العیکان الطبعۃ الاولی)**

**روح البیان، لاسمعیل حقی المتوفی ۱۱۲۷ھ، ج:۱، ص:۱۶۰، المطبعۃ العثمانیۃ،**

**اللباب فی علوم القرآن، لابی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفی ۸۸۰ھ، ج:۲، ص:۱۶۳، دار الکتب العلمیۃ الطبعۃ الاولی،**

**تفسیر ابی سعود المسمی ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم، لقاضی القضاء ابی سعود بن محمد العمادی المتوفی ۹۸۵ھ، ج:۱، ص:۱۱۲، دار الاحیاء الراث العربی۔بیروت، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المعانی ، لشهاب الدین السید محمود الآلوسی الحنفی المتوفی ۱۲۷۰ھ ، ج:۱، ص:۲۸۹، دار الاحیاء التراث، بیروت)**

## روایت پر ائمہ کا کلام:

ان دونوں روایات پر ہم ائمہ کا کلام ذیل میں نقل کر رہے ہیں:

## ابو حاتم رازی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۷ھ) کا کلام:

ابن ابی حاتم اپنے والد ابو حاتم کا کلام اس روایت کے متعلق نقل فرماتے ہیں:

**هو حديث النوكى وهو حديث كذب موضوع.** (کتاب الجرح والتعدیل، ج ۹، ص: ۳۲۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہ روایت احمقوں کی بیان کردہ روایت ہے بالکل جھوٹی گھڑی ہوئی روایت ہے۔

## یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (المتوفی ۲۵۰ھ) کا کلام:

**قلت لابن معين حدثنا الحمانى عن الفضل بن شهاب عن ابن جريج عن عطاء عن ابن عباس قال من لبس نعلا صفراء لم يزل فى سرور ثم تلا فاقع لونها تسر الناظرين قال يحيى كذب.**

(میزان الاعتدال: ج ۳، ص: ۳۵۳، دار المعرفۃ بیروت)

ترجمہ: علامہ ذہبی (المتوفی ۷۴۸) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے اس روایت **من لبس**...... کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جھوٹی روایت ہے۔

## ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

ابن جوزی رحمہ اللہ بھی اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

**هو كذب موضوع** (الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی، ج: ۳، ص: ۲۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)، یعنی یہ جھوٹی موضوع روایت ہے۔

## علامہ سخاوی رحمہ اللہ کا کلام:

حافظ سخاوی (المتوفی ۹۰۲ھ) لکھتے ہیں:

**من لبس نعلا صفراء قل همه من لبس نعلا اصفر اقلّ همّه رواه العقيلى والطبرانى والخطيب عن ابن عباس موقوفا لكن بلفظ لم يكن فى سرور مادام لابسها بدل قلّ همّه قال ابن ابى حاتم سالت ابى عنه فقال كذب موضوع وعزاه فى الكشاف لعلي باللفظ الاول سواء.**

**(المقاصد الحَسَنَة في بيان كثير من الأحاديث المُشْتَهَرة على الألْسِنَة: ٤٩٠، رقم: ١١٧٢، للعلامة شمس الدين أبي الخير محمد بن عبد الرحمن السَخَاوي (٨٣١/٩٠٢ه)، ت: عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٧ه۔**

**من لبس نعلا اصفرا قل همه** اس روایت کو عقیلی، طبرانی، اور خطیب نے ابن عباسؓ سے **اقلّ همه** کے الفاظ کے بجائے **لم یکن فی سرور مادام لابسها** کے الفاظ کے ساتھ موقوفاً روایت کیا ہے۔ ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے اس روایت کے متعلق اپنے والد (ابوحاتم) سے پوچھا (کہ کس درجے کی ہے) تو آپ نے فرمایا کہ جھوٹی من گھڑت روایت ہے، اور اس روایت کو پہلے الفاظ (اقلّ همه) کے ساتھ علامہ زمخشری نے کشاف میں حضرت علیؓ کی طرف منسوب کیا ہے۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ کی متابعت کرتے ہوئے حضرت علامہ عجلونیؒ (المتوفی ۱۱۶۲ھ)

**(كَشْفُ الخَفَاء ومُزِيلُ الإلباس عما اشْتُهِرَ من الأحاديث على ألْسِنَة الناس: للحافظ أبي الفداء إسماعيل بن محمد العَجْلَوني الجراحي(١٠٨٧ھ/١١٦٢ھ)، ج٢:، ص٣٩٦:، رقم:٢٥٩٦، ت:عبد الحميد هنداوي، المكتبة العصرية-بيروت، الطبعة١٤٢٧ھ۔**

علامہ ابن طاہر فتنی رحمہ اللہ نے **(تذكرة الموضوعات:١٥٨، تاليف علامه محمد طاهر بن علي فتني(٩١٠ھ/٩٨٦ھ)، كتب خانه مجيديه-ملتان، پاکستان۔)**

محمد بن درویش محمد بن الحوت رحمہ اللہ نے **(أسنى المطالب في أحاديث مختلفة المراتب، للعلاّمة محمد بن درويش بن محمد الحُوت(١٢٠٣ھ/١٢٧٧ھ)، ص:٢٦٥، رقم:١٤٨١، دار الكتب العلمية-بيروت۔**

ملا علی قاری الحنفی رحمہ اللہ نے **(الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة، للملاّ علي بن سلطان الهَرَوِي القاري (١٠١٤ھ)، ص:٣٤٣، رقم:٥٢٣، ت:محمد بن لطفي، المكتب الإسلامي-بيروت، الطبعة الثانية ١٤٠٦ھ۔)**

علامہ محمد امیر المالکی رحمہ اللہ نے **(النخبة البهية فى الاحاديث المكذوبة على خير البرية، لعلامة محمد الامير الكبير المالكى المتوفى ١٢٢٨ھ، ج١ ص:١٢٣، رقم:٣٨٨، ٣٧٧،)**

احمد بن عبد الکریم العامری رحمہ اللہ نے **(الجد الحثيث فى بيان ما ليس بحديث، ٢٣٦، ٢٣٥ رقم٥٣٦، لاحمد بن عبد الكريم الغزى العامرى، ت:فواز احمد زمرلى، دار الفكر-بيروت)**

میں بھی نقل کیا ہے، زیر بحث روایت کے دونوں طریق میں سے طریق ابن عباس میں موجود راوی ابن عذراء پر ائمہ جرح وتعدیل نے کلام کیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کو تفصیل سے نقل کیا جائے:

## ابن عذراء پر ائمہ کا کلام:

اس روایت کے مرکزی راوی ابن عذراء کے بارے میں ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**ابن العذرآء الذى روى من لبس نعلا صفراء ليس بشىء،** (کتاب الجرح التعدیل، ج:۹ ص:۳۲۵ دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

اسی طرح علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **ليس بشىء (الضعفاء والمتروكين لابن الجوزى، ج:٣، ص:٢٤٥)**

## فضل بن ربیع کی متابعت:

حافظ عقیلی رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

**حدثنی جدی رحمہ اللہ تعالیٰ قال حدثنا عبد العزیز بن الخطاب قال حدثنا الحسن بن علی النمیری عن فضل بن الربیع عن ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس قال من لبس نعلا صفراء لم یزل فی سرور ثم قرأ بقرۃ صفرآء الآیۃ.** (کتاب الضعفاء الکبیر، ج:۱،ص:۲۸۳)

## اس روایت پر ائمہ کا کلام:

**الحسن بن علی النمیری کوفی مجھول و فضل بن الربیع نحوہ ولا یتابعہ علیہ الا من ھو دونہ او مثلہ (ایضا)**۔ ترجمہ: حسن بن علی النمیری (جو فضل بن ربیع سے یہ روایت نقل کرنے والے ہیں) کوفی ہیں یہ راوی مجہول ہے اور فضل بن ربیع (ان کے استاد) کا بھی یہی حال ہے اور ان کی کسی نے متابعت نہیں کی بجز اس شخص کے جو انہی کی طرح ہے یا ان سے بھی کم درجے کا راوی ہے۔

**الفضل الربیع عن ابن جریج لایتابع علیہ من وجہ یثبت** (الضعفاء ۱۴۹۶)۔ ترجمہ: فضل بن ربیع ان کی روایات پر کوئی بھی ایسا متابع نہیں جس سے ان کی روایات پایہ ثبوت کو پہنچ سکے۔

**الحسن بن علی النمیری عن الفضل بن الربیع لا یعرف و اتی بخبر منکر اوردہ العقیلی**" (لسان المیزان: ج ۳،ص ۸۵ رقم:۲۳۳۵)، ترجمہ: حسن بن علی جو فضل بن ربیع سے روایت کرنے والے ہیں غیر معروف ہیں اور منکر روایت نقل کرنے والے ہیں جس کو عقیلی نے نقل کیا ہے (وہ روایت یہی پیلی چپل والی ہے)

**الفضل بن الربیع عن ابن جریج لہ حدیث وھو منکر،** (المغنی فی الضعفاء، ج:۲،ص:۵۱۱،رقم:۴۹۱۷)
فضل بن ربیع جو ابن جریج سے روایت نقل کرنے والے ہیں ان کی روایت کردہ ایک حدیث ہے جو کہ منکر ہے (وہ حدیث یہی پیلی چپل والی ہے)

**الفضل بن الربیع عن ابن جریج بخبر کذب۔** (تنزیہ الشریعۃ، ج:۱،ص:۹۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)۔
ترجمہ: فضل بن ربیع جھوٹی روایت بیان کرنے والے ہیں (اور وہ روایت یہی پیلی چپل والی ہے)

## خلاصہ کلام:

خلاصہ کلام یہ کہ فضل بن ربیع کی سند سے جو یہ روایت منقول ہے اس پر ائمہ نے "منکر" کا حکم لگایا ہے، بلکہ علامہ آجری نے تو صاف لفظوں میں اس روایت کو گھڑی ہوئی کہا ہے، خود فضل بن ربیع بھی مجہول راوی ہے۔

## روایت کا حکم:

مذکورہ روایت کے دونوں طریق (طریق ابن عباس وطریق حضرت علیؓ) سے متعلق حافظ سخاوی، علامہ عجلونی، علامہ ابن طاہر پٹنی، علامہ

امیر المالکی، علامہ بن الحوت، علامہ عامری رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین نے من گھڑت قرار دیا ہے، لہٰذا اس روایت کو مذکورہ دونوں طریق سے بیان کرنا درست نہیں، واللہ اعلم بالصواب!

ان تمام ائمہ نے حضرت ابن عباس وحضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف منسوب اس روایت کو موضوع و من گھڑت کہا ہے، اس لئے اس روایت کو بیان کرنا جائز نہیں، اسی طرح فضل بن ربیع کے طریق سے مروی روایت بھی درست نہیں، اس کو بھی نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرکے بیان کرنا جائز نہیں !!!!

## پیلی چپل اور شیعہ:

شیعہ ثقۃ الاسلام کلینی لکھتا ہے کہ پیلی چپل پہننے کے تین فائدے ہیں (۱) نظر کو تیز کرتی ہے۔ (۲) پریشانیوں کو دور کرتی ہے۔ (۳) ذکر (مرد کی شرمگاہ) کو مضبوط کرتی ہے۔ (فروع کافی ج ۳ ص ۲۱۵)

غالبا مردانہ طاقت کے اسی "معجون مرکب" سے استفادہ حاصل کرنے کیلئے رضاخانیوں نے پیلی چپل پہننے کو اپنا شعار بنالیا ہے !!!!

# سایہ کی نفی پر حدیث اور خان صاحب کی جہالتیں

خان صاحب نے حضور ﷺ کے سایہ کی نفی میں تین رسائل لکھے:

**نفی الفیئ عمن استنار بنورہ کل شیئ**

**قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام**

**ھدی الحیران فی نفی الفیئ عن سید الاکوان**

مگر کسی ایک رسالہ میں بھی مطلب کی بات نہیں لکھی، ان میں سے دو رسائل تو اس باب میں لکھ ڈالے کہ فلاں حدیث ضعیف تھی، فلاں حدیث ضعیف تھی، مگر اسے نبی کریم ﷺ کے معجزات میں سے تسلیم کیا گیا۔

اس سلسلے میں اصولی گذارش تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کی وہ فضیلت یا خصوصیت جو حقیقۃً بھی فضیلت تصور کی جاتی ہو اور کوئی شرعی دلیل بھی اس کے مزاحم نہ ہو تو اس فضیلت کو بلا دلیل بھی تسلیم کیا جائے گا، اگر اس پر حدیث مل جائے تو نور علیٰ نور۔ اب جسم رسول ﷺ پر مکھی کا نہ بیٹھنا جیسا کہ خان صاحب نے اس باب میں پیش کی اس کی سند اگرچہ متصل نہیں، لیکن چونکہ عقل خود اس بات پر شاہد ہے کہ اسے فضیلت شمار کیا جائے کہ مکھی عموما گندگی پر بیٹھتی ہے اور بار بار جسم پر آکر تنگ کرتی ہے، اس لئے حضور ﷺ کے جسم پر نہ بیٹھنا آپ ﷺ کی فضیلت میں شمار ہوگا، لہٰذا کوئی ضعیف حدیث اگر اس کی تائید کر رہی ہو تو اسے قبول کرلیا جائے گا کہ اگر وہ روایت نہ بھی ہوتی، تب بھی عقل اس کی فضیلت ہونے پر حاکم ہے، جبکہ اس کے مقابلے میں کوئی ایسی فضیلت جس کا ثبوت شریعت سے نہ ہو، بلکہ احادیث صحیحہ اس کی مزاحم ہوں اور بنا دلیل اس کو عقیدے کا درجہ دے دیا جائے اور منکر پر گستاخی کے فتوے لگائے جائیں تو ظاہر ہے کہ اس کے ثبوت کیلئے مستند دلیل درکار ہے، حضور ﷺ کے سایہ ہونے پر صحیح احادیث موجود ہیں، لہٰذا سایہ نہ ہونے کی تمام موضوع احادیث خود بخود رد ہوگئیں، جن علماء نے سایہ نہ ہونے کا قول اختیار کیا ان کے بارے میں حسن ظن سے کام لیتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان تک صحیح حدیث نہیں پہنچی، پھر سایہ نہ ہونا ہمارے نزدیک فضیلت نہیں، اس لیے کہ سایہ نہ تسلیم

کرنے کی وجہ آپ ﷺ کو نور ماننا ہے اور نوری مخلوق ہونے میں حضور ﷺ کی فضیلت نہیں، بلکہ آپ ﷺ کی فضیلت بشر ہونے میں ہے!!!!

اگر محض اپنے خود ساختہ نظریات کو ''فضیلت'' کا معیار بنالیا جائے تو پھر تو ہم الحاد کا دروازہ کھول دیں گے، مثلاً شیعہ حضرت علیؓ کی فضیلت خلیفہ بلافصل ہونے میں تسلیم کرتے ہیں، ان کے نزدیک اہل بیت سے محبت اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتی جب تک صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر تبرا نہ کردیا جائے، اب کیا ہم ان مردود روایات کو جسے شیعہ اس باب میں پیش کرتے ہیں صرف اس وجہ سے تسلیم کرلیں کہ اہل بیت کی فضیلت اس میں ہے؟؟؟؟؟

اہل سنت کا اصولی نظریہ ہے کہ **الصحابة کلهم عدول** یہ نظریہ قرآن و حدیث سے مؤید ہے، اب اس کے مقابلے میں اگر کوئی ضعیف روایت آئے گی یا کسی امتی کا قول آئے گا تو وہ مردود یا مؤول ہوگا، اسی طرح سمجھیں کہ جب حضور ﷺ کی سایہ کی صحیح روایات موجود ہیں تو اب اس کے مقابلے میں جعلی روایات مردود ہوں گی اور ائمہ اسلاف کے اقوال میں تاویل کی جائے گی، افسوس! اتنا عام سا اصول خان صاحب کو اپنی موٹی عقل کی وجہ سے سمجھ نہیں آرہا اور بناء الفاسد علی الفاسد کے تحت وہ یہ قیاس کر رہے ہیں کہ جب فلاں فضیلت میں فلاں روایت قبول کرلی گئی تو اس میں کیوں نہیں؟؟؟؟؟

یہ بہت اہم اصولی بات ہے جس سے کئی بریلوی و اعلیٰ حضرتی ڈھکوسلوں کا جواب ہوجاتا ہے!!!!

بہرحال تیسری کتاب میں مرتا کیا نہ کرتا وہ اپنی پٹاری سے وہ روایت نکال لے آئے کہ حکیم ترمذی نے اس کو روایت کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

**فقد اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یکن یریٰ له ظل فی شمس ولا قمر** ۔حکیم ترمذی نے ذکوان سے روایت کی کہ سرور عالم ﷺ کا سایہ نظر نہ آتا تھا، دھوپ میں نہ چاندنی میں۔

حافظ علامہ ابن جوزی محدث رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت سیدنا و ابن سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

**قال لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظل، ولم یقم مع شمس قط الاغلب ضوءه ضوء الشمس، ولم یقم مع سراج قط الاغلب ضوءه علی ضوء السراج** ۔یعنی رسول اللہ ﷺ کے لئے سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے ہوئے آفتاب کے سامنے، مگر یہ ان کا نور عالم افروز خورشید کی روشنی پر غالب آگیا اور نہ قیام فرمایا چراغ کی ضیاء میں مگر یہ کہ حضور کے تابش نور نے اس کی چمک کو دبالیا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۳۰،ص ۶۹۵،۶۹۶)

اس کے بعد مختلف علماء کے اقوال نقل کئے کہ دیکھو یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا اور یہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے تھا۔ پھر خان صاحب بڑے طمطراق سے یہ دعویٰ کرتے ہیں:

''بالجملہ جبکہ حدیثیں اور اتنے اکابر ائمہ کی تصریحیں موجود''۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۳۰،ص ۷۱۰)

اور ایک اور رسالہ میں تو کمال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حکیم ترمذی نے تو اس حدیث کو ذکوان تابعی سے مرسلاً روایت کیا اور اسے موصولاً مع زیادت مفیدہ حضرت عبد اللہ بن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرنے والے امام جلیل، حبر نبیل، حجۃ اللہ فی الارضین معجزۃ من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت امام ہمام عبداللہ بن مبارک قدس سرہ المتبرک ان کے بعد اس حدیث کے راوی امام علامہ شمس الدین ابو الفرج ابن الجوزی ہیں، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، کہ کتاب الوفاء میں اسے روایت فرمایا، فن حدیث میں ان کی دستگاہ کامل کسے معلوم نہیں، خصوصا بر عکس امام ابوعبداللہ حاکم جرح وتضعیف پر حرص شدید رکھتے ہیں، پھر جس حدیث پر یہ اعتماد کریں، ظاہر ہے کہ کس درجہ قوت میں ہوگی، پس باوجود تعدد طرق وکثرت مخرجین، حدیث کو صرف روایت حکیم کہنا محض باطل ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۳۰، ص ۷۴۱، ۷۴۲)

**پہلی بات:** حکیم ترمذی کی نوادر الاصول میں ہم نے اس روایت کو دیکھا ہمیں یہ روایت نہیں ملی، اگر کوئی صاحب حدیث نکال کر دے دیں تو ہمارے شکریہ کے مستحق ہوں گے، لہذا یہ کہنا کہ حکیم ترمذی نے اس کو روایت کیا ہے درست نہیں!

رہی یہ بات کہ بعد والوں نے حکیم ترمذی کے حوالے سے اس کو نقل کیا اگر حدیث موضوع یا قابل احتجاج نہیں تھی تو اتنے بڑے بڑے علماء نے اس کو نقل کیوں کیا؟ یہ بھی خان صاحب کی اصول حدیث سے جہالت ہے، اس لئے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی حدیث کی نسبت کیلئے سند چاہیئے محض کسی محدث یا فقیہ کا اس کو نقل کر دینا اس کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بنا دیتا!

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**انّ کثیرا من المحدثین وغیرهم یسترحون بنقل کلام من یتقدمهم مقلدین له ویکون الاول ما اتقن والاحرر بل یتبعونه تحسینا للظن والاتقان بخلاف ذالك.** (ھدی الساری ج ۱، ص ۴۶۵)

لہذا مختلف کتب میں اس روایت کا آجانا متقدمین پر حسن ظن کے قبیل سے ہے، جب کہ حقیقت میں اس روایت کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں، رہا یہ اشکال کہ جب اس کا وجود ہی نہیں تو کتابوں میں کیسے آگئی؟ تو یہ بھی کم علمی کی دلیل ہے، بعض اوقات کسی محدث کو وہم ہو جاتا ہے وہ اپنے وہم کے مطابق کوئی بات اپنی کتاب میں درج کر دیتا ہے اور بعد والے اس پر اعتماد کرتے ہوئے حسن ظن کے طور پر اس کو روایت کرتے چلے جاتے ہیں، ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

**''و وهم المزی فی الاطراف فعزی روایة کعب بن عجرة هذه الی الصلوة فقال روی البخاری فی الصلوة عن قیس بن حفص و موسی بن اسمعیل و کلاهما عن عبد الواحد بن زیاد الی آخر کلامه واغتر بذالك شیخنا ابن ملقن فانه لما وصل الی شرح هذا الحدیث هنا احال بشرحه علی الصلوة و قال تقدم فی الصلوة وکانه تبع شیخه مغلطای فی ذالك فانه کذالك صنع ولم یتقدم هذا الحدیث عند البخاری فی کتاب الصلوة اصلا.** (فتح الباری لابن الحجر ج ۶، ص ۴۱۰)

**ترجمہ:** علامہ مزی جو اپنی کتاب الاطراف میں یہ وہم ہوا ہے کہ اس نے کعب بن عجرۃ کی اس حدیث کو بخاری باب الصلوۃ کی طرف منسوب کیا ہے کہ یہ حدیث بخاری کتاب الصلوۃ میں موجود ہے اور ہمارے استاذ ابن الملقن کو بھی علامہ مزی کی غلطی سے دھوکا ہوا ہے کہ انہوں نے بھی جب اس حدیث کی شرح کی تو اس حدیث کو بخاری باب الصلوۃ کی طرف منسوب کیا کہ یہ حدیث

بخاری باب الصلوٰۃ میں گذر چکی ہے، دراصل ہمارے شیخ نے اس بات میں اپنے شیخ مغلطائی کا اتباع کیا ہے، حالانکہ یہ حدیث بخاری باب الصلوٰۃ میں موجود نہیں ہے۔

خلاصہ کلام کہ بعض اوقات وہم کی بناء پر محدثین کسی حدیث کو کسی کتاب یا محدث کی طرف منسوب کر دیتے ہیں بعد والے ان پر اعتماد کر کے اس وہم کو نقل در نقل کرتے چلے جاتے ہیں، سایہ نہ ہونے والی روایت کا بھی یہی حال ہے، متاخرین نے اسے حکیم ترمذی کی نوادر الاصول کے حوالے سے نقل کیا، جبکہ ہماری تحقیق کے مطابق نوادر الاصول میں ایسی کوئی روایت نہیں پس محدثین کو اس روایت کے نقل کرنے میں وہم ہوا ہے۔

دلچسپ بات یہ کہ خود خان صاحب نے بھی اس اصول کو تسلیم کیا ہے چنانچہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''کبھی بکثرت واقع ہوتا ہے کہ ایک مصنف براہ خطا ایک بات اپنی کتاب میں ذکر فرماتا ہے، پھر بعد کے آنے والے مشائخ ایسے ویسے ہی بلا تنبیہ نقل کرتے چلے جاتے ہیں تو اس کے ناقل بکثرت ہو جاتے ہیں، حالانکہ اصل میں ایک شخص کی غلطی تھی''۔ (حیاۃ الموات، ص ۲۷۰)

ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''سخن موجہ یہی ہے اور اکثر ہوتا ہے کہ بھولنے والے بھولنے والوں کی پیروی کر لیتے ہیں''۔ (حیاۃ الموات، ص ۲۶۹)

پھر خان صاحب کا یہ کہنا:

''موصولاً مع زیادت مفیدہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرنے والے امام جلیل، حبر نبیل، حجۃ اللہ فی الارضین، معجزۃ من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت امام ہمام عبداللہ بن مبارک قدس سرہ المعبر ک ان کے بعد اس حدیث کے راوی امام علامہ شمس الدین ابوالفرج ابن الجوزی ہیں''

پرلے درجے کی جہالت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ۶۸ھ ہجری ہے اور عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پیدائش ۱۱۸ھ ہجری ہے تو وہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کیسے روایت کر سکتے ہیں؟ وہ بھی موصولاً؟ یا خدایا!...... پھر یہ کہنا کہ اس کے بعد اس کے راوی ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ ہیں تو ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وفات ۵۹۷ھ ہجری ہے، درمیان میں کئی سو سال کے راوی کہاں گئے؟ ایسی بے سندی روایت کو عقیدہ کے باب میں اور اس جزم کے ساتھ پیش کرنا یہ خان صاحب کے دل گردے ہی کا کام ہو سکتا ہے!!!!

پھر خان صاحب اصولِ حدیث سے اپنی ایک اور جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''فن حدیث میں ان کی دستگاہ کامل کسے معلوم نہیں خصوصاً برعکس امام ابو عبداللہ حاکم جرح وتضعیف پر حرص شدید رکھتے ہیں، پھر جس حدیث پر یہ اعتماد کریں ظاہر ہے کہ کس درجہ قوت میں ہوگی، پس باوجود تعدد طرق وکثرت مخرجین، حدیث کو صرف روایت حکیم کہنا محض باطل ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۳۰، ص ۷۴۲)

یہ نرالا اصول خان صاحب نے کہاں سے نکالا کہ جس روایت کو کسی نے اپنی کتاب میں روایت کر دیا وہ اس پر اعتماد بھی کرتے ہیں؟ محدثین اپنی کتب میں رطب و یابس ہر قسم کی روایت نقل کرتے ہیں، اگر اس اصول کو اپنا لیا جائے کہ جس کسی محدث نے اپنی کتاب میں کوئی

بے سندی موضوع روایت نقل کر دی تو یقیناً کسی نہ کسی درجے میں وہ ثابت ہوگی، لہٰذا اس کو تسلیم کرو اور اس حد تک تسلیم کرو کہ اہلسنت کی امتیازی علامات میں سے وہ عقیدہ بن جائے تو شیعوں کے تو وارے نیارے ہو جائیں گے!...... اہلسنت کی کتب حدیث و تاریخ میں ہر اس روایت کو جو اہلسنت کے معتقدات کے خلاف ہے یا اس سے طعن صحابہ متبادر ہوتا ہے اس کو وہ پیش کریں اور ہم کہیں کہ موضوع ہے تو آگے سے جواب دے کہ جب اس محدث نے نقل کی ہے تو ضرور اس کے نزدیک یہ حدیث ثابت ہے، لہٰذا تسلیم کرو!...... واسفاہ، اصول حدیث سے ایسی جہالت اور اس پر ضد کہ نہیں ان کو امیر المومنین فی الحدیث مانو، یاللعجب !!!!

ابن الجوزی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہتا ہے:

**فهذا من مشهور المسائل والمتروك أضعافه ولكونه خالف مثل هٰذِهِ الأحاديث الصحاح سعوا بالألسن في حقه فلم يبق معتبر من الأئمة إلا تكلم فيه** (المنتظم لابن الجوزی: ۸ / ۱۴۳)

لہٰذا اب اس جرح کو بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں مانو کہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ جیسا آدمی اس کو نقل کر رہا ہے، یہ خان صاحب کی جہالت ہے کہ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ جب کسی نے اپنی کتاب میں کوئی روایت نقل کی ہے تو وہ کسی نہ کسی درجے میں اس کو صحیح مان رہے ہوں گے، حالانکہ علمائے امت کا طرز یہ ہے کہ سیرت و تاریخ کی کتب میں بعض اشد ضعیف روایات کو بھی محض اس وجہ سے نقل کر دیتے ہیں کہ ما قبل کے لوگوں نے اس کو نقل کیا ہوتا ہے، مثلاً علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے متعلق کہ جبرئیل علیہ السلام نے تین جھنڈے گاڑھے، ایک مشرق ایک مغرب اور ایک کعبہ کی چھت پر۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت اور اس سے ما قبل دو روایت میں شدید نکارت ہے اور میں نے اپنی کتاب میں اس سے زیادہ منکر روایت نقل نہیں کی اور میرا دل ہرگز ان روایات کو نقل کرنے کو نہیں چاہ رہا تھا، مگر مجھ سے پہلے چونکہ حافظ ابونعیم نے ان کو نقل کیا تو میں نے ان کی اتباع میں اس کو نقل کر دیا، ملاحظہ فرمائیں: (خصائص کبریٰ: ج ۱ص ۱۲۲، دار الکتب الحدیثیہ)

تو سند سامنے نہ ہونے کی وجہ سے ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کو اس حدیث کا حکم معلوم نہ ہو سکا اور چونکہ ان سے پہلوں نے اسے اپنی کتب میں روایت کیا تھا، لہٰذا محض ان سے حسن ظن رکھتے ہوئے اس کو نقل کر دیا، لیکن بعد والوں کے سامنے چونکہ اس روایت کی حقیقت واضح ہو گئی، لہٰذا اب وہ ایک موضوع روایت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے عظیم گناہ اپنے سر نہیں لے سکتے، ہم سے پہلے والے اس باب میں معذور تھے۔

علامہ عبد الحئی محدث لکھنوی رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز کتاب ''الاجوبۃ الفاضلۃ'' میں تیسرے سوال کے جواب میں اس پر بڑا تفصیلی کلام کیا ہے اور کئی کتب حدیث سے اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ حدیث کا محض کسی محدث کی طرف سے روایت کر دینا یا کسی کتاب میں درج ہونا اس کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں!!

خلاصہ کلام کسی محدث یا مصنف کا کسی روایت کو اپنی کتاب میں نقل کرنا خاص کر سیرت و تاریخ کی کتب میں ہرگز اس بات کی دلیل نہیں کہ مصنف اس روایت کو درست سمجھتا ہے، جیسا کہ خان صاحب نے اپنی جہالت کی وجہ سے سمجھا!!!!!

پھر جہالت در جہالت کو دیکھیں کہ خان صاحب کا یہ کہنا:

''پس باوجود تعدد طرق و کثرت مخرجین، حدیث کو صرف روایت حکیم کہنا محض باطل ہے''

یا خدایا!...... یہ آدمی ایک روایت کو کئی کتب میں نقل ہو جانے کو ''کثرت طرق'' کہہ رہا ہے۔ یعنی اگر کسی موضوع یا بے سندی روایت کو دس مولویوں نے اپنی کتاب میں ذکر کر دیا تو اب خان صاحب کے ہاں اس کے ''دس طرق'' ہو گئے اور وہ کم از کم حسن لغیرہ کے درجے کو پہنچ گئی! یہ ہے خان صاحب کی اصول دانی!............ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

خان صاحب! تعدد طرق اس وقت بنے گا جب ایک صحابی رسول ﷺ سے مختلف سندوں کے ساتھ روایت آئے، یہاں تو سرے سے سند ہی ثابت نہیں، پھر محض طریق عدیدہ یا کثیرہ سے علی الاطلاق روایت کو تقویت نہیں پہنچتی:

**لا يلزم من ورود الحديث من طرق متعددة كحديث " الأذنان من الرأس " : أن يكون حسناً، لأن الضعف يتفاوت، فمنه ما لا يزول بالمتابعات، يعنى لا يؤثر كونه تابعاً أو متبوعاً، كرواية الكذابين والمتروكين.** (الباعث الحثیث ص ۵)

معلوم ہوا کہ اگر روایت میں کذاب یا متروک راوی ہو تو وہ روایت تعدد طرق سے مضبوط نہیں ہوگی اور یہ روایت اگرچہ حکیم ترمذی کی نوادر میں نہیں، مگر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

**اخرج الحكيم الترمذى من طريق عبد الرحمن بن قيس الزعفرانى عن عبد الملك بن عبد الله بن الوليد عن ذكوان** (خصائص کبریٰ)

اس میں ایک راوی عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کذاب اور متروک ہے۔

(میزان الاعتدال، ج ۲ ص ۵۸۳)...... (شرف المصطفیٰ للخرکوشی، ج ۲ ص ۱۱۵)

پس یہ روایت ہی جعلی اور موضوع ہے، خان صاحب کو شرم نہیں آتی کہ اس قسم کی موضوع احادیث پر اہلِ حق کے منہ آتے ہیں، خود خان صاحب لکھتے ہیں:

''علامہ زرقانی شرح میں لکھتے ہیں: **لان عادة المحدثين التساهل فى غير الاحكام والعقائد ما لم يكن موضوعا** کیونکہ محدثین کی عادت کہ وہ احکام وعقائد کے غیر میں چشم پوشی سے کام لیتے ہیں، جب تک حدیث موضوع نہ ہو''۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۷۴۰)

پس جب حدیث ہی موضوع ہے تو یہ روایت معجزات اور فضائل میں بھی معتبر نہ ہوگی۔

اس تفصیل کے بعد اب خان صاحب کی اس جہالت کو بھی ملاحظہ فرمائیں:

''فقیر حیران ہے جب حدیث کئی طریق سے مروی ہوئی اور چند ائمہ نے اسے تخریج کیا اور وہ مقتدایان ملت نے اس سے احتجاج فرمایا اور سلفاً خلفاً بے اعتراض معترض مقبول رکھا، پھر نہ تسلیم کرنے کی وجہ کیا ہے؟'' (فتاویٰ رضویہ، ج ۳۰ ص ۷۴۵)

حدیث کا کوئی ایک طریق بھی نہیں۔ یہ خان صاحب کا سفید جھوٹ ہے۔ اگر متاخرین کی کتب میں یہ روایت ہے تو اس کا جواب گذر چکا کہ بعض اوقات بعد والے پہلوں پر اعتماد کر کے کوئی بات نقل در نقل کرتے چلے جاتے ہیں اور اصل میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔

## خان صاحب کو تخریجِ حدیث کی اصطلاح کا بھی علم نہیں:

سیوطی نے حکیم ترمذی سے اس روایت کو نقل کیا اور ابن الجوزی نے عبد اللہ ابن عباس ؓ کے حوالے سے الوفا میں اس کو نقل کیا، اس کو خان صاحب ''تخریج حدیث'' سمجھ کر یہ کہہ رہے ہیں کہ چند ائمہ نے اسے تخریج کیا! **انا للہ و انا الیہ راجعون**۔ یعنی وقت کے امام بخاری کو تخریج حدیث کی اصطلاح کا بھی علم نہیں !!......حالانکہ تخریج حدیث ایک مخصوص اصطلاح ہے، ملاحظہ ہو اس کی تفصیل:

## تخریج حدیث کا مطلب:

حدیث کے اصل ماخذ کا بیان، مع اس کے مختلف طرق و روایات، جن کا ذکر کرنا ضروری ہو یعنی اس فن میں ماخذ کے ساتھ یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ سند کا دارومدار کس راوی پر ہے، اور پھر رجال سند اور متن کی تحقیق اور اس روایت پر محدثین کا کیا حکم ہے؟

اگر حکم بیان نہیں کیا گیا تو خود اس پر صحت یا ضعف کا حکم لگانا۔

صرف ماخذ کا بیان کر دینا، بغیر اس کی روایت بتائے ہوئے اور بغیر حکم لگائے تخریج نہیں کہلاتا، یہ صرف حدیث کی نسبت بتاتا ہے۔

تخریج کے دو طریقے ہیں:

۱۔ اطراف اسانید کے حوالے سے تخریج کرنا۔

۲۔ طرق اسانید کے حوالے سے تخریج کرنا۔

پہلا طریقہ مندرجہ ذیل حالات میں استعمال کیا جاتا ہے:

۱/ جب روایت کے تمام طرق علتوں والے ہوں۔

۲/ جب متن حدیث میں کمی یا زیادتی ہو۔

۳/ جب سند میں کوئی مخالفت یا ترجیح دینا مقصود ہو۔

۴/ جب الفاظ حدیث میں ترجیح مطلوب ہو، چاہے وہ صحیحین ہی میں کیوں نہ ہو۔

۵/ جب اصل راوی حدیث مختلط ہو۔

۶/ اگر سند میں مدلس راوی ہو اور اس نے سماع کی صراحت نہ کی ہو۔

۷/ اگر حدیث کے بارے میں یہ معلوم کرنا ہو کہ وہ متواتر، یا مشہور، یا غریب ہے۔

۸/ اگر سند کے عالی یا نازل ہونے کے بارے میں معلوم کرنا ہو۔

۹/ اگر حدیث مختلف طرق سے مرسل یا متصل یا مرفوع یا موقوف ہو۔

۱۰/ اگر حدیث کی تقویت مطلوب ہو، متابعہ کے ذریعے سے۔

اس کے علاوہ اور بھی اسباب ہو سکتے ہیں، تاہم اہم اسباب یہی ہیں۔

دوسرا طریقہ اس وقت استعمال کیا جائے گا، جب سند یا متن میں کوئی علت نہ ہو، سند کسی ایک راوی کے گرد گھومتی ہو، اس صورت میں پہلا طریقہ استعمال کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

دوسرے مرحلے میں یہ دیکھنا ہوگا کہ جس روایت کی تخریج مطلوب ہے، اس کی کیا حیثیت ہے؟

ا۔کسی متعین کتاب سے کوئی حدیث معلوم کرنا ہو، جیسے ابو داؤد یا مسند احمد سے کسی حدیث کی تخریج کرنا ہے تو اس صورت میں وہ حدیث اس کتاب میں سے ڈھونڈنے کے بعد، اس کی سند کی تحقیق کی جائے گی اور پھر اس پر حکم لگایا جائے گا، اگر حدیث کی تقویت مطلوب ہے تو متابعات اور شواہد کی تلاش ہوگی اور متن کے بارے میں دیکھا جائے گا کہ وہ منکر یا شاذ تو نہیں ہے۔

۲۔کسی حدیث کو بغیر کسی تعین کے تلاش کرنا، اس صورت میں پہلے یہ حدیث اس کے ماخذ سے تلاش کی جائے گی اور تمام اسانید جمع کی جائیں گی، مذکورہ دونوں طریقوں میں سے کسی ایک طریقے کے ذریعے سے اور اس کے بعد اس حدیث کی صحت یا ضعف کے بارے میں حکم لگایا جائے گا۔ (بحوالہ معجم اصطلاحات حدیث)

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کم وبیش تخریج کا یہی معنیٰ کیا ہے۔

**(التخريج: إخراج المحدث الأحاديث من بطون الأجزاء، والمشيخات والكتب ونحوها، وسياقها من مرويات نفسه أو بعض شيوخه أو أقرانه أو نحو ذلك والكلام عليها وعزوها لمن رواها من أصحاب الكتب والدواوين مع بيان البدل والموافقة ونحوها).**

(فتح المغیث: ج ۳،ص ۳۱۸)

یعنی کسی محدث کا حدیث کی کتابوں سے حدیث کو منتخب کرنا اور ان کو اپنی سند یا اپنے بعض اساتذہ یا ساتھیوں کی سند سے روایت کرنا، پھر ان پر حکم لگانا اور ان کی نسبت ان مؤلفین کی جانب کرنا جنہوں نے ان کو روایت کیا ہے بدل اور موافقت کی وضاحت کے ساتھ۔

تخریج کا اصل مقصد کسی حدیث کا حکم معلوم کرنا ہوتا ہے، محض کسی کا کسی حدیث کو کسی راوی سے اپنی کتاب میں نقل کر دینا ہر گز تخریج نہیں، جیسا کہ خان صاحب سمجھ رہے ہیں، حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے طرف حدیث، صحابی اور روایت کرنے والے محدث کے ذکر پر اقتصار کیا ہے، صحت، حسن اور ضعف کو بیان کر دیا ہے اس لئے کہ یہی تخریج حدیث کا آخری مقصد ہوتا ہے۔ (المغنی فی حمل الاسفار، ج ا،ص ۲)

گویا حدیث کی مکمل سند اگر اس کے متابعات وشواہد ہوں تو اس کو نقل کرنے کے بعد اس پر حکم لگانے کو تخریج حدیث کہتے ہیں، مگر خان صاحب محض ایک دو علماء کی طرف سے کسی روای کی طرف حدیث کی نسبت کر دینے کو تخریج سے تعبیر کر رہے ہیں۔

اس مسئلہ کی مزید تفصیل کیلئے حضرت مولانا علی اکبر جلبانی صاحب مدظلہ العالی کی کتاب ''التحقیق المقبول فی اثبات بشریۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کا مطالعہ کریں۔

## نورِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق خان صاحب کی ایک اور جعلی روایت

خان صاحب لکھتے ہیں:

''ابن عسا کر نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، میں سیتی تھی، سوئی گر پڑی، تلاش کی، نہ ملی اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے حضور کے نور رخ کی شعاع سے سوئی ظاہر ہوگئی''۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳۰،ص ۷۰۹)

قارئین کرام! رسالت مآب ﷺ کی ذات اَقدس مجسّم فضائل ومناقب ہے اور ہر مسلمان دل وجان سے آپ ﷺ کے ان معجزات وکمالات کا معترف ہے لیکن یہ بات واضح رہے کہ آپ ﷺ کی معجزانہ شان میں یہ بھی داخل ہے کہ آپ ﷺ کے تمام تر شمائل مستند دلائل سے ثابت ہیں، جن میں کسی خود ساختہ مداخلت کی قطعاً گنجائش نہیں ہے، اسی پر اَعلام اُمت کا اجماع ہے لیکن بریلوی حضرات کا عجیب اصول ہے جو انہوں نے خان صاحب سے لیا ہے کہ اگر ان کو آپ ﷺ کے مناقب پر مشتمل من گھڑت روایت سے آگاہ کیا جائے تو انہیں یہ وہم ہونے لگتا ہے کہ جب آپ ﷺ کے بے شمار معجزات ہیں تو اس روایت کو رسول اللہ ﷺ کی طرف انتساب کرنے میں کیا حرج ہے؟ تم تو معجزات رسول ﷺ کے منکر ہو رہے ہو۔ یہ سوال بظاہر معصومانہ لہجہ رکھتا ہے لیکن اگر شریعت اسلامیہ میں ایسی غیر مستند باتوں کا سد باب نہ ہوتا تو وہ مسخ ہو کر رہ جاتی، چنانچہ آپ ﷺ نے بذاتِ خود انتہائی اہتمام سے ان بے جا مداخلتوں پر وعید بیان کی ہے:

''مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّار''۔(۱) ترجمہ: ''جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''۔

ذیل میں آپ ﷺ کے مناقب پر مشتمل ایک ایسی روایت بیان کی جائے گی، جو من گھڑت ہونے کے باوجود زبان زدِ عام ہے:

روایت کی تحقیق چار اجزاء پر مشتمل ہے:

(۱) مصادرِ اصلیہ سے روایت کی تخریج۔

(۲) روایت پر ائمہ حدیث کا کلام۔

(۳) سند کے متکلم فیہ راوی پر ائمہ کا کلام۔

(۴) ائمہ رجال کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم۔

## مصادرِ اصلیہ سے روایت کی تخریج:

حافظ ابن عساکرؒ ''تاریخِ دمشق'' (۲) میں رقم طراز ہیں:

"أخبرنا أبوحفص عمر بن علي بن أحمد الفاضل النَوْقاني. بها. أنبأنا أبو محمد الحسَن بن أحمد السمرقندي،(أنبأنا الحسن الحافظ قراءة أنبأنا أبو إبراهيم بن إسماعيل بن عبدالله التاجر السمرقندي) . بها أنبأنا أبوالحسَن علي بن محمد بن أحمد بن يحيى بن الفضل بن عبدالله الفارسي،أنبأنا أبوالحسَن بن علي بن الحُسَين الجرجاني الحافظ السمرقندي،أنبأنا مَسْعَدَة بن بكر الفَرْغَاني بمَرْوَ،وأنا سألتُه فأملى عليّ بعد جُهدٍ،أنبأنا محمد بن أحمد بن أبي عون،أنبأنا عمّار بن الحسَن،أنبأنا سلمة بن الفضل بن عبدالله،عن محمد بن إسحاق بن يسار،عن يزيد بن رُومان وصالح بن كيسان عن عروة بن الزبير رضي الله عنه عن عائشة رضي الله عنها قالت:

استعرتُ من حَفْصَة بنت رواحة إبْرَة كنتُ أخيط بها ثوبَ رسول الله صلى الله عليه وسلم،فسقطتْ منّي الإبرة فطلبتُها فلم أقدر عليها،فدخل رسول الله صلى الله عليه وسلم

فتبيّنتُ الابرةُ من شُعاع نور وجهه فضحكتُ فقال: ياحُميراء! لِمَ ضحكتِ؟ قلتُ: كان كيتَ وكيتَ، فنادى بأعلى صوته: "ياعائشة! الويلُ ثم الويلُ. ثلاثاً. لمَنْ حرم النظر الى هذا الوجه ما من مؤمن ولا كافر إلا ويشتهي أن ينظر الى وجهي"۔

**ترجمہ:** ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حفصہ بنت رواحہ سے ایک سوئی عاریتاً لی، جس سے میں رسول اللہ ﷺ کا کپڑا سی رہی تھی، مجھ سے وہ سوئی نیچے گر پڑی، میں نے اسے تلاش کیا مگر وہ مجھے نہیں ملی، دفعتاً رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے، آپکے نورانی چہرے کی شعاع سے سوئی نظر آ گئی، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں ہنس پڑی، آپ نے فرمایا: اے حمیراء! تم کیوں ہنسی تھی؟ میں نے عرض کیا کہ یہ واقعہ پیش آیا ہے، تو آپ ﷺ نے بآواز بلند کہا: اے عائشہ! ہلاکت ہے! پھر ہلاکت ہے! (یہ جملہ تین مرتبہ کہا) اس شخص کیلئے جو اس چہرے کو دیکھنے سے محروم ہو جائے، ہر مؤمن و کافر کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ میرے چہرے کا دیدار کرلے۔

یہ روایت حافظ ابن عساکر کے علاوہ، قوام السنۃ اسماعیل بن محمد بن فضل بن علی القرشیؒ نے "**دلائل النبوۃ**" (۳) میں اپنی سند سے تخریج کی ہے، دونوں سندیں ابو محمد السمر قندی پر آ کر مشترک ہو جاتی ہیں۔

## روایت پر ائمہ حدیث کا کلام:

علامہ عبدالحی لکھنویؒ "**الآثار المرفوعة**" (۴) میں لکھتے ہیں:

..ومنها مايذكر الوعاظ عند ذكر الحُسن المُحَمَّدِي أنّه في ليلة من الليالي سقطتْ من يد عائشة رضي الله عنها إبرتُه ففُقِدَتْ فالتمستْها ولم تجده فضحك النبي وخرجتْ لُمَعَة أسنانِه فأضاءتْ الحجرة ورأت عائشةُ بذلك ابرتَه۔

وهذا وإن كان مذكوراً في معارج النبوة وغيره مِنْ كتب السير الجامعة للرطب واليابس، فلا يستند بكل ما فيها إلا النائم والناعس ولكنّه لم يثبتْ روايةً ودرايةً۔

**ترجمہ:** ان من گھڑت قصوں میں ایک وہ قصہ بھی ہے، جسے واعظین آپ ﷺ کے حسن کو بیان کرتے ہوئے ذکر کرتے ہیں، (قصہ یہ ہے کہ) ایک شب ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سے سوئی نیچے گر پڑی، آپؓ نے سوئی کو تلاش کیا لیکن سوئی نہیں ملی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانتوں سے ایک روشنی اور چمک نکلی، جس نے حجرے کو روشن کر دیا اور اس کی روشنی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سوئی مل گئی، **یہ قصہ اگرچہ معارج النبوۃ اور سیرت کی دیگر ایسی کتب میں مذکور ہے، جو رطب و یابس پر مشتمل ہیں، ان کتب کی ہر چیز پر اعتماد صرف وہ شخص کرسکتا ہے جو سو رہا ہو اور اونگھ رہا ہو!!**

ملاحظہ فرمائیں کہ علامہ عبدالحیؒ خان صاحب کو کیا کہہ دیے!!

## زیرِ بحث روایت کی سند پر کلام:

اس روایت میں ایک راوی مسعدۃ بن بکر الفرغانی، شدید متکلم فیہ ہے، جن کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام ملحوظ رکھنا ضروری ہے،

## مَسعَدَة بن بکر الفرغانی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال:

(۱) حافظ ذہبیؒ ''میزان الاعتدال'' (۵) میں لکھتے ہیں: **عن محمد بن أحمد بن أبي عون بخبر كذب**۔ مسعدہ نے محمد بن أحمد بن أبي عون سے ایک جھوٹی خبر نقل کی ہے۔

(۲) حافظ ابن حجرؒ ''**میزان الإعتدال**'' کی عبارت ''**لسان المیزان**'' (۶) میں نقل کر کے رقم طراز ہیں:

**ولم أقف على الخبر بعدُ و وجدتُ له حديثاً آخر۔ قال الدَّارَ قُطْنِي في "غرائب مالك" أبو سعيد مَسْعَدَة بن بكر بن يوسف الفَرْغَانِي، قدِم حاجاً، حدثنا الحسن بن سفيان، حدثنا أبو معصب، عن مالك، عن نافع، عن ابن عمر رضي الله عنهما رفعه: "مَثَلُ المنافق مثل الشاة العائرة.........**

**قال الدار قطني: هذا باطل بهذا الإسناد۔**

ترجمہ: میں اب تک اس خبر پر واقف نہیں ہوسکا (جس کو حافظ ذہبی نے ذکر کیا ہے) البتہ مجھے مَسعَدہ کی ایک دوسری حدیث ملی ہے، (وہ حدیث یہ ہے) دارقطنی ''غرائب مالک'' میں لکھتے ہیں: ابوسعید مسعدہ بن بکر یوسف الفرغانی حج کیلئے آئے تو ہمیں حدیث بیان کی، وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حسن بن سفیان نے حدیث بیان کی، حسن فرماتے ہی کہ ہمیں ابومعصب نے اور وہ مالک سے اور وہ نافع سے اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: منافق کی مثال دو ریوڑوں کے درمیان اس پریشان بکری کی سی ہے۔۔۔۔۔ دارقطنی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس سند سے باطل ہے۔

واضح رہے کہ زیرِ بحث سند میں مسعدۃ اس روایت کو محمد بن أحمد بن أبي عون سے نقل کرنے والے ہیں، اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

(۳) حافظ ابن عراقؒ ''**تنزیه الشریعة**'' (۷) میں لکھتے ہیں: ''**مَسْعَدَة بن بكر الفَرْغَانِي عن محمد بن أحمد بن أبي عون بخبر كذب**''۔

## ائمہ رجال کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا فنّی حکم:

زیرِ بحث سند کے راوی مسعدہ بن بکر الفرغانی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ حافظ ذہبیؒ کے قول کے مطابق مسعدہ متہم بالکذب ہے، کیونکہ مسعدہ نے محمد بن أحمد بن أبي عون سے ایک جھوٹی خبر نقل کی ہے، یہی جرح حافظ ابن عراق نے بھی نقل کی ہے، البتہ حافظ ابن حجرؒ نے حافظ ذہبی کے کلام کو نقل کرنے کے بعد کہا کہ مجھے اب تک مسعدہ کی یہ جھوٹی خبر نہیں ملی، پھر حافظ ابن حجر نے ''غرائب مالک'' سے مسعدہ کی ایک دوسری حدیث نقل کی ہے، جسے دارقطنی نے باطل قرار دیا ہے، اور اس باطل روایت میں مسعدہ کو متکلم فیہ بتایا ہے، بہرحال ان تمام اقوال کا حاصل یہی ہے کہ مسعدہ متہم بالکذب راوی ہے، نیز علامہ عبدالحیؒ بھی صاف لفظوں میں اس کی وضاحت کر چکے ہیں کہ یہ زیرِ بحث روایت من گھڑت ہے اور جمہور علماء کے نزدیک ضعیف حدیث پر، فضائل کے باب میں عمل کرنا جائز ہے، بشرطیکہ حدیث، ضعف شدید سے خالی ہے، اور اس روایت کی سند میں مسعدہ متہم بالکذب ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے انتساب سے اس روایت کو بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

زیرِ بحث روایت کا بطلان، سابقہ نصوص سے واضح ہو چکا ہے، البتہ یہاں ایک دلچسپ نکتہ ملحوظ رہے کہ حافظ ذہبیؒ کا قول ما قبل میں گذر

چکا ہے کہ معدہ نے محمد بن أحمد بن أبي عون سے ایک جھوٹی خبر نقل کی ہے، لیکن حافظ ذہبی نے اس خبر کی تعیین نہیں کی اور حافظ ابن حجرؒ نے اس خبر کے بارے میں عدمِ علم کا اظہار فرمایا تھا، اب آپ زیرِ تحقیق روایت کی سند ایک دفعہ پھر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ اس سند میں بھی معدہ بن بکر الفرغانی محمد بن احمد بن أبي عون سے روایت کو نقل کرنے والے ہیں، اور علامہ عبدالحی لکھنویؒ خاص اس زیرِ بحث روایت کے موضوع ہونے کو پہلے ہی بتا چکے ہیں، اس لئے قرین قیاس یہی ہے کہ وہ من گھڑت روایت یہی ہو۔

بہر حال! یہ بات واضح ہے کہ مذکورہ قصہ کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرنا فنی حیثیت سے جائز نہیں ہے، اس لئے یہ روایت ساقط الاعتبار، نا قابل بیان ہے، مگر خان صاحب کو سلام ہے جو اسے بابِ اعتقاد میں پیش کر رہے ہیں!!

## مصادر و مراجع:


**(۱)الصحيح للبخاري: باب إثم من كذب على النبي ﷺ ۱/۳۳، رقم الحديث: ۱۰۷، ت: محمد زهير بن الناصر، دار طوق النجاة، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ۔**

**(۲)تاريخ دمشق: باب صفة خلقه ومعرفة خلقه، ۲۱۰/۳، ت: محب الدين أبو سعيد، دار الفكر، بيروت، ۱۴۱۵ھ۔**

**(۳)دلائل النبوة:**

**(۴)الآثار المرفوعة: ۳۶/۱، دار الكتب العلمية، بيروت۔**

**(۵)ميزان الاعتدال: مسعدة، ۹۸/۴، رقم: ۸۴۶۲، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة، بيروت۔**

**(۶)لسان الميزان: ۴۰/۸، رقم: ۷۶۸۰، الشيخ عبد الفتاح أبو غدة، دار البشائر الاسلامية، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ۔**

**(۷)تنزيه الشريعة: ۱/ ۱۱۶، رقم: ۳۶۷، عبد الوهاب عبد اللطيف وعبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ۔**


# علامتِ قیامت کے متعلق ایک روایت

خان صاحب ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

آئے گی مگر یہ نہ کہا تھا کہ اسی رمضان آئے گی، جب آئے گی تو وہ رمضان ہی ہوگا جس کی پندرہویں جمعہ کو ہوگی، اس سال زلزلے کثرت سے ہوں گے، اولے کثرت سے پڑیں گے، پندرہویں شب رمضان شب جمعہ ایک دھماکہ ہوگا صبح کی نماز کے بعد ایک چنگھاڑ سنائی دے گی، حدیث میں آیا ہے کہ اس تاریخ کو نماز صبح پڑھ کر گھروں کے اندر داخل ہو جاؤ اور کواڑ بند کرلو، گھر میں جتنے روزن ہو بند کرلو، کان بند کرلو، پھر آواز سنو تو فوراً اللہ جل شانہ کیلئے سجدہ میں گرو اور کہو **سبحن القدّوس سبحن القدّوس ربّنا القدّوس**...... جو ایسا کرے گا نجات پائے گا جو نہ کرے گا ہلاک ہوگا“۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۷، ص ۴۲)

موصوف نے جس روایت کا ذکر کیا وہ ان الفاظ میں ہے:

**(إِذَا كَانَتْ صَيْحَةٌ فِي رَمَضَانَ، فَإِنَّهُ يَكُونُ مَعْمَعَةٌ فِي شَوَّالٍ، وَتَمْيِيزُ الْقَبَائِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، وَتُسْفَكُ**

الدِّمَاءُ فِي ذِي الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمِ وَمَا الْمُحَرَّمُ ؟ (يَقُولُهَا ثَلَاثاً) ، هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ ، يُقْتَلُ النَّاسُ فِيهَا هَرْجاً هَرْجاً . قُلْنَا : وَمَا الصَّيْحَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : هَدَّةٌ فِي النِّصْفِ مِنْ رَمَضَانَ لَيْلَةَ جُمُعَةٍ ، فَتَكُونُ هَدَّةٌ تُوقِظُ النَّائِمَ وَتُقْعِدُ الْقَائِمَ ، وَتُخْرِجُ الْعَوَاتِقَ مِنْ خُدُورِهِنَّ فِي لَيْلَةِ جُمُعَةٍ ، فِي سَنَةٍ كَثِيرَةِ الزَّلَازِلِ . فَإِذَا صَلَّيْتُمُ الْفَجْرَ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ ، فَادْخُلُوا بُيُوتَكُمْ ، وَاغْلِقُوا أَبْوَابَكُمْ ، وَسُدُّوا كُوَاكُمْ ، وَدِثِّرُوا أَنْفُسَكُمْ ، وَسُدُّوا آذَانَكُمْ ، فَإِذَا أَحْسَسْتُمْ بِالصَّيْحَةِ فَخِرُّوا لِلَّهِ سُجَّداً ، وَقُولُوا : سُبْحَانَ الْقُدُّوس ، سُبْحَانَ الْقُدُّوس ، رَبُّنَا الْقُدُّوسُ ، فَإِنَّهُ مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ ، نَجَا ، وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَلِكَ ، هَلَكَ) .

رمضان المبارک ۱۵ ۲۰ء میں اس روایت کو رضاخانی حضرات نے فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے سوشل میڈیا پر خوب پھیلایا اور خلق کثیر کو تشویش میں مبتلا کیا، حالانکہ یہ روایت معتبر نہیں بلکہ موضوع اور گھڑی ہوئی ہے، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے **اللالی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة** ج ۲ ص ۳۲۱ پر اس حدیث کو موضوع کہا ہے، علامہ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے الضعفاء الکبیر ص ۵۲۰ پر اسے من گھڑت کہا ہے، ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے الموضوعات ج ۳ ص ۱۹۱ پر اسے بے بنیاد کہا اور مستدرک کی تعلیق میں علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے (**المستدرك علی الصحیحین مع تعلیق الذهبی** ج ۴ ص ۵۶۳ پر) اس روایت کو بے اعتبار اور موضوع کہا ہے۔

لیکن خان صاحب کی حدیث دانی ملاحظہ فرمائیں کہ کس جزم سے اس کو نقل کر رہے ہیں کہ:

''جو خبر دی ہے ہونے والی ضرور ہے جب کبھی ہو''۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۷ ص ۴۲)

## روایت کو غلط انداز میں نقل کرنا:

خان صاحب روایات واحادیث پر کتنا عبور رکھتے ایک اور مثال ملاحظہ ہو:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آٹھ برس میں سورہ بقرہ شریف ختم فرمائی اور بعد اختتام ایک اونٹ قربانی فرمایا، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سورہ بقرہ شریف بارہ برس میں پڑھی۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۱۵۹)

اعلیٰ حضرت بریلوی نیم حکیم خطرۂ جان، نیم ملاں خطرۂ ایمان کا مصداق ہیں۔ بات کیا تھی اور اعلیٰ حضرت نے کیا بنا دی، اصل بات یوں ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے خلیفہ مراد آبادی لکھتے ہیں، تفسیر فتح العزیز ص ۸۶ میں ہے، بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سورہ بقرہ کو اس کے حقائق و دقائق کے ساتھ بارہ سال میں پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ختم کے روز ایک اونٹ ذبح فرما کر بہت کثیر کھانا پکوایا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلایا۔

(کشف الحجاب عن مسائل ایصال الثواب ص ۷ انوری کتب خانہ بازار داتا صاحب)

## مرگی والی روایت میں غلطی

ایک اور روایت میں غلطی ملاحظہ ہو:

"یہ مرگی فی الحقیقت ایک شیطان ہے، جو انسان کو ستاتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں ایک عورت اپنی لڑکی کو لائیں، عرض کی صبح و شام یہ مصروعہ ہو جاتی ہے، حضور نے اس کو قریب کیا اور اس کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا: **اخرج عدوّ الله وانا رسول الله** ۔ یعنی نکل اے خدا کے دشمن! میں اللہ کا رسول ہوں ۔ اسی وقت اسے قے آئی ایک سیاہ چیز جو چلتی تھی اس کے پیٹ سے نکلی اور غائب ہوگئی اور وہ عورت بے ہوش گئی"۔ (ملفوظات ج ۳ ص ۹۳)

ہمارے ایک عالم فرماتے ہیں راقم الحروف اس حدیث کو پڑھ کر پریشان ہوا کہ بدمعاش پیر اس حدیث کی آڑ میں لڑکیوں کے سینوں پر ہاتھ لگانا اور ٹٹولنا کہیں شروع نہ کردیں تو حدیث کی جستجو کی، مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۱ میں یہ حدیث ملی، اس حدیث میں ہے کہ وہ لڑکا تھا نہ کہ لڑکی! جیسا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھا ہے۔

اصل حدیث کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

**"وعن ابن عباس رضی الله عنهما قال ان امرأة جاء ت بابن لها الی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان ابنی به جنون انه لیاخذه عند غدائنا وعشاء نا فمسح رسول الله صلی الله علیه وسلم صدره ودعا فثع ثعةً وخرج من جوفه مثل الجرو الاسود یسعٰی،** (رواہ الدارمی مشکوٰۃ ص ۵۴۱)

وقت کے امام بخاری کو مشکوٰۃ کی حدیثوں کا بھی صحیح طرح علم نہیں ۔

## بیماری کے متعلّق جعلی روایت

ایک اور کمال ملاحظہ ہو، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"دوسری حدیث سخت تر ہے۔

**لا تمارضوا فتمرضوا فتموتوا فتدخلوا النار**"

"جھوٹے بیمار مت بنو کہ سچے بیمار ہو جاؤ گے۔ اور مر جاؤ گے تو جہنم میں داخل ہو گے"۔ (ملفوظات ج ۴ ص ۴۶)

یہ روایت جسے اعلیٰ حضرت نے حدیث بنا کر پیش کیا وہ جاہل عوام کی گھڑی ہوئی ہے، چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**واما یزید العوام من قولهم فتموتوا فتدخلوا النار فلا اصل له اصلا،** (موضوعات کبیر ص ۱۳۸)

پس ثابت ہوا کہ فن حدیث میں اعلیٰ حضرت بریلوی عوام الناس میں شامل ہیں ورنہ جان بوجھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھنے کا الزام اپنے سر لیں اور جہنم.................

## ایک اور موضوع روایت:

"اعلیٰ حضرت قبلہ کی حدتِ مزاج کا تذکرہ تھا، ایک صاحب نے عرض کیا ایک تو مزاج گرم دوسرے علم کی گرمی، اس پر ارشاد فرمایا حدیث میں ہے:

**"ان الحدة تعتری قراء امتی لعزة القران فی اجوافهم"**

قرا محاورہ حدیث میں علماء کو کہتے ہیں یعنی میری امت کے علماء کو گرمی پیش آئے گی قرآن کی عزت کے سبب جو ان کے دلوں میں ہے"۔ (ملفوظات ج ۴ ص ۳۹)

یہ حدیث بھی جھوٹی و من گھڑت ہے اور رسول اللہ ﷺ پر افتراء ہے، وہب بن وہب ابو البختری کذاب اس کی سند میں واقع ہے۔ چنانچہ میزان الاعتدال ج ۴ ص ۳۵۴ میں ہے:

**"ان الحدة تعترى جماع القرآن قيل له يا رسول الله قال لغيرة القرآن فى اجوافهم وهذه احاديث مكذوبة"**

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص میری طرف جھوٹی نسبت کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

لاکھوں احادیث کے حافظ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس شخص کو ملایا جا رہا ہے جسے چند احادیث بھی زبانی اپنے بیٹے کے سامنے ملفوظات کی شکل میں ٹھیک سے سنانے کی صلاحیت نہیں!!!!

# مشت زنی کے متعلق بے اصل روایت

خان صاحب بریلوی مشت زنی کی مذمت کیلئے بطورِ استدلال اس روایت کو لائے:

"حدیث میں ہے: **ناکح الید ملعون** جلق لگانے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے"۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲، ص ۲۰۲)

حالانکہ ان الفاظ کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی کوئی حدیث نہیں، یہ رسول اللہ ﷺ پر خان صاحب کا جھوٹ ہے۔

علامہ عجلونی و ملا علی قاری حنفی رحمہما اللہ علیہما اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

**ناکح الید ملعون.**

**قال الرهاوى فى حاشية المنار لا أصل له.** (کشف الخفاء، ج ۲، ص ۳۲۵، المصنوع ص ۱۹۹)

یہ تاویل نہیں چل سکتی کہ یہ روایت فلاں کتاب میں بھی تو ہے اس لئے کہ اس کتاب والوں کو حدیث کا حکم معلوم نہ ہو سکا، اس لئے نقل کر دیا، خان صاحب تو تمام احادیث کے حافظ، روایت و درایت کے ماہر، اسماء الرجال کے امام، حدیث کا حکم نوک زباں پر!......اس لئے اب یا تو اس بات کو تسلیم کرو کہ خان صاحب نے جانتے بوجھتے نبی کریم ﷺ کی طرف معاذ اللہ جھوٹ منسوب کر کے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا یا پھر اپنے ان بلند و بانگ دعوؤں سے رجوع کرو!!!!

# الامن والعلیٰ کی چند روایات پر ایک نظر

خان صاحب بریلوی نے عقیدہ مختار کل پر ایک کتاب لکھی، جس کا نام الامن والعلیٰ ہے، عقیدہ کے باب میں خود خان صاحب اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ خبر واحد بھی معتبر نہیں۔

"اعتقادیات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے نہ ظنیاتِ صحاح کا احاد صحاح بھی معتبر نہیں، چنانچہ فن اصول میں مبرہن ہے"۔

(الدولۃ المکیۃ، ص ۸۲)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''عقیدے کیلئے قطعی دلیل کی ضرورت ہے، قرآن کی آیت یا حدیث متواتر یا اجماع قطعیات الدلالت جن میں نہ شبہ کی گنجائش نہ تاویل کی راہ پیش کی جائے''۔ (دس عقیدے، ص ۸۱)

بریلوی شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

''احادیث سے استنباط یا تو عقائد کیلئے ہوگا یا احکام کیلئے یا فضائل ومناقب کیلئے، عقائد کیلئے جب تک حدیث مشہور متواتر نہ ہو کام نہیں چلے گا، خبر واحد اگرچہ کیسی ہی قوت سند ونہایت صحت پر ہو تب بھی کام نہیں آئے گی، علامہ تفتازانی فرماتے ہیں: **خبر الواحد علی تقدیر اشتمال جمیع الشرائط المذکور فی اصول الفقه لا یفید الا الظن ولا عبرة بالظن فی باب الاعتقادات** (شرح العقائد للنسفی) خبر واحد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقادات میں ظنیات کا کچھ اعتبار نہیں''۔ (انگوٹھے چومنے کا مسئلہ: ص ۳۵)

اب ان اصولوں کو توڑتے ہوئے خود خان صاحب نے عقائد کے باب میں کس طرح ضعیف احادیث پیش کی، ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

## مثال نمبر ۱:

خان صاحب بریلوی نے روایت پیش کی:

''**انی لاهم باهل الارض عذابا فاذا نظرت الی عمار بیوتی والمتحابین فی والمستغفرین بالاسحار صرفت عذابی عنهم**۔ میں زمین والوں پر عذاب اتارنا چاہتا ہوں جب میرے گھر آباد کرنے والے اور میرے لئے باہم محبت رکھنے والے اور پچھلی رات کو استغفار کرنے والوں کو دیکھتا ہوں اپنا غضب ان سے پھیر دیتا ہوں۔

(الامن والعلیٰ، ص ۵۵)

## تبصرہ:

اس میں ایک راوی ''صالح المری'' ہے جو سخت ضعیف متروک ہے۔

**قال مناوی فیه صالح المری اورده الذهبی فی الضعفاء والمتروکین وقال النسائی وغیره متروك** (جامع الاحادیث، ج ۸، ص ۲۸۴، رقم ۷۳۰۸)

**قال النسائی وغیره متروك**۔ (دیوان الضعفاء ج ۱ ص ۱۹۱، رقم ۱۹۱۳)

مزید تفصیلی جرح کیلئے اکمال التهذیب الکمال رقم ۲۴۳۵ تہذیب التهذیب، ج ۴، ص ۳۳۴، رقم ۶۵۱ تہذیب الکمال، ج ۱۲، ص ۱۶، رقم ۲۷۹۶۔ ملاحظہ ہو۔

## مثال نمبر ۲:

**ان الله لیدفع بالمسلم الصالح عن مائة اهل بیت من جیرانه ابلا،** بے شک اللہ عزوجل نیک مسلمانوں کے سبب اس کے ہمسائے میں سوگھر والوں سے بلا دفع فرماتا ہے۔ (الامن والعلیٰ،ص ۵۶)

اس میں ایک راوی یحیی بن سعید العطار ہے جو سخت ضعیف ہے۔

**فیه یحیی بن سعید العطار قال ابن معین لیس بشیء،** (الضعفاء الکبیر للعقیلی،رقم ۲۲۱۰)

**والعطار ضعیف جدًا۔** (فتح الباری،ج ۱۳،ص ۱۰۶)

## مثال نمبر ۳:

**ان الله ینصر القوم باضعفهم،** بے شک اللہ تعالیٰ تمام قوموں کی مدد فرماتا ہے ان کے ضعیف تر کے سبب۔ (الامن والعلی،ص ۵۶)

اس کی سند کے بارے میں بھی فیصلہ سن لیں:

**اسنادہ ضعیف۔** (جامع الاحادیث،ج ۲،ص ۴۴۱)

## مثال نمبر ۴:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: **إنّ أبا طالب مرض، فعاده النبی صلّی الله علیه وسلّم، فقال له: یا ابن أخی! ادع إلهك الذی تعبد أن یعافینی، فقال: ((اللّٰهم اشف عمّی))، فقام أبوطالب کأنّما نشط من عقال، فقال له: یا ابن أخی! إنّ إلهك الذی تعبد لیطیعك، قال: ((وأنت یا عمّاه! لئن أطعت الله لیطیعنّك))**

ترجمہ: "ابوطالب بیمار ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے ان کی تیمارداری کی۔ انہوں نے (نبی اکرم ﷺ سے) کہا: بھتیجے! اپنے اس اللہ سے دعا کر جس کی تو عبادت کرتا ہے کہ وہ مجھے عافیت دے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میرے چچا کو شفا عطا فرما، فوراً ابوطالب کھڑے ہو گئے گویا کہ ان کو رسی کھول کر اس سے آزاد کر دیا گیا ہو، انہوں نے آپ ﷺ سے کہا: جس اللہ کی تو عبادت کرتا ہے، وہ تیری بات مانتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے چچا جان! اگر آپ بھی اس اللہ کی اطاعت کریں گے تو وہ آپ کی بھی بات مانے گا۔

**(المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۹۷۳، فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل: ۱۱۵۲، الکامل لابن عدی: ۷/۱۰۲، وفی نسخة: ۷/۲۵٦۱، المستدرك للحاکم: ۱/۵٤۲، دلائل النبوة للبیهقی: ٦/۱۸٤)**

## تبصرہ:

یہ روایت بالاتفاق "ضعیف" ہے، کیونکہ اس کا ایک راوی ہیثم بن جماز البکاء باتفاقِ محدثین "ضعیف" ہے۔ اس کے بارے میں:

1 امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **ضعیف۔** یہ ضعیف راوی ہے۔

(تاریخ یحییٰ بن معین بروایۃ العباس الدوری: ۳٤۰۱)

2 امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ کہتے ہیں: **ضعیف الحدیث منکر الحدیث** ۔اس کی حدیث ضعیف اور منکر ہوتی ہے۔
(الجرح والتعدیل: ۹/ ۸۱)

3 امام ابو زرعہ رحمہ اللہ بھی **ضعیف** قرار دیتے ہیں۔

4 جوز جانی کہتے ہیں: **کان قاصا ضعیفا، روی عن ثابت معاضیل** ۔ضعیف قصہ گو راوی تھا، اس نے ثابت سے معضل (سخت منقطع) روایات بیان کی ہیں۔ (احوال الرجال للجوز جانی: ص ۱۲۰)

5 امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے **متروك الحديث** کہا ہے۔ (الضعفاء للنسائی: ص ۲٤٥)

6 امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **حديثه غير محفوظ** ۔اس کی حدیث محفوظ نہیں ہوتی۔ (الضعفاء الکبیر للعقیلی: ٤/ ۳۰۰)

7 امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **وللهيثم غير ما ذكرت، وأحاديثه أفراد غرائب عن ثابت، وفيها ما ليس محفوظ** ۔ہیثم کی مذکورہ روایات کے علاوہ بھی روایات ہیں، ثابت سے اس کی احادیث منکر اور غریب ہوتی ہیں اور ان میں غیر محفوظ احادیث بھی موجود ہیں۔ (الکامل لابن عدی: ۷/ ۱۰۳)

اس کے علاوہ اس راوی پر بہت سی سخت جروح ثابت ہیں، اس کے حق میں ادنیٰ کلمہ توثیق بھی ثابت نہیں، جناب احمد رضا خان بریلوی اس حدیث کے شروع میں اپنا عقیدہ یوں بیان کرتے ہیں:

"حضور کا رب حضور کی اطاعت کرتا ہے، مسلمانو! ذرا دیکھنا کوئی وہابی ناپاک ادھر اُدھر ہو تو اُسے باہر کر دو اور کوئی جھوٹا متصوف نصاریٰ کی طرح غلو و افراط والا دبا چھپا ہو تو اُسے بھی دور کرو اور تم عبدہٗ ورسولہٗ کی سچی معیار پر کانٹے کی تول مستقیم ہو کر یہ حدیث سنو۔" (الامن والعلیٰ از احمد رضا خان: ص ۱۲۵)

کیا اس طرح کی سخت ترین ضعیف حدیث، (جس کا راوی بالاتفاق ضعیف ہو اور اس کے متعلق ادنیٰ سی توثیق بھی نہ ہو تو) سے ایسا عقیدہ ثابت کرنا اہلِ حق کو زیبا ہے؟؟ فیصلہ کریں کہ حق کیا ہے؟؟ (بحوالہ معرکہ حق و باطل)

## مثال نمبر ۵:

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (**إنّ ربّي تبارك وتعالىٰ استشارني في أمّتي، ما ذا أفعل بهم؛ فقلت: ياربّ! هم خلقك وعبادك فاستشارني الثانية، فقلت له كذالك**، ترجمہ: میری امت کے باب میں مجھ سے مشورہ طلب فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں؟ میں نے عرض کیا کہ اے رب میرے! جو تو چاہے کر کہ وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں، اس نے دوبارہ مجھ سے مشورہ پوچھا، میں نے اب بھی وہی عرض کی۔ (مسند الامام احمد: ٥/ ۳۹۳)

### تبصرہ:

اس کی سند سخت ضعیف ہے، کیونکہ اس میں عبداللہ بن لہیعہ راوی جمہور کے نزدیک ضعیف، مدلس اور مختلط ہے، اس کے بارے میں حافظ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**وھو ضعیف بالاتفاق لاختلال ضبطہ** ۔ "حافظہ خراب ہونے کی وجہ سے یہ بالاتفاق ضعیف راوی ہے۔" (خلاصۃ الاحکام للنووی: ۲/ ۶۲۵)

حافظ ابن العراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **عبداللہ بن لھیعۃ ضعیف عند الأکثر** ۔ "عبداللہ بن لہیعہ جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔" (طرح التثریب لابن العراقی: ۶/ ۹٤)

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **وھو ممن ضعّفه الأکثر** ۔ "یہ ان راویوں میں سے ہے، جن کو جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔" (فتح المغیث للسخاوی: ۲۲۱)

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **وابن لھیعۃ ضعّفه الجمھور** ۔ "اور ابن لہیعہ کو جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے"، (مجمع الزوائد: ۱۰/ ۷،۳۷۵/ ۱۳)

نیز فرماتے ہیں کہ یہ "**ضعیف**" راوی ہے۔ (مجمع الزوائد: ۱/ ۱۲۹)

اسے حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (المغنی: ۱/ ۵٦۱) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تغلیق التعلیق: ۳/ ۲۳۹) نے بھی "ضعیف" قرار دیا ہے۔

حسن بن موسیٰ ان لوگوں میں سے نہیں، جنہوں نے اس سے اختلاط سے پہلے سنا ہے، لہٰذا یہ جرح مفسر ہے، اس روایت کے شروع کے الفاظ ہیں: **غاب عنّا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یوما، فلم یخرج، حتّی ظننّا أن لن یخرج** ۔ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ایک دن غائب ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف نہیں لائے حتی کہ ہمیں یہ گمان ہوا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف نہیں لائیں گے، ان الفاظ سے مسئلہ حاضر و ناضر کی نفی ہوتی ہے۔

**فائدہ:** عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **إنّ ربّی استشارنی فی أمّتی** ۔ "میرے رب نے میری امت کے بارے میں مجھ سے مشورہ کیا۔" (کتاب التوحید لابن خزیمۃ: ۲/ ٦٤۰، ح: ۳۸٤)

یہ روایت بھی بلحاظِ سند ضعیف ہے، اس کا راوی حجاج بن رشدین مصری جمہور کے نزدیک ضعیف ہے، امام ابو زرعہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **لا علم لی به، لم أکتب عن أحد عنه** ۔ "مجھے اس کے بارے کوئی علم نہیں، میں نے کسی سے بھی اس کی روایت نہیں لی۔ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ۳/ ۱٦۰)

امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "ضعیف" قرار دیا ہے۔ (الکامل لابن عدی: ۲/ ۲۳٤)

امام خلیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **ھو أمثل منه (من أبیه)** ۔ یہ اپنے باپ سے عمدہ ہے۔ (الارشاد للخلیلی: ۱/ ۲۵۸)

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: **وھو ضعیف** ۔ اور یہ ضعیف راوی ہے۔ (مجمع الزوائد: ۲/ ۱٤۱)

امام ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "صحیح" میں ذکر کیا اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے الثقات (۸/ ۹۵) میں ذکر کیا ہے۔ اس کا ضعف ہی راجح ہے، واللہ اعلم۔

قارئین کرام! یہ وہ روایات تھیں، جن کی بنا پر بعض لوگوں نے اپنے باطل عقائد کی بنیاد ڈالی، ان کے ضعیف ثابت ہوجانے کے بعد ان کے عقائد خود بخود ضعیف ہو گئے، اس کے باوجود احمد رضا خان بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

"بحمداللہ یہی معنیٰ ہیں اس حدیث کے کہ ربّ العزت روزِ قیامت حضرت رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ سے مجمع اوّلین وآخرین میں فرمائے گا **کلّهم يطلبون رضائي وأنا أطلب رضائك يامحمّد**! یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور میں تیری رضا چاہتا ہوں، اے محمد! میں نے اپنا ملک عرش سے فرش تک سب تجھ پر قربان کر دیا صلی اللہ تعالیٰ علیک وعلی آلک وبارک وسلم۔ اے مسلمان، اے سنّی بھائی! مصطفیٰ ﷺ کی شانِ ارفع کی خدائی آفتاب وماہتاب پر ان کا حکم جاری ہونا کیا بات ہے، آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک ان کے نائب، ان کے وارث، ان کے فرزند، ان کے دل بند، غوث الثقلین، غیث الکونین، حضور پرنور، سیدنا ومولانا امام ابو محمد شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ پر سلام عرض نہ کر لے۔"

(الامن والعلیٰ از بریلوی: ص ۱۲۷۔ ۱۲۸)

جناب بریلوی صاحب نے جہالت وضلالت اور غلو کی انتہاء کری ہے!!!!

## مثال نمبر ۶:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

**إنّي لأستحيي من الله أن يكون ذنب أعظم من غفري، أو جهل أعظم من حلمي، أو عورة لا يواريها ستري، أو خلّة لا يسدها جودي۔** "بے شک اللہ عزوجل سے شرم آتی ہے کہ کسی کا گناہ میری صفتِ مغفرت سے بڑھ جائے، وہ گناہ کرے اور میری مغفرت اس کی بخشش میں تنگی کرے کہ میں نہ بخش سکوں یا کسی کی جہالت میرے علم سے زائد ہو جائے کہ وہ جہل سے پیش آئے اور میں حلم سے کام نہ لے سکوں یا کسی عیب، کسی شرم کی بات کو میرا پردہ نہ چھپائے یا کسی حاجت مندی کو میرا اکرم بند نہ فرمائے"۔ (تاریخ بغداد للخطیب: ۱/۳۸۱، تاریخ ابن عساکر: ۴۲/۵۱۷)

## تبصرہ:

یہ روایت موضوع (جھوٹ کا پلندا) ہے، اس کا راوی ہیثم بن عدی بالاتفاق کذاب (پرلے درجے کا جھوٹا) اور "متروک الحدیث" اور "مدلس" ہے۔

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**ليس بثقة، كان يكذب۔** "یہ ثقہ نہیں تھا، جھوٹ بولا کرتا تھا" (تاریخ یحیی بن معین: ۱۷۶۷)

امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**كذاب، وقد رأيته۔** "یہ جھوٹا ہے، میں نے اسے دیکھا ہے۔" (تاریخ العجلی: ۴۶۲)

امام ابو حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**متروك الحديث، محلّه محلّ الواقدي۔** "یہ متروک الحدیث راوی ہے، اس کا درجہ واقدی (کذاب) والا درجہ ہے۔"

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ۹/۸۵)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**متروك الحديث** ۔ "یہ متروک الحدیث راوی ہے۔" (الضعفاء والمتروکون للنسائی: ٦٣٧)

امام جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**ساقط** ۔ "یہ سخت ضعیف راوی ہے۔" (احوال الرجال للجوزجانی: ٣٦٨)

امام ابوزرعہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**ليس بشيء** ۔ "یہ کچھ بھی نہیں تھا۔" (تاریخ ابی زرعۃ: ٣/ ٤٣١)

امام یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں:

**كانت له معرفة بأمور الناس وأخبارهم، ولم يكن في الحديث بالقوي، ولا كانت له به معرفة، وبعض الناس يحمل عليه في صدقه** ۔ "اس کو لوگوں کے معاملات اور ان کی تاریخ کی معرفت تھی، حدیث میں قوی نہیں تھا، نہ ہی اسے حدیث سے کوئی معرفت تھی، بعض محدثین اس کی سچائی پر بھی جرح کرتے ہیں"۔ (تاریخ بغداد للخطیب: ١٤/ ٥٣، وسندہ صحیح)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**سكتوا عنه** ۔ "محدثین نے اس کی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔" (کتاب الضعفاء للبخاری: ٣٩٩)

اس کے علاوہ اس پر بہت سی جروح ہیں، ایک بھی توثیق ثابت نہیں۔

اس روایت کا دوسرا راوی مجالد بن سعید جمہور محدثین کرام کے نزدیک "ضعیف" اور "سیئ الحفظ" ہے۔

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**وهو ضعيف عند الجمهور** ۔ "مجالد بن سعید جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔"
(مجمع الزوائد للہیثمی: ٦/ ٦٦، ٧/ ٣٤٧، ٥/ ٣٢، ٩/ ٩٨)

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**ضعّفه الجمهور** ۔ "اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔" (فیض القدیر للمناوی: ٦/ ١٣، ح: ٨٢٤٧)

ابن العراقی کہتے ہیں:

**قد ضعّفه الجمهور، وقد اختلط اخيرا** ۔ "اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے اور یہ آخر عمر میں مختلط ہو گیا تھا۔" (طرح التثریب لابن العراقی: ٢/ ٣٤٨)

علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

**ضعّفه الجمهور** ۔ "اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔" (عمدۃ القاری: تحت حدیث: ٩٣٤)

## مثال نمبر ۷:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **ما أدري أيّ النعمتين أعظم عليّ منّة من ربي، رجل بذل مصاص وجهه**

**إليّ، فرآني موضعا لحاجته، وأجرى الله قضاءها، أو يسّره على يدي، ولأن أقضي لامرءٍ مسلم حاجة أحبّ إليّ من ملء الأرض ذهبا وفضة۔** "بے شک میں نہیں جانتا کہ ان دو نعمتوں میں کونسی مجھ پر زیادہ ہے: احسان ہے کہ ایک شخص میری سرکار کو اپنی حاجت روائی کا محل جان کر اپنا معز زمنہ میرے سامنے لائے اور اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کا روا ہونا اس کی آسانی میرے ہاتھ پر رواں فرمائے، یہ تمام روئے زمین بھر کر سونا چاندی ملنے سے مجھے زیادہ محبوب ہے کہ میں کسی مسلمان کی حاجت روائی فرمادوں۔"

(قضاء الحوائج للنرسی بحوالہ کنز العمال: ۱۷۰۶۹)

## تبصرہ:

یہ بے سند روایت مردود و باطل ہے، ان دو جھوٹی روایات کو بنیاد بنا کر "اعلیٰ حضرت" اپنا عقیدہ یوں بیان کر رہے ہیں:

"وہابیہ کے نزدیک مولیٰ علی خدائی بول بول رہے ہیں، اپنے آپ کو غفار، ستار، قاضی الحاجات بتارہے ہیں، وہابیو! دیکھا تم نے محبوبانِ خدا کا احسان، اُن کا غفران، اُن کی حاجت برآری، ان کی شانِ ستاری۔" (الامن والعلیٰ از احمد رضا: ص ۲۲۲۔ ۲۲۳)

قارئین یہ ہے عقیدہ اور یہ ہے اس کی بنیاد، آپ سے صرف انصاف کی اپیل ہے!!!!

## مثال نمبر ۸:

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **علي قسيم النار، يدخل أولياءه الجنّة، وأعداءه النار۔** "علی جہنم تقسیم کرنے والے ہیں، ان کے دوست جنت میں اور ان کے دشمن جہنم میں جائیں گے۔"

(العلل للدارقطنی: ۶/ ۲۷۳)

## تبصرہ:

یہ روایت "ضعیف و باطل" ہے۔خود امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**وهذا الحديث باطل بهذا الإسناد، ومن دون عبيد الله ضعفاء، والقبلي ضعيف جدًا۔**

ترجمہ: "عبید اللہ کے نیچے تمام راوی ضعیف ہیں۔اور قبلی سخت ضعیف راوی ہے"۔

## مثال نمبر ۹:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں: **أنا قسيم النار، إذا كان يوم القيامة قلت: هذا لك، وهذا لي۔** "میں جہنم کا قسیم ہوں۔جب قیامت کا دن ہوگا تو میں کہوں گا: (اے جہنم!) یہ تیرے لیے اور یہ میرے لیے ہے"۔

**(المعرفة والتاريخ للفسوى: ۲/۷۶۴، الكامل لابن عدى: ۶/۳۳۹، الضعفاء الكبير للعقيلي: ۳/۳۶۵، ۴/۱۵۸، العلل المتناهية لابن الجوزى: ۲/۹۴۵، ح: ۱۵۷۶)**

## تبصرہ:

یہ روایت باطل ہے، اس کا راوی موسیٰ بن طریف الاسدی سخت ترین مجروح ہے۔

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ اسے "ضعیف" قرار دیتے ہیں۔ (تاریخ یحییٰ بن معین: ۱۷۵٤)
امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "ضعیف" کہا ہے۔ (تاریخ ابی زرعۃ: ۲/ ٦۱۲)
امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
**كان ممن يأتي بالمناكير التي لا أصول لها عن أبيه عن أقوام مشاهير** ۔ "یہ ان لوگوں میں سے تھا، جو منکر روایات بیان کرتے تھے، یہ اپنے والد کے واسطے سے مشہور ائمہ سے بے سرو پا روایات بیان کرتا تھا، (المجروحین لابن حبان: ۲/ ۲۳۸)
امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "متروک" قرار دیا ہے۔ (الضعفاء للدارقطنی: ۵۲۰)
امام ابن عدی (الکامل: ٦/ ۳۳۹) اور امام جوزجانی (احوال الرجال: ص ٤۹) نے اسے زائغ کہا ہے۔
امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "غالی ملحد" قرار دیا ہے۔ (الضعفاء الکبیر: ۳/ ٤۱۵)
امام ابومعاویہ الضریر کہتے ہیں:
**قلنا للأعمش : لا تحدّث بهذه الأحاديث ـ قال : يسألوني ، فما أصنع ، ربما سهوت ، فإذا سألوني عن شيء من هذا فسهوت ، فذكّروني ، قال : فكنّا يوماً عنده ، فجاء رجل ، فسأله عن حديث : أنا قسيم النار ، قال : فتنحنحت ، قال : فقال الأعمش : هؤلاء المرجئة لا يدعوني ، أحدّث بفضائل عليّ ، أخرجوهم من المسجد حتّى أحدثكم** ۔ "ہم نے اعمش سے کہا کہ یہ احادیث بیان نہ کریں، انہوں نے کہا: وہ مجھ سے پوچھ لیتے ہیں تو میں کیا کروں؟ بسا اوقات میں بھول جاتا ہوں، جب وہ مجھ سے کسی چیز کے بارے پوچھیں اور میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد کروا دینا، ہم ایک دن ان کے پاس تھے کہ ایک آدمی آیا، اس نے ان سے **أنا قسيم النار** والی روایت کے بارے میں پوچھا، میں نے اشارہ کیا، امام اعمش نے فرمایا: یہ مرجی لوگ مجھے نہیں چھوڑتے کہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث بیان کروں، ان کو مسجد سے نکالو تاکہ میں تمہیں احادیث بیان کروں۔
(المعرفۃ والتاریخ للفسوی: ۲/ ۷٦٤، وسندہ صحیح)
**فائدہ:** عبایۃ بن ربعی کہتا ہے کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: **أنا قسيم النار** ۔ اس قول کی سند بھی باطل ہے، عبایۃ بن ربعی راوی متکلم فیہ ہے۔ امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "غالی ملحد" قرار دیا ہے۔ (الضعفاء الکبیر للعقیلی: ۳/ ٤۱۵)
حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے موسیٰ بن طریف اور عبایہ بن ربعی دونوں کو غالی شیعہ قرار دیا ہے۔ (میزان الاعتدال للذہبی: ۲/ ۳۸۷)
امام ابوحاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: **كان من عتق الشيعة ، قلت : ما حاله ؟ قال : شيخ** ۔ یہ پرانے شیعوں میں سے تھا، میں نے عرض کیا: اس کی حالت کیسی تھی؟ فرمایا: شیخ تھا۔" (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ۷/ ۲۹)
اس روایت کا دوسرا راوی قیس بن الربیع جمہور محدثین کرام کے نزدیک "ضعیف" ہے۔
حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں: **ضعّفه الجمهور** ۔ اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔" (المغنی عن حمل الاسفار

للعراقی: ٤/ ٧٠، فیض القدیر للمناوی: ٣/ ٩٢)

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **ضعّفه الناس** ۔اسے لوگوں نے ضعیف قرار دیا ہے۔" (مجمع الزوائد: ٢/ ١٩٠)

ان باطل روایات پر احمد رضا خان بریلوی اپنے باطل عقائد کی بنیاد ڈال کر لکھتے ہیں:

"مولیٰ علی قسیم النار ہیں، ملا جی ذرا انصاف کی کنجی سے دیدہ عقل کے کواڑ کھول کر یہ کنجیاں دیکھیے تو مالک الملک، شہنشاہِ قدیر جل جلالہ نے اپنے نائب اکبر، خلیفہ اعظم ﷺ کو عطا فرمائی ہیں، خزانوں کی کنجیاں، زمین کی کنجیاں، دنیا کی کنجیاں نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں، جنت کی کنجیاں، نار کی کنجیاں، ہر شے کی کنجیاں اور اب اپنا وہ بلائے جان اقرار یاد کیجئے جس کے ہاتھ کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے کھولے جب چاہے نہ کھولے دیکھ حجت الٰہی یوں قائم ہوتی ہے"۔ (الامن والعلیٰ، ص ٩٨)......(بحوالہ معرکہ حق و باطل)

اس میں دیگر بھی کئی ضعیف و جعلی روایات کی بھرمار ہے،لیکن پوری کتاب کا استیعاب اس وقت ہمارا موضوع نہیں!!!!

## نادعلی موضوع و من گھڑت رافضی وظیفہ ہے

نادعلی رضی اللہ عنہ کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے رافضیوں کا جھوٹ قرار دیا، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الموضوعات الکبریٰ میں لکھتے ہیں:

**حَدِيثُ لَا فَتَى إِلَّا عَلِيٌّ لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفِقَارِ لَا أَصْلَ لَهُ مِمَّا يُعْتَمَدُ عَلَيْهِ نَعَمْ يُرْوَى فِي أَثَرٍ وَاهٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَرَفَةَ الْعَبْدِيِّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْبَاقِرِ قَالَ نَادَى مَلَكٌ مِنَ السَّمَاءِ يَوْمَ بَدْرٍ يُقَالُ لَهُ رَضْوَانُ لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفِقَارِ لَا فَتَى إِلَّا عَلِيٌّ وَذَكَرَهُ كَذَا فِي الرِّيَاضِ النَّضِرَةِ وَقَالَ ذُو الْفِقَارِ اسْمُ سَيْفِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُمِّيَ بِذَلِكَ لِأَنَّهُ كَانَتْ فِيهِ حُفَرٌ صِغَارٌ أَقُولُ وَمِمَّا يَدُلُّ عَلَى بُطْلَانِهِ أَنَّهُ لَوْ نُودِيَ بِهَذَا مِنَ السَّمَاءِ فِي بَدْرٍ لَسَمِعَهُ الصَّحَابَةُ الْكِرَامُ وَنَقَلَ عَنْهُمُ الْأَئِمَّةُ الْفِخَامُ وَهَذَا شَبِيهُ مَا يُنْقَلُ مِنْ ضَرْبِ النُّقَارَةِ حَوَالَيْ بَدْرٍ وَيَنْسُبُونَهُ إِلَى الْمَلَائِكَةِ عَلَى وَجْهِ الِاسْتِمْرَارِ مِنْ زَمَنِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِلَى يَوْمِنَا هَذَا وَهُوَ بَاطِلٌ عَقْلًا وَنَقْلًا وَإِنْ كَانَ ذَكَرَهُ ابْنُ مَرْزُوقٍ وَتَبِعَهُ الْقَسْطَلَّانِيُّ فِي مَوَاهِبِهِ وَكَذَا مِنْ مُفْتَرَيَاتِ الشِّيعَةِ الشَّنِيعَةِ حَدِيثُ نَادِ عَلِيًّا مُظْهِرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَكَ فِي النَّوَائِبِ بِنُبُوَّتِكَ يَا مُحَمَّدُ بِوِلَايَتِكَ يَا عَلِيُّ.**

(الموضوعات الکبریٰ صفحہ ٣٦٨، رقم ٥٩٥)

### نادعلی اہلِ تشیع اور اہلِ سنت کے نزدیک:

جہاں تک رہی بات نادعلی (رضی اللہ عنہ) کی تو عوام الناس میں دو قسم کے نادعلی پائے جاتے ہیں، جن کو کبیر اور صغیر کا نام دیا جاتا ہے۔ نادعلی (رضی اللہ عنہ) کبیر جس کا ماخذ جنتری وغیرہ جیسی ضعیف کتب ہیں، اس میں بغیر کسی سند سے مروی ہے اور شیعوں کے کسی معصوم سے ثابت نہیں ہے، باقی رہا نادعلی (رضی اللہ عنہ) صغیر کا، تو اس کا تجزیہ ہم اس طرح کرتے ہیں اس معاملے میں پہلی روایت بحار الانوار سے پیش

کی جاتی ہے اور وہ اس طرح ہے، شارح دیوان سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ اس (احد والے) روز رسول اللہ (ﷺ) کو ندا دی گئی **نَادِ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَّكَ فِي النَّوَائِبِ كُلُّ هَمٍّ وَ غَمٍّ سَيَنْجَلِي بِوَلَايَتِكَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ**

سب سے پہلے ہم اس کی سند دیکھتے ہیں، اب نامعلوم شارح دیوان کون صاحب ہیں؟ کیونکہ دیوان کے شارح متعدد ہیں، ان کا مذہب کیا ہے؟ کیونکہ شیعہ و سنی شارحین نے دیوان منسوب امام علی (رضی اللہ عنہ) کی شرحیں لکھی ہیں، ان کا علمی و تحقیقی مقام کیا ہے؟ نیز ان کی اس روایت کا مدرک و ماخذ کیا ہے؟ اور پھر اس کا سلسلہ سند کیا ہے؟ یہ سب امور پردہ خفا میں ہیں!!!!

مندرجہ بالا بحار کی روایت کے متعلق بحار الانوار کے محقق بیان کرتے ہیں آخری جملہ میں غرابت پائی جاتی ہے اور سابقہ جملے سے کوئی میل نہیں رکھتا اور بظاہر یہ جہلاء یا گمراہ صوفیوں کا اضافہ لگتا ہے، جن کا دعویٰ ہے کہ یہ جملے دعا ہیں اور اسی وجہ انھوں نے ان کو ذکر کیا ہے اور اس طرح کے بہت سے اضافے انھوں نے کیے ہیں، جبکہ ان کے معنیٰ سے غافل ہیں، اللہ تعالیٰ بدعت اور خواہشات کی اتباع سے محفوظ رکھے۔ (بحار الانوار، ج ۲۰، ص ۷۳، طبع بیروت)

نادعلی رضی اللہ عنہ کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے رافضیوں کا جھوٹ قرار دیا، جیسا کہ ماقبل میں اسکی تفصیل گذری۔

صوفیاء کے نزدیک اس وظیفہ کی کوئی سند ثابت نہیں، نہ ہی یہ اکابر صوفیاء کرام کی کتب میں موجود ہے، جیسے، حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بزرگ صوفیاء کی کتب میں، اگر سند ہے تو پیش کریں؟ احادیث نبوی ﷺ تو دور کی بات صوفیاء کرام والی سند ہی پیش کردیں، تاکہ ہم بھی دیکھیں یہ وظیفہ ہم تک کیسے پہنچا ہے!!!!

خان صاحب بریلوی اس نادعلی کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''الانتباہ فی سلاسل الاولیاء'' کے حوالے سے نقل کرنے کا دعویٰ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ہاں خاندانی اماموں نے طائفہ کی مٹی اور بھی خراب کی ہے، وللہ الحمد۔ کیوں صاحبو! یہ سب حضرات بھی ایمان طائفہ پر مشرک، بے ایمان، واجب العذاب، مستحیل الغفران تھے یا تقویۃ الایمان کی آیتیں حدیثیں امام الطائفہ کا کنبہ چھوڑ کر باقی علمائے اہلسنت ہی کو مشرک بدعت بنانے کے لئے اتری ہیں، اللہ ایمان و حیا بخشے، آمین''۔ (الامن والعلیٰ، ص ۴۴، ۴۵)

اس سلسلے میں عرض ہے کہ خود بریلوی حضرات نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب میں تحریفات ہوئی ہیں، بریلوی مولوی محبوب علی خان لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب کی تصنیفات و تحریرات سنّیوں کو اسمعیل دہلوی اور دوسرے وہابیوں کے ذریعہ سے ان کے تغیر و تبدل کے بعد پہنچیں تو شاہ صاحب کی کتب سب سنّیوں کیلئے قابل اعتبار نہیں''۔
(کلمہ حق، ص ۳۶، شمارہ ۷)

لہٰذا ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ کسی شیعہ نواز رضا خانی یا شیعہ بلباس رضا خانی کی تحریف کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے، بریلوی مولوی محمد علی نقشبندی نے ایک پوری کتاب ''میزان الکتب'' کے نام سے لکھی جس میں اپنے علماء کا ذکر بھی کیا، جو شیعہ روایات کو پڑھتے ہیں، لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ شاہ

صاحب کی کتاب میں اس وظیفہ کا ہونا یقیناً کسی شیعہ کی دسیسہ کاری ہے جو کہ ہمارے لئے ہر گز معتبر نہیں!!!!

## لایعنی تاویلات پر ایک نظر:

**اعتراض:** میں دیوبندی مولوی خائن سے پوچھتا ہوں کہ کیا بزرگوں کی کتابوں میں ہر اختلافی بات یا مسئلے کے بارے میں یہی اصول ہے۔

**جواب:** یہ سوال تو نواب احمد رضا ''خائن'' کے ماننے والے اس مولوی مجبوب علی رضوی سے کریں کہ کیا ہر کتاب کیلئے یہی اصول ہے کہ جسے دیوبندیوں نے چھاپا ہو اور اس میں تمہارے عقائد کے خلاف عقائد ہوں تو وہ تحریف ہوگی؟

**اعتراض:** دیوبندی رضی عثمانی نے اس جواہر خمسہ کو چھاپا ہے اور کہا ہے کہ یہ مستند ترین نسخہ ہے۔

**جواب:** رضی عثمانی صاحب نہ عالم ہیں اور نہ ہمارے اکابر میں سے۔ ایک مطبع دارالاشاعت کے مالک اور تاجر ہیں ان کا کسی کتاب کو مستند کہہ دینے سے ہر گز کوئی کتاب مستند نہیں ہو جاتی۔

خان صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

''امام عبدالرشید بن ابی حنیفہ ولوالجی و امام طاہر بن احمد بخاری وغیرہما اجل علماء کرام نے بشر مریسی معتزلی کا قول یوں نقل کر دیا، گویا یہی اصل مذہب ہے، جس طرح علامہ محقق زین العابدین بن ابراہیم وفہامہ مدقق علاؤ الدین محمد دمشقی نے ابوعلی جبائی معتزلی کا قول یوں نقل کر دیا گویا یہی مذہب مشائخ ہے''۔ (حیات الموات، ص ۲۶۹)

سوال یہ ہے کہ بقول خان صاحب اجل علمائے کرام جب اپنی کتاب میں کسی معتزلی کا نظریہ نقل کر کے اسے مشائخ کا نظریہ کہہ سکتے ہیں تو کوئی ناشر اگر کسی کتاب کو مستند کتاب کہہ دے تو اس میں کسی رافضی کا نظریہ کیسے نہیں آسکتا؟

سوال یہ ہے کہ کیا امام عبدالرشید ولوالجی اور امام طاہر بخاری اور ان کی کتب آپ کے نزدیک مستند ترین ہیں یا نہیں؟ اگر ہاں اور یقیناً ہاں تو انہوں نے جو بشر مریسی معتزلی کا نظریہ احناف کا نظریہ بنا کر پیش کیا اسے تسلیم کریں!...... اگر آپ کہتے ہیں کہ ان سے غلطی ہوگئی غلط فہمی کی بنیاد پر ایسا کر دیا تو رضی عثمانی صاحب سے بھی غلطی ہوگئی!

پھر صوفیاء کے وظائف میں تحریفات و تدسیسات کا اقرار تو خود خان صاحب بریلی کو بھی ہے، ان کا یہ مندرجہ ذیل ملفوظ پڑھیں:

''عرض: بعض وظائف میں آیات اور سورتوں کا معکوس کر کے پڑھنا لکھا ہے۔

ارشاد: حرام اور اشد حرام کبیرہ اور سخت کبیرہ قریب کفر ہے، یہ تو درکنار سورتوں کی طرف ترتیب بدل کر پڑھنا اس کی نسبت تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کیا ایسا کرنے والا ڈرتا نہیں کہ اللہ اس کے قلب کو الٹ دے نہ کہ آیات کو بالکل معکوس کر کے مہمل بنا دینا۔

عرض: حضور پھر صوفیائے کرام کے وظائف میں یہ اعمال کیونکر داخل ہوئے؟

ارشاد: احادیث جنکے منقول عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان میں کس قدر موضوعات ہیں''۔ (ملفوظات، حصہ سوم، ص ۲۶۸)

پس اگر صوفیائے کرام کے وظائف میں حرام و قریب بکفر قسم کے وظائف داخل ہو سکتے ہیں تو شیعوں کا گھڑا ہوا ناد علی کیوں نہیں؟ اگر ناد علی صرف اس لئے معتبر ہے کہ ایک وظیفے کی کتاب ''جواہر خمسہ'' میں ہے تو پھر انہی وظائف میں جو کفریہ و حرام وظائف ہیں موصوف اس پر بھی عمل

کرنا شروع کر دیں۔

**اعتراض:** مولوی خائن کے نام نہاد متکلم اسلام الیاس گھمن دیو بندی لکھتے ہیں کہ:

اب زیادہ سے زیادہ بریلوی حضرات کے گھر میں دو دلائل ہیں جن کی وجہ سے وہ ما قبل کے تراجم اور مترجمین سے کٹنے لگے ہیں کہ تراجم اصل نہیں محرف ہیں تو ہم ان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر اصل تراجم تمہارے پاس ہیں تو لاؤ دکھاؤ تا کہ دیکھا جائے......ظاہر ہے جو بھی دعویٰ محرف ہونے کا کرے گا ہم اس سے کہیں گے کہ اصل لا کر دکھاؤ تو ہم یہ محرف چھوڑ دیں گے"۔

(کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ، ص ۸۰)

تو اب آپ کے اسی اصول کے مطابق ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ محرف ہے تو جناب اصل کتاب لائیے ورنہ آپ کی یہ بات آپ کے گھر کے اصول سے مردود ہے"۔

**جواب:** بریلوی معترض نے اپنے اعلیٰ حضرت خائن صاحب کی عادت کے مطابق ایک دفعہ پھر ادھوری عبارت نقل کی، کیونکہ درمیان میں یہ لکھا تھا جس کو نقل نہیں کیا:

''کیا دلیل ہے اس کے اصل ہونے اور محرف نہ ہونے کی؟''۔(کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ، ص ۲۶)

یعنی اگر تحریف پر کوئی دلیل ہے تو پیش کی جائے ورنہ نرے دعوے سے تو کام نہیں چلنے والا!......حضرت متکلم اسلام مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہم یہاں ترجمہ شیخ سعدی کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں یہ ترجمہ متداول ہے اگر اس میں تحریف ہوئی ہے تو کوئی دلیل پیش کرو، نہیں تو ایک متداول نسخہ میں بنا کوئی ثبوت تحریف کا دعویٰ نرا دعویٰ ہی ہو گا یا پھر اصل نسخہ پیش کرو جس میں تحریف نہیں ہوئی، جبکہ جواہر خمسہ متداول کتاب نہیں، اس میں تحریف کا قوی امکان ہے، بلکہ ہوئی بھی ہے، پھر ہم نے ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ذکر کیا کہ یہ دعا شیعوں کی گھڑی ہوئی ہے۔(۹۰۰) سال تک اس دعا کا کوئی ثبوت نہیں اور نویں صدی کی ایک کتاب میں بلا سند یہ روایت ملتی ہے، جو واضح طور پر شیعہ شنیعہ کے عقیدہ کی مؤید ہے، یہ واضح قرینہ ہے اس کا کہ یہ کسی بد باطن رافضی کی کارستانی ہے!!!!

یاد رہے کہ جواہر خمسہ کوئی مستند کتاب بھی نہیں اسی جواہر خمسہ ص ۳۲۶ پر لکھا ہے کہ صحف آدم علیہ السلام ہندی زبان میں تھے، کیا کوئی اس کا ثبوت دے سکتا ہے؟ اسی جواہر خمسہ کے ص ۳۰ پر ایک دعا ''مسبعات عشر'' کے نام سے ہے علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مسبعات عشر کی کوئی اصل نہیں، جو حضرت خضر علیہ السلام کے حوالے سے نقل کی جاتی ہے۔(تذکرۃ الموضوعات، ص ۵۶)

**اعتراض:** ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حدیث سمجھنے کے بارے میں یہ فرمایا کہ **کذا من مفتریات الشیعۃ حدیث** ناد علی پر کسی قسم کا کوئی فتویٰ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں لگایا اس کی مخالفت نہیں کی اس کو صرف حدیث سمجھنے کے متعلق کہا کہ من گھڑت ہے، جبکہ اہلسنت اس کو حدیث نہیں سمجھتے۔

**جواب:** یہ ساری گفتگو معترض کی جہالت پر مبنی ہے، دراصل ملا علی قاری حنفی نے ناد علی سے پہلے ایک اور روایت کا ذکر کیا **لاسیف الاذوالفقار لافتی الاعلی** کہ یہ روایت موضوع ہے اور اس کے موضوع ہونے کی ایک وجہ یہ بتاتے ہیں کہ فرشتہ نے آسمان سے یہ ندا کی تو اگر ایسا واقعۃً ہوتا تو کثیر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس ندا کو سنتے اور کئی ائمہ اس کو نقل کرتے، وکذا سے پھر اس ناد علی کے

بطلان کی طرف آتے ہیں کہ یہی حال نادعلی کا بھی ہے کہ اس کے متعلق بھی یہ روایت ہے کہ احد کے دن آسمان سے یہ ندا آئی ناد علیا...... (بحار الانوار، ج۲۰،ص ۷۳) آئی یعنی اس روایت کے باطل و موضوع ہونے کی دلیل بھی یہی ہے کہ آسمان سے اگر آواز آتی تو کئی صحابہ کرام وجلیل القدر ائمہ اس کو سنتے۔

جب یہ روایت ہی گھڑی ہوئی ہے تو یہ کہنا کہ اہل سنت حقیقت میں اہلِ بدعت اس کو حدیث نہیں سمجھتے جہالت ہے، جب ایک چیز ہے ہی گھڑی ہوئی تو تم اس کو حدیث سمجھو یا کچھ اور وہ گھڑوتی ہی رہے گی، اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ احادیث کی کتب میں جتنی بھی گھڑی ہوئی روایات ہیں ان کو اپنے عقیدہ کی بنیاد بنالو اور کہو کہ حدیث نہیں سمجھتے حدیث کو موضوع کہا ہے عقیدے کو تھوڑی موضوع کہا ہے!!!!

اگر جواب اسی کا نام ہے تو پھر ہماری طرف سے یہ جواب ہے کہ یہاں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں ''حدیث'' سے مراد حدیث اصطلاحی نہیں، بلکہ حدیث بمعنیٰ ''گفتار'' ہے یعنی یہ بات نادعلی بھی رافضیوں کی گھڑی ہوئی بات ہے، لیجئے اب تو یہ اشکال ختم ہوگیا کہ حدیث کو گھڑا ہوا کہا اب تو حدیث کا قصہ ہی ختم!!!!

پھر یہ کہنا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر کوئی فتویٰ نہیں لگایا تو جب شیعہ شنیعہ کی طرف اس کو منسوب کر دیا تو اس روایت کے متعلق ان کا فتویٰ بھی خود واضح ہوگیا، اس کو ایک مثال سے سمجھیں معترض کہے کہ ''امکان کذب دیوبندیوں کا گھڑا ہوا عقیدہ ہے'' تو اب کیا ''امکان کذب'' کا عقیدہ معترض کے اصول کے مطابق درست ہو جائے گا کیونکہ یہاں تو کوئی فتویٰ نہیں لگایا گیا!!!!

ایک اور مثال وفات عیسیٰ علیہ السلام مرزائیوں کا عقیدہ ہے تو اب کیا معترض اس جملے سے وفات عیسیٰ علیہ السلام کے جواز کے قائل ہو جائیں گے کیونکہ فتویٰ تو یہاں بھی کوئی نہیں لگا!!!!

## معترض کا سیاہ جھوٹ:

رضاخانی خائن لکھتا ہے:

''پھر یہ نادعلی سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان...... کی من گھڑت نہیں ہے، بلکہ علماء دیوبند واہلحدیث کے مسلمہ بزرگ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ''انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ'' سے نقل فرمائی ہے، لہٰذا اگر دیوبندیوں کو کوئی فتویٰ لگانا ہے تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر لگائیں''۔

**جواب**: یہ اس معترض کا بدترین جھوٹ ہے، اگر احمد رضا خان نے واقعی اس کو انتباہ سے نقل کیا تو اس سے بڑا جھوٹا اور کذاب کوئی نہیں اور اگر ایسا نہیں تو پھر اس معترض رضاخانی نے واقعی صفت کذابیت میں اپنے اعلیٰ حضرت کے روحانی فرزند ہونے کا حق ادا کر دیا، اگر کسی رضاخانی میں غیرت و جرأت ہے تو ثابت کرے کہ اس نادعلی کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے الانتباہ فی سلاسل اولیاء میں نقل کیا ہے۔

نیز اب یہاں ہمارا سوال ہے کہ اگر اس دور میں آپ نادعلی کے متعلق یہ جھوٹ بول سکتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے نادعلی انتباہ فی سلاسل اولیاء سے نقل کیا ہے تو شیعہ شنیعہ پانچ سو سال قبل کسی کتاب میں اس نادعلی کو کیوں داخل نہیں کر سکتے؟

# شب معراج حضرت جیلانی رحمہ اللہ کا نماز پڑھنا

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

حدیث مرفوع مروی کتب مشہورہ ائمہ محدثین سے ثابت کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ مع اپنے تمام مریدین واصحاب وغلامان بارگاہ آسمان قباب کے شب اسریٰ اپنے مہربان باپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور اقدس ﷺ کے ہمراہ بیت المعمور میں گئے، حضور پرنور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، حضور ﷺ کے ساتھ باہر تشریف لائے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۴۲۴)

اب اس پر دو رضاخانیوں کا آپسی مکالمہ ملاحظہ ہو:

اب کوئی رضاخانی کسی مشہور کتاب حدیث اور مشہور ائمہ حدیث سے اوپر والی بات نام کی تصریح کے ساتھ اور صحت روایت کے ساتھ یہ بات ثابت کردے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ معراج والی رات سرکار مدینہ ﷺ کے ساتھ تھے ہم اس کے شکرگذار رہوں گے؟ موصوف دوسروں پر مکمل عبارت نقل نہ کرنے الزام تو لگاتے ہیں، لیکن خود وہی جرم کرتے ہیں تو پھر کوئی مسئلہ نہیں، اگر موصوف اسی جگہ جہاں امام اہل سنت نے یہی واقعہ ذکر فرمایا ہے، مکمل عبارت نقل کرتے یا پڑھتے تو موصوف کو مشہور کتاب حدیث اور مشہور ائمہ حدیث کے نام مل جاتے اور امام اہل سنت کا استدلال بھی، لیکن کیا کرے دوسرے پر الزام اور خود اسی پر عمل پیرا۔ امام اہل سنت کا اپنے موقف پر ذکر کردہ روایت اور استدلال اسی عبارت کے فوراً بعد امام اہل سنت نے بطور دلیل یہ روایت پیش فرمائی ہے:

''اب ناظر غیر وسیع النظر متعجبانہ پوچھے گا کہ یہ کیونکر؟........... ہاں ہم سے سنئے۔ واللہ الموفق۔ ابن جریر وابن ابی حاتم وابویعلیٰ وابن مردویہ وبیہقی وابن عساکر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث طویل معراج میں راوی، حضور اقدس سرور عالم ﷺ فرماتے ہیں: **ثم صعدت الی السماء السابعة فاذاانا بابراھیم الخلیل مسندا لظھره الی البیت المعمور** (فذکرالحدیث الی ان قال) **واذا بامتی شطرین شطر علیھم ثیاب بیض کانھاالقراطیس وشطرعلیھم ثیاب رمد فدخلت البیت المعمور ودخل معی اللدین علیھم الثیاب البیض وحجب الاخرون الذین علیھم ثیاب رمد وھم علی خیر فصلیت انا ومن معی من المومنین فی البیت المعمورثم خرجت انا ومن معی** (الحدیث)۔ پھر میں ساتویں آسمان پر تشریف لے گیا، ناگاہ وہاں ابراہیم خلیل اللہ ملے کہ بیت المعمور سے پیٹھ لگائے تشریف فرماہیں اور ناگاہ اپنی امت دو قسم پائی، ایک قسم کے سپید کپڑے ہیں کاغذ کی طرح اور دوسری قسم کا خاکستری لباس۔ میں بیت المعمور کے اندر تشریف لے گیا اور میرے ساتھ سپید پوش بھی گئے، میلے کپڑوں والے روکے گئے، مگر ہیں وہ بھی خیر وخوبی پر۔ پھر میں نے اور میرے ساتھ کے مسلمانوں نے بیت المعمور میں نماز پڑھی، پھر میں اور میرے ساتھ والے باہر آئے۔ (تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر عروجہ الی السماء الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳ / ۲۹۴، دلائل النبوۃ للبیہقی باب الدلیل علی ان النبی ﷺ عرج بہ الی السماء دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲ / ۹۴۔ ۳۹۳، الدرالمنثور بحوالہ ابن جریر وابن حاتم وغیرہ الخ تحت الآیۃ داراحیاء

التراث العربی بیروت ۵ / ۱۷۲)

ظاہر ہے کہ جب ساری امت مرحومہ بفضلہ عزوجل شریف باریاب سے مشرف ہوئی، یہاں تک کہ میلے لباس والے بھی تو حضور غوث الوری اور حضور کے منتسبان باصفا تو بلاشبہ ان اجلی پوشاک والوں میں ہیں، جنہوں نے حضور رحمت عالم ﷺ کے ساتھ بیت المعمور میں جا کر نماز پڑھی، والحمدللہ رب العالمین (سب تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ت) اب کہاں گئے وہ جاہلانہ استبعاد کہ آج کل کے کم علم مفتیوں کے سد راہ ہوئے۔ (فتاوی رضویہ جلد ۲۸)

**الجواب:** مولانا صاحب مجھے اس روایت کا پہلے سے پتہ تھا اور مجھے یہی اندازہ تھا آپ یا کوئی اور بریلوی دوست پیش کرے گا، لیکن افسوس اس بات کا ہے بنا سند کی تحقیق کیے اسے پوسٹ کر دیا ہے؟ کیا آپ نے سند کی تحقیق کی تھی یا صرف علامہ احمد رضا خان علیہ الرحمہ پر اعتماد کیا ہے؟؟ خیر اس کی سند دلائل النبوۃ میں اس طرح ہے۔ امام بیہقی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

**انبانا ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحافظ قال حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب، قال حدثنا ابوبکر یحیی بن ابی طالب، قال انبانا عبدالوھاب بن عطاء قال انبانا ابو محمد بن اسد الحمانی عن ابی ھارون العبدی عن ابی سعید الخدری عن النبی** ﷺ۔۔۔الخ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۳۹۰)

اس سند میں ابو ہارون عمارۃ بن جوین العبدی البصری کا تفرد ہے، اس کے متعلق محدثین کرام کا نظریہ بھی دیکھ لیں:

امام ابن حبان فرماتے ہیں:

**كَانَ رَافِضِيًّا يروى عَن أبي سعيد مَا لَيْسَ من حَدِيثه لَا يحل كِتَابَة حَدِيثه إِلَّا على جِهَة التَّعَجُّب،** وہ رافضی تھا حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے ایسی حدیثیں بیان کرتا تھا جو ان کی (بیان کردہ) حدیثیں نہیں تھیں، اسکی حدیث لکھنا حلال نہیں سوائے یہ کہ بطور تعجب ہو۔ (المجروحین لابن حبان ج ۲ ص ۱۷۷)

امام حماد بن زید فرماتے ہیں:

**نا عبد الرحمن حدثني أبي نا محمد بن اسمعيل بن البختري الحساني حدثني خالد بن خداش عن حماد بن زيد قال كان أبو هارون العبدي كذابا يروي بالغداة شيئا وبالعشي شيئا.**

(الجرح والتعدیل ج ۶ ص ۳۶۴)

امام بخاری فرماتے ہیں:

**عمارة بن جوين أبو هارون العبدي البصري عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه تركه يحيى القطان** (التاریخ الکبیر للبخاری رقم 9178)

**وقال الجوزجاني كذاب مفتر** (تہذیب التہذیب رقم 6671)

**وقال الحاكم أبو أحمد متروك** (تہذیب التہذیب رقم 6671)

**وقال إبراهيم بن الجنيد عن بن معين كان غير ثقة يكذب** (تہذیب التہذیب رقم 6671)

وقال بن علية كان يكذب نقله الحاكم في تاريخه (تہذیب التہذیب رقم 6671)

وقال بن شاهين قال عثمان بن أبي شيبة كان كذابا (تہذیب التہذیب رقم 6671)

قال ابن هانی: وسألته عن أبي هارون العبدي، قال: متروك الحديث. (مسائل ابن ہانیؒ رقم 2270)

قال أبو داود: سمعت أحمد يقول: أبو هارون العبدي متروك (المجروحین لابن حبان ج2 ص 177)

آخر میں امام ابن حجر عسقلانیؒ کا تبصرہ اس راوی پر:

وقال بن عبد البر أجمعوا على أنه ضعيف الحديث وقد تحامل بعضهم فنسبه إلى الكذب روى ذلك عن حماد بن زيد وكان فيه تشيع وأهل البصرة يفرطون فيمن يتشيع بين أظهرهم لأنهم عثمانيون قلت كيف لا ينسبونه إلى الكذب وقد روى بن عدى في الكامل عن الحسن بن سفيان عن عبد العزيز بن سلام عن علي بن مهران عن بهز بن أسد قال أتيت إلى أبي هارون العبدى فقلت أخرج إلى ما سمعت من أبي سعيد فأخرج لي كتابا فإذا فيه حدثنا أبو سعيد أن عثمان أدخل حفرته وأنه لكافر بالله قال قلت تقر بهذا قال هو كما ترى قال فدفعت الكتاب في يده وقمت فهذا كذب ظاهر على أبي سعيد. (تہذیب التہذیب رقم 6671)

عمارة بن جوين بجيم مصغر أبو هارون العبدى مشهور بكنيته متروك ومنهم من كذبه شيعي من الرابعة مات سنة أربع وثلاثين عخ ت ق (التقریب لابن حجر رقم 4840)

اور بھی کافی جروحات ہیں، لیکن حوالہ جات کے لئے اتنا کافی ہیں۔ لہٰذا یہ روایت سنداً موضوع ہے اسے بیان کرنا اصولاً جائز نہیں!!!!

## نقل روایت میں کئی صریح غلطیاں:

اعلیٰ حضرت بریلوی لکھتے ہیں:

ایک بار عبدالرحمٰن قاری کہ کافر تھا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کے اونٹوں پر آپڑا، چرانے والے کو قتل کیا اور اونٹ لے گیا، اسے قرأۃ سے قاری نہ سمجھ لیں بلکہ قبیلہ بنی قارہ سے تھا۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۲ ص ۴۲)

## تنقید:

اس عبارت میں اعلیٰ حضرت بریلوی نے کئی جھوٹ بولے ہیں:

(۱) عبدالرحمٰن قاری کو کافر کہنا۔

(2) اونٹوں پر حملہ آور قرار دینا۔

(3) چرانے والے کا قاتل قرار دینا۔

(4) اونٹوں کو لے جانا۔

یہ سب جھوٹ ہیں اس لیے کہ حضرت عبدالرحمٰن قاری ایک قول کے مطابق صحابی رسول اکرم ﷺ میں سے ہیں اور ایک قول کے

مطابق تابعی ہیں ان کو کافر کہنا سخت جہالت ہے، انہوں نے نہ تو رسول اللہ ﷺ کے اونٹوں پر حملہ کیا ہے، نہ محافظ کو قتل کیا نہ اونٹ لے گئے تھے، بلکہ یہ سب کارروائی عبدالرحمن فزاری کی ہے جو کہ کافر تھا۔ (دیکھئے صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۴، و ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲)

اعلیٰ حضرت بریلوی نے اسی ملفوظات ج ۲ ص ۴۳ میں لکھا:

''اس عبدالرحمن قاری سے پہلے کسی لڑائی میں ان سے وعدہ جنگ ہولیا تھا، یہ وقت اس کے اس پورا ہونے کا آیا وہ پہلوان تھا، اس نے کشتی مانگی انہوں نے قبول فرمائی، اس محمدی شیر (یعنی ابوقتادہ) نے خوکِ شیطان کو دے مارا خنجر لے کر اس کے سینہ پر سوار ہوئے.....الخ''۔

پھر اعلیٰ حضرت بریلوی کی یہ عبارت بھی کئی غلط بیانیوں کا مجموعہ ہے، عبدالرحمٰن قاری نہیں بلکہ عبدالرحمن فزاری تھا۔

(2) ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے کسی جنگ میں پھر لڑائی کا وعدہ نہیں ہوا تھا، نہ حدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

(3) عبدالرحمٰن فزاری کے پہلوان ہونے کا ذکر حدیث میں نہیں اور نہ کشتی مانگنے کا ذکر ہے، بلکہ حدیث میں یوں ہے کہ حضرت الاخرم اسدی نے عبدالرحمٰن فزاری کے گھوڑے کو قتل کر دیا اور عبدالرحمن نے حضرت الاخرم الاسدی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور الاخرم اسدی کے گھوڑے پر سوار ہو کر پھر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے لڑائی ہوئی تو عبدالرحمٰن فزاری نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کو قتل کر دیا اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن کو قتل کر دیا۔ (صحیح مسلم و ابوداؤد)

یہ کشتی ایسی نہ تھی کہ حضرت ابوقتادہ نے عبدالرحمن کو اٹھا کر زمین پر دے مارا اور پھر خنجر لے کر سینہ پر سوار ہو گئے جیسا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے سارے واقعہ کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ **انا اللہ وانا الیہ راجعون**

حدیث شریف کی مشہور کتابوں سے بھی اعلیٰ حضرت بریلوی ناواقف ہے اور جو آدمی حدیث شریف کے فن سے ناواقف ہے وہ فقیہ نہیں ہوسکتا، مجتہد ہونا تو بڑی دور کی بات ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں:

''محدث ہونا علم کا پہلا زینہ ہے اور مجتہد ہونا آخری منزل ہے۔'' (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۲ ص ۴۸)

بریلوی عالم فیض احمد اویسی لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ کوئی عالم دین اس وقت تک فقیہ نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اسے حدیث میں یہ تمام و کمال عبور نہ ہو کہ فقہ کی تعریف میں یہ حقیقت سموئی ہوئی ہے''۔ (امام احمد رضا اور علم حدیث ص ۶ مرکزی مجلس رضا لاہور)

نیز موصوف لکھتے ہیں:

''ایک وضعی حدیث کا بیان کرنا جہنم خریدنا ہے''۔ (امام احمد رضا ص ۳۸)

اعلیٰ حضرت نے تو کئی وضع شدہ روایات کو بیان ہے، پھر کیا.......................!!!!

## خود ساختہ الفاظ کو حدیثِ رسول ﷺ بنا کر گھڑنا

خان صاحب نواب بریلی کہتے ہیں:

''جب مجمع ہوا کفار کا مدینہ طیبہ پر کہ اسلام کا قلع قمع کر دیں غزوہ احزاب کا واقعہ ہے، رب عزوجل نے مدد فرمانا چاہی اپنے حبیب کی شمالی ہوا کو حکم ہوا جا اور کافروں کو نیست و نابود کر دے اس نے کہا:

**الحلائل لا یخرجن باللیل فاعقمها الله تعالیٰ،** بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں تو اللہ نے اس کو بانجھ کر دیا اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا''۔ (ملفوظات چہارم ص ۷۸، حسنی پریس بریلی)

یہاں پر بھی حدیث بیان کرنے میں خان صاحب نے فحش غلطیاں کی، اوّل تو جن الفاظ کے ساتھ خان صاحب نے روایت کو بیان کیا میری معلومات کے مطابق ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت کہیں بھی نہیں ملتی، اگر ہو تو کوئی نشاندہی کر کے ہمارے علم میں اضافہ کر دے! اصل حدیث ان الفاظ کے ساتھ ہے:

**قالت الصبا للشمال: اذهبي بنا ننصر رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقالت: إن الحرائر لا تهب بالليل، فغضب الله عليها فجعلها عقيما**۔ ترجمہ: بادصبا نے شمالی ہوا کو کہا کہ ہمارے ساتھ چل اور رسول اللہ ﷺ کی مدد کر تو اس نے کہا کہ آزاد عورتیں رات کو نہیں چلتیں، اللہ اس پر غضب ناک ہوا اور اسے بانجھ کر دیا۔

**(أخرجه ابن أبي حاتم كما في تفسير ابن كثير 385/6 وأبو الشيخ في العظمة رقم 862 كلاهما من حديث أبي سعيد الأشج عن حفص بن غياث، عن داؤد عن عكرمة عن ابن عباس، نحوه)**

**(وأخرجه ابن جرير 127/21 من وجه آخر عن داؤد عن عكرمة - من قوله ولم يذكر ابن عباس في الإسناد وذكر السيوطي في الدر المنثور 573/6 نحوه عن ابن عباس، ونسبه إلى ابن جرير وابن أبي حاتم والحاكم في الكنى وابن مردويه وأبي الشيخ في العظمة وأبي نعيم في الدلائل)**

## خان صاحب کا احادیث میں اپنی طرف سے اضافہ اور بریلوی غزالیٔ زماں کی تنبیہ

غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

''ایک دفعہ میں نے (احمد سعید کاظمی) سے عرض کیا کہ حضور ﷺ نے نابینا صحابی کو جو دعائے حاجت تلقین فرمائی تھی اس دعا کے الفاظ میں ''**یا محمد**'' بھی ہے، لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ''تجلی الیقین'' میں لکھا ہے کہ ''**یا محمد**'' کی جگہ ''**یا رسول اللہ**'' پڑھے، فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے دعا میں جو کلمات تلقین فرمائے ہوں انہیں نہیں بدلنا چاہیئے، کیونکہ بخاری شریف میں ہے کہ جب حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''**بنبيك الذي ارسلت**'' کی جگہ ''**برسولك الذي ارسلت**'' کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں ''**بنبيك الذي ارسلت**'' کہو''۔ (مقالات سعیدی ص ۵۹۳، ۵۹۴)

یہ من مانی خان صاحب کی عادت تھی، اندازہ لگائیں جو حدیث رسول ﷺ کو تبدیل کرنے میں باک محسوس نہ کرتا ہو اس نے شریعت محمدی اور سنت نبوی ﷺ کتنا مسخ اور تبدیل کیا ہوگا اسی لئے تو خان صاحب امام المبتدعین کہلاتے ہیں!!!!

# صحیح حدیث کے نام پر جعلی حدیث

خان صاحب سے سوال ہوا:

''عرض: یہ حدیث ہے **لولاک لما اظہرت الربوبیۃ**''

خان صاحب نے اس کا جواب دیا:

''میں نے حدیث میں نہیں دیکھا ہاں صوفیاء کی کتاب میں آیا ہے **لولاک لما اظہرت ربوبیتی** بایں معنیٰ صحیح اور صحیح حدیث کے موافق ہیں، صحیح حدیث میں ہے **خلقت الخلق لاعرفھم کرامتک و منزلتک عندی ولولاک ما خلقت الدنیا** اے میرے حبیب! میں نے خلق کو اس لئے پیدا کیا کہ جو عزت و منزلت تمہاری میرے یہاں ہے میں ان کو پہنچوادوں اور اے میرے حبیب! اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ پیدا کرتا''۔ (ملفوظات، حصہ چہارم ص ۷۱ مطبوعہ بریلی)

یہ خان صاحب کا حدیث رسول ﷺ پر صریح جھوٹ ہے نبی کریم ﷺ کی کوئی حدیث چہ جائیکہ صحیح ان الفاظ: ''**خلقت الخلق لاعرفھم کرامتک و منزلتک عندی ولولاک ما خلقت الدنیا**'' کے ساتھ موجود نہیں، دعوت اسلامی والوں نے خان صاحب کی اصلاح کرتے ہوئے ان الفاظ کو یوں بدل دیا:

''**لقد خلقت الدنیا و اھلھا لاعرفھم کرامتک و منزلتک عندی ولولاک ما خلقت الدنیا**''۔

اور ترجمہ میں بھی اس نئی روایت کے مطابق تحریف کر دی، ملاحظہ ہو: (ملفوظات، حصہ چہارم، ص ۵۲۱)

اور حوالہ ''مواہب اللدنیہ (ج ا، ص ۴۴) کا دیا، اوّل ماخذ کے طور پر مواہب اللدنیہ کا نام سامنے آنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث صحیح ہرگز نہیں، بہرحال ہم نے خان صاحب کی لاج رکھنے کیلئے اصل ماخذ کی طرف مراجعت کی تو وہاں اس کی کوئی سند نہیں ملی۔

یہ بہانہ نہیں چلے گا کہ ملفوظات ہیں کیونکہ مفتی شجاعت علی قادری لکھتا ہے:

''لفظ فوراً میں نے اس لئے لکھا ہے کہ یہ مسئلہ ملفوظات میں سے نقل کر رہا ہوں اس طرح برملا جواب دینا کسی شخص کے متحضر علم کی دلیل ہوتا ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۵، ص ۲۱)

تو جناب من! آپ کے ہاں اگر یہ دیکھنا ہو کہ خان صاحب بریلوی کو فقہ و حدیث کتنا متحضر تھا تو ملفوظات کو دیکھو، یہ ہے وقت کے امام بخاری کے علم حدیث کے استحضار کا حال!!...... باقی خان صاحب نے جو یہ کہا کہ: ''صوفیاء کی کتاب میں آیا ہے **لولاک لما اظہرت ربوبیتی**'' تو اس کا ماخذ دعوت اسلامی والوں نے مکتوبات امام ربانی (ج ۲ مکتوب ۱۲۴) دیا ہے۔ ان الفاظ کو بھی خان صاحب نے اپنے سوئے حافظہ کی وجہ سے غلط نقل کیا ہے، مکتوبات میں یہ صوفیانہ روایت ان الفاظ کے ساتھ درج ہے:

**لولاہ لما خلقت الافلاک ولما اظہرت الربوبیۃ**. (مکتوبات امام ربانی فارسی دفتر دوم، ص ۵۸۶)

اب دیکھیں دونوں روایتوں میں کتنا فرق ہے خان صاحب کے الفاظ:

**لولاک لما اظہرت ربوبیتی**

اور صوفیاء کے الفاظ:

**لولاه لما خلقت الافلاك ولما اظهرت الربوبية**

## حدیثِ ابدال اور خان صاحب کی جہالت

خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

**الابدال فی امتی ثلثون بهم تقوم الارض و بهم تمطرون و بهم تنصرون الطبرانی فی الکبیر عن عبادة رضی الله عنه بسند صحیح**

ترجمہ: ابدال میری امت میں تیس ہیں انہیں سے زمین قائم ہے، انہیں کے سبب تم پر مینہ اترتا ہے انہیں کے باعث تمہیں مدد ملتی ہے، (طبرانی نے کبیر میں عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ت)

(کنز العمال بحوالہ عبادۃ ابن الصامت حدیث ۳۴۵۹۳۔ ۱۲/۱۸۶، مجمع الزوائد، باب ما جاء فی الابدال۔ ۱۰/۶۳، الجامع الصغیر بحوالہ الطبرانی عن عبادۃ بن الصامت، حدیث ۳۰۳۳۔ ۱/۱۸۲)

(فتاویٰ رضویہ، ج ۳۰، ص ۳۸۳)

خان صاحب نے یہ جھوٹ بولا کہ "**بسند صحیح**" حالانکہ یہ الفاظ موصوف کے خود ساختہ الفاظ ہیں، نہ ہی کنز العمال میں ایسے الفاظ موجود ہیں اور نہ ہی مجمع الزوائد میں، بلکہ علامہ ہیثمی نے تو واضح طور پر اس کے دو راویوں عمرو البزار اور عنبسہ الخواص کے بارے میں فرمایا: **وکلاهما لم أعرفه** یعنی ان دونوں کو میں نہیں جانتا۔ (مجمع الزوائد: ۱۰/۶۳)

کتنی شرم کی بات ہے کہ مجمع الزوائد کا حوالہ تو دیتے ہو، مگر مجمع الزوائد کا تبصرہ نقل نہیں کرتے، مجہول راویوں کی سند کو صحیح سند کہنا یہ کسی بریلوی ہی کا دل گردہ ہو سکتا ہے۔

پھر علامہ سیوطی نے اس کی سند یوں بیان کی ہے:

**قال الطبرانی فی الکبیر: ثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل حدثنی محمد بن الفرج ثنا زید بن الحباب أخبرنی عمر البزار عن عبیسة الخواص عن قتادة عن أبی قلابة عن أبی الأشعث عن عبادة بن الصامت قال، (الخبر الدال علی وجود القطب والأوتاد والنجباء والأبدال مندرجة الحاوی للفتاویٰ)**

اس میں پہلی بات تو یہ کہ حضرت قتادہ مدلس ہیں اور ابی قلابہ سے روایت کر رہے ہیں، حالانکہ ابن معین فرماتے ہیں قتادہ کا ابی قلابہ سے سماع ثابت نہیں:

**قَالَ ابْنُ مَعِيْنٍ قَتَادَةُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيْ قِلَابَةَ شَيْئاً (التعديل والتجريح ص 1203، تهذيب الكمال للمزي، ج 23، ص 510، رقم 4848، من اسمه قتادة)**

**قَالَ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ لَمْ يَسْمَعْ قَتَادَةُ مِنْ أَبِيْ قِلَابَةَ**

**(تہذیب التہذیب، ج3، ص430، حرف القاف، من اسمہ قتادۃ تہذیب الکمال، ج 14، ص546، رقم 3283 فی ذکر عبد اللہ بن زید)**

یاد رہے کہ ہمیں یہ روایت باوجود تلاش بسیار نہ تو طبرانی کی کبیر میں ملی نہ صغیر میں!!!!

اور ابوقلابہ کے بارے میں مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''اس کی دوسری سند میں ابوقلابہ ہے جو خارجی المذہب تھا یعنی ناصبی دیکھو تہذیب''۔ (جاء الحق، ص543)

## اور حدیث کے الفاظ میں ہیر پھیر:

خان صاحب نے عبد اللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی اور اپنی عادت کے مطابق حافظہ کی خرابی سے پھر گڑبڑ کر دی ملاحظہ ہو:

**إِنَّ الدُّنْيَا جَنَّةُ الْكَافِرِ وَسِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَإِنَّمَا مَثَلُ الْمُؤْمِنِ حِينَ تَخْرُجُ نَفْسُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ كَانَ فِي سِجْنٍ، فَأَخْرَجَ مِنْهُ فَجَعَلَ يَتَقَلَّبُ فِي الْأَرْضِ وَيَسْفَحُ فِيهَا۔**

(اتیان الارواح مندرجہ مجموعہ رسائل حصہ دوم، ص ۶۵، ۶۶)

جبکہ اصل حدیث کے الفاظ یوں ہے:

**إِنَّ الدُّنْيَا جَنَّةُ الْكَافِرِ وَسِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَإِنَّمَا مَثَلُ الْمُؤْمِنِ حِينَ تَخْرُجُ نَفْسُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ كَانَ فِي سِجْنٍ، فَخَرَجَ مِنْهُ فَجَعَلَ يَتَقَلَّبُ فِي الْأَرْضِ وَيَتَفَسَّحُ فِيهَا،** (الزہد والرقائق، ص۲۱۱)

خان صاحب نے **فخرج** کو **فاخرج** کر دیا اور **یَتَفَسَّحُ** کو **یفسح** کر دیا۔

## خان صاحب کو احادیث کا استحضار کتنا تھا؟:

مفتی شجاعت علی قادری لکھتے ہیں:

''لفظ فورأ میں نے اس لئے لکھا ہے کہ یہ مسئلہ ملفوظات میں سے نقل کر رہا ہوں اس طرح برملا جواب دینا کسی شخص کے متحضر علم کی دلیل ہوتا ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۵، ص ۲۱)

گویا خان صاحب کو علوم کا استحضار کتنا تھا اس کو جانچنے کیلئے ان کے ''ملفوظات'' بہترین کسوٹی ہیں، آئیے اسی معیار پر خان صاحب کا استحضار فی الحدیث کا امتحان لیتے ہیں:

## (۱) حدیث میں کمی بیشی کی پہلی مثال:

احمد رضا خان حدیث نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حدیث میں ہے:

"**انا نخاف لو مت علی ذالك علی غیر الفطرۃ ای غیر دین محمد ﷺ**" {ترجمہ احمد رضا}: ہم اندیشہ کرتے ہیں کہ تو

اسی مال پر مرا تو دین محمد ﷺ پر نہ مرے گا۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اول صفحہ ۱۶ نوری کتب خانہ لاہور، اشاعت سنہ ۲۰۰۰ / ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اول صفحہ ۱۵، حامد اینڈ کمپنی لاہور)

اصلی الفاظ یوں ہیں:

"عن سلیمان قال سمعتُ زید بن وھب قال رأی حذیفةُ رجلاً لَمْ یتمّ الرکوع والسجود وقال ماصلیت ولو مُتَّ، مُتَّ علیٰ غیر الفطرة التی فَطَرَ اللّٰہ محمداً ﷺ" (صحیح البخاری ص ۱۰۹ جلد اول الجزء ۳ کتاب الاذان، باب اذالم یتم الرکوع، قدیمی کتب خانہ/ صحیح البخاری، کتاب الاذان باب اذالم یتم الرکوع، الحدیث ۷۹۱، ج ۱ ص ۲۷۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

## حدیث کے نقل میں غلطیاں:

(۱) اس حدیث کے الفاظ میں احمد رضا خان نے "انا نخاف" کے الفاظ کا اضافہ کر دیا اور اس اضافے کو کاتب یا ناشر کی غلطی بھی نہیں کہا جا سکتا، اسلئے کہ اس لفظ کا ترجمہ بھی احمد رضا نے کر دیا کہ "ہم اندیشہ کرتے ہیں"۔

(۲) اور اس حدیث میں "مت" کا لفظ دو دفعہ مذکور تھا لیکن احمد رضا نے ایک دفعہ ذکر کیا۔

(۳) اور اصل حدیث میں "ذالك" کے الفاظ نہیں ہیں، لیکن خان صاحب نے اس کا بھی اضافہ کر دیا۔

"(۴) اور "التی فطر اللّٰہ محمد ﷺ" کو احمد رضا نے "ای غیر دین محمد ﷺ" سے تبدیل کر دیا۔

## (۲) تاخیر فجر والی حدیث کے نقل میں درجن بھر غلطیاں:

احمد رضا خان کہتے ہیں:

اور حدیث میں ہے جیسے امام ترمذیؒ وغیرہ نے دس صحابہؓ سے روایت کیا کہ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم صبح کو نماز فجر کیلئے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ کی تشریف آوری میں دیر ہوئی "حتیٰ کدنا ان نتری الشمس" یعنی قریب تھا کہ آفتاب طلوع کر آئے کہ اتنے میں حضور ﷺ تشریف فرما ہوئے اور نماز پڑھائی پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم جانتے ہو، کیوں دیر ہوئی سب نے عرض کی "اللّٰہ ورسولہ اعلم" اللہ و رسول خوب جانتے ہیں۔

ارشاد فرمایا: "اتانی ربی فی احسن صورة" میرا رب (عزوجل) سب سے اچھی تجلی میں میرے پاس تشریف لایا، یعنی میں ایک دوسری نماز میں مشغول تھا، اس نماز میں عبد درگاہِ معبود میں حاضر ہوتا ہے اور وہاں خود ہی معبود کی عبد پر تجلی ہوئی "قال یامحمد فیما یختصم الملاء الاعلیٰ" اس نے فرمایا اے محمد ﷺ! یہ فرشتے کس بات میں مخاصمہ اور مباہات کرتے ہیں، "فقلتُ لاادری" میں نے عرض کی کہ میں بے تیرے بتائے کیا جانوں "فوضع کفه بین کتفی فوجدت بردانامله بین ثدیی فتجلّی لی کل شئی وعرفت" تو رب العزت نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا اور اسکی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی اور میرے سامنے ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لی۔

صرف اسی پر اکتفا نہ فرمایا کہ کسی وہابی کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ کل شئے سے مراد ہر شئی متعلق بشرائع ہے، بلکہ ایک روایت میں فرمایا "**مافی السمٰوات والارض**" میں نے جان لیا جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے......الخ۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اول صفحہ ۲۹-۳۰، نوری کتب خانہ لاہور، اشاعت سنہ ۲۰۰۰ء)

## اصل الفاظ اس طرح ہیں:

یہ حدیث ترمذی شریف صفحہ ۲۲۹ اور صفحہ ۶۳۰ جلد ثانی، ابواب التفسیر میں ہے۔

(۱) احمد رضا خان نے صحابہؓ کی طرف یہ بات بھی منسوب کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ "ایک روز ہم صبح کو نماز فجر کیلئے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے۔"

ترمذی کی اس روایت میں یہ الفاظ کسی ایک صحابیؓ سے بھی مروی نہیں ہیں، یہ خان صاحب کا اضافہ ہے۔

(۲) اور بانیٔ رضاخانیت نے صحابیؓ کے اگلے الفاظ یوں نقل کئے ہیں:

**"حتّٰی کدنا ان نترای الشمس"**

جبکہ اصل الفاظ یوں ہیں:

**"حتّٰی کدنا نترای عین الشمس"** (ترمذی ۶۳۰ جلد ثانی، ابواب التفسیر، تفسیر سورۃ ص)

(۳) احمد رضا خان نے اِن الفاظ میں "ان" کو اپنی طرف سے حدیث میں داخل کر دیا۔ اور لفظ "**عین**" کو حدیث میں سے نکال دیا۔

(۴) اور بابائے بریلویت نے اس جگہ نبی ﷺ کی طرف اس بات کو بھی منسوب کیا ہے کہ:

"تم جانتے ہو کیوں دیر ہوئی"

یہ الفاظ ترمذی کی روایت میں بالکل بھی نہیں ہیں، بلکہ اس جگہ میں یہ ارشاد ہے:

**فقال لنا علیٰ مصافکم کما انتم ثم انفتل الینا فقال اما انی سا حدثکم ما حبسنی عنکم الغداۃ۔** (ترمذی صفحہ ۶۳۰ جلد ثانی)

(۵) اور خان صاحب کا صحابہؓ کرام کی طرف اس قول کا منسوب کرنا بھی حدیث میں زیادتی ہے کہ "سب نے عرض کی **اللہ و رسولہ اعلم**" اللہ و رسول خوب جانتے ہیں۔

اس لیے کہ یہ الفاظ بھی ترمذی کی اس روایت میں بالکل ناپید ہیں اور یہ الفاظ بھی احمد رضا خان کے ضعف حافظہ اور ذوق تحریف کے آئینہ دار ہیں۔

(۶) اور امام ترمذیؒ کی اس تفصیلی روایت میں احمد رضا نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

**"اتانی ربی فی احسن صورۃ"**

جبکہ اس روایت میں یہ الفاظ اس طرح ہیں:

**"فاذا انا بربّی تبارك وتعالیٰ فی احسن صورۃ"** (ترمذی ۶۳۰ جلد دوم مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(۷) اسکےعلاوہ رضاخانی پیشوا کانبی ﷺ کی طرف اس بات کامنسوب کرنا بھی ٹھیک نہیں ہے کہ:
''میں ایک دوسری نماز میں مشغول تھا اِس نماز میں عبد درگاہِ معبود میں حاضر ہوتا ہے اور وہاں خود ہی معبود کی عبد پر تجلی ہوئی''۔(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اول صفحہ 29 نوری کتب خانہ لاہور۔ اشاعت سنہ ۲۰۰۰ء)
اس لئے کہ حدیث میں یہ الفاظ سرے سے موجود ہی نہیں ہیں۔
(۸) اور احمد رضا نے حدیث کے اگلے الفاظ کچھ یوں نقل کئے ہیں:
**"فقال یا محمد فیما یختصم الملاء الاعلیٰ"**
جبکہ اصل الفاظ اس طرح ہیں۔
**"فقال یا محمد قلت رب لبیك قال فیم یختصم الملاء الاعلیٰ"**
اس مقام پر احمد رضا نے ''**قلت رب لبیك**'' کے الفاظ بالکل غائب کر دیے۔
(۹) احمد رضا کے نقل کردہ حدیث کے جملہ ''**فقلت لا ادری**'' میں ''**ف**'' کا اضافہ ہے۔ یہ اصل حدیث میں موجود نہیں ہے۔
(۱۰) اور ''**فرأیته وضع کفه بین کتفی**'' کو احمد رضا نے ''**فوضع کفه بین کتفی**'' سے بدل دیا۔
(۱۱) اصل حدیث میں ''**قدوجدتُ بردانامله**'' ہے جیسے احمد رضا نے ''**فوجدت**'' بنا دیا اور ''**قد**'' کو بالکل غائب کر کے اسکی جگہ ''**فا**'' کا اضافہ کر دیا۔
(۱۲) اور احمد رضا نے دوسری روایت کے جملے ''**فعلمتُ ما فی السمٰوت ومافی الارض**'' کو ''**ما فی السمٰوات والارض**'' سے بدل دیا۔

## (۳) نقلِ حدیث میں غلطی کی ایک اور مثال:

عرض: اگر کوئی تنہا خشوع کیلئے نماز پڑھے اور عادت ڈالے تاکہ سب کے سامنے بھی خشوع ہو تو یہ ریا ہے یا کیا......؟
ارشاد: یہ بھی ریا ہے کہ دل میں نیت غیر خدا ہے، یہاں ایک حدیث وہابی کُش بیان کرتا ہوں کہ اس مسئلہ سے متعلق ہے، عادتِ کریمہ تھی کہ کبھی شب میں اپنے اصحاب کا تفقدِ احوال فرماتے، مثلاً ایک شب نماز تہجد میں صدیق اکبر پر گذر فرمایا، صدیق اکبرؓ کو دیکھا کہ بہت آہستہ پڑھ رہے ہیں، فاروق اعظمؓ کی طرف تشریف لے گئے ملاحظہ فرمایا کہ بہت بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ بلالؓ کی طرف تشریف لے گئے، انھیں دیکھا کہ جابجا متفرق آیتیں پڑھ رہے ہیں، صبح ہر ایک سے اسکے طریقے کا سبب دریافت فرمایا، صدیق ؓ نے عرض کی ''**یارسول الله اسمعت من اناجیه**'' میں جس سے مناجات کرتا ہوں اسے سنالیتا ہوں، یعنی اوروں سے کیا کام کہ آواز بلند کروں، فاروق نے عرض کی:
''**یارسول الله اطرد الشیطان واوقظ الوسنان**'' میں شیطان کو بھگاتا ہوں اور سوتوں کو جگاتا ہوں، یعنی جہاں تک آواز پہنچے گی بھاگے گا اور تہجد والوں میں جس کی آنکھ نہ کھلی ہو وہ جاگ کر پڑھے گا، اس لئے اس قدر زور سے پڑھتا ہوں، حضرت بلال نے عرض کی: ''**یارسول الله کلام طیب یجمع الله بعضه مع بعض**'' پاکیزہ کلام ہے کہ اللہ اس کے

بعض کو بعض سے ملاتا ہے۔ (کچھ آگے لکھا ہے)

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ''**کلکم قد اصاب**'' تم سب ٹھیک پر ہو، مگر اے صدیق! تم آواز قدرے بلند کرو اور اے فاروق! تم قدرے پست اور اے بلال! تم سورت ختم کر کے دوسری سورت کی طرف چلو۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم صفحہ ۱۵۴ نوری کتب خانہ لاہور)

یہ روایت ابوداؤد ۱۹۶، ۱۹۷ کتاب الصلوٰۃ باب فی رفع الصوت بالقراۃ حدیث نمبر ۱۳۲۹، ۱۳۳۰ مکتبہ رحمانیہ لاہور میں ہے۔

(۱) احمد رضا نے حضرت ابوبکرؓ کا قول ان لفظوں میں نقل کیا ہے:

"**یارسول اللہ ﷺ اسمعت من اناجیہ**"

جبکہ اصل حدیث میں الفاظ یوں ہیں:

"**قد اسمعتُ من ناجیتُ یارسول اللہ**"

(ابوداؤد ۱۹۶، ۱۹۷ کتاب الصلوٰۃ باب فی رفع الصوت بالقراۃ حدیث نمبر ۱۳۲۹، ۱۳۳۰ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(۲) اور احمد رضا نے حضرت فاروق اعظمؓ کے الفاظ اس طرح ذکر کئے ہیں:

"**یارسول اللہ اطرد الشیطان واوقظ الوسنان**"

حالانکہ اصل میں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

"**یارسول اللہ ﷺ اوقظ الوسنان واطرُدُ الشیطان**"

(۳) اور احمد رضا نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا فرمان یوں ذکر کیا ہے:

"**یارسول اللہ کلام طیب یجمع اللہ بعضہ مع بعض**"

اور حقیقت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔

"**کلام طیب یجمعہ اللہ بعضہ الیٰ بعض**"

(ابوداؤد صفحہ ۱۹۶، ۱۹۷ کتاب الصلوٰۃ باب فی رفع الصوت بالقراۃ حدیث نمبر ۱۳۲۹، ۱۳۳۰ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(۴) اور اس حدیث ابوداؤ میں احمد رضا کا رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کردہ یہ جملہ: ''اے بلال تم سورت ختم کر کے دوسری سورت کی طرف چلو'' بالکل مذکور نہیں ہے، یہ احمد رضا کی طرف سے حدیث میں زیادتی ہے۔

## (۴) حدیث میں اپنی طرف سے ''تمامی'' کے لفظ کا اضافہ:

احمد رضا خان نے لکھا ہے کہ: کعب بن مالکؓ عرض کرتے ہیں:

"**یارسول اللہ إنَّ من تمامی توبتی أنْ انخلع من مالی صدقۃ الیٰ اللہ ورسولہ**"

{ترجمہ}: ''یارسول اللہ میری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ اپنے مال سے باہر آؤں سب اللہ و رسول کے نام پر تصدق کردوں۔''

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم صفحہ ۱۵۵ نوری کتب خانہ لاہور)

## حدیث کے اصل الفاظ:

اس حدیث کے اصل الفاظ اصل اسطرح ہیں:

"**وقال کعب بن مالک ﷺ قلت یارسول اللهﷺ ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقة الی الله والی رسوله...**" الخ (صحیح البخاری جلد اول ۱۹۲ کتاب الزکاۃ۔ باب لاصدقۃ الاعن ظھر غنی)

## (غلطیاں):

(۱) اصل حدیث میں "**تمامی**" کا لفظ نہیں ہے جبکہ احمد رضا نے ذکر کیا ہے اور اسکا ترجمہ بھی کیا ہے۔

(۲) اور اصل حدیث میں "**الیٰ رسوله**" کا لفظ ہے حالانکہ احمد رضا نے "**الیٰ**" کو اُڑا دیا ہے۔

اس غلطی کو کاتب کی جانب بھی منسوب نہیں کیا جا سکتا اسلئے کہ ترجمہ میں بھی اس غلطی کو دہرایا گیا ہے۔

## (۵) الفاظ حدیث بدلنے اور غائب کرنے کی عادت:

احمد رضا خان ایک روایت یوں نقل کرتے ہیں:

ام المؤمنین صدیقہؓ عرض کرتی ہیں: "**یارسول الله تُبْتُ الی الله ورسوله**" {ترجمہ احمد رضا}: "یارسول اللہ میں اللہ ورسول کی طرف توبہ کرتی ہوں" (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم صفحہ ۵۵ نوری کتب خانہ لاہور)

## اصل الفاظ:

حضرت ام المؤمنینؓ کے اصل الفاظ اس طرح ہیں:

"**عن عائشه زوج النبیﷺ ......فقلتُ اتوبُ الی الله والی رسوله**" (صحیح البخاری کتاب النکاح باب ھل یرجع صفحہ ۷۷۸ ج ۲ قدیمی کتب خانہ/ بخاری صفحہ ۴۰۶ ج ۳ حدیث نمبر ۵۱۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

## نقلِ حدیث میں غلطیاں:

اس حدیث کے نقل کرنے میں احمد رضا خان نے دو غلطیاں کی ہیں:

(۱) ایک یہ کہ "**اَتُوْبُ**" فعل مضارع کے صیغہ واحد متکلم کو "**تُبْتُ**" فعل ماضی کے صیغہ واحد متکلم سے تبدیل کر دیا۔

(۲) دوسرا یہ کہ اس میں لفظ "**الیٰ**" دو دفعہ مذکور تھا اور رضا خان نے اسے ایک دفعہ نقل کیا اور دوسری جگہ سے غائب کر دیا۔

## (۶) المدینة خیر کو المدینه افضل سے بدل دیا:

خان صاحب بریلوی ایک حدیث کے الفاظ اس طرح لکھتے ہیں:

دوسری حدیث نص صریح ہے کہ فرمایا:

"**المدینه افضل من مکّة**" {ترجمہ احمد رضا}: مدینہ مکہ سے افضل ہے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم صفحہ ۵۸ نوری کتب خانہ لاہور)

## حدیث کے اصل الفاظ:

جبکہ اس حدیث کے اصل الفاظ یوں ہیں:

**"المدینة خیر من مکّه"** ترجمہ: مدینہ مکہ سے بہتر ہے۔ (المعجم الکبیر حرف المیم، حدیث نمبر ۴۴۵ ج ۴، ص ۲۸۸ دار احیاء التراث العربی)

## نقلِ حدیث میں غلطیاں:

(۱) نقل حدیث میں احمد رضا نے حدیث میں لفظ "خیر" کو "افضل" سے بدل دیا۔

(۲) اور ترجمہ بھی "افضل" کا کیا ہے، اسلئے اس غلطی کو کاتب کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔

## (۷) تیر اندازی اور تیرنا سیکھنے والی حدیث کی ترتیب بدل دیتے تھے:

احمد رضا نے ایک حدیث کچھ اس طرح لکھتے ہیں:

حدیث میں ارشاد ہوا:

**"علّموا بنینکم الرّمی والسباحة"** {ترجمہ احمد رضا}: اپنے بیٹوں کو تیر اندازی اور تیرنا سکھاؤ۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم صفحہ ۱۶۱ نوری کتب خانہ لاہور)

## روایت کے اصل الفاظ:

جبکہ یہ روایت کشف الخفاء (للعلامۃ اسماعیل بن محمد العجلونی الشافعی المتوفی ۱۱۶۳ھ ہجری) میں اس طرح ہے:

**"علموا بنیکم السباحة والرّمی"** ترجمہ: اپنے بیٹوں کو تیرنا اور تیر اندازی سکھاؤ۔

(کشف الخفاء، صفحہ ۶۳ ج ۲ حدیث نمبر ۱۸۶۰ مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

## غلطیوں کی نشاندہی:

(۱) اس حدیث میں خان صاحب نے "الرّمی" کو "السباحة" پر مقدم کر دیا جبکہ اصل الفاظ اسطرح ہیں جیسے ہم نے نقل کیے ہیں۔

(۲) اور خان صاحب نے ترجمہ بھی پہلے "الرّمی" کا کیا ہے جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ کاتب یا ناشر کی غلطی نہیں بلکہ خود احمد رضا کا قصور ہے۔

## (۸) "غیرہ" کے بجائے "معه" نقل کر دیا:

بانیٔ مسلک بریلویت حدیث کے الفاظ یوں لکھتے ہیں:

اور حدیث میں ہے: **"کان الله ولم یکن معه شیٔ"** {ترجمہ احمد رضا}: ازل میں اللہ تھا اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم صفحہ ۱۶۳ نوری کتب خانہ لاہور)

## حدیث کے اصل الفاظ:

دراصل اس روایت کے اصل الفاظ اس طرح ہیں:

**"کان اللہ ولم یکن شئی غیرہ"** ترجمہ: اللہ تعالیٰ ازل سے تھا اور اسکے علاوہ کچھ نہ تھا۔ (صحیح البخاری، ۴۵۳ ج اول کتاب بدء الخلق۔ باب فی قول اللہ الخ قدیمی کتب خانہ)

## نقلِ روایت کی غلطیاں:

اس روایت کے نقل کرنے میں بھی احمد رضا نے غلطی کی ہے۔

(۱) اصل حدیث کے لفظ "**غیرہ**" کو "**معہ**" سے بدل کر ترجمہ بھی "**معہ**" کا کر دیا۔

(۲) اور "**شئی**" کو بالکل آخر میں نقل کیا جبکہ یہ آخر میں نہیں بلکہ آخر سے پہلے مذکور تھا۔

(۳) اور احمد رضا کی طرف سے کئے گئے ترجمہ سے بھی یہ غلطی اور واضح ہوتی ہے کہ یہ کاتب اور ناشر کی نہیں، بلکہ خود احمد رضا کی اپنی ہے اور یہ احمد رضا کے حافظے کا کمال ہے۔

## (۹) مردوں سے مشابہت والی حدیث:

"ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا اس پر بھی یہی حدیث روایت فرمائی کہ مردوں سے تشبیہ کرنے والیاں ملعون ہیں"۔ (ملفوظات، حصہ دوم ص ۲۰۵ نوری کتب خانہ لاہور)

جبکہ اس روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک عورت کو "مردانہ جوتا پہنے دیکھا" کے الفاظ احمد رضا کے اپنے ہیں، اصل حدیث میں الفاظ اس طرح نہیں ہیں بلکہ اس طرح ہیں:

**عن ابی ملیکة قال قیل ان امراة تلبس نعال قالت لعن رسول اللہ ﷺ الرجلة من النساء،** (ابو داؤد: کتاب اللباس: باب فی النساء، حدیث ۴۰۹۹، ص ۲۱۲ ج ۲ مکتبہ رحمانیہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا گیا کہ ایک عورت مردانہ جوتے پہنتی ہے تو آپؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے مردوں سے تشبہ کرنے والی عورت پر۔

## (۱۰) حدیثِ رسول اللہ ﷺ کا انکار:

عرض: حضور یہ بھی کوئی حدیث ہے:

**لا یقص الا امیرا او مامورا او مختال**

ارشاد: یہ حدیث نہیں بلکہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے"۔ (ملفوظات: حصہ سوم، ص ۳۱۹ نوری کتب خانہ)

اس جگہ جواب میں احمد رضا خان نے بہت سخت ٹھوکر کھائی ہے اور ایک حدیث جو کہ رسول اللہ ﷺ سے مروی تھی اس کا انکار کر دیا، دیکھئے ابو داؤد میں یہ روایت موجود ہیں اس کے الفاظ پڑھیں:

"عن عوف بن مالك الاشجعي قال سمعت رسول الله يقول لا يقص الا اميرا او مامورا او مختال"

(ابوداؤد: کتاب العلم: باب فی القص حدیث ۳۶۶۵۔ج ۲ ص ۱۶۰)

## (۱۱) حدیثِ خضاب کے نقل کرنے میں غلطی:

تیسری حدیث میں ہے:

**من اختضب بالسواد سود الله وجهه يوم القيامة.** (یعنی) جو سیاہ خضاب کرے اللہ قیامت کے روز اس کا منہ کالا کرے گا۔ (ملفوظات، حصہ دوم، ص ۲۰۴، نوری کتب خانہ)

حالانکہ حدیث کے اصل الفاظ اس طرح ہیں:

**من خضّب بالسواد ...الخ** (کنز العمال، ج ۶، ص ۲۸۴: کتاب الزینۃ حدیث ۱۷۳۲۹: مجمع الزوائد: کتاب اللباس: باب ماجاء فی الشیب، حدیث ۸۸۱۴، ج ۵، ص ۲۹۳)

اس حدیث میں احمد رضا خان نے لفظ "**خضّب**" (باب تفعیل) کو "**اختضب**" (باب افتعال) سے بدل دیا اور یہ بھی احمد رضا خان کی قوت حافظہ اور ذہانت کی کھلی دلیل ہے۔

## (۱۲) حق مہر کی حدیث میں سخت غلطی:

عرض: جو شخص مہر قبول کرتے وقت یہ خیال کرے کہ کون ادا کرتا ہے اس وقت تو قبول کرلو پھر دیکھا جائے گا، ایسے لوگوں کا کیا حکم ہے؟

ارشاد: حدیث میں فرمایا ایسے مرد وعورت قیامت کے روز زانی زانیہ اٹھیں گے"۔ (ملفوظات: حصہ سوم، ص ۲۲۹ نوری کتب خانہ)

احمد رضا خان نے اس جگہ حوالے میں جو حدیث پیش کی اس کے الفاظ یہ ہیں:

"**من تزوج بامرأة بصداق لا يريد ان يوديه جاء يوم القيامة زانيا**" (کنز العمال: کتاب النکاح الفصل الثالث فی الصداق: حدیث ۴۴۷۱۹، ج ۱۶، ص ۱۳۷)

کسی آدمی نے اگر کسی عورت سے نکاح کیا کچھ مہر مقرر کر کے اور وہ مرد مہر کی ادائیگی کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو ایسا شخص قیامت کے دن زانی اٹھے گا۔

مجمع الفوائد کے الفاظ یہ ہیں:

**ايما رجل تزوج امراة على ما قل من المهر او اكثر ليس في نفسه ان يودي اليها حقها لقي الله يوم القيامة وهو زان"۔**

(جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد: ج ۱ ص ۳۸۰ حدیث ۴۱۶۸، بحوالہ فاضل بریلوی کا حافظہ)

ترجمہ: جس شخص نے کسی عورت سے کم یا زیادہ مہر پر نکاح کیا، اس عورت کے حق (مہر) کو ادا کرنا اس کے جی میں نہیں تو وہ شخص

قیامت کے روز اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ زانی ہوگا"۔

قارئین کرام! احمد رضا خان سے پوچھے گئے سوال پر غور کیجئے کہ پوچھنے والا مرد کے فراڈ اور دھوکہ بازی کے متعلق سوال کر رہا ہے کہ ایک مرد کسی عورت کے ساتھ شادی کر کے حق مہر ادا نہیں کرتا یا وہ مہر کے تقرر کے وقت ادئیگی کی نیت نہیں کرتا تو صاف ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں غلطی صرف اور صرف مرد کی ہے عورت بالکل غلطی سے بری ہے تو ایسی صورت میں گناہ بھی صرف مرد کو ملے گا اس میں بھلا عورت کا کیا قصور؟ بلکہ اس صورتحال میں تو وہ مظلوم ہے کہ اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے، لیکن رضا خانی مذہب کے بانی اور قائد احمد رضا خان کی عقل وفکر پر داد دیجئے کہ وہ مرد ظالم کے گناہ کا بوجھ مظلوم عورت پر بھی ڈال رہے ہیں اور ظلم بالائے ظلم کے اس مظلوم عورت پر دوسرا ظلم احمد رضا خان یہ کر رہا ہے کہ اسے زانیہ کہہ رہا ہے (**لاحول ولاقوۃ الاّ باللہ**) اور پھر اس غلطی کو حدیث میں ملا کر بیان کر رہا ہے۔

## (۱۳) حدیثِ خضاب میں تبدیلیاں:

سنن نسائی شریف کی حدیث میں ہے کہ:

**یاتی الناس یخضبون بالسواد کحواصل الحمام لا یرحون رائحۃ الجنۃ** ، کچھ آئیں گے کہ سیاہ خضاب کریں گے جیسے جنگلی کبوتروں کے نیلگوں پوٹے وہ جنت کی بو نہ سونگیں گے۔ (ملفوظات: حصہ دوم، ص ۲۰۴ نوری کتب خانہ)

احمد رضا خان نے سنن نسائی کے حوالے سے جس حدیث کو نقل کیا ہے، وہ سنن نسائی کے کسی صفحے پر موجود نہیں، بلکہ اصل حدیث ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے:

"**عن ابن عباس رفعه انه قال قوم یخضبون بھذا السواد آخر الزمان کحواصل الحمام لا یریحون رائحۃ الجنۃ**"۔ (نسائی کتاب الزینۃ: باب نہی عن الخضاب بالسواد، ج ا ص ۲۷۷۔ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۱) احمد رضا خان نے حدیث میں سے لفظ "**قوم**" ہٹا کر اس کی جگہ "**یاتی الناس**" کا خود ساختہ جملہ حدیث میں جڑ دیا۔

(۲) اور "**بھذا السواد**" کو "**بالسواد**" سے بدل دیا۔

(۳) اور حدیث میں موجود "**آخر الزمان**" کو حدیث سے بالکل غائب کر دیا اور ترجمہ بھی خود ساختہ ترتیب کا کر دیا، جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی کاتب وغیرہ کی غلطی نہیں ہے بلکہ اس کی پوری ذمہ داری احمد رضا خان پر ہے!!

## (۱۴) حدیث میں تبدیلی کا قصور:

عرض: علاج کرنا سنت ہے یا نہ کرنا؟

ارشاد: دونوں سنت ہیں، یہ بھی ارشاد ہوا ہے "**تداوا عباد اللہ فان الّذی انزل الداء انزل الدواء لکل داء**"

ترجمہ احمد رضا: علاج کرو اے اللہ کے بندوں کہ جس نے مرض اتارا ہے اس نے ہر مرض کی دوا بھی اتاری ہے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم صفحہ ۲۵۴ نوری کتب خانہ لاہور)

## حدیث کے اصل الفاظ:

اس حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"تداوو عباداللہ فان اللہ لایضع داءً اِلاَّ وَضَعَ لَہُ دواءً"(عن اسامۃ بن شریک)۔ (کنز العمال، کتاب الطب: الباب الاول فی الطب حدیث ۲۸۰۷۲حدیث ۲۸۰۸۹ج ۱۰ص ۴۳دار الکتب العلمیہ بیروت)

## حدیث کے لکھنے میں غلطیاں:

(۱) اس حدیث میں احمد رضا خان نے اپنے سوءِ حافظہ یا عادتِ تحریفانہ کی بنیاد پر"فانّ اللہ" کے بجائے"فان الذی" لکھ دیا۔

(۲) اور حدیث کے اگلے پورے جملے کو اپنی طرف سے بدل دیا اصل الفاظ یوں تھے:

"لایضع داءً اِلاَّ وضع لہُ دواءً"

لیکن احمد رضا نے یہ الفاظ بدل کر اسطرح لکھ دیے:

"انزل الداء انزل الدواء لکل داءٍ"

(۳) اور ترجمہ بھی اسی طرح کیا ہے جسطرح کے الفاظ نقل کیے ہیں، جو اس بات کی گواہی ہے کہ اسمیں احمد رضا کے سوا کسی کا قصور نہیں!!

## (۱۵) تبدیلی الفاظِ حدیث کی ایک نئی مثال:

صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال کو تیرہ سو برس ۱۳۰۰ سے زائد ہوئے، اسوقت تک تبرے سے انھیں نجات نہیں یہ کیوں؟ اسلئے کہ غاشیہ اٹھایا حق کا اپنے کندھوں پر اور دور مٹایا اہلِ باطل کا "رحم اللہ عمر ترکہ الحق مالہ من صدیق"۔

(یعنی) اللہ رحمت کرے عمر پر کہ حق گوئی نے اسے ایسا کر دیا کہ اسکا کوئی دوست نہ رہا۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم صفحہ ۲۶۰، ۲۶۱ نوری کتب خانہ لاہور)

## روایت کے اصل الفاظ:

اس حدیث میں عربی جملہ کے الفاظ اصل میں اسطرح ہیں:

"رحم اللہ عمر ترکہ الحق لیس لہ من صدیق" (التمھید لابن عبداللہ ج ۵ ص ۱۲۲ مکتبہ)

## غلطی کی نشاندہی:

(۱) اس حدیث میں احمد رضا نے "لَیْسَ" کو "ما" سے بدل دیا اور یہ بھی احمد رضا کی قوت حافظہ کی بہترین دلیل ہے۔

## (۱۶) تبدیلی اور بڑھانے کا جرم:

بعض صحابہء کرام رضی اللہ عنہ نے جو نئے مسلمان ہوئے تھے نماز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سبقت کی، بعد نماز کو حضور نے ارشاد فرمایا:

"اترون ان قبلتی امامی انی اری من خلفی کما اری من امامی" ترجمہ احمد رضا: کیا تم دیکھتے ہو کہ میرا منہ قبلہ کو ہے، میں ایسا ہی اپنے پیچھے دیکھتا ہوں جیسا آگے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم صفحہ ۲۶۸ نوری کتب خانہ لاہور)

## حدیث کے اصل الفاظ:

اس حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

"**ھل ترون قبلتی ھا ھنا أنی اریٰ من خلفی کما اریٰ من امامی**"

(المعجم الاوسط، حدیث ۴۹۶۶ ج ۳ ص ۴۰۸ دارالکتب العلمیہ بیروت)

## حدیث کی نقل کی غلطیاں:

(۱) اس حدیث میں احمد رضا نے "**ھل**" کو "آ" سے تبدیل کر دیا۔

(۲) اور "**ھاھنا**" کو "**امامی**" سے تبدیل کر دیا۔

(۳) اور پھر اپنی طرف سے "**قبلتی**" سے پہلے "**انّ مشه بالفعل**" بڑھا دیا اور یہ سب احمد رضا کی ذہانت اور حافظہ کی کارستانی ہے یا پھر ذوق تحریف کا نمونہ ہے!!

## (۱۷) الفاظِ حدیث میں بے ترتیبی:

"چھپا کر دینا محتاجوں کو اعلیٰ وافضل ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا:

"**صدقة السرّ تدفع میتة السوء وتطفئ غضب الربّ**"۔ ترجمہ احمد رضا: چھپا کر صدقہ دینا بُری موت سے بچاتا ہے اور رب العزت جل جلالہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم صفحہ ۲۷۴ نوری کتب خانہ لاہور)

## حدیث کے اصل الفاظ:

اس مذکورہ بالا حدیث کے اصل لفظ یوں ہیں:

"**صدقه السرّ تطفئ غضب الربّ وتدفع میتة السوء**" (المعجم الکبیر حدیث ۱۰۱۸ جلد ۱۹ ص ۴۲۱، صحیح ابن حبان، کتاب الزکاۃ باب صدقۃ التطوع حدیث ۳۲۹۸ ج ۵ ص ۱۳۱)

احمد رضا نے اس حدیث کی ترتیب بدل دی ہے اور "**تطفی غضب الرّب**" (جو کہ مقدم تھا) اسے مؤخر کر دیا اور "**تدفع میتة السوء**" (جو کہ مؤخر تھا) اسے مقدم کر دیا۔

اور ترجمہ بھی اسی غلط ترتیب کے مطابق کیا ہے جو کہ احمد رضا کی کند ذہنی کی زندہ مثال ہے۔

## (۱۸) حدیث میں اضافہ کرنے کی غلطی:

(پھر فرمایا) زندگی میں اپنے واسطے صدقہ کرنا بعد موت کے صدقہ سے افضل ہے، حدیث میں ارشاد فرمایا:

"**افضل الصدقة ان تصدق وانت صحیح شحیح ولا تمهل حتّٰی اذا بلغت الحلقوم قلت لفلان کذا ولفلان کذا الا وقد کان لفلان تأمل الغنی وتخشی الفقر**"۔ ترجمہ احمد رضا: افضل صدقہ یہ ہے کہ تو صدقہ کرے اس حال میں کہ تو تندرست ہو اور مال پر حریص، خواہشمندی سے دولت کی تمنا رکھتا ہو اور محتاجی سے ڈرتا ہو یہ نہ ہو کہ جب دم گلے میں اٹکے اس وقت کہے کہ فلاں کو اتنا فلاں کو اتنا کہ اب تو فلاں کیلئے ہو ہی چکا۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم صفحہ ۲۷۴ نوری کتب خانہ لاہور)

## حدیث کے اصل الفاظ:

جبکہ حدیث کے الفاظ اصل میں ایسے ہیں:

"**قال رجل للنبی ﷺ ای الصدقة افضل قال ان تصدّق وان تصحیح حریص تامل الغنی و تخشی الفقر ولا تمهل حتی اذا بلغت الحلقوم قلت لفلان کذا ولفلانٍ کذا وقد کان لفلانٍ**" (بخاری ص ۳۸۴ جلد اول، کتاب الوصایا، باب الصدقة عند الموت۔ قدیمی کتب خانہ)

## نقلِ حدیث میں غلطیاں:

(۱) بانیٔ بریلویت احمد رضا نے اس حدیث کی ابتداء میں "**افضل الصدقه**" کو جوابا بڑھا دیا ہے۔

(۲) اور لفظ "**حرَیْص**" ہٹا کر اپنی طرف سے لفظ "**صحیح**" زائد کر دیا۔

(۳) اور لفظ "**تامل الغنی و تخشی الفقر**" جو کہ "**حریص**" کے بعد تھا اسے احمد رضا نے حدیث سے بالکل آخر میں کر دیا۔

(۴) اور "**وقد کان لفلان**" کو خان صاحب نے "**الا وقد کان لفلان**" سے بدل دیا۔

## (۱۹) "خیر هم" کے بجائے "آخر هم" لکھ دیا اور اضافہ کر دیا:

عرض: حضور وسط کے معنیٰ افضل کے بھی آتے ہیں جیسے "**وجعلنکم امة وسطاً**"۔

ارشاد: ہاں وسط کیلئے افضلیت لازم ہے آیت کے معنیٰ یہ ہیں "ہم نے تم کو بہترین امت بنایا۔

حدیث میں ارشاد ہوا: "**انتم تتمون سبعین اُمّة من قبلکم وانتم آخر هم**" ترجمہ احمد رضا: تم سے پہلے (۶۹) امتیں گذریں اور تم سب سے پچھلے ہو۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم صفحہ ۲۸۶ نوری کتب خانہ لاہور)

## حدیث کے اصل الفاظ:

حالانکہ حدیث کے الفاظ اس طرح وارد ہیں:

"**انتم تتمون سبعین اُمّة انتم خیرها**" (مستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفة الصحابہ باب ذکر فضائل هذه الامة ج ۴ ص ۹۴ مکتبہ دار المعرفة بیروت، دار الکتب العلمیہ بیروت ۶۹۸۷)

## نقلِ حدیث میں غلطیاں:

(۱) اس حدیث میں احمد رضا نے لفظ "**خیرها**" کو بدل کر "**آخر هم**" لکھ دیا جو خان صاحب کے قوت حافظہ کا نمونہ ہے۔

(۲) اور "**من قبلکم**" کا جملہ بھی اپنی طرف سے بڑھا دیا۔

(۳) اور "**واو**" کا اضافہ بھی اپنی جانب سے کر دیا۔

(۴) اور احمد رضا کی یہ سب غلطیاں انکے ترجمہ میں بھی نمایاں ہیں اسلئے ان غلطیوں کو کاتب یا مرتب یا ناشر کی طرف منسوب کرنا حقیقت کے ساتھ کھلا ظلم ہوگا!!!!

## (۲۰) "اٰخر النبیین" کو "آخر الانبیاء" سے بدل دیا:

احمد رضا خان ایک روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سب معراج رب العزۃ جل جلالہ نے حضور اقدس ﷺ سے ارشاد فرمایا: **اغمہ علیک ان جعلتک آخر الانبیاء**" **ترجمہ احمد رضا:** کیا تمہیں اس بات کا غم ہوا کہ میں نے تمہیں سب سے پچھلا نبی کیا عرض کی نہیں، ارشاد فرمایا کہ تمھاری امت کو اس بات کا غم ہوا کہ میں نے انہیں سب سے پچھلی امت کیا، عرض کی نہیں اے رب میرے! ...... ارشاد فرمایا: میں نے انہیں اس لئے سب سے پچھلی امت کیا کہ سب امتوں کو ان کے سامنے رسوا کروں اور انھیں کسی کے سامنے رسوانہ کروں"۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم صفحہ ۲۸۶ نوری کتب خانہ لاہور)

### اصل حدیث کے الفاظ:

الخصائص الکبریٰ **باب کلامہ للہ عزوجل عند سدرۃ المنتھی** جلد ۲ ص ۳۳۱

**"ھل غمک ان جعلتک اٰخر النبیین"**

### حدیث کے نقل میں غلطیاں:

(۱) اس حدیث میں احمد رضا خان "**ھَلْ**" کو "**أَ**" سے تبدیل کر دیا۔

(۲) اور "**غمک**" کو "**غمہ علیک**" سے بدل دیا۔

(۳) اور "**آخر النبیین**" کو "**آخر الانبیاء**" سے تبدیل کر دیا۔

## (۲۱) "ولا صورۃ" کو "او تصاویر" سے بدل دیا:

عرض: کتنے کا رواں تو ناپاک نہیں؟

ارشاد: صحیح یہ ہے کہ کتے کا صرف لعاب نجس ہے، لیکن بلا ضرورت پالنا نہ چاہیئے کہ رحمت کا فرشتہ نہیں آتا، حدیث صحیح ہے کہ جبرئیل کل کسی وقت حاضری کا وعدہ کر کے چلے گئے، دوسرے دن انتظار رہا، مگر وعدہ میں دیر ہوئی اور جبرئیل حاضر نہ ہوئے، سرکار باہر تشریف لائے ملاحظہ فرمایا کہ جبریلؑ درِ دولت پر حاضر ہیں، فرمایا کیوں۔ عرض کیا "**انّا لا ندخل بیتاً فیہ کلب او تصاویر**" رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جسمیں کتا ہو یا تصویر ہو، اندر تشریف لائے سب طرف تلاش کیا کچھ نہ تھا، پلنگ کے نیچے ایک کتے کا پلاّ نکلا اسے نکالا تو حاضر ہوئے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم صفحہ ۲۹۲ نوری کتب خانہ لاہور)

### حدیث کے اصل الفاظ:

"**انا لا ندخل بیتا فیہ کلب ولا صورۃ**" (سنن ابی داؤد: ص ۲۱۹، ج ۲ کتاب اللباس، باب فی الصور حدیث ۴۱۵۷)

### غلطی کی نشاندہی:

احمد رضا نے اس حدیث میں "**ولا صورۃ**" واحد کو تصویر کی جمع "**أَوْ تصاویر**" سے بدل دیا۔

(بشکریہ مفتی نجیب اللہ عمر صاحب)

# نواب احمد رضا خان بحیثیت ایک ماہرِ معیشت

نواب احمد رضا خان صاحب کو دنیا کا نامی گرامی ماہر معیشت ثابت کرنے کیلئے خان صاحب کی مندرجہ ذیل چار معاشی اصلاحات پیش کی جاتی ہیں:

(۱)......سارے مقدمات کا فیصلہ مسلمان خود آپس میں کریں، حکومت سے رجوع نہ کریں اس صورت میں اسٹامپ پیپر اور وکالت پر جو کروڑوں روپے گھسے جاتے ہیں وہ بچ جائیں گے۔

(۲)......اپنے علاوہ کسی دوسرے سے کوئی چیز نہ خریدیں، اس صورت میں پیسہ مسلمانوں ہی کے پاس رہے گا۔

(۳)......بمبئی کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد وغیرہ کے تو انگر مسلمان بنک کھولیں اور شرح سود کے بجائے جو آسان طریقہ میں نے کتاب کفل الفقیہ الفاہم میں بتایا اس پر بینک کو چلائیں۔

(۴)......سب سے اہم اور مرکزی بات علم دین سیکھیں اور اس پر عمل کریں اسی سے ساری دنیا میں ترقی ہوگی۔

(ملخصا تدبیر فلاح ونجات واصلاح ص ۶ تا ۱۸ ادارہ مسعودیہ)

جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ بریلوی حضرات ''پر'' سے ''پرندہ'' بنانے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں، اب دیکھئے اس رائی کے دانے پر کیسے پہاڑ کھڑا کیا جا رہا ہے، ملاحظہ ہو اس کی ایک جھلک:

''امام احمد رضا کے ان چار نکات کے تجزیے میں اقتصادیات و معاشیات کے ماہر پروفیسر رفیع اللہ صدیقی نے ''فاضل بریلوی کے معاشی نکات'' نام سے مقالہ پیش فرمایا، جس میں انہوں نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کی علمِ معاشیات میں بصیرت، ان کے مسلم بینک کے قیام کے نظریہ کی تابانی، ان کی دور اندیشی اور تفکر و تدبر کو واضح کیا ہے اور یہ حقیقت عیاں کر دی ہے کہ جب جدید اقتصادی نظریات کی ابتداء بھی نہ ہوئی تھی اور بینکاری نظام کو مغربی ماہرین تجارت و اقتصادیات نے اس شدت سے محسوس تک نہ کیا تھا، جو آج وہ عمل میں لا رہے ہیں، حضرت فاضل بریلوی نے اس سے تقریباً 25 سال قبل اپنے معاشی نکات اور بینکاری نظام کا نظریہ پیش فرما دیا تھا اور برطانیہ کے مشہور ماہر اقتصادیات جے ایم کینس (J.M.KENSES) کے مشہور زمانہ نظریہ'' روزگار و آمدنی'' کے پیش کرنے سے قبل اقتصادیات کی یہ مساوات ''پس اندازی، سرمایہ کاری'' اپنے اس چار نکاتی پروگرام کے نکتے کے ذریعے پیش فرمایا تھا۔

کتنی عجیب بات ہے کہ جے ایم کینس کو اس کے نظریہ ''روزگار و آمدنی'' پر تاج برطانیہ نے لارڈ کے خطاب سے نوازا (1936) جبکہ 1912ء میں پیش فرمودہ معاشی وتجارتی نظریات کی طرف امام احمد رضا کی قوم نے دھیان تک نہ دیا۔ پروفیسر رفیع اللہ صدیقی شدید رنج و قلق کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اب اہلِ دل اور اہلِ نظر ذرا اس ماحول کو ذہن میں رکھیں جبکہ 1912ء میں مولانا احمد رضا خان نے مسلمانوں کو اس بات پر عمل کرنے کی تلقین کی تھی کہ وہ غیر ضروری

اخراجات سے پرہیز کریں اور زیادہ سے زیادہ پس انداز کریں اور آج کے ماحول پر نظر ڈالیں، جبکہ حکومتیں اس بات کے لئے کوشاں ہیں کہ عوام زیادہ سے زیادہ بچت کریں، کیا آپ اب بھی قائل نہ ہوں گے مولانا کی دوراندیشی کے؟ کیا اب بھی آپ کو یقین نہ آئے گا کہ مولانا کی دور رس نگاہیں مستقبل کو کتنا صاف دیکھ رہی تھیں؟ گینس کو اس کی خدمات کے صلے میں اعلیٰ ترین خطاب مل سکتا ہے، اس بناء پر کہ اس نے وہ چیز دریافت کر لی تھی جسے چوبیس سال قبل مولانا احمد رضا خان بریلوی شائع کروا چکے تھے لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے اس طرف ذرہ برابر توجہ نہ دی۔"(فاضل بریلوی کے معاشی نکات)"۔

(بحوالہ ماہنامہ تحفظ دسمبر ۲۰۱۳ء امام احمد رضا اور تجارت و بینکنگ کا نظریہ)

اسے کہتے ہیں "پر" سے "پرندہ"۔ ہر ذی شعور آدمی اس کو ملاحظہ کرے کہ اس میں ایسی کونسی بات ہے جسے بتلا کر خان صاحب نے کوئی تیر مارلیا؟ یہ ایک عام سی باتیں ہیں جو ہر مسلمان کو معلوم ہیں، کون مسلمان ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ فضول خرچی ایک اچھی عادت ہے؟ کس مسلمان کو اس کا علم نہیں کہ غیروں کا محتاج ہونے سے بہتر ہے کہ خود میں کچھ کیا جائے؟ خان صاحب کے یہ نکات ایسے ہی ہیں جیسے بدعمل مسلمانوں کے سامنے کوئی نماز کی اہمیت پر بیان کردے، اب بتائیں اس نے آخر کونسا ایسا کمال کر دیا کہ اس باب میں پورے کے پورے مقالے لکھ دیے جاتے ہیں؟ ہاں کمال تب ہوتا جب وہ آدمی اپنی بہترین تبلیغ و وعظ اور صلاحیتوں سے پورے محلے کو نمازی بنا دیتا، یہ معاشی نکات جو خان صاحب نے بیان کئے ہیں مسلمانوں کا ہر فرد اس سے آگاہ اور اس کی اہمیت کو جانتا ہے، خان صاحب کا کارنامہ تب ہوتا جب وہ ان نکات کی بنیاد پر ہند کے مسلمانوں میں معاشی انقلاب پیدا کر کے ان کے حالات کو سنوار دیتے!!!!

# خان صاحب کے قول و فعل کا تضاد

پروفیسر رفیع اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

"خان صاحب بریلی کا بنیادی معاشی نظریہ یہ تھا کہ مسلمان غیر ضروری اخراجات سے پرہیز کریں یعنی سادگی اپنائیں اور زیادہ سے زیادہ بچت کریں"۔

لیکن یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا جسے خان صاحب نے پہلی دفعہ دریافت کیا ہو، میانہ روی اور فضول خرچی کے متعلق اسلام کی بنیادی معاشی تعلیمات موجود ہیں، نبی کریم ﷺ کی بیسیوں احادیث اس پر شاہد ہیں، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جگہ جگہ اپنے ملفوظات میں مال خرچ کرنے کے طور طریقے، فضول خرچی نہ کرنے پر مسلمانوں کو تلقین کی، مفتی محمد زید مظاہری صاحب نے ان تمام ملفوظات کو جمع کر کے ایک مستقل کتاب "حقوق المال" کے نام سے لکھی ہے، جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کے افادات پر مشتمل ہے۔

ہمارے اکابر نے خان صاحب کی طرح مفت کے مشورے دے کر خود عیاشیاں نہیں کیں، بلکہ قوم کو سادگی اختیار کرنے کی حکیمانہ انداز سے تلقین و نصیحت کرتے رہے، حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا مندرجہ ذیل ملفوظ پڑھیں کس حکیمانہ انداز سے آپ نے "نمود و نمائش" کے مسئلہ کو سمجھا کر ترک کرنے کی تلقین کی:

"حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک "گھر" وہ ہوتا ہے جو "رہائش" کے قابل ہو، مثلاً جھونپڑی ڈال دی یا چھپر ڈال دیا، اس

میں بھی آدمی رہائش اختیار کرسکتا ہے، یہ تو پہلا درجہ ہے جو بالکل جائز ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ رہائش بھی ہو اور ساتھ میں ''آسائش'' بھی ہو، مثلاً پختہ مکان ہو اور اس میں آسائش کے لیے کوئی کام کیا جائے، مثلاً کوئی شخص اپنے گھر میں پنکھا اور بجلی اس لیے لگاتا ہے کہ تاکہ اس کو آرام حاصل ہو تو اس کی ممانعت نہیں ہے اور یہ اسراف میں داخل نہیں۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ مکان میں آسائش کے ساتھ ''آرائش'' بھی ہو۔ آرائش کا مطلب یہ ہے کہ دیکھنے میں اچھا معلوم ہو، دیکھ کر دل خوش ہو جائے، مثلاً ایک شخص کا پختہ مکان بنا ہوا ہے، پلاستر کیا ہوا ہے، بجلی بھی ہے، پنکھا بھی ہے، لیکن اس مکان پر رنگ نہیں کیا ہوا ہے، اب ظاہر ہے کہ رہائش تو ایسے مکان میں بھی ہو سکتی ہے، لیکن رنگ و روغن کے بغیر آرائش نہیں ہو سکتی، اب اگر کوئی شخص آرائش کے لیے مکان پر رنگ و روغن کرائے تو شرعاً وہ بھی جائز ہے۔ اس کے بعد چوتھا درجہ ہے ''نمائش''۔ اب جو کام کر رہا ہے اس سے نہ تو آرام مقصود ہے، نہ آرائش مقصود ہے، بلکہ اس کام کا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگ مجھے بڑا دولت مند سمجھیں کہ اس کے پاس بہت پیسہ ہے اور تا کہ اس کے ذریعے دوسروں پہ فوقیت جتاؤں اور اپنے آپ کو بلند ظاہر کروں، یہ سب ''نمائش'' کے اندر داخل ہے اور یہ شرعاً ناجائز ہے اور اسراف میں داخل ہے''۔

(ماخوذ از بیان ''بیوی کے حقوق''، از حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم)

ہمارے اکابر کی سادگی اور فضول خرچی سے پرہیز کا ایک ایمان افروز واقعہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی ملاحظہ ہو:

''ایک مرتبہ کا قصہ ہے کہ مولانا مملوک علی صاحب دہلی سے آرہے تھے، جب کاندھلہ پہنچے تو مولانا مظفر حسین صاحب سے ملنے کے لیے سواری ٹھہرائی اور سواری وہیں چھوڑ کر مولانا سے ملنے گئے، مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ گھر کے مالدار تھے، مگر آپ کی سادگی دیکھئے کہ آپ نے پوچھا کھانا کھا چکے ہو یا کھاؤ گے؟ مولانا مملوک علی صاحب نے کہا کہ کھائیں گے، انہوں نے فرمایا کہ تازہ تیار کراؤں یا جو رکھا ہوا ہو وہی لے آؤں؟ مولانا مملوک علی صاحب نے فرمایا کہ جو موجود ہو وہی لے آئیں، بس آپ ایک مٹی کی رکابی میں کھچڑی کی کھرچن لے آئے اور کہا رکھا ہوا تو یہ ہے، وہ بھی ایسے ہی تھے، بس انہوں نے اسی کو کھالیا اور پانی پی کر رخصت ہو گئے، یہ حالت تھی ان حضرات کی کہ جو ہوا وہ سامنے رکھ دیا۔ ایک دفعہ مولانا مظفر حسین صاحبؒ گنگوہ تشریف لے گئے، مولانا گنگوہیؒ کے مہمان ہوئے صبح جب رخصت ہونے لگے، مولانا گنگوہیؒ نے کھانے کے لیے عرض کیا، مولانا مظفر حسین صاحب رامپور جانے والے تھے، فرمایا کہ میری منزل کھوٹی ہوگی (یعنی سفر میں دیر ہوگی) کیونکہ کھانا تیار ہونے میں دیر لگے گی، ہاں اگر رات کا رکھا ہوا ہو تو لا دو، مولانا نے ماش کی دال اور باسی روٹی لا دی، آپ نے رکابی کی دال روٹی پر الٹ کر پلے میں باندھ لی اور رخصت ہو گئے، حالانکہ آپ رئیس (مالدار) تھے، جب رامپور پہنچے تو حکیم ضیاء الدین صاحب سے کہا کہ مولوی رشید احمد بڑے اچھے آدمی ہیں، حکیم صاحب نے کہا واقعی بڑے بزرگ ہیں، آپ فرمانے لگے کہ میں تو کہہ رہا ہوں کہ بڑے اچھے آدمی ہیں، آپ کہتے ہیں کہ بڑے بزرگ ہیں، میں ان کے بزرگ ہونے کی تعریف نہیں کر رہا، میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ بڑے اچھے آدمی ہیں، اگر خود نہیں سمجھتے تو پوچھ ہی لو، انہوں نے کہا اچھا حضرت فرمائیے، آپ نے کہا کہ دیکھو کیسے اچھے آدمی ہیں، انہوں نے مجھے کھانے کے لیے کہا پھر میرے کہنے سے جو کھانا رکھا ہوا تھا بے تکلف لا دیا، میں اس واسطے کہہ رہا ہوں کہ بڑے اچھے آدمی ہیں۔

افسوس ہے کہ آج ان افعال کو ذلت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ صاحبو! اگر وقت پر باسی روٹی مل جائے وہ پلاؤ، زردہ اور قورمہ سے اچھی ہے، اکثر ہمارے قصبات کے مالداروں میں بھی سادگی ہے، بعض جگہ تو اس قدر تکلف ہوتا ہے کہ صبح کو چائے پلائی اس میں اس قدر تکلف کیا کہ بیس روپے (اس زمانہ میں) لگ گئے، پھر کھانے میں اتنا بکھیڑا کیا کہ عصر کے وقت کھانا ملا، بھلا ان باتوں سے کیا نفع۔ خوب سمجھ لیجئے کہ دین کے چھوڑنے سے دنیا کی بھی تکلیف ہوتی ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ خدا دے تو بُرا کھاؤ،، بُرا پہنو، نہیں اچھا کھاؤ، اچھا پہنو، مگر اپنی حد کے اندر رہو"۔ (التبلیغ احکام المال ۱۵/ ۱۲۳-۱۲۴)

غرض ہمارے اکابر نے سادگی کے صرف دعوے اور مشورے ہی نہیں دیے، بلکہ اس پر عمل بھی کر کے دکھایا، مگر افسوس کہ خان صاحب نے ہمیشہ کی طرح یہاں پر بھی بدعملی اور قول وفعل کے تضاد کا بھرپور مظاہرہ کیا، حیرت ہے کہ نواب احمد رضا خان صاحب مسلمانوں کی تعمیر وترقی اور معاشی بہتری کیلئے تو سادگی، فضول خرچی سے پرہیز اور زیادہ سے زیادہ بچت کی تلقین کر رہے ہیں، مگر اپنا فعل دیکھیں کہ اپنے پوتے کی ولادت پر کس قسم کی عیاشی کی جارہی ہے:

''اس خوشی میں منجملہ اور باتوں کے اعلیٰ حضرت نے جملہ طلبائے مدرسہ اہل سنت وجماعت منظر اسلام کی، ان کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی، بنگالی طلبہ سے دریافت فرمایا آپ لوگ کیا کھانا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا مچھلی بھات۔ چنانچہ روہو مچھلی بہت وافر طریقہ پر منگوائی گئی اور ان لوگوں کی حسب خواہش دعوت ہوئی۔ بہاری طلبہ سے دریافت فرمایا آپ لوگوں کی کیا خواہش ہے؟ ہم لوگوں نے کہا: بریانی، زردہ، فیرنی، کباب، میٹھا ٹکڑہ وغیرہ، بہاریوں کیلئے پرتکلف کھانا تیار کیا گیا۔ پنجابی اور ولایتی طلبہ کی خواہش ہوئی دنبہ کا خوب چرب گوشت اور تنور کی پکی گرم گرم روٹیاں، غرض ان لوگوں کیلئے وافر طور پر اسی کا انتظام ہوا۔ اس وقت خاص عزیزوں، مریدوں کیلئے جوڑا بھی تیار کیا گیا تھا''۔ (حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۱۵۵، ۱۵۶)

کیا بریلوی حضرات کوئی ایسی مثال پیش کر سکتے ہیں مستند ماخذ سے کہ اعلیٰ حضرت نے کبھی غریب نان شبینہ محتاج مسلمانوں کو بھی اس قسم کی عیاشی کروائی ہو؟ یہ وہ صاحب ہیں جو ساری زندگی یہ رونا روتے رہے کہ مدرسہ چلانے کیلئے کوئی پیسہ نہیں دیتا پیسہ کہاں سے لاؤں؟؟؟؟

## خان صاحب خود شاہانہ پروٹوکول کے عادی تھے:

ماقبل میں گذر چکا کہ نواب احمد رضا خان صاحب کو تبلیغ دین کیلئے گھر گھر پھرنے کا کوئی ذوق وشوق نہ تھا، زندگی میں تین چار ذاتی نوعیت کے جو سفر کئے ان میں سے ایک جبل پور کا سفر تھا، نواب احمد رضا خان صاحب کے پاس یہ بہترین موقع تھا کہ جب گھر سے نکل ہی گئے تو اس سفر کو تبلیغ دین کیلئے کام میں لایا جائے اور وعظ ونصیحت اور اپنے عمل سے مسلمانوں میں ان معاشی نکات کی اہمیت کو واضح کیا جائے، مگر موصوف جس قسم کے شاہانہ پروٹوکول میں گئے اور جس قسم کا پروٹوکول انہوں نے وہاں لیا آج کے دور کے حکمران اس کا سوچ بھی نہیں سکتے، ملاحظہ ہو مسلمانوں کو بچت کرنے اور سادہ زندگی کی تلقین کرنے والے کا اپنا عمل اور مسلمانوں کے مال پر عیاشی کی ایک ادنیٰ مثال:

''اس قدر گل ریزی ہوئی کہ تمام درجہ میں پھول ہی پھول نظر آرہے تھے بڑے بڑے ٹوکروں میں گلاب کے پھولوں کے موٹے موٹے گجرے اور پھولوں کے گل دستے بھرے ہوئے آئے تھے، جو ہر ایک کے گلے میں بکثرت ڈالے گئے، دونوں ہاتھوں میں ایک ایک گلدستہ دے کر پلیٹ فارم پر سب کو اتار کر.....................

اسٹیشن کے باہر بکثرت موٹر، فٹنین اور سینکڑوں تانگے کھڑے ہوئے ہیں (آج کل کے دور میں جیسے کرولاز، پراڈوز اور پروٹوکول موٹر سائیکلز) ایک بہترین موٹر جو ہار پھولوں سے مزین کیا گیا تھا حضور کیلئے لایا گیا تھوڑے تھوڑے فصل سے سڑک پر نہایت ہی شاندار سبزی کے پھاٹک لگائے گئے تھے، چند سرخ ٹول میں جلی قلم سے سنہری حروف سے اسی پر لکھا تھا:

**السلام علیکم یا امام اھل السنۃ** کسی پر تحریر تھا **السلام علیکم یا مجدد مأۃ حاضرۃ** (آج کے دور میں جیسے بڑے بڑے سائن بورڈز اور وال چاکنگ کی گئی تھی)

بازار کی خرید و فروخت کار و بار مطلقاً موقوف۔ (آج کے دور کے مطابق یعنی پورا روٹ لگا کر ٹریفک معطل اور بازار بند کرائے گئے تھے)

اب جس مکان میں خان صاحب پہنچے وہاں بہترین ترکی قالینیں بچھائی گئی تھیں، دیواروں پر قیمتی کپڑے ڈالے گئے تھے۔

ہر عصر کی نماز کے بعد مسجد کے باہر موٹریں، گھوڑے کھڑے رہتے، جس میں بادشاہ سلامت سیر کو جاتے"۔

(ماخوذ حیات اعلیٰ حضرت)

بادشاہ سلامت کیلئے ایک دن پہلوان صاحب کی طرف سے "مختلف کرتب شو" کا بندوبست بھی کیا گیا تھا، جس میں کرتب دکھانے والے کو آخر میں بادشاہ سلامت کی طرف سے بھاری انعام دیا گیا۔

بادشاہ سلامت نے (۲۸) دن قیام کیا، ہر دن لوگوں کی طرف سے پر تکلف دعوت ہوتی، دعوت کے اختتام پر مہنگے عطر و پرفیومز سے تمام حاضرین کو نہلا دیا جاتا اور بھاری نذرانے بادشاہ سلامت کی خدمت میں پیش کئے جاتے۔

سیٹھ عبدالکریم نے جو دعوت کی اس میں بقول راوی کے (۴۸) قسم کی ڈشیں تھیں!!!!

(آج کے دور میں اگر کوئی مرکزی شخص کسی دعوت میں ۴۸ ڈشیں تیار کروادے تو میڈیا آسمان سر پر اٹھالیتا ہے، مگر بادشاہ سلامت کی بات ہی کچھ اور ہے)

سیٹھ دادا بھائی کی طرف سے زبردست قسم کی دعوت یعنی پلاؤ روغن بادام پکوایا گیا۔

یہ تو خاص دعوتوں کا حال تھا پورے دن کی روٹین میں بادشاہ سلامت ان کے رفقاء اور ملاقاتیوں کیلئے تازہ پان (کچھ دیر پہلے بنائے گئے پانوں کو ضائع کر دیا جاتا) سوڈے کی بوتلیں، برف، بیڑی، سگریٹ وغیرہ پیش کیا جاتا۔

(بیڑی اور سگریٹ کے الفاظ پر غور کریں کہ بادشاہ سلامت نواب احمد رضا خان صاحب کی ان محافل میں کس قسم کی عیاشیاں ہوتی تھیں اور منشیات کا دور چلتا، شراب و رقص و سرور قطعی حرام ہونے کی وجہ سے شاید بدنامی کے خوف سے اس کا ذکر مصلحتاً چھپا دیا گیا ہو، واللہ اعلم)

ہر روز حجام خط بنانے اور کپڑے تبدیل کرانے حاضر ہوتے۔

ٹیلر ماسٹر حمید رضا صاحب کی طرف سے صرف چائے کی دعوت پر جو فضول خرچی کی گئی وہ ملاحظہ ہو کہ بادشاہ سلامت کی آمد پر گیس کی روشنی والا پھاٹک بادشاہ سلامت کے استقبال کیلئے لگایا گیا، ایک عدد گولا آواز والا چھوڑ کر سلامی دی گئی، کوٹھی کے ارد

گرد شامیانے مختلف رنگوں کے قمقمے لگائے گئے، بادشاہ سلامت کو ایک پرتکلف نشست پر بٹھایا گیا، بقیہ حضرات کو بادشاہ سلامت کے نیچے قیمتی قالینوں پر بٹھایا گیا، حاضرین کی چائے، بسکٹ، کیک، پان سے تواضع کی گئی اور جاتے ہوئے ایک ایک لفافہ نذرانے کا پیش کیا گیا۔

سفر سے واپسی پر بادشاہ سلامت کی خدمت میں ایک ہزار روپیہ رائج الوقت سکوں کا نذرانہ پیش کیا گیا!!!!

صرف یہی نہیں کہ بلکہ اسی دوران ان کے بیٹے حامد رضا صاحب کی نظر بادشاہ سلامت کی خاص صندوق (بریف کیس) پر پڑگئی، جس میں عزیزوں کیلئے میوے، قیمتی تحائف کے علاوہ سونے کے زیورات دیکھ کر حیران ہوگئے کہ اباجی نے یہ ڈنڈی کب ماری اور سونے کے زیورات کب خریدے؟

(ماخوذ از حیات اعلیٰ حضرت، ج ا، ص ۴۵۶ تا ۴۶۷)

اندازہ لگائیں! اس ملک کے مسلمانوں کو سادگی کی دعوت دینے والا اور ان کی معاشی صورتحال بہتر کرنے والے کی اپنی شاہانہ زندگی اس قسم کی تھی! کیا کوئی شخص تصور بھی کرسکتا ہے کہ وہ وقت جب انگریز مسلمانوں کا معاشی استحصال کر رہا ہو اس دوران ایک شخص اٹھتا ہے، روتا دھوتا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں، مسلمان سادگی اختیار کریں، زیادہ سے زیادہ بچت کر کے امت مسلمہ پر اس بچت کو لگائیں، مگر دوسری طرف عمل کے میدان میں اس کا اپنا کردار یہ ہے کہ صرف ایک شہر کے ذاتی سفر پر اس کے پروٹوکول پر لاکھوں روپے پانی کی طرح بہائے جارہے ہیں، اس سب فضول خرچی کے بعد انہیں اپنی معاشی پالیسی میں اس بات کا رونا روتے ہوئے ذرا بھی شرم نہیں آئی کہ:

''امداد ترک کی نسبت کئی مرثیے ہزاروں پڑھے گئے، مگر سوا بعض غرباء کے امراء و رؤساء بلکہ دنیا بھر کے والیان ملک نے بھی کوئی قابل قدر حصہ لیا، وہ جو فوجی مدد دے سکتے تھے، وہ جو لاکھوں پونڈ بھیج سکتے تھے وہ ہیں اور بے پرواہی، گویا انہوں نے کچھ سنا ہی نہیں، انہیں جانے دیجئے وہ جانیں اور ان کی مصلحت آپ بیتی کہیے کتنا چندہ ہوا ہے، جس پر ہمدردیٔ اسلام کا دعویٰ ہے''۔ (تدبیر فلاح ونجات واصلاح، ص ۱۳، ۱۴)

جناب من روساء کی جمع پونجی تو آپ کی عیاشیوں کی نذر ہورہی ہے وہ بیچارے آپ سے بچا پائیں گے تو کچھ دے پائیں گے۔ اور یہ خوب کہی کہ انہیں جانے دیجئے آپ بیتی کہئے کہ کتنا چندہ ہوا؟ تو جناب اب تو آپ اس دنیا میں رہے نہیں، آپ کی ذریت سے ایک سوال ہے کہ امراء کو کوسنے والے اس شخص نے خود ترکی امداد میں کتنا فنڈ دیا؟ اور نہیں تو وہ جو جبل پور میں ہزاروں کے نذرانے ملے، گھر والوں کیلئے طلائی زیورات خریدے، کیا کوئی ثبوت مل سکتا ہے کہ اس میں سے کچھ ترکی امداد میں بھی روانہ کردیا ہو؟؟؟؟

# ترتیب واران تجاویز کا تجزیہ

## پہلی تجویز:

پہلی تجویز کا براہ راست معیشت سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا، بلکہ اس کا تعلق انتظامی امور سے ہے، مگر ہر آدمی جو ہندوستان کی تاریخ کو جانتا ہے کیا اس تجویز پر عمل کرنے کا سوچ بھی سکتا ہے؟ خدا لگتی کہیے ایک کافر قوم جو فاتح بن کر آپ کے ملک پر قابض ہوگئی ہو اور آپ کی تہذیب وتمدن، شریعت اور نظریات کو اپنے لئے سب سے بڑا خطرہ محسوس کرتی ہو کیا اس بات کی اجازت دے گی کہ آپ اس کے قوانین کے مقابلے میں اپنی عدالت کھول لیں؟؟

کیا آج امریکا، برطانیہ میں کسی کو جرأت ہوسکتی ہے کہ وہ وہاں کی عدالتوں کے بجائے مسجدوں میں عدالتیں قائم کرے؟؟ امریکا اور برطانیہ تو بہت دور کی بات خود پاکستان جس کے قوانین آج بھی حکومت برطانیہ کے بنائے ہوئے ہیں، جس کی عدالتوں سے بقول اہلِ بدعت ممتاز قادری جیسے عاشق رسول ﷺ کو پھانسی سنا کر تختہ دار پر چڑھا دیا گیا، جس کی عدالتوں نے سود کے جواز کے حق میں فیصلہ دیا، کیا آج کوئی نامور بریلوی قاضی یا مفتی اپنی عدالت قائم کر کے اس سے فیصلے کرا سکتی ہے؟؟ ماضی قریب میں جب نام نہاد طالبان نے نواب احمد رضا خان صاحب کی اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے اپنی شرعی عدالتیں قائم کی تو سب سے زیادہ واویلا ان اہلِ بدعت نے کیا کہ یہ حکومت کے اندر حکومت قائم کرنا ہے۔

میں خان صاحب کی معیشت پر صفحات کے صفحات پر سیاہ کرنے والے مقالہ نگاروں سے پوچھتا ہوں کہ کیا آج تک انہوں نے خود یا ان کی اولادوں نے اس پہلی تجویز پر عمل کرتے ہوئے حکومتی عدالتوں کے بجائے ملک میں موجود بریلوی دارالافتاؤں سے اپنے خانگی، معاشی، معاشرتی اور عائلی مسائل حل کروائیں؟

انگریز نے ہند میں آ کر سب سے پہلا کام ہی یہی کیا کہ مسلمانوں کے معاشی نظام کو بالکل تباہ کر دیا، سر ولیم ہنٹر نے اپنی کتاب "آور انڈین مسلمز" ہمارے ہندوستانی مسلمان میں کسی قدر بیان کی ہے، انھوں نے ایک جگہ مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی اور مشکلات پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''حکومت نے ان کے لیے تمام اہم عہدوں کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ دوسرے ایسا طریقۂ تعلیم جاری کر دیا ہے جس میں ان کی قوم کے لیے کوئی انتظام نہیں ہے، تیسرے قاضیوں کی موقوفی نے ہزاروں خاندانوں کو جو فقہ اور اسلامی علوم کے پاسبان تھے بیکار اور محتاج کر دیا ہے، چوتھے ان کے اوقاف کی آمدنی جو ان کی تعلیم پر خرچ ہونی چاہیئے تھی غلط مصرفوں پر خرچ ہو رہی ہے۔'' (موج کوثر، ص ۴۷)

غرض خان صاحب کی پہلی تجویز اس قدر مضحکہ خیز ہے کہ اس کی عملی صورت کسی طور پر ممکن نہیں، بلکہ اس صورت پر عمل کرنا اپنی موت اور بربادی کو دعوت دینا ہے، غداری کے مقدمات کا سامنا کرنا ہے، جس ملک میں پہلے ہی مسلمان پس رہے ہوں، سفید سامراج کے ظلم

وبربریت کا شکار ہوں جن کو جابر حکام پہلے ہی اپنا سب سے بڑا دشمن تصور کرے، وہاں کے لوگوں کو یہ مشورہ دینا کہ وہ حکام کی قائم کردہ عدالتوں کو پس پشت ڈال کر اپنی عدالتیں قائم کریں انتشار وافتراق کے سوا کچھ بھی نہیں۔

حیرت ہے کہ خان صاحب ایک طرف تو اس تجویز کو پیش کر رہے ہیں کہ اپنے مقدمات حکومت سے حل مت کراؤ مگر دوسری طرف آزادی ہند کی جدوجہد کرنے والے علماء جب یہ تجویز پیش کرتے کہ تم ہمارا ساتھ دو انگریز کو اس ملک سے نکالو، تاکہ یہاں دوبارہ اسلامی ریاست قائم ہو یا ہمارے ہاتھوں میں ایک ایسی حکومت آئے جس میں ہم خودمختار ہوں تو اس کی سب سے زیادہ مخالفت کرنے والے یہی نواب احمد رضا خان صاحب تھے!...... حیرت ہے کہ جس صورت کو عملی جامہ پہنایا جاسکتا تھا اس کی تو ماہر معاشیات مخالفت کر رہے ہیں اور جس کی عملی صورت کی کوئی نظیر ہی پیش نہیں کی جاسکتی اس کی تجویز دے رہے ہیں فیاللعجب!...... نیز ماقبل میں ہم نے حوالہ دیا کہ جب خان صاحب کے خلاف بدایونی حضرات نے مقدمہ دائر کیا تو خان صاحب نے باقاعدہ اپنی بیماری کا جھوٹا سرٹیفکیٹ جمع کروایا اور ان کے شاگرد یہ مقدمہ لڑتے رہے تو خان صاحب نے اس موقع پر خود سے ابتدا کر کے ایک اعلیٰ مثال قائم کیوں نہ کی؟؟؟؟

## دوسری تجویز:

دوسری تجویز بھی اس زمانے کے لحاظ سے احمقانہ ہے، اس لئے کہ انگریز نے ہند میں آکر سب سے پہلے مسلمانوں کی صنعت اور کاروبار کو تباہ کیا، اس کی مفصل تفصیل شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی سوانح حیات "نقش حیات" جلد دوم میں بڑی تفصیل کے ساتھ دے چکے ہیں، پھر حیرت کی بات ہے کہ حضرت مدنی اور ان کے رفقاء نے جب ترک موالات کی صورت میں بدیشی مال کا بائیکاٹ کیا تو سب سے زیادہ مخالفت خان صاحب اور ان کے متعلقین ہی نے کی، پھر یہ کہ ہر چیز میں مسلمان خودکفیل ہوں اور کسی دوسری قوم سے کوئی تعلق نہ رکھیں، عملاً یہ صورت ممکن ہی نہیں آج کی بڑھتی ہوئی صنعتی دنیا میں ہر ملک دوسرے کا خام مال اور دیگر صنعتی ضروریات میں محتاج ہے، مثلاً پاکستان میں تیل میسر نہیں اب اس صورت میں ہم کیا کریں؟ جدید آٹو موبیل کی صنعت پوری دنیا میں صرف جاپان میں ہے، پاکستان میں اتنی صلاحیت ہی نہیں یا دیگر ترقی یافتہ ملکوں میں بھی وہ صلاحیت نہیں کہ اس صنعت کو حاصل کر سکے تو کیا کریں؟؟؟؟

میں اہل انصاف سے سوال کرتا ہوں کہ آپ کے ملک پر ایک سفید ریچھ نما غیر ملکی بھیڑیا قابض ہے، جو آپ کی جان مال عزت و آبرو کو لوٹ چکا ہے، جو آپ کی صنعت کو تباہ و برباد کر چکا ہے، جو آپ کی معدنیات کی لوٹ کھسوٹ میں لگا ہوا ہے، جو سینکڑوں میل دور سے آیا ہی اس واسطے ہے کہ اس ملک کو جتنا لوٹ سکو لوٹ لو، وہاں کوئی آپ سے سوال کرے کہ اس موقع پر مسلمان کیا کریں؟ تو آپ جواب دیں کہ اپنی صنعتیں کھولیں، اپنے بینک کھولیں، اس ملک جہاں ہر قوم آباد ہے اس پر غیر ملکی متضاد ہے، صرف آپس میں تجارت کریں، اس سے زیادہ مضحکہ تجویز کوئی ہو سکتی ہے؟؟ آخر خان صاحب کن احمقوں کی جنت میں رہتے؟؟؟؟

## تیسری تجویز:

تیسری تجویز کے طور پر خان صاحب نے مسلمانوں کے متمول حضرات کی طرف سے بینک کھولنے کی اپیل کی، یقیناً یہ ایک مناسب تجویز تھی، لیکن اس کی عملی صورت کیا ہو؟ کن بنیادوں پر یہ بینک کھولے جائیں؟ اس کیلئے اصول وضوابط کیا ہوں؟ کھاتے داروں کے ساتھ کیا

شرائط طے ہوں؟، پیسوں کے لین دین کا کیا معاملہ ہو؟ ان بینکوں کو قانونی حیثیت کس طرح دی جائے؟ ان کی طرف عوام کو کس طرح متوجہ کیا جائے؟ خان صاحب کی یہ کتاب (کفل الفقیہ الفاہم) ان تمام تر تفصیلات سے خالی نظر آتی ہے، اس کیلئے موصوف یہ کہتے ہیں کہ کتب فقہ کو دیکھ لیا جائے۔ اگر کتب فقہ ہی سے مسائل کو حل کرنا ہے تو خان صاحب کا تو کوئی کارنامہ نہ ہوا؟ پھر خان صاحب کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت؟ اور ان کی کوئی تجویز اس سلسلے میں کیسے معاون و مددگار ہو سکتی ہے؟؟؟؟

خان صاحب کی وفات کے بعد ان کی اولاد، تلامذہ و خلفاء کی طرف سے بھی اس سلسلے میں کسی قسم کی کوئی پیش رفت ہمیں نظر نہیں آتی، البتہ اس کے مقابلے میں ۱۹۳۰ء میں جمعیۃ علماء ہند کے حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''اسلام کا اقتصادی نظام'' میں نہ صرف اسلام کے پورے معاشی نظام کو عالمی دنیا کے سامنے پیش کیا، بلکہ سودی بینک کاری کہ جس کے سحر میں پوری دنیا گرفتار تھی اُس کا نہ صرف مضبوط دلائل سے رد کر کے اس کے متبادل کے طور پر تفصیل کے ساتھ ''اسلامی بینک کاری'' کا تصور اور اس کے خدوخال پیش کیے، غرض خان صاحب کی طرف سے بینک کی تجویز ایک ناقص تجویز تھی، جبکہ اس کے مقابلے میں حضرت سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مکمل خاکہ امت کے سامنے رکھا اور آج اسلامی بینک کاری کے حوالے سے علمائے دیوبند کی جو خدمات ہیں وہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، آج پوری دنیا میں جدید اسلامی بینکاری اور اسلامی معیشت کے حوالے سے حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی ایک سند و حجت کی حیثیت رکھتے ہیں۔

## چوتھی تجویز:

اس تجویز کو خان صاحب سب سے مرکزی تجویز قرار دے رہے ہیں اور وہ ہے کہ علم دین کے مراکز قائم کرنا اور یہاں سے علم دین سیکھ کر اس پر پوری طرح عمل کرنا، اس سلسلے میں عام بریلوی کا کیا پوچھیں خود خان صاحب کو علم دین کے تعلیم و تعلم سے کتنا شغف تھا وہ ہم ماقبل میں ''خان صاحب بحیثیت مدرّس'' کے عنوان سے بحث کر آئے ہیں، حیرت ہے کہ جو تجویز امت مسلمہ کیلئے پیش کر رہے ہیں اس پر عمل کرتے ہوئے خود بری طرح ناکام نظر آرہے ہیں، جبکہ دوسری طرف علمائے دیوبند نے ۱۸۶۵ء میں ''دارالعلوم دیوبند'' کی بنیاد ڈال کر خان صاحب کی اس سب سے اہم تجویز سے کئی سال پہلے اس تجویز کا عملی نمونہ پیش کر دیا تھا، خان صاحب نے ۱۹۰۴ء یعنی دارالعلوم دیوبند کے ۳۴ سال بعد مظہر الاسلام کے نام سے ایک چھوٹے سے مدرسے کی بنیاد بوجہ مجبوری ڈالی، جس کی زبوں حالی کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی۔

بریلوی محقق ڈاکٹر اوشا سانیال کے بقول:

''بیسویں صدی میں شمالی ہند میں بہت سے مدارس قائم ہوئے دوسری اصلاحی تحریکات کے برعکس اہل سنّت کے پاس دارالعلوم دیوبند جیسی کوئی مرکزی درسگاہ موجود نہیں تھی''۔ (عقیدت پر مبنی اسلام اور ریاست، ص ۹۵)

رہی بات علم پر عمل کی تو ظاہر ہے کہ یہ ادارے جہاں علم کے گہوارے تھے، وہاں عمل کے بھی مینارۂ نور تھے، حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میرے دادا مولانا یاسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہم نے دارالعلوم دیوبند کا وہ دور بھی دیکھا کہ مہتمم سے لیکر چوکیدار تک سب افراد صاحب حال و صاحب نسبت لوگ تھے۔ (ملاحظہ فرمائیں: اکابر دیوبند کیا تھے؟)

علم پر عمل کیلئے ایک طرف تھانہ بھون جیسی مرکزی خانقاہ رشد و ہدایت کام کرتی تھی تو دوسری طرف حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی جماعت نے پوری دنیا میں عمل کی دھوم مچا دی!!

لہٰذا جس تجویز کو خان صاحب نے سب سے مرکزی تجویز کہا وہ کوئی انوکھی تجویز نہیں تھی، بلکہ خان صاحب کے تجویز دینے سے پہلے علمائے دیوبند اس پر زور و شور سے کام کر رہے تھے اور خان صاحب تجویز دینے کے بعد بھی عمل سے محروم رہے!!......لہٰذا آج اسے ایک انوکھی تجویز قرار دیکر عوام کے سامنے پیش کرنا انصاف و دیانت سے بعید کام معلوم ہوتا ہے!!!!

# شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے معاشی نکات

''پر'' سے ''پرندہ'' بنانے میں ید طولیٰ رکھنے والے بریلوی تذکرہ نگاروں نے خان صاحب کے ان معاشی مسائل کو اپنی عادت کے مطابق اس طرح بڑھا چڑھا کر پیش کیا گویا کہ وہ مسلمانانِ ہند کو معاشی نظام دینے والے پہلے ریفامر تھے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ خان صاحب بریلوی کی پیدائش سے بھی کئی سو سال پہلے ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جامع معاشی پروگرام پیش کر دیا تھا، جس کے اہم نکات حفیظ اللہ نیازی یوں بیان کرتے ہیں:

1۔ دولت کی اصل بنیاد ''محنت'' ہے، مزدور اور کاشتکار اصل اکتسابی قوت ہیں، باہمی تعاون شہریت (Citizenship) کی روح رواں ہے، جب تک کوئی شخص ملک اور قوم کے لئے محنت نہ کرے ملک کی دولت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔

2۔ جوا، سٹہ اور عیاشی کے اڈے فی الفور ختم کیے جائیں جن کے ہوتے ہوئے تقسیم دولت کا صحیح نظام قائم نہیں ہو سکتا، ان اڈوں کی موجودگی میں قومی دولت بہت سی جیبوں سے نکل کر ایک طرف سمٹ آتی ہے۔

3۔ مزدور، کاشتکار اور وہ لوگ جو ملک و قوم کے لئے دماغی کام کریں، وہ ہی دولت کے اصل مستحق ہیں، ان کی ترقی اور خوشحالی ملک و قوم کی ترقی اور خوشحالی ہے، جو نظام محنت کش قوتوں کو دبائے وہ ملک کی سلامتی کے لئے خطرہ ہے، ایسے نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہیئے۔

4۔ جو سماجی نظام محنت کی صحیح قیمت ادا نہ کرے، قابل اعتبار نہیں، جب تک اس کی محنت کی وہ قیمت ادا نہ کی جائے جو امدادِ باہمی کے اصول پر لازم ہوتی ہے۔

5۔ ضرورت مند مجبور مزدور کی خاموش رضامندی قابل اعتبار نہیں، جب تک اس کی محنت کی وہ قیمت ادا نہ کی جائے جو امداد باہمی کے اصول پر لازم ہوتی ہے۔

6۔ جو پیداوار اور آمدنی، باہمی اور تعاون کے اصول پر نہ ہو وہ خلافِ قانون ہے۔

7۔ ''کام کے اوقات محدود کیے جائیں''۔ مزدوروں اور کاشتکاروں کو اتنا وقت ضرور ملنا چاہیئے کہ وہ اپنی روحانی اور اخلاقی

اصلاح کرسکیں اوران کے اندر اپنے مستقبل کے متعلق غور وفکر کی صلاحیت پیدا ہوسکے۔

8۔ باہمی تعاون کا بہت بڑا ذریعہ تجارت اور کاروبار ہے، لہٰذا اس کو تعاون ہی کے اصول پر جاری رہنا چاہیئے، پس جس طرح تاجروں اور کاروباری حضرات کے لئے جائز نہیں کہ وہ بلیک مارکیٹ اور ذخیرہ اندوزی یا غلط قسم کی مقابلہ بازی سے تعاون اور امداد باہمی کی روح کو نقصان پہنچائیں، اسی طرح حکومت کے لئے بھی مناسب نہیں کہ طرح طرح کے بھاری ٹیکس لگا کر تجارت کے فروغ اور ترقی میں رکاوٹ پیدا کرے اور رخنہ اندازی کرے۔

9۔ وہ تجارت یا کاروبار جو دولت کی گردش کو کسی خاص طبقے میں منحصر ومخصوص کردے ملک وقوم کے لئے تباہ کن ہے۔

10۔ ایسا سیاسی وسماجی نظام، جس میں چند اشخاص یا چند خاندانوں کو عیش وعشرت کے سبب سے دولت کی صحیح تقسیم میں خلل واقع ہو اس کا مستحق ہے کہ اس کو جلد از جلد اوپر سے نیچے تک ختم کرکے عوام کے مصائب دور کیے جائیں اور ان کو مساویانہ نظامِ زندگی کا موقع دیا جائے۔

11۔ زمین کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ اور ظاہری نظام کے لحاظ سے ''ریاست'' (State) ہے، ملک کے باشندوں کی حیثیت وہ ہے جو کسی مسافر خانے میں ٹھہرنے والوں کی، ملکیت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حق انتفاع میں دوسرے کی دخل اندازی قانوناً ممنوع ہے۔

12۔ تمام انسان برابر ہیں، کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو مالک الملک، ملک الناس، مالکِ قوم یا انسانوں کی گردنوں کا مالک تصور کرے، نہ کسی کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی صاحب اقتدار کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرے۔

13۔ ریاست کے سربراہ مملکت کی حیثیت وہ ہے جو کسی وقف کے متولی کی، وقف کا متولی اگر ضرورت مند ہو تو اتنا وظیفہ لے سکتا ہے کہ عام باشندے کی طرح زندگی گذار سکے۔

14۔ روٹی، کپڑا اور مکان اور ایسی استطاعت کہ نکاح کرسکے اور بچوں کی تعلیم وتربیت کا بندوبست کرسکے بلالحاظ مذہب ونسل وزبان، ہر ایک انسان کا پیدائشی حق ہے۔

15۔ اسی طرح مذہب، نسل، رنگ یا زبان کے کسی فرق وتفاوت کے بغیر، عام باشندگان کے معاملات میں یکسانیت ومساوات کے ساتھ عدل وانصاف، ان کے جان ومال کی حفاظت، ان کی عزت وناموس کی حفاظت، حق ملکیت میں آزادی، حق اظہار میں آزادی، حقوق شہریت میں یکسانیت وبرابری ملک کے ہر باشندے کا بنیادی حق ہے۔

16۔ اپنی تہذیب، ثقافت اور زبان کو زندہ رکھنا ہر فرقے کا بنیادی حق ہے۔

17۔ بین الاقوامی تحفظات وحقوق کے حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ خودمختار علاقے بنائے جائیں، یہ خودمختار اکائیاں اپنے معاملات میں آزاد اور خودمختار ہوں گی، ہر ایک اکائی میں اتنی طاقت ضرور ہونی چاہیئے کہ اپنی جیسی اکائیوں کے جارحانہ اقدام کا مقابلہ کرسکیں، یہ تمام اکائیاں ایک ایسے بین الاقوامی نظام (بلاک) میں منسلک ہوں جو فوجی طاقت کے لحاظ سے اقتدار اعلیٰ کا مالک ہو، اس کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ کوئی مخصوص مذہب یا تہذیب کسی اکائی پر لاد سکے، البتہ اس کا یہ فرض ضرور ہوگا کہ

کسی قوم یا اکائی یا یونٹ کو یہ موقع نہ دے کہ کسی دوسری قوم کے مذہب یا تہذیب پر حملہ کر سکے۔"

مولانا شبلی کی تصنیف "تاریخ علم و الکلام" کا اقتباس حاصلِ کلام ہی ہے۔"ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد خود انہی کے زمانے میں مسلمانوں میں جو فکری، نظری و عقلی تنزل شروع ہوا تھا اس کے لحاظ سے یہ اُمید نہ تھی کہ پھر کوئی دیدہ ور پیدا ہوگا، شاہ ولی اللہؒ جیسا شخص پیدا ہوا، جس نکتہ سنجیوں، باریک بینی، دقیقہ رسی اور دیدہ وری کے آگے غزالی، رازی، ابن رشد کے کارنامے ماند پڑ گئے"۔

(روزنامہ جنگ ۱۵ جون ۲۰۱۶)

طفیل احمد قریشی صاحب نے بھی اپنی کتاب "اقتصادی مسائل اور ان کا حل امام شاہ ولی اللہ کی نظر میں" حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان معاشی نکات کو بیان کیا ہے، مگر بُرا ہو تعصب کا کہ کوئی بریلوی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان معاشی نکات سے قوم کو آگاہ نہیں کرتا۔

مبالغہ آرائی کی حد دیکھیں کہ خان صاحب کی ڈیڑھ ورقی کو معاشیات پر کئی سو صفحات کی کتاب لکھنے والے جے این کینز سے سے ملایا جا رہا ہے، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی لکھتا ہے:

"امام احمد رضا کے ان چار نکات کے تجزیے میں اقتصادیات و معاشیات کے ماہر پروفیسر رفیع اللہ صدیقی نے "فاضل بریلوی کے معاشی نکات" نام سے مقالہ پیش فرمایا، جس میں انہوں نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کی علم معاشیات میں بصیرت، ان کے مسلم بینک کے قیام کے نظریہ کی تابانی، ان کی دور اندیشی اور تفکر و تدبر کو واضح کیا ہے اور یہ حقیقت عیاں کر دی ہے کہ جب جدید اقتصادی نظریات کی ابتداء بھی نہ ہوئی تھی اور بینکاری نظام کو مغربی ماہرین تجارت و اقتصادیات نے اس شدت سے محسوس تک نہ کیا تھا جو آج وہ عمل میں لا رہے ہیں، حضرت فاضل بریلوی نے اس سے تقریباً 25 سال قبل اپنے معاشی نکات اور بینکاری نظام کا نظریہ پیش فرما دیا تھا اور برطانیہ کے مشہور ماہر اقتصادیات جے ایم کینس (J.M.KENSES) کے مشہور زمانہ نظریہ "روزگار و آمدنی" کے پیش کرنے سے قبل اقتصادیات کی یہ مساوات "پس اندازی، سرمایہ کاری" اپنے اس چار نکاتی پروگرام کے نکتے کے ذریعے پیش فرمایا تھا۔

کتنی عجیب بات ہے کہ جے ایم کینس کو اس کے نظریہ "روزگار و آمدنی" پر تاج برطانیہ نے لارڈ کے خطاب سے نوازا (1936) جبکہ 1912ء میں پیش فرمودہ معاشی و تجارتی نظریات کی طرف امام احمد رضا کی قوم نے دھیان تک نہ دیا"۔

(ماہنامہ تحفظ دسمبر ۲۰۱۳)

خدا کے بندے جے ایم کینز کو اگر نوازا گیا ہے تو اس نے اس وقت ایک پورا خاکہ پیش کر کے مغرب کی تباہ حال معیشت کو دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑا کیا تھا، انیسویں صدی کی دوسری دہائی کے وسط میں یورپ میں صنعتی انقلاب برپا ہونا شروع ہو گیا، جس کی وجہ سے لوگوں کی طلب کی نسبت اشیائے ضروریات کی رسد بڑھنا شروع ہو گئی، کلاسیکی ماہر معاشیات جے بی سے کے نظریے کے مطابق رسد اپنی طلب خود پیدا کرتی ہے (Suply creates its own demand) کا نظریہ دم توڑتے دکھائی دینے لگا، کیونکہ تھوڑی لیبر فورس اور مشینوں

کے باہمی امتزاج سے زائد پیداوار(over prodution) وجود میں آنا شروع ہوگئی، مگر اس زائد پیداوار کی نسبت سے نہ تو برسر روزگار مزدوروں کی قوت خرید میں اضافہ ہوا اور نہ ہی بے روزگار افراد کے پاس کوئی پس انداز کی ہوئی کمائی تھی، جس کے ذریعے وہ صنعتی کارخانوں کی تیار کردہ اشیاء کو خریدنا شروع کر دیتے، چنانچہ جب زرعی اور صنعتی اشیاء کی رسد طلب کی نسبت بہت زیادہ بڑھنا شروع ہوگی تو ان کی قیمتوں میں کمی شروع ہوگی، جسے معاشیات کی اصطلاح میں تفریط زر deflation یا کساد بازاری کہتے ہیں۔ ۱۹۲۹ء/ ۱۹۳۰ء میں دنیا کو شدید کساد بازاری great defression کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ منڈیاں اشیائے صارفین سے بھری پڑی تھیں اور ان کی قیمتیں انتہائی نچلی سطح پر آگئیں تھیں مگر کم قیمتوں کی وجہ سے کارخانے داروں کے مصارف پیدائش بھی پورے نہیں ہو رہے تھے تو انہیں مجبوراً کارخانے فیکٹریاں بند کرنے پڑ گئے، جس سے دنیا میں بے روزگاری کا شدید طوفان آگیا، امریکہ اور یورپ میں کروڑوں افراد بے روزگار ہو گئے، اب کیسے ممکن تھا کہ یہ بے روزگار افراد منڈی میں پہلے سے موجود اشیاء ضرورت کا سٹاک خرید پاتے، کیونکہ ان کے پاس تو کوئی کمائی نہیں تھی، اس موقع پر مشہور ماہر معاشیات جے ایم کینز نے اپنی کتاب روزگار، سود اور زر کا عمومی نظریہ 1931ء میں تحریر کی، اور حکومت کو قائل کیا کہ کساد بازاری پر قابو پانے کے لئے حکومت نوٹ چھاپ کر مصنوعی قوت خرید پیدا کرے، تاکہ زائد پیداواری کو لوگ خرید سکیں، چنانچہ امریکہ اور یورپ میں جے ایم کینز کی تجویز پر عمل کرتے ہوئے حکومتوں نے زرکی رسد میں اضافہ کیا، جس پر اشیاء ضروریات کی قیمتوں میں اضافہ ہونا شروع ہوگیا اور جب آجرین حضرات کو قیمتوں میں اضافے سے منافع حاصل کرنے کی امید دکھائی دی تو انہوں نے دوبارہ کارخانے، فیکٹریاں چالو کر دیں، جس سے لوگوں کو دوبارہ روزگار ملنا شروع ہوگیا اور اس طرح کساد بازاری میں اشیاء وخدمات کی قیمتوں میں اضافہ کر کے جسے معاشیات کی اصطلاح میں افراط زر inflation کہتے ہیں دنیا میں معاشی بحران پر قابو پالیا گیا، لہٰذا کساد بازاری میں افراط زر کی مدد سے آمدنی اور روزگار کی سطح بلند کرنا بری بات نہیں سمجھی جاتی، اس سے معیشت کا بہاؤ چلتا رہتا ہے، یعنی کارخانے فیکٹریاں اشیائے ضروریات پیدا کرتی رہتی ہیں اور عاملین پیدائش اپنی خدمات کے عوض معاوضے حاصل کر کے ان کارخانوں، فیکٹریوں میں تیار شدہ مصنوعات خریدتے رہتے ہیں۔

اگر خان صاحب کی تجویز پر عمل کرتے ہوئے ہر آدمی اپنا پیسہ بچا کر ذاتی کاروبار شروع کر دے تو ایک تو مارکیٹ سے اجیر ختم ہوجائے گا، ثانیاً جب ہر آدمی رسد ہی پر توجہ دے گا تو اسی طرح کی کساد بازاری ہوگی جس طرح یورپ میں ہوئی کہاں جے ایم کینز کا نظریہ اور کہاں خان صاحب کی بڑ!!!!

# خان صاحب بریلوی نے خود کس طرح لوگوں کا معاشی استحصال کیا؟

خان صاحب کی معیشت پر مقالے لکھنے والے ہمیں کہتے ہیں کہ خان صاحب بریلوی نے یہ تجویز پیش کی کہ زیادہ سے زیادہ بچت کرو اور اسے کاروبار میں لگاؤ، خان صاحب بریلوی نے خود اس تجویز پر کس جابرانہ طریقے سے عمل کیا، اسکی ایک مثال ملاحظہ ہو، خان صاحب بریلوی کے بھتیجے مولوی حسنین رضا صاحب لکھتے ہیں:

''ان کی وفات کے بعد اعلیٰ حضرت نے اپنی والدہ ماجدہ کو اس بات پر راضی کیا کہ آپ گھر کا نظم اس طرح کریں کہ زیادہ روپیہ

پس انداز ہوا اور بچت کے روپیہ سے دوسری جائیداد خرید کر میرے دونوں بھائیوں کی جائداد میری جائداد کے برابر کریں۔ اس جائداد کے ملحقہ حصے مولانا نقی علی خان صاحب کے چار بھائیوں کے پاس تھے۔ وہ چار بھائی تھے خرچ زیادہ اور آمدنی کم تھی، انہوں نے مقدمہ بازی شروع کر دی، جس پر وہ ہارتے رہے، انہیں مقدمہ بازی کے دور میں اپنی جائیداد کے حصص فروخت کرنا پڑے اور وہ حصص اعلیٰ حضرت کی والدہ ماجدہ نے خریدنا شروع کر دیے، جب تک مقدمہ بازی کا دور رہا (جو سات آٹھ سال رہا) ان کی جائداد کی ادھر سے خریداری ہوتی رہی مقدمہ بازی جب بند ہوئی تو خریداری بھی بند ہوگئی..... ہمیں تو اعلیٰ حضرت کی ذات پر بڑا فخر ہے ہے کہ انہوں نے میرے باپ چچا کو زمیندار بنایا، ورنہ یہ دونوں پچاس پچاس روپے ماہوار پاتے اور عمر بھر دنیا کی کشمکش میں پڑے رہتے''۔

(سیرت اعلیٰ حضرت،ص ۹۷،۹۸)

یعنی خان صاحب جو بچت کر رہے تھے اس سے ملک وقوم کو فائدہ نہیں بلکہ اپنے ہی خاندان کی جاگیر میں اضافہ کر رہے تھے، اول تو خان صاحب نے اپنے ہی چچاؤں کو وکیلوں اور کورٹوں کے چکر میں پھنسایا اور پھر اس مشکل وقت میں جب خان صاحب کے چچا اپنا حق وصول کرنے کیلئے وکیلوں اور کورٹوں کی فیسیں بھرنے کیلئے اپنی جائداد بیچنے پر مجبور ہوئے تو اس ظالم سرمایہ دار نے تمام تر صلہ رحمی، رشتہ داری، باپ کی اخوت کو ایک طرف رکھ کر ایک انتہائی شاطر سرمایہ دار اور جاگیر دار کی طرح اپنے ہی غریب و نادار چچاؤں کی زمینیں خرید کر اپنے بھائیوں کی جائیداد میں اضافہ کرتے رہے، میں ہر قاری سے سوال کرنا چاہوں گا کہ اگر خدانخواستہ آپ اپنے ہی کسی رشتہ سے عدالتی معاملات میں الجھ جائیں اور اپنے حق کو وصول کرنے کیلئے مقدمہ کریں اور پھر آپ کے وہی رشتہ دار جن پر آپ نے مقدمہ کیا ہے آپ کی اس مجبوری و تنگ دستی کے وقت آپ کی جائیدادیں خرید رہے ہوں تو آپ کے دل پر کیا گذر رہی ہوگی؟؟؟؟

یہ کیسا معاشی ماہر ہے جو دوسروں کو تو کورٹ، کچہری، وکیلوں کے چکروں سے روک رہا ہے اور خود اپنے چچاؤں کو کچہریوں میں گھسیٹ کر کے ان کی جائیدادیں خرید رہا ہے!!!!

غور فرمائیں جس وقت جائیداد تھی اس وقت بھی ان بیچارے چار چچاؤں کا گذارا نہیں ہو رہا تھا تو جب جائیداد بیچ دی ہوگی کس قدر کسمپرسی اور ناداری میں ہوں گے، مگر خان صاحب ظالم ان غریبوں کے خون سے اپنے گھر کے دِیے جلا رہا تھا!!!!

☆☆☆☆

# نواب احمد رضا خان کی مایہ ناز سائنسی تحقیق و خدمات

قارئین کرام! قرآن سائنسی کتاب نہیں ہے، لیکن اسلام نے نت نئی سائنسی تحقیقات سے کبھی کلیسا کی طرح نہیں روکا، یہ سائنسی تحقیقات اگر دلیل ومشاہدے کی بنیاد پر اور قرآن وسنت کی بنیادی تعلیمات سے نہ ٹکراتی ہوں تو اسلام ان کے تسلیم کرنے میں آڑ نہیں۔

سائنسی تحقیقات چونکہ سائنسدانوں کے تجربات وتحقیقات پر مبنی ہوتی ہیں، لہذا آئے روز اس میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں، زمین کی گردش کے متعلق بھی زمانہ قدیم میں مختلف نظریات تھے، مگر جیسے جیسے سائنسی آلات وتحقیقات نے ترقی کی تو یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ گئی کہ زمین وسورج اپنے محور کے گرد گردش میں ہے، آج سائنس کے پاس کئی آلات اور فارمولے ہیں، جس سے زمین کی گردش کو ثابت کیا جا سکتا ہے، یہ نظریہ اب پوری دنیا میں تواتر کی حد تک پھیل چکا ہے، ہر چھوٹا بڑا اسی نظریہ کا حامل ہے کہ زمین اپنے محور کے گرد چکر لگا رہی ہے، شومئی قسمت کہ خان صاحب نے بلا وجہ اس مسئلہ میں ٹانگ اڑا کر اسے بھی اپنی ذاتی عناد اور کفر وایمان کا مسئلہ بنا دیا اور اس پر تین رسائل:

(۱) فوز مبین بر سکون زمین

(۲) نزول آیات فرقان بسکون زمین وآسمان

(۳) معین مبین بھر دو سکون وزمین

لکھ ڈالے کہ زمین بالکل ساکن ہے۔

## زمین کو ساکن نہ ماننے والا خان صاحب کی نظر میں:

اور اسے کفر وایمان کا مسئلہ بنا دیا، چنانچہ خان صاحب لکھتے ہیں:

''تو بحمد اللہ تعالیٰ آیاتِ متکاثرہ واحادیث متواترہ واجماع امتِ طاہرہ سے واضح ہوا کہ زمین کی حرکت محوری ومداری دونوں باطل ہیں، وللہ الحمد''۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۷، ص ۲۲۲)

ظاہر ہے کہ احادیث متواترہ کا منکر کافر اور اجماع کا منکر گمراہ ہے۔

آگے کہتے ہیں:

''لاجرم مسلمان پر فرض ہے کہ حرکت شمس وسکونِ زمین پر ایمان لائے، واللہ الہادی'' (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۷، ص ۲۲۴)

مگر آج اس فرض پر ایمان لانے سے پوری دنیا محروم ہو کر کفر کی آندھیوں میں ہچکولے کھا رہی ہے، حتیٰ کہ خان صاحب کے ماننے والے بھی اس نظریہ کو ہضم نہ کر سکے!!

## اس نادر تحقیق کو اپنے بھی تسلیم نہ کر سکے:

مولوی حاکم علی صاحب جن کے بارے میں خود خان صاحب کہتے ہیں:

''مجاہد کبیر، مخلص فقیر، حق طلب حق پذیر سلمہ اللہ القدیر، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ...... آپ نے اپنا لقب مجاہد کبیر رکھا ہے، مگر میں تو اپنے تجربے سے آپ کو مجاہد اکبر کہہ سکتا ہوں، حضرت مولانا الاسد الاسد الاشد مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا لہجہ جلد سے جلد حق قبول کر لینے والا میں نے آپ کے برابر نہ دیکھا، اپنے جمے ہوئے خیال سے فوراً حق کی طرف رجوع لے آنا جس کا میں بار ہا آپ سے تجربہ کر چکا نفس سے جہاد ہے اور نفس سے جہاد جہاد اکبر ہے تو آپ اس میں مجاہد اکبر ہیں، بارک اللہ تعالیٰ وتقبل امین۔ امید ہے کہ بعونہ تعالیٰ اس مسئلہ میں بھی آپ ایسا ہی جلد از جلد قبول حق فرمائیں گے کہ باطل پر ایک آن کے لیے بھی اصرار میں نے آپ سے نہ دیکھا وللہ الحمد''۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۷، ص ۲۰۰)

وہ بھی خان صاحب کی اس تحقیق پر یوں آنسو بہاتے نظر آتے ہیں:

''اے محبوب ومحب فقیر ایدکم اللہ تعالیٰ فی کل حال (اللہ تعالیٰ ہر حال میں آپ کی مدد فرمائے) جب کافروں کے زوال کے معنیٰ ان کا اس دنیا سے دارالآخرۃ میں جانا مسلّم ہوا تو معاملہ صاف ہوگیا، کیونکہ کافر زمین پر پھرتے چلتے ہیں، اس پھرنے چلنے کا نام زوال نہ ہوا کہ یہ ان کا چلنا پھرنا اپنے اماکن میں ہے کہ جہاں تک اللہ تعالیٰ نے اُن کو حرکت کرنے کا امکان دیا ہے وہاں تک ان کا حرکت کرنا اُن کا زوال نہ ہوا، یہی حال پہاڑوں کا ہوا کہ ان کا اپنے اماکن سے زائل ہو جانا ان کا زوال ہوا، جب یہ حال ہے تو زمین کا بھی، اپنے اماکن سے زائل ہو جانا اس کا زوال ہوگا اور اپنے اماکن میں اس کا حرکت کرنا زوال نہیں ہو سکتا، شکر ہے اس پروردگار کا کہ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مجھے گریز نہ ہوا اور میری مشکل بھی از بارگاہ حل المشکلات حل ہوگئی ببرکت کلام کریم ﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا. وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾

اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو، اور یہ اس طرح ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کے سکون فی مکان کی تصریح فرما دی، مگر زمین کے بارے میں ایسا نہ فرمایا یعنی آسمان کی تصریح کی طرح تصریح نہ فرمائی یعنی خاموشی فرمائی، قربان جاؤں احسن الخالقین تبارک وتعالیٰ کے اور باعث خلق عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور حضرت معلم التحیات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ سائنس کی سرکوبی کے لیے زمین کے زوال اس کے اماکن سے کے معنیٰ آپ کے اس تابعدار مجاہد کبیر پر عیاں فرمائے کہ زمین کے زوال نہ کرنے کے یہ معنیٰ ہیں کہ جن اماکن میں اللہ تعالیٰ نے اس کو امساک کیا ہے اس سے یہ باہر نہیں سرک سکتی، مگر ان اماکن میں اس کو حرکت امر کردہ شدہ عطا فرمائی ہوئی ہے، جیسے کہ اس پر کافر چلتے پھرتے ہیں اور یہ اُن کا زوال نہیں ہے، اسی طرح سے اپنے مدار میں اور سورج کی ہمراہی میں امساک کردہ شدہ ہے اور جاذبہ اور رفتار کیا ہے، صرف اللہ پاک کے امساک کا ایک ظہور ہے اور کچھ نہیں، اب چاہیں تو جاذبہ اور رفتار دونوں کو معدوم کر دیں اور ہر چیز کو اس کے حیز میں ساکن فرما دیں، اس سے زائل نہیں ہو سکتی، جیسے کہ سورج ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا﴾ (اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے

لیے۔ت) کی رو سے اپنے مجرے میں امساک کیا گیا ہوا ہے اور اپنے مجرے میں چل رہا ہے، مگر اس کے اس چلنے کا نام زوال نہیں بلکہ جریان ہے تو زمین کا بھی اپنے مدار میں اور سورج کی ہمراہی میں چلنا اس کا جریان ہے نہ کہ زوال۔

﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ فالحمدللہ رب العلمین والشکر والمنۃ۔

غریب نواز! کرم فرما کر میرے ساتھ متفق ہو جاؤ تو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ سائنس کو اور سائنسدانوں کو مسلمان کیا ہوا پاں ﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا﴾ (کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا۔ت) کے بجائے ﴿الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا﴾ الخ (وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا کیا۔) درج فرمادیں دیباچہ میں، سب کو سلام مسنون قبول۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۷ ص ۱۹۷)

مگر ظاہر ہے کہ خان صاحب نے ایک دفعہ جو رائے قائم کرلی، اب اس ضدی پٹھان کو اس رائے سے کوئی نہیں ہٹا سکتا، جب تک پوری دنیا ان کا فتویٰ مان کر تجدید ایمان و نکاح نہ کرلے۔

فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

''زمین اپنے مدار کے گرد چکر لگاتی ہے ایک چکر چوبیس گھنٹے میں مکمل کرتی ہے''۔

(اسلام اور سائنس ص ۳)

اس کے لکھنے کے بعد موصوف لکھتے ہیں:

''یہاں یہ بات واضح طور پر ذہن میں بٹھالینی چاہیئے کہ سائنس قرآنی حقائق کی وضاحت کرتی ہے''۔

(اسلام اور سائنس، ص ۴)

ایک کہتا ہے کہ زمین کی گردش مانو، کیونکہ سائنس قرآنی حقائق کی وضاحت کرتی ہے، یعنی قرآن کی حقیقت یہ ہے کہ زمین کی گردش مانو، دوسرا کہتا ہے کہ نہیں زمین کو ساکن ماننا ہی قرآن کی تعلیم ہے اور زمین کو گردش میں ماننا قرآن کی کئی آیات کا انکار کرنا ہے۔

بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی نے بریلوی غزالی احمد سعید کاظمی سے گردش زمین کے متعلق سوال کیا تو کاظمی نے جواب دیا:

''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی......زمین و آسمان کے سکون عدم حرکت کے قائل تھے اور قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے تھے: ﴿ان اللہ یمسک السموت والارض﴾ بے شک اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمینوں کو جنبش نہ کرے (اعلیٰ حضرت کا ترجمہ)

میں نے جب اس مسئلہ میں آپ کی رائے پوچھی تو آپ نے فرمایا میرے خیال میں اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کو ان کے محور میں رکھے ہوئے ہے اور ان کو اپنے محور سے ہٹنے نہیں دیتا (آپ زمین کی حرکت کے قائل تھے)''

(مقالات سعیدی، ص ۵۹۴)

بریلوی شیخ الاسلام طاہر القادری نے بھی اپنی کتاب ''تخلیق وتوسیع کائنات کا قرآنی نظریہ'' میں گردش زمین ہی کا نظریہ دیا ہے۔

## علامہ سعیدی صاحب اور حرکت زمین:

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب حرکت زمین پر دلائل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

## ''ہر سیارہ کا اپنے مدار میں گردش کرنا:

الانبیاء: ۳۳ میں فرمایا: اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا ہر ایک اپنے مدار میں تیر رہا ہے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک اور نعمت کا بیان فرمایا ہے کہ اس نے رات بنائی جس میں وہ آرام کریں اور دن بنایا جس میں وہ حصولِ معاش کے لیے جد وجہد کریں اور سورج اور چاند کو بنایا، سورج کو دن کی علامت بنایا اور چاند کو رات کی علامت بنایا تا کہ لوگ مہینوں اور سالوں کا حساب کر سکیں۔

پھر فرمایا: ہر ایک اپنے مدار میں تیر رہا ہے۔ اصل میں فلک ہر دائرہ اور گول چیز کو کہتے ہیں، اسی وجہ سے چرخے میں جو گول چمڑا لگا ہوتا ہے اس کی فلکۃ المغزل کہتے ہیں اور اسی وجہ سے آسمان کو بھی فلک کہہ دیا جاتا ہے، یہاں فلک سے مراد سورج اور چاند کے وہ مدار ہیں جس پر وہ گردش کرتے ہیں، قرآن اور حدیث میں اس کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ یہ مدار آسمان کے اندر ہیں یا خلا میں ہیں۔ قدیم فلاسفہ یہ کہتے تھے کہ یہ مدار آسمانوں میں ہیں، وہ کہتے تھے کہ پہلے آسمان میں قمر کی مدار ہے اور دوسرے آسمان میں عطارد کی مدار ہے، تیسرے آسمان میں زہرہ کی مدار ہے اور چوتھے آسمان میں سورج کی مدار ہے، پانچویں آسمان میں مریخ کی مدار ہے اور چھٹے آسمان میں مشتری کی مدار ہے اور ساتویں آسمان میں زحل کی مدار ہے، یہ سات کواکب سیارہ (گردش کرنے والے ستارے) ہیں۔ ان کے بعد آٹھواں آسمان ہے، جس کو فلک اطلس اور فلک البروج کہتے ہیں۔ فلک اطلس میں وہ ستارے ہیں جو ثوابت ہیں اور گردش نہیں کرتے، یہ وہ ستارے ہیں جو ہم کو یہاں پر زمین سے نظر آتے ہیں۔ ان ستاروں کی ہیئتِ اجتماعیہ سے مختلف شکلیں بن جاتی ہیں، جس کے نام پر بارہ برج فرض کیے گئے ہیں، وہ یہ ہیں: حمل، ثور، جوزا، سرطان، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو اور حوت۔ اس وجہ سے آسمان کو فلک البروج بھی کہتے ہیں اور نواں آسمان فلکِ اعظم ہے۔ علمائے شرع کے نزدیک سات آسمان ہیں، وہ فلاسفہ کے اقوال میں تطبیق کے لیے آٹھویں آسمان کو کرسی اور نویں آسمان کو عرش کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔

یہ تفصیل قدیم فلاسفہ کے مطابق ہے، اب حالیہ جدید تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ چاند اور سورج افلاک میں مرکوز نہیں ہیں۔ چاند زمین سے پونے دو لاکھ میل کی مسافت پر ہے اور کوئی سیارہ کسی آسمان میں مرکوز نہیں ہے اور زمین سمیت تمام سیارے خلا کے اندر اپنے اپنے مدار میں گردش کر رہے ہیں اور جب خلا نورد چاند پر پہنچے تو ان کو زمین بھی چاند کی طرح ایک روشن گولے کی طرح نظر آئی۔

## ہر سیارے کی اپنی گردش کے متعلق سائنس کی تحقیق:

ہماری زمین کے گرد چاند گردش کر رہا ہے اور زمین سورج کے گرد گردش کر رہی ہے۔ یہ دراصل بڑے سیارے یا ستارے کی کشش ثقل (Gravitational Force) کی وجہ سے ہے۔ دوسرے لفظوں میں چاند کی گردش کا مرکز زمین ہے اور زمین کی گردش کا مرکز سورج ہے، اسی طرح سورج کسی اور بڑے مرکز کے گرد مصروفِ گردش ہے۔ جب ہم زمین پر کوئی چیز پھینکتے ہیں تو وہ تھوڑی دور جا کر

گرجاتی ہے اور اگر زور سے پھینکی جائے تو وہ اور دور جا کر گرے گی۔اس کی مثال پانی کے فوارے کی ہے،اگر ٹیوب کے ذریعہ اسے زمین کے متوازی چھوڑا جائے تو وہ ایک گولائی کی سی شکل اختیار کرلیتا ہے،اگر پانی کو اور زیادہ دباؤ سے چھوڑا جائے تو گولائی لمبائی میں زیادہ نظر آنے لگے گی۔

پانی کی یہ خود بخود گولائی کا بن جانا دراصل زمین کی کشش ثقل (Gravitational Force) کی وجہ ہے،کیونکہ زمین اپنی کشش ثقل کی وجہ سے ہر چیز کو اپنے مرکز کی طرف کھینچتی ہے، زمین چونکہ گول ہے اس لیے اگر کسی پتھر یا چیز کو زمین کے متوازی (Horizontly) اس رفتار سے پھینکا جائے کہ اس پتھر کے گرنے کا عمل زمین کی گولائی کے مطابق بن جائے تو وہ پتھر زمین پر نہیں گرے گا،بلکہ زمین کے اردگرد گردش کرنے لگے گا۔دراصل پتھر ہر لمحہ زمین پر گرے گا،مگر زمین گول ہونے کی وجہ سے اور پتھر بھی خاص رفتار کی وجہ سے زمین کی گولائی کے متوازی ہر لمحے جھکے گا۔آج کل کے سائنس دانوں نے زمین کے گرد جو سیارے (Satellites) بلندی پر چھوڑے ہیں وہ اسی اصول کو مدنظر رکھ کر چھوڑے ہیں،تاکہ زمین کے اوپر بلندی پر ہوا ان کی رفتار پر اثر انداز نہ ہو،بلکہ ایک ہی رفتار ( ) برقرار رہے،جس رفتار سے ان کو راکٹ کے ذریعے چھوڑا گیا۔

چاند بھی زمین کی کشش ثقل (Gravitational Force) کی وجہ سے ہر لمحہ اس کے مرکز کی طرف گرتا ہے،مگر چاند کی خاص رفتار (Orbital Velocity) کی وجہ سے زمین کی بلندی پر اس کی خاص کشش ثقل کی وجہ سے زمین کے گرد اس کا مدار (Orbit) بن جاتا ہے،جو کہ تقریباً گول ہے،اس گولائی پر ہر دوسرا نقطہ پہلے نقطے سے نیچا ہوتا ہے،دائرے پر ایک نقطہ سے دوسرے نقطے کا فرق یا جھکاؤ (Fall Of Curva) زمین کی کشش ثقل (Gravitational Force) کی وجہ سے ہوتا ہے، کشش ثقل بلندی پر کم ہوتی جاتی ہے،جس کی وجہ سے رفتار (Orbital Velocity) بھی سطح زمین سے قریب کی نسبت کم درکار ہوتی ہے۔

کسی چیز کو سورج کے کسی سیارے (Planet) کے گرد چلانے (Orbiting) کے لیے خاص بلندی (Particular Height) پر خاص رفتار (Particular Orbital Velocity) اور خاص سمت (Particular Direction) اس بلندی پر بڑے سیارہ کی نسبتاً کشش ثقل (Proportionate Gravitational Force) کے پیش نظر درکار ہوتی ہے۔اسی اصول سے سورج کے گرد سیارے گردش کر رہے ہیں،دوسرے لفظوں میں یہ سیارے سورج کے مرکز کی طرف ہر لمحہ گرتے ہیں یا جھکتے ہیں،مگر خاص بلندی پر خاص رفتار (Orbital Velocity) کی وجہ سے اور اس بلندی پر اثر انداز سورج کی نسبتاً کشش ثقل (Proportionate Gravitational Force) کی وجہ سے اپنے دائرے (Orbit) میں جھکتے چلے جاتے ہیں اور دائرہ برقرار رکھتے ہیں،لہٰذا ان سیاروں کو جو سورج کے گرد متحرک ہیں اللہ تعالیٰ نے انھیں خلا میں خاص حساب سے بنایا ہے،یہ بغیر حساب کے نہیں بن گئے یا خود بخود نہیں بن گئے۔اگر ان کی رفتار مقررہ حساب سے بہت زیادہ ہوتی تو یہ سورج کی کشش ثقل سے آزاد ہو جاتے یعنی (Escspe Velocity) اختیار کر لیتے اور کسی دیگر ستارے سے منسلک ہو جاتے۔لہٰذا یہ سیارے خلا میں مختلف بلندیوں پر بڑے حساب سے بنائے گئے ہیں اور یہ آج سے چودہ سو سال پہلے اس کے نازل کردہ قرآن مجید کی حقانیت کا واضح ثبوت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ، یُكَوِّرُ الَّیْلَ عَلَى النَّهَارِ وَیُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ

وَالْقَمَرَ ۔ كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۔ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ﴾ (سورۃ الزمر)

ترجمہ: اس نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا اور وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو کام پر لگا رکھا ہے، سب ایک مقرر وقت تک چلتے رہیں گے، سنو وہی بہت غالب اور بہت بخشنے والا ہے۔

﴿اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ﴾ (سورہ رحمٰن)

ترجمہ: سورج اور چاند ایک مقرر حساب سے چل رہے ہیں۔

فلکیاتی سائنس کی اصطلاح میں ان کو گرتے ہوئے اجسام یعنی (Falling Bodies) کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کائنات میں جو اور سیارے یا ستارے متحرک ہیں وہ بھی ایک مرکز کے گرد مصروفِ گردش ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ اپنے مرکز کی طرف جھکتے ہیں، یہ ستارے یا تمام کائنات اللہ تعالیٰ کے عرش (مرکز) کے گرد متحرک ہیں، جس کا قطر یا وسعت تقریباً بتیس (۳۲) ارب میل ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۔ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ (سورہ فاطر: ۴۱)

ترجمہ: بے شک اللہ آسمانوں اور زمینوں کو تھامے رکھتا ہے کہ وہ ٹل نہ جائیں (اپنے محور سے ہٹ نہ جائیں) اگر وہ ٹل جائیں تو اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے جو ان کو تھام سکے، بے شک وہ بہت بُردبار بہت بخشنے والا ہے۔

زمین کی کششِ ثقل (Gravitational Force) نے چاند کو پکڑے رکھا ہے کہ چاند زمین کی طرف گرتا ہے، مگر اس کی خاص رفتار کی وجہ سے اس کا ہر لحہ جھکاؤ زمین کے چاند کی اونچائی پر دائرے کے مطابق ہے، لہٰذا وہ زمین پر نہیں گرتا، بلکہ اس کے گرد گردش میں مصروف ہے۔ اسی طرح زمین یا دیگر سیارے سورج کی کششِ ثقل (Gravitational Force) کی وجہ سے اس کے گرد مصروفِ گردش ہیں۔ سورج ایک اور مرکز کے گرد اس مرکز کی کششِ ثقل کی وجہ سے چکر لگا رہا ہے اور ایک ستارہ کسی اور دوسرے طاقتور ستارے کے گرد حتیٰ کہ آخری ستارہ یا سیارہ اللہ تعالیٰ کے زبردست طاقت والے عرش یا مرکزِ نور کے گرد مصروفِ گردش ہیں۔ اب اندازہ کیجیے کہ مرکزِ نور یا اللہ تعالیٰ کا عرش کس قدر طاقت سے بھرپور ہے کہ وہ تمام کائنات کو تھامے ہوئے ہے، لہٰذا مندرجہ بالا آیت کی وضاحت پوری طرح ہو جاتی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ ٹل نہ جائیں''۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِىْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۔ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾ (سورہ یٰسین: ۳۸)

ترجمہ: اور سورج اپنے مقرر راستہ پر چلتا رہتا ہے یہ اللہ کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے، جو بہت غالب اور بہت علم والا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۔ كُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾ (سورۃ الانبیاء: ۳۳)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا، یہ سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔

ان آیات سے یہ بات اخذ کی جاسکتی ہے کہ سورج کی طرح دوسرے ستارے بھی ایک مرکز کے گرد متحرک ہیں، جو ستارے مرکز سے دور ہیں ان کی رفتار مشاہدہ میں بہت زیادہ ہوگی اور جوں جوں ستارے مرکز (عرش) کے نزدیک آتے جائیں گے ان کی رفتار کم نظر آئے گی۔ یہ زاویہ نما رفتار (Angular Velocity) کی وجہ سے ہوگی، اس کی مثال سائیکل کے پہیے کی سی ہے کہ اس کے ایکسل کی رفتار کم ہوگی،

جبکہ ایکسل (مرکز) سے باہر کی طرف رم کی رفتار بہت زیادہ ہوگی۔ ماہرینِ فلکیات کے مشاہدہ کے مطابق جو کہکشائیں بہت دور ہیں وہ بہت تیزی سے حرکت کر رہی ہیں اور جو نزدیک ہیں ان کی رفتار کم ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ کے عرش یعنی مرکزِ نور کے گرد متحرک ہے۔

(قرآن اور کائنات: ص ۱۱۶ تا ۱۲۳، ملخصاً)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لیے (دنیا میں) دوام کو مقدر نہیں کیا، سو اگر آپ کی وفات ہو جائے تو کیا یہ لوگ (یہاں) ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے اور ہم تم کو بری اور اچھی حالت میں مبتلا کر کے آزماتے ہیں اور تم سب لوگ ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (الانبیاء: ۳۴-۳۵)

(تبیان القرآن، ج ۸، ص ۵۵۴ تا ۵۵۷)

یہی رضاخانی شیخ الحدیث جناب غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

”قرآن مجید رشد و ہدایت کی کتاب ہے، فلسفہ اور سائنس کی کتاب نہیں ہے، قرآن کریم نے اس سے بحث نہیں کی کہ زمین ساکن ہے یا متحرک ہے، کیونکہ دنیا میں صالح حیات اور اخروی فلاح کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ زمین حرکت کرتی ہے یا نہیں کرتی، اس لئے علماء کو چاہیئے کہ زمین کی حرکت اور سکون کو دین اور اعتقاد کا مسئلہ نہ بنائیں، بعض قدیم الخیال علماء یہ کہنے سے باز نہیں آتے کہ قرآن اور حدیث میں ہے کہ زمین ساکن ہے اور تعلیم یافتہ لوگوں اور ترقی یافتہ اقوام پر اس سے اسلام کے متعلق منفی اثر پڑتا ہے، ایسا کہنا کوئی اسلام کی خدمت اور دین کی تبلیغ نہیں ہے، بلکہ یہ پڑھے لکھے لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنے کا ذریعہ ہے اور دوسری اقوام کو اسلام پر ہنسنے کا موقع فراہم کرنا ہے، اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے“۔

(تبیان القرآن: ج ۹، ص ۶۹۹)

## غلام رسول سعیدی صاحب در پردہ خان صاحب کو کیا کہہ گئے؟:

خان صاحب کے نظریہ کے مطابق حرکتِ زمین کا منکر قرآن و حدیث اور اجماع کا منکر ہے، لیکن سعیدی صاحب خان صاحب کے اس جاہلانہ رویہ پر کفِ افسوس ملتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایسی باتیں کرنے والے لوگ دین کی خدمت نہیں کر رہے ہیں، بلکہ غیر قوموں کو اسلام پر تبرا کرنے کا موقع فراہم کر رہے ہیں، اللہ ایسے گمراہوں کو ہدایت دے اور سعیدی صاحب نے بالکل درست کہا، ابھی حال ہی میں دعوتِ اسلامی نے ایک ویڈیو جاری کی، جس میں بچوں کو سکھایا جا رہا تھا کہ زمین ساکن ہے، ہم قرآن کے مقابلے میں سائنس کی تحقیق نہیں مانتے، اس ویڈیو کو لیکر ہندوستانی چینلوں نے اسلام و علماء کا خوب مذاق اڑایا۔

یہ جس علّامہ سعیدی کا ردّ ہم خان صاحب پر پیش کر رہے ہیں یہ کوئی معمولی آدمی نہیں، بریلوی مفتی اعظم پاکستان جناب مفتی منیب الرحمٰن صاحب اِن سعیدی صاحب اور اِن کی کتب کا حجّت ہونا ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

”مصنفاتِ علّامہ سعیدی، شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو ہمارے عہد کے دو ممتاز اکابر علماء اہلسنت علامہ عبدالحکیم شرف قادری اور علامہ محمد اشرف سیالوی مد اللہ ظلہما نے مسلک اہلسنت و جماعت کیلئے مستند و متفق علیہما قرار دیا ہے، یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ دونوں اکابر ہمارے

مسلک کیلئے حجت واستناد کی حیثیت رکھتے ہیں"۔

(تفہیم المسائل: ج ۳، ص ۱۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز طبع دوم ۲۰۰۹)

معلوم ہوا کہ نہ صرف اشرف سیالوی بلکہ تبیان القرآن و شرح مسلم بھی رضاخانی مسلک میں حجت و استناد کا درجہ رکھتی ہیں۔

خان صاحب کی ایک ہی مایہ ناز سائنسی تحقیق تھی اس کا حشر بھی خود رضاخانیوں کے ہاتھوں آپ نے ملاحظہ کر لیا!!!!

## رائے کا اختلاف کہہ کر جان نہیں چھڑائی جا سکتی:

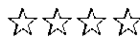
بعض رضاخانی اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ کوئی اصولی اختلاف نہیں، رائے کا اختلاف ہے یہ مذموم نہیں، حالانکہ رضاخانی مذہب میں خان صاحب سے ہر قسم کا اختلاف مذموم ہے ما قبل میں حوالے گذر چکے کہ خان صاحب سے فروعی اختلاف بھی گمراہی ہے۔ پھر خان صاحب اسے آیاتِ قرآنیہ احادیثِ متواترہ اور اجماعِ امت سے ثابت شدہ مسئلہ قرار دے رہے ہیں، جس کا منکر کافر ورنہ کم از کم گمراہ ضرور ہے، جبکہ سعیدی صاحب ایسے لوگوں کو گمراہ کہہ کر ان کے حق میں ہدایت کی دعا مانگ رہے ہیں۔

پھر ہمارا مقصود یہ بھی ہے کہ آج خان صاحب کی اس طرح کی غلط سائنسی تحقیقات پوری دنیا پر تھوپنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور انہی تحقیقات پر انہیں دنیا کا مایہ ناز اسلامی سائنس دان ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جبکہ ان کی سائنسی تحقیقات کا یہ حال ہے کہ پرائے تو ہنس ہی رہے ہیں اپنے بھی تھو تھو کر رہے ہیں، جب یہ دنیا کا نرالا مسلم سائنس دان ہے تو اب اس کی تحقیق پر ڈٹ جاؤ اور اختلاف والوں کو جاہل اور منکرِ قرآن کہو، یہ کیا بات ہوئی کہ عوام میں تو انہی جاہلانہ تحقیقات کی بنیاد پر خان صاحب کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاؤ اور جہاں کسی اہلِ علم سے ٹکراؤ ہو جائے تو حضرت جانے دیں رائے کا اختلاف ہے، دونوں قسم کی آراء کی گنجائش ہے!!!!

## یہ نظریہ سرسید احمد خان سے لیا گیا ہے:

ویسے تو خان صاحب سرسید احمد خان کو مرتد کہتے نہیں تھکتے، مگر حیرت ہے کہ زمین کے ساکن ہونے میں وہ سرسید احمد خان کے مقلد ہیں، سرسید احمد خان اس مسئلہ پر ایک عدد رسالہ "قول متین در ابطال حرکت زمین" لکھ چکے تھے، خان صاحب نے اسے "فوز مبین در ردِّ حرکت زمین" کر دیا۔

آج کی سائنسی دنیا میں سکون زمین کا قول کرنا پوری دنیا کو خود پر ہنسانا ہے اور ملحدین کو ایک اور موقع اسلام پر اعتراض کرنے کا دینا ہے، مگر جمود اور اندھی تقلید کی افسوسناک مثال شاید اس سے بدتر نہ مل سکے کہ خان صاحب کی یہ نرالی سائنسی تحقیق جسے آج پوری دنیا رد کر چکی ہے، بڑے فخر سے پیش کرتے ہیں اور اس تحقیق کی بنیاد پر خان صاحب کو سائنس کا امام مطلق بنانے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں!!!!



# خان صاحب کی جدید سائنسی علوم سے جہالت کی ایک ادنیٰ مثال

خان صاحب کی تمام تحقیقات پر فرداً فرداً گفتگو کرنا نہ ہمارا مقصد ہے اور نہ یہ صفحات اس کی اجازت دیتے ہیں، ہم ہر باب میں چند ہی نمونے ایسے پیش کر رہے ہیں، جس سے آپ پوری دیگ کا اندازہ لگا سکتے ہیں، ان کی سائنسی مہارت کی ایک ادنیٰ جھلک بھی ملاحظہ ہو، بریلویوں نے بڑے فخر سے خان صاحب کا یہ علمی سائنسی لطیفہ نقل کیا ہے کہ:

''**لطیفہ:** اعلیٰ حضرت مدظلہ کی نوعمری کا واقعہ ہے، جسے تقریباً (۴۵) سال سے زائد ہوئے، اعلیٰ حضرت قبلہ ایک طبیب کے ہاں تشریف لے گئے، ان کے استاد ایک نواب صاحب (جو علم عربی بھی رکھتے تھے اور علوم جدیدہ کے گرویدہ) ان کو مسئلہ جاذبیت سمجھا رہے تھے کہ ہر چیز دوسری کو جذب کرتی ہے اثقال کہ زمین پر گرتے ہیں نہ اپنے میل طبعی بلکہ کشش زمین سے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ: بھاری چیز اوپر سے دیر میں آنا چاہیئے اور ہلکی جلد کہ آسان کھینچے گی حالانکہ امر بالعکس ہے۔

نواب صاحب: جنسیت موجب قوت جذب ہے ثقیل میں اجزائے ارضیہ زائد ہیں، لہذا زمین اسے زیادہ قوت سے کھینچتی ہے۔

اعلیٰ حضرت: جب ہر شے جاذب ہے اور اپنی جنس کو نہایت قوت سے کھینچتی ہے تو جمعہ وعیدین میں امام ایک ہوتا ہے اور مقتدی ہزاروں، چاہیئے کہ مقتدی امام کو کھینچ لیں۔

نواب صاحب: اس میں روح مانع اثر جذب ہے۔

اعلیٰ حضرت: ایک جنازے پر دس ہزار نمازی ہوتے ہیں اور اس میں روح نہیں کہ نہ کھینچنے دے تو لازم ہے کہ مردہ اڑ کر نمازیوں سے لپٹ جائے، نواب صاحب خاموش رہے''۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۷ ۲، ص ۷ ۲۳)

علم سائنس سے تعلق رکھنے والے جانتے ہیں کہ احمد رضا صاحب نے نواب صاحب پر جو اعتراض کئے بالکل بوگس و بے جان اور پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتے !!!!

## اوّل اعتراض پر ایک نظر:

بھاری جسم زمین پر دیر سے اور ہلکا جسم جلدی آنا چاہیئے، اگر زمین انہیں کھینچتی ہے تو!

## الجواب:

اس اعتراض کو پڑھ کر بندہ کافی دیر محظوظ رہا کہ یہ علوم ہے جس پر احمد رضا کو سائنسی میدان کا شہسوار کہتے ہیں۔

اوّل یہ بات ذہن میں ہو کہ بنیادی اصطلاحات کیا ہیں؟

**مادہ:** ہر چیز جو ماس رکھتی ہے اور جگہ گھیرتی ہے مادہ کہلاتی ہے۔

**ماس:** مقدار مادہ کو ماس کہتے ہیں۔ مثلاً اگر فاضل بریلوی ۱۲۰ کلو گرام کے ہوں تو ان کا ماس دراصل ایک سو بیس کلو ہوتا، اسے m سے ظاہر کرتے ہیں۔

**گریویٹیشنل ایکسیلریشن:** آزادانہ گرتے ہوئے جسم کے اسراع کو کہتے ہیں، اس کی قیمت زمین کے لیے فکس ہے اور وہ (۱۰) میٹر فی مربع سیکنڈ ہوئی ہے۔

اسے g سے ظاہر کرتے ہیں۔

**وزن کیا ہے؟**

وزن وہ قوت ہے جس سے زمین چیزوں کو اپنی جانب کھینچتی ہے، اسکا ریاضیاتی کلیہ یہ ہے:

F=mg

یعنی زمین کی قوت کسی جسم کے ماس کو اور گریویٹیشنل اسراع کے حاصل ضرب کے برابر ہوتی ہے۔

**ایک مثال:**

**اب فرض کریں کہ** ایک بھاری جسم ہے، جسکا ماس 40 kg ہے تو اسکو زمین درج ذیل قوت سے کھینچے گی:

10×F=40

F=400N

یعنی اب زمین اس بھاری جسم کو 400N کی فورس سے اپنی جانب کھینچتی ہے۔

**اسی طرح فرض کریں** ایک ہلکا جسم ہے، جس کا ماس 20kg ہے اب اس کو زمین درج ذیل فورس سے اپنی جانب کھینچے گی:

F=mg

F=10 * 10

f=200 N

اب آپ حضرات نے خود دیکھ لیا کہ زمین نے بھاری جسم پر N 400 کی فورس لگائی ہے اور ہلکے جسم پر 200N کی فورس لگائی ہے۔ چونکہ بھاری جسم پر کشش کی قوت زیادہ سو وہ پہلے نیچے آئے گا۔

## دوسری مثال پر ایک نظر:

محترم قارئین! گریویٹیشن کا قانون بیان کر دینا زیادہ مناسب ہے تا کہ آپ سب کو علم ہو سکے اور بات مناسب اور آسان فہم ہو جائے۔

## گریویٹیشن کا قانون:

''کائنات کا ہر جسم دوسرے جسم کو ایک ایسی قوت سے کھینچتا ہے جو ان کے ماسز کے حاصل ضرب کے براہ راست متناسب ہوتی ہے اور ان کے مراکز کے درمیانی فاصلہ کے مربع کے بالعکس متناسب ہوتی ہے۔''

## ریاضیاتی شکل:

F=Gm1 m2/r.r

G ایک مستقل ہے جس کی ویلیو مستقل ہے۔ یعنی

6.67×10-11 ہے۔

اب علم ریاضی کا جاننے والا یہ بخوبی جانتا ہے کہ دس کی پاور جتنی منفی میں جاتی ہے وہ اتنی ہی زیادہ کم قیمت ہو جاتی ہے۔

مثلاً پہلا ماس ہے ۔10kg

دوسرا ماس ہے 20kg

اور فرض کریں دونوں کے مراکز کے درمیان فاصلہ ہے 100 m

**اب کلیہ میں ان تمام کی ویلیوز درج کرتے ہیں۔**

F=6.67×10-11×10×20/100×100

F= 1.34×10-8×10-4

F=1.334×10-12

تو دیکھئے دس کی پاور منفی بارہ ایک ایسی قوت ہے جو زیرو سے بھی کم قیمت ہے تو ایک ایسی قوت جو زیرو سے بھی کم قیمت ہو وہ دراصل بہت چھوٹے اجسام ہونے کے سبب بھی کم ہوتی ہے، پس جب تک اجسام کا ماس ہزاروں لاکھوں من نہ ہو ایسا کشش کا مظاہر دیکھنے میں نہیں آتا۔

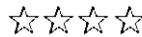
تو یہ اتنی چھوٹی فورس (طاقت) ہو جائے گی کہ گویا نہ ہونے کے برابر ہے، ہمارے جسم چھوٹے ہونے کی وجہ سے ان کی کشش ثقل بھی بالکل نہ ہونے کے برابر ہے، جبکہ اس کے مقابلے میں زمین کی کشش بہت زیادہ ہے، چنانچہ امام اور مقتدی کے درمیان یا مردے اور زندوں کے درمیان جو کشش ثقل ہے وہ بالکل صفر نہ ہونے کے برابر ہے، اس لئے وہ ایک دوسرے کو نہیں کھینچتے۔

پس یہ لطیفہ خان صاحب کی جدید سائنسی علوم سے جہالت کی بین دلیل ہے، مگر افسوس کہ آج اندھی عقیدت میں پی ایچ ڈی اسکالرز بھی اسے پیش کرتے ہوئے نہیں شرماتے۔ لطیفے میں جن نواب صاحب کا ذکر کیا گیا ہے، اگر لطیفہ واقعی سچا ہے تو وہ نواب صاحب خود خان صاحب کی طرح سائنسی علوم سے نابلد تھے یا پھر خان صاحب کی جہالت پر ششدر تھے۔

اس تفصیل کے بعد اب ذرا ڈاکٹر محمد حسن بریلوی کی اس خوش فہمی کی داد دیجئے:

''اعلیٰ حضرت......کو سائنسی علوم پر بھی اتنا ہی عبور حاصل تھا جتنا دینی علوم پر آپ کے سامنے چاہے کتنا ہی پیچیدہ سائنسی مسئلہ پیش ہوتا آپ اس کو فی الفور حل کر دیتے اور سب سے بڑی خوبی یہ ہوتی کہ کتابوں کی مدد کے بغیر اس مسئلہ کا حل پیش کر دیتے''۔

(مولانا نقی علی خان کی حیات و شخصیت، ص ۵۴)



# نافریت، حرکتِ زمین اور مولانا احمد رضا خان بریلوی کی جہالتیں

کتبہ سید عکاشہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَن تَزُولَا ۚ وَلَئِن زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّن بَعْدِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا﴾ ترجمہ: بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو (اپنے نظامِ قدرت کے ذریعے) اس بات سے روکے ہوئے ہے کہ وہ (اپنی اپنی جگہوں اور راستوں سے) ہٹ سکیں، اور اگر وہ دونوں ہٹنے لگیں تو اس کے بعد کوئی بھی ان دونوں کو روک نہیں سکتا، بیشک وہ بڑا بُردبار، بڑا بخشنے والا ہے۔ [سورۃ الفاطر، آیت نمبر ۴۱]

آج سے کوئی چار سو سال قبل نیوٹن نے یہ قانون پیش کیا تھا کہ کائنات کی ہر شے دوسری شے کو ایک ایسی قوت جس کو جاذبیت کہا جاتا ہے، اس سے کھینچ رہی ہے، اس قوت کی مقدار ان دو اشیاء کے ثقلات کے ضرب کے ''حاصل'' سے متناسب ہے اور ان کے مرکز سے الٹا متناسب ہے، اس قانون کو کامیابی سے آزمایا جا چکا ہے اور اس کی بنیاد پر چیزوں کے درست مقدار کا تعین بھی ہو جاتا ہے، یہ یاد رہے کہ اس قانون کا اطلاق کائنات کی ہر شے پر ہوتا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ساری اشیاء قریب آ رہی ہیں، کیونکہ سب میں کشش ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف کشش ہی واحد قوت نہیں ہے جو کائنات میں موجود ہے، نوری قوت اور برقی مقناطیسی قوتیں بھی کائنات میں موجود ہیں، اس لیے کائنات کئی اقسام کی قوتوں کا مجموعہ ہے، جن میں سے ایک قوت کشش ثقل بھی ہے۔

اب زمین کی حرکت کی جانب آتے ہیں، جدید تحقیق کہتی ہے کہ جب کوئی شے آگے بڑھ رہی ہو اور کسی دوسری شے کی کشش اس کو اپنی طرف کھینچ رہی ہو تو وہ شے اس کے گرد گھومنے لگتی ہے، زمین کے ساتھ بھی یہی سلسلہ ہے، باری تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ اس کی کئی وجوہات ہیں، ایک طرف تو زمین کے گرد گھومنے والا چاند اس میں کردار ادا کرتا ہے، سورج، چاند اور کئی دیگر اشیاء کے اجرامِ دوران کی بدولت کشش اور آگے بڑھنے کی تکرار ہوتی ہے اور زمین سورج کے گرد گھومتی ہے، مگر زمین کی مداری حرکت ہرگز بھی عین مستدیر نہیں قرار دی جا سکتی ہے، یہ پورا نظام بہت عجیب اور پیچیدہ ہے۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب نے حرکتِ زمین کی تردید کی اور نیوٹن کے قوانین کو بھی مسترد کیا، ان کی اگرچہ پوری کتاب کئی مغالطوں سے پُر ہے، جو سائنس کو ٹھیک سے نہ سمجھنے کی بدولت واقع ہوئے، پوری کتاب پر تفصیل سے جائزہ لینے کا وقت نہیں مل سکا، اس لیے فی الحال اس کتاب میں فصلِ اول جس کا عنوان ''نافریت کا رڈ اور اس سے بطلانِ حرکتِ زمین پر بارہ دلیلیں'' ہے، اس کا مختصر جائزہ پیشِ خدمت ہے، اس کا انتخاب اس لیے کیا گیا کہ کتاب کھولنے کے بعد پہلی نظر اسی پر پڑی تھی اور دوسرا یہ کہ پہلی ہی فصل ہے۔

## پہلی غلطی: نافرہ اور جاذبہ مل کر دورہ بناتی ہیں:

مولانا احمد رضا خان صاحب نے فرمایا:

''تنبیہ: نافرہ و جاذبہ مل کر دورہ بناتی ہیں، یہی ہیئاتِ جدیدہ کا مزعوم ہے، تمام مقامات پر ان ہی کا چرچا ان ہی کی دھوم ہے''۔

(رسالہ: فوزِ مبین در ردِّ حرکتِ زمین، ماخوذ از: فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۷، صفحہ نمبر ۲۴۹)

نافرہ کی تعریف کرتے ہوئے یہ موصوف فرماتے ہیں:

''(جدید تحقیق کے مطابق) ہر جسم بالطبع دوسرے کے جذب سے بھاگتا ہے، اس قوت کا نام نافرہ، ہاربہ، دافعہ محرکہ نافریت ہے''۔

(رسالہ: فوزِ مبین در ردِّ حرکتِ زمین، ماخوذ از: فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۷، صفحہ نمبر ۲۴۶)

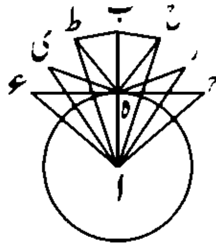
پھر اس عنوان کے تحت تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''ابتداء اتنا ہی بس کہ نافریت بے دلیل ہے اور دعویٰ بے دلیل باطل وعلیل''۔

(رسالہ: فوزِ مبین در ردِّ حرکتِ زمین، ماخوذ از: فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۷، صفحہ نمبر ۲۹۴)

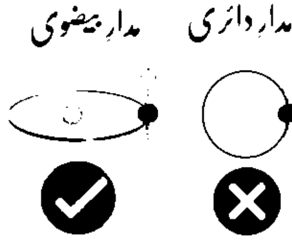
عرض ہے کہ جدید تحقیق کے مطابق ہرگز بھی ہر جسم بالطبع جذب سے بھاگتا نہیں، بلکہ اس کی طرف مائل ہوتا ہے، یہ جذب کی مخالفت کا قانون نیوٹن کی کس کتاب میں مذکور ہے؟ اس حوالے سے موصوف نے کسی حوالے کا تذکرہ نہیں کیا اور ان طبعی قوتوں کے سبب ہرگز بھی زمین سورج کے گرد نہیں گھومتی ہے، بلکہ بہت سی قوتیں اس میں شامل ہوتی ہیں جن میں خاص طور پر عوامِ دوران کا بہت بڑا کردار ہے جو جاذبیت ہی سے پیدا ہوتی ہیں، علیحدہ سے کسی نافریت کا تصور جدید تحقیق میں ہے ہی نہیں۔ یہ ہرگز جدید تحقیق کا مزعوم نہیں اور نہ ہی ہر طرف اس کی دھوم ہے، یہ اتنا بڑا مغالطہ ہے کہ مولانا موصوف کا پورا عنوان ضائع ہو جاتا ہے۔

## دوسری غلطی: زمین کا مدار عین دائرہ ہے:




جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں، مولانا احمد رضا خان صاحب نے علمِ ہندسہ کے ذریعے اپنے موقف کے اثبات کے لیے یہ عکس بنایا ہے اور اس سے استدلال کیا ہے، پھر جس مقام پر اس تصویر میں ''ہ'' ہے، اس مقام کو زمین قرار دیا ہے اور اس کا دائرہ سورج کو سمجھا ہوگا جیسا کہ ظاہر ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک زمین جس مدار پر گردش کرتی ہے، وہ عین دائرہ کی شکل رکھتا ہے، یہ باتیں سائنس کی رو سے غلط ہیں، زمین جو سورج کے گرد گھومتا ہے، تو وہ مدار بیضوی یا اس کے قریب ہے، ہرگز بھی عین دائرہ نہیں،

لہٰذا اس دلیل کی بنیاد ہی غلط ہے جس کو مولانا موصوف "ردِّ دوم" قرار دیتے ہیں۔




مولانا کو خود یہ بات معلوم تھی، وہ خود ہی کہتے ہیں:

"ہیئاتِ جدیدہ مدارِ زمین دائرہ نہیں مانتی بلکہ بیضی"۔

(رسالہ: فوزِ مبین در ردِّ حرکتِ زمین، ماخوذ از: فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۷ صفحہ نمبر ۲۹۶)

پھر تذکرہ کیوں کیا گیا؟ اور دلیل ایک ایسی بنیاد پر قائم ہی کیوں کی گئی جس کو کوئی نہیں مانتا؟

## تیسری غلطی: زمین ذی عقل جاندار نہیں:

زمین اپنے ارادے سے حرکت نہیں کر سکتی ہے، اس بابت مولانا استدلال فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

"زمین کوئی جاندار ذی عقل نہیں، جسے ہر گونہ ارادے کا اختیار ہے"۔

(رسالہ: فوزِ مبین در ردِّ حرکتِ زمین، ماخوذ از: فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۷ صفحہ نمبر ۲۹۵)

فلسفہ میں اس موضوع پر اختلاف رہا ہے، بعض فلسفی ارواحیت کے قائل ہیں، جن کے نزدیک ہر چیز کے اندر حیات کا مادّہ موجود ہے، یہی رائے بعض مسلمان فلاسفہ کی بھی رہی ہے، اس پر بعض احادیث بھی اشارہ کرتی ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

**انّ رسول الله ﷺ كان على حراء هو وابو بكر، وعمر، وعثمان وعلى، وطلحة، والزبير، فتحركت الصخرة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اهدا فما عليك إلا نبى، او صديق، او شهيد**

ترجمہ: ۔ رسول اللہ ﷺ حرا پہاڑ پر تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ ابو بکر، عمر، علی، عثمان، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم تھے اس کا پتھر ہلا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تھم جا اے حرا! تیرے اوپر کوئی نہیں، مگر نبی یا صدیق یا شہید"۔

(صحیح مسلم، ترقیم فواد عبد الباقی: ۲۴۱۷)

اس طرح اور بھی احادیث و روایات ہیں جن میں بظاہر بے جان چیزوں سے کلام کا تذکرہ ملتا ہے، بعض روایات میں قیامت کے روز بظاہر بے جان چیزوں کی گواہیوں کا بھی تذکرہ ہے، ہم نہیں جانتے کہ بے جان چیزوں کی حیات ہے بھی کہ نہیں، اگر ہے، تو اس کی کیفیت کیا ہے؟؟ یہ سب باتیں اللہ کے علم میں ہیں، یہ دعویٰ پھر کیونکر بالجزم صحیح ہو سکتا ہے کہ زمین جاندار ذی عقل نہیں؟؟؟؟

## چوتھی غلطی: نافریت کے سبب زمین مرکز سے دور ہوتی ہے:

مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب فرماتے ہیں:

''اب زمین نقطہ'' ہ ''پرتھی اور نافریت کے سبب اس نے مرکز سے دور ہونا چاہا واجب ہے''۔

(رسالہ: فوز مبین در ردِ حرکتِ زمین، ماخوذ از: فتاویٰ رضویہ، جلد ۲، صفحہ نمبر ۲۹۴)

عرض ہے کہ اگر نافریت والی بات مان بھی لی جائے، تو کیا یہ ضروری ہے کہ وہ نافریت اپنے ہی مرکز سے ہو جس کے سبب مرکز سے دور ہو جانا واجب ہو جائے؟ یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ نافریت کسی خارجی سبب سے پیدا ہو جس کے سبب زمین اسی دائرے میں سفر کرتی رہے اور چونکہ دائرہ میں نصف قطر برابر ہوتا ہے، اس لیے مرکز سے دور جانا ہرگز واجب نہیں رہتا، پہلے تو یہ گمان کرنا کہ سائنس کے مطابق نافریت ہر شے میں موجود ہے یہی غلط تھا، اب یہ بھی گمان کر لیا گیا کہ یہ نافریت اسی مرکز سے ہوگی جس کا جزو یہ'' ہ ''ہے؟ نافریت کسی دوسرے خارجی ذریعے سے کیوں پیدا نہیں ہو سکتی تھی؟

مگر جیسا کہ اب تک عرض کیا گیا:

۱۔ نافریت ہر شے میں طبعی طور پر موجود ہے، یہ بات سائنس کا حصہ نہیں۔

۲۔ زمین کا مدار ہرگز بھی عین دائرہ نہیں۔

۳۔ سورج کو بالجزم اس کا مرکز کہہ دینا بھی صحیح ہو سکتا ہے مگر مبہم بات ہے، سورج کے علاوہ بھی کئی قوتیں زمین پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

۴۔ زمین کے لیے نافریت کے سبب مرکز سے دور جانا ہرگز ضروری نہیں۔

## پانچویں غلطی: نافریت و جاذبیت برابر ہیں:

مولانا احمد رضا نے جدید تحقیق پر صرف یہ الزام نہیں لگایا کہ ان کے نزدیک نافریت و جاذبیت مل کر دائرہ بناتی ہیں، بلکہ ان کے نزدیک یہ بھی واجب ہے کہ نافریت و جاذبیت برابر ہوں، وہ فرماتے ہیں:

''واجب ہے کہ (زمین)'' ہ ''پر ہی رہے کہ تمہارے نزدیک نافریت وجاذبیت برابر ہیں''۔

(رسالہ: فوز مبین در ردِ حرکتِ زمین، ماخوذ از: فتاویٰ رضویہ، جلد ۲، صفحہ نمبر ۲۹۵)

میرا خیال ہے کہ انہوں نے قوتِ نافرہ اور قوتِ جاذبہ کا تصور برقی چارج سے جوڑ دیا ہے اور وہاں سے تصورات اخذ کر رہے ہیں، وہاں پر قوتِ نافرہ اور قوتِ جاذبہ کا تصور ہے، مگر کشش ثقل وغیرہ کے حوالے سے ایسی کوئی بات موجود نہیں، اب انہوں نے یہ دعویٰ بھی کر دیا کہ قوتِ نافرہ و جاذبہ برابر بھی ہیں، حوالے کے طور پر وہ ایک کتاب ''اصولِ علم الہیاۃ'' پیش کرتے ہیں مگر ہمیں ایسی کوئی کتاب نہیں ملی ہے، خدا ہی جانتا ہے کہ وہاں کیا لکھا تھا اور مولانا نے کیا پیش کیا ہے؟؟ اس بنیاد پر یہ دعویٰ بھی کر دیا کہ چونکہ دونوں برابر ہیں تو واجب ہے کہ زمین ساکت ہو، جب بنیاد ہی صحیح نہیں، تو استدلال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟؟؟؟

مولانا کے اپنے الفاظ سے ان کو جواب:

مولانا فرماتے ہیں:

''معلوم ہولیا نافریت نہ ہے نہ اس کا مقتضیٰ ہرگز خطِ مماس پر لے جانا اور بے اس کے زمین کی حرکت دوریہ گردِ شمس منتظم نہیں ہوسکتی تو ضرور کوئی واقعہ ناقلہ درکار ہے کہ اسے ہر وقت خطِ مماس پر واقع کرے''۔

(رسالہ: فوزِ مبین در ردِ حرکتِ زمین، ماخوذ از: فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۷، صفحہ نمبر ۲۹۵)

عرض ہے کہ جدید تحقیق اسی واقعہ ناقلہ ہی کی تو بات کرتی ہے جس کا آپ نے تذکرہ فرمایا، وہ واقعہ ناقلہ ''زخم الزاوی یعنی اینگولر مومنٹم'' سے ماخوذ ہے، اور یہ اینگولر مومنٹم ہائڈ روجن کی راکھ سے ماخوذ ہے، اصل بات جہاں تک آپ پہنچ گئے ہیں، وہاں تک سائنس بھی پہنچ چکی تھی، مگر آپ کے علم میں وہ بات نہ آسکی۔

## چھٹی غلطی: زمین اگر باشعور ہے تو وہ کسی ایک رُخ پر انحصار نہیں کرسکتی ہے:

مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں:

''ظاہر ہے کہ زمین صاحبِ شعور و ارادہ نہیں، اب اگر بفرضِ باطل زمین میں نافریت ہے اور بفرضِ باطل نافریت مماس پر پھینکتی ہے، یعنی جاذبیت پر قائمہ بناتی ہے، مگر نافریت کا اس طرف کے مماس سے کوئی رشتہ ہے جس سے زمین ''کواکب''، ''سرطان''، ''جوزا''، ''ثور'' میں جاتی تو ایک طرف کو لینا دوسری طرف کو چھوڑ نا کس بنا پر ہوا؟''۔

(رسالہ: فوزِ مبین در ردِ حرکتِ زمین، ماخوذ از: فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۷، صفحہ نمبر ۲۹۵)

حضرت کے الفاظ سے مجھے یہی سمجھ آیا ہے کہ ان کے نزدیک اگر زمین باشعور ہے اور نافریت اس میں موجود ہے تو زمین کو ایک طرف کے مماس سے دلچسپی کیوں تھی؟ اور دوسرے طرف کے مماس کو زمین نے کیوں ترک کیا؟ عرض ہے کہ یہی سوال تو اللہ رب العزت پر بھی ہوسکتا ہے کہ زمین کو اسی ایک دائرے میں کیوں گھمایا؟ (معاذ اللہ) آپ کے اس سوال کا ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ کہ اللہ نے چاہا اس لیے زمین نے بھی اسی مماس کو ترجیح دی، یہی جواب صواب ہے اور اکمل ہے۔

## نافریت یا بیضوی مدار؟

مولانا کو اعتراف ہے کہ جدید تحقیق زمین اور سورج کے مدار کو ''بیضوی'' مانتی ہے، دائرہ نہیں مانتی ہے، ان کے نزدیک اس سے نافریت کی تردید ہوتی ہے اور نافریت کے چونکہ سب قائل ہیں، لہٰذا بیضوی مدار کی تکذیب ہوتی ہے، اس طرح تضاد پیدا ہوتا ہے، ہم اس پر بحث نہیں کرتے کہ تضاد پیدا ہوتا ہے یا نہیں ہوتا، مگر وضاحت صرف یہ کہ نافریت جیسا کوئی عقیدہ جدید تحقیق کا تھا ہی نہیں، اس لیے نافریت کو رَدّ کر دینا آسان ہے، اس کے برعکس واضح عکس پر مشتمل براہین جو زمینی مدار کو قریب قریب بیضوی شکل دیتے ہیں، ان کی تکذیب غلط ہوگی۔

## ساتویں غلطی: زمین پر صرف سورج ہی اثر انداز ہے:

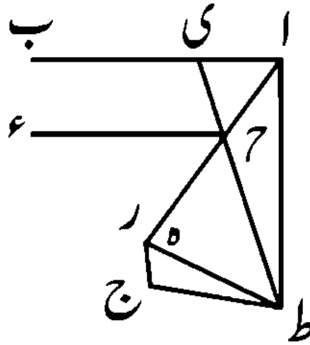
علمِ ہندسہ کے حوالے سے کوئی استدلال صرف اسی وقت درست ہوگا جب مکمل تصویر ذہن نشین کرلی جائے، علمِ ہندسہ سے ایک اور

استدلال مولانا احمد رضا خان صاحب نے پیش کیا ہے، استدلال کا حاصل یہ ہے کہ:

''خواہ شمس کی جاذبیت نے '' ا '' سے '' ط '' اور نافریت نے ''ب'' کی طرف قائمہ پر پھینکا ہے''۔

(رسالہ: فوزِ مبین دررد حرکتِ زمین، ماخوذ از: فتاوی رضویہ، جلد ۲۷، صفحہ نمبر ۲۹۷)

عکس کچھ یوں ہے:




اب معاملہ کچھ یوں ہے کہ مولانا نے دو قوتیں فرض کی ہیں:

۱۔ سورج کی جاذبیت زمین کو ایک جانب پھینکتی ہے۔

۲۔ اس کی نافریت اس کے مختلف جانب پھینکتی ہے۔

مگر عرض ہے کہ آپ کو کیسے پتا چلا کہ صرف یہی دو قوتیں موجود ہیں؟؟ کیا صرف سورج ہی کی نافریت و جاذبیت کا اثر انداز ہونا ضروری ہے؟؟ اتنی بڑی اس کائنات میں خود سورج پر کتنی قوتوں کا اثر ہوگا؟؟ پھر زمین پر کس قدر قوتوں کا اثر ہوگا؟؟ ان تمام کو ملا کر آپ بات کرتے تو آپ کا علمِ ہندسہ چلتا، مگر یہاں تو آپ صرف دو قوتیں فرض کر کے بات ہی ادھوری بنا دیتے ہیں، پھر استدلال بھی کرتے ہیں!!

## خلاصۂ کلام:

نتیجہ یہ کہ:

۱۔ مولانا احمد رضا خان صاحب نے نافریت کا جو تصور جدید سائنس کی طرف منسوب کیا ہے، وہ تصور جدید سائنس میں موجود ہی نہیں، جاذبیت کا تصور ضرور موجود ہے، مگر نافریت کا تصور موجود نہیں۔ ہاں! جاذبیت کی مخالفت کئی دیگر قوتیں کر سکتی ہیں، مگر وہ قوتیں ہرگز طبعی طور پر ہر جسم میں نافریت کی صورت میں مستور نہیں۔

۲۔ علمِ ہندسہ کا اطلاق کرنے کی مولانا نے خوب کوشش کی ہے، مگر ہر مقامات پر مفروضے ہی صحیح نہیں اور جو علمِ ہندسہ انہوں نے لگایا ہے وہ اصل صورت کے مطابق بنتا ہی نہیں۔

۳۔ کوئی ایک بھی دلیل ایسی نہیں جس کو کمزور دلیل کا بھی درجہ حاصل ہو سکے کیونکہ بنیاد و اساس ہی کسی دلیل کی قائم شدہ نہیں۔

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ سائنس کو تنقیدی نگاہ سے دیکھا جاسکتا ہے، مگر یہ ہر گز مناسب نہیں کہ اس کے لیے سائنس کے نظریات کو ٹھیک سے نہ سمجھ کر ان پر تبصرے کیے جائیں اور پھر دلائل تشکیل دیے جائیں۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ کوئی دینی عالم سائنس کی کوشش کرے مگر مولانا احمد رضا خان صاحب کی طرح نہیں ٹھیک اور مناسب طرز پر اس کو انجام دے، آمین! یہ تو اچھا ہوا کہ یہ کتاب کسی غیر مسلم سائنس دان کے ہاتھ نہ لگی ورنہ ان کو ہمارا مذاق اڑانے کا موقع ہی مل جاتا، اور کچھ نہ ہوتا!!!!

## چند مزید مغالطوں کا جائزہ:

مولانا احمد رضا خان صاحب جدید محققین کو الزام دیتے ہیں کہ یہ لوگ بڑے مانے جانے والے لوگوں کی اتباع کرتے ہیں اور تحقیق کا دامن بالکل چھوڑ دیتے ہیں، گویا یہ الزام لگا رہے ہیں کہ سائنس میں انصاف کے بجائے بڑوں کی تقلید ہوتی ہے، ویسے اگر دیکھا جائے تو مولانا خود اپنی کئی کتب میں بڑوں کی تقلید کا نظارہ پیش کرتے نظر آتے ہیں، مگر ہم ان کی تنقید کو قبول کر لیتے ہیں، اگر تنقید کسی احسن بنیاد پر ہو تو اس کو قبول کرنا اچھی بات ہے اور اس سے سیکھنے کے مواقع ملتے ہیں، مگر مولانا احمد رضا خان صاحب نے سنی سنائی باتوں پر ہی تنقید کی ہے اور اصل "نظریہ جاذبیت" کو جب سمجھا ہی نہیں تو اس کا رد کیسے کر سکتے تھے؟؟ سابقہ تحریر میں اضافہ کرتے ہوئے چند مزید باتیں عرض کر رہا ہوں:

### (۱)......نیوٹن اور سیب:

حضرت فرماتے ہیں:

"اہلِ ہیأتِ جدیدہ کی ساری مہارت ریاضی و ہندسہ و ہیأت میں منہمک ہے، عقلیات میں ان کی بضاعت قاصر یا قریب صفر ہے، وہ نہ طریق استدلال جانتے ہیں نہ ادب بحث، کسی بڑے مانے ہوئے کی بے دلیل باتوں کو اصولِ موضوعہ ٹھہرا کر ان پر بے سروپا تفریعات کرتے چلے جاتے ہیں"۔ (رسالہ: فوزِ مبین در ردِ حرکتِ زمین، ماخوذ از: فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۷، صفحہ نمبر ۳۰۱)

اس چیز کو ذہن میں رکھیں اور مولانا کی روش کو بھی ملاحظہ فرمائیں، مولانا نے نیوٹن کے حوالے سے فرمایا ہے:

"اس کا پتا نیوٹن کو اس وقت چلا جب وہ وبا سے بھاگ کر کسی گاؤں گیا، باغ میں تھا کہ درخت سے سیب ٹوٹا اُسے دیکھ کر اسے سلسلہ خیالات چھوٹا جس سے قواعدِ کشش کا بھبوکا پھوٹا"۔

(رسالہ: فوزِ مبین در ردِ حرکتِ زمین، ماخوذ از: فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۷، صفحہ نمبر ۲۴۵)

اب مولانا کا خیال ہے کہ جدید علم تو مقلد ہے اور تحقیق ذرا نہیں کرتا، مگر حیرت کی بات ہے کہ انہوں نے اس واقعہ کی بالکل بھی تحقیق نہیں کی ہے، مولانا نے اس واقعے کو یوں بیان کیا ہے:

۱۔ کوئی وبا ہوئی تھی جس کے خوف سے نیوٹن بھاگ کر کسی گاؤں پہنچا۔

۲۔ باغ میں ان خیالات کا آغاز ہوا اور پھر قواعدِ کشش اس نے پیش کر دیے۔

"پھوٹنے" کا مطلب کسی چیز کے اچانک نمایاں یا ظاہر ہونا ہے، (دیکھیں: فرہنگ آصفیہ، جلد ۱، صفحہ نمبر ۵۵۴)

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خان کے مطابق اس سے قبل نیوٹن کو اس نظریے کے بارے میں کچھ خبر ہی نہیں تھی، اصل واقعہ

ایسے نہیں ہوا، احمد رضا خان صاحب کے پاس شاید وسائل نہیں تھے کہ وہ اصل بات تک پہنچتے مگر سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کم از کم ان کو تو نہیں پیش کرنا چاہیئے تھا، کیونکہ تحقیق نہ ہونے کا الزام وہ سامنے والے پر لگا رہے ہیں، اس واقعہ کو کئی راویوں نے بیان کیا ہے، بالترتیب ہم اس کو پیش کرتے ہیں:

۱۔ ولیم اسٹوکلے نے اپنی کتاب" سر اسحاق نیوٹن کی یادگار" نامی کتاب میں لکھا ہے:

''کھانا کھانے کے بعد موسم جبکہ گرم تھا، ہم باغ میں پہنچے اور سیب کے درخت کے تحت ہم نے چائے پی، صرف میں اور وہ (نیوٹن) تھے، دوسری گفتگو کے دوران انہوں نے بتایا کہ ان کی کچھ ایسی ہی کیفیت تھی جبکہ ان کے ذہن میں جاذبیت کا خیال آیا:

''ایسا کیوں ہوتا ہے کہ سیب ہمیشہ نیچے ہی آتا ہے؟''

انہوں نے یہ خیال کیا اور سیب کے نیچے گرنے کے حوالے سے ایک تصور میں غرق ہوئے۔

''ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ یہ کسی اور سمت کی جانب مائل ہو مگر ہمیشہ یہ زمین کے درمیان ہی کی طرف مائل ہوتا ہے؟ اس کا سبب یقینی طور پر یہی ہے کہ زمین اس کو کھینچتی ہے، مادے میں کوئی جاذبیت کی قوت ہونی چاہیئے اور یہ ساری قوت زمین کے مرکز ہی کی جانب مائل ہونی چاہیئے، پس اسی لیے یہ زمین کی طرف یا اس کے مرکز کی طرف مائل ہوتا ہے، اب چونکہ مادہ مادے کو قریب کر رہا ہے، ان دونوں کی مقدار میں تناسب بھی ہونا چاہیئے، پس زمین اس سیب کو کھینچ رہی ہے اور یہ سیب اس زمین کو کھینچ رہا ہے''۔

(نیوٹن کی زندگی کی یادگار، صفحہ نمبر ۱۵)

[15# Pg, William Stukeley,Memoirs of Sir Isaac Newton's life]

اس پوری روایت میں کہیں بھی وبا کا تذکرہ نہیں ہے۔

۲۔ جون کونڈیٹ نے بھی اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

''سال ۱۶۶۶ء میں وہ کیمبرج سے ریٹائر ہو کر اپنی والدہ کے پاس لنکونشائر میں پہنچے، وہ باغ میں تفکر میں پڑے ہوئے تھے کہ ان کے ذہن میں یہ بات آئی کہ قوتِ گریوٹی صرف زمین تک محدود نہیں، بلکہ یہ قوت اتنا وسیع تر مفہوم رکھتی ہے جس کا کسی کو خیال بھی نہ گذرا تھا''

]Draft account of Newton's life in cambridge,

http//:www.newtonproject.ox.ac.uk/view/texts/normalized/THEM00167[

اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ نیوٹن وبا کے سبب ہرگز بھی کسی گاؤں نہیں گئے تھے، بلکہ وہ ریٹائر ہو گئے تھے، مزید برآں اس بیان سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ گریوٹی کے بارے میں نیوٹن بہت پہلے سے سوچ رہے تھے، مگر گریوٹی کے کائناتی ہونے کا خیال سب سے پہلے انہیں سیب والے واقعے سے آیا اور حقیقت یہی ہے کہ گریوٹی کا خیال تو کسی بھی عام شخص کے ذہن میں آسکتا تھا، نیوٹن کا اس میں کوئی کمال نہیں، نیوٹن کے ذہن میں یہ خیال جب پیدا ہوا کہ یہ قوت کائناتی ہے اور کائنات کے افعال و حرکات کو سمجھاتی ہے تو اس بات پر لوگ حیران

ہوئے اور انہیں یہ بات دلچسپ لگی۔

اور دوسری چیز جس کو نیوٹن کا کارنامہ سمجھا جاتا ہے وہ اس کا فارمولا ہے جو اس نے قوت کے بارے میں دیا اور اس فارمولے کا خیال سب سے پہلے اس کے ذہن میں اسی پیڑ کے نیچے آیا، یہ صرف ایک فطری اور وجدانی کیفیت تھی، گویا اس کے ذہن میں خیال آیا کہ یہ ساری کائنات پر یہ اصول لاگو ہوتا ہے اور سیب کی مثال سے اس نے اس کا فارمولا ذہن میں تخلیق کیا، زمین کے بارے میں یہ بات کوئی نئی تو نہیں تھی بلکہ سب ہی جانتے تھے، اصل کارنامہ ہی دوسرا تھا۔

اصل بات یہ ہے کہ نیوٹن سالوں سے اس موضوع پر سوچ رہا تھا، جب وہ اس پیڑ کے پاس پہنچا تو اس کے خیال کی محض تکمیل ہوئی، آغاز نہ ہوا، آغاز تو ہو چکا تھا۔

نیوٹن نے بس اس کو کامل شکل اس موقع پر دی تھی، مزید براں کسی وبا کا تذکرہ کسی واقعے میں ہم نے نہیں پڑھا ہے جو عینی شاہدین سے نقل ہوا ہو، خدا ہی جانتا ہے کہ مولانا کو یہ خبر کس نے دی؟ ویسے اصولِ حدیث کی تحقیق کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ دو راوی بھی ثقہ نہیں ہیں، بلکہ کافر ہیں اور ولیم اسٹکولے پر تو فری میسنری کی شرکت کا بھی الزام ہے، ذاتی طور پر یہ واقعات بیان کرنے والے کتنے معتبر ہیں یہ خدا ہی جانتا ہے، بعض لوگوں نے اس واقعے کو تسلیم ہی نہیں کیا ہے، مولانا اپنے بیان کردہ اس واقعہ کا تذکرہ پوری کتاب میں کرتے رہے اور ان کے پیروکار بھی اس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ یہ سب باتیں مولانا کو پتہ ہیں، مولانا تو خیر اب حیات نہیں، مگر ان کے پیروکاروں پر حیرت ہے جو:

''کسی بڑے مانے ہوئے کی بے دلیل باتوں کو اصولِ موضوعہ ٹھہرا کر ان پر بے سروپا تفریعات کرتے چلے جاتے ہیں''!!!!

## ۲۔ زمین، سورج اور چاند آپس میں کیوں نہیں ملتے؟

مولانا پہلے تو اعتراض فرماتے ہیں:

''اگرچہ زمین قمر کو قُرب سے کھینچتی ہے آفتاب دُور سے مگر جرمِ شمس لاکھوں درجہ زمین سے بڑا ہونے کے باعث اس کی جاذبیت قمر پر زمین کی جاذبیت سے ۵ /۱۱ یعنی زمین اگر چاند کو پانچ میل کھینچتی ہے تو آفتاب گیارہ میل اور شک نہیں کہ زیادت ہزاروں برس سے مستمر ہے تو کیا وجہ ہے کہ چاند زمین کو چھوڑ کر آفتاب سے نہ جاملا''۔

(رسالہ: فوزِ مبین دردِ حرکتِ زمین، ماخوذ از: فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۷، صفحہ نمبر ۳۰۷)

اگر زمین اور سورج چاند کو کھینچ رہے ہیں تو سورج اور زمین بھی ایک دوسرے کو کھینچ رہے ہیں؟ اور سورج بھی زمین کو قریب قریب اسی قوت سے کھینچ رہا ہے، لہذا چاند زمین کو کیسے چھوڑ سکتا ہے؟ سورج بھی تو زمین کو کھینچ رہا ہے اور چاند کو بھی، لہذا یہ دونوں سورج کے قریب ایک ساتھ ہی آتے رہیں گے زمین کو چاند کیوں چھوڑے گا؟ یہ چیز مولانا کو سمجھ آگئی، وہ خود اس جواب کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''خوب جواب دیا کہ قمر کو بڑے سفر سے بچالیا چھوٹا ہی سفر کرنا پڑا، اب جبکہ جذبِ زمین پر اس کا زیادہ ہے زمین پر کیوں نہیں آگرتا؟''۔

(رسالہ: فوزِ مبین دردِ حرکتِ زمین، ماخوذ از: فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۷، صفحہ نمبر ۳۰۷)

عرض ہے کہ ''قوتِ کشش'' ہمیشہ ایک سی نہیں رہتی ہے، اگر اس وقت یہ قوت وہ ہے جو آپ بیان کر رہے ہیں تو ہزاروں سال پہلے یہ قوت ایسی نہیں تھی، آپ نے جو قوت معلوم کی ہے، یہ آج کے دور کے لحاظ سے ہے، پھر یہ کہ زمین اور سورج پر صرف دو قوتیں اثر انداز نہیں ہوتی ہیں، بلکہ کئی قوتیں اثر انداز ہوتی ہیں، چونکہ دوسری قوتیں بھی زمین کو گردش پر مجبور کر رہی ہیں، لہذا کشش کا اثر بھی کم ہوتا رہتا ہے، پھر یہ کہ سورج اور زمین اور چاند کے درمیان فاصلہ اتنا ہے کہ کئی ہزار سال ابھی مزید لگیں گے کہ وہ آپس میں مل جائیں، اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ کوئی دوسری قوت اثر انداز نہیں ہو رہی تو پھر بھی یہ کہ زمین اور چاند میں قریب قریب چار لاکھ کے قریب کلو میٹرز کا فاصلہ ہے، کیا واقعی کشش ان کے درمیان اتنی مضبوط ہوگی کہ وہ دونوں آپس میں مل جائیں؟ یاد رکھیں کہ کشش کا تناسب فاصلہ کے اعتبار سے بھی ہے، جتنا زیادہ فاصلہ ہوگا، اتنی ہی کم کشش ہوگی، پس یہ کشش چاند کو زمین پر گرنے پر مجبور کیسے کر سکتی ہے؟ پھر دیگر قوتیں بھی اس معمولی سی کشش کو روک رہی ہیں، اس صورت میں تو چاند کا زمین پر گرنا ممکن ہی نہیں، یہ اعتراض انتہائی بے جا ہے!!!!

## ۳۔ کیا پہاڑ و رائی وغیرہ سب کا وزن ایک ہو جائے گا؟

مولانا کہتے ہیں:

''اجسام کا نیچے آنا جذب سے ہو اور اس کا اثر سب پر یکساں ہو اور وزن اسی سے پیدا ہوتا ہے تو لازم ہے کہ تمام اجسام کا وزن برابر ہو، رائی اور پہاڑ ہم وزن ہوں''۔

(رسالہ: فوزِ مبین در ردِ حرکتِ زمین، ماخوذ از: فتاویٰ رضویہ، جلد ۷ ، ۲ صفحہ نمبر ۳۲۱)

پھر فرماتے ہیں:

''ہیئتِ جدیدہ کہہ چکی کہ جذب پر چھوٹے بڑے ہلکے مساوی میں برابر رفتار پیدا کرتا ہے کہ خارج سے روک نہ ہو یہ تقاضائے جذب سب برابر اُتریں تو جذب سب کو یکساں جھکاتا ہے اور یہی حامل وزن تھا تو روشن ہوا کہ جذب سب میں یکساں وزن پیدا کرتا ہے''۔

(رسالہ: فوزِ مبین در ردِ حرکتِ زمین، ماخوذ از: فتاویٰ رضویہ، جلد ۷ ، ۲ صفحہ نمبر ۳۲۲)

سب سے قبل عرض ہے کہ تحقیق جدید میں دو قسم کے تصورات جسم کے حوالے سے ہیں:

۱۔ ایک وزن جس کو ''ویٹ'' کہتے ہیں، یہ الگ چیز ہے اور اس کا تعلق اس بات سے ہے کہ کسی چیز کو زمین کس قدر کھینچ رہی ہے۔

۲۔ دوسری چیز جسامت ہے جس کو ''ماس'' کہتے ہیں، یہ الگ چیز ہے اس کا تعلق فطری کیفیت کسل یعنی ''انرشیا'' سے ہے۔

تفصیلات میں نہ جاتے ہوئے خلاصہ کلام یہ کہ ہر جسم کا وزن ہرگز ایک نہیں ہے، اس کو زمین کھینچ رہی ہے، مگر جو زیادہ جسامت رکھتا ہے اس کو زیادہ کھینچ رہی ہے، جبکہ جو کم جسامت رکھتا ہے اس کو کم کھینچ رہی ہے، کسی بھی شے پر دو قوتیں لگتی ہیں جس کے بدولت وہ زمین کی طرف کھنچتا ہے، ایک قوت اس کی جسامت ہے اور دوسری قوت زمین کی جاذبیت ہے، یہ دونوں مل کر وزن بناتے ہیں، پس یہ کہنا درست نہیں کہ صرف جاذبیت ہی حامل وزن ہے، بلکہ یہ دونوں چیزیں حامل وزن ہیں، اس تصور کو ٹھیک سے سمجھ لینے سے واضح ہو جاتا ہے کہ پہاڑ اور زمین کے ایک وزن ہونے کی نوبت نہیں آئے گی۔

اصل بات صرف یہ تھی کہ زمین کی طرف سے جاذبیت ہر چیز پر یکساں ہے، مگر چونکہ صرف جاذبیت ہی نہیں جسامت بھی متناسب ہے، اس لیے ہر چیز پر وزن ایک سا ہرگز بھی نہیں ہے اور یہ بھی ٹھیک طرح سے درست نہیں کہ جاذبیت ہر مقام پر عین یکساں ہے، بلکہ اونچے مقامات پر جاذبیت کم ہو جائے گی اور بہت نچلے مقامات پر جاذبیت بڑھ جائے گی، کیونکہ جاذبیت فاصلے سے متناسب ہے اور زمین سے دور جاتے ہوئے یہ کم ہوگی اور قریب آتے ہوئے یہ بڑھ جائے گی!!!!

## ۴۔ تیل اور پانی:

مولانا فرماتے ہیں:

''گلاس میں تیل، ہوا اور پانی ڈالو، تیل کیوں اوپر آتا ہے اور جذب کا اثر دونوں پر ایک سا ہے''۔

(رسالہ: فوزِ مبین در ردِ حرکتِ زمین، ماخوذ از: فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۷ صفحہ نمبر ۳۲۲)

مولانا نے یہ نہیں بتایا کہ گلاس کہاں رکھیں؟ پھر یہ کہ کشش تو زمین میں ہے، گلاس کو تیل، ہوا اور پانی کے درمیان حائل کر کے کیا گلاس کشش کے اثر کو معزول نہیں کر رہا؟ پھر گلاس میں کیوں رکھا جائے اور سیدھا زمین پر کیوں نہیں؟ تیسرا یہ کہ تیل کا تلزُّج زیادہ اور اس کی کثافت پانی سے کم ہے، اس لیے وہ پانی کے اوپر آجاتا ہے، کیونکہ کثافت اور وزن بھی پانی ہی کا زیادہ ہے، پھر یہ کہ کیا صرف جذب ہی کا اثر ہے؟ ہمیں یہ سوال مولانا سے بار بار پوچھنے کی ضرورت پڑ رہی ہے، مولانا شاید یہ سمجھے ہی نہیں کہ کائنات میں ہرگز بھی صرف جاذبیت و نافریت کی قوتیں موجود نہیں، بلکہ کئی قوتیں موجود ہیں، پھر ہر دفعہ جاذبیت ہی پر انحصار کیوں کیا جاتا ہے؟

## حرفِ آخر:

مولانا نے اسی طرح کے سوالات مزید کیے ہیں، مگر ان کے جوابات کا بھلا کیا فائدہ! جبکہ ان کی کوئی منطق ہی نہیں بنتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مولانا کو چاہیئے تھا کہ جدید علوم کو کسی ماہر سے سیکھتے اور پڑھتے، ہر دفعہ کسی کتاب سے سہارا نہیں لیا جا سکتا، مولانا نے باتوں کو سمجھا ہی ٹھیک سے نہیں ہے، پھر اس کے خلاف استدلال کیوں درست ہوگا؟ جدید دور کے علماء میں بھی بعض سائنس پڑھنے والے اور جاننے والے موجود ہیں، ان سب کو اس نظریہ یعنی گردشِ زمین پر مکمل اطمینان ہے، کیونکہ یہ واقعی دلائل سے آراستہ نظریہ ہے، مولانا نے اس نظریے کے بارے میں خوب مبالغہ قائم کیا ہے، حالانکہ اس کی ضرورت ہرگز بھی نہ تھی، پھر افسوس ان لوگوں پر ہے کہ جو مولانا کے اس فعل کو قابلِ تعریف قرار دیتے ہیں، کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ اس وقت کے انگریزوں کے ظلم و بربریت کے خلاف قلمی جہاد کو بہتر طریقے سے مولانا انجام دیتے؟ اشعار کے ذریعے لوگوں کے شعور کو اسلامی فکر کی طرف مائل کرتے، عام شخص کے الحاد کو دور کرنے کی کوشش کرتے تو کیا یہ بہتر نہ تھا؟

## حرکتِ زمین پر مولانا احمد رضا خان کے نقلی دلائل کا جائزہ:

قرآن نے انسانی معاشرے کو جو بنیادی فائدہ پہنچایا ہے وہ اخلاقی اور انسانی زندگی کے بنیادی اصولوں سے متعلق ہے، بعض علوم کا مستقل بدلتے رہنا سازگار نہیں ہوا کرتا ہے اور ان کے لیے کچھ اصول ہوتے ہیں اور دین ان باتوں پر زیادہ توجہ دیتا ہے، بعض امور

ایسے بھی ہیں جو مستقل بدلتے رہتے ہیں اور اس میں علومِ سائنس بھی ہیں، علومِ سائنس کو عین شرعی بنا کر پیش کرنا بڑے معیوب نتائج پیدا کرتا ہے، یہ بات کسی حد تک تو درست ہوسکتی ہے کہ اللہ نے قرآن میں کچھ ایسی باتیں بھی عرض کی ہیں جو سائنسی علوم سے متعلق ہیں، مگر جو باتیں قرآن میں ہیں وہ عام طور پر انسانی مشاہدے اور تجربات کے عین مطابق ہوتی ہیں، کسی دقیق سائنسی تحقیق کی محتاج نہیں ہوا کرتی ہیں۔

مولانا احمد رضا خان صاحب کا حرکتِ زمین پر لکھنا مسلمانوں کے لیے بڑا نقصان دہ ثابت ہوا ہے، عرب وعجم کے تقریباً تمام ہی موجودہ دور کے علماء حرکتِ زمین پر متفق ہوں گے، اکثریت ایسی ہی ہے، لیکن اس کی وجہ شرعی نہیں ہے، اس کی وجہ دنیاوی ہے، یہ امورِ دنیا میں سے ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا:

**أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ**

ترجمہ: تم لوگ اپنے دنیا کے معاملات بہتر جانتے ہو۔

(صحیح مسلم، رقم: ۲۳۶۳، مسند احمد، رقم: ۲۴۹۶۴، الاحکام لابن حزم، جلد ۵ صفحہ نمبر ۱۳۸، سنن ابن ماجہ، رقم: ۲۴۷۱، صحیح ابن حبان، رقم: ۲۲ وغیرہ)

اب ان میں ہم دنیا کی بات کو مان بھی سکتے ہیں اور ان پر ان معاملات میں اعتماد بھی کر سکتے ہیں، اگر احمد رضا خان صاحب اپنے سائنسی علوم پر مہارت باور کروانا چاہتے تھے تو وہ حرکتِ زمین پر سائنسی نقطہ نظر سے کچھ لکھ دیتے تو یہ کافی تھا، مگر دینی نقطہ نظر میں اس کو پیش کرنا بڑا حیران کن ہے، اس تحریر کا مقصد صرف یہ ہے کہ کسی بھی طرح یہ ثابت کیا جاسکے کہ دینی حوالے سے یہ بات ہرگز اعتقادی نوعیت کی نہیں ہے کہ زمین حرکت کرتی ہے یا نہیں کرتی ہے، اس بنیاد پر تکفیر بھی قطعاً نہیں کی جاسکتی ہے اور نہ کسی کو فاسق قرار دیا جاسکتا ہے، ہم یہاں خان صاحب کے پیش کردہ قرآن وحدیث کے چند دلائل کا مختصر جائزہ لیں گے:

## ۱۔ قرآنی آیت سے استدلال:

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

**﴿إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَن تَزُولَا ۚ وَلَئِن زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّن بَعْدِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا﴾** (سورۃ فاطر، آیت نمبر ۴۱)

ترجمہ: بے شک اللہ آسمان وزمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ سرکنے لگیں تو اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے جو ان کو روکے، بے شک وہ بڑا حلم والا ہے۔

آج کے دور کے کسی بھی شخص کو یہ آیت پڑھا دی جائے تو وہ یہی کہے گا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آسمان وزمین کو اللہ تعالیٰ نے روکا ہے کہ اس میں زلزلہ اور حرکت کے سبب کوئی تباہی نہیں آتی ہے، کوئی زوال نہیں آتا ہے، اگر اللہ چاہے کہ اس میں زلزلہ آئے اور تباہی آئے اور زوال آئے تو پھر صرف اللہ کی ذات ہے جو زمین کو اور زمین والوں کو بچائے، اس مضمون کو اللہ نے کئی دفعہ قرآن میں پیش کیا ہے، جس کی کوئی ایک مثال نہیں ہے، اللہ فرماتا ہے:

**﴿وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَن تَمِيدَ بِكُمْ﴾** (سورۃ النحل، آیت نمبر ۱۵)

ترجمہ: اور اسی نے زمین میں بھاری پہاڑ بنا دیے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ کہیں وہ تمہیں لے کر کانپنے لگے۔

جس آیت سے سکونِ زمین پر استدلال کیا جارہا ہے، اس میں لفظ ﴿یُمْسِكُ﴾ موجود ہے، ایسی ہی ایک آیت ہے، جس میں اللہ فرماتا ہے:

﴿أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ ۚ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَٰنُ﴾ (سورۃ ملک، آیت نمبر ۱۹)

ترجمہ: کیا اُنہوں نے پرندوں کو اپنے اوپر پر پھیلائے ہوئے اور (کبھی) پر سمیٹے ہوئے نہیں دیکھا؟ انہیں کوئی نہیں روک سکتا سوائے رحمٰن کے، بے شک وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے۔

یہاں بھی ﴿يُمْسِكُهُنَّ﴾ کا ہی استعمال ہے اور غور کریں تو کوئی ذی شعور یہ معنیٰ نہیں لے سکتا کہ پرندے آسمان میں رکے رہتے ہیں، بلکہ از خود سمجھنے کے قابل ہے کہ اس کے معنیٰ کیا ہیں، اس میں تفسیر بالرائے کی تہمت کیونکر لگائی جاسکتی ہے؟

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے بھی اس آیت کا یہی معنیٰ بتلایا ہے کہ اللہ پاک نے اپنی قدرت سے ان کو ان کے محور و مرکز میں روکے ہوا ہے نہ یہ کہ زمین ساکن ہے۔ (ملاحظہ ہو تبیان القرآن: ج ۹ ص ۶۹۷، ۶۹۸)

## علّامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی طرف سے خان صاحب کو جواب:

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب اس آیت کے جواب میں لکھتے ہیں:

''اس آیت سے بعض قدیم الخیال علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ زمین ساکن ہے لیکن ان کا یہ استدلال مشاہدہ اور دلائل کے خلاف ہے: زمین، چاند سورج کی حرکت کے حساب سے سائنس دان یہ متعین کرتے ہیں کہ چاند گرہن کب ہوگا اور سورج کو گرہن کب لگے گا اور ان کا یہ حساب اس قدر صحیح ہوتا ہے کہ وہ کئی کئی مہینے اور بعض اوقات کئی کئی سال پہلے بتادیتے ہیں کہ فلاں تاریخ کو اتنے بج کر اتنے منٹ پر سورج یا چاند گرہن ہوگا اور اتنی دیر تک گرہن لگا رہے گا اور فلاں ملک میں یہ گرہن اتنے وقت پر وقت دکھائی دے گا اور فلاں ملک میں یہ گرہن اتنے وقت پر دکھائی دے گا اور ان کا یہ حساب اتنا حتمی اور درست ہوتا ہے کہ آج تک اس میں ایک سیکنڈ کا بھی فرق نہیں پڑا۔ سورج گرہن کا معنیٰ ہے زمین اور سورج کے درمیان چاند کے حائل ہوجانے سے سورج کا جزوی یا کلی طور پر تاریک نظر آنا عربی میں اسے کسوف شمس کہتے ہیں۔ (اردو لغت ج ۱۲، ص ۱۵۵)

تین سال پہلے سورج کو گرہن لگا اور مغرب سے کچھ دیر پہلے سورج تاریک ہونا شروع ہوا اور رفتہ رفتہ سورج مکمل تاریک ہوگیا اور تقریباً پانچ منٹ تک تاریک رہا، ہم نے کراچی میں اس کا مشاہدہ کیا اور سائنس دانوں نے کئی ماہ پہلے بتادیا تھا کہ کراچی میں فلاں تاریخ کو اتنی دیر کیلئے اتنے بج کر اتنے منٹ پر سورج مکمل تاریک ہوجائے گا، سائنس دان نہ جادوگر ہیں نہ غیب دان ہیں، ان کی یہ پیشن گوئی ان کے حساب پر مبنی ہے، وہ زمین، چاند سورج کی حرکات کا مکمل حساب رکھتے ہیں اور ان کی رفتار کا بھی صحیح حساب رکھتے ہیں، اس لئے ان کو معلوم ہوتا ہے کہ چاند کس تاریخ کو اور کس وقت زمین اور سورج کے درمیان حائل ہوگا اور جتنی دیر حائل رہے گا انہیں تمام دنیا کے نظام الاوقات کا بھی علم ہوتا ہے اس لئے وہ بہت پہلے اپنے حساب سے بتادیتے ہیں کہ فلاں تاریخ کو اتنے بجے سورج کو گرہن لگے گا اور اتنی دیر رہے گا، اسی طرح چاند گرہن کا معنیٰ ہے کہ چاند اور سورج کے درمیان زمین حائل ہوجائے جس کی وجہ سے چاند جزوی طور پر یا کلی

طور پر تاریک ہوجائے، ابھی چند سال پہلے چاند کو گرہن لگا اور پاکستان میں رات کو دس بجے چاند مکمل تاریک ہوگیا تھا اور سائنس دانوں نے کافی پہلے بتادیا تھا کہ فلاں تاریخ کو اتنے بجے چاند گرہن لگے گا اور فلاں فلاں ملک میں اتنے اتنے بجے نظر آئے گا اور اس کی یہی وجہ ہے کہ ان کو زمین کی حرکت اور اس کی رفتار کا علم ہوتا ہے اور وہ اس حساب سے جان لیتے ہیں کہ فلاں تاریخ کو اتنے بجے زمین چاند اور سورج کے درمیان حائل ہوجائے گی اور اتنی دیر تک حائل رہے گی اور تدریجاً حائل ہوگی اور کس وقت مکمل حائل ہوجائے گی۔

قدیم الخیال کے علماء جو زمین کو ساکن مانتے ہیں اور اس کی حرکت کے قائل نہیں ہیں اور وہ یہ نہیں مانتے کہ زمین اور چاند کی حرکت اور اس کی رفتار کا سائنس دان حساب رکھتے ہیں وہ اس کی کیا توجیہ کریں گے کہ سائنس دان سالوں مہینوں اور ہفتوں پہلے سورج اور چاند گرہن ہونے اور ان کے نظام الاوقات کی بالکل ٹھیک پیش گوئی کرتے ہیں اور آج تک ان کی پیش گوئی غلط نہیں ہوئی، کیا وہ سائنس دانوں کو جادوگر اور غیب دان گردانتے ہیں؟

اس دور میں سائنس کی جتنی ایجادات ہیں ہمارے علماء ان سے استفادہ کرتے ہیں، گھڑیوں کے اوقات سے نماز پڑھاتے ہیں، مسجدوں اور گھروں میں بجلی کی روشنی اور برقی پنکھے لگواتے ہیں، ٹیلی فون پر بات کرتے ہیں، لاؤڈ اسپیکر پر تقریریں کرتے ہیں اور نمازیں پڑھاتے ہیں، کاروں ٹرینوں اور طیاروں میں سفر کرتے ہیں، اس کے باوجود سائنسی علوم کی مذمت کرتے ہیں، واضح رہے کہ سائنس کا علم کسی نظریہ اور فکر سے مستفاد نہیں ہوتا، سائنس کا علم مشاہدہ اور تجربہ سے حاصل ہوتا ہے، یہ تمام ایجادات مشاہدہ اور تجربہ سے وجود میں آئی ہیں، اسی طرح زمین اور چاند کی حرکت اور ان کی رفتار کا تعین بھی انہوں نے رصدگاہوں میں مشاہدات اور آلات کے ذریعہ کیا ہے، قدیم فلسفہ کی طرح یہ صرف فکر اور نظریہ کا معاملہ نہیں، قرآن مجید رشد وہدایت کی کتاب ہے، فلسفہ اور سائنس کی کتاب نہیں ہے، قرآنِ کریم نے اس سے بحث نہیں کی کہ زمین ساکن ہے یا متحرک، کیونکہ دنیا میں صالح حیات اور اخروی فلاح کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ زمین حرکت کرتی یا حرکت نہیں کرتی، اس لئے علماء کو چاہیئے کہ زمین کی حرکت اور سکون کو دین اور اعتقاد کا مسئلہ نہ بنائیں، بعض قدیم الخیال علماء یہ کہنے سے باز نہیں آتے کہ قرآن اور حدیث میں ہے کہ زمین ساکن ہے اور تعلیم یافتہ لوگوں اور ترقی یافتہ اقوام پر اس سے اسلام کے متعلق منفی اثر پڑتا ہے، ایسا کہنا کوئی اسلام کی خدمت اور دین کی تبلیغ نہیں ہے بلکہ یہ پڑھے لکھے لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنے کا ذریعہ ہے اور دوسری اقوام کو اسلام پر ہنسنے کا موقع فراہم کرنا ہے، اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے''۔

(تبیان القرآن، ج ۹، ص ۶۹۸، ۶۹۹)

## ۲۔ ایک اثر سے استدلال:

مگر مولانا احمد رضا خان صاحب کے خیال میں زمین کے سکون کا مفہوم یہ ہے کہ زمین اپنی تمام موجودات سمیت کائنات میں ساکن طور پر موجود ہے، سب اس کے گرد گھومتے ہیں اور وہ مستقل سکون ہی میں رہتی ہے۔

مولانا کہتے ہیں:

''افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود وصاحبِ سرّ رسول حضرتِ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس آیت کریمہ سے مطلق حرکتِ زمین کی نفی مانی ہے، یہاں تک کہ اپنی جگہ قائم رہ کر محور کے گرد گھومنے کو بھی زوال بتایا''۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۷، رسالہ: نزولِ آیاتِ فرقان بسکونِ زمین وآسمان، صفحہ نمبر ۶)

مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

''سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر نے حضرت شقیق بن سلمہ جو زمانہ رسالت پائے ہوئے تھے، روایت کی اور حدیث ابن جریر بسند صحیح برجال صحیحین بخاری ومسلم ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۷، رسالہ: نزولِ آیاتِ فرقان بسکونِ زمین وآسمان، صفحہ نمبر ۲۰)

مولانا احمد رضا صاحب کے مطابق حدیث بھی صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔ امام ابن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**حدثنا ابن بشار قال: ثنا عبد الرحمن قال: ثنا سفيان عن الأعمش عن أبي وائل قال: جاء رجل إلى عبد الله فقال: من أين جئت؟ قال: من الشام. قال: من لقيت؟ قال: لقيتُ كعبًا. فقال: ما حدثك كعب؟ قال: حدثني أن السماوات تدور على منكب ملك. قال: فصدقته أو كذبته؟ قال: ما صدقته ولا كذبته. قال: لوددت أنك افتديت من رحلتك إليه براحلتك ورحلها، وكذب كعب. ﴿إنّ الله يقول إنَّ اللهَ يُمسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ أَنْ تَزُولا وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ﴾**

ترجمہ: اعمش نے ابو وائل سے روایت کیا کہ ایک شخص عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس آیا، آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے کہا شام سے۔ پوچھا وہاں کس سے ملے؟ کہا کعب رحمہ اللہ سے۔ پوچھا کعب نے کیا بات بیان کی؟ کہا یہ کہ آسمان ایک فرشتے کے کندھے کے اوپر گھوم رہے ہیں۔ پوچھا تم نے اسے سچ جانا یا جھٹلا دیا؟ جواب دیا کچھ بھی نہیں۔ فرمایا پھر تو تم نے کچھ بھی نہیں کیا، سنو کعب نے جھوٹ کہا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

**﴿إنَّ اللهَ يُمسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ أَنْ تَزُولا وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ﴾**

''بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو اس بات سے روکے ہوئے ہے کہ وہ ہٹ سکیں اور اگر وہ دونوں ہٹنے لگیں تو اس کے بعد کوئی بھی ان دونوں کو روک نہیں سکتا، بیشک وہ بڑا بُردبار، بڑا بخشنے والا ہے''۔

(تفسیر الطبري = جامع البیان ت شاکر، جلد ۲۰، صفحہ نمبر ۴۷۱)

اس سے قبل کہ ہم اس کی سند کا جائزہ لیں۔ آپ کو عین اسی سند سے ایک اور روایت پیش کرتے ہیں۔ امام ابن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ ہی نے روایت کیا:

**وحدثنا محمد بن بشار، قال: حدثنا عبد الرحمن، قال: حدثنا سفيان، عن الأعمش، عن أبي وائل، قال كنت مع مسروق بالسلسلة، فمرت عليه سفينة فيها أصنام ذهب وفضة، بعث بها معاوية إلى الهند تباع. فقال مسروق: لو أعلم أنهم يقتلوني لغرقتها، ولكني أخشى الفتنة.**

ترجمہ: ابو وائل کہتے ہیں کہ میں مسروق کے ساتھ ایک سفر پر تھا، ہماری کشتی پر سونے اور چاندی کے بُت تھے، ہمیں حضرتِ معاویہؓ نے ہندوستان بھیجا تھا (تاکہ بتوں کی تجارت ہو)، مسروق نے کہا:

''اگر مجھے (حضرتِ معاویہؓ کی طرف سے) اپنے قتل ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا، تو میں اس کو سمندر میں ڈال دیتا، مگر میں فتنہ سے ڈرتا ہوں''۔

(تہذیب الآثار للطبری، جلد ۴، صفحہ نمبر ۳۳۹، رقم: ۱۶۴۲)

دیکھنے والے دیکھ سکتے ہیں کہ روایت کی سند میں کوئی فرق نہیں ہے۔ سند عین یہی ہے۔ اور معاذ اللہ حضرتِ معاویہؓ کی جانب ایسی خطرناک نسبت کی جارہی ہے جو کہ روافض کرتے ہیں۔ امام احمدؒ سے جب اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپؒ نے فرمایا:

**لَمْ يُصَحِّحِ الْحَدِيثَ، تَكَلَّمَ بِهِ رَجُلٌ مِنَ الشِّيعَةِ**

ترجمہ: یہ حدیث صحیح نہیں ہے، ایک شیعہ شخص نے اس کو بیان کیا ہے۔

(المنتخب من علل الخلال، جلد ۱، صفحہ نمبر ۲۲۷)

اس روایت میں یہ تدلیس امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ ہی نے کی ہے کہ ایک شیعہ شخص نے اس کو بیان کیا تھا، اس کا ذکر کرنے کے بجائے ڈائرکٹ ابو وائل سے بیان کر دیا۔ یہ روایت بھی صحیح نہیں۔ محمد زیا **دالعکلة** اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں:

**أن الأعمش مدلس ولم يصرح بالسماع**

ترجمہ: اعمش مدلس ہیں اور انہوں نے سماع کی صراحت نہیں کی ہے۔

(کتاب من فضائل وأخبار معاویہ، جلد ۱، صفحہ نمبر ۱۱۶)

خود سوچ لیجیے کہ مسئلہ کہاں ہے؟ سند بھی عین یہی ہے اور پوری روایت پیش کر بھی دی ہے، اگر کسی نے اس کو صحیح بھی کہا تو وہ اس علت قادحہ پر مطلع نہ ہوسکے۔ حیرت ہے کہ جس کو یہ حضرات وقت کا امام بخاری کہتے ہیں وہ خان صاحب بھی بجائے تحقیق کے اندھی پیروی کر رہے ہیں۔ چلیں! میں ایک اور روایت پیش کرتا ہوں اور وہ بھی اعمش نے ابو وائل سے ہی بیان کی ہے یعنی سند یہاں بھی اعمش اور ابو وائل سے ہے۔ روایت یوں ہے کہ ابو وائل یعنی شقیق بن سلمہ کہتے ہیں:

**كنا مع حذيفة جلوساً، فدخل عبد الله: وأبو موسى المسجد، فقال: أحدهما منافق،**

ترجمہ: میں حضرتِ حذیفہؓ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، پس اسی دوران حضرتِ عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرتِ ابوموسیٰ اشعریؓ داخل ہوئے، حضرتِ حذیفہؓ نے فرمایا:

''ان میں سے ایک منافق ہے''۔

(المعرفۃ والتاریخ، جلد ۲، صفحہ نمبر ۷۷۱، تاریخ مدینۃ دمشق، جلد ۱۸، صفحہ نمبر ۷۰)

اس روایت میں اس کے بعد حضرتِ عبد اللہ بن مسعودؓ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ عبد اللہ بن مسعودؓ کو منافق کہا جارہا ہے بلکہ حضرتِ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب یہ نسبت کی جارہی ہے۔ کیا یہ روایت مان سکتے ہیں آپ؟ حضرتِ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو منافقین کو جانتے تھے۔ روافض کو اس سے شدید فائدہ ہوگا۔

اس کا ایک حل ہے اور وہ یہ کہ نظر آرہا ہے کہ اعمش رحمہ اللہ کی ابو وائل شقیق بن سلمہ سے بعض روایات مشکوک ہیں اور تدلیس پر مبنی

ہیں۔ امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت اعمش اور ابو وائل شقیق بن سلمہ کی ہی سند سے نقل کرنے کے بعد اس روایت کے بارے میں فرمایا:

**الأعمش ربما دلّس.**

ترجمہ: اعمش بعض اوقات تدلیس کرتے تھے۔

(علل الحدیث لابن أبی حاتم، جلد ۱، صفحہ نمبر ۱۶۰، رقم: ۹)

اور امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کو خود اعتراف تھا کہ ان کی بعض روایات صحابہ کے غصہ وغضب کے سخت واقعات پر مشتمل ہیں، جو ہمارے لیے مشکوک بات ہی ہوئی۔ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**كان حدثناهم بغضب أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم فاتخذوه ديناً.**

ترجمہ: ہم نے ان لوگوں کو اصحابِ محمد ﷺ کے غصہ کے بارے میں احادیث سنائیں تو انہوں نے اس کو دین بنالیا۔

(تاریخ مدینۃ دمشق، جلد ۳۲، صفحہ نمبر ۹۳)

اب یہ بات بھی دیکھ لیجیے کہ جس آیت سے استدلال کیا جا رہا ہے، اس میں تو زمین وآسمان دونوں کو روکنے کا ذکر ہو رہا ہے، صرف زمین کی تو بات نہیں ہو رہی ہے۔ کیا امام احمد رضا کے مطابق زمین وآسمان دونوں ہی مطلق طور پر ٹھہرے ہوئے ثابت ہوتے ہیں؟ اگر ان کو اس قول سے استدلال کرنا ہے؟ آیت میں تو آسمان وزمین دونوں کا ذکر ہے بلکہ کعب کی نسبت روایت میں آسمان کا ذکر ہے۔ ہر چیز رکی ہوئی ہے کیا؟ آسمان بھی اور زمین بھی؟ پھر تو کہیں بھی مطلق حرکت باقی نہیں رہ جاتی ہے، سب ہی کچھ ساکن ہو جاتا ہے، نیز یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ دراصل محض اس بات کا رد کرنا ہو کہ آسمان ایک فرشتے کے کندھا پر رکا ہوا ہے اور یہ بتلانا مقصود ہے کہ ان کو اللہ رب العزت نے اپنی قدرت کاملہ سے روکا ہوا ہے نہ کہ مقصود حرکت وسکون پر رد کرنا ہو۔

## ۳۔ ایک اثر سے مزید استدلال:

ایسے ہی ایک اثر کی دوسری سند بھی تھی جس کو مولانا احمد رضا نے احناف کے اصول پر صحیح قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۷، رسالہ: نزول آیاتِ فرقان بسکون زمین وآسمان، صفحہ نمبر ۲۰) روایت ہذا کچھ یوں ہے:

**حدثنا جرير عن مغيرة عن إبراهيم قال: ذهب جُندَب البَجَلي إلى كعب الأحبار فقدم عليه ثم رجع فقال له عبد الله: حدثنا ما حدثك. فقال: حدثني أن السماء في قطب كقطب الرحا، والقطب عمود على منكب ملك. قال عبد الله: لوددت أنك افتديت رحلتك بمثل راحلتك ثم قال: ما تنتكت اليهودية في قلب عبد فكادت أن تفارقه ثم قال ﴿إِنَّ اللهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ أَنْ تَزُولا﴾ كفى بها زوالا أن تدور.**

(تفسیر الطبری جامع البیان ت شاکر، جلد ۲۰، صفحہ نمبر ۴۷۱)

یہ روایت بھی اصولِ محدثین پر ضعیف ہے کیونکہ مغیرہ بن مقسم الضبی تیسرے طبقہ کے مدلس ہیں۔ [طبقات المدلسین لابن حجر، ت

القریوتی، صفحہ نمبر ۴۶] بلکہ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تو خاص طور پر فرمایا ہے کہ وہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے تدلیس کیا کرتے تھے اور یہ بات بھی ذکر کردوں کہ احناف کے یہاں یہ بات کہی گئی ہے کہ خیر القرون کے زمانے میں تدلیس مضر نہیں، مگر یہ کوئی مطلق بات نہیں ہے، کیونکہ بہت سے احناف علماء جن میں علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں، انہوں نے تدلیس پر ضعف کا حکم بھی لگایا ہے اور تدلیس کو علت بھی مانا ہے۔ قرائن کی موجودگی میں اس کو علت شمار کرنا ہرگز غلط نہیں ہے۔

یہ خان صاحب کے سب سے مضبوط دلائل کا حال ہے باقی دلائل کا اندازہ آپ خود لگالیں! علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے اپنی تبیان القرآن میں خان صاحب کے پیش کردہ اکثر قرآنی آیات سے استدلال کا جواب دیا ہے، لہٰذا تفصیل کیلئے اس تفسیر کی طرف رجوع کیا جائے۔

## ۴۔ ''حرکت'' کے حوالے سے تفاسیر ولغت:

اس حوالے سے مولانا احمد رضا خان صاحب نے بہت سی تفاسیر اور لغت کی کتب کے حوالے دیے ہیں کہ ''زوال'' بمعنیٰ حرکت مستعمل ہوتا ہے اور اس حوالے سے وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مذکورہ آیت میں مفہوم و معنیٰ یہی ہے کہ اللہ نے زمین و آسمان کو حرکت سے روکا ہوا ہے، اس حوالے سے اختصار کے ساتھ ایک بات عرض ہے، یہ خوب سمجھ لیجیے کہ موجودہ دور کی سائنس اضافیت کو ایک انتہائی اہم قانون سمجھتی ہے، اضافیت ہی کے کچھ مظاہر دیکھ لیجیے۔

یہ اضافیت ہی ہے کہ اگر میں ٹرین میں بیٹھا ہوا ہوں، تو مجھے سب لوگ حالتِ سکون میں نظر آئیں گے، سب بیٹھے ہوئے ہیں یا کوئی کھڑا ہوا ہے، کوئی تیزی سے دوڑ نہیں رہا اور سب سکون میں ہیں، لیکن یہ تب ہے جب میں ٹرین میں بیٹھا ہوا ہوں، اگر میں ٹرین کے باہر سے اس کو چلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، تو مجھے ٹرین کے تمام افراد حرکت میں نظر آئیں گے جبکہ اپنے لحاظ سے وہ سب لوگ سکون کی حالت میں ہیں، یعنی ایک ہی چیز ایک زاویہ پر حرکت ہوسکتی ہے اور دوسرے زاویہ پر سکون ہوسکتی ہے۔

یہی حالت زمین کی بھی ہے، ہمارے لحاظ سے اور ہمارے زاویے سے زمین سکون کی حالت میں ہے، اس میں زلزلہ نہیں آتے اور وہ بڑی خوشی سے رہنے والی جگہ ہے، بڑے آرام سے انسان زمین پر رہ سکتا ہے، یہ ہم سب زمین والوں کے لحاظ سے حالتِ سکون میں ہے، کیونکہ ہمیں کوئی حرکت نظر نہیں آرہی ہے، لیکن اگر میں زمین سے باہر نکل جاؤں اور زمین کو دیکھوں تو حرکت نظر آئے گی، یعنی زمین بھی ساکن ہے اور حرکت بھی رکھتی ہے، مطلق کچھ بھی نہیں ہے، صرف زاویوں کی بات ہے، اس لیے ہم حرکت کی تو نفی کر ہی نہیں سکتے ہیں اور سکون کی بھی نہیں کرتے ہیں، اس لیے یہ کوئی تضاد نہیں ہے۔

### خلاصۂ کلام:

علمِ غیب کے مسئلہ پر امام احمد رضا خان صاحب کے متعدد رسائل میں جا بجا وہ بیشمار مفسرین کی تفسیر کو صرف یہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں کہ یہ خبرِ واحد سے مروی باتیں ہیں اور قرآنی عموم کی تخصیص اخبارِ احاد سے نہیں ہوسکتی ہے، لیکن حیرت ہے کہ کچھ اخبارِ احاد سے وہ قرآنی آیات کی تفسیر کر رہے ہیں اور جو نہیں مانتا اس پر تحریفِ معنوی اور تفسیر بالرائے کی نسبت کر رہے ہیں؟ اور وہ اخبارِ احاد بھی ایسے جو

استنادی حیثیت سے کوئی بہت زیادہ مضبوط بھی نہیں ہے، اس کو اعتقادی حیثیت دینا اور مولانا احمد رضا کا اس مسئلہ پر تشدد امت کے لیے بڑا نقصاندہ ثابت ہوا ہے۔

(ختم شد)

# الٹرا ساؤنڈ مشین کا فارمولا پیش کرنے والا پہلا مسلم سائنس دان اور اس کی حقیقت

ایک رضا خانی خان صاحب بریلوی کی سائنسی خدمات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''اسی طرح امام احمد رضا پہلے مسلم مفکر ہیں جنہوں نے اپنی کتاب ''**الصمصام علی مشكك آية علوم الارحام**'' ۱۸۹۶ء میں الٹرا ساؤنڈ مشین کا فارمولا بیان کیا''۔

(حسام الحرمین اور مخالفین، ص ۷۴)

موصوف نے اس انکشاف کو خان صاحب کے مجدد ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا، اس قسم کی جاہلانہ مبالغہ آرئیوں پر حق الیقین تک اعتماد ہوجاتا ہے کہ خان صاحب جاہلوں کے پیشوا تھے، ان کے کسی چاہنے والے کو اتنی توفیق نہیں کہ ہم سے پہلے خان صاحب کی مدح سرائی میں جو جھوٹ بولا گیا کم از کم ایک دفعہ اس کی تحقیق تو کرلیں بس خان صاحب کی بھولی بھیڑیں ہیں، جہاں پہلی بھیڑ کنویں میں گری وہاں سب اس کے پیچھے ''مے مے'' کرکے کھڈے لائن لگتی رہیں۔

پہلی بات تو یہ کہ خان صاحب نے اس کتاب میں الٹرا ساؤنڈ مشین کا فارمولا پیش کیا صریح جھوٹ وکذب بیانی ہے، جب خان صاحب نے اس وقت تک یہ مشین دیکھی ہی نہیں تھی اس کے بارے میں ان کو کوئی علم ہی نہیں تھا تو فارمولا کس چیز کا؟

اصل حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب میں ان سے سوال کیا گیا کہ سورہ احزاب کے آخر میں جو علوم خمسہ مخلوق سے مخفی ہونے کا ذکر ہے اس میں ایک مافی الارحام بھی ہے، جبکہ اب ایک پادری کہتا ہے کہ ہم نے ایسا آلہ ایجاد کیا ہے، جس سے رحم کے اندر سب چیزیں معلوم ہوجاتی ہیں، تو خان صاحب نے اس کا پہلے تفصیلی جواب دیا اور اپنی دانست میں اس آیت کا معنیٰ ذکر کیا (جس سے ہمارا کلی متفق ہونا ضروری نہیں) پھر اس ''آلہ'' جسے الٹرا ساؤنڈ کہا جاتا ہے کے متعلق دو تکے (اندازے) لگائے اور دونوں ہی غلط ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

''اور بذریعہ آلہ مشہود ہوجائے اس کا جسم بالتفصیل آنکھوں سے نظر آئے کہ بعد علوق فم رحم سخت منضم ہوجاتا ہے، جس میں میل سرمہ بدقت جائے اور اس جائے تنگ وتار میں جنین محبوس ہوتا ہے وہ بھی یوں نہیں بلکہ خود اس پر تین غلاف اور چڑھے ہوتے ہیں اور ایک غشائے رفیق ملاقی جسم مبین جس میں اس کا فضلہ عرق جمع ہوتا ہے، اس پر ایک اور حجاب اس سے کثیف تر مسمّٰی بہ غشائے لفافی جس میں فضلہ بول مجتمع رہتا ہے، اس پر ایک اور غلاف اکثف کہ سب کو محیط ہے جسے شیمہ کہتے ہیں، ایسی حالتوں میں بدن نظر آنے کا کیا محل ہے، تو ظاہراً آلے کا محصل صرف بعض علامات و امارات ممیزہ منجملہ خواص خارجیہ کا بتانا ہوگا، جن سے ذکورت وانوثت کا قیاس ہوسکے، جیسے رحم کی تجویف ایمن یا ایسر میں حمل کا ہونا یا اور بعض تجربات کہ تازہ حاصل کئے گئے ہوں، اگر اسی قدر ہے جب تو کوئی نئی بات نہیں، پہلے بھی مجربین قیاسات فارقہ رکھتے تھے جیسے دہنی یا بائیں طرف جنین کی بیشتر جنبش، یا حاملہ کی پستان راست یا چپ کے حجم میں افرایش، یا سرہائے پستان میں سرخی یا دواہٹ آنا، یا رنگ روئے زن پر شادابی یا تیرگی چھانا، یا حرکات زن میں خفت یا ثقل پانا، یا قارورے میں اکثر اوقات حمرت

یا بیاض غالب رہنی، یا عورت کے خلاف عادت بعض اطعمہ جیدہ یا ردیہ کی رغبت ہونی، یا پشم کبود میں زرادند مدقوق بعسل سرشتہ کا صبح علی الریق حمول اور ظہر تک مثل صائم رہ کر مزہ دہن کا امتحان کہ شیریں ہوا یا تلخ، الیٰ غیر ذلك مما یعرفه اهل الفن ولكل شروط یراعیها البصیر فیصیب الظن

(اس کے علاوہ جس کو اہل فن جانتا ہے اور عقلمند تمام شرائط کو ملحوظ رکھتا ہے تو گمان درست ہوتا ہے۔ رت)

اور عجائب صنع الٰہی جلت حکمتہ سے یہ بھی محتمل کہ کچھ ایسی تدابیر القا فرمائی ہوں، جن سے جنین مشاہدہ ہی ہو جاتا ہو، مثلاً بذریعہ قواسر پانچوں حجابوں میں بقدر حاجت کچھ توسیع وتفریج دے کر روشنی پہنچا کر کچھ شیشے ایسی اوضاع پر لگائیں کہ باہم تادیہ عکوس کرتے ہوئے زجاج عقرب پر عکس لے آئیں یا زجاجات متخالفۃ الملا ایسی وضعیں پائیں کہ اشعہ بصریہ کو حسب قاعدہ معروضہ علم مناظر انعطاف دیتے ہوئے جنین تک لے جائیں، جس طرح آفتاب کا کنارہ کہ ہنوز افق سے دور اور مقابلہ نظر سے محجوب ومستور ہوتا ہے بوجہ اختلاف ملا وغلظت عالم نسیم ہمیں محاذات بصر سے پہلے ہی نظر آجاتا اور طلوع مرئی کہ وہی ملحوظ فی الشرع ہے بیشتر ہوتا ہے یوں ہی جانب غروب بعد زوال محاذات ووقوع حجاب میں کچھ دیر تک دکھائی دیتا اور غروب مرئی معتبر فی الشرع غروب حقیقی کے بعد ہوتا ہے"۔

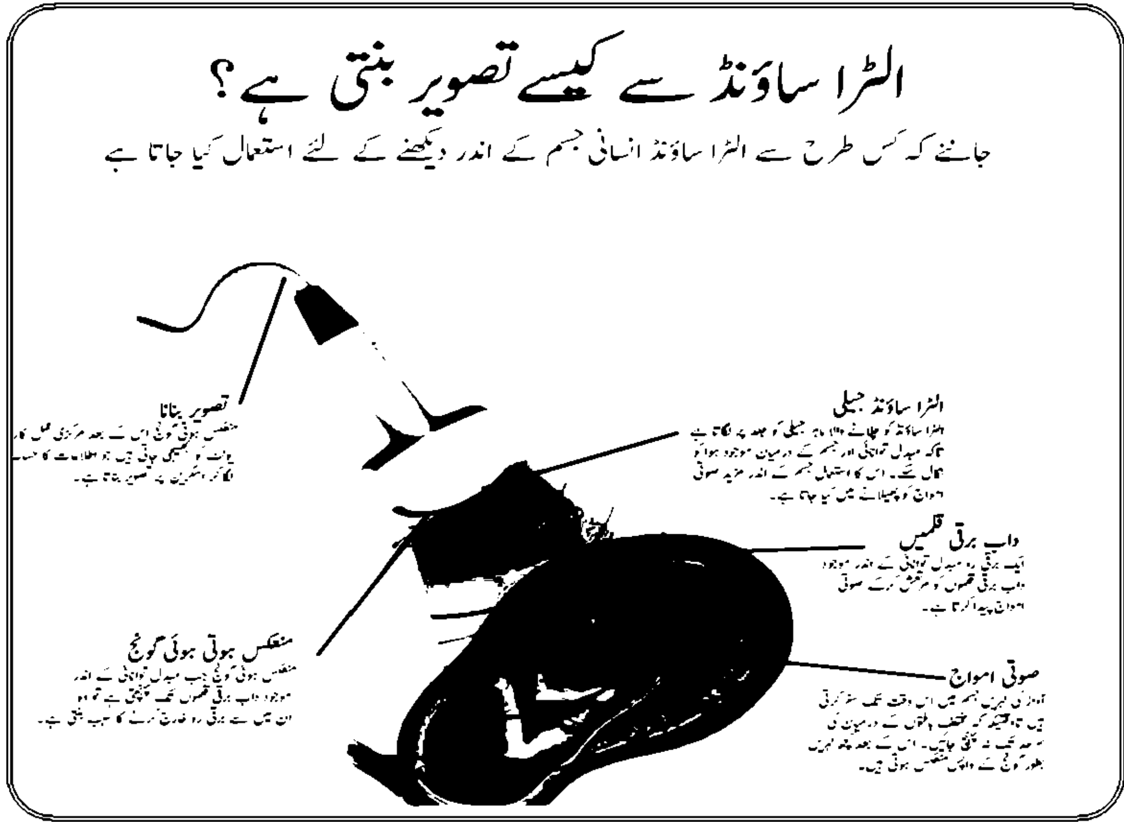
(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۶ ص ۴۷۵، ۴۷۶)

آسان الفاظ میں خان صاحب یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ جس آلہ کا آپ کا ذکر کر رہے ہیں، اس سے وہ یا تو رحم پر کوئی علامت دیکھ کر اندازاً وقیافہ شناسی کے طور پر کوئی پیشن گوئی کر دیتے ہوں گے کہ نر ہے یا مادہ، یہ تو کوئی نئی بات نہیں پہلے زمانے کے تجربہ کار لوگ بھی ایسا کر دیتے تھے، یا پھر رحم کے اوپر جو پانچ غلاف ہیں، اس میں کسی طرح کوئی سوراخ وغیرہ کر کے رحم کے اندر کوئی روشنی پہنچاتے اور وہ سطح سے ٹکرا کر واپس آلہ کے شیشوں پر آ کر عکس بنا دیتے ہیں۔

حالانکہ الٹرا ساؤنڈ کے یہ دونوں طریقے خان صاحب نے بالکل غلط بتلائے ہیں، خان صاحب اگر اس مشین کا نام ہی کسی سے معلوم کر لیتے تو اس قسم کی جاہلانہ باتیں نہ کرتے، اس مشین کے کام کا طریقہ اس سے بالکل مختلف ہے، یہ نہ قیافہ شناسی کرتا ہے نہ کسی قسم کی کوئی روشنی رحم کے اندر پہنچاتا ہے، بلکہ یہ آواز کے ذریعہ معلومات لیتا ہے، چنانچہ اس کے متعلق ہمیں جو معلومات ملتی ہیں وہ اس طرح ہیں:

انسانی جسم میں مختلف چیزوں کی تشخیص کے لئے الٹرا ساؤنڈ طریقہ کار کئی طبی وجوہات کی بنا پر استعمال کیا جاتا ہے، اس کا سب سے عام استعمال جنین کی بڑھوتری کی نگرانی میں کیا جاتا ہے، الٹرا سونو گرافی بلند تعدد (ہائی فریکوئنسی) کی صوتی امواج (ساؤنڈ ویو) کو جسم میں سے گذارتا ہے اور پھر ان سے حاصل کردہ گونج (ایکو) سے اندرونی ساخت کا دو جہتی (ڈائیمینشن) خاکہ بناتا ہے، مبدل توانائی (transducer) کھوجی (پروب) جس کو جلد پر رکھا جاتا ہے بطور خاص اس لئے بنایا گیا ہے کہ ان امواج کو پیدا اور وصول کر سکے، یہ ایسا ایک داب برقی (piezoelectric) اثر کہلانے والے اصول کو استعمال کر کے کرتا ہے، سنگ مردار کی قلمیں- داب برقی قلمیں- مبدل توانائی کھوجی کے اندر تیزی سے شکل بدلتی ہیں اور جب ان میں سے برقی رو گذرتی ہے تو مرتعش ہوتی ہیں، اس سے صوتی امواج پیدا ہوتی ہیں جو آزادی کے ساتھ جسم کے اندر موجود سیال اور نرم بافتوں کے اندر سے سفر کرتی ہیں، بہر حال ایک مرتبہ جب وہ کثیف ساخت میں پہنچ جاتی ہیں تو وہ بطور گونج کے مبدل توانائی کھوجی میں واپس آتی ہیں، نتیجے کے طور پر کھوجی کے اندر موجود قلمیں برقی رو کو خارج کرتی ہیں جو مرکزی عمل کاریونٹ میں چلی جاتی ہیں، پھر جمع کی گئی معلومات سے اسکرین پر ایک تصویر بنائی جاتی ہے۔

مندرجہ ذیل تصویر کے ذریعہ سے آپ اس مشین کے طریقہ کار کو بخوبی معلوم کرسکتے ہیں:




یہ تھی ساری حقیقت۔ جس کی ہوا بھی خان صاحب کو نہیں لگی تھی، مگر آپ رضاخانیوں کی کذب بیانی کا اندازہ لگائیں کہ ناخواندہ لوگوں کے دلوں میں خان صاحب کی عظمت بٹھانے کیلئے کتنا جھوٹ بولا گیا، ان لوگوں کو اتنی شرم بھی نہیں آتی کہ کل کو کسی غیر مسلم نے یہ باتیں پڑھ لیں تو وہ اسلام کا کتنا مذاق اڑائے گا کہ یہ ان کے سائنسدانوں کا حال ہے!!!!

☆☆☆☆

# نواب احمد رضا خان کی خدمات بحیثیت سیاست دان

اس باب میں بھی نواب احمد رضا خان صاحب نے انتہائی سیاہ کارنامے سرانجام دیے، اس مشکل دور میں جب پورا ہندوستان انگریز کو مار بھگانے کیلئے کھڑا ہوگیا تھا تو نواب احمد رضا خان صاحب نے کھل کر انگریز مخالف تحریکوں کی نہ صرف مخالفت کی، بلکہ ان تحریکوں کو چلانے والے علماء پر اپنی عادتِ بد کے مطابق خوب فتوے بازی کی۔

اوّل اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ انگریز مخالف سیاست میں نواب احمد رضا خان نے کبھی کوئی حصہ نہیں لیا۔ اس کا اقرار خود بریلوی حضرات نے بڑے فخر سے کیا چنانچہ لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت امام اہلسنت نے عملی سیاست میں کبھی حصہ نہیں لیا''۔ (جہان رضا، لاہور، اگست ستمبر ۲۰۱۲ء ص ۵۶)

خود خان صاحب بریلوی اپنے اور اپنے خاندان کا مزاج بتلاتے ہیں:

''میں اور میرے آباؤ اجداد ہمیشہ حکومت کے معاملات میں بے جا مداخلت سے محترز رہے''۔ (جہان رضا، ایضاً ص ۵۶)

حیرت ہے کہ انگریزوں کو ملک سے نکالنے کیلئے خان صاحب نے نہ تو کبھی عملاً سیاست میں حصہ لیا، نہ حکومتِ وقت کے سیاہ کارناموں میں مداخلت کی، مگر دوسری طرف انگریزوں کو سپورٹ کرنے کیلئے انگریز مخالف ہر تحریک کی خوب بڑھ چڑھ کر مخالفت کی، موصوف کے ان سیاہ کارناموں کو ہم کتاب کے شروع میں پیش کرچکے ہیں۔

خان صاحب کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ان کی اولاد و خلفاء نے بھی اس قسم کی تحریکوں کی بھرپور مخالفت کی، آج میڈیا پر بیٹھ کر چونکہ اہلِ بدعت خود کو تحریک پاکستان کا چیمپئن گردانتے ہیں، اس لئے موقع کی مناسبت سے ہم یہاں ان کی اس سیاہ تاریخ کو بھی نقل کررہے ہیں۔

## نواب احمد رضا خان صاحب اور ان کی اولاد و خلفاء کی طرف سے

## تحریکِ پاکستان کی شدید مخالفت

قارئین کرام! آج بریلوی فرقہ ہر جگہ تحریک پاکستان اور پاکستان کی آزادی میں نمایاں کردار ادا کرنے کے نعرے لگا رہا ہے اور نام نہاد ''استحکام پاکستان'' کانفرنسیں منعقد کرنے میں مصروف ہے، جس میں دن رات علمائے اہلسنت دیوبند پر یہ الزامات لگائے جارہے ہیں کہ یہ انگریز کے ایجنٹ ہیں...... یہ پاکستان کے دشمن ہیں...... پاکستان کے مخالف ہیں...... یہ دہشت گرد ہیں...... لیکن حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کی مخالفت اور مسلم لیگ کی مخالفت میں کانگریس سے بھی بڑھ کر رضاخانیوں نے حصہ لیا...... اور باقاعدہ مسلم لیگ اور قائد اعظم کے خلاف کتابیں لکھ کر ان پر کفر کے فتوے لگائے اور آج یہ فتنہ محض انگریز کی ایماء پر پاکستان کی سالمیت میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والوں پر الزامات کی بارشیں کررہا ہے، اسی سیاہ دور کے کچھ رضاخانی کارناموں کو فقیر آپ کے سامنے پیش کررہا ہے، جس میں وہ تمام حوالے آئیں

گے جن میں رضاخانیوں نے مسلم لیگ پر اور قائداعظم پر کفر کے فتوے لگائے اور پاکستان بننے کی کھل کر مخالفت کی!!!!

## نواب احمد رضا خان کے پیرو مرشد کی طرف سے مسلم لیگ پر فتوے:

قارئین کرام! مولوی احمد رضا خان کے مرشد گھرانے اور درگاہ مارہرہ کی اہم شخصیت اولادرسول محمد میاں مارہری برکاتی نے ۱۹۳۹ء میں ایک کتاب لکھی جو **"مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری"** کے نام سے شائع ہوئی، نام سے ہی معلوم ہوجاتا ہے کہ اس کتاب میں مسلم لیگ کی کیسی کیسی بخیہ دری کی ہوگی، یہ کتاب اصل میں چند سوالات کے جوابات تھے، جو کہ آگے آرہے ہیں، اس کتاب اور اس کے مصنف کے مستند ہونے کیلئے اتنی ہی بات کافی ہے کہ یہی خاندان مولوی احمد رضا خان کے پیرو مرشد کا گھرانہ ہے اور بریلویوں کا مرکز ہے، اس رسالہ میں پہلا سوال قائداعظم کے بارے میں ہوتا ہے کہ:

کہ مسٹر محمد علی جناح کس مذہب کے ہیں اور ان کو قائداعظم وغیرہ کے القابات سے یاد کرنا کیسا ہے؟۔ **(محصلہ ص ۲)**

اس سوال کے جواب میں کیا فرمایا جاتا ہے ملاحظہ ہو:

## قائداعظم بد دین و بدمذہب ہے:

**محمد علی جناح مذہباً رافضی ہے، کسی بھی بددین بدمذہب کو قائداعظم وسیدنا وغیرہ وغیرہ القاب ومدح تعظیم سے خطاب کرنا سخت شنیع وحرام ہے۔"** {مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری، ص ۳}

## قائداعظم محمد علی جناح جہنمیوں کا کتّا ہے:

"قائداعظم کو بدمذہب اور بدعتی ثابت کرنے کے بعد اہل بدعت کے خلاف چار حدیثیں دے کر لکھتے ہیں کہ: **حدیث شریف میں ہے کہ اھل البدع کلاب اھل النار یعنی بدمذہب سارے جہاں سے بدتر ہیں جانوروں سے بدتر ہیں، بدمذہب جہنمیوں کے کتے ہیں...... کیا کوئی مسلمان اور سچا، ایمان والا کسی کتے اور وہ بھی دوزخیوں کے کتے کو اپنا قائداعظم، اپنا سب سے بڑا پیشوا اور سردار بنانا پسند کرے گا......؟"** {ایضاً ص ۴}۔

پاکستان کے چیمپئن بننے والے جمعیت علمائے پاکستان اور سنّی تحریک کے رہنما اور نام نہاد رضاخانی مناظرین ومعترضین دیکھیں کہ ان کے اکابر کس طرح قائداعظم کو کتا بلکہ جہنم کا کتّا ثابت کررہے ہیں، معاذ اللہ!!

افسوس! ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ حکومت پاکستان ان دین ووطن دشمنوں کے خلاف کاروائی کرتی، مگر آج پاکستان کے استحکام کیلئے ان کے پاس جارہی ہے...... افسوس...... افسوس......

## پاکستان نام نہاد اور سراپا فسادی اسلامی حکومت ہے:

اسی رسالے میں مسلم لیگ کے چند کارنامے گنوائے گئے تھے اور ان پر رضاخانیوں سے تبصرے کا کہا گیا تھا کہ کیا ان کارناموں کی وجہ سے جو مسلم لیگ نے سرانجام دیے ہیں ہم ان کے ساتھ ایک الگ اسلامی حکومت کے بنانے میں تعاون کرسکتے ہیں...... تو اس کے جواب میں مولوی احمد رضا خان کا مرشد گھرانہ کیا کہتا ہے ملاحظہ ہو:

**"اللہ عزوجل ایسی سراپا فساد نام نہاد اسلامی حکومت سے بچائے اسلام اور مسلمانوں کو پناہ میں رکھے آمین"۔ {ایضاً ص ۱۳، سطر ۴}۔**

## مسلم لیگ فتنہ وفساد کی جڑ اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی سازش میں مصروف ہے:

**"بیشک مسلم لیگ ہی ندوہ مخذولہ کا فتنہ ہے، جو مختلف زمانوں میں مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتا رہا، کبھی خدام کعبہ، کبھی مسلم ایجوکیشنل کاؤنسل، کبھی خلافت کمیٹی، کبھی خدام الحرمین، کبھی سیرت کمیٹی اور حال ہی میں مسلم لیگ کا لبادہ اوڑھ کر اٹھا ہے، درحقیقت ان سب کا مقصد مسلمانوں کو گمراہ کرنا اور اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں دیوبندیوں مرتدوں، نیچری، ملحدوں رافضی، بے دینوں وغیرہم کے ساتھ اتحاد منانا، سنّی مسلمانوں کا ان کے ساتھ گھل میل کرا کے ان کے عقائد خراب کرنا اور جہنم کی طرف لے جانا ہے، سنّی مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ فوراً کانگریس اور لیگ دونوں سے الگ ہو جائیں"۔ {ایضاً ص ۳۰}**

قارئین کرام! یہ عبارت مسلم لیگ اور پاکستان کی مخالفت میں کس قدر واضح ہے اس پر کسی تبصرے کی ضرورت نہیں ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوگیا کہ دیوبند اس زمانے میں پوری طرح مسلم لیگ کے ساتھ تھے، یہی وجہ ہے کہ مسلم لیگ بیچاری کے کفریات میں اس کو بھی گنا گیا...... کاش کہ آج کے چند نام نہاد رضاخانی سیاسی جماعتیں تاریخ کو مسخ کرنے کیلئے میڈیا پر نہ آتی تو ان کو رسوائی کے یہ دن اور تاریخ کا یہ کڑوا گھونٹ نہ پینا پڑتا لیکن یہ تو ابھی صرف ابتداء ہے آگے آگے دیکھئے رضاخانیوں کو فقیر کا صرف ایک ہی پیغام ہے کہ ؎

وہ دنیا تھی جہاں تم بند کرتے تھے زباں میری
یہ محشر ہے یہاں سننا پڑے گی داستاں میری

قارئین کرام! اس وقت میرے سامنے **"مسلم لیگ"** کے خلاف بریلویوں کا لکھا ہوا ایک رسالہ ہے، اس رسالے میں مسلم لیگ کے متعلق کل **"دس سوالات"** کئے گئے ہیں اور ان کے جوابات تین چوٹی کے بریلوی اکابر **"شاہ آل رسول"**، **مولوی آل مصطفیٰ"** اور مظہر اعلیٰ حضرت **"حشمت علی رضوی"** نے دیے ہیں، رسالے کا نام **"الجوابات السنیہ علی زھاء السوالات لیگیہ"** ہے رسالے کے "ٹائٹل پیج" پر یہ عبارت واضح طور پر لکھی گئی ہے:

"مسلم لیگ کی کفرنوازیوں اور کانگریس کی ستم شعاریوں سے بچانے والا"

اس رسالے میں پہلے ہی سوال کے جواب میں واضح کیا گیا ہے کہ "لیگ کے دستورِ اساسی کے تحت اس کے جو اغراض ومقاصد متعین کئے گئے ہیں، یعنی ملک کی آزادی اور وفاقی جمہوری ریاستوں کا قیام، اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت، مسلمانوں کے سیاسی اور مذہبی حقوق کی ترقی وحفاظت، یہاں کے مسلمانوں اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں کے ساتھ رشتہ اخوت بڑھانا تو یہ سب مقاصد صریح طور پر محرّمات شرعیہ پر مشتمل اور حرام قطعی ہیں اور کفر وضلال کی طرف لیجانے والے ہیں، لہٰذا ان کے ہوتے ہوئے لیگ کی شرکت ورکنیت سخت حرام ہے۔

اس کی تفصیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"اوّلاً جمہوری سلطنت کا قیام جس میں کفار مشرکین ومرتدین پوری طرح آزاد وخودسر ہوں شرعاً قطعاً حرام ہے۔ دوّم ایسی جمہوری حکومت جس کی کونسل میں کفار ومشرکین اور مرتدین بھی ممبر ہوں یہ بھی حرام ہے۔ سوم ایسی جمہوریت جس میں سب غیر

مسلمین کے مذہبی حقوق و مفاد کی حفاظت کی جائے اور ہر ایک کو مذہبی تبلیغ و اشاعت کی اجازت ہو یہ کھلا شرک ہے ۔ چہارم اس میں مسلمانوں کے سب فرقے جو اپنے کو مسلمان کہلاتے ہیں اور سرکاری مردم شماری میں ان کو مسلمان شمار کیا جاتا ہے وہ سب مسلمان گنے جائیں گے ۔ **اسی طرح وہابیہ، دیوبند وغیر مقلدین**، مرزائیہ، قادیانیہ، لاہوریہ، نیچریہ، چکڑالویہ، خکسار، بابیہ، بہائیہ، روافض وغیرہم **جملہ کفار و مرتدین و ملحدین سب لیگ کے نزدیک مسلمان ہیں، العیاذ باللہ...... یہ بھی کھلا ہوا کفر و ارتداد ہوگا**" ۔ {صفحہ ۳، ۴}

اسی طرح اس رسالے میں لیگ کے مقاصد و اساسیت گنوا کر ان پر نکتہ چینی کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں کہ:

"لہٰذا علماء کرام کا فرض ہے کہ پوری قوت کے ساتھ عوام کو اس کی شرکت و رکنیت سے باز رکھنے کی کوشش کریں اور جو اس فرض شرعی کو بقدر قدرت وحسب استطاعت بجا نہ لائے گا فرمانِ الٰہی کا مصداق ہوگا...... الخ" {صفحہ ۔ ۱۳}

## اگر مسلم لیگ والے بریلویوں سے رہنمائی لیں تو سب کچھ جائز ہوگا:

اس سے چند سطور بعد ہی اپنے اصل مقصد پر آجاتے ہیں کہ لیگ اسی وقت جائز جماعت ہوگی جب کہ وہ صرف بریلویوں کی رہنمائی میں چلے، الفاظ دیکھیے:

"اگر لیگ کو اللہ توفیق بخشے کہ وہ احکام دینیہ میں حضرات علماء اہلسنّت سے رہنمائی چاہے تو اس میں شرکت و رکنیت کے بغیر بھی اس کی شرعی خرابیوں اور شریعت کے حکموں پر مطلع کیا جاسکتا ہے، جیسے ندوہ اور خلافت کمیٹی کی رہنمائی فرمائی گئی، **لیکن اس کی رکنیت صرف اس وقت جائز ہوگی جبکہ وہ علماء اہلسنّت کی رہنمائی میں اپنے آپ کو نقائصِ شرعیہ سے پاک کرے**" ۔ {صفحہ ۱۳، سطر ۱۳ سے ۱۷}

اس عبارت میں صاف طور پر واضح کیا گیا ہے کہ بریلوی اپنے سوا تمام دنیا کو کافر مانتی ہے، اس لئے لیگ کی رکنیت بھی حرام ہے، جب تک کہ وہ دنیا کی واحد مسلمان قوم یعنی بریلوی حضرات کو اپنے ساتھ نہ ملالے، بریلویوں کے کفریہ فتوؤں کے افسانے پڑھنے کیلئے مطالعہ کریں:

**"رضاخانیوں کی کفرسازیاں"**

## علمائے کرام کو لیگ کا کھلا رد کرنا چاہیئے:

صفحہ ۱۵ پر سوال ہشتم ہے کہ

"لیگ کے ساتھ کیا طرز عمل ہونا چاہیئے؟ جواب ہے کہ:

**"علمائے کرام پر فرض ہے کہ لیگ پر ردّ و طرد فرمائیں، اس کے فریبوں، چالوں، بطالات اور ضلالات کو عوام اہلِ اسلام کے سامنے واضح کر کے ان پر اللہ و رسول کے احکام پیش کریں اور ناواقف لوگوں کو لیگ سے پرہیز اور بیداری کی ہدایت کریں**" ۔

اسی سلسلہ میں تھوڑا آگے صفحہ ۱۶ کے آخر میں الفاظ ہیں کہ:

"لیگ کے مخالف شرع کاموں کا رد لیگ کا نام لے کر واضح ہو، ورنہ گول مول الفاظ میں بدمذہبوں بے دینوں کا رد کرنے سے

عوام لیگ کا رد نہیں سمجھیں گے، خصوصاً جبکہ لیگ کے حامی ان کو یہ سمجھاتے پھرتے ہیں کہ لیگ میں آ کر بدمذہب بدمذہب نہیں رہتے، بلکہ مسلمانوں کے **معظم، مکرم شہید ملت و قائد اعظم وغیرہ وغیرہ ہو جاتے ہیں**۔''

خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں کہ ''محمد علی جناح'' کو کیا کیا کہہ دیا گیا ہے، اسی سے آگے صفحہ ۱۷ پر ہے کہ:

''اس کے (لیگ کے) ساتھ مسلمانوں کا وہی طرز عمل ہونا چاہیئے جو کہ دوسرے بدمذہبوں بے دینوں مرتدین ومبتدعین کے ساتھ فرداً فرداً یا بحیثیت جماعت برتتے ہیں، یعنی ان کا واضح رد کرنا اور ان سے مجانبت اور نفرت رکھنا اور اس کو خدا اور رسول کا مخالف اور مسلمانوں کا دشمن جاننا''۔

## لیگ میں شرکت کانگریس سے زیادہ زہر قاتل ہے:

اسی صفحہ پر سوال نہم کے تحت سوال ہے کہ خطرہ یہ ہے کہ لیگ کی رکنیت سے منع کرنے سے کانگریس کو فائدہ پہنچنے کا امکان ہے تو جواب میں کیا کہا گیا ملاحظہ ہو:

''اگر یہ صحیح بھی ہو تو خود لیگ میں شرکت حرام اور سب سے زیادہ قیمتی دولت یعنی ایمان کیلئے کانگریس سے زیادہ قوی اور سریع الاثر قاتل زہر ہے، جس سے علماء کا تغافل ہرگز جائز نہیں''۔

تھوڑا آگے صفحہ ۱۸ کے شروع میں ہے کہ:

''کانگریس تو کھلے ہوئے کفار ومشرکین کا مسلمانوں سے اتحاد کرانا چاہتی ہے اور لیگ کفار ومشرکین ومرتدین ومبتدعین سب کے ساتھ مسلمانوں کی موالات اور مواخات منانا چاہتی ہے، دونوں کے مقاصد میں ہندو مسلم اتحاد داخل ہے''۔

## مسلم لیگ کے بارے میں بریلوی حضرات کا فیصلہ کن فتویٰ:

**''لیگ کی حمایت کرنا، اس میں چندے دینا، اس کا ممبر بننا، اس کی اشاعت اور تبلیغ کرنا، منافقوں اور مرتدوں کی جماعت کو فروغ دینا ہے اور دین اسلام کے ساتھ دشمنی کرنا ہے''**۔ {صفحہ ۳۲}

## جناح کو قائد اعظم کہنے یا لکھنے سے بیوی نکاح سے نکل گئی:

سوال ہے کہ جو مسلمان ایک رافضی محمد علی جناح کو قائد اعظم لکھے اور اپنا پیشوا مانے اس کیلئے کیا حکم ہے؟۔ جواب:

**''اگر رافضی کی تعریف حلال اور جناح کو اس کا اہل سمجھ کر کرتا ہے تو وہ مرتد ہو گیا، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس کا مقاطعہ کریں یہاں تک کہ وہ توبہ کرے''**۔ {صفحہ ۳۲}

آپ ذرا معترض کا حال بھی معلوم کرلیں اپنی کتاب دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف صفحہ ۱۴۷ پر موصوف نے چار دفعہ جناح کو ''قائد اعظم'' لکھا، اب نہ صرف معترض صاحب بلکہ جتنے بھی بریلوی احباب جو جناح کو قائد اعظم کہتے لکھتے ہیں وہ سب اس فتوے کی رو سے تجدید ایمان و نکاح کریں!!!!

## مظلم لیگ اور نام نہاد پاکستان:

نام نہاد ناصر الاسلام والمسلمین مظہر اعلیٰ حضرت شیر بیشہ اہلسنت خلیفہ اعلیٰ حضرت مناظر اعظم علی الاطلاق حضرت علامہ حافظ قاری مفتی الحاج الشاہ ابوالفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خان صاحب قبلہ قادری برکاتی رضوی لکھنوی لکھتے ہیں:

''لیکن خوب یاد رہے کہ ان احکام کی شرط یہی ہے کہ وہ جنگ کفرو اسلام ہی کی جنگ ہو، مظلم لیگ و کانگریس کی جنگ نہ ہو، نام نہاد **پاکستان** اور سوراج کی جنگ نہ ہو''۔ (فتاوی حشمتیہ ص ۲۷۵، تنظیم اہلسنت پاکستان طبع اول جنوری ۲۰۱۶)

## اعلیٰ حضرت کا فتویٰ مسلم لیگ مرتد، تقسیم سے علی الاعلان تبرّی (برأت) کریں:

''حضور پرنور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مرشد برحق امام اہلسنت مجدد اعظم دین وملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتوائے مبارکہ الدلائل القاہرہ علی الکفرۃ النیاشرۃ میں قرآن عظیم وحدیث حمید سے بیان فرمائے گئے ہیں، مسلم لیگ وخاکسار و کانگریس واحرار اور نام نہاد مومن کانفرنس اور لیگ کے اصول و مقاصد کی فیصدی حامی نام نہاد سنّی کانفرنس اور مرتد ابوالاعلی مودودی کی نام نہاد جماعت اسلامی اور مرتد چن بسویشور صدیق دیندار کی نام نہاد دیندار پارٹی وغیرہا تمام مجالس کفار و جماعت اشرار سے کھلم کھلا تحریراً وتقریراً فعلاً وقولاً ہر طرح اپنی بیزاری کا اظہار اور کانگریس کے مطالبہ سوراج مسلم لیگ کے مطالبہ تقسیم مرتد مودودی کے نام نہاد مطالبہ حکومت الٰہیہ سے اپنی تبرّی کا اعلان واشگاف وآشکار کریں''۔ (فتاوی حشمتیہ ص ۲۷۶)

## تحریک پاکستان ومسلم لیگ کی حمایت کرنا حرام ہے اور مرنے والے حرام موت مرے، معاذ اللہ:

''یہ بھی خوب یاد رہے کہ کانگریس کے مطالبہ سوراج یا مسلم لیگ کے مطالبہ تقسیم یا مرتد مودودی کے مطالبہ حکومت الٰہیہ کی حقیقت سمجھتے بوجھتے ہوئے بھی کہ اوّل کا مقصد اعدام مسلمین، دوّم کا مآل افنائے سنّیت، سوّم کا مقصود قیام حکومتِ وہابیت ہے۔ اس کا عملاً قولاً کسی طرح بھی امداد کرنا حرام اور اس کا اصل مقصد جانتے ہوئے بھی **جو شخص اس کی حمایت کرتا ہوا مارا جائے گا وہ حرام موت مرے گا**۔ (فتاوی حشمتیہ ص ۲۷۶)

## پاکستان اسلام سوز ہے اس کی اصل نیچیریت، زندیقیت والحاد ہے:

''**اسلام سوز والحاد افروز پاکستان کی اصل نیچریانہ وزندیقانہ شکل وصورت**''۔ (فتاوی حشمتیہ ص ۲۷۶)

### مسلم لیگ مرتدین

مسلم لیگیہ......مبتدعین مرتدین''۔ (فتاوی حشمتیہ ص ۵۶۲)

## مسلمان ناپاک مطالبہ پاکستان کی حمایت نہیں کریں گے:

مظہر اعلیٰ حضرت حشمت علی رضوی لکھتا ہے:

''مسلمان کسی لیڈر کی نہیں سنتے۔ وہ صرف اپنے علما اہلسنت کے دامنوں سے وابستہ ہیں، وہ دنیوی عیش وعشرت کے لالچ میں آکر ایسے ناپاک مطالبہ پاکستان کو ہرگز قبول ومنظور نہیں کر سکتے''۔ (ستر باادب سوالات ص ۹۹)

## تجانب اہلسنّت کی استنادی حیثیت:

آج کل کے رضاخانی اپنی مستند ترین کتاب ''تجانب اہل سنت'' کا انکار کرتے ہیں، مگر مظہر اعلیٰ حضرت حشمت علی رضوی صاحب اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

''مظلم لیگی و کانگریسی ان کے عقائد کفریہ کی اجمالی تفصیل اور ان پر شرعی رد وطرد کی مختصر تکمیل فقیر کی املاء لکھوائی ہوئی کتاب مستطاب مسمیٰ بنام تاریخی تجانب اہلسنت عن اہل الفتنۃ میں ملاحظہ ہو''۔ (فتاویٰ حشمتیہ ص ۲۷۳)

گویا تجانب اہلِ سنت خود حشمت علی رضوی کی کتاب ہے، جسے اس نے اپنے داماد مولوی طیب دانا پوری کے نام سے شائع کروایا ہے، اسی تجانب اہلسنت اور مولوی طیب دانا پوری کے کے متعلق مولوی محمد راحت خان قادری بانی دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی لکھتے ہیں:

''سب سے پہلے ڈاکٹر اقبال صاحب کی شرعی حیثیت بیان کر دی جائے، ناصر سنیت مناظر اہلِ سنت مفتی ابو الطاہر طیب صدیقی قادری برکاتی داناپوری..... تحریر فرماتے ہیں''۔ (الکلمات القاطعہ ص ۹۰ مکتبہ نور بریلی شریف)

آگے پھر علامہ اقبال کے کفر پر تجانب اہل سنت کا اقتباس پیش کیا ہے، اس کتاب پر بریلوی بقیۃ السلف عمدۃ الخلف مفتی محمد صالح شیخ الحدیث جامعۃ الرضا بریلی شریف، مفتی محمد ابو الحسن قادری بانی جامعۃ تاج الشریعہ بہرائچ شریف، بریلوی مجاہد سنیت حضرت مولانا محمد میثم عباس قادری کی تقاریظ اور کتاب کی تائید وتوثیق اور تعریفی کلمات ثبت ہیں، پتہ چلا کہ یہ کتاب رضاخانیوں کی مستند کتاب ہے، مگر دوسری طرف کاشف اقبال رضاخانی کے حکم پر لکھی جانے والی کتاب کا مؤلف اس کتاب سے یوں جان چھڑاتا ہے:

''جب کتاب ہی ٹھوس اور مستند نہیں تو اس دھڑنے سے پیش کرنے کا مقصد سوائے دھوکہ ومکاری کے اور کیا ہو سکتا ہے؟''۔

(ہدیہ بریلویت پر ایک نظر ص ۳۸)

جناب من یہ کتاب آپ کے گھر کے مستند ترین آدمی کی مستند ترین کتاب ہے، اب پھنسنے پر اس کا انکار کرنا سوائے دھوکہ اور دجل وفریب کے اور کیا ہو سکتا ہے؟؟؟؟

## مسٹر محمد علی جناح کی تکفیر:

مولوی محمد طیب داناپوری لکھتے ہیں:

(1)..... ''اور مسٹر جینا ان کا قائد اعظم ہے، اگر صرف انہیں دو کفروں پر اکتفا کرتا تو قائد اعظم کی خصوصیت ہی کیا رہتی؟ لہٰذا وہ اپنی اسپیچوں اپنے لیکچروں میں نئے نئے کفریات قطعیہ بکتا رہتا ہے''۔ (تجانب اہل سنت ص 119)

(2)..... ''بہ حکم شریعت مسٹر جینا اپنے ان عقائد کفریہ قطعیہ خبیثہ کی بنا پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے، جو شخص اس کے کفروں پر مطلع ہونے کے بعد اس کو مسلمان جانے یا اس کے کافر ومرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر ومرتد اور شرّ الانام اور بے توبہ مرا تو مستحق لعنت عزیز علام''۔ (تجانب اہل سنت ص 122)

## مسلم لیگ بدمذہبوں کی کمیٹی ہے:

کانگریس و مسلم لیگ دونوں اس لحاظ سے بدمذہبوں بے دینوں ہی کی کمیٹیاں ہیں۔ (سترباادب سوالات، ص ۱۰۲)

## مسلم لیگ کو ووٹ دینا ناجائز وحرام ہے:

بریلوی حضرات علمائے دیوبند پر یہ افتراء باندھتے ہیں کہ انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ مسلم لیگ کو ووٹ دینا حرام ہے، حالانکہ یہ فتویٰ تو خود ان بدبختوں کا ہے ملاحظہ ہو:

''جس طرح کانگریس و احرار و خاکسار و یونینسٹ و نیشنلسٹ پارٹیوں میں سے کسی کے نمائندے کو ووٹ دینا اور ان پارٹیوں میں سے کسی کے ساتھ تعاون کرنا کسی کو قوت و وقار پہنچنے کا ذریعہ بننا آل انڈیا سنّی کانفرنس کے نزدیک شرعاً حرام و ناجائز اور ممنوع و گناہ ہے، اسی طرح مسلم لیگ کے نمائندے کو ووٹ دینا مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کرنا، مسلم لیگ کو قوت و وقار حاصل ہونے کا ذریعہ بننا بھی آل انڈیا سنّی کانفرنس کے نزدیک شرعاً ناجائز اور ممنوع و گناہ وحرام ہے'' (سترباادب سوالات، ص ۱۰۶، ۱۰۷)

## کسی مرتد کو قائداعظم بنانے کی کیا ضرورت ہے:

اہل بدعت کے نزدیک مسٹر محمد علی جناح چونکہ مرتد ہیں، لہٰذا انہیں قائداعظم بنانے کی کوئی ضرورت نہیں، ملاحظہ ہو:

''کسی رافضی نیچری مرتد کو قائداعظم بنانے کی کیا ضرورت ہے؟''۔ (سترباادب سوالات، ص ۱۱۰)

## مسٹر محمد علی جناح کو ولی اللہ کہنے پر پیر جماعت علی شاہ سے بھرے مجمع میں توبہ کروائی گئی:

''تحریک پاکستان کی آل انڈیا سنّی کانفرنس منعقد ہوئی تھی، اس میں غیر منقسم ہندوستان کے بے شمار اکابر علماء کرام ومشائخ عظام شریک ہوئے، مفتی اعظم، محدث اعظم اور پیر جماعت علی شاہ بھی خاص طور پر مدعو کئے گئے اس دور میں پیر جماعت علی کا حلقہ ارادت بہت زیادہ وسیع تھا، تقریباً ڈیڑھ لاکھ مریدین تو صرف اس کانفرنس میں آئے تھے، یکے بعد دیگرے علمائے کرام کی تقریریں ہوتی رہیں، پیر جماعت علی تقریر فرمارہے تھے کہ آپ کی زبان مبارک سے یہ جملہ نکل گیا: -''محمد علی جناح ولی اللہ ہے'' - اتنا کہنا تھا کہ سارے علمائے حاضرین میں اس پر چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں اور سارے لوگ اسٹیج سے کھسکنے لگے، مگر کسی کی مجال تھی کہ ان کو لقمہ دے سکے، کیونکہ ان کے لاکھوں مریدین سے مقابلہ کرنا آسان نہ تھا، اسی وقت یہ بات لوگ حضور مفتی اعظم اور محدث اعظم کی بارگاہ میں پیش کرنے ان کی قیامگاہ تک پہنچے، حضرت مفتی اعظم نے بلا خوف وخطر فرمایا، ٹھیک ہے اگر شریعت کی بات ہے تو ابھی چل کر حضرت پیر صاحب سے دریافت کرلیا جائے، اگر ہنگامہ ہوگا تو سمجھا جائے گا، چنانچہ یہ دونوں بزرگ فوراً اسٹیج پر پہنچے اور عرض کیا کہ حضور نے فرمایا ہے کہ: ''جناح ولی اللہ ہے'' تو یہ آپ کی تحقیق ہے یا کسی نے بتایا ہے؟ حضرت موصوف نے فرمایا نہیں یہ میری اپنی تحقیق نہیں ہے، بعض لوگوں نے مجھے بتایا ہے، کیا لوگ اسی لئے بھاگ رہے تھے؟ دونوں حضرات نے کہا، جس نے بتایا ہے سراسر غلط بتایا ہے، کیونکہ وہ ''شیعہ (بوہرا) ہے، لہٰذا کسی طرح

اس کا مسلمان ہونا ثابت نہیں تو ولی اللہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ حضرت پیر صاحب نے فرمایا مائک قریب کرو، پھر فرمایا سارے خطباء اور سارے علماء اور سارے حاضرین سنیں! مجھ سے ایک غلطی ہوگئی ہے کہ میں نے کہہ دیا ہے کہ محمد علی جناح ولی اللہ ہے وہ ہرگز ولی اللہ نہیں ہے، میں توبہ کرتا ہوں اور کلمہ پڑھتا ہوں آپ لوگ بھی توبہ و استغفار کرو اور پڑھو **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پھر خود بھی کلمہ پڑھا اور سب سے پڑھوایا"۔

(مفتی اعظم کی استقامت اور کرامت، ص ۲۴۵،۲۴۶)

## قائد اعظم شیعہ ہے اس کا مسلمان ہونا کسی طرح ثابت نہیں، بریلوی مفتی اعظم اور محدث اعظم:

"دونوں حضرات نے کہا جس نے بتایا ہے سراسر غلط بتایا ہے، کیونکہ وہ "شیعہ" (بوہرا) ہے، لہذا کسی طرح اس کا مسلمان ہونا ثابت نہیں تو ولی اللہ کیونکر ہوسکتا ہے"۔ (مفتی اعظم کی استقامت اور کرامت، ص ۲۴۵)

## مسٹر جناح شریعت کے خلاف بکواس کرتا ہے:

نواب احمد رضا خان صاحب کے پیر و مرشد گھرانے کے شاہ آلِ مصطفیٰ قادری کہتے ہیں:

"مسٹر جناح نے شریعت اسلامیہ کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی اور بمبئی ہائی کورٹ میں فرمان شرعی کے خلاف نظیر ہمیشہ کیلئے بن گئی اور مسٹر جناح نے یہ ناپاک قول بک کر شریعت مطہرہ کے خلاف کا دروازہ آئندہ کیلئے بھی کھول دیا"۔ (ملفوظات مشائخ مارہرہ، ص ۶۹)

## لنگڑا پاکستان:

نواب احمد رضا خان صاحب کے خلیفہ مولوی نعیم الدین مراد آبادی کہتے ہیں کہ:

"چند فاش غلطیاں بھی کیں جن کی بناء پر بقول مولانا حسرت موہانی مرحوم "لنگڑا پاکستان" بنا"۔ (حیات صدر الافاضل: ص ۱۹۲)

## سنی علماء میں سے کوئی بھی مسلم لیگ کا ممبر نہیں، نہ جناح کی قیادت قبول ہے:

مفتی وقار الدین بریلوی لکھتے ہیں کہ:

"سنی علماء میں سے کوئی بھی مسلم لیگ کا ممبر نہیں بنا اور نہ محمد علی جناح کی قیادت کو قبول کیا"۔ (وقار الفتاویٰ: ج ۱، ص ۸)

## ۱۹۴۶ء تک پاکستان کی مخالفت میں بریلویوں کے جلسے:

ڈاکٹر اوشا سانیال لکھتی ہیں:

"مارہرہ میں محمد میاں نے ۱۹۴۶ء میں جماعت اہلِ سنت کی تشکیل کیلئے اجتماع منعقد کیا تھا، جس میں پاکستان کے نظریہ کی مخالفت کی گئی تھی، یہ عرس محمد میاں کے والد کا تھا"۔ (عقیدت پر مبنی سیاست، ص ۱۱۲)

## مسلم لیگ کے تمام قائدین وکارکنان مرتدین ہیں، معاذ اللہ:

حشمت علی رضوی بریلوی لکھتا ہے:

''۶-(الف) قرآنِ عظیم نے عموماً تمام کفار ومشرکین ومرتدین کو ہمارا قطعی دشمن و بدخواہ بتایا ہے یا اُن مرتدین ومشرکین کو جو مسلم لیگ یا کانگریس کے سربراہِ کار بنے ہوئے ہیں الگ کرلیا ہے؟ (ب) قرآنِ حکیم نے مطلقاً سب کفار ومشرکین ومرتدین سے موالات کفر وحرام بتائی ہے یا اُس میں اُن مرتدین ومشرکین کا استثناء ہے جو مسلم لیگ یا کانگریس کے اراکین اور کرتا دھرتا بنے ہوئے ہیں؟ (ج) قرآنِ کریم نے مطلقاً سب کفار ومشرکین ومرتدین کو بدترین خلق اور ہر ذلیل سے ذلیل تروں میں داخل فرمایا ہے یا اِس حکم میں سے اُن مرتدین وملحدین ومشرکین کو مستثنیٰ فرما دیا ہے جو پیشوایانِ مسلم لیگ یا مقتدایانِ کانگریس بنے ہوئے ہیں؟ (د) کافروں کو مددگار بنانا قرآنِ عظیم نے صاف حرام فرمایا ہے، اِس حکمِ قرآنی میں ہر کافر ومشرک ہر مرتد ہر زندیق ہر ملحد داخل ہے یا نہیں، بیّنوا اتوجروا''۔ (ستر باادب سوالات، ص ۴، ۵)

## مسٹر جناح بحکمِ شریعت کافر ومرتد ہیں:

مظہر اعلیٰ حضرت حشمت علی رضوی لکھتا ہے:

''جب تک وہ مسلم لیگ سے جو کھلے ہوئے بدمذہبوں لامذہبوں بددینوں بے دینوں مرتدوں کافروں کی بنائی ہوئی ایک چکڑی ہے اور مسٹر جینا سے جو نیچری اور اثنا عشری رافضی ہونے کے سبب بحکمِ شریعتِ مطہرہ کافر ومرتد ہیں مدد نہ لیں''۔ (ستر باادب سوالات، ص ۱۶، ۱۷)

## مسلم لیگ کو مسلم لیگ سمجھنا ہی کفر ہے:

''جبکہ مسلم لیگ کے نزدیک وہ سب مرتد و بے دین فرقے بھی مسلمان ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان بتاتے ہیں یا گورنمنٹی مردم شماری میں مسلمان لکھے جاتے ہیں تو صحیح معنیٰ میں اس کو مسلم لیگ سمجھنا مسلم لیگ کہہ کر اس سے شرعی معنیٰ میں مسلمانوں ہی کی جماعت مراد لینا ضلالِ قبیح بلکہ کفرِ فضیح ہے''۔ (ستر باادب سوالات، ص ۲۳)

## مسلم لیگ والے دائرۂ اسلام سے خارج ہیں احمد رضا خان کے پیر ومرشد گھرانے کا فتویٰ:

''جناب اشتیاق احمد صاحب بریلوی اپنے اسی مضمون ''سنّی کانفرنس کی ضرورت'' کے اخیر میں فرماتے ہیں اگر ان سوالات کی...... مستفسر عزیز نے مارہرہ کے ان بزرگ کی ترجمانی فرمائی ہے، جو ہندوستان بھر کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کی شرکت کی بنا پر دائرۂ اسلام سے خارج کرنے کی شبانہ روز کوشش کرتے رہتے ہیں اور بجز اپنے مقدس وجود کے یا اپنے ایک آدھ حواری کے دوسرے کو مسلمان نہیں سمجھتے تو سنّی کانفرنس کا زاویۂ نگاہ اتنا تنگ نہیں ہوگا کہ وہ اپنے اعضاء کی قطع و برد میں مصروف ہوجائے، غرض یہ ہے کہ اس عبارت میں مارہرہ کے ان بزرگ سے حضرت بابرکت تاج

العلماء سراج العرفاء وارث الاکابر الاسیاد بالاستحقاق والانفراد حامی السنن ماحی الفتن مولانا الحافظ المفتی السید الشاہ اولادِ رسول محمد میاں صاحب قبلہ قادری برکاتی قاسمی دامت برکاتہم القدسیہ تاجدار سجادہ عالیہ قادریہ برکاتیہ سرکارِ کلاں مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ ہی کو مراد لیا گیا ہے یا نہیں؟ رسالہ مبارکہ مسمّیٰ بنامِ تاریخی احکامِ نوریہ شرعیہ برمسلم لیگیہ حضرت والا کی خدمتِ گرامی میں بھی حاضر کیا جا چکا ہے، اس کے پہلے ہی سوال کے جواب کو ملاحظہ فرما کر ارشاد ہو کہ مضمون نگار کانفرنس صاحب نے حضرت بابرکت سجادہ نشین سرکارِ مارہرہ مطہرہ دام ظلہم الاقدس پر مسلمانوں کو کافر کہنے کا سخت ملعون افتراء کیا یا نہیں؟ اور خود حضرت والا کا اس مضمون کی تصدیق وتوثیق فرمانا مخالفِ شان والا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا"۔

(ستر باادب سوالات، ص ۴۵،۴۶)

## مزید کفر کے فتوؤں کی بوچھاڑ:

''مسلم لیگی اخبار الامان دہلی ۳۱ رنومبر ۱۹۳۹ء کے صفحہ ۳ پر مسلمانانِ ہند کے نام مسٹر جینا کا پیغام عید شائع ہوا ہے، اس میں وہ کہتا ہے، قرآن پاک میں انسان کو خلیفۃ اللہ کہا گیا ہے اگر انسان کے متعلق اس بیان کو کوئی اہمیت ہے تو اس بنا پر ہمارے اوپر قرآن پاک کی پیروی کا ایک فرض عائد ہوتا ہے کہ دوسروں کے ساتھ وہ سلوک کریں جو اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسان کے ساتھ کیا ہے، وسیع ترین مفہوم کے لحاظ سے یہ فرض محبت ورواداری کا فرض ہے اور یقین فرمائیے یہ فرض کوئی سلبی فرض نہیں بلکہ ایک اثباتی فرض ہے، اگر اللہ کی مخلوق کے ساتھ وہ چاہے جس ملت سے تعلق رکھتے ہوں محبت ورواداری پر ہمارا عقیدہ ہے تو ہمیں اپنے روزمرہ کے سیدھے سادے فرائض اور خاموش تقوی کے سلسلے میں اس عقیدے پر کاربند ہونا چاہیئے۔ اس عبارت میں مسٹر جینا نے صاف صاف بتادیا کہ مسلمانوں پر صرف اتنا ہی فرض نہیں کہ وہ کسی کافر کسی لامذہب کسی مرتد کسی بے دین کے ساتھ عداوت رکھیں بلکہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ہر کافر ہر مرتد ہر لامذہب ہر بے دین کے ساتھ محبت رکھیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ اللہ عزوجل بھی نوعِ انسان کے ساتھ یہی سلوک کررہا ہے یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کو بھی ہر مذہب وملت کے انسان کے ساتھ محبت ہے۔

(الف) اب عرض ہے کہ کفار ومشرکین ومرتدین کے ساتھ محبت والفت ووِداد کا حرام وناجائز ہونا ضروریاتِ دین میں سے ہے یا نہیں؟

(ب) مسٹر جینا نے جملہ کفار ومشرکین ومرتدین کے ساتھ الفت ومحبت کو صرف جائز ہی نہیں، بلکہ فرض بتایا ایسا کہنے والا کافر ومرتد ہے یا نہیں؟

(ج) یہ مسئلہ بھی ضروریاتِ دین میں سے ہے یا نہیں کہ ہر کافر ہر مشرک ہر مرتد بلا استثناء اللہ عزوجل کا دشمن ہے اور اللہ عزوجل ہر کافر ہر مشرک ہر مرتد کا دشمن ہے۔

(ھ) مسٹر جینا نے یہ کہا کہ اللہ عزوجل کو ہر مذہب وملّت کے ہر انسان کے ساتھ محبت ہے، ایسا کہنے والا بھی شرعاً قطعی یقینی کافر ومرتد ہے یا نہیں؟ بیّنو اتوجروا''۔

(ستر باادب سوالات، ص ۲۳، ۲۴)

''مسلم لیگی اخبار حق لکھنو۱۰ر دسمبر ۱۹۳۸ء میں ہے، مسلم یونیورسٹی یونین میں مسٹر جینا کی تصویر کی نقاب کشائی کے جلسے میں تقریر کرتے ہوئے جناب میر غلام بھیک صاحب نیرنگ نے کہا مسٹر جناح نے ان کو علی گڑھ اس لئے بھیجا ہے تا کہ وہ طلبہ کو یہ پیغام پہنچادیں کہ انہیں مایوس نہ ہونا چاہیئے، اس کے بعد کہا کہ مسٹر جناح مسلمانوں کے سیاسی پیغمبر ہی، ارشاد فرمایا جائے کہ مسٹر جینا کو مسلمانوں کا سیاسی پیغمبر کہنے والا بحکم شریعتِ مطہرہ قطعاً یقیناً کافر ومرتد ہے یا نہیں؟ بیّنو اتوجروا۔

۳۴-کتاب ''محمد علی جناح'' شائع کردہ مکتبۂ لیگ بھنڈی بازار بمبئی مصنفہ عبد العزیز بی۔ ایس۔ سی مسلم لیگی کے صفحہ ۲۵۰ پر ہے: ان کی (یعنی مسٹر جینا کی) اس ملکی خدمت بے لوث اور بے باک لڑائی کے اعزاز میں بمبئی کے لوگوں نے جناح ہال فنڈ قائم کیا، جناح ہال کی بنیاد رکھی گئی جس کی تکمیل ۱۹۳۱ء میں ہوئی، جناح ہال کی رسم افتتاحیہ مسز سروجنی نائیڈو نے کی اور اسی دن یہ تار پیرس میں مسٹر محمد علی جناح کو بھیجا گیا'' پیغمبر کی زندگی ہی میں اس کی قوم اس کی قدر پہچانتی ہے''۔ اس تار کے دینے والوں نے اپنے آپ کو مسٹر جینا کی امت اور مسٹر جینا کو اپنا پیغمبر کہا یا نہیں اور وہ سب کے سب کافر ومرتد ہو گئے یا نہیں اور جن لوگوں نے اس کفریہ ملعونہ کو مسٹر جینا کا اعزاز سمجھ کر اس کے مناقب میں بطور تفاخر ومباہات شائع کیا وہ سارے کے سارے مسلم لیگی بھی بحکم شریعتِ مطہرہ قطعی یقینی کافر ومرتد ہو گئے یا نہیں؟ بیّنو اتوجروا''۔

(ستر باادب سوالات، ص ۲۳، ۲۴)

''۳۷-مسلم لیگ کے گجراتی آرگن مسلم ٹائمس بمبئی ۱۱ر ستمبر ۱۹۴۵ء کے پہلے صفحے پر ایک مضمون شائع ہوا ہے، جس کی سرخی قائد اعظم کا راضی نامہ ہے، اس سے ظاہر ہے کہ مسٹر جینا بمبئی کی اثنا عشری رافضی خوجہ جماعت کا ایک فرد ہے اور اس نے اس کی مجلس مشاورت میں شریک ہونے سے صرف اسی بنا پر راضی نامہ (یعنی استعفیٰ) دیا ہے کہ اپنی کثرت کار کے سبب اس کے اجلاسوں میں شرکت کی فرصت نہیں ملتی، جب کہ اثنا عشری رافضی قرآن عظیم کو ناقص اور ائمہ اہلبیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضرات انبیائے سابقین علیہم الصلاۃ والسلام سے افضل ماننے اور ان کفریات قطعیہ یقینیہ کے معتقدین کو اپنے ائمہ مجتہدین ومنظمین جاننے کے سبب بحکم شریعت مطہرہ قطعاً ویقیناً کافر ومرتد ہیں تو اثنا عشری رافضی اور نیچری کو مسلمانوں کا واقعی قائد اعظم یعنی سب سے بڑا یا بہت بڑا رہنما کہنا بحکم شریعت مطہرہ حرام وکفر ہے یا نہیں؟ بیّنو اتوجروا۔

۳۸-مسلم لیگی اخبارات وحدت دہلی والامان دہلی وخلافت بمبئی واقبال بمبئی وانقلاب بمبئی وغیرہا میں اور خود مسلم لیگ کے اردو آرگن اخبار منشور دہلی میں مرتد اشرف علی تھانوی کو حکیم الامۃ اور امام تھانوی اور نور اللہ مرقدہ چھاپا جارہا ہے، مرتد قاسم نانوتوی کو مرحوم مغفور شائع کیا جارہا ہے، مرتد محمود حسن دیوبندی کو شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ لکھا جارہا ہے، نیچری اور اثنا عشری رافضی مسٹر

جینا کو قائد اعظم اور قائد ملت اسلامیہ لکھا جا رہا ہے، مرتضیٰ حسن در بھنگی و شبیر احمد دیو بندی و ظفر احمد تھانوی وغیرہم دیو بندی مرتدوں کو علمائے اسلام بتایا جا رہا ہے، یہ سب کلمات بحکم شریعتِ مطہر یہ ضلالِ شنیع اور کفر قطعی ہیں یا نہیں؟ بینوا اتوجروا"۔

(ستر باادب سوالات، ص ۲۷)

## مسٹر محمد علی جناح کی کفریات، معاذ اللہ، بقلم خلیفہ احمد رضا نیز پاکستان سے لو لگانا حرام ہے:

"اسی ہلال بمبئی ۹/ اکتوبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۳ پر ہے **عین رمضان مبارک میں جب گاندھی سے مسٹر جناح گفت وشنید میں مشغول تھے تو تمام فوٹو گرافروں نامہ نگاروں اور دوسرے لوگوں کے سامنے سگریٹ اور چائے وغیرہ پیتے تھے، پھر لکھتے ہیں گفت وشنید کے دنوں میں اتفاق سے یوم سیدنا علی رضی اللہ عنہ آگیا، اس روز گفتگو معطل رکھنے کے لئے مسٹر جناح نے جو دلیل پیش کی تھی وہ یہ تھی کہ یہ اسلام میں سب سے اہم دن ہے۔** اب حضرت والا شرعی فتویٰ صادر فرمائیں کہ جو شخص حرمتِ اسلام کی ہتک کرنے میں اس قدر بے باک ہے کہ رمضان مبارک میں دن کے وقت فوٹو گرافروں نامہ نگاروں اور تمام تماشائیوں کے سامنے علانیہ کھلم کھلا چائے اور سگریٹ پیتا ہے اور حضرت سیدنا مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روز شہادت کو اسلام میں سب سے اہم دن بتانے کا کھلا ہوا رافضیانہ کفر قطعی بکنے میں کچھ بھی نہیں جھجکتا، جو صاف صاف کہتا ہے کہ مسلم لیگ میں شیعوں کی زبردست اکثریت شامل ہے، جو علی الاعلان کہتا ہے کہ مسلم لیگ میں شیعوں کے حقوق و مفادات خاص طور پر محفوظ ہیں، جو واشگاف کہتا ہے کہ مسلم لیگ شیعوں کے عقائد و جذبات کی حفاظت کرے گی، جو خود سول میرج کرکے دین ومذہب سے بیزار ہو چکا ہے، جو آیت کریمہ **وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُم بِأَفْوَاهِكُمْ ۖ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ** ○ (اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا بنایا یہ (یعنی لے پالک کو اپنا بیٹا بتانا) تمہارے اپنے منہ کا کہنا ہے اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے) اور آیتِ کریمہ **يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ** (اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے) سے منہ پھیر کر نو مسلم اقوام کی لڑکیوں کو ورثے سے محروم اور لے پالک کو بیٹے ہی کی طرح وارث قرار دینے کے لئے ہندو دھرم کی منوسمرتی کے بتائے ہوئے قانون کی حمایت کر چکا کہ جہاں تک ترکے اور وصیّت اور لے پالک بنانے کا تعلّق ہے شریعت کا قانون صرف انہیں لوگوں کے لئے نافذ ہونے کے قابل ہے جو رواج پر عمل کرتے ہیں، بشرطیکہ پہلے کچہری میں جا کر یہ اعلان کر دیں کہ ہم مسلمان ہیں اور اپنے ڈیکلریشن میں درخواست کریں کہ ہمارے معاملے میں رواج کے بدلے شریعت کے قانون کا نفاذ کیا جائے، پھر کچہری میں یہ ڈیکلریشن دینے والے مقرر کردہ فیس بھی داخل کریں اور جو مسلمان ایسا کرنے کا موقع نہ پائے یا کسی وجہ سے ایسا نہ کر سکے تو اس پر شریعت کا قانون نافذ نہ ہو، بلکہ ہندو قانون یا مخالفِ شریعت رواج کے مطابق اس کے مال و جائداد میں تصرّف کیا جائے، جو قرآن عظیم کی سورہ بقرہ شریف و سورہ نساء شریف و سورہ

نور شریف و سورہ طلاق شریف و سورۂ ممتحنہ شریف وغیرہا کی بکثرت آیات مبارکہ کو یکسر جھٹلا کر شارد ابل جیسے منافیٔ شریعت قانون کی حمایت میں صاف کہہ چکا کہ بیاہ شادی کے معاملے کو مذہب سے کوئی تعلق ہی نہیں، اسلامی قانون میں تو بیاہ شادی محض ایک باہمی خالص معاہدہ ہے کہ جس طرح چاہو آپس میں طے کرلو، جو آیت مبارکہ **وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ښ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ** ○ (یعنی اور شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہوجائیں اور بے شک مسلمان لونڈی مشرکہ سے اچھی ہے، اگرچہ وہ تمہیں بھاتی ہو اور مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بے شک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے، اگرچہ وہ تمہیں بھاتا ہو، وہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اپنے حکم سے اور اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں) اور آیت مبارکہ **وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ** (اور حلال ہوئیں پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی، جب تک انہیں ان کے مہر دو قید میں لاتے ہوئے نہ مستی نکالتے اور نہ آشنا بناتے) اور آیت مبارکہ **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَاۗءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ** (یعنی اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے، پھر اگر وہ تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو، نہ یہ انہیں حلال نہ وہ انہیں حلال) ان سب ارشادات الہیہ کی کھلم کھلا تکذیب کر کے کہہ چکا کہ یہ قانونِ قرآنی زمانہ حال کی مصلحتوں اور اس وقت کی موجودہ ضرورتوں کے مطابق نہیں۔ یہ بھی کہہ چکا کہ معاہدہ وتقریروشہادت اور مسلم و کافر کے درمیان وراثت قائم نہ رہنے کے وہ قوانینِ اسلامیہ قرآنیہ جن پر انگریزی حکومت نے مسلمان کہلانے والے ممبروں ہی کے چیخنے چلانے کی وجہ سے عمل درآمد چھوڑ دیا ہے، وہ سب اسلامی قوانین بھی زمانہ حال کی مصلحتوں اور وقت کی موجودہ ضرورتوں کے خلاف تھے، جس طرح ان کو منسوخ کردیا گیا اسی طرح یہ قانون جو قرآن نے بتایا کہ مسلمان مرد کا مسلمہ و یہودیہ ونصرانیہ کے سوا کسی اور عورت سے اور مسلمان عورت کا مسلمان کے سوا کسی اور مرد سے نکاح نہیں ہوسکتا، یہ بھی زمانہ حال کی مصلحتوں اور موجودہ ضرورتوں کے خلاف ہے، زمانہ حاضر کے احساسات کے بھی مخالف ہے، ملک ہندوستان اور قومِ مسلم کے لئے مفید یہی ہے کہ اس قرآنی اسلامی قانون کے خلاف مسلمان مرد کو ہر کافرو مشرکہ زندیقہ عورت سے اور مسلمان عورت کو ہر کافر مشرک زندیق مرد سے شادی

کی اجازت دی جائے، یہی انصاف بھی ہے اور یہی روشن خیالی تعلیم یافتگی ترقی پسندی کا مقتضیٰ بھی ہے، یعنی مسلمان مرد کی شادی مسلمہ ونصرانیہ و یہودیہ کے سواکسی اور عورت سے اور مسلمان عورت کی شادی مسلمان مرد کے سواکسی اور مرد سے نہ ہو سکنے کا قانون جو قرآن پاک نے بتایا ہے اس پر اس زمانے میں عمل نہیں ہوسکتا، قرآن عظیم کا مقرر فرمایا ہوا یہ قانون ظلم ہے، تاریک خیالی جہالت تنزل پسندی کا مقتضیٰ ہے، جوصاف کہہ چکا کہ اگرچہ جس قوم کا میں نمائندہ ہوں اس قوم مسلم کی اکثریت ہرگز اس پر راضی نہیں کہ قرآن عظیم کے بتائے ہوئے قانون کے خلاف مسلمان مرد کو مسلمہ و یہودیہ ونصرانیہ کے سواکسی اور عورت سے یا مسلمان عورت کو کسی غیر مسلم مرد سے شادی کی اجازت دی جائے، مگر چونکہ میں خود اپنی دلی اعتقادات سے اسی اجازت دیے جانے کو صحیح و درست اور ملک وقوم کے لئے مفید اور زمانۂ حاضرہ کے احساسات کے مطابق اور زمانۂ حال کی مصلحتوں اور روقت کی موجودہ ضرورتوں کے موافق سمجھتا ہوں، لہٰذا جس قوم نے مجھے ووٹ دے کر اپنا نمائندہ بنا کر کونسل میں بھیجا ہے، میں تو اس قوم کے بھی دین و مذہب کو کچل کر اس قوم کے مذہبی جذبات ومطالبات کو بھی ٹھکرا کر اس قوم کی دینی مذہبی آسمانی کتاب قرآن پاک کے ارشادات کو بھی جھٹلا کر اپنا فرض یہی سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کے لئے بھی اسی اسپیشل میرج ایکٹ نافذ کیے جانے کی کھلم کھلا تائید کروں، (جو بحکمِ شریعتِ مطہرہ مسلمانوں کے حق میں کھلی ہوئی زناکاری جائز کر دینے کا قانون ہے)، جوصاف صاف کہہ رہا ہے کہ **سب مسلمان ہیں اور اب میں کوئی تخصیص آپس میں یا تفریق دیکھنا پسند نہیں کرتا۔** (مسلم لیگی اخبار بیدار بمبئی ۱۰ر دسمبر ۱۹۴۵ء) جوصاف صاف چیخ رہا ہے کہ **دوستو! اپنے چھوٹے چھوٹے فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھ دو اور عظیم تر قومی مقاصد کو اپنے پیش نظر رکھو۔** (مسلم لیگی اخبار اقبال بمبئی ۵ر دسمبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۲) جوصاف صاف چلا رہا ہے کہ **میں علماء کے اقتدار کو ختم کر چکا ہوں** (مسلم لیگ کا اردو آرگن منشور دہلی صفحہ ۲) جوصاف صاف پکار رہا ہے کہ **مسلمانوں کی وہ قوم ہے جو عقیدۃً و عملاً تمام بنی نوع انسان سے مساوات اور اخوت کا برتاؤ کرتی ہے** (مسلم لیگ کا اردو آرگن منشور دہلی ۱۱ر نومبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۳) اللہ عزوجل تو فرما رہا ہے **لَا يَسْتَوِيٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۔ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ** یعنی دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں جنت والے ہی مراد کو پہنچے۔ لیکن اس فرمانِ الٰہی کو جا بجا کثیر آیاتِ مقدسہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے، صاف صاف مسٹر جینا جھٹلا رہا ہے اور مسلمانوں کو یہ کفری سبق پڑھا رہا ہے کہ مسلمان ہر کافر ہر مشرک ہر مرتد ہر زندیق کو صرف عملاً ہی نہیں بلکہ عقیدۃً بھی مسلمانوں کے برابر اور مسلمانوں کا بھائی سمجھے، کیا سنی مسلمانوں کو اس پر اس کو اپنا رازدار، مشکل کشا، مددگار رہنما بنانا، اس سے اپنی مذہبی خیر خواہی کی امید رکھنا، اس کے گڑھے ہوئے پاکستان سے سنی مسلمانوں کی دینی مذہبی بھلائیوں کی لو لگانا حرام ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

(ستر باادب سوالات، ص ۴۶ تا ۵۱)

## لیگی لیڈر زنا کا دروازہ کھول رہے ہیں:

مظہر اعلیٰ حضرت حشمت علی رضوی لکھتے ہیں:

''اول تو لیگی لیڈروں نے جو خلع بل پاس کرایا وہی حرام کو حلال کرنے اور زنا کا دروازہ کھولنے کے لئے کیا کم تھا، پھر جب بعض ممبروں کی طرف سے خلع بل کی کچھ مرہم پٹی کے لئے قاضی بل پیش کیا گیا کہ مسلمانوں کے جو مقدمات خلع بل کے ماتحت ہوں ان کا فیصلہ کرنے کے لئے مسلمان قاضی مقرر کیا جائے تو لیگی ممبروں نے اسے بھی پاس نہ ہونے دیا''۔

(ستر باادب سوالات، ص ۵۴)

## پاکستان کا ہولناک منظر:

''ہمارے پیارے سنی مسلمان بھائی اس وقت کا تصور کریں جب خدا نہ کرے کہ ان لیگیوں کو پاکستان اور کانگریسیوں کو ہندواستھان مل گیا ہوگا آہ کیسا ہولناک منظر ہے''۔ (ستر باادب سوالات، ص ۷۲)

یہ بد بخت فرقہ تو ماضی میں خدا نہ کرے کی دعائیں کر کے پاکستان نہ بننے کی تمنا کرتا تھا، اب کس منہ سے پاکستان بنایا تھا اور پاکستان بچائیں گے کہ نعرے لگاتے ہیں؟ یہ کل بھی اس ملک کے دشمن تھے اور آج بھی اس ملک کے دشمن ہیں!!!!

## پاکستان کا مطالبہ ناپاک ہے:

''للہ انصاف! کیا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ دیندار مسلمان ایسے ناپاک مطالبہ پاکستان کو ذرا دیر کیلئے بھی پسند کر سکتا ہے؟''

(ستر باادب سوالات، ص ۷۳)

اس عبارت میں رضاخانیوں نے پاکستان کیلئے اپنے ناپاک عزائم کا کھل کر اظہار کیا ہے اور واضح کر دیا کہ کوئی بھی مسلمان ایک لمحہ کیلئے بھی پاکستان کو برداشت نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ ایک ''ناپاک ریاست'' ہے، معاذ اللہ!

## نجس پاکستان کا مطالبہ کرنے والے بے دین ہیں، معاذ اللہ:

''اس نجس مطالبہ پاکستان کی حمایت کرنے والوں اور اس کو پسند کرنے والوں، اس کی تائید کرنے والوں، اس کی دینی اہمیت بتانے والوں سب کی رضا سے احکام کفر ملک کے بڑے حصہ میں جاری ہوں گے کہ یہی لوگ اس تقسیم ملک پر راضی ہوئے، احکام کفر پر رضا کفر یا کم از کم سخت بے دینی ہے''۔ (ستر باادب سوالات، ص ۷۴،۷۳)

## اعلیٰ حضرت نے پچیس سال پہلے پاکستان کا رد کیا:

مظہر اعلیٰ حضرت حشمت علی رضوی اپنے اعلیٰ حضرت نواب احمد رضا خان کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''للہ الحمد کہ یہ بھی میرے آقا نعمت دریائے رحمت مرشد برحق حضور پرنور امام اہلسنت مجدد اعظم دین وملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ عبد المصطفیٰ محمد احمد رضا خان...... کی ایک زبردست کرامت جلیلہ قاہرہ ہے کہ آج سے پچیس برس پیشتر اس وقت

مطالبہ پاکستان کا رد قاہر وابطال باہر فرمادیا جس وقت کہ خود لیگی لیڈران بھی گاندھی و کانگریس کی محبت ووداد، اطاعت و انقیاد میں ڈوبے ہوئے تھے"۔ (ستر باادب سوالات،ص ۸۰)

## پیر جماعت علی شاہ کا تحریک پاکستان میں کردار مشکوک ہے:

چوراشریف والے اس تحریک مسجد شہید گنج میں پیر جماعت علی شاہ کی انگریز نوازی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس عبارت کا ایک ایک لفظ پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی بے بصیرتی کا نوحہ کر رہا ہے، اس پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ ہر بات واضح ہے کہ کون کس کے ہاتھوں میں کھیل کر مسلمانوں کے جذبات کا سودا کر رہا تھا، اس تحریر نے پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے تحریک پاکستان میں کردار کو بھی مشکوک بنادیا ہے، جس کا بہت چرچہ کیا جاتا ہے اور تحریک پاکستان میں ان کے کردار کو نمایاں کیا جاتا ہے"۔ (اثبات النسب،ص ۱۵۸)

## مولانا نورانی اور ان کے اکابر تحریک پاکستان کے بدترین دشمن تھے:

ہمارے پاس روزنامہ جسارت کا جمعہ کا خصوصی ایڈیشن کا ہے، جس میں احمد سعید قریشی صاحب نے ناقابل تردید ثبوتوں کے ساتھ بریلویوں کی پاکستان دشمنی کو بےنقاب کیا ہے، اس شمارے کا سکین بھی ہم نیٹ پر جاری کر چکے ہیں، مضمون میں دیے گئے بہت سے حوالہ جات ہم نے ماقبل میں بھی نقل کر دیے ہیں۔

### خلاصۂ کلام:

(۱) قائد اعظم بددین ہے اسے قائد اعظم کہنا سخت شنیع وحرام ہے۔
(۲) دوزخ کا کتا ہے معاذ اللہ۔
(۳) نام نہاد سراپا فسادی پاکستان۔
(۴) لیگ والے مرتد ہیں فوراً ان سے الگ ہو جائیں۔
(۵) علماء کرام کو لیگ کا کھلم کھلا رد کرنا چاہیئے۔
(۶) مسلم لیگ نہیں مظلم لیگ۔
(۷) تحریک پاکستان کی حمایت کرنا حرام ہے۔
(۸) پاکستان اسلام سوز ہے اس کی اصل نیچریت والحاد ہے۔
(۹) قائد اعظم شیعہ بوہرہ کافر ہے، معاذ اللہ۔
(۱۰) مسٹر جناح عقائد کفریہ کی بناء پر خبیث مرتد ہے، معاذ اللہ۔

## احمد سعید کاظمی صاحب کا صریح جھوٹ:

ما قبل کے فتاویٰ سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ علمائے بریلی نے مسلم لیگی اور لیگیوں کی کھل کر تکفیر کی، اب بریلوی غزالی دوراں اور رازی زماں کے اس جھوٹ کو بھی ملاحظہ ہو:

''علماء اہلِ سنت پر تکفیر کے الزام کا جواب

علماء اہل سنت پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے علماء دیوبند کو کافر کہا، رافضیوں، نیچریوں، وہابیوں، بہائیوں حتیٰ کہ ندویوں، کانگریسیوں، لیگیوں بلکہ تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا، گویا بریلی میں کفر کی مشین لگی ہوئی ہے جس کے نشانے سے کوئی مسلمان نہیں بچ سکا۔

اس کے جواب میں بجز اس کے کیا کہا جائے کہ {سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ}

(۴) سو کسی مسلمان کو کافر کہنا مسلمان کی شان نہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ مسلمان کو کافر کہنے کا وبال کافر کہنے والے پر عائد ہوتا ہے''۔ (الحق المبین ص ۴۳ مکتبۃ المدینہ)

جناب کاظمی صاحب یہ بہتان نہیں، بلکہ حقیقت ہے آپ نے اگر ان فتاویٰ سے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لی ہیں تو اس میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں !!!!

## اس تاریخ کو کس طرح مسخ کیا جا رہا ہے اس کی ایک جھلک:

شاہ تراب الحق قادری نے ایک کتاب لکھی ''تخلیق پاکستان میں علمائے اہلسنت کا کردار'' جو کہ جمعیت اشاعت اہلسنت کاغذی بازار کراچی سے شائع ہوئی۔ اس کے اندر اپنے گھر کے جھوٹے حوالوں کے ذریعہ جس قدر جھوٹ بولے گئے اسے پڑھ کر جھوٹ کو جائز سمجھنے والا فرقہ خطابیہ بھی سر پکڑ کر بیٹھ جائے۔

موصوف کے ہاتھوں پہلی دفعہ یہ انکشاف ہوا کہ مصور پاکستان علامہ اقبال نہیں، بلکہ عبد القدیر بدایونی بریلوی تھے۔

(کتاب مذکور ص ۱۷)

علامہ اقبال نے فتاویٰ رضویہ کا عمیق مطالعہ کرنے کے بعد دو قومی نظریہ اپنایا۔ (کتاب مذکور ص ۱۷)

حالانکہ ہم پوری دنیائے رضاخانیت کو چیلنج کرتے ہیں کہ علامہ اقبال مرحوم نے کبھی فتاویٰ رضویہ دیکھی بھی نہیں تھی!...... پڑھنا تو بہت دور کی بات...... اور علامہ اقبال کے ساتھ جو تم نے کیا وہ بھی پیچھے گذر چکا ہے، اگر کسی اہلِ بدعت کے فرزند میں جرأت ہے تو کسی مستند حوالے سے ثابت کرے کہ علامہ اقبال نے کبھی فتاویٰ رضویہ دیکھی تھی!!!! (پڑھنا ہم خود بخود تسلیم کر لیں گے)

سید وجاہت رسول قادری صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا بھی اسی جھوٹ کو یوں بیان کرتے ہیں:

''علامہ اقبال اور قائد اعظم نے بھی ان (احمد رضا۔ ساجد) کی پیروی کی''۔ (انوار رضا کا تاجدار بریلی نمبر ۲۰۰۳ء ص ۲۰)

اب ذرا اس جھوٹ کے مقابلے میں سچ بھی خود بریلوی محقق کے قلم سے ملاحظہ فرمالیں، ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ڈاکٹر اقبال جیسے دانشور کی عقابی نظروں سے امام احمد رضا قادری کی علمی شخصیت اور ان کی علمی کتابیں اوجھل رہ گئیں، باعثِ تعجب ہے! اس سلسلے میں جہاں تک میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر اقبال کو امام احمد رضا قادری سے

دور رکھنے میں ان کے مخالفین کا زیادہ ہاتھ تھا''۔ (امام احمد رضا کے افکار و نظریات، ص ۶۶، ۶۷)

جب ڈاکٹر اقبال نے کبھی احمد رضا خان کی کسی کتاب کا مطالعہ ہی نہیں کیا، ان کو احمد رضا خان کی کچھ خبر ہی نہ تھی تو پھر آخر یہ جھوٹ کس بنیاد پر پھیلایا جا رہا ہے کہ ڈاکٹر اقبال نے نواب احمد رضا خان سے متاثر ہو کر دو قومی نظریہ پیش کیا؟

جب نواب احمد رضا خان خود بقول حشمت علی رضوی کے مطالبہ پاکستان ہی کے سخت مخالفت تھے تو خان صاحب سے متاثر ہو کر کوئی دو قومی نظریہ اور مطالبہ پاکستان کس طرح پیش کر سکتا ہے؟؟؟؟

کسی سید انور علی ایڈووکیٹ کے حوالے سے یہ جھوٹ بولا گیا کہ سب سے پہلے نظریہ پاکستان علمائے اہلسنت کی طرف سے پیش کیا گیا اور اس کیلئے مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے ۱۹۲۵ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد رکھی۔ (کتاب مذکور ص ۱۷)

حالانکہ یہ بھی شرمناک جھوٹ ہے۔ ہم ماقبل میں ثبوت دے چکے ہیں کہ پاکستان کی حمایت کیلئے آل انڈیا سنی کانفرنس کا سب سے پہلا اجلاس ۱۹۴۵ میں ہوا اور وہ بھی پاکستان کی حمایت میں نہیں، بلکہ عام اجلاس تھا جس میں پیر جماعت علی شاہ نے پاکستان اور مسلم لیگ کی بات رکھی تو اس پر قائد اعظم اور مسلم لیگ پر کفر کے فتوے لگے اور مولانا نعیم الدین نے آ کر حالات کو سنبھالا۔

دو قومی نظریہ کا بانی نواب احمد رضا خان کو کہنے والوں میں اگر جرأت ہے تو احمد رضا خان کی کسی تحریر کا حوالہ دو، جس میں اس نے ''دو قومی نظریہ'' کا لفظ استعمال کیا ہو، یا یہ کہا کہ ہندو اور مسلمان چونکہ الگ الگ قومیں ہیں، لہٰذا اس بنیاد پر ہندوستان کی تقسیم کی جائے، ہم ماقبل میں ثابت کر آئے ہیں کہ نواب احمد رضا خان نے نہ صرف مسلم لیگ پر کفر کا فتویٰ دیا، بلکہ تقسیم کا مطالبہ کرنے والوں کو بھی کافر کہا!!

ڈاکٹر اوشیا سانیال لکھتی ہے:

> ''میں ۱۹۴۶ء والے اجلاس سے متعلق کچھ گفتگو کرنا چاہوں گی، جس میں پاکستان کے مسئلہ پر بحث ہوئی تھی، رپورٹ کے مطابق اس اجلاس میں (۵۰۰۰) مشائخ (۷۰۰۰) علماء اور دو لاکھ سنی افراد شریک ہوئے، قائدین میں سے مولانا نعیم الدین مراد آبادی، مولانا مصطفیٰ رضا خان (مولانا احمد رضا خان کے چھوٹے بیٹے)، مولانا ظفر الدین بہاری اور سید محمد اشرف جیلانی کچھوچھوی شریک تھے۔ آخر الذکر نے اجلاس کے سامنے استقبالیہ کلمات پیش کیے۔ بدقسمتی سے نہ ہی سید محمد اشرف جیلانی کے خطبے سے اور نہ ہی اجلاس میں منظور کی گئی قرار دادوں سے اس جلاس کے موقع پر ہونے والے بحث و مباحثے کا کوئی اندازہ ہوتا ہے، اسی طرح پاکستان کے مسئلہ پر بھی اس میں کوئی بات شامل نہیں ہے، جو اجلاس کے چند ہی سالوں بعد وجود میں آنے والا تھا، خطبہ میں سیاسی تناظر میں آخیر تک کوئی بات شامل نہیں تھی، اس میں پہلے اجلاسات کے خطبوں کی طرح سنی مسلمانوں سے صرف تبلیغ، مدارس کے قیام اور دین سے تعلق قائم کرنے کے ذریعہ اپنی حالت کو بہتر بنانے کی بات کہی گئی''۔
>
> (عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست، ص ۳۴۳)

غرض مسلم لیگ یا پاکستان کی حمایت اس کانفرنس کے ایجنڈے میں شامل ہی نہ تھی، وہ تو پیر جماعت علی شاہ کے منہ سے تحریک پاکستان کے متعلق کچھ نکل گیا تو اس پر بھی اسی کانفرنس میں فتویٰ بازی شروع ہو گئی!!

شاہ صاحب اپنی جھوٹ کی مشین کو مزید تیز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"علاحدہ مملکت کا مفصل اور واضح خاکہ سب سے پہلے 1920 میں اہلسنت و جماعت کے فاضل عالم محمد عبد القدیر بدایونی نے مسٹر گاندھی کے نام ایک خط میں پیش کیا"۔ (کتاب مذکور ص ۱۶)

حالانکہ یہ مولانا عبد القدیر بدایونی تحریک خلافت کے زبردست حامی تھے اور شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے جلسوں کی صدارت کیلئے بلاتے، جس کی وجہ سے بریلوی حضرات کی طرف سے ان پر ارتداد کا فتویٰ جاری ہوا، ملاحظہ ہو:

جماعت رضائے مصطفی بریلی کی شائع کردہ کتاب "تحقیقاتِ قادریہ ملقب بہ پاسبان مذہب وملّت" کے ابتدائی 16 صفحات میں ان تمام بدایونی بزرگوں کو خوب لتاڑا گیا ہے، جو تحریک خلافت میں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں، چنانچہ ان حضرات کی تکفیر کرکے ان کا تعلق اپنے سے کاٹتے ہوئے لکھا گیا کہ:

"جس نے وہابیہ، دیوبندیہ، نیچریہ وغیرہم بدمذہبوں سے علاقہ رکھا، اس کا علاقہ ہمارے اکابر کرام سے ٹوٹ گیا، وہ قادری برکاتی دائرے سے خارج ہوگیا، بلکہ مدح وستایش کفار پر یہ فرمادیا گیا کہ کفار کی تعریف کرنے والا انہی کفار کے شمار میں ہے، انہی کی رسی میں ہے، انہی کفار کے ساتھ حشر ہوگا۔" (تحقیقاتِ قادریہ ص 9)

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

" يَوْمَ نَدْعُوْ كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ "

ارشاد باری ہے: اس (قیامت کے) دن ہم پکاریں گے ہر گروہ کو اس کے امام کے نام سے، اس وقت معلوم ہوگا کہ کون بوالحسینی آل رسولی برکاتی قادری محمدی کہہ کر پکارا جاتا ہے کہ کون گاندھوی تلکی شیخ الہندوی کہہ کر پکارا جاتا ہے؟"

ایک اور جگہ لکھا گیا ہے:

"جس وقت مرتد کو شیخ الہند و صدر جلسہ بنایا ہوگا، مشرکین و مرتدین وہابیہ، دیوبندیہ، نیچریہ، غیر مقلدین کو مسند وعظ پر بٹھایا ہوگا، جس وقت ان کو ایڈریس دیے ہوں گے، جس وقت ان کی مدح وثنا کے خطبے پڑھے ہوں گے...... سچ کہہ دینا ورنہ دل ہی میں شرما کر توبہ کا اعلان دے دینا کہ اس وقت مسلمانوں کے آقا قاتل المشرکین والکفار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسا صدمہ عظیم ہوا ہوگا...... مارہرہ مطہرہ کے مشائخ کرام کی ارواحِ طیبات پر کیا گذری ہوگی؟ سیدی تاج الفحول بدایونی اور مولوی عبد القیوم صاحب بدایونی کی ارواح کیسی بے چین و بے قرار ہوئی ہوں گی؟ قبریں لرز گئی ہوں گی ؎

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

کیا شانِ الٰہی ہے! کل جن حضرات کے گھر سے بدمذہبوں کا چمکتا رد ہورہا تھا، مشرکین وکفار پر لعنت برسائی جاتی تھی، تکفیر کفار کی مشین سرگرم تکفیر تھی، آج اس گھر میں بالعکس اس کے مشرکین وکفار و مرتدین و بدمذہباں سے اتحاد، اتفاق، دوستی محبت، مودت وموالات قائم اور ان کے نیچے کام کیا جارہا ہے۔"

ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

(ص 109)

ایک اور مقام پر یوں گوہر افشانی کی جاتی ہے:

''کدھر ہیں پارٹی والے قادری برکاتی نوری ہونے کے مدعی؟ خصوصاً جلسہ جمعیت علمائے مجموعہ وہابیہ دیوبندیہ غیر مقلدین نیچریہ مشرکین وغیرہ دہلی میں شریک ہو کر اتحادی تقریریں کرنے والے مرتد (حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن) کو اپنا صدر بنانے والے مشرک کو ہادی و مذکر مبعوث من اللہ کہنے والے اور علمائے اہل سنت اید ہم اللہ یعنی رضا خانیوں کو مخالف اسلام، نصاریٰ کا تنخواہ دار اور دشمن اسلام بتانے والے، ذرا گریبان میں منہ ڈال کر شرمائیں اور خود ہی انصاف کر لیں کہ حضرت میاں صاحب قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان والاشان کے مطابق شاہ ابوالبرکات وجملہ مشائخ کرام سلسلہ مارہرہ سے علاقہ رہا یا قطع ہو گیا بین کہ از کہ بریدی دبا کہ پیوستی ؎

ولیوں سے جدا ہوا ستم گر
ایمان نکل گیا ستم گر

(شعر 4 تحقیقات قادریہ ص 8)

مولانا عبد الماجد بدایونی رحمہ اللہ اور مولانا عبد القدیر بدایونی رحمہ اللہ وغیرہ پر مزید غصہ نکالتے ہوئے لکھا جاتا ہے:

''مسلمانو! دیکھا کہ جناب مولوی عبد الماجد صاحب بدایونی کے پردادا اور مولوی عبد القدیر صاحب کے والد ماجد حضرت تاج الفحول بدایونی علیہ الرحمۃ نے وعظ میں کیا نصیحت کی کہ کفار مرتدین وہابیہ، نیچریہ روافض وغیر ہم جیسے لوگوں کے ساتھ شدت بغض وعناد وعداوت کہ فعل صحابہ کرام فرمایا۔'' (ص 11)

تحریک خلافت، اور تحریک ترک موالات کے متعلق بریلوی فتاوی جات آپ نے ما قبل میں پڑھ لئے جبکہ مولانا عبد القدیر بدایونی ان تحاریک کے صف اول کے رہنما تھے، چنانچہ ان کے سیرت نگار لکھتے ہیں:

''آپ نے اپنے زمانے کی تمام ملی و ملکی تحریکات میں حصہ لے کر قوم کی صحیح رہنمائی کی، تحریک خلافت، تحریک موالات، خدام کعبہ اور بزم صوفیہ جیسی تمام تحریکات میں آپ صف اوّل میں نظر آتے ہیں، تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کا زمانہ ہندو مسلم اتحاد کا زمانہ تھا مگر اس دور میں بعض مسلم قائدین نے جذبات میں ایسے اقدام کئے جو اسلامی نقطہ نظر سے درست قرار نہیں دیے جا سکتے، حضرت عاشق الرسول نے آزادی ہند کیلئے ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ان بعض مسلم قائدین کے غلو اور تجاوز پر واضح الفاظ میں تنقید فرمائی، آپ اپنے خطبہ صدارت لاہور میں ارشاد فرماتے ہیں:

''میں ہندو مسلم اتحاد کا حامی رہا ہوں اور اب بھی حامی ہوں اور ہر وہ شخص جو ہندوستان کیلئے مکمل آزادی کا خواہشمند ہے وہ ہندو مسلم اتفاق کا حامی ہوگا، مگر اس طوفان اتحاد کے زمانہ میں بھی میں نے مسلمانوں کے ان اعمال کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جو اتحاد کے غلو میں کئے گئے اور جن سے ہماری مذہبی توہین ہوتی تھی، مسجد کے منبروں پر ہندوؤں کو چڑھانا، خود مسلمانوں کا قشقہ لگانا وغیرہ وغیرہ یہ بدترین افعال تھے جو ہندوستانی مسلمانوں کے دامن پر بحیثیت مسلمان ہونے کے اب تک بدنما داغ ہیں''۔

(مثنوی غوثیہ ص، ۲۲، ۲۳، تاج الفحول اکیڈمی بدایوں)

آپ نے مرکزی جمعیۃ علماء ہند کے زیر اہتمام بدایوں میں ایک عظیم کانفرنس منعقد کی"۔ (ایضا، ۲۳)

جو آدمی تحریک خلافت کے زمانے میں ہندو مسلم اتحاد کا علمبر دار ہو جمعیۃ علمائے ہند کے زیر اہتمام جلسے کرواتا ہو وہ تقسیم ہند کا فارمولا کیسے پیش کرسکتا ہے؟ کیا تاریخ کو اس طرح جھوٹ کے سہارے بدلا جاسکتا ہے؟

دلچسپ بات یہ ہے کہ اہلِ بدعت گاندھی جی کے نام جس کھلے خط کی بات مولانا عبدالقدیر بدایونی کے حوالے سے کر رہے ہیں اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا یہ خط ان ہی کا ہے یا کسی اور کا؟ چنانچہ پروفیسر مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:

''لیکن عبدالمقتدر خان شروانی مرحوم، پروفیسر محمد ایوب قادری، ڈاکٹر معین الحق محمد ضیاء الاسلام وغیرہ کا خیال ہے کہ دراصل یہ تجویز ایک غیر معروف شخص محمد عبدالقدیر بلگرامی کے بھائی قاضی عزیز الدین بلگرامی کی تخلیق ہے، چونکہ وہ سرکاری افسر تھے اس لئے اپنے نام سے شائع نہ کرسکتے تھے، چنانچہ بھائی کا نام ڈال دیا''۔

(تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم ص ۱۵۱، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور)

دیکھا تاریخ کو مسخ کرنے میں ان حضرات کو کتنا ید طولیٰ حاصل ہے!!!!

شاہ محمد اشرف جیلانی کہتے ہیں کہ دو قومی نظریہ صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی نے پیش کیا،

(ملخصا خطبہ صدارت آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس ۱۹۴۶ ص ۲۰)

پیر جماعت علی شاہ کہتا ہے کہ دو قومی نظریہ ''سرسید احمد خان'' نے پیش کیا،

(معارف رضا سالنامہ ۲۰۱۵، ۲۰۱۶ کا تحریک پاکستان نمبر ص ۴۷)

قارئین کرام! اندازہ لگائیں جتنے منہ اتنی باتیں، جھوٹ کا کوئی سر پیر نہیں ہوتا!!!!

موصوف مزید جھوٹ بولتے ہیں کہ مسلم لیگ بنی اس کے پہلے متفقہ قائد بانی پاکستان مسٹر محمد علی جناح بنے، آل انڈیا سنی کانفرنس کے ذریعہ سنی مشائخ وعلماء نے اس کی حمایت کی اور ایسی تحریک چلی کہ انگریز چولیں ہل گئیں" (ملخصا ص ۷۰)

موصوف جوش خطابت میں فرماتے ہیں:

''آج مولانا مودودی، مفتی محمود، جمعیت علمائے اسلام، مولوی فضل الرحمٰن، مولوی سمیع الحق جمعیت علمائے اسلام دوسرا گروپ جماعت اسلامی یہ سب دعوے کرتے ہیں کہ پاکستان ہم نے بنایا، میں آپ کو بتاتا ہوں کہ پاکستان کس نے بنایا، ہندوستان سے ایک اخبار نکلتا دبدبہ سکندری اس میں ۱۰ رجون ۱۹۴۶ء کی اشاعت میں سنی بنارس کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں لاکھوں عوام کے سامنے (500) علماء ومشائخ اہلسنت ایک قول کے مطابق سات ہزار علماء نے یہ فیصلہ کیا کہ تمام پاکستان کی حمایت میں ہیں اور ہماری آواز جناح تک پہنچادی جائے کہ اگر جناح صاحب اور مسلم لیگ پاکستان کے مطالبے سے دستبردار بھی ہوجائیں تو ہم اپنی کوشش جاری رکھیں گے ہم دستبردار نہیں ہوں گے''۔ (ملخصا ص ۷۶، ۷۷)

ایک طرف تو دعویٰ کہ پاکستان کی حمایت سنی علماء نے ۱۹۲۵ء میں شروع کی، لیکن تحریک کی حمایت کی پٹاری سے ۱۹۴۶ء کی آل

انڈیا سنی کانفرنس۔ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ اگر بریلوی اس دعوے میں سچے ہیں کہ انہوں نے مسٹر جناح اور علامہ اقبال سے بھی پہلے پاکستان کی حمایت شروع کر دی تھی تو کسی مستند تاریخی حوالے سے آل انڈیا سنی کانفرنس ۱۹۴۶ء کے علاوہ کا کوئی ریکارڈ پیش کریں اور ہم سیرت امیر ملت کے حوالے سے واضح کر چکے ہیں کہ اس کانفرنس میں بھی قائد اعظم پر کفر کے فتوے لگے۔

حالانکہ ہم نے ماقبل میں حوالوں کے ڈھیر لگا دیے کہ بریلوی اکابر علماء و مشائخ نے تن من دھن کی بازی لگا دی مسلم لیگ اور جناح کو کافر ثابت کرنے میں اور پاکستان کی مخالفت کرنے میں، آج ساری بریلویت کہتی پھرتی ہے کہ سنی مشائخ کانفرنس کے بعد پاکستان بنا، حالانکہ ۱۹۴۶ء میں جو آل انڈیا سنی مشائخ کانفرنس منعقد ہوئی، اس- جسے بریلوی تحریک پاکستان کی حمایت میں واحد ریکارڈ کے طور پر پیش کرتے ہیں- میں تو یہ کہا جاتا تھا کہ:

''لیگ کے پاکستان کے متعلق دوسری قومیں چیختی ہیں کہ اب تک اس نے پاکستان کے معنیٰ نہ بتائے اور جو بتائے وہ الٹے پلٹے ایک دوسرے سے لڑتے بتائے، اگر یہ صحیح ہے تو لیگ کا ہائی کمانڈ اس کا ذمہ دار ہے''۔

(خطبہ صدارت آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس ۱۹۴۶ء، ص ۳۰)

اگر یہ صحیح ہے تو لیگ کا ہائی کمانڈ اس کا ذمہ دار ہے کا جملہ چیخ چیخ کر بتا رہا ہے کہ ۱۹۴۶ء تک بریلویوں کا مسلم لیگ کے ہائی کمانڈ سے کوئی رابطہ ہی نہیں تھا، نہ ان کی مسلم لیگ کے منشور کی طرف رسائی تھی، بلکہ سنی سنائی باتوں پر ہوائی فائر چل رہے تھے، اس کے باوجود بھی ان کو یہ شرم نہیں آتی کہ قائد اعظم نے اسی سنی کانفرنس کے بل بوتے پر پاکستان حاصل کیا۔

ڈاکٹر اوشا سانیال لکھتی ہیں:

''مارہرہ میں محمد میاں نے ۱۹۴۶ء میں جماعت اہل سنت کی تشکیل کیلئے اجتماع منعقد کیا تھا، جس میں پاکستان کے نظریہ کی مخالفت کی گئی تھی، یہ عرس محمد میاں کے والد کا تھا''۔

(عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست، ص ۱۱۲)

معلوم ہوا کہ یہ مخالفت صرف آل انڈیا سنی کانفرنس ہی میں نہیں کی گئی تھی، بلکہ ۱۹۴۶ء تک پوری جماعت بریلویہ میں پاکستان کی مخالفت زوروں پر تھی۔

پھر ایک معمولی سیاسی سوچ والا بھی حیرت میں ڈوب جاتا ہے جب وہ ۱۹۴۶ء کی اس نام نہاد عظیم الشان آل انڈیا کانفرنس جس میں ہزاروں علمائے بریلویہ اور لاکھوں عوام شریک ہو، مسلم لیگ کے قائد جناح تو دور مسلم لیگ کا کوئی ذمہ دار آدمی موجود نہ ہو، کوئی یہ تصور کر سکتا ہے کہ آج تو چند ووٹوں کیلئے ٹی پارٹی تک نہیں چھوڑی جاتی تو اتنی اہم کانفرنس جس کی وجہ سے صرف ایک سال بعد پاکستان بن گیا قائد اعظم نے اس میں شرکت کیوں نہیں کی؟ کیا قائد اعظم اتنے ناواقف سیاستدان تھے؟ ؟ کیا اتنے احسان فراموش تھے؟؟

شرکت تو دور کی بات ان مشائخ کا یہ کہنا کہ مسٹر جناح تک یہ بات پہنچا دو اس بات کو بتلاتا ہے کہ ان کی حیثیت تو یہ تھی کہ وہ اس وقت تک ڈائریکٹ مسلم لیگ کے رابطے میں بھی نہیں آئے تھے، بلکہ واسطوں کے ذریعہ مسٹر جناح تک اپنے پیغامات پہنچاتے۔

بہر حال مسٹر جناح تک آپ کا پیغام پہنچا یا نہیں، لیکن ماقبل کے فتوؤں کی روشنی میں جس میں نواب احمد رضا خان صاحب اور ان کے

بیٹے مصطفیٰ رضا خان صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں یہ سات ہزار علمائے بریلویہ اور لاکھوں عوام مسلم لیگ پاکستان کی حمایت کی وجہ سے دائرۂ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں اور اگر بغیر تجدید ایمان وتوبہ اس دنیا سے گئے تو جہنم ان کا ابدی ٹھکانہ ہے!!!!

شاہ تراب الحق قادری کی ڈھٹائی اور بے شرمی کی انتہاء کا اندازہ اس سے لگائیں کہ مولوی حامد رضا خان اور مصطفیٰ رضا خان کو بھی مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت کرنے والوں میں شامل کر دیا۔

(کتاب مذکور،ص ۱۱۸، ۱۱۹)

حالانکہ ان دونوں کا فتویٰ مسلم لیگ اور جناح کے متعلق ما قبل میں ہی گذر چکا ہے۔

قارئین کرام! ہم نیچے شاہ تراب الحق قادری ہی کا ایک جملہ نقل کر رہے ہیں اور آپ سے جواب کے متمنی ہیں کہ یہ جملہ کس پر صادق آرہا ہے:

''اب تو جناب جھوٹ اور ڈھٹائی کا یہ عالم ہے اب تو اخبارات میں ان کے مضامین تک بھی آجاتے ہیں کہ تحریک پاکستان میں علمائے دیوبند کا کردار''۔

(کتاب مذکور،ص ۱۴۰)

ما قبل کے فتوؤں کے بعد اب ذرا اس جھوٹ وبے شرمی کو بھی ملاحظہ فرمائیں:

''پیر مانکی شریف نے فرمایا: ہر مسلمان مسلم لیگ میں شریک ہو، کیونکہ مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو صرف اسلام اور مسلمانوں کی سر بلندی اور آزادی کیلئے کوشاں ہے''۔

''مسلم قوم کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ''۔

(کتاب مذکور،ص ۱۴۲)

ما قبل کے چوٹی کے بریلوی علماء کے فتاویٰ کی روشنی میں اس بات میں کتنی سچائی ہے اور پیر مانکی شریف اس وقت جہنم کے کس درجے میں ہونگے اس کا فیصلہ ان فتاویٰ کو سامنے رکھ کر آپ خود کر لیں!!

''خلیفہ اعلیٰ حضرت مسلم لیگ جبل پور کے صدر مفتی برہان الحق نے فرمایا...... اپنے محترم صدر قائد اعظم مسٹر جناح کے ارشاد کی تعمیل پر ہر وقت تیار رہیں''۔

(کتاب مذکور،ص ۱۴۳)

مسٹر جناح کو قائد اعظم کہنے کے بعد برہان الحق صاحب مسلمان رہے یا نہیں؟ اور ان کی بیوی ان کے نکاح میں رہی یا نہیں؟ اس کا فیصلہ ما قبل کے فتوؤں سے کر لیں۔

''شیخ القرآن عبد الغفور ہزاروی نے فرمایا علماء احناف کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیئے''۔

(کتاب مذکور،ص ۱۴۳)

شیخ طریقت پیر فضل شاہ نے فرمایا: مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں، کیونکہ وہی ان کو نجات دلا سکتی ہے''۔

(کتاب مذکور، ص ۱۴۳)

ما قبل کے مقتیان کرام احناف تھے یا وہابیہ؟ نیز وہ فرض کے تارک تھے یا عامل؟ اس کا فیصلہ آپ خود کر لیں! یاد رہے کہ یہ جتنے حوالے ہم نقل کر رہے ہیں اس کیلئے تراب الحق صاحب نے کسی قسم کا مستند یا غیر جانبدار حوالہ پیش نہیں کیا، بلکہ اپنے ہی مولویوں کی لکھی ہوئی کتاب سے جھوٹ پر جھوٹ بولے جا رہے ہیں۔

# تصویر کا دوسرا رخ

## مسلم لیگ پر فتویٰ لگانے والے احمق ہیں:

مولوی عبدالعلیم میرٹھی خلیفہ نواب احمد رضا خان فتویٰ دیتا ہے:

''اسی طرح مولوی میرٹھی صاحب نمائندہ سنّی کانفرنس اپنی اسی تقریر میں فرماتے ہیں **مسلم لیگ کا کام نماز پڑھانا یا فرائض قضاۃ کا انجام دینا ہوتا تو شرعی نقطۂ نظر سے گفتگو کی جا سکتی تھی، مگر اسے سیاسی جماعت تسلیم کر لینے کے بعد یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ اس میں کس عقیدے کے لوگ شامل ہیں اور وہ کس وضع قطع کے عادی ہیں مکار جھوٹا اور احمق ہے''۔**

(ستر باادب سوالات، ص ۱۸)

## مسلم لیگ کے خلاف فتوے دینے والے فتنہ پرور اور جاہل اور اسلام کے بدترین دشمن ہیں:

## خلیفہ اعلیٰ حضرت کا فتویٰ:

۴۶- پھر اسی قلمی مہری دستخطی فتوے میں لکھتے ہیں **یہ بدترین مسلم دشمنی ہوگی کہ کفار و اعدائے دین معاندین اسلام سے قانونی دستوری سیاسی قومی جہاد کرنے والی جماعت مسلم لیگ کو معاذ اللہ کافروں کی جماعت قرار دے کر دشمنان اسلام مشرکین کی جماعتوں کو طاقت پہنچائی جائے۔ پھر لکھتے ہیں اس انقلابی دور میں مسلمانوں کا آپس میں اپنے ان داخلی اختلافات کو بلا وجہ اور بے ضرورت اچھالنا اپنے اندرونی جھگڑوں کو بے سروپا تعصب کی ہوا دے کر بھڑکانا مفاد اسلام و مسلمین کے لئے سخت ضرر رساں ہونے کے علاوہ اس حقیقت کا اتہام اپنے سر لینا ہے، جس حقیقت نے مسٹر آزاد اور دیوبندی مولویوں کو کانگریس کا ہمنوا بنایا،** اسی میں لکھتے ہیں **بعض عاقبت نااندیش مولویوں کا مسلم لیگ کے خلاف زبان کھولنا اور قلم یا قدم اٹھانا مصالح ضروریہ وقتیہ سے ذہنوں فتنہ انگیزی اور من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل کے مرادف ہے اور الفتنۃ اشدّ من القتل سے روگردانی ہے۔** اسی میں لکھتے ہیں **ندوے اور مسلم لیگ میں بیّن فرق ہے** جبلپوری حضرات کی یہ سب عبارتیں اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمائی گئی ہیں کہ ''مسلم لیگ خالص سنّی مسلمانوں کی جماعت ہے یا

بدمذہبوں لامذہبوں بددینوں بے دینوں گمراہوں مرتدوں کی معجونِ مرکّب ہے۔'' اب عرض ہے کہ وہ غربائے اہلسنّت جو بفضلہٖ تعالیٰ وبکرم حبیبہٖ ﷺ اسی ساڑھے تیرہ سو برس والے غریب اسلام قدیم اور اہلسنّت کے سچے مذہب قدیم کے فدائی ہیں اور اسی بنا پر وہ ندوے اور مسلم لیگ میں شرعاً کچھ فرق نہیں مانتے اور جس طرح ندوے کی شرکت و رکنیت و امداد واعانت شرعاً حرام ہے اسی طرح کانگریس اور مسلم لیگ دونوں میں سے کسی ایک کی شرکت و رکنیت و امداد و اعانت کو بھی شرعاً حرام مانتے ہیں اور بھولے بھالے سیدھے سادے سنّی مسلمانوں کو تقریراً و تحریراً ہر طرح حسب استطاعت برابر متنبّہ فرمارہے ہیں کہ دیکھو وہابی دیوبندی غیر مقلد قادیانی آغاخانی رافضی نیچری کمیونسٹ سوشلسٹ خیال والے دہریے وغیرہم جو کانگریس یا مسلم لیگ پر قابض و دخیل اور کرتادھرتا بنے ہوئے ہیں ان سب بدمذہبوں مرتدوں سے دور رہو، ان کو اپنے سے دور رکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو گمراہ کردیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو فتنے میں ڈال دیں، ان سب خادمان اسلام وسنّیت کو ان عبارتوں میں مسلمانوں کا بدترین دشمن دشمنانِ اسلام کی جماعتوں کو طاقت پہنچانے والا مفادِ اسلام و مسلمین کو ضرر پہنچانے والا، اپنے اندرونی جھگڑوں کو بے سروپا تعصّب کی ہوا دے کر بھڑکانے والا، اپنے داخلی اختلافات کو بلاوجہ اور بے ضرورت اچھالنے والا، عاقبت نااندیش وقت کی ضروری مصلحتوں سے غافل، فتنہ انگیز، اپنے زمانوں کے لوگوں کو نہ پہچاننے والا جاہل اور **والفتنة اشدّ من القتل** سے روگردانی کرنے والا بتایا یا نہیں؟ یہ جبلپوری ارشادات خالص ندویت، بلکہ نیچریت کی تلقین ہیں یا نہیں؟ آیتِ مبارکہ میں فتنے سے مشرکین وکفّار کا کفروشرک اور ان کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مسجد حرام شریف سے روکنا اور حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو معاذ اللہ ایذائیں دینا مراد ہے یا نہیں؟ جبلپور کے ان مفتی حضرات نے ان فدائیانِ اسلام وسنّیت کو مسلمانوں کا بدترین دشمن اور اس آیت کریمہ سے منہ پھیرنے والا بتا کر ان کو معاذ اللہ کافر و مرتد بھی کہہ دیا یا نہیں؟ مسلمانوں کو بلاوجہ شرعی کافر کہنے والا بحکمِ شریعتِ مقدسہ عندالفقہاء خود کافر ہے یا نہیں؟ جب ان کا یہ جبروتی فتویٰ شائع ہوگیا تو ان پر بھی اس سے اشاعتِ توبہ صحیحہ فرض ہے یا نہیں؟؟ بیّنوا توجروا''۔

(ستر باادب سوالات، ص ۳۴، ۳۵، ۳۶)

## مسلم لیگ کی مخالفت کرنے والوں کا جنازہ نہ پڑھا جائے:

ماقبل کے فتوے آپ نے پڑھ لئے کہ مسلم لیگ کی حمایت کرنے والے انہی کی طرح مرتد کافر ہیں، لیگ کی حمایت حرام ہے، اب ذرا پیر جماعت علی شاہ کا یہ فتویٰ بھی پڑھ لیں:

''میں فتویٰ دے چکا ہوں کہ جو مسلمان مسلم لیگ کو ووٹ نہ دیں اس کا جنازہ نہ پڑھو اور مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہ کرو...... فقیر اپنے فتویٰ کا پھر اعادہ کرتا ہے کہ جو مسلم لیگ کا مخالف ہے، خواہ کوئی ہو اگر مرجائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے، نہ مسلمانوں کی قبروں میں دفن کیا جائے''۔

(کتاب مذکور، ص ۱۴۵)

اب بریلوی جواب دیں کہ ما قبل میں ہم نے جن بریلوی علماء کے فتوے مسلم لیگ کی مخالفت میں پیش کئے کیا ان لوگوں کو آپ نے گاندھی جی کی ارتھی کے ساتھ آگ لگا دی تھی یا یہود یوں عیسائیوں کے قبرستان میں ان کو دفنایا؟؟؟؟

ضیاء الحامدی نقشبندی لکھتا ہے:

''تحریک پاکستان محض تقسیم ملک کا نام نہیں، بلکہ احیائے اسلام کی ایک کوشش تھی''۔

(پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار مندرجہ دیوبندیوں سے لاجواب سوالات، ص ۷۹۱)

معلوم ہوا کہ یہ سارے بریلوی اکابر احیائے اسلام ہی کے مخالف تھے، تبھی تو پاکستان کے مخالف ہوئے، یہ آدمی مزید لکھتا ہے:

''مسلمان اکابرین نے محسوس کیا کہ ہندوؤں کے تیور صحیح نہیں ہیں، چنانچہ حضرت قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں تحریک پاکستان کا آغاز ہوا، ایک عظیم الشان اور انقلاب آفرین جدوجہد کے بعد مسلم لیگ نے پاکستان کی جنگ جیت لی، لیکن کفر اور اسلام کی جنگ میں کانگریسی مولویوں نے انتہائی شرمناک کردار ادا کیا''۔

(پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار مندرجہ دیوبندیوں سے لاجواب سوالات، ص ۷۹۰)

پاکستان کی تحریک کو کفر و اسلام کی جنگ بتلانے سے معلوم ہوا کہ تحریک پاکستان اور قائد اعظم کی جتنے بھی بریلوی مولویوں نے مخالفت کی ہے، وہ سب کے سب کافر ہو کر کافروں کے ساتھ مل کر کفر کی جنگ لڑ کر جہنم کا ایندھن بن چکے ہیں!!!!

## بریلوی کبھی بھی پاکستان کے وفادار نہیں ہو سکتے:

یہی موصوف لکھتے ہیں:

''یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جو لوگ نظریہ پاکستان کے دشمن تھے اور جنہوں نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی تھی، وہ کبھی بھی پاکستان کے دوست اور وفادار نہیں ہو سکتے''۔

(پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار مندرجہ دیوبندیوں سے لاجواب سوالات، ص ۸۱۹)

ما قبل میں ہم نے بریلوی اکابر کی پاکستان و نظریہ پاکستان کی مخالفت پر بیسیوں حوالہ جات پیش کر دیے اور چونکہ آج بھی تمام بریلوی اپنے ان پاکستان مخالف علماء و مشائخ کو اپنا اکابر تسلیم کرتے ہیں، ان کے باطل نظریات کو اپنائے ہوئے ہیں، لہذا معلوم ہوا کہ یہ ملک دشمن بریلوی کبھی بھی پاکستان کے دوست اور وفادار نہیں ہو سکتے!!!!

## بریلوی صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی اعلیٰ حضرت کے فتوے کی زد میں:

''جب ہندو اپنی حفاظت اس میں سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے محلوں سے علاحدہ ہو جائیں اور اپنے حدود علاحدہ کر لیں تو مسلمانوں کو یقیناً ان کے محلوں میں جانے اور ان کے ساتھ کاروبار رکھنے سے احتیاط رکھنا چاہیے، دونوں اپنے اپنے حدود جداگانہ قرار دیں اور اس نکتے کو ملحوظ رکھ کر سیاسی مباحث کو طے کر لیں یعنی ہندوستان میں ملک کی تقسیم سے ہندو مسلم علاقے جدا جدا بنا لیں،

تاکہ باہمی تصادم کا اندیشہ اور خطرہ باقی نہ رہے، ہر علاقے میں اسی علاقے والوں کی حکومت ہو، مسلم علاقے میں مسلمانوں کی اور ہندو علاقوں میں ہندوؤں کی۔"

(ماہ نامہ السواد الاعظم، مراد آباد، شعبان المعظم ۱۳۴۹ھ / جنوری ۱۹۳۱ء، بحوالہ تحریکِ پاکستان اور علماء کرام، محمد صادق قصوری، ص ۱۴۴ تا ۱۴۵)

ماقبل میں اعلیٰ حضرت کا فتویٰ گذر چکا کہ ملک کو اس طرح تقسیم کرنا کہ ایک حصے میں کفار کا قانون ایک میں مسلم کا یہ کفر ہے۔

## مسلم لیگ کی مخالفت کرنے والے دوزخی ہیں:

"دبدبہ سکندری میں مسلم لیگ کو سواد اعظم اور اسکی پیروی و اتباع کو فرض اور اس سے علاحدہ رہنے والے کو دوزخی بتا کر اور آل انڈیا سنّی کانفرنس کے مفتی جناب اشتیاق احمد صاحب بریلوی نے اپنے فتوے شایع شدہ وحدت دہلی میں مسلم لیگ کو اہلسنت کی جمہوریت عظمیٰ ٹھہرا کر اور خود حضرت والا نے اس مضمون کے مقاصد کی تصدیق و تائید فرما کر ان سب غربائے اہلسنت کو جو غریب اسلام قدیم کا فدائی اور اہلسنت کے سچے مذہب کا قدیم شیدائی ہونے کے سبب کانگریس و مسلم لیگ دونوں سے علاحدہ و بیزار متنفر ہیں دوزخی جہنمی ناری گمراہ بدمذہب بتا دیا یا نہیں"۔ (ستر با ادب سوالات، ص ۸۱)

اس فتوے میں جس پر نعیم الدین مراد آبادی کے بھی دستخط ہیں، مسلم لیگ کی مخالفت کرنے والے جن میں نواب احمد رضا خان کے پیر و مرشد سے لیکر حشمت رضوی بمع مریدین سب شامل ہیں دوزخی ہوئے!!!!

☆☆☆☆

# نواب احمد رضا خان کی خدمات بحیثیت ایک مناظر

اس عنوان سے بھی تقریباً ہر بریلوی یہ لاف و گزاف کرتا ہوا نظر آتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بڑے مناظرے کے چیلنج دیے، مگر وہ میدان میں نہ آئے، چنانچہ تمام تر خوفِ خدا سے بے خوف ہو کر ایک صاحب لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت سے مناظرہ، مکالمہ، مباحثہ کے نام سے جن کے جسم ہی نہیں، بلکہ روح بھی لرزہ براندام ہو جایا کرتی ہیں''۔
(فتوحاتِ رضویہ، ص ۶۴)

حقیقت یہ ہے کہ خان صاحب کو انہی کی زندگی میں ابن شیر خدا حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند، خلیفہ و وکیل حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی نکیل ڈالی کہ کبھی سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔

۱۴ محرم ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۷ فروری ۱۹۰۸ء کو حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خط مناظرہ کے واسطے خان صاحب بریلوی کو بھیجا جس میں لکھا:

''لکھنو دہلی صدر مقام ہے، نہ میرا گھر، نہ آپ کا، جونسی جگہ تجویز ہو مطلع فرمائیں، حتی الوسع تمام ہندوستان کے گلی کوچہ میں اس گفتگو کی خبر شائع کرنا بندہ کا کام ہے، تاکہ مسلمانوں کو حق و باطل روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو جائے، اگر یہ بھی آپ کو بوجہ تعلّی و تشخّص کے پسند نہ ہو تو آپ اپنے مجمع میں سے جس شخص کو چاہیں منتخب فرمائیں اس کی ہار جیت آپ کی ہار جیت ہو، بندہ اس سے ہی گفتگو تقریری کو مستعد ہے''۔ (اسکات المعتدی، ص ۱۶)

مگر خان صاحب کی تو روح دیوبندیوں سے مناظرہ کا نام سن کر کانپ جاتی، اس لئے اس کا کیا جواب دیتے؟ خاص کر جب دعوتِ مناظرہ بھی اس مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ہو، جس نے اپنے رسائل کے ذریعہ سے خان صاحب بریلوی کا بھرکس نکال دیا تھا، خان صاحب کو خوب معلوم تھا کہ حضرت چاند پوری سے مناظرہ سوائے ذلت و رسوائی کے اور کچھ نہیں، اس لئے منہ کو تالا لگا دیا اور اپنے ایک دشنام باز شاگرد مولوی ظفر الدین بہاری کے ذریعہ ایک خط بھیجا، اس خط کا منہ توڑ جواب اسی وقت حضرت مولانا عبد السلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے روانہ کیا، اس کے بعد ایک خط حضرت چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مولانا عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ظفر الدین بہاری کے نام روانہ کیا اور ان کے تمام مکر و فریب کے تار پور بکھیر کر رکھ دیے، مولوی ظفر الدین بہاری ان خطوط سے ایسے مبہوت ہوئے کہ اپنے استاد خان صاحب بریلوی کی طرح خاموشی ہی میں عافیت سمجھی۔

خان صاحب بریلوی اور ان کے اذناب کی طرف سے یہ جواب دیا گیا کہ ہمارے اصل مخاطب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اصل اختلاف ان سے ہے وہ جواب دیں۔ جس کے جواب میں مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ نے پوری امت کو کافر بنا ڈالا، ایسا کافر کے ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر۔ اب جب مسلمان آپ سے سوال کرے کہ کس بنیاد پر کافر؟؟ تو آپ کہتے ہیں کہ فلاں کو سامنے

لاؤ، بھائی کفر کے فتوے مجھ پر لگاؤ اور بات کرنے کیلئے فلاں کو لاؤ، یہ کونسا اصول ہے؟ پھر بالفرض حضرت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ سے مناظرہ نہ کرنا چاہیں تو اس کا یہ مطلب کہاں سے نکل گیا کہ اب خان صاحب بریلوی کسی سے بھی مناظرہ نہیں کریں گے؟ ؟یہ عجیب حماقت ہے،مناظرہ میں آپ سے کرنا چاہتا ہوں اور مطالبہ فلاں سے کہ وہ مہری دستخط دے، وکالت دے!!!!

بہر حال! حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خان صاحب بریلوی کے تمام ڈھکوسلوں کا برابر منہ توڑ جواب دیا اور فرار کے تمام راستے مسدود کر دیے،خان صاحب کے پاس سوائے خاموشی اور کچھ نہ رہا،جس کا اقرار خود بریلوی حضرات کو بھی ان الفاظ میں ہے:

''دربھنگی صاحب نے اعلیٰ حضرت کو دروغ گوئی،خلاف بیانی،مزخرفات ومغلظات، دشنام طرازی پر مشتمل کئی تحریریں بھیج کر تھانوی صاحب کو پورا ہضم کرلیاان کا کہیں سے کہیں تک ذکر نہیں،بس اسی بات کی رٹ لگائی کہ آپ مجھ سے بحث کریں،مناظرہ کریں،میدان میں آئیں، میں یہ کردوں گا،وہ کردوں گا وغیرہ وغیرہ،اب ان سارے خطوط کے جواب دینا گویا اپنا وقت ضائع کرنا تھا کیونکہ اصلی لڑائی تھانوی صاحب سے تھی''۔(فتوحاتِ رضویہ،ص ۶۷)

اس سے پہلے تو بریلوی حضرات کا یہ دعویٰ تھا کہ خان صاحب سے مناظرہ ومکالمہ کا سن کر دیوبندیوں کی روح کانپ جاتی،مگر یہاں تو یوں محسوس ہو رہا ہے کہ حضرت چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ کا سن کر خان صاحب بریلوی کی روح کانپی ہوئی ہے، بریلویوں نے تسلیم کیا کہ حضرت چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کئی خطوط خان صاحب کو بھیجے،مگر خان صاحب ٹس سے مس نہ ہوئے،اگر بقول بریلویہ چاند پوری صاحب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو غائب کرنا چاہ رہے تھے تو ظفر الدین بہاری حضرت چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھ کر کیا خان صاحب بریلوی کو غائب نہیں کرنا چاہ رہے تھے؟؟مگر خان صاحب خود تو غائب ہوئے ہی، بہاری صاحب کو بھی غائب کر گئے، یہ کہنا کہ اصل لڑائی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے یہ بھی عجیب کہی؟ ؟اس کا مطلب ہے کہ خان صاحب کا اختلاف صرف حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا؟ آج تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نہیں تو پھر آپ کا اختلاف کس سے ہے؟ خان صاحب بریلوی کا اختلاف حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے نہیں،بلکہ پورے مسلکِ اہلِ سنّت سے تھا اور یہی چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہہ رہے تھے کہ آپ کا فتویٰ صرف حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر نہیں، پورے مسلکِ اہلِ سنّت پر ہے،جس میں میں بھی شامل ہوں،میں بھی آپ کے فتوے کی رو سے کافر ٹھہرا،معاذ اللہ! اس لئے مردِ میدان بنئے اور مجھے بتائیے میرے اکابر نے کیسے گستاخی کی؟؟ یا میں کیسے کافر ہوں؟؟؟؟

بہر حال! پہلے خط کے ۱۹ ردن بعد ۹ رصفر یوم الجمعہ ۱۳۲۶ھ کو پھر ایک خط حضرت چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی طرف سے روانہ کیا گیا اور کہا گیا کہ اگر مناظرے کیلئے نہیں آنا اور میرے خطوط کا جواب نہیں دینا تو کم از کم جو ڈاک ٹکٹ جواب کیلئے بھیجے جا رہے ہیں وہ تو واپس کر دیں۔

خان صاحب بریلوی نے اس کا بھی کوئی جواب نہیں دیا اور پھر ایک مختصر تحریر ظفر الدین بہاری صاحب کے نام سے بھیجی گئی،جس کا تفصیلی جواب حضرت مولانا عبد السلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے روانہ کیا گیا اور خان صاحب بمع بہاری ایک دفعہ پھر ''چپ کا روزہ'' رکھ کر بیٹھ گئے،حضرت چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس تمام خط وکتابت کو ''اسکات المعتدی'' کے نام سے شائع کر دیا جو پڑھنے کے لائق ہے،یہ رسالہ آپ رسائل چاند پوری جلد اوّل میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

حضرت چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ندوہ کے ذمہ دار علماء بھی خان صاحب کو مناظرے کیلئے بلاتے رہے، مگر وہ نہ آئے، جس کی تفصیل اسکات المعتدی میں دیکھی جا سکتی ہے، حضرت چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد بھی مسلسل خان صاحب بریلوی کو للکارتے رہے اور خطوط پر خطوط بذریعہ رجسٹری خان صاحب بریلوی کو روانہ کرتے رہے، مگر خان صاحب زہر کا پیالہ پینے کو تیار تھے حضرت چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کا مقابلہ کرنے کو تیار نہ تھے!!!!

حضرت چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسلسل ۱۳۲۸ھ تک خان صاحب بریلوی کو للکارتے رہے اور مختلف خطوط رجسٹریوں کے ذریعہ روانہ کئے، خان صاحب بریلوی کی طرف سے یہ اصرار تھا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یا تو خود مناظرے میں آئیں یا کسی کو اپنا وکیل منتخب کریں، اس پر حضرت چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں تک کر لیا کہ حضرت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے وکالت نامہ اپنے نام لکھوالیا اور خان صاحب کو بذریعہ رجسٹری روانہ کر دیا کہ لو یہ مطالبہ بھی پورا ہو گیا، اب میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے وکیل ہوں آؤ مناظرے کیلئے! مگر خان صاحب تو یہ سب بہانے مناظرے ہی سے فرار کیلئے کر رہے تھے، انہیں نہ میدان مناظرہ میں آنا تھا اور نہ وہ اس فیلڈ کے آدمی تھے!!!!

خان صاحب نے اس دوران ایک اور چال چلی کہ جلسہ دستار بندی دارالعلوم دیوبند میں ایک شخص مولوی محمد حسن کو اپنا وکیل بنا کر بھیجا اور اس نے جلسہ میں یہ پمفلٹ تقسیم کرنے شروع کر دیے کہ ہم مناظرہ کیلئے آئے بیٹھے ہیں کسی میں ہمت ہے تو سامنے آؤ، پولیس نے ان اشتہارات کو ضبط کر لیا، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کو جیسے ہی اس کا علم ہوا فوراً مطلوبہ شخص کا پتہ معلوم کر کے اس کے ٹھکانے پر پہنچے، اوّل تو اس بات پر اسے شرم وحیاء دلائی کہ جب ان دونوں میں کوئی مناظرہ طے ہی نہیں ہوا تھا تو اس بے حیائی کی کیا ضرورت؟؟ اور اگر آپ کو واقعی مناظرہ کرنا ہے اور آپ واقعی خان صاحب کے وکیل ہیں تو بسم اللہ! ان کی طرف سے شرائط مناظرہ، وقت، مقام طے کر لیں، ہم مناظرہ کیلئے تیار ہیں، چنانچہ علاقہ کے معززین کی موجودگی میں خان صاحب بریلوی کے وکیل اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وکیل حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے درمیان انعقاد مناظرہ کیلئے ایک معاہدہ طے پا گیا۔

خان صاحب بریلوی کو حضرت چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس کی اطلاع دی گئی کہ آپ کے وکیل کے ساتھ ہمارا معاہدۂ مناظرہ طے ہو گیا ہے، اب آپ ان کے توسط سے جلد سے جلد شرائط وغیرہ پر آمادگی ظاہر کریں، مگر خان صاحب نے ایک دفعہ پھر انتہائی ڈھٹائی اور بے شرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قیل وقال شروع کر دیا، اس کی تمام تر تفصیل حضرت مولانا چاند پوری صاحب نے "**بئس المهاد لمن يخلف الميعاد**" اور "**الطامة الكبرىٰ على من كذّب وتولّىٰ**" کے نام سے شائع کر دی، جسے آپ رسائل چاند پوری جلد دوم میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

۱۳۲۷ھ میں "بلند شہر" کے کچھ معزز حضرات میں دونوں طرف سے مناظرہ کروانے کی ترتیب طے پائی، بریلویوں کی طرف سے بلند شہر کے ایک تاجر حافظ محمد عظیم صاحب نے یہ ذمہ داری لی کہ وہ مناظرہ کیلئے خان صاحب بریلوی کو میدان میں لائیں گے اور دیوبند کی طرف سے محترم عبدالغنی مرحوم نے یہ ذمہ داری لی کہ وہ ذمہ دار علمائے دیوبند کو خان صاحب سے مناظرہ کرنے کیلئے میدان مناظرہ میں لانے کے پابند ہوں گے، محترم عبدالغنی مرحوم کے رابطے پر حکیم الامت مجدد دین وملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مناظرہ کی حامی بھر لی، مگر دوسری طرف سے پھر قیل وقال شروع ہو گیا، جب طویل خط وکتابت کے بعد بھی خان صاحب مناظرہ کیلئے تیار نہیں ہوئے تو

عمائدین بلند شہر نے متفقہ طور پر یہ اعلان شائع کر دیا کہ:

**''علمائے دیوبند مناظرہ کیلئے مستعد ہیں اور مولوی احمد رضا خان صاحب کی طرف سے مسلسل پہلوتہی ہے!!''**

(قاصمۃ الظہر فی بلند شہر)

خان صاحب کے اس شرمناک فرار کی تمام تر کہانی ''قاصمۃ الظہر فی بلند شہر'' کے نام سے شیخ عبدالغنی خورجوی مرحوم نے بعد میں شائع کی۔

خان صاحب بریلوی کی طرف سے دو مطالبے تھے:

ایک حضرت چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے پائے کے نہیں اس لئے یا تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مقابلے کیلئے آئیں یا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے وکالت لکھوا کر لائیں، حضرت چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دونوں کام کئے، اوّل حضرت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی وکالت لکھوائی، جب اس کے بعد بھی خان صاحب تیار نہیں ہوئے تو نہ صرف حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بلکہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تحریر لکھ کر دے دی کہ خان صاحب بریلوی ہم میں سے جس سے چاہیں مناظرہ کر لیں ہم مناظرے کیلئے تیار ہیں، مگر ان اکابر کا نام سن کر خان صاحب کی زبان خشک ہو جاتی اور دم اکھڑنے لگتا تو مناظرہ تو بہت دور کی بات تھی! خان صاحب نے یہ بہانہ اسی لئے بنایا تھا کہ بھلا یہ اکابر مجھ جیسوں کو کب منہ لگانے والے ہیں؟ مگر اکابر دیوبند نے خان صاحب کے اس سوراخ سے نکلنے کا راستہ بھی بند کر دیا، حضرت چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ خان صاحب بریلی کے بہانوں کا کیا ہی خوب جواب دیتے ہیں کہ:

''پہلے تو یہ عذر بھی تھا کہ چھوٹوں سے مناظرہ نہیں کرنا گو وہ چھوٹے بھی بفضلہٖ تعالیٰ آپ سے اور آپ کے بڑوں سے ہزار ہا مرتبہ بڑے تھے، چھوٹے جن کے تھے ان کے تھے، شیر کا بچہ شیر سے چھوٹا ہوتا ہے تو بھیڑ یا بوڑھی بھیڑ سے تھوڑا ہی چھوٹا ہوتا ہے؟ مگر اس وقت تو یہ بھی عذر نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ.................

اس کے بعد حضرت نے ان اکابر دیوبند کے نام لکھے جو خان صاحب سے مناظرہ کیلئے تیار تھے۔

(رسائل چاند پوری، ج ۲، ص ۲۷۴)

بہر حال! خان صاحب اکابر دیوبند خصوصاً حضرت چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے کس طرح کپکپاتے تھے اس سب کی تفصیل کیلئے:

''اسکات المعتدی، چپ شاہ بریلوی، آخری اتمام حجت، مجدد بریلوی سے مناظرہ، مناظرہ کی انتہائی کوشش، **النعل الاکبر علی راس الاخر، بئس المهاد، انتصاف البری** وغیرہ مندرجہ رسائل چاند پوری اور ''**قاصمة الظهر**'' کا مطالعہ کریں''۔

خان صاحب کے فرار اور مناظرے سے شرمناک پہلوتہی کی تمام تر تفصیل ان رسائل میں موجود ہے۔

یہاں ایک اور بات بھی عرض کرتا چلوں کہ بقول آپ کے خان صاحب بریلوی نے مناظرہ اس لئے نہیں کیا کہ مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ خان صاحب کے پائے کے نہ تھے تو کیا حامد رضا خان، ظفر الدین بہاری، نعیم الدین مراد آبادی جو خان صاحب کے خلفاء ہیں وہ کیا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم پایہ تھے جو ان کو مناظرے کی دعوت دے رہے ہیں اور بقول حضرات بریلویہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے راہ فرار اختیار کی؟؟

حامد رضا خان صاحب تو وہ ہیں جن کی غباوت کی وجہ سے خان صاحب ان کی مذمت کیا کرتے تھے، نعیم الدین مراد آبادی صاحب وہ ہیں جو خود مارہرہ والوں سے مناظرہ کرنے سے پہلوتہی کرتے رہے، حشمت علی رضوی نے ستر باادب سوالات انہی کے خلاف لکھی، جس کے جواب سے موصوف ساری زندگی عاجز رہے، تمام تر تفصیل ما قبل میں گذر چکی ہے، رہ گئے ظفر الدین بہاری تو ان کی کذب بیانیوں پر تو خود بریلوی انگشت بدنداں اور سراپا احتجاج ہیں اس کی تفصیل بھی ما قبل میں گذر چکی ہے۔

اگر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو منہ نہیں لگایا اور بقول آپ کے یہ راہ فرار ہے (جیسا کہ فتوحات رضویہ میں اپنے ہی گھر کے خطوط پیش کر کے واویلا کیا گیا) تو خان صاحب بریلوی کا راہ فرار بھی تسلیم کریں!...... اگر چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاگرد ہیں تو کیا یہ حضرات شاگرد نہیں؟؟ ان کی کیا اوقات کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے منہ کو آئیں!!!!

بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

''مناظرہ میں فریقین کا علم میں برابر ہونا ضروری نہیں، بڑا عالم معمولی علم والے سے بھی مناظرہ کرے''۔ (تفسیر نعیمی، ج ۴، ص ۲۱)

مفتی صاحب یہ اصول قرآن کی آیت سے مستنبط کر رہے ہیں، لہذا خان صاحب نے جو اپنے چیلوں کے ذریعہ یہ کہا کہ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے ہم پلہ نہیں، انہوں نے قرآن کی آیت کے خلاف کیا، اسوۂ ابراہیمی کے خلاف کیا، بریلوی حکیم الامت تو ''مناظرہ کرے'' سے گویا اس کو بطور امر و حکم بیان کر رہے ہیں کہ معمولی علم والے سے بھی مناظرہ کرو۔

لہذا خان صاحب کا یہ بہانہ صرف اور صرف فرار کا بہانہ تھا، پھر آگے آ رہا ہے کہ خان صاحب نے جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بات کرنی تھی وہ صرف دو منٹ کی کرنی تھی تو آخر اس کیلئے کونسے ایسے علم کی ضرورت ہے، جس سے حضرت چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ محروم تھے؟؟ حضرت چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک دعوت دی کہ اگر میں آپ کے ہم پلہ نہیں ہوں تو پھر مناظرے سے پہلے ایک مجلس منعقد کر لیتے ہیں، جہاں طے کر لیا جائے گا کہ آپ سے مناظرہ کیلئے کونسے علوم شرط ہیں؟؟ اور اگر وہ مجھ میں نہ ہوئے تو بے شک آپ مناظرہ مت کیجئے گا۔ (اسکات المعتدی) لیکن ظاہر ہے یہ سب بہانے تھے، خان صاحب کو نہ آنا تھا نہ آئے!!!!

نیز آج جو مجہول مصنفین کے نام سے بریلوی کتب چھاپ رہے ہیں اور جب کہا جاتا ہے کہ کسی ذمہ دار عالم کو سامنے لاؤ تو جواب ملتا ہے کہ پہلے ہم سے مقابلہ کر لو ہم اکیلے ہی تم سب کیلئے کافی ہیں تو آخر یہ اصول خان صاحب پر کیوں لاگو نہیں ہوتا؟؟؟؟

# خان صاحب بریلوی کس طرح مناظرہ کرنا چاہتے تھے؟

مولانا منشا تابش قصوری نے خان صاحب کی طرف منسوب ایک خط نقل کیا ہے، اس خط سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت مناظرہ کے موضوع پر کافی روشنی پڑتی ہے کہ خان صاحب کس قسم کا مناظرہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کرنا چاہتے تھے، اس خط میں خان صاحب لکھتے ہیں:

''وہاں بات ہی کتنی ہے اسی قدر کہ یہ کلمات شانِ اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں توہین ہیں یا نہیں؟ یہ بعونہ تعالیٰ دو منٹ میں اہل ایمان پر ظاہر ہو سکتا ہے''۔ (دعوت فکر، ص ۱۰۷)

یہ تھا وہ ''دو منٹی مناظرہ'' جو خان صاحب کرنا چاہتے تھے، یعنی نہ ان کو دوسرے کے موقف سننے اور اس پر دلائل و وضاحت سے کوئی

سروکار تھا نہ افہام وتفہیم سے!......ان کا مقصد تو یہ تھا کہ:

''حضرت تھانوی صاحب آپ ہمارے سامنے آئیں ہم نے آپ سے صرف اتنا پوچھنا ہے کہ یہ عبارات گستاخی ہیں یا نہیں؟؟ اگر آپ نے ہاں کردیا تو بھی آپ (معاذاللہ) گستاخ اور اگر نہ کردیا تو بھی آپ گستاخ کہ دیکھو ایسی گستاخیوں کو بھی گستاخی نہیں کہہ رہے ہیں، جو گستاخی کو گستاخی نہ کہے وہ خود گستاخ ہے''۔

یہ تھا وہ ڈنگل جو خان صاحب لگانا چاہتے تھے،اس کی ایک بہترین مثال ابھی حال ہی میں وقوع پذیر ہوئی، ہمارے دوست حضرت مولانا عبدالاحد قاسمی صاحب زیدمجدہ کا مناظرہ طے ہوا سردارگڈھ میں...... وہاں بریلوی مناظر آیا اور فتاویٰ رشیدیہ سے کچھ پیش کیا،حضرت مولانا عبدالاحد قاسمی صاحب زیدمجدہ نے اس کا منہ توڑ جواب دیا،جس کا کوئی جواب فریق مخالف کے پاس نہ تھا تو بریلوی مناظر نے کہا کہ ہم یہاں صرف یہ بات ثابت کرنے آئے تھے کہ یہ گستاخانہ عبارت فتاویٰ رشیدیہ میں ہے یا نہیں؟ اور دیکھو فریق مخالف نے مان لیا کہ ہاں واقعی یہ عبارت فتاویٰ رشیدیہ میں موجود ہے،بس یہ گستاخ ہوگئے،یہی ہم یہاں ثابت کرنے آئے تھے،اس دلچسپ مناظرہ کی مکمل ویڈیو نیٹ پر بھی دیکھی جاسکتی ہے اور دوماہی مجلہ ''تحفظِ سنّت'' کے خصوصی شمارہ ''مناظرہ سردارگڈھ نمبر'' میں بھی اس کی روئیداد ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

یہ تھا وہ مکابرہ ومجادلہ جو خان صاحب کرنا چاہتے تھے!!!!

قصہ مختصر!اس باب میں بریلوی حضرات نے جو کچھ لکھا کہ خان صاحب بریلوی نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خطوط لکھے،سب جھوٹ مکابرہ ومجادلہ تھا،کیونکہ اگر خان صاحب واقعتہً گفت گو میں سنجیدہ تھے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کو قبول کرچکے تھے اور مناظرہ کیلئے تیار تھے،بلکہ علمائے دیوبند کے جید اکابر کی ایک مکمل فہرست پیش کردی گئی تھی کہ خان صاحب ان میں سے جس سے گفتگو کرنا چاہیں ہم تیار ہیں،مگر خان صاحب کو نہ آنا تھا اور وہ نہ آئے!گھر میں بیٹھ کر رسالے اور خطوط جتنے تم تیار کرلو کہ وہ بھاگ گیا یہ بھاگ گیا کرسکتے ہو کون کس کو روک سکتا ہے؟

## خان صاحب کبھی مناظرے کے لیے سامنے نہ آئے!

حقیقت یہ ہے کہ خان صاحب بریلوی نے نہ کبھی مناظرہ کیا اور وہ نہ اس میدان کے آدمی تھے،ان کو جب بھی مناظرے کی دعوت دی گئی خود جانے کے بجائے اپنے شاگردوں کو بھیجا،مثلاً ان کے ایک خلیفہ کی سوانح میں ہے:

''جب کہیں سے اعلیٰ حضرت کے پاس مناظرے کی دعوت آتی تو آپ حضرت صدرالشریعہ کو عموماً اپنا جانشین مقرر فرما کر بھیجتے، جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعات سے اس کا ثبوت ملتا ہے،رنگون سے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے پاس خط آیا،جس میں مولوی اشرف علی تھانوی کی زہریلی تقریروں کا ذکر تھا،اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے تھانوی جی کے مقابلے کیلئے آپ کو رنگون روانہ فرمایا''۔

(سوانح صدرالشریعہ،ص ۸۱)

اوّل تو ملاحظہ فرمائیں کہ خان صاحب کو عموماً مناظروں کی دعوت آتی رہتی،مگر خان صاحب ہر دفعہ مناظرے سے پہلوتہی کرتے اور اپنے کسی شاگرد کو بھیج دیتے،پھر رنگون میں ایسا موقع آیا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقابلہ کرنا تھا،مگر وہاں بھی خود جانے کے بجائے اپنے

خلیفے کو بھیج دیا۔

اس سے بھی دلچسپ صورتحال ملاحظہ ہو، ذوالقعدہ ۱۳۲۲ھ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا بغرض وعظ وجلسہ بریلی آمد خود رضاخانیوں نے تسلیم کیا، (جہان ملک العلماء ص ۸۰۳) اب یہ سب سے بہتر موقع تھا کہ خان صاحب بریلوی حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے بالمشافہہ گفتگو کرتے کہ ان کا شہر تھا ان کا علاقہ تھا، مگر یہاں پر بھی بقول رضاخانیوں کے مولوی ظفر الدین بہاری کو بھیج دیا گیا، اب بہاری جیسے لونڈوں کی کیا حیثیت کہ وہ حضرت حکیم الامت سے مخاطبت کریں؟ باقی رہا ''ظفر الدین الجید'' کے نام سے ایک کذب نامہ تو اس میں اٹھائے گئے سوالات کے منہ توڑ جواب ایک نہیں دسیوں بار علمائے دیوبند دے چکے ہیں۔

اگر خان صاحب واقعی مناظرہ کرنے میں مخلص تھے تو اس سے بہتر کوئی اور موقع ہو ہی نہیں سکتا تھا، اگر بقول رضاخانی ظفر الدین جا کر گفتگو کر سکتا تھا تو خان صاحب کو کیا چیز مانع تھی؟؟

غرض یہ سارے خطوط جو خان صاحب کے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر ہیں، سب جعلی ہیں اور رضاخانیوں کے گھڑے ہوئے ہیں۔

ایک دلچسپ واقعہ ملاحظہ ہو کہ ان خان صاحب بریلوی کا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بریلی اسٹیشن پر آمنا سامنا ہو گیا اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا نورانی چہرہ دیکھ کر اس قدر متاثر ہوئے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دور سے سلام کر دیا، مگر حضرت نے التفات تک نہ کیا، بعد میں بریلی کے لوگوں نے خوب لعنت ملامت کی کہ جسے کافر کہتے رہے ملاقات پر اسے ہی سلام کر دیا۔ (ملفوظات حکیم الامت ج ۳، ص ۳۲۷)

اگر کوئی رضاخانی اعتراض کرے کہ یہ تو آپ کے گھر کے ملفوظات ہیں تو عرض ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرار کو بیان کرنے کیلئے خان صاحب کے خطوط اگر حجت ہو سکتے ہیں تو خان صاحب کے اس فرار کو بیان کرنے کیلئے ملفوظات حجت کیوں نہیں؟؟؟؟

## پوری دنیائے رضاخانیت کو چیلنج

کوئی ایک ایسا غیر جانبدار مستند حوالہ پیش کریں کہ نواب احمد رضا خان صاحب نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یا کسی جید دیوبندی عالم کو مناظرہ کی دعوت دی ہو اور انہوں نے پہلوتہی اختیار کی ہو، جبکہ اس کے مقابلے میں ہم فتوحاتِ رضویہ ہی سے یہ نقل کر چکے ہیں کہ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کئی خطوط خان صاحب کو مناظرے کیلئے لکھے، مگر خان صاحب نے کوئی جواب نہ دیا، لہٰذا قبول کرو کہ خان صاحب ایک دیوبندی عالم کے سامنے گفتگو سے عاجز آ گئے اور وہ میدان مناظرہ میں اس لئے نہیں آئے کہ حضرت چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام سن کر خان صاحب کی روح تک لرزہ براندام ہو جاتی!!!!

## خان صاحب مناظرے میں ساکت؛ بریلوی اکابر سے

مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو بریلوی حضرات اپنے جید اکابر میں سے مانتے ہیں، خان صاحب کے ساتھ بعض امور پر ان کا جو اختلاف تھا

آخر تک اس پر قائم رہے۔ (تفصیل میری کتاب دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم کے مقدمہ میں ملاحظہ فرمائیں)۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی حفظ الایمان -جس پر خان صاحب بقول فرقہ رضاخانیہ مناظرہ کرنا چاہتے تھے- پر خان صاحب اور ان (مولانا عبدالباری فرنگی محلی) کی کسی مقام پر گفتگو ہوئی، پھر کیا ہوا؟

مولانا عبدالباری فرنگی محلی خان صاحب کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

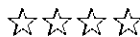
''آپ کی تحریر موصول ہوئی، مجھے افسوس ہے کہ میں نے اب تک جو آپ کی طرف سے حسن ظن رکھا تھا وہ اب نہیں رہا، آپ کو دیانتدار مگر متشدد سمجھتا تھا، مگر آپ نے ایک واقعہ کی دیدہ دانستہ اس طرح سے صاف تکذیب کی ہے جو سراسر غلط ہے، دنیا آپ کو کچھ کہے، لیکن جو اس وقت موجود تھے وہ اب کسی طرح آپ کی دیانت کے قائل نہیں ہو سکتے، آپ کو یاد ہوگا اور ضرور یاد ہوگا اس وجہ سے کہ میں نے ایسا دندان شکن جواب دیا تھا کہ آپ دم بخود گھر میں گھس گئے اور اس کے بعد ایک تحریر ارسال فرمائی، جس کے جواب میں میں نے کہا کہ ڈاک کے ذریعہ سے خط وکتابت ہوتی ہے، یہاں خود مکالمہ کا موقعہ ہے آپ باہر آئیں اور جواب لیجئے، باہر آئے تو معذرت کرتے ہوئے، خیر میں نے وہ برسبیل تذکرہ یاد دلایا تھا اور آپ کی تہذیب کی مثال پیش کی تھی لیکن اس کی وجہ سے جناب کے پوشیدہ وصف پر مجھے وقوف ہوگیا خوب ہوا اب جناب پر اعتماد کرنے والا وہی ہوگا جو آپ کے کمالات معنوی سے غافل ہو''۔ (الطاری الداری، حصہ سوم، ص ۳۱)

لیجئے! حضرت عبدالباری صاحب کہہ رہے ہیں کہ اس حفظ الایمان کی عبارت کا میں نے ایسا جواب دیا کہ آپ مبہوت ہو کر کمرے میں گھس گئے اور مکالمہ کی جرأت نہ ہوئی، ساتھ ہی خان صاحب کے اس وصف کو بھی آشکارا کیا کہ خان صاحب جھوٹ اور بددیانتی میں بھی ید طولیٰ رکھتے ہیں، یہ ہیں وہ خان صاحب جو کہتے ہیں کہ فلاں میرا مدمقابل نہیں، حالانکہ اس جھوٹ و بددیانتی کے وصف کے ساتھ تو خود خان صاحب کسی عام صالح مسلمان کے مدمقابل نہیں!!!!

ایک اور بریلوی نے اس دلچسپ مناظرے کو مختصر انداز میں یوں پیش کیا:

''مولوی اشرف علی تھانوی کی گستاخانہ عبارت پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی...... نے جب اپنے دوست مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو دکھائی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو اس میں کفر نظر نہیں آتا، اعلیٰ حضرت نے ایک مثال دی، پھر بھی انہوں نے نہ مانا، اعلیٰ حضرت خاموش ہو گئے اور دوستی ومحبت کو برقرار رکھا''۔ (سیرت انوار مظہریہ، ص ۲۹۲)

اعلیٰ حضرت اس لئے خاموش ہو گئے کہ بقول حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی میں نے ایسا منہ توڑ جواب دیا کہ اعلیٰ حضرت دم بخود رہ گئے اور کمرے میں بھاگ کر جان بچائی، یہ تھا وہ مناظر اعظم جس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ ان کے سامنے آنے سے لوگوں کی روح تک کانپ جاتی تھی!!!!



# خان صاحب کے مناظرے سے فرار کی ایک تاریخی روئیداد

یہاں ہم ماہنامہ اہلحدیث کے ایک قدیم شمارے کا مضمون نقل کر رہے ہیں، جس میں خان صاحب کی مناظرے سے فرار کی بڑی دلچسپ روئیداد و تفصیلات منقول ہیں، ساتھ ہی ابن شیر خدا فاتح بریلویت حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خان صاحب بریلوی کو دی گئی دعوت مناظرہ کی بھی تفصیل ہے:

## بریلوی مجدّد آرہ سے بھاگے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی جن کو موجودہ صدی کے مجدد ہونے کا دعویٰ ہے، جو عام طور پر کلمہ گو مسلمان کو جو ان کے ہم خیال نہ ہو کافر کہا کرتے ہیں، کفر فروشی کی یہ کیفیت ہے کہ خود علماء حنفیہ، دیوبند، گنگوہ وغیرہ وغیرہ بھی ان سے گزند خور ہیں، باوجود اس دعوے کے آپ کو چونکہ علم ہے کہ علماء وقت مباحثہ طلب کر کے مجھے تنگ کرینگے اسی لئے آپ نے قادیانی مجدد کی طرح ہمیشہ سے یہ اصول رکھا کہ میدان مناظرہ میں نہ آئینگے، آپ کی اس روپوشی کا یقین اس درجہ سب کو واثق ہے کہ ایک حنفی عالم نے (جنکا نام ان سے پوچھکر بتلایا جائیگا) مجھ سے کہا کہ اگر مولوی احمد رضا خان مباحثہ میں آئیں تو میں پانچ سو روپیہ دونگا، غرض یہ ایک کھلی صداقت ہے کہ اعلیٰ حضرت میدانِ مناظرہ سے گھبراتے ہیں، آپ کا سارا زور گالی گلوچ اور جہلا کے بل بوتے پر ہے اور کوئی کیسا ہی صاحبِ فضل وکمال درخواستِ گفتگو کرے آپ جھٹ سے کسی چھوکرے کو دستخطی جواب لکھا کر خود حرفِ علت کی طرح حذف ہو جاتے ہیں، جس سے وہ سائل حیران ہو جاتا ہے کہ میں بولنے کس سے آیا تھا اور پالا کس سے پڑا، دراصل یہ سب کچھ اس شعر کا مصداق ہے ؎

بےخودی ہے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

خاکسار ایڈیٹر اور میرے دوست مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دیوبندی حنفی کی درخواستوں کے جو جواب ملتے رہے اور ملتے ہیں وہ تو ناظرین کی نظر سے گذر چکے ہیں، آج ایک بڑا واقعہ شہر آرہ کا درج ذیل ہے، جسکا بیان نامہ نگار کی عبارت میں درج کیا جاتا ہے، (ایڈیٹر)۔

سر پہ آرہ چل گیا تجدید باطل ہو گئے
مجمع غائب ہوگیا تحویل فاضل ہوگئی

جناب مولانا صاحب، السلام علیکم!

اس شہر آرہ میں ایک نیا جلسہ امسال قائم ہوا ہے، جسکا نام منظر اسلام رکھا گیا ہے اور اس میں احناف اور اہلِ حدیث دونوں فریق کو بذریعہ اشتہار کے شرکت کی دعوت دی گئی، اس کے دوسرے واعظین اور ان کا وعظ تو چنداں قابل ذکر نہیں، قابل ذکر آپکے جھگو حریف

مجد دالعصر احمد رضا خان بریلوی حواشی اور مولوی ہدایت رسول کے بیانات ہیں۔

فاضل بریلوی تو فاضل کے فاضل ہی رہے، اس لئے کہ انکا بیان شب کے وقت مختصر طور پر ہوگیا، نہ معلوم کسی فضیلت کے اظہار کی غرض سے زائد نہ ہوا، لیکن مولوی ہدایت رسول کچھ طول فضول بکواس کرتے رہے اور اپنی خاص صفت دل آزاری کی داد دیتے رہے، احمد رضا پارٹی کے ایک نوجوان نے علمِ غیب رسول کے متعلق بہت کچھ ہانکا کہ آن حضرت ﷺ عالم الغیب تھے اور ایسا عقیدہ نہ رکھنے والے ایسے ہیں ویسے ہیں اور آپ تو آپ آپکے کفش برداروں کو یہ مرتبہ حاصل ہے اور اس بیان کے پہلے فرمادیا تھا کہ یہ جلسہ حنفیوں کا ہے، اس لئے حنفی مذہب کے موافق بیان ہوگا، جو سننا چاہے وہ سنے ورنہ چلا جائے اور جس کو اس مسئلہ میں شک ہو وہ مجھ سے کہہ دے میں تشفی کر دونگا، یہ مژدہ سن کر جماعت اہلِ حدیث آرہ کی طرف سے اس مضمون کا رقعہ خاص بنام فاضل بریلوی پہنچایا گیا۔

# مضمون رقعہ اولیٰ

''جناب مولوی احمد رضا خان صاحب! چونکہ جلسہ منظر اسلام میں ایک واعظ نے آں حضرت ﷺ کے عالم الغیب ہونے کے متعلق بیان کیا ہے (جو درحقیقت آپ کے خیال کا فولو رہے) اور وہ اہلِ حدیث کے مسلّمات اور تمامی محققین احناف کی تصریحات کے خلاف ہے اور اس جلسہ کا نام منظر اسلام رکھنے کے بعد اہلِ اسلام میں سے صرف حنفیوں کا جلسہ قرار دیکر بقیہ فریق اسلامیہ کے خلاف بیان ہوتا تو چنداں جائے تعجب نہ تھا، تعجب تو یہ ہے کہ خود محققین حنفیہ کے خلاف بیان کیا گیا اور یہ بھی کہا کہ جس کا جی چاہے اس مسئلہ کو مجھ سے سمجھ لے، اس لئے گذارش ہے کہ حسنِ اتفاق سے یہ موقع آرہ میں ہاتھ آگیا، جسکا چیلنج اخباروں کے ذریعہ سے بھی (خود احناف میں سے مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دیوبندی اور مولوی عبد الوہاب صاحب بہاری اور اہلِ حدیث کی طرف سے مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے دیا تھا اور اب تک دے رہے ہیں) اور جس کے لئے مولوی شاہ سلیمان صاحب پھلواری آنحضرت کو برابر خطوط کے ذریعہ سے مستعد کرتے رہے، اب ہم لوگ چاہتے ہیں کہ یہ مسئلہ آرہ میں اسی آمد میں صاف ہو جاوے، اگر آپ لوگ اپنے اعلان پر ثابت رہ کر اس پر تیار ہیں تو مطلع فرمائیں، تا کہ شروطِ مناظرہ باہم طے ہو،

(از طرف جماعت اہلحدیث)۔''

اس رقعہ کو دیر میں لیا اور دیکھ کر پائخانہ وغیرہ سے فراغت کر کے فرمایا کہ ''اس پر دستخط کسی خاص شخص کے کرالاؤ'' یہ رقعہ فی الفور ثانیاً بدستخط مولوی عبدالنور صاحب مزین کرا کر واپس گیا اور حکم صادر ہوا کہ ''کل اس کا جواب لیے جانا''، علی الصباح تقاضا کرنے والے پہونچے تو فرمایا کہ ''جاؤ! جواب دیا جائے گا''، قریب آٹھ بجے دن کے دو شخص ایک خط لائے، جسکا مضمون تھا:

''بنام مولوی عین الحق صاحب کل وقتِ عصر جو یہ گمنام رقعہ آرندوں نے آپ کو کاتب بتایا، اس پر دستخط چاہی گئی تو بہت ردّ و بدل کے بعد کوئی شخص عبدالنور کے دستخط آئے، اس سے کچھ غرض نہیں، دستخط آپنے جس سے چاہے کرائے، گذارش اس قدر ہے کہ آپ نے خود اپنے رقعہ پر اپنے دستخط سے عدول کیا، بر بنائے رجوع کیا یا بروجہ گریز یا کیا باعث ہے؟ کیا آپ اپنے رقعہ پر دستخط

نہ کرینگے، اگر نہیں تو کیوں؟ فقط عبدالاحد قادری خادم اہلِ سنّت و جماعت ۲۳ رشوال المکرم وقت صبح ۱۳۲۷ھ"

اس کے جواب میں اہلِ حدیث کی طرف سے یہ تحریر گئی:

''مولوی عبدالاحد قادری صاحب! آپ کا رقعہ میں نے دیکھا، مگر خبر نہیں ہے کہ آپ نے کس کے نام یہ خط لکھا ہے؟ اور لفظ (آپکو) کے ساتھ کس کو مخاطب کیا ہے؟ اس رقعہ کے شروع میں جو مضمون ہے وہ یہ ہے (بنام مولوی عین الحق صاحب کل وقت عصر جو یہ گمنام رقعہ آیا) اس کا مطلب تو یہ ہے کہ کسی نے ہم لوگوں کی طرف سے مولوی عین الحق صاحب کے نام خط لکھا تھا اور اپنا نام درج نہ کیا کہ کاتب کون ہے؟ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے کسی نے ایسا نہیں کیا ہے، اگر یہ واقعی ہے تو وہ رقعہ دکھائیں، راقم محمد ابراہیم محمدی خادم اہلحدیث ۲۳ رشوال وقت ۹ ربجے صبح"

اور اسی کے ساتھ ہی دوسرا خط پھر بنام مولوی احمد رضا خان صاحب روانہ کیا گیا۔

# وھو ھٰذا

مولوی احمد رضا خان صاحب!

جماعت اہلِ حدیث کی طرف سے بوساطت میرے جو چیلنج آپ کو دیا گیا تھا، اس پر آپ کے اصرار سے کسی خاص شخص کا دستخط ہونا چاہیئے، ہم کس کو مخاطب کرینگے میں نے خود اپنا دستخط کر کے بھیجا، جسکو بغرض جواب شب بھر کی مہلت پر آپ نے رکھ لیا، میں اس سے بہت خوش ہوا تھا کہ اب میری مراد بر آئیگی، مگر افسوس کہ جب صبح کو جواب لانے کو میری طرف سے لوگ گئے اور جواب پونے آٹھ بجے صبح کو آیا تو دیکھ کر افسوس ہوا کہ رات بھر کی محنت میں جو جواب آیا بھی تو وہ جناب مولانا شاہ عین الحق صاحب کے نام سے کوئی ایک دوسرے شخص عبدالاحد قادری نامی کا خط تھا، آپ خود انصاف فرمائیں کہ یہ اس کا جواب ہوا؟ اور یہ عذر کہ آپ مجھے نہیں جانتے، اوّلاً تو یہ مانع جواب نہیں، ثانیاً آپکی استدعا کے مطابق تعیین شخصی کر دی گئی، ثالثاً مولوی رحیم بخش سے دریافت کر لیجیے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ میں کون ہوں؟ اس کے بعد امید ہے کہ آپ میری استدعا کو لیت و لعل میں نہ ڈالیں گے۔

عبدالنور، بوقت ۹ ربجے صبح، ۲۳ رشوال ۱۳۲۷ھ"

اس کے بعد قریب آدھ گھنٹہ گذرنے کے تقریباً پچاس آدمی بازاری کے ساتھ جبوں میں ایک مطبوعہ اشتہار پہونچا اور ہنوز وہ دیکھا ہی جا رہا تھا کہ ایک تہذیب کی مجسم تصویر نے مولانا شاہ عین الحق صاحب سے تقاضا شروع کیا کہ اس کی رسید مانگی ہے اس کی رسید مانگی ہے، اس پر تو انہیں کے زمرہ کے ایک شخص نے ڈانٹا کہ یہ کیا بات ہے؟ تہذیب کے خلاف ہے، ابھی دیکھ رہے ہیں، خیر جناب شاہ صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالنور صاحب سے اس کی رسید لو، بولا کہ نہیں آپ کی رسید دستخطی چاہیئے تو فرمایا کہ ادھر سے بھی تو احمد رضا خان صاحب کا دستخط کیا ہوا کوئی مضمون آتا ہے، نہ اب آدمی ہمارا ان تک جانے پاتا ہے، اس پر بولا کہ حضرت خود نہیں لکھتے، اس کے جواب میں فرمایا کہ تو میں بھی نہیں لکھتا اور یہ فرما کر اس مجمع سے کنارہ جا کر اپنے آدمیوں سے کہلوا دیا کہ اب آپ اتنے مجمع کثیر کے ساتھ نہ آیا کریں، صرف ایک دو آدمی آیا کریں اور تاوقتیکہ احمد رضا خان خود دستخط نہ کرینگے ادھر سے بھی میرے دستخط کی امید نہ

رکھیں، جس طرح وہ مولوی عبدالنور کو نہیں جانتے، میں بھی عبدالاحد ظفر الدین کو نہیں جانتا، اس پر اس زمرہ کے منصف مزاجوں نے کہا کہ ہاں سچ ہے، کہا ہم لوگ احمد رضا خان صاحب کے دستخط کرا لائیں تو آپ دستخط کر دینگے؟ فرمایا، ہاں کر دونگا اور چند آدمی ان میں سے اس اشتہار مطبوعہ کو لیکر بڑے دھوم سے دستخط کرانے کی غرض سے لے چلے اور شاید مجدد العصر کے انکار پر یا خود ہی ناامید ہو کر راہ سے پھر آئے ادھر فی الفور یہ رقعہ لکھ کر ان لوگوں کو دیا گیا۔

''مولوی احمد رضا خان صاحب آپ لیت ولعل میں وقت ضائع کر رہے ہیں، میری چند تحریریں گئیں، مگر کسی کا جواب نہیں دیا، حالانکہ مخاطب آپ ہیں، آپ جسکو چاہیں کھڑا کریں، میں احقاقِ حق کیلئے ہر وقت حاضر ہوں، مگر شرط یہ ہے کہ جن کو کھڑا کریں، انکے بارے میں آپ ہمارے آدمیوں کے سامنے یہ کہہ دیں کہ اس شخص کی ہار جیت میری ہار جیت ہے اور ہم پھر کبھی اس مسئلہ میں مناظرہ نہ کرینگے اور اس کو تسلیم کرلیں گے اور دستخط فرما دیں، تب اس کے بعد ہم شروطِ مناظرہ طے کیے جاوے، فقط عبدالنور''۔

اس کے جواب میں حکم صادر ہوا کہ دو بجے آ کر جواب لے جانا، ہماری طرف سے دو آدمی ۲ ربج کر پانچ منٹ پر گئے تو مولوی رحیم بخش نے کہا کہ ابھی حضرت خواب راحت میں ہیں، قاصدوں نے ۲ ربجے کا وعدہ یاد دلایا تو مولوی رحیم بخش نے کہا کہ کیا قسم کھائی تھی کہ دو بجے جواب ضرور ملے گا، آخر یہ دونوں واپس آئے، پھر ۳ ربجے دو آدمی بھیجا گیا کہ جواب عنایت ہو قریب ایک گھنٹہ تک کھڑے رہے، بیٹھنے تک کا کسی نے نہ کہا اور بعد کو کہا کہ ہمارا آدمی جواب پہنچائیگا، ابھی لکھا جا رہا ہے اور اس درمیان میں یہ چال کہ اعلانِ مناظرہ مطبوعہ کو تمام شہر میں چسپاں کر دیا اور خوب زبانی بھی مشتہر کیا کہ مناظرہ ہوگا، ادھر سے بھی فی الفور اس مضمون کا اشتہار تمام شہر میں ان کے اشتہار کے ساتھ چسپاں کر دیا گیا۔

## اعلانِ مناظرہ

بنام مولوی احمد رضا خان صاحب مدعیٔ علمِ غیبِ رسول اللہ ﷺ

جلسہ منظر اسلام میں رضائی پارٹی سے یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ علم غیب رکھتے تھے، ایسا ہی ان کے کفش بردار وغیرہ بھی، اس میں جس کو بھی شک ہو مجھ سے گفتگو کر لے، اس پر جماعت اہلحدیث کی طرف سے انکو چیلنج دیا گیا، مگر برابر بغل جھانکتے رہے، کئی ایک تحریر گئی، مگر ایک کا جواب نہ دیا گیا، بلکہ ایک غلط اشتہار جس میں اکابر علماء احناف و اہلِ حدیث کی شان میں بہت کچھ گستاخیاں کی گئی ہیں، جس میں فریقین کی دل آزاری مقصود ہے شائع کرا دیا، بنا بریں نوٹس دی جاتی ہے کہ احمد رضا خان صاحب اپنی بات پر ثابت ہیں تو ہم لوگوں کی طرف سے مناظرہ کے شروط درج ذیل ہیں، اگر ان شروط میں سے ان کی طرف سے کوئی عذر ہو تو وجہ معقول دکھا کر اس کی ترمیم بھی کرا سکتے ہیں، ہم لوگ آپ کو اس کی اجازت دیتے ہیں۔

ہم لوگوں کی طرف سے جناب مولانا عبدالنور صاحب مدرّس دوئم مدرسہ احمدیہ آرہ جنکے علم و فضل کو آرہ کے احمد رضا خانی پارٹی کے لوگ خوب اچھی طرح جانتے ہیں، جن کے نام سے برابر تحریریں ان کے پاس بھیجی جاتی ہیں متعین کئے گئے ہیں۔

# شروطِ مناظرہ

(۱) فریقین میں جو ہار جاوے وہ اپنے اس اعتقاد سے باز آوے۔
(۲) فریقین میں سے کون ہارا کون جیتا؟ اسکے فیصلہ کے لئے ثالث تجویز ہونا چاہیئے۔
(۳) ہماری طرف سے مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواری صوفی اور مولانا عبد الوہاب صاحب بہاری حنفی اور مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری ثالث منظور کیے جاتے ہیں۔
(۴) اثنائے گفتگو میں فریقین کی طرف سے بجز مناظر کے دوسرا نہ بولے۔
(۵) اثنائے گفتگو میں ایک فریق اپنی بات تمام کرلے، تب دوسرا فریق تقریر کرے۔
(۶) بخوف فساد کلکٹر ضلع سے اجازت حاصل کرنا چاہیئے، تا کہ پولیس کی محافظت میں یہ جلسہ مناظرہ بعنوان شائستہ تمام ہو۔
(۷) ایک صدر انجمن مقرر رہونا چاہیئے، جو فریقین کی بے ضابطگی کو روکے۔
اس کے بعد بھی گریز کرنے پر احمد رضا خانی پارٹی کی مغلوبیت سمجھی جاوے گی۔

اس اشتہار کے جو ۴/ بجے سے پیشتر شائع ہوا تھا، بہت بعد کو قبل المغرب قریب پچاس ساٹھ آدمی کے پھر پہونچے اور مدرسہ میں فرش نکال کر عزت سے طلبہ نے بٹھلایا اور پوچھا گیا تو کہا کہ جواب لایا ہوں، ہمارے آدمیوں نے مانگا کہ لاؤ اس پر انہوں نے کہا کہ خاص شاہ صاحب کے ہاتھ میں دونگا، لوگوں نے کہا کہ ادھر کے آدمی وہاں جاتے ہیں تو احمد رضا خان ہاتھ سے خطوط چھوتے تک نہیں، نہ جواب دیتے، نہ دستخط کرتے، آدمیوں سے کہا جاتا ہے کہ چلو نہیں لیتے، کبھی کہا جاتا ہے کہ ہم لوگ تمہیں نہ آنے دیں تب کیا ہو؟ کبھی دروازہ بند کرکے کہا جاتا ہے کہ حضرت خواب میں ہیں اور ان لوگوں کو اصرار ہے کہ خط ہاتھ میں دو، ورنہ چلے جاؤ، اب خود ہی مقرر کردہ وقت مناظرہ کو لیت ولعل میں گذار کر جواب آتا ہے، ہم لوگ کسی طرح اس خط کے لینے کے پابند نہیں ہیں، آخر وہ لوگ واپس گئے، نہیں معلوم اس میں کیا کیا مضمون درج تھا۔

دوسرے روز قریب دس بجے دن کے پھر اسی قدر حوالی موالی کے ساتھ بانی مدرسہ مولوی رحیم بخش اور احمد رضا خان کے ساتھ کے ایک مولوی دروازہ مدرسہ پر تشریف لائے اور جناب شاہ صاحب کے حضور میں باریابی کی اجازت طلب کی، جناب شاہ صاحب نے فرمایا کہ آج تک تو مولوی رحیم بخش مجھے ملنے نہیں آئے، آج کیا پڑی ہے کہ ملیں گے اور پھر لشکر جہلا کے ساتھ! کہہ دو کہ صحیح غرض ملنے کی لکھ کر پیش کریں اور یہ کیا احمد رضا خان کے فرستادہ ہیں تب ملونگا ورنہ مجھے ملنے کی کوئی ضرورت نہیں، اگر صحیح غرض ہوتی تو وہ تنہا ملنے میرے پاس آتے، آخر سب کے سب واپس ہوئے اور طرح طرح کے سب وشتم دراز زبان تھے، جو شرافت سے بالکل گرے ہوئے تھے، اسی وقت کسی بازاری نے کلکٹری میں اطلاع دی کہ بنظر رفاہ عام یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ مولوی رحیم بخش نے ایک نیا جلسہ قائم کیا ہے، اس میں ایسے ایسے علماء کو بلا کر ایسا ایسا بیان کرایا ہے کہ عام جوش پر فریق رعایا میں پھیل گیا ہے اور قریب ہے کہ بلوہ ہو، جلد انسداد کیا جاوے۔
فی الفور ڈپٹی کلکٹر کا حکم صادر ہوا کہ مجھے ان علماء کے در پردہ ہونے کا ذاتی علم ہے، اس لئے حکم دیا جاتا ہے کہ فی الفور شہر چھوڑ دیں،

اب تو عجب حال ہوا کہ پچھم کی گاڑی کا وقت نہ تھا تو کوئی اسٹیشن پر رہ گیا اور کوئی پورب چلتا ہوا وہاں بانکی پورہ سے شاید سمت درست کیا ہو ۔

پیر جی مجلس زہداں میں بہت آئے گئے
خوب مجبور تھے کچھ وعظ بھی فرمائے گئے
پہلے تو عند محبت انہیں سمجھائے گئے
جب نہ مانے تو وہ اس طرح نکلوائے گئے
پا بدست دگرے دست بدست دیگرے

جس شب کی صبح کو قانونی پنجہ ان کفر فروشوں کی گردن میں لگایا گیا، اس شب کو ممبر پر بیٹھ کر آرہ کی جامع مسجد میں سینکڑوں حاضرین کے روبرو ایسی ایسی فحش گالیاں اور بے ہودہ القاب مقلد غیر مقلد دونوں کو ملے کہ اکثر مہذب اشخاص فوراً میرے پاس اٹھ آئے اور نہایت نفرت و حقارت سے اس کا ذکر کیا اور یہ سب احناف تھے، یہ ہیں حضرات علماء جن میں سے کوئی مجدد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور کوئی خالص مومن ہونے کا۔ **انّا للہ وانّا الیہ راجعون**

اسی ہنگامہ کے وقتوں میں حضرت اعلیٰ مجدد العصر کے حضور میں ایک حنفی سائل نے یہ استفتاء پیش کیا، وہ بھی مجھے ہاتھ لگ گیا ہے، بعینہٖ درج کرتا ہوں کہ پبلک میں عموماً اور علماء کی جماعت میں خصوصاً جواب کی قدر و وقعت معلوم ہو جائے۔

''جناب مولانا احمد رضا خان صاحب!

ایک غیر مقلد نے یہ عبارت مندرجہ ذیل لکھ کر مجھے دیا ہے کہ عبارت فتاویٰ قاضی خان مطبوعہ نولکشور ص ۴۹۸ جلد ۴ فقہ معتبرہ مذہب حنفی کی ہے، جس سے ہم لوگوں کو مسئلہ غیب دانی میں رسول اللہ ﷺ کے قوی شک پڑ گیا ہے، اس لئے متمنّی ہوں کے امور ذیل کا جواب تحریری مرحمت فرما کو ہم لوگوں کے شک کو رفع کیجئے ورنہ فردا بروز قیامت ان شاء اللہ تعالیٰ ہم لوگ آپ کا دامن پکڑینگے اور علام الغیوب کے حضور میں فریاد کرینگے کہ یہ احمد رضا خان نے ہم لوگوں کے شکوک کو رفع کر کے تشفّی نہ کی:

نمبر ا۔ یہ عبارت مرقومہ ذیل فتاویٰ قاضی خان کی ہے یا نہیں؟

نمبر ۲۔ فتاویٰ قاضی خان حنفی مذہب میں معتبر کتاب فقہ کی ہے یا نہیں؟

نمبر ۳۔ اس عبارت کا ترجمہ اردو زبان میں لفظی کیا ہے؟

نمبر ۴۔ یہ مسئلہ صحیح لکھا ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے تو آپ اس کے خلاف وفقہ حنفی کے خلاف اپنا مسلک کیوں رکھتے ہیں؟ آیا آپ مجدد ہیں یا مقلد مذہب حنفی یا غیر مقلد ہیں؟ اور یہ مسئلہ غلط ہے تو آپ فرمادیں، غلط مسئلہ فقہ حنفی کے اندر کیوں لکھا ہے؟ اور کس نے لکھا ہے؟ اور آپ کو اس کے غلط لکھے جانے کا علم کیوں کر ہوا؟؟

نمبر ۵۔ اور جب یہ مسئلہ غلط فقہ حنفی کی کتاب میں لکھا ہے تو تقلیداً اس عبارت کے مطابق عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟

نمبر ۶۔ مسائل فقہ حنفی پر بلا تحقیق بے دھڑک عمل کی کیا صورت ہے؟

---

**رجل تزوج امراۃ بغیر شھود فقال الرجل للمراۃ (خدائے و پیغامبر را گواہ کردیم) قالوا یکون کفرا**

**لانّه اعتقد انّ رسول الله ﷺ یعلم الغیب وھو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت**؟''

اس کے جواب میں جو اعلیٰ حضرت ہرزہ سرائی فرماتے ہیں، ناظرین اس کو ملاحظہ فرمائیں:

**جواب**

''یہ عبارت قاضی خان کا مطلب یہ ہے نہ کسی ایک کتاب میں فقہ حنفی منحصر ہے، یہ مسئلہ مسائل فقہ سے ہے، تحقیق مسئلہ و بیان مطلب و معنی جامع الفصولین و ردالمحتار علی درالمختار و حاشیہ علامہ نوح افندی و فتاویٰ ملتقط و فتاویٰ تاتارخانیہ و حدیقہ ہدایہ شرح حل الحسام و مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر وغیرہ کتب معتمدہ میں ہلدی کی گرہ سے پنساری بننا نہ چاہیئے، ان کتابوں تک اگر رسائی یا ان کی فہم کی طاقت نہیں تو کتاب مستطاب حسام الحرمین میں اس کا اجمالی بیان ص ۳۳ سے دس آنہ علاوہ محصول ڈاک مل سکتی ہے، بعض احباب کے پاس یہاں بھی ہے، صرف دس آنہ کو ملے گی''۔ فقیر ظفر الدین قادری۔

پھر ایک طالب علم نے اسی دن ایک سوال پیش کیا، اس کا جواب بھی باعث خوش طبعی ناظرین ہے، اس میں تو وہی کفر فروشی سے ابتدا ہے گو پہلا جواب کتب فروشی پر ختم تھا۔

## سوال

مجھے ایک امر دریافت کرنا ہے امید کہ اس کے جواب سے محروم نہ کیا جاؤں **وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الا ھو** اس آیت پر ایک شخص اعتراض کرتا ہے کہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، ممکن انہیں کیونکہ علم میں حضور چاہیں جو غیوب کے منافی ہے، اس کا کیا جواب دیا جائے؟ علم سے یہاں کیا مراد ہے؟ علم حضوری یا علم حصولی؟ اور غیب سے کیا مراد ہے؟ غائب عن الحواس یا غائب عن الحواس والعقل یا اور کچھ؟ امید کہ اس کے جواب سے مستفید کیا جاؤں السائل امین اللہ۔

**جواب**

آیت پر اعتراض کا فر کرتا ہے اللہ جل شانہ کی ذات وصفات کی کج عقول سے وراء ہے، اسکا علم حصولی وحضوری ہونے سے پاک ومبرا ہے، غیب سے مراد غائب عن العباد ہے، اللہ تعالیٰ سے کسی شئی کا غائب ہونا محال و نادر ہے، اللہ اعلم، کتبہ عبد العاصی ظفر الدین بہاری۔

اس جواب پر بہت ہی اظہار عقیدت کے ساتھ سائل نے احمد رضا خان کے دستخط چاہے تو دستخط پر کسی طرح سے راضی نہ ہوئے۔

راقم یک خریدار اہلحدیث وحاضر واقعہ''۔

**ایڈیٹر**۔ مجدد صاحب آیئے میں آپ کو ایک آسان راہ سے لے چلوں۔ بالمشافہہ گفتگو کرنا چاہیں تو ہم دونوں (خاکسار اور مولوی مرتضیٰ) آپ سے گفتگو کرنے کو تیار ہیں، علم وفضل کا آپ کو مزید دعویٰ ہے تو اردو فارسی عربی تینوں زبانوں میں سے جس میں چاہیں کریں اور اگر بالمشافہہ گفتگو نہیں کرتے، جیسی عام راہ ہے تو اچھا میں آپ کو اختیار دیتا ہوں کہ آپ مسئلہ علم غیب وغیرہ پر اخبار ہذا میں مذاکرہ شروع کر دیں، اپنا مضمون مع دلائل بھیج دیں میں اسکو مع جواب شائع کر دونگا، مگر اتنا عرض کر دینا ضروری ہوگا کہ آپ اپنے دعویٰ کے دلائل ایک دفعیہ

میں ایک دو حدیثیں تک بیان کر سکیں گے، یہ اس لئے کہ مضمون حد سے زیادہ طویل ہونے کے باعث موجب ملال ناظرین نہ ہو، غالباً اب تو آپ کو بجز انا خیر کہنے کے مباحثہ شروع کرنے میں عذر نہ ہوگا، یہی مباحثہ جب ایک حد تک پہونچ جائے گا تو آپ کو اور ہم کو بھی اس کو رسالہ کی صورت میں شائع کرنے کا اختیار ہوگا۔

واضح رہے کہ اخبار میں شروع کرنے کی صورت میں سوا اردو زبان کے دوسری زبان مستعمل نہ ہوگی، کیونکہ اخبار کی زبان اردو ہے۔

ہاں آپ کو یہ بھی واضح کر دینا ہوگا کہ آپ کے مضمون کا جواب ادھر سے کون دے؟ یعنی دیوبندی حنفی یا اہلحدیث (غیر مقلدین)، یہ تفصیل آپ کے ملال خاطر کے خوف ہے، خدا کرے کہ میری یہ درخواست قبول ہو، آمین

# آخری اتمامِ حجّت

مولوی احمد رضا خان صاحب خدا ہم کو اور آپ کو اپنی مرضیات کی توفیق عنایت فرمائے۔

ماہ عجب کے بعد مقصد یہ ہے کہ اخبار اہل حدیث کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ اسکات المعتدی کا آپ کی جانب سے کوئی جواب شائع ہوا ہے، جو اس وقت تک نہ آپ نے نہ آپ کے کسی تماشائی نے بندہ کے پاس بھیجا، نہ کوئی آپ کا معتقد کسی مخالف کو دکھاتا ہے۔

یہی ہے آپ کی لاجواب تصانیف اور یہ ہے ان کے لاجواب ہونے کی وجہ! اگر یہ کتاب آپ کی ہے یا آپ اس کی صحت کے ذمہ دار ہیں تو کتاب بھیج دیجئے جواب حاضر ہے اور بقول آپ کے اطفال سے تخاطب ناجائز اور بے سود، اگر آپ کے مرنے کے بعد میرے دل میں آپ کے جواب کا خیال ہوتا تو آپ کے مشاہر دار فدائی یہی جواب دیتے کہ خان صاحب کے بعد جواب کی طرف توجہ ہوئی، سامنے تاب مقابلہ کی نہ ہوئی، مگر الحمد للہ کہ بندہ بفضلہ تعالیٰ آپ سے ہر طرح مناظرہ کو مستعد ہے، تقریری مناظرہ سے آپ کا فرار مسلّم ہو چکا ہے، فقط ایک علم اور باقی ہے جو اس تحریر کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ وہ بھی آپ کی عزت کے طرف جانے والا ہے۔

اگر بندہ سے آپ کو تقریری مناظرہ منظور نہیں تو یہ فرمائیے کہ ہندوستان میں وہ شخص بھی ہے جو آپ سے مناظرہ کے لائق ہے؟ ابھی یہ تو ممکن ہے کہ ایڈیٹر اہل فقر کی طرح آپ بھی تعلیق بالمحال کر دیجئے اور کوئی ایسی شرط لگا دیجئے جو ہو ہی نہ سکے، مگر سمجھنے والے سمجھ ہی جائیں گے، مگر آپ کے معتقدین کو یہ کہنے کا موقعہ مل جائیگا کہ خان صاحب نے فلاں سے فلاں شرط پر مناظرہ کرنا چاہا تھا، مگر شرط ہی پوری نہ ہوئی مناظرہ کیسے ہوتا؟؟؟؟

صفات باری تعالیٰ کے متعلق ہمارے آپ کے درمیان دو اصول مختلف فیہا ہیں، اوّل یہ کہ ہم تمام ممکنات کو داخل قدرت غیر متناہیہ باری مان کر بعض کو ممتنع بالغیر کہتے ہیں اور آپ بے شمار ممکنات کو قدرت اللہ سے خارج کہہ کر عجز کا دھبہ لگانا چاہتے ہیں، جس کا حاصل انکار الوہیہ باری تعالیٰ ہے، جو آپ کو بھی مسلم ہے، دوسری ہم شرک فی الذات و فی الصفات دونوں کو ناجائز سمجھتے ہیں اور آپ شرک فی الصفات کو جزو ایمان در موجب رضوان جان کر فرق بالذات اور بالعرض کو باعثِ غفران خیال فرماتے ہیں۔ اوّل کے متعلق آپ کا رسالہ "سبحان السبوح" اور ثانی کے متعلق رسالہ "علم غیب" ہے، جس کو دو سال سے بندہ طلب کر رہا ہے، مگر کوئی بھی جواب نہیں ملتا ہے، چونکہ اس جانب سے دونوں اصولوں کے متعلق متعدد رسائل "الجہد المقل، اثبات القدرۃ الالہیہ، ابطال الزواہیہ وغیرہ" اوّل کی نسبت اور ثانی کے بارے

میں تو بہت ہی کثرت سے تحریریں ہو چکی ہیں، جن میں سے بعض کا ذکر الکلمۃ العلیہ میں بھی ہے اور ان کا جواب آپ کے ذمہ ہے، اس بنا پر مجھ کو جدید تحریر کی ضرورت نہ تھی، مگر فقط آپ اور آپ کے گروہ کا بیجا فخر دور کرنے کے واسطے رسائل طلب کئے تھے، مگر آپ اور آپ کے گروہ نے عجیب طرز اختیار کیا ہے جواب، جواب پکارتے ہیں لیکن کتاب کو شیعی قرآن کی طرح غار سے نکالنا نہیں چاہتے، ان اصولوں کے متعلق خاص آپ کے جس قدر رسائل مایہ ناز ہوں فوراً بذریعہ وی پی بھیج دیجئے اور کوئی لایعنی عذر موجود نہ ہونے وغیرہ کا نہ فرمائیے، اچھا ہے کہ آپ کی زندگی میں یہ عذر بھی تمام ہو جائے، اگر ان میں واقعی کوئی امر قابل جواب باقی رہے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم آپ کو دروازہ تک پہونچا کر ہی رہیں گے، یہ شیخی کہ فلاں کتاب اتنے دنوں لاجواب رہی اسکو دیکھ لیں گے اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی تصانیف کیوں اس وقت تک لاجواب ہیں؟ یا جواب تو ہو چکا مگر آپ ہی لاجواب ہیں۔

اس خط کا جواب فوراً آپ بدست خاص مہر خاص تحریر فرمائیں، ورنہ اور کوئی لکھے گا تو وہ کالعدم سمجھا جائیگا، کیا فرعونیت ہے کہ کسی کے خط کا جواب نہ دیا جائے، جواب اور رجسٹری کے واسطے ٹکٹ جاتے ہیں اگر جواب نہ دیا تو دعوی المضاعف ہو جائیگا اور ہم ہی آپ کا تیجہ، دسواں، چالیسواں ایک ہی دفعہ کر کے فاتحہ پڑھ دینگے ہم بے کار نہیں ہیں اور بہت سے کام ہیں۔

مکرر عرض ہے کہ اس کا جواب آپ خود لکھیں ورنہ ہرگز ہرگز لائق التفات نہ ہوگا اور جو تحریر ہمارے مقابلہ میں ہو، چاہے بصورتِ رسالہ شائع ہو یا تحفہ حنفیہ میں چھپے یا اہلِ فقہ میں طبع ہو وہ ہمارے پاس باقاعدہ پہنچنی چاہیئے، ورنہ ہم ان کے جواب کے ذمہ دار نہ ہونگے، اس پر آپ کو اور آپ کے گروہ کو بیجا فخر کا موقع حاصل ہوگا، اگر اس تحریر کا باقاعدہ جواب آپ نے بذات خاص نہ دیا تو یہ من کل الوجوہ رجسٹری شدہ آپ کا ہمہ وجوہ مطلق مناظرہ سے فرار ثابت ہوگا، جس کے بعد آپ یا آپ کے کسی جماعت کا کوئی عذر بھی قابل سماعت نہ ہوگا، کیونکہ اس تحریر میں تمام عذرات کا پورا جواب ہے، **وللہ الحمد اوّلًا و اخرًا والصلوۃ علی نبیہ والاٰل والاتباع ظاھرًا و باطنًا۔**

بندہ محمد مرتضیٰ حسن، از مدرسہ امدادیہ، دربھنگہ

(ماہنامہ اخبار اہلحدیث امرتسر، مورخہ ۱۹ ر ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ، مطابق ۴ ر دسمبر ۱۹۰۹ء، یوم جمعہ مبارکہ، جلد ۷، شمارہ نمبر ۵، ص ۱ تا ۹)

یہ نایاب شمارہ ہمیں محترم محمد تنزیل صاحب ''مدیر مجلہ الواقعہ'' کے توسط سے ملا، آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ خان صاحب بریلوی نے کس طرح مناظرے سے پہلوتہی کی اور علمائے اہلسنّت نے کس طرح ہر اعتبار سے حجت تام کرنے کی کوشش کی، خان صاحب کی مزید عیارانہ فرار کے حیلے بہانوں کیلئے ''رسائل چاند پوری'' دونوں جلدوں کا مطالعہ کریں، اپنے ہی گھر میں تیار کردہ ایک خط جس کی اصل بھی بریلویوں کے پاس نہیں کہ دیکھو حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب) بھاگ گئے کا نعرہ لگانے والا کوئی رضاخانی خان صاحب کی طرف سے بھی کسی معروف اخبار میں اس طرح علمائے دیوبند کو للکارنے کا کوئی ثبوت پیش کرسکتا ہے؟؟؟؟

## اس حوالے سے ایک اور گذارش

خان صاحب بریلوی کے زمانے سے بریلوی حضرات کی عادت ہے کہ جب وہ میدان میں اپنا مدمقابل دیکھتے ہیں تو ان کے منہ اور قلم کو تالے لگ جاتے ہیں اور جب یہ محسوس ہوتا ہے کہ اب میدان میں کوئی جواب دینے والا نہیں تو پھر

ان کی چیلنج بازیاں شروع ہو جاتی ہیں اور یہ جھوٹ گھڑنے شروع کر دیتے ہیں کہ فلاں بھاگ گیا تھا فلاں بھاگ گیا تھا، لہٰذا موقع کی مناسبت سے میں ان صفحات کے توسط سے یہ کہنا چاہتا ہوں اور اس سے پہلے بھی ہم یہ دعوت دے چکے ہیں کہ ہم بریلوی مناظرین و محققین سے مناظرہ کیلئے تیار ہیں، بریلوی حضرات کی طرف سے حسام الحرمین پر گفتگو ہو گی اور ہماری طرف سے خان صاحب بریلوی اور دیگر بریلوی اکابر کے کفر و ایمان پر!...... بریلوی حضرات کے پاس میرا نمبر اور ہمارے مسلک کے دیگر مناظرین کا نمبر موجود ہے وہ جب چاہیں اس سلسلے میں ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں، پنجاب کی موجودہ قانونی صورتحال ایسی نہیں کہ وہاں کوئی مناظرہ ہو سکے، البتہ کراچی اور پشاور میں ایسی صورتحال نہیں، اس لئے پشاور اور کراچی کی حد تک ہر قسم کے تعاون اور امن و امان کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں اگر بریلوی کسی اور مقام پر کرنا چاہیں تو باہمی رضامندی سے ہمیں اس سے بھی انکار نہیں، خدا کی قسم ہم خود چاہتے ہیں کہ عباراتِ اکابر پر ایک تفصیلی مناظرہ ہو جائے، کیونکہ جس قسم کی تیاری ہماری ٹیم کی اس عنوان پر ہے خدا جانے بعد والوں کی ایسی تیاری ہو یا نہیں اور ہمارا دشمن بھی اس بات کو بخوبی جانتا ہے، اسی لئے جب سے ہم میدانِ عمل میں ہیں ان کی چیلنج بازی اور تحدیاں **هباء منثورا** ہو گئی ہیں، آخر میں اپنے قارئین کی تسلی کیلئے یہ بھی کہہ دوں کہ جب تک ہم ہیں ان شاء اللہ فریق مخالف کو کبھی ہمارے سامنے بیٹھ کر عبارات پر گفتگو کی جرأت نہ ہو گی تجربہ شرط ہے!!!!

بانیٔ بریلویت جناب مولانا احمد رضا خان بریلوی کی اہلِ
حق کے مقابلہ میں مناظروں سے تاریخی فرار کی روئیداد

# فتوحاتِ چاندپوری

بجواب

# فتوحاتِ رضویہ

از

حضرت مولانا مفتی نجیب اللہ عمر صاحب زید مجدہٗ

جمعیۃ اہل السنّۃ والجماعۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم!**

اہل بدعت فرقہ رضاخانیہ کی طرف سے یہ بات سننے کو ملتی ہے اور بعض بریلوی مصنفین نے اسے انتہائی فخریہ انداز میں تحریر بھی کیا کہ جب احمد رضا خان فاضل بریلوی کو علمائے اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند سے اختلاف ہوا تو فاضل بریلوی نے فوراً تکفیر نہیں کی، بلکہ تکفیر سے پہلے اس نے اکابرین اہل سنت کو خطوط لکھے اور ان سے عبارات پر وضاحت و رجوع اور پھر توبہ کی درخواست کی، انکو مناظرے کے چیلنج دیے، انکے نام خطوط لکھے اور رجسٹریاں بھیجیں، لیکن وہ ان سب میں کسی بھی بات پر راضی نہ ہوئے تو مجبوراً فاضل بریلوی نے آخری حربہ کے طور پر حجتِ شرعیہ قائم کرتے ہوئے ان کی تکفیر کر دی۔

ان جیسے اور کئی بہتانات فرقہ رضاخانیہ کی طرف سے لگائے جاتے ہیں، آج میرا موضوع ان جیسی تہمتوں، الزامات اور بے سر و پا خرافات کا قلع قمع کرنا ہے، صرف نظر اس بات کے کہ ہماری عبارات پر گستاخی کے الزامات کا ہماری طرف سے کئی بار جواب دیا جاتا رہا اور کئی جوانب سے مخالفین کو مسکت جوابات بھی ملتے رہے، لیکن اہلِ بدعت اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر ڈٹے رہے، آج ہمارا موضوع اہل بدعت کے اسطرح کے جھوٹ اور بہتانات کی نقاب کشائی کرنا ہے، جو فرقہ رضاخانیہ کی طرف سے ہم پر لگائے جاتے ہیں۔

قارئین کرام! اہل بدعت کا طرز عمل رہا ہے کہ ''جھوٹ اتنا بولو کہ سچ لگنے لگے'' میں دعوے سے بطورِ چیلنج کہتا ہوں کہ عبارات علمائے اہل سنت کے حوالے سے فاضل بریلوی کی طرف سے ایک بھی خط نہیں دکھایا جاسکتا جو فاضل بریلوی نے مذکورہ علمائے اہل سنت کو وضاحت یا رجوع یا توبہ کے لئے لکھا ہو، فاضل بریلوی کے خطوط کا مجموعہ لاہور سے بنام ''کلیات مکاتیب رضا'' چھپ چکا ہے، لیکن اس پورے ذخیرہ خطوط میں کوئی ایک بھی خط نہیں جو فاضل بریلوی نے مذکورہ علمائے اہل سنت کو عبارات کی وضاحت، رجوع یا توبہ کے لئے لکھا ہو یا انہیں مناظرے کا چیلنج دیا ہو اور وہ سامنے نہ آسکے ہوں تو پھر یہ بات جان لینے کے بعد اس پادر ہوا الزام کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟؟ ہماری یہ تحریر پڑھ کر آپ یہ کہنے پر مجبور ہونگے کہ یہ ایسے الزامات ہیں کہ جنکی حیثیت پرکاہ کے برابر بھی نہیں، تحذیر الناس کتاب (تقریباً) ۱۲۹۱ھ میں شائع ہوئی، یہ کوئی مستقل کتاب نہیں تھی، بلکہ مولانا محمد احسن نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ خطیب بریلی کے ایک خط کا جواب تھا، جسے بعد میں حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے بغیر شائع کر دیا گیا، مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۲۹۷ھ میں ہوئی، فقیہ الہند مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۳۲۳ھ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۳۴۶ھ میں ہوئی لیکن فاضل بریلوی کا ایک بھی خط نہیں دکھایا جاسکتا جو اس نے حسام الحرمین میں درج عبارات کے متعلق ان تین میں سے کسی بھی ایک کے نام لکھا ہو، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چلیں اگرچہ فاضل بریلوی نے ان حضرات کو خطوط نہیں لکھے لیکن حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام خطوط تو ''کلیاتِ مکاتیب رضا'' (فاضل بریلوی کے مجموعہ خطوط) میں موجود ہیں، اوّل مختصراً جواب عرض ہے کہ فاضل بریلوی کی جانب سے بشمول حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے کسی بھی سنّی دیوبندی عالم کے نام تکفیر سے پہلے مسئلہ عباراتِ حسام پر نا تو کوئی توبہ کا خط اور نا ہی ان چاروں حضراتِ علماء کے نام کسی معتبر مستند دلیل سے کوئی رجسٹری ثابت ہے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ۱۳۱۸ھ مسئلہ علم غیب پر ایک سوال آیا، جسکا حضرت نے جواب دیا، جو

۱۳۱۹ھ میں ''حفظ الایمان'' کے نام سے چھاپ دیا گیا، خود بریلویوں کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ فاضل بریلوی نے حفظ الایمان شائع ہونے کے بعد صرف ایک سال کی مدت میں حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سمیت ان چاروں اکابر اہلسنت پر ۱۳۲۰ھ میں ہی اپنے رسالہ ''المعتمد المستند'' میں کفر کا فتویٰ جڑ دیا۔ (ملاحظہ فرمائیں، فتوحاتِ رضویہ۔ ص۔ ۶۱)

پھر بقول رضاخانیوں کے کہ فاضل بریلوی نے اس فتوی تکفیر کو حرمین کے علماء کے سامنے ۱۳۲۳ھ میں اپنے دوسرے سفر حج کے دوران پیش کیا اور ان کی طرف سے نام نہاد تصدیقات ملیں، جسے ۱۳۲۵ھ میں حسام الحرمین کے نام سے چھاپ دیا گیا، (میرے پاس حسام الحرمین کا طبع اول کا نسخہ موجود ہے اور اس پر اشاعت کا یہی سن درج ہے اور مولوی حسن علی رضوی بریلوی نے بھی حسام الحرمین کی اشاعت اول کی یہی سن لکھا ہے، ملاحظہ ہو، محاسبہ دیوبندیت۔ فاضل بریلوی مجموعہ خطوط کلیاتِ مکاتیب رضا میں فاضل بریلوی کی طرف سے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے نام پانچ خطوط کا ذکر ہے، لیکن ان پر مندرجہ ذیل تاریخ درج ہے۔

دو خطوط پر ۱۳۲۸ھ اور دو پر ۱۳۲۹ھ اور ایک خط پر ۱۳۳۸ھ کی تاریخ لکھی ہوئی ہے، حیران کن بات یہ ہے کہ ان میں ایک بھی خط ایسا نہیں جو فاضل بریلوی کی طرف سے مولانا تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام فتویٰ تکفیر سے پہلے لکھا گیا ہو، بلکہ پہلا خط جو فاضل بریلوی کی طرف سے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھا گیا وہ فتوی تکفیر سے تقریباً آٹھ سال بعد کا ہے، لیکن بریلوی حضرات کی طرف سے جھوٹ ملاحظہ ہو، ایک بریلوی مصنف لکھتا ہے کہ

> ''دیوبندیوں کے ان کفریات کی ابتداء ۱۲۹۰ھ سے ہوئی جب کہ امام احمد رضا خان نے المعتمد المستند کے اندر ۱۳۲۰ھ میں ان حضرات کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا، تیس سال آپ انہیں خوفِ خدا یاد کرواتے رہے، خط لکھتے رہے، مناظرے کی دعوت دیتے رہے، اس دوران علمائے اہل سنت کے کئی مناظر ہوئے، لیکن بجائے رجوع کے ان کفریہ عبارتوں کو عین ایمان کہا جاتا رہا اور اس کی باطل تاویلیں کی جاتی رہیں، پھر ناامید ہو کر ۱۳۲۰ھ میں اعلیٰ حضرت نے تکفیر کا فریضہ سرانجام دیا''۔
>
> (حوالہ کتاب، حسام الحرمین اور مخالفین صفحہ ۲۵۔ ۲۶)

اس باب میں رضاخانی علماء نے جن اکاذیب کا سہارا لیا اور جو جھوٹ بولے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ فاضل بریلوی نے تیس سال تک دیوبندی اکابر کو خطوط لکھے، مناظرے کی دعوت دیتے رہے، لیکن یہ باطل تاویلیں کرتے رہے (ملخصاً)، اس اظہر من الشمس جھوٹ پر سوائے **لعنۃ اللہ علی الکاذبین** کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں اس دوران سارے رضاخانی مل کر ایک خط بھی ثابت نہیں کر سکتے، سب سے پہلے یہ جھوٹ کس نے بولا؟ سب سے پہلے یہ مکھی کس نے ماری؟ یہ جان کر آپ بھی حیرت اور تعجب میں یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ کٹورے پے کٹورا، بیٹا باپ سے بھی گورا......سب سے پہلے یہ جھوٹ فاضل بریلوی کی طرف سے بولا گیا جس کا رد کرتے ہوئے مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

> ''دنیا میں بھی لوگ کیا کہیں گے کہ چھتیس برس سے دعوی مناظرہ ہے، کم از کم فی سال ایک رسالہ تو ایسا نکال دو جو ہمارے متعلق ہو اور اس کو ہمارے اکابر کی خدمت میں بھیجا ہو خیر اب باعث تصفیہ یہ ہے کہ اگر آپ گفتگو نہ کریں تو ہمارا کچھ حرج نہیں، آپ ہی کی قابلیت علمیت مجددیت اچھی طرح کھلے گی، اگر آپ وکالت پر راضی نہیں، ہم بھی اصالۃً ہی مناظرہ چاہتے ہیں''۔

(رسائل چاند پوری،ص۔۲۷۶ جلد دوم)

یقیناً آپ جان چکے ہوں گے کہ سب سے پہلے یہ مکھی کس بریلوی نے ماری کہ آج تک سارے رضاخانی اسی مکھی پر مکھی مارتے آرہے ہیں، آج میرا موضوع ان صاف عبارتوں پر کچھ لکھنا نہیں، ان عبارتوں پر بہت کچھ لے دے ہو چکی ہے اور ہماری طرف سے ان الزامات کے مسکت جوابات لکھے جا چکے ہیں اور اب تو مخالفین بھی عملی طور پر ان عبارات پر گفت وشنید سے دستبرداری کا اعلان کر چکے ہیں۔

آج کا میرا موضوع فاضل بریلوی اور فرقہ رضاخانیہ کی طرف سے اس معاملے پر بولے جانے والے ایک دروغ بے فروغ کی نقاب کشائی کرنا ہے، بریلویوں کی طرف سے حال ہی میں "فتوحات رضویہ" کے نام سے ایک کتاب چھاپی گئی ہے، جس میں بزعمِ خویش بریلوی مصنف کی طرف سے فاضل بریلوی کی منگھڑت "فتوحات" ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے، اس معاملے میں مصنف مذکور نے اپنے موروثی طریقے کو زندہ کرتے ہوئے انتہائی جھوٹ سے کام لیا ہے اور ریت کا ایک کمزور گھروندا تیار کیا ہے، میں نے سوچا کہ اس کتاب کو سامنے رکھ کر فاضل بریلوی کی تسلیم شدہ شکستوں پر روشنی ڈالوں!...... کہتے ہیں نا کہ "جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے، اس لیے وہ زیادہ دور تک نہیں بھاگ سکتا اور پکڑا جاتا ہے" اکابر رضاخانی کی طرف سے اس حوالے سے بولے جانے والے جھوٹ بھی بیچ بازار پکڑے جا چکے ہیں اور آج میں انکی نقاب کشائی کر رہا ہوں!!

فاضل بریلوی اور مناظرہ یہ دو متضاد چیزیں ہیں جیسے آگ اور پانی جمع نہیں ہوسکتے یا یوں کہیں کہ جیسے پانی میں آگ کا وجود نہیں ہوتا ایسے ہی فاضل بریلوی اور مناظرہ دو متضاد چیزیں ہیں جو جمع نہیں ہوسکتے، یا یوں کہیں فاضل بریلوی میں فن مناظرہ کا مادہ ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا، میں نے گزشتہ سطور میں فاضل بریلوی کے پانچ خطوط کا ذکر کیا، جو انہوں نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھے یہ خطوط کب اور کیوں لکھے گئے؟ اس کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ فاضل بریلوی نے جب کچھ ان دیکھی طاقتوں کی شہ پر علمائے اہل سنت کے خلاف تکفیر کے تیر چلائے اور ۱۳۲۵ھ میں حسام الحرمین کو چھاپ کر شائع کیا اور تکفیر کے تمام آداب اور اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر امت مسلمہ کے محسن اور اکابر علماء پر تکفیری طیشہ زنی کی تو جس جس مسلمان تک یہ فتویٰ پہنچتا، ہر مسلمان دُکھی اور غمگین ہوتا گیا، اس بات کا اقرار خود رضاخانیوں کو بھی ہے کہ فاضل بریلوی کے فتویٰ تکفیر کے فوراً بعد اہلسنت علمائے دیوبند نے حمایت دین کے لئے چند نمائندوں کو میدان میں اتار دیا، (فتوحات رضویہ صفحہ۱۶۱)۔ ہم ماقبل میں یہ ذکر کر چکے ہیں کہ تکفیر سے پہلے فاضل بریلوی نے اس موضوع پر علمائے اہل سنت کو نہ تو کوئی خط لکھا اور نہ ہی مناظرہ کی دعوت دی، لیکن فتویٰ تکفیر کے بعد بھی میدان میں علمائے اہلسنت دیوبند ہی پہلے اترے اس بات کا اقرار خود بریلوی مصنف کو بھی ہے، میں سب سے پہلے یہ بتاتا چلوں کہ حرمین کے علماء نے فاضل بریلوی کی تلبیس کا اثر مٹانے کے لیے علمائے اہل سنت کو مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں ایک سوالیہ خط لکھ کر بھیجا، جس میں علمائے حرمین نے علمائے اہل السنت والجماعت دیوبند سے منسوب کردہ پھیلائے جانے والے غلط سلط عقائد کی وضاحت مانگی اور اس بات کا اقرار بریلوی علماء کو بھی ہے کہ علماء حرمین کے اس سوالیہ خط کے جواب میں علمائے اہل سنت دیوبند نے اپنے حقیقی عقائد کو واضح کیا اور اہل بدعت کی جانب سے غلط الزامات کی تردید کی اور اس تردید اور وضاحت نامے کو "**المهند علی المفند**" کے نام سے چھاپ کر شائع کیا۔

# فاضل بریلوی کو مناظرے کا پہلا چیلنج اور فاضل بریلوی کا فرار

جہاں ایک طرف یہ ضروری تھا کہ اپنے صحیح عقائد کو بیان کیا جاتا اور الزامات کی تردید کی جاتی، وہیں دوسری جانب یہ بھی ازحد ضروری سمجھا کہ ان غلط الزامات لگانے والے کے دانت بھی کھٹے کئے جائیں، الحمدللہ اس کام کا بیڑا ابن شیرخدا رئیس المناظرین مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھایا اور بفضل اللہ وعونہ اس محاذ پر انہوں نے بڑا احسن کردار ادا کیا، فاضل بریلوی کے فتوئے تکفیر (حسام الحرمین) کے شائع ہونے کے صرف ایک سال بعد ۱۳۲۶ھ میں فاضل بریلوی کا پٹنہ کے جلسہ میں بیان تھا اس جلسہ میں مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے دورانِ تقریر ہی کھڑے ہو کر فاضل بریلوی کو مناظرے کا چیلنج دے ڈالا، فاضل بریلوی کو معلوم تھا کہ اگر آج اس بھرے مجمع میں اسے اپنے فتوئے تکفیر کا حساب دینا پڑا تو یہ اس کے لئے بڑی شرمندگی کا باعث بنے گا، لہٰذا فاضل بریلوی نے اس موقع پر خود کو اس ذلت سے بچانا ضروری سمجھا اور مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس چیلنج کو نہ تو اسوقت قبول کیا اور نہ ہی انھیں بعد کا وقت دیا، بلکہ اپنے چیلوں سے کہلوا کر انہیں بیٹھنے پر مجبور کیا گیا، لیکن مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ بھلا بیٹھنے کے لئے تھوڑا ہی کھڑے ہوئے تھے، بالآخر مجمع سے کچھ لوگوں نے آکر مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ یقین دلایا کہ وہ ابھی بیٹھ جائیں دس منٹ انتظار کریں، پھر انکا مطالبہ پورا کر دیا جائے گا، لیکن پندرہ بیس منٹ گذر جانے کے باوجود بھی جب فاضل بریلوی تیار نہ ہوئے تو پھر دوبارہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑے ہو کر اپنا چیلنج دہرایا، اس بار بھی انہیں یہی جواب ملا، وہ فاضل بریلوی ہی کیا جو مناظرہ کا چیلنج قبول کر کے اہلسنت کا سامنا کر پاتا، مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ احمد رضا کو لکھے گئے اپنے خط میں انکو پٹنہ کا واقعہ یاد کراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''یہ عرض کرتا ہوں کہ میں وہی شخص ہوں کہ پٹنہ میں جو آخری وعظ جدوہ کا آپ بیان فرما رہے تھے اور کئی ہزار کا مجمع تھا اور بندہ نے کھڑے ہو کر اس مجمع میں آپ سے زبانی گفتگو کی درخواست کی تھی اور اہل مجمع نے دس منٹ کے بعد جواب کا وعدہ کیا تھا، پندرہ بیس منٹ کے بعد بندہ پھر کھڑا ہوا اور دوبارہ گفتگو کی درخواست کی پھر وہی جواب ملا، بعدہ آپ دعا مانگ کر تشریف لے گئے اور زبانی گفتگو سے گریز کیا، آپ یاد کیجئے کہ یہ واقعہ صحیح ہے یا نہیں؟ میں وہی شخص ہوں کہ جو اس وقت بھی آپ سے گفتگو کو آمادہ تھا کہ جب بالکل آپکا مجمع تھا اور اب تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہزاروں اس طرف کے بھی ہوں گے اس دن آپ کی حقانیت کی حقیقت کھل جائے گی مگر خدا کو منظور نہ تھا''۔ (بحوالہ۔ مجموعہ رسائل چاند پوری۔ص ۲۷۵ جلد اول)

اور حضرت مولانا عبدالوہاب بلاسپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''ہمارے مخدوم ومطاع حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب ادام اللہ تعالیٰ نصرتہ علیٰ اعدائہ نے خود پٹنہ کے آخری جلسہ میں تمہارے جدوہ میں تشریف لے جا کر علی رؤس الاشہاد کے سامنے مناظرہ کی درخواست کی، جسکا تم کو بھی اقرار ہے، مگر بجز فرار کے کچھ نہ بن پڑا''۔ (مجموعہ رسائل چاند پوری۔ص ۲۶۴ جلد اول)

مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کا پٹنہ کے جلسے میں جہاں بریلویوں کا ہزاروں کا مجمع تھا، فاضل بریلوی کے سامنے اسطرح کھڑے ہو کر جرأت مندانہ انداز میں اسے مناظرے کا چیلنج دینا خود ایک بہت بڑی دلیل تھی کہ علمائے اہلسنت احمد رضا خان کے مسئلہ تکفیر پر مناظرہ کے لیے

ہمہ وقت تیار تھے، لیکن فاضل بریلوی کا یوں جان چھڑوانا اور جلسہ کے اندر مناظرہ کرنے کی ہمت نہ کرنا، بلکہ جلسہ کے بعد گفتگو کا ٹائم دے کر بھی فرار ہوجانا اس بات کا واضح ثبوت تھا کہ فاضل بریلوی مسئلۂ تکفیر میں علماء اہل السنت والجماعت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اور انہیں اپنے تکفیری نظریے پر بالکل بھی بھروسہ اور اعتبار نہیں تھا۔

اور مولوی ظفر الدین کے اس خط کا جواب دیتے ہوئے (جو پٹنہ والے واقعہ کے حوالے سے دروغ گوئی سے کام لیا گیا ہے) اسکا جواب دیتے ہوئے مولانا عبد السلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''پٹنہ کے قصہ کی نسبت جو کذبِ محض اس نے لکھا ہے کہ''بیان ختم ہونے پر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ قبل ہی تشریف لے جا چکے تھے'' (انتہیٰ کلامہ) جھوٹے مردود پر اللہ کی ہزار ہزار لعنت جاؤ متجد دخان یہ قسم کھا کر کہہ دے اور طلاقِ مغلظہ کی قسم کھائے، وہ بوڑھا ہوگیا ہے اس قسم میں حرج بھی نہیں، ہم جھوٹے اور تم سچے، ہزاروں آدمیوں کا مجمع تھا اس میں جو بات ہوئی تھی اس کو بھی اس قدر غلط بیان کیا جاتا ہے، جھوٹے، جماعتِ کذب کے پروردہ، جب تمہارا متجد د وعظ کہہ کر چلتا نظر آیا، اسوقت ہمارے حضرت مولانا ابن شیر خدا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ نے پھر کھڑے ہو کر للکارا کہ واہ یہی دعویٰ حقانیت ہے، یہی وعدہ جواب دینے کا کیا تھا ''ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور'' اکثر آدمیوں کا مجمع گرداگرد ہوگیا اور حضرت مولانا سے دریافت کرنے لگا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ آپ کل مکان پر تشریف لائیے تو مولانا نے فرمایا کہ ''مور جنگل میں ناچا تو کس نے دیکھا'' جب چار پانچ ہزار آدمیوں کے جلسہ میں گفتگو نہ ہوئی تو گھر میں کیا ہوگی''۔ (رسائل چاند پوری صفحہ ۳۰۹ / ۳۱۰ جلد اول)

قارئین کرام! پٹنہ کے واقعہ پر جو اعتراض مولوی ظفر الدین بریلوی نے کیا تھا، اسکا جواب ہم نے موقع پر موجود مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کی زبانی بیان کر دیا ہے، حیران کن بات یہ ہے کہ مولوی ظفر الدین نے ڈبیہ اور رومال چھوڑ کر بھاگنے کا الزام لگاتے ہوئے یہ بھی نہ سوچا کہ جو شخص اتنی ہمت کر رہا ہے کہ مخالفین کے مجمع میں کھڑے ہو کر چیلنج کر رہا ہے اور ایسا کرتے ہوئے بالکل بھی خوف زدہ نہیں تو بھلا وہ چیلنج کر لینے کے بعد اور مجمع کا سامنا کر لینے کے بعد کیوں میدان سے راہ فرار اختیار کریگا؟ کسی کو پتہ بھی نہ ہو اس مجمع میں فریق مخالف کا کوئی فرد بیٹھا ہے یا نہیں؟ اور پھر مولانا چاند پوری کھڑے ہوجائیں اور خود احمد رضا کو مناظرے کا چیلنج کر کے سرِ عام ان کی مخالفت کریں اور ان سب باتوں میں ان کو کوئی خوف دامن گیر نہ ہو تو کیا بھلا ایسا بہادر شخص بیان کے ختم ہونے پر بات کرنے سے کترا کر راہ فرار اختیار کر سکتا ہے؟ کتنی حیران کن بات ہے کہ خود بریلوی حضرات کو بھی اقرار ہے کہ حضرت چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع میں دوران تقریر کھڑے ہو کر چیلنج کیا تو ظاہر ہے کہ اب فرار کیسے متصور ہوسکتا ہے؟ اب صرف یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ فاضل بریلی جن میں دو بدو گفتگو کرنے کی ہمت نہیں تھی، اس لئے انہوں نے راہِ فرار اختیار کی اور دوسری جانب الزام مولانا چاند پوری پر لگا دیا گیا، پھر ہمارے اس دعوے کی دوسری شہادت یہ بھی دیکھیں کہ پھر مولانا چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے واپس جا کر فاضل بریلی کو ہی انکا یہ فرار خط کے ذریعے یاد دلایا۔

نقل صحیفہ قدسیہ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مدّ فیوضہم العالیہ چاند پوری مدرسِ اوّل مدرسہ امدادیہ دربھنگہ مع تمہید سوالات بنام مولوی احمد رضا بریلوی جس کے جواب سے خان صاحب نے سکوت اور مناظرہ سے گریز کیا!!

باسمہٖ تعالیٰ حامدًا ومصلّیًا ومسلّمًا

# بمطالعہ مولوی احمد رضا خاں صاحب

**السلام علی من اتّبع الھدیٰ!**

آپ نے جو اکثر بدعاتِ مروّجہ کے مسنون ومستحب ومباح ہونے میں عرق ریزی فرمائی ہے، اس کا اجر تو اللہ ہی مرحمت فرمائے گا، مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی وجہ سے امت میں بڑا فتنہ برپا ہوگیا، جن مسلمانوں کو حضرت سید الاوّلین والآخرین ﷺ وجناب صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بعدہٗ ائمۂ مجتہدین ومحدثین واولیاء وصلحائے امت رحمہم اللہ علیہم اجمعین نے ہزار محنت وجانفشانی زمرۂ اسلام میں داخل کیا تھا ان کی کیا بلکہ اخیارِ امت کی تفسیق وتضلیل وتکفیر میں آپ نے وہ کوشش فرمائی کہ اپنے نزدیک تو گویا دوزخ کو بھر ہی دیا ہے، قبیح سے قبیح بدعت کو بھی آپ نے اور آپ کے گروہ نے سنت ہی کر کے لوگوں کو دکھلایا، جن موقع سے بدعت بہزار دقت اٹھی تھی، وہاں بہزار جانفشانی آپ کی جماعت نے ترویج کی کوشش کی علماء وصلحائے امت پر بہتان باندھے، انھوں نے جو مسائل بیان فرمائے تھے ان کے نہایت ہی بدنما، متوحش عنوانات عوام کے سامنے بیان کر کے ان کو علمائے اسلام سے متنفر کیا، حضرات علمائے کرام میں سے کسی نے تو آپ کو قابل خطاب نہ سمجھا، کیونکہ آپ کے گروہ کی تحریرات میں جیسے فحش الفاظ اور بدتہذیبی اور دوراز کار باتیں ہوتی ہیں وہ آپ کی تحریرات اور تحفۂ حنفیہ کے پرچہ سے ظاہر ہے، کسی نے اس کو موجب ترقی درجات خیال کیا، کسی نے باعثِ کفارۂ سیئات، کیونکہ اظہارِ حق کے واسطے پہلی تحریرات بالکل کافی ہیں، اسی کی وجہ سے آپ کو بھی دھوکہ ہوگیا کہ اب میرا مدمقابل کوئی نہیں، آپ بھی خوب کھیل کھیلے، ادھر بہت سے عوام اور ناواقف دھوکے میں پڑ گئے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو معاملہ ہوگا وہ تو روزِ جزا پر موقوف ہے اور یہاں بھی اس کو اختیار ہے، مگر فقط عوام اور بعض خاص کالعوام کے رفع اشتباہ کے واسطے بندہ نے آپ سے ایک مفصل تقریری گفتگو کا ارادہ قطعی کرلیا ہے، **واللہ تعالیٰ ھو المستعان۔** اگر آپ میں کوئی شائبہ بھی حقانیت اور للہیت کا ہے اور اپنے دعوے میں کچھ بھی صدق ودیانت رکھتے ہیں تو بندہ نے جو امورِ مختلفہ کی نسبت یہ چند سوالات بطورِ چند مقدمات کے پیش کیے ہیں جن کا طے ہونا مسائل مختلفہ سے پہلے ضروری ہے، خدا کے واسطے اس کا جواب دیجیے، اگر آپ ان کا جواب اپنی تحریرات میں دے چکے ہیں تو ہر سوال کے جواب کا حوالہ بقید کتاب وصفحہ ومقدارِ عبارت بیان ہو اور تمام کتابوں کو بذریعہ ویلیو بندہ کے پاس بھیج دیجیے اور اگر یہ بھی نا ہوسکے تو اپنی جماعت میں سے ایک دو دس بیس کو حکم دیجیے کہ وہ سب مل کر ان سوالات کا جواب دیں اور آپ ان کو بغور ملاحظہ فرما کر آخر میں اپنے دستخط فرمائیں کہ ان تمام جوابات کو ہم نے بغور دیکھا ہے یہ

نہایت صحیح ہیں، ہم ان کی صحت کے ذمہ دار ہیں، کیونکہ بندہ بہرصورت آپ ہی کو مخاطب بنائے گا، پھر بندہ آپ سے گفتگو کو حاضر ہے، لکھنؤ دہلی صدر مقام ہے، نا میرا گھر، نا آپ کا، جونسی جگہ تجویز ہو مطلع فرمائیے حتی الوسع تمام ہندوستان کے گلی کوچہ میں اس گفتگو کی خبر شائع کرنا بندہ کا کام ہے، تا کہ تمام مسلمانوں کو حق و باطل روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو جائے، اگر یہ بھی آپ کو بوجہ تعلی وتشخص کے پسند نہ ہو تو آپ اپنے مجمع میں سے جس شخص کو چاہیں منتخب فرمائیں، اس کی ہار جیت آپ کی ہار جیت ہو، بندہ اس سے بھی گفتگو تقریری کو مستعد ہے اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو اوّل ایک ہی مسئلہ میں اس شخص سے گفتگو ہو جس کو آپ منتخب فرمائیں، اگر وہ بعون اللہ تعالیٰ مجھ سے مغلوب ہو تو پھر آپ گفتگو کے واسطے مستعد ہو جائیے، غرض ہر تقریر وتحریر کے آپ ذمہ دار ہوں گے اور میرا مقصود فقط آپ سے ہی گفتگو کرنا ہے اور اگر یہ تمام امور منظور نہ ہوں تو پھر آپ تحریر فرمائیے کہ آپ سے گفتگو تقریری کرنے کی کیا صورت ہے، اگر میری تحریر میں کوئی امر ایسا ہو جس سے یہ معلوم ہو کہ گفتگو کرنی منظور نہیں، آپ کی طرح فقط لوگوں ہی پر ظاہر کرنا منظور ہو تو اس سے مطلع فرمائیے، گو یہ امر ظاہر کرنا ضرور نہ تھا، مگر فقط اس وجہ سے کہ مجھ کو واقعی ایک بہت بڑی فیصلہ کن تقریری گفتگو آپ سے منظور ہے، یہ عرض کرتا ہوں کہ میں وہی شخص ہوں کہ پٹنہ میں جو آخری وعظ جدو وہ کا آپ بیان فرما رہے تھے اور کئی ہزار آدمیوں کا مجمع تھا اور بندہ نے کھڑے ہو کر اس مجمع میں آپ سے زبانی گفتگو کی درخواست کی تھی اور اہل مجمع نے دس منٹ کے بعد جواب کا وعدہ کیا تھا، پندرہ بیس منٹ کے بعد بندہ پھر کھڑا ہوا اور دوبارہ گفتگو کی درخواست کی، پھر بھی وہی جواب ملا، بعدہٗ آپ دعا مانگ کر تشریف لے گئے اور زبانی گفتگو سے گریز کیا، آپ یاد کیجیے کہ یہ واقعہ صحیح ہے یا نہیں؟ میں وہی شخص ہوں کہ جو اس وقت بھی آپ سے گفتگو کو آمادہ تھا کہ جب بالکل آپ کا مجمع تھا اور اب تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہزاروں اس طرف کے بھی ہوں گے، اسی دن آپ کی حقانیت کی حقیقت کھل جاتی، مگر خدا کو منظور نہ تھا، اب ان شاء اللہ یہ موقع ہے جس سے یہ امید اظہارِ حق کی ہے، بشرطیکہ آپ اس دفعہ کی طرح پہلوتہی نہ فرمائیں، جواب کے واسطے اور رجسٹری کے واسطے ٹکٹ جاتا ہے، آپ ہفتہ کے اندر مشورہ فرما کر جواب مرحمت فرمائیں کہ ان سوالات کا جواب خود دیں گے یا دوسرے سے دلوادیں گے تو کب تک یا مناظرہ ہی منظور نہیں، صاف جواب مرحمت ہو، واضح ہو کہ جو امور آپ کی ذات کے ساتھ متعلق ہیں یا جن میں حوالہ کتب کی ضرورت نہیں ان کے علاوہ تمام امور کا جواب بحوالہ کتب معتبرہ حنفیہ، فقہ و اصولِ فقہ وکلام ہونا چاہیے، مجد دیت سے کام نہ لیا جائے، آپ جو اپنی تصنیفات میں اکثر جگہ اپنے فتاویٰ کا حوالہ دیتے ہیں، میں ان جلدوں کا نہایت مشتاق ہوں اور بہت کوشش کی، مگر دستیاب نہ ہوئیں، اگر یہ فرضی کتاب نہیں تو عنایت کرکے اس مجموعہ کی تمام جلدیں اور علم غیب میں جو آپ کا رسالہ ہے ضرور ویلو کر دیجیے۔

اگر آپ نے بندہ سے گفتگو کی تو خدا چاہے آپ کو بھی لطف آجائے گا اور مدّت العمر کی چالاکیاں خوب کھل جائیں گی، اگر میری حالت کی پوری تحقیق منظور ہو تو اپنے وزیرِ اعظم مولوی وصی احمد صاحب سورتی سے دریافت کر لیجیے، میں جلسہ پوکھریرا میں بھی آپ سے اور آپ کی جماعت سے مناظرہ کو بالکل مستعد تھا، مگر آپ تو عرب میں شریفِ مکہ کو مرید کرنے تشریف لے گئے تھے، ہاں قاضی عبدالوحید صاحب و ہدایت رسول و مولوی وصی احمد صاحب سے دریافت کر لیجیے کہ کیسے مناظرہ سے بھاگے اور چونکہ آپ کی طرف سے دروغ کی اشاعت کا ذریعہ تحفۂ حنفیہ ہے، اس وجہ سے اس دفعہ تحفۂ حنفیہ کا پرچہ بھی بندہ کے نام ویلو کرا دیجیے، تا کہ آپ کی جماعت کا کذب اور افتراء معلوم ہوتا رہے، ورنہ نا معلوم وہ کیا کیا لکھ کر شائع کرے گا، اگر میرے متعلق کچھ اس میں لکھا جائے تو میرا مضمون بھی اس میں شائع ہونا چاہیے، ورنہ عجز کی

دلیل ہوگی، میں آج سے اس کا خریدار ہوں بشرطیکہ آپ گفتگو کا قصد کریں، ورنہ دو روپے کیوں فضول ضائع کروں، جواب سے جلد مطلع کیجیے، اگر جواب دینا اور مناظرہ کرنا منظور نہ ہو تو میرے سوالات واپس کر دیجیے۔

**واللّٰہ ھو المستعان وما توفیقی الّا باللّٰہ علیہ توکّلت والیہ اُنیب، واٰخر دعوانا ان الحمدللّٰہ ربّ العالمین، وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ سیّدنا محمّد رحمۃ للعالمین، وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین**

بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفا عنہ خادم مدرسہ امدادیہ دربھنگہ ۴ا محرم الحرام ۱۳۲۶ھ، یوم دوشنبہ

**حامدًا ومصلّیًا ومسلّمًا**

# تمہیدی سوالات

> تمہیدی سوالات جو چودہ محرم ۱۳۲۶ھ کو مولوی بریلوی صاحب کے پاس بغرض جواب روانہ کیے گئے اور ان کے جواب سے وہ آج تک عاجز رہے!!

(۱)...... کافر کی کیا تعریف ہے اور اس کی کیا علامت ہے؟

(۲)...... ضروریاتِ دین جن کے انکار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، وہ کون کون سی چیزیں ہیں؟ بالتفصیل بیان ہوں۔

(۳)...... مؤوّل کافر نہیں، وہ کون سی تاویل ہے جس سے کافر نہیں ہوتا اور جس تاویل کا اعتبار نہیں وہ کون سی تاویل ہے؟ اہلِ قبلہ کی کیا تعریف ہے؟ بحوالہ کتاب بیان ہو اور تکفیر اہلِ قبلہ جائز ہے یا نہیں، مذہب اہلِ سنّت کیا ہے؟

(۴)...... اگر کسی کلمہ گو کے کلام میں چند وجہیں کفر کی ہوں اور چند وجہیں اسلام کی تو مذہب اہلِ سنّت والجماعت اور امام صاحب کے موافق اس کو کافر کہیں گے یا مسلمان؟

(۵)...... اگر کوئی ایسے کلام کو معانیٔ کفریہ ہی پر حمل کرے، وہ شخص کیسا ہے؟

(۶)...... اہلِ سنّت والجماعت کی کیا تعریف ہے اور وہ اعتقادات اور عملیات جن کے کرنے یا نہ کرنے سے آدمی اہلِ سنّت والجماعت سے خارج ہو جائے، کیا کیا ہیں اور مدارِ اہلِ سنّت ہونے کا کیا ہے؟ مفصل بیان ہو۔

(۷)...... اگر کسی مسئلہ میں کوئی امام یا بعض مشائخ یا علمائے محققین میں سے ایک یا دو کسی طرف گئے ہوں اور اکثر یا اقل دوسری جانب ہوں اور علماء بھی کل اہلِ سنّت والجماعت یا مقلدین امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہوں تو اس مسئلہ میں مختلف فیہا کی ایک جانب پر اعتقاد رکھنے والا کافر یا فاسق یا خارج اہلِ سنّت والجماعت ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتا ہے تو فقط یہی شخص جو آج کل ہمارا معاصر ہے یا متقدمین میں سے جو اس قول کی طرف گئے ہیں، وہ بھی ان القابوں کے مستحق ہوں گے اور ان مسائل میں سے ایک دو بطریق مثال بیان ہوں۔

(۸)...... اشعریہ، ماتریدیہ دونوں گروہ اہلِ سنّت والجماعت میں داخل ہیں یا کوئی اہلِ سنّت سے خارج ہے؟ شق ثانی میں کس مسئلہ کی وجہ سے شق اول باوجود اختلاف فی الاعتقاد کے پھر دونوں گروہ اہلِ سنّت والجماعت کیسے ہو سکتے ہیں؟ اگر مدارِ اختلاف فرق باطلہ واہلِ

سنّت، اختلافِ اعتقادات ہے تو یہاں ایک گروہ باوجود اختلاف کے خارج از اہلِ سنّت والجماعت کیوں نہ ہوا اور اگر اہلِ سنّت والجماعت سے خارج ہونے کے واسطے اختلافِ اعتقادات مدار نہیں تو پھر وہ کیا ہیں؟ مفصل بیان ہو اور اشاعرہ اور اشعریہ دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے یا کچھ فرق ہے؟ بحوالہ کتاب بیان ہو۔

(۹)......کلمہ گو سے اگر کوئی کلام یا فعل ایسا سرزد ہو کہ جس میں (۹۹) وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو اس کو اس پر محمل کریں گے جس میں وہ مسلمان رہے یا نہیں؟ اگر اوّل ہے تو اسی طرح (۹۹) وجوہ اہلِ سنّت والجماعت سے نکلنے کی ہوں اور ایک اہلِ سنّت والجماعت ہونے کی تو اس کو بھی اسی پر محمل کریں گے جس میں وہ اہلِ سنّت والجماعت میں داخل رہے یا کسی طرح سے اس کو اہلِ سنّت والجماعت سے خارج ہی کرنا چاہیئے اور جس طرح کہ جب تک امور ضروریہ دین کا منکر نہ ہوگا کافر نہ ہوگا، اسی طرح سے جن امور کی نسبت اہلِ سنّت کا اعتقاد ضروری طور سے ثابت نہ ہوگا اس کے انکار سے بھی اہلِ سنّت والجماعت سے خارج نہ ہو سکے گا یا فرق ہے اور وہ ضروریاتِ اہلِ سنّت کیا ہیں؟ ہاں! جو امور متفق علیہ علمائے اہلِ سنّت ہیں، ان میں بھی ہر واحد کے انکار سے خارج از اہلِ سنّت والجماعت ہو جائے گا یا اس میں بھی کچھ تفصیل ہے؟ مفصل بیان ہو۔

(۱۰)......جس کسی مسئلہ کی نسبت یہ بات ثابت ہو جائے کہ یہ مسئلہ ماتریدیہ یا اشاعرہ کے موافق یا ان کے درمیان مختلف فیہا ہے اس پر یا اس کے ایک جانب پر اعتقاد رکھنے والا خارج از اہلِ سنّت والجماعت ہو سکتا ہے یا نہیں؟ شق اوّل میں فقط یہی شخص یا وہ گروہ جس کا یہ مقلد ہے بہ تقدیر اوّل وجہ فرق کیا ہے اور شق ثانی میں اس کو اہلِ سنّت اہلِ سنّت والجماعت سے خارج کہنے والا کون ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟

(۱۱)......مسائل مختلف فیہا بین الصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یا درمیان ائمہ محدثین ومفسرین وائمہ مجتہدین فی الدین یا فی المذہب **یا مرجحین** یا مشائخ وعلمائے محققین میں کوئی ایک جانب خطاء وصواب کی متعین ہو سکتی ہے اور ایک کو یقینی غلط یا صحیح کہہ سکتے ہیں یا دلیل کا ماحصل رجحان ہے اور احتمال خطاء وصواب ہر جانب باقی رہتا ہے، ایسے مسائل میں ایک جانب پر عمل کرنے والے کو فاسق یا خارج اہلِ سنّت والجماعت کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ بحوالہ کتاب بیان ہو اور ان مسائل کی مثال بیان ہو؟

(۱۲)......حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب، حضرت شاہ رفیع الدین صاحب، حضرت شاہ اسحاق صاحب، مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی، مولانا فصیح صاحب غازی پوری، صاحب فتح القدیر، صاحب بنایہ شرح ہدایہ، صاحب ردّ المحتار، حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری وجناب مولانا محمد علی صاحب دام فیضہم خلیفۂ اعظم حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، یہ لوگ مسلمان اہلِ سنّت والجماعت احناف ہیں اور کیا یہ لوگ مقتدا بنانے کے قابل اور ان کی تصانیف حق اور عمل کرنے کے لائق ہیں یا نہیں؟ یہ مطلب نہیں کہ یہ حضرات فرشتہ ہیں، ان سے کوئی غلطی نہیں ہوئی یا ان کا کلام نعوذ باللہ وحی ہے، بلکہ جیسے اور اکابرِ دین گذرے ہیں اور مقتدائے اسلام اہلِ سنّت والجماعت ومقلد ہوئے ہیں اور ان کے کلام حجّت میں پیش کیے جاتے ہیں، اپنے زمانے میں یہ لوگ بھی مقتدا اور اہلِ علم اور صلاح وفلاح ہیں یا ان کے عقائد کل کے یا بعض کے کلًّا یا بعضًا خراب ہیں، جن سے وہ اسلام یا اہلِ سنّت والجماعت یا گروہِ مقلدین یا احناف سے نکل گئے اور وہ عقائد ومسائل کیا ہیں؟ کل نہیں، ایک ایک دو دو ہی

بیان ہوں، ورنہ ان حضرات کو غیر مقلد وہابی بُرے کلمات کہنے والا کیسا ہے؟ ان کی نسبت آپ کا اعتقاد کیا ہے؟

(۱۳)......مقلد ائمہ اربعہ کی فقہاء نے کیا تعریف کی ہے، بالخصوص حنفی ہونے کے واسطے کس کس امر کی ضرورت ہے، جن کے ترک سے آدمی حنفی نہ رہے اور کیا نہ کرنا چاہیئے، جس کے کرنے سے حنفیت سے خارج ہو جائے؟ اگر اس کے لیے کوئی قاعدہ کلیہ فقہاء نے بیان فرمایا ہو تو وہ بیان ہو اور اگر جزئیات کی تصریح کی ہو تو اس کو بیان کرنا چاہیئے، غرض تقلید کی جنس اور فصل اور اس کے لوازم اور شرائط اور خواص مختصہ اور موقوف علیہا اور تعداد موانع جن کے کرنے یا نا کرنے یا ہونے یا نا ہونے سے علماً وعملاً آدمی مقلد نہ رہے وہ بیان فرمائیے۔

(۱۴)......غیر مقلد کا کیا حکم ہے اور تقلید حرام ہے یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا جائز یا فرض، واجب، مستحب، سنت اور کون سا درجہ کس کے لیے؟ غیر مقلد اور وہابی کا ایک ہی مفہوم ہے یا کچھ فرق؟ ہے تو کیا ہے؟

(۱۵)......اگر کوئی غیر مقلد نہ ہو اور اس کو کوئی شخص غیر مقلد اور وہابی کہے تو یہ مفتری کس درجہ گناہ کا مرتکب ہوا؟ تارکِ نماز، زکوٰۃ، حج، صوم، صدق، دیانت، فرض، واجب، سنت، مستحب یا گناہِ کبیرہ، صغیرہ، حرام، مکروہ تحریمی وتنزیہی کے کرنے سے آدمی غیر مقلد ہو سکتا ہے یا فقط تقلید کے ترک یا مذموم جاننے سے غیر مقلد ہوگا؟ غرض کہ غیر مقلد ہونا یا نہ ہونا کسی عقیدہ کرنے یا نہ کرنے پر موقوف ہے یا کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر یا دونوں کے وجود پر یا عدم پر مجتمعاً منفرداً فقہ حنفی یا اصول فقہ سے بیان ہو؟

(۱۶)......جو مسائل نہ امام صاحب کے زمانے میں موجود تھے نہ بعد میں ایک زمانہ تک موجود ہوئے نہ اُس کا حکم فقہ میں مندرج ہوا اور اس صورت کے پیش آنے کے بعد علمائے وقت نے اس کا حکم بیان فرمایا، متفقاً یا مختلفاً اس حکم کے نہ ماننے سے بھی آدمی حنفیت یا تقلید سے باہر نکل سکتا ہے یا نہیں؟ اور علمائے حنفیہ کا کس قسم کا اختلاف بین المسائل ہے، جس میں کسی جانب پر عمل کرے تو حنفی نہیں رہتا، مثالاً ایک دو مسئلہ بیان فرمایا جائے؟

(۱۷)......شوافع، حنابلہ، مالکیہ کی آراء موافقہ یا مخالفہ حنفیہ کے لیے کلیۃً جزئیۃً مفید یا مضر ہو سکتی ہیں یا نہیں اور کثرتِ آراء بھی حکم کی تقویت کر سکتی ہے یا فقط قوتِ دلیل ہی مفید ہو سکتی ہے، حنفیہ فقہ یا اصول فقہ میں کیا ہے بیان ہو؟

(۱۸)......جو شخص مقلد ہو اس کو اپنے فقہ کے خلاف عمل کرنا یا عقائد میں حنفی کو شافعی کے موافق اعتقاد یا عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو ایسے شخص کے لیے کس قدر علم کی ضرورت ہے؟ ایسا شخص کوئی آج کل موجود ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کتنے زمانے سے اور اگر خلاف اپنے فقہ کے عمل نہیں کر سکتا تو ان کے ہی مسائل میں جو اپنے امام سے منقول ہوں یا اس کے متبعین کے مجتہدات ومتخرجات کا بھی یہی حکم ہے یا نہیں؟ اگر کچھ تفصیل ہے تو بیان فرمائی جائے؟ اگر مسئلہ امام سے منقول نہ ہو اور کتب فقہ میں بھی مندرج نہ ہو ایسے مسئلہ میں اگر علمائے کرام مابعد اختلاف کریں، ایک کے نزدیک مستحسن اور دوسرے کے نزدیک قبیح ہو تو ایک دوسرے کو کافر، فاسق، خارج از اہلِ سنت والجماعت کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ تو متقدمین میں جو اس قسم کا اختلاف ہوا ہے وہ بھی موجب تکفیر وغیرہ ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو وجہِ فرق کیا ہے؟

(۱۹)......ادلۂ شرعیہ قرآن شریف، حدیث شریف، اجماع، قیاس حسبِ تصریحات اہل سنت انہیں چار میں منحصر ہیں اور جو امور بظاہر ان کے علاوہ معلوم ہوتے ہیں وہ انہیں میں مندرج ہوتے ہیں یا واقع میں ان سے علاحدہ امور بھی ہیں؟ شق ثانی میں حصر کے کیا معنیٰ؟

پھر ادلہ من حیث الثبوت والدلالۃ کے اقسام واحکام بھی بیان فرمائے جائیں؟

(۲۰)......الہام حجّتِ شرعی ہے یا نہیں؟ الہام وکشف ایک ہی امر ہے یا دو؟ بزرگانِ دین کو جو امور منکشف ہوئے اُن کا اعتقاد مثل ادلۂ شرعیہ کے احکام کے رکھنا یا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ بتقدیرِ عدمِ موافقت الہام وکشف کے امورِ شرعیہ یا ادلۂ شرعیہ یا تصریحاتِ فقہاء یا علمائے اصول یا ائمۂ کلام کو اس کا اعتقاد یا اُس پر عمل کیسا ہے؟

(۲۱)......کسی عمل میں اگر کسی بزرگ کو یا اکثر بزرگانِ دین کو باتفاق یا اختلاف کوئی نفع دینی یا دنیوی معلوم ہو تو تمام اُمت پر اس کا عمل یا اعتقاد لازم ہے یا خاص اس کے معتقد یا مرید پر؟ اعتقاد نہ کرنے والا یا اس کو ضروری نہ سمجھنے والا یا عمل واعتقاد کو جائز سمجھ کر عمل نہ کرنے والا اس کو خلافِ مصلحت یا باعثِ فتنۂ عوام سمجھ کر روکنے والا یا بوجہِ دیگر امورِ نامشروعہ کے مل جانے کے قبیح لغیرہٖ کہنے والا کیسا ہے؟

(۲۲)...... جیسے مسائل شرعیہ مقلد فیہا میں اپنے امام مقتدا کے جس کے ہم مقلد ہیں اور پیروی کرتے ہیں دلیل دریافت کرنے کی ضرورت نہیں، اسی طرح سے ہر بزرگ کے کلام اور الہام پر عمل کر سکتے ہیں اور اس کا تسلیم کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ پھر قولِ بزرگ میں مطابقت اپنے امام سے یا فقہ حنفیہ سے شرط ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو دوسرے مجتہد کے کلام پر بھی ایسے ہی عمل کر سکتے ہیں یا نہیں تو وجہِ فرق کیا ہے؟ اور بزرگ میں بھی شرط ہے کہ وہ اپنے ہی امام کا مقلد ہو یا نہیں؟ بلکہ جس امام کا بھی مقلد ہو اس کے کلام پر عمل کرنا ضروری یا جائز یا مستحسن ہے؟ اگر کوئی تخصیص نہیں تو ہر عالم کے کلام پر عمل کرنے میں بھی یہی تعمیم ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو وجہِ فرق کیا ہے؟ اگر تعمیم ہے تو غیر مقلدی اور اس تقلید میں فرق کیا ہے؟

(۲۳)......اولیاء کے بعض کلام جو بظاہر مخالفِ شریعت ہوتے ہیں اور معارف اور حقائق جن کے عامۂ مومنین مکلف نہیں ہوتے ہیں اور وہ امور ان کے فہم سے خارج ہوتے ہیں اور بعض خاص حالت سے متعلق ہوتے ہیں، عموم پر جاری نہیں ہوتے اور بعض متشابہ جن کے فہم سے اور لوگ قاصر ہوتے ہیں اور بعض ان کے اضداد ہوتے ہیں یہ اقسام بزرگانِ دین کے کلام میں پائے جاتے ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو ہر ایک کا شعار اور علامت اور اس کا حکم بیان ہو؟ اور پیروں کے ساتھ نبی ﷺ کا سا معاملہ کرنا چاہیے یا نہیں؟ نہیں تو اس کا کیا حکم ہے جو ایسا عمل یا اعتقاد رکھے؟

(۲۴)......آج کل ہندوستان کے موجودہ علماء میں سے اگر کوئی شخص خلافِ فقہ حنفی عمل کرے یا ایسے مسئلہ میں جس کا حکم بالصراحۃ فقہ حنفیہ میں موجود ہو، احادیث وغیرہ سے اس حکم کے مخالف حکم بیان کرے تو وہ شخص غیر مقلد ہوگا یا نہیں؟ پھر اس کا حکم کیا ہے؟ اور اس استنباط کی ہر عالم کو اجازت ہے یا نہیں یا بعض کو؟ شق ثانی میں وجہِ تخصیص کیا ہے؟

(۲۵)...... درجۂ اجتہاد کب سے موقوف ہو گیا؟ علیٰ ہذا القیاس **موجحین** بھی کب سے نہیں؟ آج کل کے علماء پر تقلید شخصی مثل عوام کے ضروری ہے؟ اور جوابِ مسئلہ میں فقط روایاتِ معتبرہ فقہ ہی کو بیان کرنا چاہیے تو درصورت عدمِ تصریح حکم کیا کرنا چاہیے یا تقلید فرض نہیں اور ہر شخص اپنی رائے وسمجھ کا مکلف ہے تو پھر عوام کے لیے کیا حکم ہے؟

(۲۶)......جو شخص خود بلا ضرورت اپنی ہوا وہوس وغرض کے مطابق بعض مسائل میں فقہ حنفیہ کے خلاف کرے اور دوسروں کو ایسا فعل کرنے سے غیر مقلد یا وہابی کہے تو اس کا حکم کیا ہے؟

(۲۷)......اس وقت میں اگر کوئی مسئلہ ایسا پیش آئے جس کا حکم فقہ حنفی میں موجود نہ ہو تو علمائے وقت کو کیا کرنا چاہیئے، اگر اجتہاد کا حکم ہے تو فقط اسی صورت میں یا دوسرے مسائل میں بھی اجتہاد کر سکتے ہیں اور ہر ایک عالم کا اجتہاد دوسرے عالم یا عوام پر حجت ہے یا نہیں؟ بلکہ ہر شخص اپنی رائے کا پابند ہوگا؟

(۲۸)......جن مسائل میں علمائے وقت مختلف ہوں، بعض جائز فرمائیں بعض ناجائز، ایسی صورت میں عوام کو کیا کرنا چاہیئے؟ ان کو امتیاز حق و باطل کا کیسے ہو؟ یا جس کو چاہیں اختیار کر لیں؟ ہر صورت میں ماجور ہوں گے؟

(۲۹)......مجدد ہر سو برس کے بعد ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر (حاشیہ نمبر ۱) ہے تو اس کے شرائط ولوازم وموانع بیان ہوں، اس کی تعریف اور علامات کیا ہیں اور وہ تجدید دین کس طرح کرتا ہے تمام دنیا میں مجدد ایک ہوتا ہے یا متعدد اور فقط اہل سنت والجماعت ہی میں ہوتا ہے یا دوسرے فرق میں بھی اور ابتداء سو کی کس وقت سے کی جائے گی؟ اس وقت کس قدر مجدد ہوئے ہیں؟ انھوں نے کیا دین کی تجدید فرمائی؟ ایک مجدد کو دوسرے کا حال معلوم ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اور مجدد کو اپنی مجددیت کا علم ضروری ہے یا نہیں؟ اِس صدی کا مجدد کون ہے؟ آپ ہیں یا کوئی اور؟ شق ثانی میں جو لوگ آپ کو مجدد ملتہ حاضرہ لکھتے ہیں یہ اُن کا خیال صحیح ہے یا غلط؟ اگر غلط ہے تو آپ نے بذریعہ تحریرِ عام کے تغلیط فرمائی یا نہیں؟ اور غیر مجدد کو مجدد کہنا یا کہلوانا جائز ہے یا نہیں؟

حاشیہ نمبر ۱: اگر ہونا ضروری نہیں، گو ہو سکتا ہے، تب بھی امور مذکورہ کے بیان کی ضرورت ہے۔

(۳۰)......اگر غیر مجدد کو مجدد کہنا جائز ہے تو غیر عالم کو عالم اور بدعتی وحامیٔ سنت اور فتنہ پرداز اور مسلمانوں کو دھوکہ دے کر مسلمانوں کے روپیہ کھانے والے کو حامیٔ سنت ماحی الفتن عالم وغیرہ تعظیمی الفاظ لکھنے اور اُن کی تعظیم کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اس پر جو اہلِ ندوہ پر حکم جاری کیے گئے ہیں جاری ہوں گے یا نہیں؟

(۳۱)......واجب بالذات، ممتنع بالذات، ممکن بالذات میں حصر عقلی ہے یا نہیں؟ ایک قسم کا انقلاب دوسرے کی طرف ممتنع بالذات ہے یا نہیں؟ واجب بالذات یا ممتنع بالذات کسی موجود کا جزو ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۳۲)......جس قدر ممکن بالذات ہیں قدرتِ باری میں داخل ہیں یا نہیں؟

(۳۳)......کسی ممکن بالذات کو قدرتِ الٰہیہ سے خارج مان لینا مستلزم انکارِ الوہیت کو ہے یا نہیں؟

(۳۴)......ہر واجب بالغیر اور ممتنع بالغیر کا ممکن بالذات ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

(۳۵)......شریعت میں کوئی چیز واجب بالغیر یا ممتنع بالغیر ہے یا نہیں؟ ممتنع بالغیر اور ممتنع بالذات عدمِ فعلیت میں دونوں برابر ہیں یا نہیں؟ اوّل داخل قدرت، ثانی خارج عن القدرت ہے یا نہیں؟ قدرت کے کیا معنیٰ ہیں؟

(۳۶)......جو واجب بالذات یا ممتنع بالذات ہوگا اس کا قدرت سے خارج ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اور جو خارج عن القدرت ہوگا اس کا بھی ممتنع بالذات یا واجب بالذات ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

(۳۷)......ہر واجب بالغیر یا ممتنع بالغیر باوجود ضرورت وقوع یا عدمِ فعلیت کے داخل قدرت ہے یا نہیں اور جانبِ مخالف مقدور ہے یا نہیں؟

(۳۸)......علمائے کلام کے کلام میں واجب بمعنیٰ واجب بالذات و بالغیر اور ممتنع بمعنیٰ ممتنع بالذات و بالغیر آیا ہے یا نہیں؟ اگر آیا ہے تو فقط لفظ واجب و ممتنع بالذات پر محمول ہوگا یا بالغیر پر یا محتاجِ قرینہ ہوگا؟

(۳۹)......قدرت کے دو معنیٰ ایک صفتِ قدیمہ جو ضد عجز ہے اور جمیع ممکنات کو شامل ہے اور دوسرے بمعنیٰ تقدیر جو ممتنعات بالغیر کو شامل نہیں، کتبِ شرعیہ میں مستعمل ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو قدرت ان معانی میں مشترک ہے یا حقیقت و مجاز؟ پھر کون حقیقت ہے اور کون مجاز، مدلّل بیان ہو؟

(۴۰)......صفاتِ باریٔ تعالیٰ واجب بالذات ہیں تو تعدد وجباء کا کیا جواب ہے؟ اور اگر ممکن بالذات ہیں تو ہر ممکن کے لیے حادث اور مخلوق ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو ان کا خلق بالاضطرار ہے یا بالاختیار؟ اگر بالاضطرار ہے تو اوّل تو یہ مذہب کس کا ہے؟ دوسرے شانِ باریٔ تعالیٰ کے مناسب ہے یا نہیں؟ تیسرے ان کے صدور پر جابر کون ہے؟ اگر بالاختیار ہے تو اوّل تو حدوث دوسرے علم سے پہلے علم، قدرت سے پہلے قدرت، علیٰ ہذا القیاس دور یا تسلسل لازم آئے گا یا نہیں؟ تیسرے قیام حوادث بذاتِ واجب تعالیٰ لازم آئے گا یا نہیں؟ محل حادث خود حادث ہے یا نہیں؟ اور اگر واجب بالذات ہیں، ممکن بالذات اور لاعین لاغیر کہا جائے تو حصر مواد باطل دوسرے اجتماع و ارتفاع نقیضین دونوں بظاہر لازم آئے یا نہیں؟ اس مسئلہ کو مجددیت کی شان کے ساتھ نہایت متانت کے ساتھ بیان فرمایا جائے کہ جو اہلِ سنّت والجماعت کا مذہب ہے صحیح ہوجائے اور شکوک وشبہات بھی دور ہوجائیں؟

(۴۱)......واجب کی ہر ایک صفت بسیط ہے یا کل یا بعض مرکّب بھی ہے، کلام باریٔ تعالیٰ لفظی اور نفسی دونوں ہیں یا فقط ایک؟ پھر وہ کیا ہے، لفظی حادث وغیر قائم، بذاتہٖ تعالیٰ و مرکّب؟ اور نفسی بسیط قائم بذاتہٖ ازلی قدیم ہے یا اس کے سوا کوئی اور تحقیق ہے؟ کلام لفظی صفاتِ حقیقیہ محضہ سے ہے یا صفاتِ افعال سے اس کو صفت کہنا باعتبارِ خلق خاص ہے قیام یا عینیت یا لاعین ولاغیر صاف بیان ہو، علیٰ ہذا القیاس کذب وصدق متکلم کا کس قسم میں داخل ہے؟

(۴۲)......کلامِ لفظی کو کلام باری کہنا حقیقتاً ہے یا مجازاً ہے؟ اور اگر مجازاً ہے تو قرآن کی تعریف جو اصولِ فقہ میں مذکور ہے اور علمِ کلام میں جو اس کا حکم بیان فرمایا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس تقدیر پر قرآن شریف کو کلام باری نہ کہنے والے کا کیا حکم ہے؟ اگر حقیقی ہے تو باوجود اور کلاموں کے اس صفتِ خلق میں مشارک ہونے کے ان کو کلام باری نہ کہا جائے اور قرآن شریف کو کلام باری کہا جائے، وجہ فرق کیا ہے؟

(۴۳)......کلامِ لفظی باریٔ تعالیٰ میں اور کلامِ لفظی انسان میں مادہ حروف ہجا ہے یا وہاں کچھ اور؟

(۴۴)......قدرت مجموعہ کلام پر مستلزم قدرت علیٰ اجزایہ کو ہے یا نہیں؟ قدرت علی الاعلیٰ مستلزم قدرت علی الادنیٰ کو ہے یا نہیں؟

(۴۵)......ممتنع بالذات کی علامت اور پہچان کہ جس کے صادق آنے سے اس کے مصداق کو ممتنع بالذات کہہ دیا جائے، ہے یا نہیں، اگر ہے تو بیان ہو؟

(۴۶)......دو شئے میں باوجود اتّحاد بالذات کے تغایر امکان بالذات اور امتناع بالذات کا ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۴۷)......مرکّب کا وجود باعطائے وجود اجزا ہوتا ہے یا یہ بھی ممکن ہے کہ وجود فقط کل کا ہو اور اجزاء کلّاً یا بعضاً معدوم ہوں؟

(۴۸)......صدق وکذب کی تعریف اور ہر ایک کی علّتِ تامہ کیا ہے؟

(۴۹)......صدق وکذب کلام کی ذاتیات سے ہے یا لوازم ذات یا وجود سے کہ جو اپنے ملزوم سے جدا نہ ہو سکے یا عوارض منفکہ سے ایک ہی کلام باعتبار دو وقتوں کے اختلاف محکی عنہ کی وجہ صدق اور کذب میں مختلف ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۵۰)......امکانِ علّت مستلزم امکانِ معلول کو ہے یا نہیں؟ معلول ممتنع بالذات ہو اور علّتِ تامہ ممکن بالذات ہو، یہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۵۱)......صاحب مواقف کا **یمتنع علیه الکذب اتّفاقًا** فرمانا اس امتناع سے مراد بالذات ہے یا بالغیر؟ اگر بالذات ہے تو صاحب عمدہ ومسائرہ کا نقلِ اختلاف کیسا؟ اس میں کس کا کلام صحیح ہے؟ پھر صاحب عمدہ اور صاحب مسائرہ میں کس سے غلطی ہوئی؟ صاف تحریر فرمایا جائے بحوالہ کتب کلامیہ؟

(۵۲)......محقق دوانی نے جن حضرات کا مذہب جواز خلف فی الوعید لکھا ہے اس جواز سے مراد امکانِ وقوعی ہے یا ممتنع بالغیر ہے (**یُعَدُّ کرمًا**) کی دلیل کیسے صحیح ہوگی، کیونکہ عدم وقوع یقینی ہے اور اگر مراد امکانِ وقوعی ہے تو ان قائلین کو کافر یا فاسق خارج از اہلِ سنّت والجماعت کیا کہا جائے گا؟ محقق دوانی نے ان کی نسبت کیا کہا ہے؟

(۵۳)......محقق دوانی کا ایسا جواب دینا کہ جس کی وجہ سے جواز خلف فی الوعید لازم نہ آئے، یہ جواب صحیح ہو یا نہ ہو، یہ امر آخر ہے، لیکن ان کی تاویل سے اس شخص کا مذہب جو جواز الخلف فی الوعید کا قائل ہے نہیں بدل سکتا، فتویٰ اس کے باب میں مقصود ہے کہ وہ وقوعِ کذب کا قائل ہو کر کافر ہوا یا نہیں؟

(۵۴)......علیٰ ہذا القیاس صاحب مسائرہ نے جو تحیّرا کابر اشاعرہ کا مسئلہ حسن وقبح عقلی میں نقل کیا ہے وہ لوگ بھی وقوعِ کذب کے قائل ہوئے یا نہیں، ان کی نسبت کیا حکم ہے؟ آپ نے جو اس کلام کی تاویل المعتمد المستند کے اندر کی ہے، آپ کی شانِ مجددیت، علم وفضل سے نہایت مستبعد ہے، مسائرہ کی عبارت بغور ملاحظہ ہو، تب اس تاویل کا حال بخوبی معلوم ہو جائے گا، استحالہ کذب متفق علیہ ہو اور فرق فقط دلیل کا ہو تو اس تقدیر پر جو معتزلہ نے کلام نفسی پر شبہ وارد کیا ہے اس کا جواب کیا ہوگا؟ غور سے جواب دیا جائے، اگر عبارت مسائرہ سے ان اکابر اشاعرہ کا مطلب فعلیتِ کذب ثابت ہو، تب یہ اکابر اشاعرہ کافر فاسق کیا ہوئے؟

(۵۵)......خداوند جل وعلا شانہٗ جو اپنے وعدوں اور وعیدوں کو پورا کرے گا وہ بالاختیار یا بالاضطرار؟ اگر بالاختیار ہے تو اختیار کے معنیٰ بیان فرمائے جائیں؟

(۵۶)......جن لوگوں کی نسبت جناب باری تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ ہرگز ایمان قبول نہ کریں گے ان کا مومن ہونا ممکن بالذات اور باوجود ممتنع بالغیر ہونے کے داخلِ قدرت ہے یا نہیں؟

(۵۷)......علمِ باریٰ تعالیٰ میں علم تابع معلوم ہے یا معلوم تابعِ علم؟ پہلے علمِ خداوندی متحقق ہوتا ہے پھر معلوم اس کے مطابق متحقق ہوتا ہے یا پہلے معلوم متحقق ہو جاتا ہے، اس کے مطابق علم ہوتا ہے؟

(۵۸)......کلام میں پہلے صدق اور کذب محقق ہوتا ہے یا عدم موضوع یا اتصافِ موضوع بنقیض المحمول اور **بضدّہٖ** اور تقدم کیسا ہے؟

(۵۹)......صدق اور کذب صفت کلام کی ہے یا محکی عنہ کی؟ یہاں حصر اضافی باعتبارِ محکی عنہ اور کلام کی ہے نہ اعتبار متکلم کے؟

(۶۰)...... صدق اور کذب کلامِ باریٔ تعالیٰ اور کلامِ بشر دونوں میں ہم معنیٰ ہیں یا کچھ فرق ہے تو بحوالہ کتاب بیان ہو؟

(۶۱)...... جیسے اتصافِ موضوع بالفعل بنقیض المحمول یا بضدہ یا امکانِ سلب المحمول عن الموضوع متلزم امکانِ کذب کلامِ جزئی موصوف کو ہوگا یا نہیں؟

(۶۲)...... جمیع مومنین کو خالداً اور مخلداً جہنم میں داخل کرنے پر قدرت ہونے اور جمیع کفار کو خالداً مخلداً جنت میں داخل کرنا مقدور ہونا، اگر چہ ہرگز ہرگز ہرگز کبھی نہ ہوگا، بلکہ مومنین جنت میں اور کفار دوزخ میں خالداً ومخلداً رہیں گے، لیکن اگر چاہے تو ایسا ہوسکتا ہے، اگر چہ ہرگز نہ چاہے گا اس میں اشاعرہ اور ماتریدیہ کا کچھ اختلاف ہے یا نہیں؟ اگر اختلاف ہے تو کیا اور حق کس کی جانب ہے اور آپ کا کیا مذہب ہے اور عقیدہ مذکور کا معتقد کون ہے؟

(۶۳)...... باریٔ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں، اس وجوب سے کیا مراد ہے بالذات یا بالغیر؟ اگر بالذات ہے تو کیا مطلب ہے اور تقریر مذہب کس طرح اور اگر واجب بالغیر ہے تو کیا مطلب ہے؟

(۶۴)...... واجب عقلی شرعی، عادی علی ہذا القیاس ممتنع ان کی تعریفیں اور احکام بھی جدا گانہ فرمائیے اور یہ کہ فعل باریٔ تعالیٰ واجب بالغیر یا ممتنع بالغیر عقلی، شرعی، عادی سب داخلِ قدرت اور ممکن بالذات ہی کی قسمیں ہیں کوئی ان میں سے خارج عن القدرت اور واجب بالذات اور ممتنع بالذات کی قسم سے بھی ہے، غرض ان کی تعریفات اور ہر قسم کی دیگر اقسام سے نسبت صاف بیان ہو؟

(۶۵)...... انسان اشرف المخلوقات ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اشرف المخلوقات کون ہے؟

(۶۶)...... انسان نوع ہے کہ نہیں؟ نوع کے افراد متحد بالذات ہوتے ہیں یا کہ نہیں؟

(۶۷)...... ایک انسان کی نظیر ومثال انسانیت واوصافِ مختصہ بالانسانیت میں دوسرا انسان ہی ہوگا، جو اس کے ساتھ متحد بالذات ہے یا دوسری نوع کا فرد بھی کسی انسان کی نظیر ومثالِ مذکور بن سکتا ہے؟ نظیر الشیٔ ومثال الشیٔ کی تعریف وشرائط بیان ہوں؟

(۶۸)...... کسی انسان کی نظیر ومثال میں آحادِ زمانہ بھی شرط ہے کہ نہیں؟ اگر شرط ہے تو جس قدر افرادِ انسان گذر چکے ہیں وہ سب ممتنع النظیر ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو یہ امتناع بالذات ہے یا بالغیر؟ اور یہ امتناعِ نظیر قابلِ مدح ہے یا نہیں؟ اگر اتحادِ زمانہ شرط نہیں تو وہ امتناعِ نظیر جو موجبِ مدح ہے کون سا ہے، اس کی کیا تعریف ہے؟ مفصل بیان فرمائیے؟

(۶۹)...... ایک نوع کے بعض افراد ممکن وموجود اور بعض ممتنع بالذات ومعدوم ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر ہوسکتے ہیں تبدلِ ذات لازم آتا ہے یا نہیں؟

(۷۰)...... امرِ ممکن کی نظیر ممکن بالذات ہی ہوگی یا ممتنع بالذات بھی ہوسکتی ہے؟

(۷۱)...... کسی کلی ممکن کے افراد کی نسبت قدرتِ باریٔ تعالیٰ متناہی ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(۷۲)...... کسی کلی ممکن کے افراد موجودہ کسی مرتبہ پر جاکر بقیہ افراد ممتنع بالذات ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

(۷۳)...... قدرتِ باری غیر متناہی ہے اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک، اس کا کیا مطلب ہے؟

(۷۴)...... کوئی مخلوق ایسی بھی ہے کہ قدرتِ باریٔ تعالیٰ میں اس کی نظیر داخل نہ ہو؟ وعدۂ باریٔ تعالیٰ یا عدمِ مشیتِ ایزدی امرِ آخر

ہے، گفتگو نفس قدرت میں ہے، اگر قدرتِ باری تعالیٰ کسی مخلوق کی نظیر پیدا کرنے سے عیاذاً باللہ عاجز ہے تو اس کی وجہ نظیر کی ذات ہے یا کوئی امر آخر خارج عن الذات؟ اگر ذات ہے تو ذی نظیر کیسے موجود ہوا اور اگر امر خارج عن الذات ہے تو وہ نعوذ باللہ نقصانِ قدرت ہے یا کیا؟ پھر یہ امتناع بالغیر ہے یا بالذات؟

(۷۵)......کسی کلی ممتنع بالذات کا کوئی فرد موجود ہوسکتا ہے یا نہیں؟ کوئی مخلوق سوائے ممکن کے ممتنع بالذات یا واجب بالذات ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۷۶)......جمیع انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام افرادِ انسانی متحد بالذات ہیں یا مختلف الماہیات؟

(۷۷)......اگر مختلف الماہیات ہیں تو وہ ماہیاتِ مختلفہ کلیات ہیں یا نہیں؟ اگر کلیات ہیں تو کلی کی کس قسم میں داخل ہیں؟ واجد الواحد مع امکان الغیر أو اِمتناعہ میں یا اور کسی میں اور پھر امتناع افرادِ آخر بالذات ہے یا بالغیر اور کلیات نہیں تو تشخصات و وجود ہر واحد عین ذات ہیں یا نہیں؟

(۷۸)......واجب تعالیٰ کی نظیر ممتنع بالذات ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی علت کیا ہے؟ اگر کسی اور شئے کی نظیر ممتنع بالذات ہوگی تو اس کی علت بھی یہی ہوگی جو واجب کی نظیر میں پائی جائے گی یا کوئی دوسری وجہ بھی ہوسکتی ہے جو واجب کی نظیر میں نہ پائی جائے؟

(۷۹)......جس کی نظیر ممتنع بالذات ہو اس کا واجب بالذات یا ممتنع ہونا ضرور ہے یا نہیں؟

(۸۰)......انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے جملہ کمالات اور اوصافِ حمیدہ اور ان کا کسی زمانہ کے اندر موجود ہونا یہ تمام امور **کلاً** یا بعضاً ذاتیاتِ نبی یا نبوت یا ان دونوں کے لوازمِ ذات یا لوازمِ وجود سے ہیں یا عوارض منفکہ سے یا تفصیل ہے؟

(۸۱)......جو شخص اس امر کا قائل ہو کہ جناب رسول اللہ ﷺ اشرف المخلوقات، سید الاولین والآخرین، خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں، آپ کے بعد نہ کوئی نبی ہوا، نہ ہے اور نہ ہوگا، یہ مسئلہ باجماعِ امت ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے اور اس معنیٰ کے اعتبار سے ختمِ نبوت بھی آپ کے لیے باتفاقِ امت متحقق و ثابت ہے، مع ہذا اگر ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں ختمِ نبوت کے معنیٰ نبوت بالذات کے لیے جائیں کہ آپ کی نبوت بالذات ہے تو وجودِ نبی بعد جناب رسول اللہ ﷺ کے اگرچہ ہرگز کبھی نہ ہوگا، منافی خاتمیت بمعنیٰ مذکور کے نہیں ہے (گو آپ ﷺ کے بعد نبی کا قائل باتفاقِ امت کافر ہے، اس واسطے کہ منکرِ ختمِ نبوت زمانیہ کا ہوا جو باجماعِ امت ثابت ہے) یہ شخص مسلمان ہے یا کافر ہے، اگر کافر نہیں تو اس کو کافر کہنے والا کون ہے؟

(۸۲)......قرآن شریف کے لیے ظہر و بطن جو حدیث میں آیا ہے اس کے کیا معنیٰ؟ اور باطنی معنیٰ کے وقت ظاہری معنیٰ بھی مراد لیتے ہیں یا وہ متروک ہوتے ہیں؟ حدیث کے واسطے بھی ظہر و بطن ہوتا ہے یا نہیں؟

(۸۳)......وہ باطنی معنیٰ کیوں لیے جاتے ہیں؟ ان کی کیا ضرورت ہوتی ہے اور ان معنیٰ کے واسطے کس علم کی ضرورت ہے؟ ان معنیٰ کی صحت کے کیا شرائط ہیں، مفصل بیان ہوں؟

(۸۴)......کسی حدیثِ صحیح کو خواہ مخواہ ترک کرنا کیسا ہے؟ اگر کوئی حدیثِ صحیح بظاہر دوسری حدیثِ صحیح یا آیت کے متعارض ہو تو تعارض قائم کرکے ایک کو ترک کرنا چاہیے یا ایسے معنیٰ لینا مناسب ہیں جو تعارض باقی نہ رہے، حنفیہ کا اس میں کیا مسلک ہے بحوالہ کتاب بیان ہو؟

(۸۵)......کسی حدیث کو اگر بوجہِ ظاہری تعارض کے کسی نے متروک کیا ہو تو کیا جب اس کے معنیٰ صحیح بھی بن سکتے ہوں اس وقت بھی وہ متروک ہی رہے گی یا غیر متروک؟ آج کل کے علماء میں اگر کوئی شخص معنیٰ غیر متعارض بیان کرے تو کیا وہ غیر مقبول ہوں گے؟ اگر غیر مقبول ہیں تو کس وجہ سے؟ اس کا ہمارا ہم عصر قریب العہد ہونا وجہِ ردّ ہے یا کوئی دوسری وجہ؟

(۸۶)......ایک وقت میں اگر چند افراد ایک کلی کے موجود ہوں اور بعد میں اس کلی کے افراد منقطع ہو جائیں تو وہ تمام افراد خاتمِ زماں ہوں گے اور سب کو خاتم افراد کہہ سکتے ہیں یا بعض کو اور وہ کون ہیں یا کوئی بھی نہیں؟

(۸۷)......تعددِ خواتم (۱) خاتمِ زمانی کے منافی ہے یا خاتم بمعنیٰ متصف بالذات کے؟

حاشیہ (۱): یعنی اگر آیت میں خاتمِ زمانی مراد لیا جائے تو اس کے واسطے وجودِ نبی بعد خاتم منافی ہے یا آیت میں خاتم بمعنیٰ متصف بالذات ہو تب بھی وجودِ نبی خاتم منافی خاتمیت مذکورہ کے ہے، ۱۲ منہ

(۸۸)......جناب رسول اللہ ﷺ کے کسی نبی کے امکانِ ذاتی کا قائل اور آپ کے بعد جواز (بمعنیٰ امکانِ ذاتی) نبی کا معتقد بھی منکرِ خاتمیت یا کسی امر قطعی الثبوت کا ہے یا نہیں؟ اگر کافر نہیں تو اس کو کافر کہنے والا کیا ہے؟ آپ کے بعد نبی کا امکانِ ذاتی خاتمیت کو باطل کرتا ہے یا نہیں اور یہ عقیدہ مستلزم امکانِ کذب باریٰ تعالیٰ **ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین** کو ہے یا نہیں؟

(۸۹)......جب کوئی شخص آپ کے بعد امکانِ ذاتی نبی کا قائل ہو تو اس عقیدہ کے موافق ایک وقت میں آپ کے بعد دو چار دس بیس نبی بھی ممکن ہوئے اور فرض کرو کہ ان کے بعد پھر کوئی نبی متحقق نہ ہو تو یہ سب کے سب خواتم ہوں گے یا نہیں؟ اور یہ شخص جو امکانِ خواتم کا بھی قائل ہے کافر و فاسق و خارج از اہل سنت والجماعت ہوگا یا نہیں؟

(۹۰)......اگر آپ کو نبی بالذات کہا جائے اور دوسرے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو نبی بالعرض تو یہ فرق بالذات و بالعرض کا منافی مساوات و مماثلت کو ہے یا نہیں؟ اور اس عقیدہ کے موافق اب کوئی نبی بھی آپ کے مماثل نہ ہو سکے یا جب خاتم کے معنیٰ فقط خاتمِ زمانی کے لیے جائیں اس آپ کی نظیر ممتنع ہوگی؟ شان جناب رسول اللہ ﷺ کے مناسب کون سے معنیٰ ہیں؟ معنیٰ ختمِ زمانی تو متفق علیہ ہے اس پر اگر خاتمیت بمعنیٰ اتصاف بالذات بھی ثابت کی جائے تو اس میں رفعتِ شان والا ہے یا نہیں؟

(۹۱)......ہر سلسلہ اوصاف عرضیہ میں متصف بالذات ایک ہی ہوگا یا متعدد بھی ہو سکتے ہیں؟ مدلل بیان ہو۔ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ دربارۂ خواتمِ سبعہ صحیح الاسناد ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس وجہ سے؟ اگر ہے تو اس کے کیا معنیٰ؟ اگر آپ معنیٰ صحیح نہ بیان کر سکیں تو کیا وہ حدیث اس وجہ سے غلط ہو سکتی ہے؟ اگر کوئی تصحیحاً للحدیث خاتم النبیین کے معنیٰ متصف بالذات کے اور خاتمِ زمانی جو باجماع ثابت ہے اس کا بھی مقر ہو اور برتقدیرِ صحتِ حدیث ان خاتمِ سبعہ کو اظلالِ محمدی کہے تو اس میں کیا وجہ کفر کی ہے؟ بشرطِ صحتِ اسناد حدیث کو غلط یا متروک کہنا مناسب ہے یا یہ معنیٰ یا کوئی اور معنیٰ یا (یہ مناسب ہے کہ) یہ معنیٰ (مذکور) اختیار کر لیے جائیں یا (کوئی اور شخص) کوئی اور (ایسے) معنیٰ بیان کرے (جو صحیح بھی ہو اور ترکِ حدیث بھی لازم نہ آئے) غور سے بیان ہو؟

(۹۲)......اگر خاتم کے معنیٰ خاتمِ زمانی ہی کے لیے جائیں اور بھی آپ کے زمانے میں طبقاتِ ارض میں فرضاً انبیاء ہوں تو کیا خاتمِ زمانی کے منافی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو مدلل بیان فرمایا جائے؟ اگر نہیں تو وجہِ ردّ اثر مذکور کیا ہے؟ اثرِ مذکور کس آیت یا حدیث کے منافی

ہے؟ استقرارِ شمس کا محل اور جو معنیٰ حدیث میں آئے ہیں وہ صحیح اور معتمد اہلِ سنّت ہیں یا نہیں؟ وہ کسی قطعی دلیل کے منافی ہیں یا نہیں ہیں تو صحیح حدیث کی کیا صورت ہے؟

(۹۳)...... جب کسی حدیث کے معنیٰ بظاہر نہ معلوم ہوں تو اس کو غلط ہی کہنا، یہی قاعدہ کلیہ ہے یا کہیں اس قاعدہ کے خلاف بھی کیا گیا ہے؟ غرض اس بحث کو مفصل بیان فرمائیے؟

(۹۴)...... جب خاتم کے معنیٰ خاتمِ زمانی کے لیے جائیں اور آپ کے بعد کوئی شخص امکانِ نبی کا قائل ہو تو یہ امکانِ نبی مستلزم امکانِ کذب کلام باریٔ تعالیٰ **ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین** ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کا معتقد کافر ہے یا نہیں؟ اور مستلزم امکانِ کذب کلام باری تعالیٰ کو نہیں تو وجودِ نبی آپ کے بعد بھی مستلزم کذب کلام مذکور کو ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو جب وجودِ نبی آپ کے بعد بھی مستلزم کذب کلام مذکور کو نہیں تو پھر کلام مذکور کے کذب کی کیا صورت ہے؟ بغور بیان ہو۔

(۹۵)...... اگر کسی کلّی کے کچھ افراد موجود ہو کر منقطع ہو جائیں تو آخر افراد کو خاتمِ افراد محققہ کہا جائے گا یا افرادِ محققہ اور مقدّرہ دونوں کا خاتم ہے؟

(۹۶)...... اس آخر افراد کو جو وصف خاتمِ افراد ہونے کا ملے گا اور کسی وجہ سے ضروری ہو جائے تو بقیہ افراد مقدّرہ چونکہ مبطل وصفِ خاتمیتِ خاتم ہیں، ممتنع بالذات ہوں گے یا ممکن بالذات ممتنع بالغیر؟ اور یہ وصفِ خاتمیتِ آخر افراد محققہ کا ذاتی ہے یا لازم ذات یا وجود ہے یا کس قسم کا ہے؟ مفصل بیان ہو؟

(۹۷)...... واجب الوجود کلّی ہے یا جزئی ہے؟ اگر کلّی ہے تو مانع تعدّد نفس مفہوم ہے ہے تو کلّت کیسی؟ اور اگر امر آخر ہے تو وہ کون ہے؟ اور منافی وجوب ذاتی ہے یا نہیں؟ اور اگر جزئی ہے تو فرد ہے یا حصہ ہے یا شخص؟ پھر شخص وغیرہ کے کیا معنیٰ ہیں؟ پھر تشخص اور وجود عین ذات ہے یا غیر؟ نہایت غور سے بیان فرمایا جائے یا جزئی کلّی کچھ نہیں تو پھر کیا کہا جائے اور حصر کلّی و جزئی باطل ہوا یا نہیں؟

(۹۸)...... شریک ونظیر الباری کی حقیقت اگر واجب الوجود ہے یا ذات کے لیے وجود ضروری ہے یا عین موجود ہے تو مثل واجب تعالیٰ کے وہ بھی موجود اور واجب بالذات ہوتا اور اگر اس کی حقیقت واجب الوجود نہیں یا ذات کے لیے وجود ضروری نہیں یا وجود عین ذات نہیں تو وہ شریک ونظیر الباری کیسے ہوگا؟

(۹۹)...... جب ارادۂ باریٔ تعالیٰ کسی شخص کے وجود یا عدم وجود کے ساتھ متعلّق ہو یا ممکن کا احد الطرفین واقع ہو جائے یا احد الطرفین ممکن کے ساتھ وعدہ یا وعید باری تعالیٰ متعلّق ہو تو وہ جانب واجب یا ممتنع بالغیر ہوگی یا نہیں؟ اور باوجود اس وجوب یا امتناع کے امکان باقی رہے گا یا امکان سے خارج ہو کر وجوب امتناع ذاتی تک پہنچے گا؟

(۱۰۰)...... اگر ممکن مذکور ممکن بالذات ہی رہے گا تو اللہ تعالیٰ نے جس ارادہ اور قدرتِ الٰہیہ سے اس کو وجوب یا امتناع بالغیر عطا فرمایا ہے پھر بھی وہ خداوند کریم باختیارِ خود اس وجوب و امتناعِ غیری کو اٹھا کر دوسری جانب کو یہ اوصاف مرحمت فرما سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جبر لازم آتا ہے یا نہیں؟ اور ممکنات کا خارج عن القدرت ہونا لازم آئے گا یا نہیں؟ اگر لازم آئے گا تو منافیٔ الوہیت ہے یا نہیں؟

(۱۰۱)...... خداوند کریم وحدہٗ لاشریک ہے **لیس کمثلہ شیء** ہے، شریک فی الذات وشریک فی الصفات کی تعریف بحوالہ کتاب

بیان ہو، پھر یہ کہ خداوند کریم کے واسطے نفی شریک فی الذات و فی الصّفات دونوں ثابت ہیں یا ایک توحید فی الذات أو فی الصفات دونوں کی ضرورت ہے یا فقط ایک کی؟ کتب کلام کا حوالہ ہونا ضروری ہے۔

(۱۰۲)......ذات وصفات باریٰ تعالیٰ داخل قدرت باریٰ تعالیٰ ہیں یا نہیں؟ باریٰ تعالیٰ اپنی ذات پر تصرف کر سکتا ہے یا کسی صفت کو کسی مخلوق کو دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کا معتقد کہ فلاں صفتِ باریٰ تعالیٰ کی فلاں شخص میں موجود ہے مشرک ہے یا نہیں؟

(۱۰۳)......جملہ صفاتِ باریٰ تعالیٰ سمع و بصر و قدرت و ارادہ اور علم وغیرہ غیر متناہی ہیں یا متناہی؟ اگر متناہی ہیں تو بالفعل یا بالقوہ؟ اگر بالفعل ہیں تو دلائل ابطال تسلسل جاری ہوتے ہیں یا نہیں؟

(۱۰۴)......کسی بشر کی بھی کوئی صفت دنیا میں غیر متناہی بالفعل ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بمعنیٰ لاتقف عند حدٍ بھی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۱۰۵)......صفاتِ مختصہ باریٰ تعالیٰ کون کون سی ہیں جو بشر میں بالذات یا بالعرض کسی طرح بھی نہ ہو سکیں؟ جو چیز شرک ہے وہ تمام مخلوقات کی نسبت شرک ہے یا کوئی چیز ایسی بھی ہے کہ بعض مخلوقات کو ثابت کی جائے تو شرک ہو اور بعض کو ثابت کی جائے تو شرک نہ ہو؟ اگر ہے تو وہ صفت کیا ہے اور وہ بشر کون ہے؟

(۱۰۶)......انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام میں کوئی صفتِ مختصہ خداوندی بالذات یا بالعرض آسکتی ہے یا نہیں؟

(۱۰۷)......جملہ ممکنات میں جملہ صفات بالعرض یعنی باعطائے الٰہی ہیں یا کوئی صفت بالذات یعنی بغیر عطائے الٰہی بھی ہے یا ہو سکتی ہے یا ہوئی ہے؟

(۱۰۸)......کسی ممکن یا کسی بشر یا ولی یا نبی کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں میں جملہ صفاتِ خداوندی بالعرض یا بالذات ہیں، موجب کفر وشرک ہے یا نہیں؟

(۱۰۹)......جملہ بنی آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ادراکات بالعرض ہیں یا جو اشیائے غائبہ ہیں فقط ان کا ہی بالعرض ہے، یعنی باعطائے باریٰ تعالیٰ اور اشیائے حاضرہ کا بالذات یعنی بغیر عطائے خداوندی؟ اگر کسی علم کی نسبت بالذات کا اعتقاد کیا جائے تو یہ عقیدہ شرک وکفر ہو گا یا نہیں؟

(۱۱۰)......غیب کے کیا کیا معنیٰ ہیں اور کوئی معنیٰ علمِ غیب کے مختص باریٰ تعالیٰ ہیں یا نہیں؟ فقہاء جس غیب کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ اگر غیر اللہ کے لیے ثابت کیا جائے تو کفر وشرک ہے، وہ غیب کون سا ہے؟ بحوالہ کتاب بیان ہو، اجتہاد اور مجددیت کو دخل نہ دیا جائے، مسلکِ حنفیہ کیا ہے؟

(۱۱۱)......فقہاء کا یہ مطلب (کہ مختص بالباری تعالیٰ علمِ غیب بمعنیٰ علم بالذات کے ہے) یعنی اشیائے غائبہ کا علم بالذات اللہ تعالیٰ کو ہے، کسی کے واسطے علمِ غیب بالذات ثابت کرنا کفر اور شرک ہے نہ بالعرض صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو تخصیص کی وجہ کیا ہے؟ اگر اشیائے حاضرہ کا علم بالذات کسی نبی ولی کو ثابت کیا جائے تو کیا وہ شرک اور کفر نہ ہو گا، جیسے فقہاء نے علمِ غیب کو بیان کیا ہے ویسے ہی کہیں علم بالشہادہ کو بھی بیان فرمایا ہے جو اولیٰ بالبیان تھا نہیں؟ علاوہ ازیں تمام غائبات کا یہی حال ہے یا کچھ فرق ہے، وجہ تخصیص کیا ہے؟ دوسرے یہ قید کسی کلام میں بالصراحت مذکور بھی ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ تاویل صحیح نہیں تو علمِ غیب بالعرض غیر اللہ

کے واسطے ثابت کرنے والا بھی کافر ہوگا یا نہیں؟ دوسرے علمِ غیب بالعرض اکثر اولیاء کو بھی اکثر اشیاء کا ثابت ہے پھر تکفیر کا کیا مطلب ہے، بغور بیان ہو؟ یعنی تکفیر بھی اہلِ قبلہ کی ہے کہ جس کی نسبت یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو عالم بالذات خیال کرے گا، فقہاء نے بدگمانی کیوں کی اور وہ بھی جس کی نوبت کفر تک پہنچی؟

(۱۱۲)......علم بالفعل جمیع اشیاء کا بحیث لایشذ عنھا واحد اور وہ بھی علمِ حاضر جس پر کبھی ذہول اور سہو نسیان طاری نہ ہو، خاصۂ باری تعالیٰ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کو غیر اللہ کے واسطے ثابت کرنے والا کافر و مشرک ہے یا نہیں؟

(۱۱۳)......علمِ غیب مذکور کی تخصیص بالباری تعالیٰ نہیں تو ہر شخص کو ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوسکتا ہے تو کسی ہوا بھی ہے یا نہیں؟ اگر ہر شخص کو نہیں ہوسکتا تو تخصیص بالاولیاء ہے یا بالانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام یا دونوں میں ممکن ہے؟ اگر ممکن ہے تو بدرجہ فعلیت بھی آیا ہے یا نہیں؟ اگر آیا ہے تو وہ افراد کون کون ہیں؟

(۱۱۴)......علمِ غیب مذکور ذاتیات نبی یا نبوت یا ولی یا ولایت یا خاصہ لازمہ ذات یا وجود سے ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر کسی ولی یا نبی کو یہ رتبہ ہوا اور کسی کو نہیں اور جن کو عنایت ہوا، کب ہوا؟ خصوصاً سرورِ عالم ﷺ کو؟

(۱۱۵)...... یہ اعتقاد کہ فلاں ولی یا نبی یا خصوصاً سرورِ عالم ﷺ کو علمِ غیب بمعنیٰ مذکور عطا ہوا ہے، اوّل تو یہ مسئلہ کس درجہ کا ہے؟ اس کا اعتقاد ضروریاتِ دین سے ہے یا نہیں؟ اس کے اعتقاد نہ رکھنے سے کچھ نقصان ہے یا نہیں؟ اس کی نسبت کتب عقائد میں کچھ ذکر ہے یا نہیں؟ سلف سے اس کے بارے میں کچھ مذکور رہے یا نہیں؟ قرآن شریف میں اس کی نسبت کچھ ذکر ہے یا نہیں؟ اس عقیدہ کے واسطے کس درجہ کی دلیل کی ضرورت ہے اور اس درجہ کی دلیل یہاں موجود ہے یا نہیں؟ اور یہ علم کس وقت عنایت ہوا، اس کا بیان بھی ہے یا نہیں؟

(۱۱۶)......انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کو جو علوم عطا ہوتے ہیں ان پر سہو و نسیان مطلقاً طاری نہیں ہوتا ہے یا تفصیل ہے؟ مذہب محققین اہلِ سنّت والجماعت کیا ہے؟ بحوالہ کتاب جواب مرحمت ہو۔

(۱۱۷)......قرآن شریف یا احادیث میں جو لفظ کل شیٔ پر واقع ہے، وہاں تمام جگہ جمیع افرادِ شئے **بحیث لایشذ عنہ واحد** مراد ہیں یا بعض جگہ کسی خاص نوع کے افراد پر حکم کیا گیا ہے؟ اور جب یہ اطلاق بھی ثابت ہے تو اب اگر کسی جگہ کل شیٔ کا لفظ واقع ہو تو بدون کسی دوسری دلیل عموم کے فقط یہ ہی لفظ دلیل عموم جمیع اشیاء **بحیث لایشذ عنھا واحد** ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۱۱۸)......قرآن شریف میں بکثرت اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے علمِ غیب ثابت فرمایا ہے ہے، اس سے مراد بالذات ہے یا مطلقاً؟ اگر بالذات ہے تو فقط اس کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ علاوہ اس کے کفار نے کیا کسی کے لیے علمِ غیب بالذات کبھی ثابت بھی کیا تھا، جس کی نفی کی اس قدر شد و مد سے ضرورت ہوئی؟ دوسرے علم بالذات کی نفی اگر کرنی تھی تو اشیائے موجودہ احق بالنفی تھی بخلاف اشیائے غائبہ کے؟

(۱۱۹)......اگر کسی نبی یا ولی کی نسبت چند اشیائے غائبہ کا علم مطلقاً یا خاص وقت میں ثابت ہو یا علم مطلق الغیب ہو نہ **"علم المطلق للغیب المطلق"** تو ایسے شخص کی نسبت کسی خاص شئے کو جو اشیائے غائبہ معلومہ میں داخل نہ ہو یا دخول عدم دخول معلوم نہ ہو یا دخول معلوم ہو مگر وقت مخصوص کے سوا دوسرا وقت معلوم ہو کہا جائے گا یا غیر معلوم؟ کیا ایسے شخص کی نسبت اگر یہ کہا جائے کہ ہم نہیں کہہ سکتے ہیں کہ علم ہے یا

نہیں، اگر علم دیا گیا ہے تو ہے، ورنہ نہیں، تو کیا یہ عقیدہ کفر ہے یا اس میں ولی یا نبی کی توہین ہے؟ اگر کوئی شخص شیٔ موصوف کا مطلقاً یا غیر وقت معیّن میں عالم کہے تو حسبِ تصریحاتِ فقہاء کافر ہوگا یا نہیں؟ اور جس ذریعہ سے علمِ غیب حاصل ہوا ہے وہ مثل دیگر ذرائع علم کے ہر وقت حاصل ہے اور وہ شخص ہر شئے کا مدرک اور برخلاف حواس کے غلطی سے مامون ہے یا اس کا کوئی اور حکم ہے؟

(۱۲۰)...... اگر کسی اذلَ خلائق کو کسی ادنیٰ شئے کا علم یا قدرت کسی نص سے ثابت ہو، اور کسی ولی یا نبی کی نسبت وہ خاص شئے منصوص بعلم یا قدرت نہ ہو تو اگر اس شئے کا علم اول کو ثابت کیا جائے نہ ثانی کو تو کیا اس میں اول کی تعظیم اور توقیر اور ثانی کی ذلت وتوہین ہوگی اور وہ تمام علم وفضل، کمالاتِ ولایت ونبوت اب جاتے رہیں گے؟ اگر ذلیل پیشوں یا ناجائز علموں کو جو آج کل کے مزدور وصنّاع، چور ڈاکو جانتے ہیں ان کو ثابت کیا جائے اور اولیاءؒ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام سے نفی کی جائے یا سکوت کیا جائے تو یہ لوگ اولیائے کرام اور انبیائے عظام سے بڑھ جائیں گے یا اس میں اولیاء اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین لازم آئے گی اور نافی یا ساکت کافر ہو جائے گا؟

(۱۲۱)...... اگر کوئی شخص کوئی کلام کہے اور دوسرا شخص اس کے معنیٰ لازمی یا لازم در لازم کہہ کر توہین انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یا خلافِ شانِ عظمتِ خداوندی ثابت کرے اور متکلم کو ان معنیٰ لازمی کا مدت العمر کبھی خیال بھی نہ آئے اور یہ شخص جو اس کلام کے معنیٰ لازم لیتا ہے، عوام اہلِ اسلام کے اقوال وافعال کو باوجود خلاف مشاہدہ کے حسنِ ظن کی بناء پر ان محامل حسنہ پر محمل کرتا ہے کہ جن کو عام اہلِ اسلام جانتے بھی نہیں ہیں اور علماء کے کلام کے معنیٰ بگاڑتا ہے تو اب متکلم مذکور اس معنیٰ لازمی غیر مراد کے بیان پر کافر فاسق یا خارج از اہلِ سنّت والجماعت ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس معنیٰ لینے والے کے واسطے کیا حکم ہے؟ جناب رسول اللہ ﷺ کو علم کل اشیاء **بحیث لا یشذ عنھا واحد** کا ثابت کیا جائے تو شرک فی صفت علم الغیب واحاطہ علی جمیع اشیاء میں لازم آتا ہے یا نہیں؟ اس کے معتقد کا کیا حکم ہے؟ اور علمِ کلام میں اس عقیدہ خاص کی نسبت کچھ ذکر ہے یا نہیں؟ اگر نفی شرک کے واسطے فرق علم بالذات اور علم بالعرض کا کافی ہے تو اگر کوئی شخص علم بالذات ہی کا قائل ہو تو بوجہِ حدوث وقدم کے نفی شرک نہ ہو جائے گی؟ علمِ الٰہی قدیم وعلمِ محمدی حادث تو یہ عقیدہ بھی شرک ہوگا یا نہیں؟

(۱۲۲)...... عالم آخرت میں زیادتی علومِ آخرت کی ہوگی یا نہیں؟ ﴿**فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ**﴾ کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی مصداق ہوں گے یا نہیں؟ خصوصاً حضور سرورِ عالم ﷺ؟ اگر زیادتی ہوگی تو جب یہیں تمام اشیاء کا علم مرحمت ہوگا تو وہاں کون سی ترقیِ علمی ہوگی، جو اعظم الترقیات ہے؟ ﴿**وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ**﴾ کیسے متحقق ہوگا؟ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بعض کو بعض پر فضیلت علمی ہے یا سب مساوی ہیں؟ ف﴿**لَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ**﴾ کے جناب رسول اللہ ﷺ بھی مستحق ہیں یا نہیں؟

(۱۲۳)...... اگر کوئی شخص کسی اور مخلوق میں بھی علم وقدرت، سمع وبصر وغیرہ جمیع اشیاء کا **بحیث لا یشذ عنھا واحد** ثابت کرے اور یہ بھی کہے کہ یہ تمام صفات باعطائے الٰہی فلاں شخص میں ہیں تو وہ شخص مشرک ہوگا یا نہیں؟ اس کی دلیل کسی کے نزدیک ثابت ہو یا نہ ہو، یہ امر آخر ہے، گفتگو اس میں ہے کہ نفس عقیدہ شرک ہے یا نہیں؟ دلیل اگر ثابت نہ ہوگی تو جھوٹا ہوگا، کافر ومشرک کہہ سکیں گے یا نہیں؟

(۱۲۴)...... کسی مخلوق کی نسبت گو وہ ولی ہو یا نبی یہ عقیدہ رکھنا تمام صفاتِ خداوندی کا مظہر تام ہے، ﴿**ھو الاوّل والاخر**

**والظاهر والباطن وهو بكلّ شئ عليم﴾، ﴿وبكل شئ محيط﴾، ﴿على كلّ شئ قدير﴾، ﴿وبكلّ شئ شهيد﴾، ﴿وهو معكم اينما كنتم﴾** اس کی شان ہے، جمیع اشیاء پر قدرت،خلق جمیع اشیاء،احیاء،اماتت،رزق،مرض،صحت،غنا، افلاس،خشکی،بارش غرض جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے وہ اس کی قدرت سے ہوتا ہے،سب کو وہی مارتا ہے،جلاتا ہے،وہی رزق دیتا ہے،جس قدر انعامات وغیرہ مخلوقات پر ہوتے ہیں وہی کرتا ہے،سب کو دیکھتا ہے،سب کلاموں کو سنتا ہے،علم،سمع،بصر الٰہی وقدرتِ اس سے زائد نہیں،بلکہ قدرتِ الٰہیہ سے اب دنیا میں کچھ نہیں ہوتا،جو بالذات ہے،جو کچھ ہو رہا ہے اس شخص کی قدرت بالعرض سے ہوتا ہے،جو بعطیۂ الٰہی اس کو ملی ہے،اوّل تو یہ عقیدہ شرک وکفر کا ہے یا نہیں؟اس کی نسبت علمائے سلف نے کچھ لکھا ہے یا نہیں؟ دوسرا امر یہ ہے کہ اگر یہ عقیدہ کفر نہیں تو پھر اس کا اعتقاد ضروری ہے یا نہیں؟ اس کے واسطے کسی نص کی ضرورت ہے اور وہ نص کیا ہے؟ اور ایسا شخص ہونا ضرور ہے یا نہیں؟

(۱۲۵)......اگر انبیاء علیہم السلام میں ہے تو کون ہے؟ اور اولیاء میں ہے تو کون ہے؟ یا دونوں گروہ میں بعض خدمات بعض کے متعلق ہیں اور بعض بعض کے مفصل بیان ہو؟

(۱۲۶)......زید کا یہ عقیدہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید الاوّلین والآخرین ہیں،تمام دنیا کے علوم آپ کے علوم کے سامنے اتنی نسبت بھی نہیں رکھتے جیسا ذرہ آفتاب کے سامنے،مع ہذا علوم نبویہ کو علمِ الٰہی کے سامنے بھی یہی نسبت ہے،جن اشیاء کی نسبت آپ کا علم قرآن وحدیث سے ثابت ہے اس میں کوئی مسلمان کیسے کلام کر سکتا ہے،ہاں! جن اشیاء کا علم کسی نص سے ثابت نہیں اس کی نسبت اگر آپ کو علم مرحمت ہوا ہے تو ہے ورنہ نہیں۔ہم نہیں کہہ سکتے کہ آپ کو اس کا علم ہے یا نہیں،اس ثبوتِ علم کے واسطے دلیل چاہیئے،یہ عقیدہ زید کا کفر ہے یا نہیں؟اگر ہے تو علمِ انبیاء کی نسبت سید الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جو حکمِ شرع شریف ہو بحوالہ کتاب وعبارت بیان ہو؟

(۱۲۷)......احکام بتمامہٖ فرض،واجب،سنّتِ مؤکدہ،مستحب،مباح،حرام،مکروہِ تحریمی،مکروہِ تنزیہی کی علاحدہ علاحدہ تعریف اور ہر ایک کا حکم جدا جدا صاف بیان ہو اور پھر ان امور متفقہ اور مختلفہ کا ایک ہی حکم ہے یا جدا گانہ؟ فرض متفق علیہ کے منکر کا جو حکم ہے مختلف فیہ کا بھی وہی ہے یا دوسرا؟ علیٰ ہذا القیاس اور ایک کے ساتھ اگر دوسرے کا برتاؤ کیا جائے یا اعتقاد کیا جائے تو یہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ ہر تغیّر کا جدا جدا حکم بحوالہ کتاب بیان ہو اور ایک مرتبہ کے ساتھ دوسرے مرتبہ کا سا عمل کرنا اس کا کیا طریقہ ہے اور کیا علامت ہے؟ زبان سے انکار کرے مگر عمل کے مرتبہ میں ایک کو دوسرا کر دے تو اس کی پہچان کیسے ہو کہ اس کا انکار زبانی صحیح ہے یا غلط؟ مفصل بیان ہو؟

(۱۲۸)......مطلق بدعت کی تعریف،پھر سیئہ اور حسنہ،علیٰ ہذا القیاس سنّت کی تعریف بحوالہ کتاب بیان ہو،نیز یہ بھی کہ بعض امور کو فقہاء بدعت کہتے ہیں اور دلیل میں **''لم یثبت''** نقل فرماتے ہیں اور بعض جگہ مستحب کا حکم لگاتے ہیں،حالانکہ **لم یثبت** میں وہ بھی شریک ہوتی ہے تو اس کا کوئی کلیہ ہو کہ فلاں قسم کی شئے تو قرونِ ثلاثہ میں نہ ہونے کی وجہ سے بدعتِ سیئہ ہو جائے گی اور فلاں قسم کی نہیں،تو بیان ہو،ورنہ حصر افراد کیا جائے،**کلّ بدعة ضلالة** کلیہ غیر مخصوص عنہ البعض ہے یا نہیں؟ اوّل ہے تو تقسیم بدعتِ حسنہ اور سیئہ کی طرف کیسے؟ مفصل بیان اور ثانی ہو تو دلیل تخصیص اور تقسیم بدعت میں نزاع حقیقی ہے یا لفظی؟

(۱۲۹)......کسی نفل ومباح پر ملازمت کرنی اور ایک یہ کہ دوسرے نہ کرنے والے یا واجب فرض نہ کہنے والے یا عمل پر مداومت نہ

کرنے والے یا عملاً فرض واجب نہ جاننے والے پر طعن کرنا ان دونوں میں فرق ہے یا نہیں؟ اور صورتِ ثانیہ تغیرِ حکمِ مذموم میں داخل ہے یا نہیں؟

(۱۳۰)......اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہو اور اس کی بعض صورتیں ایسی بھی ہوں جو بالاتفاق جائز ہوں تو متفق علیہا کو کرنا بہتر ہے یا مختلف فیہا کو؟ آج کل شادی، غمی، ایصالِ ثواب، عبادات میں کچھ بدعاتِ سئیات بھی رائج ہیں یا کل مستحب ہی ہیں؟ اگر ہیں تو ان کی تفصیل بیان ہو یا کسی کتاب میں لکھی ہوں تو ان کا حوالہ دیا جائے جو آپ کے نزدیک معتبر ہو؟

(۱۳۱)......اگر کسی موقع پر کوئی طریقہ جناب رسول اللہ ﷺ سے یا قرونِ ثلاثہ سے ثابت ہو اس کو ترک کر کے دوسرا طریقہ ایجاد کرنا یا اس میں زیادتی مختلف فیہا پیدا کرنا بہتر ہے یا اس پر اختصار کرنا؟ بغور بیان ہو؟

(۱۳۲)......بندہ کون کون سے افعال بجز خداوندِ کریم کسی اور کے لیے نہیں کر سکتا، اس کا قاعدہ کلیہ کیا ہے؟ جس فعل میں شرک وعدم شرک دونوں کا احتمال یا شرک وعدمِ شرک سے بچنا علماء کی نیات اور تاویلات پر موقوف ہو جس کو عوام نہیں جانتے ہیں، اس صورت میں اس فعل کا کرنا بہتر ہے یا نہ کرنا؟

(۱۳۳)......مجلس میلاد مروّجہ ہند، عرس مروّجہ ہند، سجدہ وطواف و چادرِ قبور، نذر لغیر اللہ تعالیٰ، شیخ سدو کا بکرا، استمدادِ عوام اولیائے کرام سے، فاتحہ، سوم، دہم، چہلم، فاتحہ مروّجہ بہ تعیین جمعرات وتعیین جگہ وغیرہ تعزیہ بنانا، اس کو سجدہ کرنا، حوائج کی عرضیاں لٹکانا، سہرا باندھنا، قبروں پر پھول چڑھانا غرض شادی اور غمی میں جو امور مروج ہیں یہ امور مختلف فیہا ہیں تو کیا اختلاف ہے؟ اور ان امور کے کرنے کے واسطے کوئی ایسی صورت بھی ہے جو متفق علیہا اور جائز ہو؟

(۱۳۴)......اگر ہے تو اس کا کرنا بہتر ہے یا مختلف فیہا کا؟ اور آپ کا اس میں کیا عقیدہ ہے؟

(۱۳۵)......حلّت اور حرمتِ اشیاء رنگ وجثہ جانوروں پر موقوف ہے اور ان کے رنگ اور وضع کو کچھ دخل ہے یا ذی ناب و ذی مخلب ومنصوص علیہ الحرمۃ ہونے کو مدارِ حرمت، اگر کچھ ہے تو حسبِ تصریحاتِ فقہاء بیان فرمایا جائے؟ نجاست کو کسی شئے کے ساتھ ملا کر کھانا یا علاحدہ کھانا اس میں کیا فرق ہے؟

(۱۳۶)......کوّا جو گھروں میں رہتا اور کبھی نجاست، کبھی دانہ کھاتا ہے، اس کا حکم فقہ حنفیہ میں حلّت ہے یا حرمت ہے؟ شامی، عینی، ہدایہ، فتح القدیر، عالمگیریہ، بزازیہ، بحر الرائق وغیرہ میں کیا مذکور ہے؟ ان فقہاء نے جو حکم بیان فرمایا ہے وہ صحیح ہے یا غلط ہے تو منشائے غلطی کیا ہے اور صحیح حکم کس کتاب میں مذکور ہے؟

(۱۳۷)......عقعق کوّا ہے یا نہیں؟ عبارتِ فقہاء سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ اگر واقعی کوّا ہو تو اس مطلب کے ادا کرنے کے واسطے کیا عبارت ہونی چاہیئے؟

(۱۳۸)......سادات میں کوئی بدعقیدہ نہیں ہو سکتا، یہ عقیدہ کیسا ہے؟ اس کا اعتقاد کیسا ہے؟ اس کا اعتقاد رکھنے والا کیسا ہے اور نہ رکھنے والا کیسا؟

(۱۳۹)......جن تاویلات اور نیات کی عوام کو خبر بھی نہ ہو اور علماء افعالِ مخصوصہ کے جائز کرنے کو یہ تاویلات بیان فرمائیں تو کیا ان

تاویلاتِ علماء سے وہ افعال عوام کے لیے جائز ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

(۱۴۰)......نماز کی حقیقت اور خشوع وخضوع کی تعریف اور نماز سوائے خدا کے کس کس کے واسطے جائز ہے اور کس طرح جائز ہے اور **تعبد اللہ کانک تراہ** کا مطلب بیان فرمایا جائے اور تصور غیر اللہ کا نماز میں آنا اور ایک بالقصد لانا ان کے احکام بیان ہوں؟

(۱۴۱)......نماز میں غیر اللہ کی نسبت یہ خیال کرنا کہ فلاں پیر یا ولی یا نبی کے سامنے کھڑا ہوں یا وہ میرے سامنے ہے یا میں اس کے پیروں پر سجدہ کرتا ہوں جائز ہے یا نہیں؟

(۱۴۲)......حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عداوت جزوِ ایمان کہنے والا کافر ہے یا نہیں؟ آپ کا عقیدہ اس کی نسبت کیا ہے؟ بریلی میں اس کی نسبت آپ کے بھائی صاحب نے کچھ فرمایا تھا کسی نے آپ سے اس میں خلاف کیا تھا یا نہیں؟ جملہ امور مفصل ومدلل بیان ہوں اور جو امور کتب دینیہ سے تعلق رکھتے ہیں ان میں حوالہ کتب حنفیہ کا ضرور ہے، آپ کی تحقیق اور مجددانہ خیال کی ہم کو بحث نہیں، ہاں! جہاں آپ کا عقیدہ دریافت کیا ہے وہاں اپنا اعتقاد بیان کر دیجیے۔

آپ کے دستخطِ خاص اور مہر کی ضرورت ہے، جواب کا لکھنے والا کوئی ہو، فقط۔

☆☆☆☆

لیکن اس چیلنج کو قبول کرنا تو دور کی بات فاضل بریلوی نے اس خط کا جواب تک نا دیا، بلکہ اس خط کا جواب غیر متعلق شخص مولوی ظفر الدین قادری نے لکھ کر بھیجا، جسے نا تو فاضل بریلی نے اپنا وکیل مقرر کیا تھا اور نا ان کے پاس کوئی وکالت نامہ تھا، لیکن مولوی ظفر الدین کے جوابی خط سے ایک بات تو طے ہو گئی تھی کہ مولانا چاند پوری کا فاضل بریلی کو لکھا گیا وہ خط اپنے اصل مرسل الیہ تک پہنچ چکا تھا، لیکن فاضل بریلی نے یا تو متکبرانہ طور پر اس کا جواب دینا پسند نا کیا یا پھر وہ در پردہ اپنا عجز تسلیم کر چکے تھے، مولوی ظفر الدین نے جوابی خط مولانا چاند پوری کو روانہ کر دیا، لیکن حیرت کی بات یہ ہے ہے کہ ظفر الدین کے اس اس جوابی خط میں نہ حضرت چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے کے چیلنج کو قبول کیا گیا تھا اور نہ ہی ان کے اس خط کے آخر میں موجود 142 سوالات کے جوابات دیے گئے تھے، ویسے چاہیئے تو تھا فاضل بریلوی وہ چیلنج قبول کرتے یا پھر ظفر الدین قادری کو اپنا وکیل مقرر کر دیتے، لیکن ایسا کچھ بھی نہیں کیا گیا ظفر الدین قادری کے اس خط میں چند باتیں قابل توجہ تھیں:

**نمبر(1):**

یہ کہ مولوی ظفر الدین نے اس خط کے شروع ہی میں حضرت چاند پوری کو بندۂ مسلمان کہہ کر مخاطب کیا اور ظاہر ہے کہ دیوبندی سنی کو مسلمان کہنا فاضل بریلوی کے مسلک کا قتل تھا جس کا ارتکاب خود فاضل بریلی کے شاگرد سے ہونا تعجب خیز اور حیرت انگیز تھا۔

**نمبر(2):**

اس خط کی دوسری سطر میں مولانا ظفر الدین نے اس بات کا اقرار بھی کیا تھا کہ مولانا چاند پوری نے فاضل بریلی سے مناظرہ کا مطالبہ کیا ہے، لیکن آج تک ملّتِ رضاخانیہ فاضل بریلی کی طرف سے اس مطالبہ کو پورا نا کر سکنے کا صحیح عذر پیش نا کر سکی۔

**نمبر(3):**

اور مولانا ظفرالدین نے جو اس بات کا اقرار بھی کیا کہ مولانا چاند پوری نے احمد رضا خان کو مناظرے کا چیلنج بھیجا لیکن فاضل بریلوی نے قابل خطاب نہ سمجھنے کی منطق پیش کر کے گلوخلاصی کی کوشش کی، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر فاضل بریلوی نے مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کو کیوں قابل خطاب نہیں سمجھا؟ یہ عجیب منطق نہیں کہ فاضل بریلوی سارے مسلمانوں کو کافر کہتے پھریں اور جب ان سے باز پرس کی جائے تو وہ قابل خطاب نہ سمجھنے کا بہانہ بنا کر پتلی گلی سے نکل جائیں!!...... یہ کہاں کی بہادری اور کہاں کا انصاف ہے؟ اور مولوی ظفرالدین کے اس خط کے بعد مولانا چاند پوری ۲۱ محرم ۱۳۲۶ھ کو فاضل بریلوی کے نام دوسرا خط بھی لکھا، جو رسائل چاند پوری صفحہ ۳۰۶ جلد اول میں موجود ہے، لیکن فاضل بریلوی نے اسکا بھی کوئی جواب نہیں دیا۔

یہ تو وہ چیلنج تھا کہ جو مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فاضل بریلوی کے نام لکھا لیکن فاضل بریلوی نے اس چیلنج کو قبول کرنے کے بجائے فرار میں عافیت جانی، اس واضح فرار کے بعد بھی فاضل بریلوی کی شکست کو نہ مانا جائے اور اسے فاتح قرار دیا جائے تو یہ کتنی بڑی ناانصافی ہوگی۔

اب ہم چند وہ چیلنجز نقل کرتے ہیں جو دیگر علمائے اہلسنت کی طرف سے بھی فاضل بریلوی کو لکھے گئے، لیکن فاضل بریلوی نے نہ ان چیلنجز کو قبول کیا اور نہ ہی اپنے کسی مرید یا خلیفہ کو وکیل بنا کر پیش کیا۔

**(1)** اس خط کے بعد مولانا عبدالسلام نے فاضل بریلوی کے نام خط لکھا اور اس میں لکھا کہ اگر واقعی تمہارے متجدد کی تحریریں بڑی زبردست ہیں تو ان کو گفتگو میں کیوں عذر ہے؟...... اب گفتگو کا نام سن کر کیوں دم نکلتا ہے؟ یہ کونسا عذر شرعی عرفی عقلی نقلی ہے کہ فلاں شخص قابل خطاب نہیں، جیسے کفر و اسلام آپ کے گھر تقسیم ہوتا ہے کیا لیاقت کے داروغہ بھی آپ ہی ہو گئے ہیں؟؟؟؟

(ملخصاً رسائل چاند پوری صفحہ ۳۳۸ جلد اول)

**(2)** مولانا عبدالسلام کے خط کے دوسرے دن مدرسہ امدادیہ کے متعلم مولوی عبدالرحیم نے فاضل بریلی کو چیلنج لکھ کر بھیجا کہ ہم اگر آپ کے نزدیک کافر مشرک مرتد ہیں تو آپ سے گفتگو کی درخواست بھی تو کرتے ہیں اگر آپ گفتگو کر سکیں تو کیجئے ورنہ صاف جواب دیجئے۔

(ایضاً صفحہ ۳۱۱)

**(3)** مولانا عبدالرحیم کے خط کے پندرہ دن بعد مولوی ظفرالدین بریلوی کے خط کے جواب میں دوبارہ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فاضل بریلوی کو خط لکھا اور اس میں سہ بارہ فاضل بریلوی کو ان الفاظ میں چیلنج لکھا:

> ''اور اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو مردِ میدان ہو کر کھڑے ہو جاؤ اور خداوند تقدیر کی قدرت کا تماشہ دیکھو، یہ سچ ہے کہ میں ایک طفل مکتب سے بھی کم ہوں، مگر تمہارے واسطے خدا چاہے تو کافی سے زائد ہوں، اگر تم میں کچھ عقل ہے تو سوالات سے ضرور اندازہ کر لیا ہوگا خان صاحب! خدا کا فضل اس کے اختیار میں ہے جس پر چاہے کر دے، میں صاف لکھتا ہوں کہ تم مجھ سے بفضلہ تعالیٰ ہرگز ہرگز مناظرہ تقریری نہیں کر سکتے اور اگر کرو گے تو خدا چاہے تمام عمر کے اہل اللہ کے ساتھ سب وشتم، تبرہ بازی کی کسر نکل جائے گی، اگر کچھ ہمت ہے اور عزت ہے تو مقابلہ میں آؤ ورنہ صاف جواب لکھو، ہم کو اور بہت سے کام کرنے ہیں تمہاری طرح بے کار نہیں ہیں''۔

(حوالہ مذکورہ، صفحہ۔ ۳۱۶_۳۱۷)

یہ تین وہ چیلنجز تھے جو ہماری کتاب میں مذکور ہیں، لیکن ان چیلنجوں کو نا تو فاضل بریلوی نے کبھی قبول کیا اور نہ ہی کسی مرید یا خلیفہ یا شاگرد کو قبول کرنے کی ترغیب دی، لیکن رضاخانیوں کو پھر بھی فاضل بریلوی کی فتح پر ضد ہے اور اس کے لیے فتوحاتِ رضویہ بھی لکھ دی گئی ہے، شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ اس قدر بڑے بھگوڑے کو فاتح بنانے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے!!!!

ہم نے اہل سنت کی کتابوں سے یہ بات ثابت کیا کہ بہت سارے چیلنجز احمد رضا خان کو بھیجے گئے تھے، لیکن جواب ندارد! اب ہم سر دست وہ چیلنجز نقل کرتے ہیں کہ جن کے بارے میں خود بریلویوں کو بھی اعتراف ہے کہ فاضل بریلوی کے نام اہل سنت کی طرف سے لکھے گئے تھے، لیکن آپ خود دیکھ لیں گے کہ فاضل بریلوی کی طرف سے ان چیلنجز کو قبول کرنے کا کوئی ثبوت آج تک ملّتِ رضاخانیہ کسی مستند حوالے سے پیش نہیں کرسکی، چنانچہ احمد رضا خان کی فرضی فتوحات پر لکھی گئی کتاب کے مصنف خود لکھتے ہیں کہ:

> ''مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگوی کا اعلیٰ حضرت کو مناظرے کا چیلنج ۱۴ رمحرم سن ۱۳۲۶ھ، ۱۷ رفروری ۱۹۰۸ء کو دیوبندی مکتبہ فکر کے ایک ادنیٰ سے مولوی مدرسہ امدادیہ دربھنگہ کے مدرس اول جو بعد میں دارالعلوم دیوبند کے ناظم تعلیمات بنائے گئے تھانوی صاحب کے دفاع میں تھانوی صاحب کے خود ساختہ وکیل کی حیثیت سے اعلیٰ حضرت سے مقابلہ آرائی کیلئے میدان میں اتر پڑے اور اپنی تعریفات اور تعلیوں پر مشتمل ایک طویل خط لکھ ڈالا اور اسمیں اعلیٰ حضرت کو دعوتِ مناظرہ بھی دے بیٹھے''۔ (فتوحاتِ رضویہ صفحہ ۶۲)

یہ مکمل خط رسائل چاند پوری، جلد اوّل ص، (۲۷۳) پر موجود ہے (اس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے) لیکن مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس دعوتِ مناظرہ کو فاضل بریلوی نے کبھی قبول نہ کیا، اگر قبول کیا ہوتا تو مذکورہ کتاب کا مصنف اس کو ضرور نقل کرتا، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے دعوتِ مناظرہ کو قبول نہ کرنا کیا فاضل بریلوی کا واضح فرار نہیں تھا؟ اور اگر یہ فرار تھا اور یقیناً تھا تو پھر اس فرار کی صورت میں فاضل بریلوی کو فاتح کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ آخر وہ کیا مانع تھا جو فاضل بریلوی کو اس دعوتِ مناظرہ سے بھاگنے پر مجبور کر رہا تھا؟ مؤلف فتوحات کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارے کسی بزرگ نے اس وقت فن مناظرہ کو فساد نہیں کہا تھا، اس طرح کی بے ثبوتی بھڑکیں مارنے سے نا تو فاضل بریلوی کے کندھے سے شکستوں کا بوجھ اتارا جاسکتا ہے اور نا ہی ان کی فرضی فتح کا ثبوت بنایا جاسکتا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ اگر مولانا چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں فاضل بریلوی کا ذرا بھی خوف یا ڈر ہوتا تو وہ پٹنہ کے لگ بھگ تین ہزار کے جلسے میں کھڑے ہو کر نا کبھی چیلنج کرتے اور نہ ہی فاضل بریلوی کو چیلنج لکھنے میں پہل کرتے، باقی فتوحاتِ رضویہ کے مصنف نے اس جگہ پٹنہ کے واقعے کے حوالے سے جس دروغ گوئی کا سہارا لیا ہے اس کا جواب ہم گذشتہ اوراق میں دے آئے ہیں، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر فاضل بریلوی کو کیا مانع تھا کہ وہ مناظرہ پر آمادہ نہ ہوئے؟ مصنف فتوحات نے اس جگہ مدعی سست اور گواہ چست کا مظاہرہ کرتے ہوئے بہت سے بیکار عذر پیش کیے ہیں:

**نمبر 1:** دعوتِ مناظرہ پیش کر دی یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اعلیٰ حضرت کے سامنے طفل مکتب کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ (فتوحات رضویہ۔ص۔ ۶۳)

عجیب سے عجیب تر بات یہ ہے کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ علمی اور عملی طور پر ہر اعتبار سے فاضل بریلوی سے بہت زیادہ حیثیت رکھنے والے تھے ان کے چیلنج کو قبول نہ کرنے کی دوراز کار یہ تاویل پیش کرنا کہ" وہ فاضل بریلوی کے سامنے طفل مکتب کی بھی حیثیت نہیں رکھتے" فرار کی اس سے بدترین مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟ لیکن مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس تاویل کو رذ کرتے ہوئے از راہِ تواضع فاضل بریلوی کو جواب میں لکھا کہ یہ سچ ہیکہ میں ایک طفل مکتب سے بھی کم ہوں، مگر تمھارے واسطے خدا چاہے تو کافی سے زائد ہوں۔

**نمبر۔2:** دوسری تاویل مناظرہ نہ کرنے کی یہ پیش کی گئی کہ اعلیٰ حضرت ہر ایرے غیرے کو منہ لگانے والوں میں سے نہیں۔

اس کا صاف جواب بھی سن لیں کہ فرقہ رضاخانیہ کے مستند حضرات سے یہ سوال ہے کہ وہ ذرا ہمت کر کے فن مناظرہ کے کسی اصول کی کتاب سے یہ دکھادیں کہ اپنے وقت کے ایک مستند عالم کو رذ کرتے ہوئے یہ تاویل پیش کرنا کہ وہ ایرا غیرا ہے اور ہم اس کو منہ نہیں لگاتے اور یہ بھی اس وقت کہ جب اس کی تکفیر تو بڑے بے باکانہ طریقے سے کی جائے، لیکن جب اس کی طرف سے محاسبہ کرتے ہوئے مناظرے کا چیلنج دیا جائے تو یہ عذر کر دینا کہ ہم ہر ایرے غیرے کو منہ نہیں لگاتے، یہ فن مناظرہ کی کون سی کتاب میں لکھا ہوا ہے؟ کہ آپ کسی کو کافر کہیں اور جب وہ ثبوت کا مطالبہ کرنے کے لئے آپ کو میدانِ مناظرہ میں آنے کی دعوت دے تو آپ اپنی جان خلاصی کے لیے یہ بہانہ پیش کر دیں کہ میں ہر ایرے غیرے کو منہ نہیں لگاتا!...... آخر یہ فرار نہیں تو کیا ہے؟ اسے شکست کے علاوہ اور کیا نام دیا جا سکتا ہے؟ لیکن حیرت ہے کہ مصنفِ فتوحات کو پھر بھی اس بات کی ضد ہے کہ فاضل بریلوی فاتح تھے، جبکہ خود وہ اس بات کا اعتراف بھی کر چکے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے مولوی مرتضیٰ کے خط کا جواب دینا ضروری نہیں جانا (فتوحات رضویہ۔ص۔۶۳)، خط کا جواب نادینا، حیثیت کا بہانہ بنا کر سامنا نا کرنا کیا یہ سارے حقائق چیخ چیخ کر اس بات کا اعلان نہیں کر رہے کہ فاضل بریلوی اپنے فتویٰ تکفیر میں غلطی پر تھے اور اسے اپنی شکست بانگ دہل تسلیم کر چکے تھے؟

اکابر علماء اہلسنّت کی تکفیر سے پہلے یا بعد میں فاضل بریلوی کی طرف سے نہ تو کوئی خط لکھ کر عبارات کی وضاحت مانگی گئی اور نہ ہی ان سے توبہ کا مطالبہ کیا گیا، بلکہ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے پٹنہ کے جلسے میں احمد رضا خان کی تقریر کے دوران ہی سب سے پہلے مناظرے کا چیلنج دیا اور فاضل بریلوی سامنا کرنے کی ہمت نہ کر سکے تو ثابت ہوا کہ سب سے پہلے مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فاضل بریلوی کو خط لکھا، اس دعوت کو قبول کرنے کے بجائے فاضل بریلوی نے مولوی ظفر الدین کے ذریعے مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھوایا جو درحقیقت مناظرہ کو ٹالنے کی ناکام کوشش تھی۔

جب مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں نے فاضل بریلوی اور مولوی ظفر الدین کو خطوط لکھے اور دعوتِ مناظرہ دے کر خبر لی تو پھر فاضل بریلوی نے مولوی ظفر الدین سے ایک اور خط لکھوایا وہ خط مذکور ہے" فتوحات رضویہ۔ص۷۶"۔ اس موقعے پر فن مناظرہ سے واقف حضرات جانتے ہوں گے کہ جب فاضل بریلوی نے تکفیر کی تو یہ تکفیر صرف مخصوص چند علماء کی نہیں تھی، بلکہ پوری ملت اسلامیہ پر تکفیر کا تیشہ چلایا گیا تھا تو کسی بھی مسلمان کو یہ حق تھا کہ وہ فاضل بریلوی کو خط لکھتا یا مناظرے کی دعوت دیتا اور مکفر المسلمین کا حق بنتا تھا کہ وہ اس مناظرہ کی دعوت کو قبول کرتا، تا کہ اس کے فتویٰ تکفیر پر گفتگو ہو سکتی، لیکن فاضل بریلوی کے اس واضح فرار کے باوجود اس مذکورہ بالا خط میں فقیہ النفس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر فرار عن المناظرہ کی تہمت لگا دی اور پھر مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو

زیرِ بار قرار دے دیا اور ساتھ میں ان کی طرف یہ جھوٹ بھی منسوب کر دیا کہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اعلانیہ اقرار فرار کر چکے ہیں، حالانکہ اس بات کا کوئی ثبوت فرقہ رضاخانیہ تاقیامت نہیں دے سکتا اور اس خط میں دوسری بار پھر فاضل بریلوی نے ''اطفال سے مخاطبہ کی حاجت نہیں'' کا جملہ کہہ کر مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ سے شکست کا اقرار کرلیا۔

اس کے بعد فاضل بریلوی نے اس خط میں چند محال شرطیں لکھیں:

**نمبر1:** 2 تھانوی صاحب اگر خود عاجز ہوکر در بھنگی صاحب کو اپنا مشکل کشا جانتے ہیں۔

**نمبر2:** مہر کر دیں کہ یہ ہمارے امام الطائفہ ہیں۔

میں نے ان شرائط کو محال اس لئے لکھا اگر مناظرے میں کسی کو اپنا وکیل بنایا جاتا ہے تو اس سے اس عالم کا عاجز ہونا تو لازم نہیں آتا، لیکن فاضل بریلوی نے یہ شرط بھی لگا دی کہ خود کو عاجز بھی مانیں اور حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کو ''اپنا مشکل کشا'' بھی لکھیں، اس شرط میں کس قدر عیاری اور مکاری کا مظاہرہ کیا گیا کہ فاضل بریلوی کو معلوم تھا کہ سورج مغرب سے طلوع ہو سکتا ہے، لیکن کبھی کوئی ادنیٰ مسلمان بھی یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کا (مافوق الاسباب) مشکل کشا ہے، لیکن قربان جائیے اس شاطرانہ چالبازی پر ایسی ناممکن اور محال شرط بلاوجہ اور بلا ضرورت لگانے سے فاضل بریلوی کی کیا مراد ہو سکتی تھی؟؟ صاف معلوم ہوتا ہے کہ فاضل بریلوی ایسی شرائط لگا کر اپنی جان چھڑانا چاہتے تھے۔

**نمبر3:** تیسری محال شرط یہ لگائی کہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ مہر کر دیں کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ ان کے مسلک کے اور ان کے گروہ کے امام و پیشوا ہیں۔

یہ شرط بھی کتنی عجیب ہے کہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ مرشد ہیں اور مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ انکے مرید اور خلیفہ ہیں، بھلا کوئی پیر و مرشد بلاوجہ اپنے مرید کو کیوں امام الطائفہ لکھے اور کیا کوئی بریلوی بتا سکتا ہے کہ یہ شرط صحیح ہے یا غلط؟؟ جب یہ مطالبہ تھا کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کو وکیل مقرر کیا جائے تو یہ کہاں کا اصول ہے کہ مؤکل اپنے وکیل کو اپنا مرشد مانے تبھی مناظر ہوگا، بصورتِ دیگر مناظرہ نہیں ہو سکتا، کیا یہ شرائط دے کر فاضل بریلوی مناظرے سے بھاگنا نہیں چاہتے تھے؟ اور کیا اس کے بعد بھی کوئی فاضل بریلوی کو فاتح قرار دے سکتا ہے؟؟ اس بات کا اقرار خود بریلویوں کو بھی ہے کہ فاضل بریلوی نے مولانا چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یکسر نظر انداز کر دیا تھا، (فتوحاتِ رضویہ۔ص ۶۹)

اور بریلوی حضرات کو اس بات کا بھی اقرار ہے کہ:

> ''در بھنگوی صاحب تھے کہ شوق مناظرہ میں بے چین و بے قرار تھے اور اس خوش فہمی کے مرتکب بھی تھے کہ اعلیٰ حضرت نے میرا کوئی جواب نہیں دیا وہ لاجواب ہو گئے اور ان کی خوش فہمی ٹھیک بھی تھی، کیونکہ اعلیٰ حضرت بھلا گالیوں بھرے خط اور دشنام طرازیوں و افتراء پردازیوں سے مملو اشتہارات کے جوابات دینے کے اہل کب ہو سکتے تھے؟؟ اس لیے خود بھی ان گالیوں بھرے خطوط اور اشتہارات کے جواب دینے سے بچتے اور معتقدین کو بھی جواب دینے سے منع فرماتے رہے، جیسا کہ اگلے خط میں خود اعلیٰ حضرت نے اس کی تصریح فرمائی ہے''۔ (فتوحات رضویہ۔ص۔ ۶۹)

اس تحریر میں مصنف مذکور نے احمد رضا خان کا دفاع کرنے کے بجائے اور ان کی فتح ثابت کرنے کے بجائے ان کی واضح شکست کو

تسلیم کرلیا اور مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی شکست ثابت کرنے کے بجائے اس نے کھلے لفظوں میں مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی فتح کو تسلیم کرلیا، وہ اس طرح کہ بقول ان کے مولانا چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مناظرے کا شوق بھی ہو اور وہ مناظرہ کرنے کے لیے بے چین اور بے قرار بھی ہوں اور انہیں یقین ہو کہ احمد رضا خان اسکا کوئی جواب نہیں دیں گے اور وہ لاجواب ہو جائیں گے اور احمد رضا خان تھے کہ نہ انہوں نے مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس مناظرے کے شوق کو پورا کیا اور نہ ان کے کسی چیلنج کو قبول کیا اور نہ انہوں نے مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی اس خوش فہمی کو ختم کیا کہ فاضل بریلوی لاجواب ہو گئے ہیں اور وہ جواب نہیں دیں گے، یہاں کھلے لفظوں میں مصنف مذکور اس بات کا اقرار کر رہا ہے کہ فاضل بریلوی نے مولانا چاند پوری کو کسی خط کا بھی جواب نہیں دیا، بلکہ اپنے متعلقین کو بھی جواب دینے سے منع کر دیا۔

کیا یہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی واضح فتح اور فاضل بریلوی کی واضح شکست نہیں ہے؟؟ اب یہاں یہ بہانہ تراشا اور یہ جھوٹ بولنا کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ دشنام طرازیاں کر رہے تھے، لہذا فاضل بریلوی اس کا جواب دینے سے کترا رہے تھے تو سوال یہ ہے کہ کیا فاضل بریلوی تہذیب کے دائرے میں جواب نہیں دے سکتے تھے؟؟ اگرچہ یہ بات ثابت نہیں کی جا سکتی کہ مولانا چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فاضل بریلوی کو گالیاں دی تھیں، بلکہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اتنا کیا کہ بعض اوقات فاضل بریلوی کو انہی کی زبان میں مخاطب کرنے کی کوشش کی، اگر فاضل بریلوی کو فاضل بریلوی کی زبان میں جواب دینا دشنام طرازی تھی تو اسکی ابتداء تو فاضل بریلوی نے کی تھی، پھر دوسروں سے کیوں گلہ شکوہ کر رہے تھے؟؟؟؟

دوسری بات یہ ہے کہ فاضل بریلوی کو چاہیئے تھا کہ وہ دکھاتا کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کس خط میں کس جگہ پر دشنام طرازی کی تھی کہ اسے یہ بہانہ تراشا پڑا کہ میں اس لیے جواب نہیں دے رہا اور پھر اپنے شاگردوں کو مولانا چاند پوری کا جواب دینے سے روکنا اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ فاضل بریلوی نہیں چاہتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا کوئی شاگرد مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ طے کر لے کہ فاضل بریلوی سے مناظرہ ہو پائے گا اور بعد میں فاضل بریلوی کو ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑ جائے۔

مصنف فتوحات سے یہ سوال ہے کہ آخر اس عبارت میں فاضل بریلوی کی فتح کہاں ہے؟ اور مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی شکست کہاں ہے؟

خرد کا نام جنوں رکھ دیا اور جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

باقی جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کون شاہ تیر اور کون چھپکلی تھا (جیسا کہ مصنف فتوحات نے ایک بے موقع کہاوت پیش کی ہے کہ (ذات دی کوڑکلی تے شاہتیراں نال جھپے) تو اس بات کا اعتراف خود بریلویوں نے بھی کیا ہے کہ فاضل بریلوی تو جاہلوں کے پیشوا سے زیادہ کوئی درجہ نہیں رکھتے تھے اور اس بات کی گواہی خود بریلوی بھی دیتے ہیں کہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ رنگون اور برما تک بیانات کے لیے مدعو کئے جاتے تھے تو اس وقت فاضل بریلوی زیادہ تقریر نہیں کیا کرتے تھے، اس جگہ یہ بتاتا چلوں کے اپنے منہ میاں مٹھو بننے سے زیادہ فاضل بریلوی کی کوئی اوقات نہیں تھی، خود فاضل بریلوی کے بقول اسے خواب میں ''دربارِ نبویہ'' سے ''فضول بک'' جیسا ''بیش قیمت'' لقب ملا تھا، احمد رضا کی جتنی تعریفیں علماء بریلویہ کرتے ہیں وہ یا تو بے سند ہوتی ہیں یا اپنوں کی تعلّیاں یا بے سروپا قصے اور منگھڑت کہانیاں، جبکہ دوسری طرف مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ وہ تھے کہ جن کا سکہ اپنے تو اپنے مخالفین نے بھی تسلیم کیا ہے، مضمون کی طوالت کا خوف نہ ہوتا تو میں

بریلوی مسلک کے مستند علماء سے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی حقانیت کے کئی ثبوت دکھاتا لیکن یہ موضوع پھر کبھی سہی، ان شاء اللہ!!

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ فاضل بریلوی نے ساری کائنات کے مسلمانوں کی تکفیر کی تھی تو تمام مسلمانوں میں سے کسی کو بھی یہ حق حاصل تھا کہ وہ فاضل بریلوی سے اپنی تکفیر کا حساب مانگتا، فاضل بریلوی کو چیلنج دینے کا اختیار اور حق تمام مسلمانوں کے پاس محفوظ تھا، اگر فاضل بریلوی اپنے دعوئ تکفیر میں صادق تھا تو اسے چاہیئے تھا کہ وہ ہر کسی کے چیلنج کو قبول کرتا یا پھر کسی کو اپنا وکیل بنا کر اس سے چیلنج قبول کرواتا لیکن اس بیچ کسی تیسرے کو آنے کی گنجائش نہیں تھی کہ تکفیر تو فاضل بریلوی کرے اور اس میں سامنا کرنے کی ہمت بھی نہ ہو اور کوئی تیسرا بیچ میں آٹپکے اور وہ بھی چیلنج قبول کرنے کے بجائے چیلنج پر چیلنج کر ڈالے، (فتوحاتِ رضویہ۔ ص ۹۹_ ۱۰۰)۔ یہ عجیب بے اصولی ہے کہ تکفیر تو فاضل بریلوی نے مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی بھی کی تھی، لیکن احمد رضا ان کے چیلنج کو قبول کرنے کی ہمت تادمِ مرگ نہیں کرسکے اور پھر بھی ان کے متعلقین فاضل بریلوی کی شکست ماننے کے بجائے فتح کے گیت گائے جارہے ہیں!!!!

ہمارے پاس اس بات کی گواہی بھی موجود ہے کہ مولوی عبد الاحد بریلوی کا اس موقع پر بیچ میں کودنے کو فاضل بریلوی کی حمایت بھی حاصل نہیں تھی بلکہ وہ تو بقول بریلویوں کے اپنے معتقدین کو جواب دینے سے منع کرتے رہے تو غیر مصدقہ اور غیر مؤید چیلنج پر چیلنج کو قبول کرنے سے زیادہ ضروری تھا کہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مؤید اور وکیل کے چیلنج کو قبول کرنا فاضل بریلوی کی ذمہ داری تھی؟؟ اس کے بعد ہمیشہ کے لئے فاضل بریلوی پر سکوت مرگ طاری رہا اور وہ میدان میں نہ اترے اور نہ ہی اترنے کی نیت کرسکے، کیونکہ وہ اس بات کو بخوبی جانتا تھا ایک دفعہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بیٹھ گیا تو میرے سارے دعاوی کی قلعی پل بھر میں کھل جائے گی اور اسے اس تاریخ ساز شکست کا سامنا کرنا پڑے گا کہ رہتی دنیا تک رضاخانیت منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گی اور فاضل بریلوی کو یقین تھا کہ اس شکست سے ان دیکھی قوتوں کی جانب سے سپرد کیا جانے والا مشن ناکام ہو کر رہ جائے گا۔

مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط خود مذکورہ بریلوی مصنف نے اپنی کتاب میں نقل کیے ہیں، بلکہ فاضل بریلوی نے بھی ان کے بعض خطوط کے اقتباسات اپنی کتابوں میں نقل کئے ہیں، ان میں ایک گالی بھی نہیں دکھائی جاسکتی، جو مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے فاضل بریلوی کو دی گئی ہو، یہ فاضل بریلوی کی شکست اور فرار کو چھپانے کے لئے فرقہ رضاخانیہ کا ایک اور سفید جھوٹ ہے، جو کہ مدعی سست اور گواہ چست کا شاہکار ہے اور وہ اس طرح کے فاضل بریلوی نے کبھی بھی مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک گالی بھی نقل نہیں کی اور نہ نقل کرنے کی ہمت کرسکے، جو مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے انکو دی ہو اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ اگر فاضل بریلوی نے کہیں ایسا شکوہ کیا بھی ہو تو سوال یہ ہوتا ہے کہ ایسا شخص جو چند صفحات میں دوسرے فریق کو درجنوں اور اپنے چھوٹے چھوٹے رسائل میں سینکڑوں گالیاں دینے کا عادی ہو، بلکہ جس نے خود گالیوں میں پی ایچ ڈی کی ہوئی ہو اسے بھی یہ شکوہ ہے کہ اسکو گالیاں دی جارہی ہیں؟؟؟؟

اس سے کہا جائے کہ جناب یہ گنبد کی صدا ہے کہ جیسی کہو ویسی سنو!...... یہ آپ اپنے بوئے کو کاٹ رہے ہیں اور کیا فاضل بریلوی کا خود بھی چیلنج قبول کرنے سے کنارہ کش ہونا اور مریدین کو بھی روپوشی کی دعوت دینا اس بات کی واضح دلیل نہیں تھی کہ اس پورے طائفے کے پاس جواب نہیں تھا؟؟ اور یہ سارا طائفہ ہی راہ فرار اختیار کرچکا تھا، جب فاضل بریلوی اس جگہ بھی راہ فرار اختیار کر گئے اور کسی طرح مناظرے پر آمادہ نہ ہوئے تو پھر بقول مصنف فتوحات مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار اہلحدیث کے ذریعے اعلیٰ حضرت

کو تھانوی صاحب کے وکیل کی حیثیت سے مناظرہ کی دعوت دے ڈالی۔ (فتوحاتِ صفحہ ۶۹)

لیجئے جناب! فاضل بریلوی کی یہ خواہش بھی پوری کر دی گئی کہ تھانوی صاحب ان کو وکیل بنا دیں تو میں بات کروں گا اور مذکورہ مصنف لکھتے ہیں کہ:

''لیکن غیر مقلد امرتسری اور نام نہاد مقلد در بھنگی دونوں ہی نے اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کرنے کی مانگ رکھی اور اخبار میں خبر شائع کرا دی''۔ (فتوحات رضویہ صفحہ ۷۰)

لیکن مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا امرتسری کے اس چیلنج پر فاضل بریلوی کی طرف سے کوئی جواب نا آیا اور یوں اس چیلنج سے بھی فاضل بریلوی نے راہ فرار اختیار کر لی، لیکن بریلویوں کا یہ کہنا ہے کہ اس چیلنج کو قبول کرنے کے بجائے مولوی عبدالاحد بریلوی نے ان دونوں حضرات کو چیلنج پر چیلنج دے دیا، سوال یہ کہ جب ان حضرات نے چیلنج فاضل بریلوی کو دیا تو اصولاً یا تو فاضل بریلوی کو خود آنا چاہیئے تھا یا پھر کسی کو اپنا وکیل بنا کر میدان میں اتارنا چاہیئے تھا، لیکن ان دونوں باتوں میں سے کچھ بھی نہیں ہوا، ایک تیسرا شخص سامنے آیا اور اس نے بھی ان حضرات کا چیلنج قبول نہیں کیا، بلکہ چیلنج پر چیلنج دے ڈالا، بھلا یہ علم مناظرہ کا کون سا اصول ہے کہ فریق مخالف کے چیلنج قبول کرنے کے بجائے تیسرا شخص میدان میں آ کر چیلنج پر چیلنج کر دے، ظاہر ہے کہ اس چیلنج سے بھی فاضل بریلوی نے فرار اختیار کیا اور کوئی بریلوی (بشمول مصنف مذکور) یہ نہیں دکھا سکتا کہ فاضل بریلوی نے کسی جگہ اس کو قبول کیا ہو یا کسی وکیل کو آگے کیا ہو؟؟؟؟

اور بریلوی اس جگہ ایک خط پیش کرتے ہیں کہ اس کے بعد فاضل بریلوی نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک خط لکھا اور وہ خط ''مکتوبات احمد رضا کلیات مکاتیب رضا'' اور ''فتوحات رضویہ'' صفحہ ۷۷ پر موجود ہے، اس خط میں فاضل بریلوی نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ انہوں نے مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کو وکیل بنایا ہے یا نہیں؟ جب فاضل بریلوی کا مخاطبہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ سے تھا جو کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے پٹنہ کے جلسے میں کھڑے ہو کر چیلنج دینے سے لے کر آخر تک فاضل بریلوی کو خود مخاطب کیا تھا تو فاضل بریلوی کو چاہیئے تھا کہ وہ مولانا چاند پوری سے پوچھتے کہ وہ کس بنیاد پر ان سے مناظرہ کر رہے ہیں اور کیا وہ اس مناظرے کے لئے خود مقرر ہوئے ہیں؟؟ یا ان کو مولانا تھانوی صاحب نے مقرر کیا ہے؟؟ اگر مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے کہ میں خود مقرر ہوا ہوں اور میں اپنے دعوے کا خود مدعی ہوں تو پھر فاضل بریلوی یا تو مناظرے کے لیے میدان میں آتے یا صاف لفظوں میں اپنی شکست کا اقرار کر کے ایک سائیڈ پر ہو جاتے، لیکن اگر مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے کہ مجھے مولانا حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا وکیل نامزد کیا ہے تو فاضل بریلوی کو چاہیئے تھا کہ وہ مولانا چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے وکالت نامے کا مطالبہ کرتے۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ فاضل بریلوی نہ مولانا چاند پوری سے اس بات کی وضاحت لیتے ہیں، نہ اپنی شکست تسلیم کرتے ہیں اور نہ ان سے پوچھتے ہیں کہ وہ وکیل ہیں یا نہیں کہ ان سے وکالت نامے کا مطالبہ کیا جا سکے؟ ان سب کے برعکس فاضل بریلوی مولانا تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھتے ہیں اور ان سے پوچھتے ہیں کہ انہوں نے مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا وکیل نامزد کیا ہے یا نہیں؟ کیا فاضل بریلوی کی طرف سے یہ واضح فرار نہیں تھا؟؟ اس خط میں جو الزامات لگائے گئے ہیں اور جو خلاف واقعہ باتیں لکھی گئی ہیں ان سے صرفِ نظر یہ خط سر تا پا دھوکا ہی دھوکا تھا کہ اس معاملے میں چیلنج مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے تھا فاضل بریلوی کو یہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی کہ:

''ابتدائے سوال میری طرف سے ہوگا'' (فتوحاتِ، صفحہ ۴۷)

ابتدائے سوال تو مدعی کی طرف سے ہونا چاہیئے تھا اور ابتدائے سوال تو مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے کرنا تھا فاضل بریلوی کی طرف سے اس ترتیب کو الٹ کر بے اصولی کرنے کا مقصد سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا تھا کہ فاضل بریلوی مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے دعوے سے راہ فرار اختیار کرنا چاہتے تھے، فاضل بریلوی کو ابتدائے سوال کی اجازت تب دی جاسکتی تھی کہ دعوے کی پہل اسکی کی طرف سے ہوتی، لیکن یہاں بھی فاضل بریلوی نے یہ ڈنڈی بھی صرف اس لئے ماری تا کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے دعوے سے بچا جاسکے۔

اب یہاں اگر یہ سوال پیدا ہو کہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو جواب دے دینا چاہیے تھا تو اس کے چند جوابات ہیں:

**نمبر 1:** سب سے پہلے فاضل بریلوی کو مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خط لکھا گیا لیکن فاضل بریلوی نے اس خط کا جواب دینے کے بجائے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھ ڈالا، فاضل بریلوی جو کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہمیشہ گریز کرتے رہے اور گریز کی وجہ بریلوی مصنف نے یہ بتائی کہ ان (مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ) کے سارے خطوط کا جواب دینا گویا اپنا وقت ضائع کرنا تھا، (فتوحات رضویہ)، جو خط فاضل بریلی کو لکھا جائے تو اسکا جواب دینا تو وقت کا ضیاع سمجھیں، لیکن حیرت کی بات یہ کہ دوسروں کی طرف سے جواب نہ آنے کو ان کا فرار قرار دیا جائے یہ کہاں کی دیانت وانصاف ہے؟؟؟؟

**نمبر 2:** فاضل بریلوی کو جب مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ خط لکھیں تو جواب دینے کے لئے مولوی ظفر الدین کود پڑیں، لیکن جب فاضل بریلوی نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا تو آگے شرط لگادی کہ اس خط کے جواب میں کسی دوسرے کی بات نہ بنی جائے گی، (فتوحاتِ صفحہ ۴۷)

کیوں جناب! فاضل بریلوی کو خط لکھا جائے تو ظفر الدین جواب دیں، لیکن حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی باری آئے تو یہ اصول گھاس چرنے چلا جائے!...... آخر اس ست رنگی اصول کی کوئی بنیاد بھی ہے؟؟ اس خط کی آخری سطر میں فاضل بریلوی نے لکھا کہ:

''آپ جب کہ عاقل بالغ ہیں تو وکالت نامہ خود آپ کے قلم پر دستخط ومہر سے ہو، ورنہ تو توکیل میں تسلسل متحیل لازم آئے گا''۔
(فتوحاتِ، صفحہ ۴۷)

سب سے پہلی بات تو یہ تھی کہ اس مقام پر فاضل بریلوی کی طرف سے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھنا بے مقصد و بے معنیٰ تھا، اس لئے کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد صرف حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا دفاع نہیں تھا، بلکہ ان کا مقصد فاضل بریلوی کی طرف سے عالم اسلام کی تکفیر کا حساب لینا تھا، جس فتویٰ تکفیر کی رو سے خود مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ پر بھی فاضل بریلوی کی طرف سے حکم آرہا تھا تو فاضل بریلوی کا کسی مخصوص و متعین عالم سے وکالت نامہ لانے کا مطالبہ کرنا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا تھا!!

**نمبر 3:** یا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے وکالت نامہ تب ضروری ہوتا کہ جب فاضل بریلوی نے پہلے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو چیلنج کیا ہوتا اور اسی چیلنج پر مناظرہ کرنے کے لئے مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فاضل بریلوی کو کوئی خط لکھا ہوتا، لیکن ایسا بھی نہیں تھا، کیونکہ فاضل بریلوی کا کوئی چیلنج نہیں دکھایا جاسکتا، جس میں اس نے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کرنے میں پہل کی ہو، اس میں بھی پہل مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی اور فاضل بریلوی کے جواب دینے کی بجائے مولوی ظفر الدین نے خط لکھا۔ سوال یہ ہے کہ مولانا حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھ کر جواب کا مطالبہ کرنے والے اور مہر اور دستخط کے ساتھ وکالت نامہ کا مطالبہ کرنے والے فاضل بریلوی سے

پوچھا جائے کہ جب مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ تمہیں چیلنج کریں تو بغیر دستخط و مہر اور بغیر توکیل کے مولوی ظفر الدین میدان میں آجائیں، لیکن جب مولانا چاند پوری تمہیں خط لکھ کر مناظرے کا چیلنج کریں تو فاضل بریلوی چیلنج قبول کرنے کے بجائے مولانا تھانوی کو خط لکھ دے اور یہ وضاحت مانگے کہ پہلے توکیل لکھ کر دو، آخر یہ دورنگی اور بددیانتی اور ناانصافی کس بنیاد پر کی جارہی تھی؟؟؟؟

لیکن ان سب وجوہات کے باوجود مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ وکالت نامہ بھی لے کر آگئے تو اب فاضل بریلوی کو ضد تھی کہ مجھے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ان ان لفظوں میں جواب آئے (جو تفصیل سے پہلے گذر چکا ہے) تو میں مناظر کروں گا، لیکن تب بھی ابتدائے سوال میری (یعنی مولوی احمد رضا کی) طرف سے ہوگا!...... قارئین کرام! اندازہ لگائیں کہ فاضل بریلوی کا یہ خط مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے چیلنج کے بعد تھا تو کیا انہیں اس بات کا حق پہنچتا تھا کہ وہ مخالف کے دعوے اور چیلنج کو رد کرکے اپنا دعویٰ پیش کردیں اور کوئی وجہ بھی سامنے نہ ہو اور پھر آخری بات اور مزے کی بات یہ ہے کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے مناظرہ کا یہ چیلنج (بقول بریلویوں کے) ۱۱ر رمضان ۱۳۲۷ھ، مطابق ۲۷ رستمبر ۱۹۰۹ء سے پہلے دیا تھا اور بقول مولانا چاند پوری کے یہ خط ۳ رشعبان ۱۳۲۷ھ کو لکھا گیا تھا لیکن فاضل بریلوی کو اس خط کے بعد پانچ/چھ ماہ تک خاموشی طاری رہی، پانچ ماہ کے بعد بھی ٹال مٹول کے سوا کچھ نہ کیا (جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں)۔ دوسری بات یہ کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ تو وکالت کا دعویٰ اخبار میں کر چکے تھے، اب فاضل بریلوی کو چاہیئے تھا کہ سامنے آتا اور وکالت نامہ دیکھ کر مناظرہ شروع کر دیتا لیکن فاضل بریلوی نے خواہ مخواہ دفع الوقتی کرتے ہوئے اور وقت گذاری کے لیے حکیم الامت کو خط لکھ دیا (بقول بریلویوں کے) عجیب سی بات ہے کہ فاضل بریلوی کو مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ دستخط پر تو یقین تھا لیکن مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر نہیں!!!!

اگر کوئی رضا خانی دعویٰ کرے کہ انہیں اندیشہ تھا کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ غلط بیانی کر رہے ہیں تو اس بات کا جواب یہ ہے کہ مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ غلط بیانی نہیں کر رہے تھے، ان کے پاس ثبوت تھا اور یاد رہے کہ جو زبانی غلط بیانی کرسکتا ہے وہ مہر اور دستخط جعلی بنانے میں بھی خوفِ خدا کو بالائے طاق رکھ سکتا ہے (جیسا کہ خان صاحب بریلوی کی عادت تھی)۔

ان باتوں سے صاف معلوم ہوا کہ فاضل بریلوی کی یہ دفع الوقتی صرف اپنی جان خلاصی کیلئے تھی کہ یہ تھک ہار کر بیٹھ جائیں گے اور میں مفت کا فاتح بن جاؤں گا اور آخر میں یہ بات بھی بتا تا چلوں کہ اس خط کے شروع میں فاضل بریلوی نے اس بات کا بھی اقرار کیا کہ یہ حسام الحرمین میں مذکور عبارتیں ''الزام'' ہیں اور اس بات کو بریلوی مصنفین نے بھی مانا ہے کہ محض الزام کی بنا پر کسی کی تکفیر درست نہیں، التزاماً تو سارا فرقہ بریلویہ بھی مل کر اس الزام کو ثابت نہ کرسکتا تھا اور نہ کرسکتا ہے، اگرچہ یہ الگ موضوع ہے کہ فاضل بریلوی نہ ان اصطلاحات سے واقف تھے اور نہ کبھی ان کی رعایت کی، بس فاضل بریلوی تو اپنے آقاؤں کی خوشنودی کی خاطر کسی بھی قسم کا گھناؤنا اقدام کر لیتے تھے اور بلاسوچے سمجھے کسی بھی مسلمان کو کافر قطعی کہہ ڈالتے تھے، اس جگہ مصنف مذکور نے جو تبصرہ کیا ہے وہ اپنا جرم چھپانے کی ناکام سعی کے سوا کچھ نہیں (تفصیل کے لیے فتوحات رضویہ، ص ۴۷ تا ۵۷ ملاحظہ فرمائیں)۔

۳ رشعبان ۱۳۲۷ھ کا یہ چیلنج اور فاضل بریلوی کے فرار کی روئیداد کو ہم نے ''فتوحاتِ رضویہ'' کو سامنے رکھ کر لکھا لیکن بقول حضرت چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے:

''بندہ نے ۳ رشعبان ۱۳۲۷ھ کو مضمون بعنوان ''بریلوی مجدد سے مناظرہ'' ''اہل حدیث'' میں شائع کرایا، جس کے متعلق مولوی

غلام احمد صاحب ایڈیٹر" اہل فقہ" نے کچھ لکھا، جس کا جواب یہاں سے فوراً گیا اور ۲۷ رشعبان ۳۲ اھ کو اہل فقہ میں مع جواب الجواب شائع ہوا، اس کا جواب بھی اہل فقہ میں بھیجا گیا لیکن چھاپنے کا وعدہ فرما کر پرچہ مذکورہ خود بھی دارالبوار میں قرار کو گیا، مگر خان صاحب نے اس کا جواب بھی کچھ نہ دیا، پھر ۱۹رشوال ۳۲ اھ کو ایک خط رجسٹری شدہ بعنوان" آخری اتمام حجت" اور بھیجا جو" چپ شاہ بریلوی گرفتار" کے ساتھ ۲۱رذی الحجہ ۳۲ اھ کے انجم اور ۹رمحرم ۳۲۸اھ کے اہل حدیث میں شائع ہوا، اس کا جواب بھی وہی قدیم سکوت......الخ"۔

صاحب فتوحات رضویہ نے فاضل بریلوی کی ایک اور فتح کی داستان یوں سنانے کی کوشش کی:

"اعلیٰ حضرت کو خورجہ دیوبندیوں کا پیغام مناظرہ"۔(فتوحات رضویہ، ص ۷۰)

اس جگہ مصنف نے اس بات کا تو اقرار کرلیا کہ خورجہ کے دیوبندیوں نے فاضل بریلوی کو مناظرہ کی دعوت دی تھی، لیکن مصنف یہ نہیں دکھا سکے کہ فاضل بریلوی نے یہ دعوت کب؟ کہاں؟ کس جگہ قبول کی؟

جب فاضل بریلوی نے اس چیلنج کو بھی قبول نہیں کیا اور اپنی عادت مستمرہ کے تحت فرار میں عافیت سمجھی تو پھر موصوف کس معنیٰ میں فاتح قرار پائے؟؟ مصنف نے یہاں بھی روایتی دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ فاضل بریلوی نے اتمام حجت کے طور پر حکیم الامت کے نام بہت سے خطوط لکھے، لیکن تھانوی صاحب کے سر پر جوں تک نہ رینگی، ایک خط کے جواب کی ہمت بھی نہ جٹا سکا (فتوحاتِ رضویہ، ص ۷۵)

ہم ماقبل میں تفصیلاً یہ بات بیان کرآئے ہیں کہ فاضل بریلوی نے نہ تو فتوائے تکفیر سے پہلے کوئی توبہ یا رجوع کا خط لکھ پائے اور نہ ہی فتویٰ تکفیر کے بعد کوئی وضاحت کیلئے تحریر بھیج سکے، لیکن رضاخانی ہمیشہ اس دروغ گوئی کے فروغ کے لیے کمزور تنکوں کا سہارا تلاش کرتے رہے!!!!

# اس مناظرہ کی روئیداد خود بریلوی سے سنیں!

"اس مرتبہ خورجہ سے فتنہ نے جنم لیا اور کلن نام کے ایک جناب جو تھانوی صاحب کے بہت معتقد تھے میدان میں نکل کر آئے اور انہوں نے اعلیٰ حضرت کے نام ایک تحریر بھیج دی اور اس میں بھی دربھنگی صاحب کو تھانوی صاحب کا وکیل بنا کر پیش کر کے اعلیٰ حضرت کو مناظرہ کی دعوت پیش کی۔ آپ کی بحث چونکہ اصل پیشواؤں سے تھی ان کے غیر معروف اور بے وقعت اذناب و ذریات سے نہیں، جو تھانوی صاحب کے خود ساختہ وکیل تھے، ان کی وکالت پر تھانوی صاحب کی کوئی تحریر بھی نہ تھی، جس پر اعتماد کیا جاتا اور اعلیٰ حضرت یوں ہی ہر ایرے غیرے کے بلانے پر خورجہ چلے جاتے یہ جانا بے سود ہوتا، مناظرہ کرنے جب اصول کی ہمت نہیں ہو پا رہی تو فروع کی کیا حیثیت؟"(فتوحاتِ رضویہ، ص ۷۵)

مصنف فتوحات نے اس تحریر پر جو عنوان لگایا ہے اسے غور سے پڑھیں:

"اعلیٰ حضرت کو خورجہ دیوبندیوں کا پیغام مناظرہ"

اس عنوان میں مصنف نے اس بات کا دعویٰ کیا کہ فاضل بریلوی کو دیوبندیوں کی طرف سے مناظرے کا پیغام بھیجا گیا اور پھر اس پر مصنف کا تبصرہ دیکھیں کیا لکھتے ہیں:

''اس مرتبہ خورجہ سے فتنہ نے جنم لیا''

گویا موصوف کے نزدیک مسئلہ اختلافیہ پر فریق مخالف کو بیٹھک اور مناظرہ کی دعوت دینا بھی ایک فتنہ ہے، ظاہر ہے کہ جب اسے تمہاری جانب سے فتنہ کہا جاتا ہے تو تم میں سامنے بیٹھنے کی ہمت کیسے ہوتی؟؟

موصوف نے اس جگہ اہل خورجہ کی جانب سے دیے جانے والے مناظرے کی دعوت کا تو ذکر کر دیا، لیکن وہ اس بات کو ثابت نہیں کر پائے کہ کیا اس دعوت کو احمد رضا خان خان بریلوی نے قبول بھی کیا یا نہیں؟؟؟؟

اور موصوف بیچارہ یہ ثابت بھی کیسے کرتا، جبکہ احمد رضا خان برابر پہلوتہی کر رہے تھے، وہ عبارات پر مناظرہ کرنے کیلئے سامنے آنے کو تیار ہی نہ تھے، موصوف بھی فاضل بریلی کی اس گلو خلاصی اور مناظرے سے فرار کا انکار نہ کر سکے اور یوں گویا ہوئے:

''آپ کی بحث چونکہ اصل پیشواؤں سے تھی ان کے غیر معروف اور بے وقعت اذناب و ذریات سے نہیں تھی''۔

(فتوحات رضویہ، ص ۷۵)

**(اوّلاً)** سوال یہی ہے کہ فاضل بریلوی اہل خورجہ کی دعوت مناظرہ قبول نہ کرنے کا بہانہ یہ بنا رہے ہیں کہ ان کی بحث اصل پیشواؤں سے ہے تو یہ بہانہ اس لئے بھی بے کار ہے کہ فاضل بریلوی کو اصل پیشواؤں سے بات کرنے کا اتنا ہی شوق تھا تو وہ دعوتِ مناظرہ میں پہل کرتے، لیکن فاضل بریلوی نے کبھی مناظرہ کی دعوت بھی نہ دی اور جب ان کو دعوت دی گئی تو یہ بہانہ تراشا کہ میں اصل پیشواؤں سے بات کروں گا۔

**(ثانیاً)** مصنف مذکور اور ان کے اعلیٰ حضرت اس جگہ کیوں اصل بات کو چھپا رہے ہیں، جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ بلند شہر کے اہل خورجہ اور خصوصاً جناب عبد الغنی از خورجہ اور کریم بخش عرف خلیفہ تاجر خورجہ ضلع بلند شہر نے جو احمد رضا کو مناظرہ کی دعوت دینے سے پہلے علمائے اہلسنت علماء دیوبند کو مناظرہ کی اطلاع کی تھی، جس پر علماء دیوبند کی طرف سے مناظرے کی حامی بھر لی گئی تھی اور اہل خورجہ کو دیوبند سے خط ارسال کیا گیا تھا جس میں واضح لفظوں میں لکھا:

''خان صاحب سے ہم تقریری مناظرہ کرنے کو بالکل مستعد و آمادہ ہیں''۔

اور فاضل بریلوی نے حسام میں جن چار علمائے اہلسنت کی تکفیر کی تھی ان میں سے اس وقت دو حضرات بقید حیات تھے، اس خط کے نیچے ان دونوں حضرات کے دستخط موجود تھے یعنی محدث کبیر مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی۔

لیکن احمد رضا خان جو اصل پیشواؤں سے بات کرنے کا بہانہ کر کے بھاگنا چاہتا تھا، یہاں جب وہ چاروں شانے چت ہو گیا اور فرار کی کوئی سبیل نظر نہ آئی تو آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے راہ فرار اختیار کر لی، جناب عبد الغنی خورجوی نے ایک بریلوی تاجر حافظ محمد عظیم کے ذریعہ پوری کوشش صرف کی کہ کسی طرح سے علمائے اہلسنت کے مذکورہ تینوں حضرات اور فاضل بریلوی کا

آمنا سامنا ہو جائے اور عبارات پر عوام الناس میں ڈالے جانے والے شکوک وشبہات کا ازالہ ہو سکے، لیکن فاضل بریلوی تھے کہ مسلسل بھاگم دوڑ میں لگے ہوئے تھے۔

جب جناب عبدالغنی خورجوی صاحب کی انتہائی کوشش کے باوجود بھی فاضل بریلوی سامنے نہ آئے تو انہوں نے مجبوراً اس پوری سعی کی روئیداد کو کتابی صورت میں **''قاصمة الظهر فی بلند الشهر''** کے نام سے شائع کرا دیا۔

جو پہلی مرتبہ غالباً ۱۳۲۹ھ، ۱۹۱۰ء احمد رضا خان کی زندگی ہی میں شائع ہوئی اور اس وقت جو نسخہ میرے سامنے ہے وہ ''انجمن ارشاد المسلمین'' کی کاوش سے ۱۳۹۹ھ، مئی ۱۹۷۹ء میں لاہور سے شائع ہوا۔

مصنف فتوحات رضویہ کو یہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ اگر احمد رضا اصل پیشواؤں سے بات کرنا چاہتا تھا تو یہاں اصل پیشوا ہی تشریف لا رہے تھے تو احمد رضا بھاگا کیوں؟؟؟؟

مصنف فتوحات لکھتے ہیں:

''ان کے غیر معروف اور بے وقعت اذناب و ذریات سے (بحث) نہیں (تھی) جو تھانوی صاحب کے خود ساختہ وکیل تھے، ان کی وکالت پر تھانوی صاحب کی کوئی تحریر بھی نہیں تھی، جس پر اعتماد کیا جاتا اور اعلیٰ حضرت یونہی ہر ایرے غیرے کے بلانے پر خورجہ چلے جاتے''۔ (فتوحاتِ رضویہ، ص ۷۵)

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اہل خورجہ نے احمد رضا سے رابطہ ایک بریلوی حافظ محمد عظیم کے ذریعہ سے کیا تھا اور اکابر ثلاثہ سے مناظرے کی آمادگی لے لی تھی تو مصنف فتوحات نے فاضل بریلوی کو شکست سے بچانے کیلئے اپنے ہی ہم مسلک کو ایرا غیرا بھی کہہ دیا اور اس کے علاوہ بھی کئی جھوٹوں کا سہارا لیا!!!!!

اس مقام پر مصنف فتوحات نے فاضل بریلوی کی جانب سے مناظروں سے مسلسل فرار کے بعد فاضل بریلوی کی آخری شرلی نقل کی ہے جسے ''کلیات مکاتیب رضا'' اور ''مکتوبات امام احمد رضا'' میں ابحاث اخیرہ کے نام سے نقل کیا گیا ہے اس بے فائدہ اور فضول اور جھوٹوں سے بھری ہوئی آخری شرلی کو احمد رضا کے سوانح نگاروں نے بڑے دھڑلے سے نقل کرتے ہیں اور پھر حیرت یہ کہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ:

''تھانوی صاحب کے نام اعلیٰ حضرت کا یہ گرامی خامہ ابحاثِ اخیرہ سے مشہور رہے اس کا کوئی معقول جواب تھانوی صاحب تو تھانوی صاحب پوری جماعت سے آج تک نہیں دیا گیا اور نہ دیا جا سکتا ہے، ان شااللہ''۔ (فتوحاتِ رضویہ، ص ۷۶)

اس کے بعد مصنف نے فاضل بریلوی کے اس خط کو نقل کیا ہے، لیکن اس بریلوی مصنف کو شاید یہ پتہ نہ تھا یا جان کر انجان بن رہا تھا اور اپنی عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کیلئے اس بات کو چھپا رہا تھا کہ فاضل بریلوی کی اس آخری شرلی کا فوراً جواب رئیس المناظرین حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری دے چکے ہیں جو ''رسائل چاند پوری جلد دوم'' میں ''نار الغضا فی جوانح الرضا'' کے نام سے فاضل بریلوی کی زندگی ہی میں شائع ہو گیا تھا۔

فاضل بریلوی کا یہ خط صاحب فتوحات رضویہ سمیت کئی بریلوی مصنفین نے نقل کیا ہے اس لئے ہم اسے من وعن نقل کر کے بے جا طوالت کے بجائے اس کے جواب میں حضرت چاند پوری کا پورا جواب ہی نقل کر دیتے ہیں!!!!

# نار الغضا فی جوانح الرضا

مولوی احمد رضا خان بریلوی کی ''ابحاثِ اخیرہ'' کا جواب ہے جس میں یہ امر پیش نظر کر دیا گیا ہے کہ خان صاحب جو جواب ''اہل بلند شہر'' کو دیا وہ درحقیقت جواب نہ تھا، بلکہ مناظرے ہی سے جواب تھا، اہل بلند شہر نے خان صاحب کو یہ لکھا تھا کہ اہل خورجہ کے پاس حضرات دیوبند نے ''مستعدی مناظرہ'' کی تحریر لکھ کر بھیج دی ہے، آپ بھی اسی مضمون کی تحریر لکھ کر ہمارے پاس بھیج دیجئے۔

خان صاحب سے یہ تو نہ ہوسکا کہ ''مستعدی مناظرہ'' پر تحریر بھیج کر شرائط زبانی طے کرتے ''سوال از آسماں جواب از ریسمان'' کر دیا۔

آخر میں خان صاحب نے وہ پوشیدہ کارڈ بھی چھاپ دیا، جو جلسہ عظیم الشان دستار بندی مدرسہ دیوبند کے معاہدہ کو چھپانے اور رلانے کی غرض سے تھانہ بھون بھیجا تھا، حالانکہ اس کا جواب رسالہ ''**بئس المهاد**'' میں مفصل ہو چکا ہے، اب خان صاحب اس درجہ مجبور ہو گئے ہیں کہ معتقدین کے قائم رکھنے کے واسطے ایسے لغو اور لایعنی رسائل بھی چھاپنے لگے، ان کے معتقدین غور فرمائیں کہ جو معاہدہ جلسہ دستار بندی دیوبند میں معزز حضرات کی وساطت سے لکھا گیا تھا اس سے خان صاحب کیوں منکر ہیں، جس کا ذکر بھی نہیں کرتے، یہ ہے خان صاحب کی مستعدی مناظرہ!!!!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**باسمہٖ تعالیٰ حامدًا و مصلیًا و مسلمًا!**

مولوی احمد رضا خان صاحب، مزاج شریف!

آپ کئی ماہ سے بالکل مطمئن بیٹھے ہوئے خدا کا شکرادا کرتے ہوں گے کہ کوئی مہیب آواز ''ابن شیر خدا'' کی نہیں آئی، یاد رہے ہم آپ سے غافل نہیں ہیں، آپ کے بڑے بھائی مرزا غلام احمد قادیانی کی امت سے ''مونگیر'' مناظرہ تھا، اس سے فراغت کے بعد پھر آپ کی خدمت کیلئے حاضر ہیں، آپ کی ''ابحاث اخیرہ'' اور ''رشحۂ آخرہ'' یہ نکلتے دم کی ہچکیاں ہیں اور یہ آپ کو پچھلا نچوڑ رہے۔

خان صاحب! اب ہاتھ پیر مارنے سے کیا ہوتا ہے؟ جب آپ نے دیکھا کہ بڑے بھائی مرزا صاحب نے مجددیت کے بعد نبوت ورسالت کا دعویٰ کیا تو آپ کے مالیخولیا نے بھی زور کیا آپ بھی دھیمے سروں میں الاپنے لگے ہیں مگر یاد رہے کہ ؎

عیب کردن راہنرے باید

آپ کو اتنی عقل نہیں ہے، مرزا صاحب پر تو صدہا اعتراضات ہوئے، لیکن چونکہ ''معلم الملکوت'' ان کا پورا مددگار تھا اور ہر وقت ''روح القدس'' کہہ کر کچھ مدد کرتا ہی تھا اس وجہ سے کچھ نہ کچھ کہہ بھی نکلتے تھے، آپ میں چونکہ پٹھانی کی تُرّا اور بددماغی بھی ساتھ لگی ہوئی ہے، آپ اس استعانت سے بھی مستغنی ہوکر خود اس جہاز ضلالت کے مستقل ناخدا بن بیٹھے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کنارے ہی پر نکذ و بیان کھانے لگے اور یاروں کے ایک ہی غوطہ میں ہوش وحواس جاتے رہے، ایک ''رد التکفیر'' ہی کے جواب میں ہوکر اپنا کفر ایسا تسلیم کیا کہ خالی **لا نسلّم** بھی زبان سے نہ نکلا اور کیوں نکلے وہ تو مقصود ہی ہے، آپ کے بڑے بھائی مرزا صاحب نے اپنے مخالفوں کو کافر کہا تھا، پس آپ نے بھی اپنے مخالفوں پر جھٹ کفر کا فتویٰ جاری فرما دیا، **الكفر ملّة واحدة تشابهت قلوبهم** کا مصداق ظاہر ہوگیا لیکن مرزا صاحب کی

کامیابی سے آپ مغرور نہ ہوں، ہنوز دلی دور است!

انہوں نے بھی پہلے مجددیت ہی کا دعویٰ کیا تھا، جب مجددیت پر اکثر مسلمانوں نے کچھ انکار نہ کیا تب نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیا، مگر جب مسلمانوں نے نبوت و رسالت کو نہ مانا اور چاروں طرف سے تکفیر شروع ہوئی آپ سمجھ گئے کہ یہ دعویٰ مسموع نہ ہوگا، لہذا آپ نے مجددیت ہی پر قناعت کی، لیکن اصل مقصود یعنی امت کی تکفیر کو نہایت مضبوط ہاتھوں سے پکڑا اور اپنے مخالفین حتیٰ کہ موافقین کو بھی اپنے نزدیک کافر ہی بنا چھوڑا، مگر چونکہ بالآخر بہت سے نادان مرزا صاحب کی نبوت کے بھی قائل ہو ہی گئے ہیں اس وجہ سے آپ کو بھی سودا شروع ہوا۔ اور جیسے مرزا صاحب نے اوّل اوّل ''براہین احمدیہ'' میں دور دور کی باتیں کی تھیں، آپ نے بھی آہستہ آہستہ تمہید شروع کر دی، مسلمان ہوشیار ہو جائیں ملاحظہ ہو ابحاث اخیرہ، ص ۲ سطر ۶:

''مجھے میری سرکار ابد قرار حضور پر نور سید الابرار ﷺ نے محض اپنے کرم سے اس خدمت پر مامور فرمایا ہے''

جناب! آپ تو اپنے ہی مسلّمات اپنے ہی فتوے کی بنا پر اسلام سے بھی خارج ہیں، پھر آپ کو سرورِ عالم ﷺ نے اس خدمت پر مامور فرمایا چہ معنی دارد؟؟ پھر آپ کو مامور فرمانے کا کس طریقہ سے علم ہوا؟؟ کسی آیت قرآنی میں اشارہ ہے یا کوئی الہام ہوا ہے؟ کیونکہ اب مرزا صاحب کے ملہم کو فراغت ہے شاید آپ ہی پر ''روح القدس'' ہو کر نازل ہو گیا ہو! کیا یہ نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ نہیں ہے؟ ایسے لوگوں کے واسطہ سرورِ عالم ﷺ نے جہنم میں ٹھکانہ بنانے کا ارشاد نہیں فرمایا؟ آپ یوں کہیں کہ ''مجھے مامور فرمایا'' اس کا ثبوت عمومات سے تو بے کار ہے یا تو قرآن و حدیث میں مرزا صاحب کی طرح استعارات اور مجازات سے کام لیجئے وہ تو ''غلام احمد'' ہو کر معاذ اللہ احمد و محمد بن بیٹھے اور آپ کا تو نام بھی ''احمد رضا'' ہے۔ **فانظر الی الاثار ختم اللہ کیف عمت قلوبکم و احاطت عقولکم** یا دعوائے الہام اور وحی فرمائیے بے اس کے چارہ نہیں!

پھر ملاحظہ ہو ''ابحاث اخیرہ'' ص ۲ سطر ۱۴:

''میری سرکار نے مجھے پہلے ہی سنا دیا تھا''

﴿ لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا ۚ وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴾

کیوں جناب! یہ آیت آپ کو سرکار ﷺ نے کب سنائی تھی؟ ہاں ہاں الہام کی تھی؟ وحی کی ابتدا یوں ہی ہوتی ہے۔

دیکھو ''براہین احمدیہ'' مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی پہلے پہلے آیات قرآنی کا یوں ہی الہام ہو کر وحی شروع ہو گئی تھی، فنافی الرسول ہو کر رسالت بروزی اور ظلی کی بنیادیں یوں ہی قائم ہوتی ہے۔

مسلمانو! مولوی احمد رضا خان صاحب اور سرکار ﷺ نے ان کو یہ آیت سنائی تھی، ذرا اس کلام کے پہلو غور سے سوچنے چاہئیں! ؎

کوئی مطلوب ہے اس پردہ نگاری میں

پھر ملاحظہ ہو ''ابحاث اخیرہ'' ص ۳ سطر ۱۱:

''سرکار سے مجھے یہ خدمت سپرد ہوئی کہ عزت سرکار کی حمایت کروں نہ کہ اپنی''

جی ہاں! مرزا صاحب آپ سے زیادہ سرورِ عالم ﷺ کی تعظیم و تکریم ظاہر کرتے ہیں، ان کے الفاظ دیکھئے تو بالکل فنا فی الرسول ہی معلوم ہوتے ہیں، سب دجالوں کا یہی حال ہوا ہے کہ سرورِ عالم ﷺ ہی کی محبت و عظمت ظاہر کر کے مسلمانوں کو تباہ کیا، اگر یہ دام نہ ہو تو مسلمان کیسے پھنسیں؟ مسلمان تو آپ ہی کی محبت ظاہر کرنے سے قابو میں آتے ہیں، ﷺ!

چنانچہ یہی دام آپ نے پھیلا کر سنت ہی نہیں بلکہ اسلام کی جڑ بھی کاٹنی شروع کر دی ہے، آپ نے میدان خالی پایا ہے، دیکھئے اب کیا گل کھلتا ہے؟ مگر بفضلہٖ تعالیٰ خادمانِ سنّت مسلح موجود ہیں، ایک نہیں تیسوں کے واسطے لاحول موجود ہے، خدا چاہے سب کے چراغ گل ہوں گے، آپ بھی دل کی ہوس ضرور نکالیں، بدعتی اور رسول اللہ ﷺ کی حمایت؟ نقل مشہور ''وہ کرے جلیبیوں کی حفاظت'' اور آپ کے سپرد ہو دین کی خدمت؟ خان صاحب خفا نہ ہوں، بجز تکفیر اہل اسلام آپ سے اسلام کی کونسی خدمت اور اعانت و حمایت ہوئی ہے؟ مخالفان اسلام سے آپ نے کس قدر مباحثہ کئے؟ آریہ، عیسائی، مرزائی، نیچری وغیرہ وغیرہ کے رد میں کس قدر رسائل تحریر فرمائے؟ سوائے شیخی اور تعلّی کے آپ سے کیا ظہور میں آیا؟ ہاں سنّتِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے مٹانے میں آپ نے بے شک وہ کوشش کی کہ

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

مرزا صاحب اور آپ دونوں ایک ہی صدی کے مجدد ہیں، بجز تکفیر اہل اسلام اور باہم فتنہ و اختلاف کے اور کچھ بھی آپ صاحبوں سے ظہور میں نہ آیا، چونکہ آپ کی ابحاث اخیرہ اور رشحہ اخیرہ یہ پچھلا زور ایک ہی ہے، اس وجہ سے بالفعل دونوں کا ایک ہی جواب عرض ہوتا ہے، ضرورت ہوئی تو مفصل عرض داشت پیش کی جائے گی۔

جناب خان صاحب! یہ تو فرمائیے کہ یہ خط آپ نے پلینگ میں لکھا ہے یا بدمستی میں؟ آخر معاملہ کیا ہے؟ اہل خورجہ اور اہل بلند شہر میں یہ معاہدہ قرار پایا تھا کہ تم حضرات دیوبند سے مستعدی مناظرہ پر تحریر منگالو، ہم مولوی احمد رضا خان صاحب سے مستعدی مناظرہ پر تحریر منگالیں گے، پھر تاریخ متعین کر کے عام اعلان دے دیا جائے گا، ہر دو فریق مناظرہ کر لیں گے اور حق واضح ہو جائے گا، جیسے حضرات دیوبند سے حضرت مولانا مولوی محمود حسن صاحب فخر العلماء اور حضرت مولانا مولوی خلیل احمد صاحب رئیس المتکلمین اور حضرت مولانا مولوی اشرف علی صاحب سید الواعظین دامت برکاتہم نے اپنی مستعدی مناظرہ کی تحریر اہل خورجہ کے پاس بھیج دی تھی، جو رسالہ ''**قاصمۃ الظہر فی بلند شہر**'' میں چھپ گئی ہے، آپ بھی اپنی تحریر مستعدی مناظرہ پر اہل شہر کو دے دیتے، اس سیدھی بات کو اس قدر اینچ پینچ میں ڈالنا اس کا کیا معنیٰ؟ حضرت مولانا مولوی اشرف علی تھانوی صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں یہ خط لکھنا اس کا کیا حاصل؟ چنانچہ آپ کی اس تحریر کی نامعقولیت کو خود اہل بلند شہر نے تسلیم کر لیا اور آج تک تھانہ بھون نہ لے گئے اور یہ کہہ دیا کہ:

''بے شک یہ تحریر ہماری تحریر سے بے تعلق ہے''

جس کی مفصل کیفیت رسالہ ''قاصمۃ الظہر فی بلند شہر'' سے ظاہر ہے۔

اہل بلند شہر آپ سے مستعدی مناظرہ پر تحریر طلب فرمائیں اور خط لکھا جائے حضرت مولانا ممدوح کو! عجیب الٹی منطق ہے، آپ مولانا ممدوح کو ہزار عرائض لکھیں، مگر حافظ محمد عظیم صاحب بلند شہری کو اہل خورجہ کے روبرو آپ نے ایسا ذلیل کیا ہے کہ قیامت تک وہ اس ذلت سے انکار نہیں کر سکتے، آپ اپنی مستعدی مناظرہ کی تحریر اہل بلند شہر کو پہلے دیتے پھر جو لکھنا تھا لکھتے۔

خان صاحب! بلند شہر کی بار اور آپ کا فرار ایسا ہے کہ قیامت تک نہیں دھل سکتا اور ابھی کیا ہے؟ مولوی کرامت اللہ خان صاحب دہلوی جو مجمع عام میں آپ سے مناظرہ کرانے کا وعدہ کر گئے تھے اور آپ کو انہوں نے خط بھی لکھا تھا، مگر آپ نے ان کو جواب نہ دیا، ابھی تو وہ شائع ہوگا، آپ ان حیلے حوالوں سے جان نہیں بچا سکتے، اس خط سے کیا شدنی ہے فرمایئے؟ یہ ''ابحاث اخیرہ'' آپ کیلئے ذلت جلیلہ ہوئے یا نہیں؟ دنیا بھر کی تکفیر اور مناظرہ فقط حضرت مولانا تھانوی صاحب سے ہو؟؟ آخر اس کی کوئی وجہ بھی ہے؟ کچھ تو حیا سے کام لیجئے، آپ سے تو آپ کے بڑے بھائی مرزا غلام احمد قادیانی ہی چلتے ہوئے ثابت ہوئے، جب ہی تو انہوں نے مجددیت سے چٹ چٹ نبوت اور رسالت کا مدعی ہو کر ایک نئی امت بنا لی اور آپ بد قسمتی سے مجددیت ہی کے پہلے سبق میں غائیں غائیں کر رہے ہیں اس میں آپ رنج نہ فرمائیں ؎

سب حسینان جہاں کی ایک سی قیمت نہیں

آپ کیلئے یہ مجددیت ہی، بہت ہے، ''**للاٹون**'' میں آپ دونوں داخل ہیں، البتہ چھوٹے بڑے بھائی کا فرق ضرور ہے۔

قولہ: ''اصحاب'' فقیر نے آپ کی طرف ہر قابل جواب اشتہار کے جواب دیے، الخ ''ابحاث اخیرہ۔

جی ہاں! کیوں نہیں مرزا صاحب کی طرح آپ کے یہاں بھی ''اصحاب'' ہونے لگے، ابھی تو ابتدا ہی ہے بعد ہٗ الف گرا دیجئے، برسات بعد ''ماء الجبن'' ضرور لیجئے ورنہ دیکھئے یہ سودا کہاں تک پہنچے گا؟ خان صاحب! **الکلوب قد یصدق** یہ تو آپ نے خوب ہی لکھا کہ ہر قابل جواب اشتہار کا جواب لکھا اور جن کا جواب نہیں لکھا وہ بے شک آپ کے نزدیک بھی ضرور لا جواب ہیں، مگر جس کو آپ نے قابل جواب سمجھا ہے، یہ بھی آپ کی محض غلطی ہے اس طرف کا کوئی رسالہ اور اشتہار بھی بفضلہٖ تعالیٰ قابل جواب نہیں، ان میں وہ پختہ باتیں لکھی گئی ہیں کہ بفضلہٖ تعالیٰ ایک ہی انصافاً قابل جواب نہیں ہے، سب لا جواب ہیں۔

قولہ: مگر جناب کے مہذب عالم، مقدس متکلم مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب دیوبندی کے کمال شستہ دشنام نامہ ''بریلوی چپ شاہ گرفتار'' کی نسبت قطعی ممانعت کر دی، جس کا آج تک ادھر والوں کو افتخار ہے''۔ (ابحاث اخیرہ)

خان صاحب! کچھ تو شرم سے کام لیجئے، اس ''ابحاث اخیرہ'' اور ''رشحہ اخیرہ'' کو کسی سے دکھلا لیجئے آپ اس پیرانہ سالی میں ایسے فحاش و بدگو ہیں کہ اس لت کا چھوٹنا آپ سے محال ہے، آپ کس منہ سے دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں؟ آپ اپنی بدزبانی سے توبہ کیجئے، پھر اس طرف سے خدا چاہے ایک لفظ بھی خلاف طبع نہ ہوگا، دوسروں کے بڑوں کو کھوٹی کھوٹی گالیاں دو، پھر ان کے خدام کچھ لکھیں تو رونا شروع کر دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے؟؟

خان صاحب! ابھی کیا ہے ؎

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

کیا ''بریلوی چپ شاہ گرفتار'' ہی لا جواب ہے، اسی کے جواب کی نسبت آپ نے قطعی ممانعت فرما دی ہے، فرمایئے تو سہی؟ **۱/ اسکات المعتدی... ۲/ آخری اتمام حجت... ۳/ بئس المهاد... ٤/ انصاف البری... ۵/ ردّ التکفیر... ٦/** نوہزاری اشتہار... **۷/** عبد الغنی کی ہوس خام... **۸/ الطین اللازب علی الاسود الکاذب... ۹/ قاصمة الظهر فی بلند شهر... ۱۰/ القسوره علی الحمر المستفره... ۱۱/ رجوم المدنبین... ۱۲/ الشهاب الثاقب علی**

**المسترق الکاذب... ۱۳/تنزیہ الالٰہ السبوح عن عیب کذب مقبوح... ۱۴/السھیل علی الجھیل... ۱۵/احدی التسعۃ والتسعین علی الواحد من الثلاثین... ۱۶/الجھد المقل... ۱۷/زجر المنّاع... ۱۸/اثبات القدرۃ الالٰھیہ باقامۃ الحجّۃ الالھامیہ... ۱۹/ابطال الادلّۃ الواھیہ باثبات القدرۃ الالٰھیہ** وغیرہ رجسٹریوں اور اشتہاروں کا جواب کس نے دیا ہے اور کیا؟؟

فرمائیے! کچھ شرم وحیا ہے یا نہیں؟ کیا فضول بے تکی ہانک دینا اس کا نام بھی جواب ہے؟ خیر یہ ہی سہی، مگر نام تو لیجیے، تب حقیقت کھلے گی، خان صاحب یہ جھوٹ اور ہمارے ساتھ؟ ابھی تک آپ کے ہوش وحواس درست نہیں ہوئے ہیں؟ ابھی تک جھوٹ سے باز نہیں آئے؟ چور کا منہ چاند سا ؏

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

**اب تذکارات کے اظہارات ملاحظہ ہوں:**

(۱)......آپ خوب جانتے ہیں کہ کس قدر رسائل مذکورہ وغیرہ آپ کے ردّ میں شائع ہوئے ہیں اور بفضلہ تعالیٰ لاجواب رہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک لاجواب رہیں گے۔

(۲)......آپ مناظرہ کا نام سنتے ہی بے ہوش ہو گئے، سوائے ہائے ہائے **لاادری** کے یہ بھی نہ کہہ سکے کہ میں مناظرہ نہ کروں گا۔

(۳)......''اسکات المعتدی'' کے سوالات میں ایک کا بھی جواب نہ دیا، رسائل کی رجسٹریاں گئیں واپس کی گئیں۔ ''پانچ ہزار'' کا اشتہار بھی دیا گیا مگر بجز اقرار کے انکار نہ کر سکے۔

(۴)......جو آپ کے وکیل ہو کر گئے تھے بمقابلہ رؤسائے عظام ان سے معاہدہ ہوا، مگر آپ نے صاف ہضم کر لیا۔

(۵)......رؤسائے عظام کے مواجہہ میں ان کے دستخطوں کے ساتھ جو معاہدہ ہوا تھا، اس معاہدہ کو تو بالکل ہضم کر گئے اور جدید مضمون کا خط لکھ کر اس کی تصدیق حضرت مولانا تھانوی دامت برکاتہم سے کرانا خلاف **تدیُّن** اور کس قدر بد دیانتی اور معاہدہ سے گریز تھا، اس کا جواب مولانا ممدوح کیا ارشاد فرماتے جو وکیل تھا اس نے فوراً جواب دیا، اگر آپ کو تامّل تھا تو انھیں رؤساء سے دریافت فرما لیتے جن کو پہلے خط لکھا تھا اور جن کے ذریعہ سے معاہدہ ہوا تھا، جن کے دستخط اُسی معاہدہ پر ہوئے ہیں۔

(۶)......مولوی رضا علی صاحب کے خط کا جواب رسالہ ''**السھیل علی الجُھیل**'' میں ملاحظہ ہو۔

(۷)......آپ نے جب ہماری رجسٹریوں کو واپس کیا تو ہم نے ''پانچ ہزار کا اشتہار'' دیا کہ کوئی اس کی تغلیط کرے، مگر کسی میں ہمت نہ ہوئی کہ جو ایک توڑا بھی لیتا لیکن سندی نعل مبارک سلامت رہے پھر روپوں کی کیا کمی، مجذ دہی جو ٹھہرے!

(۸)......''انتصاف البریٰ'' کے مضامین پر ''چار ہزار کا اشتہار'' دیا کہ جن مضامین کفریہ کی صراحت کا دعویٰ کیا ہے اُن کی صراحت بعبارتِ مذکورہ دکھا دو تو ''چار ہزار'' پیش کروں گا، آنکھ بند کر کے ہاتھ تو بہت پھیلائے، مگر ایک بھی نہ ملا، فرمائیے کتنا ڈبل گریز ہے؟ ہمت ہے تو اب مستعد ہو جاؤ۔

(۹)......''صاحب سیف النقی'' اپنی کتاب کے خود ذمہ دار ہیں، وہ ''النعل الاکبر'' کا آپ کو اعلان دے رہے ہیں، ان کے جوابوں کا

مطالبہ انھیں سے ہونا چاہیئے یا آپ کے پیر بھائی مولوی بدرالحسن صاحب سے ۔ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہیں، آپ جانیں اور وہ!! اگر وہ جھوٹے ہیں تو اغلب ہے کہ یہ کارروائی خود آپ ہی نے اپنے بھائی صاحب سے کرائی ہوگی، ہمارے جوابوں کا ہم سے مطالبہ کرو تب حقیقت معلوم ہو، مگر یہاں تو زبان ہی بالکل بند ہے، چپ شاہ بریلوی ہی کیوں ہوئے!!

(۱۰)......الحمدلوجہہ تعالیٰ حق ظاہر ہوگیا کہ کون مناظرہ پر مستعد ہوا اور کون بھاگا؟ کس نے جواب نہ دیا؟ کس نے طلب کرنے پر بھی اپنے رسائل نہ بھیجے؟ (جس پر فرضی اور بے جا ناز ہے) کس نے رجسٹریوں کے جواب نہ دیے؟ تمام دنیا کی تکفیر کر کے کسی سے مناظرہ نہ کیا، جان بچانے کے واسطے یہ کہہ دیا کہ میں تو فقط ایک ہی سے مناظرہ کے لیے تیار ہوں اور کسی سے مناظرہ نہ ہوگا، شرم! شرم!! شرم!!!!

خان صاحب! تمام دنیا کی تکفیر کر کے مناظرہ فقط ایک سے کرنا وہ بھی فقط زبانی کہنے کے لیے، یہ ایسا الزام ہے جس کو آپ کبھی نہیں اٹھا سکتے، آپ کا یہ کہنا کہ حضرت تھانوی صاحب دامت برکاتہم، مولانا گنگوہی قدس سرہٗ العزیز کے قائم مقام کیے گئے ہیں۔

اوّل تو یہ آپ کا دجل اور کذبِ محض ہے، کس نے ان کو سجّادہ نشین اور قائم مقام بنایا؟

دوسرے اگر یہ بات صحیح بھی ہوتی تب بھی مناظرہ خاص انھیں سے کرنا اس کے کیا معنیٰ؟

آپ نے ''تحذیر الناس'' میں سے عبارت ملتقط کی، ایک فقرہ صفحہ (۱۴) کا اور دوسرا صفحہ (۲۸) کا، تیسرا صفحہ (۳) کا، پھر کوئی علامت ایسی نہیں دی جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ عبارت ملتقط یا ملخص ہے؟ گویا مسیلمہ کذاب کے قائم مقام بن کر یہ کہنے کا طریقہ نکال دیا کہ کوئی مسیلمہ کذاب ثانی یہ کہہ سکتا ہے کہ

﴿ان الّذین امنوا وعملوا الصالحات اولئك اصحاب النار ھم فیھا خالدون﴾

قرآن میں موجود ہے، علیٰ ہذا القیاس ایک آیت کہیں کی لی اور ایک کہیں کی اور مضامین کفریہ بنا کر یہ کہہ دے کہ دیکھو قرآن میں یہ مذکور ہے، جیسے کہ آپ نے ''تحذیر الناس'' کی عبارت میں دجل جائز رکھا ہے، اسی طرح کوئی مسیلمہ کذاب یہ کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ فرمایئے کذاب کون ہوا؟ یہ ہے آپ کا ایمان اور اسلام اور مجدد ہونا!!!!

فرمایئے! مرزا صاحب کے آپ چھوٹے بھائی ہوئے یا بڑے؟

تذکارات کے تو مختصر اظہارات ہو چکے، اب استفسارات پر غور فرمایئے:

(۱)......آپ پر اور آپ کے جملہ معتقدین متبعین پر جو ''حسام الحرمین'' اور آپ کی تصنیفات کی رُو سے کفر کا فتویٰ ہوا ہے، کیا آپ اس کے اٹھانے کے لیے آمادہ ہیں؟ یا آمادہ ہو سکتے ہیں؟؟؟؟

(۲)......کیا آپ بحالتِ صحتِ نفس و ثباتِ عقل و نہ ہونے بدحواسی و عدمِ اکراہِ معتقدین و عدمِ خوف انحراف جہّال اہلِ بدعت کے یہ اقرار کرتے ہیں کہ سوالات ''اسکات المعتدی'' اور ''انتصاف البری'' اور ''ردّ التکفیر'' کے جوابات دیں گے اور اُن پر جو شبہات بعد کو پیدا ہوں گے ان کے بھی جواب برابر دیتے رہیں گے، حتیٰ کہ واضح ہو جائے؟

(۳)......کیا آپ اس پر اکتفا فرمائیں گے یا ''جہد المقل'' اور ''اثبات القدرۃ الالٰہیۃ'' ''وابطال الادلۃ الواہیۃ'' اور ''زجر المناع'' اور ''تنزیہ الالٰہ السبوح'' اور ''رجوم المذنبین'' اور ''الشہاب الثاقب'' اور ''احدی المتسعۃ والتسعین'' کے بھی علی الترتیب جواب دیں گے؟

(۴)......اگر آپ اپنا اور اپنی جماعت کا کفر تسلیم فرمالیں تو آپ کو اختیار ہے، پھر کچھ مطالبہ نہیں، ورنہ "ردّ التکفیر" اور "احدی التسعۃ والتسعین" کا جواب آپ کے ذمہ ہے، اس سے سبکدوشی ممکن نہیں ہے!!!!

(۵)......میرا وکیل ہونا تو جلسہ مراد آباد میں ہزارہا آدمیوں کے روبرو بھی حضرت مولانا تھانوی صاحب دامت برکاتہم فرما چکے ہیں، اس کے علاوہ رؤسائے عظام اس کے شاہد ہیں، نہ اس وکالت سے آپ انکار کر سکتے ہیں اور اِس معاہدہ سے گریز کا الزام قیامت تک اٹھا سکتے ہیں، ہاں آپ یہ لکھ دیں کہ ہم نے محمد حسین صاحب کو وکیل بنا کر جلسۂ دیوبند میں نہیں بھیجا تھا وہ جھوٹے ہیں، قصہ ختم ہے، یہ سب کچھ ہے، مگر خان صاحب آپ اس معاہدہ کو چھپاتے کیوں ہیں؟ آپ نے تو اپنے خط میں معاہدہ کا ذکر ہی نہیں کیا، آپ نے تو ایک سماعی بات لکھی تھی وہ فولادی تحریر کیسے ہضم ہوسکتی ہے؟

(۶)......جب بندہ وکیل ہے تو وکیل کو بے شک استحقاق ہے کہ جس لائق آپ ہیں اس کے موافق آپ سے تخاطُب کرکے آپ کی تسلی کردے، میرے خط کا مجھ کو جواب نہ دینا، یہ بے شک آپ کا فرار ہے، کیا ہم کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ محمد حسین صاحب کی وکالت کی نسبت آپ سے تصدیق کرتے؟؟

مگر چونکہ جناب شیخ بشیر الدین صاحب رئیس میرٹھ نے اُن کی تصدیق فرمائی کہ یہ سچے آدمی ہیں، لہٰذا ہم کو یقین ہوگیا کہ اور یقین ہے کہ ضرور آپ نے ان کو وکیل بنا کر بھیجا تھا، جس کے موافق انھوں نے معاہدہ لکھا، مگر چونکہ وہ معاہدہ آپ کے لیے قیامت تھا، اس وجہ سے کہاں تو یکسانِ لال کورتی آپ کے شفیع تھے، کہاں ان کے دستخطوں کا بھی اعتبار نہیں اور معاہدہ کا مطلق ذکر ہی نہیں، گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔

یہ تو کہو کہ مولوی محمد حسین صاحب آخر کیا طے کرا کر گئے تھے؟؟

(۷)......"سیف النقی" کا مصنف خود اپنی تصنیف کا ذمہ دار ہے، چنانچہ "النعل الاکبر" کا اشتہار وہ آپ کو دے رہا ہے، پھر اس کی نسبت کسی دوسرے سے گفتگو لاحاصل اور فضول نہیں تو اور کیا ہے؟ یا اپنے پیر بھائی جناب مولوی حکیم بدر الحسن صاحب کو لکھئے وہ جواب دیں گے۔

(۸)......"سیف النقی" اگر کسی نے اپنے مفید مدّعیٰ جان کر طبع کرائی یا وہ فروخت کرتا ہے تو اس پر کیا جرم ہے؟ یا کوئی تاجر مصنف کے جوابوں کا ذمہ دار ہے؟ کیا آپ کے "ابحاثِ اخیرہ" کا یہی حاصل ہے کہ ایسی دوراز کار باتوں میں وقت ضائع کیا جائے بلند شہر کے لوگوں کا، اور یہ جواب، واہ ری مجددیت، جیسی روح ویسے فرشتے، خان صاحب! کچھ تو شرم کرنی چاہیئے۔

(۹)......خدائے واحد ذوالجلال والاکرام کی قسم کھا کر کہو کہ ہم نے جو کچھ لکھا ہے صحیح ہے یا غلط؟ فرمائیے مناظرہ سے آپ بھاگے یا ہم؟ آپ دنیا بھر کی تکفیر فرمائیں اور جو کوئی مناظرہ کا مطالبہ کرے اس کو جواب نہ دیا جائے یا بہت مطالبہ کے بعد جواب دیا جائے تو یہ کہ میں تو ایک حضرت تھانوی صاحب دامت برکاتہم ہی سے راضی ہوں، وہی کرلیں جس طرح چاہیں کرلیں، خود کرلیں یا اُن کا وکیل کرلے، مگر آپ وکیل سے بھی ناخوش ہیں وہی کرلیں اور کسی کو اجازت نہیں!!

خصم تو تمام دنیا کو بنایا، مگر راضی فقط ایک ہی سے ہیں، کیوں جناب! یہ ہی حیا ہے، یہ ہی شرم ہے؟ مسلمانوں پر اتہام لگاؤ، تکفیر کراؤ، پھر مطالبۂ مناظرہ پر سکوتِ محض، جواب ندارد، تمام مسلمان مطالبہ کریں، مگر

ع
خموشی معنیٰ دارد کہ در گفتن نمی آید

ایک کان گونگا ایک بہرا، ایک آنکھ اندھی ایک کانی، شرم وحیا تہذیب نہ دارد، دوسروں کے بڑوں کو بجائے جنابؔ کے ''خبابؔ'' بجائے جیم ونون کے ''خاء-باء'' لکھو، پھر تہذیب کا دعویٰ، مسلمان بغور ملاحظہ فرمالیں کہ ہر جگہ ہمارے اکابر کو بجائے ''جنابؔ'' کے خانصاحب نے ''خبابؔ'' لکھا ہے۔

یہ ہے دجالی تہذیب، رجسٹریاں واپس، خطوط ہضم، رسائل نگل کر ڈ کار بھی نہ لی جائے، اشتہارات کا جواب نہ دارد، پھر مناظرہ کا دعویٰ ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے''۔

جلسۂ اعظم دستار بندی دیوبند میں اپنا وکیل بنا کر محمد حسین صاحب کو بھیجو، رؤساء لال کورتی کو خط لکھو، انہی کی وساطت سے ان کے دستخطوں سے معاہدہ ہو، اُس کا ذکر تک بھی نہ ہو، نیا مضمونِ معاہدہ گھڑ کر حضرت مولانا تھانوی صاحب دامت برکاتہم سے تصدیق چاہو، پھر بھی مناظرہ کا شوق ظاہر فرماؤ، آپ ہی جیسے حیادار کا کام ہے!!!!

اہلِ خورجہ اور اہلِ بلندشہر کے معاملہ میں تحریر طلب کریں اہلِ بلندشہر، اور خط لکھو تھانہ بھون؟ ماشاء اللہ کیا اچھا مناظرہ ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو تحریر حضراتِ دیوبند نے اہلِ خورجہ کے پاس بھیجی تھی وہ یہاں نقل کردی جائے، تا کہ ناظرین انصاف فرمالیں کہ یہ آپ کی تحریر بجا ہے یا بے جا؟ مناظرہ کی طلب ہے یا مناظرہ کے نام سے آپ کو موت نظر آتی ہے؟؟؟؟

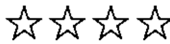
## نقلِ تحریر حضراتِ دیوبند جو اہلِ خورجہ کے پاس بھیجی گئی:

### باسمہٖ تعالیٰ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا

''فوٹو کا فتویٰ منسوب بجانب حضرت مولانا مولوی حافظ رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس سرہٗ العزیز، بعض عباراتِ ''تحذیر الناس'' و ''براہین قاطعہ'' و ''حفظ الایمان'' کی وجہ سے جو ہم پر اور ہمارے اساتذہ رحمہم اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین پر، مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے الزام واتہام توہین خداوند عالم جل علیٰ شانہ، وتوہین جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہٖ وسلم کا لگا کر تکفیر کی اور کرائی ہے امورِ مذکورہ میں خان صاحب سے ہم تقریری مناظرہ کرنے کو بالکل مستعد وآمادہ ہیں، بقاعدۂ مسلّم خان صاحب ''الاھم فالاھم'' ان مسائل کے طے ہونے کے بعد اور بھی جو اُن کے اور ہمارے درمیان مسائل مختلفہ ہیں، گفتگو کے لیے آمادہ ہیں، خان صاحب بھی اپنی تحریر مستعدی مناظرہ کے بارے میں بھیج دیں، فقط۔

اگر مناظرہ کے وقت کسی کو کوئی عذر پیش آوے تو وہ اپنا وکیل باضابطہ پیش کرے گا جس کا ساختہ پرداختہ عین مؤکل کا سمجھا جائے گا۔

خلیل احمد بقلمِ خود     بندہ محمود عفی عنہ     اشرف علی عفی عنہ بقلمِ خود



اب ناظرین خود انصاف فرمالیں کہ خان صاحب کی تحریر بجا ہے یا بے جا؟ حق ہے یا باطل؟ اس کا جواب تو فقط اس قدر تھا کہ ''میں بھی مناظرہ کے لیے تیار ہوں'' یہ دور از کار باتیں جو اس خط میں بھری ہوئی ہیں ان سے کیا تعلق؟ وقت پر جو شرائط طرفین میں طے ہو جائیں اس پر فریقین کاربند ہوتے، غضب تو یہ ہے کہ خان صاحب اپنے خصموں کو بھی اپنا معتقد ہی سمجھ لیتے ہیں اور حکم نامہ بھیجتے ہیں کہ یوں ہوگا اور یوں نہ

ہوگا، مجھ سے یوں مناظرہ کرلو۔

آپ ''رشحۂ اخیرہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''یاد رہے کہ ان شرائط کے سوا کوئی بات مسموع نہ ہوگی، بے ان کے قبول کے اب ہم بھی آپ کی کوئی تحریر نہ لیں گے، تابہ از ناب چہ رسد۔''

اجی جناب! ذرا پردہ سے تو باہر آئیے! شرائطِ مناظرہ ہی میں بات چیت ہو، تب بھی حقیقت معلوم ہوجائے گی، خدا چاہے آپ بھی فرمائیں گے کہ پہلے انکار تھا اب جس طرح چاہے کرلو، پہلے یہ تو فرمادیجیے کہ ''ظفر الدین الطیب'' وغیرہ کس شمار و قطار میں ہیں، کس کے رسائل ہیں؟ کیا اس کے مصنف آپ ہیں یا طالبِ مناظرہ خود ہوئے تھے؟ آپ وہ رسائل پیش فرمائیے جس کے مصنف آپ ہوں، پھر ہم جواب پیش کریں گے، مرد ہو کر بات کہو، تب جواب پورا ملے گا، گھر میں بیٹھ کر حکم لگانے سے کام نہیں چلتا کہ ہم سے خاص اور طرح کرو تو راضی ہوں ورنہ اور کسی طرح راضی نہ ہوں گے۔ اجی جناب جناب! خصم سے بھی تو دریافت کرلیجیے کہ وہ کس طرح کرے گا، پھر فرمائیے کہ یوں کرو۔

اس کے بعد آپ دوسرا خط نقل فرماتے ہیں، جس کی سرخی میں ہماری وکالت کو ''ساختہ'' اور معاہدہ کو ''سازش'' تحریر فرماتے ہیں، گو اس کا جواب رسالہ ''**بئس المھاد**'' میں ہوچکا ہے، مگر آپ کی مزید تسلی کے لیے یہاں پر اس معاہدہ کو نقل کیے دیتے ہیں۔

# نقلِ معاهده

''منجانب مولوی محمد حسین صاحب بریلوی وکیل منجانب مولوی احمد رضا خان صاحب فریق اول، و مولوی مرتضیٰ حسن صاحب وکیل منجانب مولوی اشرف علی صاحب فریق دوم، دربارہ امور اختلافی فریقین میں یہ امر قرار پایا کہ مباحثہ منجانب فریقین بمقام دہلی بوقتِ مقررہ جو بعد میں طے کیا جائے گا عمل میں آوے گا۔ مفصل تصریح امور متنازعہ و دیگر شرائط بذریعہ اشخاصِ مقررہ جن میں دو دو منجانب ہر فریق اور ایک سرپنچ مقبولہ فریقین مقرر کیے جائیں گے، طے کیے جائیں گے۔ ہر فریق کو اختیار ہے کہ مناظرہ خود کرے یا اپنا وکیل مقرر کرے، لہٰذا یہ یادداشت لکھ دی کہ سند ہو، تحریری مناظرہ ہوگا مثل نگینہ کے۔''

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| العبد<br>کمترین محمد حسین عفی عنہ<br>(وکیل منجانب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی) | | | العبد<br>بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ<br>(وکیل منجانب مولانا اشرف علی صاحب) | |
| گواہ شد<br>وحید الدین | گواہ شد<br>عبد الغنی | | گواہ شد<br>یوسف | گواہ شد<br>بشیر الدین<br>آنریری مجسٹریٹ |

نقل معاہدہ محررہ جلسۂ اعظم دستار بندی دیوبند



ناظرین کرام! انصاف فرمائیں کہ کیسا صاف اور پختہ معاہدہ ہے، جو ایسے جلیل القدر حضرات کے روبرو لکھا گیا ہے کہ پہاڑ ٹل جائے گا، مگر وہ نہیں ٹل سکتے اور تماشا یہ ہے کہ خود خانصاحب ہی نے ان رؤساء کو وسیلہ قرار دیا تھا، پھر انھیں کا لکھا ہوا دستخطی خاص معاہدہ اس کو ''فرضی اور سازشی'' کہا جاتا ہے، پھر خط میں کہیں اس کا ذکر تک بھی نہیں، ایک سماعی قول بیان فرمایا جاتا ہے، وہ بھی مضمون معاہدہ کے بالکل خلاف۔ سچ ہے کہ ''دجال'' ''کذاب'' ہی ہوتا ہے، اس کو صدق سے کیا تعلق ؟؟؟؟

اس کا جواب بندہ نے خان صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا، جس کو سال بھر سے زیادہ عرصہ ہوگیا، جواب ندارد، اور خدا چاہے قیامت تک لاجواب رہے گا۔ یہ ہے وہ فولادی معاہدہ جس کو آپ نہ نگل سکیں، نہ ہضم کر سکیں، اسی سے تو ایلاؤس ہوگیا ہے جو یہ نجاست آلودہ مضامین تحریر فرماتے ہو۔

خان صاحب! ہم بفضلہٖ تعالیٰ آپ کی نبض کو خوب پہچانتے ہیں، ہم سے اور چالاکی؟ وہ دن گئے جو لوگ آپ کے دھوکوں میں آگئے تھے، مکر و حیلہ چھوڑیئے، پہلے اپنا اسلام و ایمان ثابت کیجیے، بشرطیکہ آپ اپنے نزدیک مسلمان ہوں اور اپنا اسلام و ایمان پیارا ہو اور اگر ایمان ہی نہیں تو خیر، اس کا صاف اعلان کر دیجیے، ایمان و کفر کا معاملہ ہے کوئی معمولی بات نہیں ہے، ورنہ اس میں سکوت آپ کے کفر کا اقرار سمجھا جائے گا۔ بعدہٗ جو الزامات ''حسام الحرمین'' میں آپ نے لگا کر تکفیر کرائی ہے، اس پر بشرائط ''انتصاف البری'' گفتگو کر لیجیے، جب آپ کو اب وکالت منظور نہیں تو بہت اچھا ہم کو بھی وکالت منظور نہیں، ہم بھی آپ ہی سے گفتگو کریں گے، اگر کچھ ایمان، اسلام، علم، دیانت ہے تو مستعد ہو جاؤ، ورنہ فضول غائیں غائیں کرنے سے کیا فائدہ؟

الحمدللہ تعالیٰ کہ حق اہلِ حق و انصاف پر واضح ہوگیا ہے، آپ کے گھر کا مطبع ہے کمانے کے طُرق متعدد ہیں جو چاہے لکھیے، مگر یاد رہے کہ اب مسلمان آپ کے مکر سے خبردار ہو گئے ہیں۔

**وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام علىٰ خير خلقه سيدنا محمد وآله وصحبه أجمعين**



خان صاحب! آپ کو بشارت ہو کہ ''**قطع الوتین ممن تقول علی الصالحین**'' بھی عنقریب حاضر خدمت ہونا ہے، جس میں واقعی قطع وتین ہی کر دیا ہے۔ حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب حجۃ الاسلام، و حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب رشید الاسلام نور اللہ تعالیٰ مرقدہما کی تحریر اور جناب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب، و جناب مولانا مولوی اشرف علی صاحب دامت برکاتہم، و حضرات مدرسین و مہتممین مدرسہ عربیہ دیوبند کے فتویٰ مہری اس میں مطبوع ہیں کہ خان صاحب نے ''حسام الحرمین'' کے اندر جو ہم لوگوں پر اتہام کفر برپا کیا ہے ہم اس سے بَری اور پاک ہیں۔

فرمائیے! اب آپ کیا کریں گے؟ یہ حضرات تو بَری ہوگئے، مسلمان ہو تو اپنا اسلام بھی ثابت کر دو، ورنہ اقراری کفر ثابت ہو جائے گا۔ خان صاحب! مضمون بدلا نہ ہوگا تو آپ کیا لکھیں گے؟ گالیاں لکھنے سے توبہ فرمائیے اور ٹھکانے سے جواب دیجیے، ہم تہذیب سے ایسے گفتگو کریں گے کہ اس کو بھی خلقت دیکھ لے گی، ذرا مضامین کے میدان میں قدم رکھیے، تب آپ کی قابلیت مجددیت سب اچھی طرح ظاہر ہو جائے گی، گو حق اب بھی اہلِ حق پر واضح ہو گیا ہے۔

## العارض

بندہ محمد مرتضیٰ حسن چاند پوری

مدرّس مدرسہ عالیہ عربیہ حنفیہ دیوبند

☆☆☆☆

فاضل بریلوی نے اس خط "ابحاث اخیرہ" میں خط کے شروع میں اپنی عوام کو اور متعلقین کو "میری عوام بھائی" کہہ کر انہیں "بھولی بھیڑیں" کہا۔ بلکہ "تمہید ایمان" اور "فتاوی رضویہ" میں جگہ جگہ ایسا کہا، ظاہر ہے کہ احمد رضا کے متعلقین بھی بے وقوفی میں بھیڑوں سے کم نہ تھے، اسی لئے تو احمد رضا کی غلط سلط باتوں بھی بلاتحقیق تسلیم کر لیتے، اس بات کا اقرار خود بریلویوں کو ہے کہ بھولا کا معنیٰ بے وقوف ہوتا ہے، بریلوی مصنف لکھتا ہے:

"بھائی احسان الٰہی بہت سادہ لوح تھے ان کی غیر موجودگی میں کسی نے تذکرۃً کہہ دیا احسان الٰہی بے وقوف آدمی ہے"۔

حضرت علیہ الرحمۃ نے ٹوک دیا یہ ضرور ہے کہ وہ ایسے ہی ہیں لیکن جب اپنے بارے میں سنیں گے تو انکو رنج ہوگا اگر یوں کہہ دو کہ بھولے آدمی ہیں تو ان کو برا بھی نہیں لگے گا"۔ (سیرت انوار مظہریہ،ص ۴۱۷)

اس جگہ بریلوی پیر نے "بھولے" کو "بے وقوف" کے معنیٰ میں تسلیم کیا ہے تو احمد رضا خان کی عبارت کا مطلب ہوگا: "میرے عوام بھائی بے وقوف بھیڑیں"

ظاہر ہے کہ جو واقعی احمد رضا کی بھولی بھیڑ ہوگا اسے اس کی بے وقوفی بھلا کب اسے حق بات سمجھنے دے گی، یہی وجہ ہے کہ بریلویوں کو سمجھدار لوگوں کی محفلوں میں یہ طعنہ سننا پڑتا ہے کہ فاضل بریلوی جاہلوں کے پیشوا تھے۔ (ترکِ موالات،ص ۵)

فاضل بریلوی نے اس خط میں مولانا چاند پوری کی تحریر کو گالی نامہ کہہ کر مفت کا واویلا کرنے کی کوشش کی ہے، جس کا مختصر پر اثر جواب تو وہی ہے جو مولانا چاند پوری نے دیا آپ فرماتے ہیں کہ:

"خان صاحب کچھ شرم سے کام لیجئے......

حیرت بالا حیرت یہ کہ گالیوں کا شکوہ اس فاضل بریلوی کو ہے جو اس سے قبل اپنے چند چند ورقی رسائل میں مولانا قاسم نانوتوی اور شاہ اسمٰعیل شہید کو درجنوں گالیاں دے چکے تھے، تفصیل کیلئے میرا عنقریب چھپنے والا رسالہ "گالیاں کون دیتا ہے؟" "سنی یا بریلوی؟" پڑھ لینا!!

## سرکار کہنے پر اعتراض

فاضل بریلوی اسی خط میں لکھتے ہیں کہ:

"سرکار سے مجھے یہ خدمت سپرد ہوئی ہے، عزت سرکار کی حمایت کروں نہ کہ اپنی...... الخ "

اس جملہ میں سرکار کا محمل اور مفہوم ہم اپنی طرف سے بیان کرنے کے بجائے خود بریلویوں کے قلم سے نقل کر دیتے ہیں، بریلوی مصنفین کا وطیرہ ہے کہ وہ ہم پر الزام لگانے کے لیے ہر قسم کی بے اصولی اور بے اعتدالی کرنے کو تیار ہوتے ہیں، بس ہماری کسی عبارت کو اس کے

اصل مفہوم سے ہٹا کر اپنے مطلب کا جامہ پہنانا بریلویت کا محبوب ترین مشغلہ ہے، چنانچہ فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کی سوانح ''تذکرہ الرشید'' جلد اول ص ٨٠ کی عبارت میں ایک لفظ ہے کہ:

''جب میں حقیقت میں ''سرکار'' کا فرماں بردار ہوں.....''

سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے.....

اس عبارت میں ایسی کوئی قابل اعتراض بات نہیں تھی، لیکن ظاہر ہے کہ بریلویت کے نفس امارہ کی تسکین کیسے ہوگی، اگر وہ اس بات کو بھی قابل اعتراض نہ بنائیں، لہٰذا انہیں اس عبارت میں قوسین بریکٹ لگا کر اپنی غلط روش پر چلنا پڑا اور انہوں نے یہ عبارت اس طرح نقل کی:

''جب میں حقیقت میں سرکار (انگریزی حکومت) کا فرماں بردار ہوں.....سرکار (گورنمنٹ انگلشیہ) مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے''۔ (محاسبہ دیوبندیت، ج ا، ص ٣٠٥)

اس جگہ مولوی حسن علی رضوی نے تحریف اور بددیانتی کی اعلیٰ مثال قائم کرتے ہوئے ''سرکار'' کا ترجمہ ''انگریز حکومت'' اور ''گورنمنٹ انگلیشیہ'' کر دیا ہے۔ لیکن اسے کیا خبر تھی اس طرح کی بددیانتی کرنے سے کسی اور کا کچھ نہیں بگڑے گا، بلکہ اس کے مسلک کے بانی احمد رضا خان کی حقیقت سے پردہ فاش ہوگا اور دنیا کو پتہ چلے گا کہ مولوی حسن علی رضوی کی تحریفانہ تشریح کی روشنی میں خود اس کے قائد اور لیڈر اور اسے اور اس جیسے دیگر کئی جاہلوں کو تکفیر مسلمین میں لگانے والے فاضل بریلوی انگریز غلام ثابت ہوں گے۔

لہٰذا اب حسن علی رضوی کی تشریح کے ساتھ فاضل بریلوی کی یہ عبارت پڑھیں:

''سرکار (انگریز حکومت) سے مجھے یہ خدمت سپرد ہوئی ہے عزت سرکار (گورنمنٹ انگلیشیہ) کی حمایت کروں نہ کہ اپنی''

# والد کے نام جھوٹی کتب منسوب کرنے کا الزام

فاضل بریلوی نے اپنے اس خط میں یہ رونا بھی رویا ہے کہ بعض لوگوں نے فاضل بریلوی کے والد اور دادا وغیرہ کے نام سے کچھ کتابیں گھڑی ہیں، فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

''یہ مانا کہ جب جواب ہی نہ بن پڑے تو کیا کیجئے کہاں سے لائے''۔ (بحوالہ فتوحات رضویہ، ص ٧٩)

فاضل بریلوی کے اس اعتراض کا تو بہت ہی زبردست جواب پہلے ہی رئیس المناظرین حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب ''جوانح الرضا'' میں دے چکے ہیں، لیکن اس کے بعض پہلوؤں پر کچھ گفتگو کرنی باقی ہے، جو آپ کے سامنے سپرد قلم کر دیتا ہوں!

جواب سے پہلے ضروری سمجھتا ہوں کہ اس اعتراض کو دوسرے بریلویوں سے بھی نقل کردوں تاکہ موضوع تشنۂ تحقیق نہ رہ جائے۔

مفتی اجمل شاہ بریلوی لکھتے ہیں:

''اس کے صفحہ ١١١ اور صفحہ ٢٠ پر ایک کتاب ''ھدایۃ البریہ'' مطبوعہ اعلیٰ حضرت کے والد ماجد قدس سرہٗ کے نام سے گھڑی اور اپنی تراشیدہ عبارتیں ان کی طرف نسبت کر دیں'' (ردشہاب ثاقب، ص ١٣)

یہی عبارت احمد رضا کے رسالہ ''رماح القہار علی کفر الکفار'' ص ۱۷ پر بھی ہے، مولوی حسن علی رضوی ملتانی لکھتے ہیں:

''اکابر دیوبند میں سے تو مولوی حسین احمد کانگریسی نے الشہاب الثاقب ص ۳ پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے والد علامہ محمد نقی علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ ایک کتاب ''تحفۃ المقلدین'' لگائی اور ص ۱۱ پر ایک کتاب ''ھدیۃ البریہ'' گھڑی''۔

(محاسبہ دیوبندیت، ج ۱، ص ۲۸۸)

علامہ غلام رسول سعیدی بریلوی لکھتے ہیں:

''چنانچہ آپ کے اکابر نے ''سیف النقی'' میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے والد صاحب کے نام سے ایک کتاب ''تحفۃ المقلدین'' اختراع کی ایک کتاب ''ھدیۃ البریہ'' کے نام سے ایجاد کی''۔ (توضیح البیان، ص ۱۱۶)

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فاضل بریلوی اور ان کی کمپنی کا یہ دعویٰ ہے کہ فاضل بریلوی کے والد کے نام سے جس کتاب کا حوالہ صاحب سیف النقی نے دیا ہے، وہ کتاب ہی سرے سے گھڑی ہوئی ہے اور خود تراشیدہ ہے۔

فاضل بریلوی کا اس کتاب کو مفتری علیہم کتابوں کی لسٹ میں لکھنا اور ان کی بریلوی کمپنی کی طرف سے اسے گھڑی ہوئی اور ایجاد کی ہوئی کہنا اس بات کی واضح شہادت ہے کہ بریلوی اس کتاب کے سرے سے فاضل بریلوی کے والد کی طرف نسبت کے ہی قائل نہیں۔

بلکہ اسی وجہ سے احمد رضا خان نے ''فتاویٰ رضویہ جلد دوم، خالص الاعتقاد، رماح القہار'' اور پھر اس خط ''ابحاث اخیرہ'' میں سخت شنیع وقبیح زبان استعمال کر کے سرے سے اس کتاب کا ہی انکار کر دیا ہے۔

احمد رضا خان کی طرف سے جب علمائے اسلام کی تکفیر کی گئی حسام الحرمین اور المعتمد المستند شائع ہوئی تو اس کے بعد مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری نے احمد رضا خان کے نام ایک خط لکھ کر انہیں دعوت دی کہ وہ خود آکر یا انہیں بلا کر ایک اچھی فضا میں بیٹھ کر مسئلہ ہذا پر بحث کر لیں، اس کی تفصیل سابق میں گذر چکی ہے کہ احمد رضا خان نے اس دعوت کو قبول کرنے سے اعراض کیا، بلکہ مسلسل خط وکتابت کے جواب میں بریلی سے مکمل خاموشی پائی گئی، فتویٰ تکفیر کے بعد تقریباً آٹھ سال تک بریلی سے خراٹوں کی آواز آتی رہی اسی دوران لکھنؤ کے ایڈریس سے محمد نقی علی صاحب اجمیری کے نام سے ایک کتاب بنام ''**سیف النقی علی رأس الشقی**'' شائع ہوئی اور اس کتاب کے ٹائٹل پر یہ دعویٰ بھی کیا گیا تھا کہ یہ کتاب مدعیٔ مجددیت کے دعاوی باطلہ کی تردید اور اعتراضات واہیہ کا الزامی جواب ہے۔

اس کتاب میں صحیح حوالہ جات کے ساتھ بعض ایسے حوالے بھی دیے گئے جس پر بعد میں فاضل بریلوی کی جانب سے یہ گرفت کی گئی کہ یہ حوالے غلط ہیں اور کتابیں اپنی جانب سے گھڑی ہوئی ہیں۔ احمد رضا خان نے اپنے رسالہ ''ابحاث اخیرہ'' میں اس بات کا ذکر کیا تو مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری نے ابحاث اخیرہ کے جواب میں یوں لکھا کہ:

''صاحب سیف النقی اپنی کتاب کے خود ذمہ دار ہیں وہ النعل الاکبر کا آپ کو اعلان دے رہے ہیں، ان کے جوابوں کا مطالبہ انہیں سے ہونا چاہیئے یا آپ کے پیر بھائی مولوی بدر الحسن صاحب سے، ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہیں، آپ ہی نے اپنے بھائی صاحب سے کرائی ہوگی، ہمارے جوابوں کا ہم سے مطالبہ کرو تب حقیقت معلوم ہو، مگر یہاں تو زبان ہی بالکل بند ہے، چپ شاہ ہی کیوں ہوئے......''

تھوڑا آگے جا کر مولانا چاند پوری فرماتے ہیں کہ:

''سیف النقی کا مصنف خود اپنی تصنیف کا ذمہ دار ہے، چنانچہ العمل الاکبر کا اشتہار وہ آپ کو دے، پھر اس کی نسبت کسی دوسرے سے گفتگو لاحاصل اور فضول نہیں تو اور کیا ہے؟ یا اپنے پیر بھائی جناب مولوی حکیم بدر الحسن صاحب کو لکھئے وہ جواب دیں گے، سیف النقی اگر کسی نے اپنے مفید مدعی جان کر طبع کرائی یا وہ فروخت کرتا ہے تو اس پر کیا جرم ہے؟ یا کوئی تاجر مصنف کے حوالوں کا ذمہ دار ہے؟ کیا آپ کے ابحاث اخیرہ کا یہی حاصل ہے کہ اس دور از کار باتوں میں وقت ضائع کیا جائے بلند شہر کے لوگوں کا اور یہ جواب واہ رے مجددیت جیسی روح ویسے فرشتے خان صاحب کچھ تو شرم کرنی چاہیئے''۔

(جوانح الرضا ص ۱۷، رسائل چاند پوری، ج ۲، ص ۵۶۲)

مولانا منظور نعمانی صاحب حضرت شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

''یہ سیف النقی حسام الحرمین کے جواب میں اسی زمانہ میں شائع ہوئی تھی، اس میں مولوی احمد رضا کے باپ دادا، پڑ دادا حتیٰ کہ شیخ عبد القادر جیلانی کے نام سے کتابیں گھڑ گھڑ کر ان کے صفحات اور مطابع کے ساتھ حوالے دیے گئے تھے (اور یہ سب حوالے بالکل بے اصل تھے) یہ کتاب کس نے لکھ کر دیو بند بھیجی تھی اور اسی زمانہ میں (غالباً حضرت میاں صاحب کے کتب خانہ کی طرف سے چھپ کر شائع ہوئی تھی، بعد میں جب مولوی احمد رضا خان نے گرفت کی اور حوالوں کو چیلنج کیا تو معلوم ہوا کہ یہ کسی دشمن کی حرکت تھی، اس کا مصنف (محمد نقی اجمیری) نامعلوم تھا جب وہ چھپی تھی تو ہمارے حلقہ میں ہاتھوں ہاتھ لی گئی اور اسی زمانہ میں مولانا مدنی نے جب ''الشہاب الثاقب'' لکھی تو اس کے اعتماد پر دو حوالے دے دیے، اسی غلطی نے الشہاب الثاقب کی افادیت کو بہت نقصان پہنچایا۔

(مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری کا خیال یہ تھا کہ یہ غالباً بریلی ہی سے پھینکا ہوا جال تھا، ناواقفی سے ہمارے حضرات اس میں پھنس گئے، واللہ اعلم)''۔

(نقوش رفتگاں ص ۳۹۹، ۴۰۰)

مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس خیال اور مولانا منظور نعمانی صاحبؒ کے اس خدشہ کی تائید احمد رضا خان کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے:

''محمد نقی اجمیری جو کوئی شخص اس کا مصنف ٹھہرایا ہے غالباً یہ بھی خیالی گھڑ لیا یا کم از کم اسم فرضی ہے''۔ (رماح القہار ص ۵۳)

قارئین کرام! یہ تین عبارتیں الگ الگ اشخاص کی ہیں، ان میں دو کا تعلق اہل سنت دیو بند سے ہے ان کا خیال اور خدشہ ہے کہ سیف النقی پر جس مصنف کا نام لکھا ہے، یہ نامعلوم شخص ہے اور بقول مولانا چاند پوری اغلب یہ ہے کہ یہ کاروائی خود بریلویوں نے کرائی ہوگی، لیکن فاضل بریلوی اگر اس عیاری گھڑنت بازی کے ذمہ دار نہیں تھے تو وہ اتنے طمطراق او ور دھڑلے سے یہ دعویٰ کیسے کر رہے ہیں کہ کم از کم اسم فرضی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یا تو اس چالبازی کے پیچھے اصل کردار فاضل بریلوی کا تھا یا ان کے کسی عزیز اور تعلق دار کا اور ہمارے دعوے کی

تقویت کیلئے فاضل بریلوی کی یہ عبارت بھی پڑھیں:

''ایک بزرگوار نے پہلے ایک اسی رنگ کا رسالہ حمایت اعلیٰ حضرت میں لکھ کر یہاں چھاپنے کو بھیجا تھا، جس میں مخالفان حضرت والا کے کلام ایسے فرض نقل کئے تھے، الحمدللہ اہلسنت ایسی ملعون باتیں کیا پسند کریں یہاں سے دھتکار دیا تو مخالف ہو کر دامن وہابیوں کا پکڑا اور ان کو یہ رسالہ سیف النقی بھیجا، جھوٹے معبود کے پجاری تو ایسوں کے بھوکے ہی تھے باسم المعبود الکذاب اللئیم کہہ کر قبول کرلیا''۔ (رماح القہار، ص ۵۳)

اس تحریر سے یہ بات تو بالکل عیاں ہوگئی کہ فاضل بریلوی کا یہ بزرگوار پہلے بھی ایسی حرکتیں کرتا رہا تھا اور اتنی بات تو فاضل بریلوی بھی تسلیم کر چکے ہیں کہ یہ گھڑنٹ باز شخص احمد رضا خان کو کوئی اپنا بزرگوار تھا جسے فاضل بریلوی کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اس طرح کی گھڑنٹ بازی کی لت لگ چکی تھی اور بقول فاضل بریلوی جب اس کو اس طرف سے دھتکار دیا گیا تو اس نے مخالفین کے خلاف یہ چالبازی کر دی۔ اور بمصداق حدیث

**المومن غر کریم** (مومن بھولا بھالا شریف ہوتا ہے)

علما اہلسنت اس کی چال کو بروقت سمجھ نہ سکے، لیکن جیسے ہی اس نے یہ چال چلی تو اس کا ہم مسلک اور اس چال میں دودھ شریک بھائی نے فوراً ''ابحاث اخیرہ'' چھاپ کر واویلا مچانا شروع کر دیا۔

لیکن حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ فاضل بریلوی اس واویلا مچانے میں اتنا مگن ہوا کہ اپنے والد کی کتاب ''ھدیۃ البریہ'' سے بھی انکار کر بیٹھا، حالانکہ ہدیۃ البریہ کتاب کے بارے میں فاضل بریلوی کئی جگہ یہ کہہ چکا تھا کہ یہ اس کے والد کی کتاب ہے، فاضل بریلوی اپنے والد کی کتابوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''ھدایۃ البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ کہ دس فرقوں کا رد ہے یہ کتابیں مطبع صادق سیتاپور میں طبع ہوئیں''۔

(الکلام الاوضح، ص ز، میلاد قیام، ص ۳۰، جواہر البیان، ص ۱۵، سرور القلوب، ص ج)

اول الذکر تین کتابوں میں خود فاضل بریلوی نے اپنے والد کی تصنیفات میں اس کتاب کا ذکر کیا اور چوتھی کتاب میں مولوی عبدالحکیم شرف قادری نے اس کا اعتراف کیا۔

اسی طرح ''ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی'' نے فاضل بریلوی کے والد مولوی نقی علی خان کی حیات پر ایک کتاب شائع کی ہے اس میں بھی تصنیفات کے ذیل میں اس کتاب کا ذکر موجود ہے۔

مولانا نقی علی خان حیات اور علمی کارنامے، ص ۱۲۰

اور اسی طرح ھدایۃ البریہ پر تبصرہ بھی لکھا۔ حوالہ مذکورہ، ص ۱۷۹

اور تبصرہ میں مؤلف حیات نے یہ اعتراف بھی کیا کہ ۱۹۲۶ء میں فاضل بریلوی کے بھائی کے مکتبہ حسنی پریس بریلی کا عکس لاہور سے نعیمی کتب خانہ نے آج سے کچھ دو سال قبل تقریباً ۲۰۱۷ میں شائع کیا اور ادارہ معارف نعمانیہ لاہور نے ۲۰۰۴ میں اسے شائع کیا۔

(یہ دونوں نسخے اس وقت میرے سامنے ہیں)

بریلویت اور فاضل بریلوی کی جانب سے ھدیۃ البریہ کی نفی وجہ شاید یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس کتاب کی بعض عبارتیں واضح طور پر فاضل بریلوی اور موجودہ بریلویت کے نظریات سے ٹکراتی ہیں۔ (تفصیل پھر کبھی ان شاءاللہ)

فاضل بریلوی کے اس اعتراض کا بہترین جواب امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے خوب دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: ''اتمام البرہان، ص ۱۷۷''۔

مسلک بریلویت کی یہ بہت بڑی کم نصیبی ہے کہ یہ اپنے خلاف پیش کی جانے والی بہت سی کتابوں کو من گھڑت، تحریف شدہ وغیرہما کہہ کر رذ کر دیتے ہیں، لیکن ان کی یہ چالبازیاں زیادہ عرصہ نہیں چل پاتی ہیں، یہی حال ہوا کہ تذکرہ غوثیہ، مدائح اعلیٰ حضرت، نغمۃ الروح، نجم الرحمن اور اس جیسی کئی کتابیں جو بعد میں خود بریلوی اداروں سے ان کی تصدیقات کے ساتھ شائع ہوئیں، ابھی موجودہ زمانہ میں احمد یار خان نعیمی کے صاحبزادے مفتی اقتدار خان نعیمی کی سوانح حیات شائع ہوئی، جس میں انہوں نے نجم الرحمن کتاب کا انکار کیا، ملاحظہ ہو:

حالات وافکار، ص ۱۴۰، سن اشاعت ۲۰۱۷

اور نجم الرحمن کی عبارت کو گستاخانہ تک کہہ دیا، لیکن ۱۴۳۸ھ میں یہی کتاب دارالاسلام لاہور نے چھاپ دی، تذکرہ غوثیہ جسے احمد رضا خان نے فتاویٰ رضویہ میں رذ کیا، لیکن مندرجہ ذیل معتبر بریلوی کتب میں اس کتاب کی تائید کی گئی یا اس کے حوالہ جات کو بطور تائید پیش کیا گیا ہے یا اس کے مصنف کی مدح سرائی کی گئی ہے:

(۱) باغی ہندوستان، ص ۱۷
(۲) ماہنامہ تبیان کا مجد دگولڑوی نمبر، ص ۷۵، ۸۲
(۳) خیرآبادیات، ص ۴۴
(۴) الانسان فی القرآن، ص ۲۵۳
(۵) مقابیس المجالس، ص ۶۶۹
(۶) حضرت شیر ربانی اور ان کے خلفا، ص ۲۳
(۷) کرامات اولیاء، ص ۱۱
(۸) فوز المقال، ج ۶، ص ۵۷۵
(۹) مرأۃ العارفین، ص ۲۵
(۱۰) تقریری نکات، ص ۳۶۱
(۱۱) عقیدہ ختم نبوت، ج ۸، ص ۶۶۲
(۱۲) حضرت سیدنا اعلیٰ حضرت، ص ۹۲
(۱۳) تعلیم غوثیہ مطبوعہ شبیر برادرز، مقدمہ

ہم نے تیرہ حوالے دیے، تاکہ کوئی ناہنجار ۱۱، ۱۲ کے ہندسے پر اچھل کود نہ شروع کر دے کہ لو ہماری گیارہویں یا بارہویں ثابت ہوگئی!

# سرگزشت مناظرہ مراد آباد

مصنف فتوحات رضویہ نے ''سرگزشت مناظرہ مراد آباد'' کے نام سے عنوان باندھ کر بہت سی بے سروپا باتوں کا سہارا لیا اور اندھیرے میں تیراندازی کی ناکام کوشش کی، بزعم خود وہ اس حرکت سے فاضل بریلوی کی ایک شکست پر پردہ ڈال کر انہیں خواہ مخواہ فاتح بنانے میں مصروف عمل ہیں، مناظرہ مراد آباد کی مکمل روئیداد تو آپ کو مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری کے رسالہ:

''القسورۃ علی الحدا المستنفرۃ''

''نوہزاری اشتہار''

''مولوی عبدالغنی رامپوری اور نوہزار کی ہوس خام''

وغیرہ میں ملے گی، لیکن افسوس کہ یہ رسالے عرصہ دراز سے نایاب ہو چکے ہیں۔

سرگزشت مناظرہ مراد آباد کے نام سے عنوان قائم کرتے ہوئے مصنف فتوحات بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ مناظرہ مراد آباد اصل شرانگیزی بریلویوں کی جانب سے ہوئی تھی چنانچہ لکھتے ہیں:

> ''دیوبندی مکتبہ فکر نے وہاں (مراد آباد میں) بھی اپنے خود ساختہ دین کی اشاعت اور اہل سنت کے برخلاف ریشہ دوانیوں کا سلسلہ شروع کر دیا اور ان کیلئے یہ ضروری بھی تھا، کیونکہ یہاں ان کے ناپاک مذہب کی دیواریں تنزلی ہوتی نظر آرہی تھی، یہاں آئے دن ان کے مذہب کی قلعی کھلتی جارہی تھی، ان کے عقائد کفریہ باطلہ ہر پڑھا لکھا آگاہ ہو چکا تھا اور ہر عام و خاص پر ان کی حقیقت طشت از بام ہوتی جارہی تھی آئے دن ہر دینی ماحول سے وابستہ محفلوں میں انہی مباحث کو موضوع گفتگو بنایا جارہا تھا اور اہلسنت کی جانب سے دیابنہ کی کفریہ عبارتوں کو اشتہار کی شکل میں انعامات کے اعلان کے ساتھ پیش کیا جارہا تھا، جس کے جواب میں مخالف جماعت لاجواب ہوگئی تھی اور اس کا سکوت اہل سنت کی حقانیت کا اعلان کر رہا تھا، حسام الحرمین کی صداقت سے ہر کس و ناکس معترف تھا''۔ (فتوحات رضویہ، ص ۸۷، ۸۸)

مصنف نے اس جگہ اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مراد آباد میں شرانگیزی اور اختلافی مسائل چھیڑنے اور علمائے دیوبند کی عبارات کو کفریہ مطالب پہنا کر پیش کرنے کی ابتدا خود بریلوی کیمپ کی طرف سے ہوئی ہے اور مصنف نے علما دیوبند کے سکوت کو اپنی حقانیت کی دلیل سمجھا اور اسے نقل بھی کیا، سکوت ہوا یا نہیں یا علمائے دیوبند تک بریلویت کی اس شرانگیزی کی خبر دیر تک پہنچی، یہ اپنی جگہ لیکن مصنف کا اس جگہ سکوت کو اپنی حقانیت کی دلیل سمجھنا ضرور تعجب خیز ہے۔

مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری کی جانب سے فاضل بریلوی کے نام درجنوں خطوط لکھے گئے، فاضل بریلوی کو دعوت مناظرہ دی گئی، لیکن فاضل بریلوی ان خطوط میں سے کسی ایک کا جواب بھی مولانا کو نہ دے سکے، لبوں پر مہر سکوت لگی رہی جو موت تک نہ ٹوٹی۔

فاضل بریلوی نے ابحاث اخیرہ میں جگہ جگہ یہ رونا رویا ہے کہ ان کے خطوط کے جوابات نہیں دیے گئے، حالانکہ یہ بات ریکارڈ پر ہے اور بریلوی مصنفین کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ یہ عادت خود احمد رضا کی تھی کہ وہ کسی خط کا جواب دینے سے ہمیشہ کتراتے تھے۔

ہم نے اس مضمون میں کئی جگہ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری کے خطوط نقل کئے ہیں اور خود مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری نے بھی اپنے رسائل میں کئی ایسے خطوط نقل کئے ہیں جن کا جواب فاضل بریلوی کی طرف سے نہیں دیا گیا اور مصنف فتوحات نے بھی حضرت چاند پوری کے ان خطوط کو نقل کیا ہے جن کے جواب فاضل بریلوی نے دیے ہوں اس کا ثبوت قیامت تک نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ مصنف فتوحات لکھتے ہیں:

''(مولانا چاند پوری وغیرہ) اس سارے خطوط کا جواب دینا گویا وقت ضائع کرنا تھا''۔ (فتوحات رضویہ ص ۶۶)

عجیب بات یہ ہے کہ خطوط کا سب سے پہلا سلسلہ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری نے شروع کیا اور فاضل بریلوی ان کے خطوط کا جواب دینا وقت کا ضیاع سمجھتے تھے تو پھر کیا فاضل بریلوی اپنی اس روش سے اس بات کا سزاوار تھا کہ اسے حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی کی طرف سے خطوط کا جواب دیا جائے؟

حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری لکھیں اور فاضل بریلوی جواب نہ دیں، مصنف فتوحات اسے تو فاضل بریلوی کی فتوحات میں جانیں اور فاضل بریلوی کو اس کی اس روش کا جواب مولانا تھانوی کی جانب سے اسی اصول سے دیا جائے تو ابحاث اخیرہ میں رونا دھونا شروع کر دے کہ اسے گھاس بھی نہیں ڈالی جا رہی ہے!!!!

اور طرفہ تماشہ یہ کہ ہم ماقبل میں اس بات کا ثبوت پیش کر آئے ہیں اور آگے بھی پیش کریں گے کہ اس سارے قضیہ میں کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ مولانا تھانوی خود مناظرہ میں آ کر بات کرنے پر آمادگی ظاہر کی، لیکن فاضل بریلوی کو یہ ضد تھی کہ وہ لوگوں کے ساتھ کچھ بھی کرتے پھریں، بس ان کے خطوط کا جواب دینا ضروری ہے، فاضل بریلوی کی جانب سے حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری کو یکسر نظر انداز کر دیا جائے، لیکن اگر فاضل بریلوی کو کسی نے نظر انداز کر دیا تو یہ واویلا مچا دیں گے کہ میرے خط کا جواب نہیں آ رہا ہے۔

فاضل بریلوی کی طرف سے ایک سید زادے (حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری) کی ذات کو چھپکلی کہہ کر گستاخی خاندان نبوت کا جرم کیا جائے اور جواب نہ دیا جائے تو یہ تو مکتب بریلویت میں فاضل بریلوی کی فتح قرار پائے اور کسی دوسرے نے فاضل بریلوی کو خط کا جواب دینا مناسب نہ سمجھا بلکہ سامنے بیٹھ کر بات کرنا چاہا تو یہ اس کی شکست ٹھہری، للہ انصاف!!!!

مصنف فتوحات نے لکھا:

''اور اس کا سکوت اہل سنت کی حقانیت کا اعلان کر رہا تھا''۔ (فتوحات رضویہ ص ۸۸)

عجیب بات ہے کہ کوئی دوسرا کسی حکمت کی بنا پر سکوت کرے تو یہ اس کی شکست اور بریلویت کی فتح اور اگر فاضل بریلوی، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری کے خطوط کے جواب میں سکوت برتیں تو معاملہ بالکل الٹ!...... بہر حال! ہمیں مصنف فتوحات کی طرف سے اس مناظرہ مراد آباد کے عنوان کے تحت بے سرو پا باتوں کی طرف التفات کی اس لئے بھی ضرورت نہیں ہے کہ یہ یکطرفہ تیر اندازی ہے، اس کا تفصیلی جواب آگے مولانا چاند پوری کے مضامین میں آئے گا۔

اس بات کا اعتراف تو بریلویوں کو بھی ہے کہ ہر دفعہ کی طرح اس بار بھی بریلویت کو اس شر انگریزی کا جواب دینے کیلئے مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری میدان میں اترے اور مصنف فتوحات نے احمد رضا خان کی طرف سے وکالت کرتے ہوئے جسے ذات کی چھپکلی کہا تھا اور فاضل بریلوی نے جسے قابل خطاب نہ جاننے کا ڈھونگ رچا کر مناظرہ سے راہ فرار اختیار کی تھی اس جگہ آ کر مصنف فتوحات نے بھی حضرت

مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری کو دیوبند کا سرخیل مجاہد تسلیم کرلیا۔ (دیکھو فتوحات رضویہ، ص ۸۸)
اور مصنف نے اس بات کا اقرار کیا کہ بریلویت کی اس شر انگیزی کے جواب میں مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری نے ایک اشتہار شائع کیا بنام:

''نو ہزاری اشتہار''

اور اس اشتہار میں مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری نے دس مواخذات کئے اور ان کے صحیح جواب دینے پر ''نو ہزار روپے'' دینے کا اعلان کیا، وہ دس مواخذات یہ تھے:

(۱) جن مضامین کفریہ کی صراحت کا دعویٰ کیا ہے وہ مضامین کفریہ ان کتابوں میں صراحتاً نہیں۔

(۲) اہل حرمین شریفین کو دھوکا دے کر فتویٰ حاصل کیا۔

(۳) وہ فتویٰ صاحب تحذیر الناس وغیرہ نہیں بلکہ اس پر ہے جو وہ عقائد کفریہ رکھتا ہے۔

(۴) ہمارے حضرات ان عقائد سے پاک ہیں۔

(۵) اس فتویٰ کے حاصل کرنے میں خان صاحب نے گناہِ کبیرہ کیا فاسق ہوئے۔

(۶) وہ مضامین کفریہ ان کتابوں میں لزوماً بھی نہیں۔

(۷) اگر بفرض محال ہو تو ان پر تکفیر نہیں ہوسکتی، جب تک قائل کی مراد ہونا ثابت نہ کردیا جائے۔

(۸) معانی کفریہ قائل کی مراد ہونا خان صاحب قیامت تک ثابت نہیں کرسکتے۔

(۹) جس طرح خان صاحب نے ''حسام'' میں فتویٰ تکفیر حاصل کیا ہے اس بنا پر وہ اور ان کی تمام جماعت اسی حسام کے حکم سے کافر قطعی ہے۔

(۱۰) جو خان صاحب اور ان کے معتقدین کے کفر میں کسی طرح کسی حال شک وشبہ تاویل وتردّد کرے وہ بھی قطعی کافر ہے۔

اس نو ہزاری اشتہار کا جواب فاضل بریلوی یا اس کے کسی وکیل کی طرف سے کیا دیا جاتا، بلکہ مولوی عبد المغنی قوال اور مولوی ظفر الدین بہاری کی جانب سے انعام کا مطالبہ کرنا شروع کردیا گیا تو مولانا چاند پوری صاحب کی طرف سے اس کا جواب دیا گیا کہ:

''ہم نے نو ہزار روپیہ کے انعام کا اشتہار دیا، آپ نے ایک اشتہار ظفر الدین اور دوسرا قوال غیر فعال عبد المغنی کے نام سے شائع کیا، اول میں بریلی اور ثانی میں مراد آباد نو ہزار طلب فرمائے، بندہ القسورۃ علی الحمر المستنفرۃ بجواب ''مولوی عبد الغنی کی ہوس خام ''جواب اشتہار ثانی میں ثابت کردیا کہ دو شرطوں پر نو ہزار کا انعام تھا ان میں سے ایک شرط بھی متحقق نہیں پھر انعام کیسا؟؟؟؟ آپ جواب لکھنے بیٹھے تھے تو یہ ثابت فرمانا تھا کہ ہمارا متبنیٰ اور قوال فلاں وجہ سے انعام پانے کا مستحق ہے، اس کی نسبت تو آپ نے ایک جملہ نہیں لکھا، پھر جواب کس چیز کا دیا؟ خان صاحب جب کسی تحریر کا موضوع بھی آپ کو معلوم نہیں ہوتا اور یہ بھی تمیز نہیں ہوتی کہ اس تحریر کا مقصود کیا ہے تو پھر بے سود تضییع اوقات سے مقصود کیا حاصل؟؟ اب فرمائیے سیف جہالت آپ کی گردن اور آپ کے متبنیٰ کے سر اور قوال کے تار طنبورے پر پڑی یا کسی دوسرے کو بھی مضرت ہوئی، خان صاحب ان لکڑیوں سے نہیں بلکہ کاغذی تلوار سے ابن شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ پر وار کرتا ہے شیروں کے سامنے تلواریں اٹھانی تو مشکل ہے ہی

کپڑوں کو پاک رکھنا بھی بہت مشکل ہے ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

(رسائل چاند پوری، ج ۲، ص ۶۱۸، ۶۱۹)

آگے چل کر مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب نے ایک بار پھر بریلوی کمیٹی کو دعوت مناظرہ دیتے ہوئے فرمایا کہ:

''اور پختہ اور سچے طالب حق ہو کر دیوبند تشریف لائے اگر طلب صادق ظاہر ہوئی تو کرایہ طرفین کا حاضر کروں گا، پھر دیکھئے آپ کی حقیقت خدا چاہے معلوم ہو جائے گی، اسی واسطے تو مناظرہ کی درخواست کی جاتی ہے کہ جو عبارت تحذیر وغیرہ کی ہیں آیا واقعی ان میں یہ مضامین کفریہ ہیں یا نہیں؟ اگر سچے ہو تو باقاعدہ مناظرہ کرلو حق ظاہر ہو جائے گا''۔(رسائل چاند پوری، ج ۲، ص ۶۲۴)

لیکن رئیس المناظرین کی طرف سے اس کھلی دعوت مناظرہ کے باوجود بھی نہ فاضل بریلوی میں سامنا کرنے کی ہمت ہوئی اور نہ ہی کوئی اور فرقہ رضاخانیہ کا وکیل سامنے آسکا!!!!

اور میاں عبد الغنی جو کہ رئیس المناظرین کے نو ہزاری اشتہار کے مطالبات پورے کئے بغیر صرف انعام کا بار بار مطالبہ کئے جا رہا تھا اسے مخاطب کرتے ہوئے مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب نے فرمایا:

''ہم نے یہاں عبد الغنی صاحب سے بھی درخواست کی تھی کہ اگر انعام نہ ملا تو رنج کی کیا بات ہے آپ ''انتصاف البری'' پر گفتگو کر کے مضامین کفریہ کو صراحۃً دکھا دیں ہم توبہ کرنے کو مستعد ہیں، ورنہ اقرار کرلو کہ دعوائے صراحت کذب خالص اور بریلوی کا دھوکا ہے، مگر افسوس ہے کہ اس مضمون پر آ کر آپ کی زبان بھی گل گئی''۔(رسائل چاند پوری، ج ۲، ص ۶۲۴)

فتوحات رضویہ کے مصنف نے'' دافع الفساد'' نامی کتاب سے جو حوالہ نقل کیا جس میں یہ مطالبہ تھا کہ ایک ماہ کے اندر اندر نو ہزار تحصیل بریلی میں جمع کر دیں۔(فتوحات رضویہ، ص ۹۰)

مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''جناب خان صاحب اور میاں ظفر الدین صاحب آپ نے جو یہ خط چھاپے تو اس سے کیا نفع ہوا؟ آپ نے جو بارہ ذی الحجہ کی تحریر جس میں نو ہزار روپیہ تحصیل بریلی میں طلب فرمائے تھے اور بجواب نو ہزاری اشتہار لکھ کر بندہ کے پاس بذریعہ رجسٹری بھیجے تھے اور اس کا جواب ''القسورۃ علی الحمر المستنفرۃ'' بندہ نے آپ کے پاس بذریعہ رجسٹری بھیجا، اول تو بعد جواب اس تحریر کا چھاپنا فضول تھا، مگر معتقدین کو خوش کرنے کی غرض سے اگر طبع کرانا ضروری تھا تو اس کے جواب کا ذکر کرنا اور جواب دینا لازم تھا، یہ نیا خط تو چھاپ دیا اور جس کا جواب آپ کے ذمہ تھا اس کو ایسا ہضم کر گئے کہ بالکل غائب! یہ کیا کمزوری کی بات ہے، ابھی تو خدا چاہے ہمیں بہت کچھ کرنا ہے، آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟ آخر میں آپ کا اول شعر پیش کرتا ہوں ؎

سچے ہو تو کیوں ڈرتے ہو ہاں سامنے آؤ
گر اٹھ سکے تو کفر کو تم اپنے اٹھاؤ

مگر یاد رکھو یہ ناممکن ہے۔ یہ تو آپ کے مسلمات سے عائد ہوا ہے خود کردہ را چہ علاج یا تو توبہ کرو ورنہ تکفیر قبر وحشر میں بھی ساقط نہ چھوڑے گی، مرکزِ کفر نہ بنو توبہ کرو!!!!

(رسائل چاند پوری، ج ۲،ص ۶۳۰)

اس کے بعد مصنف فتوحات نے مناظرہ مراد آباد کے حوالے سے بہت سی جھوٹی اور لایعنی اور بے ثبوتی باتیں لکھیں، یقیناً یہ باتیں انہی کی خانہ زاد ہیں، جن کے بارے میں مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب فرماتے ہیں کہ:

''خان صاحب ان جھوٹی اور لغو باتوں سے معتقدین کی اب تسلی دشوار ہے، مراد آباد کے قصہ کے متعلق بھی آپ نے اور آپ کے معتقدین نے بہت بے پر کی اڑائی ہے، مگر دیکھئے خدا چاہے ابھی اصل واقعہ معلوم ہونے کے بعد لوگ لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھ کر آپ کو سنائیں گے۔

دیکھو پھر نصیحت کرتا ہوں کہ خان صاحب توبہ کرلو! جان بوجھ کر جھوٹ نہ بولو! پھر وہ بھی تکفیر اہل اسلام میں جناب رسول اللہ ﷺ کو کیا منہ دکھاؤ گے؟'' (رسائل چاند پوری، ج ۲،ص ۶۳۰)

مزید تفصیل پڑھنے کیلئے مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب کے رسالہ ''**السهل علی الجعیل**'' مندرجہ رسائل چاند پوری، ج ۲،ص ۶۱۴ کا مطالعہ کریں۔

## مراد آباد میں کیا ہوا؟

اس سوال کا تفصیلی جواب معلوم کرنے کیلئے مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب کا درج ذیل مضمون پڑھ لیں:

''پھر مراد آباد میں تو خان صاحب سے سب ہی مناظرہ کرنے کو مستعد تھے، چنانچہ آج ہندوستان میں جو مشاہیر علماء ہیں انہوں نے رجسٹریاں بھیجیں''۔ (رسائل چاند پوری، ج ۲،ص ۷۰۴ تا ۷۵۴ کا مطالعہ کریں)

مصنف فتوحات نے مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب کی مذکورہ بالا عبارت کے دو الگ الگ اقتباسات نقل کرنے کے بعد اسے جھٹلاتے ہوئے کہا کہ:

''سچ کو جھوٹ کر دینا کوئی در بھنگی صاحب سے سیکھے''۔ (فتوحات رضویہ)

اگر مناظرہ مراد آباد کے حوالہ سے اس کی اس روئیداد کو سامنے رکھا جائے تو اس میں چند باتیں غور طلب ہیں۔

یہ بات تو مصنف فتوحات نے بھی تسلیم کی کہ:

''فاضل بریلوی مراد آباد میں غیر مقلدین سے مناظرہ کرنے گئے تھے''۔ (فتوحات رضویہ،ص ۱۰۷، ۱۱۲)

اور بقول مصنف فتوحات کے مولوی ہدایت رسول بریلوی نے بھی غیر مقلدین کو بلا کر کہا کہ آپ لوگوں نے تو ہم سے یہ ظاہر کیا تھا کہ علمائے اہلسنت ہم سے مناظرہ کرنے کو آئے ہیں، حالانکہ بلایا تو آپ نے...... الخ۔ (فتوحات رضویہ،ص ۱۱۲) اس تحریر سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ بقول بریلویوں کے اس مناظرہ کیلئے بریلویوں کو غیر مقلدین نے بلایا تھا اور بریلوی بھی غیر مقلدین سے مناظرہ کرنے آئے تھے، لیکن

فاضل بریلوی اور اس کی کمپنی کو کیا خبر تھی کہ فاضل بریلوی جو اپنے گھر سے مناظرہ کیلئے نکلنا پسند نہیں کرتے تھے آج وہ مراد آباد میں غیر مقلدین سے بات کرنے آئے تھے یہ موقع اہلسنت کیلئے بہت ہی اچھا تھا کہ لگے ہاتھوں فاضل بریلوی کو مناظرہ پر آمادہ کر کے آج فیصلہ کر ہی دیا جائے، لہٰذا خود بریلوی مصنف کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ:

''مراد آباد میں فاضل بریلوی کے پاس اہلسنت کی طرف سے ایک قاصد آیا اور اس نے مولانا تھانوی سے مناظرہ کیلئے فاضل بریلوی سے آمادگی چاہی اور کہا کہ وہ مولانا تھانوی کو مناظرہ کیلئے تحریری طور پر بلائیں، (شاید قاصد کا مقصد یہ ہو کہ چونکہ دوسرے کے گھر میں جانے کیلئے تحریر اجازت نامہ موجود ہو تا کہ بعد آنے کے یہ بریلوی یہ ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیں کہ یہ لوگ ہمارا جلسہ خراب کرنے اور نقص امن کیلیے ہم پر چڑھائی کرنے آگئے ہیں) لیکن فاضل بریلوی نے یہ تحریر دینے سے صاف انکار کر دیا اور بہانہ یہ بنایا کہ آپ میرے پاس ان کی طرف سے کوئی تحریر لیکر نہیں آئے اس لئے میں کیوں دوں؟''

(دیکھئے فتوحات رضویہ، ص ۱۱۵، ۱۱۶)

سوال یہ ہے کہ فاضل بریلوی اور ان کی کمپنی کو اگر اس اصول کی پاسداری کرنی تھی کہ ان کی تحریریں نہیں آئیں تو ہم کیوں دیں؟ تو پھر ایسی کئی تحریریں دکھائی جا سکتی تھیں کہ ایک طرف سے فاضل بریلوی کو تحریر نہیں آئی لیکن فاضل بریلوی نے وہاں تحریر روانہ کر دی (جیسا کہ حضرت تھانوی صاحب کی طرف ان کی مزعومہ تحاریر) آخر وہاں فاضل بریلوی کو اس بات کا ڈر نہیں تھا کوئی میری تحریر دکھا کر پولیس کو بتلائے گا کہ یہ تحریریں بھیج کر بلاتے ہیں، تا کہ شہر کی فضا کو مکدر کیا جائے تو اب جبکہ مولانا تھانوی ان کے جلسہ میں ان کے معتقدین کے بیچ میں آ کر ان سے ایک خوشگوار انداز میں بات کرنا چاہتے تھے تو فاضل بریلوی کو یہ خدشہ کیوں ہوگا کہ مجھ پر پولیس سے مقدمہ کرا دیا جائے گا۔

ظاہر ہے کہ فاضل بریلوی کو یہاں مناظرہ ہوتا نظر آرہا تھا اور اپنی تاریخی شکست سامنے نظر آرہی تھی تو بھلا وہ کیسے اپنے لئے اتنا بڑا خطرہ مول لے سکتے تھے۔

وہ شخص فاضل بریلوی کے پاس تحریر حاصل کرنے کیلئے اس لئے آیا تھا کہ بقول بریلویوں کے مراد آباد میں فاضل بریلوی نے اعلان کیا کہ ''انہیں یہاں لے آؤ اگر میرے سامنے وہ مبہوت نہ ہو جائیں تو وہ جیتے میں ہارا''۔ (فتوحات رضویہ، ص ۱۱۴)

اب ظاہر ہے کہ فاضل بریلوی کے اس چیلنج کی مصدقہ اطلاع حضرت مولانا تھانوی صاحب کو کیسے دی جاتی؟ اس کا یہی طریقہ تھا کہ فاضل بریلوی سے تحریر لے کر مولانا تھانوی صاحب کو دکھائی جاتی، تا کہ یوں جانبین کی رضامندی کے ساتھ ایک خوشگوار ماحول میں مناظرہ کیا جا سکے۔

ممکن ہے کہ مذکورہ شخص نے فاضل بریلوی کے دعوے کو سن کر یہ سوچا ہو کہ جب فاضل بریلوی مولانا تھانوی کو اپنے معتقدین کے بیچ مناظرے کی دعوت دے رہے ہیں تو امید ہے کہ وہ اسی بہادری سے مولانا تھانوی کے نام تحریر بھی دے دیں گے، لیکن اسے کیا خبر تھی کہ فاضل بریلوی میں مولانا تھانوی کا نام سنتے ہی اور مناظرہ کا لفظ سنتے ہیں ایسی کپکپی طاری ہوتی تھی کہ ان کا قلم ان کی زبان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیتا تھا، یہاں بھی یہی ہوا کہ اپنے گھر اور مریدین میں بے جا بھڑکیں مارنے والا بہادر ایک بار پھر شکست سے دو چار ہو گیا!!!!

اس سب کو پڑھ کر مصنف فتوحات کی اس بھڑک کی کیا اوقات باقی رہ جاتی ہے؟ کہ:

''مذکورہ روئیداد سے قارئین کو پتہ چل گیا ہوگا کہ تھانوی صاحب کے حواریوں نے معاہدہ کے مطابق تھانوی صاحب کے حوالے سے خط میں تین وکیلوں کا ذکر کیا تھا لیکن تعجب خیز بات یہ ہے کہ میدان مناظرہ میں نہ ہی ان حواری مولویوں میں سے کوئی آیا، نہ تھانوی صاحب کا کوئی وکیل میدان مناظرہ میں پہنچا اور تو اور خود تھانوی صاحب مراد آباد میں موجود ہونے کے باوجود میدان مناظرہ میں نہیں پہنچے''۔ (فتوحات رضویہ ص ۱۱۴)

ایک طرف فتوحات رضویہ والا جھوٹ بول رہا ہے کہ میدان میں تھانوی صاحب کا کوئی حواری نہیں آیا، تو دوسری طرف وہ اپنے اس جھوٹ کو خود رد کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ ایک شخص آیا لیکن فاضل بریلوی تحریر دینے پر آمادہ نہ ہوا، ایک طرف مصنف فتوحات یہ دروغ گوئی کر رہے ہیں کہ:

''تھانوی صاحب مراد آباد میں ہونے کے باوجود میدان مناظرہ میں نہیں پہنچے تو دوسری طرف خود اپنے منہ پر کالک ملتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ تھانوی صاحب آنا چاہتے تھے، لیکن فاضل بریلوی نے پولیس کے ڈر سے تحریر لکھ کر نہیں دی''۔

فاضل بریلوی کے اس جھوٹ کی بھی کوئی حیثیت نہیں تھی کہ مخالفین میری تحریر کو لیکر پولیس کو بتا دیتے۔ (فتوحات رضویہ، ص ۱۱۶، ملخصا)

کیونکہ مصنف فتوحات لکھتا ہے کہ:

''تحریر تو آپ (فاضل بریلوی) پہلے ہی بریلی سے تھانوی صاحب تک پہنچا چکے تھے''۔ (فتوحات رضویہ، ص ۱۱۵)

سوال یہ ہے کہ اگر واقعی بالفرض و التسلیم فاضل بریلوی بریلی سے تھانوی صاحب کے نام تحریر بھیج چکے ہوتے اور ہماری جانب سے خلفشار مقصود ہوتا تو پولیس کو دکھانے کیلئے کیا فاضل بریلوی کی وہی تحریر کافی نہ تھی؟ لیکن فاضل بریلوی کو مناظرہ کرنا ہی نہ تھا سو بہانے ہزار!!!!

# پولیس سے مدد کس نے لی؟

مصنف فتوحات لکھتے ہیں:

''قارئین یہاں دیوبندی جماعت کی ایک بڑی خیانت کا اظہار ضروری ہے''۔ (فتوحات رضویہ، ص ۱۱۷ تا ۱۱۸)

مصنف فتوحات نے اس جگہ اس دعوے کو اس لئے رد کیا کہ اس کا مرتب معلوم نہیں، مضمون نگار نہ معلوم ہے۔

چنانچہ ہم یہی بات مراد آباد میں موجود ایک معلوم بلکہ بریلویت کیلئے انتہائی اشد معلوم شخص کی زبانی بھی بیان کر دیتے ہیں، مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب فرماتے ہیں کہ:

''خان صاحب کے گروہ کے عمدۃ المدققین و زبدۃ المحققین خان صاحب کے اعلیٰ حضرت مولوی ہدایت رسول صاحب ہیں کہ آج ان کے اسم گرامی سے شاید بڑے گھر میں قلی تک بھی ناواقف ہوں گے، سرکار کو بھی ان کے ساتھ بہت ہی حسن ظن ہے، لکھنؤ، بنارس، دہلی، بمبئی میں خانی وزیر اعظم کیلئے خاص سرکاری اسپیشل نہیں تو خاص کمرہ سفر کیلئے ضرور ہوتا ہے، جناب کی نقل و حرکت سے پہلے ہی سرکاری پولیس انتظام کیلئے متعین ہوتی ہوگی، خان صاحب کو گو یہ مرتبہ حاصل نہ ہوا ہو، مگر وزیر کے ملفوظات تو ضرور ہی قلمبند ہوتے ہوں گے، جب خان صاحب کی اردلی میں ایسے ایسے حافظین امن مصلحان قوم ہوں تو پھر منتظمان سرکاری کو اگر فساد کا خوف ہو تو کیا

بے جا مناظرہ رکوانے کی خان صاحب آپ کی یہ تدبیر تھی، فرمائیے ہمارے ساتھ بھی کوئی سرکاری سرٹیفکیٹ حاصل کردہ سب محکموں کے پاس شدہ تھے یا اس قسم کے حضرات آپ ہی کے جلو میں تھے؟ فرمائیے! مناظرہ رکوانے کی کوشش کس نے کی؟

یا بے حیائی تیرا ہی آسرا''

(رسائل چاند پوری، ج ۲، ص ۷۰۴، ۷۱۴)

بریلویوں کے پاس مولوی ہدایت رسول جیسا سرکار نواز شخص موجود ہو تو کوئی دوسرا کیسے پولیس کو اپنی مدد کیلئے بلا سکتا تھا؟ لیکن مناظرہ نہ کرنے کو بس ایک ہی بہانہ رہ گیا تھا کہ مخالفین نے پولیس کو بلایا۔ مصنف فتوحات نے جگہ جگہ ''دبدبہ سکندری'' اخبار کا حوالہ اپنی حمایت میں پیش کیا تو عرض ہے کہ دبدبہ سکندری کے ایڈیٹر کٹر بریلوی تھا اور مصنف فتوحات کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ اخبار دبدبہ سکندری کے ایڈیٹر منشی محمد فضل حسن صاحب صابری قادری سب ایڈیٹر اخبار دبدبہ سکندری خلف حضرت ابوالفضل والکمالات مولوی شاہ محمد فاروق حسن صاحب صابری چشتی قادری حنفی نے اعلیٰ حضرت کی بکمال اخلاص قدم بوسی حاصل کی اور بمنشا منشی محمد فضل حسن صاحب کے یہ تمام حضرات وغیرہ اعلیٰ حضرت کے ہمراہ مراد آباد آگئے''۔ (فتوحات رضویہ، ص ۱۰۷)

لہٰذا یہ عبارت تو اس عبارت سے صاف ہوگئی کہ دبدبہ سکندری فاضل بریلوی کے مریدین کا اخبار تھا۔ ڈاکٹر اوشا سانیال لکھتی ہیں:

''ان رسائل میں ایک نام دبدبہ سکندری کا ہے، یہ اپنے انداز کا منفرد پرچہ تھا یہ اواخر انیسویں صدی اور اوائل بیسویں صدی میں اہل سنت تحریک کے اہم ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے''۔ (عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست، ص ۹۸،۹۹)

پھر اس اخبار کے نام پر بھی ذرا غور فرمائیں ''دبدبہ سکندری'' ڈاکٹر اوشا سانیال لکھتی ہیں کہ:

''شاہی دبدبے والے اس نام کی وجہ سمجھ میں نہیں آسکی، نام سے شبہ ملتا ہے کہ اخبار کو نوابوں کی سرپرستی حاصل تھی، لیکن اس کی بھی صحیح اطلاع ہمارے پاس نہیں''۔ (عقیدت پر مبنی اسلام، ص ۱۱۰)

**نوٹ:** یہ اخبار انگریز کا بہت بڑا حمایتی بھی تھا اس اخبار کے متعلق مزید تفصیل کیلئے راقم کی کتاب ''دفاع اہل سنت والجماعۃ جلد دوم'' کا مطالعہ کریں! ساجد)

ان حوالہ جات سے اتنی بات تو واضح ہوگئی کہ دبدبہ سکندری جس طرح سے احمد رضا کے مریدین کا اخبار تھا، اسی طرح یہ اخبار انگریز سرکار کا بھی حامی تھا، لہٰذا ایسے اخبار کی جھوٹی رپورٹنگ کو ہمارے خلاف پیش کرنا بالکل بے معنیٰ ہے۔

مناظرہ مراد آباد کی مختصر روئیداد اگر بریلوی مصنف کی تحریر کو سامنے رکھ کر دیکھی جائے تو کچھ اور رازوں سے بھی پردہ اٹھ جاتا ہے!!

مولوی نعیم الدین مراد آبادی کی جانب سے آئے روز اکابر اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کے خلاف کفر کے فتوے لگانا۔

ہر آئے دن دینی ماحول سے وابستہ محفلوں میں اپنی مباحث کو موضوع گفتگو بنالینا اور علمائے دیوبند کی عبارات پر کفر کے فتوے لگانا۔

لہٰذا مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ میدان میں اترے اور اہل بدعت کے نام نو ہزار روپے انعام کا اشتہار چھاپ دیا کہ جو مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مطالبات کو پورا کرے گا وہ اس انعام کا حق دار ہوگا۔

اس چیلنج کو ساری زندگی فاضل بریلوی کی طرف سے قبول نہیں کیا گیا، ورنہ بریلوی مصنف ضرور اپنی کتابوں میں نقل کرتے۔

بلکہ کسی دوسرے بریلوی کی طرف سے بھی مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مطالبات پورا کرنے کی حامی نہیں بھری گئی ہے، ہاں البتہ ایک غیر معروف اور بے حیثیت شخص کی طرف سے مطالبہ پورا کئے بغیر مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب سے انعام کا مطالبہ کیا گیا۔

پھر بقول بریلوی (دروغ بر گردن راوی)

''مراد آباد میں مولوی ابراہیم دہلوی صاحب نے احمد رضا کے خلاف تقریریں شروع کیں اور علمائے دیوبند کی عبارتوں کا دفاع کیا تو بریلی سے مولوی ظفر الدین اور مولوی رحم الٰہی اور مولوی عبید المغنی یہ تینوں بریلوی حضرات مولوی ابراہیم دہلوی کے پاس گئے اور کہا:

''جناب ہم نے سنا ہے کہ آپ ثبوت دیکھنے اور نو ہزار روپے دینے کو تیار ہیں تو جناب یہ کوئی مولانا نعیم الدین صاحب اور مولوی در بھنگی کا ذاتی مناظرہ تو ہے نہیں کہ انہیں تک محدود رہے، یہ مذہبی مناظرہ ہے، ہر شخص اس میں مخل ہونے کا اختیار رکھتا ہے، اگر آپ مولوی در بھنگی کی طرف سے نو ہزار روپے دینے کو تیار ہیں تو ہم بھی مولانا صاحب کی طرف سے لینے کو تیار ہیں''۔

(فتوحات رضویہ، ص ۹۳، ۹۴)

اس عبارت کو دو چار بار پڑھیں اور غور کریں کہ:

نو ہزاری اشتہار مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فاضل بریلوی کو دیا لیکن یہاں نہ تو فاضل بریلوی موجود ہیں اور نہ ہی ان نو ہزار روپے کے حصول کیلئے مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب کے پاس جایا جارہا ہے۔

آخر کیا وجہ ہے کہ جس کو انعام کا چیلنج دیا وہ کیوں ہمت نہیں کر رہا!......لیکن چلیں اگر مطالبات پورا کر کے انعام حاصل کرنے کی اگر کسی کو چاہت تھی بھی تو وہ آخر مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب کے پاس کیوں نہیں جا رہا؟ جبکہ یہ تین بریلوی اشخاص جس شخص کے پاس انعام حاصل کرنے کی غرض سے گئے وہ بھی بقول ان کے مراد آباد میں تھے اور مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب بھی مراد آباد ہی میں تھے۔

ظاہر ہے کہ بھلا باطل میں کہاں یہ ہمت تھی کہ وہ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سامنا کر پاتا اور اس پر بریلویوں کی طرف سے یہ جملہ بھی قابل غور ہے:

''جناب یہ کوئی مولانا نعیم الدین مراد آبادی صاحب اور مولوی در بھنگی کا ذاتی مناظرہ تو ہے نہیں کہ انہیں تک محدود رہے، یہ مذہبی مناظرہ ہے ہر شخص اس میں مخل ہونے کا اختیار رکھتا ہے''

قارئین کرام! آپ کو یاد ہوگا کہ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احمد رضا خان کو مناظرے کے چیلنج دیے تھے تو فاضل بریلوی اینڈ کمپنی کی طرف سے یہ کہا جاتا رہا کہ:

''اعلیٰ حضرت ہرایرے غیرے کو منہ لگانے والوں میں سے نہیں''۔ (فتوحات رضویہ، ص ۶۳)

''اعلیٰ حضرت نے مولوی مرتضیٰ کے خط کا دینا ضروری نہیں جانا''۔ (فتوحات رضویہ، ص ۶۳)

''(مولانا چاند پوری کے) ان سارے خطوط کا جواب دینا گویا اپنا وقت ضایع کرنا تھا کیونکہ اصل لڑائی تھانوی صاحب سے تھی''۔

(فتوحات رضویہ، ص ۶۶)

''اعلیٰ حضرت نے در بھنگی صاحب کو یکسر نظر انداز کر دیا''۔ (فتوحات رضویہ، ص ۶۹)

''اعلیٰ حضرت بھلا گالیوں بھرے خط اور دشنام طرازیوں و افترا پردازیوں سے مملو اشتہارات کے جوابات دینے کے اہل کہاں ہو سکتے تھے''۔ (فتوحات رضویہ، ص ۶۹)

''اعلیٰ حضرت یونہی ہرایرے غیرے کو بلانے پر خورجہ چلے جاتے''۔ (فتوحات رضویہ، ص ۷۵)

عجیب بات ہے کہ ساری زندگی فاضل بریلوی کی جانب سے مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب سے فرار ہوتا رہا، صرف یہ بہانہ کر کے کہ وہ قابل خطاب نہیں طفل مکتب ہیں، خان صاحب کے پائے کے نہیں وغیرہ وغیرہ۔

لیکن اب جب مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے نو ہزار روپے کا اشتہار دیا گیا تو پھر فاضل بریلوی اینڈ کمپنی کی طرف سے ایک اور شخص قابل خطاب بھی ہو گیا اس کے پاس بریلویوں کی طرف سے تین رکنی ٹیم انعام کی وصولیابی کیلئے روانہ بھی کر دی گئی۔

پہلے جب مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب کی طرف سے فاضل بریلوی کو مناظروں کے چیلنج دیے جاتے تو فاضل بریلوی اینڈ کمپنی راہ فرار اختیار کر کے کہتے کہ گستاخی کوئی کرے اور بات بنانے کوئی دوسرا آئے، یعنی وہ اس مسئلہ میں کسی دوسرے کی دخل اندازی کو بہانہ بناتے، لیکن جب بات پیسوں کی آئی تو انٹرنیشنل بھکاریوں کی طرح فاضل بریلوی کی تین رکنی ٹیم مطالبات پورے کئے بغیر ایک غیر متعلقہ شخص کے پاس کشکول لے کر آدھمکے اور اپنے سابقہ سارے بہانے بھول گئے اور کہنے لگے کہ یہ ذاتی مناظرہ تو ہے نہیں کہ انہی تک محدود رہے، یہ مذہبی مناظرہ ہے اس میں مخل ہونے کا ہر ایک کو اختیار ہے۔

یہ اصول اس وقت کہاں تھا جب مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے فاضل بریلوی کو دعوت مناظرہ دی گئی تھی؟؟؟؟؟ تب بھی تو وہ مذہبی مناظرہ تھا!......تب بھی تو وہ ذاتی جھگڑا نہ تھا!......تو اس وقت فاضل بریلوی کیوں مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھاگ رہے تھے؟؟ صرف اس لئے کہ اس وقت نو ہزار روپے کا اشتہار نہ تھا؟؟ اور اب چونکہ نو ہزار روپے کی ہوس اور لالچ ہے اس لئے سب اصول بھول گئے!!!!

مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات کا مقصد بھی تو یہی تھا کہ یہ آپ کا اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذاتی جھگڑا تو ہے نہیں، آپ ہر ایک کو کافر بناتے پھریں اور جب کوئی گفتگو کرنا چاہے تو فلاں کو بلاؤ!......خان صاحب بریلی کا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کو بلانے پر بضد رہنا تو اس تین رکنی ٹیم کی اصولی گفتگو سے یہ بتلا رہا ہے کہ خان صاحب بریلوی کوئی مذہبی مناظرہ نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ ان کا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ذاتی جھگڑا تھا جو انہی کے ساتھ حل کرنا چاہ رہے تھے۔

☆☆☆☆

# خان صاحب بریلوی کی خدمات بطور مترجمِ قرآن

خان صاحب کے ترجمہ کنزالایمان کو ان کے ایک مداح:

''سب سے بڑا کارنامہ ترجمہ قرآن ہے''۔ (المیزان کا امام احمد رضا نمبر، ص ۵۵ا، انوار رضا، ص ۱۴۴)

قرار دیتے ہیں۔ ظاہر میاں شاہ قادری لکھتے ہیں:

''ان کا سب سے بڑا علمی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے قرآن پاک کا اردو ترجمہ نہایت ہی سلیس زبان میں کیا ہے''۔ (اعلیٰ حضرت صداقت کے آئینہ میں، ص ۲۹)

خان صاحب کے اس ترجمہ پر دونوں جانب سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، اس لئے ہم اس حوالے سے زیادہ تفصیل میں نہیں جائیں گے، صرف بطور مترجم خدمت کے دائرے میں اس ترجمہ کا جائزہ لیں گے۔

## کنزالایمان لکھنے کی بنیادی وجہ کیا ہے؟

ترجمہ کنزالایمان لکھنے کا بنیادی سبب رضاخانی قلم نگاروں نے یہ لکھا کہ دیگر تراجم میں چونکہ اللہ تعالیٰ کا پاسِ الوہیت اور عصمتِ انبیاء کا لحاظ نہیں کیا گیا تھا، ان تراجم میں جب عام آدمی دیکھتا کہ خدا کیلئے مکر کے الفاظ ہیں، دغا کے الفاظ ہیں، بھولنے کے الفاظ ہیں، نبی کیلئے خطاء وگناہ کے الفاظ ہیں تو وہ اسلام سے بدظن ہو جاتا، ایک غیر مسلم جب ان تراجم کو پڑھتا تو اسلام سے مزید بدظن ہو جاتا، اس لئے فاضل بریلوی نے ایسا ترجمہ کیا جو ان تمام عیوب سے پاک تھا، یہی اس ترجمہ کی بنیادی خاصیت اور سبب تالیف بتلائی جاتی ہے۔

یہ بات آپ کو کنزالایمان کے محاسن پر لکھی گئی تقریباً ہر کتاب میں مل جائے گی، ہم بطور تائید صرف دو حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں۔

ایک بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''توحید کے علمبرداروں کے ترجمہ قرآن سے نہ تو خداوند قدوس کی تقدیس محفوظ رہی اور نہ ہی رحمت کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت اگر کوئی نومسلم ایسے مترجمین قرآن کے ترجمہ کو پڑھے گا تو وہ کیا محسوس کرے گا کہ یہ اسلام کیسا دین ہے کہ جس میں 'خدا بھی مکر کرتا ہے'' نعوذ باللہ'' دغا بھی دیتا ہے''، ''داؤ بھی کرتا ہے''، ''بھول بھی جاتا ہے'' سب فریب اس کے ہاتھ میں ہے تو تصور فرمائیے خدا کے بارے میں اس کا کیا نظریہ ہوگا جو حقانیتِ اسلام سے متاثر ہو کر اپنے مذہب کو تو چھوڑ چکا، کیا خدا کے بارے میں یہ جان کر کہ مسلمانوں کا خدا مکر کرتا ہے بھول بھی جاتا...... کرتا ہے وہ اسلام میں رہے گا؟''

(معارف رضا کنزالایمان نمبر، ص ۱۹۲)

بریلوی شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر کوئی سطحی طور پر ان کا سادہ ترجمہ دیکھے گا تو لازماً گمراہی کا شکار ہوگا اگر غیر مسلم پڑھے گا تو یا اس کی گمراہی میں اضافہ ہوگا، ورنہ کم

ازکم اسلام کے محاسن کو قبائح کو تصور میں لائے گا اور سمجھے گا جب ان کا قرآن اللہ تعالیٰ اور انبیاء کی بے ادبی وگستاخی سکھاتا ہے تو ایسے اسلام کو دور سے سلام"۔ (کنزالایمان پر اعتراضات کے جوابات، ص ۲۶)

سورہ فتح کی آیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ترجمہ پڑھنے والوں کی گمراہی کا کون ذمہ دار ہے؟"۔ (کنزالایمان پر اعتراضات کے جوابات، ص ۳۲)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"ناظرین ان پر بلا امتیاز مسلک و مذہب غور فرمائیں، آیت اوّل میں ان مترجمین نے اپنے ترجموں میں ایسے الفاظ استعمال کئے کہ حضور سرور کائنات ﷺ کو معاذ اللہ خطا کار اور قصوروار بنا ڈالا، ذرا غور کیجئے ان غیر محتاط تراجم کے مطالعہ سے ایک عام مسلمان یا ایک غیر مسلم کیا تاثر لے سکتا ہے، یہی کہ معاذ اللہ خود حضور ﷺ کا دامن بھی خطاؤں اور گناہوں اور قصوروں سے پاک نہ تھا، کیا یہ تراجم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ایک مضبوط ہتھیار تھما دینے کے موجب نہیں ہوں گے؟"

(کنزالایمان پر اعتراضات کے جوابات، ص ۴۷، ۷۵)

ہم نے "نورِ سنّت کے کنزالایمان نمبر" میں ان تمام اعتراضات کا علمی محاسبہ کیا تھا، (الحمدللہ اب یہ مقالہ "سنّی تراجم پر اعتراضات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" کے نام سے مفید اضافوں کے ساتھ الگ سے بھی شائع ہوگیا ہے) اور دلائلِ قاہرہ سے یہ ثابت کیا کہ انبیاء علیہم السلام کی طرف گناہ وخطا کی نسبت، اللہ کی ذات کی طرف مکر وغیرہ کی نسبت قدیماً علماء کرتے چلے آرہے ہیں، خود بریلوی حضرات اس میں ملوث ہیں۔

بریلوی شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی کے شاگرد مولوی نصیر اللہ نقشبندی نے اپنے ایک مضمون میں اس پر پورا ایک عنوان لگایا:

"اعلیٰ حضرت اور آپ کے والد گرامی کا رسول اللہ ﷺ کی طرف ذنب کی نسبت کو برقرار رکھنا"۔ (مقالاتِ ابن عزیز، ص ۶۸)

خان صاحب بریلوی اور ان کے والد مولانا نقی علی خان دونوں نے نبی کریم ﷺ کی طرف گناہ کی نسبت کی ہے، اسی طرح خطا کی نسبت اعلیٰ حضرت سمیت بریلوی حضرات نے خود انبیاء کی طرف کی، مکر ودغا کی نسبت بھی اللہ کی طرف بریلوی اکابر کی طرف سے کی گئی، چنانچہ فاضل بریلوی کو تمام تراجم میں شیخ سعدی کا ترجمہ پسند تھا۔ (معارفِ رضا کنزالایمان نمبر، ص ۶۶)

اسی طرح خان صاحب بریلوی کی نصیحت تھی کہ ترجمہ کرتے وقت حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ سامنے رکھا جائے۔

(معارف رضا کا کنزالایمان نمبر، ص ۶۶)

اسی شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں ہے:

﴿**یخادعون اللہ والذین اٰمنوا**﴾ دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے۔ (شاہ عبدالقادر)

(معارفِ رضا، ص ۱۹۳)

آیت فتح میں ترجمہ کرتے ہیں:

"ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے"۔

(شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ)

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ کرتے ہیں:

پس ایمن نشوند از مکر خدا مگر گروہ زیاں کاراں۔ (ترجمہ شیخ سعدی، اعراف ۹۹)

اب سوال یہ ہے کہ کیا خان صاحب بریلوی جس ترجمہ کو پسند کر رہے ہیں اور جس ترجمہ کو پیش نظر رکھنے کی تلقین کر رہے ہیں، کیا لوگ ان کو پڑھ کر گمراہ ہو جاتے تھے؟ کیا غیر مسلم کو مزید اسلام پر اعتراض کرنے کیلئے شبہ ملتی تھی؟

اگر یہ سب تقدیس الوہیت جل جلالہ و ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مبہم ہے تو خان صاحب ان تراجم کی تائید و پسندیدگی پر خود کیا ہوئے؟؟ بریلوی حضرات کو جن جن دیوبندی تراجم پر اعتراضات تھے اور جن تراجم کی وجہ سے خان صاحب بریلوی کو کنزالایمان کا ترجمہ کرنے کی ضرورت پیش آئی، بندہ نے دلائل قاہرہ سے اس کا ثبوت دیا کہ وہ سب اکابر دیوبند سے پہلے اسلاف کی کتب میں موجود ہیں۔ اس کی تمام تفصیل آپ راقم کی کتاب "دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول" یا "نور سنت کا کنزالایمان نمبر" میں دیکھ سکتے ہیں، ہماری اس مضبوط علمی گرفت پر موجودہ بعض بریلوی ہکا بکا رہے گئے اور جب انہوں نے اس حوالے سے قلم اٹھایا تو واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ ہمیں فی نفسہ ان امور کی اللہ تعالیٰ کی ذات یا انبیاء کی طرف نسبت کرنے میں کوئی اعتراض نہیں، اگر کوئی صحیح العقیدہ عالم ایسا کرتا ہے تو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں نہ اس پر کوئی فتویٰ۔ (ملاحظہ ہو رضاخانی ٹبر کی کتاب کنزالایمان اور مخالفین)

سوال یہ ہے کہ جب ایسا سب کچھ کرنا درست ہے تو آخر خان صاحب بریلوی کے ترجمے کی کیا خصوصیت رہ گئی؟ کیا اب کوئی غیر مسلم اس کو پڑھ کر گمراہ نہیں ہوگا؟ وہ اسلام کے بارے میں کوئی منفی سوچ نہیں رکھے گا؟ اگر یہ سب کچھ درست ہے تو کنزالایمان کے حسن وخوبی کی بنیادی وجہ ہی ختم ہوگئی، اس کے لکھنے کی ضرورت اور احتیاج ہی ختم ہوگئی اور یوں سمجھئے کہ خان صاحب نے ایک عبث کام کیا۔

نیز آج تک جو بریلوی یہ کہتے رہے کہ ان تراجم کی نسبت کو برقرار رکھا جائے گا تو غیر مسلم اسلام کے بارے میں کیا سوچ رکھیں گے کیا وہ سب جھوٹ تھا؟ یا اب غیر مسلموں کی سوچ بدل گئی؟؟؟؟

بعض بریلوی کہتے ہیں کہ شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں تحریف ہوئی ہے، عرض ہے کہ اگر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں تحریف ہوئی ہے تو خان صاحب ترجمہ کرتے وقت اسے اپنے پیش نظر رکھنے کی تلقین کیوں کر رہے ہیں؟؟ کیا خان صاحب کو اس کا علم نہ تھا؟؟ اگر طباعت کی وجہ سے بعض ایڈیشنوں میں ایسا ہوگیا ہے تو اس سے یہ کہاں لازم کہ اب کوئی اصل نسخہ دنیا میں موجود ہی نہیں؟؟ آپ کے بڑوں نے تو لکھا کہ شاہ عبد القادر صاحب کا ترجمہ بھی تقریباً صحیح ہے۔ (تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبان صدر شریعت، ص ۴۳)

خود خان صاحب بریلوی کے ترجمہ قرآن کے متعلق یہ اقرار موجود ہے:

"راقم الحروف نے کنزالایمان کے مخطوطے اور قدیم مطبوعہ نسخوں کی مدد سے کنزالایمان کی حتی المقدور تصحیح کر ڈالی ہے، کیونکہ ناشرین کی بے توجہی اور تصحیح میں غفلت کی وجہ سے کنزالایمان میں کتابت کی بے شمار غلطیاں در آئی تھیں"۔ (فقیہ اعظم صدر الشریعہ کی حیات وخدمات، ص ۱۸۶، دائرۃ المعارف امجدیہ گھوسی)

تو کیا جب تک تصحیح شدہ نسخہ شائع نہ ہوا تھا اہل بدعت نے کنزالایمان کو دریا برد کر دیا تھا؟؟

بہر حال! جب بریلوی حضرات نے طوعاً و کرہاً اس امر کو بالآخر تسلیم ہی کر لیا کہ مکر، ذنب، خطا وغیرہ جیسے الفاظ کی نسبت اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

طرف کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں تو پچھلے سوسال سے بریلوی حضرات کا یہ پروپیگنڈا خود بخود دم توڑ گیا کہ خان صاحب بریلوی کا یہ ترجمہ عشقِ رسالت ﷺ کی تڑپ کی وجہ سے لکھا گیا تھا، لوگ گمراہ ہو رہے تھے، غیر مسلموں کو اسلام پر اعتراض کرنے کیلئے ہتھیار فراہم ہو رہے تھے۔

بلکہ ہم یہی سمجھیں گے جیسا کہ ہمارے اکابر نے بھی لکھا کہ خان صاحب نے اپنے خود ساختہ عقائد کو ترجمہ میں داخل کرنے اور سلف سے اپنی جدا راہ اور علمائے دیوبند کے بغض و عداوت میں یہ سب کچھ کیا، چنانچہ ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''بدمذہبوں کے تراجم لکھنے اور عوام کو گمراہ کرنے کا پورا موقع ملا، ضرورت تھی کہ قرآن پاک کا کوئی صحیح ترجمہ جو ہر قسم کی اغلاط سے پاک ہو عوام کے سامنے پیش کیا جائے''۔ (تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبان صدر شریعت، ص ۴۱)

دلچسپ بات یہ ہے کہ ایک طرف تو یہ واویلا کیا جا رہا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے کنز الایمان اس لئے لکھا کہ بدمذہبوں کے تراجم سے لوگ گمراہ ہو رہے تھے، لیکن دوسری طرف اعلیٰ حضرت نے یہ ترجمہ کرتے وقت دیگر حضرات کے تراجم دیکھے تک نہ تھے، ان کے ذاتی ذخیرہ کتب میں کوئی ترجمہ قرآن ہی نہ تھا، چنانچہ اس کیلئے خصوصی طور پر یہ تراجم منگوائے گئے، اس کے بعد خان صاحب ترجمہ لکھواتے اور پھر دیگر تراجم ان کو سنائے جاتے اور وہ ان کی غلطیاں نکالتے۔ (تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبان صدر شریعت، ص ۴۲)

جب تمہیں پتہ ہی نہیں تھا کہ دیگر تراجم میں لکھا کیا ہے تو یہ عقدہ تم پر کیسے کھلا کہ ان تراجم کی وجہ سے لوگ گمراہ ہو رہے ہیں؟؟؟؟

## بریلویوں کا یہ دعویٰ کسی صورت تسلیم نہیں کیا جاسکتا:

بریلویوں کا یہ دعویٰ کہ ترجمہ کنز الایمان میں تقدیسِ الوہیت اور ناموسِ رسالت ﷺ کا پورا پورا پاس رکھا گیا ہے، نیز قواعد عربیہ اور تفاسیر معتبرہ سے ایسا ترجمہ کیا گیا ہے کہ اس سے درست ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا، قرآن اگر معاذ اللہ اردو میں نازل ہوتا تو اس ترجمہ کے قریب تر ہوتا، ہرگز لائق تسلیم نہیں، اس لئے کہ ہم نے ماقبل میں بعنوان: ''**خان صاحب بریلوی اپنے اور اپنے ہم مسلک اکابر کے فتاویٰ و اصولوں کی روشنی میں**'' کے تحت ناقابل تردید دلائل و براہین سے یہ ثابت کر دیا کہ خان صاحب خود بہت بڑے گستاخ، مفتی ازمفت اور جاہل قسم کے آدمی ہیں تو اس قسم کے آدمی سے یہ توقع کیسے کی جاسکتی ہے؟؟ اگر اس سب کے بعد بھی دل مطمئن نہیں تو لیجئے ترجمہ کنز الایمان کے مفاسد اور دنیا کے غلط ترین ترجمہ ہونے پر ہم بریلوی گھر کی ہی شہادتیں پیش کر دیتے ہیں!!

## خان صاحب کا ترجمہ قرآن خدمتِ دین نہیں بلکہ تحریف قرآن ہے:

مفتی عبد المجید سعیدی بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی اور جمعیت علماء پاکستان کے صاحبزادہ ابو الخیر زبیر حیدرآبادی کے متعلق لکھتے ہیں:

''جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اعلیٰ حضرت...... نے قرآن مجید میں کھلی معنوی تحریف کا ارتکاب کیا ہے، جو دبی زبان میں آپ پر ان کا فتویٰ کفر ہے، کیونکہ قرآن میں تحریف کرنا بالاتفاق کفر ہے، جبکہ عظمتِ نبوت کے کسی مسئلہ میں آپ کی اس قسم کی تردید و تغلیط کرنے کا واضح معنیٰ یہ بنتا ہے کہ آپ گستاخانِ رسول (وہابیہ) کے خلاف اپنے مشہور برحق موقف میں حق بجانب ہونے کے بجائے خود اس میں ملوث ہیں (والعیاذ باللہ)، جو ظاہر ہے عوام اہل سنت کیلئے سخت گمراہی کا باعث ہے، کیونکہ عوام باریکیوں میں نہیں جاسکتے اور ان کے نزدیک کسی ایک مسئلہ میں غلط ہونے کا مطلب اس کا تمام مسائل اور جملہ عقائد و نظریات

میں باطل ہونا بنتا ہے''۔(کنز الایمان پر اعتراضات کا آپریشن، ص ۵۴، کاظمی کتب خانہ رحیم یار خان)

یہ اپنوں کی شہادت ہے اور کوئی معمولی شہادت نہیں، بلکہ وہ لوگ جو مسلک میں استناد کا درجہ رکھتے ہیں، وہ بھی اس امر کو تسلیم کر رہے ہیں کہ خان صاحب بریلوی نے یہ ترجمہ کر کے کوئی خدمتِ دین نہیں کی، بلکہ تحریف قرآن کا ارتکاب کیا ہے!!!!

# کنز الایمان کو اپنوں نے بھی ردّ کر دیا!

## خان صاحب کا ترجمہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے:

بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی صاحب اس ترجمہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ترجمۂ اعلیٰ حضرت میں بنیادی اختلاف اس بات میں ہے کہ نسبت ذنب شفیع المذنبین ﷺ سے نہیں کی گئی، لہٰذا یہ تفسیر احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور عقلاً مخدوش ہے۔(شرح صحیح مسلم ص ۹۸)

۲۔اس تفسیر پر عقلی خدشات بھی ہیں۔(شرح صحیح مسلم ص ۱۰۰، ج ۳)

۳۔رسُول اللہ ﷺ کی صحیح اور صریح احادیث کے برعکس ہے۔(شرح صحیح مسلم ص ۶۹۱)

۴۔اس آیت سے اُمت کی مغفرت لینا صحیح نہیں۔(شرح مسلم ص ۹۸، ج ۳)

۵۔یہ ترجمہ صحیح نہیں(تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے)۔ (شرح صحیح مسلم ص ۶۹۴، ج ۶)

۶۔اس ترجمہ کے غلط ہونے کی واضح دلیل ہے۔(شرح صحیح مسلم ص ۶۹۶، ج ۶)

۷۔یہ ترجمہ صحیح نہیں۔(شرح صحیح مسلم ص ۳۲۵، ج ۷)

۸۔یہ جوابات باطل و بے اصل ہیں۔(شرح صحیح مسلم ص ۳۲۲، ج ۷)

۹۔یہ تمام احادیث کے خلاف ہے۔(شرح صحیح مسلم ص ۳۳۵، ج ۷)

۱۰۔اعلیٰ حضرت نے تصریح کر دی کہ **لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ** کا تعلق رسول اللہ ﷺ سے ہے نہ کہ اگلے اور پچھلوں کے ساتھ۔(شرح صحیح مسلم ص ۳۳۵، ج ۷)

۱۱۔یہ بات مان لینی چاہیئے کہ یہ بات خلافِ تحقیق ہے اور یہ حق پرستی ہے۔(شرح صحیح مسلم ص ۳۴۶، ج ۷)

۱۲۔اگرچہ اس ترجمہ کی بنیاد کمزور اور غلط ہے۔(شرح صحیح مسلم ص ۳۴۶، ج ۷)

۱۳۔وہ ترجمہ کہ لُغتِ قرآن، اسلوبِ قرآن، احادیثِ صحیحہ، آثارِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، مستند علماء کے اقوال وخود ان کے اکابر کی تصریحات کے خلاف ہے اور یہی حق پرستی ہے۔(شرح صحیح مسلم ص ۳۴۶، ج ۷) وغیرہ وغیرہ''۔(معارف رضا کا کنز الایمان نمبر ۱۵۵)

یہاں یہ کہنا کہ غلام رسول سعیدی نے رجوع کر لیا تھا، سوائے دھوکا دہی کے اور کچھ نہیں ہے، سعیدی صاحب کا وہ مکمل رجوع نامہ دکھایا

جائے، جس میں سعیدی صاحب نے خان صاحب کے اس ترجمہ کے غلط ہونے کے موقف سے رجوع کرلیا تھا!!!!

جہاں تک ہم نے بعض رضاخانی تحریرات پڑھی ہیں اس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ سعیدی صاحب نے خان صاحب کے متعلق جو سخت الفاظ استعمال کئے تھے اسے نرم کردیا، باقی اپنے موقف پر آخر وقت تک قائم رہے!!!!

لیکن خان صاحب سے متعلق الفاظ سے رجوع کے بعد بھی خان صاحب پر الزام برقرار ہے، کیونکہ سعیدی نے کہیں بھی خان صاحب کو صراحۃً محرّفِ قرآن نہیں لکھا، مگر عبدالمجید سعیدی سعیدی نے لکھا جیسا کہ ما قبل میں گذرا کہ سعیدی صاحب نے جو اختلاف کیا ہے اس کا ثمرہ یہی نکلتا ہے کہ خان صاحب محرفِ قرآن وکفر کے مرتکب ہیں تو چونکہ زبیر حیدرآبادی اور سعیدی اپنے ترجمہ پر آخر وقت تک قائم رہے، لہٰذا اس کا نتیجہ وہی نکلتا ہے کہ خان صاحب کا ترجمہ قرآن وحدیث کے بالکل خلاف، بلکہ کھلی تحریف ہے، خواہ سعیدی صاحب لفظوں میں اس کا ذکر کریں یا نہ کریں!!!!

ڈاکٹر ابوالخیر زبیر حیدرآبادی نے پوری ایک کتاب ''مغرتِ ذنب'' کے نام سے ترجمہ کنزالایمان کے خلاف لکھی۔

اور سید محمد مدنی اشرفی جیلانی صاحب نے تو اعلیٰ حضرت کے اس ترجمہ کو شانِ نزولِ وحیِ الٰہی، فہمِ رسالت مآب ﷺ، فہمِ صحابہؓ کے خلاف قرار دیا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔ (التصدیقات لدفع التلبیسات: ص ۵۹)

اس کے جواب میں یہ کہنا کہ جماعت نے ان کے نظریہ کو قبول نہیں کیا اور پھر وحدت الوجود ص ۷، کا اس قسم کا حوالہ دینا اگر کسی آدمی کی ذاتی رائے کو جماعت نے قبول نہ کیا ہو تو وہ اس کی ذاتی رائے ہوگی جماعت کا عقیدہ نہیں۔ (ملخصاً)

تو سارا جھگڑا ہی تو اس اصول پر ہے آپ لوگ تراجم میں یا عبارات میں جو الزام علمائے دیوبند کو دیتے ہیں کیا جماعت نے بطور عقیدہ کبھی اس کو قبول کیا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں اس کے باوجود بھی آپ کا الزام دینا درست ہے تو ہمارا یہ اقدام بھی بالکل درست ہے!!!!

یہ کہنا کہ یہ صاحبزادہ ابوالخیر کی ذاتی رائے تھی یا فلاں کی ذاتی رائے تھی اسے جماعت نے قبول نہیں کیا، اگر جماعت نے قبول نہیں کیا اور محض ان کی ذاتی رائے تھی، جو گلی کوچوں میں اسی عنوان پر پانی پت کی جنگ پھر کس نے بپا کی؟ چنانچہ ایک رضاخانی مفتی لکھتا ہے:

''دیکھتے ہی دیکھتے لفظ ذنب کی تشریح تفسیر وتاویل اور توجیہ کے بارے میں طرفین اور ان کے متبعین کے درمیان حیدرآباد کی گلی کوچوں میں ایسی معرکہ آرائیاں ہونے لگی کہ پانی پت کی لڑائی مانند ہوگئی......اس مسئلہ مغفرت ذنب نے علمی میدان میں ہٹ کر گلی کوچوں میں معرکہ کی شکل اختیار کرلی، پھر یہ مسئلہ حیدرآباد سے کراچی، کراچی سے ملتان، بہاولپور، بہاول نگر، لاہور کئی شہروں میں گھومتا رہا اور ہر جگہ لوگ برسرپیکار ہوئے، بالآخر انتہاپسندی کے حوالے سے کفر اور ضلال پر منتج ہوا، اس زمانہ میں رسائل کتابچہ اور پمفلٹ بازی اپنے عروج پر تھی''۔ (مقالات ابن عزیز، ص ۱۰۸، ۱۰۹)

اس سب کے بعد بھی رضاخانیوں کو ذرا شرم نہیں آتی یہ کہتے ہوئے کہ یہ صرف ایک فرد کا ذاتی مسئلہ تھا؟؟؟؟؟

اسی طرح بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی ترجمہ کنزالایمان کا رد لکھتے ہیں:

﴿اِهْبِطُوْا مِصْرًا﴾ (البقرۃ: آیت ۶۱)

کے ترجمہ میں خان صاحب نے ''مصراً'' سے مراد خاص مصر کا قول بھی لکھا ہے، جس کو مفتی احمد یار نعیمی صاحب نے رد کرتے ہوئے اسے

ضعیف قول لکھا ہے بلکہ آیت کریمہ

﴿ اُدْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ﴾ کے خلاف قرار دیا ہے۔ (تفسیر نعیمی: ج ۱: ص ۳۷۴)

بریلوی حضرات کے ہاں کچھ بول دینے کا نام جواب ہوتا ہے، اس کے جواب میں کہا گیا کہ یہاں مصر سے دونوں معنیٰ مراد ہیں۔ حالانکہ یہ رضاخانی جہالت ہے، جب خان صاحب نے دونوں تفاسیر کو سمولیا تو مفتی احمد یار گجراتی کو بجائے اس کا رد کرنے کے اس کی تعریف کرنی چاہیئے تھی۔

# دیگر بریلوی علماء

اعلیٰ حضرت نے ''**ربّ العالمین**'' کا ترجمہ ''مالک سارے جہاں والوں کا'' کیا ہے، جبکہ پیر کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں:

''جب میں نے ترجمہ شروع کیا تو بعض مقامات پر دوسرے مترجمین سے میرا اختلاف ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ میں ارشاد فرمایا رب العالمین اس کا ترجمہ اکثر حضرات نے پالنے والا اور مالک وغیرہ کے الفاظ کے ساتھ کیا ہے، لیکن درحقیقت لفظ ''رب'' مصدر ہے اس کا معنیٰ تربیت اور تربیت عربی میں کہتے ہیں کسی چیز کو اس کی ازلی استعداد اور فطری صلاحیت کے مطابق آہستہ آہستہ مرتبہ کمال تک پہنچانا، اس لغوی مفہوم کو مدنظر رکھتے ہوئے اب لفظ رب کا ترجمہ کریں تو پالنے والے یا مالک کے نہیں، بلکہ ترجمہ ہوگا مرتبہ کمال تک پہنچانے والا''۔ (جمالِ کرم: ج ۲: ص ۲۳)

غور فرمائیں پیر صاحب نے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کو ناقص قرار دیا، اس کے جواب میں یہ کہنا کہ جمالِ کرم والے کی کوئی حیثیت نہیں تو عرض ہے کہ جمال کرم والے کی کوئی حیثیت نہیں تو اس کے مقابلے میں آپ کی کیا حیثیت ہے؟ کہ ہم آپ کی مان کر جمالِ کرم کو واپس لے لیں، پیر نصیر الدین سیالوی عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ حصہ اوّل کے ابتداء میں لکھتا ہے کہ مرید و شاگرد استاد کے مذہب کو دوسروں سے زیادہ جانتا ہے، یہ حوالہ اسی تناظر میں قبول کریں کہ آپ کے مقابلے میں پیر کرم شاہ کا نظریہ اس کا شاگرد و خلیفہ زیادہ بہتر جانتا ہے۔

# خان صاحب کے ترجمہ کی تغلیط بریلوی علماء کے قلم سے

(1) ﴿ قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ﴾ (سورہ قصص: آیت ۲۷)۔

ترجمہ: کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہیں بیاہ دوں اس مہر پر کہ تم آٹھ برس میری ملازمت کرو۔

(کنزالایمان)

اس ترجمہ کے متعلق جانشین حکیم الامت مفتی اقتدار خان نعیمی لکھتے ہیں:

''یہ ترجمہ ہر اعتبار سے نامناسب ہے، نہ تو قرآن مجید میں اس کی گنجائش ہے نہ کسی لفظ کا ترجمہ ہوسکتا ہے، مہر زوجہ کے جو اصول و ضوابط ہیں یا شرائط ہیں یہ ترجمہ ان کے بھی خلاف ہے، علاوہ ازیں فقہ حنفی کے بھی خلاف ہے''۔ (تنقیدات علیٰ مطبوعات: ص ۲۹)

آگے لکھتے ہیں:

''بلکہ اس طرح کا مہر تو باقی ائمہ ثلاثہ کے بھی خلاف ہے''۔ (تنقیدات علی مطبوعات ص:۲۹)

اور اقتدار خان صاحب کے والد مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''موسیٰ علیہ السلام کا شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرانا مہر نہ تھا، بلکہ شرطِ نکاح تھی، شرط نکاح کچھ اور ہے مہر کچھ اور ہے اس لیے انہوں فرمایا تھا، علیٰ شرط کے لیے آتا ہے نہ کہ معاوضہ کے لیے نیز مہر مال ہوتا ہے نہ کہ خدمت بہر حال وہ شرطِ نکاح تھی''۔

(تفسیر نعیمی: ج ۴: ص ۵۵۶، آل عمران آیت ۱۹)

باپ بیٹے نے اپنے اعلیٰ حضرت خان صاحب بریلوی کی جو خبر لی ہے اس پر ہمیں کسی تبصرے کی ضرورت نہیں!!!!

اس کے جواب میں یہ کہنا کہ مفتی اقتدار خان نعیمی ہمارا معتبر عالم نہیں تو کس نے کہا کہ معتبر نہیں؟؟ معتبر تو تمہارے نزدیک اعلیٰ حضرت بھی نہیں، لہذا وہ کمیٹی ہمارے سامنے لائی جائے، جو آپ کے مسلک کے معتبر اور غیر معتبر لوگوں کا فیصلہ کرتی ہے، مفتی اقتدار خان نعیمی کو غیر معتبر کہنے والے پہلے اپنا معتبر ہونا اپنے مسلک میں ثابت کریں، پھر معتبر ہو یا نہ ہو ہمیں اس سے غرض نہیں، ہم تو اسے اس باب میں پیش کر رہے ہیں کہ خود بریلویوں نے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کو رد کر دیا۔

پھر کیا اقتدار کا باپ بھی آپ کے ہاں معتبر نہیں؟؟؟؟

اور سر دست مفتی اقتدار خان نعیمی اور اس کی تفسیر کے بارے میں ایک حوالہ قبول کرتے جائیں:

''نویں پارے سے آگے آپ کے صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد نعیمی نے کی ہے، آپ کی لکھی ہوئی تفسیر یعنی ۱۰ پارے سے ۱۵ پارے کی ۶ جلدوں میں چھپ چکی ہے، یہ تفسیر بھی ترجمہ کنزالایمان کی روشنی میں لکھی گئی ہے اور احمد یار نعیمی کی مکمل تقلید کی گئی ہے''۔

(معارف رضا کا کنزالایمان نمبر، ص ۱۸۹)

لیجئے اول تو تفسیر کنزالایمان کی روشنی میں کی گئی، لہذا تفسیر غلط تو کنزالایمان بھی غلط دوسرا باپ کی پوری پوری تقلید کی ہے، لہذا اقتدار غلط تو باپ بھی غلط!!!!

بہر حال اس سب کو بھی دیکھیں اور رضاخانی جوش عقیدت میں اندھا پن بھی ملاحظہ ہو:

''صحیح معنوں میں آج تک کسی صاحب علم و بصیرت نے اس پر کسی طرح کا کوئی اعتراض نہیں کیا، بلکہ اس کی گنجائش بھی نہیں، ہاں چند دیوبندی مولویوں نے بغض و عداوت اور اپنے عقیدے کے کوڑھ کے سبب اعتراضات کئے''۔

(کنزالایمان اور مخالفین، ص ۵)

جواب دیں کیا یہ سارے بریلوی مولوی جاہل، بے بصیرت، دیوبندی اور کوڑھ عقیدے والے ہیں؟ ان حضرات کو اس روانی سے جھوٹ بولتے ہوئے ذرا بھی حیاء نہیں آتی؟؟؟؟

(2) ﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ﴾ (نحل: آیت ۵۳)۔

ترجمہ: اور تمہارے پاس جو نعمت ہے، سب اللہ کی طرف سے ہے، پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی طرف پناہ لے جاتے ہو''۔

(ترجمہ کنزالایمان)

قارئین کرام ''**تَجْـَٔرُوْنَ** '' کی لغوی تحقیق ملاحظہ فرمائیں:

پیر کرم شاہ لکھتے ہیں:

''**تَجْـَٔرُوْنَ، جائر جؤار ای صاح** یعنی چیخنا چلانا، **جئر الرجل الی اللہ ای تضرّع بالدعاء، تَجْـَٔرُوْنَ** کا معنیٰ رونا گڑگڑانا''۔ (ضیاء القرآن: ج ۲:ص ۵۷۶)

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

''اس آیت میں فریاد کے لیے لفظ ہے **تَجْـَٔرُوْنَ** ۔اس کا معنیٰ ہے چلا کر فریاد کرنا''۔ (تبیان القرآن: ۶:ص ۴۴۶)

ابوالحسنات قادری صاحب لکھتے ہیں:

''**تَجْـَٔرُوْنَ جؤار** سے ہے اور **جؤار** اصل میں **صیاح الوحش** یعنی جنگلی جانور کی چیخ کو کہتے ہیں، اس کا استعمال محاورہ عرب میں رفع صوت بالدعا میں ہو گیا، جس کا حاصل معنیٰ تضرع وزاری کے ہو گئے''۔ (تفسیر الحسنات: ج ۳:۵۱۶)

قارئین کرام! ان تحقیقات سے معلوم ہوا کہ کنزالایمان والا ترجمہ'' پناہ لیتے ہو'' کسی طرح بھی درست نہیں، اصل میں خان صاحب کو ایک دھوکا لگا ہے اور وہ یہ کہ وہ سمجھے کہ شاید اس لفظ کا معنیٰ بھی وہی ہے جو'' **اجار، یجیر** '' کا ہے، اس لیے پناہ لینے کا معنیٰ کر دیا، جو کہ ہر طرح سے غلط ہے، کنزالایمان کے گن گانے والوں کو باہوش ملاحظہ فرمانا چاہیئے کہ ان کے اپنے ہی علماء خان صاحب کی تحقیق کو رد کر رہے ہیں۔

## خان صاحب واقعی جاہلوں کے پیشوا تھے:

خان صاحب کے ماننے والے ایک جاہل نے اس کے جواب میں لکھا کہ یہاں **تَجْـَٔرُوْنَ** استجارہ پناہ لینے کے معنیٰ میں ہے، اسی لئے ایسا ترجمہ کیا، حالانکہ ماقبل میں بریلوی مترجمین سے باحوالہ گذر چکا کہ یہ اجارہ کے معنیٰ میں نہیں، کیونکہ خان صاحب ترجمہ کرتے وقت کسی لغت یا تفسیر کو نہیں دیکھتے تھے، اس لئے یہاں ٹھوکر کھا گئے!!!!

(3) ﴿**یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ**﴾ (توبہ آیت: ۳۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! بے شک، بہت پادری اور جوگی۔ (کنزالایمان)

یہاں فاضل بریلوی نے ''رہبان'' کا معنیٰ ''جوگی'' کیا ہے، جو عقلاً ونقلاً درست نہیں ہے، نقلاً تو اس وجہ سے کہ آپ کے علامہ سعیدی لکھتے ہیں:

''رہبان کا لفظ ان علمائے نصاریٰ کے ساتھ خاص ہے، جو گرجوں میں رہتے ہیں''۔ (تبیان القرآن: ج ۵:ص ۱۲۲)

مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

''رہبان عیسائیوں کے راہب تارک الدنیا گوشہ نشین''۔ (تفسیر نعیمی: ج ۱۰:ص ۲۷۸)

پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

''صحیح قول یہ ہے کہ اس میں اہلِ کتاب اور مسلمان سب داخل ہیں''۔ (ضیاء القرآن: ج ۲:ص ۲۰۰)

بہر کیف! ان تمام اقوال کی روشنی میں ''جوگی'' جوکہ ہندو فقیر ہوتے ہیں، وہ اس آیت کا مصداق کیسے ہوئے؟؟ اور عقلاً اس وجہ سے یہ ترجمہ غلط ہے کہ بقول بریلوی حضرات کے صحیح یہی ہے کہ اس لفظ میں اہلِ کتاب اور مسلمان سب شامل ہیں تو گویا خان صاحب جوگیوں کو یا تو اہل کتاب سمجھتے ہیں یا مسلمان سمجھتے ہیں اور یہ دونوں صورتیں غلط ہیں!!!!

اس کے جواب میں رضاخانی کہتے ہیں کہ لغت میں جوگی وہ مرد جس نے دنیا ترک کر کے فقیری لے لی ہو، کیونکہ دونوں کا معنیٰ ایک ہے لہٰذا کوئی اعتراض نہیں۔

کسی رضاخانی کے کچھ کہہ دینے سے کوئی اعتراض حل نہیں ہوجاتا، جوگی کا معنیٰ لغت سے کرکے آپ نے اعتراض کو مزید پختہ کردیا، کیونکہ ہندو جوگی بھی دنیا ترک کر کے جنگلوں پہاڑوں میں رہتے ہیں، جسے وہ فقیری کا نام دیتے ہیں اور پیر کرم شاہ ازہری کے حوالے سے گذر چکا کہ اس سے دونوں مراد ہیں یہی صحیح قول ہے اور ہمارے عرف میں عوام الناس میں کوئی بھی مسلمانوں کو یا مسلمان فقیروں کو جوگی نہیں کہتا، اگر لغت ہی سے مسئلہ حل کرنے ہیں تو ہمارے تراجم پر اعتراض کرتے وقت یہ لغت کہاں چلی جاتی ہے؟؟؟؟

(4) ﴿فَإِنْ يَشَإِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ﴾ (الشوریٰ: آیت ۲۴)

ترجمہ: اور اگر چاہے تو تمہارے اوپر اپنی رحمت وحفاظت کی مہر فرمادے۔ (ترجمہ از کنز الایمان)

قارئین کرام! خان صاحب بریلوی نے مہر سے مراد ''رحمت وحفاظت'' کی مہر مراد لی ہے، جوکہ عقلاً ونقلاً مردود ہے، نقلاً تو اس وجہ سے کہ پہلے کے مفسرین نے اس قسم کی کوئی بات نہیں لکھی، بلکہ خان صاحب کی اس جدید تحقیق کو تو بریلویوں نے بھی ٹھکرادیا!!

پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''کفار عموماً ہرزہ سرائی کرتے کہ حضور علیہ السلام کا یہ کہنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے محض غلط و بہتان ہے، اللہ تعالیٰ ان کی اس بے باکی پر اظہار حیرت کرتے ہیں اور اس کی تردید فرماتے ہیں کہ وہ شخص جو ہر آن اپنے رب سے ڈر رہا ہے، جس کا دل اس کے خوف سے ہر وقت لبریز رہتا ہو، کیا ایسی ہستی سے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے خداوند ذوالجلال کی طرف غلط بات منسوب کرے گا؟؟ ہاں اگر آپ کا دل اے محبوب! اللہ تعالیٰ کے خوف سے معمور نہ ہوتا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر مہر لگادی ہوتی تو پھر ایسا ممکن تھا''۔ (ضیاء القرآن: ج ۴: ص ۳۷۹)

بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''کفار کا مطلب یہ تھا کہ آپ نے جو نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور قرآن مجید کی آیات تلاوت کر کے یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا کلام ہے، سو آپ کا یہ کہنا جھوٹ ہے اور اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کو رد کرتے ہوئے فرمایا، پس اگر اللہ چاہے تو وہ آپ کے دل پر مہر لگا دے گا، یعنی اگر اللہ چاہتا تو آپ کے دل پر ایسی مہر لگا دیتا کہ آپ کسی چیز کا ادراک نہ کر سکتے، نہ کسی حرف یا لفظ کا تلفظ کر سکتے، حتیٰ کہ آپ کوئی بات نہ کر سکتے......الخ''۔ (تبیان القرآن: ج ۱۰: ص ۵۹۰)

معلوم ہوگیا کہ یہ مہر حفاظت و رحمت کی نہیں تھی، کیونکہ وہ تو ہر دم آپ پر تھی، یہ مہر تو اور ہے خان صاحب کا اس مہر کو رحمت وحفاظت کی مہر سمجھنا قرآن فہمی سے بے خبری کی دلیل ہے!......بریلوی مسلک کے دو ذمہ دار حضرات خان صاحب کی بات کا رد کر رہے ہیں!!!!

عقلاً یہ ترجمہ اس وجہ سے غلط ہے کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ پڑھنے سے یہ سمجھ آتا ہے کہ آپ علیہ السلام کے قلب اطہر پر رحمت وحفاظت کی مہر نہیں لگائی گئی تھی، جبکہ یہ بات انتہائی غلط ہے، اس پر شاید کسی پڑھے لکھے کو اشکال ہو کہ یہ تو مفہومِ مخالف ہے اور مفہومِ مخالف کا اعتبار کرنا ناجائز ہے تو جواباً عرض ہے کہ یہ ترجمہ صرف اہلِ علم ہی نہیں پڑھتے، بلکہ عوام الناس بھی پڑھتے ہیں اور وہ اس سے یہی کچھ مراد لیتے ہیں جو ہم نے عرض کیا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ مفہومِ مخالف خان صاحب بریلوی کے ہاں معتبر ہے ملاحظہ ہو:

''مفہومِ مخالف حنفیہ کے نزدیک عبارت شارع غیر متعلقہ بعقوبات میں معتبر نہیں کلام صحابہ ومن بعدھم میں معتبر ہے''۔ (فہارس فتاویٰ رضویہ: ص ۱۰۵)

بہرحال یہ ترجمہ عقلاً ونقلاً دونوں طرح سے سلف صالحین مفسرین کرام کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

(5) ﴿قَالَ رَبِّ إِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ﴾ (مریم: آیت ۴)

ترجمہ: عرض کی اے میرے رب میری ہڈی کمزور ہوگئی۔ (کنزالایمان)

یہاں خان صاحب نے **العظم** کا ترجمہ ''ہڈی'' کیا ہے، جبکہ انہی کے گھر کے ذمہ دار حضرات کچھ اور کہتے ہیں، چنانچہ:

پیر ابوالحسنات قادری لکھتے ہیں:

''**العظم**'' ہڈیاں۔ (تفسیر الحسنات: ج ۴: ص ۳۸)

مفتی اقتدار خان نعیمی لکھتے ہیں:

''واحد جنسی ہے ترجمہ ہے تمام ہڈیاں''۔ (تفسیر نعیمی: ج ۱۶: ص ۱۱۸)

خان صاحب چونکہ مستقل کسی سے پڑھے نہیں، اس لیے الف لام جنسی کو پہچانا نہیں!!!!

اس پر جاہلوں کے پیشوا احمد رضا خان کے ایک متبع اپنی علمیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہاں مراد ''ہڈی'' ہی ہے اور ''ہڈی'' سے مراد ''پشت کی ہڈی ہے کیونکہ حضرت زکریا علیہ السلام نے بیٹے کیلئے دعا کی تھی، العیاذ باللہ!!

اس سلسلے میں عرض ہے کہ ہم آپ کے قیاس کے ذمہ دار نہیں، جبکہ خان صاحب کا ترجمہ تفسیری ترجمہ ہے تو کوئی مستند تفسیری قول پیش کرو کہ یہاں مراد صلب کی ہڈی ہے۔ قارئین کو حیرت ہے کہ یہ معنیٰ ہماری معلومات کی حد تک یہ قول کسی بریلوی مترجم نے بھی نہیں لیا، سب نے یہاں اس کو جنس ہی پر محمول کر کے ہڈیاں ترجمہ کیا ہے!!!!

## بدترین توہین

اس بریلوی جاہل نے یہاں ہڈی سے مراد پشت کی ہڈی مراد لی ہے اور اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''جو نکلتا ہے پیٹھ اور سینوں کے بیچ سے چونکہ مرد کا نطفہ پیٹھ میں ہوتا ہے''۔ (کنزالایمان اور مخالفین، ص ۳۹۶)

یعنی ان جاہل رضاخانیوں کے نزدیک معاذ اللہ حضرات انبیا علیہم السلام کا مادہ منویہ کمزور ہوتا ہے، وہ مردانہ طور پر کمزور ہوتے ہیں، اسی لئے رب سے دعا مانگ رہے ہیں کہ مردانہ طاقت دے دے، مادہ منویہ طاقتور کر دے۔ لعنت ہو ایسے عقیدوں پر!...... اللہ کا نبی ہر اعتبار

سے بھر پور مرد ہوتا ہے وہ رضاخانی جو یہ لاف گزاف کرتے نہیں تھکتے کہ بائے ترجموں سے گستاخ پیدا ہو رہے ہیں ملاحظہ کرو کہ کس قسم کے گستاخانہ ذہن خان صاحب کے ترجمہ پڑھ کر بن رہے ہیں، کیا یہی مادہ منویہ کی کمزوری کا ذکر کوئی بریلوی فخر سے اپنے باپ کیلئے کرے گا؟؟

جاہلو!!!! یہاں حضرت زکریا علیہ السلام اپنے بڑھاپے کا ذکر کر رہے ہیں، علامہ آلوسی حنفیؒ فرماتے ہیں کہ ہڈیاں جسم میں سب سے مضبوط جزو ہے جب وہ کمزور ہو گیا تو باقی اعضا کا اندازہ خود لگالیں۔ (روح المعانی، ج۸،ص ۳۸۰)

اگر اس سے مراد صلب کی ہڈی ہوتی تو آگے کا کلام **واشتعل الراس شيبا** اور چمک گیا سر بڑھاپے کے ساتھ (ترجمہ اقتدار) بالکل بے ربط ہو جائے گا اس لئے کہ سفید بالوں کا صلب کی ہڈی کی کمزوری سے کیا تعلق؟ وہ ہڈی تو جوان کی بھی کمزور ہو سکتی ہے۔

یہ ربط تب ہی بنے گا جب یہاں مراد ہڈیاں ہو اور مقصد اپنے بڑھاپے اور بڑھاپے کے ضعف کا ذکر ہے کہ بڑھاپے کی وجہ سے جسم کی تمام ہڈیاں کمزور پڑ چکی ہیں اور سر کے بال سفید ہو چکے ہیں۔

پھر روح المعانی اردو کا حوالہ دیا جس کے ہم ذمہ دار نہیں اور اردو ترجمہ کا حوالہ دیا بھی شاید اس لئے کہ دھوکا دے سکے، نہیں تو عربی روح المعانی میں صاف وضاحت واحد جنسی کی موجود ہے:

”**لأن المفرد هو الدال على معنى الجنسية**“۔ (روح المعانی، ج۸،ص ۳۸۰)

نیز ”**مصرا**“ کے ترجمہ میں اور اس قسم کے دیگر تراجم میں بریلوی حضرات نے بڑے فخر سے کہا کہ خان صاحب نے ایسا ترجمہ کیا کہ دونوں تفاسیری اقوال سمو گئے تو یہاں ایسا ترجمہ کرنے پر خان صاحب کو موت کیوں آئی؟؟ اگر یہاں جنسی معنیٰ کر دیتے تو تمام ہڈیاں بشمول بریلویوں کی قیاسی صلبی ہڈی بھی شامل ہو جاتی اور یوں اقوال سمو جاتے؟

(6) ﴿**وَانْظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ**﴾ (البقرہ: آیت ۲۵۹)

ترجمہ: ”اور اپنے گدھے کو دیکھ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں۔ (کنز الایمان)

**جبکہ:**

(۱) پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں:

”اور اس کی ہڈیاں بکھری پڑی ہیں“۔ (ضیاء القرآن: ج۱:ص ۱۸۲)

(۲) ڈاکٹر غلام سرور قادری لکھتے ہیں:

”اس میں ہڈیوں کے سوا کچھ باقی نہ رہا“۔ (عمدۃ البیان: ص ۱۶۶)

جبکہ صحیح بات بھی یہی ہے کہ ہڈیاں سلامت تھیں لیکن بکھری پڑی تھیں، جیسا کہ اس آیت میں آگے آتا ہے کہ دیکھو ان ہڈیوں کی طرف کہ کیسے ہم ان کو جوڑتے ہیں، پیر کرم شاہ اس آیت **وانظر الى العظام كيف ننشزها** کا ترجمہ کرتے ہیں: ”اور دیکھ ان ہڈیوں کو کہ ہم کیسے جوڑتے ہیں“۔ (ضیاء القرآن: ج۱:ص ۱۸۲) معلوم ہوا کہ سلامت تو تھیں لیکن بکھری ہوئی تھیں۔ اب دیکھئے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ کہنا کہ ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں یہ بات غلط ہوئی یا نہیں؟؟؟؟

اس کے جواب میں یہ جو کہا گیا کہ خان صاحب کے ترجمہ سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں مطلب اپنی اصل

حالت میں نہ رہیں بکھر گئیں۔

تو یہ بھی سوائے ابوجہلی ہٹ دھرمی کے اور کچھ نہیں!!...... ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں کا جملہ خود بتا رہا ہے کہ صرف بکھرنا کا ذکر نہیں ''تک'' نے آ کر مبالغہ کے معنیٰ پیدا کر دیے کہ صرف بکھری نہیں بلکہ چورا چورا ہو گئیں، لغت میں سلامت کا معنیٰ ہے محفوظ ہونا، جبکہ سلامت نہ رہی تو معنیٰ یہی نکلے گا محفوظ نہ رہیں، کیا رضاخانیوں کے ہاں جب کوئی یہ کہتا ہے کہ ''میرا گھر سلامت نہ رہا'' تو اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ گھر تو ٹھیک ٹھاک ہے بس چھانگا مانگا سے چیچوں کی ملیا تک منتقل ہو گیا، بکھر گیا یا تباہی و بربادی کے معنیٰ میں لیا جاتا ہے؟؟ کچھ شرم کرو محض کچھ لکھ دینے کا نام جواب نہیں ہوتا، پھر ہٹ دھرمی کی انتہاء کرتے ہوئے ان جہالتوں پر ڈینگیں بھی ماری جاتی ہیں کہ ہم نے ایسا منہ توڑ جواب دے دیا کہ کسی دیوبندی میں جواب کی ہمت نہیں!!!!......شرم......شرم......شرم......

## کنزالایمان میں انبیاء علیہم السلام کی ناموس کا دفاع نہ ہوسکا!

﴿وَ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ﴾ (النساء: آیت ۱۵۷)

ترجمہ: اور ان کے اس کہنے پر ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا۔ (کنزالایمان)

قارئین ذی وقار! آپ اس بات کو سوچئے کہ قرآن پاک نے تو یہودیوں کا قول نقل کیا ہے اور دشمن کبھی بھی اپنے مقابل کیلئے اس قسم کے الفاظ استعمال نہیں کرتا، بھلا دشمن بھی کبھی اپنے مقابل کو شہید کہتا ہے؟؟ یہ خان صاحب کی کم فہمی ہے، وہ بے تکی عقیدت میں فہمِ قرآن سے خود بھی محروم ہیں اور دوسروں کو بھی محروم کرنے کی پوری کوشش کنزالایمان میں کر رہے ہیں، (اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ)

اب اس پر ایک رضاخانی کی نام نہاد جاہلانہ رگِ عشق پھڑک اٹھی اور خامہ فرسائی کرنے لگے:

''قارئین کرام ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ ترجمہ کرتے وقت سب سے اہم چیز مقامِ الوہیت اور دربارِ رسالت کا ادب واحترام ہے، اس لئے ترجمہ کرتے وقت اس کو ملحوظ خاطر رکھا جائے گا تو اسی کے پیش نظر امام اہلسنت نے یہ ترجمہ کیا، جہاں تک یہ اعتراض کہ یہ یہود کا قول ہے تو عرض ہے یہود جو کہیں گے سو کہیں گے ہم کہیں گے تو ادبِ رسالت کا خیال رکھ کر کہیں گے اور اگر آپ کو یہود کا طرزِ خطاب پسند ہے تو یہ آپ کی قسمت ہے''۔

یہی بات بریلوی شیخ الحدیث عبدالرزاق بھترالوی یوں لکھتے ہیں:

''ہر قتل شہادت کو مستلزم نہیں، اگرچہ انبیاء کرام کی طرف منسوب ہونیکی وجہ سے تخصیص تو ہے، لیکن بات تو یہ ہے کہ ترجمہ کے الفاظ ہی سے کسی کے مقام کا پتہ چل جائے اور تفسیر کی طرف اشارہ ہو جائے یہی ترجمہ کی کمالیت پر دال ہے''۔ (تسکین الجنان: ص ۵۵)

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ:

''توجہ طلب بات یہ ہے کہ کون سا معنیٰ نبی کریم ﷺ کی شان کے لائق ہے، ادب واحترام پر دال ہے، جس میں شہید ہونے کا ذکر ہے یا مارا جانا قتل ہو جانے کا ذکر ہے تو یقیناً یہ ترجمہ بہتر ہے اہل دانش پر مخفی نہیں''۔ (تسکین الجنان: ص ۱۱۴)

ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کیلئے ادب و احترام کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کیلئے استعمال ہونے والے قتل وغیرہ کے الفاظ کے معنیٰ ''شہید'' کئے جائیں یہی ترجمے کے کمال کی دلیل ہے اور یہی ترجمہ بہتر ہوگا اور انبیاء کرام علیہم السلام کی شان کے لائق بھی یہی ترجمہ ہوگا، یہ بھترالوی اور آج کے بعض چنڈو خانوں کی تحقیق ہے، مگر بھترالوی صاحب بھول گئے کہ اس تحقیق کی زد میں خان صاحب کس بری طرح آتے ہیں صرف چند حوالے ملاحظہ ہوں:

(۱) اعلیٰ حضرت نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کیلئے ''قتل'' کا معنیٰ ''قتل'' کیا ہے۔ (النساء: آیت ۱۵۷)

(۲) سیدنا یوسف علیہ السلام کیلئے ''قتل'' کے لفظ کا ترجمہ ''مار ڈالو'' کیا ہے۔ (یوسف: آیت ۹)

(۳) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کیلئے ''قتل'' کا ترجمہ ''مار ڈالتے'' کیا ہے۔ (المومن: آیت ۲۸)

(۴) ایک اور جگہ ''قتل کروں'' کیا ہے۔ (المومن: آیت ۲۶)

(۵) ایک اور مقام پر ''قتل کیا'' کا ترجمہ کیا۔ (قصص: آیت ۲۰)

(۶) سیدنا ہارون علیہ السلام کیلئے لفظ قتل کا ترجمہ ''مجھے مار ڈالیں'' کیا ہے۔ (الاعراف: آیت ۱۵۰)

(۷) سیدنا و قائدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے یہ لفظ استعمال کئے ہیں:

''تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کردے یا ہم پر رحم فرمائے''۔ (کنزالایمان: سورہ ملک: آیت ۲۸)

اب میں بھترالوی صاحب سے کہوں گا کہ آپ تو اس ترجمہ کے محاسن نکال رہے تھے، مگر خدا کی مار دیکھئے کہ خود آپ کی تحقیق سے ثابت ہوا کہ ترجمہ کنزالایمان میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ادب و احترام کا خیال نہیں کیا گیا، اس ترجمہ میں یہ کمال نہیں، نہ یہ ترجمہ بہتر ہے اور اس ترجمہ میں انبیاء علیہم السلام کی شان کا خیال بھی نہیں رکھا گیا، بقول کسی رضاخانی کے یہودیوں کا طرز تخاطب انبیاء کرام علیہم السلام کیلئے روا رکھا گیا ہے، اب کیا اس کے بعد بھی اس ترجمہ کو دریا برد نہیں کیا جائے گا؟؟؟؟

## ایک اور مثال:

﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى﴾ (الضحیٰ: آیت ۳)

ترجمہ: تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا۔ (کنزالایمان)

''مکروہ'' کا لفظ اگرچہ خان صاحب نے نفی کے ساتھ لکھا ہے، لیکن نفی کے ساتھ بھی اس قسم کے الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان نہیں، کیونکہ بریلویوں کا رونا ہی یہی ہے کہ عوام سطحی ہوتی ہیں وہ اس کا یہ مطلب لیں گی وہ مطلب لیں گی، اب بریلویوں کی زبانی ایک غیر مسلم جب اس ترجمہ کو پڑھے گا تو سوچے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر معاذ اللہ کونسا ایسا عمل کرلیا تھا جو ان کے دل میں یہ خیال یا وہم آیا ہوگا کہ شاید میرا رب مجھے ''مکروہ'' جانتا ہے، اس لئے رب نے اس آیت میں تسلی دی!!!!

اس قسم کے الفاظ میں آپ علیہ السلام کیلئے حوصلہ افزائی تصور نہیں ہوسکتی، کم از کم عشق و محبت کے بانگ دہل دعوے کرنے والوں کو یہ زیبا نہیں، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے کیسا عمدہ ترجمہ کیا: ''نہ وہ ناخوش ہوا''۔

# کنزالایمان اور ناموس رسالت ﷺ

ایک رضاخانی ترجمہ کنزالایمان کو عزت وتوقیر پر مشتمل ثابت کرنے کیلئے لکھتے ہیں:

''**الم تر** سورہ فیل کے پہلے الفاظ کا ترجمہ عام طور پر مترجمین حضرات نے کیا ہے کیا تو نے نہ دیکھا،لیکن امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے ''اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا......'' یہ اور اس طرح کی بے شمار آیات کے ترجمہ کو پیش کیا جاسکتا ہے کہ حضرت مرحوم نے آنحضرت ﷺ کی عزت وتوقیر کا پورا پورا خیال رکھا ہے اور ہر مسلمان پر آنحضرت کی توقیر کا خیال رکھنا اسی طرح فرض ہے جس طرح نماز روزہ فرض ہے،بلکہ یہ فرض تمام فرائض سے زیادہ اہم ہے''۔(المیزان کا امام احمد رضا نمبر:ص ۱۵۵)

جناب ابن پیر کرم شاہ حفیظ البرکات شاہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور ﷺ کو صیغہ واحد حاضر میں مخاطب فرمایا ہے،لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ ترجمہ کرتے وقت اردو میں وہی لفظ استعمال کیے جائیں اردو زبان میں ''تو'' کہہ کر اپنے بڑے کو مخاطب کرنا گستاخی ہے''۔(کنزالایمان: ص ۱۱۰۰: ضیاء القرآن پبلیشرز)

مفتی اقتدار خان نعیمی لکھتے ہیں:

''حضور اقدس ﷺ کو صرف نام لے کر یا ''تو'' ''تا'' کرکے یا بشر،انسان،بھائی،بیٹا،چچا،تایا کہہ کر ہی پکارنا ہے تو تجھ میں اور ابو جہل اور ابولہب دیگر کفار وخبثاء میں کیا فرق رہے گا؟(فتاویٰ نعیمیہ: ج5: ص ۱۵۸)

جناب حفیظ البرکات شاہ لکھتے ہیں:

''اردو زبان میں تو کہہ کر اپنے بڑے کو مخاطب کرنا گستاخی ہے،ہاں اللہ کے لیے تو،تُو استعمال کیا جاسکتا ہے کہ وہ مالک اور خالق اور بندے کا رازدار ہے،لیکن حضور ﷺ فداہ اُمی وابی کے لیے تو استعمال کرنا اردو ادب وزبان کے خلاف ہوگا''۔

(کنزالایمان: ص ۱۱۰۰: ضیاء القرآن پبلشرز)

فاضل بریلوی کے والد مولوی نقی علی خان لکھتے ہیں:

''ان دیار (برصغیر پاک وہند) میں کسی معظم کو ''تو'' کہنا گناہ اور ہمسر کو بھی اس طرح خطاب کرنا بے جا ہے''۔

(اصول الرشاد: ص ۱۶۸،۱۶۹)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''عرب میں باپ اور بادشاہ سے کاف کے ساتھ (جس کا ترجمہ تو ہے) خطاب کرتے ہیں اور اس ملک میں یہ لفظ کسی معظم بلکہ ہمسر سے بھی کہنا گستاخی اور بے ہودگی سمجھتے ہیں،یہاں تک کہ اگر ہندی اپنے باپ یا بادشاہ خواہ کسی واجب التعظیم کو ''تو'' کہے گا شرعاً بھی گستاخ وبے ادب اور تعزیر وتنبیہہ کا مستوجب ٹھہرے گا''۔(اصول الرشاد: ص ۲۲۸)

مولوی محمد حنیف خان رضوی بریلوی نے اس کتاب کے مقدمہ میں اس کی تلخیص کی ہے وہ لکھتے ہیں:

''ہمارے دیار میں کسی معظم و بزرگ بلکہ ساتھی اور ہمسر کو بھی ''تو'' کہنا خلافِ ادب اور گستاخی قرار پائے گا''۔(مقدمہ اصول الرشاد)

اب ذرا دیدہ عبرت سے ملاحظہ فرمائیں کہ یہ تمام فتوے کس طرح خان صاحب کے گلے میں فٹ ہوتے ہیں، کیونکہ وہ کئی مقامات پر نبی کریم ﷺ کے لیے ''تو'' کا لفظ اپنے ترجمہ میں استعمال کر رہے ہیں صرف چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ (الزمر: آیت ۲۱)

ترجمہ: کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا۔ (کنزالایمان)

دیگر مقامات ملاحظہ ہوں:

(1) ﴿تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ﴾ ۔البقرۃ: آیت ۲۷۳

ترجمہ: تُو انہیں ان کی صورت سے پہچان لے گا۔ (کنزالایمان)

(2) ﴿فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (یونس: آیت ۱۰۶)

ترجمہ: پھر اگر ایسا کیا تو اس وقت تُو ظالموں میں سے ہوگا۔ (کنزالایمان)

(3) ﴿وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ... الآیہ﴾ (آل عمران: آیت ۷۵)

ترجمہ: اور کتابیوں میں کوئی وہ ہے کہ اگر تُو اس کے پاس ایک ڈھیر امانت رکھے تو وہ تجھے ادا کر دیگا اور ان میں کوئی وہ ہے کہ اگر ایک اشرفی اس کے پاس امانت رکھے تو وہ تجھے پھیر کر نہ دے گا مگر جب تک تو اس کے سر پر کھڑا رہے۔ (کنزالایمان)

(4) ﴿وَلَوْ تَرٰى اِذْ فَزِعُوْا﴾ (السبا: آیت ۵۱)

ترجمہ: کسی طرح تو دیکھے جب وہ گھبراہٹ میں ڈالے جائیں گے۔ (کنزالایمان)

(5) ﴿وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا﴾ (المائدہ: آیت ۴۱)

ترجمہ: اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تو اللہ سے اس کا کچھ نہ بنا سکے گا۔ (کنزالایمان)

(6) ﴿لَوْ تَرٰى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ (انفال: آیت ۵۰)

ترجمہ: کبھی تو دیکھے جب فرشتے کافروں کی جان نکالتے ہیں۔ (کنزالایمان)

(7) ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ... الآیہ﴾ (الروم: آیت ۴۸)

ترجمہ: اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں کہ ابھارتی ہیں بادل پھر اسے پھیلا دیتا ہے آسمان پر جیسا چاہے اور اسے پارہ پارہ کر دیتا ہے تو تُو دیکھے کہ اس کے بیچ میں سے مینہ نکل رہا ہے۔ (کنزالایمان)

اس کے علاوہ القارعۃ: آیت ۳، الانفطار آیت ۱۹، المرسلات آیت ۱۴، الدھر آیت ۱۹، المنافقون آیت ۴، الھمزہ آیت ۵، القارعۃ آیت ۱۰ میں بھی نبی کریم ﷺ کو ''تو'' کہہ کر مخاطب کیا!!!!

اس کے جواب میں رضاخانی کہتے ہیں:

اردو زبان میں تو کہہ کر بڑے کو مخاطب کرنا گستاخی کہا یہ ہرگز نہیں لکھا کہ رب تعالیٰ کا نبی کریم ﷺ کو تو کہنا بے ادبی ہے۔

میں حیران ہوں کہ ان کو ذرا بھی شرم وحیا نہیں آتی، اس قسم کے جھوٹ بولتے ہوئے، ان حوالہ جات میں صاف تصریح ہے کہ اردو ترجموں میں بھی نبی کریم ﷺ کیلئے ''تو'' کا لفظ استعمال گستاخی ہے، سوال یہ ہے کہ جن دیوبندی مترجمین نے نبی کریم ﷺ کیلئے ترجمہ میں ''تو'' کا لفظ ذکر کیا وہ بھی تو بقول آپ کے رب تعالی کے نبی کریم ﷺ کے تو سے مخاطب کرنے کو بیان کر رہے تھے، پھر بھی آپ نے اس پر گستاخی کا فتویٰ لگایا تو پتہ چلا کہ رب تعالیٰ کے کلام کو بھی اردو میں تو کے ساتھ ذکر کرنا گستاخی ہے!!!!

رہی بات دیوبندی تراجم کو اس باب میں پیش کرنے کی تو وہ تو پہلے ہی سے آپ کے ہاں معاذ اللہ گستاخانہ ہیں، اگر خان صاحب نے دیوبندیوں ہی کی طرح ترجمہ کرنا تھا تو ترجمہ کنز الایمان لکھنے کی کیا ضرورت؟؟ اور یہ سارا رولا کس بات پر ڈالا ہوا ہے؟

رہا عبقات کا حوالہ تو خود بریلوی یہ امر تسلیم کر چکے ہیں کہ بعض اوقات الزام الخصم کے طور پر اس قسم کی باتوں کو ذکر کیا جاتا ہے، وہاں پر بھی بطور الزام الخصم گفتگو ہے!!!!

# ترجمہ کنز الایمان اور دو قومی نظریہ

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ (المومنون: آیت ۲۳)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو۔ (کنز الایمان)

قارئین کرام! یہاں ترجمہ میں ''اے میری قوم'' سے ایک شبہ ہوتا ہے جس کو بریلویوں کے غزالی زماں جناب احمد سعید کاظمی شاہ صاحب ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''لفظ قوم سے متحدہ قومیت کے نو ایجاد نظریے کی طرف ذہن بھٹک سکتا تھا اور یہ وہم پیدا ہو سکتا تھا کہ جب کفار و مشرکین انبیاء علیہم السلام کی قوم قرار پا سکتے ہیں تو ہندو اور مسلم ایک قوم کیوں نہیں ہو سکتے؟؟ یہ حقیقت ہے کہ متحدہ قومیت کا تصور پاکستان سے متصادم ہی نہیں بلکہ پاکستان کی اساس کو منہدم کر دینے کے مترادف ہے''۔ (مقدمہ ترجمہ البیان)

قارئین کرام! اس سے ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب کا ترجمہ کنز الایمان پاکستان کی اساس کو منہدم کرتا ہے، لہٰذا ایسے ملک دشمن ترجمہ پر فوراً پابندی لگنی چاہیئے، بقول کاظمی صاحب اس ایہام و اشتباہ سے بچنے کے لیے لفظ قوم کا ترجمہ موقع محل کو ملحوظ رکھتے ہوئے مناسب الفاظ سے کیا جائے گا اور کاظمی صاحب نے ترجمہ کیا ہے:

''اے میرے (مخاطب) لوگو''۔ (البیان)

تو ثابت ہوا کہ کاظمی صاحب کے نزدیک ترجمہ اعلیٰ حضرت درست نہیں!!!!

اس کے جواب میں رضاخانی حضرات نے علمائے دیوبند کے حوالہ جات نقل کئے کہ وہ دو قومی نظریہ کے مخالف تھے تو رضاخانی یہ کیوں بار بار بھول رہے ہیں کہ یہ سب کچھ آپ کے اصولوں پر ہے، اگر خان صاحب بریلوی نے وہی نظریہ پیش کرنا تھا جو دیوبندیوں کا تھا تو ترجمہ قرآن کرنے کی ضرورت کیا پیش آئی؟؟ اور خان صاحب کے ترجمہ کی خصوصیت کیا رہی؟؟؟؟

خان صاحب نے اس ترجمہ کے ذریعہ سے لوگوں کو دیوبندی وہابی نظریات سے بچانا تھا یا ان کے نظریات کیلئے قرآن سے

مواد فراہم کرنا تھا؟؟؟؟؟

دوقومی نظریہ یا ایک قومی نظریہ کو کبھی دیوبندیوں نے کفر وایمان کی کسوٹی نہیں بنایا، ہم کھلے دل سے ہمیشہ اس کے معترف ہیں کہ اکابر دیوبند میں متحدہ ہندوستان کے حامی بھی تھے اور دوقومی نظریہ یعنی تقسیم کے بھی، اسے کفر ایمان کا مسئلہ تو آپ نے بنایا ہوا ہے، آج تک یہ کہتے رہے کہ سنّی علماء نے بالاتفاق دوقومی نظریہ کی حمایت کی، دوقومی نظریہ پیش ہی خان صاحب بریلوی نے کیا، جو دوقومی نظریہ کا مخالف وہ ہندو وہندو نواز۔ اب جب ترجمہ قرآن کرنے بیٹھے تو اس میں بقول بریلویہ دیوبندیوں کے عقائد کی ترجمانی کر رہے ہیں!!!!

## کنز الایمان ترجمہ کا حق ادا نہیں کرتا!

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ﴾ (البقرہ: آیت ۱۵۴)

ترجمہ: اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو۔ (کنز الایمان)

علامہ کاظمی صاحب لکھتے ہیں:

''لفظ خدا سے اس کا ترجمہ کرنا ترجمہ اور تعریف کا حق ادا نہیں کرتا''۔ (مقدمہ ترجمہ البیان)

تو اعلیٰ حضرت کا ترجمہ نہ ہی ترجمے کا حق ادا کرتا ہے اور نہ ہی تعریف کا!!

قارئین کرام! ہم نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا، بلکہ کاظمی صاحب کی تنقید نقل کی ہے، وہ اس لفظ کو لفظ اللہ کا مناسب ترجمہ خیال نہیں کرتے تو ثابت ہوا کہ ترجمہ کنز الایمان جگہ جگہ کمزوریوں سے پُر ہے، جس کا اقرار در پردہ خود بریلویوں کو بھی ہے!!!!

بریلوی حکیم الامت احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

''خدا رب کا نام نہیں، بلکہ اس کی صفت یعنی مالک کا ترجمہ ہے، خدا کی صفت کا ترجمہ ہر زبان میں کرنا جائز ہے، مگر نام کے لیے ضروری ہے کہ وہ عربی یا عبرانی زبان کا ہو''۔ (رسائل نعیمیہ: ص ۳۸۷)

قارئین کرام! خان صاحب بریلوی لفظ اللہ جو کہ نام ہے اس کا ترجمہ خدا کیا ہے تو نعیمی صاحب کے نزدیک خان صاحب بریلوی نے ٹھوکر کھائی ہے، اگر لفظ اللہ کا ترجمہ کیا ہے تو بھی ٹھوکر کھائی ہے اور اگر لفظ اللہ تعالیٰ کا نام نہیں بلکہ صفت سمجھ کر ترجمہ خدا کیا ہے، تب بھی ٹھوکر کھائی ہے!!

اس پر رضاخانی کہتے ہیں کہ کاظمی نے خدا سے ترجمہ کرنے کو غلط بھی تو نہیں کہا تو جنابِ من! ہمارا اعتراض غلط یا صحیح پر نہیں، اعتراض تو اس پر ہے کہ ترجمہ کنز الایمان جس کی بنیاد ہی شان الوہیت وتقدیسِ اولوہیت پر ہے وہ تو اللہ کی تعریف کا حق ہی ادا نہ کرسکا تو باقی تقدیس کا حق کیا ادا کیا ہوگا؟؟ بات ساری کنز الایمان کی دیگر تراجم میں ممتاز ہونے کی حیثیت پر ہے، اگر کنز الایمان بھی شانِ الوہیت وشانِ رسالت ﷺ میں دیوبندی تراجم ہی کی طرح ہے تو خان صاحب اور دیوبندی تراجم میں فرق کیا رہ گیا؟؟؟؟

# کنز الایمان نبی پاک ﷺ کی طہارتِ نسبی پر حملہ کرنے والا ترجمہ ہے!

﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ﴾ (الحج)

ترجمہ: اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا......۔ (کنز الایمان)

یہاں اعلیٰ حضرت نے ''آزر'' کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا باپ کہا، جبکہ سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''چونکہ اردو محاورے میں چچا پر باپ کا اطلاق نہیں ہوتا، اس لیے ان آیات میں اب کا صحیح ترجمہ چچا ہے''۔ (شرح مسلم: ج ا: ص ۳۲۸)

معلوم ہوا کہ صحیح ترجمہ بریلویوں کے ہاں ''چچا'' ہے تو پھر خان صاحب کا ترجمہ غلط ہے!

اس کے جواب میں یہ کہنا کہ عرب محاورات میں چچا پر باپ کا اطلاق ہوتا رہتا ہے، ان کو اوپر والا حوالہ پڑھ کر شرم کے مارے ڈوب مرجانا چاہیئے کہ اردو میں چچا میں باپ کا اطلاق نہیں ہوتا، یہاں اردو میں ترجمانی کی بات ہو رہی ہے عربی محاورات کی نہیں!!

اب خان صاحب کے ترجمہ پر فتوے ملاحظہ ہوں، اب اس بات پر فتویٰ کیا لگتا ہے تو وہ بھی راولپنڈی کے مولوی حنیف قریشی رضاخانی کی زبانی ملاحظہ فرمالیں:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کافر و مشرک شخص آزر کا بیٹا ثابت کر کے نبی پاک ﷺ کی طہارتِ نسبی پر حملہ کیا گیا ہے''۔ (آزر کون تھا؟: ص ۷)

دوسری جگہ یہ رضاخانی لکھتا ہے:

''آزر کو نسب رسول اللہ ﷺ میں داخل کرنے سے آپ ﷺ کے نسب پاک کی طہارت برقرار نہیں رہتی''۔ (آزر کون تھا؟ ص: ۱۳)

اور ذرا مولوی اشرف سیالوی کی بھی سن لیں وہ لکھتا ہے:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی باپ اور والد کو کافر اور مشرک قرار دینا، بہت بڑی جسارت اور بے باکی ہے اور نازیبا اور نالائق حرکت ہے''۔ (گلشن توحید و رسالت: ج ا: ص ۱۵۴)

کہیے قریشی اور سیالوی صاحب! آپ حضرات میں اتنی جرأت ہے کہ آپ اپنے ہی ان فتووں کا ایک طوق بنا کر اپنے ان خان صاحب کے گلے میں ڈالیں اور نبی ﷺ کی طہارت نسبی کا دفاع کرتے ہوئے یہ اعلان کریں کہ کنز الایمان اس لائق ہے کہ اسے بھرے چوک میں نذرِ آتش کر دیا جائے!!.......لیکن ہمیں یقین ہے کہ آپ ایسا کبھی نہیں کریں گے، کیونکہ آپ کا عشقِ رسالت کا یہ دعویٰ محض منافقت پر مبنی ہے، تا کہ اس خوشنما نعرے کی آڑ میں علمائے دیوبند کو جی بھر کر گالیاں دی جاسکیں!!!!

اس کے جواب میں یہ کہنا کہ حنیف قریشی کا فتویٰ اس صورت میں ہے کہ جب تحقیر کی نیت ہو، محض گلو خلاصی ہے، قریشی کے فتوے میں کہیں بھی اس اہم علت جس پر پورے فتوے کی بنیاد ہے مذکور نہیں!!!!

رہی بات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر کی اور اس موقع پر جو لایعنی بحث چھیڑی گئی ہے، اس کا منہ توڑ جواب پڑھنے کیلئے راقم

کی کتاب: ''آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے بجواب آزر کون تھا؟'' ملاحظہ فرمائیں!!

# ترجمہ کنزالایمان میں ایک نحوی خرابی

﴿قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰی نَفْسِیْ﴾ (السبا: آیت ۵۰)

ترجمہ: تم فرماؤ اگر میں بہکا تو اپنے ہی بُرے کو بہکا۔ (کنزالایمان)

اس میں خان صاحب نے ''ماضی'' والا ترجمہ کیا ہے یعنی ''بہکا'' یہ ماضی کا صیغہ ہے، حالانکہ یہ جملہ شرط و جزاء بن رہا ہے، اب یہاں خرابی کیا ہے وہ بھترالوی صاحب سے سنیے:

''یہاں معنیٰ شرط و جزاء ہے، زمانہ استقبال کے لحاظ سے ہی ترجمہ صحیح ہے، ایسا ترجمہ جو ماضی سے متعلق ہو اس سے وہم ہوتا ہے کہ شاید ایسا واقعہ ہوا'' (تسکین الجنان: ص ۱۶۰)

قارئین کرام! خان صاحب کا ترجمہ بقول بھترالوی اس بات کا وہم ڈال رہا ہے کہ یہ بات واقع بھی ہوئی ہے، یعنی یہ ''بہکنا'' معاذاللہ واقعہ بھی ہوا ہے، حالانکہ یہ بات سوچنا بھی حرام ہے تو ترجمہ کنزالایمان کو کنزالایمان کے بجائے بریلوی تحقیقات کی روشنی میں ''کنزالشیطان'' یا ''کترالایمان (ایمان کو کترنے والا)'' کہنا چاہیے!!!!

اس کے جواب میں عاجز آکر یہ کہنا کہ ''بہکا'' مستقبل کا معنیٰ دے رہا ہے، اس ضد ہٹ دھرمی اور جہالت پر آپ کو دور سے سلام، جب یہاں باوجود ماضی کے مستقبل کا معنیٰ دے رہا ہے تو علمائے دیوبند کے تراجم پر اعتراض کیوں؟؟ وہاں اس تاویلی کیڑے نے کیوں نہیں کاٹا کہ مستقبل کا معنیٰ دے سکتا ہے؟

## ایک اور جہالت:

﴿قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ﴾ (المائدہ: آیت ۲۷)

ترجمہ: بولا قسم ہے میں تجھے قتل کروں گا۔ (کنزالایمان)

قارئین کرام! شریعت میں قسم کیلئے الفاظ مقرر ہیں، لیکن خان صاحب کی ٹھوکر کو ملاحظہ فرمائیں کہ لام تاکید اور با نون تاکید ثقیلہ کو قسم سمجھ بیٹھے ہیں، کیا اگر کوئی کہے کہ ضرور بالضرور کل روزہ رکھوں گا لیکن رکھ نہ سکا تو کیا یہ قسم کہلائے گی؟؟ پھر اس کفارہ ادا کیا جائے گا؟؟ ہرگز نہیں، کیونکہ یہ قسم نہیں، مگر خان صاحب کو دیکھئے کہ اس کو قسم بنا کر کیسے امت مسلمہ کا دامن چھوڑ رہے ہیں!!!!

## خان صاحب واقعی جاہلوں کے پیشوا تھے:

اس پر رضاخانیوں نے یہ جواب دیا:

''جہاں تک بات ٹھوکر کھانے کی ہے تو جناب ٹھوکر اعلیٰ حضرت نے نہیں، آپ نے کھائی ہے جو قلتِ علم کے ساتھ اعلیٰ حضرت کے شاہکار ترجمہ کنزالایمان پر اعتراضات شروع کر دیے ہیں، جناب اگر آپ نے جلالین ہی پڑھی ہوتی تو کم از کم اس اعتراض سے پہلے سوچ و بچار ضرور کرتے، وہاں صاف موجود ہے کہ لام قسم کیلئے بھی آتا ہے چنانچہ دیوبندی مترجم اس کا ترجمہ

یوں کرتا ہے (لام قسمیہ) جلالین مع کمالین، ج ۲، ص ۵۶"۔ (کنز الایمان اور مخالفین)

الحمدللہ متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہم کو تو جلالین کیا بڑی بڑی تفاسیر پڑھنے کی بھی کسی سے ضرورت نہیں، البتہ ان جہالتوں پر ہدیہ تبریک پیش کرنے والے اختر رضا خان ازہری جیسے جاہلوں کے جاہل خلیفوں کو ضرور متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہم کے شاگردوں کے شاگردوں کے پاس ابتدائی عربی اور صرف ونحو کا سبق پڑھنا چاہیئے تا کہ ان مسائل کو سمجھ سکو۔

جلالین یا کمالین میں کہیں بھی **لاقتلن** میں لام کو لام قسمیہ نہیں کہا گیا، یہ رضا خانیوں کا جدّی پشتی دجل وفریب ہے، جو وہ اعلیٰ حضرت سے وراثت میں لئے چلے آ رہیں، بلکہ وہاں بھی لام تاکید کا ہی ترجمہ کیا گیا ہے:

"میں یقیناً تجھے قتل کر ڈالوں گا"۔ (کمالین، ج ۲، ص ۵۶)

کمالین میں **لئن بسط الی** پر لام کو لام قسم کہا گیا ہے۔ جو کہ دراصل "**لام موطئة**" کہلاتا ہے۔ اسے "**لام موذنة**" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اصل میں لام قسم نہیں ہوتا، بلکہ لام ابتدائیہ ہوتا ہے، یہ عموماً ادوات شرط پر داخل ہوتا ہے اور یہ بتلانے کیلئے آتا ہے کہ یہاں قسم شرط نہیں بلکہ قسم مقدر ہے اور یہ لام اس پر دلیل ہے، گویا اس قسم کیلئے موطیہ ہے، اسی وجہ سے اس کو بھی لام قسم سے تعبیر کر دیا جاتا ہے، چند حوالے ملاحظہ ہوں:

**القسم السابع: اللام الموطئة. وهي الداخلة على أداة الشرط، في نحو: والله لئن أكرمتني لأكرمنك. فإن كان القسم مذكوراً لم تلزم. وإن كان محذوفاً غالباً، نحو " لئن أخرجوا لا يخرجون معهم ".**

**وقد تحذف، والقسم محذوف، نحو " وإن لم ينتهوا عما يقولون ليمسن "، " وإن لم تغفر لنا، وترحمنا، لنكونن ".**

**وقيل: هي منوية في نحو ذلك. وإنما سميت هذه اللام موطئة، لأنها وطأت للجواب. وتسمى أيضاً: المؤذنة. وقولهم: إنها موطئة للقسم، فيه تجوز.**

**وإنما هي موطئة لجواب القسم. وأكثر ما تكون مع إن الشرطية، كما تقدم. وقد تدخل على غيرها، من أدوات الشرط. ومن ذلك قراءة غير حمزة " لما آتيتكم، من كتاب، وحكمة "، وقول الشاعر: لمتى صلحت ليقضين لك صالح ... ولتجزين، إذا جزيت، جميلا وذكر ابن جني في سر الصناعة أن إذ قد شبهت ب إن فأدخلت عليها اللام الموطئة، في قول الشاعر: غضبت علي لأن شربت بجزة ... فلإذ غضبت لأشربن بخروفوقد يجاء ب لئن بعد ما يغني عن الجواب، فيحكم بزيادة اللام. كقول عمر بن أبي ربيعة: ألمم بزينب، إن البين قد أفدا ... قل الثواء، لئن كان الرحيل غدا. (الجنة الداني في حروف المعاني)**

**اللَّامُ المُوطِئَةُ للقَسَمِ: وهي الدَّاخلةُ على أَدَاةِ الشَّرطِ "إن" غَالِباً، (وقد تدخل على غيرها**

من أدوات الشرط من ذلك قراءة غير حمزة {لما أتيتكم من كتاب وحكمة} وقول الشاعر: لَمَتَى صلَحت لَيُقضين لك صالحٌ * ولتجزينَّ إذا جزيت جميلا)، إيذاناً بأنّ الجواب بعدها مبنيٌّ على قَسَمٍ قبلَها لا عَلَى الشَّرْطِ نحو: ﴿لَئِن أُخرِجُوا لا يخرُجُون مَعَهُمْ ولَئِن قُوتِلُوا لا يَنصُرونَهُمْ﴾ (الآية ۱۲من سورة الحشر ۵۹) . ثمّ إن كان القَسَمُ مَذْكوراً لم تَلزَم اللّامُ مثل "والله إنْ أكرمتَني لأُكرِمَنَّكَ" . وإن كانَ القَسَمُ محذُوفاً لزمت غالِباً. وقد تُحذَفُ والقَسَمُ محذُوفٌ نحو: ﴿وإنْ لمْ يَنتَهُوا عمّا يقُولونَ لَيَمَسَّنَّ﴾ (الآية ۷۳ من سورة المائدة ۵). ﴿وإنْ لمْ تَغفِرْ لَنَا وتَرْحَمنا لَنَكُونَنَّ مِنَ الخَاسِرِين﴾ (الآية ۲۳ من سورة الأعراف ۷) وقيل هي مَنوِيَّة في نحو ذلك . (الكتاب : معجم القواعد العربية)

واللام المُوَطِّئَةُ للقسم، وهي التي تدخلُ على أداةِ شرطٍ للدلالة على أن الجوابَ بعدَها إنما هو جوابٌ لقسمٍ مُقدَّرٍ قبلَها، لا جواب الشرطِ نحو "لَئِنْ قُمتَ بواجباتِكَ لأُكرمنَّكَ". وجوابُ القسم قائمٌ مَقامَ جوابِ الشرط ومُغنٍ عنهُ. (جامع الدروس العربية)

(وَاللَّامُ الْمُوَطِّئَةُ) لِلْقَسَمِ أَيْ: الْمُؤَكِّدَةُ لَهُ. (المغرب)

یہ تھی وہ حقیقت جسے یہ جاہل اپنی جہالت کی وجہ سے سمجھ نہیں پایا اور **لا قتلن** کے لام تاکید کو بھی لام قسم بنا بیٹھا، عربی عبارت کا ترجمہ ہم جان بوجھ کر نہیں کررہے ہیں، تاکہ معترض کو اپنی علمی اوقات کا مزید علم ہو جائے کہ جو ایک عربی عبارت کا ترجمہ خود نہیں کرسکتا، اسے آج ان مسائل پر لب کشائی کرتے ہوئے حیا نہیں آتی؟؟ الحمدللہ متکلم اسلام تو بعد کی بات ہے ان کا یہ ادنیٰ خادم صرف جلالین کے ایک لام پر کئی کتب کا مطالعہ رکھتا ہے۔

ان جہالتوں پر پھر یہ لوگ بے شرمی کی انتہاء کرتے ہوئے کہتے ہیں، ہم نے تو جواب دے دیا، اب کسی دیوبندی میں جواب دینے کی ہمت نہیں......شرم......شرم......شرم......

## ایک اور جہالت:

﴿مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ﴾ (المائدہ: آیت ۶۰)

ترجمہ: وہ جس پر اللہ نے لعنت کی اور اس پر غضب فرمایا اور ان میں سے کر دیے بندر اور سور اور شیطان کے پجاری۔ (کنزالایمان)

اعلیٰ حضرت نے یہاں یہ ٹھوکر کھائی کہ "عبد" کو اسم سمجھ کر اس کا ترجمہ اسم والا کیا اور اس کو مضاف سمجھا اور پھر اس کو معمول **جعل** کا بنایا جس کا مطلب صاف سمجھ آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بندر، سور اور شیطان کا پجاری بنا دیا معاذ اللہ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔

**عبد الطاغوت** جو جملہ ہے یہ "**جعل**" کا معمول نہیں بلکہ اس کا "**جعل**" پر "عطف" ہے اور مطلب یہ ہے:

"جن لوگوں کا اللہ کے ہاں بدترین درجہ ہے ان میں پہلا طبقہ وہ ہے جس پر اللہ نے لعنت کی، دوسرا جس پر اللہ نے غضب کیا، تیسرا جن کو بندر اور خنزیر بنا دیا اور چوتھا طبقہ وہ ہے جنہوں نے شیطان کی عبادت کی"۔

اب دیکھئے اور اعلیٰ حضرت کی اس تحریفِ قرآن پر ان کو داد دیجئے اور یقین جانئے کہ تحریفِ قرآن کے سلسلے میں خان صاحب نے اپنے سے پہلوں کو بالکل مات دیدی ہے۔

اس مضبوط علمی گرفت کا کوئی جواب فریق مخالف سے نہ بن پڑا، تفسیر حقانی ج ۲ ص ۲۸۸، تفسیر معالم العرفان ج ۶ ص ۲۹۴، کا نقل کر دیا کہ وہاں بھی ایسا ہی ترجمہ ہے حالانکہ یہ صریح جہالت ہے، وہاں ترجمہ بالکل صاف اور قاعدے کے مطابق یوں ہے:

اور وہ لوگ جنہوں نے شیطان کو پوجا (حقانی)

اور جنہوں نے شیطان کی پوجا کی۔ (معالم)

یہ ترجمہ بالکل بے غبار ہے، رضاخانی کیونکہ صرف ونحو سے نابلد ہیں، اس لئے دونوں ترجموں میں کوئی فرق نہیں کر پا رہے ہیں، پھر بھی گلہ کرتے ہیں کہ خان صاحب بریلویوں کو جاہلوں کا پیشوا کہنا یہ دیوبندیوں کا پروپیگنڈا ہے!!!!

## شانِ الوہیت کے خلاف ایک اور ترجمہ!

﴿إِنَّ اللهَ لَا يَسْتَحْيِي﴾ (البقرۃ: آیت ۲۶)

ترجمہ: بے شک اللہ اس بات سے حیاء نہیں فرماتا۔ (کنز الایمان)

قارئین کرام! علامہ کاظمی لکھتے ہیں کہ:

''**یستحی** حیاء سے ماخوذ ہے حیاء کے معنیٰ ہیں انقباضِ نفس کے باعث کسی کام کو ترک کر دینا اللہ تعالیٰ انقباضِ نفس سے پاک ہے، اس لئے یہاں **یستحی** کے معنیٰ ہیں **لا یترك** (ترک نہیں فرماتا)''۔ (التبیان مع البیان: ص ۸۷)

تو کاظمی صاحب کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہاں حیاء کا ترجمہ کرنا درست نہیں، جبکہ خان صاحب بریلوی نے حیاء ہی ترجمہ کیا ہے جس کو کاظمی صاحب نے جرأت و دلیری سے رد کر دیا۔

اپنے ہی گھر سے کنز الایمان کی اس گرفت پر رضاخانی ہکابکا رہ گئے اور کوئی جواب بن نہ پڑا سوائے اس کہ:

''کاظمی صاحب نے کہیں بھی اس کو غلط نہیں کہا بلکہ حیاء نہ فرمانے کی تشریح کی ہے''۔

جی بالکل! ہری عینک پہنے آدمی کو ہر شے ہری ہی نظر آئے گی، کاظمی صاحب کہہ رہے ہیں کہ حیاء کرنے کے معنیٰ ہیں ''انقباضِ نفس'' سے کسی شے کو ترک کر دینا اور فریقِ مخالف کہتا ہے کہ یہ غلط تو نہیں یعنی بقول کاظمی خان صاحب نے جو اللہ کی طرف حیاء یعنی ''انقباضِ نفس'' کی نسبت کی ہے وہ غلط تھوڑی ہے، تف ہے اس اندھی تقلید اور ابو جہلی ضد پر! یہ ہیں کنز الایمان کے کرشمہ کہ اس کو پڑھنے والا رضاخانی ''مجسمہ ومشبہ'' بن رہا ہے، یعنی جس طرح انسان انقباضِ نفس کی وجہ سے کوئی شے ترک کر دیتا ہے، یہی صفت اللہ میں بھی ہے، معاذ اللہ تعالیٰ!!

## ترجمہ کنز الایمان نبی کریم ﷺ کی شان کے لائق نہیں!

﴿وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ ۔۔الآیہ﴾ (الشوریٰ: آیت ۱۵)

ترجمہ: اور ان کی خواہش پر نہ چلو۔ (کنز الایمان)

خان صاحب بریلوی نے اس ترجمہ میں نبی پاک ﷺ کے لیے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں، یعنی آپ کافروں کی خواہش پر نہ چلو، بھترالوی صاحب باقی مترجمین پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''﴿**ولئن اتبعت اھواءھم**﴾ (البقرۃ) میں باقی مترجمین نے نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی ہے، نبی کریم کا کافروں کی تابعداری کرنا کیسے متصور ہے؟؟ جبکہ انبیاء کرام معصوم ہیں، حقیقت یہی ہے کہ اس سے مراد نبی کریم ﷺ نہیں بلکہ آپ کی امت ہے، یا تو خطاب ہر اس شخص کو ہوگا جو خطاب کا اہل ہے یا خطاب تو سید الانبیاء کو ہے لیکن مراد آپکی امت ہی ہے، بہرحال! دونوں صورتوں میں ترجمہ میں ''اے سننے والے'' الفاظ کا لانا ضروری ہوا، تا کہ یہ اشتباہ ہی نہ رہے کہ یہ خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے اور آپ کی شان کے لائق نہیں، جبکہ آپ کسی قسم کے گناہ کے مرتکب نہیں ہوسکتے تو کیسے ممکن ہے آپ کو کفار کی خواہشات کی تابعداری کرنا''۔ (تسکین الجنان: ص ۱۵۸)

بھترالوی صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس قسم کی بات سے کہ نبی کو کافروں کی اتباع سے روکا جائے، یہ شک پڑتا ہے کہ شاید یہ ممکن ہے، تبھی تو نبی ﷺ کو روکا جارہا ہے، اس لیے ''اے سننے والے وغیرہا'' الفاظ کا اضافہ ضروری ہے تا کہ یہ اشتباہ نہ رہے، مگر بھترالوی صاحب ایک جگہ کے ترجمہ کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے بھول گئے کہ خان صاحب نے کئی جگہ ان الفاظ کی رعایت نہیں رکھی اور وہ مقامات بقول بھترالوی تحقیق کے شانِ مصطفیٰ ﷺ کے خلاف ہیں، سورہ شوریٰ آیت نمبر 15 میں کوئی ''اے سننے والے'' کا اضافہ نہیں تو جب یہ الفاظ لانے ضروری تھے اور خان صاحب نہیں لائے تو خان صاحب نے بقول آپ کے ٹھوکر کھائی، شاباش بھترالوی صاحب! خوب ضرب لگائی خان صاحب پر!!!!

## ناموسِ رسالت ﷺ کے خلاف ترجمہ!

بھترالوی صاحب لکھتے ہیں:

''وجہ فرق آوے، آئے، اور تشریف لائے، میں ثابت ہے، ہر ذی شعور کے فہم وادراک سے بعید نہیں کہ تشریف لائے جس طرح ادب واحترام پر دال ہے اسی طرح ''آوے'' میں کیسے ادب واحترام؟؟'' (تسکین الجنان: ص ۱۰۷)

بھترالوی صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے ''آئے'' یا ''آوے'' وغیرہ کے الفاظ میں ادب و احترام نہیں، جیسے ''تشریف لائے'' میں ادب واحترام ہے، ہم کہتے ہیں بھترالوی صاحب بہت اچھا اس فتوے کو سنبھال کر رکھیں، کیونکہ یہ فتویٰ کچھ ہی دیر میں آپ کے امام و مقتدا احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ پر لگنے والا ہے، ملاحظہ ہو:

(۱) اور بے شک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے۔ (کنز الایمان: سورہ مائدہ: آیت ۳۲)

(۲) تم فرمادو مجھ سے پہلے بہت رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور یہ حکم لے کر آئے۔ (کنز الایمان: سورہ آل عمران آیت ۱۸۳)

(۳) اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر اس سے ہنسی کرتے ہیں۔ (کنز الایمان سورہ الحجر آیت ۱۱)

(۴) جب کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا انھوں نے اسے جھٹلایا۔ (کنز الایمان: سورہ مومنون: آیت ۴۴)
(۵) جب ان کے پاس کوئی رسول آتا تو اس سے ٹھٹھا ہی کرتے ہیں۔ (کنز الایمان سورہ یٰسین: آیت ۳۰)
(۶) جب رسول ان کے آگے پیچھے پھرتے ہیں۔ (کنز الایمان: حٰم سجدہ: آیت ۱۴)
(۷) بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا۔ (کنز الایمان: سورہ مائدہ آیت ۱۵)

بھترالوی صاحب! وہ عزت، اکرام و احترام جس کا عوام میں کمائی کے لیے اظہار کیا جاتا ہے، وہ سب آپ کے اعلیٰ حضرت یہاں بھول گئے؟؟؟؟

القصہ! لفظ ''تشریف لائے'' کی جگہ آئے'' بلکہ'' آیا'' استعمال کیا تو خان صاحب نے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والتسلیمات کے لیے'' آیا'' کا لفظ استعمال کیا، ہم بھترالوی صاحب سے گذارش کریں گے کہ آپ میں اتنی اخلاقی جرأت ہے کہ اپنا ہی فتویٰ احمد رضا خان صاحب کی قبر پر داغیں؟؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو یہ منافقت کہ ہم عاشقانِ رسول ﷺ ہیں چھوڑ دو اور اعلان کرو کہ ہم صرف نام کے عاشق ہیں!!!!

اس کے جواب میں رضاخانی کہتے ہیں کہ بھترالوی نے لفظ'' آوے'' پر اشکال وارد کیا ہے'' آئے'' پر نہیں، واقعی یہ رضاخانی ضد اور ہٹ دھرمی میں ابو جہل سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں، پہلے تو میرا ان سے سوال ہے کہ یہ'' آئے'' گستاخی نہیں اور'' آوے'' گستاخی ہے کہاں لکھا ہوا ہے؟؟ یہ گستاخی کے اصول کیا بریلی کے گھر کی لونڈی ہے کہ جہاں چاہا بھیج دی؟؟

ثانیاً بھترالوی کا اعتراض'' آئے، آوے، آیا'' ان سب پر ہے، وہ یہ کہنا چاہ رہا ہے کہ یہ انداز تخاطب عامیانہ ہے، جب نبی کا ذکر ہو تو اس کے ساتھ'' تشریف'' کا لفظ لگایا جائے۔ بھترالوی کی عبارت اس طرح ہے:

''وجہ فرق آوے، آئے، اور تشریف لائے، میں ثابت ہے''

دیکھیں:'' آوے، آئے''، کے بعد خود'' اور'' کے ذریعہ عطف لاتے ہیں اور آگے'' تشریف لائے'' ذکر کرتے ہیں یعنی'' آوے، آئے'' یہ نبی کے مناسب نہیں بلکہ اس کے ساتھ'' تشریف'' کا لفظ لگایا جائے!!!!

پھر بھترالوی نے اس مقام پر جن دیوبندی مترجمین کو پیش کیا، اس سب میں'' آئے'' لفظ ہے، حتی کہ مودودی کے ترجمہ میں بھی آوے نہیں، جب بھترالوی نے اس مقام پر'' آئے'' والے ترجمہ پیش کئے، جس سے اس کی مراد بالکل واضح ہوگئی کہ اس کا اعتراض خاص'' آئے'' اور اس جیسے الفاظ جو بنا'' تشریف'' کے ذکر کئے جائیں پر ہے اور ہم نے خان صاحب کا ترجمہ ماقبل میں پیش کر دیا کہ خان صاحب بھی اس میں ملوث ہیں!!!!

## کنز الایمان سے قرآن کا حقیقی مفہوم سمجھ نہیں آتا!

مولوی بھترالوی صاحب لکھتے ہیں:

''یہاں ﴿**والموتی یبعثھم اللہ**﴾ میں الموتی سے مراد کفار ہیں نہ کہ مطلقاً مردے، کیونکہ مردہ کا اطلاق فوت شدہ پر ہوتا ہے اور وہ عام ہے، مومن کافر سب کو شامل ہے اسی وجہ سے اگر ترجمہ کیا جائے مردوں کو اللہ زندہ کرے گا تو قرآن پاک کا حقیقی

مفہوم سمجھ میں نہیں آتا یہی سمجھا جائے گا کہ یہاں صرف قیامت اور تمام فوت شدہ زندہ کرنے کا ذکر ہے حالانکہ یہ مقصد ہی نہیں، بلکہ مقصود کفار کو اٹھانا مراد ہے، جب یہ ترجمہ کیا جائے گا کہ ان مردہ دلوں کو اللہ اٹھائے گا اب مقصد واضح ہوگا کہ مردہ دل تو کفار ہی ہیں وہی مراد ہونگے، جبکہ قرآن پاک نے اس مقام پر کفار کے اٹھانے کا ہی ذکر کیا ہے تو وہی ترجمہ مقبول ہوگا جو مقصد کے مطابق ہو"۔ (تسکین الجنان: ص ۱۳۸)

بھتر الوی صاحب نے ایک جگہ کے ترجمہ کو اٹھاتے ہوئے کنزالایمان کے کئی جگہوں کے ترجمہ کو غیر مقبول بنا دیا، کیونکہ 'الموتی'' کا لفظ تو کئی جگہ استعمال ہوا ہے اور کئی جگہ مراد مردہ دل یعنی کفار ہیں، لیکن خان صاحب نے وہاں ترجمہ ''مردے'' کیا ہے، جو کہ بھتر الوی صاحب کی تحقیق کی روشنی میں چونکہ مقصود سے دور ہے اس لیے غیر مقبول ہے۔ اور اس سے قرآن مقدس کا حقیقی مفہوم سمجھ نہیں آتا، اب ملاحظہ فرمائیں کہ خان صاحب نے کہاں کہاں 'الموتی'' سے مراد تو کفار تھے مگر ترجمہ کیا ''مردے'':

(۱) بے شک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے۔ (کنزالایمان: النمل: آیت ۸۰)

مولوی نعیم الدین مراد آبادی اس آیت کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''مردوں سے مراد یہاں کفار ہیں''۔

(۲) اس لیے کہ تم مردوں کو نہیں سناتے۔ (کنزالایمان: الروم: آیت ۵۲)

(۳) اور برابر نہیں زندے اور مردے۔ (کنزالایمان: الفاطر: آیت ۲۲)

مراد آبادی صاحب لکھتے ہیں:

''یعنی مومنین اور کفار یا علماء اور جاہل''۔

(۴) اور تم نہیں سناتے ہو انہیں جو قبروں میں پڑے ہیں۔ (کنزالایمان: الفاطر: آیت ۷)

مراد آبادی صاحب لکھتے ہیں:

''یعنی کفار کو۔ اس آیت میں کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے''۔

## مؤنث کی جگہ مذکر ترجمہ:

﴿وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ﴾ (تکویر: آیت ۱۲)

ترجمہ: اور جب جہنم بھڑکایا جائے...... (کنزالایمان)

خان صاحب نے یہاں جہنم کو مونث کی جگہ مذکر بنا دیا ''بھڑکائی جائی گی'' کی جگہ ''بھڑکایا جائے گا'' کا ترجمہ کر دیا، یاد رہے کہ کئی جگہ خان صاحب نے اس کو مونث بھی ذکر کیا ہے۔

(۱) ﴿يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ﴾ (ق: آیت ۲۹)

ترجمہ: جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے کیا تو بھر گئی۔ (کنزالایمان)

(۲) ﴿وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ﴾ (النزعات: آیت ۳۶)

ترجمہ: اور جہنم ہر دیکھنے والے پر ظاہر کر دی جائیگی۔ (کنزالایمان)

اب یا تو جہنم کو یہ مونث بنانا غلط ہے یا اس کو مذکر بنانا غلط ہے، فیصلہ فرقہ بریلویہ کے ہاتھ میں ہے کہ وہ کس کو صحیح کس کو غلط قرار دیتا ہے۔

رضاخانیوں نے یہاں دجل وفریب کی انتہاء کرتے ہوئے لکھا:

''گھمن صاحب اس جگہ انتہائی دجل سے کام لیتے ہوئے غلط ترجمہ نقل کر کے اعتراض کیا، جبکہ صحیح ترجمہ ہے'' اور جب جہنم کو بھڑکایا جائے'' مگر گھمن صاحب نے نقل کیا'' اور جب جہنم بھڑکایا جائے''۔ یہ گھمن صاحب کا دجل وفراڈ ہے''۔

دجل وفراڈ گھمن صاحب کا نہیں بلکہ ازہری میاں کے گماشتوں کا ہے، ہمارے پاس دارالعلوم امجدیہ کا کنزالایمان مع خزائن العرفان ہے وہاں ترجمہ وہی ہے جو نقل کیا گیا، اسی طرح ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے مطبوعہ میں بھی یہی ترجمہ ہے۔

## ترجمہ کنزالایمان درست نہیں:

بعض آیات ایسی ہیں کہ مترجمین ان کے شروع میں ''بالفرض والمحال، اے سننے والے، اے مخاطب وغیرہا الفاظ استعمال کرتے ہیں مولوی بھترالوی کہتے ہیں کہ:

''اس قسم کی زیادتی کے بغیر ترجمہ کرنا درست ہی نہیں''۔ (تسکین الجنان: ص ۱۵۴، ۱۳۴، ۱۲۵، ۱۱۷)

لیکن شاید مولوی صاحب کو معلوم نہیں کہ خان صاحب بریلوی نے کئی جگہ یہ کام نہیں کیا، فلہٰذا بھترالوی تحقیق کے مطابق یہ ترجمہ غلط ٹھہرا، چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

(1) ﴿وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (یونس: آیت ۱۰۵، انعام: آیت ۱۴، عنکبوت: آیت ۸۷)

ترجمہ: اور ہرگز شرک کرنے والوں میں نہ ہونا......۔ (کنزالایمان)

ان تینوں جگہ تقریباً ایک ہی معنیٰ کیا ہے۔

(2) ﴿فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ﴾ (یونس: آیت ۱۰۶)

ترجمہ: پھر اگر ایسا کرے تو اس وقت تو ظالموں سے ہوگا۔ (کنزالایمان)

(3) ﴿فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَافِرِينَ﴾ (عنکبوت: آیت ۸۶)

ترجمہ: تو تم ہرگز کافروں کی پشتی نہ کرنا۔ (کنزالایمان)

(4) ﴿وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ﴾ (شوریٰ: آیت ۱۵)

ترجمہ: اور ان کی خواہشوں پر نہ چلو...... (کنزالایمان)

(5) ﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ﴾ (شعراء: آیت ۲۱۳)

ترجمہ: تو اللہ کے سوا دوسرا خدا نہ پوج۔ (کنزالایمان)

(6) ﴿إِذًا لَّأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ﴾ (بنی اسرائیل: آیت ۷۵)

ترجمہ: اور ایسا ہوتا تو ہم تم کو دونی عمر اور دو چند موت کا مزہ دیتے، پھر تم ہمارے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پاتے۔ (کنزالایمان)

(7) ﴿وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ﴾ (انفال: آیت ۲۰۵)

ترجمہ: اور غافلوں میں نہ ہونا۔ (کنزالایمان)

(8) ﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا﴾ (سورہ کہف: آیت ۲۸)

ترجمہ: اور اس کا کہانہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا۔ (کنزالایمان)

چونکہ ان آیات کی نسبت آنحضرت ﷺ کی طرف ہے اس لیے ان کے شروع میں بھترالوی صاحب کی تحقیق کے مطابق "اے مخاطب، اے سننے والے" وغیرہما الفاظ لانے ضروری تھے، لیکن خان صاحب نہ لائے تو ان (8) عدد آیات کا ترجمہ خان صاحب کا غلط ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے اکیلے بھترالوی صاحب ہی کی یہ تحقیق نہیں بلکہ اس پر تین بریلوی اکابر کے دستخط اور تقریظات موجود ہیں یعنی:

(۱) مولوی اشرف سیالوی

(۲) مولوی عبدالحکیم شرف قادری

(۳) مولوی گل احمد عتیقی

مولوی گل محمد عتیقی شیخ الحدیث دارالعلوم نعمانیہ لاہور اس کتاب کے متعلق کہتے ہیں:

"فاضل اجل حضرت علامہ مولانا عبدالرزاق چشتی مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی نے آیات کثیرہ کے تراجم کے ساتھ تفسیری مضامین کو بھی بیان فرمادیا ہے، جس سے تراجم کو چار چاند لگ گئے ہیں"۔ (تسکین الجنان فی محاسن کنزالایمان: ص ۱۲، ضیاء العلوم پبلی کیشنز راولپنڈی)

مولوی عبدالحکیم شرف قادری لکھتا ہے:

"مولانا عبدالرزاق بھترالوی جامعہ رضویہ ضیاء العلوم ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی کے مدرس ہیں اور علمی ذوق سے سرشار ہیں، ان کی یہ پہلی تحریری کوشش ہے جو لائق تبریک وتحسین ہے"۔ (تسکین الجنان: ص ۱۵)

اور مولوی اشرف سیالوی لکھتا ہے:

"مکتوب گرامی ملا یاد آوری کا شکریہ، جناب نے بہت مستحسن قدم اٹھایا ہے اور جیسے کہ چند مقامات کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے آپ نے خوب معتدل انداز اور مہذب پیرائے میں اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کی موزونیت اور معنوی عظمت ثابت کی۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ دوسرے حضرات کے متعلقین انصاف اور دیانت سے کام لیتے اور اس ترجمہ سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے اپنے بزرگوں کے تراجم درست کر لیتے اور آپ کی ذات سراپا کمال کی علمی فوقیت و برتری کا اعتراف کرتے، مگر برا ہو حسد اور تعصب کا کہ وہ کمال وحسن کو بھی نقصان اور قبح بنا دکھاتا ہے اور برا ہو ضد وعناد کا کہ وہ حق کے اعتراف وتسلیم کی طرف کبھی بھی مائل نہیں ہونے دیتا"۔ (تسکین الجنان: ص ۱۶)

سیالوی صاحب ہوش میں آئیں، ترجمہ کنزالایمان کو خود آپ کے علماء نے رد کر دیا ہے، اب ہم آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ ضد وعناد اور تعصب کو چھوڑ کر ان غلط مقامات کو درست کریں اور حق کی طرف مائل ہو کر اعلان کریں کہ واقعی ترجمہ کنزالایمان اردو تراجم میں غلط

ترین ترجمہ ہے اور ہمارے اعلیٰ حضرت نے کئی جگہ ٹھوکریں کھائی ہیں!!!!

## غلط ترجمے کی ایک اور مثال:

﴿قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ﴾ (کہف: آیت ۷۶)

ترجمہ: کہا اس کے بعد میں تم سے کچھ پوچھوں تو پھر میرے ساتھ نہ رہنا۔ (کنزالایمان)

جبکہ تقریباً سب بریلوی مترجمین نے اس کو رد کرتے ہوئے ترجمہ یوں کیا:

کاظمی، غلام سرور قادری، مفتی محمد حسین نعیمی، ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے ترجمہ کیا:

''تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا''۔ا (لبیان، عمدۃ البیان، آسان ترجمہ قرآن)

عزیز احمد قادری، عبدالمقتدر بدایونی، سعیدی، پیر کرم شاہ نے ترجمہ یوں کیا:

''تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں''۔ (ترجمہ قادری، حاشیہ ترجمہ قادری، تبیان القرآن، ضیاء القرآن)

مفتی مظہر اللہ دہلوی لکھتے ہیں:

''پھر مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا''۔ (مظہر القرآن: ج ا: ص ۸۹۱)

مفتی اقتدار خان لکھتے ہیں:

''تو تم مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھنا''۔ تفسیر نعیمی: ج ۱۶: ص ۳)

غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کو نہایت سختی اور تاکید کے ساتھ تنبیہ کی۔''

پھر آگے لکھتے ہیں:

''اور استاذ کا بہت زیادہ ادب و احترام کرنے والے تھے''۔ (تبیان القرآن: ج ۷: ص ۱۸۱)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام استاد ہیں، انہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر سختی کی، اب آپ سوچیے کہ بھلا شاگرد یہ کہہ سکتا ہے کہ آپ میرے ساتھ نہ رہنا، بلکہ شاگرد تو ادب و احترام سے وہ کہہ سکتا ہے جو 10 عدد بریلویوں نے لکھا تو اعلیٰ حضرت کا ترجمہ عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے، نقل کے اس لیے کہ یہ کوئی ثلاثی مجرد نہیں کہ اس کا معنیٰ یہ کیا جائے جو خان صاحب نے کیا، پھر یہ جمہور امت سے ہٹ کر ترجمہ ہے اس لیے بھی قابل رد ہے، اعلیٰ حضرت کے ماننے والے یہاں ایک تاویل بھی کرتے ہیں کہ ایک قراءت میں **فلا تصحبنی** بھی ہے تو پھر اس صورت میں معنیٰ درست ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جو قراءت لکھی ہے ترجمہ بھی اس کے مطابق ہونا چاہیے، جیسا کہ کئی دیگر مقامات پر دوسری قراءتیں بھی ہیں، لیکن وہاں تو ان قراءتوں کا خیال نہیں کیا گیا تو یہاں کیوں؟؟ اور اگر کرنا ہی تھا تو پھر اس قرأت کا ترجمہ کرتے جو لکھی پھر دوسری کا بھی کر دیتے، ہمارا غالب گمان ہے کہ خان صاحب کو اس قراءت کا پتہ ہی نہیں تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ خان صاحب نے ترجمہ کیا ہی اس بنیاد پر تھا کہ پچھلے مترجمین و مفسرین کی کتابوں سے کسی قسم کا کوئی استفادہ نہیں کیا اور دوپہر کو قیلولے کے وقت فی

البد یہہ ترجمہ کروانے والے کا یہی حشر ہوتا ہے!!!!

## کنزالایمان میں ڈبل ترجمے کی چند مثالیں

فاضل بریلوی نے کئی جگہ کنزالایمان میں ڈبل ڈبل ترجمہ کیا ہے، اس کی وجہ شاید یہی ہے فاضل بریلوی کو اپنے علم پر اعتماد نہیں اور ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کسی ترجمہ، تفسیر سے استفادہ تو کیا نہیں تو پھر تشکیک کا شکار ہونا لازمی امر ہے، ڈبل ترجمے کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

(1) ﴿اِهْبِطُوْا مِصْرًا﴾ (البقرہ: آیت ۶۱)

میں مصر کا ڈبل ترجمہ کیا ہے "مصر یا کسی شہر"۔

(2) ﴿وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ﴾ (البقرۃ: آیت ۷۸)

امانی کا ترجمہ ڈبل کیا ہے۔

"زبانی پڑھ لینا یا کچھ اپنی من گھڑت"۔

(3) ﴿وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ (البقرۃ: آیت ۱۴۳)

شھیدا کا معنیٰ ڈبل کیا "نگہبان و گواہ"۔

حالانکہ قرآن کہتا ہے کہ

﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا﴾ (الشوریٰ: آیت ۴۸)

ترجمہ: تو اگر وہ منہ پھیریں تو ہم نے تمہیں ان پر نگہبان نہیں بنا کر بھیجا"۔

ادھر قرآن مطلقاً نگہبان ہونے کا انکار کر رہا ہے اور اعلیٰ حضرت قرآن کی مخالفت پر اترتے ہوئے اس کا اثبات کر رہے ہیں۔

(4) ﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ﴾ (البقرۃ: آیت ۱۴۷)

ترجمہ: حق ہے تیرے رب کی طرف سے یا حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہو"۔

یہاں بھی "یا" لگا کر دو دو ترجمے کیے۔

(5) ﴿لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا﴾ (البقرۃ: آیت ۲۳۳)

ترجمہ: ماں کو ضرر نہ دیا جائے اس کے بچے سے اور نہ اولاد والے کو اس کی اولاد سے یا ماں ضرر نہ دے اپنے بچے کو اور نہ اولاد والد اپنی اولاد کو"۔

یہاں بھی ڈبل ڈبل ترجمہ کی روایت کو برقرار رکھا گیا۔

(6) ﴿وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ﴾ (البقرۃ: آیت ۲۸۲)

ترجمہ: نہ کسی لکھنے والے کو ضرر دیا جائے نہ گواہ کو یا نہ لکھنے والا ضرر دے نہ گواہ۔

(7)﴿القمل﴾ (اعراف: آیت ۱۳۳)
ترجمہ: گھن یا کلنی یا جوئیں۔
یہاں ڈبل کی جگہ ترجمہ ٹرپل ہوگیا،واہ رے بریلی کے خان! تیرے انداز ہی نرالے ہیں!!!!
اس کے جواب میں رضاخانی کہتے ہیں کہ بعض اوقات مترجمین ترجمہ میں ایک سے زائد اقوال کو جگہ دیتے ہیں۔
جب خان صاحب کو دیگر مترجمین کے ساتھ ہی ملانا ہے تو خان صاحب کی خصوصیت کیا ہوگئی؟؟ پھر خان صاحب کا یہ ترجمہ آپ کے ہاں صرف ترجمہ نہیں،بلکہ تفسیری ترجمہ ہے اور تفسیر معتبرہ وراجحہ پر خان صاحب کی گہری نظر تھی۔(معارف کنزالایمان ص ۶)......تو اب خان صاحب کو یہاں راجح تفسیر کے مطابق ہی کوئی لفظ و ترجمہ لانا چاہیئے تھا،ان مختلف اقوال کو جمع کرکے تو تشکیک پیدا کی جارہی ہے اور صحیح وضعیف میں کوئی امتیاز نہیں کیا جارہا ہے!!!!
اور لیجئے یہ حوالہ پڑھیں اور شرم کے مارے کہیں ڈوب مریں:
''جن میں ایک سے زیادہ معانی ومفہوم کا احتمال تھا یا مختلف الجہات تفسیروں کے حامل تھے،ان کا ترجمہ ایسے جامع الفاظ میں کیا جو سب پر منطبق ہوسکتے ہیں''۔(معارف رضا کا کنزالایمان نمبر ص ۴۲)
کنزالایمان کا ڈبل بلکہ ٹرپل ترجمہ کیا اس دعوے پر لعنت نہیں بھیج رہا؟؟؟؟

# غیر فصیح الفاظ کا استعمال

(۱)﴿اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا﴾ (البقرہ: آیت ۲۵۹)
ترجمہ: یا اس کی طرح جو گذرا ایک بستی پر اور وہ ڈھئی پڑی تھی اپنی چھتوں پر۔(کنزالایمان)
''ڈھئی پڑی'' کے بجائے ''گری پڑی ہوئی تھی'' کیا جاتا تو اچھا تھا۔
(۲)﴿فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ (مائدہ: آیت نمبر ۲۶)
ترجمہ: تو تم ان بے حکموں کا افسوس نہ کھاؤ...... افسوس نہ کھاؤ کی جگہ افسوس نہ کرو فصیح ہے۔
(۳)﴿وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا﴾ (اعراف آیت نمبر ۱۴۶)
ترجمہ: اور گمراہی کا راستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو موجود ہوجائیں۔(کنزالایمان)
اگر اس کی جگہ یہ ہوتا کہ ''اس پر چلنے لگ جائیں'' تو فصیح ہوتا۔
(۴)﴿اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ﴾ (ہود: آیت نمبر ۳۷)
ترجمہ: وہ ضرور ڈوبائے جائیں گے۔(کنزالایمان)
اگر یہ ہوتا کہ ''ضرور غرق کیے جائیں گے'' تو فصیح تھا۔
(۵)﴿يٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ﴾ (ہود: آیت ۶۴)

ترجمہ: اور اے میری قوم یہ اللہ کا ناقہ ہے۔ (کنزالایمان)

"اللہ کی ناقہ ہے" مذکورہ بالا ترجمہ کی بجائے یہ جملہ درست ہے۔

(۶) ﴿وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ﴾ (احزاب: آیت نمبر ۵۰)

ترجمہ: پھپیوں کی بیٹیاں۔ (کنزالایمان)

لفظ پھوپھی ہوتا ہے پھپی تو نہیں۔

بہر حال اردو کی جو ٹانگیں خان صاحب نے توڑنے کی کوشش کی ہے، الامان!...... خان صاحب نے قرآن پاک کے ترجمے کو غیر فصیح زبان میں لانے کی مذموم کوشش کی ہے، حالانکہ قرآن پاک کے شایان شان فصیح و بلیغ الفاظ لانے چاہئیں، لیکن فاضل بریلوی بھدے اور مشکل الفاظ لانے پر ہی مصر ہیں اور یہ بھی وجہ ہے کہ آج ان کا ترجمہ مسترد کیا جا رہا ہے!!!!

## حکیم تبسم شاہ آف اٹک کی تاویل:

"اپنے علاقے کی ایک مخصوص بولی ہوتی ہے ایک لفظ ایک جگہ بھدا ہوتا ہے، دوسری جگہ، اچھا اعلیٰ حضرت کے زمانے میں دہلی، لکھنو اور روہیل کھنڈ کی ٹکسالی زبان تھی ان تینوں کو استعمال کیا"۔ (ملخصاً کنزالایمان پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ، ص ۳۱)

بریلوی حضرات نہ جانے جواب دیتے ہوئے کیوں بھول جاتے ہیں کہ کنزالایمان کوئی عام ترجمہ قرآن نہیں، خود تم نے اس کے بارے میں کہا کہ اگر قرآن اردو میں نازل ہوتا تو اس کے قریب تر ہوتا تو کیا قرآن کی عربی بھی کسی زمانے یا کسی علاقے کے اعتبار سے معاذاللہ بھدی یا غیر فصیح ہوئی ہے؟؟؟؟

تم نے خود کہا کہ اس کا ایک ایک لفظ ایسا اپنے مقام پر ہے کہ دوسرا آ ہی نہیں سکتا، ایک صاحب تو یہاں تک بول اٹھے:

"سوم یہ کہ جو متبادل الفاظ تم لا رہے ہو کیا وہ قرآنی الفاظ کی معنویت، اس میں پنہاں تہہ داری، گہرائی و گیرائی کو قاری کے ذہن تک پہنچانے میں کنزالایمان کے الفاظ سے زیادہ یا کم از کم اس جیسی ہی قوت اور ہمہ گیریت رکھتے ہیں؟"۔

(معارف رضا کا کنزالایمان نمبر، ص ۴۷)

او خدا کے بندے! معنویت، گہرائی و گیرائی تو دور کی بات یہ الفاظ ہی اب فصاحت کی سطح سے گر گئے ہیں، یہ سب تو الفاظ فصیحہ کی صفات ہیں، چلیں! ہم تبسم شاہ کی بات ماننے کو تیار! پہلے تبسم شاہ یہ تسلیم کرے کہ کنزالایمان دہلی، لکھنو، روہیل کھنڈ والوں کیلئے تو فصیح ترجمہ ہے، مگر اب پاک و ہند کے بیشتر عوام کیلئے اس کی فصاحت باقی نہ رہی، بلکہ یہ ترجمہ ہی "بھدا" ہو چکا ہے!!!!

مدیر جام نور اسی موقع پر کہتا ہے:

"کنزالایمان اردو میں قرآن ہے (اسے میں تسلیم نہیں کرتا)...... یہ دعویٰ کرنا کہ اب بھی کنزالایمان کے بعد نیا ترجمہ کرنا منہ چڑانا ہے، عقیدت کے ساتھ حقیقت پوشی ہے، اگر کنزالایمان کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیا جائے تو اس میں بہت سے ایسے الفاظ ملیں گے جن سے عام قاری کے کان آشنا نہیں ہیں"۔ (امتیاز اہلسنت، ص ۸۲)

# کنزالایمان کسی اَن پڑھ کا ترجمہ ہے!

**شاھد** کا لفظ قرآن پاک کی سورہ یوسف آیت نمبر ۲۶ میں بھی استعمال ہوا ہے فاضل بریلوی نے ترجمہ ''گواہ'' کیا ہے اور دوسری جگہ سورہ احقاف آیت نمبر ۶ میں یہی لفظ استعمال ہوا ہے وہاں بھی فاضل بریلوی نے ترجمہ ''گواہ'' کیا ہے۔ (کنزالایمان)

مگر مولوی عمر اچھروی صاحب لکھتے ہیں:

''باقی رہا تمہارا اعتراض کہ شاہد کے معنیٰ گواہ کے ہیں یہ کسی ان پڑھ کا ترجمہ ہے''۔ (مقیاس مناظرہ،ص ۲۱۰)

لو جی! یہ فاضل بریلوی کو ان پڑھ ہم تو نہیں کہہ رہے ہیں، ان کے اپنے گھر کا آدمی کہہ رہا ہے، کیا ان پڑھ آدمی مجدد ہوسکتا ہے؟؟ کیا اسے قرآن کا ترجمہ کرنے کا حق ہے؟؟؟؟

## ایک اور دلیل:

فاضل بریلوی نے ﴿**انما عند الله وهو خير لكم**﴾ (النحل آیت نمبر ۹۴) کا ترجمہ یہ کیا ہے:

''بے شک وہ جو اللہ کے پاس ہے تمہارے لئے بہتر ہے'' (کنزالایمان)

فاضل بریلوی نے ''انما'' کلمہ حصر کا ترجمہ بے شک کیا ہے، جبکہ مولوی عبدالمجید سعیدی لکھتے ہیں:

''انما کلمہ حصر ہے، جس کا ترجمہ بے شک کرنا درست نہیں قبیح جہالت ہے''۔ (علم النبی ﷺ پر اعتراضات کا قلع قمع،ص ۷۰)

اب جاہل ہم تو نہیں کہہ رہے ہیں یہ تو اپنے کہہ رہے ہیں اس لئے ہم پر دانت پیسنے کے بجائے اپنے ان لوگوں کو پکڑو!!!!

آگے چلتے جائیں!!

﴿**أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ ٱلسُّفَهَآءُ**﴾ (سورہ بقرہ آیت ۱۳)

سنتا ہے وہی احمق ہے (کنزالایمان)

اس آیت میں فاضل بریلوی نے انّ کا ترجمہ ''بیشک'' نہیں کیا، ڈاکٹر غلام قادر لاہوری، طاہر القادری کی گت بناتے ہوئے اس ترجمہ کا یوں ردّ کرتا ہے:

''اس میں موصوف نے **الا** اور **انّ** کا معنیٰ چھوڑ کر اس کا ترجمہ منشاء الٰہی کے خلاف کر ڈالا۔ **الا** حرف تنبیہ ہے، جس کے معنیٰ خبردار اور ہوشیار کرنے کے ہیں اور **انّ** حرف تحقیق ہے، اس لئے اس کے صحیح معنیٰ یہ ہوں گے خبردار بے شک وہ بے وقوف ہیں''۔ (طاہر القادری کا علمی و تحقیقی جائزہ،ص ۱۰۸)

ڈاکٹر صاحب! فاضل بریلوی نے بھی **انّ** حرف تحقیق کا ترجمہ نہ کر کے منشاء خدا کے خلاف ترجمہ کیا ہے اور تحریف کی ہے اور جو آپ کہنا چاہتے ہیں، وہ بحمداللہ ہم سمجھ گئے ہیں۔

﴿**و ذکر اسم ربه فصلی**﴾ (سورۃ الاعلیٰ، آیت ۱۵)

اس میں بھی فاضل بریلوی نے **ف** کا ترجمہ نہیں کیا تو بقول آپ کے منشاء خداوندی کے خلاف ترجمہ کیا ہے۔

## خان صاحب بریلوی کی تحریفِ قرآن پر ایک اور دلیل:

فاضل بریلوی نے ترجمہ کیا:

**﴿و ان الله هو التواب الرحيم﴾** (سورۃ التوبہ، آیت ۱۰۴)

اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

**﴿ان الله هو التواب الرحيم﴾** (سورۃ التوبہ، آیت ۱۱۸)

بے شک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

مفتی غلام سرور قادری لاہوری لکھتے ہیں:

'**توّاب** فعال کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے، جس کے معنیٰ ہیں بہت توبہ قبول کرنے والا، اسم مبالغہ وہ اسم ہے جس کے معنیٰ وصفی، کثرت اور زیادتی پائی جاتی ہے جیسے رازق (رزق دینے والا) یہ اسم فاعل ہے اور اسی سے رزّاق مبالغہ جس کے معنیٰ ہیں بہت رزق دینے والا۔

## کسی بھی لفظ کے ترجمہ کا صحیح وغلط ہونے کا معیار:

اس میں شک نہیں کہ کسی بھی لفظ کے ترجمہ کے معنیٰ کے صحیح وغلط ہونے کا معیار عربی زبان کے قواعد وضوابط ہی ہو سکتے ہیں، یعنی اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ فلاں لفظ کا ترجمہ یا معنیٰ کیا گیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط؟ تو عربی گرائمر کی طرف رجوع کرنا ہوگا، اس سلسلے میں عربی گرامر کی مشہور کتاب مراح الارواح جو ہم طالب علموں کو پڑھاتے ہیں اور سالہا سال سے درس نظامی میں پڑھائی جاتی ہے، اس میں لکھتے ہیں **يجيء للمبالغة نحو صبّار** یعنی اسم فاعل مبالغہ کیلئے آتا ہے جیسے صبار (مراح الارواح ص ۲۵)

بہت صبر کرنے والا تو **توّاب** اور **صبّار** دونوں کا ایک ہی وزن ہے، مصنف نے **صبّار** کا لفظ بول کر ایک قاعدہ بتایا ہے کہ اس وزن پر آنے والا اسم فاعل مبالغہ کے ہی معنیٰ دیا کرتا ہے، لیجئے مفسرین کرام بھی یہی فرمارہے ہیں کہ **توّاب** کے معنیٰ میں مبالغہ ہے، اس لئے اس کا معنیٰ ہوگا بہت توبہ کرنے والا نہ کہ توبہ قبول کرنے والا، لہٰذا دلائل کی روشنی میں **توّاب** کا معنیٰ بہت توبہ کرنے والا ہوئے، اس کے برعکس اس کا معنیٰ توبہ قبول کرنے والا قرآن کریم کے معنوں میں کمی یا تحریف کرنا ہے، اس موقع پر صحابی مصطفیٰ ﷺ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک پیش گوئی یاد آئی ہدیہ قارئین کرتا ہوں انہوں نے فرمایا:

''تم آنے والے زمانے میں کچھ لوگوں کو پاؤ گے جن کا دعویٰ ہوگا کہ وہ انہیں اللہ کی کتاب قرآن کی طرف بلاتے ہیں، حالانکہ انہوں نے اسے اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا ہوگا۔ (سنن دارمی، ج ا ص ۵۰)

یعنی وہ خود قرآن کے علوم سے ناواقف اور روحِ عمل سے دور ہوں گے، لیکن وہ تمہارے سامنے اپنے آپ کو قرآن کا مفسر اور عالم ظاہر کریں گے''۔

(طاہر القادری کا علمی وتحقیقی محاسبہ ص ۴۲ تا ۴۵)

شاباش! ڈاکٹر صاحب! جس ترجمہ پر آپ نے طاہر القادری کی مٹی پلید کی وہی ترجمہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے کیا، اب بریلویوں کے

اتنے بڑے عالم کے قلم ہی سے ثابت ہو گیا کہ:

''احمد رضا خان خود قرآن کے علوم سے ناواقف اور روحِ عمل سے دور تھا لیکن وہ تمہارے سامنے اپنے آپ کو قرآن کا مفسر اور عالم ظاہر کرتا رہا''۔

اب قارئین خود فیصلہ کرلیں کہ کیا ایسا شخص مجدد کہلائے جانے کا حقدار ہے؟؟؟؟

## کنزالایمان کے مترجم کی ایک اور جہالت اور بریلوی علماء کی طرف سے درگت

مزید ترجمہ اور گت ملاحظہ ہو:

﴿وقالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودة﴾ (سورۃ البقرۃ، آیت ۸۰)

اور بولے ہمیں تو آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دن (کنزالایمان)

فاضل بریلوی کے اس قسم کے ترجمہ کے متعلق ڈاکٹر غلام سرور قادری لکھتے ہیں:

''عربی کی تھوڑی سی سمجھ بوجھ رکھنے والے طالب علم سے بھی ایسی غلطی متوقع نہیں، جو ایک علامہ اور ڈاکٹر کہلانے والے صاحب فرمارہے ہیں، عربی کی تھوڑی سی واقفیت رکھنے والے حضرات بھی مانتے ہیں کہ حرف **لن** نفی میں تاکید کیلئے آتا ہے، یعنی اس میں نفی ہوتی ہے اور تاکید بھی (یعنی معنیٰ ہونا چاہیئے، ہمیں ہرگز آگ نہ چھوئے گی) چنانچہ میر سید جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نحو میر میں لکھتے ہیں:

ولن برائے تاکید نفی است (نحو میر ص ۱۹ بحث حروف عاملہ)

یعنی لن نفی کی تاکید کیلئے ہے، علامہ زمخشری تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں:

**ان فی لن توکیدا وتشدیدا** (تفسیر کشاف، ج ۱، ص ۲۲۸)

بے شک حرف لن میں تاکید وتشدید یعنی شدید نفی پائی جاتی ہے۔

لیکن پروفیسر صاحب ان کے نفی والے معنیٰ تو کر گئے، مگر تاکید جو اس کی روح تھی اسے چھوڑ گئے، ترجمہ قرآن میں اس قدر غفلت اور بے اعتنائی ایک مسلمان کی شان کے ہرگز لائق نہیں، خدائے قدوس کے کلام کا ایک ایک حرف اپنے موقع اور محل کے اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا ہے اور ترجمہ کرتے وقت ہلکی سے غلطی بھی اس کی حکمتِ کلامیہ نقصان دہ، بلکہ اس کے کلام مقدس میں تحریف قرار پاتی ہے، کیونکہ اس سے منشاء الٰہی پورا نہیں ہو پاتا، اس کی مثال یوں ہے جیسے ایک شخص اپنے قاصد کے ذریعہ کسی کو پیغام بھیجتا ہے، فلاں کام ہرگز نہ کرنا، مگر قاصد جا کر یوں کہتا ہے کہ فلاں کام نہ کرنا خود ہی سوچ لیجیے، کیا اسے پیغام بھیجنے والے کے پیغام میں سے لفظ ہرگز کو نکال کر پیغام رسانی میں خیانت اور تحریف وتبدیل قرار نہیں پائے گی؟؟؟ ضرور پائے گی''۔

(طاہر القادری کا علمی وتحقیقی جائزہ، ص ۱۰۶ تا ۱۰۷)

ڈاکٹر صاحب! یہ سب باتیں تو فاضل بریلوی پر بھی فٹ بیٹھ رہی ہیں، حقیقت میں آپ طاہر القادری پر رد کرنے میں در پردہ احمد رضاخان پر وہ ہاتھ صاف کر گئے اور اس کا اصل چہرہ اور اس کے علم کی حقیقت عوام کو ایسا بتا گئے کہ اگر ان کے ماننے والوں میں شرم وحیاء ہوگی تو دوبارہ اس آدمی کو مجدّد تو دور ایک عام مولوی بھی کہتے ہوئے شرمائیں گے!!!!

## مولوی فاروق کی طرف سے ترجمہ کنز الایمان کی درگت

﴿وبالآخرۃ ھم یوقنون﴾ (البقرۃ نمبر ۴)

اور آخرت پر یقین رکھیں...... (کنز الایمان)

مولوی فاروق قادری رضوی بریلوی لکھتے ہیں:

''صحیح ترجمہ یوں ہے اور آخرت پر وہی یقین رکھتے ہیں کیونکہ **ھُم** کے بعد **یُوْقِنُوْنَ** لانے سے حصر کا معنیٰ ہو جاتا ہے''۔ (جسٹس کرم شاہ کا علمی محاسبہ ص ۸۸)

﴿ او کصیب من السماء﴾ (البقرہ نمبر ۱۹)

یا جیسے آسمان سے اترتا پانی...... (کنز الایمان)

مولوی فاروق صاحب رضاخانی لکھتے ہیں:

'' حالانکہ **صیّب** سے پہلے ذوی یا اصحاب کا لفظ مقدر ہے، ملاحظہ ہو تفسیر نسفی و جلالین، جس کا معنیٰ بنتا ہے ان کی مثال بارش والوں کی سی ہے''۔ (علمی محاسبہ ص ۸۸)

﴿ کلما اضاء لھم﴾ (البقرہ نمبر ۲۰)

جب کچھ چمک ہوئی۔ (کنز الایمان)

رضوی اس پر گرفت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''**کلّما** کا معنیٰ ہے جب بھی یا جب کبھی دیکھے، المنجد صفحہ ۶۹۲ لہٰذا صحیح ترجمہ ہوگا، جب بھی ان کے لیے روشنی ہوتی ہے''۔ (علمی محاسبہ ص ۸۸)

﴿ان اللہ لا یستحی﴾ (البقرہ آیت ۲۶)

بے شک اللہ تعالیٰ اس سے حیا نہیں فرماتا...... (کنز الایمان)

جبکہ مولوی فاروق رضوی صاحب اعلیٰ حضرت کی درگت یوں بناتے ہیں:

''شرمانا یا نہ شرمانا یہ بندوں کے اوصاف ہیں، یہاں حیا ترک کے معنیٰ میں ہے، ملاحظہ ہو قرطبی صفحہ 242 و دیگر۔ لہٰذا صحیح معنیٰ ہوگا وہ مثال بیان کرنے کو نہیں چھوڑتا''۔ (علمی محاسبہ ص ۸۹)

﴿ لا تجزی نفس عن نفس شیئا﴾ (البقرہ نمبر ۴۸)

جس دن کوئی جان دوسرے کے بدلہ نہ ہو سکے گی۔ (کنزالایمان)

جبکہ قادری رضوی صاحب نے فاضل بریلوی کو خوب کوسا، لکھتے ہیں:

''یہ ترجمہ عربی گرائمر کے خلاف ہے، قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی اسم نکرہ مکرر آتا ہے تو پہلا نکرہ دوسرے نکرہ کا غیر ہوتا ہے، اس لیے مفسرین نے پہلے نفس سے نفس مومنہ اور دوسرے نفس سے نفس کافرہ مراد لیا ہے، ملاحظہ ہو تفسیر مدارک وغیرہ، صحیح ترجمہ یوں ہوگا:

''کوئی مومن جان کسی کافر جان کی طرف سے کچھ بدلہ نہ دے سکے گی''۔ (علمی محاسبہ ص ۹۰۔۸۹)

﴿حتّٰی اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر وعصیتم من بعد ما ارٰکم ما تحبّون﴾ (آل عمران نمبر ۱۵۱)

یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور حکم میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی، بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دکھا چکا ہے تمہاری خوشی کی بات۔ (کنزالایمان)

فاروق رضوی صاحب نے خان صاحب کی یوں گرفت کی کہ اس میں اذا ظرفیہ متضمن ہے معنیٰ شرط کو، ترجمہ میں اس کا جواب ذکر نہیں کیا گیا، ملاحظہ ہو جلالین، لہٰذا اس کا پورا معنیٰ یوں گا:

''یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور حکم میں جھگڑا اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دکھا چکا تمہاری خوشی کی بات تو اس نے تم سے اپنی مدد روک لی''۔ (علمی محاسبہ ص ۹۰)

﴿کتب علیکم الصیام﴾ (البقرہ نمبر ۱۸۳)

تم پر روزے فرض کیے گئے۔ (کنزالایمان)

مولوی فاروق رضوی صاحب نے فاضل بریلوی کی رہی سہی کسر اس طرح نکال دی کہ:

''**الصیام** جمع نہیں بلکہ **قام یقوم قیام** کے وزن پر **صام یصوم صیاما** مصدر ہے، ملاحظہ ہو تفسیر کبیر، روح المعانی ج ۲ ص ۸۴، تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۶۔ صیام کا معنی روزے کرنے سے قبل اتنا غور کیا جاتا کہ اگر بالفرض یہ جمع ہوتا تو اگلا جملہ **کما کتب علی الذین** میں **کتب** کی جگہ **کتبت** ہوتا لہٰذا اس کا صحیح ترجمہ ہوگا تم پر روزہ فرض کیا گیا''۔ (کرم شاہ کا علمی محاسبہ ص ۹۱)

واہ رضوی صاحب واہ! خان صاحب کی جو مرمت آپ نے کی اس پر ہم داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے !!!!

﴿انِ امرء هلك ليس له ولد﴾ (النساء نمبر ۱۷۶)

اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہو۔ (کنزالایمان)

مولوی فاروق صاحب لکھتے ہیں:

''یہاں اس کا معنیٰ بیٹا کرنا چاہیئے تھا، کیونکہ اولاد بیٹے اور بیٹی دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، جبکہ یہاں **ولد** سے صرف بیٹا مراد ہے بیٹی نہیں، ملاحظہ ہو تفسیر نسفی، ج ۱ ص ۲۶۹''۔ (جسٹس کرم شاہ کا علمی محاسبہ ص ۹۱)

﴿انّ الله فالق الحبّ والنوىٰ﴾ (انعام نمبر ۹۵)

بے شک اللہ تعالیٰ دانے اور گٹھلی کو چیرنے والا ہے...... (کنز الایمان)

جبکہ رضاخانی مولوی صاحب لکھتے ہیں:

''یہاں **الحبّ حبة** اور **النوی نواة** کی جمع ہے، ملاحظہ ہو کتاب المعجم الوجیز ج ا ص ۶۴، روح البیان، روح المعانی، تفسیر قرطبی وغیرہ، اس لیے صحیح ترجمہ یوں ہوگا، بے شک اللہ تعالیٰ دانوں اور گٹھلیوں کو چیرنے والا ہے''۔ (جسٹس کرم شاہ کا علمی محاسبہ ص ۹۱)

**﴿حتّٰی اذا اقلت سحابا ثقالا سقناہ لبلد میت﴾** (اعراف نمبر ۵۷)

یہاں تک کہ جب اٹھالائیں بھاری بادل......الخ۔ (کنز الایمان)

قادری رضوی صاحب اس پہ یوں جرح کرتے ہیں:

''یہاں یہ غلطی کی ہے کہ **سحاب، ثقال** کو واحد بنادیا جبکہ **السحاب سحابة** کی جمع اور **ثقال ثقیل** کی جمع ہے، لہٰذا درست ترجمہ یہ ہوگا، یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھالاتی ہیں...... الخ''۔ (علمی محاسبہ ص ۹۲)

**﴿واذکروا اذجعلکم خلفاء﴾** (اعراف نمبر ۶۹)

اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قوم نوح کا جانشین کیا۔ (کنز الایمان)

مولوی فاروق رضاخانی اس پر یوں جرح کرتے ہیں:

''اس ترجمہ میں لفظ **اذ** کو ظرفیہ بنا کر مفعول فیہ بنایا گیا، اس لیے اس کا معنیٰ ''جب'' کیا گیا ہے، حالانکہ یہاں **اذ** نہ ظرفیہ ہے، نہ مفعول فیہ، بلکہ یہ **واذکروا** کا مفعول بہ ہے، ملاحظہ ہو، تفسیر مدارک ص ۳۰۷، جلالین جمل ج ۲ ص ۱۵۶، اس کا صحیح معنیٰ یوں ہوگا:

''تم اپنے جانشین بنائے جانے کے وقت کو یاد کرو''۔ (جسٹس کرم شاہ کا علمی محاسبہ ص ۹۲)

اس پر کسی رضاخانی نے کہا کہ مولوی فاروق رضوی نے اس سے رجوع کرلیا ہے اور یہ رجوع عندالضرورت پیش بھی کیا جاسکتا ہے تو یہ عندالضرورت کب آئے گا؟؟؟؟؟ کیا مولوی فاروق رضوی کے مرنے کے بعد؟؟؟؟؟ اگر کوئی رجوع ہے تو سامنے لایا جائے، تاکہ دیکھا جائے کہ اسی قسم کا رجوع تو نہیں جو فرنگی محلی، اجمیری وغیرہما کا دکھایا گیا، جس کا منہ توڑ جواب بندہ دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم کے مقدمہ میں دے چکا ہے اور یاد رہے کہ یہ رجوع بھی بریلوی اصولوں کے مطابق ہو، جس کی تفصیل بندہ دفاع اہل السنۃ جلد دوم کے مقدمہ میں ذکر کر چکا ہے، اس لئے اس رجوع کا اب تک منظر عام پر نہ آنا ہی اس کے مستقل مردود ہونے کی دلیل ہے!!!!

## کنز الایمان کی درگت؛ پوتا خلیفہ فاضل بریلوی کے ہاتھوں

ایک کتاب ہمارے ہاتھ آئی ہے جس کا نام ہے:

**''زبدۃ الاتقان فی علوم القرآن''**

اس کے مصنف ایک عرب عالم پروفیسر ڈاکٹر علوی مالکی صاحب ہیں، جوکہ مولوی مصطفیٰ رضا خان بریلوی مفتی اعظم ہند عندالبریویہ کے اجل خلفاء میں سے ہیں، اس کتاب کا ترجمہ جامعہ نعیمیہ کے استاد مولوی غلام نصیر الدین صاحب نے کیا ہے اور کتاب کا نام رکھا ہے:

''اصول ترجمہ وتفسیر''

ہم اسی بریلوی کتاب سے فاضل بریلوی کی ٹھکائی کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ قرآنی علوم جو مترجم کو معلوم ہونے چاہئیں جن کی مدد سے مترجم کامیاب اور صحیح ترجمہ کرسکتا ہے، فاضل بریلوی اپنے ہی جید عالم کی تحقیق کی روشنی میں ان سے نابلد تھا، آئیے دیکھئے:

(۱) ﴿**فاذنوا بحرب**﴾ (سورہ بقرہ۔آیت ۲۸۰) فاضل بریلوی نے اس کا ترجمہ کیا ہے:

''تو یقین کرلو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا'' (کنزالایمان)

حالانکہ ان کی معتبر ومعتمد کتاب اصول ترجمہ وتفسیر قرآن میں نکرہ اور معرفہ کی بحث میں لکھا ہے:

''(نکرہ کبھی لایا جاتا ہے اور اس سے) تعظیم مراد بایں معنیٰ کہ جس شے کی بابت کچھ کہا جارہا ہے وہ اتنی عظیم ہے کہ اس کی تعریف یا تحسین کرنا ممکن نہیں، جیسے **فاذنوا بحرب**... کا مطلب یہ ہے کہ اتنی بڑی جنگ کہ اس کا تم اندازہ نہیں لگا سکتے''۔

(اصول ترجمہ وتفسیر، ص:۱۷۶)

یعنی یہ نکرہ پر تنوین تعظیم کیلئے ہے، اس کا معنیٰ صرف جنگ نہیں بلکہ بڑی جنگ ہے، اب یہ گرفت ہماری نہیں، بلکہ فاضل بریلوی صاحب کی ذریت واولاد کی ہے، جناب علوی صاحب! اگر فاضل بریلوی کو (تنوین تعظیم جس کا ذکر ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح جامی وغیرہ میں ہے) آپ نے پڑھائی ہوتی تو کبھی یہ غلطی فاضل بریلوی نہ کرتے۔

(۲) ﴿**ائن لنا لاجرا**﴾ (سورہ الشعرآء۔آیت نمبر ۴۱) فاضل بریلوی اس کا ترجمہ کرتے ہیں:

''کیا ہمیں کچھ مزدوری ملے گی''۔(کنزالایمان)

جبکہ اصول جو بریلوی حضرات نے بیان کیا تھا وہ تو یہ تھا کہ:

''(کبھی نکرہ سے) تکثیر کثرت بیان کرنا مقصود ہو جیسے **ائن لنا لاجرا** (الشعرآء ۴۱) **ای وافراً جزیلاً** یعنی بہت سارا اجر وثواب۔(اصول ترجمہ،ص:۱۷۶)

اب آپ دیکھئے بریلوی محقق کہتا ہے **لاجرا** سے مراد بہت سارا اجر وثواب ہے، جبکہ فاضل بریلوی کچھ مزدوری ترجمہ کرتے ہیں، یہ فاضل بریلوی کی جہالت تھی بقول علوی مالکی کے، کہ جو تنوین تکثیر کیلئے تھی اسے تقلیل کیلئے سمجھ بیٹھے اور دوسری جہالت یہ کہ معنیٰ اجر وثواب تھا بریلوی تحقیق سے کر مزدوری لیا۔ خیر آگے آیئے!

(۳) بریلوی محقق پروفیسر علوی صاحب لکھتے ہیں:

''تعظیم وتکثیر دونوں کا احتمال ایک ساتھ بھی ممکن ہے (یعنی نکرہ لفظ ہو اور معنیٰ تکثیر کا بھی دے اور تعظیم کا بھی) جیسے اس مثال ﴿**فقد کذبت رسل**﴾ میں ہے مطلب یہ ہے کہ بڑے بڑے رسول جنکی تعداد کثیر تھی وہ بھی جھٹلائے گئے''۔ (اصول تفسیر: ص،۱۷۷۔۱۷۶)

جبکہ فاضل بریلوی کا ترجمہ ہے:

''کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے'' (کنزالایمان)

یہاں فاضل بریلوی نے تعظیم کا معنیٰ چھوڑ دیا، جو یقیناً بریلوی تحقیق سے فاضل بریلوی کا علم قرآن سے نابلد اور ناواقف ہونا ثابت ہوگا، فللّٰہ الحمد!!

(۴) ڈاکٹر علوی صاحب لکھتے ہیں:

''(نکرہ سے) تقلیل (کمی ظاہر کرنا) مراد ہو، جیسے ﴿ و رضوان من الله اکبر﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی قلیل سی رضامندی اور خوشنودی بھی ساری جنتوں سے بڑھ کر ہے''۔ (اصول ترجمہ۔ ص:۱۷۷)

جبکہ فاضل بریلوی نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''اور اللہ کی رضا سب سے بڑی'' (کنزالایمان)

تو تھوڑی سی رضا کو صرف رضا بنا دیا، کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ فاضل بریلوی علم قرآن سے آگاہ تھا؟؟؟؟

(۵) ڈاکٹر علوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

رحمت بھی کئی وجوہ پر آتا ہے (یعنی رحمت کے بھی کئی معنیٰ ہوتے ہیں):

(۱) اسلام: ﴿یختص برحمته من یشآء﴾ (آل عمران آیت ۷۴) اپنے دین اسلام سے خاص کرتا ہے جسے چاہے۔

(۲) ایمان: ﴿وآتانی رحمة من عنده﴾ (سورہ ہود۔ آیت ۲۸) اور اس نے عطا فرمایا ایمان اپنی جناب سے''۔

(اصول ترجمہ: ص، ۱۹۳)

بریلوی محقق صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ یہاں رحمت ایک جگہ اسلام کا معنیٰ اور دوسری جگہ ایمان کا معنیٰ دے رہا ہے، مگر فاضل بریلوی کو اگر مشترک کی تفصیل معلوم ہوتی تو ضرور یہاں معنیٰ اس کے مطابق کرتے، علوی صاحب کاش آپ کے آباء و اجداد فاضل بریلوی کو جب وہ حرمین تشریف لے گئے چاہے دھوکہ دہی کیلئے ہی گئے ہوں اس کو پکڑ کر وہاں کسی مدرسہ میں داخل کروا دیتے تو آج یہ حالت آپ کو دیکھنی نہ پڑتی!!!!

(۶) ڈاکٹر علوی صاحب لکھتے ہیں:

''لفظ فتنہ بھی کئی وجوہ کیلئے آتا ہے (یعنی کئی معنوں میں آتا ہے) قتل (کے معنیٰ میں آتا ہے) ﴿ان یفتنکم الذین کفروا﴾ (النساء۔ آیت ۱۰۱) کہ کافر تمہیں قتل کر دیں گے'' (اصول ترجمہ۔ ص:۱۹۳)

مگر فاضل بریلوی نے ترجمہ ''ایذاء'' کیا ہے تو علوی صاحب کیا آپ اسے فہم قرآن سے مرقع، علم قرآن کا گنجینہ کہیں گے یا جاہل؟؟؟؟

آگے لکھتے ہیں:

قضاء (کے معنیٰ میں لفظ فتنہ کا استعمال ہوتا ہے) ﴿ان هی الا فتنتك﴾ (الاعراف۔ آیت ۱۵۵) وہ نہیں مگر تیری قضا''۔

آگے لکھتے ہیں:

''مرض (کے معنیٰ میں آتا ہے) ﴿**یفتنون فی کل عام**﴾ (التوبہ۔آیت ۱۲۶) ہر سال مرض میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔

آگے لکھتے ہیں: ''عبرت (یعنی اس معنیٰ میں بھی آتا ہے) ﴿**لا تجعلنا فتنة**﴾ (یونس۔آیت ۸۵) ہمیں عبرت نہ بنا۔''

(اصول ترجمہ۔ص: ۱۹۳)

مگر فاضل بریلوی نے سب جگہ'' آزمانا، آزمائش،، آزمائے'' ہی لکھا ہے تو کیا علوی صاحب آپ تو بقول بریلوی حضرات کئی علوم کے ماہر اور بہت بڑے علم والے ہیں، آپ ہی بتائیں جو اصول آپ نے لکھے ہیں اگر یہ ٹھیک اور درست ہیں تو فاضل بریلوی جاہل اور علم سے نابلد ہوا یا نہ ہوا؟ کیا یہ فاضل علم قرآن کی ابجد سے بھی ناواقف ہے؟؟؟؟

(۷) فاضل علوی نے لکھا ہے کہ:

''قرآن پاک میں جہاں بھی بحر و بر کا ذکر آیا، خشکی اور دریا کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں، مگر ﴿**ظهر الفساد فی البر و البحر**﴾ (الروم۔آیت۔۴۱) صحراء اور بستیوں میں فساد پھیل گیا میں ان سے صحرا اور بستیاں مراد ہیں''۔(اصولِ ترجمہ: ص، ۱۹۵)

جبکہ فاضل بریلوی نے ترجمہ خشکی اور تری کیا ہے، معلوم ہوا کہ اصولِ ترجمہ و تفسیر سے نابلد ہے۔

(۸) الرجم رجم کا لفظ ہر جگہ قتل کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے، مگر ﴿**لارجمنك**﴾ میں اس کا معنیٰ گالی گلوچ ہے''۔

(اصول ترجمہ۔ص: ۱۹۵)

جبکہ فاضل بریلوی نے ترجمہ کیا: ''تو میں تجھے پتھراؤ کروں گا'' (کنزالایمان۔مریم۔آیت ۴۶)

(۹) فاضل علوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''بعد ابن خالویہ کا بیان ہے کہ قرآن پاک لفظ بعد بہ معنیٰ قبل صرف ایک مقام پر استعمال ہوا ہے وہ ہے ﴿**ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر**﴾''۔ (اصول ترجمہ۔ص: ۱۹۶)

جبکہ فاضل بریلوی کا ترجمہ ہے:

''اور بے شک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا'' (کنزالایمان)

لو جی اس اصول سے بھی فاضل بریلوی بے خبر اور نادان ہے!!

(۱۰) فاضل علوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''صحیح بخاری میں سفیان بن عیینہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں کہیں مطر کا نام لیا گیا ہے، اس سے مراد عذاب ہے، اہلِ عرب بارش کو غیث کہتے ہیں، علامہ سیوطیؒ نے کہا ہے کہ ایک مقام مذکور بالا قاعدہ سے مستثنیٰ ہے کہ وہاں مطر سے بارش ہی مراد ہے، وہ مقام یہ ہے ﴿**ان کان بکم اذی من مطر**﴾ (الاعراف۔آیت ۸۴)، (ہم نے ان پر ایک مینہ برسایا''۔

معلوم ہو گیا کہ بریلویوں نے ترجمہ و تفسیر کے جو اصول و قواعد لکھے ہیں، جس کے ذریعہ سے بریلوی ایک اچھا ترجمہ کر سکتے تھے، فاضل

بریلوی ان سے نابلد و ناواقف معلوم ہوتے ہیں تو پھر کنز الایمان اس کو کہنا کہاں تک جائز ہے؟؟ (اسی لیے علامہ طاہر گیاوی صاحب اس ترجمہ قرآن کو کنز الایمان (ایمان کو کاٹنے والا) کے نام سے موسوم کرتے ہیں) ہم مزید بھی اس طرز پر کچھ لکھ سکتے ہیں مگر عاقل کیلئے اشارہ ہی کافی ہے!!!!

علوی مالکی کی اس گرفت پر رضاخانی ششدر رہ گئے اور ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا، سوائے اس کے کہ ایک آیت کی تفسیر میں اختلاف ہوسکتا ہے، مترجم کسی بھی تفسیر کو اختیار کرسکتا ہے، یہ اختلاف مذموم نہیں۔

بھائی صاحب! علمائے دیوبند اور طاہر القادری و پیر کرم شاہ کے تراجم پر اعتراض کرتے ہوئے یہ قاعدہ و اصول یاد نہ رہا؟؟ اب جب فاضل بریلوی کی گردن پھنسی تو منہ میں شیرینی لیکر بیٹھ گئے، یہاں تفاسیروں کا اختلاف بیان نہیں کیا جارہا ہے، بلکہ فاضل بریلوی نے جو ترجمہ کیا ہے اس کی تغلیط قواعد کی رُو سے بیان کی جارہی ہے، مذموم نہیں تو پھر اس کی تغلیط کیوں کی جارہی ہے!!!!

ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ فاضل بریلوی کے اس ترجمہ قرآن کو خود اُن کے اپنوں نے بھی رد کیا ہوا ہے اور الحمدللہ ہم وہ ثابت کررہے ہیں، یہ کہنا کہ علوی مالکی کو آپ کے بعض لوگوں نے بھی اچھا کہا ہے تو عرض ہے کہ آپ لوگوں نے یہ اصول لکھا ہوا ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی و شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی کتب وہابیوں دیوبندیوں کے ذریعہ سے ہم تک پہنچی، لہٰذا معتبر نہیں اور ہم نے جس کتاب کے حوالے دیے وہ بھی رضاخانی ہاتھوں سے ہم تک پہنچی، اس لئے ہمارے لئے حجت نہیں، اس کتاب سے ہماری کسی کتاب پر اعتراض قائم نہیں کیا جاسکتا!!!!

## کاظمی کی طرف سے کنز الایمان کی ایک اور تغلیط

بریلوی مسلک کا غزالی و رازی مولوی احمد سعید کاظمی صاحب لکھتے ہیں:

''میں تو سمجھتا ہوں کہ ﴿لم تحرم﴾ کا معنیٰ یہ نہیں ہیں کہ آپ کیوں حرام کررہے ہیں، معنیٰ یہ ہے کہ آپ کیوں تکلیف برداشت کررہے ہیں''۔ (التبیان العظیم۔ص:۱۰۲)

جبکہ فاضل بریلوی نے اس کا ترجمہ کیا ہے:

''تم اپنے اوپر کیوں حرام کئے لیتے ہو'' (کنز الایمان۔سورہ تحریم۔آیت ۱)

## کنز الایمان میں حدیثِ رسول ﷺ کی مخالفت

فاضل بریلوی نے اس سورہ تحریم آیت ۵ میں ﴿قانتت﴾ کا معنیٰ ''ادب والیاں'' لکھا ہے اور سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۷ میں ﴿قانتین﴾ کا معنیٰ اور ادب والے کیا ہے۔

جبکہ بریلوی علامہ علوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **کل حرف فی القرآن یذکر**

**فیہ القنوت فھو الطاعة** قرآن مجید میں جہاں کہیں قنوت کا ذکر ہوا ہے اس سے اطاعت (عبادت) مراد ہے، اس حدیث کی سند جید ہے اور ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔" (التبیان)

اب آپ دیکھ لیں فاضل بریلوی تو سرکار طیبہ ﷺ کے فرمان عالی کے خلاف ترجمہ کر رہا ہے کیا یہ کنزالایمان ہوسکتا ہے؟ غور فرمائیں!!

# ان باتوں کا نتیجہ کیا نکلا؟

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ در پردہ بریلوی مولوی بھی جانتے ہیں کہ خان صاحب بریلوی نے جگہ جگہ کنزالایمان میں تحریف، خیانت، لغت وفصاحت، صرف ونحو وغیرہ سے جہالت کا مظاہرہ کیا ہے، اس ترجمہ کو ہرگز قرآن کی ترجمانی نہیں کہا جاسکتا، بلکہ کھلی ہوئی تحریف ہے!!!!

لیکن خان صاحب کا نام لیکر کبھی ایسا نہیں کہیں گے، کیونکہ ان کو پتہ ہے کہ مولانا غلام رسول سعیدی اور مولانا ابوالخیر زبیر حیدرآبادی والا حال کہیں ہمارا نہ ہوجائے!!!!

اس موقع پر ہم منشا تابش قصوری کی یہ عبارت ضرور نقل کریں گے کہ:

"قارئین! یہی وہ ستم ظریفی ہے جس کا رونا رو رہے ہیں اور یہی ہمارے موقف کی بنیاد ہے کہ علمائے دیوبند عام حالات میں ان گستاخانہ عبارات کو کفریہ قرار دیتے ہیں، علمائے حرمین کے سامنے نام بنام انہی عبارتوں پر فتویٰ کفر دے چکے، مگر جب بات اپنے بزرگوں کی آتی ہے تو پرنالہ وہیں کا وہیں اب عقائد اور شرعی مسائل میں اس دوہری عینک کا ہمارے پاس کیا علاج ہے؟"۔ (دعوتِ فکر، ص ۲۱)

دیوبندیوں کی دوہری عینک کا علاج تو آپ کے پاس نہیں، لیکن کیا اپنی اس دوہری عینک کا علاج آپ کے پاس ہے؟؟ علمائے دیوبند کو موردالزام ٹھہرانے سے پہلے اتنی بھی حیا نہیں کہ یہ سب کچھ جو آپ علمائے دیوبند کے پلے باندھ رہے ہیں، آپ کے گھر میں موجود ہے!!!!

جب مخالفین کے تراجم کی بات آتی ہے تو تحریف، صرف ونحو اور بلاغت سے جہالت اور جب خان صاحب کا نام آتا ہے تو ہائے! میں اس پر صدقے!...... ہم نے ماقبل میں کنزالایمان پر اکثر جروحات خود بریلوی علماء سے دکھائیں، جو انہوں نے اپنے دیگر مخالفین پر کی، لیکن جب آپ ان کے سامنے یہ بات رکھیں گے کہ یہ خرابی تو خان صاحب کے ترجمہ میں بھی ہے تو ہکا بکا رہ جائیں گے اور آئیں بائیں شائیں شروع کردیں گے یا بقول رضاخانی رجوع کرلیا!!!!

قارئین کرام! یہی وہ منافقت ہے جس کی وجہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ بریلویوں کا علمائے دیوبند کے خلاف یہ عشق کا محاذ صرف اور صرف ضد، تعصب اور منافقت پر مبنی ہے، یقین نہ آئے تو اس کتاب میں ہم نے خان صاحب کی جتنی علمی کمزوریاں، گستاخیاں ذکر کی ہیں نام لئے بغیر کسی بریلوی کے سامنے پڑھ دیں وہ جھٹ سے فتوؤں کی مشین گن سٹارٹ کردے گا لیکن جیسے ہی نام اعلیٰ حضرت کا آئے گا اس کے منہ کو تالے لگ جائیں گے، اس کا تجربہ ہم کئی بار کرچکے ہیں!!!!

## کنزالایمان کی مدح سرائی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تبرّا

ڈاکٹر مجید اللہ قادری بریلوی نے ایک رسالہ لکھا ہے: ''اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ'' اس سالے کے صفحہ نمبر ۷۸ اور ۷۹ پر ہے کہ سورہ بلد کی آیت نمبر ۱۰ ﴿**وھدینٰہ النجدین**﴾ کا ترجمہ ''خیر وشر'' جو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے بالکل غلط ہے اور یہ **نجد** کے معنیٰ سے جہالت کی بنیاد پر کیا ہے، جبکہ اس سے مراد ''ابھرا ہوا یعنی ماں کے پستان ہیں''۔

معترض کا یہ اعتراض سراسر جہالت پر مبنی ہے، مجھے تو حیرت ہے کہ انھیں اس مقالے پر ڈگری کیسے مل گئی؟؟ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے جو معنیٰ کئے ہیں وہ بالکل درست ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جن کو قرآن فہمی کی دعا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی وہ فرماتے ہیں کہ ﴿**وھدینٰہ النجدین**﴾ **قال الخیر والشر** (تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۴۰۴) اس سے مراد خیر اور شر ہے، **کذا روی عن علی و ابن عباس و مجاھد و عکرمۃ** (ایضاً) اور اسی طرح روایت ہے حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ اور مجاہدؒ اور عکرمہؒ سے، جناب فتویٰ لگائیے کیا ابن مسعود حضرت علیؓ حضرت ابن عباسؓ جیسے صحابہ کرام اور حضرت مجاہدؒ اور حضرت عکرمہؒ جیسے تابعین کرام آپ کے نزدیک ''نجد'' کا معنیٰ نہ جانتے تھے؟؟ اور کیا وہ اس سے جاہل تھے (العیاذ باللہ)، کچھ تو سوچ سمجھ کر بات کیا کریں......اب ذرا دل تھام کر رکھیے کیوں کہ یہی معنیٰ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت کرنے چلیں ہیں......

**قال ابن جریر...... قال ذکر لنا ان النبی ﷺ کان یقول ایھا الناس النجدان نجد الخیر و نجد الشر**

(تفسیر ابن کثیر ص ۴۰۵ ج ۸)، دو گھاٹیوں سے مراد خیر اور شر کی گھاٹی ہے، ملاحظہ فرمائیں کہ اس کنزالایمان نے کیسے کیسے گستاخوں کو جنم دیا!!!!

## کنزالایمان کے بارے میں ایک اور دعوے کی حقیقت

## اور کیا کنزالایمان موجودہ دور میں کفایت کرسکتا ہے؟؟

اس ترجمہ کے بارے میں رضاخانیوں کا دعویٰ ہے کہ:

''جو لفظ انہوں نے ایک جگہ رکھ دیا ہے اس سے بہتر کا تصور بھی نہیں جا سکتا''۔ (معارف کنزالایمان، ص ۱۹)

ایک اور رضاخانی لکھتا ہے:

''اعلیٰ حضرت کے علمِ قرآن کا اندازہ اس اردو ترجمہ سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں، نہ فارسی میں ہے اور نہ اردو میں اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس کی جگہ لایا ہی نہیں جاسکتا، جو بظاہر ترجمہ ہے، مگر درحقیقت وہ قرآن مجید کی صحیح تفسیر ہے اور اردو زبان میں روحِ قرآن ہے''۔

(معارف رضا کا کنزالایمان نمبر، ص ۳۹)

مگر آج خود بریلوی اس بات کو تسلیم کر رہے ہیں کہ:

''کنزالایمان کی کرامت ہے کہ اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود صرف چند الفاظ جن کی تعداد ۱۶ یا ۱۸ بتائی جاتی ہے متروک ہیں''۔ (کنزالایمان اور مخالفین، ص ۳۹۰)

جب یہ الفاظ متروک ہیں تو یہ دعویٰ تو جھوٹا نکلا کہ کنزالایمان کے کسی لفظ کے بدلے میں کوئی اور لفظ لایا ہی نہیں جاسکتا، اس لئے کہ جب لفظ ہی متروک ہوگیا تو لامحالہ اس کی جگہ دوسرا مستعمل لفظ لایا جائے گا!!!!!

پھر اس ترجمہ کے متعلق رضاخانیوں کا یہ دعویٰ تھا کہ یہ عوام الناس کیلئے ہو غیر مسلم بھی اس کو پڑھ کر اسلام قبول کرسکتے ہیں، مگر آج خود رضاخانیوں نے تسلیم کرلیا کہ اس کے کئی الفاظ متروک ہیں اور عوام کی سمجھ سے باہر ہیں، ملاحظہ ہو چند حوالے:

پیر کرم شاہ کے بیٹے حفیظ البرکات صاحب لکھتے ہیں:

''اس کے کچھ الفاظ موجودہ دور میں عام مروّج نہیں ہیں، عوام کو ان کے سمجھنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے''۔ (کنز الایمان: ص ۱۱۴۲: ضیاء القرآن پبلشرز)

مفتی عزیز احمد قادری بدایونی لکھتے ہیں:

''چونکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان کے ترجمے میں کچھ الفاظ فارسی عربی اور ایرانی اردو ترکیب پر مشتمل تھے، جو پاکستان کے عام مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں آتے، اس وجہ سے لوگ پوری طرح ترجمہ سمجھ نہیں پاتے''۔ (مقدمہ ترجمہ قادری المعروف مقدمہ تفسیر ابن عباس اردو)

مولوی احمد سعید کاظمی لکھتے ہیں:

اس میں ایسے الفاظ موجود ہیں جن کا استعمال آج کل محاورات میں متروک ہے۔ (اعتذار البیان ترجمہ قرآن)

بریلوی مولوی بھی آج اس بات کا اقرار کررہے ہیں کہ آج کے دور میں ترجمہ کنزالایمان عوام الناس کی قرآن فہمی کیلئے کافی نہیں، مگر دوسری طرف اس دعوے کو بھی ملاحظہ کیجئے:

''قرآن کریم کا ایسا جامع ترجمہ کروادیا کہ اب اس کے بعد کسی اور ترجمہ کی ضرورت نہیں، یہ ترجمہ قرآن اردو ملّتِ اسلامیہ کیلئے قیامت تک صحیح العقیدہ ترجمانی کرتا رہے گا''۔ (معارف رضا کا کنزالایمان نمبر، ص ۱۲۱)

بہرحال! ان مشکل الفاظ کی چند مثالیں بھی ملاحظہ ہو اور جواب دیں کہ کیا یہ ترجمہ عوام کے سمجھنے کا ترجمہ ہے؟؟؟؟؟

(۱) ﴿فَجَمَعَ كَيْدَهُ ثُمَّ أَتَىٰ﴾ (طٰہٰ: آیت ۶۰) کے ترجمہ میں اعلیٰ حضرت نے ﴿کید﴾ کا ترجمہ ''داﺅں'' کیا ہے، جبکہ حضرت شیخ الہندؒ نے ''داؤ'' کیا ہے اور حضرت تھانویؒ نے ''مکر'' (جادو) کیا ہے۔

(۲) ﴿وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ﴾ (طٰہٰ: آیت ۷۱) کے ترجمہ میں ﴿جذوع﴾ کا ترجمہ اعلیٰ حضرت نے ''ڈھنڈ'' کیا ہے، جبکہ شیخ الہندؒ نے ''تنہ'' کیا اور حضرت تھانویؒ نے ''درختوں'' کیا ہے۔

(۳) ﴿فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا﴾ (طٰہٰ آیت ۱۰۶) میں ﴿قاعا صفصفا﴾ کا ترجمہ اعلیٰ حضرت نے ''کوپٹ پر ہموار'' کیا ہے، جبکہ شیخ الہندؒ نے ''صاف میدان'' اور حضرت تھانویؒ نے ''میدان ہموار'' کیا ہے۔

(۴) ﴿لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا﴾ (الانبیاء آیت ۱۰۲) میں ﴿حسیسها﴾ کا ترجمہ اعلیٰ حضرت نے "اسکی بھنک" کیا ہے جبکہ حضرت شیخ الہندؒ نے اور حضرت تھانویؒ نے "اس کی آہٹ" ترجمہ کیا ہے۔

(۵) ﴿اَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ (الحج:۴۱) میں ﴿اقاموا﴾ کا ترجمہ اعلیٰ حضرت نے "برپا رکھیں" کیا ہے، جبکہ شیخ الہندؒ نے "وہ قائم رکھیں" اور حضرت تھانویؒ نے "یہ لوگ پابندی رکھیں" کا ترجمہ کیا ہے۔

(۶) ﴿وَ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَفِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ﴾ (الحج ۵۳) میں ﴿شقاق بعید﴾ کا ترجمہ خانصاحب نے "دھر کے جھگڑالوں" کیا ہے، جبکہ حضرت شیخ الہندؒ نے "مخالفت میں دور جا پڑے" اور حضرت تھانویؒ نے "بڑی مخالفت" کیا ہے۔

(۷) ﴿اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ﴾ (سورہ نور:۴۱) کا ترجمہ فاضل بریلوی نے "کسی کنڈے" کیا ہے، جبکہ حضرت شیخ الہندؒ نے اور حضرت تھانویؒ نے "گہرے" کیا ہے۔

(۸) ﴿قُلْ كُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ﴾ (بنی اسرائیل:۸۴) میں ﴿شاکلة﴾ کا ترجمہ خان صاحب نے "اپنے کینڈے" کیا ہے، جبکہ حضرت شیخ الہندؒ نے "اپنے ڈھنگ" اور حضرت تھانویؒ نے اپنے طریقے کیا ہے۔

(۹) ﴿لَلَجُّوْا فِیْ طُغْیَانِهِمْ﴾ (مومنون:۷۵) خان صاحب نے اس آیت میں ﴿للجو﴾ کا ترجمہ "تو ضرور بھٹ لنا کریں گے" کیا ہے، جبکہ حضرت شیخ الہندؒ نے "تو برابر لگے رہیں گے" اور حضرت تھانویؒ نے "وہ لوگ اصرار کرتے ہیں" کیا ہے۔

(۱۰) ﴿وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا﴾ (مریم:۳) خان صاحب نے اس کا ترجمہ "بھبھوکا پھوٹا" کیا ہے، جبکہ حضرت شیخ الہندؒ نے "شعلہ نکلا" حضرت تھانویؒ نے "سفیدی پھیل گئی" ترجمہ کیا ہے۔

(۱۱) ﴿وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ (البقرۃ:۷۴) میں ﴿تعملون﴾ کا ترجمہ خان صاحب نے "تمہارے کوتکوں" کیا ہے، جبکہ حضرت شیخ الہندؒ نے "تمہارے کاموں" اور حضرت تھانویؒ نے "تمہارے اعمال" کیا ہے۔

(۱۲) ﴿كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ﴾ (البقرۃ:۲۶۵) میں "ربوۃ" کا ترجمہ فاضل بریلوی نے "بھوڑ" کیا ہے، جبکہ حضرت شیخ الہندؒ نے "بلند زمین" اور حضرت تھانویؒ نے "ٹیلے" کیا ہے۔

(۱۳) ﴿اِنَّ كَیْدَكُنَّ عَظِیْمٌ﴾ (یوسف:۲۸) کا ترجمہ خان صاحب نے ﴿کید﴾ کا ترجمہ "چرتر" کیا ہے، جبکہ حضرت شیخ الہندؒ نے "فریب" اور حضرت تھانویؒ نے "چالاکیاں" کیا ہے۔

(۱۴) ﴿لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ (البقرۃ ۲۶۲) میں خان صاحب نے ﴿اجر﴾ کا معنیٰ "نیگ" کیا ہے، جبکہ شیخ الہندؒ اور حضرت تھانویؒ نے "ثواب" کیا ہے۔

(۱۵) ﴿قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ﴾ (العمران ۱۲) میں "سین" کا ترجمہ "کوئی دم جاتا ہے" کیا ہے اور حضرت تھانویؒ نے "عنقریب" جبکہ شیخ الہندؒ نے "اب" کیا ہے۔

(۱۶) ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا﴾ (البقرۃ:۲۰۲) میں خان صاحب نے ﴿نصیب﴾ کا معنیٰ "بھاگ" کیا ہے، جبکہ ہمارے شیوخ نے "حصہ" کیا ہے۔

(۱۷)﴿أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ (البقرۃ:۲۲۹) میں فاضل بریلوی نے احسان کا ترجمہ ''نکوئی'' کیا ہے، جبکہ شیخ الہندؒ نے ''بھلی طرح'' کیا ہے اور حضرت تھانویؒ نے ''خوش عنوانی'' کیا ہے۔

(۱۸)﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا﴾ (العمران:۸۹) میں خان صاحب نے ﴿اصلحوا﴾ کا ترجمہ ''آیا سنبھالا'' کیا ہے، جبکہ شیخ الہندؒ نے ''نیک کام کئے'' کیا ہے اور حضرت تھانویؒ نے ''اپنے کو سنوار لیں'' کیا ہے۔

(۱۹) ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ﴾ (العمران:۱۰۶) میں فاضل بریلوی نے ﴿تبیض﴾ کا ترجمہ ''اونجالے ہونگے'' کیا ہے اور حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت تھانویؒ نے ''سفید ہوں گے'' کیا ہے۔

(۲۰) ﴿لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ (العمران:۱۹۶) میں خان صاحب نے ﴿تقلّب﴾ کا ترجمہ ''الٹے کھلے پھرنا'' کیا ہے، جبکہ ہمارے شیوخ رحمہما اللہ نے ''چلنا پھرنا'' کیا ہے۔

(۲۱)﴿أَشَدُّ تَنْكِيلًا﴾ (النساء:۸۴) میں خان صاحب نے ﴿اشدّ﴾ کا ترجمہ ''کرا'' کیا ہے اور ہمارے شیوخ نے ''عذاب'' کیا ہے۔

(۲۲) ﴿فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ﴾ (المائدہ:۳۰) میں ﴿فَطَوَّعَتْ﴾ کا ترجمہ خان صاحب نے ''چاؤ دلایا'' ترجمہ کیا ہے، حضرت شیخ الہندؒ نے ترجمہ ''اسکو راضی کیا اس کے نفس نے'' اور حضرت تھانویؒ نے ''آمادہ کر دیا'' ترجمہ کیا ہے۔

(۲۳)﴿مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ﴾ (المائدہ:۱۰۳) میں ﴿سائبۃ﴾ کا ترجمہ فاضل بریلوی نے ''بجار'' ترجمہ کیا ہے جبکہ ہمارے شیوخؒ نے سائبہ کا ترجمہ ''سائبہ'' ہی کیا۔

(۲۴)﴿فِي آذَانِهِمْ وَقْرًا﴾ (انعام:۲۵) میں ﴿وقرا﴾ کا ترجمہ خان صاحب نے ''ٹینٹ'' کیا ہے، جبکہ حضرت شیخ الہندؒ نے ''بوجھ'' کیا ہے۔

(۲۵)﴿فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ﴾ (اعراف:۱۱۳) میں ﴿القمل﴾ کا معنیٰ فاضل بریلوی نے ''گھن یا کلنی یا جوئیں'' کیا ہے، جبکہ شیخ الہندؒ نے ''ٹڈی'' اور حضرت تھانویؒ نے ''ٹڈیاں'' کیا ہے۔

(۲۶) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ (انفال:۱۴۱) میں ﴿کفروا﴾ کا ترجمہ خان صاحب نے ''کافروں کے لام'' کیا ہے اور شیخ الہندؒ نے ''کافروں سے'' اور حضرت تھانویؒ نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے۔

(۲۷)﴿فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً﴾ (الرعد:۱۷) میں ﴿فیذھب جفاء﴾ کا ترجمہ خان صاحب نے ''تو پھک کر دور ہو جاتا ہے'' کیا ہے اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ''جاتا رہتا ہے سوکھ کر'' کیا اور حضرت تھانویؒ نے ''وہ تو پھینک دیا جاتا ہے'' ترجمہ کیا۔

(۲۸)﴿جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًا﴾ (بنی اسرائیل:۱۰۴) کا ترجمہ فاضل بریلوی نے ''ہم تم سب کو گھال میں لے آئیں گے'' کیا، جبکہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ''ہم تم سب کو سمیٹ کر لے آئیں گے'' شستہ ترجمہ کیا ہے اور حضرت تھانویؒ نے ''ہم سب کو جمع کر کر حاضر لا کریں گے'' کیا۔

(۲۹)﴿وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا﴾ (کہف:۸) میں ﴿صعیدا جرزا﴾ کا معنیٰ فاضل بریلوی نے ''پٹ کر

میدان کر چھوڑیں گے'' کیا ہے، جبکہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ''میدان چھانٹ کر'' کیا ہے اور حضرت تھانوی ؒ نے ''ایک صاف میدان کر دیں گے'' ترجمہ کیا ہے۔

(۳۰) ﴿رَجْماً بِالْغَيْبِ﴾ (کہف: ۲۲) کا ترجمہ فاضل بریلوی نے ''الاؤ تکا بات'' کیا ہے، جبکہ حضرت شیخ الہند ؒ نے ''بدون نشانہ دیکھے پتھر چلانا'' جبکہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''بے تحقیق بات کو ہانک رہے ہیں'' ترجمہ کیا ہے۔

(۳۱) ﴿وعرضوا علی ربك صفا﴾ (کہف ۴۸) فاضل بریلوی نے ''اور سب تمہارے رب کے حضور میرا باندھے پیش ہونگے'' ترجمہ کیا ہے، جبکہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ''اور سامنے آئیں تیرے رب کے صف باندھ کر'' ترجمہ کیا ہے، جبکہ حضرت تھانوی ؒ نے ''اور سب کے سب آپ کے رب کے روبرو برابر کھڑے کر کے پیش کئے جاوینگے'' کا ترجمہ کیا ہے۔

(۳۲) ﴿اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ﴾ (الاحزاب ۱۹) میں ﴿اشحة﴾ کا ترجمہ خان صاحب نے ''کمی کرتے ہیں'' کیا، جبکہ حضرت شیخ الہند ؒ نے ''دریغ رکھتے ہیں'' اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''بخیلی لئے ہوئے ہیں'' ترجمہ کیا ہے۔

(۳۳) ﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ﴾ (السباء: ۱۶) میں ﴿سیل﴾ کا ترجمہ خان صاحب نے ''اہلا'' کیا، جبکہ حضرت شیخ الہند ؒ نے ''نالا'' اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سیلاب'' ترجمہ کیا ہے۔

(۳۴) ﴿وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ﴾ (السبا: ۲۶) میں ﴿فتاح﴾ کا ترجمہ فاضل بریلوی نے ''بڑا نیاؤ چکانیوالا'' کیا ہے، جبکہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ''قصہ چکانے والا'' اور حضرت تھانوی ؒ نے ''بڑا فیصلہ کرنے والا'' ترجمہ کیا ہے۔

(۳۵) ﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ﴾ (الزخرف: ۳۶) میں ﴿یعش﴾ کا ترجمہ فاضل بریلوی نے ''رتوند'' آئے کیا، جبکہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ''جو کوئی آنکھیں چرائے'' اور حضرت تھانوی ؒ رحمۃ اللہ علیہ نے ''اندھا بن جاوے'' کا ترجمہ کیا ہے۔

(۳۶) ﴿وَاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا﴾ (الفتح آیت ۲۱)

اس کا ترجمہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے کیا:

''جو تمہارے بل کی نہ تھی''

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے کیا:

''جو تمہارے بس میں نہیں آئی''

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا:

''جو تمہارے قابو میں نہیں آئی''

(۳۷) ﴿سَيَعْلَمُوْنَ غَداً مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ﴾ (القمر: آیت ۲۶) اس میں ﴿اشر﴾ کا ترجمہ خان صاحب نے ''اترونا'' کیا اور حضرت شیخ الہند ؒ نے ''بڑائی مارنیوالا'' اور حضرت تھانوی ؒ نے ''شیخی بازی'' کیا ہے۔

(۳۸) ﴿لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعاً اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ﴾ (الحشر: آیت ۱۶) میں ﴿وَرَآءِ جُدُرٍ﴾ کا معنیٰ خان صاحب نے:

''ڈھسوں کے پیچھے''

جبکہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے:

''دیواروں کی اوٹ''

اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''دیوار (قلعہ وشہر کی پناہ) کی آڑ میں'' کیا ہے۔

(۳۹) ﴿فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا﴾ (الجن: آیت ۹) میں ﴿شهابا﴾ کا ترجمہ ''آگ کا لوکا پائے'' کیا اور حضرت شیخ الہندؒ نے ''انگارہ'' اور حضرت تھانویؒ نے ''شعلہ'' کیا۔

(۴۰) ﴿فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ﴾ (مدثر: آیت ۹) میں ﴿یوم عسیر﴾ کا ترجمہ خان صاحب نے ''کرّا دن'' کیا، جبکہ حضرت شیخ الہندؒ نے ''مشکل دن'' حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سخت دن'' کیا۔

(۴۱) ﴿كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ﴾ (مدثر: آیت ۵۰) میں ﴿مستنفرة﴾ کا ترجمہ خان صاحب نے ''بھڑکے ہوئے'' کیا، جبکہ حضرت شیخ الہندؒ نے ''بدکنے والے'' اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''وحشی'' کیا ہے۔

(۴۲) ﴿وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى﴾ (عبس: آیت ۸) میں ﴿یسعی﴾ کا ترجمہ فاضل بریلوی نے ''ملکتا'' کیا، جبکہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''دوڑتا'' کیا ہے۔

(۴۳) ﴿اَبًّا﴾ کا ترجمہ فاضل بریلوی نے ''دوب''، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ''گھاس'' اور حضرت تھانویؒ نے ''چارہ'' کیا ہے۔

(۴۴) ﴿فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ﴾ (الفیل: آیت ۵) میں ﴿عصف﴾ کا ترجمہ فاضل بریلوی نے ''کھیتی کی پتی'' کیا جبکہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ''بھس'' اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''بھوسہ'' کیا ہے۔

(۴۵) ﴿كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾ (یس: آیت ۳۳) میں ﴿یسبحون﴾ کا ترجمہ فاضل بریلوی نے ''پیر رہا ہے'' کیا، جبکہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ''پھرتے ہیں'' اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تیر رہے ہیں'' کیا ہے۔

اس ساری تفصیل کے بعد اس دعوے کو بھی پڑھیے اور سر دھنیے:

''امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنزالایمان کی جہاں اور بے شمار خوبیاں ہیں، وہاں ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ اس ترجمہ کو جس علمی سطح کا آدمی پڑھے گا، اس کو اپنی علمی سطح کے مطابق ترجمانی ملے گی''۔ (معارف رضا کنزالایمان نمبر ص ۱۲۱)

ایک عطاری میاں لکھتے ہیں:

''کنزالایمان سے پہلے تقریباً تین اردو تراجم موجود تھے، ان میں سے ایک لفظی ترجمہ تھا، جس سے عوام کا مستفید ہونا دشوار ترین تھا، دوسرا اگرچہ بامحاورہ تھا لیکن زبان و بیان کی قدامت کے باعث عوام کی ذہنی سطح سے قدرے بلند تھا''۔ (مجلہ تحفظ، فروری مارچ ۲۰۰۹ء)

کہیے خان صاحب جو یہ تراجم کئے کیا یہ عوام کی سطح کے ہیں؟؟؟؟

اس ساری تفصیل کے بعد شاید یہی وجہ تھی کہ پروفیسر مسعود صاحب کو اپنے ہم مسلک ساتھیوں کے ساتھ شکوہ کناں ہونا پڑا وہ لکھتے ہیں:

''ساٹھ سال ہوئے ہیں کہ فاضل بریلوی نے قرآن کریم کا جیسا جاگتا اردو ترجمہ پیش کیا ضرورت تھی کہ اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جاتی، مگر نہ معلوم کیوں یہ اتنی سست رفتاری سے چلا کہ بعد والے آگے بڑھ گئے، تعمیر پاکستان کے بعد تو ایسے جواہر پارے برق رفتاری کے ساتھ آگے بڑھے ہیں، مگر حقوق طباعت کی ہوس نے ہمارے بہت سے شہہ پاروں کو دفن کر دیا، ممکن ہے اس کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا ہو، خدا خدا کر کے چند سال ہوئے ہیں یہ پوری طرح منظر عام پر آیا، ایک عزیز نے اس کا مطالعہ کیا تو فرمایا ایک نیا ترجمہ شائع ہوا ہے، مترجم کوئی مولوی احمد رضا خان صاحب ہیں، راقم نے عرض کیا، یہ ترجمہ (۱۳۳۰ھ، ۱۹۱۱ء) میں شائع ہو چکا تھا، مولانا محمود حسن کا ترجمہ (۱۳۳۸ھ، ۱۹۱۹ء) میں مکمل ہوا اور (۱۳۴۲ھ، ۱۹۲۳ء) میں منظر عام پر آیا، مولانا ابو الکلام آزاد، مودودی اور مولانا عبد الماجد دریا آبادی کے تراجم (مع تفسیر قرآن) تو بہت بعد کی چیزیں ہیں لیکن یہ تراجم اس شان سے شائع کئے گئے کہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ سابقین اولین پر شہرت میں سبقت لے گئی''۔

(فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں: ص ۲۱)

## کنز الایمان کو اردو ادب میں کتنی مقبولیت حاصل ہوئی؟

کنز الایمان کو پاک و ہند میں عوام و خواص میں کتنی مقبولیت ملی اس کا ایک حوالہ تو اوپر گذر چکا، ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو:

''اردو تاریخ و تنقید کا یہ زبردست المیہ ہے کہ اردو نثر کی تاریخ و ارتقاء میں نقاد، باغ و بہار، فسانہ عجائب، طوطی نامہ، امراؤ جان ادا اور اس صنف ادب سے تعلق رکھنے والی دوسری تحقیقات کا تذکرہ کرتے ہیں، حتی کہ مولانا شاہ رفیع الدین، مولانا شاہ عبد القادر اور ڈپٹی نذیر احمد کے اردو ترجموں کا بھی ذکر کرتے ہیں، مگر کنز الایمان کا کوئی ذکر نہیں کوئی تذکرہ نہیں، کیا اس چشم پوشی کا ان کے پاس کوئی جواز ہے؟؟ میں ایسے افراد سے پوچھنا چاہتا ہوں اس چشم پوشی کے کیا وجوہات ہو سکتے ہیں؟؟'' (معارف رضا کا کنز الایمان نمبر: ص ۴۷)

یہ وجوہات ہم نے ما قبل میں نقل کر دی ہیں!!!!

## ترجمہ کنز الایمان کس طرح لکھوایا گیا؟

## اور فی البدیہی ترجمہ میں خان صاحب نے کس طرح ٹھوکریں کھائیں؟

ترجمہ کنز الایمان پر لکھنے والے تقریباً تمام حضرات اس پر متفق ہیں کہ ترجمہ کی جب درخواست کی گئی تو خان صاحب نے کہا کہ میرے پاس وقت نہیں کثرت مشاغل کی وجہ سے، لہٰذا قیلولہ کے وقت یا رات کو سونے کے وقت آجاؤ تو لکھوا دوں گا، یہ ترجمہ فی البدیہہ املاء کیا جاتا ترجمہ کیلئے کسی لغت و تفسیر کو نہیں دیکھا جاتا۔

(ملاحظہ ہو تفصیل، معارف رضا کا کنز الایمان نمبر: ص ۳۵، سوانح صدر الشریعہ: ص ۸۷، انوار کنز الایمان: ص،

؟؟: صدر الشریعہ کی حیات وخدمات، ص ۱۷۸)

خان صاحب بریلوی کے متعلق یہ اجماع ہے کہ انہوں نے اس ترجمہ کے وقت کسی کتاب کی طرف مراجعت نہیں کی تھی، اب دوسری طرف رضاخانی اصولِ ترجمہ میں یہ اصول لکھتے ہیں کہ:

''مترجم کو اعلیٰ اور مستند لغت کا سہارا ضرور لینا چاہیئے، صرف حافظہ پر بھروسہ کرنا مناسب نہیں''۔ (معارف رضا کا کنز الایمان نمبر، ص ۲۹)

خان صاحب بریلوی نے یہی نامناسب کام کیا کہ ترجمہ کے وقت اپنے حافظہ پر بھروسہ کیا اور جگہ جگہ ترجمہ میں ٹھوکریں کھائیں۔ اور ان ٹھوکروں کا اقرار خود بریلویوں کو بھی ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

''حضرت صدر الشریعہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ مسودہ اصل ہی مسودہ معلوم ہوتا ہے، جسے سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا...... نے املاء کرایا، کیونکہ متعدد مقامات پر خاص سطر ہی میں ایک ترجمہ لکھا ہوا ہے، پھر اس کو قلم زد کر کے آگے دوسرا ترجمہ ہے، گویا ایک ترجمہ لکھوا کر اس پر غور فرماتے، پھر ضرورت محسوس ہوتی تو قلم زد کر کے دوسرا لکھواتے، پھر آگے کی آیات کا ترجمہ ہوتا، ہاں بعض مقامات وہ بھی ہیں جن کو قلم زد کر کے دو سطروں کے درمیان کی جگہ یا حاشیہ پر ص کا نشان لگا کر دوسرا ترجمہ مرقوم ہے، لیکن ایسے مقامات نسبتاً کم ہیں، غالباً یہ نظر ثانی کے وقت ہوا ہوگا''۔ (صدر الشریعہ کی حیات وخدمات، ص ۱۸۲)

ظاہر ہے جب فی البدیہہ ترجمہ لکھوایا جائے گا تو خان صاحب کی علمی حیثیت اتنی نہ تھی کہ وہ بالکل درست ہو، اس لئے اسے بار بار قلم زد کیا گیا، حتیٰ کہ نظر ثانی کے وقت بھی ترجموں کو بدلا گیا لہٰذا یہ دعویٰ بھی جھوٹ ثابت ہوا کہ بالکل فی البدیہہ درست ترجمہ املاء کرایا!!!!!

ترجمہ لکھنے کے بعد اس کا تقابل تفاسیر سے کیا جاتا، غالباً اسی دوران ان تراجم کے متعلق پتہ چلتا کہ یہاں خان صاحب نے ٹھوکر کھالی ہے اور اسے قلم زد کر کے دوسرا ترجمہ کر لیا جاتا!!!!

## کیا کثرتِ مشاغل کی وجہ سے ترجمہ کے لیے وقت نہ تھا:

قیلولہ کا وقت جس میں آدمی نیم غنودگی میں ہوتا ہے، ترجمہ کو دینے کیلئے بریلوی حضرات نے یہ توجیہ کی کہ اعلیٰ حضرت کثرتِ مشاغل کی وجہ سے ترجمہ کیلئے مستقل وقت نہیں دے پا رہے تھے۔

حالانکہ یہ اس صدی کے عظیم جھوٹوں میں سے ایک جھوٹ ہے، میں ما قبل میں تفصیل سے بیان کر چکا ہوں کہ خان صاحب سارا دن گھر میں ہوتے، مدرسہ و درس و تدریس کی مشغولیت ان کی نہ تھی، جمعہ و وعظ وہ نہیں کرتے تبلیغ کیلئے سفر نہیں کرتے، سیاست میں کبھی عملاً حصہ نہیں لیا، بچوں کی تربیت سے بے پرواہ تھے، بچیوں کی شادی اور معاش کے غم سے آزاد تھے، نوافل کے تارک تھے، خانقاہ و چلہ کشی و دیگر خانقاہی مصروفیات و وظائف نہ شیخ نے کرائے اور نہ انہوں نے اپنے کسی مرید کو، مطالعہ کی مصروفیات اس لئے نہ تھی کہ چودہ صدیوں کی کتب از بر تھیں، فتاویٰ اپنے شاگردوں سے لکھواتے، تصانیف کے متعلق ہم ما قبل میں وضاحت کر چکے ہیں کہ اگر زندگی پر تقسیم کی جائیں تو مشکل سے فی یوم پانچ صفحات کا اوسط نکلتا ہے۔

تو آخر وہ کونسی مشغولیت تھی جس کی وجہ سے ترجمہ قرآن نہیں ہو پا رہا تھا؟؟؟؟

حقیقت یہی ہے کہ خان صاحب کو قرآن وحدیث سے کوئی شغف نہ تھا، ان کا صرف ایک ہی شغف تھا علمائے حق کی تکفیر!...... وہ سارا سارا دن اسی کے منصوبے سوچتے رہتے، اسی لئے قرآن کے ترجمہ کیلئے تیار نہ ہوئے، اس کیلئے بھی انہیں اسی طرح تیار کیا گیا کہ آپ کے مخالفین کے ترجمہ لوگ پڑھ رہے ہیں اور آپ کے مذہب سے ہٹ رہے ہیں، اس کے بعد وہ تیار ہوئے، مگر عدم دلچسپی کا یہ حال تھا کہ اس سب کے بعد بھی آرام اور سونے کا وقت دیا اور اتنی بھی توفیق نہ ہوئی کہ اس عظیم الشان کام کو کرنے کے لیے کم از کم کسی تفسیر، حدیث یا لغت کی کتاب کو ایک نظر دیکھ ہی لوں اور بے توجہی سے کئے گئے اس ترجمہ کا جو حشر ہوا وہ آپ نے ملاحظہ کر لیا ما قبل میں!!!!

بہر حال! اس وقت ہمارا مقصد ترجمہ کنز الایمان کے تمام مفاسد کو بیان کرنا نہیں، اس پر ضخیم کتب لکھی جا چکی ہیں، موقع کی مناسبت سے تھوڑے، بہت اشارے کر دیے جو عقل مند کیلئے کافی ہیں!!!!

## موسوم باسم تاریخی کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن (۱۳۳۰ھ)

مولوی احمد رضا خان نے ۱۳۳۰ھ میں قرآن کا ترجمہ کیا اور اس کا تاریخی نام "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" رکھا ترجمۃ القرآن کو اگر اضافت کے ساتھ نہ لکھیں صرف ترجمہ کہیں تو آخری حرف بوجہ وقف ھا کے پڑھا جائے گا لیکن ہے حقیقت میں تا جو اضافت کے ساتھ نمایاں ہو جاتی ہے، مولوی احمد رضا خان نے اسے اضافت کی حالت میں بھی ہا ہی سے پڑھا اور یہ ایک بڑی غلطی تھی کوئی عربی دان نہ کہے گا کہ آخر میں ہا ہے تا نہیں۔

قارئین کرام! ترجمہ کو تا سے پڑھا جائے اور یہی صحیح ہے تو "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" کے اعداد کا مجموعہ ۱۷۲۵ بنتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ سن نہ ابھی آیا ہے اور نہ خانصاحب نے اس میں یہ ترجمہ لکھا ہے اور اگر ترجمہ کو ہا سے پڑھا جائے تو پھر مجموعہ اعداد بے شک (۱۳۳۰) بنتا ہے، تا کے عدد (۴۰۰) ہیں اور ہائے ہوز کا عدد (۵) ہے، (۱۷۲۵) سے (۴۰۰) نکالیں تو (۱۳۲۵) رہ جائے گا، اس میں "ہا" کے (۵) عدد جمع کر لیں تو مولوی احمد رضا خان کے اس ترجمہ کا تاریخی عدد نکل آئے گا، لیکن یہ کہاں تک درست ہے اس کا فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں!!!!

## کنز الایمان اور ترجمہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ:

فاضل بریلوی صاحب شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن کے فضائل ومناقب بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ترجمہ شیخ سعدی رحمہ اللہ کے سوا آج تک اردو فارسی جتنے ترجمے چھپے ہیں کوئی صحیح نہیں"۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ حصہ دوم صفحہ ۱۲۷ قدیم، مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی)

فاضل بریلوی اس ترجمہ کو درست قرار دے رہے ہیں تو ہم فاضل بریلوی کے ترجمہ کنز الایمان کو اس کے مقابل لاتے ہیں، تا کہ پتہ چل جائے کہ رضا خانی ترجمہ اپنے اصول کے بھی خلاف ہے اوروں کے اصول کے خلاف ہونا تو اگلا مرحلہ ہے!!!!

**(1) بسم اللہ الرحمن الرحیم**

بنام خدائے بخشندہ مہربان۔ (ترجمہ سعدی صفحہ ۲) یعنی نام خدا سے {شروع} کرتا ہوں جو بخشنے والا مہربان ہے۔

جب کہ کنز الایمان میں ہے: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا۔
رضاخانی حضرات کہتے ہیں تسمیہ کا وہ مترجم جھوٹا ہوتا ہے، جو اللہ کے لفظ کو شروع میں نہ لائے جیسا کہ رضاخانی کتب کو دیکھنے والا جانتا ہے۔ تفصیل کے لیے انوارِ رضا، انوارِ کنز الایمان، آؤ فیصلہ کیجیے ملاحظہ فرمائیں!!!!

ہماری طرف سے ان کی خدمت میں عرض ہے، تسمیہ میں خود لفظ بسم پہلے ہے، اللہ کا لفظ پہلے نہیں ہے، اب خدا تعالیٰ کے متعلق کیا ارشاد ہے؟؟ اور جس ترجمہ کو رضاخان صاحب درست کہہ رہے ہیں اس میں لفظ ''خدا'' سے ترجمہ شروع نہیں ہوتا، بلکہ ''بنام'' کے لفظ سے شروع ہوتا ہے، اب اگر رضاخانی سچے ہیں تو فاضل بریلوی صاحب جھوٹے ہیں اور اگر وہ سچے ہیں تو یہ سب جھوٹے ہیں، خود فیصلہ کرلیں کہ کس کو جھوٹ پر اترنے والی لعنت کی ضرورت ہے، مقتدا کو یا اندھے پیروکاروں کو؟؟؟؟

(2)﴿اهدنا الصراط المستقيم﴾(فاتحہ ۵)
راہ نمائی ما را راہ راست۔ (ترجمہ سعدی) یعنی ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔
جب کہ کنز الایمان میں ہے: ہم کو سیدھا راستہ چلا۔
اب بریلوی خود دیکھیں کہ فاضل بریلوی نے اپنے قول سے اپنے کنز الایمان کو خود ہی رد کر دیا ہے، کیا اب بھی یہ ترجمہ قبول کرنے کے لائق ہے؟؟؟؟

(3)﴿ولا يقبل منها شفاعة﴾(البقرہ آیت ۴۸)
و پذیرفتہ نشود از اں درخواستے۔ (ترجمہ سعدی) یعنی اور قبول نہ کی جائے گی کسی نفس سے درخواست۔
جب کہ رضاخانی ترجمہ ہے:
اور نہ {کافر کے لیے} کوئی سفارش مانی جائے گی۔
اب فرق تو واضح ہے، شیخ سعدی کے ترجمہ میں بات مطلق ہے ہر ایک کے لیے اور فاضل بریلوی نے مقید کر دیا تو فاضل بریلوی نے چونکہ ترجمہ سعدی کی تصویب اور تائید کی ہے، اس لیے خود ہی اپنے ترجمہ پر نقد کر دیا!!!!

(4)﴿وفى ذلكم بلاء من ربكم عظيم﴾(البقرہ آیت ۴۹)
و درین شمارا آزمودن از پروردگار شما بزرگ۔ (ترجمہ سعدی)۔
یعنی اس میں تمہاری آزمائش ہے تمہارے بزرگ و برتر پروردگار کی طرف سے۔
جب کہ کنز الایمان میں ہے:
''اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی بلا تھی یا بڑا انعام''
دیکھیں! ایک مرتبہ پھر فاضل بریلوی اپنے مصدقہ ترجمہ کے خلاف چلے، بلاء جس کا معنیٰ آزمائش تھا اسے بچوں کو ڈرانے والی ''بڑی بلا'' کہہ دیا، حیرت ہے اس اعلیٰ حضرت پر جس کو دنیائے بریلویت مجدد کہتی ہے، جسے قرآن فہمی سے مس نہیں وہ تجدید دین کیا کرے گا!!!!

(5)﴿ولما يعلم الله الذين جاهدوا منكم ويعلم الصابرين﴾(آل عمران آیت ۱۴۲)

و ہر گاہ کے نہ دانستہ امت خدائے آناں را کہ کارزار کردند از شما و نادانستہ است صبر کنندگان را (ترجمہ سعدی)
یعنی اور ابھی تک اللہ نے نہیں جانا ان لوگوں کو جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور نہ ان کو جانا ہے جو صبر کرنے والے ہیں۔
جب کہ فاضل بریلوی لکھتے ہیں:
اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی۔
فاضل بریلوی یہ ترجمہ کر کے اپنے اصول وفتویٰ کی زد میں خود آگئے، دنیا خود سمجھ لے گی کہ فاضل بریلوی کا ترجمہ تو اپنے اصول کے بھی خلاف ہے!!!!

(6) ﴿قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا﴾ (یونس آیت ۵۸)
بگو بفضل خدائے و برحمت او پس باین باید کہ شاد شوند۔ (ترجمہ سعدی)
یعنی آپ کہہ دیجیے کہ خدا کے فضل و رحمت سے پس ان کو چاہیئے کہ وہ خوش ہو جائیں۔
جب کہ فاضل بریلوی نے کنز الایمان میں لکھا:
تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیئے کہ خوشی کریں۔
فاضل بریلوی نے "خوش ہونے" کو بدل کر "خوشی کرنا" کر دیا ہے، تا کہ وہ اس سے دلیل لے کر میلاد کا جشن منا سکیں، یہ فاضل بریلوی کی تحریفات کا ایک نمونہ ہے، ہم اس پر آگے چل کر تفصیل سے کلام کریں گے، ان شاء اللہ العزیز!!!!

(7) ﴿فان كنت فى شك مما انزلنا اليك﴾ (سورہ یونس آیت ۹۴)
پس اگر ہستی تو در شک از آنچہ فرد فرستادیم بسوئے تو۔ (ترجمہ سعدی)
یعنی پس اگر تو شک میں ہے اس میں جو ہم نے تیری طرف بھیجی ہے۔
جب کہ رضا خانی ترجمہ یوں ہے:
اور اے سننے والے! اگر تجھے کچھ شبہ ہو اس میں جو ہم نے تیری طرف اتارا ہے۔
اب دیکھیے مصدقہ ترجمہ میں تو شک کا روئے سخن سرکار طیبہ ﷺ کی طرف رکھا گیا ہے، مگر کنز الایمان میں اس کو پھیر کر عام کر دیا، جو رضا خانی اصول کے سراسر خلاف ہے۔

(8) ﴿قل انما انا بشر﴾ (الکہف آیت ۱۱۰)
بگو جز این نیست کہ من آدمی ام مانند شما۔ (ترجمہ سعدی)۔ یعنی آپ کہہ دیجیے کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں آدمی ہوں جیسے کہ تم آدمی ہو۔
جب کہ رضا خان ترجمہ کرتا ہے:
تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔
دیکھیں اب خود ہی اپنے خلاف جا رہا ہے!!!!

(9) ﴿فلا تدع مع الله الها آخر﴾ (الشعراء آیت ۲۱۳)

ومخوان اے محمد با خدائے بحق خدائے دیگر را۔ (ترجمہ سعدی)۔
یعنی اور نہ پکار اے محمد ﷺ خدائے برحق کے ساتھ دیگر خدا کو۔
مگر فاضل بریلوی کی سنیے:
تو اللہ کے سوا دوسرا خدا نہ پوج
(10) ﴿ومکروا مکرا ومکرنا مکرا وھم لا یشعرون﴾ (النمل آیت ۵۰)
ومکر کردند اینہا مکر کردن ومکر کردیم مکر کردن و اینہا نمی دانند۔ (ترجمہ سعدی)۔
انہوں نے مکر کیا مکر کرنا اور ہم نے مکر کیا مکر کرنا اور وہ اس کو نہیں جانتے۔
اسی طرح ایک دوسری آیت میں کیا، ملاحظہ ہو:
﴿فلا یأمن مکر اللہ الا القوم الخاسرون﴾ (الاعراف آیت ۹۹)
پس ایمن نشود از مکر خدائے مگر گروہ زیان کاراں۔ (ترجمہ سعدی)۔
پس بے پرواہ نہیں ہوتے خدا کے مکر سے مگر خسارہ پانے والا گروہ۔
جب کہ فاضل بریلوی نے دونوں جگہ ترجمہ یہ کیا ہے:
انہوں نے اپنا سا مکر کیا اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی۔ (کنزالایمان)
یعنی کنزالایمان میں دونوں جگہ ''خفی تدبیر'' اور ''خفیہ تدبیر'' معنیٰ کیا ہے، مگر ترجمہ سعدی میں لفظ مکر کی تائید وتصویب فرمادی۔
(11) ﴿یا ایھا النبی انا ارسلنٰک شاھدا﴾ (الاحزاب آیت نمبر ۴۵)
اے پیغمبر بدرستیکہ ما فرستادیم ترا گواہ۔ (ترجمہ سعدی)۔ یعنی اے پیغمبر! بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہ بنا کر۔
جب کہ رضوی ترجمہ میں یوں ہے:
اے غیب کی خبریں بتانے والے {نبی} بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر......۔
(12) ﴿لئن اشرکت لیحبطن عملک﴾ (الزمر آیت ۶۵)
اگر شرک آری برآئینہ نابود شود عمل تو۔ (ترجمہ سعدی)۔ یعنی اگر آپ نے شرک کیا تو ضرور بالضرور آپ کے عمل نابود ہو جائیں گے۔
جب کہ فاضل بریلوی کے ترجمہ میں ہے:
اے سننے والے! اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا۔
(13) ﴿واستغفر لذنبک﴾ (المومن آیت نمبر ۵۵)
واستغفار گو برائے گناہان خود۔ (ترجمہ سعدی)۔ یعنی استغفار کیجیے اپنے گناہوں کے لیے۔
اور دوسری جگہ ہے:
﴿واستغفر لذنبک﴾ (سورہ محمد آیت نمبر ۱۹)

وآمرزش خواہ برائے زلت خود۔ (ترجمہ سعدی)۔ یعنی بخشش طلب کیجیے اپنی لغزش پر۔

جب کہ رضاخانی ترجمہ کا موجود ایڈیشن دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ دونوں جگہ اس آیت کا روئے سخن سرکار طیبہ ﷺ کی طرف سے پھیر کر امت کی طرف کر دیا گیا ہے، ویسے ہمارے پاس کنزالایمان کا پرانا نسخہ ہے اس میں سورہ مومن کی آیت کا ترجمہ یوں ہے:

اور آپ اپنے گناہوں کی معافی چاہو۔ (ملاحظہ فرمائیں: کنزالایمان صفحہ ۶۸۴ تاج کمپنی طبع اوّل)۔

اب رضاخانی حضرات کو چاہیئے کہ فاضل بریلوی کی بھی تکفیر کریں ورنہ اپنی کریں!!!!

(14) ﴿ما كنت تدري ما الكتاب ولا الايمان﴾ (الشوریٰ صفحہ ۵۲)

نمے دانستی تو کہ چہ چیز است قرآن و نہ آنکہ چیست ایمان۔ (ترجمہ سعدی)۔

یعنی آپ نہیں جانتے تھے کہ قرآن کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے۔

جب کہ رضاخانی ترجمہ میں یوں ہے:

اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل۔

اب رضاخانی ہی فیصلہ کریں گے کہ رضاخان دوغلا تھا یا پھر سچا انسان؟؟؟؟

(15) ﴿لا اقسم بهذا البلد﴾ (البلد آیت ۱)

سوگندمی خورم بایں شہر۔ (ترجمہ سعدی)۔ یعنی میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی۔

جب کہ ترجمہ رضوی میں ہے:

مجھے اس شہر کی قسم۔

رضاخان صاحب نے بقول رضاخانی حضرات اس لیے کھانے کا لفظ استعمال نہیں کیا کہ وہ ذات کھانے پینے سے پاک ہے، مگر رضاخانی حضرات کی بھول ہے کہ رضاخان صاحب نے ترجمہ سعدی کی تصدیق وتصویب کرکے اس ''جرم'' میں شریک ہونا منظور کیا ہے، اگر رضاخانی حضرات کو یاد ہو تو اپنے رضاخان کے حدائق بخشش کے اس مصرع کو بھی دیکھ لیں:

''کھائی قرآن نے خاک گذر کی قسم''

تو اب کیا بنے گا رضاخان کا؟ رضاخانی حضرات کو سوچنے کی مہلت دی جاسکتی ہے، جتنی وہ مانگیں!......مگر فیصلہ انصاف کا ہو!!!!

(16) ﴿ووجدك ضآلًا فهدى﴾ (الضحیٰ آیت نمبر ۷)

ویافت ترا جائے گم کردہ پس راہ نمود۔ (ترجمہ سعدی)۔ یعنی اور پایا تجھے راہ گم کیا ہوا تو راہ دکھائی۔

جب کہ رضاخان صاحب جن کا ترجمہ ان کا اپنا باپ بھی نہیں مانے گا اگر اس کو دکھا دیا جائے یوں کرتے ہیں:

اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

یہ ترجمہ خود رضاخانی فتوے کی زد میں ہے!!!!

(17) ﴿ووضعنا عنك وزرك الذى انقض ظهرك﴾ (الم نشرح آیت نمبر ۲،۳)

و دور کردیم ازتو بارترا کہ گراں ساخت پشت ترا۔ (ترجمہ سعدی)۔
یعنی دور کردیا ہم نے تجھ سے تیرے بوجھ کو جس نے تیری پیٹھ کو بوجھل کردیا۔
جب کہ رضا خان صاحب سے سنیے وہ لکھتے ہیں:
اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتارلیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑ دی تھی۔

واہ واہ خان صاحب! کیا ہی عظمت واحترام کیا ہے!......کیا کہنے!......قرآن نے تو صرف پیٹھ مبارک پر بوجھ کی بات کی ہے، مگر آپ نے تو العیاذ باللہ پیٹھ توڑنے کی بات کی ہے، یہ بھی تو نہیں کہا جاسکتا کہ آپ کے دور میں اردو نے ترقی نہیں کی تھی، ہاں شاہ رفیع الدین وغیرہ اکابر کے متعلق تو یہ بات بنتی ہے، کیونکہ وہ اردو کی ابتدا تھی اور الفاظ بہت کم وضع ہوئے تھے!!!!

المختصر!......ہم نے چند آیات پیش کی ہیں، ورنہ سینکڑوں آیات پیش کی جاسکتی ہیں، یہاں خاص طور پر یہ بات نوٹ کریں کہ شیخ سعدی نے ان آیات کا وہی ترجمہ کیا ہے، جس پر بریلوی حضرات نے یہ فردِ جرم عائد کی کہ ان تراجم کو پڑھ کر لوگ عیسائی ہورہے تھے، اللہ کی تقدیس وناموس رسالت ﷺ کے خلاف یہ تراجم ہیں، کیا کوئی بتانا پسند کرے گا کہ شیخ سعدی کے ترجمہ کو پڑھ کر کتنے لوگ معاذ اللہ غیر مسلم ہوئے؟؟

یہاں ایک اور بات بھی نوٹ کریں کہ اکابر دیوبند کا ترجمہ شیخ سعدی کے ترجمہ کے مطابق ہے، جبکہ خان صاحب اپنے ہی پسندیدہ ترجمہ سے ہٹ کر چلے، اس کا مطلب ہے کہ اسلاف کی پیروی اکابر دیوبند نے کی، جب کہ خان صاحب بریلوی اسلاف کا باغی تھا، اسے نیا فرقہ بنانا تھا اور اس کیلئے اسلاف کے عقائد ونظریات سے بغاوت ضروری تھی۔

## ترجمہ کے نام پر اپنے عقائد کو کیسے داخل کیا گیا؟:

خان صاحب بریلوی کے تذکرہ نگاروں نے اس ترجمہ لکھنے کی ایک غرض یہ بھی بتلائی ہے کہ دیگر مترجمین نے ترجمہ میں اپنے عقائد داخل کردیے تھے، حالانکہ یہی کام خود خان صاحب بریلوی نے کیا، چونکہ متقدمین کے تراجم عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کے مطابق تھے، اس لئے خان صاحب کو ایک نیا ترجمہ اختراع کرنے کی ضرورت پیش آئی اور کھل کر اس ترجمہ میں اپنے عقائد داخل کئے!!!!

مثلاً نبی کا معنیٰ غیب کی خبر بتلانے والا خان صاحب نے اپنے ترجمہ میں کیا ہے، اب اس حد تک تو ہمیں کوئی اختلاف نہیں، لیکن عوام چونکہ سطحی ہے، اس لئے پہلے ان کا ذہن بنایا گیا کہ دیکھو قرآن بھی نبی کو غیب داں کہہ رہا ہے اور پھر ان کا ذہن اس عقیدہ فاسدہ کی طرف لایا گیا کہ نبی معاذ اللہ علمِ غیب کلّی جانتا ہے، جہاں جہاں نبی کریم ﷺ سے علمِ غیب یا مختارِ کل کی نفی قرآن مجید میں کی گئی، وہاں خان صاحب نے "آپ" یا "ذاتی" کا پنکچر لگادیا اور اپنی عوام کو یہ تاثر دیا کہ دیکھو قرآن میں تو ذاتی علمِ غیب یا ذاتی اختیار کی نفی ہے، ہم تو یہ سب عطائی طور پر مانتے ہیں۔

بریلوی حضرات چونکہ نبی کریم ﷺ کی حقیقت بشر نہیں مانتے اور نوع بشر میں سے تسلیم نہیں کرتے، بلکہ صرف ظاہری طور پر لباس بشریت میں مانتے ہیں، اس لئے ﴿**قل انما انا بشر مثلکم**﴾ کے ترجمہ میں "ظاہری صورت" جیسے خود ساختہ الفاظ داخل کئے، تاکہ اپنی عوام کو سمجھایا جاسکے کہ دیکھو قرآن بھی کہہ رہا ہے کہ نبی ظاہری طور پر بشر ہیں حقیقی طور پر تو نور ہیں، معاذ اللہ!......اسی طرح قرآن میں "شاہد" کا ترجمہ آج تک کسی نے "حاضر ناظر" نہیں کیا، مگر خان صاحب نے اس کا ترجمہ "حاضر وناظر" کیا اور یہ تاثر دیا کہ دیکھو قرآن سے نبی کا

ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا ثابت ہو رہا ہے، غرض اس طرح دیگر کئی تحریفات کی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

## ترجمہ کنزالایمان کے بارے میں دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

**سوال:** ''کیا احمد رضا کا ترجمہ کنزالایمان پڑھنا ٹھیک ہے؟

**جواب:** احمد رضا خاں کے ترجمہ میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں، جو جمہور اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہے، عامۃ المسلمین کا اس کو پڑھنا اعتقادی اور عملی گمراہی و غلطی کا موجب بن سکتا ہے''۔

(ویب سائٹ، عقائد وایمانیات-قرآن کریم، سوال #6434 تاریخ اشاعت: ۱۳ر اگست ۲۰۰۸ء)

☆☆☆☆

# نواب صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ تکفیر و تفریقِ مسلم

# خان صاحب کی خدمات بحیثیت مکفّر المسلمین

نواب احمد رضا خان صاحب کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ جو ہمارے سامنے آتا ہے، وہ "تکفیر مسلم" ہے، خان صاحب اپنی ادنیٰ مخالفت پر دوسروں کو وہابی کہہ کر بے دھڑک کافر بنانے میں یدطولیٰ رکھتے تھے، ایک بار کسی سے اختلاف ہوجائے تو پھر دشنام طرازی، گالم گلوچ، قافیہ بند مغلظات کی وہ بھرمار ہوتی کہ **الامان والحفیظ!**...... موصوف کی ساری زندگی افتراق و انتشار میں گذرگئی، خان صاحب نے اپنے ہم خیال لوگوں میں دوسروں سے نفرت بغض وعناد کا ایسا مادہ پیدا کر دیا تھا اور کفر وگستاخی کے بھاری بھرکم فتوؤں کو اس قدر ہلکا کر دیا تھا کہ خان صاحب کے محلّے کے بچے بھی بے دھڑک معمولی معمولی باتوں پر ایک دوسرے کو وہابی، بدعقیدہ کہتے ہوئے نہ جھجکتے، چنانچہ حکیم اختر شاہجہاں پوری لکھتے ہیں:

"جب بچے کبھی ایک دوسرے سے لڑتے تو ہاتھا پائی بھی نہ کرتے نہ گالیاں ہی دیتے، ہاں! ان کی بڑی سے بڑی گالی بے دین، بدعقیدہ، وہابی، چکڑالوی، دیوبندی، غیر مقلد، نیچری، ندوی وغیرہ تھی"۔ (سیرت امام احمد رضا، ص ۵۵)

کیا بریلوی حضرات یہ بتانا پسند کریں گے کہ معمولی ذاتی جھگڑوں کی بناء پر آپ کے مذہب کی رو سے کسی صحیح العقیدہ کو وہابی، دیوبندی، نیچری کہنا کیسا ہے؟؟؟؟

ایک طرف تو ماحول یہ کہ محلّے کے بچے بے دھڑک ایک دوسرے کو وہابی کہہ رہے ہیں، مگر دوسری طرف یہ کہ:

"نبیرۂ محدث سورتی حضرت شاہ مانا میاں صاحب فرماتے ہیں میرے والد ماجد سلطان الواعظین مولانا عبد الاحد صاحب رضوی پیلی بھیتی بریلی شریف اعلیٰ حضرت سرکار کی خدمت بابرکت میں حاضر ہیں کہ دارالافتاء کے سامنے کتا دکھائی دیا تو کہا اس وہابی کو بھگا دو، بس یہ سننا تھا کہ اعلیٰ حضرت سرکار نے فرمایا، مولانا اس کتے نے کب توہین رسول کی ہے، جو آپ نے اس کو وہابی کہہ دیا رجوع کیجئے اور آئندہ احتیاط فرمائیے"۔ (تجلیات امام احمد رضا، ص ۱۵۲)

اسی طرح شاہ عبد الحق صاحب شمسی کو کتے کو وہابی کہنے پر توبہ کروائی۔ (تجلیات امام احمد رضا، ص ۱۵۳)

ایک طرف تو کتے کو وہابی کہنا گوارا نہیں، دوسری طرف اپنے محلّے کے بچوں کو یہ سکھایا ہوا ہے کہ جب لڑائی ہو تو بے دھڑک ایک دوسرے کو وہابی (آج کل اصطلاح علماء میں وہابی اسی کو کہا جاتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی توہین کرتا ہے، از احمد رضا، بحوالہ تجلیات

امام احمد رضا، ص ۱۵۳) کہہ دو، یہ قول وفعل کا تضاد کیوں؟؟ کس بات کو سچا مانا جائے کس کو جھوٹ؟؟ بات وہی کہ جتنے منہ اتنے جھوٹ!!...... بہرحال! موضوع کہیں اور نکل گیا، اس تفریق وانتشار اور تکفیر مسلم کیلئے نواب احمد رضا خان نے کتنے سال کس قدر محنت کی اس کا اندازہ اس سے لگا لیں کہ:

''مولانا احمد رضا خاں پچاس سال مسلسل اسی جدو جہد میں منہمک رہے، یہاں تک کہ مستقل دو مکتبہ فکر قائم ہو گئے بریلوی دیوبندی یا وہابی''۔ (سوانح حیاتِ اعلیٰ حضرت، ص: ۸)

# تکفیر المسلمین

## شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور نواب احمد رضا خاں بریلوی

جناب احمد رضا خاں بریلوی نے اسلام اور اہلِ اسلام کیساتھ کیا سلوک کیا ہے اور ان کی کوششیں اور تدبیریں کس انداز سے اسلام کو صدمہ پہنچا رہی ہیں، مختصر یہ کہ مخالفین اسلام نے گونا گوں انداز سے اسلام کو صدمہ پہنچایا، مگر خان صاحب نے روافض کی طرح امتِ محمدیہ کے اخیار (نیک) لوگوں کو منتخب کرکے ان ہی سے لوگوں کو متنفر کرنا چاہا، جیسے روافض نے امت کے خلاف حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو منتخب کرکے ان کی تکفیر اور تبرّا بازی وسبّ وشتم سے کام لیا تھا، ایسے ہی خان صاحب نے اس وقت جو دین کے منتخب اور برگزیدہ جماعت کے آفتاب ومہتاب تھے ان کو اپنے گھر کے دھوئیں سے مکدر (ومیلا) کرنا چاہا، **﴿والله متمّ نوره ولو كره الكافرون﴾**

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ خان صاحب کے خاندان میں چونکہ بدعت کی تخم ریزی پہلے ہی سے ہو چکی تھی، اسی وجہ سے خان صاحب نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کو چنا اور حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر تہمتوں کے انبار لگائے اور ان پر غیر متناہی وجوہ سے کفر لازم کیا!!!!

### صراطِ مستقیم کی عبارت:

از وسوسۂ زنا خیالِ مجامعتِ زوجہ خود بہتر ست۔

ترجمہ:- وسوسۂ زنا خیال ہم بستری بی بی اپنی بہتر ہے۔

یعنی: زنا کے وسوسۂ سے اپنی بی بی سے ہم بستری کا خیال بہتر ہے۔

### نواب احمد رضا خاں بریلوی کی عبارت:

جناب احمد رضا خاں بریلوی اس عبارت کو تبدیل کر کے یوں لکھتے ہیں:

''مسلمانو...... غور کرو محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف نماز میں خیال لے جانا...... کسی فاحشہ رنڈی کے تصور اور اس کے ساتھ زنا کا

خیال کرنے سے بھی بُرا ہے۔

مسلمانو! للہ انصاف، کیا ایسا کلمہ کسی اسلامی زبان وقلم سے نکلنے کا ہے، حاشاللہ پادریوں، پنڈتوں وغیرہم کھلے کافروں مشرکوں کی کتابیں دیکھو جوانہوں نے بزعم خود اسلام جیسے روشن چاند پر خاک ڈالنے کو لکھی ہیں، شاید ان میں بھی اس کی نظیر نہیں پاؤ گے کہ ایسے کھلے ناپاک الفاظ تمہارے پیارے نبی تمہارے سچے رسول ﷺ کی نسبت لکھے ہوں...... مگر اس مدعیٔ اسلام بلکہ مدعیٔ امامت کا کلیجہ چیر کر دیکھئے کہ اس نے کس جگر سے محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سب ودشنام (برا بھلا اور گالی) کے الفاظ لکھ دیے اور روز آخر اللہ عزیز غالب قہار کے غضب عظیم وعذاب الیم کا اصلاً اندیشہ نہ کیا............ مسلمانو! کیا ان گالیوں کی محمد رسول اللہ ﷺ کو اطلاع نہ ہوئی یا مطلع ہو کر ان سے انہیں ایذا نہ پہونچی، ہاں ہاں واللہ واللہ! انہیں اطلاع ہوئی، واللہ واللہ! انہیں ایذا پہونچی، واللہ واللہ! جو انہیں ایذا دے اس پر دنیا وآخرت میں اللہ جبار وقہار کی لعنت اس کے لئے سختی کا عذاب شدت کی عقوبت ہے، آیت:

﴿ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله فى الدنيا والأخرة واعدّ لهم عذاباً مهينا﴾ (الاحزاب:۵۷)

بے شک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ نے لعنت فرمائی دنیا وآخرت میں اور ان کے لئے بنا رکھا ہے ذلت والا عذاب۔

اب تمہیں ظاہر ہوگا کہ اس خبیث بد دین نے جو ہمارے عزت والے رسول دو جہاں کے بادشاہ، عرش بارگاہ عالم پناہ ﷺ کی نسبت یہ لعنتی کلمات لکھے انہوں نے ہمارے اسلامی دلوں پر تیز خنجر سے زیادہ کام کیا، پھر ہم اسے اپنے سچے پکے اسلامی گروہ میں کیونکر داخل کر سکتے ہیں، **الا لعنة الله علىٰ اعداء رسول الله ﷺ**۔ (یعنی لعنت ہے اللہ کے رسول کے دشمن پر)''۔

(ماخوذ: الکوکبۃ الشہابیۃ ص/۳۰، ۳۱، ۳۲ مصنف احمد رضا خاں)

## احمد رضا خاں صاحب کی عبارت پر تبصرہ:

خیال رہے کہ...... جناب احمد رضا خاں نے اپنی مذکورہ عبارت میں شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دینے والا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، پھر خود بھی شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر لعنت کی ہے اور وہ آیت کریمہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالفوں کے بارے میں ہے، لکھ کر یہ ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ بھی ایسوں پر لعنت فرماتے ہیں، معاذ اللہ! دیکھا جائے تو حقیقتاً لعنت کے مستحق احمد رضا خاں خود ٹھہرتے ہیں، کیونکہ عبارت کو خواہ مخواہ کفریہ انہوں نے بنایا ہے، پھر دوسری تصنیف میں ایسے لوگوں کا انجام لکھتے ہیں:

''امام مذہب حنفی سیدنا امام ابو یوسف کتاب الخراج میں فرماتے ہیں: (صرف ترجمہ):

جو شخص مسلمان ہو کر رسول اللہ ﷺ کو دشنام (گالیاں) دے یا حضور ﷺ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے یا حضور ﷺ کو کسی طرح کا عیب لگائے یا کسی وجہ سے حضور ﷺ کی شان گھٹائے وہ یقیناً کافر ہو جاتا ہے، اس کی جورو (بیوی) اس کے نکاح سے نکل گئی، دیکھو کیسی صاف تصریح ہے کہ حضور ﷺ کی تنقیص شان کرنے سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے، اس کی جورو نکاح سے نکل جاتی

ہے......ایسا کہ جو اسے کافر نہ کہے خود کافر ہے......شفا شریف وبزازیہ وغیرہا میں ہے "تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور ﷺ کی شانِ پاک میں گستاخی کرے کافر ہے اور جو اس کے معذب (عذاب) یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔" (ماخوذ: تمہید ایمان ص ر ۲۷، ۲۸ مصنف احمد رضا خاں)

# فیصلہ آپ کریں!

## کہ جناب نواب احمد رضا خاں خود اپنے ہی فتویٰ سے کافر ٹھہرتے ہیں یا نہیں؟

مثلاً جناب احمد رضا خاں نے اوپر وہ حوالے اور عبارتیں نقل کی ہیں کہ جو حضور ﷺ کی شانِ اقدس میں ادنیٰ گستاخی کرے یا گالی دے وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور اس سے پہلے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو حضور ﷺ کو گالیاں دینے والا ثابت کیا اور پھر اس پر لعنت بھی کی، اب آپ آگے دیکھیں کہ وہ خود اپنی تحریروں سے کافر ہوتے ہیں یا نہیں !!!!

وہ لکھتے ہیں:

"بالجملہ ماہ نیم روز کی طرح ظاہر..........اس فرقہ متفرقہ یعنی وہابیہ اسمٰعیلیہ اور اس کے امام نافرجام جزماً، قطعاً، یقیناً، اجماعاً بوجہ کثیرہ کفر لازم اور بلاشبہ جماہیر (تمام) فقہائے کرام واصحابِ فتوے اکابر کی تصریحات.......... پر یہ سب کے سب مرتد کافر باجماع ائمہ ان سب پر اپنے تمام کفریات ملعونہ سے بالتصریح توبہ ورجوع اور از سرنو کلمۂ اسلام پڑھنا فرض وواجب، اگرچہ ہمارے نزدیک مقامِ احتیاط کفار سے کفِ لسان (زبان بند رکھنا) ماخوذ ومختار ومرض ومناسب......الخ۔ (الکوکبۃ الشھابیۃ: ص ۶۱، ۶۲)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"حاش للہ حاش للہ! ہزار بار حاش للہ! میں ہرگز ان کی تکفیر نہیں کرتا، ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں، اگرچہ ان کی بدعات وضلالت میں شک نہیں اور امام طائفہ (شاہ اسماعیل) کے کفر پر بھی حکم نہیں لگاتا کہ ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے اہل لاالٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ (ماخوذ: سبحان السبوح، ص ۱۳۳ مصنف احمد رضا خاں)

**قارئین!** آپ سوچیں کہ جس شخص پر تمام فقہائے کرام کی طرف سے کفر ثابت کرتا ہے اور او پر یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ حضور ﷺ کو گالیاں دینے والے کو کافر نہ کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے اور خود اپنی زبان کو کافر کہنے سے روک رہا ہے، علماء فرماتے ہیں حسبِ تصریح احادیث صحیحہ اگر تکفیر اور لعن یعنی لعنت کسی غیر مستحق کی طرف سے عائد کی جائے گی تو خود تکفیر اور لعنت کرنے والا اس کفر اور لعنت کا (تہدیداً) مستحق ہو جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کو فاسق وکافر نہ کہے، کیونکہ اگر وہ فاسق وکافر نہ ہوگا تو یہ تہمت خود تہمت لگانے والے پر لوٹ آئے گی۔ (ابو داؤد کتاب الادب فی اللعن)

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ مسلمان ہیں (بلکہ اعلیٰ درجہ کے) تو مسلمان کو گالی دینا اپنے آپ کو گالی دینا ہے اور مسلمان پر لعنت کرنا اپنے

آپ پر لعنت کرنا ہے!!!!

ایک اور الزام ملاحظہ ہو، خان صاحب بریلوی شاہ صاحب پر الزام لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اللہ کے سوا کسی کو نہ مان (تقویۃ الایمان، ص ۸) اللہ کو ماننے اس کے سوا کسی کو نہ ماننے (تقویۃ الایمان ۱۴) اوروں کو ماننا محض خبط ہے (تقویۃ الایمان، ص ۸)......(الکوکبۃ الشہابیہ ص ۱۸، ۱۹)

**الجواب**: حقیقت یہ ہے کہ آدمی اگر شرم و حیاء کا جامہ اتار دے تو پھر وہ ہر حد تک جا سکتا ہے، مولانا احمد رضا خان نے سیاق و سباق سے ہٹ کر جس طرح شاہ صاحب کی کتاب کی ایک ہی مضمون کی تین عبارتیں کانٹ چھانٹ کر پیش کی اور اس سے وہ مطلب کشید کیا، جو بڑے سے بڑے بے حیاء کو بھی نہ سوجھا ہوگا، مگر جن لوگوں نے دین کو پیٹ کے بدلے میں فروخت کر دیا ہو، ان سے اس طرح کی حیاء سوز حرکتیں کچھ بعید نہیں!......خان صاحب کو اتنی بھی شرم و حیاء نہیں کہ کل کو اگر کسی نے اصل کتاب کی طرف مراجعت کر لی اور ہمارے دجل و فریب کا پردہ چاک کر دیا تو ہم کیا منہ دکھائیں گے مگر ؎

بے حیاء باش ہر چہ خواہی کن

ہم آپ کے سامنے مکمل مضمون پیش کرتے ہیں، شاہ اسمٰعیل شہیدؒ باب اول توحید و شرک کے بیان ص ۱۳ پر فرماتے ہیں:

''اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو اپنا حمایتی سمجھے گا کہ یہی جان کر اس کے پوجنے کے سبب سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے سو وہ بھی مشرک ہے اور جھوٹا اور اللہ کا ناشکر اور اللہ تعالیٰ نے سورہ مومنون میں فرمایا:

**﴿قل من بیدہ ملکوت کل شیء وھو یجیر و لا یجار علیہ ان کنتم تعلمون سیقولون اللہ قل فانی تسحرون﴾**

ترجمہ: (کہ کون ہے وہ شخص کہ اس کے ہاتھ میں ہے تصرف ہر چیز کا اور وہ حمایت کرتا ہے اور اس کے مقابل کوئی نہیں کر سکتا جو تم جانتے ہو، سو وہی کہہ دیں گے کہ اللہ ہے کہہ پھر کہاں سے خبطی ہو جاتے ہو)

**ف**: یعنی جب کافروں سے بھی پوچھتے کہ سارے عالم میں تصرف کس کا ہے اور اس کے مقابل کوئی حمایتی کھڑا نہ ہو سکے تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ یہ اللہ ہی کی شان ہے پھر اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ (تقویۃ الایمان)

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ شاہ صاحب تو مشرکین عرب کا رد کر رہے ہیں اور اس میں بھی کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کر رہے ہیں، بلکہ قرآن کی آیت پیش کر رہے ہیں کہ جب زمین و آسمان کی کل بادشاہت، اس میں تصرفِ کامل صرف اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے اور اس کے مقابل کوئی کسی کا سفارشی اور حمایتی نہیں بن سکتا تو اللہ کو چھوڑ کر ان معبودانِ باطلہ کو مشکل کشا حاجت روا سمجھ کر پوجنا محض خبط اور بے وقوفی ہے!!!!

بات کیا چل رہی ہے؟ عبارت نقل کیا ہو رہی ہے؟ سمجھایا کیا جا رہا ہے؟ اور ان رضاخانیوں کے اعلیٰ حضرت سے لیکر ادنیٰ حضرت تک کیا لن ترانیاں کی جا رہی ہیں؟ انصاف پسند حضرات خود ہی فیصلہ کر لیں!......اب اگلی والی عبارت بھی ملاحظہ ہو:

**و قال اللہ تعالیٰ: ﴿وما ارسلنک من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون﴾**

ترجمہ: فرمایا اللہ نے یعنی سورہ انبیاء میں اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ بے شک بات یوں ہے کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے، سو بندگی کرو میری۔

**ف:** یعنی جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانئے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانئے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک سے منع اور توحید کا حکم سب شریعتوں میں ہے، سو یہی راہ نجات ہے اس کے سوا اور سب راہیں غلط ہیں۔

(تقویۃ الایمان، ص ۲۲، ۲۳)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہاں بھی وہ شرک کی بات کر رہے ہیں کہ معبود ہونے اور عبادت کے لائق ہونے میں صرف اللہ کو مانئے اس کے سوا کسی کو نہ مانئے، نہ یہ کہ وہ معاذ اللہ انبیاء، کتب سماویہ، روز آخرت کے ماننے سے انکار کر رہے ہیں، نبی کریم ﷺ کو ماننے کے بارے میں تو شاہ صاحب خود فرماتے ہیں:

"الٰہی ہزار ہا شکر تیری ذات پاک کا کہ ہم کو تو نے ہزاروں نعمتیں دیں اور اپنا سچا دین بتایا اور سیدھی راہ پر چلایا اور اصل توحید سکھائی اور اپنے حبیب محمد ﷺ کی امت میں بنایا اور ان کی راہ سیکھنے کا شوق دیا اور ان کے نائبوں کی جو اُن کی راہ بتاتے ہیں اور ان کے طریقے پر چلاتے ہیں ان کی محبت دی، سوائے ہمارے پروردگار! تو اپنے حبیب پر اور اس کی آل واصحاب پر اور اس کے سب نائبوں پر ہزار ہزار درود و سلام بھیج اور اس کی پیروی کرنے والوں پر رحمت کر اور اسی کے تابعوں میں گن رکھ، آمین رب العالمین"۔ (تقویۃ الایمان، ص ۶)

جو محمد ﷺ ان کی آل واصحاب اور ان کے نائب صحابہ، تابعین، اولیاء امت، محدثین، فقہاء کے رستے پر چلنے اور مرنے کی دعا مانگ رہا ہو، اس کے بارے میں یہ کہنا کہ سوائے اللہ کے کسی کو نہ ماننے کی دعوت دے رہا ہے، کھلا تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟ اور ایمان کے بارے میں اسی صفحہ پر لکھتے ہیں:

"اصل بندگی ایمان کا درست کرنا ہے کہ جس کے ایمان میں کچھ خلل ہے اس کی کوئی بندگی قبول نہیں اور جس کا ایمان سیدھا ہے اس کی تھوڑی بندگی بھی بہت ہے، سو ہر آدمی کو چاہیئے کہ ایمان کو درست کرنے میں بڑی کوشش کرے اور اس کے حاصل کرنے کو سب چیزوں سے مقدم رکھے۔ (تقویۃ الایمان، ص ۶)

اب یہ کہنا کہ شاہ صاحب نے ایمان کے ماننے سے انکار کر دیا، تمام ایمانیات کا انکار کر دیا کھلی بد دیانتی نہیں تو اور کیا ہے؟

انہی عبارات کی بنیاد پر خان صاحب نے یہاں تک شاہ صاحب پر الزام لگایا کہ:

"عرض: وہابیہ تو یہ کہتے ہیں کہ جب معرفت حاصل ہوگئی تو واسطہ کی حاجت نہ رہی تقویۃ الایمان میں بھی ایک آدھ جگہ ایسا یاد ہوتا ہے۔

ارشاد: ایک جگہ نہیں تقویۃ الایمان میں چار جگہ یہ لکھا، اللہ پر افترا، اللہ کے رسولوں پر افتراء اور رسالت کا انکار لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم"۔ (ملفوظات، حصہ دوم، ص ۱۸۱)

حالانکہ یہ خود خان صاحب بریلوی کا افتراء ہے کہ تقویۃ الایمان میں معاذ اللہ رسالت کا انکار ہے، کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ کوئی آدمی مسلمان ہونے کا مدعی ہو اور رسالت مآب ﷺ کا منکر ہو؟ رسالت کا انکار کرنے کی جرأت تو اسود عنسی، مسیلمہ کذاب اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نہ ہوئی،

مگر خان صاحب تعصب میں اس قدر راند ے ہو چکے ہیں کہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی سے محروم کر دیے گئے ہیں!!!!

غرض اس طرح کے الزامات کی ایک طویل فہرست ہے، جو میری کتاب ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ'' میں دیکھی جا سکتی ہے!!

# ندوۃ العلماء اور جناب احمد رضا خاں بریلوی

ندوۃ العلماء کا قیام جن اغراض ومقاصد کے تحت عمل میں آیا وہ حسبِ ذیل تھے:

(۱) علوم اسلامیہ کے نصابِ درس میں بنیادی اصلاحات اور نئے نصاب کی تیاری۔

(۲) ایسے علماء پیدا کرنا جو کتاب وسنّت کے وسیع وعمیق علم کیساتھ جدید (نئے) خیالات سے بخوبی واقف اور زمانہ کے نبض شناس ہوں۔

(۳) اتحادِ ملّی اور اخوت اسلامی کے جذبات کو فروغ دینا۔

(۴) اسلامی تعلیمات کی اشاعت بالخصوص برادران وطن کو اس کی خوبیوں سے روشناس کرانا۔

۱۳۰۲ھ/ ۱۸۹۲ء میں مدرسہ فیض عام کانپور کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر ہندوستان کے چوٹی کے مشاہیر (مشہور) علماء جمع تھے، جن میں سے چند کے نام یہ ہیں.......... استاذ الاستاذ مولانا لطف اللہ علی گڑھی، مولانا حافظ شاہ محمد حسین الہ آبادی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری مدرّس دوم دیوبند، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا نذر محمد پنجابی وصدر مدرّس مدرسہ اسلامیہ فتح پور، مولانا احمد حسن کانپوری، مولانا سید محمد علی مونگیری، شیخ الہند مولانا محمود حسن مدرّس اوّل دار العلوم دیوبند، مولانا شاہ محمد پھلواری، مولانا سید محمد ظہور الاسلام فتح پوری، مولانا عبد الغنی خاں۔ دار العلوم ندوۃ العلماء کے قیام کا پہلا شاندار نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستانی مسلمانوں کے مختلف گروپوں اور جماعتوں میں جو چپقلش تھی اس میں بہت کمی ہوگئی۔ (ماخوذ: العلم سہ ماہی، اپریل تا جون ۲۰۰۰ء شمارہ نمبر ۲ ص ۴۰ ایڈیٹر سید مصطفیٰ علی علیگ، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس شارع سید الطاف علی ا۔ جے، ۴۵/ ۱۰ ناظم آباد کراچی)

بریلوی جماعت کے عبد الحکیم لکھتے ہیں:

۱۸۹۳ء میں مدرسہ فیض عام کانپور میں ایک جلسہ منعقد ہوا، جس میں بہت سے علماء کرام تشریف لائے، یہ وہی اجتماع تھا جس میں ندوۃ العلماء کی بنیاد رکھی گئی، جس کے اغراض ومقاصد تھے کہ مسلمانوں کو متحد کیا جائے، ان کی اصلاح کی جائے مختلف الخیال علماء کو قریب لایا جائے، دینی تعلیم کی اصلاح کی جائے، اس تعلیم میں مفتی احمد رضا خاں بھی شامل تھے، لیکن جلد ہی اس سے جدا ہو گئے۔ (شمولیت ۱۸۹۳ء اور جدائی ۱۸۹۷ء تقریباً چار سال المیزان ص ۵۶، ساجد) اور ندوہ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے، ندوۃ العلماء کے خلاف انہوں نے ایک رسالہ تحفہ حنفیہ کے نام سے جاری کیا، علاوہ بریں ندویوں کے ردّ میں ایک سو (۱۰۰) کتابیں لکھیں اور علماء ہند سے ندویوں کی تکفیر پر تقریظیں حاصل کیں، ان سب کو یکجا کر کے کتابی شکل دی اور مجموعہ کا نام ''فتاویٰ السنہ لالجام الفتنۃ'' رکھا۔

(ماخوذ: پیش لفظ از رسائل رضویہ ج ا ص ۱۱ مصنف احمد رضا خاں)

## ندوہ کے بارے میں جناب احمد رضا خاں کیا فرماتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

"ندوہ عموم فساد ہے، ہجوم الحاد ہے، ہدایت کا رد حق کا انسداد ہے، ہوا پرستی ہے، فتنہ ہی آتش بلا ہے، فسادوں کی انجمن ہے، مکروں کی سبھا ہے، بہرا فتنہ ہے، اندھی بلا ہے، تاریک اندھیری ہے مجلس ندوہ مذہب اہلسنت (بریلوی) کی توہین کرتی ہے، اللہ ورسول جل وعلا و ﷺ، ومومنین سب کی خائن ہے، حرام کراتی ہے اور فرض سے بچاتی ہے، اس کی شرکت بڑی آگ ہے، مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس میں نہ جائیں، اللہ تعالیٰ کی لعنت کی طرف بلاتے ہیں، بحکم حدیث ایسوں پر خدا وملائکہ وآدمیان سب کی لعنت ہے۔

(ماخوذ: رسائل رضویہ ج ا ص ۶۱، ۶۷ مصنف احمد رضا خاں بار دوم ۱۹۸۸ء لاہور)

پروفیسر محمد عبداللہ ملک لکھتے ہیں:

"اہل حدیث کے خلاف ردِ عمل۔ بریلوی مکتب فکر کی شکل میں رونما ہوا، جس کی قیادت احمد رضا خاں بریلوی نے کی۔

ندوہ کی مخالفت: احمد رضا خاں خلاف تو دیوبند کے بھی تھے، مگر ندوۃ العلماء لکھنؤ کے شدید ترین مخالف تھے...... انہوں نے ندوہ کے خلاف تحریک چلائی اور اس کے سلسلے میں ستر ۷۰ ہزار روپیہ کا ایک ٹرسٹ قائم کیا، تا کہ ندوہ کے خلاف لٹریچر تیار کیا جائے، انہوں نے ندوہ کو برے ناموں سے یاد کیا، حرمین شریفین سے مرتد لوگوں کے بارے میں ایک فتویٰ حاصل کیا گیا اور اس کی اشاعت اس طریقہ سے کی گئی کہ جیسے وہ فتویٰ ندوہ کے بارے میں ہو۔ (ماخوذ: تحریک پاکستان، ص ۱۱۱، ۱۱۲ مصنف عبد اللہ ملک، ۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء)

## احمد رضا خاں کا علمائے دیوبند کے خلاف جعلی من گھڑت کفر کا فتویٰ

جناب احمد رضا خاں بریلوی نے ۱۹۰۵ء میں حج کے موقعہ پر چار علماء دیوبند کے خلاف من گھڑت تحریرات سے علمائے مکہ اور مدینہ سے کفر کا فتویٰ حاصل کیا۔ (۱) مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند کے اوپر یہ الزام لگایا کہ وہ حضور ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے۔ (۲) مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام لگایا کہ وہ کہتے ہیں کہ خدا جھوٹ بولتا ہے۔ (۳) مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام کہ وہ ابلیس لعین کا علم حضور ﷺ کے علم سے زیادہ بتاتا ہے۔ (۴) مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام کہ وہ کہتے ہیں کہ جیسا علم غیب حضور ﷺ کو ہے ویسا علم چوپائے زید و بکر مجنون وغیرہ کو ہے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس فتوے سے تقریباً ۲۷ سال پہلے وفات پا گئے تھے، مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے، انہوں نے جب سنا تو صاف فرما دیا کہ ہمارے اوپر بہتان لگایا گیا ہے، نہ ہمارا یہ عقیدہ ہے اور نہ ہمارے بڑوں کا!!!!

## بریلوی جماعت کے مقدّس امام جناب احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

کہ یہ دونوں صاحب مولانا قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند، مولوی رشید احمد گنگوہی ومولوی اشرف علی تھانوی کو اپنا پیشوا جانتے اور سرتاج اہلسنت مانتے ہیں...... بے شک یہ طائفے جن کا ذکر سوال میں واقع ہے غلام احمد قادیانی اور رشید احمد گنگوہی اور جو

اس کے ماننے والے ہوں جیسے خلیل احمد، اور اشرف علی (تھانوی) وغیرہ انکے کفر میں شبہ نہیں اور نہ شک کی مجال، بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے، بلکہ کسی طرح کسی حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف (خاموشی اختیار) کرے تو اسکے کفر میں شبہ نہیں...... ......خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ طائفے سب کے سب اسماعیلیہ، نذیریہ، امیریہ، قاسمیہ، (مولانا محمد قاسم بانی دیوبند) رشیدیہ (مولانا رشید احمد گنگوہی) اشرفیہ (مولانا اشرف علی تھانوی) مرتد ہیں، باجماع امت اسلام سے خارج ہیں.......... جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے سو وہ خود کافر ہے۔

تو موافق ارشاد علمائے مکہ معظمہ ومدینہ...... نذیرحسین دہلوی وامیرحسین احمد سہوانی وقاسم نانوتوی ومرزا غلام احمد قادیانی ورشید احمد گنگوہی واشرف علی تھانوی اور ان سب کے مقلدین ومتبعین (ان کے ماننے والے) باتفاق علمائے اعلام کافر ہوئے جو ان کو کافر نہ جانے ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی بلاشبہ کافر ہے۔

(عرفان شریعت ص ۶۳ مصنف احمد رضا خاں)

ایک موقع پر آپے سے باہر ہو کر کہتے ہیں:

''خلیل احمد، رشید احمد، اشرف علی کے کفر میں جو شک کرے وہ خود کافر **من شك فی كفره و عذابه فقد كفر**''۔

(ملفوظات، حصہ اول، ص ۱۱۰)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

''ان سب سے بدتر کفر ہے اور اس میں بھی مراتب ہیں، کفر اصلی سے ارتداد بدتر ہے اور اس میں بھی ترتیب ہے، کفر اصلی کی ایک سخت قسم نصرانیت ہے اور اس سے بدتر مجوسیت اس سے بدتر بت پرستی اس سے بدتر وہابیت ان سب سے بدتر وہابیت ان سب سے بدتر اور خبیث تر دیوبندیت''۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۶، ص ۳)

العیاذ باللہ! یعنی تاریخ اسلام میں آج تک جتنے کفار آئے ان میں سب سے بدتر کافر یہ دیوبندی ہیں، استغفر اللہ!...... خان صاحب کے سامنے جب علمائے دیوبند کا ذکر آتا تو ان پر ایک ہیجانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، ہوش وحواس کھو بیٹھتے، اس وقت یوں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مفتی نہیں بلکہ ایک پاگل کینے کی آگ میں جل بھن کر اپنے دشمن کیلئے منہ سے جھاگ نکال رہا ہے۔

اسی ہیجانی کیفیت کا ایک اور فتویٰ ذرا ملاحظہ ہو:

''وہابی...... دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے، اس سے جزیہ نہیں لیا جا سکتا، اس کا نکاح کسی مسلم کافر مرتد اس کے ہم مذہب یا مخالف مذہب غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہو سکتا، جس سے ہوگا محض زنا ہوگا''۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۶، ص ۵۵)

خان صاحب بریلوی علمائے دیوبند کی ضد میں اس قدر مخبوط الحواس ہو چکے تھے کہ کفر کے فتاویٰ کی تمام قیودات سے آزاد ہو چکے تھے، اب ان کے نزدیک اگر کوئی بیچارہ علمائے دیوبند کے خان صاحبی خود ساختہ عقائد کو نہ جانتا ہو تب بھی اسے کفر کے فتوے سے کوئی نہیں بچا سکتا، بس علمائے دیوبند کا معتقد ہونا ہی اس کے کفر کیلئے کافی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

''جب وہ دیوبندیوں کا معتقد ہے تو اسی قدر اس کیلئے کافی ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۱۰۲)

اتحاد کے نام نہاد داعی مولانا سعید اسعد فیصل آبادی خان صاحب کے اس فتوے سے متفق نہیں، بقول ان کے وہ صرف ان دیوبندیوں کو معاذ اللہ کافر کہتے ہیں جو ان عقائد سے باخبر ہو جن کا الزام ہم دیتے ہیں لیکن خان صاحب کہتے ہیں چاہے عقائد سے باخبر ہو یا بے خبر صرف معتقد ہو، انہیں اچھا جانتا ہو، انہیں مسلمان جانتا ہو اس کے کفر کیلئے کافی ہے۔

خان صاحب علمائے دیوبند کی مخالفت میں اس قدر باؤلے ہو چکے تھے کہ علمائے دیوبند کے مرکز دارالعلوم دیوبند جس کی خدمات کے اپنے پرائے سب معترف ہیں اس کے بارے میں بھی لکھتے ہیں:

''جو شخص پڑھا لکھا ہو کر مدرسہ دیوبند کی تعریف کرتا ہے اور دیوبندیوں کی نسبت کہے کہ میں ان کو برا نہیں کہتا اسی قدر اس کے مسلمان نہ ہونے کو بس ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۱۱۰)

وہ بریلوی جو علمائے دیوبند کی دینی خدمات کے معترف ہیں جیسا کہ آخری باب میں آرہا ہے وہ تجدید ایمان ضرور کر لے، خان صاحب کو بھی علم تھا کہ علمی دنیا میں میں دارالعلوم دیوبند کا مقابلہ نہیں کر سکتا، لہٰذا اپنی احساس کمتری کا مداوا یوں کیا کہ میرے سامنے دارالعلوم دیوبند کی تعریف ہی نہ کرنا جس نے کی وہ بھی کافر!!

غرض کس کس فتوے کو نقل کیا جائے اور کس کس ہذیان کو قلم بند کیا جائے، یہاں تو تفریق و انتشار، نفرت اور تعصب اور بے ہنگم فتوؤں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے اور اس قسم کے بھاری بھرکم فتوؤں کی بنیاد کیا ہے؟ جھوٹ، مکر، کتر و بیونت، مثلاً مولانا گنگوہی کی طرف جب خان صاحب نے ایک جعلی فتویٰ منسوب کیا تو حضرت مولانا گنگوہی نے اپنے عقیدے کی وضاحت یوں کی:

**''سوال:** ذات باری تعالیٰ عز اسمہ موصوف بصفت کذب ہے یا نہیں اور خدا تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا نہیں اور جو شخص خدا تعالیٰ کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ کیسا ہے؟

**جواب:** ''ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک و منزہ ہے اس سے کہ متصف بصفت کذب کیا جاوے، معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز شائبہ کذب کا نہیں ہے...... جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے، ملعون ہے اور مخالف قرآن اور حدیث کا اور اجماع امت کا ہے وہ ہرگز مومن نہیں''۔

حضرت آگے تحریر فرماتے ہیں:

''البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان میں سب کا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مثل فرعون و ہامان و ابی لہب کو قرآن میں جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے، وہ حکم قطعی ہے، اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا مگر وہ قادر ہے اس بات پر کہ ان کو جنت دے دیوے، عاجز بے بس نہیں ہو گیا قادر رہے، اگرچہ اپنے اختیار سے نہ کرے گا۔

**قال اللہ تعالیٰ ﴿ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ھدٰھا ولکن حق القول منی لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین﴾ (السجدۃ:۱۳)**

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہیں تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دیدیں لیکن میری طرف سے قول ثابت ہو گیا کہ میں جہنم کو تمام جن و انس سے بھر دوں گا۔

اس آیت سے یہ واضح ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا سب کو مومن کر دیتا، مگر جو فرما چکا ہے اس کے خلاف نہ کرے گا اور یہ سب اختیار سے ہے، اضطرار (ومجبوری) سے نہیں، وہ فاعل مختار ﴿**فعال لما یرید**﴾ جو چاہے کرنے والا ہے، یہ عقیدہ تمام امت کا ہے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ آگے بطور ثبوت فرماتے ہیں:

چنانچہ تفسیر بیضاوی میں تحت تفسیر قولہ ﴿**ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم**﴾ (المائدۃ:۱۱۸)، **فلا عجز ولا استقباح فانك القادر القوى على الثواب والعقاب الذى لايثب ولايعقاب الا عن حكمة و صواب فان المغفرة مستحسنة لكل مجرم فان عذبت فعدل وان غفرت ففضل و عدم غفران الشرك لمقتضى الوعيد فلا امتناع فيه لذاته ليمنع ۔انتهى**۔ (تفسیر بیضاوی: ج۱)

[ترجمہ] اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو بخش دے ان کو تو بلا شبہ تو ہی سب پر غالب اور بڑا دانا ہے۔

[تفسیر] وہ (اللہ) نہ تو عاجز ہے اور نہ بے بس تو بہت مضبوط اور قادر ہے ثواب اور عذاب دینے میں، اللہ وہ ہے جو ثواب اور عذاب نہیں دیتا ہے مگر اپنی رحمت سے، اور ثواب دے دے بے شک مغفرت احسان ہے ہر ایک مجرم کے لیے اور اگر سزا دے تو یہ انصاف ہے، اور اگر معاف کر دے تو یہ فضل ہے اور شرک کی مغفرت نہ ہونا وعید (سزا کی خبر) کی وجہ سے ہے ورنہ اپنی ذات سے''۔

(دیکھیے فتاویٰ رشیدیہ: کتاب العقائد)

ابن شیر خدا حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب نے خان صاحب بریلوی ہی کی زندگی میں حضرت گنگوہی صاحبؒ کے حوالے سے اس نظریہ اور خان صاحب کے منسوب کردہ جعلی فتوے کی تردید شائع کی۔

قارئین کرام! دنیا کا یہ اصول ہے کہ آپ کسی پر کوئی الزام لگائیں اور وہ عدالت جا کر اس الزام کا انکار کر دے اس الزام پر لعنت بھیجے اور کہے کہ یہ جو دستاویزات ہیں یہ سب جعلی ہیں، دنیا کی کوئی عدالت اسے مجرم ثابت نہیں کر سکتی۔

کیا آج جعلی سرٹیفکیٹ نہیں بنتے؟؟ جعلی مہریں تیار نہیں ہوتیں؟؟ خود خان صاحب نے ابحاث اخیرہ میں لکھا کہ میرے والد کے نام پر جعلی مہریں بنائی ہوئی ہیں۔

لیکن افسوس! اس سب کے باوجود بھی خان صاحب نے اپنے اس الزام سے رجوع نہیں کیا۔

مولانا گنگوہیؒ کی طرف منسوب یہ فتویٰ کس قدر کمزور تھا کہ مولانا سعید اسد فیصل آبادی صاحب جب سرگودھا مرکز ہمارے پاس آئے تو حسام الحرمین کو وجہ اختلاف تسلیم کرنے کے بعد بھی اس فتوے کا ذکر نہیں کیا اور مولانا گنگوہی پر کفر کا فتویٰ اس فتوے کی بنیاد پر نہیں لگایا، بلکہ کہا کہ چونکہ انہوں نے براہین قاطعہ کی تائید کی ہے اس لئے وہ کافر ہیں، معاذ اللہ!!

حضرت مولانا قاسم نانوتوی نے چیخ چیخ کر کہا کہ میرا عقیدہ ختم نبوت ہی کا ہے منکر نبوت کو میں کافر سمجھتا ہوں میری عبارات کا ہرگز یہ مطلب

ومفہوم نہیں !!...... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے چیخ چیخ کر کہا کہ جس کفریہ مضمون کو میری طرف منسوب کیا جارہا ہے کبھی میرے وہم وگمان میں بھی نہیں آیا!!...... حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب نے المہند میں لکھا کہ میری طرف جو نظریہ منسوب کیا گیا میں اس کو خود کفر سمجھتا ہوں۔

کیا کوئی رضا خانی کسی مستند فقیہ کا کوئی ایک حوالہ پیش کرسکتا ہے کہ جس مسلمان عالم دین جس کے پیروکار لاکھوں میں ہوں، اس کی طرف کوئی کلمہ کفر منسوب کیا جائے اور وہ کھل کر اس کلمہ کفر کی تردید کرے اور اس کلمہ کفر پر لعنت بھیجے اور اپنے کلام کی مراد بھی بالکل واضح کردے، جس سے کلام بالکل بے غبار ہو جائے کیا اس کے بعد بھی اس پر کفر کا فتویٰ لگایا جائے گا؟؟ اور فتویٰ بھی ایسا کہ جو نہ مانے وہ بھی کافر!!!!

اس سب کی تفصیل میں اپنی کتاب ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول'' میں دے چکا ہوں۔

## علمائے فرنگی محل و بدایوں پر کفر کے فتوے

مولانا عبد الباری فرنگی محلی سے اختلاف ہوا تو خان صاحب نے انہیں بھی کفر کے گھاٹ اتار دیا اور ایک سو ایک کفران کے ثابت کئے، ذوق کفر کا اندازہ اس سے لگائیں کہ خان صاحب نے مولانا عبد الباری فرنگی محلی کی ایک وجہ تکفیر یہ بھی بتلائی کہ وہ دیوبندی حضرات کو ''مولانا'' کہتے ہیں۔ (الطاری الداری، ص ۳۴، حصہ اول)

خان صاحب کے ذوقِ تکفیر کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا عبد الباری فرنگی محلی کی ایک وجہ تکفیر یہ بتلائی کہ آپ کا نام عبد الباری ہے لوگ آپ کو ''باری میاں'' کہتے ہیں آپ کے نام میں باری تو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے، گویا لوگوں نے آپ کو الوہیت کے مرتبے پر فائز کردیا اور آپ خاموش ہیں ان کو منع نہیں کرتے، گویا اس کفر پر راضی ہو کر خود کافر ہو گئے۔ (ملاحظہ ہو الطاری الداری، حصہ سوم، ص ۳۹، ۴۱)

اس سے آپ خان صاحب کی ذہنی پستی کا اندازہ لگا سکتے ہیں، جیسے کہا جاتا ہے کہ شیر کے منہ کو جب ایک دفعہ انسان کے خون کا ذائقہ لگ گیا تو اب اسے کسی دوسرے ذائقہ میں لذت نہیں ملتی، یہی حال خان صاحب بریلوی کا ہے کہ ان کے قلم کو تکفیر کی سیاہی ایسی لگ چکی تھی کہ جب تک کسی کو کافر نہ بنادے انہیں کسی کروٹ چین ہی نہیں ملتا تھا!!!!

ایک طرف تو علمائے فرنگی محل کے ساتھ یہ برتاؤ تو دوسری طرف اپنے ہی ہم مسلک علماء بدایوں سے ایک فروعی مسئلہ جمعہ کی اذان ثانی پر اختلاف شروع ہوا اور اس اختلاف کو خان صاحب نے اتنا بڑھا دیا کہ علمائے بدایوں پر کفر کے فتوے اور لعنت کے ڈونگرے برسا کر ہی دم لیا، جس کی تمام تر تفصیل بندہ دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم کے مقدمے میں پیش کر چکا ہے!!

حضرت مولانا معین الدین اجمیری صاحب کا حوالہ پیچھے گذر چکا کہ خان صاحب نے ایک دنیا کو وہابی بنا ڈالا، اس صورتحال میں اگر کسی نے یہ کہہ دیا کہ خان صاحب نے بریلی میں کفر کی مشین گن لگائی ہوئی تھی تو المیزان امام احمد رضا والوں کو اس پر ناراض نہیں ہونا چاہیئے اور اسے تہمت قرار نہیں دینا چاہیئے، بلکہ اسے مبنی برحقیقت تبصرہ گردانا چاہیئے!!!!

### انبیاء علیہم السلام اور ان کے متّبعین کا طرزِ کلام:

انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کے متعلق یقین اور تواتر سے معلوم ہے کہ وہ نہایت شیریں کلام، پاکیزہ زبان، صابر و متحمل، فراخ حوصلہ اور دشمن نواز ہوتے ہیں، وہ گالی کا جواب سلام سے، بددعا کا جواب دعا سے، تکبر کا جواب عاجزی سے دیتے ہیں، ان کی زبان کبھی کسی گالی سے اور فحش کلام سے آلودہ نہیں ہوتی، وہ اگر کسی کی تردید یا مذمت کرتے ہیں تو سادہ اور واضح الفاظ میں، وہ کسی کے نسب پر حملہ کرنے، اس کے خاندان یا آباء و اجداد پر الزام لگانے اور درباری شاعروں اور لطیفہ گویوں کی طرح چٹکی لینے اور فقرہ چست کرنے کے فن سے بالکل ناآشنا ہوتے ہیں، ان کا کلام موافقت و مخالفت دونوں موقعوں پر ان کی سیرت اور فطرت کی طرح پاکیزہ اور واضح ہوتا ہے، صحابہ کرام آنحضرت ﷺ کی تعریف میں فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| **ما کان رسول اللہ ﷺ فاحشا ولا متفحشا ولا صخباً فی الاسواق ۔** (ترمذی) | رسول اللہ ﷺ نہ عادۃً سخت گو تھے نہ بہ تکلف سخت گو بنتے تھے نہ بازاروں میں خلاف وقار باتیں کرنے والے تھے ۔ |

خود آپ نے مومن کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

| | |
|---|---|
| **لیس المومن بالطّعان ولا باللّعان ولا الفاحش ولا البذی ۔** (ترمذی) | مومن نہ طعن و تشنیع کرنے والا ہوتا ہے، نہ لعنت بھیجنے والا ہوتا ہے، نہ سخت گو، نہ فحش کلام ۔ |

اس کے مقابلہ میں آپ نے منافق کی صفات میں ایک صفت یہ بھی بیان کی ہے

| | |
|---|---|
| **واذا خاصمہ فجر ۔** (بخاری و مسلم) | اور جب اس کا کسی سے جھگڑا ہوتا ہے تو فوراً گالی گلوچ پر اتر آتا ہے ۔ |

# بریلویوں کے امام جناب نواب احمد رضا خاں کی وصیّت

''تم مصطفیٰ ﷺ کی بھولی بھیڑیں ہو، بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکائیں، تمہیں فتنہ میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں، ان سے بچو اور دور بھاگو، دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فرقے ہوئے اور اب سب سے نئے گاندھوی ہوئے، جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا یہ سب بھیڑیے ہیں، تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں، ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ، حضور ﷺ اللہ رب العزت جل جلالہ کے نور ہیں...... حضور ﷺ سے صحابہ روشن ہوئے، ان سے تابعین روشن ہوئے، ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے، ان سے ہم روشن ہوئے، اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو، ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو، وہ نور یہ ہے...... الخ''۔ (ماخوذ: ملفوظ و مکتوب وصایا)

خان صاحب بریلوی کے تکفیری مشن پر ان کے ماننے والوں نے خوب عمل کیا اور پاکستان و ہندوستان میں اپنے سوا کوئی ایسی معروف شخصیت و جماعت ایسی نہیں چھوڑی جس پر انہوں نے کفر و ارتداد کے فتوے نہ لگائے ہوں ۔ یہ شوق تکفیر اس قدر بڑھا کہ اپنے

لوگوں کو بھی معاف نہیں کیا۔ تفصیل میری کتاب دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم وسوم میں ملاحظہ ہو چند فتاوی نقل کئے جاتے ہیں۔

جناب احمد رضا خاں کے جانشین نے اپنے اعلیٰ حضرت کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے کیا کیا کارنامے انجام دیے اور دے رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں!!

# بریلوی علماء کے تکفیری افسانے

**استفتاء:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ وہابیوں، دیوبندیوں، قادیانیوں، رافضیوں، نیچریوں، خاکساریوں، چکڑالویوں، لیگیوں، مرتد حسن نظامی اور احراریوں، آغاخانیوں، نجدیوں، صلح کلیوں کے عقائد کفریہ کیا ہیں اور سنّی مسلمانوں کو ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیئے؟ (تجانب اہلسنت ص ۲)

## محمد بن عبدالوہّاب نجدی مرحوم اور شاہ اسمٰعیل شہید مرحوم کو ماننے والے کافر:

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ماننے والوں کو وہابی کہتے ہیں، اس کی کتاب التوحید کا ترجمہ ہندوستان میں اسماعیل دہلوی نے تقویت الایمان کے نام سے شائع کیا، جس میں صدہا کفریات ہیں...... جو لوگ وہابیوں یا غیر مقلدین کے ایسے کفریات صریحیہ کے معتقد ہیں، وہ سب بحکم شریعت کافر ومرتد ہیں۔ (تجانب اہلسنت ص ۳)

## امام حرم کے پیچھے نماز نہیں ہوتی:

ائمہ حرمین ان رضاخانیوں کے نزدیک معاذ اللہ کافر ہیں ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی یہ فتوی ان کے ہر فتاوی میں مل جائے گا ان کے شیخ الحدیث فیض احمد اویسی نے اس پر ایک رسالہ "امام حرم اور ہم" لکھا۔

## دیوبندی سب کے سب کافر، معاذ اللہ:

دیوبندیت بھی اسی وہابیت کی ایک شاخ ہے، اس کا بھی مطمحِ نظر انبیاء واولیاء...... کی توہین وتنقیص ہے، ان دونوں میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے کہ ہر دیوبندی وہابی ہے اور بعض وہابی دیوبندی نہیں بلکہ غیر مقلد ہیں...... ان کے کفریات بہت ہیں...... ہمارے زمانے کے وہابیہ غیر مقلدین بھی عموماً تقویۃ الایمان کی جملہ عبارات کثیرہ ملعونہ کو ان کے مفاہیم صریحیہ کفریہ برحق وصحیح مانتے ہیں اور دیوبندیہ مرتدین کو ان کے کفریات قطعیہ یقینیہ پر مطلع ہوتے ہوئے بھی مسلمان صاحب ایمان اور اہل توحید جانتے ہیں، لہٰذا بحکم شریعت مطہرہ ان پر بھی وہی حکم شرعی ہے جو دیوبندیہ مرتدین پر ہے۔ (تجانب اہل سنت ص ۵)

## ہندوستان کی تمام تنظیمیں کفار ومرتدین کی جماعتیں ہیں:

نیچریت بھی مادرو ہابیت کی دختر نو زائیدہ ہے اور اس کے عقائد اس سے بھی اخبث (خبیث) و نجس ہیں، اس کا بانی نیچر سر سید احمد خاں علی گڑھی ہے، جس طرح بے دین بادشاہ اکبر نے اپنے نورتن بنائے تھے، جو اس کے وزیران حکومت اور مشیران سلطنت تھے، اس طرح پیر نیچر نے بھی اپنے نورتن بنا رکھے تھے، جو پیر نیچر کے وزیران نیچریت اور مشیران دہریت اور مبلغین زندیقیت تھے، جن کے نام یہ ہیں: نواب محسن الملک مہدی علی خان، نواب اعظم یار جنگ، مولوی چراغ علی خاں، نواب انتصار جنگ، مولوی مشتاق حسین، مولوی الطاف حسین حالی، شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ، مولوی مہدی حسن، سید محمود خاں، شبلی نعمانی، ڈپٹی نذیر احمد خاں دہلوی۔ اس پیر نیچر کے اذناب ومقلدین ومعتقدین ومرتدین نیا چرہ ہیں، جو مسلمانوں کے دین وایمان...... پر ڈاکے ڈالنے کے لئے ہمیشہ نئی نئی پارٹیاں گھڑتے رہتے ہیں، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، ندوۃ العلماء وخدام کعبہ وخلافت کمیٹی وجمعیۃ العلماء ہند و خدام لحرمین واتحادِ ملت ومجلس احرار ومسلم لیگ واتحاد کانفرنس ومسلم آزاد کانفرنس ونوجوان کانفرنس ونمازی کانفرنس وجمعیت تبلیغ الاسلام انبالہ وسیرت کمیٹی پٹی ضلع لاہور وامارت شرعیہ بہار شریف وآل پارٹیز کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں اسی مقصد کے لئے انہیں کفرہ نیاچرہ نے اپنی نیچریت و دہریت پھیلانے اور بھولے بھالے مسلمانوں کو دین سے آزاد اور دنیاوی سروسامان سے بھی خالی بنانے کے لئے وقتاً فوقتاً خود اپنے ہاتھوں سے یا دوسرے بددین بدمذہبوں کو اپنا شریک بنا کر یا بعض جاہلوں یا بیوقوف یا چند دین فروش دنیادار ملانوں کو اپنے دام فریب میں پھانس کر انہیں اپنا آلہ کار بنا کر گھڑی ہیں، پھر جب ان ملعونوں نے دیکھا کہ بہت سے غرباء اہل اسلام ان کمیٹیوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے...... تو ان بے ایمانوں نے ان عوام مسلمین کو پھانسنے کے لئے اصلاحِ قوم کے نام سے قومی عصبیت کو آڑ بنا کر کپڑا بننے والوں کی مومن کانفرنس "جمعیۃ المومنین"، جمعیۃ الانصار، روئی دھکنے والوں کی جمعیۃ المنصور، کپڑا سینے والوں کی جمعیۃ الادریسیہ، قصابوں کی جمعیۃ القریش، سبزی فروشوں کی جمعیۃ الراعین، پٹھانوں کی افغانی کانفرنس، میمنوں کی میمن کانفرنس، مسلم کھتریوں کی مسلم کھتری کانفرنس، عباسیوں کی جمعیت آل عباس، کنبوہوں کی آل انڈیا کنبوہ کانفرنس، پنجابیوں کی آل انڈیا پنجابی کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں خود گھڑیں یا اپنے دام افتادوں سے گھڑوائیں تاکہ غریب دیندار مسلمانوں کو قومی جکڑ بندیوں میں جکڑ کر قومی ترقی قومی اصلاح وفلاح کا سبز باغ دکھا کر ان کو گمراہ کیا جاسکے۔ (تجانب اہل سنت ص: ۹۰، ۹۱)

(بریلوی جماعت کے نزدیک یہ تمام جماعتیں مرتد اور بے دین ہیں، ساجد)

## احراری بھی کافر ہیں، معاذ اللہ!:

فرقہ احرار اشرار بھی فرقہ نیچریہ کی ایک شاخ ہے، اس ناپاک فرقہ کے بڑے بڑے مکلبین یہ ہیں، شیخ امام الخوارج وہابیہ ایڈیٹر النجم عبد الشکور کاکوری، صدر مدرسہ دیوبند حسین احمد، بشیر احمد دیوبندی، عطاء اللہ بخاری، حبیب الرحمن لدھیانوی، احمد سعید دہلوی، کفایت اللہ شاہ جہانپوری، عبد الغفار خاں سرحدی گاندھی، اس فرقہ کا سرغنہ مسٹر ابوالکلام آزاد ہے، جو امام الاحرار کہلاتا ہے، (ص ۱۶۰)، بہرحال جو شخص احراریوں کے ان ناپاک اقوال ملعونہ پر مطلع ہونے کے بعد بھی ان کے قائلین کے قطعی یقینی کافر ومرتد ہونے میں شک رکھنے یا ان کو کافر مرتد کہنے میں توقف (خاموشی اختیار) کرے، وہ بھی بحکم شریعت قطعاً یقیناً کافر

ومرتد ہے، (تجانب اہل سنت ص ۷۷ ۱)

## سعودی حکومت والے کافر:

ابن سعود خذلہ الملک المعبود نے تحریک وہابیت......کی تبلیغ کیلئے ۱۳۴۴ھ میں چند رسائل ملعونہ کاناپاک مجموعہ مطبعۃ المنار مصر میں چھپوا کر شائع کیا، سنی مسلمانو! ملاحظہ فرماؤ ایسے ناپاک گندے کفری عقیدہ رکھنے والی حکومت ملعونہ کہ دیوبندی دھرم کا گروخلیل احمد حکومت اسلامیہ شرعیہ بتارہا ہے، اب تو معلوم ہوا کہ دیوبندی ونجدی دونوں ایک ہی طرح کے عقائد کفریہ رکھتے ہیں ،کفر وارتداد میں دونوں ایک دوسرے کے سگے بھائی ہیں ، (ص ۲۶۸)۔ بہرحال حکومت نجد تمام وہابیہ نجدیہ وجمیع وہابیہ دیوبندیہ کامذہب واعتقاد یہی ہے جو الہدایۃ السنۃ سے لکھا گیا ہے، جو وہابی نجدی یا دیوبندی ان عقائد کفریہ سے انکار کرے اس کا انکار نہ ہوگا، مگر تقیہ (یعنی ڈر کی وجہ سے حق کو چھپانا)۔ (تجانب اہلسنت ص ۲۵۷)

## مسلم لیگ والے سب کافر ہیں، معاذ اللہ!:

سنی مسلمانو! خوابِ غفلت سے بیدار ہو، مسلم لیگ کیا چاہتی ہے، مولوی بے دم کے گدھے ہیں ان سے ابھی کام لینا ہے، جب ان کی ضرورت نہ رہے انکا خاتمہ کر دینا چاہیئے ،لیگیو! عوام کی دلچسپی کے لئے اپنی عورتوں کو اسٹیجوں پر لاؤ گے، حضرات علمائے اہلسنت کب تک سکوت فرمائیں گے۔ (ص ۱۱۴)۔ مسٹر جینا نے ہر مذہب وملّت کے کافروں اور مشرکوں کے ساتھ محبّت ورواداری کو مسلمانوں پر فرض اور اسی کو خلافتِ الٰہیہ کا مقتضیٰ (ضرورت) بتا کر آیتِ قرآنیہ کو منہ بھر کر جھٹلایا اور اپنے اس کفر ملعون کا افتراء (بہتان) قرآن پاک پر تھوپ دیا والعیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ، پھر جب مسٹر جینا کے نزدیک ہر مذہب وملّت کے تمام کافروں اور مشرکوں کے ساتھ محبّت ورواداری فرض ٹھہری تو اشاعتِ اسلام واعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جہاد وقتال معاذ اللہ حرام ٹھہرا تو یہ معاذ اللہ خود حضور ﷺ ربّ العالمین...... اور تمام صحابہ کرام ومجاہدین اسلام...... پر سخت ناپاک ترین حملہ ہوا......مسٹر جینا کے اس سارے پیغام کا خلاصہ بھی یہی ہوا کہ اسلام غلط و باطل ہے اور بے دینی اور لامذہب صحیح و درست ہے......﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾، بحکم شریعت مسٹر جینا اپنے عقائد کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بنا پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے اور جو شخص اس کے ان کفروں پر مطلع ہونے کے بعد اس کو مسلمان جانے یا اس کو کافر نہ مانے یا اس کے کافر مرتد ہونے میں شک کرے......وہ بھی کافر مرتد اور بے توبہ مرا تو مستحق لعنت ہے، (تجانب اہلسنّت ص ۱۴۲)

**نوٹ:** مزید فتاویٰ پیچھے رضاخانیوں کی تحریک پاکستان کی مخالفت کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

## تصدیقات:

(۱) مولوی حافظ مفتی سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی مسند نشین سجادہ عالیہ برکاتیہ سرکار کلاں مارہرہ ضلع ایٹہ
(۲) مولانا قاری حکیم سید شاہ آل مصطفیٰ قادری برکاتی سرکار کلاں مارہرہ ضلع ایٹہ
(۳) مفتی شاہ ابوالمساکین محمد ضیاء الدین قادری رضوی شہر پیلی بھیت

(۴) مفتی شاہ ابوالفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خاں قادری برکاتی رضوی لکھنوی

## تبلیغی جماعت والے، جماعت اسلامی والے اور اہلِ حدیث سب کافر، جو اِن کو مسلمان مانے وہ بھی کافر، معاذ اللہ!:

رضاخانی فقیہ النفس مفتی شریف الحق گھوسوی لکھتا ہے:

مودودی، تبلیغی، غیر مقلد حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے کافر مرتد ہیں ایسے کہ جو ان کے کفریات پر مطلع ہو کر انہیں کافر نہ مانے وہ بھی کافر ہے۔ (فتاویٰ شارح بخاری، ج ۳،ص ۲۲)

وہابی، دیوبندی، تبلیغی اللہ عزوجل اور اس کے محبوب ﷺ کی توہین کرنے کی وجہ سے اسلام سے خارج کافر و مرتد ہیں۔ (فتاویٰ شارح بخاری، ج ۳،ص ۱۷)

غیر مقلدین شاہ الوہیت و رسالت میں گستاخی کرنے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں، ان کو اپنا رہنما بنانا حرام و گناہ ہے۔ (فتاویٰ شارح بخاری، ج ۳،ص ۵۱)

## شاعرِ مشرق علّامہ اقبال مرحوم کافر، معاذ اللہ!:

گھوسوی مفتی لکھتا ہے:

ڈاکٹر اقبال نے شکوہ میں جو اللہ عزوجل کی توہین کی ہے، وہ جوابِ شکوہ سے دور نہیں ہوئی، اس کے ازالہ کی صورت صرف یہ تھی کہ وہ صراحۃً اس سے توبہ کرتے کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہوتے، انہوں نے یہ نہیں کیا، بلکہ جوابِ شکوہ میں علمائے کرام کا مذاق اڑایا"۔ (فتاویٰ شارح بخاری، ج ۳،ص ۴۹۵)

مزید ان پر رضاخانی کفر کے فتوؤں کیلیے میری کتاب دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم کا مطالعہ کریں۔

## شاہ احمد نورانی اور ان کی سیاسی جماعت والے کافر ہیں، جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر، دار العلوم امجدیہ والوں کا فتویٰ:

رضاخانی مفتی اعظم ہند کا خلیفہ عبد الوہاب قادری اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"علّامہ شاہ احمد نورانی اور ان کی جماعت "جمعیۃ العلماء پاکستان" کے بارے میں تکفیری فتوی دار العلوم امجدیہ سے جاری کیا گیا"۔ (اتمام حجت، ص ۱۸، مطبوعہ بزم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، فروری ۲۰۰۴)

اس فتوے پر مفتیان دار العلوم امجدیہ اور ان کے ساتھ تراب الحق صاحب کی تصدیق موجود ہے، یہ فتویٰ دار العلوم امجدیہ عالمگیر روڈ کراچی سے ۲ر شعبان ۱۴۲۳ھ، مطابق ۹ر اکتوبر ۲۰۰۲ء کو جاری ہوا آگے مولوی عبد الوہاب صاحب لکھتے ہیں کہ:

"عزیزانِ گرامی! سیاسی جماعتوں میں "جمعیت العلماء پاکستان" جو ایک مدت مدید و عرصہ بعید سے پاکستان میں سیاسی پلیٹ

فارم پر کام کر رہی ہے، جس کے مرکزی صدر علامہ شاہ احمد نورانی ہیں، اس دارالعلوم امجدیہ کے فتوے میں نام نہاد رہنماؤں کے بھاری بھرکم کلمات میں علامہ شاہ احمد نورانی پر بھی وہی حکم لگایا گیا، جو گستاخِ رسالت پر لگایا، اس حکم کی زد میں وہ سارے لوگ جو علامہ شاہ احمد نورانی کو مسلمان مانتے اور رہنما جانتے ہیں سب کی تکفیر کی گئی اور ان کے کفر میں شک کرنے والوں کو بھی کافر کہا گیا"۔

(اتمام حجت، ص ۲۰، ۲۱ مطبوعہ بزم اعلیحضرت امام احمد رضا، فروری ۲۰۰۴ء)

مزید تفصیل میری کتاب دفاع اہل السنۃ والجماعہ جلد دوم میں ملاحظہ ہو۔

## بدایونی ورامپوری علماء کافر ہیں:

حشمت علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

"رسالہ مبارکہ مسمیٰ بنام تاریخی "سدّ الفرار علی الصید الضرار" صفحہ ۸۵، ۸۶، ۸۷ سے ظاہر کہ بدایوں و بریلی کے درمیان اختلافات کی ایک اہم تریں بناء یہ بھی تھی کہ مدرسہ خرما بدایوں (اصل نام مدرسہ قادریہ تھا، ساجد) سے حضور اقدس سید عالم ﷺ کی شان اقدس میں معاذ اللہ بے وفا کا لفظ شائع کیا گیا تھا (ملاحظہ ہو رسالہ شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۳ ص ۸) جس پر سدّ الفرار میں یہ احکام شرعیہ صادر فرمائے گئے کہ **بے شک اس کا لکھنے والا کافر مرتد ہو گیا، بے شک اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی، بے شک جو اس میں اس کا ساتھ دے یا اس کا یہ ملعون قول ملعون نہ جانے یا اسے علمی مضمون بنا کر علمی رسالے میں شائع کرے اس پر بھی قطعاً یہی احکام ہیں کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی توہین کو پسند کیا، اچھا جانا یا کم از کم بُرا نہ جانا۔ یونہی جو اس قائل یا اشاعت کنندہ راضی شوندہ سے اس کا یہ حال جان کر کفار مرتدین کا سا برتاؤ نہ کرے، حضور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ایسی سخت توہین پر انکی رعایت کرے، ان پر تشنیع اور ان کی شقاوت کی اشاعت کو ناگوار رکھے وہ بھی انہی کی طرح لعنت و عذاب کا مستحق ہے، الٰہی تیرے غضب سے تیری پناہ** "۔

(ستر باادب سوالات، ص ۳۰)

## دارالعلوم امجدیہ والے کافر، شاہ تراب الحق قادری، حسن علی رضوی میلسی، بریلوی محدّث اعظم ضیاء المصطفیٰ، مفتی عبدالقیوم ہزاروی یہ سب کافر ہیں:

بریلوی مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان کے خلیفہ بریلوی غوث زماں، مجدد دوراں، تاجدار رضویت، مقتدائے اہلسنت، ماہر شریعت، مہر طریقت، ضیغم مصطفیٰ، مظہر مصطفیٰ رضا، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالوہاب خان قادری اپنے ہی مولویوں پر یوں چڑھائی کرتا ہے:

"دارالعلوم امجدیہ کے مفتیوں نے تراب الحق کی تکفیر کی اور ایسی تکفیر کی کہ جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے، مسلمان سمجھنا تو بڑی بات ہے جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے، اب سوال پیدا ہوتا ہے یہ حکم مسلمانوں کو دیا گیا؟ دریافت طلب یہ امر ہے کہ مفتیان دارالعلوم امجدیہ مسلمان ہیں یا نہیں؟ اگر مسلمان ہیں تو تراب الحق کو سینہ سے لگانا اپنانا

حکم بنانا بر بنائے اسلام ہے یا کفر؟ اگر مسلمان سمجھا تو کافر، یا کافر جان کی تعظیم کی تو کافر ٹھہرے اور کافر سمجھ کر اپنا حکم مانا اور ناظم تعلیم بنایا تو بھی کافر ٹھہرے، علاوہ ازیں اپنی مجالس اور محافل کی شمع بنانا ان کے پیچھے مسلمانوں کو نمازیں پڑھوانا اور مسلمانوں کی نمازیں برباد کرنا، نیز جلسہ وجلوس میں صدر بنانا یہ سب امور تعظیم وتوقیر سے ہیں اور کافر کی تعظیم درحقیقت کفر کی تعظیم ہے، چنانچہ مفتیان اور مولوی صاحبان سب کافر ہو گئے کہ ان کے حال وقال سے خوب واقف ہیں"۔

(حسام الابرار علی رؤس الاشرار ص ۴۷، جماعت رضائے مصطفیٰ کراچی)

"حضور ﷺ کی نسبت سے داماد وخسر (معاذ اللہ) کہنا بلاشبہ جائز البتہ توہین کی نیت سے کہے گا تو کافر ہو جائے گا، اگر یہ حق ہے تو تراب الحق صاحب کہتے ہیں کہ توہین کی نیت نہ ہو وہ بھی گستاخی ہے اور جو گستاخ ہے وہ کافر ہے، اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ اگر دارالعلوم امجدیہ والوں کا قول حق وصحیح ہے تو تراب الحق ایک مسلمان کو گستاخ رسول ٹھہرا کر خود کافر ہو گئے اور تراب الحق کا قول درست ہے تو دارالعلوم امجدیہ والے بمعہ اپنے ہمنواؤں کے سارے کافر ہو گئے"۔

(حسام الابرار علی رؤس الاشرار ص ۵۰، جماعت رضائے مصطفیٰ کراچی)

"افسوس ہزاروی صاحب (مفتی عبد القیوم ہزاروی) کی علمیت وقابلیت پر کہ وہ سید الانبیاء، حبیب کبریا ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی پر خود مصر اور دوسروں کو گستاخی پر جری کرتے اور ابھارتے ہیں، حالانکہ آج گئے گذرے دور اور پُر آشوب زمانہ میں بھی ان الفاظ مکروہہ کو شریف اور مہذب حضرات باعثِ ننگ وعار جانتے ہیں، مگر پھر بھی ہزاروی کی آنکھ نہ کھلی حملہ کیا تو کس پر جو سید العالمین محبوب رب العالمین حبیب کبریا، نبی الانبیاء وسید الرسل وختم المرسلین سیدنا وسندنا وحبیبنا ومولینا محمد ﷺ جو اللہ مالک ومختار کو سب سے زیادہ محبوب ہیں اور ہزاروی کو اس کی اتنی بھی سمجھ نہ آئی"۔

(حسام الابرار علی رؤس الاشرار ص ۶۸، ۶۹، جماعت رضائے مصطفیٰ کراچی)

حسن علی رضوی میلسی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"جو الفاظ اہانت ودشنام کیلئے رائج ہوں وہ تمہارے دین جدید کبیری میں نبی الانبیاء سید الاصفیاء ماحی ذنوب والخطا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کیلئے معاذ اللہ خاکش بدہن قطعاً جائز ہی نہیں، بلکہ بے کراہت جائز ہیں، پھر بھی اپنے کو مسلمان کہتے نہیں شرماتے، ایسی گستاخی تو کوئی کافر بھی نہ کرے گا"۔

(حسام الابرار علی رؤس الاشرار ص ۷۵، جماعت رضائے مصطفیٰ کراچی)

"میلسی صاحب! اب تو تم بھی فقہائے کرام کے فتاویٰ سے نہیں بچ سکتے کہ تم نے بھی صاف صاف لکھ دیا کہ یہ کریہہ لفظ قطعاً جائز اور حقیقتِ واقعی کا اظہار ہے، اب تم اپنے معاملہ میں فیصلہ کرو کہ تمہارے کافر ہونے میں بھی کوئی شک باقی ہے، تم سارے فرقہ جدیدہ ترابی اور کبیری اور ان پر پرستار مفتیوں مولویوں اور تمام حمایتیوں کو بلا لو اور اپنا مسلمان ہونا ثابت کرو"۔

(حسام الابرار علی رؤس الاشرار ص ۷۶، جماعت رضائے مصطفیٰ کراچی)

"اس سے صاف ظاہر ہے کہ میلسی جی کا نفس جب گستاخی پر ابھارتا ہے تو حقیقت واقعی رشتوں کو ڈھال بنا کر سرکار ابد قرار حضور پرنور شافع یوم النشور شہنشاہ دوعالم مالک رقاب الامم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو تسکین قلب کیلئے العیاذ باللہ گالیاں دے لیتے ہیں"۔

(حسام الابرار علی رؤس الاشرار ص ۷۹، جماعت رضائے مصطفیٰ کراچی)

شاہ تراب الحق قادری، مفتی ضیاء المصطفیٰ، مفتی غلام غوث ہزاروی، دار العلوم امجدیہ، اختر رضا خان ازہری، حسن علی رضوی میلسی بریلوی نے نبی اکرم ﷺ کیلئے خسر اور داماد کے الفاظ کو جائز کہا تو اب ان کے متعلق فتوی دیتے ہیں:

''اور ان الفاظ کو خاکش بدہن حضور اکرم ﷺ کیلئے معاذ اللہ ان کا استعمال جائز لکھتے ہیں، صدر الشریعہ کے حکم شریعت کے مطابق جو بھی اس لفظ کے استعمال کو جائز بتائیں وہ کافر و مرتد قرار پاتے ہیں اور ایسے مرتد کہ ان کی توبہ بھی مقبول نہیں، اگر چہ کوئی ان الفاظ کو استعمال کرنے میں بہ نیت استخفاف کا حیلہ تراشے، مگر الفاظ کی تشریح تو ان الفاظ میں سخت گستاخی اور شدید اہانت ثابت کرتی ہے اور جو نیت کو بھی درمیان میں حارج نہیں کرتے اور اعلانیہ ان الفاظ کے استعمال کو حضور اکرم ﷺ کے لیے معاذ اللہ جائز قرار دیتے ہیں وہ بھی کافر و مرتد ہیں، جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور ان کی توبہ بھی مقبول نہیں''۔

(حسام الابرار علی رؤس الاشرار ص ۱۹۳، جماعت رضائے مصطفیٰ کراچی)

## پیر جماعت علی شاہ کافر و مرتد ہے:

مظہر اعلیٰ حضرت ابو الفتح شیر بیشہ اہل سنت حشمت علی رضوی فتوی دیتے ہیں:

''کل پنجشنبہ ۲۶ رصفر المظفر ۱۳۶۵ھ اخبار الفقیہ مورخہ ۲۱، ۲۸ رجنوری ۱۹۴۶ء آیا، اس کے صفحہ ۸، ۹ ر پر آل انڈیا سنی کانفرنس کے امیر ملت و صدر الصدور پیر صاحب علی پور کا دستخطی فرمان مبارک مطبوع پایا، اس میں انہوں نے مسلم لیگ کو بڑی جماعت اہلِ اسلام بتایا اور اس سے الگ رہنے والوں کو صاف صاف کافر بنایا اور مرتد اکفر پیر نیچر سر سید علی گڑھی کو تین مرتبہ سر سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اعلیٰ خالص اسلامی لقب و خطاب بھلنا یا اور اس کے کھلے ہوئے کفریات قطعیہ و ارتدادات یقینیہ کو اس کی آثار الصنادید کے دو شعروں سے چھپایا، اللہ تبارک و تعالیٰ کو شہید و بصیر اور اس کے پیارے محبوب ﷺ کو حاضر و ناظر مانتے ہوئے ﴿**کونوا قوّامین بالقسط شهدآء لله**﴾ پر عمل کرتے ہوئے جلد فتوی شرعیہ صادر فرمائیں کہ سر سید احمد خان اپنے ان قطعی یقینی کفریات خبیثہ و الحادات بئیسہ کے سبب جو کتاب مبارک فتاوی الحرمین شریف و کتاب مستطاب المعتمد المستند و رسالہ مبارکہ باب العقائد و الکلام میں مفصلاً مذکور ہیں بحکم شریعت مطہرہ یقیناً قطعاً ایسا کافر و مرتد ہے یا نہیں؟ اور جو اس کے کفریات پر اطلاع شرعی پانے کے بعد بھی اس کے کافر و مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر و مرتد کہنے میں توقف کرے وہ بھی شرعاً بے شک و بلا شبہ کافر و مرتد ہے؟ نیز جو شخص ایسے مرتد اکفر کو رحمۃ اللہ علیہ لکھ کر شائع کرے اور جب علمائے اسلام اس کی ناپاک کتاب تہذیب الاخلاق کے کفریات ملعونہ پر توجہ دلائیں تو وہ اس کفریات پر توجہ نہ کرے نہ انہیں دیکھے، بلکہ اس کے محض دو شعروں کو پڑھ کر اس کے کفر و ارتداد پر پردہ ڈالے ایسا شخص بھی بحکم شریعت مطہرہ خود کافر و مرتد ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کو آل انڈیا سنی کانفرنس کا صدر الصدور بنانا آل انڈیا سنی کانفرنس کی طرف سے اس کے امیر ملت ہونے کا اعلان شائع کرنا شرعاً حرام قبیح اور مسلمانوں کا اضلال فضیح ہے یا نہیں؟ اور ایسا شخص جس آل انڈیا سنی کانفرنس کا صدر اعلیٰ و امیر ملت ہو اس میں شریک ہونا ممبر بننا، اس کی اعانت و امداد کرنا بھی بحکم شریعت مطہرہ سخت حرام ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

(سترباادب سوالات، ص ۱۱۲)

## رضاخانی تاج الشریعہ اختر رضا خان کافر:

رضاخانی شیخ الاسلام لکھتے ہیں:

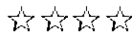
''ان کے برادر گرامی علامہ ریحان رضا خان صاحب سجادہ نشین ومتولی خانقاہ رضویہ بریلی شریف اپنی حیات ظاہری میں ہی ان کی تکفیر کر چکے ہیں اور تکفیر بھی چھپ کر نہیں بلکہ چھاپ کر کی ہے اور وہ گھر کا بھی ہے، استاذ بھی ہے اور حقیقی بڑا بھائی بھی ہے، آخر کچھ تو ازہری صاحب نے کیا ہوگا، تکفیر کوئی معمولی بات نہیں ہے جسے ہنسی میں اڑا دیا جائے، ہمیں اختر رضا خان کو قریب سے پہچانا ہوگا ان کی فتنہ سامانیوں سے امت کو بچانا ہوگا، ان کی بے باکیوں پر پابندی لگانی ہوگی، ان سے صرف جھاڑ پھونک اور سرمہ انگوٹھی کا کام کروانا ہوگا ورنہ اہلسنّت کا وقار ان کی وجہ سے خطرے میں پڑ سکتا ہے''۔

(لفظ کملی، ص، ۳۴، ۳۵، دارالسلام ٹرسٹ درگاہ شریف کچھوچھہ، مارچ ۱۹۹۳)

## مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب کافر:

''مولانا ابوالحسن زید صاحب سنی صحیح العقیدہ نہ تھے، صلح کلی تھے، اکابر دیوبند میں مولوی قاسم نانوتوی کے شاگرد کے شاگرد تھے اور نانوتوی صاحب کو نہ صرف یہ کہ مسلمان جانتے تھے، بلکہ بہت بڑا عالم اور ولی کامل مانتے تھے، مقامات خیر میں ان کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے، اسی طرح مولوی رشید احمد گنگوہی کے بھی بہت مداح تھے، گنگوہی نے میلاد شریف کو ناجائز و بدعت کہا، جو ان کے فتاویٰ میں موجود ہے، ابوالحسن زید صاحب اس کا انکار کرتے تھے اور بے جا تاویلیں کرتے تھے، میری خود ان سے بات چیت ہوئی ہے اور نوبت تلخ کلامی تک پہنچ چکی ہے، شروع شروع میں وہ دیوبندی نواز تھے، لیکن جب ان کا انجام یہ دیکھا کہ ان کے حلقہ کے کٹر دیوبندی ہو گئے تو بعد میں کچھ گول مول دیوبندیوں کے خلاف بھی بولنے اور لکھنے لگے، ایسی صورت میں جبکہ وہ نانوتوی کی تحذیر الناس کی کفری عبارتوں اور گنگوہی کی براہین قاطعہ کی ص (۵۱) کی شیطانی کفری عبارت پر مطلع تھے، جس پر علمائے عرب وعجم، حل وحرم، ہند وسندھ نے ان دونوں کو کافر کہا اور وہ بھی اس تفصیل کے ساتھ کہ ان کفریات پر مطلع ہونے کے بعد جو ان بھی کافر۔ پھر بھی جناب ابوالحسن زید صاحب نانوتوی اور گنگوہی کو عالم، ولی مانتے تھے تو اس کا مطلب یہ ہوا بنیادی طور پر ان کا عقیدہ بھی وہی تھا جو نانوتوی و گنگوہی کا تھا''۔

(فتاویٰ شارح بخاری، ج ۳، ص ۵۴۲)



# قرآن مجید اور اختلاف امت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولو شآء ربّك لجعل الناس امة واحدة ولا يزالون مختلفين۔ (هود:١١٨)

اگر آپ کا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی راہ پر کردیتا، وہ تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے۔

خلاصہ: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے احوال اور ان کے کام کی حکمت سے بخوبی واقف ہے کہ اس کے بہت سے بندے حق سن کر جہاں اسے قبول کریں گے، وہاں بہت سے لوگ حق بات کو اپنی نفسانی خواہش سے رد بھی کردیں گے اور خدا کے پسندیدہ گروہ اور جماعت سے کٹ کر علاحدہ اپنی ٹولیاں اور گروہ بنالیں گے، ایسی حالت میں مومنوں کا اور ہٹ دھرموں کا ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا مشکل ہے، قرآن کریم کے گیارہویں پارہ اور سورت یونس کے دوسرے رکوع میں ارشاد ربانی ہے: صرف ترجمہ (اور تمام لوگ ایک ہی طریقہ پر تھے، پھر انہوں نے اختلاف پیدا کرلیا اور اگر بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے طے ہو چکی ہے (یعنی قیامت) تو جس جس بات میں یہ لوگ اختلاف کررہے ہیں ان کا فیصلہ کردیا جاتا۔ (یونس:۱۹)

**خلاصہ**: دنیا کے اندر ایک ہی دین تھا، ایک ہی خدا کی عبادت ہوتی تھی، بعد میں لوگ اختلاف پیدا کر کے گروہ در گروہ اور پارٹی در پارٹی ہوتے گئے، اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بات طے نہ ہوتی یعنی قیامت تو آج ہی فیصلہ ہو جاتا کہ حق پر کون ہے اور جہالت پر کون ہے...... قرآن کریم کے پچیسویں پارے اور سورہ شوریٰ کے دوسرے رکوع میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: (صرف ترجمہ) اور نہ بٹے وہ فرقوں میں مگر اس کے بعد کہ آگیا ان کے پاس (صحیح) علم (یہ تفرقہ) محض باہمی حسد کے باعث تھا۔ (شوریٰ:۱۴)۔

**خلاصہ**: بتادیا کہ لوگوں کا راہِ حق سے انحراف اور الگ الگ فرقوں کا معرض وجود میں آجانا محض بے علمی اور غلط فہمی کے باعث نہیں ہوتا، بلکہ اکثر و بیشتر اس انتشار و افتراق کا باعث ان کا آپس میں حسد، عناد اور رقابت ہوا کرتی ہے، اپنی برتری کا سکّہ جمانے کے لئے اپنی الگ پارٹی بناتے ہیں اور اس طرح ملّت کی وحدت میں نقب لگانے کا آغاز کرتے ہیں، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جس راہ کو وہ چھوڑ رہے ہیں، یہی سیدھی راہ ہے اور جو راستہ وہ اپنا رہے ہیں وہ ان کو اپنی منزل سے دور پھینک دے گا!!

## حضور اقدس ﷺ کو اپنی امّت کا کتنا غم تھا:

نبی رؤف و رحیم ﷺ شب و روز تبلیغ اسلام میں مصروف ہیں، دن بھی اپنی قوم کو سمجھاتے ہیں اور جب رات کی تاریکی پھیل جاتی ہے اور ہر طرف سناٹا چھا جاتا ہے تو رسولِ مکرّم بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوتے ہیں، کبھی دست بستہ کھڑے ہو کر اور کبھی سر بسجود ہو کر سوز و گداز (اور درد و کڑھن) سے اپنی قوم کی ہدایت کے لئے التجائیں کرتے ہیں، جب زبان مصروف دعا ہوتی ہے تو آنکھ سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگتے ہیں، یوں معلوم ہوتا ہے کہ آمین آمین کہہ رہے ہیں...... اللہ تعالیٰ تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں، اے مصطفیٰ ﷺ! تم یوں رنجیدہ خاطر اور ملول کیوں رہتے ہو! آپ نے اپنا فرض ادا کردیا، یہ ان کی عقل کا قصور ہے کہ وہ حق کو قبول نہیں کررہے، تمہارا شفیق دل تو یہی چاہتا ہے

کہ ان میں سے کوئی بھی گمراہ نہ رہے، سب ہدایت یافتہ ہوجائیں۔ (ماخوذ: ضیاء القرآن ص ۱۸۱ / ۳ پیر کرم شاہ صاحب)

## حضور ﷺ نے امّت کے لیے کتنی تکلیفیں اٹھائیں:

نبوت مل جانے کے بعد نو برس تک آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں تبلیغ فرماتے رہے، لیکن تھوڑی سی جماعت کے سوا جو مسلمان ہوگئی تھی اور تھوڑے سے ایسے لوگوں کے علاوہ جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے آپ کی مدد کرتے تھے، اکثر کفار مکہ آپ کو اور آپ کے صحابہ کو ہر طرح تکلیفیں پہنچاتے تھے.......... حضور ﷺ اس خیال سے طائف تشریف لے گئے کہ وہاں قبیلہ ثقیف کی بڑی جماعت ہے، اگر وہ قبیلہ مسلمان ہوجائے تو مسلمانوں کو ان تکلیفوں سے نجات ملے اور دین کے پھیلنے کی بنیاد پڑ جائے، وہاں پہنچ کر قبیلہ کے تین سرداروں سے جو بڑے درجے کے سمجھے جاتے تھے، گفتگو فرمائی اور دین کی طرف بلایا.......... مگر ان لوگوں نے بجائے اس کے کہ دین کی بات کو قبول کرتے صاف جواب دے دیا اور نہایت بے رخی سے پیش آئے، بلکہ حضور ﷺ سے کہا کہ ہمارے شہر سے فوراً نکل جاؤ اور جو تمہاری چاہت کی جگہ ہو وہاں چلے جاؤ، حضور ﷺ جب ان سے بالکل مایوس ہو کر واپس ہونے لگے تو ان لوگوں نے شہر کے لڑکوں کو پیچھے لگا دیا کہ آپ کا مذاق اڑائیں، تالیاں پیٹیں، پتھر ماریں حتیٰ کہ آپ کے دونوں جوتے خون کے جاری ہونے کی وجہ سے رنگین ہوگئے۔

## حضور ﷺ کو اپنی امّت اور امّت کا ایک ایک انسان پیارا تھا:

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے دعا کی درخواست کی، آپ نے دعا دی، حضرت عائشہؓ اس دعا کو سن کر خوشی میں لوٹ پوٹ ہوگئیں اور کہا کہ یہ دعا مجھ کو بہت پسند آئی، حضور ﷺ نے فرمایا اے عائشہؓ میں یہ دعا ہر نماز کے بعد اپنی امت کے لئے روزانہ کرتا ہوں، یہ حضرت عائشہؓ کون ہیں؟ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا عائشہؓ، ایسی عائشہ کو تو وہ دعا عمر میں ایک مرتبہ دی اور امت کے لئے وہ دعا ہر روز انہ، ہر نماز کے بعد، حج پر اپنے یا اپنے رشتہ داروں کے لئے دعا مانگنے کے بجائے آپ نے اپنی امت ہی کے لئے دعا مانگی، آپ اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی عرض کیا کہ پہلے نبی آئے تھے وہ گرتی ہوئی امتوں کو سنبھال لیا کرتے اب کوئی نبی آنے والا نہیں، شیطان بہکانے کے لئے موجود ہے، امت گرے گی تو گرتی چلی جائے گی، اب آپ یہ طے فرما دیجئے کہ یہ ساری امت جنت میں جائے گی، اللہ تعالیٰ نے آپ کے بہت رونے اور گڑگڑانے پر امت کی مغفرت فرمادی، سوائے ظالم کے کہ اس کو نہیں بخشوں گا، اب مزدلفہ تشریف لاکر ان ظالموں کے لئے بھی آپ روئے جو مسلمان کو ستائیں اور پریشان کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی، آپ کو امت سے کس قدر تعلق تھا، ہم تو اس کو سمجھ بھی نہیں سکتے، عرض کیا یا اللہ آپ کے خزانوں میں کمی نہیں، مظلوم کو اپنے خزانہ سے بدلہ دے دیجئے اور ظالم کو معاف فرما کر جنت میں پہنچا دیجئے، اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی قبول فرمالیا، یہ دعا بھی مانگی کہ کوئی دشمن ایسا نہ ہو کہ سو فیصد ان (یعنی تمام مسلمانوں) کو ختم کردے یہ بھی قبول ہوگئی۔

(ماخوذ: خدام الدین کا تبلیغی نمبر ۱۷ / ۱۹ ملفوظات حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کاندھلوی)

## نتیجہ جس شخص نے بھی مسلمانوں کا بُرا چاہا یوں سمجھو کہ اس نے حضور ﷺ کا بُرا چاہا:

قرآن کریم کے چوتھے پارہ رکوع نمبر ۲ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ (صرف ترجمہ) اور نہ ہوجانا ان لوگوں کی طرح جو فرقوں میں بٹ

گئے تھے اور اختلاف کرنے لگے تھے، اس کے بعد بھی جب آچکی تھیں ان کے پاس روشن نشانیاں اور ان لوگوں کے لئے عذاب بہت بڑا، (آل عمران: ۱۰۵)۔ یہاں پر مسلمانوں کو گروہ بندی اور اختلاف سے منع کیا جارہا ہے اب ان کے سامنے گروہ بندی اور اختلاف کی لعنت میں گرفتار قوموں کی خونچکاں (یعنی خون میں بہتی ہوئی) داستان اور عبرتناک کہانی بیان کی جارہی ہے، تاکہ مسلمان اسے سنیں اور نصیحت پکڑیں، یہود ونصاریٰ نے اپنی دین کے اصولوں کو پس پشت ڈال دیا تھا اور فروعی اور جزوی مسائل کو انہوں نے اہمیت دے رکھی تھی کہ انہیں کی وجہ سے کفر کے فتوے لگائے جاتے اور ملت کی وحدت (اور قومی اتفاق) کو اس طرح انتہائی بے دردی سے پارہ پارہ کر دیا جاتا، آج ہم بھی اسی مقام پر کھڑے ہیں، ایک خدا، ایک رسول، ایک قرآن اور ایک کعبہ رکھنے والی قوم نے اپنے آپ کو بے شمار فرقوں میں بانٹ رکھا ہے اور علماء سوء نے ان کے درمیان نفرت وعداوت کی اتنی بلند دیواریں کھڑی کر دیں ہیں کہ اب ان کے آپس میں مل بیٹھنے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ (ماخوذ: ضیاء القرآن مصنف پیر کرم شاہ جلد اول ص ۲۶۱)

## امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنے بیٹے حماد رحمۃ اللہ علیہ کو علم کلام میں مناظرہ کرتے دیکھا تو اس کو منع فرمایا، پس حماد رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ میں نے آپ کو علمِ کلام میں مناظرہ کرتے دیکھا ہے اور آپ مجھے منع فرماتے ہیں تو فرمایا کہ ہم مناظرہ کیا کرتے اس سکون سے گویا ہمارے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہیں، اس خوف سے کہ ہمارا مقابل لغزش نہ کھا جائے اور تم اس نیت سے مناظرہ کرتے ہو کہ تمہارا مقابل پھسل جائے اور جس نے اپنے مقابل کی لغزش چاہی تو اسکا کفر چاہا اور جس نے اسکا کفر چاہا خود کافر ہوا''۔ (حوالہ عین الہدایہ ج ا ص ۵ مقدمہ)

**تبصرہ:** امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کو بار بار پڑھئے اور سوچئے مولانا احمد رضا خاں کا رد وقدح اور نام نہاد مناظرانہ دنگل وفساد اسی مجادلہ ومکابرہ کی قسم سے نہ تھا؟ مولانا احمد رضا خاں نے اپنی کتابوں میں کیا لکھا ہے آگے سنئے!!

کثیر رقوم سے بنائی گئی مشینری کا چھوٹا سا پرزہ بھی جواب دے جائے تو تمام مشینری سکریپ (پرانے لوہے) کے بھاؤ فروخت ہوتی ہے، جب کہ باقی تمام پرزے کارآمد ہوتے ہیں، لیکن جس پرزے پر ساری مشینری کا مدار ہے جب وہ بے جان ہو جائے تو باقی کیا رہ گیا، کارخانہ فطرت (انسانی مخلوق) میں ڈھلے ہوئے دل ودماغ کے کل پرزوں کا بھی یہی حال ہے، اچھا بھلا انسان جب سوچ وفکر کی بلندیوں سے گرتا ہے تو جان لینا چاہیئے کہ اس کی دماغی مشینری کا کوئی پرزہ اپنی جگہ سے ہل چکا ہے، دماغی توازن کھو کر جب انسان طوطے مینا اڑانے لگتا ہے تو اس پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے، حالانکہ انسان کی ظاہری ہیئت میں کوئی فرق نہیں آتا، سر سے پاؤں تک تمام اعضاء ٹھیک کام کر رہے ہوتے ہیں، مگر دماغ کی تھوڑی سی خرابی نے عقل وخرد کے تمام نظام کو درہم برہم کر دیا ہوتا ہے، ایسے آدمی کو آدمی کہنا مشکل ہو جاتا ہے، شیطانی قوتیں یہیں سے اپنے کارکن منتخب کرتی ہیں، جو آگے چل کر انسانیت سے ماوراء ہو کر **انا لا غیری** کا نعرہ لگاتا ہے، کبھی اپنے آپ کو رب اکبر کہتا ہے اور کبھی نبوت کا دعویٰ کر بیٹھتا ہے، جن کی اڑان ذرا ہلکی رہی انہوں نے مجددیت کی چادر اوڑھ لی، اولاد آدم یا مسلمانوں کو فریب دینے کے کئی دوسرے طریقے اختیار کئے گئے، لیکن حقیقت میں یہ سب دماغی خرابی کے سوا کچھ نہیں ہوتا ؎

کامل اس فرقہ زہاد سے اٹھا نہ کوئی — کچھ اگر ہوئے تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے

جب کسان اپنے کھیت کی بجائے باہم لڑجھگڑ رہے ہوں تو پھر سوں کے ریوڑ کھیت کو ویران کر دیتے ہیں ؎

خود تو ڈوبے ہیں صنم تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے

لیکن خالق کائنات کو منظور ہی نہیں تھا، جو سورج اس نے حق کے لئے طلوع کیا ہے، ابلیسی سورج کی کرنیں کسی طرح بھی اس پر غلبہ حاصل کر سکیں ؎

مدّعی لاکھ برا چاہے کیا ہوتا ہے وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

## دنیائے اسلام میں ایسے فتوؤں کا رواج:

جن قوموں یا لوگوں کی تربیت نہیں ہوتی ان کی عادت ہوتی ہے کہ کوئی تحریک یا اسلامی کام ان کے رسم و رواج و عقائد کے خلاف ہو، اس کے ساتھ ان کی مخالفت محض زبانی مخالفت نہیں ہوتی، ان کے انتقام کو خون کے سوا کوئی چیز نہیں بجھا سکتی، عرب ایک مدت سے بت پرستی میں مبتلا تھا، یہی بت ہر قسم کے خیر و شر کے مالک تھے، پانی برساتے تھے، اولادیں دیتے تھے، جنگوں میں فتح دلاتے تھے، جیسا کہ مولوی احمد رضا خاں کہتا ہے، جب کبھی میں نے استعانت کی یا غوث ہی کہا۔ (ملفوظات حصہ سوم) مولا علی کو پکارو، مولا علی مصیبتوں میں مدد گار ہیں یا علی یا علی یا علی، (الامن والعلیٰ ص ۳۸)

صرف اللہ و رسول و اولیاء مددگار ہیں، (الامن والعلیٰ، مولوی احمد رضا خاں)

اسلام کا اصل فرض اس عجیب و غریب کھیل اور ایسے عقائد کو دفعۃً برباد کر دینا تھا، قریش کا معمول تھا کہ جب کعبہ کا طواف کرتے تو فقرے کہتے جاتے...... لات و عزیٰ اور تیسرے بت منات کی قسم یہ بلند و بزرگ ہیں اور ان کی شفاعت کی امید ہے...... آنحضرت ﷺ جب کہیں کسی مجمع میں دعوتِ اسلام کا وعظ فرماتے تو ابولہب آپ کے ساتھ ساتھ برابر کہتا جاتا کہ او رہ یہ جھوٹ کہتا ہے، ایک صحابی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ جبکہ میں اسلام نہیں لایا تھا آنحضرت ﷺ بازار میں گئے اور گھس کر لوگوں سے کہا **لا الٰہ الّا اللّٰہ** کہو، ابوجہل آپ پر خاک پھینکتا جاتا تھا اور کہتا کہ ’’اس کے فریب میں نہ آنا یہ چاہتا ہے کہ تم لات و عزیٰ کی پرستش چھوڑ دو (مسند امام حنبل ج ۴ ص ۲۳)۔ پیر کرم شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ کفار عرب جب حج کے لئے احرام باندھتے تو ان الفاظ سے تلبیہ کرتے...... یعنی اے اللہ تعالیٰ ہم حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس کے جس کو تو نے خود اپنا شریک بنایا ہے تو اس کا بھی مالک ہے اور اس چیز کا بھی تو مالک ہے جس کا وہ مالک ہے...... کفار ایک طرف تو اپنے معبودوں کو خدا کا مملوک (یعنی بندہ) قرار دے رہے ہیں اور پھر انہیں اللہ تعالیٰ کی خدائی میں اور تصرف میں اسکا شریک بنا رہے ہیں...... یہ سفید جھوٹ اور کذب بیانی کر رہے ہیں کہ خود اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا شریک بنایا ہے۔ (ضیاء القرآن ص ۱۷۵ ج ۳)

شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تقویت الایمان میں لکھا ہے کہ یہی پکارنا اور منتیں ماننا اور نذر و نیاز کرنا اور ان (بتوں) کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا، سو جو کسی سے یہ (مشرکین مکہ والا) معاملہ کرے گا گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے، پیر کرم شاہ اور شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو سامنے رکھ کر جناب سید احمد سعید کاظمی ملتانی کا عقیدہ پڑھیں وہ لکھتے ہیں:

’’بزرگانِ دین کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کی مخلوق مان کر اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوت تسلیم کر کے انہیں اپنا سفارشی

سمجھنے والے اور ان کی نذر و نیاز کرنے والے (علماء دیوبند کے نزدیک) سب کافر و مرتد ابوجہل کی طرح مشرک ہیں"۔ (الحق المبین ص ۱۰۴)

کفار مکہ کا حضور ﷺ کے خلاف ہو کر آپ پر جھوٹے بہتان لگانا اور ظلم کرنا زیادہ تر بتوں کی مخالفت کی وجہ سے تھا، خدا کو خدا وہ بھی مانتے تھے، مولوی احمد رضا خاں اور مولوی سعید احمد کاظمی کا شاہ اسمعیل رحمۃ اللہ علیہ اور علماء دیوبند پر کفر کے فتویٰ لگانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

**خلاصہ:** اللہ کی دی ہوئی قوت (بریلوی) جس کو تو نے خود اپنا شریک بنایا ہے (مشرکین مکہ) مشرکین مکہ اور بریلوی عبارات میں صرف الفاظ کا فرق ہے باقی مقصد و مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے۔

## امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کا فتویٰ

رواۃ حدیث میں ایک محدث ہیں جن کو عثمان بتی کہا جاتا ہے، ان کا ذکر ترمذی شریف کے کتاب النکاح میں بھی ہے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا کہ **ینبغی للبتی ان یتبعنی** یعنی بتی کو اس مسئلہ میں میری اتباع کرنی چاہیئے، امام المحدثین خطیب بغدادی نے لفظ بتی کو نبی سمجھ لیا اور اپنی اس غلط فہمی پر اتنا اعتماد کیا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں غلط اور نازیبا کلمات استعمال کیے، حالانکہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو بتی کو اپنے اتباع کے لئے فرمایا تھا نہ کہ نبی کو نعوذ باللہ تعالیٰ، مگر خطیب بغدادی نے نبی کریم ﷺ کی توہین قرار دے کر امام پر طعن و تشنیع کر ڈالی، غور کیجئے توہین کا الزام دے کر ہی کافر کہا گیا۔

## حضرت شیخ محی الدّین رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کا فتویٰ

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (المعروف) بہ شیخ اکبر جن کی ولایت اور بلندی مقامات کے اکابر علماء و اولیاء امت معترف ہیں، ان پر بھی ان کے زمانہ کے بعض علماء نے کفر کا فتویٰ دے دیا.........اور لکھا کہ وہ کہتا ہے کہ نبی ﷺ مجھ سے فیض پاتے ہیں، ان عبارتوں کے ظاہر پر ان حضرات نے نبی کریم ﷺ کی توہین قرار دے کر یہی تحریر کر دیا کہ ان کا ضرر مسلمانوں کے لئے تمام کافروں سے زائد ہے۔

(انکشاف حق ص ۵۲ مفتی خلیل احمد برکاتی، اشاعت المعارف ریلوے روڈ فیصل آباد)

حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر الزام بد مذہبی اور گمراہی لگایا اور طرح طرح کے فتنے اٹھائے اور آپ کو بدنام کرنے کی ناکام کوششیں کیں، یہاں تک کہ آپ کو وطن چھوڑنا پڑا اور دوسری جگہ سکونت اختیار کی، ان لوگوں نے وہاں بھی پہنچ کر لوگوں کو بہکایا اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو وہاں سے بھی نکلنا پڑا، آپ نے بارگاہ رب العالمین میں دعا کی، الٰہی میرے لئے زمین تنگ ہوگئی، چنانچہ اس روز عید کی شب آپ نے وصال پایا، **علیہ الرحمۃ و رضوان!!**

حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کی گئی، ان پر بھی الزام توہین رسول اللہ ﷺ ہی قائم کیا گیا۔ (انکشاف حق ص ۵۴)

## فتویٰ کفر لگانے سے اللہ والے خوف کھاتے ہیں!

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کتاب مستطاب ''الیواقیت والجواہر'' ص ۱۷۲ پر امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ دربارہ تکفیر نقل فرماتے ہیں:

**فتویٰ:**

**اعلم یا اخی وفقنی الله تعالیٰ وایاك ان الاقدام علیٰ تکفیر المومنین عسیر جدا وکل من فی قلبه ایمان یستعظم القول بتکفیر اهل الهواء والبدعة مع قولهم لااله الا الله محمد رسول الله الآخر۔**

یعنی جان تو اے بھائی! اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو توفیق عطا فرمائے مسلمانوں کو کافر کہنے پر اقدام بڑی دشوار چیز ہے، جس شخص کے دل میں ایمان ہوگا وہ بدمذہبوں کے کافر کہنے کو بھی خطرناک جانے گا، باوجود اس بات کے کہ **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کے قائل ہیں۔

**قتل مسلم ارجح فی الاثم من ترك الف کافر (الی ان قال) ان الحکم بان ذالك کفر صعب من جهة صعوبة علم الکلام ومواطن الاستنباط وتمیز الحق من غیره وانما یحصل ۔۔۔الخ۔** (ماخوذ: انکشاف حق ص ۷۵، ۷۶)

ایک مسلمان کے قتل بالخطاء کا گناہ ہزار کافروں کے ترک کرنے کے گناہ سے زیادہ ہے، لہٰذا حکم کفر لگانا دشوار ہے کہ علم کلام اور مواقع استنباط (نتیجہ نکالنا) اور حق و باطل کا فرق کرنا دشوار کام ہے۔

اور جو شخص کسی کو جان بوجھ کر کافر بناتا ہے وہ صحیح حدیث کی بنا پر خود کافر بن جاتا ہے۔

چنانچہ بخاری و مسلم میں عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: **ایما رجل قال لاخیه کافر فقد باء لها احدهما**۔ یعنی جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہے، پس بے شک لوٹتا ہے اس کلمۂ کفر کے ساتھ ایک دونوں میں کا۔ (انکشافِ حق: ص ۶۹) یعنی جس کو کافر کہا گیا اگر واقعی وہ کافر ہے تو اس پر حکم ہوگا اور اگر ایسا وہ نہیں ہے تو اس کہنے والے پر یہ حکم ہوگا یعنی لفظ کافر کہنے کے نشانہ کی زد میں ان دونوں میں سے ایک ضرور آئے گا۔ (ماخوذ: انکشافِ حق)

دوسری حدیث میں ہے جس کو امام بخاری نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

**لایرمی رجل رجلا بالفسوق ولایرمیه بالکفر الا ارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذالك۔**

جب کوئی شخص کسی شخص کو فسق یا کفر کی تہمت لگاتا ہے، وہ کفر و فسق کہنے والے پر لوٹتا ہے اگر دوسرا شخص ایسا نہیں ہے۔

تیسری حدیث بخاری و مسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

| | |
|---|---|
| من دعا رجلا بالکفر او قال عدوّ الله ولیس کذالك الّا عاد علیه۔ | جو شخص کسی شخص کو پکارے لفظ کفر کیساتھ یعنی کافر کہے یا دشمن خدا کا کہے، اگر ایسا نہیں تو یہ کلمہ اس کہنے والے پر رجوع کرتا ہے، پس وہ کہنے والا کافر یا دشمن خدا کا ہوتا ہے۔ |
| (ماخوذ: انکشاف حق: ۶۹) | |

یہی وہ خطرہ ہے جس کی وجہ سے ہمارے علمائے کرام اور فقہائے عظام نے تکفیر مسلم (کفر کے فتویٰ) کے معاملہ میں پھونک پھونک کر قدم رکھا ہے اور بڑی احتیاط سے کام لیا ہے اور تمام مسلمانوں کو یہی تعلیم دی ہے کہ مسلمانوں کو کافر کہنے میں اپنے دین وایمان کا خطرہ ہے، کیا ایسی صورت میں کوئی عاقل اپنی خاص دولت دین وایمان کو خطرہ میں ڈالنا گوارہ کرے گا، علمائے اہلسنت والجماعت کا ایک بڑا گروہ ان احادیث کے ظاہری معنیٰ کو ہی مانتا ہے اور یہ حکم دیتے ہیں کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والا مطلقاً کافر ہے، چنانچہ امام فقیہ ابوبکر اعمش اور تمام ائمہ بلخ اور اکثر علماء بخارا کا یہی قول ہے کہ مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہوجاتا ہے۔

(از ماخوذ: انکشافِ حق: ص ۷۰ مصنفہ مفتی خلیل احمد خاں برکاتی قادری بدایونی (انڈیا) ناشر اشاعۃ المعارف ریلوے روڈ فیصل آباد)

# شیطان کا جال

اولاد آدم کا ایک بڑا گروہ شیطان نے اپنے قبضہ میں کرلیا ہے، یعنی مشرکین وکفار، یہود ونصاریٰ ومجوسی وغیرہ کا کتنا بڑا گروہ ربّ تعالیٰ کے دین واحکام سے روگرداں ہوکر ابلیس لعین کی اتباع میں مشغول ہے، ان کے دلوں میں دین حق کی طرف سے ایسی نفرت ڈالی کہ انہوں نے دین حق کو قبول نہیں کیا، پھر اس لعین کو فکر ہوئی کہ جن لوگوں نے اس دین حق کو قبول کرلیا ان کو کسی طرح راہِ حق سے ہٹا کر گمراہ کیا جائے، اس نے قسم قسم کے جال اور حیلے بنائے، یہاں تک کہ ہر شخص کو اس کے مناسبِ حال جال میں پھانسنے کی کوشش کی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **ان اخوف ما اخاف علی امتی .... کل منافق علیھم اللسان**۔ یعنی مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ اندیشہ ہر اس شخص کا ہے، جو دل کا منافق اور زبان کا مولوی ہو۔ (ماخوذ: انکشاف حق)

حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **ویل لامتی من علماء السوء**۔ میری امت کی خرابی ہے برے علماء سے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے، چار آدمیوں سے علم نہ لو، کھلے ہوئے بدکار سے، کسی خاص مقصد کی طرف دعوت دینے والے بندۂ غرض سے، عام گفتگو میں جھوٹ بولنے والے سے، اگرچہ روایت درایت میں جھوٹ نہ بھی بولتا ہو اور ایسے مقلدین مخض پرہیزگار سے جو سادہ لوح کی وجہ سے جھوٹ سچ میں تمیز نہ کرسکے۔

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں، دو جہنم کا ایندھن بنیں گے اور ایک کو جنت نصیب ہوگی، جنت ایسے قاضی کے لئے ہے جس نے حق کو پہچانا اور حق کے بموجب فیصلہ کیا، دوزخی وہ ہیں جو جاہل ہونے پر بھی فیصلہ کرتے ہیں یا جان بوجھ کر حق کو چھوڑ دیتے ہیں.......... خیال رہے کہ قاضی مفتی سے بنتا ہے، ایسا مفتی جو غلط فتوے

دے اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

ابوعمر کہتے ہیں حکماء نے عالم کی ٹھوکر کو ٹوٹی ہوئی کشتی سے تشبیہ دی ہے، کیونکہ جس طرح کشتی اپنے مسافروں کو لے ڈوبتی ہے، اسی طرح عالم بہت سی مخلوق کو ساتھ لے کر گمراہ ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا عالم کی ٹھوکر پیروی کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے، ایسے علماء سے جو قوم کے پیشوا امام، مجدد کہلا کر قوم کو گمراہی کی طرف جاتے ہیں احادیث شریف میں بکثرت مذمتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔

یہ انکشاف حق کے مؤلف مولانا خلیل خان برکاتی کوئی دیوبندی نہیں، بلکہ جدی پشتی مایہ ناز بریلوی عالم ہیں، ان کے تعارف کیلئے میری کتاب ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم'' کا مطالعہ کیجئے۔

## اختلاف پیدا کرنے کا نیا طریقہ

جناب احمد رضاخاں بریلوی نے مسلمانوں کو ایک نئے اختلاف سے واقف کرایا، ایک نیا اختلاف چھیڑا، ایسا اختلاف جو مسلمانوں کی بڈیاں توڑ دے، اسلام کی پچھلی بارہ صدیوں میں مسلمانوں میں یہود و مجوس کی سازش سے صحابہ کرام پر کچھ اختلاف ہوگیا تھا، مسائل میں فقہاء کرام کی عملی راہیں کہیں کہیں مختلف تھیں، لیکن شاہراہ ایک تھی یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی قسم کے اختلاف تھے، لیکن خدا اور رسول اللہ ﷺ پر اختلاف کبھی نہ سنا گیا تھا، اللہ اور اس کے رسول کو سب مسلمان مانتے تھے اور ان کی ناموس پر وقت کی ہر ضرورت میں قربانی دیتے......

مسلمانوں میں یہ تصور ہی نہیں تھا کہ کوئی ایسے مسلمان بھی ہوسکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو نہ مانتے ہوں، مگر جناب احمد رضاخاں بریلوی نے بتایا کہ نہیں مسلمانوں میں ایک بڑا طبقہ ایسا ہے جو خدا اور اس کے رسول کو نہیں مانتا، خدا پر جھوٹ بولنے کا الزام لگاتے ہیں اور اس کے رسولِ برحق سے دشمنی رکھتے ہیں!!!!

جب حال یہاں تک پہنچے کہ مسلمانوں میں خدا اور اسکے رسول کو ماننا بھی اختلافی مسئلہ بنا دیا جائے تو پھر اسلام کی کشتی کس کنارے لگے گی؟؟؟ یہ بات ہم سب کے سوچنے کی ہے!!!!

ایسا عقیدہ اسلام کی تیرہ صدیوں میں نہ تھا کہ مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کے ماننے پر اختلاف ہوسکتا ہے، چودھویں صدی میں ایک اعلیٰ حضرت نے مسلمانوں میں کفر و اسلام کے فاصلے قائم کرنے کے لئے محنت کی، یہ کام کسی چھوٹے حضرت کا نہ تھا، اس کے لئے واقعی اعلیٰ حضرت کی ضرورت تھی، جناب احمد رضاخاں بریلوی نے اس کام کا ذمہ لیا اور بریلی شہر میں ہندوستان سے یہ تحریک شروع کی، اپنی کتابوں میں ایک مذہب پیش کیا آپ کے ماننے والوں کو ''بریلوی''، ''رضاخانی'' کہا جاتا ہے!!!!

# باب ششم

# نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی کے عقائد ونظریات

اس باب کے تحت نواب احمد رضا خان اور ان کے قائم کردہ مذہب بریلویت کے چند مخصوص عقائد ونظریات پر بحث کی جائے گی!

## عقیدہ نمبر ۱

## علمِ نجوم وجفر پر پختہ یقین اور ان کی تاثیر کے قائل

قارئین کرام! امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں قتادہ رحمہ اللہ کا قول ذکر کرتے ہیں کہ:

**خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی هٰذِهِ النُّجُوْمَ لِثَلَاثٍ جَعَلَهَا زِيْنَةً لِلسَّمَاءِ وَرُجُوْمًا لِلشَّيَاطِيْنِ وَعَلَامَاتٍ يُهْتَدٰى بِهَا فَمَنْ تَأَوَّلَ فِيْهَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ أَخْطَأَ وَأَضَاعَ نَصِيْبَهٗ وَتَكَلَّفَ مَا لَا يَعْلَمُ.**

**ترجمہ:** اللہ تعالیٰ نے یہ ستارے صرف تین چیزوں کے لئے بنائے ہیں، آسمان کی زینت کے لئے اور شیطانوں کو مارنے کے لئے اور راہ معلوم کرنے کی علامتیں بنایا ہے تو جو کوئی ان میں مذکور چیزوں سے ہٹ کر کوئی معنیٰ نکالے (اور ان کو مستقبل کے واقعات جاننے کا ذریعہ سمجھے) تو اس نے غلطی کی اور (عمر کا) اپنا حصہ ضائع کیا اور ایسی چیز کے درپے ہوا جو اس طرح کے ذرائع سے معلوم نہیں ہوسکتی۔

زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں ہمیں صلاۃ فجر بارش کے بعد پڑھائی، جو رات میں ہوئی

تھی تو جب آپ فارغ ہو گئے اور لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا کہا؟ لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے کہا: میرے بندوں میں سے کچھ نے آج مومن ہو کر صبح کی اور کچھ نے کافر ہو کر، جس نے یہ کہا کہ بارش اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہوئی وہ میرے او پر ایمان رکھنے والا ہوا اور ستاروں کا منکر ہوا اور جس نے کہا کہ ہم فلاں اور فلاں ستارے کے سبب بارش دیئے گئے تو وہ میرا منکر ہوا اور ستاروں پر یقین کرنے والا ہوا۔ (صحیح بخاری/ الأذان ۸۵۶)

معلوم ہوا کہ ستاروں کی گردش پر یقین رکھنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ ستاروں میں دنیا کے حالات کو تبدیل کرنے اور واقعات کو رونما کرنے میں تاثر رکھتے ہیں، مشرکین مکہ و یونان کا عقیدہ تو ہو سکتا ہے، مسلمانوں کا نہیں، یہ احادیث اپنے مفہوم میں اس قدر واضح ہیں کہ مزید کسی توضیح وتشریح کی ضرورت نہیں لیکن چونکہ خان صاحب بریلوی شیعہ وہندو عقائد سے حد درجہ متاثر تھے اس لئے ستاروں اور زائچوں کی تاثیر پر مکمل اعتماد، پختہ یقین واعتقاد رکھتے تھے، وہ ان علوم پر کتنا اعتماد کرتے تھے، اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

ظفر الدین بہاری صاحب لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ مولوی غلام حسین صاحب یعنی مولوی محمد حسین صاحب بریلوی موجد طلسمی پریس کے والد ماجد تشریف لائے، جو علم نجوم میں کامل اور اس فن کے ماہر تھے اور فرمایا مولوی! سنتے ہو لاہور فتح، دہلی پر دھمک۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا...... یہ کیسے؟

انہوں نے ایک زائچہ پیش کیا جو تیار کر کے لائے تھے، اس کو اعلیٰ حضرت کے سامنے رکھ دیا حضرت نے اس کو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا یہ نہ ہوگا، بلکہ اس کا حاصل فقط تبدیل سلطنت ہے۔ انہوں نے کہا...... ہاں! یہی ہوگا، جو میں نے حکم لگایا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا، مجھے اس سے اتفاق نہیں، اس کا اثر میرے خیال میں یہ نہیں۔

یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے اور تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد مکان تشریف لے گئے، پھر کئی مہینہ کے بعد وہ تشریف لائے، اعلیٰ حضرت نے دریافت فرمایا: کہیے حضرت! کہاں لاہور فتح اور دہلی پر دھمک ہوئی؟ انہوں نے کہا آپ کا حکم لگانا بھی تو غلط ہوا، کہاں تبدیل سلطنت ہوئی؟

ارشاد فرمایا سلطنت تو بدل گئی، پہلے ملکہ وکٹوریہ کی سلطنت تھی یعنی ولیم کے خاندان میں اور آج کل ایڈورڈ ہفتم بادشاہ ہیں، ان کا خاندان دوسرا ہے، ددھیال سے خاندان لیا جاتا ہے نہ ننھیال سے، شرعاً نسبت کا اعتبار باپ کی طرف سے ہوتا ہے نہ ماں کی جانب سے''۔

(حیات اعلیٰ حضرت، ج ا ص ۲۷۵، ۲۷۶)

ستاروں کی تاثیر پر اس قدر اعتقاد رکھنا کہ دنیا کے حادثات انہی ستاروں کی گردش سے ہوتے ہیں، یہ یونانی مشرکوں کا عقیدہ تھا، مسلمانوں نے اسے کبھی قبول نہیں کیا، آج آئے دن اخبارات میں جو یہ بکواسات شائع ہوتی ہیں کہ یہ ہفتہ کیسا رہے گا سب توہمات وفضولیات پر مشتمل ہے!!!!

نجوم کا ایسا علم، زائچے، بروج یہ سب یونانی مشرکوں کے وضع کردہ قانون ہیں، جس پر کوئی دلیل نہیں، اس کے سارے قواعد یونانی خیالات و توہمات کا مجموعہ ہے!!!!

علامہ تفتازانی لکھتے فرماتے ہیں:

**و تصدیق الکاھن بما یخبرہ عن الغیب کفر لقولہ علیہ السلام من اتی کاھنا فصدّقہ بما یقول فقد کفر بما انزل اللہ تعالیٰ علی محمّد والکاھن ھو الذی یخبر عن الکوائن المستقبل الزمان و یدعی معرفۃ الاسرار و مطالعۃ علم الغیب وکان فی العرب کھنۃ یدعون معرفۃ الامور فمنھم کان یزعم ان لہ رئیا من الجن و تابعۃ یلقی الیہ الاخبار و منھم من کان یزعم انہ یستدرک الامور منھم اعطیہ والمنجم اذا ادعی العلم بالحوادث الآتیۃ فھو مثل الکاھن،** (شرح العقائد)

**ترجمہ:** اور کاہن کی تصدیق کرنا اس چیز کے بارے میں کہ جس کے علم غیب سے ہونے کی خبر دیتا ہے کفر ہے، نبی ﷺ کے فرمان کی وجہ سے کہ جو آیا کسی کاہن کے پاس، پس اس کی تصدیق کی اس چیز کے بارے میں جو وہ کہتا ہے تو اس نے کفر کیا اس چیز کا جو اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر نازل کیا (یعنی قرآن مجید)، اور کاہن وہ ہے جو آئندہ زمانے میں ہونے والے واقعات کی خبر دیتا ہے اور اسرار کی معرفت کا دعویٰ کرتا ہے اور علم غیب جاننے کا دعویٰ کرتا ہے اور عرب میں کچھ کاہن تھے، جو امورِ غیبیہ کی معرفت کے مدعی تھے، ان میں بعض یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ان کے پاس کھائی دینے والے اور ساتھ رہنے والے جن ہیں، جو ان کو خبریں پہنچاتے ہیں اور بعض ان میں سے یہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ اپنی خداداد ذہانت کے ذریعہ امورِ غیبیہ کا ادراک کر لیتے ہیں **اور نجومی جب آنے والے حوادثات جاننے کا دعویٰ کرے تو وہ کاہن کی مثل ہے۔**

غور فرمائیں کس وضاحت سے ہماری عقائد کی کتب میں لکھا جا رہا ہے کہ نجومی جب آئندہ آنے والے حوادثات کا دعویٰ کرے تو وہ مثل کاہن یعنی کافر ہے اور ان کی تصدیق کرنے والوں کی نماز بمصداق حدیث نبوی ﷺ چالیس دن تک قبول نہیں ہوتی لیکن آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ خان صاحب کو اس علم پر کتنا اعتبار تھا اور آگے جفر میں مزید انکا اعتقاد و یقین معلوم ہو جائے گا۔

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

**وَمِنْهُمْ مَنْ يُسَمِّي الْمُنَجِّمَ كَاهِنًا حَيْثُ إِنَّهُ يُخْبِرُ عَنِ الْأُمُورِ كَإِتْيَانِ الْمَطَرِ، وَمَجِيءِ الْوَبَاءِ وَظُهُورِ الْقِتَالِ، وَطَالِعِ نَحْسٍ أَوْ سَعِيدٍ وَأَمْثَالِ ذَلِكَ. وَحَدِيثُ النَّهْيِ عَنْ إِتْيَانِ الْكَاهِنِ يَشْتَمِلُ عَلَى النَّهْيِ عَنْ هَؤُلَاءِ كُلِّهِمْ، وَعَلَى النَّهْيِ عَنْ تَصْدِيقِهِمْ.**

(مرقاۃ المفاتیح، ج ۶ ص ۱۳، باب الکسب والطلب الحلال)

یعنی ان کاہنوں میں وہ نجومی بھی شامل ہے جو آنے والے حوادثات کی خبر مثلاً بارش کے وقوع، وبا پھوٹنے کی پیش

گوئی، جنگ و جدال کے ظہور یا منحوس ومبارک دنوں کے بارے میں بتلاتا ہے، حدیث میں جو کاہن کے پاس آنے کی ممانعت ہے اس میں یہ سب (نجومی وغیرہ) شامل ہیں۔

خان صاحب عملیات وتعویذات میں ان سیاروں، برجوں پر کتنا یقین رکھتے تھے؟ اس کا اندازہ آپ ان کے عملیات کے مجموعہ ''شمع شبستان رضا'' کو پڑھ کر بخوبی لگا سکتے ہیں، مثلاً شمع شبستان رضا جلد چہارم ص ۷۱ پر ہے:

ساعت مشتری میں کشائش رزق، ترقی مدارج، تسخیر محبت، غائب کو حاضر لانے، رفع بیماری، ترقی علم وغیرہ کے تعویذات وعملیات کرنا زود اثر ثابت ہوتے ہیں، مشتری ستارہ اہل علم سے منسوب ہے۔

ساعت زہرہ میں زبان بندی، خواب بندی وغیرہ کے تعویذات وعملیات کرنا مفید ہیں، زہرہ عورتوں سے منسوب ہے۔

ساعت عطارد میں محبت، خواب بندی، زبان بندی، تیغ بندی کے تعویذ وعملیات لکھ کر دینا سریع الاثر ثابت ہوتے ہیں، عطارد اہل دیوان وکیلوں اور محرّروں سے منسوب ہے۔

ساعت شمس میں تسخیر سلاطین اور بادشاہوں وصحت امراض کے تعویذ وعملیات بہتر ثابت ہوتے ہیں، شمس حکام بالا، سلطان و بادشاہ سے منسوب ہے۔

ساعت قمر میں محبت واخلاص وشفا امراض کے تعویذ وعملیات بہتر ثابت ہوتے ہیں۔

ساعت زحل میں ہلاکئی دشمن، عداوت و دشمن کے گھر بار تباہ کرنے کیلئے تعویذ وعملیات تیر بہدف ثابت ہوتے ہیں، زحل دہقانوں ومشائخ سے منسوب ہے''۔

اسی طرح اس جلد میں منحوس ومبارک دنوں کا حساب باعتبار بروج دیا گیا ہے، اسی طرح علم الاعداد وعلم الجفر کے حوالے سے کئی خرافات اس کتاب میں شامل ہیں۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

**قال الخطيب البغدادي رضي الله عنه: لقي منجم رجلا فقال المنجم: كيف أصبحت قال: أصبحت أرجو الله وأخافه وأصبحت ترجو المشتري وزحل وتخافهما.** (فیض القدیر، ج ۳ ص ۳۰۵)

خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ ایک نجومی کسی (وہابی) نوجوان سے ملا اور اس سے کہا تمہارا دن کیسے گذرا؟ اس نے جواب دیا کہ اس حال میں گذارا کے اللہ سے امید اور اس کا خوف تھا اور پھر برجستہ اس نوجوان نے اس نجومی کو کہا کہ تو نے دن اس حال میں گذارا کہ مشتری وزحل سے امید وآس لگائے ہوئے تھا اور ان سے خوف کھائے ہوئے تھا۔

خود بریلوی مفتی فتویٰ دیتا ہے کہ:

''ستاروں کا علم حاصل کرنا علماء نے ممنوع قرار دیا ہے، صرف اتنی مقدار کو جائز قرار دیا ہے کہ جس کی بنا پر خشکی اور خصوصاً سمندری سفر میں راستوں کی صحیح سمتوں کے تعین میں آسانی ہو اور نمازوں کے اوقات اور قبلہ کی سمت کی تحقیق ہو سکے، احیاء العلوم میں حضرت سیدنا عمر کے حوالے سے امام غزالی فرماتے ہیں کہ ستاروں کا وہ علم حاصل کرو کہ جس سے تم بحر و بر میں راستوں کی ہدایت حاصل

کرسکو، اس سے زیادہ حاصل کرنے سے حضرت عمر نے جو منع فرمایا، اس کی تین وجوہات ہیں: ایک تو یہ کہ یہ علم اکثر مخلوق کیلئے مضر ہے، کیونکہ عوام جب یہ علم سیکھیں گے تو وہ یہ عقیدہ بنائیں گے کہ ستاروں کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ستاروں کے احکام محض اندازوں پر مبنی ہوتے ہیں، جن کا اعتبار نہیں ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اس علم کا کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ جو چیز مقدر کر دی گئی ہے اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ (احیاء علوم الدین، ج ۱، ص ۴۸ مطبوعہ بیروت)

علی العموم ستاروں کے علم سے جو منع کیا جاتا ہے، اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد پاک ہے کہ جس نے ستاروں کا علم حاصل کیا، اس نے جادو کا علم حاصل کیا۔ (سنن ابو داود: ۳۹۰۵) اور جادو کا علم سیکھنا کفر کی طرف لے جاتا ہے، ورنہ کم از کم حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں تو یہی معاملہ ستاروں کے علم کا ہے''۔ (انوار الفتاویٰ، ج ۱، ص ۵۲۶)

# عقیدہ نمبر ۲

## علم جفر پر یقین

ما قبل میں اس پر بحث ہو چکی ہے کہ علم جفر یہ خالصۃً شیعی علم ہے اور شیعہ کامل طور پر یہ علم اسی کو دیتے ہیں جو ان کا ہم مذہب و ہم مسلک ہو، نیز اس علم پر اعتقاد رکھنا بھی شیعہ کا نظریہ ہے۔

خان صاحب نہ صرف اس کے سیکھنے پر حریص تھے، بلکہ اس پر کس قدر پختہ یقین تھا ملاحظہ ہو:

''غرض جفر سے جو بھی جواب نکلے گا ضرور حق ہوگا کہ (یہ علم) اولیائے کرام کا ہے، اہل بیت عظام کا ہے، امیر المومنین علی مرتضیٰ کا ہے رضی اللہ عنہم اجمعین''۔ (ملفوظات، حصہ دوم، ص ۲۱۳ مکتبۃ المدینہ)

علم جفر کے بارے میں اس قسم کی خرافات کا دعویٰ آج تک کسی مستند سنی عالم نے نہیں کیا، علم جفر میں کس قسم کی مزید خرافات ہیں ذرا اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو، خان صاحب لکھتے ہیں:

''اس نے ایک دوسرے علم زایرجہ میں ہے کہ زمانہ شیث علیہ الصلوۃ والسلام سے اس راز کے اخفاء (یعنی چھپانے) کا حلفی عہد ہے''۔ (ملفوظات، حصہ دوم، ص ۲۱۳)

یہ چھپانے کا عہد وہ بھی حضرت شیث علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے سے سوائے بکواس کے اور کچھ بھی نہیں، نیز قارئین خود فیصلہ کریں کیا اس سے شیعہ کے عقیدہ ''تقیہ'' کی تائید نہیں ہو رہی ہے؟؟؟؟

### خان صاحب کے علمِ جفر کے لیے ذکر کردہ دلائل:

خان صاف علم جفر کے ثبوت کیلئے لکھتے ہیں کہ:

''ابن قتیبہ پھر ابن خلکان پھر امام دمیری پھر علامہ زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں:

الجفر جلد كتبه جعفر الصادق كتب فيه لآل البيت كل ما يحتاجون إلى علمه وكل ما يكون إلى يوم القيامة. قال الدميري ونسبه الجفر إلى علي وهم، والصواب لجعفر الصادق۔

جفر ایک جلد ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھی اور اس میں اہل بیت کرام کیلئے جس چیز کے علم کی انہیں حاجت پڑے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب تحریر فرما دیئے"۔ (خالص الاعتقاد ص ۳۷، حامد اینڈ کمپنی لاہور)

قارئین کرام! دراصل علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ سے یہاں نقل کلام بھی سخت غلطی واقعہ ہوئی ہے اور خان صاحب جیسے مداری آدمی نے اسی غلط فہمی کا فائدہ اٹھایا ہے، علامہ قتیبہ کا اصل قول علامہ خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے ملاحظہ ہو:

وأما كتاب "الجفر" فقد ذكره ابن قتيبة في أوائل كتاب "اختلاف الحديث" فقال بعد كلام طويل وأعجب من هذا التفسير تفسير الروافض للقرآن الكريم وما يدعونه من علم باطنه بما وقع إليهم من الجفر الذي ذكره سعد بن هارون العجلي وكان رأس الزيدية فقال:

ألم تر أن الرافضين تفرقوا ... فكلّهم في جعفر قال منكرا،

فطائفة قالوا إمامٌ ومنهم ... طوائف سمته النبي المطهرا،

ومن عجب لم أقضه جلد جفرهم ... برئت إلى الرحمن ممن تجفرا،

والأبيات أكثر من هذا فاقتصرت منها على هذا لأنه المقصود بذكر الجفر، ثم قال ابن قتيبة بعد الفراغ من الأبيات: "وهو جلد جفر ادعوا أنه كتب لهم فيه الإمام كل ما يحتاجون إليه وكل ما يكون إلى يوم القيامة". قلت: وقولهم "الإمام" يريدون به جعفرًا الصادق رضي الله عنه وقد تقدم ذكره. (وفیات الاعیان ج ۳، ص ۲۴۰)

کیا آپ کے علم میں نہیں کہ روافض مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے، پس تقریباً سبھی نے جفر سے متعلق غلط کہا، ایک جماعت نے تو اسے امام کہا بعض گروہوں نے اسے نبی ملہم تسلیم کیا۔

اور عجیب بات تو یہ ہے کہ انہوں نے کوئی صحیح فیصلہ علم جفر سے متعلق نہیں کیا ہے، چنانچہ روافض کے اشعار میں یہ بھی ہے کہ جو بھی علم جفر حاصل کرتا ہے تو میں اس سے بَری ہوں، اشعار میں سے میں نے انہی پر اقتصار کیا، کیونکہ اصل مقصود علم ذکر جفر ہے۔

پھر ابن قتیبہ نے اشعار کے بعد یہ کہا کہ جلد جفر کے متعلق ان (روافض) کا دعویٰ ہے کہ اس میں "امام" نے ہر اس امر کو لکھ دیا تھا جس کی انہیں ضرورت تھی اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا وہ سب کچھ لکھ دیا تھا۔

(ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) "امام" سے مراد حضرت امام جعفر صادقؒ ہیں"۔

یہ تھی ابن قتیبہ کے قول کی اصل حقیقت کہ جفر کے متعلق یہ سارے دعوے کہ اس میں قیامت تک سب کچھ لکھ دیا گیا ہے، رافضیوں شیعوں کے دعوے ہیں۔

مزید تحقیق کیلئے ہم نے اصل مآخذ کی طرف رجوع کیا تو وہاں بھی الفاظ کی کچھ تبدیلی کے ساتھ یہی قول ملا، ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ ان تمام اشعار کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

**ادعوا انه کتب فیه لهم الامام کل ما یحتاجون الی عمله و کل ما یکون الی یوم القیامة.**

(تاویل مختلف الحدیث، ص ۱۲۳، المکتب الاسلامی بیروت طبع ثانی)

ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس علم جفر کو "**تفسیر الروافض للقرآن الکریم**" کی بحث کے تحت ذکر کیا ہے، یہ تھی ساری حقیقت کہ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے جفر کے متعلق روافض اور زیدیوں کا نظریہ نقل کیا تھا کہ ان کا یہ نظریہ اور نرا دعویٰ ہے کہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں وہ سب کچھ لکھ دیا ہے، جو قیامت تک ہونے والا ہے، مگر علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اتباع میں علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے غلط فہمی کی بنیاد پر اس قول کو ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر دیا اور خان صاحب بریلوی نے جان بوجھ کر اصل مآخذ پیش کرنے کے بجائے اس ثانوی مآخذ کو پیش کیا!!!!

اب رہی یہ بات کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ کسی گمراہ کا قول کوئی سنی کا نظریہ پیش کر کے نقل کر دے؟؟ تو بالکل اور اس کا ثبوت بھی ہم خان صاحب کی کتاب ہی سے دیں گے!!!!

خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

"امام عبد الرشید بن ابی حنیفہ ولوالجی و امام طاہر بن احمد بخاری وغیرہما اجلّہ کرام نے بشر مریسی معتزلی کا قول یوں نقل کر دیا، گویا یہی اصل مذہب ہے، جس طرح علامہ محقق زین العابدین بن ابراہیم وفہامہ مدقق علاء الدین محمد دمشقی نے ابو علی جبائی معتزلی کا قول یوں نقل کر دیا گویا یہی مذہب مشائخ ہے"۔ (حیات الموات، ص ۲۶۹)

تو جس طرح محقق و مدقق نے معتزلی کا قول یوں نقل کر دیا کہ گویا یہی مذہب مشائخ ہے، اسی طرح علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اتباع میں زرقانی نے زیدیہ روافض کا قول یوں نقل کر دیا کہ گویا ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ ہے اور پھر خان صاحب نے صاحب ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کیا ہی خوب لکھا:

"اکثر ہوتا ہے کہ بھولنے والے بھولنے والوں کی پیروی کر لیتے ہیں"۔ (حیات الموات، ص ۲۶۹)

خان صاحب بریلوی صاحب شرح مواقف کے حوالے سے لکھتے ہیں:

**الجفر والجامعة کتابان لعلی رضی الله تعالٰی عنه قد ذکر فیهما علی طریقة علم الحروف الحوادث التی تحدث الی انقراض العالم وکانت الائمة المعروفون من اولاده یعرفونهما ویحکمون بهما وفی کتاب قبول العهد الّذی کتبه علی بن موسٰی رضی الله تعالٰی عنهما الی المامون انك قد عرفت من حقوقنا ما لم یعرفه اٰباؤك فقبلت منك عهدك الّا ان الجفروالجامعة یدلان علی انه لایتم ولمشائخ المغاربة نصیب من علم الحروف ینتسبون فیه الی اهل البیت ورأیت انا بالشام نظما اشیرفیه بالرموز الی احوال ملوك مصرو سمعت**

**انه مستخرج من ذينك الكتابين۔**

یعنی جفر و جامعہ امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی دو کتابیں ہیں، بے شک امیر المومنین نے ان دونوں میں علم الحروف کی روش پر ختم دنیا تک جتنے وقائع ہونے والے ہیں سب ذکر فرما دیے ہیں اور ان کی اولاد امجاد سے ائمہ مشہورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُن کتابوں کے رموز پہچانتے اور ان سے احکام لگاتے تھے اور مامون رشید نے جب حضرت امام علی رضا ابن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے بعد ولی عہد کیا اور خلافت نامہ لکھ دیا امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے قبول میں فرمان بنام مامون رشید تحریر فرمایا، اس میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تم نے ہمارے حق پہنچانے جو تمہارے باپ دادا نے نہ پہچانے اس لیے میں تمہاری ولی عہدی قبول کرتا ہوں، مگر جفر و جامعہ بتا رہی ہیں کہ یہ کام پورا نہ ہوگا (چنانچہ ایسا ہی ہوا اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مامون رشید کی زندگی ہی میں شہادت پائی) اور مشائخ مغرب اس علم سے حصہ اور اس میں اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اپنے انتساب کا سلسلہ رکھتے ہیں اور میں نے ملک شام میں ایک نظم دیکھی، جس میں شاہانِ مصر کے احوال کی طرف رمزوں میں اشارہ کیا ہے، میں نے سنا کہ وہ احکام انہی دونوں کتابوں سے نکالے ہیں، انتہٰی ۔

(خالص الاعتقاد، ص ۳۷، ۳۸، حامد اینڈ کمپنی لاہور)

اس سلسلے میں گذارش ہے کہ اس میں علم جفر کا صرف ایک تعارف دیا گیا ہے، اس میں کہیں نہیں کہ جفر میں جو کچھ لکھا گیا ہے، آیا وہ واقعۃً صحیح ہے یا نہیں؟؟ یا صاحب مواقف کا بھی یہی عقیدہ ہے اور یہ اصول خود خان صاحب کا مقرر کیا ہوا ہے کہ ضروری نہیں متکلمین جو کچھ اپنی عقائد کی کتب میں لکھیں وہ ان کا عقیدہ بھی ہو، چنانچہ خان صاحب لکھتے ہیں:

''متاخر شارح محشی جو کچھ لکھ جایا کرتے ہیں وہ مطلقاً خود ان کا اپنا اعتقاد نہیں ہوتا نہ کہ تمام اہلسنت و جماعت کا عقیدہ، عقیدہ وہ ہوتا ہے جو متون و مسائل میں بیان کر دیا یا بالائی تقریریں اس کے موافق ہیں تو حق ہیں مخالف ہیں تو وہی ان کی بحث بازیاں اور ذہن آزمائیاں اور قلم کی جولانیاں ہیں''۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۵، ص ۴۷۲)

غور فرمائیں خان صاحب خود لکھ رہے ہیں کہ محشی اور شارح جو کچھ لکھ دیں وہ ان کا اپنا عقیدہ نہیں ہوتا، چہ جائیکہ تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ اسے کہا جائے تو شارح مواقف نے جو کچھ لکھا وہ خان صاحب آپ ہی کے اصول کی رو سے محض قلم کی جولانی ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں!!!!

نیز ما قبل میں خان صاحب کا حوالہ گذر چکا کہ غلط فہمی کی بنیاد پر معتزلہ کا مذہب بھی کتب میں نقل ہو جاتا ہے تو ممکن ہے کہ شیعہ کا جفر کے متعلق یہ نظریہ غلط فہمی کی بنیاد پر نقل ہو گیا ہو!!!!

بلکہ اسی مواقف کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''**فعليك برعاية قواعد اهل الحق في جميع المباحث وان لم نصرح بها۔**

تو تجھ پر لازم ہے کہ تمام مباحث میں اہل حق کے قواعد کا پاس کرے، اگرچہ ہم وہاں یہ تصریح نہ کریں''۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۱۵، ص ۴۷۲)

یعنی تم اہل حق ہی کے اصول و قواعد کی پابندی کرو اگر چہ ہم کہیں اس کی تصریح کریں یا نہ کریں تو پس ہم نے ما قبل میں اس کو واضح کر دیا کہ جفر کا علم شیعہ کا علم ہے، شرح مواقف نے یہاں اس کا تعارف پیش کیا، اس کے صحیح یا غلط ہونے کی تصریح نہیں کی تو ہم اس موقع پر اصول کی پابندی کریں گے!!!!

پھر خود بریلویوں کے ہاں یہ اصول مصرح ہے کہ:

''فقہ اکبر، شرح فقہ اکبر، عقائد نسفیہ، شرح عقائد نسفیہ، مواقف، شرح مواقف وغیرہ اہل سنت و جماعت کے عقائد کی مستند کتابیں ہیں، لیکن کسی مستند کتاب کا قول غیر مستند سے خالی ہونا ضروری نہیں ہے''۔ (دیوبندیوں سے لاجواب سوالات، ص ۳۱۲)

شرح مواقف باوجود مستند ہونے کے جب آپ کے نزدیک اس کا غیر مستند قول سے خالی ہونا ضروری نہیں تو علم جفر کے متعلق اس قول کو غیر مستند ہونے ہی پر محمول کر لیں!!!!

# ایک جاہل کے ڈھکوسلوں کا جواب

خان صاحب جاہلوں کے پیشوا ہیں جس نے بھی کہا خوب کہا، ایک جاہل رضا خانی خان صاحب کے دفاع میں لکھتے ہیں:

یہ اعتراض بھی دیوبندی مولوی خائن کی کھلی جہالت ہے، علم جفر ایک مستقل علم ہے، ابن عربی نے بھی اس علم میں ایک اہم کتاب لکھی۔ (ملفوظات، ص ۱۴۹، ۱۵۰)

نحو و بلاغت کے بڑے بڑے آئمہ معتزلی ہوئے ہیں، کیا ان علوم میں مہارت حاصل کرنے والا معتزلی ہو جائے گا؟؟

پھر دیوبندی مولوی خائن کے نزدیک اگر علم جفر سیکھنا ہی شیعہ ہونے کی دلیل ہے تو اپنے امام انور شاہ کشمیری کے بارے میں کیا خیال ہے:

''ایسے ہی نجوم و جفر و رمل میں بھی کامل واقفیت رکھتے تھے''

''فن طب، جفر، رمل و نجوم وغیرہ علوم کا بھی مطالعہ فرمایا تھا اور ان کی مشکلات پر بحث فرماتے تھے''۔ (ملفوظات محدث کشمیری، ص ۳۹)......(ملخصاً بحوالہ رد اعتراضات، ص ۸۲، ۸۳)

گذارش ہے کہ ہم نے صرف علم جفر کے سیکھنے پر اعتراض نہیں کیا تھا، نہ محض اس کے پڑھنے پڑھانے پر کوئی شیعہ ہو جاتا ہے، یہ ہمارا دعویٰ تھا!!!!

بلکہ ہمارے دعوے میں دو چیزیں تھیں ایک تو شیعہ اس علم کی پوری واقفیت کسی شیعہ عالم ہی کو دیتے ہیں اور خان صاحب اسی کی تلاش میں تھے، دوسرا اس علم پر کامل و مکمل وثوق رکھنے والا شیعہ ہی ہو سکتا ہے کوئی سنی نہیں!...... چنانچہ ہماری اس بات کو اپنے مفہوم میں معترض نے بھی یوں بیان کیا:

''خان صاحب کو اس علم پر کس قدر وثوق تھا''۔ (رد اعتراضات ص ۸۱)

ادب و بلاغت کے کئی ائمہ، صرف و نحو کے کئی ماہرین معتزلی ہیں، اس میں کوئی شک نہیں، لیکن ادب و بلاغت صرف و نحو شیعہ کے علوم نہیں، بلکہ اہل سنت کے علوم ہیں، لہٰذا ان کو پڑھنے والا معتزلی ہرگز نہیں کہلائے گا، دونوں کو خلط ملط کرنا نری جہالت ہے!!!!

زمخشری معتزلی کی کشاف کو پڑھنا الگ بات ہے اور اس میں اس نے جو اپنے اعتزالی عقائد درج کئے، اس پر پختہ عقیدہ رکھنا الگ بات ہے، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ زمخشری معتزلی کی تفسیر کشاف پڑھ کر پوری تفصیل پر اعتماد و اعتقاد رکھنے والا کیا معتزلی نہیں کہلائے گا؟؟؟؟؟

خان صاحب اس علم کو صرف سیکھ ہی نہیں رہے تھے، بلکہ اس علم کے رموز پر کامل و مکمل یقین تھا اور یہی ان کی شیعیت کی دلیل بنے گا، کیونکہ اس علم پر یقین و اعتقاد شیعہ کا نظریہ ہے!!!!

محدث کبیر حضرت شاہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے جو آپ نے گفتگو کی، اس میں صرف علم جفر میں ان کی مہارت کا ان علوم پر دسترس یا مطالعہ کا ذکر ہے وہ بھی تذکرہ نگار کے تتبع کی حد تک!...... اس میں کہیں اس کا ذکر نہیں کہ حضرت محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو اس میں موجود خرافات پر اعتقاد و یقین بھی تھا اور محض تحصیل کو تو خود معترض بھی گناہ نہیں کہہ رہے سو قصہ ختم!!!!

رہی ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی اس فن میں کتاب لکھنا تو جب دلائل سے اس کو ثابت کر دیا جائے گا تو ہم اس پر تبصرہ بھی کر لیں گے، فی الحال اپنے ہی گھر کے دجال اعظم کے "ملفوظات" کا حوالہ ہمارے لئے ہرگز حجت نہیں۔

## حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف مشرک یونانیوں کا قول منسوب کر دیا:

خان صاحب سے اہرام مصر کے متعلق پوچھا گیا تو کہا:

''ان کی تعمیر آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چودہ ہزار (14000) برس پہلے ہوئی، نوح علیہ السلام کی امت پر جس روز عذابِ طوفان نازل ہوا ہے، پہلی رجب تھی، بارش بھی ہو رہی تھی اور زمین سے بھی پانی ابل رہا تھا، بحکم رب العلمین نوح علیہ السلام نے ایک کشتی تیار فرمائی، جو 10 رجب کو تیرنے لگی، اس کشتی پر (۸۰) آدمی سوار تھے، جس میں دو نبی تھے (آدم و نوح علیہم السلام)۔ نوح علیہ السلام نے اس کشتی پر آدم علیہ السلام کا تابوت رکھ لیا تھا اور اس کے ایک جانب مرد اور دوسری جانب عورتیں بیٹھی تھیں، پانی اس پہاڑ سے جو سب سے بلند تھا 30 ہاتھ اونچا ہو گیا تھا، دسویں محرم کو چھ (۶) ماہ کے بعد سفینہ مبارکہ جودی پہاڑ پر ٹھہرا، سب لوگ پہاڑ سے اترے اور پہلا شہر جو بسایا، اس کا "سوق الثمانین" نام رکھا۔ یہ بستی جبل نہاوند کے قریب متصل "موصل" شہر (عراق) میں واقع ہے، اس طوفان میں دو عمارتیں مثل گنبد و منارہ باقی رہ گئی تھیں، جنہیں کچھ نقصان نہ پہنچا، اس وقت روئے زمین پر سوائے ان (دو عمارتوں) کے اور عمارت نہ تھی، امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے انہیں عمارتوں کی نسبت منقول ہے:

**"بنی الھرمان النسر فی سرطان"**

یعنی دونوں عمارتیں اس وقت بنائی گئیں، جب "ستارہ نسر" نے "برج سرطان" میں تحویل کی تھی، نسر دو ستارے ہیں: "نسر واقع" و "نسر طائر" اور جب مطلق بولتے ہیں تو اس سے "نسر واقع" مراد ہوتا ہے، ان کے دروازے پر ایک گدھ (نما) کی تصویر ہے اور اس کے پنجے میں کنکچھ (گرگٹ، کنکھجورا، بچھو) ہے، جس سے تاریخ تعمیر کی طرف اشارہ ہے، مطلب یہ کہ جب "نسر واقع برج سرطان میں آیا اس وقت یہ عمارت بنی، جس کے حساب سے (12640) بارہ ہزار چھ سو چالیس سال

ساڑھے آٹھ مہینے ہوتے ہیں، یہ ستارہ (نسر واقع) (64) چونسٹھ برس قمری (7) مہینے، (27) ستائیس دن میں ایک درجہ طے کرتا ہے اور اب (ستارہ نسر واقع) برج جدی کے سولھویں (16) درجہ میں ہے تو جب سے چھ (6) برج ساڑھے پندرہ درجے سے زائد طے کر گیا''۔

(ملفوظات، حصہ اول ص، ۲۳، ۲۷، فرید بک سٹال لاہور ص ۱۲۸ المکتبۃ المدینہ ص ۷۱ حسنی پریس بریلی)

بندے نے جب خان صاحب کے اس ملفوظ کو پڑھا تو چونک اٹھا، اس لئے کہ برجوں جیسی یونانی شرکیہ توہمات کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں، جن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تربیت خود حضور ﷺ نے کی اور جن کے سامنے ستاروں کے اثرات پر یقین رکھنے کے متعلق حضور ﷺ کی طرف سے وارد شدید وعیدیں پیش نظر ہوں، ان جلیل القدر صحابہ سے کس طرح توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنی مبارک زبانوں پر ''سرطان، اسد...... اور اس طرح کی دیگر خرافاتی چیزوں کو لائیں گے؟؟ یقیناً یہ کسی یونانی یا شیعی دجال کی کارستانی ہے!!!!

خان صاحب کے سوئے حافظہ اور رواۃ پر مضبوط گرفت نہ ہونے کی وجہ سے اتنا تو یقین تھا کہ یہ قول اول تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے ہی نہیں، کسی دجال نے ان کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن اگر ان کا نہیں تو کس کا ہے؟

ذخیرۂ احادیث وسیرت میں تو اس قول کا کوئی سراغ میرے تتبع کی حد تک تو نہ مل سکا، البتہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں یہ قول اور اس کی حقیقت تک رسائی ہو ہی گئی۔

دراصل علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں یہ نقل کیا، بعض شیوخ سے یہ منقول ہے کہ بعضے لوگ جو یونانی زبان جانتے ہیں انہوں نے اہرام مصر پر کندہ بعض نقوش کو حل کیا ہے، اسی میں سے ایک یہ ہے کہ: **بنی هذا الهرمان والنسر الواقع فی السرطان** یعنی یہ اہرام اس وقت بنائے گئے تھے جب نسر ستارہ سرطان برج میں واقع ہو گیا تھا، ملاحظہ ہو اصل عبارت:

**وحکی بعض شیوخ مصر أن بعض من یعرف لسان الیونان حل بعض الأقلام التی علیها، فإذا هی: "بنی هذا الهرمان والنسر الواقع فی السرطان". قال: ومن ذلك الوقت إلی زمان نبینا محمد -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- ستة وثلاثون ألف سنة. وقیل: اثنان وسبعون ألفا. وقیل: إن القلم الذی علیها تاریخه قبل بناء مصر بأربعة آلاف سنة ولا یعرفه أحد (حسن المحاضرة فی تاریخ مصر والقاهرة، ص ۷۳)**

بعض شیوخ مصر نے یہ حکایت بیان کی ہے کہ بعض لوگوں نے جو یونانی زبان جانتے تھے، انہوں نے بعض قلموں پر یہ لکھا دیکھا کہ اہرام مصر کی تعمیر اس وقت کی گئی، جب ستارہ نسر برج اسد میں داخل ہو گیا تھا لہذا اس وقت سے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ تک ۳۶ ہزار سال ہو گئے تھے، یہ بھی کہا گیا کہ ۷۲ ہزار سال ہو گئے تھے، یہ بھی کہا گیا کہ جس قلم پر تاریخ لکھی گئی تھی وہ بناء مصر سے چار ہزار سال پہلے بنتی ہے۔

یہ تھی اصل حقیقت کہ یہ قول اول تو خان صاحب نے اپنے سوئے حافظہ کی وجہ سے غلط نقل کیا، پھر یہ قول یونانی مشرکوں جو سیاروں و برجوں پر اعتقاد کرتے تھے ان کا ہے اور اس ظالم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا۔

پھر خان صاحب نے جو حساب کتاب لگایا ہے، یہ سب بکواس ہے اور یونانی خود ساختہ علوم ہیں، جب آسمانوں پر ان برجوں کا کوئی وجود ہی نہیں تو یہ کہنا کہ تیس درجے ہیں اور فلاں وقت میں داخل ہوگا، فلاں وقت میں داخل ہوگا، سب بناء الفاسد علی الفاسد ہے!!!!

جس برج کے حساب سے خان صاحب نے حساب لگایا، علامہ سیوطیؒ اس برج میں اسے تسلیم نہیں کرتے، ان کا حساب خان صاحب کے حساب سے بالکل جدا ہے۔ ڈاکٹر محمد سلیم صاحب نے اس پر ایک مستقل کتاب ''برج اور ستارے کی حقیقت'' لکھی ہے، جس میں ان تمام بروج کی قلعی کھول دی ہے کہ یہ سب یونانی توہمات ہیں، آج کی جدید سائنس بھی ان برجوں کے وجود سے انکاری ہے اور نہ ہی اسلام میں اس کی کوئی گنجائش ہے، قارئین سے درخواست ہے کہ اس کتاب کا ایک دفعہ ضرور مطالعہ کریں!!!!

مگر اندھی تقلید کا اس سے بڑھ کر اور کیا افسوسناک مظاہرہ ہوگا کہ ڈاکٹر مجید اللہ قادری مسلمان محققین کو اہرام مصر کے بارے میں خان صاحب کی پیش کی گئی اس تحقیق کو مزید آگے بڑھانے کی دعوت دیتے ہیں اور اس کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ:

''احقر امام احمد رضا کی تحقیق کو آنکھ بند کر کے مان لینے کو تیار ہے اس لئے کہ امام احمد رضا کوئی بات بغیر تحقیق کے نہیں لکھتے کہ وہ عبث ہو جائے گی''۔ (امام احمد رضا اور تحقیق اہرام مصر، ص ۷)

اگر ڈاکٹر مجید اللہ قادری میں جرأت ہے تو دیگر غیر تحقیقی اقوال کو چھوڑ کر آپ کے امام احمد رضا نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف قول منسوب کیا ہے کیا اس کا کوئی مستند ثبوت وسند فراہم کر سکتے ہیں؟؟؟؟؟ نہیں، تو اس دعوے پر ڈوب کے مر جانا چاہیئے!!!!

خان صاحب کی تحقیق کا تو یہ حال ہے کہ اسی ملفوظ کے شروع میں لکھتے ہیں:

''ان کی تعمیر حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام سے چودہ ہزار (۱۴۰۰۰) برس پہلے ہوئی''۔

(ملفوظات، حصہ اول، ص ۴۳، فرید بک سٹال لاہور)

اور پھر آگے ملفوظ کے آخر میں لکھتے ہیں:

''آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بھی تقریباً پونے چھ ہزار برس پہلے کے بنے ہوئے ہیں''۔

(ملفوظات حصہ اوّل، ص ۴۷، فرید بک سٹال)

پہلے کہا چودہ ہزار برس پہلے بنے ہوئے ہیں، پھر کہا پونے چھ ہزار برس پہلے بنے ہوئے ہیں، ایک رضا خانی سے جب اس جھوٹ کا کوئی جواب نہ بن پڑا تو انتہائی ڈھٹائی سے کہہ دیا کہ:

''گھمن صاحب یہاں آپ نے خود جھوٹ بولا ہے، اعلیٰ حضرت نے چودہ ہزار برس کا تو کہا ہی نہیں''۔

(حسام الحرمین اور مخالفین، ص ۲۹۶)

واقعی جب آدمی ڈھیٹ پن اور بے شرمی پر اتر آئے تو اس کیلئے کچھ بھی بولنا اور لکھنا ناممکن نہیں رہتا!!!!!

نیز خان صاحب بریلوی کا یہ کہنا کہ جنات تخلیق آدم سے ساٹھ ہزار سال قبل آباد تھے، یہ بھی کوئی تحقیقی قول نہیں بلکہ اٹکل پنجو ہے، اس کیلئے یہ کہنا کہ روح البیان والے نے لکھا ہے تو روح البیان تو رطب و یابس کا مجموعہ ہے، اس نے بھی اس کی کوئی دلیل ذکر نہیں کی، یہاں بات نرے دعوؤں کی نہیں ہو رہی، بلکہ تحقیق کی ہو رہی ہے، تحقیق کی کسوٹی پر ثابت کریں کہ جنات کی پیدائش تخلیق آدم علیہ السلام سے ساٹھ ہزار

برس قبل ہوئی تھی!!!!

## اہرامِ مصر اور شیخ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب تو اسے خان صاحب کا بہت بڑا انکشاف کہہ رہے ہیں اور اس پر تحقیق کی دعوت امت مسلمہ کو دے رہے ہیں، مگر یہ کوئی ایسا تیر نہیں جو پہلی بار خان صاحب نے مارا ہے!!!!

ہم نے پہلے بتلایا کہ یہ انکشاف علامہ سیوطی کر چکے ہیں، خان صاحب سے پہلے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بعض تاریخ دانوں سے اس پر بحث اور حساب کتاب نقل کر چکے ہیں، نیز شیخ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس قسم کا ایک قول نقل کر چکے ہیں، جو خان صاحب کی تحقیق کے بالکل برخلاف ہے، کیونکہ اس میں نسر کو بجائے ''برج سرطان'' میں ''برج اسد'' میں مانا گیا ہے، جیسا کہ سیوطی نے لکھا ہے اور حساب بھی خان صاحب کے حساب و کتاب سے بالکل جدا ہے، یاد رہے کہ یہ حساب و کتاب شیخ ابن العربی کی طرف منسوب ہے، جو کہ اولیاء اللہ کے سرداروں میں سے ہیں اور اہل بدعت کے ہاں ولی اللہ کی نگاہ لوح محفوظ پر ہوتی ہے، انہیں علم غیب حاصل ہوتا ہے، لہذا شیخ ابن العربی کی بات کو درست مانا جائے تو خان صاحب کی بات بالکل بے بنیاد اور غلط ٹھہرتی ہے، یہ صغرے کبرے خان صاحب نے غالباً شیخ ہی سے چوری کئے ہیں، ملاحظہ ہو:

**فالجواب كما قاله الشيخ فى الباب التسعين وثلثمائة انه لم يبلغنا ان احدا عرف مدة خلق العالم على التحديد وذالك ان اكثر الكواكب قطعا فى الفلك الاطلس الذى لايكون فيه فلك الكواكب الثابتة والاعمار لا تدرك حركتها لظهور ثبوتها للابصار مع انها سابحة سبحا بطيئا والعمر يعجز عن ادراك حركتها لقصره فان كل كوكب منها يقطع الدرجة من الفلك الاقصى فى مائة سنة الى ان ينتهى اليها فما اجتمع من السنين فهو يوم تلك الكواكب الثابتة فتحسب ثلثمائة و ستين درجة كل درجة مائة سنة قال و قد ذكر لنا فى التاريخ المقدم ان اهرام مصر بنيت والنسر فى الاسد وفى نسخة الحمل وهو اليوم عندنا فى الجدى فاعمل حساب ذالك تقرب من معرفة تاريخ الاهرام فلم يدر بانيها و لم يدامرها على ان بانيها من الناس باقلطع قال الشيخ عبد الكريم الجيلى فى شرح كلام الشيخ و معلوم ان النسر الطائر لا ينتقل من برج الى غيره الا بعد ثلاثين الف سنة قال هو اليوم عندنا فى الدلو فقد قطع عشرة ابراج ولايتاتى ذالك الابعد ثلثمائة الف سنة انتهى۔**

**(اليواقيت والجواهر، ص۷۸، ۷۷)**

خلاصہ کلام ہمیں نہیں لگتا کہ کوئی بھی شخص عالم کی تخلیق کی مدت کو قطعی طور پر جانتا ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بات تو یقینی ہے کہ اکثر کواکب فلک اطلس میں ہیں۔

(فلک اطلس سے مراد نواں آسمان ہے جو کہ کواکب سے بالکل خالی ہے۔۔۔۔۔۔ساجد)

اور فلک اطلس وہ فلک نہیں ہے جس میں کواکب ثابتہ ہیں، اب دیکھا جائے تو انسان ان کواکب کی حرکات کا ادراک نہیں کرسکتا، کیونکہ آنکھوں کیلئے ان کا ظہور صرف ثبوت کے درجہ میں ہے، بس پھر ان کی رفتار بھی انتہائی سست ہوتی ہے، لہٰذا انسان اپنے عجز کی وجہ سے ان کواکب کی حرکات کا ادراک نہیں کرسکتا اور پھر مزید یہ کہ ان کواکب میں سے ہر ایک کوکب فلک اقصیٰ سے یہ مسافت ایک سو سال میں طے کر کے اپنی منزل تک پہنچتا ہے، لہٰذا اسّی سال جمع ہو تو ان کواکب ثابتہ کا ایک دن بنتا ہے، تین سو ساٹھ درجات کا اب حساب لگائیں، اس ترتیب کے مطابق کہ ہر درجہ سو سال کا ہو، ہمارے سامنے پیش کی گئی تاریخ میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ مصر کے اہرام تعمیر کئے گئے تھے اور نسر برج اسد میں پھر برج حمل میں آیا اور آج برج جدی میں ہے، لہٰذا حساب لگائیے ذرا!۔۔۔۔۔۔ اس سے بھی یہی نتیجہ اخذ ہوگا کہ عالم کی تخلیق کی مدت کا پتہ نہیں چلایا جاسکتا، اس سے بھی بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اہرام کی تعمیر کو تو ہر کوئی جانتا ہے، لیکن اس کے بانی کو نہیں جانا جاسکتا اور نہ ہی اسے ختم کیا جاسکتا ہے، باوجود یہ کہ اس کا بانی قطعی طور پر انسان تھا، شیخ عبد الکریم جیلی نے شیخ کے کلام کی تشریح میں کہا ہے کہ نسر طائر ایک برج میں سے دوسرے برج کی طرف تیس ہزار سال کے بعد منتقل ہوتا ہے آج کے حساب سے وہ برج دلو میں ہے تو اس کا مطلب دس برجوں کی مسافت اس نے طے کی ہے مطلب تین سو ہزار اور لگیں گے آخری منزل تک پہنچنے میں۔

غرض جو قول ملتا ہے وہ یونانی مشرکوں کا ہے اور اس میں بھی ''برج سرطان'' نہیں بلکہ ''برج اسد'' کا ذکر ہے، خان صاحب بریلوی نے حضرت علی کی طرف اس کو منسوب کر کے اور برج سرطان کا ذکر کر کے دو جھوٹ بولے ہیں!!!!

# عقیدہ نمبر ۳

## نواب احمد رضا خان بریلوی کی اللہ تعالیٰ کو ننگی ننگی گالیاں، معاذ اللہ!

نواب احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

''وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے مکان، زمان، جہت ماہیت ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے ہے۔۔۔۔۔۔ جس کا بہکنا، بھولنا، سونا، اونگھنا، غافل رہنا، ظالم ہونا حتی کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے، کھانا پینا، پیشاب کرنا، پاخانہ پھرنا، ناچنا، تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا حتی کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا، کوئی خبیث کوئی فضیحت اسکی شان کے خلاف نہیں، وہ کھانے کا منہ اور بھرنے کا پیٹ اور مردی اور زنی کی علامتیں بالفعل رکھتا ہے۔۔۔۔۔۔ سبوح قدوس نہیں خنثیٰ مشکل ہے، یا کم سے کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے اور یہی نہیں، بلکہ اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے، ڈبو بھی سکتا ہے، زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر بندوق مار کر خودکشی بھی کرسکتا ہے، اس کے ماں باپ جورو بیٹا سب ممکن ہیں، بلکہ ماں باپ ہی سے پیدا ہوا ہے، ربڑ کی طرح پھیلنا سمٹنا''۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ا، ص ۱۹۷، سنّی دارالاشاعت فیصل آباد، وطبع جدید، ج ۱۵، ص ۵۴۵، ۵۴۶، رضاء فاؤنڈیشن لاہور)

ایک اور کتاب میں اپنے گندے قلم سے اپنی گھناؤنی ذہنیت کا اظہار ان غلیظ الفاظ میں کرتا ہے:

''تمہارے معبود کو آلہ تناسل سے مفر نہیں..... آدمی تو عورت سے بھی ہے، اگر تمہارا ساختہ خدا عورت کی قدر سے گھٹ رہا تو اور بھی گیا گذرا ہوا، عورت قادر رہے کہ زنا کرائے تو تمہارے امام اور تمہارے پدر کی تعلیم کے کلیہ سے قطعاً واجب کہ تمہارا خدا بھی زنا کرا سکے، ورنہ دیوبند میں چکلہ والی فاحشات اس پر قہقہے اڑائیں گی کہ نکھٹو تو ہمارے برابر بھی نہ ہوسکا، پھر کاہے پر خدائی کا دم مارتا ہے، اب آپ کے خدا میں فرج بھی ضرور ہوئی، ورنہ زنا کاہے میں کرا سکے گا، خنثیٰ خدا کے پجاریو! مقدس مدرسہ دیوبند میں آؤ کہ دونوں علامتیں ایک ہی معبود میں پاؤ،

**لطیفہ:** تعجب تھا کہ خدا کیلئے آلہ مردمی ہو تو اس کے مقابل عورت کہاں سے آئے گی، اندام زنی ہوا تو اسکے لائق مرد کہاں سے ملے گا کہ اس کی ہر چیز نامحدود بے انتہاء ہوگی، یوں تو ایک خدائن ماننی پڑے گی، جو اس کی وسعت رکھے اور ایک ڈبل بڑا خدا ماننا ہوگا''۔ [معاذ اللہ!]

(سبحان السبوح ص ۱۶۱، ۱۶۲ نوری کتب خانہ لاہور)

# رضاخانی تاویلات کا جواب

**رضاخانی:** یہ تو وہابیوں کے خدا کو گالیاں دی ہیں، جب انہوں نے کہا کہ جو انسان کرسکتا ہے، وہی خدا بھی کرسکتا ہے، انسان جس چیز پر قادر ہے خدا بھی اس پر قادر ہے، ورنہ انسان کی قدرت رب کی قدرت سے بڑھ جائے گی تو اعلیٰ حضرت نے کہا کہ انسان تو یہ سب کام بھی کرسکتا ہے۔

**جواب:** اگر اس بنیاد پر یہ گالیاں دی گئی ہیں تو یہ قاعدہ تو مولوی احمد رضا خان کو بھی تسلیم ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''ہاں یہ کہتے کہ ایک چیز بھی ایسی نکلنا جو انسان کے زیر قدرت ہو اور رحمٰن کے زیر قدرت نہ ہو، محال ہے اور بے شک ایسا ہی ہے''۔ (سبحان السبوح ص ۱۴۸، ۱۴۹)

آگے لکھتے ہیں:

''یہ قضیہ بے شک حق تھا کہ جس پر انسان قادر ہے، اس سب پر اور اس کے علاوہ نامتناہی اشیاء پر مولیٰ عزوجل قادر ہے''۔ (سبحان السبوح ص ۱۵۰)

لو جی! احمد رضا خان نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ان گندے امور کے علاوہ بھی العیاذ باللہ لامتناہی امور پر خدا تعالیٰ قادر ہے تو جو گالیاں تم نے وہابیوں کے خدا کو دے رہے ہو، اس قاعدے کی بناء پر تو تمہارے اس قاعدے کو تسلیم کر لینے کے بعد یہ تمام عیوب تو خود تمہارے خدا میں بھی بوجہ الاتم پائی گئی، گویا یہ سب تمہارے ہی عقیدے ہیں!!

ثانیاً: رضاخانی ضیغم اہلسنت حسن علی رضوی میلسی لکھتا ہے:

''بریلویوں کا خدا مشرک ہے، گویا اہل دیوبند کے نزدیک خدا بھی دو، بلکہ متعدد ہو سکتے ہیں، بریلویوں کا خدا جدا ہے، اہلِ دیوبند کا جدا ہے، مرزائیوں کا جدا ہے، شیعوں کا جدا ہے، دو خداؤں کا تصور پیش کر کے مصنف سیف شیطانی خود مشرک ہوا، کیونکہ بریلوی تو کوئی بھی یہ خیال نہیں کرتا کہ ان کا خدا جدا ہے اور اہلِ دیوبند کا جدا ہے''۔ (برقِ آسمانی ص ۱۵۶)

لیجیے! وہابیوں کے خدا کا تصور پیش کرنا ہی شرک ہے، کیونکہ مرزائیوں، دیوبندیوں، بریلویوں، وہابیوں کا کوئی الگ الگ خدا نہیں ہے، بلکہ بریلویوں کا خدا بھی وہی ہے، جو وہابیوں دیوبندیوں کا خدا ہے، تو گویا یہ سب گالیاں اسی خدا کو دی گئی ہیں، جسکو رضا خانی بھی خدا مانتے ہیں، نیز وہابیوں کا خدا کا تصور پیش کر کے بقول حسن علی رضوی احمد رضا خان مشرک بھی ہوا!!...... واہ میلسی صاحب واہ! کمال کر دیا اس حوالے کو پڑھ کر تو مولانا احمد رضا خان کی ہڈیاں بھی قبر میں چیخ گئی ہوں گی، بشرطیکہ ہڈیاں اب تک سلامت ہوں!!!!

اب اس حسن علی رضوی کا مقام و مرتبہ بھی بریلی مرکز منظر الاسلام بریلی کے مولویوں کی زبانی پڑھ لو:

''ضیغم اہلسنت رئیس التحریر مولانا محمد حسن علی رضوی بریلوی سیدنا محدث اعظم پاکستان کے نامور خلفاء وتلامذہ میں سے ہیں، پاک وہند کا کوئی بھی سنی اخبار سنی بریلوی جریدہ ایسا نہیں جس میں ارتداد وتردید وہابیت دیوبندیت میں آپ کے مضامین نہ چھپے ہوں''۔ (صد سالہ منظر اسلام بریلوی نمبر ص ۳۰۰، اپریل ۲۰۰۴)

ثالثاً احمد سعید کاظمی بریلوی رضاخانی لکھتا ہے:

''بسا اوقات کسی واقعہ کو اجمال کے ساتھ کہنا موجب توہین نہیں ہوتا لیکن اسی امر واقعہ میں بعض تفصیلات کا آجانا توہین کا سبب ہو جاتا ہے، اگرچہ ان تفصیلات کا بیان واقعہ کے مطابق بھی کیوں نہ ہو''۔ (الحق المبین ص ۲۹)

تو وہابیوں نے اجمالی طور پر کہا کہ جو مقدور العبد ہے وہ مقدور اللہ بھی ہے، مگر تم نے اسکی تفصیل اس قدر گھٹیا اور گندے انداز میں بیان کر کے توہین رب تعالیٰ کی!!!!

# عقیدہ نمبر ۴

## اللہ تعالیٰ سے ظلم و جہل و کمینہ پن کا صدور ہو سکتا ہے، معاذ اللہ

نواب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''ایسے اطاعت گزار بندے کو عذاب دینا، جو اللہ کے علم میں ویسا ہی ہے ماتریدیہ کے نزدیک عقلاً جائز نہیں اور اشعری اور ان کے پیروکار عام اشاعرہ نے اختلاف کیا ہے تو ان لوگوں نے فرمایا کہ ایسے اطاعت گزار کو عذاب دینا عقلاً جائز ہے، اس لیے کہ مالک کو یہ حق ہے کہ اپنی ملک میں جو چاہے کرے یہ ظلم نہیں، اس لئے کہ ظلم تو غیر کی ملک میں تصرف کرنا ہے اور سارا عالم اللہ کی ملک ہے اور اس لئے کہ نہ کسی کی اطاعت اس کے کمال کو زیادہ کرتی ہے، نہ کسی کی معصیت اسے کچھ نقصان دیتی ہے کہ اس وجہ

سے وہ کسی کو ثواب دے یا کسی پر عقاب کرے اور اس لئے کہ یہ عذاب دینا حکمت کے منافی نہیں، اس لئے کہ قدرت دونوں ضد سے تعلق کے قابل ہے اور یہ کہ اس کی تنزیہ میں یہ بلیغ تر ہے کہ اس تعذیب پر اس کی قدرت ثابت کی جائے، باوجود یکہ وہ اپنے اختیار سے ایسا نہ فرمائے تو اس مذہب کا قائل ہونا زیادہ سزاوار ہے"۔ (المعتمد المستند: ۱۲۷، مترجم اختر رضا خان ازہری مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ لاہور)

گناہ گاروں کو جنت میں داخل کرنا اور نیکوں کاروں کو عذاب دینا یہی "خلفِ وعید" ہے اسی پر اشاعرہ نے اللہ تعالیٰ کو قادر مانا، جس کی تفصیل ما قبل میں گزر چکی ہے اب اسی عقیدے کو نواب احمد رضا خان اپنا عقیدہ بتلاتا ہے ملاحظہ ہو:

"اور خود مجھ کو یہ پسند ہے کہ اس فرع میں یعنی اطاعت شعار کی تعذیب عقلاً ممکن ہونے اور شرعاً محال ہونے میں اپنے ائمہ اشعریہ کے ساتھ رہوں اور نہ ظلم آتا ہے، نہ بیوقوفی، نہ نیک و بد کے درمیان مساوات"۔ (المعتمد المستند ص ۱۳۰)

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں، خلف وعید میں نواب احمد رضا خان صاحب نے اشاعرہ کے مذہب کو پسند کیا اور ساتھ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ اسے نہیں مانتے ان کے نزدیک اس عقیدے سے اللہ کا بیوقوف ہونا ظالم ہونا لازم آتا ہے، معاذ اللہ! اب اسی خلف وعید پر دیگر بریلوی حضرات کے فتوے بھی ملاحظہ فرمالیں، قاضی فضل احمد رضا خانی لکھتا ہے:

"خلفِ وعید اور کذبِ اللہ تعالیٰ ایک ہی بات ہے"۔ (انوارِ آفتابِ صداقت، ص ۵۱ طبع جدید)

مولوی اجمل سنبھلی رضا خانی لکھتا ہے:

"بعض علماء وقوعِ خلفِ وعید کے قائل ہیں تو یہ علماء وقوعِ کذب کے بھی قائل قرار پائے"۔ (ردّ شہابِ ثاقب، ص ۲۵۰ ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور)

جب خلفِ وعید کے وقوع سے کذب کا وقوع لازم آتا ہے تو امکانِ خلافِ وعید سے یا قدرت علیٰ خلفِ وعید سے امکانِ کذب اور قدرت علی الکذب بھی لازم آئے گا، پس معلوم ہوا کہ خلفِ وعید اور امکانِ کذب ایک ہی عقیدہ ہے، جس کا نواب احمد رضا خان قائل تھا، اب ملاحظہ ہو کہ خلفِ وعید بالفاظ دیگر امکانِ کذب پر رضا خانیوں کے کیا فتوے ہیں:

"اللہ تعالیٰ پر کذب محال کہ وہ کمینہ پن ہے"۔ (انوارِ آفتابِ صداقت، ص ۶۹)

"جو آپ فرماتے ہیں کہ خلف وعید کے تمام اہلسنت قائل ہیں اور آپ کا یہ مذہب خدا تعالیٰ تمام مشرکین اور کفار فرعون ہامان نمرود وغیرہم کو بہشت میں داخل کرے گا یا کر سکتا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام و اصدقاء وشہداء صلحاء اولیاء قطب و غوث اور سائر مسلمین مومنین کو دوزخ میں داخل کرے گا یا کر سکتا ہے، العیاذ باللہ، کیا خداوند کریم غفور الرحیم ایسا کریگا یا کر سکتا ہے کہ جو فرماں بردار خاص و اکمل مقبول بندگان الٰہی ہیں، ان کو دوزخ میں داخل کرے گا اور جو شر الاشرار کفار ناہنجار مشرکین کبار ہیں، ان کو بہشت میں داخل کرے گا **لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ** یہ صریح ظلم اور کذب قبیح ہے، جو حق تعالیٰ پر محال زیر قدرت کے قابل نہیں، جس کا کوئی بھی مسلمان مذاہب حتی کہ کوئی غیر مسلم بھی قائل نہیں، ہاں! اگر قائل ہیں تو معتزلہ اور وہابیہ دیوبندیہ ہیں"۔

(انوار آفتاب صداقت، ص ۴۷ طبع جدید)

معلوم ہوا کہ نواب احمد رضا خان صاحب غیر مسلموں سے بھی بدتر تھا!!!!!

انوار آفتاب صداقت پر ۱۴۱ رضاخانی اکابر کی تقریظات ہیں، کسی رضاخانی میں جرأت ہے تو اس کتاب کا انکار کرکے دکھائے!!!!

# عقیدہ نمبر ۵

## خان صاحب بریلوی کے شرکیہ عقائد کی ایک جھلک

مولوی احمد رضا خان بریلوی نے ایک کتاب "الامن والعلی" کے نام سے لکھی، اس کا خلاصہ بریلوی مولوی بدر الدین احمد رضوی نے اپنی کتاب میں پیش کیا ہے، اس کتاب پر بریلوی رئیس القلم ارشد القادری کی تقریظ بھی موجود ہے، ہم وہ عقائد پیش کر رہے ہیں اور اس کو پڑھ کر آپ خود فیصلہ کریں کہ اگر اس کے بعد بھی احمد رضا خان مشرک نہیں تو ابو جہل کا کیا قصور تھا؟

"اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم نے دولت مند کر دیا، اللہ و رسول نگہبان ہیں، اللہ و رسول بے والیوں کے والی ہیں، اللہ و رسول مالوں کے مالک ہیں، اللہ و رسول زمین کے مالک ہیں، اللہ و رسول کی طرف توبہ، اللہ و رسول دینے والے ہیں، اللہ و رسول سے دینے کی توقع، اللہ و رسول نے نعمت دی، اللہ و رسول نے عزت بخشی، (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہوئے ہیں، حضور کے آگے سب گڑ گڑا رہے ہیں، حضور ساری زمین کے مالک ہیں، حضور سب آدمیوں کے مالک ہیں، حضور تمام امتوں کے مالک ہیں، دنیا کی ساری مخلوق حضور کے قبضہ میں ہے، مدد کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہے، نفع کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، جنت کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، دوزخ کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، آخرت میں عزت دینا حضور کے ہاتھ میں ہے، قیامت میں کل اختیار حضور کے ہاتھ میں ہے، حضور مصیبتوں کے دور فرمانے والے ہیں، حضور سختیوں کے ٹالنے والے ہیں، حضور کے خادم رزق آسان کرتے ہیں، حضور کے خادم بلائیں ہٹاتے ہیں...... حضور کے خادم تمام کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں"۔ (سوانح امام احمد رضا ص ۲۱۰، ۲۱۱، فرید بک سٹال لاہور)

جب یہ سب کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کرنے ہیں تو کسی کا دماغ خراب ہے کہ معاذ اللہ، اللہ کے آگے جھکے یا اسکی بڑائی و تعظیم دل میں لائے!!!!

# عقیدہ نمبر ۶

## حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق علمِ غیب کا عقیدہ، معاذ اللہ

(۱) جب ائمہ کے پیروں کو سنتے ہیں کہ وہ ائمہ کی پیروی اور قرآن و حدیث کے اتباع سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے روز اول سے روز آخر

تک کی تمام گزشتہ وآئندہ باتوں کا علم ثابت کرتے ہیں تو یہ وہابی ان پر شرک وکفر کا حکم لگاتے ہیں۔(الدولۃ المکیۃ ،ص ۵۱)

اس سے معلوم ہوا کہ احمد رضا خان کے نزدیک روز اوّل سے روز آخر تک کی تمام باتوں کا علم نبی کریم ﷺ کو ہے،روز اوّل سے پہلے اور روز آخر کے بعد کا دعویٰ نہیں

(۲) ہم گروہ اہل حق بحمد اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ روز اوّل سے جو کچھ ہوگا گذرا اور روز آخر تک جو کچھ آئے گا اس سب کی تفصیل جو ہم نے ذکر کی ہے وہ ہمارے نبی ﷺ کے علوم کے حضور نہیں مگر ایک تھوڑی سی چیز۔(الدولۃ المکیۃ ،ص ۷۵)

اس سے معلوم ہوا کہ روز اول سے روز آخر تک کا دعویٰ نہیں ، بلکہ اس سے بھی بدرجہا زیادہ کا علمِ غیب نبی کریم ﷺ کو ملا ،روز اول سے روز آخر تک تو نبی کریم ﷺ کے علم کا ایک تھوڑا سا حصہ ہے،ایک ہی کتاب میں اس کھلے تضاد کو ملاحظہ فرمائیں!!!!

(۳) حضور اقدس ﷺ کا علم روز آخر سے بعد کی اشیاء تک بڑھا، جیسا حشر ونشر وحساب وکتاب اور وہاں جو ثواب وعقاب ہے اس کی تفصیلیں،یہاں تک کہ لوگ جنت اور دوزخ میں اپنے ٹھکانے پہنچیں۔(الدولۃ المکیۃ ،ص ۷۷)

یہاں روز آخر کے بعد کا تفصیلی علم بھی نبی کریم ﷺ کیلئے مانا جا رہا ہے اور روز آخر کی تحدید جنتیوں کا جنت میں دخول اور جہنمیوں کا جہنم میں دخول سے کر دی گئی،یعنی اس کے بعد کا علم نبی کریم ﷺ کو نہیں !!!!

(۴) بیشک حضرت عزت عظمتہ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو تمامی اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا،شرق تا غرب،عرش تا فرش، سب انہیں دکھایا،ملکوت السموت والارض کا شاہد بنایا،روز اول سے روز آخر تک سب ما کان وما یکون انہیں بتایا،اشیائے مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا،علم عظیم حبیب کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم ان سب کو محیط ہوا،نہ صرف اجمالاً بلکہ ہر صغیر وکبیر ہر رطب و یابس جو پتہ گرتا ہے،زمین کے اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے،سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا، **للہ حمدًا کثیرًا**، بلکہ یہ جو کچھ بیان ہوا،ہرگز ہرگز محمد رسول اللہ ﷺ کا پورا علم نہیں ،**صلّی اللہ علیہ وسلّم وعلی الہٖ وصحبہٖ اجمعین و کرم**، بلکہ علمِ حضور سے ایک چھوٹا حصہ ہے،ہنوز احاطہ علم محمدی میں وہ ہزار در ہزار بے حد و بے کنار سمندر لہرا رہے ہیں،جن کی حقیقت کو وہ خود جانیں یا ان کا عطا کرنے والا ان کا مالک ومولیٰ جل وعلا۔ (انباء المصطفیٰ مندرجہ علم غیب رسول،ص:۸)

یہاں پھر وہی رٹ کے روز اول سے روز آخر تک کا علم تو نبی کریم ﷺ کے علمِ غیب کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے!!!!

(۵) نص صریح قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ و بارک وسلم کو اللہ تعالیٰ عزّوجل نے تمام موجودات جملہ ما کان وما یکون الی یوم القیامۃ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا اور شرق وغرب وسماء وارض وعرش و فرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔(انباء المصطفیٰ مندرجہ علم غیب،ص ۱۰)

(۶) خان صاحب کا ایک شعر ہے ؎

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

(حدائق بخشش،حصہ اول،ص ۷۸)

جب متناہی صفات ہونا نبی کریم ﷺ کیلئے عیب ہے تو آپ ﷺ کا علمِ غیب متناہی کیسے ہوسکتا ہے؟؟ یہ تو آپ ﷺ کو عیب دار بنانا ہوا، معاذ اللہ!...... لہذا اس شعر کے مطابق نبی کریم ﷺ کا علم غیب غیر متناہی ماننا پڑے گا اور حقیقت بھی یہی ہے، چنانچہ ایک دوسرے مقام پر کہتے ہیں ؎

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا　　جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

(حدائق بخشش، حصہ دوم، ص ۱۳)

یعنی جب خدا کی ذات ہی آپ سے نہ چھپ سکی تو اور کونسا غیب ہے، جو آپ سے چھپا رہا، یاد رہے کہ یہ شعر علمِ غیب کلی پر محمول ہوتا ہے، چنانچہ آگے بریلوی شیخ الحدیث فیض احمد اویسی کی عبارت میں اس کی وضاحت آ رہی ہے!!!!

بہرحال اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس باب میں احمد رضا خان بریلوی کے تین قسم کے متضاد دعوے ہیں:

(۱)...... روزِ اوّل یعنی ابتدائے آفرینش سے لے کر الی یوم القیامۃ یہاں تک کہ جنتی جنت میں چلے جائیں اور جہنمی جہنم میں، یہ دعویٰ محدود بین الحدین اور محصور بین الحاصرین ہے۔ آفرینش عالم سے پہلے حق تعالیٰ کی ذات اس کی شیؤن وصفات اور اس کے غیر متناہی جلوے موجود تھے، ان کے متعلق خان صاحب کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ان سب کا علمِ محیط بھی آنحضرت ﷺ کو حاصل ہے، علی ہذا قیامت کے بعد جنت اور دوزخ باذن اللہ ابد الآباد تک جو کچھ آباد رہیں گے نہ جنتی فنا ہوں گے نہ جنت، نہ ناریوں کا خاتمہ ہوگا نہ نار کا، پس وہاں ابد الآباد تک جو کچھ ہوگا اس کے متعلق بھی ان کا یہ دعویٰ نہیں، آج کل عموماً بریلوی مناظرین مناظروں میں علمِ غیب پر یہی دعویٰ لکھواتے ہیں!!!!

(۲)...... جبکہ خان صاحب کا دوسرا دعویٰ ہے کہ روزِ اوّل سے الی یوم القیامۃ نبی کریم ﷺ کے علمِ غیب کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے، اب اگر چھوٹا سا حصہ ہے تو پھر کتنا علم غیب ہے یہ خود خان صاحب کو بھی پتہ نہیں!!!!

(۳)...... آپ ﷺ کا علمِ غیب غیر متناہی ہے۔

**لطیفہ:** بریلوی حضرات ہمیں معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کے علم کا منکر کہتے ہیں، مگر خود نبی کیلئے جو علم مانا تو روزِ اوّل سے الی یوم القیامۃ جو بقول خان صاحب نبی کریم ﷺ کے علوم کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے اور باقی علوم کے منکر! تو اب بتاؤ نبی کریم ﷺ کے علوم کے ایک بڑے حصہ کے منکر ہو کر وہابی ہم ہوئے یا تم؟؟؟؟

# عقیدہ نمبر ۷

## اللہ تعالیٰ کے لیے حاضر و ناظر ہونے کا انکار

بریلوی مناظر عبد الرحیم سکندری لکھتا ہے:

''حاضر ناظر ہونا خدا کی خاص صفت ہے، اس میں دوسرا کوئی بھی شریک نہیں، اس عقیدے سے کسی بھی سنی عالم کو اختلاف

نہیں، بے شک حاضر و ناظر ہونا خدا تعالیٰ کی خاص صفت ہے''۔ (سیفِ سکندری، ص ۸۷ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) حاضر و ناظر ہونا خدا کی خاص صفت ہے۔

(۲) ظاہر ہے کہ جو خدا کی خاص صفت میں کسی کو شریک کرے گا وہ مشرک ہوگا۔

خان صاحب اللہ تعالیٰ کی اس صفت خاصہ کے منکر ہیں، ملاحظہ ہو مولوی احمد رضا خان بانی بریلویت لکھتے ہیں:

''اللہ عزوجل شہید و بصیر ہے، اسے حاضر و ناظر نہ کہنا چاہیئے''۔ (فتاویٰ رضویہ جلد نمبر ۱۴، ص ۶۸۹-۶۸۸)

غور فرمائیں کہ یہاں خود خان صاحب کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر نہ کہنا چاہیئے، مگر دوسری طرف ایک بریلوی اسے وہابیہ کا عقیدہ قرار دے کر اس پر طعن و تشنیع کر رہے ہیں اور وہابیہ کو یہ الزام دے رہے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا انکار: (نعوذ باللہ)''۔ (وہابیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۳۹)

اب ہم منتظر ہے کہ اہلِ بدعت کی طرف سے خان صاحب کے اس عقیدے پر کب ''نعوذ باللہ'' کی سرخی لگائی جائے گی!!!!...... بلکہ آخر میں تو کمال ہی کر دیا یہ لکھ کر:

''قارئین کرام! انصاف کیجئے کہ یہ کسی مسلمان کے عقائد ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں''۔ (وہابیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۵۰)

ہمیں کسی کو کافر بنانے کا کوئی شوق نہیں، لیکن جب خان صاحب بریلوی خود اپنے مسلک کے مناظرین کے ہاتھوں اسلام سے خارج ہو رہے ہیں تو ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟؟؟؟

ایک جگہ یوں اللہ کو حاضر ناظر کہنے سے منع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سوال: خدا کو ہر جگہ حاضر کہنا کیسا ہے؟

جواب: اللہ عزوجل ہر جگہ سے پاک ہے، یہ لفظ بہت بُرے معنیٰ کا احتمال رکھتا ہے، اس سے احتراز لازم ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۴، ص ۶۴۱-۶۴۰، کفریہ کلمات کے بارے میں سوال و جواب ص ۵۷۲)

یہ کہنا کہ جہاں نفی کی ہے، جسم و مکان کے ساتھ کی نفی کی ہے نری گلو خلاصی ہے، ماقبل کے فتاویٰ سے معلوم ہوا کہ سرے سے ''حاضر ناظر'' کے لفظ کے اطلاق کو ہی خان صاحب درست نہیں سمجھتے، رضاخانیوں کی ایک پوری جاہلانہ کیبنٹ نے یہ تاویل کی:

''اللہ رب العزت کے ساتھ جب حاضر و ناظر کا لفظ ہوگا تو اس سے صفتِ علم مراد ہے''۔ (کنز الایمان اور مخالفین، ص ۴۰۴)

اب خان صاحب کا اوپر کا فتویٰ پڑھیں:

''خدا کو ہر جگہ حاضر (بصفت علم) کہنا کیسا ہے؟

تو خان صاحب کہتے ہیں یہ بہت بُرے معنیٰ کا احتمال رکھتا ہے، یعنی اللہ کو بصفت علم ہر جگہ حاضر کہنا بھی بُرے معنیٰ کا احتمال رکھتا ہے، یہاں یہ تاویل نہیں ہو سکتی کہ ظرفیت کی وجہ سے حاضر کی نفی کی، اس لئے کہ سوال میں ''ہر جگہ حاضر'' کا جملہ ہے ''ہر جگہ میں حاضر'' جو بقول آنجناب ''مستلزم ظرفیت ہے'' نہیں ہے۔ چلیں چھوڑیں! رضاخانی خان صاحب کے فتاویٰ سے دکھا دیں کہ اللہ تعالیٰ کو باعتبار علم ہر جگہ حاضر

ناظر ماننا درست ہے اور اس اعتبار سے اس کا اطلاق اللہ پر کرنا درست ہے!!!!

مفتی شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

''اللہ عزوجل پر حاضر و ناظر کا اطلاق کچہریوں سے پھیلا ہے، انگریزوں نے گواہوں سے یہ کہلانا ایجاد کیا کہ ہم اللہ عزوجل کو حاضر و ناظر جان کر جو کچھ کہیں گے سچ کہیں گے، وہیں سے یہ بات عوام میں پھیل گئی، ورنہ اللہ عزوجل کو حاضر و ناظر کہنا منع ہے''۔(فتاویٰ شارح بخاری، ج۱،ص ۱۱۷ و ۱۲۸)

لیجئے اس فتوے میں بالکل واضح کر دیا گیا ہے کہ بریلوی حضرات کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جاننا معاذ اللہ انگریز کی ایجاد کردہ بدعت ہے اور اللہ پر اس کا اطلاق جائز نہیں، معاذ اللہ!!!!

# عقیدہ نمبر ۸

## حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھنا

ما قبل میں مولوی عبدالرحیم سکندری کا حوالہ گزر چکا کہ ہر جگہ حاضر و ناظر یہ صفت خاصۂ خداوندی ہے، بریلوی مناظر اعظم نظام الدین ملتانی لکھتا ہے:

''اگر کسے اعتقاد دارد کہ ارواح مشایخ حاضر اند و ہر چیز میداند او چہ حکم است؟

جواب: او کافر است فی البزازیہ **من قال ارواح المشائخ حاضرون یعلمون یکفر**''۔

اگر کوئی یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ ارواحِ مشایخ ہر جگہ حاضر ناظر ہوتی ہیں اور ہر چیز جانتی ہیں، اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص کافر ہے فتاویٰ بزازیہ میں ہے جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہوتی ہیں اور ہمارے حالات جانتی ہیں، وہ کافر ہے۔(انوارِ شریعت ج۱ص ۲۳۹ سنی دارالاشاعت فیصل آباد)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''ہر آن ہر وقت حاضر ناظر خداوند کریم لم یلد ولم یولد کا خاصہ ہے اور وہ ذات لایزال **لیس کمثلہ شیء** ہے اور اس کی صفات بھی **لیس کمثلہ شیء** ہیں اور اسی طرح کی صفات ذاتیہ میں کسی انبیاء اولیاء عظام کو شریک کرنا یا ویسا سمجھنا اور اس پر اعتقاد کرنا صریح کفر ہے، چنانچہ فتاویٰ بزازیہ سے مولانا عبدالحیٔ مرحوم ومغفور اپنے فتاویٰ جلد اول ص ۳۲۸ و جلد ۳ ص ۵ میں بایں طور پر تحریر فرماتے ہیں:

**''و تزوج بلا شهود و قال خدائے و رسول و فرشتگان را گواه کردم یکفر لانه اعتقد ان الرسول والملك یعلمان الغیب و نیز بزازیه است و عن هذا قال علمائنا من قال ان الارواح**

**المشایخ حاضرۃ تعلم یکفر** ''۔(انوارِ شریعت، ج ۲ ص ۲۳۹)

مگر خان صاحب بریلوی حضور ﷺ کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھ کر بریلوی مولویوں کے فتوؤں کی روشنی میں شرک و کفر کے مرتکب ہوئے، پھر حضور ﷺ کو حاضر و ناظر سمجھنا محض روح کے اعتبار سے نہیں ہے، بلکہ بریلوی حضرات حضور ﷺ کو بجسدہ ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ کیونکہ نواب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''حضور اولیاء ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں؟

ارشاد: اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کر سکتے ہیں...... امثال اگر ہوں گے تو جسم کے انکی روح پاک ان تمام اجسام سے متعلق ہو کر تصرف فرمائے گی تو از روئے روح وحقیقت وہی ایک ذات ہر جگہ موجود ہے، یہ بھی فہم ظاہر میں ورنہ سبع سنابل شریف میں حضرت سیدی فتح محمد قدس سرہ الشریف کا وقت واحد میں دس مجلسوں میں تشریف لے جانا تحریر فرمایا اور یہ کہ اس پر کسی نے عرض کی کہ حضرت نے وقت واحد میں دس جگہ تشریف لے جانے کا وعدہ فرمالیا یہ کیونکر ہو سکے گا، شیخ نے فرمایا کہ کرشن کنہیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا، فتح محمد اگر چند جگہ ایک وقت میں ہو، کیا تعجب ہے یہ ذکر فرمایا **کیا یہ گمان کرتے ہو کہ شیخ ایک جگہ موجود تھے باقی جگہ مثالیں، حاشا! بلکہ شیخ بذات خود ہر جگہ موجود تھے** ''۔

(ملفوظات، حصہ اول، ص ۱۱۴، ۱۱۳)

خط کشیدہ الفاظ اس بات کی صراحت ہے کہ فاضل بریلوی جسم مثالی یا روح کو ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں مانتے، بلکہ اسی دنیاوی حقیقی جسم کو ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہیں، اب یہاں رضا خانیوں کا اصول فٹ کریں جو کہتے ہیں کہ دیکھو شیطان کو جب علم غیب ہو سکتا ہے شیطان جب حاضر و ناظر ہو سکتا ہے تو حضور ﷺ کیوں نہیں؟؟ معاذ اللہ تو جب ایک ولی کا حاضر و ناظر ہونا، اسی جسم کے ساتھ ہے تو نبی اکرم ﷺ کا بدرجہ اولیٰ جسم کے ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا لازم آیا، ماقبل میں فیض احمد اویسی کی کشکول اویسی کے حوالے سے اس کی صراحت بھی ہو چکی ہے، نیز رضا خانی اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر ماننا بے دینی کہتے ہیں اس کی وجہ وہ لکھتے ہیں:

''وجہ یہ ہے کہ حاضر وہ ہے جو مکان میں ہو اور ناظر وہ ہے کہ جو آنکھ کی پتلی سے دیکھے، اس معنیٰ پر اللہ تعالیٰ کیلئے ماننا یہ کفر صریح ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ مکانیت اور **جسمانیت** سے پاک ہے''۔ (ندائے یارسول اللہ ص ۳۶، ۳۵، مکتبہ اویسیہ بہاولپور)

معلوم ہوا کہ جسمانیت حاضر و ناظر کیلئے ضروری ہے، لہٰذا یہ محض فریب ہے کہ ہم حضور ﷺ کو جسم کے ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں مانتے، بلکہ رضا خانیوں کا یہی عقیدہ ہے، مگر چونکہ یہ تقیہ میں رافضیوں سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں، لہٰذا موقع ومقام کی مناسبت سے اپنا عقیدہ تبدیل کرنے، چھپانے میں ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتے!!!!

پھر رضا خانیوں نے اللہ تعالیٰ کے متعلق تو یہ کہا کہ چونکہ جسمیت سے پاک ہے، اس لئے حاضر و ناظر کا اطلاق اللہ کی ذات پر بتاویل ہوگا، مگر حضور ﷺ تو جسم والے تھے، اس لئے حضور ﷺ پر اس کا اطلاق حقیقی ہوگا اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا معنیٰ یہ ہوگا کہ آپ ﷺ باعتبار جسم کے معاذ اللہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں!!!!

# عقیدہ نمبر ۹

## پیر کی ہر وقت مریدوں کے ساتھ موجودگی کا عقیدہ

نواب احمد رضا خان صاحب ایک حکایت نقل کرتے ہیں:

''سیدی احمد سجلماسی کی دو بیویاں تھیں، سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے دوسری سے ہمبستری کی، یہ نہیں چاہیئے، عرض کیا: کہ حضور کو کس طرح علم ہوا؟ فرمایا، جہاں وہ سو رہی تھی کوئی اور پلنگ بھی تھا، عرض کیا: ہاں ایک پلنگ خالی تھا، فرمایا اس پر میں تھا۔ **تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے** ''۔ (ملفوظات، حصہ دوم، ص ۱۶۹)

خط کشیدہ عبارت پر غور کریں جو خان صاحب کا نتیجہ و نظریہ ہے کہ شیخ ہر آن مرید کے ساتھ رہتا ہے، حتیٰ کہ معاذ اللہ بیوی کے ساتھ ہم بستری کے وقت بھی!......اب وہ بریلوی حضرات جو خان صاحب کو اپنے نظریات کا امین سمجھتے ہیں، آئندہ جب بھی ہم بستری کریں تو ایک چارپائی ضرور خالی چھوڑا کریں تا کہ ان کے شیخ کو یہ ساری کاروائی دیکھتے ہوئے آسانی ہو!!!!

# عقیدہ نمبر ۱۰

## جب بھی پکارا ''یا غوث'' ہی پکارا

نواب احمد رضا خان صاحب کا عقیدہ یہ تھا کہ انہیں جب بھی کسی قسم کی کوئی مشکل پیش آتی تو وہ اللہ رب العزت کو پکارنے، اللہ کی ذات سے مدد طلب کرنے کے بجائے، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے مدد طلب کرتے اور ان سے استعانت کرتے، چنانچہ موصوف فرماتے ہیں:

''عرض: حضرت سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے، جب کسی کو کوئی تکلیف پہنچے تو یا زروق کہہ کر ندا کرے میں فوراً اس کی مدد کروں گا۔

ارشاد: مگر میں نے کبھی اس قسم کی مدد نہ طلب کی، جب کبھی میں نے استعانت کی یا غوث ہی کہا''۔

(ملفوظات، حصہ سوم، ص ۳۰۷)

حالانکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو جو عقیدہ سکھلایا تھا وہ یہ تھا:

''إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ

يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ (اخرجہ احمد ج ۱ ص ۲۹۳ والترمذی فی ابواب صفۃ القیامۃ)

**ترجمہ:** جب تم سوال کرو تو اللہ ہی سے سوال کرو، جب مدد چاہو تو اللہ ہی سے مدد چاہو اور یہ جان لو کہ اگر تمام مخلوق مل کر بھی تمہیں نفع دینا چاہے تو ہرگز تمہیں نفع نہیں پہنچا سکے گی، علاوہ صرف اس چیز کے جو اللہ نے تمہارے لئے مقدر میں لکھ دیا ہے اور اگر وہ متفق ہو جائیں اس بات پر کہ تم کو کسی قسم کا نقصان پہنچائیں تو وہ ایسا نہیں کر سکتے علاوہ صرف اس چیز کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر میں لکھ دیا ہے، قلم اٹھا کر رکھ دیے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے"۔

ایک اور مقام پر کہتے ہیں:

''جدہ سے کشتی میں سوار ہوئے، کوئی تیس چالیس آدمی اور ہوں گے کشتی بہت بڑی تھی، جسے ساعیہ کہتے ہیں، اس میں جہاز کا سا مستول تھا، ہوا کیلئے پردے حسب حاجت مختلف جہات پر بدلے جاتے، حبشی ملاح کہ اس کام پر مقرر تھے ان کے کھولنے باندھنے کے وقت اکابر اولیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عجیب اچھے لہجے سے ندا کرتے جاتے، ایک حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو دوسرا حضرت سیدی احمد کبیر، تیسرا حضرت سیدی احمد رفاعی کو، چوتھا حضرت سیدی احدل کو علی ہذا القیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ہر کشش پر ان کی یہ آوازیں عجیب دل کش لہجے سے ہوتیں اور بہت خوش آتیں''۔ (ملفوظات، حصہ دوم ص ۱۵۲)

خان صاحب بریلوی کا عقیدہ شرکیہ مشرکین مکہ سے بھی بدتر تھا، مشرکین مکہ بھی دریاؤں اور سمندروں میں جب مشکل میں ہوتے تو اللہ کو پکارتے، مگر خان صاحب بریلوی اس مقام پر غیر اللہ کو پکارنے پر کیسے خوش ہو رہے ہیں، قرآن کہتا ہے:

﴿قُلْ مَن يُنَجِّيكُم مِّن ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَّئِنْ أَنجَانَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ○ قُلِ اللَّهُ يُنَجِّيكُم مِّنْهَا وَمِن كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنتُمْ تُشْرِكُونَ﴾

**ترجمہ:** کہو بھلا تم کو جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں سے کون مخلصی دیتا ہے، (جب) کہ تم اسے عاجزی اور نیاز پنہانی سے پکارتے ہو، (اور کہتے ہو) اگر اللہ ہم کو اس (تنگی) سے نجات بخشے تو ہم اس کے بہت شکر گزار ہوں، کہو کہ اللہ ہی تم کو اس (تنگی) سے اور ہر سختی سے نجات بخشتا ہے، پھر (تم) اس کے ساتھ شرک کرتے ہو۔ (سورۃ الانعام، آیت 63-64)

﴿وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنسَانُ كَفُورًا﴾ (سورۃ الاسراء، آیت 67)

**ترجمہ:** اور جب تم کو دریا میں تکلیف پہنچتی ہے، (یعنی ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو جن کو تم پکارا کرتے ہو، سب اس (پروردگار) کے سوا گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تم کو (ڈوبنے سے) بچا کر خشکی پر لے جاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہے ہی ناشکرا۔

﴿فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ﴾ (سورۃ العنکبوت، آیت 65)

**ترجمہ:** پھر جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خالص اعتقاد سے اللہ ہی کو پکارتے ہیں پھر جب انہیں نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے فوراً ہی شرک کرنے لگتے ہیں۔

﴿وَإِذَا غَشِيَهُم مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ﴾ (سورۃ لقمان، آیت 32)

**ترجمہ:** اور جب انہیں سائبانوں کی طرح موج ڈھانک لیتی ہے تو خالص اعتقاد سے اللہ ہی کو پکارتے ہیں، پھر جب انہیں نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو بعض ان میں سے راہِ راست پر رہتے ہیں اور ہماری نشانیوں سے وہی لوگ انکار کرتے ہیں، جو بدعہد ناشکر گزار ہیں۔

# عقیدہ نمبر ۱۱

## اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا انکار

خان صاحب نواب بریلی کہتے ہیں:

''جب مجمع ہوا کفار کا مدینہ طیبہ پر کہ اسلام کا قلع قمع کر دیں، غزوہ احزاب کا واقعہ ہے، رب عزوجل نے مدد فرمانا چاہی اپنے حبیب کی، شمالی ہوا کو حکم ہوا جا اور کافروں کو نیست و نابود کر دے اس نے کہا:

**الحلائل لا یخرجن باللیل فاعقمها الله تعالیٰ**

**ترجمہ:** بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں تو اللہ نے اس کو بانجھ کر دیا اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا''۔

(ملفوظات چہارم ص ۸۷، حسنی پریس بریلی)

حالانکہ یہ خان صاحب کا سفید جھوٹ ہے، ان الفاظ کے ساتھ ایسی کوئی روایت ہی نہیں، ماقبل میں اس پر تفصیل گزر چکی ہے، بہرحال! خان صاحب بریلوی نے یہاں صاف اللہ تعالیٰ کی حاکمیت و قدرتِ کاملہ کا انکار کیا ہے، کیونکہ بقول خان صاحب بریلوی اللہ تعالیٰ نے شمالی ہوا کو نبی کریم ﷺ کی مدد کرنے کا حکم دیا اور اس نے اللہ کا یہ حکم ماننے سے صاف انکار کر دیا، معاذ اللہ!!!!

قرآن تو کہتا ہے:

﴿وَلَهُ أَسْلَمَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ﴾ (آل عمران ۸۳)

**ترجمہ:** تمام آسمانوں والے اور سب زمین والے اللہ تعالیٰ ہی کے فرمانبردار ہیں، خوشی سے ہوں یا ناخوشی سے، سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

# عقیدہ نمبر ۱۲

## خان صاحب بریلوی اور نظریہ انکارِ حدیث

ڈاکٹر مجید اللہ قادری خان صاحب بریلوی سے علم حدیث کے بارے میں کئے گئے ایک سوال و جواب کو یوں نقل کرتے ہیں:

''سوال نمبر ۱۲: مسلمانوں کے یہاں سب سے اول درجہ کی کتاب صحیح بخاری اور پھر صحیح مسلم ہے یا نہیں؟

جواب: بخاری و مسلم بھی نبی ﷺ کے ڈھائی سو (۲۵۰) برس بعد تصنیف ہوئیں، مسلمانوں کے بہت سے فرقے انہیں مانتے ہی نہیں اور اس کے سبب وہ اسلام سے خارج نہ ہوئے''۔ (معارف رضا، سالنامہ ۲۰۰۶ ص ۵۸)

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ خان صاحب بریلوی نے کس طرح منکرین حدیث کی در پردہ تائید و حمایت کی، اول تو اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری اور پھر مسلم کی حیثیت کو اس طرح مجروح کیا کہ یہ حضور ﷺ کے بعد تصنیف ہوئیں، یہی راگ منکرین حدیث الاپتے ہیں کہ یہ کتب تو زمانہ نبوی کے بہت عرصہ بعد وجود میں آئیں، اس لئے ان کا کیا اعتبار؟ پھر منکریں حدیث کو دائرہ اسلام میں داخل کرتے ہوئے یہ تک کہہ دیا کہ بہت سے مسلمان فرقے ان دونوں کتابوں کو نہیں مانتے، معاذ اللہ!...... حالانکہ یہ خان صاحب بریلوی کا سفید جھوٹ ہے، خان صاحب بمع اذناب کسی ایک مسلمان فرقے کی نشاندہی نہیں کر سکتے، جو صحیح بخاری و صحیح مسلم کا منکر ہو، خان صاحب دراصل اس قول سے منکرین حدیث کیلئے مسلمانوں کے دلوں میں نرم گوشہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، پھر حیرت ہے ہم نے ما قبل میں تفصیل سے اس بات کا ثبوت دیا کہ بریلوی مذہب میں خان صاحب کی کتب کا انکار کرنا کفر ہے، تعجب یہ کہ نبی کریم ﷺ کی صحیح احادیث جن کتب میں جمع ہو اس کا انکار کرنا کفر نہیں اور خان صاحب کی کتب (جن میں بے شمار مغلظات بھری پڑی ہیں اُن) کا انکار کفر!!!!

# عقیدہ نمبر ۱۳

## خان صاحب بریلوی کے ہاں شیطان بھی پکّا نمازی

یہ بات کس کو معلوم نہیں کہ شیطان ازلی بد بخت ہے، اس کا کام ہی لوگوں کو کار خیر اور نماز روزہ سے روکنا ہے، مگر خان صاحب بریلوی شیطان کیلئے اپنے دل میں کتنا نرم گوشہ رکھتے تھے اور شیطان سے موصوف کو کتنا حسن ظن تھا اس کیلئے ان کا یہ ملفوظ ملاحظہ ہو:

''ایک پری مشرف باسلام ہوئی اور اکثر خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتی تھی، ایک بار عرصہ تک حاضر نہ ہوئی، جب حاضر ہوئی سبب دریافت فرمایا، عرض کی حضور میرے ایک عزیز کا ہندوستان میں انتقال ہو گیا تھا، وہاں گئی تھی، راہ میں میں نے دیکھا کہ

ایک پہاڑ پر ابلیس نماز پڑھ رہا ہے، میں نے اس کی یہ نئی بات دیکھ کر کہا کہ تیرا کام تو نماز سے غافل کر دینا ہے تو خود کیسے نماز پڑھتا ہے؟ ؟ اس نے کہا کہ شاید رب العزت تعالیٰ میری نماز قبول فرمائے اور مجھے بخش دے"۔ (ملفوظات، حصہ اول ص ۶۴، مکتبۃ المدینہ، ص ۱۵ فرید بک سٹال لاہور)

# عقیدہ نمبر ۱۴

## انبیاء علیہم السلام اولیاء اللہ کو کن فیکون کا اختیار

بریلوی مناظر جناب مولوی عبدالرحیم سکندری صاحب لکھتے ہیں:

"کن فیکون اور کن مکن میں زمین و آسمان کا فرق ہے، بلا شک و شبہ کن فیکون کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، اس میں کوئی بھی اس کے ساتھ شریک نہیں"۔ (سیفِ سکندری ص ۸۷)

تھوڑا آگے چل کر لکھتے ہیں:

"کن فیکون عربی کے الفاظ ہیں، جن کے معنیٰ ہیں ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے، یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق اور متصرف بالذات ہونے کی دلیل ہے، ان صفات کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، جن میں کوئی دوسرا حصہ دار نہیں"۔ (سیفِ سکندری ص ۸۹)

اب ملاحظہ فرمائیں کہ خان صاحب بریلوی کے اس شعر ؎

قادر کل کے نائب اکبر کن کا رنگ دکھاتے یہ ہیں

کی تشریح میں ان کے بیٹے مفتی مصطفیٰ رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

"ائمہ کرام فرماتے ہیں اولیاء میں ایک مرتبہ اصحابِ تکوین کا ہے کہ جو چیز جس وقت چاہتے ہیں فوراً ہو جاتی ہے، جسے کن کہا وہی ہوگیا"۔ (الاستمداد ص ۶)

اسی کن فیکون کو سکندری صاحب اللہ کی صفت خاصہ کہہ رہے ہیں اور خان صاحب اور ان کے بیٹے اس میں اولیاء اللہ کو بھی شامل فرمارہے ہیں تو گویا اپنوں ہی کے نزدیک یہ دونوں باپ بیٹے شرکِ جلی کے مرتکب ہوئے ہیں۔

# عقیدہ نمبر ۱۵

## انبیائے کرام علیہم السلام قبورِ مطہرہ میں کیا کرتے ہیں؟ معاذ اللہ!

تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ **الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون** مگر رضاخانیوں کا عقیدہ ہے کہ:

''انبیائے کرام کی قبور مطہرہ میں ازواجِ مطہرات پیش کی جاتی ہیں اور ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں''۔
(ملفوظات: ج ۳ ص ۲۷۶)

بریلوی شیخ الحدیث عبدالرزاق بھترالوی لکھتا ہے:

''عورتوں سے ملو، ان سے صحبت کرو یا ان سے شب باشی کرو ایک ہی معنیٰ میں استعمال ہوئے ہیں یعنی جماع کرنا''۔ (تسکین الجنان: ص ۵۹ مکتبہ امام احمد رضا)

شب باشی کا معنیٰ خود بریلوی مولوی نے واضح کر دیا کہ محض رات بیتانا نہیں، بلکہ جماع کرنا ہوتا ہے۔

## رضاخانی تاویل:

اعلیٰ حضرت نے اپنی طرف سے نہیں کہا زرقانی کے حوالے سے نقل کیا ہے، اعلیٰ حضرت تو صرف ناقل ہیں۔

**جواب**: اعلیٰ حضرت صرف ناقل نہیں، بلکہ اسے اپنے عقیدے کی تائید میں پیش کر رہے ہیں، جہاں تک علامہ زرقانیؒ کی بات ہے تو انہوں نے تو علی بن عقیل حنبلی کے حوالے سے صرف اتنی بات نقل کی ہے:

**''قال ابن عقیل حنبلی ویضاجع ازواجه ویستمتع بهن اکمل من الدنیا ...الخ''۔**
(زرقانی علی المواہب: ج ۲ ص ۱۶۹)

علامہ زرقانی نے اس قول کو جس شخصیت کی طرف منسوب کیا ہے، وہ کس قسم کی ذہنیت رکھتا ہے، کتب اسماء الرجال میں دیکھیں کہ یہ علی بن عقیل بدعتی تھا، معتزلی تھا، اکابر کی مخالفت کی (میزان الاعتدال، ج ص ۱۴۶ اللذہبی)، اس نے سنت سے انحراف کیا، اس زمانے میں بدعات میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ (**سیر اعلام النبلاء**، ج ۱۹، ص ۴۴۵, ۴۵۶)

مزید تفصیل کیلئے ابن اثیر، ذیل الطبقات اور اللسان وغیرہ کا مطالعہ کریں، ایسے بدعتی اور معتزلی کے قول پر اس طرح عقیدے کی بنیاد قائم کرتے ہوئے کچھ تو حیاء کرنی چاہیئے، پھر ابن عقیل کی پوری عبارت چھان ماریں آپ کو کسی عربی عبارت کا یہ ترجمہ نہیں ملے گا ''ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں''...... بہرحال! احمد رضا خان نے جس گستاخی کا ارتکاب کیا ہے، وہ ابن عقیل کے نقل سے عین ایمان نہیں بن جائے گا۔

سیرت حلبیہ ص (۳۹) میں ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ انبیاء ہم بستری بھی کرتے ہیں۔ (سیرت حلبیہ اردو، جلد دوم نصف آخر ص ۳۹)

بریلوی ہو اور دجل وفریب نہ کرے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اسی سیرت حلبیہ کے ص (۴۰) پر اس قول کی تردید موجود ہے۔ پھر وہ علماء کون تھے؟ کس قسم کے تھے؟ کہیں ابن عقیل حنبلی کی طرح معتزلی تو نہیں تھے؟ یہ کہنا کہ سیرت حلبیہ والے نے کوئی فتویٰ نہیں لگایا، یا بعض علماء کا قول تو ہے، تو جواب میں عرض ہے کہ علمائے دیوبند کی جن بنیادی عبارات پر آپ کو اعتراض ہے، کیا اس مفہوم کی عبارات علماء کی کتب میں موجود نہیں؟ اور کیا انہوں نے اس پر کبھی گستاخی کا فتویٰ لگایا؟ دیگر کتابوں کو چھوڑیں براہین قاطعہ کی جس عبارت پر آپ کو اعتراض ہے مولوی عبدالسمیع رامپوری نے اس کے رد میں اپنی کتاب کو اپنی زندگی میں دو دفعہ شائع کیا لیکن ہم آپ کو چیلنج کرتے ہیں کہ انوار ساطعہ

میں براہین قاطعہ پر اسی جیسا اعتراض دکھا دو جس طرح خان صاحب بریلوی نے کیا؟

اگر یہی اصول ہے کہ متقدمین علماء کی کتب میں ہے تو پہلے اپنی کتب کو آگ لگاؤ پھر ہمارے منہ کو آؤ!!!!

ماقبل میں خان صاحب ہی کے حوالے سے گذر چکا کہ انہوں نے لکھا کہ کتب فقہ میں معتزلہ کے عقیدہ کو بیان کر دیا گیا ہے تو کیا بریلوی حضرات ان فقہاء پر بھی کوئی فتویٰ لاگو کریں گے؟؟؟؟

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو سیرت حلبیہ پر فتویٰ لگانے کا مطالبہ کیوں؟؟ نیز جانتے ہوئے بھی اگر آج کوئی اس معتزلی عقیدہ کو اہل سنت کا عقیدہ بتا کر اپنی کتاب یا تقریر میں نقل کر دے تو کیا بریلوی حضرات صرف اس وجہ سے اسے معاف کر دیں گے کہ بعض کتب فقہ میں وہ منقول ہے؟؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو خان صاحب بریلوی کو معاف کرنے کا مطالبہ کیوں؟؟؟؟

یاد رہے کہ خان صاحب بریلوی کی اس عبارت پر عرب امارات کے علماء کی طرف سے کفر و گستاخی کا فتویٰ لگا تھا، جس کی صفائی دینے کیلیے شاہ تراب الحق قادری نے عرب امارات کی وزارت مذہبی امور کے سیکریٹری سے ملنے کی ہر ممکن کوشش کی اور اس عبارت کی صفائی دینے کی کوشش کی، مگر ان کی ایک نہ سنی گئی اور تراب الحق قادری کو چلتا کیا گیا، (ملاحظہ ہو تفصیل مصلح الدین کا شاہ تراب الحق قادری نمبر، ص ۳۱۰)

اب وہ بریلوی جو ہم سے شکوہ کرتے ہیں کہ عرب علماء کا فتویٰ کوئی معمولی فتویٰ نہیں اس لئے بجائے جوابات دینے کے تاویلات کرنے کے عبارات سے رجوع کرلو، ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ حسام الحرمین کو اگر مان بھی لیا جائے تو عرب کے چند علماء تھے، جبکہ یہاں خان صاحب کی عبارت پر تو فتویٰ او آئی سی یعنی پورے عالم اسلام کی مشترکہ تنظیم کی طرف سے لگا، یہاں بے جا تاویلات دینے کے بجائے اس گستاخی سے رجوع کیوں نہیں کرتے؟؟؟؟

پھر ملفوظات مکتبۃ المدینہ ص (۳۶۲) جون ۲۰۰۹ سے اس عبارت کو اڑا دیا گیا ہے اور یہ پوری بریلوی کیبنٹ کا فیصلہ ہے کہ:

''اگر یہ گستاخی نہ تھی تو اس عبارت کو بدلنے کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی؟''۔ (روئیداد مناظرہ گستاخ کون؟ ص ۱۳۷)

یہی سوال ہمارا رضاخانیوں سے ہے!!!!

# عقیدہ نمبر ۱۶

# خان صاحب بریلوی کا نظریہ مردانگی

نواب احمد رضا خان صاحب کا ملفوظ ہے:

''وہ مرد نہیں جو تمام دنیا کو مثل ہتھیلی کے نہ دیکھے''۔ (ملفوظات، حصہ اول، ص ۳۱)

خان صاحب بریلوی کے اس ''نظریہ مردانگی'' پر عام بریلوی تو کیا خود خان صاحب بھی پورے نہیں اترتے، بہر حال! اگر اس وقت کوئی

بریلوی ہماری یہ کتاب پڑھ رہا ہے تو کیا اسے پوری دنیا مثل ہتھیلی نظر آرہی ہے؟؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو..................!!!!

# عقیدہ نمبر ۱۷

## تقویۃ الایمان پڑھنا زنا و شراب خوری سے بدتر

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ تقویۃ الایمان کا پڑھنا بعض لوگ بُرا بتاتے ہیں اور بعض اچھا کہتے ہیں، بُرا بتانے والے حضور کا حوالہ دیتے ہیں، ہم مشکوک ہیں، جواب سے مطلع فرمائیں، بینوا توجروا۔

الجواب: یہ ناپاک کتاب سخت ضلالت و بے دینی اور کلمات کفر پر مشتمل ہے، اس کا پڑھنا زنا اور شراب خوری سے بدتر حرام ہے کہ ان سے ایمان نہیں جاتا اور یہ ایمان زائل کر دینے والی ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، وہ جو اس کا پڑھنا اچھا بتاتے ہیں، گمراہ، بددین بلکہ کفار، مرتدین ہیں۔ اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو فقیر کی کتاب **سل السیوف الهندیة** اور **الکوکبة الشهابیة** اور **الاستمداد علی اجیال الارتداد** اور کشف ضلال دیوبند وغیرہا انصاف و ایمان کی نگاہ سے دیکھی جائیں، مسلمان کا ایمان خود گواہی دے گا کہ وہ مردود کتاب تقویۃ الایمان نہیں تفویت الایمان ہے، یعنی ایمان فوت کرنے والی، والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۶ ص ۱۸۳، جدید: ج ۱۵ ص ۱۶۵)

لہذا آج تک جو بریلوی اس تقویۃ الایمان کو پڑھتے رہے، وہ زنا اور شراب خوری سے بدتر گناہ میں ملوث رہے، بشمول خان صاحب بریلوی......!! لہذا فوراً اس سے توبہ کریں ورنہ زانیوں اور شراب خوروں کی موت پر مرنے کیلئے تیار رہیں!!!!

## نواب احمد رضا خان صاحب فاضل بریلی کے نظریات کتاب "سبع سنابل" کی روشنی میں

خان صاحب بریلوی اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

"سید سادات بلگرام حضرت مرجع الفریقین، مجمع الطریقین، حبر شریعت، بحر طریقت، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف سیدنا ومولانا میر عبد الواحد حسینی زیدی واسطی بلگرامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ السامی نے کتاب مستطاب سبع سنابل شریف تصنیف فرمائی کہ بارگاہِ عالم پناہ حضور سید المرسلین ﷺ میں موقع قبولِ عظیم پر واقع ہوئی۔" (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۴۸۴-۴۸۵) نیز دیکھئے فتاویٰ رضویہ (ج ۱۴ ص ۶۵۷)

اور بریلوی محقق علامہ عبد الحکیم شرف قادری نے بھی لکھا:

"سبع سنابل عمدہ ترین کتابے است در عقائد وتصوف...... عظیم ترین امتیاز کہ سبع سنابل را حاصل شد این است کہ درگاہِ محبوب رب العالمین ﷺ مقبول ومنظور شد۔" (عظمتوں کے پاسبان ص ۱۶، الممتاز پبلیکیشنز لاہور)

اس فارسی عبارت کا سلیس مطلب بھی یہی ہے کہ (میر عبدالواحد بلگرامی کی کتاب) سبع سنابل عقائد و تصوف کی عمدہ ترین کتاب ہے...... اور اس کا عظیم ترین امتیاز یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ سے قبول و منظور شدہ ہے۔

قصہ مختصر خان صاحب کے بقول میر عبدالواحد بلگرامی کی یہ کتاب ''سبع سنابل'' حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوئی اور بارگاہ رسالت ﷺ میں مقبول و منظور ہوئی۔ اب ظاہری بات ہے کہ اس کتاب میں جس قسم کے نظریات مرقوم ہوں گے وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں بقول بریلویہ مقبول و منظور ہوں گے اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں منظور نظریات و عقائد ہی خان صاحب کے ہونے چاہئیں، اب ملاحظہ ہو اس کتاب کے حوالے سے خان صاحب کے خرافاتی نظریات:

یاد رہے کہ ہمارے پاس ''سبع سنابل'' کا اردو ترجمہ ہے اور یہ ترجمہ معروف بریلوی عالم خلیل خان برکاتی نے کیا ہے اور اسے فرید بک سٹال لاہور نے شائع کیا ہے۔

# عقیدہ نمبر ۱۸

## اللہ کا نبی ولی کے جوتوں کا نگہباں، معاذ اللہ!

''درویش نے جواب دیا کہ جس روز حضرت سلطان المشائخ کے یہاں مجلس سرود و سماع ہوتی ہے، اس روز حضرت خضر علیہ السلام تشریف لاتے ہیں اور لوگوں کے جوتوں کی نگہبانی کرتے ہیں''۔ (سبع سنابل ص ۱۴۷)

معاذ اللہ! یہ ایک نبی کی شان میں شدید گستاخی ہے، کیا کوئی رضوی یہ برداشت کرے گا کہ آج کے کسی بریلوی ملاّں کی جوتوں کی نگہبانی احمد رضا خان بریلوی کے ذمہ لگائی جائے؟؟ بریلوی مفتی اقتدار خان نعیمی نے تنقیدات میں اس حکایت کو گستاخانہ کہا ہے!!!!

# عقیدہ نمبر ۱۹

## نبی ﷺ کے والدین دوزخ میں

''ایسا ہی حضور پرنور ﷺ کے والد ماجد کا واقعہ منقول و مروی ہے کہ ایک اعرابی نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ میرا باپ کہاں ہے؟ ارشاد فرمایا: ''دوزخ'' میں اس جواب سے حضور نے اس کے چہرہ پر کچھ خشونت محسوس کی تو ارشاد فرمایا کہ میرے والد، تیرا باپ اور حضرت ابراہیم کا چچا ایک جگہ ہیں''۔ (سبع سنابل، ص ۹۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

ابراہیم خلیل اللہ آزر بت پرست سے پیدا ہوئے"۔ (سبع سنابل، ص ۹۴)

یاد رہے کہ بریلوی حضرات کے یہاں یہ تمام عقائد صریح کفریات اور انبیاء علیہم السلام کی توہین پر مشتمل ہیں، تفصیل کیلئے میری کتاب "آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے بجواب آزر کون؟" کا مطالعہ فرمائیں!!

# عقیدہ نمبر ۲۰

# شرابی اور بھنگ نوش ولی

اس کتاب میں ایک نام نہاد ولی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"بعض اوقات آپ اپنے آپے سے گذر جاتے اور جذب کی حالت میں شراب اور بھنگ پی بیٹھتے، کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قرب کا شوق اتنا غالب آجاتا کہ آپ ہلاکت کے قریب ہوجاتے، اس وقت آپ سے شراب اور بھنگ کے شوق کا غلبہ اتر جاتا اور آپ ہلاکت سے بچ جاتے، گویا یہی شراب اور بھنگ آپ کیلئے دوا بن چکی تھی"۔ (سبع سنابل، ص ۱۸۱)

حضور ﷺ نے تو شراب کو حرام اقرار دیا، بھنگ بھی حرام ہے، کیا اس کتاب کو منظور کر کے حضور ﷺ نے معاذ اللہ شراب کو پھر سے حلال کر دیا **استغفر اللہ**!...... خان صاحب بریلوی نے کتنا بڑا بہتان نبی کریم ﷺ کی ذات پر باندھا، نیز آج جو بھنگی موالی مزاروں پر شراب، چرس، بھنگ پیتے ہیں ان پر آخر بریلوی کس منہ سے اعتراض کرتے ہیں، یہ سب تو اس مقبول کتاب کی بنیاد پر ہو رہا ہے!!!!

# عقیدہ نمبر ۲۱

# گانا اور قوالیوں کا جواز

اس کتاب میں ہے:

"یکے بعد دیگرے لوگوں نے نقل کیا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کی مجلس میں گانا اور قوالی بکثرت ہوا کرتا تھا، اگرچہ گانا اور قوالی تمام خواجگان چشت قدس اللہ ارواحہم کا طریقہ اور روش ہے، مگر آپ کے زمانہ میں اس کا بہت چرچا تھا اور حضرت امیر خسرو نے فنون موسیقی میں کچھ اور ہی بات پیدا کر دی تھی"۔ (سبع سنابل، ص ۱۴۶)

"المختصر! آپ کی خانقاہ میں اکثر اوقات گانے اور قوالی کا سماں رہتا"۔ (سبع سنابل، ص ۱۴۷)

اس بکو اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں:

''منقول ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کو پوربی پردہ (ایک قسم کا گانا) بہت پسند تھا، ایک مرتبہ بعض حاضرین نے دریافت کیا کہ حضرت مخدوم پوربی پردہ بہت سنتے ہیں اور یہ آپ کو بہت بھلا معلوم ہوتا ہے، فرمایا ہاں صحیح ہے، ہم نے ندائے **الست بربکم** اسی پردہ میں سنی تھی''۔ (سبع سنابل، ص ۱۵۰)

**استغفر اللہ!** حضور ﷺ تو آلات موسیقی کو توڑنے کیلئے مبعوث کئے گئے تھے، آپ ﷺ نے گانے باجے کو حرام قرار دیا، مگر ان بدبختوں کے بقول **الستُ بربکم** کی صدا بھی گانے کی صورت میں آتی ہے، معاذ اللہ!!

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ساز بانسری کی آواز سنی تو انہوں نے اپنے کانوں میں اُنگلیاں دے دیں اور راستہ بدل لیا، دور جا کر پوچھا: نافع کیا آواز آرہی ہے؟ تو میں نے کہا: نہیں، تب انہوں نے انگلیاں نکال کر فرمایا کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ نے ایسی ہی آواز سنی تھی اور آواز سن کر میری طرح آپ ﷺ نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں تھیں'' (احمد، ابو داود، ابن حبان)

اسی کتاب میں قاضی حمید الدین کا واقعہ لکھا ہے کہ بغداد کے فقہاء نے سماع کے خلاف فتویٰ دیا ہوا تھا، جس کا صاف مطلب ہے کہ وہ سماع غیر شرعی تھا، تبھی فتوائے حرمت دیا ہوا تھا، اب جب قاضی صاحب بغداد آئے تو:

''بغداد میں اس وقت سات سو علماء اہلِ فتویٰ موجود تھے، جبکہ بغداد ہی میں قاضی حمید الدین کے ایک مرید تھے، جو بڑے معزز اور صاحبِ ثروت تھے، آپ انہیں کے مکان پر فروکش ہوئے، مکان کا ایک حجرہ بند تھا، آپ نے پوچھا کہ اس حجرہ میں کیا ہے؟ جواب دیا کہ بانسری بجانے والا میرا ایک دوست ہے، جس کا یہی پیشہ ہے، قتل کے خوف سے ہم نے اسی حجرہ میں اسے بند کر رکھا ہے، قاضی حمید الدین بہت خوش ہوئے اور کہا کہ اے بھائی میں تو سماع کا شیدائی ہوں، اس نئے نواز کو حجرہ سے نکالو اور کہو کہ بانسری بجائے، (یہ وہ وقت تھا کہ) حضرت جنید کے وصال کے دو سو سال گذر چکے تھے اور کسی نے بغداد میں سماع نہ سنا تھا، (آپ کے ارشاد پر) نئے بجانے والا حجرہ سے باہر آیا اور نئے بجائی قاضی حمید الدین سماع میں مدہوش ہو گئے''۔ (سبع سنابل، ص ۱۴۱)

## ڈھول باجے اور بریلوی مذہب

آج رضا خانی صاحبان میڈیا پر آکر ٹسوے بہا رہے ہوتے ہیں کہ مزارات پر جو کچھ ہو رہا ہے، اس سے بریلوی مذہب کا کوئی تعلق نہیں، حالانکہ مزارات پر کیا ہوتا ہے؟ یہی بھنگ، چرس، شراب، رقص و سرور، قوالی، ناچ گانے ان سب کا ثبوت سبع سنابل سے دے دیا گیا ہے، مزید ثبوت ملاحظہ ہوں:

ایک بریلوی ولی صاحب فرماتے ہیں:

''سماع کے متعلق فرمایا میاں میں تو چشتی ہوں، میرے کان میں تو ہر وقت ڈھولک کی آواز آتی ہے''۔ (فتح محمد، ص ۱۲۲)

اس کتاب کا مقدمہ مفتی منیب الرحمن کے مدرسے دار العلوم نعیمیہ کے ناظم تعلیمات مولوی جمیل احمد نعیمی نے لکھا اور اس کتاب کی مکمل

تائید وتوثیق کی ہے۔

بریلوی استاذ العلماء، جو موجودہ دور کے بڑے بڑے بریلوی مولویوں کے استاذ ہیں یعنی عطاء محمد بندیالوی اس نے خرافاتی قوالی کے جواز پر پورا ایک رسالہ ''قوالی کی شرعی حیثیت'' کے نام سے لکھا ہے، اس میں موصوف مروجہ ڈھول ڈھمکا ساز و باجے والے قوالی کے متعلق لکھتے ہیں:

''یہی مروجہ قوالی ہے، جس سے مانعین کو انکار ہے، حالانکہ یہ قوالی شعار دین ہے''۔ (قوالی کی شرعی حیثیت، ص ۲۸)

معاذ اللہ ایک حرام کو ''شعارِ دین'' کہنا صریح کفر ہے، مروجہ قوالیوں میں کیا کچھ نہیں ہوتا کس کو معلوم نہیں، اسے شعارِ دین سے تعبیر کرنا اس سے بڑی بدبختی اور کیا ہوگی؟؟؟؟

مزید لکھتے ہیں:

''صحابہ تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین نے قوالی مع مزامیر سنی ہے''۔ (قوالی کی شرعی حیثیت، ص ۲۷)

اس کے علاوہ اس پورے رسالے کا موضوع ہی ساز وآلات کے ساتھ قوالی کے جواز پر ہے اور موصوف کا دعویٰ ہے کہ ایسی سازوں والی قوالی صحابہ، تابعین تبع تابعین سے لیکر ائمہ مجتہدین تک نے سنی ہے، العیاذ باللہ!!!!

بریلوی عبدالحکیم شرف قادری اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

''آخرالذکر رسالہ ''قوالی کی شرعی حیثیت'' کو اس مقصد کے پیش نظر شائع کیا جا رہا ہے کہ حضرت استاذ مکرم کی یہ تحریر محفوظ ہو جائے اور اہلِ علم آپ کے علوم و معارف سے استفادہ کرسکیں''۔ (قوالی کی شرعی حیثیت، ص ۱۶)

یعنی بقول قادری صاحب آل رضاخانیہ کو چاہیئے کہ بجائے بھانڈوں کا رد کرنے کے اپنے ان مولویوں کی ان خرافات سے استفادہ کرتے ہوئے ان مجالس کو منعقد کریں۔

حیرت ہے رضاخانی آج کس منہ سے اس کا انکار کر رہے ہیں؟؟؟؟

مفتی منیب الرحمن کی پوری کیبنٹ نے یہ لکھا کہ:

''کچھوچھہ شریف کے علماء یعنی شیخ المشائخ علامہ شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں...... آلات موسیقی کے ساتھ قوالی سنتے تھے''۔

(اصلاح عقائد واعمال، ص ۵۴)

غرض بریلویوں کو قوالوں اور بھانڈوں پر رد وقدح کرنے سے پہلے اپنے گھر کے ان بھانڈوں کی خبر لینی چاہیئے!!!!

اسی طرح مولوی منظور فیضی نے بھی اس کے جواز پر ایک رسالہ لکھا ہے اور اس میں وہ بدبخت لکھتا ہے:

''صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ گانا باجا ہادیٔ عالم ﷺ کے گھر میں حضور ﷺ کی موجودگی میں ہوا''۔

(حلت سماع اور احادیث، ص ۲)

العیاذ باللہ! نقل کفر کفر نہ باشد...... مزید بریلوی مذہب کا گند ملاحظہ ہو:

''ایک حدیث میں آیا ہے کہ حبشی لوگ مسجد نبوی میں گا رہے تھے، دف بجا رہے تھے، ناچ رہے تھے، آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ

کو او پر اٹھا کر یہ تماشہ دکھایا، اس حدیث کی رو سے بھی مسجد میں گانا، باجا بجانا اور ناچنا جائز ہوا"۔ (مقابیس المجالس، ص ۱۴۱)

راقم الحروف نے آج سے کئی سال پہلے بریلوی شیخ الاسلام طاہر القادری کی ایک ویڈیو کا جواب (جس میں وہ رقص کا جواز پیش کر رہے تھے) لکھا تھا، موقع کی مناسبت سے اسے یہاں پیش کر رہا ہوں!!

# مروّجہ قوالیوں اور جاہل نام نہاد صوفیاء کے رقص کے جواز پر طاہر القادری صاحب کے دلائل کا تجزیہ

طاہر القادری صاحب کا یہ بیان جو" خطاب بھائی" نے دیا ہے، انگریزی زبان میں ہے، جس کو ہم پورے طور پر سمجھنے سے قاصر ہیں، البتہ تھوڑا بہت جو سمجھ آیا اور آپ لوگوں کے مراسلوں سے معلوم ہوا کہ طاہر القادری صاحب جیسا کہ اپنی محافل میں فاسق فاجر قوالوں کو بلاتے ہیں، اس میں" مروجہ قوالی" ہوتی ہے، ان کے مرید ناچتے ہیں تو اس پر کسی نے اعتراض کیا ہوگا کہ یہ سب فعل حرام ہے تو وہ اس کا جواب دے رہے تھے اور کہہ رہے ہیں کہ آج لوگ صوفیاء کے رقص اور ناچ گانے کو حرام کہتے ہیں، حالانکہ معاذ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رقص کیا کرتے تھے، (معاذ اللہ)۔

## جواب:

اس سلسلے میں عرض ہے کہ آلاتِ موسیقی کے ساتھ اشعار اور گانے گانا جس طرح کے آج مروّجہ قوالیوں میں ہوتا ہے، اس پر رقص کرنا تالیاں بجانا فقہاء کرام اور محدثین کرام کی تصریحات کے مطابق ناجائز اور حرام ہیں۔

بعض حضرات نے قرآن پاک کی آیت **ولا تمش فی الارض مرحا** سے رقص کے حرام ہونے پر استدلال کیا ہے، اس لئے کہ اس میں بھی ایک قسم کا اِترانا ہوتا ہے۔

**واستدل بعض اھل العلم بقولہ تعالی ولا تمش فی الارض مرحا علی منع الرقص و تعاطیہ لانّ فاعلہ ممن یمشی مرحا.** (اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن، ج ۱۸، ص ۲۹۲)

ہر مسلمان پر ان چیزوں سے بچنا لازم ہے، جو لوگ آج کی مروجہ قوالی (جس میں آلات موسیقی کے ساتھ اشعار پڑھے جاتے ہیں) اور رقص کو دین اور ثواب کا کام سمجھتے ہیں، وہ گمراہی میں تو یقیناً ہیں، بلکہ بعض فقہاء نے ایسے شخص پر کفر کا فتویٰ بھی لگایا ہے، جیسا ردالمحتار میں ہے کہ:

**قولہ و من یستحیل الرقص قالوا بکفرہ المراد بہ التمایل الخفض والرفع بحرکات موزونۃ کما یفعلہ بعض من ینتسب الی التصوف وقد نقل فی الزازیۃ عن القرطبی اجماع الامۃ علی حرمۃ ھذا الغناء وضرب القضیب والرقص۔**

**قال: ورایت فتوی شیخ الاسلام جلال الملۃ والدّین الکرمانی ان مستحل ھذا الرقص کافر وتمامہ فی شرح الوھابیۃ ونقل فی نور العین عن التمھید انہ فاسق لا کافر۔**

(ردالمختار، ج ۴، ص ۲۱۳)

مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ قوالی وغیرہ اور اس میں رقص کرنا نہ صرف حرام ہے، بلکہ اس کو جائز سمجھنے والا کافر ہے، اس قسم کے گانوں کے حرام ہونے پر اجماعِ امت نقل کیا گیا اور علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے تو رقص کو جائز کہنے والے پر بھی کفر کا فتویٰ لگایا ہے، جیسا کہ مندرجہ بالا عبارت سے مصرّح ہے۔

اسی طرح طحطاوی علی مراقی الفلاح میں بھی رقص، تالیاں بجانے، مزامیر و بانسریاں بجانے، بگل بجانے، رباب وغیرہ (جیسا کہ آج کل کے بدعتی صوفیوں کی محفلوں میں ہوتا ہے) کو بالاجماع حرام کہا کہ یہ کافروں کے کرتوت ہیں۔

**واما الرقص والتصفيق والصريخ و ضرب الاوتاد الصنج والبوق الذی يفعله بعض من يدعی التصوف فانه حرام بالاجماع لانهازی الكفار** ۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح، ج ۱، ص ۲۱۵)

**واما الرقص الذی يشتمل علی التثنی والتكسر والتمايل والخفض والرفع بحركات موزونة فهو حرام و مستحله فاسق** ۔ (الفقه الاسلامی وادلته، ج ۴، ص ۲۱۳)

یہ بھی یاد رہے کہ رقص کی ایجاد سامری اور اس کے ساتھیوں نے کی تھی، جب سامری نے ان کی عبادت کیلئے بچھڑا بنا کر پیش کیا تو انھوں نے اس کے گرد رقص کے عمل کا معمول بنا لیا اور اسے بھی دین کا ایک کام سمجھنے لگے، لہٰذا رقص کو بطور ثواب انجام دینا مفسرین کی تصریحات کے مطابق کفار کے ساتھ عبادات میں مشابہت کی وجہ سے بھی حرام ہوا۔

**اما الرقص والتواجد فاوّل من احدثه الصحاب السامری لما اتّخذ لهم اجلا جسدا له خوار، قاموا يرقصون حواليه ويتواجدون فهو دين الكفار وعبادة العجل واما القضيب فاوّل من اتخذه الزنادقة ليشغلوا به المسلمين عن كتاب الله تعالی وانما كان يجلس النبی ﷺ مع اصحابه كانما علی روسهم الطير من الوقار** "۔ (اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن، ج ۲۱، ص ۱۷۳)

امام طرطوسی سے کسی نے سوال کیا کہ آج کل بعض بدعتی صوفی جو رقص کرتے ہیں اور ان پر جو اس رقص کے دوران وجد وغیرہ آجاتا ہے، اس کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ اس رقص کو سب سے پہلے سامری نے ایجاد کیا لہٰذا یہ دین نہیں، بلکہ بچھڑے کی عبادت اور کفار سے مشابہت ہے۔

**و قال الامام ابو بكر الطرطوسی و سئل عن مذهب الصوفية فقال: واما الرقص والتواجد فاوّل من احدثه اصحاب السامری لما اتّخذ لهم عجلا جسدا له خوار قاموا يرقصون حواليه ويتواجدون فهو دين الكفار وعباد العجل علی ما ياتی** ۔ (التفسیر الموضوعی لسور القرآن، ج ۵، ص ۳۸)

امام قرطبیؒ نے علماء کا قول نقل کیا ہے کہ قرآن پاک کی آیت ﴿**ولا تمش فی الارض مرحا**﴾ رقص کے حرام ہونے پر نص ہے اس لئے کہ رقص میں تو آدمی ﴿**مرحا**﴾ سے بھی زیادہ اِتراتا ہے اور اکڑتا ہے:

**الخامسة استدل العلماء بهذه الاية علی ذم الرقص و تعاطيه قال الامام ابو الوفاء بن عقيل**

**قد نص القرآن علی النھی عن الرقص فقال ﴿ولا تمش فی الارض مرحا﴾ وذم المختال والرقص اشد المرح والبطر۔** (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ج ۱۰، ص ۲۶۳)

کسی نے امام ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ سے بدعتی صوفیاء کی ایک مجلس کے متعلق سوال کیا کہ یہ لوگ ایک جگہ جمع ہوتے ہیں، وہاں اللہ کا ذکر کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ پر درود وسلام پڑھتے ہیں، پھر مزامیر وغیرہ کے ساتھ گانا شروع کر دیتے ہیں اور سب رقص کرنا شروع کر دیتے ہیں، حتیٰ کے ناچتے ناچتے ان پر وجد کی ایسی حالت طاری ہو جاتی ہے کہ بے ہوشی کی حالت میں ہو جاتے ہیں، گویا کہ ان پر غشی چھا گئی ہو، اس کے بعد مجلس کے آخر میں کھانے پینے کی کوئی چیز لائی جاتی ہے، جن میں سے بطور تبرک کے کھایا جاتا ہے...... آیا ایسے لوگوں کی مجلس میں حاضر ہونا جائز ہے یا نہیں؟؟؟

تو حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے ان بدعتی صوفیوں کی خوب خوب خبر لی اور کہا کہ رقص کو سب سے پہلے سامری نے ایجاد کیا اور مزامیر وغیرہ زندیقوں نے ایجاد کئے، تاکہ مسلمانوں کو اللہ کی عبادت سے غافل کر سکیں، یہ لوگ آج اچھل اچھل کر ناچتے ہیں اور ہڑبونگ مچاتے ہیں، حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضور ﷺ کی مجلس میں اس قدر وقار و اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہوتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں، یہ بدعتی صوفی کس منہ سے ان کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں، مسلمانوں کے حاکم یا اسکے نائب پر لازم ہے کہ ایسی بدعتی اور جاہل لوگوں کو مسجدوں یا دوسرے عوامی مقامات میں حاضر ہونے سے روکیں اور کسی شخص کیلئے جائز نہیں کہ جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے کہ وہ ان کی مجلس میں حاضر ہو، یا ان کے اس باطل فعل پر کسی قسم کا تعاون کرے، یہی امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کا مسلک ومذہب ہے۔

**وسئل الامام ابو بکر الطرطوشی رحمہ اللہ مایقول سیّدنا الفقیہ فی مذھب الصوفیۃ؟ واعلم حرس اللہ مدّتہ انہ اجتمع جماعۃ من رجال فیکثرون من ذکر اللہ تعالی وذکر محمّد ﷺ ثم انھم یوقعون بالقضیب علی شیء من الادیم و یقوم بعضھم یرقص ویتواجد حتی یقع مغشیا علیہ ویحضرون شیئا یاکلونہ ھل الحضور معھم جائز ام لا؟ افتونا ماجورون۔**

**الجواب۔ یرحمك اللہ مذھب الصوفیۃ بطالۃ و جھالۃ وضلالۃ وما الاسلام ولا کتاب اللہ وسنّۃ رسول واما الرقص والتواجد فاوّل من احدثہ اصحاب السامری لما اتّخذ لھم عجلا جسدا لہ خوار قاموا یرقصون حوالیہ ویتواجدون فھو دین الکفار وعباد العجل وامّا القضیب فاوّل من اتّخذہ الزنادقۃ لیشغلوا بہ المسلمین عن کتاب اللہ تعالی۔ وانّما کان یجلس النبی ﷺ مع اصحابہ کانّما علی رؤوسھم الطیر من الوقار۔فینبغی للسلطان و نوابہ ان یمنعھم عن الحضور فی المساجد وغیرھا ولا یحلّ لاحد یؤمن باللہ والیوم الاخر ان یحضر معھم ولا یعینھم علی باطلھم۔ ھذا مذھب مالك و ابی حنیفۃ الشافعی و احمد بن حنبل و غیرھم من ائمۃ المسلمین باللہ التوفیق۔**

(الجامع لاحکام القرآن، ج ۱۱، ص ۲۳۷)

طاہر القادری صاحب اور ان کے ہمنوا بدعتی صوفی آج جن قوالیوں اور رقص وسرود کی محفلوں، وجد کی کیفیتوں کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی سنت ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، بتائیں! کیا اس عبارت اور فتوے کے بعد ان کیلئے منہ چھپانے کی کوئی جگہ بچی ہے؟؟؟؟؟

پھر یہ رقص وغیرہ عورتوں کی مشابہت کی وجہ سے بھی حرام ہے، حدیث میں ایسے لوگوں پر لعنت کی وعیدیں آئی ہیں، پھر یہ بدعتی صوفیاء کہتے ہیں کہ اس رقص اور وجد کی کیفیت کی وجہ سے ہمارا رابطہ اللہ سے ہو جاتا ہے، ہمارا دل اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے......علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے لوگوں کی خوب خبر لی ہے کہ رابطے کا یہ طریقہ حضور ﷺ کے دل و دماغ میں کیوں نہ آیا؟ صحابہ کرام کو اس کا خیال کیوں نہ آیا؟ حالانکہ ان کا زمانہ سب سے بہتر زمانہ رہا، پس کیا ہی جھوٹے گمراہ لوگ ہیں۔ علامہ آلوسی نے ان حرکات کو جہالت اور بے وقوفی سے تعبیر کیا ہے کہ ان لوگوں پر شیطان مسلط ہو چکا ہے، جو ان کو اپنی راہ پر ہنکائے جا رہا ہے!!!!

**اما الرقص التصفیق فخفة و رعونة مشبهة برعونة الاناث لایفعلها الا ار عن او متصنع کذاب و کیف یتاتّی الرقص المتزن باوزان الغناء ممن طاش لبنه و ذهب قلبه و قد قال علیه السلام خیر القرون قرنی ثم الذین یلوهم ثم الذین یلونهم ولم یکن احد من هولاء الّذین یقتدی بهم یفعل شیئا من ذالك وانما استحوذ الشیطان علی قوم یظون ان طربهم عند السماع انما هو متعلق بالله تعالی شانه ولقد مانوا فیما قالوا و کذبوا فیما ادعوا۔**

**(تفسیر الآلوسی، ج ۱۵، ص ۴۱۶)**

**و لعن رسول الله ﷺ المتشبهات من النساء بالرجال والمتشبهین من الرجال بالنساء ومن هاب الاله وادرك شیئا من تعظیمه لم یتصوّر منه رقص ولا تصفیق ولا یصدر الّا من جاهل یدلّ علی جهالة فاعلهما انّ الشریعة لم ترد بهما فی کتاب الله ولا سنّة ولم یفعل ذالك احد من الانبیاء ولا معتبر من اتباعهم و انما یفعل ذالك الجهلة السفهاء الذین التبست علیهم الحقائق بالاهواء و قد قال الله تعالی ﴿ونزّلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شیء﴾ ولقد مضی السلف و افاضل الخلف ولم یلابسوا شیئا من ذالك فما ذاك الّا غرض من اغراض النفس ولیس بقربة الی الربّ جلّ وعلا۔**

(تفسیر آلوسی، ج ۱۵، ص ۴۱۷)

ان تمام عبارات سے یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح ثابت ہوگئی کہ آج طاہر القادری صاحب اور بریلوی ٹبر جس چیز کو ثابت کر رہے ہیں یا جیسا کہ آج جاہل صوفی جو رقص وغیرہ کرتے ہیں، یہ کوئی نئی چیز نہیں، ان ائمہ کے ادوار میں بھی بدعتی صوفیاء اس عمل کو سرانجام دیتے رہے ہیں اور اعلام امت نے ان جاہلوں اور ان کے دلائل کا خوب رد کیا اور ان کے اس نفسانی عمل کی خوب خوب خبر لی۔ اللہ تعالیٰ ان پاک

ہستیوں پر اپنی کامل رحمت فرمائے، جنھوں نے ہر شعبے میں امت مسلمہ کی رہنمائی کا فریضہ خوب سر انجام دیا، آمین۔

## طاہر القادری صاحب کے دلائل کا مختصر تجزیہ

ان تمام تفصیلات کے بعد ضرورت تو نہیں رہی کہ طاہر القادری صاحب کی پیش کردہ احادیث کا کوئی جواب دیا جائے، مگر کسی سطحی ذہن والے کو مغالطہ نہ ہو، اس لئے مختصراً اس کا جواب بھی ملاحظہ فرمالیں:

پہلی حدیث جو انھوں نے مسند امام احمد بن حنبل سے نقل کی، حبشہ کے لوگ حضور ﷺ کے سامنے رقص کر رہے تھے، معاذ اللہ! اس سے مروّجہ رقص مراد لینا طاہر القادری صاحب کی جہالت، بلکہ حدیثِ رسول ﷺ میں تحریف ہے۔

اس لئے کہ اوّل تو ان احادیث میں کہیں بھی طبلہ، ڈھول، سارنگی، باجوں کا دور دور تک ذکر نہیں اور اس میں **جویزفنون** وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں، ان کا بھی بالکل غلط مطلب طاہر القادری صاحب نے لیا ہے۔

ثانیاً شارحین نے اس حدیث کی شرح میں کھل کر یہ بات فرمائی ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حبشہ کے لوگوں نے کوئی مجلسِ رقص مسجد نبوی ﷺ کے اندر منعقد کی تھی، بلکہ وہ اسلحوں اور نیزوں سے جہاد میں استعمال ہونے والے کرتب دکھا رہے تھے، جس میں ایک مجاہد اسلحہ لے کر جھپٹ کر لیٹنے اور ریٹ کر جھپٹنے کے عمل کا مظاہرہ کیا کرتا تھا، جس کی ظاہری حیثیت رقص کی طرح لگ رہی تھی، لیکن کہاں طاہر القادری صاحب کی مجلس میں عورتوں کی طرح کا رقص اور کہاں ان مجاہدین کا میدانِ جہاد میں جنگی کرتبوں کا مظاہرہ کرنا؟؟ ان دونوں میں کیا نسبت اور مشابہت ہو سکتی ہے، جس کی بنیاد پر حدیث سے استدلال کیا جا رہا ہے!!!!

طاہر القادری صاحب کو اللہ ہدایت دے کہ وہ یہ تو کہتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی مسلم اور بخاری کے ہیں، مگر مسلم شریف میں اس حدیث کی جو شرح ہے، اسکو نقل نہیں کرتے اور وہ وہی ہے جو ہم نے اوپر نقل کی:

**يزفنون معناه يرقصون و حمله العلماء على التوثب بسلاحهم و لعبهم بحرابهم على قريب من هيئة الرقص لان معظهم الروايات انما فيها لعبهم بحرابهم فيتاول هذه اللفظة على موافقة سائر الروايات۔** (مسلم ج ۲ ص ۶۰۷)

جہاں تک دوسری حدیث کا تعلق ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے "**حجل**" کیا اور پھر اس کو طاہر القادری صاحب نے ایک ٹانگ سے ناچنے سے تعبیر کیا، معاذ اللہ! یہ بھی ان کی جہالت ہے، اسلئے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خوشی سے کچھ دیر ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر چلنے لگ گئے، جیسے آج کل ہماری اردو زبان میں **"خوشی سے اچھلنا"** کے لفظ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، مگر کہاں کچھ دیر کیلئے ایک پاؤں پر چلنا اور کہاں آج کل کا مروّجہ رقص؟؟؟؟

ان دو احادیث سے طاہر القادری صاحب پہلے شخص نہیں ہیں جو استدلال کر رہے ہیں، بلکہ ان سے پہلے بھی جاہل صوفیوں اور مولویوں نے ان احادیث کو اپنے اس ناجائز عمل کیلئے دلیل بنانے کی کوشش کی تو علماء نے ان کا خوب رد کیا اور وہی جوابات دیے، جو ہم نے نقل کر دیے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

وقد احتج بعض قاصریھم بانّ رسول اللہ ﷺ قال لعلیؓ انت منّی وانا منک فحجل قال لجعفر اشبہت خلقی فحجل وقال لزید انت اخونا و مولانا فحجل ومنھم من احتجّ بان الحبشۃ زفنت والنبی ﷺ ینظر الیھم۔

والجواب: امّا الحجل فھو نوع من المشی یفعل عند الفرح فاین ھو الرقص و کذالک زفن الحبشۃ نوع من المشی یفعل عند اللقاء للحرب۔ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ج ۱۵، ص ۲۱۵)

قال الشیخ احمد رحمہ اللہ والحجل ان یرفع رجلا و یقفز علی الاخری من الفرح فاذا فعلہ انسان فرحا بما اتاہ اللہ تعالی من معرفتہ او سائر نعمہ فلا باس بہ وما کان فیہ تثن و تکسر حتی یباین اخلاق الذکور فھو مکروہ لما فیہ من التشبّہ بالنساء۔ (الادب للبیھقی، ج ۱، ص ۳۷۹)۔

# عقیدہ نمبر ۲۲

## حضور ﷺ کی شفاعت سے انکار

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ یوم القیامۃ میں امتیوں کی شفاعت فرمائیں گے، مگر اس کتاب کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو کہ شفاعت نبوی ﷺ کی کس طرح توہین کی گئی ہے:

''ہم نے تو پیر کے نعمتوں کو اپنا پشت پناہ بنا لیا ہے، ہمیں (کسی اور کی شفاعت سے) مغفرت کی حاجت نہیں''۔
(سبع سنابل، ص ۱۵۲)

# عقیدہ نمبر ۲۳

## توہین ہی توہین

اسی کتاب میں ایک واقعہ ملاحظہ ہو کہ کس قدر خرافات پر مشتمل ہے:

''مختصر قصہ یوں ہے کہ حضرت شاہ مدار صاحب کا قیام کالپی شریف میں ایک مدت تک رہا، اس وقت اس ولایت کا والی ایک نیک مرد تھا، جس کا نام قادر بخش تھا، جو درویشوں کی خدمت کرتا اور ٹوٹے دلوں کو سہارا دیتا اور فقیروں سے محبت رکھتا تھا، اکثر اوقات شاہ مدار کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا، مگر آپ کچھ توجہ نہ فرماتے اور نہ اس کو اپنے حضور حاضری کی اجازت دیتے، وہ والی ہر بار لوٹ جاتا، ایک روز قادر شاہ ملاقات کیلئے حاضر ہوا تو دیکھا کہ دو شخص شاہ مدار کے مکان میں گفتگو کر رہے ہیں، یہ ایک اونچے گھوڑے پر سوار تھا، گردن اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا شاہ مدار صاحب اور ایک جوگی باہم بات چیت

کررہے ہیں، کہنے لگا یہ عجیب درویش ہیں کہ میں دین کی طلب میں ان کے پاس بار بار آتا ہوں، مجھ سے ملاقات نہیں کرتے اور ایک جوگی سے کلام میں مشغول ہیں، یہ کہا اور لوٹ آیا، (یہ سن کر) اس جوگی نے کچھ ایسی حرکت کی کہ قادر شاہ کے بدن میں جگہ جگہ سفید دھبے پڑ گئے، قادر شاہ اپنے پیر کی خدمت میں جن کا نام شیخ سراج تھا، حاضر ہوا اور ان سے تمام ماجرا بیان کیا اور وہ سفید داغ دکھائے، شیخ سراج قدس اللہ روحہ نے اپنے لعابِ دہن ان داغوں پر مل دیا، وہ داغ دور ہو گئے اور قادر شاہ تندرست ہو گیا، جب رات ہوئی تو شاہ مدار تلوار لئے نمودار ہوئے اور آپ نے چاہا کہ قادر شاہ کو ختم کر دیں، حضرت شیخ سراج آئے کہ یہ تو ہمارا مرید ہے، بے گناہ کو کیوں مارتے ہیں، شاہ مدار نے فرمایا کہ اس نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے، شیخ نے فرمایا کہ یہ تو دین کی طلب کیلئے حاضر ہوتا تھا، اس نے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی، دونوں حضرات میں تکرار بڑھ گئی کہ اتنے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور شاہ مدار سے منع فرمایا کہ اس بے گناہ کو مارنا چاہتے ہو یہ کون سی درویشی ہے؟؟ حضرت شاہ مدار نے عرض کیا یا رسول اللہ درویش جب اپنی تلوار نیام سے نکال لیتا ہے کسی نہ کسی پر ضرور چلاتا ہے، اب کہ میں اپنی تلوار کھینچ چکا ہوں، کس پر چلاؤں؟ شیخ سراج نے فرمایا تمہارے اس وار کو میں اپنے اوپر لیتا ہوں، لیکن اپنے مرید کو کوئی تکلیف پہنچانا مجھے پسند نہیں، شاہ صاحب نے فرمایا، اچھا تو ہم نے تمہیں سوخت کر دیا، شیخ سراج نے فرمایا کہ ہم نے تمہارے مریدوں کو گمراہ کیا، شاہ مدار نے فرمایا کہ میں نے گنتی کے چند آدمی مرید کئے ہیں اور آج کی تاریخ سے کسی کو مرید بھی نہیں کروں گا، رہی خلافت وہ میں نے نہ کسی کو دی ہے اور نہ اب دوں گا، چنانچہ شیخ سراج کے باطن میں کچھ سوزش شروع ہوئی اور آپ تمام عمر اس میں مبتلا رہے، اسی لئے ان کو شیخ سراج (سوختہ) کہا جاتا ہے، (سراج بمعنیٰ چراغ، سوختہ بمعنیٰ جلا ہوا)۔

لیکن شاہ مدار کے وہ چند مرید بغیر رخصت، بغیر اجازت اور بغیر خلافت کے مرید کرتے تھے اور سلسلہ بڑھاتے تھے اور اپنا خلیفہ بناتے، یہی ان کی گمراہی ہے...... جب حضرت شاہ مدار کی رحلت کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنی فراستِ باطنی سے جانا کہ میرے مرید ایک عارف کے گمراہ کئے ہوئے ہیں"۔ (سبع سنابل، ص ۱۱۳، ۱۱۴)

یہ واقعہ اوّل تا آخر خرافات اور مقدس شخصیات کی توہین پر مبنی ہے۔

اوّل اگر شاہ مدار ایک ولی ہے تو یہ ولی کی کس قدر توہین ہے کہ اس کے پاس ایک آدمی دین سیکھنے کیلئے آتا ہے، اس کی طرف تو توجہ نہیں کرتا اور ایک ہندو پلید جوگی اس کے پاس آتا ہے تو اس کے ساتھ گپ شپ میں لگ جاتا ہے!!!!

ثانیاً وانی قادر بخش بالکل بے گناہ تھا، جیسا کہ اس واقعہ میں موجود ہے، اس پر اپنی ذات کیلئے تلوار نکالنا اور اس کے قتل کا ارادہ کرنا گناہِ کبیرہ اور فعلِ حرام ہے، جو کسی ولی سے متصور نہیں!!!!

قرآن کا فرمان یہ ہے:

﴿وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ۝ [سورۃ النسا، آیت ۹۳]﴾

ترجمہ: اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے کہ مدتوں اس میں رہے گا اور اس پر اللہ غضب

ناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور اس نے اس کے لیے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

**عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم: قَتْلُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْيَا۔** (نسائی، السنن، کتاب تحریم الدم، باب تعظیم الدم، ۷: ۸۲، ۸۳)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مومن کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنیا کے برباد ہونے سے بڑا ہے۔''

عقیدے کے امام ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**من استحلّ قتل نفس حَرَّمَ الله قتلها بغير حق، فكأنّما استحلّ قتل الناس جميعًا، لأنّه يكفر باستحلاله قتل نفس محرم قتلها، فكان كاستحلال قتل الناس جميعًا، لأنّ من كفر بآية من كتاب الله يصير كافرًا بالكل...... وتحتمل الآية وجها آخر، وهو ما قيل: إنّه يجب عليه من القتل مثل ما أنّه لو قتل الناس جميعًا. ووجه آخر: أنه يلزم الناس جميعا دفع ذلك عن نفسه ومعونته له، فإذا قتلها أو سعى عليها بالفساد فكأنّما سعى بذلك على الناس كافّة...... وهذا يدلّ أنّ الآية نزلت بالحكم في أهل الكفر وأهل الإسلام جميعاً، إذا سعوا في الأرض بالفساد.**
**(تاويلات أهل السنة، ۳: ۵۰۱)**

''جس نے کسی ایسی جان کا قتل حلال جانا، جس کا ناحق قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر رکھا ہے تو گویا اس نے تمام لوگوں کے قتل کو حلال جانا، کیونکہ ایسی جان جس کا قتل حرام ہے، وہ شخص اس کے قتل کو حلال سمجھ کر کفر کا مرتکب ہوا ہے، وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے تمام لوگوں کے قتل کو حلال جانا، کیونکہ جو شخص کتاب اللہ کی ایک آیت کا انکار کرتا ہے، وہ پوری کتاب کا انکار کرنے والا ہے...... یہ آیت ایک اور توجیہ کی بھی حامل ہے اور وہ یہ کہ کہا گیا ہے کہ کسی جان کے قتل کو حلال جاننے والے پر تمام لوگوں کے قتل کا گناہ لازم آئے گا (کیونکہ عالم انسانیت کے ایک فرد کو قتل کر کے گویا اس نے پوری انسانیت پر حملہ کیا ہے) ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ تمام لوگوں پر لازم ہے کہ اجتماعی کوشش کے ساتھ اس جان کو قتل سے بچائیں اور اس کی مدد کریں، پس جب وہ اس کو قتل کر کے فساد بپا کرنے کی کوشش کرے گا تو گویا وہ پوری انسانیت پر فساد بپا کرنے کی کوشش کرتا ہے...... اور یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ یہ آیت اس حکم کے ساتھ تمام اہلِ کفر اور اہلِ اسلام کے لئے نازل ہوئی ہے، جبکہ وہ فساد فی الارض کے لئے سرگرداں ہوں۔''

ایسا گناہِ کبیرہ اور فعلِ حرام کرنے والے کو کسی صورت اللہ کا ولی نہیں کہا جا سکتا!!!!

ثالثاً: شاہ مدار جن کا اس واقعہ میں ذکر کیا جا رہا ہے، ان کی دریدہ دہنی اور بے باکی ملاحظہ ہو کہ نبی کریم ﷺ فرما رہے ہیں کہ تلوار اندر رکھو، کیوں ایک بے گناہ کو قتل کر رہے ہو؟ حضور ﷺ اس فعلِ شنیع سے منع فرما رہے ہیں، شاہ مدار صاحب بجائے شرمندہ ہونے کے

اور حضور ﷺ کے فرمان عالیشان کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے الٹا بدمعاشی اور دھمکیوں پر اتر آئے کہ ولی کی تلوار ایک دفعہ نیام سے نکل آئے تو پھر خالی واپس نہیں جا سکتی، قرآن کہتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ○ [سورۃ الاحزاب، آیت ۳۶]﴾

ترجمہ: کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو جب اللہ اور اس کے رسول کسی معاملے میں فیصلہ کر دیں، اپنے معاملات میں کوئی حق نہیں رہتا۔

جب اللہ کے رسول ﷺ نے فیصلہ کر دیا تھا کہ قتل نہ کرو تو کس مومن کی جرأت کہ وہ آگے سے زبان چلائے؟؟ ہائے کاش! آج عمر فاروق رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو اس نیام سے نکلی ہوئی تلوار کا صحیح فیصلہ کرتے، ہمارے نزدیک یہ سراسر نبی کریم ﷺ کی توہین اور مقدس شخصیات پر الزام تراشی ہے!!!!

خامساً: پھر ان شاہ مدار نے ایک اور گناہ کیا کہ ایک اور اللہ کے ولی شاہ سراج کے جسم میں سوزش پیدا کر دی، یہ حرکت دو گناہوں کا مجموعہ ہے، ایک تو اسلام کے مسلّمہ قانون یعنی جس کا گناہ اسی کو سزا، اگر بالفرض گناہ قادر بخش کا تھا تو اس کی سزا شیخ سراج کو دے کر اس قانون کو توڑا گیا ہے، دوسرا گناہ کہ اگر شیخ سراج اللہ کے ولی تھے تو ان کو تکلیف پہنچانے والا شیطان ہوسکتا ہے، اللہ کا ولی نہیں!!!!

سادساً: اس واقعہ کے آخر میں کہا گیا کہ شیخ سراج نے شاہ مدار کے مریدوں کو گمراہ کر دیا، معاذ اللہ! یہ کس قدر الزام تراشی ہے، اللہ کے ولی تو بھٹکے ہوؤں کو سیدھی راہ دکھاتے ہیں، مگر بریلویوں کے ولی سیدھی راہ والوں کو گمراہ کر رہے ہیں، مسلمانوں کو گمراہ کرنا شیطان کا کام ہوسکتا ہے کسی ولی کا نہیں، لہٰذا آج تک مداری سلسلے کے جتنے لوگ گمراہ ہوئے، ان سب کا وبال اس شیخ سراج پر ہے، کل کو اگر مداری جہنم میں جائیں گے تو شیخ سراج اس جہنمی قافلے کا سالار ہوگا!!!!

سابعاً: یہ بھی معلوم ہوا کہ شاہ مدار ہرگز ولی نہیں تھا، کیونکہ اسی واقعہ کے آخر میں لکھا ہے کہ اس کے مرید شاہ مدار کی اجازت کے بغیر لوگوں کو مرید و خلیفہ کر رہے تھے، ظاہر ہے یہ ایک کھلا ہوا فراڈ ہے، جو کسی ولی اللہ کے صحبت یافتہ نہیں کر سکتے، ایسے فراڈ فراڈیوں کے ہم نشین ہوا کرتے ہیں!!!!

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ قصہ کس قدر خرافات پر مشتمل ہے، مگر خان صاحب کی دیدہ دہنی اللہ کے رسول ﷺ اور ولیوں کی دشمنی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ اس واقعہ کو بالکل درست قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''الجواب: حضرت شاہ بدیع الدین مدار قدس سرہ الشریف اکابر اولیائے عظام سے ہیں، مگر ولی ہونے کو یہ ضرور نہیں کہ اس سے سلسلہ بیعت بھی جاری ہو، ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں صرف چند صاحبوں سے سلسلہ بیعت ہے، باقی کسی صحابی سے نہیں، پھر ان کی ولایت کو کس کی ولایت پہنچ سکتی ہے، اس خاندان کا جو سلسلہ اکابر میں چلا آیا ہے، وہ محض تبرک کے لئے ہے، جیسے حدیث شریف کا سلسلہ، باقی افاضہ کا اجراء اس سے نہ ہوا، جیسا کہ حضرت سیدنا میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ السامی نے سبع سنابل شریف میں فرمایا: تو جسے بیعت صحیحہ سلاسل نافذہ منفقہ میں ہو، وہ اپنے مشائخ سے تبرکاً اس سلسلہ کی بھی سند لے لے تو حرج

نہیں اور اسی پر اکتفاء اور خصوصاً اہلِ فسق جو اکثر اس سلسلہ کا غلط نام بدنام کرنے والے ہیں ان سے رجوع، یہ باطل اور ممنوع ہے، واللہ تعالیٰ اعلم"۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۲۶ص۵۵۷)

اسی واقعہ کی عبارت کو ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

"**الجواب:**

بے اصل و بے سروپا باتیں ہیں، جن کا کہیں پتا نہیں، سبع سنابل شریف میں ہے: حضرت مدار صاحب قدس سرہ نے فرمایا ہے: خلافت نہ کسے دادہ ام نخواہم داد۔ میں نے خلافت نہ کسی کو دی ہے نہ آگے دوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم"۔

(فتاویٰ رضویہ، ج۲۶ص۴۳۵)

بعد کے بریلویوں نے خان صاحب کی ایسی اندھی تقلید کی کہ سبع سنابل کے اس واقعہ کو من وعن صحیح تسلیم کرتے ہوئے "سلسلہ مداریہ" کے سوخت ہونے کا فتویٰ جاری کر دیا، سلسلہ مداریہ کی گمراہی اور کفر کے فتوے جاری کئے گئے، ملاحظہ ہو:

"فیصلہ شرعیہ درباره مداریہ"

اس کے جواب میں مداری سلسلہ کے لوگوں نے دو کتابیں لکھیں:

"صاعقہ برخرمن مقلیان رضویہ: ناشر انجمن تحفظ سلسلہ مداریہ شاخ بمبئی"

"سلسلہ مداریہ: مؤلف مولانا محمد قیصر رضا علوی مداری: ناشر المجمع المداری جھبراؤں شریف پوسٹ سواڈانز ضلع سدھارتھ نگر یوپی"۔

یاد رہے کہ ہمارا یہ سارا تبصرہ اس خرافاتی حکایت کی بنیاد پر ہے، ورنہ ہم شاہ بدیع الدین مدار علیہ الرحمۃ کو اس قسم کی خرافات سے مبرا سمجھتے ہیں۔

# عقیدہ نمبر ۲۴

## حضرت داؤد علیہ السلام پر صریح بہتان وگستاخی

اسی کتاب میں ایک جلیل القدر نبی کی یہ لرزہ خیز گستاخی کی گئی:

"مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بحالتِ رقص تابوتِ سکینہ کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ کی زوجہ نے عرض کیا کہ آپ رقص کرتے ہیں، حالانکہ آپ نبی ہیں۔ ارشاد فرمایا کیا تو میرے دل کی محویت اور عالم بے خودی پر حکم لگاتی ہے، جا میں نے تجھے طلاق دی"۔ (سبع سنابل، ص۱۶۱)

ایک نبی رقص جیسی بے ہودہ گوئی کر رہا ہے اور جب اس کی بیوی اس پر تعجب کا اظہار کرے تو اس بیچاری کو طلاق دے دی جائے، کیا اس قسم کی خرافات نقل کرتے ہوئے بریلویوں کے قلم پر لرزہ طاری نہیں ہوتا؟؟ حقیقت یہ ہے کہ خان صاحب بریلوی کو اس کتاب میں

اپنے گندے نظریات کا آئینہ نظر آ رہا تھا، اس لئے یہ شوشہ چھوڑا کہ مقبولِ بارگاہِ نبوی ﷺ ہے، معاذ اللہ!!!!

# عقیدہ نمبر ۲۵

## اللہ تعالیٰ کے لیے تجسیم وتشبیہ کا عقیدہ

خان صاحب بریلوی کا ایک شعر ہے:

ترا مسند ناز ہے عرش بریں ترا محرم راز ہے روح الامیں
تو ہی سرور ہر دوسرا ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم
(حدائق بخشش، حصہ اوّل)

اس میں ترا مسند ناز ہے عرش بریں کا مطلب بیان کرتے ہوئے فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

''اہل سنت اس امر کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو جو سارے نبیوں میں برگزیدہ ہیں قیامت کے روز اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا''۔

(شرح حدائق بخشش، ج۱، ص ۷۵۷)

معاذ اللہ! یہ صریح اہلسنّت کے عقیدے کے خلاف ہے، اللہ عرش پر بیٹھنے سے پاک ہے، یہ اجسام کا خاصہ ہے، اس نے نہ صرف اللہ کیلئے جسم وانتقال افعال مانا، بلکہ اسے محدود اور متجزی بھی مانا اور رسول اللہ ﷺ کو ساتھ بٹھا کر قرب حسی بھی مانا۔

خان صاحب کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

(حدائق بخشش، حصہ اوّل، ص ۱۱۴)

خان صاحب موصوف معراج کی رات کا واقعہ ذکر کر رہے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ملنے گئے اللہ و رسول ﷺ کے درمیان لاکھوں جو حجاب کے پردے تھے وہ اٹھ گئے اور معاذ اللہ اللہ و رسول ﷺ گلے ملے گئے۔

فیض احمد اویسی اور حسن علی رضوی نے یہاں بڑا پیچ وتاؤ کھایا اور کہا کہ یہ دیوبندی جاہل ہیں، انہیں اعلیٰ حضرت کے کلام کو سمجھنے کی کوئی لیاقت ہی نہیں، یہاں ''وصل وفرقت'' کے ملنے کا ذکر ہو رہا ہے، اس میں جب خدا و مصطفیٰ ﷺ کے ملنے کا ذکر ہی نہیں تو گلے ملنا کہاں سے ثابت ہو گیا؟ (ملخصاً شرح حدائق بخشش، ج ۴، ص ۱۱۹)

حالانکہ یہ محض گلو خلاصی ہے یہ کہنا کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہی نہیں محض دجل ہے، کیونکہ اس شعر کے پہلے مصرعہ کے متعلق خود اویسی صاحب لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجابات اٹھنے میں لاکھوں نور کے پردے تھے اور ہر پردے میں لاکھوں جلوے تھے''۔
(شرح حدائق بخشش، ج ۴، ص ۱۱۹)

معلوم ہوا کہ ان اشعار میں اللہ و رسول ﷺ ہی کا ذکر ہے، پھر یہ بات کرنے والوں کو اس وقت شرم نہیں آتی کہ جب تقویۃ الایمان کے بارے میں کہتے ہیں کہ معاذ اللہ اس میں نبی کریم ﷺ کو ذلیل کہا گیا کیا کوئی رضاخانی جرأت کر کے وہاں رسول اللہ ﷺ کا نام دکھا سکتا ہے؟

ثانیاً یہ کہنا کہ مراد وصل و فرقت کا ملنا ہے، یہ بھی گلو خلاصی ہے، سوال یہ ہے کہ معراج کی رات کیا لاکھوں حجاب ''وصل و فرقت'' کو ملانے کیلئے ہٹائے گئے تھے؟ وہاں تو نہ کوئی مکان ہے نہ زمان، اس کا اقرار جگہ جگہ خود اویسی نے بھی اس شرح میں کیا کہ حضور ﷺ عرش سے بھی ورے گئے جو لامکاں ہے تو جب وہاں نہ زمانہ ہے نہ مکان تو وصل و فرقت کو ملانے کی کیا تک بنتی ہے؟

لاکھوں حجاب جب ہٹے تو بقول فرقہ رضاخانیہ حضور ﷺ اللہ سے ملے، آپ ﷺ نے ہی اپنی آنکھوں سے اللہ کا دیدار کیا نہ کہ وصل و فرقت وہاں ملے۔ ثالثاً مان بھی لیں کہ یہاں مراد ''وصل و فرقت'' کا ملنا ہے تو آخر یہ ''وصل'' و ''فرقت'' صفت کس کی ہے؟ یہ بتایا جائے! سیدھی سی بات ہے کہ جب حضور ﷺ دنیا میں تھے تو اللہ سے ایک فراق و جدائی تھی لیکن جب معراج پر گئے اور حجاب کے لاکھوں پردے اٹھے تو وہ فرقت ختم ہوگئی اور اللہ و رسول ﷺ کا وصل یعنی ملاپ ہوگیا اور ایسا شدید ملاپ کے معاذ اللہ اسے گلے ملنے سے تعبیر کیا گیا، جو صریح تشبیہ و کفر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ گلے ملنے اور قرب حسی سے پاک ہے یہ اجسام کا خاصہ ہے۔

خود خان صاحب بریلوی آگے کہتے ہیں:

وہی ہے اوّل وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

(حدائق بخشش، حصہ اوّل، ص ۱۱۴)

اس شعر کا دوسرا مصرعہ ملاحظہ ہو کہ خان صاحب کہتے ہیں کہ ''اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے''، یعنی حضور ﷺ اللہ ہی کی طرف سے اللہ ہی کی طرف اللہ سے ملنے گئے تھے تو بات صاف ہوگئی کہ وہاں ''وصل و فرقت'' ملنے ملانے نہیں گئے تھے، بلکہ نبی کریم ﷺ اللہ سے ملنے گئے تھے تو یہ ملاپ اور گلے ملنا بھی معاذ اللہ اللہ و رسول اللہ ﷺ کا ہی ہوا، استغفر اللہ!!!!

نیز اس سے پہلے والے شعر کے متعلق خود شارح حدائق بخشش لکھتا ہے:

''معراج کے بیان میں قرب کا ذکر کس خوبی سے جیومیٹری کی اصطلاحات...... الخ ''۔ (شرح حدائق بخشش، ج ۴، ص ۱۱۹)

معلوم ہوا کہ یہاں وصل و فرقت کی بات نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ و حضور ﷺ کے قربِ حسی کی بات ہو رہی ہے، معاذ اللہ!

# عقیدہ نمبر ۲۶

## اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ میں فرق نہ کرنے کا عقیدہ

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ کی ذات واجب الوجود ہے اور اس کی ذات وصفات کے علاوہ تمام مخلوق ممکن ہے، خالق ومخلوق میں یہ بنیادی فرق ہے۔ خان صاحب کا عقیدہ تھا کہ معاذ اللہ اللہ ورسول ﷺ میں کوئی فرق نہیں، اس عقیدے کو چونکہ وہ کھل کر بیان نہیں کر سکتے تھے، لہٰذا اپنے قصیدہ معراجیہ میں اشاروں کنایوں میں اس مشرکانہ عقیدہ کو بیان کیا، چنانچہ ایک شعر میں لکھتے ہیں:

کمان امکان کے جھوٹے نقطو تم اوّل آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

(حدائق بخشش، حصہ اوّل، ص ۱۱۴)

اس شعر کا مطلب بیان کرتے ہوئے اویسی صاحب لکھتے ہیں کہ دراصل یہ شعر جیومیٹری سے ہے، دراصل خط و دائرہ اور دوسری شکلیں نقطے ہی سے نکلتی ہیں اور ان کے مختلف سمت سفر طے کرنے کو دائرہ و محیط پیرا بولا وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں، اب دائرہ وغیرہ میں یہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس میں کس کا سفر کہاں سے شروع ہوا اور کہاں جا کر ختم ہوا؟ کونسا نقطہ اوّل ہے، کونسا آخر، اسی کے پیش نظر معراج کا فلسفہ پیش کیا گیا ہے۔ (ملخصاً حدائق بخشش، ج ۴، ص ۱۲۱)

اب بات صاف ہوگئی کہ جس طرح دائرہ نقطے سے نکلا ہے اور یہ نہیں بتلایا جا سکتا کہ کہاں شروع ہوا کہاں ختم ہوا، اسی طرح معاذ اللہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات سے نکلے اور اگر پوچھو کہ رسول اللہ ﷺ کہاں سے آئے تھے اور کہاں گئے تھے؟ تو یہی جواب کہ معاذ اللہ چونکہ آپ اللہ ہی کی ذات کا حصہ ہیں اسی لئے آپ اپنی ذات ہی سے ملنے وہاں گئے تھے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کی ذات کا حصہ ہو کر اللہ ہی سے ملنے گئے؟ معاذ اللہ، تو خان صاحب نے اس سے قبل والے شعر میں اس امر کو ایک مثال سے واضح کر دیا کہ جس طرح محیط یعنی مرکزی نقطہ اور اس نقطے سے نکل کر ایک دائرہ بنا ہو، اب اس محیط یعنی نقطہ و دائرہ میں فرق کرنا مشکل ہے کیونکہ باہم دونوں ایسے مل گئے کہ معلوم نہیں ہو رہا کہ یہ دائرہ اور مرکزی نقطہ باہم ایسے مل گئے کہ جدائی ممکن نہیں، اسی طرح معاذ اللہ معراج والی رات حضور ﷺ اور اللہ تعالیٰ کی ذات باہم آپس میں ایسی مل گئی کہ اب معلوم ہی نہیں ہو رہا کہ اس میں خالق کون ہے، مخلوق کون ہے؟ چنانچہ خان صاحب اس امر کو یوں بیان کرتے ہیں:

محیط و مرکز میں بھی فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت سے سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

(حدائق بخشش، حصہ اوّل، ص ۱۱۴)

**لطیفہ:** اس شعر کے متعلق اویسی صاحب کہتے ہیں کہ: ''بغیر ریاضی کے علم کے اس طرح کا بیان کسی علم کے ذریعہ ہو بھی نہیں سکتا، ان اشعار سے حضرت رضا کا تبحر علمی، ریاضی وسائنس میں ان کی مہارت اور ان کی شاعرانہ فنکاری کا بھی اظہار ہوتا ہے''۔
(شرح حدائق بخشش، ج ۴، ص ۱۱۹)

اب ان جاہلوں کو کون بتائے کہ بھلا دائرہ و محیط کو سمجھنا کونسا تبحر علمی ہے؟ یہ باتیں تو ہمارے ہاں اسکولوں میں ہشتم کی جماعت تک اور مدارس میں متوسطہ ہی میں تفصیل سے سمجھا دی جاتی ہیں اور میبذی میں بھی ان پر سیر حاصل گفتگو کی جاتی ہے، گویا خان صاحب کا تبحر علمی ''مڈل پاس'' سے زیادہ نہ تھا!!!!

# نواب احمد رضا خان کے بریلوی مذہب کے چند فروعی مسائل

## (۱) قبروں پر چراغ جلانا:

مزارات پر روشنی کیلئے چراغ، لوبان، بخور، جلانے اور چادر چڑھانے کا بھی عام رواج ہے، مولانا بریلوی نے ان تمام رسوم و رواج سے متعلق میانہ روی اختیار کرتے ہوئے معقول فیصلے صادر کئے ہیں:

''قبروں کی طرف شمع لے جانا بدعت اور مال ضائع کرنا ہے''۔ (معارف رضا، سالنامہ ۲۰۰۶،ص ۹۹)

## (۲) قبروں پر چادریں چڑھانا فضول:

''جب چادر موجود ہو اور ہنوز پرانی یا خراب نہ ہوئی ہو کہ بدلنے کی حاجت ہو تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے''۔ (معارف رضا ،سالنامہ ۲۰۰۶،ص ۹۹)

## (۳) عورتوں کو لکھنا سکھانا حرام:

عورتوں کو لکھنا شرعاً ممنوع وسنتِ نصاریٰ و فاتح ہزاراں فتنہ اور مستان سرشار کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے، جسکے مفاسد شدیدہ پر تجارب عدیدہ شاہد عدل ہیں، متعدد حدیثیں اس سے ممانعت میں وارد ہیں، جن میں بعض کی سند عند التحقیق خود قوی ہے اور اصل متن حدیث کے معروف ومحفوظ ہونے کا امام بیہقی نے افادہ فرمایا: اور پھر تعدد طرق دوسری قوت ہے اور عمل امت و قبول علماء تیسری قوت اور محل احتیاط و سد فتنہ چوتھی قوت۔ تو حدیث لا اقل حسن ہے اور ممانعت میں اس کا نص صریح ہونا خود روشن ہے، بخلاف حدیث شفا بنت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ حضور نے فرمایا: کیا حفصہ کو غلہ کا منتر نہ سکھائے گی، جیسے اسے لکھنا سکھایا، اجازت میں اصلاً کوئی حدیث صریح نہیں۔

(فتاوی رضویہ، ج ۲۳ ص ۶۵۳)

مگر آج خان صاحب بریلوی جنہیں پوری امت کیلئے مرکز وحجت بنانے کیلئے زور لگایا جارہا ہے کہ اس فتوے پر کوئی بھی بریلوی کاربند نہیں، خود بریلویوں نے بنات کے بڑے بڑے مدارس بنائے ہوئے ہیں، بریلویوں کو چاہیئے کہ خان صاحب کی ان مردہ تعلیمات کو بھی زندہ کریں!!!!

## (۴) میّت کا کھانا:

نواب احمد رضا خان بریلوی نے ایک رسالہ لکھا جو' دعوتِ میت'' کے نام سے شایع ہوا، اس رسالہ کے محشی مولوی عبدالمبین نعمانی مصباحی ہیں۔

مولوی احمد رضا خان بریلوی سے سوال پوچھا گیا کہ میت کی وفات کے وقت اور تیجے اور چالیسویں میں کھانے پینے کا اگر خوب اہتمام کیا

جائے تو کیا یہ جائز ہے؟؟

تو مولوی احمد رضا خان بریلوی نے اسے بدعت شنیعہ وقبیحہ لکھا اور آگے لکھا، ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے، جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق۔ (دعوت میت ص ۵،۶)

اس رسالے کے آخر میں محشی مصباحی صاحب لکھتے ہیں:

''اسلام کی معلومات اور شرعی مسائل سے ناواقفیت کی بناء پر عوام نے اپنے مردوں کے ایصال ثواب کے لئے دھوم دھام سے اعزہ واحباب اور اغنیاء کی عام دعوت کی، جس قبیح رسم کو رواج دے ڈالا ہے، اس کتاب نے دلائل سے ثابت کر دیا کہ یقیناً یہ ناجائز اور مردوں کے لئے غیر مفید ہے، اس کا پہلا ایڈیشن چھپ کر سامنے آیا تو لوگ حیرت زدہ ہو کر پھٹی نظروں سے دیکھتے رہ گئے، اب تک ہم کس غلط فہمی کا شکار اور کیسے اندھیرے میں تھے، روپے برباد ہوئے، مشقتیں برداشت کیں اور مقصد بھی ہاتھ نہ آیا''۔ (دعوت میت ص ۱۵)

سوال یہ ہے کہ بریلوی حضرات نے اپنے گاؤں، شہر میں کتنے تیجوں اور چالیسوؤں پر جا کر اپنی عوام کو اس رسم بد سے آگاہ کیا؟؟؟؟ اور ایمان سے بتائیے گا کہ بریلوی حضرات نے ان دعوتوں میں کتنی بار شرکت کر کے بریانی اور قورموں کی پلیٹوں کا قتل عام کیا؟؟ مطلب یہ کہ تناول فرمایا؟؟؟؟

بات ختم نہیں ہوئی آگے چلیے! یہ مولوی خود لکھتا ہے کہ کتاب چھپنے کے بعد عوام نے ہم سے پوچھا کہ جب یہ سب کچھ فضول ہے تو آخر ہم کس طریقے پر ایصالِ ثواب کریں؟ تو اس نے مندرجہ ذیل طریقہ بتایا:

''کسی دینی مدرسہ میں اپنے مردوں کی طرف سے کوئی تعمیری کام کر ڈالیں، یا تفسیر وحدیث اور فقہ وغیرہ کی ضروری کتابیں خرید کر وقف کر دیں۔

دینی مدارس کے غریب ونادار طلبہ کی کسی بھی طرح امداد کریں، خصوصاً ان کے کھانے کپڑے اور درسی کتابوں کا انتظام کریں یا مدرسوں کے مطبخ میں غلہ وغیرہ دیں۔

دینی کتابیں خرید کر اپنی قریبی لائبریریوں میں وقف کر دیں، تا کہ عوام کی دینی معلومات میں اضافہ ہو۔

اپنے خرچ سے کوئی دینی واصلاحی کتاب چھپوا کر مفت تقسیم کریں، جس سے معاشرے اور عوام کی اصلاح ہو۔

خود یہی کتاب ''دعوت میت'' چھپوا کر زیادہ سے زیادہ مفت تقسیم کریں، تا کہ رسم بد سے مسلمان بچیں اور دیگر کارِ خیر میں حصہ لیں۔ (دعوت میت ص ۱۵،۱۶)

کاش کہ بریلوی حضرات اپنی عوام سے ان تعلیمات پر بھی عمل کروائیں، یاد رہے کہ دعوت میت کے نام سے خان صاحب بریلوی کا یہ رسالہ اب بھی بالکل نایاب ہے، البتہ ان کی فتاویٰ رضویہ قدیم کی جلد چہارم میں مل جائے گا۔

## (۵) مسجد میں پنکھا لگانا ممنوع ہے:

خان صاحب بریلی نے یہ فتویٰ دیا کہ:

اوّلاً ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے کہ مسجد میں فرشی پنکھا لگانا مطلقاً ناپسندیدہ ہے، مدخل الی الشریعۃ میں ہے:

**قد منع علماؤنا رحمهم الله تعالیٰ المراوح اذ ان اتخاذها فی المسجد بدعة۔**

ترجمہ: ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرشی پنکھا مسجد میں لگانا ناجائز کہا ہے، کیونکہ مسجد میں ایسا کرنا بدعت ہے۔

ثانیاً: جب یہ حالت ہے کہ حاجت اصلاً نہیں تو اپنے مال سے بھی جائز نہیں، نہ کہ مالِ وقف سے، قال اللہ تعالیٰ:

**﴿وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾**

ترجمہ: اسراف نہ کرو اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وقال ﷺ: **ان الله تعالیٰ کره لکم ثلثا قیل وقال و کثرة السؤال واضاعة المال۔**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزوں کو ناپسند فرمایا ہے، قیل وقال، بغیر ضرورت سوالات کی کثرت اور مال کا ضیاع۔

ثالثاً: یہ وقف میں صرف جدید کا احداث ہے، جس کی اجازت متولی کو نہیں ہو سکتی، **کما بیّنا۔**

رابعاً: جب طباً اس پنکھے کی ہوا مضر صحت ہو تو اس کا کسی مسلمان کے گھر میں بھی اپنے یا اس کے مال خاص سے بھی لگانا جائز نہ ہوگا، نہ کہ مسجد میں نہ کہ مالِ وقف سے، **کما یاتی۔**

(۳) بیشک مسجد میں ایسی چیز کا احداث ممنوع، بلکہ ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے، تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

**کره وقت حضور طعام تاقت نفسه الیه و کذا کل ما یشغل باله عن افعالها ویخل بخشوعها کائنا ما کان،** ترجمہ: نفس کی خواہش ہو تو کھانے کے وقت نماز مکروہ ہے اور یونہی ہر وہ چیز جس سے نماز میں دل مصروف رہے اور خشوع میں خلل انداز ہو جو بھی ہو۔

نیز شرح تنویر میں ہے: **ولذا تکره فی طاحون،** ترجمہ: اسی لئے چکی خانہ میں نماز مکروہ ہے۔

ردالمحتار میں ہے: **لعل وجهه شغل البال بصوتها۔**

ترجمہ: ہوسکتا ہے اس کی وجہ چکی کی آواز سے دل کی مشغولیت ہو۔

(۴) اس صورت میں وہ پنکھا مطلقاً خود ہی ناجائز ہے، اگرچہ پہلی چار وجہ نہ بھی ہوتیں، تنویر الابصار میں ہے:

**کره ادخال نجاسة فیه فلا یجوز الاستصباح بدهن نجس فیه،** ترجمہ: مسجد میں نجاست کا داخل کرنا منع ہے، اس لئے ناپاک تیل سے مسجد میں چراغ روشن کرنا جائز نہیں۔

(۵) یہ بھی کافی وجہ اس روشنی اور پنکھے کی ممانعت کی ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

**اذا مر احدکم فی مسجدنا اوفی سوقنا ومعه نبل فلیمسك علی نصالها بکفه لا یعقر مسلما۔ رواه البخاری ومسلم وابوداؤد وابن ماجة عن ابی موسی الاشعری رضی الله تعالیٰ عنه۔**

ترجمہ: جب تم ہماری مساجد و بازار سے گزرو تو اپنے نیزوں کے پھالوں کو قابو رکھو، اگر پاس نیزے ہوں تاکہ کسی مسلمان کو نہ لگے، اس کو بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں ﷺ:

**اذا نمتم فاطفؤ السراج فان الفارة تأخذ الفتيلة فتحرق اهل البيت، رواه احمد والطبرانی والحاکم بسند صحیح عن عبدالله بن سرجس والحدیث فی الصحیحین من وجوه۔**

ترجمہ: جب سونے کا ارادہ ہو تو چراغ کو بجھا دو، ممکن ہے کہ چوہیا چراغ کے فتیلہ کو کھینچ کر گھر والوں کو جلا دے، اس کو احمد، طبرانی اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور صحیحین میں یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج۶ص ۳۸۳، ۳۸۴)

پس خان صاحب بریلوی کے نزدیک بجلی سے چلنے والے پنکھے، جو آج تمام مساجد میں لگے ہوئے ہیں، ان کا مساجد میں لگانا ناجائز و بدعت ہے، اس لئے بریلوی حضرات کو فی الفور ان پنکھوں کو اتروا دینا چاہیئے!!!!

## (۶) پینٹ شرٹ پہننے والے بریلوی خان صاحب کے فتوے کی زد میں:

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزی وضع کے کپڑے پہننا کیسا؟ اور ان کپڑوں سے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ہوتی ہے تو بکراہت تحریمی یا تنزیہی یا بلاکسی فساد کے؟؟ بیّنو اتو جروا۔

**الجواب:** انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام سخت حرام اشد حرام اور انہیں پہن کر نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام واجب الاعادہ کہ جائز کپڑے پہن کر نہ پھیرے تو گنہگار مستحق عذاب والعیاذ باللہ العزیز الغفار''۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۳ص ۴۴۲)

اسکول، کالج، دفاتر یا محض شوقیہ پینٹ شرٹ پہننے والے بریلوی حضرات اس فتوے کو بار بار پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ خان صاحب بریلوی نے ان کے پلّے کچھ چھوڑا بھی ہے؟؟؟؟

## (۷) استنجاء کے بعد کپڑے یا ہاتھ سے دبر کو رگڑے:

خان صاحب بریلوی استنجاء کا طریقہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پانی سے استنجاء کے بعد کپڑے سے خوب صاف کرلینا مستحب ہے، کپڑا نہ ہو تو ہاتھ سے یہاں تک کہ خشک ہو جائے''۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج۱ص ۳۳)

حیرت ہے کہ بریلوی حضرات خان صاحب کے اس استحبابی حکم سے آج تک ناواقف ہیں اور ہمارے تتبع کی حد تک کوئی بھی بریلوی اس مستحب پر کاربند نہیں، ویسے خان صاحب کے گھر میں بھی کیا منظر ہوگا، جب کپڑے کی عدم دستیابی کے وقت خان صاحب بریلوی اپنی دبر شریف کو ہاتھ سے رگڑ رگڑ کر صاف کر رہے ہوں گے، یہاں ایک اور مسئلہ بھی ہے کہ اگر کسی کا بایاں ہاتھ ہی نہ ہو یا ہو، مگر شل ہو یا اس پر کوئی زخم ہو تو کیا اس رگڑائی کیلئے کسی دوسرے کی خدمات بھی لی جاسکتی ہیں؟؟؟؟

یاد رہے ہمارا یہ تبصرہ بریلوی اصولوں پر ہے۔ لہٰذا اس پر چیں بجبیں ہونے کی ضرورت نہیں۔

## (۸) حائضہ عورت کا پانی بھی قابلِ وضو ہے:

خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

''حائض ونفساء نے قبل انقطاع دم بے نیت قربت غسل کیا، یہ پانی بھی قابل وضو ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ا، ص ۴۵۶)

اب بریلویوں نے جس قسم کا تبصرہ غیر مقلدین پر کیا، اسی اصول کو سامنے رکھ کر ہم کہتے ہیں کہ کیا ہی منظر ہوگا کہ جب کوئی بریلوئن نہا رہی ہوگی، شرمگاہ اور اس سے بہتے ہوئے حیض کے خون سے مس ہو کر پانی بہہ رہا ہوگا اور بریلوی نیچے کھڑے وضو کر رہے ہوں گے۔

اگر بغیر قربت حائضہ کے دم (خون) والے پانی سے بھی وضو کیا جا سکتا ہے تو بغیر قربت بڑے اور چھوٹے استنجے کے پانی سے بریلویوں کو وضو کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟؟؟؟

اسی لئے ہم عوام کو منع کرتے ہیں کہ ان کی گیارہویں اور محرّم کے شربت سے دور رہا کریں، کیا پتہ کسی بریلوئن کے حیض کا دھوون ملا ہو اور کیا پتہ کسی بریلوئن کے حیض کی سرخی کو ''روح افزا'' کے نام پر آپ کو پلایا جا رہا ہو!!!!

اسی طرح احتیاط اسی میں ہے کہ بریلوی حضرات کے گھر، مساجد، خانقاہوں، مدارس کے پانی سے ہرگز وضو غسل نہ کیا جائے، اس لئے کہ کیا پتہ کسی دیوانے نے اعلیٰ حضرت کے اس مسئلہ پر عمل کرتے ہوئے اپنی گھر کی کسی حائضہ کا دھوون پانی کی ٹنکی میں ڈال دیا ہو!!!!

واقعی رب نے کیا خوب فیصلہ دیا ﴿انما المشرکون نجس﴾ یعنی یہ مشرک ہیں ہی پلید نجس۔

بہرحال! ہمارا مقصود تو ان مسائل کو ذکر کرنے سے یہ ہے کہ نہ معلوم بیچارے خان صاحب بریلوی کے ان مسائل پر عمل کو بریلوی حضرات نے کیوں ترک کر دیا اور کیوں انہیں عوام میں بیان نہیں کیا جاتا؟؟ اب وہ عاشقانِ اعلیٰ حضرت اور سگانِ اعلیٰ حضرت کچھ غیرت کا نام لیں اور آج ہی سے خان صاحب کے اس مسئلہ پر سختی سے عمل درآمد شروع کر دیں کہ آئندہ کوئی بھی حائضہ عورت نہائے تو نہانے کا پانی ایک ٹب میں جمع کر دے، تاکہ بریلوی خانقاہوں، مساجد، مدارس میں اس کو استعمال کیا جا سکے اور یوں ملک پاکستان میں پانی کے بحران پر بھی قابو پایا جا سکے!!!!

## (۹) دلہن کے دھوون میں برکت:

خان صاحب ایک مسئلہ لکھتے ہیں:

''دلہن کو بیاہ کر لائیں تو مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر پانی مکان کے چاروں گوشوں پر چھڑکیں، اس سے برکت ہوتی ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ا، ص ۴۵۵)

یہ ایک ہندوانہ وجاہلانہ رسم وسوچ ہے کہ کبھی دلہن کی جھولی میں فروٹ رکھ دو کہ اولاد ہوگی، کبھی اس کے پیروں کے آگے دودھ رکھ دو اور اب خان صاحب کی طرح اس کے پاؤں کا دھوون چھڑکو، ویسے یہ خان صاحب بھی عجیب انسان تھے، اللہ کے ولیوں، صحیح العقیدہ دیوبندیوں سے جسم چھو جانے پر تو دوبارہ وضو کرنے کو مستحب لکھتے ہیں (فتاویٰ رضویہ، ج ۲) لیکن کبھی حائضہ کے دھوون کو وضو کیلئے استعمال کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں، کبھی دلہن کے دھوون کو برکت کا ذریعہ سمجھتے ہیں واقعی خبیث فطرت خبیث چیز ہی کی طرف مائل ہوتی ہے۔

خان صاحب یہاں برکتوں کیلئے دلہن کا دھوون پیش کر رہے ہیں، لیکن حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ گھروں میں کثرت سے درود پڑھا کرو اس سے برکت ورحمت آئے گی، (ملفوظات، ج ۱۰، ص ۲۸۵)

اس موقع پر رضاخانی شرعۃ الاسلام کا حوالہ دیتے ہیں کہ اس میں ایسا مسئلہ لکھا ہوا ہے۔ تو اول گذارش یہ ہے کہ علمائے دیوبند کے جن فقہی مسائل پر آپ نے اعتراض کئے کیا وہ کتب فقہ میں موجود نہ تھے؟ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ ہمارا یہ طرز الزامی ہے۔ ثانیاً ما قبل میں تفصیل گزر چکی ہے کہ کتاب کے مستند ہونے سے اس کے ہر مواد و مسئلہ کا مستند ہونا ضروری نہیں خان صاحب کے نزدیک تو ہماری کتب میں معتزلہ تک کے مسائل آگئے ہیں۔ ثالثاً شرعۃ الاسلام میں اس کو سنت میں سے کہا گیا ہے جس سے خود خان صاحب بھی متفق نہیں۔ اور اسی کتاب کے متعلق علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کتاب تو بہت نفیس ہے مگر اس میں کئی واہی تباہی احادیث آگئی ہیں۔ اور یہ مسئلہ جس کو سنت سے ثابت کیا جا رہا ہے جس کیلئے حدیث درکار ہے یہ بھی انہی واہی تباہی باتوں میں سے ہے۔

**قد طالعت شرعة الاسلام فوجدته كتابا نفيسا مشتملا على مسائل الفقهية والآداب الصوفية الاانه مشتمل على كثير من الاحاديث المختلقة والاخبار والهية المنكرة۔** (الفوائد البہیۃ ص ۱۶۱، مکتبہ خیر کثیر کراچی)

واقعی پسند اپنی اپنی امام اپنا اپنا!!!!

## (۱۰) چین والی گھڑی:

خان صاحب بریلوی مسئلہ بیان کرتے ہیں:

''اور گھڑی کی چین بھی عام ازیں کہ چاندی کی ہو یا پیتل کی ہاں ڈورا باندھ سکتا ہے''۔

اس ملفوظ پر محشی صاحب لکھتے ہیں:

''گھڑی کی چین کسی دھات کی نہ چاہیئے''۔ (ملفوظات، حصہ سوم، ص ۲۶۶)

مگر آج کل کے بریلویوں کا عمل اس سے یکسر مختلف ہے، گھڑیوں کا کاروبار کرنے والے رضاخانی حضرات کو چاہیئے کہ اس ملفوظ کو دوکان میں لٹکا کر چین والی تمام گھڑیوں کو دریا برد کر دیں، تاکہ آپ حقیقی معنوں میں ''سگانِ کوئے بارگاہِ اعلیٰ حضرت'' کہلائیں!!!!

## (۱۱) نواب احمد رضا خان صاحب مروّجہ عرسوں پر جانے کو پسند نہیں کرتے تھے:

اپنے ایک مرید کو خط لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

''خصوصاً اس طوفان بدتمیزی رقص و مزامیر و سرور میں، جو آج کل جہال نے اعراسِ طیبہ میں برپا کر رکھا ہے، اس کی شرکت میں تو میں عوام رجال کو بھی پسند نہیں رکھتا''۔ (کلیات مکاتیب رضا: ج ۲: ص ۷۵)

مگر افسوس! کہ بریلوی حضرات کبھی اپنے اعلیٰ حضرت کے اس قول پر عمل نہیں کریں گے، کیونکہ یہ عرس ہی تو ہیں، جن میں ملنے والے نذرانوں سے پورے سال کا خرچہ چلانا ہے، آخر یہ عرس ہی تو ہیں جہاں کھل کر بریلوی چرس، شراب، بھنگ پی کر بھنگڑا ڈال سکتے ہیں، آخر یہ عرس ہی تو ہیں جہاں قوم کی بہو بیٹیوں کی عزت تار تار کی جا سکتی ہیں، عرس کے علاوہ مذہب کے نام پر یہ بے حیائی اور کہاں ملے گی؟؟

## ایک ممکنہ تاویل اور اس کا جواب:

ہوسکتا ہے کہ کوئی بریلوی اس مقام پر یہ تاویل کرے کہ اجی! یہ فروعی مسائل ہیں، اس میں اختلاف ہوسکتا ہے اور ہم خان صاحب بریلوی کے ان مسائل کو تسلیم نہیں کرتے، تو ایسے حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ بالکل فروعی مسائل میں اختلاف کی گنجائش ہے، لیکن کیا کیا جائے کہ خود آپ کے اعلیٰ حضرت نے اپنے ساتھ فروعی مسائل میں بھی اختلاف کی گنجائش باقی نہیں رکھی، چنانچہ مرنے سے پہلے موصوف اپنے ماننے والوں کو جو وصیت کرتے ہیں، اس میں یہ وصیت خاص طور پر ہے:

''میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے، اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔'' (وصایا شریف تحریف شدہ ایڈیشن، ص ۱۸، انجمن انوار قادریہ کراچی)

خان صاحب بریلوی نے اپنی اس آخری وصیت میں اپنے ''دین ومذہب'' پر قائم رہنے کو ہر فرض سے اہم فرض قرار دیا اور خان صاحب کے ہاں ''مذہب'' کا لفظ فروعات پر بولا جاتا تھا، اس پر فتاویٰ رضویہ میں بیسیوں حوالے مل سکتے ہیں، ہم یہاں صرف ایک حوالہ نقل کر رہے ہیں، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''ہمارا مذہب حنفی ہے، یوسفی وغیرہ نہیں''۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۱، ص ۱۴۲)

اور فائدہ میں لکھتے ہیں:

''علامہ شامی فرماتے ہیں ہم نے صرف تقلید امام اعظم اپنے اوپر لازم کی ہے، نہ کسی اور کی، ولہذا ہمارا مذہب حنفی کہا جاتا ہے، نہ یوسفی وغیرہ امام ابو یوسف وغیرہ کی نسبت سے''۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۱، ص ۱۴۱)

پس معلوم ہوا کہ خان صاحب بریلوی کے ہاں ''مذہب'' کا لفظ فروعات اور تقلیدی مسائل پر بولا جاتا ہے، اب خان صاحب نے اپنے ''مذہب'' یعنی فروعی مسائل پر قائم رہنے کو ہر فرض سے اہم فرض قرار دیا، لہذا بریلوی عوام وخواص کو خان صاحب کے ان مسائل پر کاربند رہنا ہر فرض حتیٰ کہ نماز روزہ سے بھی زیادہ اہم فرض کا درجہ رکھتا ہے اور اس کے تارک ہونے پر فاسق ومردود الشہادۃ کہلائیں گے!!

## (۱۲) خان صاحب بریلوی کی عجیب وغریب شہوانی نماز اور اس پر دلچسپ بریلوی تبصرہ:

خان صاحب بریلوی اپنی مایہ ناز کتاب میں لکھتے ہیں:

''نماز میں احتلام ہوا اور منی باہر نہ آئی کہ نماز تمام کرلی اس کے بعد اتری تو غسل واجب ہوگا، مگر نماز ہوگئی''۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ج ۱ ص ۱۳۱)

اسی طرح مصنف بہار شریعت لکھتے ہیں:

''نماز میں شہوت تھی اور منی اترتی ہوئی معلوم ہوئی، مگر ابھی باہر نہ نکلی تھی کہ نماز پوری کرلی، اب خارج ہوئی غسل واجب ہوگا، مگر نماز ہوگئی''۔ (بہار شریعت، حصہ دوم، ص ۳۲)

اب اسی قسم کا مسئلہ جب ایک غیر مقلد نے بیان کیا تو اس پر بریلوی حضرات نے کس قسم کا تبصرہ کیا؟ ہم خان صاحب کی مندرجہ بالا عبارت پر اپنی طرف سے کسی قسم کا تبصرہ پیش کرنے کے بجائے رضا خانی تبصرے ہی کو یہاں من وعن نقل کر دیتے ہیں:

### ''وہابیہ کی نماز کا عجیب منظر

وہابی مولوی ابوالحسن لکھتے ہیں:

اسی طرح اگر منی اتر کر ذکر (آلہ تناسل) کے درمیان آوے اور وہ شخص نماز کے اندر ہو، وہ اپنے ذکر کو کپڑے کے اوپر سے پکڑے رکھے اور منی باہر نہ نکلے، یہاں تک کہ سلام پھیرے تو اس کی نماز درست ہو جاتی ہے کہ وہ ہمیشہ پاک ہے، یہاں تک کہ منی باہر نکلے اور عورت کا حکم بھی مانند مرد کے ہے۔

اس عبارت پر مناظر اعظم مولانا محمد عمر اچھروی...... نے (مقیاس وہابیت ص ۵۱۵ پر) جو تبصرہ فرمایا ہے وہ قابل دید ہے''۔

(وہابیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۸)

اب آیئے ذرا مولوی عمر اچھروی کا وہ قابل دید تبصرہ بھی ملاحظہ فرمالیں:

''مسلمانو! اب سناؤ وہابی کی نماز نرالہ تماشہ ہے یا نہیں؟؟

عبادت ہے یا وہابی تھیٹر مسجد ہے یا چڑیا گھر؟............

وہابی نماز میں ذکر پکڑے نماز پڑھ رہا ہو تو دیکھنے والا کیا کہے گا کہ داڑھی ولامشت زنی کر رہا ہے یا نماز ادا کر رہا ہے؟ بھلا مرد نے نماز میں ذکر پکڑ لیا تو عورت کیا کرے گی؟ ہاتھ اندر رکھ لے گی، جب مرد وعورت اکھٹے ایک صف میں کھڑے ہوں عورت نے اندر ہاتھ رکھا ہوا ہو اور مرد نے ذکر پکڑا ہوا ہو، وہابی جماعت ادا ہو رہی ہو، ماشاء اللہ وہابی نمازیوں کو دیکھ دیکھ کر ابلیس بھی مذاق اڑاتا ہوگا کہ یہ کام مجھ سے............

فرمان خداوندی ہے: ﴿ان الصلوۃ تنھی عن الفحشآء والمنکر﴾ ترجمہ: نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔

یہ ہے خدائی نماز کا نمونہ لیکن وہابی نماز برائی اور بے حیائی کا درس دیتی ہے، جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمالیا''۔

(مقیاس حنفیت طبع دوم، ص ۵۱۳، ۵۱۴)

قارئین کرام! ہم نے خان صاحب کی ذاتی سوانح میں اس حوالے کو پیش کیا تو ایک صاحب بہت تلملائے اور بڑے طمطراق سے لکھا:

''پھر امام نووی لکھتے ہیں:

**وکذا لو صار المنی فی وسط الذکر وھو فی الصلوۃ فامسک بیدہ علی ذکرہ فوق حائل فلم یخرج المنی حتی سلم من صلوتہ صحت صلوتہ فانہ مازال متطھرا حتی خرج''۔**

(شرح صحیح مسلم، ج ۳، ص ۲۲۰)

یہاں ہم ترجمہ نقل نہیں کرتے، بس ساجد صاحب کو دعوتِ فکر کرتے ہیں کہ وہ ہمت فرما کر اس پہ حسبِ سابق اپنی (یاوہ گوئی) کو دہرائیں، اگر نہ دہرا پائیں تو کم از کم شرم سے ڈوب کر ضرور مر جائیں''۔ (کنز الایمان اور مخالفین، ص ۱۱۶)

ساجد صاحب کو تو اس کا ترجمہ کرنے کی اس لئے ضرورت نہیں کہ اس کا ترجمہ کم وبیش وہی ہے، جو غیر مقلد نے مسئلہ کی صورت میں بتلایا یعنی:

''اسی طرح اگر منی اتر کر ذکر (آلہ تناسل) کے درمیان آوے اور وہ شخص نماز کے اندر ہو، وہ اپنے ذکر کو کپڑے کے

اوپر سے پکڑے رکھے اور منی باہر نہ نکلے، یہاں تک کہ سلام پھیرے تو اس کی نماز درست ہو جاتی ہے کہ وہ ہمیشہ پاک ہے یہاں تک کہ منی باہر نکلے۔"

ہمیں دعوتِ فکر دینے کے بجائے یہ دعوتِ فکر تو انہیں اپنی اس کتاب کی تائید وتصدیق کرنے والی "جماعت رضائے مصطفیٰ" اور اس پر کلمات تکریم وتبریک لکھنے والے سید سراج اظہر ومحمد ہاشمی رضوی کو دینی چاہیئے، مزے کی بات کہ ان کی کتاب پر بھی وہابیت کے بطلان کا انکشاف کے مؤلف کاشف اقبال صاحب کی تقریظ موجود ہے، لہٰذا کاشف اقبال صاحب بمع ٹبر سمیت کو دعوتِ فکر دیں کہ وہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی اسی طرح کی (یاوہ گوئی) کریں جس طرح اس وہابی پر کی، اگر نہیں کر پائے اور یقیناً نہیں کر پائیں گے تو کم از کم آپ لوگوں کو شرم سے چلّو بھر پانی میں ڈوب کر ضرور مر جانا چاہیئے!!!!

## (۱۳) عورتوں کی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے:

ایک بریلوی مناظر وہابیوں پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"منی پاک ہے اور اسی طرح عورت کی شرمگاہ کی رطوبت بھی پاک ہے۔

وہابیوں نے منی آئس کریم کا ذائقہ دوبالا کرنے کیلئے اپنی وہابنوں کی شرمگاہوں کی رطوبت کو بھی پاک کر دیا ہے"۔

(وہابیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۰)

حالانکہ یہی فتویٰ خان صاحب بریلوی کا بھی ہے:

"شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے"۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱، ص ۵۷۶)

حالانکہ بہارِ شریعت کے مصنف خان صاحب بریلوی کے خلیفہ بھی اس رطوبت کو پاک لکھتے ہیں، چنانچہ انہوں نے مسئلہ بیان کیا:

"عورت کے پیشاب کے مقام سے جو رطوبت نکلے، پاک ہے کپڑے یا بدن پر لگے تو دھونا کچھ ضروری نہیں"۔

(بہار شریعت، حصہ دوم، ص ۸۴، شیخ غلام علی اینڈ سنز)

اس کتاب پر خان صاحب بریلوی کی تقریظ موجود ہے اور اس کا نام بھی خود خان صاحب نے تجویز کیا، اس کے مسائل کی توثیق خان صاحب بریلوی نے یوں کی:

"الحمدللہ مسائل صحیحہ رجیحہ محققہ منقحہ پر مشتمل پایا، آج کل ایسی کتاب کی ضرورت تھی کہ عوام بھائی سلیس اردو میں صحیح مسئلے پائیں اور گمراہی واغلاط کے مصنوع وملمع زیوروں کی طرف آنکھ نہ اٹھائیں۔" (تقریظ اعلیٰ حضرت، حصہ سوم، ص ۱۵۲)

اب وہابی تو آئس کریم کا مزہ دوبالا کرنے کیلئے اس رطوبت کو پاک کہتے ہیں، کوئی بریلوی بتانا پسند کرے گا کہ اہلِ بدعت بریلویہ نے کونسا مزہ دوبالا کرنے کیلئے اس رطوبت کو پاک لکھا ہے؟؟؟؟

نیز بریلوی فقیہ الہند مفتی شریف الحق امجدی لکھتا ہے کہ شرمگاہ کی رطوبت کا پاک ہونا یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔

(ملخصاً تحقیقات، ص ۳۸۶)

اب مفتی شریف الحق امجدی ہی کی زبانی:

بریلویو! کیا امام اعظم اور دوسرے اجلّۂ فقہائے حنفیہ علیہم الرحمۃ والرضوان کے بارے میں بھی یہ جسارت کروگے کہ شرمگاہ کی تری پاک ہے تو اسے چاٹو؟

## (۱۴) بحالتِ روزہ انگلی شرمگاہ میں اور بریلوی تبصرہ:

ایک بریلوی مناظر غیر مقلد پر برستے ہوئے لکھتا ہے:

''عورت نے اپنی انگلی اپنی شرمگاہ کے اندر داخل کی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

حالت روزہ میں وہابی نجدی مولویوں نے مزے لینے کیلئے اپنی وہابنوں کو بھی طریقے سکھائے، تاکہ جس طرح ہم اپنی دبروں میں انگلیاں لے لے کر مزے اٹھاتے ہیں، ہماری وہابنیں بھی کہیں محروم نہ رہ جائیں، وہ بھی اپنی انگلیاں اپنی شرمگاہوں میں لے کر مزے اڑائیں اور طرح طرح کے لطف اٹھائیں''۔

(وہابیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۷)

یہی مسئلہ خان صاحب بریلوی کی مصدقہ کتاب میں بھی موجود ہے:

''خشک انگلی پاخانہ کے مقام میں رکھی یا عورت نے شرمگاہ میں تو روزہ نہ گیا''۔ (بہار شریعت، حصہ پنجم، ص ۷۹، جلد دوم، ص ۵۸۵)

امید کرتے ہیں کہ بریلوی حضرات غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس پر بھی وہی تبصرہ کریں گے جو وہابنوں پر کیا، بس وہابنوں کو ہٹا کر ''بریلوئن'' یا ''بریلوی عورتیں'' کردے۔

باقی جو اوپر مسئلہ میں ''خشک انگلی پاخانہ یعنی دبر کے مقام پر رکھی یعنی اندر ڈالی اور اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹا'' تو اس مسئلہ پر بھی تبصرہ بریلوی مناظر کے قلم سے ملاحظہ ہو:

''روزے کی حالت میں وہابیوں (اب یہ ترمیم بھی کردیں ''بریلویوں'' ساجد) کو مزے لینے کیلئے کیسی کیسی اٹکھیلیاں سوجھتی ہیں''۔ (وہابیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۷)

## (۱۵) بریلوی مذہب میں مشت زنی اور اس پر اچھروی تبصرہ:

مولوی عمر اچھروی اپنی بھیانک ذہنیت کا ثبوت دیتے ہوئے غیر مقلدین کے ایک درست مسئلہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''وہابی فرقہ میں مشت زنی واجب ہے..... حاصل کلام یہ ہے کہ مشت زنی یا کسی سخت چیز سے رگڑ کر منی بہانا قوتِ شہوانی کے وقت مباح ہے، خاص کر جب فاعل کو گناہ میں پڑنے کا خطرہ ہو............

اب وہابی ٹوٹکہ سنا دیتا ہوں ثابت ہوتا ہے کہ وہابی کی قوتِ باہ بڑی طاقتور ہے، منکوحہ سے تجاوز کر کے اپنے نطفے کی لڑکی سے نکاح کر لیتا ہے، پھر بھی قوتِ شہوانی غالب ہے تو پھر ساس سے صحبت کرتا ہے، پھر بہو کے ساتھ پھر نانی دادی سے بھی نکاح کر لیتا ہے کبھی اوروں سے تجاوز کر کے پھر بھی پر نہیں کر پاتا تو کہتا ہے مشت زنی بھی واجب ہے، معلوم ہوا کہ وہابی مذہب میں دنیا کی

کوئی ایسی برائی نہیں، جو اس مذہب میں داخل نہ ہو"۔

(مقیاسِ وہابیت، ص ۵۸۳، ۵۸۴)

اور کچھ آگے لکھتے ہیں:

''مشت زنی کرواور کراؤ تاکہ وہابی نامرد ہوجائیں اور وہابی ملاؤں کا کام بنے"۔ (مقیاسِ وہابیت، ص ۵۸۵)

حالانکہ غلبۂ شہوت کے وقت مشت زنی کی اجازت شامی و بحرالرائق اور دیگر کتب فقہ میں موجود ہے، میں یہاں صرف خان صاحب بریلوی کا حوالہ نقل کروں گا ملاحظہ ہو:

حدیث میں ہے: **ناکح الید ملعون** جلق لگانے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، ہاں! اگر کوئی شخص جوان تیز خواہش ہو کہ نہ زوجہ رکھتا ہو، نہ شرعی کنیز اور جوشِ شہوت سخت مجبور کرے اور اس وقت کسی کام میں مشغول ہوجانے یا مردوں کے پاس جا بیٹھنے سے بھی دل نہ بٹے، غرض کسی طرح وہ جوش کم نہ ہو، یہاں تک کہ یقین یا ظن غالب ہوجائے کہ اس وقت اگر یہ فعل نہیں کرتا تو حرام میں گرفتار ہوجائے گا تو ایسی حالت میں زنا و لواطت سے بچنے کے لئے صرف بغرضِ تسکین شہوت نہ کہ بقصد تحصیلِ لذت و قضائے شہوت، اگر یہ فعل واقع ہو تو امید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مواخذہ نہ فرمائے گا، پھر اس کے ساتھ ہی واجب ہے کہ اگر قدرت رکھتا ہو فوراً نکاح یا خریداری کنیز شرعی کی فکر کرے، ورنہ سخت گنہگار و مستحق لعنت ہوگا، یہ اجازت اس لئے نہ تھی کہ اس فعل ناپاک کی عادت ڈال لے اور بجائے طریقہ پسندیدہ خدا اور رسول اسی پر قناعت کرے، طریقہ محمدیہ میں ہے:

**اما الاستمناء فحرام الا عند شروط ثلثة ان یکون عزبا وبه شبق وفرط شهوة (بحیث لو لم یفعل ذلك لحملته شدة الشهوة علی الزناء او اللواط والشرط الثالث ان یرید به تسکین الشهوة لا قضاءها [1] اھ مزیدا من شرحها الحدیقة الندیة۔**

ترجمہ: مشت زنی حرام ہے، مگر تین شرائط کے ساتھ جواز کی گنجائش ہے: (۱) مجرد ہو اور غلبۂ شہوت ہو۔ (۲) شہوت اس قدر غالب ہو کہ بدکاری زنا یا لونڈے بازی وغیرہ کا اندیشہ ہو۔ (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ اس سے محض تسکین شہوت مقصود ہو نہ کہ حصولِ لذت۔ طریقہ محمدیہ کی عبارت مکمل ہوگئی، جس میں اس کی شرح حدیقہ ندیہ سے کچھ اضافہ بھی شامل ہے"۔

(فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۲۲، ص ۲۰۲)

اب مشت زنی کا جواز تو خان صاحب بریلوی بھی لکھ رہے ہیں تو کیا بقول بریلوی غزالی و رازی زماں عمر اچھروی خان صاحب پر بھی شہوت اتنی غالب تھی کہ جائز طریقوں سے پوری نہیں ہو رہی تھی اس لئے کہا کہ بریلویو! مشت زنی کرو اور کراؤ!!!!

اور خان صاحب نے جس طرح شہوت سے مغلوب ہو کر اپنا انگرکھا پھاڑ ڈالا تھا، جس کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے، اس سے کچھ بعید بھی نہیں کہ خان صاحب نے یہ مسئلہ خاص اپنے لئے ہی لکھا ہو، یاد رہے کہ ہمارا یہ تبصرہ اچھروی ذوق کے جوابِ آں غزل کے طور پر ہے، اس لئے اس پر چیں بجبیں ہونے کی ضرورت نہیں!!!!

## (۱۶) نماز میں بوس و کنار (چوما چماٹ):

نواب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''مرد نماز میں ہو اور عورت بوسہ لے اور اس سے مرد کو خواہش پیدا ہو، نماز جاتی رہے گی اور عورت نماز میں ہو اور مرد بوسہ لے تو نماز نہ جائے گی''۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ۱، ص ۷۶ و فہرست، ص ۹۲۲)

اب اس پر رضاخانی ترجمان کا تبصرہ ملاحظہ ہو:

''وہابی مولویوں نے اپنے وہابی اور وہابنوں (اس میں بریلوی عورتوں کا بھی اضافہ کر دیں، ساجد) کی شہوت رانی کے کیسے کیسے گر بتائے ہیں اور اتنی کھلی چھٹی دی ہے کہ حالت نماز میں بھی تم وہابنوں (بریلوی عورتوں، ساجد) کے ساتھ ایسی غلیظ حرکتیں کرتے رہو تو کوئی فرق نہیں پڑتا، نہ نماز ٹوٹے گی نہ وضو ٹوٹے گا''۔ (وہابیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۶)

## ممکنہ تاویلات:

یہ سب باتیں الزاماً کہی گئی ہیں۔

جواب: الزامی جواب کی تعریف ایک رضاخانی یوں کرتا ہے:

''الزامی جواب میں مخالف کے سوال یا موقف سے جو نقض وارد ہوتے ہیں وہ بھی اکثر جواباً پیش کر دیے جاتے ہیں''۔

(ردِّ اعتراضات، ص ۳۰۹)

لہٰذا اگر اس کو الزاماً مان لیا جائے تو اس کا تو مطلب ہے کہ خان صاحب بریلوی نے جتنے مسائل بیان کئے ہیں، ان سب پر یہ سب نقض وارد ہو رہے ہیں اور یہی ہمارا مقصود ہے، لہٰذا اسے تحقیقی کہو یا الزامی دونوں صورتوں میں چونکہ ان مسائل پر یہ نقد وارد ہو رہے ہیں، لہٰذا رضاخانی اسے تسلیم کریں!!!!

پھر مولوی عمر اچھروی نے ان میں سے اکثر مسائل کے ردّ میں قرآن و حدیث سے استدلال کیا، اس کا مطلب ہے کہ ان پر یہ ردّ محض الزاماً نہیں بلکہ تحقیقاً کیا جا رہا ہے۔

خود عمر اچھروی ان مسائل پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''اب ان کی نماز کے مسائل عرض کرتا ہوں، جس سے مسلمانوں کو ان کی ظاہری نمازوں کا حال واضح ہو جائے گا''۔

(مقیاسِ وہابیت، ص ۵۰۰)

اس کا مطلب ہے کہ عمر اچھروی یہ سب الزاماً نہیں کہہ رہا ہے، بلکہ تحقیقاً پیش کر رہا ہے، تاکہ مسلمان ان کی ظاہری نماز کی حالت و مسائل سے واقف ہو کر ان پر لعنت بھیجیں اور حقیقی مسائل پر کاربند ہوں، الزام فریق مخالف پر پیش کیا جاتا ہے اپنے ہی ہم عقیدہ ''مسلمانوں'' پر نہیں، ان پر تو قرآن و حدیث کا مسئلہ پیش کیا جاتا ہے!!!!

مولوی کاشف اقبال صاحب نے بھی ان مسائل پر ''وہابی فقہ''۔ (وہابیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۵۴) کا عنوان لگایا ہے، اس کا مطلب ہے کہ یہ مسائل ہیں ہی وہابی فقہ کے، لہٰذا خان صاحب ان کو اپنی کتب میں ذکر کر کے وہابی ہوئے!!!!

ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک رضاخانی نے مجھے کہا کہ یہ سب اعتراضات عمر اچھروی صاحب کے ''تفردات'' ہیں۔

جواب: اس سلسلے میں اصولی گذارش یہ ہے کہ مولوی عمر اچھروی مذہب رضاخانیت کے ترجمان، رازی زماں وغزالی دوراں ہیں، کسی موجودہ ٹٹ پونجیئے رضاخانی کی کیا اوقات کے ان کے اقوال کو اپنی ذاتی تحقیق پر ''تفردات'' سے تعبیر کرے؟ اگر اسی کا نام جواب ہے تو ہم کہتے ہیں کہ رضاخانی اکابر کے ان اقوال کو تفرد کہنے والے کا قول خود اس کا ''تفرد'' ہے، لہذا پہلے یہ لوگ اپنی تصنیفات و اقوال پر اپنے مسلک کی اس کیبنٹ سے جو تفرد و مسلکی موقف کا فیصلہ کرتی ہے، یہ لکھوا کر لائے کہ ان حضرات کی تمام کتب اور اقوال ہمارے مسلک کی ترجمانی ہے، اس کے بعد ہم ان سے کوئی بات کریں گے، اس لئے کہ اس کی کیا گیارنٹی ہے کہ کل کو کوئی ان کے اقوال کو بھی ''تفرد'' کہہ کر نہیں جھٹلائے گا؟

اپنے اکابر کے ان اقوال کو ''تفرد'' کہنے والوں کی تو اپنی یہ اوقات ہے کہ ان کی کتب پر ان کے مسلک کے مستند و نامی گرامی اکابر تقریظ و تائید تک لکھنے کو تیار نہیں تو ان کی کیا اوقات کہ مولوی عمر اچھروی، مولوی غلام مہر علی، مولوی ابو الخیر زبیر حیدر آبادی، مولوی کاشف اقبال وغیرہم کے اقوال کو ''تفردات'' کہیں؟

یہ کہنا کہ ابن تیمیہ کے فلاں فلاں مسئلہ کو بھی تو تفرد کہا گیا تو جناب من اس کو تفرد کہنے والے امت مسلمہ کے جید علماء کرام ہیں اور وہ واقعۃً ابن تیمیہ کے تفردات ہیں، ان کے یہ تفردات امت مسلمہ میں کسی مقتدر شخصیت کا نظریہ نہیں رہا لیکن ابن تیمیہ کے تفردات سے یہ کہاں لازم آیا کہ تمہارے یہ اقوال بھی تفرد کہلائیں؟

ابن تیمیہ کے تفردات کی نشاندہی کرنے والے بھی امت مسلمہ کے جید اکابر ہیں، گلی کوچے کے بقول خان صاحب بریلوی ''مخنث'' نہیں، لہذا پہلے اپنے مسلک کے ان اکابر (جن کے قول و فعل کو مسلک میں استناد کا درجہ حاصل ہے) سے لکھوا کر لاؤ کہ ہم نے جن جن علماء کے اقوال کو تفرد کہا ہے، وہ واقعۃً تفرد ہیں، یہ ہمارا مسلکی موقف نہیں، اس کے بعد کوئی بات ہوگی، اس وقت تک آپ کا یہ ''تفرد'' کا قول خود ''تفرد'' ہے!!!!

پھر یہ تفرد کہنے والا قول جس رضاخانی کا بتلایا جا رہا ہے، اس کی اپنی کتاب میں ہے:

''میری کوئی تحریر جو اسلام کے بنیادی اصولوں یا علمائے امت کی تحقیق کے برعکس ہو، میں پیشگی اس سے رجوع کرتا ہوں''۔

(ردّ اعتراضات، ص ۱۱)

اب جواب دیں، یہ جن علماء کے اقوال ہم نے ذکر کئے، یہ آپ کے مسلک کے علماء ہیں یا نہیں؟؟ اگر ہاں اور یقیناً ہاں!......تو ان کی ''تحقیق'' کو آپ ''تفرد'' کہہ کر ان کی ''تحقیق'' کے ''برعکس'' بات کر رہے ہیں، لہذا اپنے اس ''تفرد'' والے ''قول تفرد'' سے پیشگی رجوع کریں۔

پھر جب کسی دیوبندی کی طرف منسوب کرکے اسی قسم کے اعتراضات آپ کے مفتی صاحب نے پیش کئے تو اسے اس دیوبندی کا ''تفرد'' بتلانے کے بجائے اسے

''دیوبندیوں کا فقہ حنفی سے ارتداد'' (تحقیقات، ص ۳۶۹)

کہا تو جناب آپ کے ہاں یہ ''تفرد'' نہیں بلکہ ''ارتداد'' کہلاتا ہے۔

پھر اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں کہ مولوی عمرا چھروی اور مولوی کاشف اقبال رضاخانی اسے فریق مخالف کے رد میں بیان کر رہے ہیں۔ اب آپ جواب دیں کہ دوسرے مسلک کے ساتھ جب ردّ و قدح کی بات ہوتی ہے تو اس کے سامنے مسلک کا اجتماعی موقف رکھا جاتا ہے یا ذاتی تفردات؟؟؟؟

کل کو دیوبندی بریلوی کا مناظرہ ہوگیا تو کیا بریلوی وہاں اپنے مسلک کی ترجمانی کرے گا یا اپنے ذاتی تفردات بیان کرے گا؟ یا مثلاً کل کو کوئی رضاخانی کسی دیوبندی کتاب کا جواب لکھنے بیٹھ جائے تو اپنے ذاتی تفردات ذکر کرے گا یا اس کتاب میں اپنے مسلک کا موقف پیش کرے گا؟

پھر خود کاشف اقبال رضاخانی عمرا چھروی کے ان ردود کو پڑھنے کی تلقین کر رہے ہیں، اس کا مطلب ہے کہ یہ تفرد ہرگز نہیں، تفردات کو ردّ کیا جاتا ہے، نہ کہ عوام کو اسے پڑھنے کی تلقین کی جاتی ہے، پھر مولوی عمرا چھروی کے متعلق آپ کے مسلک اور مولوی کاشف اقبال رضاخانی کے متعلق بعض رضاخانیوں کا نظریہ ہے کہ یہ ''ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت، ترجمان اہلسنت'' ہیں تو ترجمان مسلک و مذہب کی ترجمانی کرتا ہے یا اپنے ذاتی موقف و تفرد کو پیش نہیں کرتا ہے؟؟؟!!!!

غرض تفرد تفرد کی رٹ محض گلوخلاصی ہے، رضاخانی حضرات کے پاس ہماری اس مضبوط گرفت کا کوئی جواب نہیں!......اسی لئے اسے تفرد کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کر رہے ہیں!!!!

ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''مولانا کوثر نیازی صاحب کا یہ بیان آغا شورش کاشمیری کے ہفت روزہ چٹان ۔۔۔ میں شائع ہوا اور شائع ہونے کے بعد اکابر و اصاغر کے ہاتھوں تک پہنچا، مگر عمائدین دیوبند میں سے کسی نے بھی اس واقعہ کی تردید نہیں کی، حالانکہ اس وقت تھانوی صاحب کے کافی خلفا و تلامذہ اور متوسلین و معتقدین زندہ موجود تھے۔ اور نہ ہی کسی نے کوثر نیازی صاحب کی دیوبندیت پر انگشت اعتراض اٹھایا، کافی عرصہ خاموش رہنے کے بعد خالد محمود صاحب اپنے اندازے، رائے اور قیاس سے اس کو جھوٹا قرار دے رہے ہیں، حالانکہ اس حوالے کو جھوٹا ثابت کرنا ہوتا تو اس وقت اخبار و رسائل میں تردید کی جاتی، مگر ایسا نہ ہوا''۔

(کشف القناع، ج ۱، ص ۲۱۳)

ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

''یہ کتاب منظور نعمانی کی زندگی ہی میں شائع ہوئی تھی، مگر منظور نعمانی صاحب نے کبھی بھی اس مضمون سے اپنی برات اور بیزاری کا اعلان نہیں کیا، اگر چہ انہیں موقع بھی میسر تھا اور ایک رسالہ کی ادارت بھی حاصل تھی، مگر کبھی بھی اس نے اس مضمون کی تردید میں ایک حرف تک نہیں لکھا، جس کا مطلب یہی ہے کہ یہ سارا کام اس کے ایما و اشارہ اور رضا کے ساتھ سرانجام پایا''۔

(کشف القناع، ج ۱، ص ۲۷۷)

تو اگر یہ تفردات تھے تو رضاخانی مذہب کو اس کی تردید کرنی چاہئے تھی کہ یہ ہمارا مسلک نہیں مگر ان کا یہ سکوت خود ان کے اصول پر دلیل تائید است اور ثابت ہوا کہ رضاخانی ٹبر کی ایما پر ہی ان لوگوں نے یہ سب کچھ لکھا۔ اسی طرح یہ رضاخانی لکھتا ہے:

''اب ایک طرف تو دیوبندی مذہب کی بھاری بھرکم شخصیت مفتی اعظم پاکستان ابن مفتی اعظم پاکستان اور دیوبندی شیخ الاسلام کے بھائی ہیں دوسری جانب گھڑوی صاحب کے غیر معروف چیلے چانٹے ہیں، اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ کس کی بات کو ترجیح ہونی چاہئے!! ظاہر ہے کہ جو دیوبندیت کے مفتی اعظم پاکستان ہیں وہ فہم و فراست عقل و دانائی اور سمجھ بوجھ میں ان چیلوں چانٹوں سے زیادہ ہی ہوں گے جو پڑھتے کم تھے اور گھڑوی کے پاؤں زیادہ دباتے تھے''۔

(کشف القناع، ج ا،ص ۲۶۸)

اب ایک طرف رضاخانیوں کا غزالی زماں، رازی دوراں، اور ترجمان اور دوسری طرف مظفر حسین شاہ کے جاہل فاسق داڑھی منڈے چیلے چانٹے جن کو عربی کی ایک سطر پڑھنے نہیں آتی اور ساری زندگی اس جعلی پیر کے پیر دبانے میں گزار دی تو فیصلہ آپ ہی کریں کہ کس کی بات کو ترجیح حاصل ہوگی؟

## (۱۷) کرکٹ کھیلنا حرام ہے:

مسئلہ: زید کرکٹ کھیل رہا تھا، زید نے بکر سے کہا آؤ آپ بھی، تو بکر نے جواب میں کہا بارک اللہ، دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکر کا ایسے مقام پر بارک اللہ کہنا کس جرم میں محمول ہوگا؟

الجواب: بکر پر توبہ و تجدید ایمان، تجدید نکاح لازم ہے۔ کرکٹ کھیلنا حرام ہے اور کسی حرام کرنے پر بارک اللہ کہنا کفر صریح۔

(فتاویٰ شارح بخاری، ج ۲،ص ۲۸۹)

لہٰذا اس وقت تمام پاکستانی نوجوان حرام کار ہیں، نیز وہ کھلاڑی جو کھیل جیتنے پر سجدۂ شکر یا اللہ کا شکر کرتے ہیں جن میں سرِ فہرست خود رضاخانی ہیں وہ بھی رضاخانی فتوے سے کافر و دائرہ اسلام سے خارج ہیں، لہٰذا جلد سے جلد دوبارہ کلمہ پڑھ کر تجدید ایمان و نکاح کریں، معاذ اللہ!!

## (۱۸) ہر طرح کا کھیل حرام ہے:

خان صاحب کے قائم کردہ مرکز کا فتویٰ ہے:

''کھیل جس طرح کا ہو مطلقاً ناجائز و حرام ہے اور روزے کی حالت میں اشد حرام ہے اور بے شک ان کی وجہ سے روزہ مکروہ ہوجاتا ہے''۔

(فتاویٰ بریلی شریف،ص ۲۶۰، ۲۶۱)

## (۱۹) خنزیر و پیشاب ملا ہوا پانی رضاخانی مذہب میں بالکل پاک وصاف:

ایک رضاخانی ''**گندگی والا پانی پاک ہے**'' کا عنوان قائم کر کے فقہ حنفی کے ایک مسئلہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''سوال: تالاب دہ (۱۰) در دہ بہت زیادہ قریب بستی کے ہے، ہاں بستی کو اس کے اطراف و جوانب میں بول براز کا بھی اتفاق ہوتا ہے۔ برسات میں اگر پُر نہ ہو اور باڑ ٹوٹ پھوٹ کر بھی نہ نکلا ہو اس صورت میں طاہر ہے یا غیر طاہر؟ الخ

جواب: یہ تالاب پاک ہے اگر چہ باہر نہ نکلا ہو۔(فتاویٰ رشیدیہ،ص ۲۷۲)''۔

(دیوبندیت کے بطلان کاانکشاف،ص ۱۹۳)

نوٹ: یہ اعتراض اس نے''دیوبندی مذہب،ص ۱۸۴'' سے سرقہ کیا ہے۔

اس مسئلہ پر اعتراض کرنا بھی رضاخانیوں کی شرعی مسائل سے بدترین جہالت کی دلیل ہے۔جس مسلک کے ترجمان ومناظر اس قدر جاہل ہوں اس مسلک کا عام آدمی جہالت کی کس سطح پر ہوگا اس کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔اس صورت میں یہ تالاب ماء جاری کے حکم میں ہے اور یہ واقعی ناپاک نہیں ہوتا،صاف وضاحت بھی موجود ہے کہ بول و براز تالاب کے جوانب میں کیا جاتا ہے نہ کہ تالاب میں اور بارش میں پانی کا تالاب میں جانا یقینی بھی نہیں۔

اگر رضاخانیوں کو اس مسئلہ پر اعتراض ہے تو باصول فرقہ رضاخانیہ ایسا گندہ غلیظ پانی پینے کا حکم خود خان صاحب نے بھی دیا:

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حوض دہ دردہ میں کتا یا سور پانی پی گیا ہو،آیا اس سے وضوء یا پینا چاہیئے یا پیشاب پاخانہ پھر گیا ہو پاک رہا یا نہیں؟

الجواب:......ظاہر الروایۃ کا ماحصل یہ ہے کہ جہاں نجاست پڑی ہے اور ظن غالب ہو کہ ایسی جگہ وضوء کیجئے تو اتنی دور کا پانی فوراز یروزبر نہ ہونے لگے گا تو وہاں کا پانی ناپاک نہ ہوا،اس سے وضوء وغیرہ سب جائز ہے......ائمہ متاخرین نے اسے دہ دردہ سے اندازہ فرمایا اور تیسرا آب جاری کے حکم میں قرار دیا کہ جمیع جوانب سے وضوء وغیرہ رَوا جب تک پانی نجاست کا اثر نہ لے لے''۔

اور فائدہ میں لکھا ہے:

''ساڑھے سات گز مربع حوض میں کسی بچہ نے پیشاب کر دیا ناپاک نہ ہوگا''۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم،ج ا،ص ۲۵۷)

سائل نے پوچھا تھا کہ حوض دہ دردہ ہے،اس میں خنزیر کتے نے پی لیا یا پیشاب پاخانہ کر دیا تو احمد رضا خان صاحب نے دہ دردہ کو ماء جاری کے حکم میں قرار دیا اور ماء جاری میں اس قسم کی نجاست کے متعلق لکھتے ہیں:

''آب جاری تو بالاجماع نجس نہیں ہوتا''۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم،ج ا،ص ۲۵۷)

اگر رضاخانی معترض میں ذرہ برابر غیرت ہوگی جس کی ہمیں کوئی امید نہیں تو اس خنزیر و کتے کے پیشاب ملے ہوئے دہ دردہ حوض میں ڈوب مرے گا!!!!

## (۲۰) خان صاحب بریلوی سود کو حلال کرتے ہوئے:

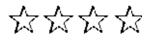
ایک معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی جانتا ہے کہ سود کہتے ہیں **کل قرض جری علیه النفع** ہر وہ قرض جس پر نفع حاصل ہو،اب خان صاحب کا فتویٰ ملاحظہ ہو:

''اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے سوال ہوا کہ گورنمنٹ قرض کا جو منافع دیتی ہے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

تو اعلیٰ حضرت...... نے جواب دیا کہ سود کی نیت سے لینا جائز نہیں، اگر یہ تصور کر کے لے کہ ایک جائز مال برضائے مالک بلا عذر و بدعہدی مل رہا ہے تو لینا جائز ہے، مگر اہلِ تقویٰ اور دینی پیشواؤں کو ناواقفوں کی جانب سے سودخوری کی تہمت کا اندیشے کے باعث اس سے بچنا چاہیئے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۷، ص ۱۲۳)"۔

(جدید مسائل پر علما کی رائیں اور فیصلے، ج ۱، ص ۱۵۱، مرتب مفتی نظام الدین برکاتی، باہتمام مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ)

لیجیئے! خان صاحب تو صریح سود جس کو عوام بھی سود ہی سمجھتی ہے اسے بھی اس نیت سے لینے کو جائز کہہ رہے ہیں کہ مالک کی رضا سے مل رہا ہے، ہاں عوام کہیں ہمیں سودخور نہ سمجھے اس لئے بچنا چاہیئے، لیکن چھپ چھپا کے مل جائے تو بالکل ہڑپ کر جانا چاہیئے، معاذ اللہ! کیا اس صریح سودخوری پر کوئی رضاخانی لب کشائی کرے گا؟ خان صاحب کے اس فتوے کی رو سے اگر حکومت شراب دے تو بتاویل رضائے مالک وہ بھی حلال ہو جائے گی؟ لیکن عوام کے شراب خوری کے طعنہ کے اندیشے سے بس خان صاحب جیسے لوگوں کو بچنا چاہیئے، معاذ اللہ!!!!



# باب ہفتم

# خان صاحب بریلوی کے ماننے والوں کی موجودہ افسوسناک حالت

اس باب میں اس موضوع پر بحث کی جائے گی کہ بریلوی حضرات نے نواب احمد رضا خان صاحب کی اتباع کر کے اور ان کا مذہب قبول کر کے کیا کھویا کیا پایا؟؟ اور خان صاحب بریلوی جن لوگوں کو ساری زندگی کافر گستاخ کہتے رہے، انھوں نے اس دین کی کس طرح خدمت کی!!!!

## خان صاحب بریلوی کے ماننے والوں کی موجودہ افسوسناک حالت

یہ باب دراصل ہم نے فیض احمد اویسی صاحب کے اس دعوے کی حقیقت کھولنے کیلئے قائم کیا کہ:

''عاشق رسول حضرت فاضل بریلوی کے خلفا و تلامذہ بھی ان کے مکتب عشق سے نکلے تو اکناف ہند میں پھیل کر اس نرالی اور انوکھی تعلیم کا اس طرح چرچا کیا کہ دلوں کا عالم زیروزبر ہونے لگا۔ روح وجد کر اٹھی، مسلم آبادیوں میں عشق مصطفی کے پرچم لہرانے لگے اور تقدیس رسالت کی ایسی تحریک چلائی کہ عظمت مصطفی ﷺ کی طرف مبغوض نگاہیں اٹھانے والے خود اپنی ہی نظر میں ذلیل وخوار ہو گئے اور مسلم معاشرے میں انہیں نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ دیوانگان رسول سود وزیاں سے بے نیاز ہو کر پیغام عشق کو عام کو تام کرتے رہے۔ جس سے دیدہ و دل ان کیلئے فراش راہ ہو گئے اور ہر طرف سے ملی جلی آواز ابھرنے لگی ایسا عاشق رسول مقبول تو دیکھنے میں نہیں آیا''۔

(شرح حدائق بخشش، ج ۲، ص ۷۸۵)

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ خان صاحب بریلوی اور ان کے بعد ان کے متبعین نے ساری زندگی قرآن وحدیث کی خدمت کرنے والے اور دنیا کے کونے کونے تک رسول اللہ ﷺ کے دین کا پیغام پہنچانے والے علمائے احناف دیوبند **کثّرالله سوادهم** پر کفر کے فتوے لگائے،

خان صاحب نے جس طرح اپنی زندگی ان اسلام دشمن کاموں میں صرف کی ان کی وفات کے بعد ان کی جماعت بھی اسی ڈگر پر چل پڑی، کیونکہ خان صاحب نے اپنے ماننے والوں کو آخری وصیت اسی بات کی کی تھی کہ اس افتراق و انتشار کے بیج کو سیراب کر کے تناور درخت بنانا، یہی وجہ ہے کہ خان صاحب کے ماننے والوں کی خدمات حلوے مانڈے، ختمات اور کفر کے فتوؤں کے علاوہ کچھ بھی نہیں !!!!

یہ جو موصوف نے کہا: ''عظمت مصطفی ﷺ کی طرف مبغوض نگاہیں اٹھانے والے خود اپنی ہی نظر میں ذلیل و خوار ہو گئے اور مسلم معاشرے میں انہیں نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا''

عموماً اس قسم کی عبارتوں سے ان بدبختوں کی مراد علمائے دیوبند ہوتے ہیں موصوف کے اس دعوے میں کتنی صداقت ہے؟ اس کی تفصیل تو آپ میری کتاب دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم وسوم کے مقدمہ میں دیکھ سکتے ہیں مگر ہم یہاں خود انہی کی کتاب کی شہادت پیش کر دیتے ہیں موصوف کی اس شرح کو لاہور کے معروف رضا خانی ناشر ادارے ''اکبر بک سیلز'' نے شائع کیا اور جہاں جہاں موصوف نے وہابیوں، دیوبندیوں، نجدیوں کا نام لیا یا ان کے اکابر کا نام لیا یا ان کی کتب کی عبارات پیش کی ان سب کو حذف کر دیا گیا اور اس کی جگہ ''۔۔۔'' کی علامت لگا دی گئی۔ جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ بریلی کے اس ''فتنہ تکفیر'' کو عوام نے ایسا رد کیا کہ آج یہ قوم اپنی کتب میں ان عبارتوں اور ان کے لکھنے والوں کا نام تک لکھنے کی جرات نہیں کر سکتے۔ فللہ الحمد۔

چونکہ خان صاحب نے اپنے مذہب وفرقہ کی بنیاد خشیت الٰہی پر تو رکھی نہیں تھی، اس لئے ان کی طرح ان کی اولاد، شاگرد کہلائے جانے والے، خلفاء اور بعد میں آنے والوں میں بدعملی، گمراہ کن نظریات، شرک و بدعات اور ذاتی مفادات کیلئے دین اسلام کو تختۂ مشق بنانے جیسے ناسور سرایت کر گئے، آج خان صاحب بریلوی کی قائم کردہ ''جماعت بریلویہ'' کس نہج پر پہنچ گئی ہے، اس کا مرثیہ ہم خود ذمہ دار بریلوی قلم کاروں سے پیش کرنے جارہے ہیں، مزے کی بات یہ کہ ان میں سے اکثر نے جہاں خان صاحب بریلوی کے مذہب ''بریلویہ'' کی زبوں حالی کا کھل کر ذکر کیا تو دوسری طرف دین اسلام کیلئے علمائے دیوبند کی خدمات کا بھی کھلے بندوں اعتراف کیا، درحقیقت اس کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ بھی تو نہ تھا کہ سورج کی چکا چوند کو آخر کب تک جھٹلایا جا سکتا ہے!!!!

مولانا اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

''نہ عالمی سطح پر ہماری کوئی حیثیت ہے، نہ ہی اپنے ملک میں کوئی اہم مقام حاصل ہے اور اکابرین میں سے جو بھی عالم جاودانی کو رخصت ہوتا ہے، اس کی مسند خالی ہی رہتی ہے، اس خسارے اور نقصان کی تلافی کا بھی قطعاً کوئی خیال نہیں، صرف اور صرف ایک فریضہ اپنے اوپر لاگو کر رکھا ہے کہ آپس میں لڑو اور لڑاؤ دوسروں کو بھی بے عزت کرو اور خود بھی بے عزت بنو''۔

(تحقیقات، ص ۵۸)

اپنے علماء، واعظین کی عمومی حالت کو موصوف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''الحاصل بندہ کا موجودہ جملہ مدعیان علم وفضل اور مقررین وواعظین (الا ماشاء اللہ) کے بارے میں یہ تاثر پختہ ہو گیا کہ یہ حضرات علم و دانش اور مطالعہ کتب بینی کے دشمن ہیں، کسی ہم مسلک اور ہم مذہب عالم کے ساتھ ان کو ہمدردی ہے اور نہ محبت والفت، یہ لوگ نہ کسی کے حق میں اخلاص اور حسنِ ظن سے کام لینے کو تیار ہیں اور نہ کسی اپنے کو اپنا سمجھ کر راضی ہیں، بلکہ بغض وحسد،

عناد اور کینہ پروری کا مجسمہ ہیں، کسی گرے کو سنبھالنے کے بجائے اسے مزید نیچے دھکیلنے کے درپے ہیں، اگر لوگ کسی کو عزت وتوقیر کی نظر سے دیکھیں تو یہ حضرات گھاگھ دشمن کی طرح اس پر حملہ آور ہونے کیلئے صرف موقع کی تلاش میں ہی نہیں رہیں گے، بلکہ اس کارخیر کیلئے گھناؤنی اور بھیانک تدبیریں بھی خوب خوب سوچیں گے اور یہ قطعاً نہیں سوچیں گے کہ اپنے بغض وعناد کی آگ بجھانے کیلئے ہم اپنے دین ومذہب کے خرمن کو بھی کس قدر نذر آتش کر رہے ہیں"۔(تحقیقات، ص ۵۷)

مفتی منیب الرحمن صاحب کے مدرسے کے مدرس مفتی صابر حسین صاحب اپنے ایک مفتی کا فتویٰ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہم میں سے اکثر یہ تو کہتے ہیں کہ مخالفین بڑی ترقی کر رہے ہیں، لیکن اس پر غور یوں نہیں کرتے کہ جن کی ترقی کی ہم بات کرتے ہیں وہ نہ تو مروجہ محافل نعت کا انعقاد کرتے ہیں، نہ اعراس کی محافل ہی سجاتے ہیں، یونہی بزم قوالی بدون مزامیر کا بھی ان کے یہاں رواج نہیں، اسی طرح فاتحہ نذر ونیاز اور چراغاں بھی ان کے معمولات میں شامل نہیں، حد تو یہ ہے کہ انواع واقسام کے ختم شریف بھی ان کے یہاں رائج نہیں، لیکن اس کے باوجود بقول ہمارے وہ ترقی کر رہے ہیں، اس سے کیا یہ پتہ نہیں چلتا کہ اصل ترقی محض ان امور میں نہیں ورنہ ہم رات دن ترقی کرتے، دراصل ترقی تصنیفات و دروس اور علوم و درسگاہ وغیرہ اہم ضروری دینی امور کو اپنانے میں ہے، جس کی تفصیل اعلیٰ حضرت...... کے بیان تدابیر میں گزر چکی اور ہم اس سے غافل ہیں، اگر ہم راہِ ترقی کے سنگ میل کو عبور کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی موجودہ روش پر نظر ثانی کرنا ہوگی"۔

(عید میلاد النبی ﷺ اور چند اصلاح طلب پہلو، ص ۵۲)

اپنے اسٹیجوں اور جلسوں کا حال ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''لیکن اب ان پر غیر مستند واعظین، زرق برق اور رنگین کپڑوں میں ملبوس لوگ، فنکار نما نعت خوانوں کا قبضہ ہو چکا ہے، لہٰذا اول تو بیانات کیلئے وقت مختص نہیں کرتے اور اگر کرتے بھی ہیں تو بہت کم اور ان محافل کو صرف نعت خوانی تک محدود کر دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے لوگوں تک دینی معلومات نہیں پہنچ پا رہی ہیں، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگ جیسے آئے تھے ویسے ہی لوٹ جاتے ہیں"۔(عید میلاد النبی ﷺ اور چند اصلاح طلب پہلو، ص ۴۹)

اپنی مسجدوں کا حال یوں بیان کرتے ہیں:

''ہماری مسجدیں نمازیوں سے خالی نظر آتی ہیں"۔(عید میلاد النبی ﷺ اور چند اصلاح طلب پہلو، ص ۱۰۳)

یاد رہے کہ اس کتاب کو مفتی منیب الرحمن صاحب سمیت ان کی پوری کیبنٹ کی تائید حاصل ہے۔

مفتی منیب الرحمن صاحب بیچارے تو یوں پھٹ پڑے:

''میرے دل میں اہلسنت کی زبوں حالی اور پستی پر جذبات کا ایسا شعلہ جوالہ موجزن ہے کہ اگر انہیں زبان پر لاؤں تو زبان جل جائے اور اگر اپنے جذبات کو سینے میں دبائے رکھتا ہوں تو مجھے اندیشہ ہے کہ شدتِ احساس کی حرارت سے میری ہڈیاں تو کیا ہڈیوں کا گودا تک جل جائے، اسی مفہوم کو اردو شاعر نے منظوم کیا ہے ؎

اگر سچ کہتا ہوں مزا الفت کا جاتا ہے جو چپ رہتا ہوں کلیجہ منہ کو آتا ہے

(اصلاح عقائد و اعمال، ص ۱۳)

مولانا شاہ احمد نورانی صاحب فرماتے ہیں:

''یہ ملک پہلے'' پیری پور'' ہو چکا ہے، اسلاف کی قبور مبارک کو سلام، مگر آج آستانوں میں کیا ہے؟ علم و دانش کے بجائے بٹیر اور کتے پالنے کے مرکز ہمارے آستانے بن چکے ہیں...... پیروں کی ساری رونقیں ہیں، جاگیریں، کوٹھیاں، جائیدادیں، عیاشیاں سب گیارہویں شریف کی بدولت ہیں، مگر جب امریکی سامراج نے بغداد معلیٰ پر حملہ کیا کس پیر نے میدان میں نکل کر حرفِ احتجاج بلند کیا؟ یعنی گیارہویں شریف تو ہم کھائیں، مگر غوث الاعظم کے بغداد کیلئے احتجاج قاضی حسین احمد، فضل الرحمن اور ساجد میر کریں!!!! یہ پیروں کا شرمناک کردار ہے''۔ (ندائے اہل سنت، نومبر ۲۰۰۴، ص ۱۱)

موصوف مزید اپنے مسلک کا رونا روتے ہوئے کہتے ہیں:

''سنی مساجد کے معاملات کو صحیح طور پر نہیں چلاتے اور یہ کہ ہمارے سنی مساجد میں نماز ادا نہیں کرتے، اگر سنی لوگ نمازیں ادا کرنا شروع کر دیں تو ظاہری بات ہے، انکی اکثریت ہوگی اور بدمذہبوں کو اس پر قبضہ کرنے کی مجال نہ ہوگی...... دیوبندی تنظیم وفاق المدارس کے تحت ہر سال مجموعی طور پر تقریباً چار ہزار افراد فارغ ہوتے ہیں (یہ نورانی صاحب کا سفید جھوٹ ہے، چار ہزار کی تعداد تو دیوبندیوں کے چار پانچ مدارس ہی پوری کر لیتے ہیں، ہر سال صرف سولہ سو سے زیادہ علماء تو اکوڑہ خٹک سے فارغ ہوتے ہیں، ساجد) جو کہ عالم کہلاتے ہیں، جبکہ ہمارے تنظیم المدارس کے تحت ہر سال صرف ڈھائی سو علماء فارغ ہوتے ہیں تو جو چار ہزار کی تعداد ہے تو ظاہری بات ہے، انکو مسجدیں بھی چاہیئے ہوتی ہیں، مدارس میں جگہ کی بھی ضرورت پڑتی ہے......''۔

(عہد رواں کی ایک عبقرتی شخصیت، ص ۱۳۳)

ایک اور بریلوی صاحب نواب احمد رضا خان کے ماننے والوں کا حال یوں بیان کرتے ہیں:

''دین کے نام پر سنیوں کا روپیہ اس طرف جا رہا ہے، جدھر کئی ایک خرابیاں تو موجود ہیں، ہدایت بہت کم ہے، جبکہ دیگر مکاتب فکر کا روپیہ مدارس پر، تنظیم سازی پر، عوامی فلاح و بہبود کے کاموں پر خرچ ہو رہا ہے''۔

(سازوں کے ساتھ قوالی کی شرعی حیثیت، ص ۶۵)

جماعت اہل سنت کی ایک میٹنگ میں جماعت کے ایک ذمہ دار نے کہا:

''تعلیمی اداروں کو جب تک مضبوط نہیں کریں گے کامیاب نہ ہو سکیں گے، مساجد کا نظام ناقص ہے، نماز وقت پر نہ ہے، تحریک کم ہوتی ہے، کپڑے سنت کے مطابق نہ ہیں، ننگے سر نماز پڑھتے ہیں، کھیلوں میں شمولیت اور نماز کی ترغیب نہیں دیتے، صفائی کا نظام ناقص ہے، سنیوں میں نمازی بہت کم ہیں، جبکہ دوسرے مسالک کے نمازی زیادہ ہوتے ہیں، اس لئے دوسرے مسالک کے لوگ ہماری مساجد پر قابض ہو جاتے ہیں''۔ (ندائے حق، نومبر ۲۰۰۸، ص ۳۸)

اس حوالے میں اس بات کا واضح اقرار ہے کہ ہماری مسجدوں کے مقابلے میں مخالفین یعنی اہل سنت دیوبند کی مساجد میں نمازی زیادہ ہوتے ہیں اب ذرا فیض احمد اویسی کی اس کذب بیانی کو بھی ملاحظہ ہو جو لکھتا ہے:

''جن سے (مراد علمائے دیوبند ہیں۔ساجد) ان کی اپنی چھوٹی چھوٹی مسجد یں بھی پر نہیں ہوسکتیں''۔
(شرح حدائق بخشش، ج ۴،ص ۳۷۵)

نواب احمد رضا خان بریلوی کو پوری دنیا کا امام اور مرکز باور کرانے کی سرتوڑ کوشش کرنے والے بریلوی آج اس بُری طرح ناکام ہو چکے ہیں کہ عالم اسلام کی نمائندہ تنظیم رابطہ عالم اسلامی میں ان کو نمائندگی تک حاصل نہیں، چنانچہ مفتی اختر رضا خان ازہری کہتے ہیں:

''لندن کے اجلاس میں جس میں میں شریک تھا، بنام'' بریلویت'' مسائل پر مباحثہ نہ ہوا، بلکہ اتحاد اسلام اور تنظیم المسلمین پر تقاریر ہوئیں اور اس جلسہ کا خرچ وہاں کے سنی مسلمانوں نے اٹھایا اور اس میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ:

''امام احمد رضا فاضل بریلوی کے پیرو اہلِ سنت و جماعت کو رابطہ عالم اسلامی میں نمائندگی دی جائے، جس طرح ندویوں وغیرہ کو رابطہ میں نمائندگی حاصل ہے''۔ (حیات تاج الشریعہ،ص ۳۳ بحوالہ عرفان مذہب و مسلک،ص ۴۶)

اسی رابطہ عالم اسلامی کے فقہ بورڈ کے صدر شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی دیوبندی زید مجدہم ہیں اور موصوف سے قبل مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مرحوم تھے۔

پیرزادہ اقبال فاروقی تو یہاں تک کہہ گئے:

''آج دنیائے اہلسنت میں کئی اعتقادی فتنے ابھر رہے ہیں، بہت سے سنی علمائے کرام بھی ان فتنوں کی زد میں آکر ایسی لغزشیں کر رہے ہیں، جو کبھی بدعقیدہ مولویوں کا معمول تھا''۔ (جہانِ رضا، اگست ستمبر ۲۰۱۲،ص ۴)

ایک رضاخانی کہتا ہے کہ ہماری اکثر خانقاہیں خان صاحب کے مشن (تکفیر) سے ہٹ چکی ہیں:

''مگر افسوس آج فاضل بریلوی کے مشن سے بیشتر خانقاہیں ہٹ چکی ہیں اور اپنا رشتہ انہی لوگوں سے جوڑ چکی ہیں جو کسی زمانے میں نہیں بلکہ آج بھی خانقاہوں کے شدید ترین دشمن ہیں۔اگر آج بھی فاضل بریلوی کو اپنا امام و سیف اللہ مان کر ہندو پاک کی ساری خانقاہیں متحد ہو جائیں اور امام احمد رضا کے اصول خانقاہ کو اپنا دستور بنائیں اور اس پر پوری ایمانداری سے قائم رہیں تو آج بھی وہ دور پھر لوٹ آئے جسے ہم روحانی دور کہتے ہیں''۔ (شرح حدائق بخشش، ج ۳،ص ۱۷۳)

یہ لطیفہ بھی ملاحظہ ہو کہ خان صاحب کی تعلیمات پر عمل کرنے سے روحانیت واپس ان خانقاہوں میں آجائے گی یہ بات اس آدمی کے بارے میں کہی جا رہی ہے کہ جن کے اپنے ان کی زندگی کو تصوف کے رنگ سے خالی ہونے پر ماتم کر رہے ہیں ما قبل میں خان صاحب بحیثیت ایک صوفی بزرگ کے عنوان کے تحت اس پر تفصیل گزر چکی ہے۔

مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب اپنے مسلک کے لوگوں کی بے راہ روی اور گمراہی کا رونا یوں روتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو تعلق ہونا چاہیئے اس کے بارے میں جو اہتمام ہونا چاہیئے، وہ ہمارے ہاں عام طور پر نہیں پایا جاتا...... ایک صاحب نے نماز کے بعد درود شریف بصیغہ ندا پڑھا، پھر یا رسول اللہ انظر حالنا پڑھا، پھر درود شریف پڑھ کر منہ پر ہاتھ پھیر لیا اللہ تعالیٰ سے دعا ہی نہیں مانگی، اسی طرح ایک صاحب نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے سب کام فرشتوں کے ذمہ لگا دیے اور خود فارغ ہو کر ایک ہی کام کرتا ہوں اور وہ ہے اپنے محبوب کی تعریف...... کیا یہی اسلام کی تعلیم ہے؟''۔ (خدا کو یاد کرائے پیارے،ص ۱۳)

مزید لکھتے ہیں:

''جبکہ کچھ عرصہ سے یہ معمول دکھائی دے رہا ہے کہ صرف درود شریف پڑھ کر دعا مانگ لی جاتی ہے اور دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کی جاتی، آخر یہ بے اعتنائی کیوں برتی جارہی ہے؟''۔ (خدا کو یاد کراے پیارے، ص ۴۱)

بریلوی پیر نصیر الدین گولڑوی تو اپنے مسلک کی زبوں حالی کو بطور چیلنج یوں بیان کرتے ہیں:

''لمحہ فکریہ: کیا سیالوی صاحب اس وقت پاکستان بھر میں موجود سنّی بریلوی کہلانے والے تمام لوگوں کی اور بالخصوص عوام کی گیارنٹی دے سکتے ہیں کہ ان کے عقائد میں جراثیم شرک نہیں؟'' (لطمۃ الغیب، ص ۵۳)

مولانا عبدالحکیم شرف قادری مزید لکھتے ہیں:

''ہمارا مشاہدہ ہے کہ قرآن و حدیث اور علوم دینیہ پڑھانے والے اساتذہ کو اتنا مشاہرہ دیا جاتا ہے، جس سے وہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضرورتیں بھی پوری نہیں کر سکتے، جبکہ مقبول عام نعت خواں اور خطیب ایک ایک محفل میں اس سے زیادہ نذرانے سمیٹ کر لے جاتے ہیں، اس کا بہت بڑا نقصان یہ ہے کہ ہمارے طلبہ دینی مدرس بننے کیلئے تیار نہیں ہوتے، اسی لئے ہمارے مدارس سے اہل علم وفضل حضرات تیار نہیں ہوتے، اغیار کی عربی زبان میں کتابیں دس بیس بیس جلدوں میں چھپ رہی ہیں اور پوری دنیا میں پھیل رہی ہیں، جبکہ ہمارے ہاں عربی زبان میں ایک جلد کا چھاپنا بھی مشکل ہے اور اگر کوئی جرأت رندانہ سے کام لے کر چھاپ ہی دے تو کوئی اسے خریدنے کیلئے تیار نہیں ہوتا، حد یہ ہے کہ ہمارے بارے میں اغیار کا پروپیگنڈا یہ ہے کہ ''یہ جاہلوں کی جماعت ہے''، ''یہ سب جاہل ہیں'' آخر ہم کب خوابِ غفلت سے بیدار ہوں گے؟؟''

(خدا کو یاد کراے پیارے، ص ۸۳)

ایک اور بریلوی مولوی صاحب یوں آنسو بہاتے ہوئے نظر آتے ہیں:

''نماز سے بے انتہاء بے رغبتی...... نماز ہی کو لے لیجئے...... قرآن وحدیث کے درخشندہ تابندہ نصوص اس بات پر شاہد ہیں کہ نماز اہم العبادات ہے، نماز مومنوں کی معراج ہے، نماز سرکار دوعالم علیہ التحیۃ والثناء کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور کسی سے یہ بات مخفی بھی نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود ہماری اکثریت اس عظیم فریضہ کی ادائیگی میں حد درجہ کوتاہی میں ملوث نظر آتی ہے...... لیکن افسوس یہ ہے کہ نماز کے بارے میں اکثریت کوتاہی کا ارتکاب کرتے ہوئے مستحبات پر زیادہ عمل پیرا ہوگئی ہے، ہماری کوتاہی اب ضرب المثل بن گئی ہے اور نتیجۃً سادہ لوح افراد تک یہ تاثر پہنچ رہا ہے کہ اہلِ سنت کے نزدیک نماز کوئی مہتم بالشان چیز نہیں ہے اور پھر وہ متنفر ہو کر کسی اور مسلک سے منسلک ہوجانے میں ہی عافیت محسوس کرنے لگتے ہیں''۔ (خدا کو یاد کراے پیارے، ص ۸۹)

مزارات کی حالت بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے، جو زیارت وآداب سے ادنیٰ واقفیت بھی نہیں رکھتے اور پھر ایسی حالت میں کچھ لوگ سجدے کی حالت میں نظر آتے ہیں تو کچھ لذتِ طواف سے آشنائی حاصل کرنے میں روحانی سکون محسوس کرتے ہیں، مزاروں کے مجاورین مزارات کی صفائی کیلئے مخصوص جاروب سے نوجوان لڑکیوں کے رخساروں پر پھیرا لگاتے ذرا بھی خوفِ خدا محسوس نہیں

کرتے، حاضری دینے والیاں تو یقین رکھتی ہیں کہ وہ اس طرح سے صاحب مزار کے فیضان سے مستفید ہو رہی ہیں...... ہمارے مشائخ اپنی مشیخیت کی دکان چمکا کر لذت دوراں سے محظوظ ہو کر خواب نوشیں سے بہرہ مند ہونے میں مصروف ہیں اور اپنے آباء و اجداد کے مزارات پر مکمل دسترس رکھنے کے باوجود شام و سحر انجام پانے والے غیر شرعی امور کے سیلاب پر بند باندھنے کیلئے زیارت و آداب کا ایک بورڈ بھی آویزاں کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کرتے اور نہ مستقبل میں ایسی کوئی امید نظر آ رہی ہے"۔

(خدا کو یاد کرا ے پیارے، ص ۹۱، ۹۲)

بریلویوں کی موجودہ زبوں حالی کا اندازہ اس سے لگالیں کہ حزب الاحناف لاہور کے مفتی غلام حسن قادری کو ایک تقریری مقابلہ بعنوان:

"اہلِ سنّت و جماعت کے حالیہ انحطاط کے عوامل کیا ہیں اور اتحاد اہل سنّت کا لائحہ عمل کیا ہونا چاہیئے؟"

منعقد کروانا پڑا۔ (اہل سنت کے اسبابِ زوال، ص ۲)

بریلویوں کے پروفیسر شیخ الحدیث عون محمد سعیدی نے تو اپنے مسلک کے زوال پر پورا ایک رسالہ "اہل سنت کے اسباب زوال اور اتحاد کا دستور العمل" کے نام سے لکھ ڈالا، اس میں وہ لکھتے ہیں:

"آج اہل سنت پر آثارِ مرگ طاری ہیں، دنیا انہیں کچا چبانے کیلئے تمام تر منصوبے بہ روئے کار لا رہی ہے اور سنّی ہیں کہ غفلت کی چادر اوڑھے لمبی تان کر سوئے ہوئے ہیں، جو بھی انہیں جگانے کیلئے آواز لگاتا ہے، اسے سنگ ساری کی سزا دے کر پیوند خاک کرنے کی کوشش کرتے ہیں، دوں ہمت اور زوال پذیر اہل سنت محسن کشی میں اپنی مثال نہیں رکھتے، جو خانقاہ نشین ہو جائے اور گھر سے قدم باہر نہ رکھے اس کیلئے عزت ہی عزت اور جو میدانِ عمل میں کام کرنے کی کوشش کرے اس کیلئے ذلت ہی ذلت! یہ ہر اس شخص کے مخالف ہوتے ہیں جو انہیں بقاء، سلامتی اور عزت و عظمت کا راستہ دکھاتا ہے اور ہر اس شخص کے قدموں میں گرتے ہیں جو خود بھی خواب خرگوش کے مزے لیتا ہے اور انہیں بھی میٹھی نیند کی لوریاں سناتا ہے، اجتماعی خودکشی کا ایسا خوفناک نظارہ چشم فلک نے شاید ہی کبھی دیکھا ہو"۔

(اہلِ سنّت کے اسبابِ زوال اور اتحاد کا دستور العمل، ص ۶، ۷، دارالاسلام لاہور)

مزید لکھتے ہیں:

"ہماری جماعت کی توجہ پچھلے کئی سال سے "علم" سے ہٹ گئی ہے، جو کہ کسی بھی جماعت، طبقہ یا مملکت کا بنیادی اور ضروری ہتھیار ہوتا ہے، ہمارے پاس دینی و عصری علوم و فنون کے لئے یا تو مدارس ہیں ہی نہیں، یا پھر اگر ہیں تو غیر فعّال ہیں"۔ (اہل سنت کے اسبابِ زوال اور اتحاد کا دستور العمل، ص ۹)

مزید لکھتے ہیں:

"ہماری عوام کا کثیر سرمایہ غیر ضروری خیرات، مزارات، دور دراز درباروں کی زیارت، مہنگی مہنگی نعت خوانیوں اور اسراف سے بھرے ہوئے جلسوں کی نذر ہو جاتا ہے، جن کا عوام کو علمی طور پر کچھ بھی فائدہ نہیں"۔

(اہل سنت کے اسبابِ زوال اور اتحاد کا دستور العمل، ص ۹)

مزید لکھتے ہیں:

''وہ مسلمان جس کے (۲۰/۳۰) سال گناہوں کی دلدل میں گذرے ہوں اور اب وہ توبہ کرنا چاہتا ہو اور مذہبی دنیا میں اپنا پہلا قدم رکھنا چاہتا ہو، اگر اس کے سامنے دو انتخابات ہوں ایک اہل سنت و جماعت بریلوی اور دوسرا دیگر مسالک کا منظم تنظیمی وتبلیغی نیٹ ورک تو وہ اہل سنت کے بجائے دیگر مسالک کی تنظیمات کو ترجیح دے گا، کیونکہ ہمارے مسلک میں رائج درباروں پر ہونے والی کھلے عام ظاہری برائیاں، علم کی کمی، مال کا اسراف، پیری مریدی کے بے ہنگم اور بے فیض حلقے، چھوٹے اختلافات کی وجہ سے سینکڑوں ٹکڑوں میں بٹے ہوئے لوگ، ان میں سے کوئی بھی چیز اس کیلئے باعثِ کشش نہیں ہے، بلکہ یہ سب چیزیں لوگوں کو اہل سنت سے دور کر رہی ہیں، ہماری یہ کمزوریاں صرف ہماری ناکامی ہی کا باعث نہیں، بلکہ دوسرے طبقات کی کامیابیوں کا سبب بھی ہیں۔

خطیبوں اور پیش اماموں کی اکثریت عوام کو خوش کرنے یا مجمع میں ہلچل پیدا کرنے یا ان سے داد وصول کرنے کی خاطر جوشیلے اور جذباتی خطابات کرتی ہے، ان خطابات سے عوام میں دیگر طبقات اور مسالک کیلئے نفرت تو پیدا ہو جاتی ہے، مگر ہماری عوام علم اور اصلاح جیسی اہم چیزوں سے محروم رہ جاتی ہے، سال ہا سال کی اس غلط روش کی وجہ سے ہمیں آج ایک جاہل قوم کا سامنا ہے پڑھے لکھے لوگوں سے ہم محروم ہو چکے ہیں............

اہل سنت میں ظاہری اصلاح تبلیغی اور تنظیمی تربیت جیسے اہم ضروری اور بنیادی عناصر کی انتہائی حد تک کمی ہو چکی ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ چیزیں معدوم ہو چکی ہیں تو بے جا نہ ہوگا''۔

(اہلِ سنت کے اسبابِ زوال اور اتحاد کا دستور العمل، ص ۱۰،۱۱)

جبکہ اس کے مقابلے میں دیوبندی وہابیوں کی خدمات کا اعتراف یوں کرتے ہیں:

''ہمیں یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی کہ فنڈنگ خواہ جہاں سے ہو پس منظر میں ایجنسیاں ہوں یا غیر ملکی طاقتیں دیگر مسالک اقلیت میں ہونے کے باوجود علم و فکر، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، اور تبلیغ و تقریر میں زیادہ مضبوط ہیں اور ہم اکثریت میں ہونے کے باوجود کمزور ہیں۔ ان کے ہاں جس طرح کے امور کو اہمیت حاصل ہے وہ ایک نظر ملاحظہ ہوں: بڑے بڑے مدارس، طاقت ور تنظیمات تحفظ ختم نبوت، جہادی کلچر، اپنے بچوں کو دینی مدارس میں پڑھانا، حفظ و قرات، درس نظامی، اہم عنوانات پر پریس کانفرنس، متنوع موضوعات پر تصانیف، سیاسی اکھاڑ پچھاڑ، تبلیغ کا نظام، قرآن وحدیث کے دروس، نظام خلافت، حکومت الہیہ اور نفاذ اسلام کے نعرے، پابندی صوم و صلوۃ، متشرع چہرے وغیرہ وغیرہ۔ مذکورہ تمام امور آپ کو دیگر طبقات میں خوب خوب نظر آئیں گے''۔

(اہل سنت کے اسباب زوال اور اتحاد کا دستور العمل، ص ۲۶)

حکیم اختر شاہجہاں پوری بریلویوں کا مرثیہ یوں پڑھتا ہے:

''پورے ملک میں اہل سنت و جماعت کے کتنے سہ روزہ، ہفت روزہ، پندرہ روزہ، اور ماہوار رسالے ہیں، جو کامیابی کے

ساتھ چل رہے ہوں اور وہ عام مسلمانوں کو راہِ حرم دکھا رہے ہوں؟ اگر ایسا ایک پرچہ بھی نہیں تو اس کی ذمہ داری عوام الناس پر ڈالی جائیگی یا بلا شرکت غیر ہر وارث علم پیمبر پر؟...... اہل سنت و جماعت کی دینی درسگاہیں کیوں سونی پڑتی جارہی ہیں؟ امید ہے کہ کامیاب مدرّسین کی قلت پر آپ نے ضرور غور فرمایا ہوگا، یقیناً آپ کے علم میں یہ بات بھی ہوگی کہ دیابنہ کی درسگاہیں کیوں دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہیں؟ اپنے دینی مدارس میں تنزل میں غیروں کی سازش کارفرما ہے، یا صرف آپ حضرات کی بے تدبیری؟...... درسِ نظامی کی کتنی کتابوں پر آپ کے حواشی اور شروح ہیں؟ اگر آپ کی درس گاہوں میں وہی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، جن پر گمراہ گروں نے حواشی لکھے ہیں تو اس صورتحال کے نفسیاتی اثر کی ذمہ داری حواشی لکھنے والوں پر عائد ہوگی یا ساری کی ساری آپ حضرات پر؟؟

پنجاب کے دل اور پاکستان کے لاہور جیسے عظیم شہر میں بیس سال پہلے نوری کتب خانے کے نام سے دینی کتابوں کی ایک چھوٹی سی دکان تھی، جہاں سے اہلسنت و جماعت کی بعض چھوٹی موٹی کتابیں مل جایا کرتی تھیں اور اس کے علاوہ اہلِ سنت و جماعت کا لاہور میں کوئی مکتبہ چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا تھا، جبکہ بدمذہبوں کے متعدد مکتبے بڑے ٹھاٹ باٹ سے چل رہے تھے، کیا آپ کے بزرگوں کے نزدیک اب تبلیغ دین کی ضرورت نہیں رہی ہے، یا میدان میں گمراہ گروں کو دیکھ کر آپ حضرات نے راہِ فرار اختیار کرلی تھی؟''۔ (اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام، ص ۶۹، ۷۰)

دوسری طرف دیوبندی حضرات کی خدمات کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''قیام پاکستان کے وقت دیوبندی حضرات کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی، ان لوگوں نے اپنے تبلیغی دستوں کے ذریعے کلمہ اور نماز کی آڑ میں اہلسنت و جماعت کے خاصے طبقے کو دیوبندی وہابی بنالیا''۔ (اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام، ص ۷۱)

''بدمذہب قریباً ایک صدی سے کتب احادیث کو اردو تراجموں کے ساتھ اردو داں طبقے تک پہنچاتے آرہے ہیں، انہوں نے بیسیوں کتابیں لاکھوں کی تعداد میں اردو تراجموں کے ساتھ پاک و ہند کے گوشے گوشے میں پہنچادیں''۔

(اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام، ص ۷۲، ۷۳)

بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی یہ سب صورحال دیکھ کر سرد آہ بھرتے ہوئے اسی حسرت کے ساتھ دنیا سے چلے گئے کہ:

''واحسرتا

اہلِ سنت بہر قوالی و عرس دیوبندی بہر تصنیف و درس

خرچِ سنّی بر قبور و خانقاہ خرچِ نجدی بر علوم و درسگاہ

(دیوان سالک، ص ۴۵، نعیمی کتب خانہ)

ترجمہ: سنّی کا مال قوالی اور عرس کیلئے ہے، جبکہ نجدی کا مال تعلیم اور درس کیلئے ہے، سنّی کا مال قبروں اور خانقاہوں پر خرچ ہوتا ہے، جبکہ دیوبندی کا مال علوم اور درسگاہوں پر خرچ ہوتا ہے''۔ (خدا کو یاد کر اے پیارے، ص ۸۵)

ذیشان مصباحی صاحب لکھتے ہیں:

''آپ ذرا انصاف کی نگاہ سے دیکھئے کہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگانے والے خود ہی اعلیٰ حضرت کے بہت سے نظریات کے عملاً مخالف ہیں، کیا اس سے بھی قابل افسوس بات کچھ ہوسکتی ہے، حیرت ہوتی ہے کہ اسی جگہ مسلک اعلیٰ حضرت کا پرزور نعرہ بھی لگتا ہے اور وہیں چادر پوشی میں غلو، ڈھول تاشہ اور عورتوں کی حاضری جیسی بدعات میں قصداً اعلیٰ حضرت کی مخالفت بھی ہوتی ہے، ہمیں اس اعتراف میں کوئی تأمل نہیں کہ بہ استثناء چند ہندوستان کی موجودہ سبھی خانقاہوں کی اصلاح کی ضرورت ہے، کیونکہ ان میں غیر اسلامی امور بڑے شوق سے انجام پارہے ہیں، جس سے اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت سے ایک بڑا طبقہ دن بہ دن بیزار ہوتا جارہا ہے، ہم نہیں سمجھتے کہ ان خرافات کی تردید میں ہمارے عام مبلغین اور خطباء کی زبانیں گنگ کیوں ہیں، جس کے سبب مسلک حق پر قبوری شریعت کا الزام قوی ہوتا جارہا ہے''۔ (دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ ص۱۹، ۲۰)

آگے لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور مفتی اعظم ہند کے بارے میں بہت سے ایسے لوگ مل جائیں گے، جو یہ خیال رکھتے ہیں کہ کسی بھی مسئلہ میں ان سے معمولی انحراف بھی جہالت اور گمراہی ہے، جہاں کسی نے ان کے کسی فتوے کے خلاف فتویٰ دیا تو اس کی داروگیر شروع ہوگئی، شدید نقطہ چینی ہوئی، بلکہ سب وشتم (گالی گلوچ) سے بھی گریز نہیں کیا گیا، اس رجحان نے بہت سے اپنوں کو دور کردیا، جس سے سواد اعظم کی قوت متاثر ہوئی اور رفتہ رفتہ اس میں بدنظمی انتشار اور باہم معرکہ آرائی کی صورت حال بیدار ہوگئی''۔
(دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟/ص ۲۱)

# بے جا تشدد

''ایک ذمہ دار عالم دین اور مبلغ مفتی کے بارے میں سنا کہ جب وہ سری لنکا گئے تو وہاں انہیں عجیب وغریب شدت پسندی کا سامنا کرنا پڑا، جب بھی تقریر کرتے تو اعلیٰ حضرت کا نام لینا ضروری ہوتا، اگر اتفاق سے نہیں لیا تو تقریر کرنے کے بعد بعض حضرات سوال کر بیٹھتے کہ آپ نے اعلیٰ حضرت کا نام کیوں نہیں لیا؟ آپ نے اعلیٰ حضرت کا شعر کیوں نہیں پڑھا؟ نماز جمعہ سے پہلے اعلیٰ حضرت کا لکھا ہوا خطبہ کیوں نہیں پڑھا؟ ایک صاحب جو نیم ملاّ تھے ایک دن آئے اور عرض کیا حضرت مولانا الیاس قادری صاحب نے حضور ﷺ کے لئے لفظ ''تم'' کا استعمال کیا ہے اور وہ کہتے ہیں ؎

تم پہ لاکھوں درود، تم پہ لاکھوں سلام

لہٰذا یہ حضور ﷺ کی توہین ہے، مفتی صاحب نے فوراً اعلیٰ حضرت کے چند ایسے اشعار سنا دیے، جن کے اندر تم کا استعمال تھا، وہ صاحب خاموش ہوگئے، مفتی صاحب کہتے ہیں اس طرح کی باتوں سے میں تنگ آگیا تھا، میں نے ایک روز تو یہاں تک کہہ دیا کہ تم لوگ جلد ہی نماز میں اعلیٰ حضرت کا نام لینے کی فرمائش کروگے!!!!

یہ بات کسی ایک جگہ کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ جہاں کہیں اردو داں سنی مسلمان ہیں، سب جگہ کہیں کم زیادہ آپ ایسا ضرور پائیں

گے، ہندوستان میں یو پی بہار خصوصاً کرناٹک ناگ پور اور راجستھان کے کئی علاقوں میں ایسی ذہنیت کے لوگ موجود ہیں"۔
(دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ ص ۲۱،۲۲)

''مذہبی جلسوں کو وعظ و نصیحت کی مجلس اور اسوۂ رسول کا آئینہ دار ہونا چاہیئے، مگر یہ جلسے آج ڈرامہ، ایکٹنگ، ڈائیلاگ اور لطیفوں اور قہقہوں کا اسٹیج بن گئے ہیں، جس کے سبب کوئی سنجیدہ شریف مزاج انہیں پسند نہیں کرتا، نہ پڑھا لکھا طبقہ ایسے جلسوں میں جانے کی ہمت کرتا ہے''۔

تھوڑا آگے لکھتے ہیں:

''پھر محدود موضوعات خود بیزاری کی بڑی وجہ ہیں، خصوصاً لوگوں کو شفاعت کی تقریریں سنا سنا کر دلیر اور بےخوف بنانا قطعاً نامناسب ہے''۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

''موجودہ دور میں مذہبی جلسوں کے اندر نعتیہ اشعار سننے سنانے کا انداز بھی اسی طرح بگڑ گیا ہے، جس سے جماعت اہل سنت (درحقیقت اہلِ بدعت) مضحکہ خیز ہو کر رہ گئی ہے، شاعروں کی لچک، تصنع نغمگی، بے سر و پا باتیں اور سوقیانہ اندازِ بیان سے ہر شریف طبیعت کا اُوب جانا فطری بات ہے''۔ (دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟/ص ۲۳،۲۴)

''ہزاروں ہزار کی تعداد میں یونیورسٹی سے فارغ ہونے والے امیر و کبیر ڈاکٹر انجینئر پروفیسر سب کے سب مسلکِ اعلیٰ حضرت کو اعلیٰ حضرت کا پیدا کردہ مذہب سمجھ کر بیزار ہو گئے''۔ (دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟/ص ۲۵)

''عموماً خطباء اصلاحی تقریریں کرنے سے گریز کرتے ہیں، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اکثر کو اصلاحی تقریر کا سلیقہ ہی نہیں آیا الاّ ماشاء اللہ، چند رٹی رٹائی اور گھسی پٹی تقریروں کے من وعن ہر محفل میں سنا کے اور چنگھاڑ چنگھاڑ کے گلا خشک کر لیتے ہیں، انداز بھی بالکل جنگجویانہ ہوتا ہے، جسے اب عوام بھی پسند نہیں کرتے۔ (دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ ص ۲۷)

''تقریباً اکثر خانقاہیں سجادگی کے مسئلہ پر سخت خانہ جنگی سے دوچار ہیں، وہاں ہر قسم کی بدعات و منکرات کا کھلے بندوں ارتکاب ہو رہا ہے، نتیجتاً دعوت و اصلاح کی امیدیں تقریباً ان سے بھی ختم ہو چکی ہیں، جو خود گم کردہ راہ ہو، وہ دوسروں کی اصلاح کیا کرے گا''۔ (دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ ص ۲۸)

''ہم نہیں سمجھتے کہ ان بدعتوں کے رد میں ہمارے اربابِ فکر وقلم کی روشنائی کیوں خشک ہو جاتی ہے اور ہمارے مصلحین خطبائے کرام کی زبانیں ان کے خلاف بولنے سے کیوں گنگ ہو جاتی ہیں، یہاں پھر میں اس کا اعادہ کرتا ہوں کہ ذاتیات اور شخصیات سے قطع نظر جو امور متفقہ طور پر...... ناجائز اور بدعت ہیں ان کی کھل کر تردید کی جائے، مزارات پر دس دس بیس بیس چادریں عورتوں کا اژدحام، جاہل عوام کا مزارات کو بوسہ لینا...... سر پٹکنا کسی طرح بھی تو روا نہیں، پھر ہر عرس میں اس سے چشم پوشی اور اس کے رد سے علماء کی خاموشی کیا معنیٰ رکھتی ہے''۔ (دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ ص ۳۶)

''کیا ستم ہے کہ قادریت کا دم بھرنے والے استقامت علی الشریعت سے بے بہرہ ہیں، خواجہ کے نام پر دیگیں پکانے والے

خواجہ کے مشن سے غافل ہیں، جس مسند پر بیٹھ کر صوفیاء کرام دین و دنیا کی دولت تقسیم کر رہے تھے، اس مسند پر بیٹھنے والے ڈال خواجہ کی دیگ میں اور دے مخدوم کے نام پر ضربیں لگا رہے ہیں''۔ (دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ ص ۸۴)

''دین میں تشدّد کی ایک دوسری بھی شکل ہے اور وہ ہے عام مسلمانوں کو کافر اور بے دین سمجھنا، اس تشدّد پسندی کی انتہا عرب ملکوں میں **جماعۃ الھجرۃ والتکفیر** کی شکل میں سامنے آئی، جو اپنے وابستگان کے علاوہ پوری امت کی تکفیر کی قائل ہے، تشدّد فی الدین کے سبب تکفیر امت کا مرض **جماعۃ الھجرۃ والتکفیر** کے علاوہ دیگر جماعتوں میں بھی سرایت کر گیا ہے، مختلف مما لک کے وابستگان صرف اپنے کو مومن اور دوسروں کو کافر سمجھتے ہیں.......... اس زمانے میں تشدّد فی الدین کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ نہ صرف شخصی تکفیر، بلکہ اجتماعی اور گروہی تکفیر میں بھی لوگ جری ہوتے چلے گئے، اس رویے نے مسلمانوں کو باہم ایسا الجھا دیا کہ اب وہ اپنی تباہی کے لئے خود ہی کافی ہیں.......... دین میں تشدّد کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ اس زمانے کے بعض علماء فقہاء اپنی تحقیقات و اجتہادات کو غیر اعلانیہ طور پر وحی کا درجہ دے چکے ہیں، انہیں یہ ہرگز گوارا نہیں کہ کوئی ان سے علمی وفقہی اختلاف کرنے کی جرأت کرے.......... اللہ کے رسول ﷺ نے ایک موقع پر تاکید کے ساتھ تین بار فرمایا کہ حد سے بڑھنے والے ہلاک ہوگئے، **ھلک المتنطعون** (**صحیح مسلم کتاب العلم باب ھلک المتنطعون**)''۔ (دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ ص ۴۲، ۴۳)

آپ سمجھیں گے پتہ نہیں یہ تشدّد کون کر رہا ہے؟؟ آئیے! میں بتا دیتا ہوں:

''ہندوستان میں جس قدر مسلمان اور مسلمان کہلانے والے ہیں، جیسے مسلمانان اہلسنت (بریلویہ نے اپنے آپ کو کہا ہے) وہابیہ دیوبندیہ وغیر مقلدین و روافض وخوارج و قادیانیہ وبابیہ و بہائیہ وچکڑالویہ ونیچریہ وگاندھویہ وخاکساریہ کہ سنّی مسلمانوں کے سوا یہ تمام مدعیان اسلام بحکم شریعت مطہرہ.................کفار ومرتدین لئام ہیں''۔

(تجانب اہلسنت ص ۱۱۲)

آپ دیکھیں! کتنی چالاکی سے بریلویوں نے اپنے علاوہ سب کو کافر کہہ دیا ہے، مگر یہ خیال نہ رہا ذیشان مصباحی کو کہ میں متشدّد اپنوں ہی کو کہہ رہا ہوں!!!!

فتاویٰ مظہریہ میں بھی حشمت علی رضا خانی کو متشدّد لکھا گیا ہے تو معلوم ہوگیا، بریلی والے متشدّد ہونے کی وجہ سے بحکم حدیث شریف ہلاک وتباہ و برباد ہوئے اور ہوں گے!!!!

مولوی یاسین اختر مصباحی صاحب سے بریلویت کی قل خوانی سماعت فرمائیے!

''ہم اپنے آپ کو بریلوی نہیں کہتے، ہمارے مخالف ہمیں بریلوی کہتے ہیں''۔ (ص ۱۴ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور فروری ۱۹۸۶ء)

''اغیار ومخالفین ہی نے تقسیم ہند (۱۹۴۷ء) کے بعد سے سنّی مسلمانان ہند و پاک (جو کہ حقیقت میں بدعتی ٹولہ ہے) کو بڑی چابک دستی کیساتھ بریلوی کہنا اور لکھنا شروع کر دیا''۔ (عرفانِ مذہب ومسلک ص ۴۷)

گویا جو لوگ بریلوی کہلاتے ہیں یا اپنے لئے لکھتے ہیں وہ سب مخالف ہوئے۔

مصباحی صاحب آگے لکھتے ہیں:

''رضاخانی کہنے کو اہل سنت (یعنی اہل بدعت) کسی گالی سے کم نہیں سمجھتے''۔ (عرفان مذہب ص ۵۰)

کمال ہے فاضل بریلوی کی طرف نسبت کرنا گویا گالی ہوا، رضاخانی مذہب کا خون خود رضاخانی قلم سے دیکھئے!!!!

آگے رضوی حضرات پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس نسبت رضوی پر جبر و اکراہ کرتے ہوئے، اس کا کوئی نیا مفہوم و معنیٰ مراد لینا اور اسے سنّی کا مترادف سمجھنا یا سمجھانا کہ جو رضوی نہیں وہ سنّی نہیں، اسے ایجاد بندہ کے سوا کچھ اور نہیں سمجھا جائے گا اور یہ ایجاد بندہ غلط اور نہایت غلط ہے''۔

(عرفان مذہب و مسلک ص ۵۷)

''امت کا سوادِ اعظم ایک لشکر جرار کی بجائے بھیڑوں کا گلہ بن گیا ہے''۔ (عرفان مذہب و مسلک ص ۱۳۳)

''چنانچہ فقیہ اسلام امام احمد رضا نے بجلی کی روشنی اور اس سے چلنے والے پنکھا کے استعمال کو ممنوع ناجائز قرار دیا ہے، صرف مالِ وقف نہیں، بلکہ مالِ غیر موقوف سے بھی اور صرف مسجد نہیں، بلکہ گھر میں بھی بجلی کی روشنی اور اس سے چلنے والا پنکھا ممنوع و ناجائز قرار دیا''۔

(عرفان مذہب و مسلک ص ۲۴۹)

تو گویا سارے رضاخانی احمد رضا کو چھوڑ کر اس کے بقول حرام کاری میں مبتلا ہیں، آج کل اسی فرعی مسئلے کی بنیاد پر بعض لوگوں نے (رضاخانی حضرات) تفسیق و تضلیل کی مہم جاری کر رکھی ہے۔

(عرفان مذہب ص ۲۸۳)

''بریلی سے بہت سے علماء کو دور کرنے، اشرفیہ مخالف مہم چلانے اور اہلِ سنت کو اختلاف و انتشار کا شکار بنانے میں اسی مروانی ذہنیت (رضویت) و سیاست کا بہت بڑا ہاتھ ہے''۔

(عرفان مذہب و مسلک ص ۳۳۰)

''مگر نقصان یہ ہوا کہ ایک ذرا احتیاط نہ چھوڑنے کی کوشش نہیں فتنہ بڑھ گیا شومی قسمت کہ جو کمی عہد اعلیٰ حضرت میں رہ گئی تھی اور بعد والوں کے لئے چیلنج تھی وہ آج بھی ایک بڑے چیلنج کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے''۔

(دعوتِ دین کے جدید تقاضے از محمد ناصر مصباحی ص ۳۱)

یعنی مسئلہ تکفیر میں فاضل بریلوی نے احتیاط نہیں کی، جس کا کرنا ضروری نہیں، بلکہ اشد ضروری ہوتا ہے تو معلوم ہوگیا کہ غلطی فاضل بریلے نے کی ہے!!!!

''آپس ہی میں سخت سر پھٹول جاری ہے، یہ جنگ حکمت و اعتدال اور جذباتیت و شدت کی ہے، جسے لڑنے کے لئے صلح کلیت اور تصلّب کا نام دیدیا گیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ حل کیا ہے ہمارے پاس دوٹوک جواب یہ ہے کہ ہم بریلوی سے پھر مسلمان بنیں اور خود کو اسلام کی خدمت

کے لئے تیار کریں یا شعارِ بریلویت اور شعارِ سنّیت میں امتیاز تسلیم کریں اور بریلویت کی بہ جائے صرف سنّیت کو فروغ کریں''۔ (دعوتِ دین کے جدید تقاضے ص ۳۴)

''قادریت وچشتیت کا فروغ نہ کیا جائے، نہ حنفیت وشافعیت کی علم برداری کی جائے، صرف دین اسلام کے لئے کام کیا جائے، صرف دین اسلام کے نام سے کیا جائے''۔ (دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ ص ۳۸)

''ہمیں یہ کہنے میں باک نہیں کہ شدت سے آج تک صرف نقصان ہی ہوا ہے''۔

(دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ ص ۴۹)

''غیروں نے امت مسلمہ ہند متحدہ کا حصہ توڑ کر اپنا بڑا حصہ تشکیل دیا، جب کہ ہم نے صرف اتنا کیا کہ اسی امت مسلمہ ہند متحدہ سے ایک معتدبہ حصہ حاصل کر کے حلقہ بریلی تشکیل دے دیا''۔ (دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ ص ۴۹)

''نتیجۂ ہماری یہ سخت مزاجی توسیع حلقہ دیوبند میں معاون ثابت ہو رہی ہے اور اب تو اس بھونڈی شدت سے داخل حلقہ سنجیدہ افراد بھی نالاں ہیں، حالیہ خانہ جنگی اس پر دلیل ہے، غرض موجودہ شدت ہر پہلو سے غلط ہے''۔

(دعوتِ دین کے جدید تقاضے ص ۵۰)

''ہمیں کہنا یہ ہے کہ کیا ضرورت ہے اس بھونڈے تشدد کی، جبکہ ان میں بعض چیزیں وہ ہیں جو شعارِ سنیت نہیں، شعار حلقہ بریلی ہیں''۔ (دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ ص ۵۲)

''علماء بریلی کو کبھی دعوت وتبلیغ کی ضرورت کا احساس نہیں ہوا، نتیجتاً انہیں حکمتیں نہیں آئیں، جس کا دوطرفہ نقصان ہوا، دوسرے قریب نہیں ہوئے اپنے دور ہوئے''۔ (دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ ص ۵۲)

''بستی یا محلّے کے سنّی عوام کتنی ہی ڈٹ کر تعزیہ داری کریں، ہزار خرافات منائیں، مزاراتِ مقدسہ پر کتنا ہی فتنہ انگیز اختلاط مرد وزن بڑھائیں، عرسوں میں قوالوں کو بلائیں، اسٹیجوں پر بٹھا کر ان سے جنس انگیز غزلیں سنیں، فرضی مزارات تعمیر کریں، مال دار لوگ تیجے اور چالیسویں خوب کھائیں، ان پر کوئی ایکشن نہیں لیں گے، نہ ان کے خلاف کھل کر تقریریں کریں گے، نہ کتابچہ لکھیں گے، (الّا ماشاءاللہ)''۔

(دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ ص ۶۱)

## وصیّتِ رضا:

''(کہ جس کسی کے اندر توہینِ رسالت کا ذرا بھی شائبہ پاؤ، پھر وہ کیسا ہی قریبی کیوں نہ ہو، اسے اپنے سے دور کر دو)

یہ وصیت دورِ حاضر کے لئے کلّی نہیں رہی، یہ منسوخ یا موقوف ہے، کیونکہ زمانہ اعلیٰ حضرت کے برخلاف آج بلا تفریق اعتقادی وسماجی گمراہان کی تعداد کہیں زیادہ ہے، ماضی کے برخلاف آج یہ لوگ ہمارے ہر شہر، بستی، محلہ، خاندان، بلکہ گھروں تک میں موجود ہیں، دو بھائی آپس میں الگ الگ ذہن رکھتے ہیں، یا باپ اور بیٹے میں نظریاتی اختلاف ہے، ایسے میں ہمارے سلوک کا منفی اثر خود ہم پر ہماری سنّیت پر، کوشش فروغ سنّیت وغیرہ پر پڑے گا...... الخ''

(دعوتِ دین کے جدید تقاضے ص ۶۵)

''آج بعض اہل سنت یعنی حلقہ بریلی کے درمیان مسلک کے نام پر جو مکروہ جنگ چھڑی ہوئی ہے، وہ سراسر غلط اور ناسمجھی پر مبنی ہے''۔ (دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ ص ۶۷)

''حلقہ بریلی کے حضرات کے درمیان تازہ اختلاف یا تشدد کی لہر دراصل اسی نکتے کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے''۔

(دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ ص ۶۸)

''حق صرف تحقیقاتِ رضا میں منحصر نہیں ایسا سوچنا حق کی توہین ہے اہلِ بریلی کی یہ سوچ ہے''۔

(دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ ص ۶۹)

''بہ کثرت ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص مسئلے کی تفہیم چاہتا ہے، مگر جناب جلد ہی مناظرانہ تیور پکڑ لیتے ہیں، اس کی ہر بات کا رد اور اپنی ہر بات کا اثبات ہی مقصد بنا لیتے ہیں، نرمی اور جھکاؤ کو خیال کرتے ہیں کہ حق کا جھنڈا نیچا ہو رہا ہے، ظاہر ہے جب عموماً سامنے والا عالم نہیں ہوتا تو وہ خاموش ہی رہ جائے گا، مگر وہ ایسے چترائی بھرے حالات میں بجائے مانوس ہونے کے ''جناب'' سے متعلق یہ احساس لے کر نکلتا ہے کہ ''بڑا مکار'' ہے، دورِ حاضر کے روایتی مقررین نے مزید تباہی مچا رکھی ہے، تہی از علم، تہی از خلوص، تہی از مقصد یہ لمبی لمبی فضول تقریریں غیروں کو مزید غیر بنانے کے لیے کی جاتی ہیں، عام سماج سخت متنفر ہوتا ہے، لوگ ایسے مقرروں کو ''حق بیان'' کی جگہ ''شعلہ بیان'' کہتے ہیں، ایسے مقرروں سے حق نہیں پھیلتا، آگ بھڑکتی ہے، نفرت بڑھتی ہے، سماج جلتا ہے۔

ہمیں اپنے ہی جلسے دیکھ کر سخت کوفت ہوتی ہے، ہر مقرر اعصابی تناؤ کا شکار ہوتا ہے اور تھوڑی دیر میں سامعین کو سخت وحشت میں ڈال دیتا ہے، سامنے بیٹھی پبلک دینی واصلاحی خطابات سننے کی پیاسی ہے، مگر مقرر شعلہ بیان بجائے کوئی تک کی بات کرنے کے، آتے ہیں وہ وحشت پھیلاتا ہے کہ جلسہ گاہ جولان گاہ شمشیر وسناں محسوس ہونے لگتی ہے، مقررین پبلک کی سیکورٹی پا کر اسٹیجوں پر بڑے بڑے چیلنج کرتے ہیں، بلالو اونو پونو کو، دومنٹ میں پچھاڑ دوں گا، چھٹی کا دودھ یاد دلا دوں گا، جب کہ بیشتر مقرروں کو شاید ہی گنتی کی آٹھ دس حدیثیں صحیح سند کے ساتھ یاد ہوں، گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ جم کر خبیث ومردود کریں گے، جب چلنے کا وقت ہوگا تو یہی شیرِ سنیت منتظمین جلسہ سے اچھا ''اجازت'' دیجئے کہہ کر پہلے سے طے شدہ گراں قدر ''بھاڑا'' طلب کرتے ہیں، بسا اوقات زیادہ رقم اینٹھنے کی کوشش میں اس سطح تک گر جائیں گے کہ الامان والحفیظ! یہی ہیں اللہ کے شیر، انہیں کو نہیں آتی روباہی، یہی ہے حق گوئی وبے باکی، ویسے صحیح ہے شیر ہیں، غیر صفتی معنیٰ میں، یعنی یہ نوع انسان سے نہیں۔

بعض ڈھیٹ لوگ، حکمت جن کے پاس سے ہو کر نہیں گذری، سویرے ہی دوسروں کو تاثرات دیتے پھرتے ہیں، بھئی فلاں نے باتیں بڑی کھلی کھلی کہیں، بدمذہبوں کی ماں بہن ایک کر دی، دوسری طرف منتظم جلسہ برہم لوگوں کو سمجھاتے سمجھاتے نڈھال ہوا جا رہا ہوتا ہے، محلّے یا بستی میں فروغِ سنیت کی ساری حکمت وتدبیر رائیگاں چلی جاتی ہے، پروگرام کرانے والی انتظامیہ کمیٹی سویرے ہی درہم برہم ہو جاتی ہے، بقیہ خرچ منتظم اپنی جیب سے ادا کرتا ہے، امام صاحب کی امامت خطرے میں

پڑ جاتی ہے، آئندہ کے لیے جلسے جلوس سب بند، پھیل گئی سنیت، سچ یہ ہے کہ ترویج مسلکِ اہلِ سنت کے لیے آج کے نہایت متمدن دور میں دانتوں اور پنجوں والے شیروں اور چیتوں کی نہیں، علم و حکمت والے انسان مبلّغوں کی ضرورت ہے۔

## جلسے جلوس سخت اصلاح طلب

جب کسی کی غلط فہمی کا ازالہ مقصود ہو تو اس کے ساتھ بے دردی اور قساوتِ قلبی کا مظاہرہ نہیں کیا جاتا کہ نرمی و محبت اور خلوص و ہمدردی سے پیش آیا جاتا ہے، اس کے خیال و نظریے میں خامی کیا ہے، یہ سچ سچ اور عادلانہ انداز میں واضح کیا جانا چاہیئے، ہونا کیا چاہیئے، اس کی قرآن و حدیث اور سلف و خلف کی تصریحات کے مطابق صحیح شکل پیش کرنا چاہیئے، کسی سے اندھا دھندی سے پیش آنا اور آستین چڑھا کر اس پر چڑھ دوڑنا مسئلے کا حل نہیں، پہلے ہی سے مناظرانہ ذہن بنالینا اور دومنٹ میں پچھاڑ دینے کا جذبہ لے کر ملاقات و بات کرنے سے کسی صورت سنیت کا بھلا ہونے والا نہیں، مگر آج حلقۂ بریلی کے جلسے و جلوس عموماً اسی حالت زار کا شکار ہیں۔

جلسے اور جلوس میں تقریریں کی جائیں تو ذہن میں یہ رکھنا چاہیئے کہ یہاں عام پبلک بیٹھی ہے اور اصل حقائق جاننے کے لیے حاضر ہے، اس لیے نہیں کہ وہ کم عقل اور بے وقوف ہے، جلسہ سننے چلی آئی، لہٰذا اس کے دل و ضمیر اور عقل و خرد سے خطاب کرنے کے بجائے اس کے جذبات سے کھیلا جائے اور بے تحاشا دھاڑیں مار مار کر اور زبردستی نعرے لگوا لگوا کر انہیں فرقِ ضالّہ کے خلاف غیر علمی اور محض جذباتی انداز میں ورغلایا جائے، دراصل جلسۂ عام کو عدالت عامہ تصور کرنا چاہیئے، جس کا احترام ضروری ہے، جہاں علمی انداز میں مقدمہ رکھ کر اس پر فطری اور سچ سچ فیصلہ لینا ہے، مقررین کو چاہیئے کہ وہ دورِ حاضر کے اس ذوق کو سمجھیں کہ اب آپ سے فیصلہ کوئی نہیں سننا چاہتا، آپ کے پاس جو دلائل ہیں، پیش کیجئے، فیصلہ پبلک کرے گی، خود فیصلہ سنانے کا غرہ دماغ سے نکالنا ہوگا، مفتیانِ کرام بھی فتاویٰ جاری کرتے وقت یہ نکتہ ذہن میں رکھیں تو فتاویٰ کو مزید مؤثر اور باحرمت بنا سکتے ہیں۔

افسوس کہ آج حلقۂ بریلی کے جلسے میں عموماً علمیت و معقولیت کے بجائے شدت و جذباتیت کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں، جلسوں میں بیٹھ کر احساس ہوتا ہے کہ محفل وعظ و تذکیر میں نہیں، میدان ضرب و حرب میں بیٹھے ہوئے ہیں، جہاں اندھادھند مار کٹائی جاری ہے، پوری فضا دہشت و وحشت، آندھی و طوفان، تباہی و قتل و غارت گری سے شکوہ کناں نظر آتی ہے، عموماً تقریریں اتنی بے مقصد ہوتی ہیں کہ خدا کی پناہ!

ہمیں بسا اوقات یہ سوچ کر سخت ذلت محسوس ہوتی ہے کہ یہ ہو رہی ہے ہماری نمائندگی، بسا اوقات تقریریں دیکھ کر لگتا ہے کہ یہ قوم کے ساتھ بدتمیزی ہو رہی ہے جسے بہ جبر روکنے کی ضرورت ہے، دراصل جماعت کے پیشہ ور مقررین میں زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہے، جن پر نہ نفس دین و سنیت کا concept کلیئر ہے، نہ فروغ دین و سنیت کا مقصد واضح، چونکہ بیشتر عوام اور بہت سے علماء کے نزدیک یہی طبقۂ مقررین جماعت کی زبان و ترجمان ہے، اس لیے جماعت میں چوپٹ راج قائم ہے، دس دس

بیس بیس بلکہ تیس تیس چالیس چالیس ہزار روپے کی یہ paid تقریریں جماعت کو داخلی طور پر سخت بے ذوق اور عام سماج کو ہم سے سخت متنفر و بیزار بنارہی ہیں، اصلاح کی آواز سننے کو کوئی تیار نہیں، حالاں کہ آوازیں عرصے سے اٹھ رہی ہیں۔

حلقے کی بیش تر تقریریں قساوتِ قلبی پر مبنی ہوتی ہیں، تصور کیجئے جس قوم کو دوزخ کی آگ سے بچانا ہے، اس کے ساتھ بجائے ہمدردی اور غمخواری کے کس جارحیت اور شدت سے پیش آیا جارہا ہے، ٹھیک ہے کچھ لوگ ضدی اور شرارتی ہوتے ہیں، مگر کیا آپ کو ان کے فاسد یا باطل عقائد کے پیش نظر ان کے سامنے نارِ جہنم دہکتی دکھائی نہیں دے رہی ہے، اگر ہاں! تو بڑی بے رحمی کی بات ہے کہ ذرا نامناسب سلوک آپ کو برداشت نہیں، نتیجتاً اپنی انا کے لیے انہیں بے دریغ دوزخ میں جھونک دینا چاہتے ہیں۔

اندازہ کیجئے! رسول اللہ بھی یہ طرزِ عمل اختیار فرمالیتے تو مشرکین مکہ میں سے اکّا دکّا ہی مسلمان ہوتے، وہ خلوص، وہ غمخواری، وہ ہمدردی کہ واہ رے ناز برداریٔ امت! اللہ نے تسلی کے لیے قرآن مجید میں آیات نازل فرمائیں، جب کہ ہم ہیں کہ نہایت بے دردی پر اترے ہوئے ہیں، لاکھوں لاکھ لوگ کنفیوژن کا شکار ہوکر آتشِ جہنم کا ایندھن بن جائیں، ہمیں پرواہ نہیں، اتنی فکر ہے کہ جلسے میں تقریر جم جائے، فضول بیانی وسرعتِ لسانی سے سامعین متاثر ہوجائیں، بار جیت دماغ میں بیٹھی ہوئی ہے، ہم بھول گئے خلقِ خدا سے محبت کرنا، ہم بھول گئے خلقِ خدا کی خدمت کرنا، ایک تو عوام پہلے ہی سے سخت پریشان ہیں، الفت و محبت اور سچے ایمان وسنیت کے پیاسے ہیں، ان کے دلوں کی سادہ فطری آوازیں تو سنو، گمشدہ فلاح کی تلاش میں خانۂ دل سے کیسی دردناک صدائیں بلند ہورہی ہیں۔ جب کہ تمہاری قساوت ذرا نرم پڑنے کو تیار نہیں۔

مقرروں نے لہجہ مارنا نہ جانے کہاں سے سیکھ لیا ہے، پوری پوری تقریریں لہجہ بازی میں گذار دی جاتی ہیں، جب کہ کچھ خطباء سرعت اور بے فیض تسلسل کے رسیا ہوتے ہیں، پسینہ بہہ رہا ہے، آستینیں چڑھی ہوئی ہیں، سر پہ بھیڑ کے بالوں والی نصف کلو وزن کی ٹوپی ہے، جو آدھی جھکی ہے، گلے میں یوٹرن لیے ہوئے لمبا رومال ہے، جس کے دونوں سرے کبھی جوشِ غضب میں ہاتھ سے پکڑ کر کھینچے جاتے ہیں، کپڑوں کے اوپر بظاہر بے داغ لمبا سفید جبہ ہے، جو سارے عیبوں کو چھپائے ہوئے ہے، جب کہ گھی میں تلا ہوا سموسہ مرغا کھا کر اور پان کی آخری پیک تھوک کر علم سے نہیں اخلاق سے بھی گری ہوئی زبان میں شیر صوبہ سرگرم رذو باہیہ ہیں، حقیقتاً یہ سب اس بات کی علامت ہیں کہ اب ہمارے پیشِ نظر کوئی دینی مقصد نہیں رہ گیا ہے، مزید اس بات کا ثبوت کہ ہماری بست فکری کی اب کوئی حد متعین کرنا مشکل ہے۔

پیشہ ور نعت خوانوں پر بھی قوم کے پیسے کو خوب ضائع کیا جاتا ہے، کیا ضرورت ہے پندرہ پندرہ بیس بیس ہزار کے نعت خوانوں کو بلانے کی، کسی بھی پروگرام میں دو خطباء اور ایک نعت خوان سے زیادہ کا وقت نہیں ہوتا، مگر بدنظم دھاندلی کا کیا کیجیے، ایک بھیڑ جمع کرلی جاتی ہے، کبھی کبھی دیکھا جاتا ہے کہ تقریر و نعت خوانی کے امیدواران سامعین کی مجموعی تعداد کو چھورہے ہیں۔

مثالی تقریریں ہمارے مرکزی اسٹیجوں پر بھی نہیں ہوتیں، مرکزی اسٹیجوں کی بیش تر تقریروں کی افادیت پر سوالیہ نشان لگتا ہے، ان اسٹیجوں پر عموماً وہی پھوہڑ مقررین دس دس پندرہ پندرہ منٹ ہائے تو بہ مچاتے ہیں، جو سال ہا سال تقریروں کے نام پر

قوم کو لوٹ رہے ہوتے ہیں، بقول نقیبانِ اجلاس مرکزی اسٹیجوں پر دس پندرہ منٹ پیشہ ور مقرروں کی اچھل کود، اگلے عرس تک کے لیے ان کا معاشی مستقبل محفوظ کر دیتی ہے، ایسا ہے بھی، تقریر میں صحیح سے ایگنگ کرلی گئی تو کئی پروگراموں کی تاریخیں اسٹیج سے اترتے ہی فکس ہوجاتی ہیں، افسوس یہ ہے کہ حلقۂ بریلی کے عام لوگ کہاں سے نمونہ حاصل کریں، مرکز و شاخ سب کے اسٹیجوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے، جس کا مطلب ہے کہ جماعت کے سربراہان اپنے جلسوں کی اصلاح کریں"۔

(دعوتِ دین کے جدید تقاضے ص ۵۵ تا ۵۹)

## سخت مزاجوں کے پاس صرف خارجے کا رجسٹر

مرکز کے عرسی اسٹیج اب خانہ جنگی کی حوصلہ افزائی کے اڈے بن کر رہ گئے ہیں، ہر سال اس خوش خبری کے بجائے کہ گمراہوں کے کس گروپ کو قبول مسلک سنیت کرادیا گیا ہے، یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ اس سال فلاں حصۂ احباب کو خارج سنیت کیا جارہا ہے، کاش! یہ لوگ دعوت اسلامی کو سنت سے نکالتے وقت تبلیغی جماعت کو سنی بنالیتے، سنی دعوت اسلامی کو مخالف مسلک اعلیٰ حضرت کہتے وقت جماعتِ اسلامی کو موافق مسلک اعلیٰ حضرت کرلیتے، اشرفیہ کو صلح کلی ٹھہراتے وقت دیوبند یا ندوہ کو کلمۂ سنت پڑھادیتے، جام نور کو خارج سنیت کرتے وقت اس کے متبادل کا انتظام کردیتے، یہ ایک چیلنج تھا، سنیت کو balance رکھنے کے لیے بھی ایسا کرنا ضروری تھا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جماعت کے لیے متشدد دین کا جو خالص مضر نہیں ہے، مگر منھ کو خون لگا تو صرف خوں آشامی ہی سوجھ رہی ہے۔

غیر رسمی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ چوں کہ اعلیٰ حضرت نے بہت زیادہ کام کر کے اپنے ماننے والوں کی طرف سے ہمیشہ کے لیے کفارہ ادا کردیا ہے، اس لیے بعد میں کسی فرد معتقد کا سرگرم عمل رہنا اعلیٰ حضرت سے عداوت اور آپ کے مسلک سے بغاوت کے مترادف ہے، نتیجتاً گناہ بے گناہی کے ان مرتکبین کی گردن عزت و آبرو پر سیدھے ہی تیشۂ قلم چلا کر انہیں واصل خطیرۂ اغیار کردیا جاتا ہے، سچ یہ ہے کہ آج یہ لوگ سنیوں ہی کے ایمانوں کی بلی دے دے کر خود تعیین کردہ مسلک اعلیٰ حضرت کو بچانے میں لگے ہوئے ہیں، ان لوگوں نے مسلک جو راستے کے معنیٰ میں ہے، اس پر بھالے کھڑے کردیے ہیں، جیسے ہی کوئی گذرا، یہ لوگ مسلکی بھالوں سے اس کی تکابوٹی کرڈالتے ہیں۔

یہ لوگ اس پر دھیان نہیں دیتے کہ اعلیٰ حضرت یا آپ کے فکر و مسلک پر یہ کس قدر ظلم ہے کہ اسے سنیوں کے ایمانوں کا خون پلایا جائے، دوسری بات یہ ہے کہ جماعت سے تقریباً سب کو نکال دینے کا مطلب چند باقی ماندہ افراد ہی کا خروج از جماعت ہے، باقی ماندہ ہی پر "شذ" صادق آتا ہے۔ "آدھے ادھر جاؤ، باقی میرے پیچھے آؤ" کی پالیسی پر عمل پیرا یہ لوگ پیچھے مڑ کر دیکھیں کہ اب بچا کون ہے، جس کی سنیت بچانے کی ضرورت ہے، یہ لوگ حقیقتاً خوابوں کی زندگی جی رہے ہیں، انہیں یہی غرور ہے کہ کوئی کتنا ہی کچھ کرلے، حکومت ہماری رہے گی۔ وہ بھی عدل و انصاف کی نہیں، جبر و استبداد کی، خلافتِ راشدہ کے بعد ملکیتِ جابرہ کی طرح۔

## فکر ہی مثبت اور سوچ ہی اصولی نہیں!

دراصل اس ذوق کے حاملین بہ استثنائے اکا دکا، کی فکر ہی مثبت اور سوچ ہی اصولی نہیں، کسی بھی مسئلے کو اصولوں سے سمجھنے کی بجائے نرے بے تکے پن پر اتر آتے ہیں، مخالفت میں ان کی جتنی باتیں عموماً نظر سے گذریں وہ حد درجے کی پست فکری، خلقی زوال، عقلی افلاس اور تقاضائے انصاف کے خون پر مشتمل رہی ہیں، ظاہر ہے علم و یقین کی اس دنیا میں ایسی بے فیض سوچ کا مستقبل محض تاریک ہے، دین و شریعت جس قدر جامع اور دقائق پر مبنی ہے، اسے جتھہ پرستی کے ذہن سے ہرگز نہیں سمجھا جاسکتا، ورنہ جہالت ہی نہیں، علم بھی فتنہ بن جاتا ہے...... تاہم غلط بات کے ثبوت میں دھڑا دھڑ مطلب پرستانہ دلائل جمع کرنا مناظراتی تاریخ کی قدیم روایت ہے۔

ذوق یہ بنالیا ہے کہ ان سے منہ زوری جاری رکھی جاتی، پھنسے کسی طرح سے کوئی فالتو منہ زوری میں۔ توجہ نہیں دے گا تو فتوے دیں گے، اعلیٰ حضرت کا دشمن کہیں گے، سنیت سے نکالیں گے، گمراہ و بد دین ٹھہرائیں گے، سیدھے سادے انسان کو بے صبر کرہی ڈالتے ہیں، جس کے بعد خود بھی فضول نگاری کرتے ہیں، اس سے بھی کراتے ہیں، بات کے کچھ اصول ہوں تو کچھ حل بھی نکلے، گفتگو ایک پنگا بن کر رہ جاتی ہے، نتیجتاً ایک شریف آدمی اس وحشت سے اللہ کی پناہ چاہنے لگتا ہے، جب کہ یہ نعرے باز منہ زور گلیارے میں نکل کر جشن فتح منانے لگتے ہیں، ذہنیت عاطل سے تنگ آچکے جماعت کے ایک صاحب نے کہا کہ ''ہم نے تو کئی سالوں سے اس کے تعلق سے کچھ ہی لکھنا بند کر دیا ہے، ہم نے سوچ لیا ہے کہ ہم ہیں ہی نہیں اس فرقے میں، جب کہ ایک دوسرے صاحب نے کہا کہ ''بریلویت تازہ سے شکست ہی اس پر فتح ہے'' اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ لوگ کس قدر بیزار ہو چکے ہیں۔

## جماعت کے فکر و عمل کی دنیا کا وائرس ہیں یہ لوگ

ذوق ہی کی دین ہے کہ یہ لوگ ہرسنی دھڑے کا دو تین سال جم کر پیچھا لیتے ہیں، پھر نیا شکار تلاش کر لیتے ہیں، کئی سالوں پہلے جام نور کے پیچھے پڑ گئے تھے، پھر دعوت اسلامی کو نیزے میں چھیدلیا، اب اشرفیہ پر آدھمکے، یہ لوگ حسب روایت دو تین سال اشرفیہ کے در و دیوار سے سرپٹخ کر وقت پورا ہونے پر کسی نئے کھلتے پھولتے شکار پر جھپٹ پڑیں گے، مستقبل کے لیے کئی ایک محاذات ان کی بلیک لسٹ پر ابھی سے ہیں بھی، یہ لوگ ہر کسی پر بھوکے حیوان مفترس کی طرح حملہ آور ہوتے ہیں اور تباہی مچا کر آگے بڑھ جاتے ہیں، بات تلخ ہے مگر کردار و عمل مظہر ہے کہ یہ لوگ نہیں ناکارہ طاقتیں ہیں کہ جس طرف رخ کرلیں افراتفری مچ جائے، جس بستی فکر و عمل میں گھس جائیں تعطل چھا جائے، جماعت کے فکر و عمل کی دنیا کا وائرس ہیں یہ لوگ کہ جماعت کی متحرک طاقت کا چکا جام کر دینا چاہتے ہیں، بہ یک دم کسی پر بھی قیامت بن کر ٹوٹ پڑتے ہیں، مگر قیامت تو انہیں پر آسکتی ہے جن کے دلوں میں گرمی ایمان نہ ہو، اشرفیہ کو اس پنگے سے جلد ہی نجات مل جائے گی، ان شاء اللہ! اشرفیہ کا صبر و تحمل اور تعمیری نظریہ ہر منفی طاقت پر بھاری ہے، اشرفیہ ''ہر مخالفت کا جواب کام'' پر عمل پیرا

ہے، جو عزیزیت کے پردے میں ربانی اصول ہے جسے شکست نہیں۔

## متشدّدین میں بعض لوگ بے حد فتین

متشدّدین میں بعض لوگ بے حد فتین ہیں، یہی دراصل تازہ فتنہ انگیزیوں کی کمان سنبھالے ہوئے ہیں، جنھوں نے حالیہ دنوں میں بعض مصباحیوں کو دوٹوک ''تباہ وغارت'' ہوجانے کی دعائے بد دے ڈالی، حالانکہ اس کے بدلے وہ دعائے خیر بھی کرسکتے تھے، تین سال قبل ذاکرنگر (نئی دہلی) میں دوران تقریر کہا تھا کہ ان کے چند شاگرد (مراد مصباحی) ''بندر بن گئے ہیں''، تقریر کے دونوں ٹکڑے ملا کر بات سمجھ میں آتی ہے کہ ''چند مصباحی بندر بن گئے ہیں، اللہ ان کو غارت و ناپید فرمادے'' یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ یہ سب ترتیب سے کہتے وقت کلام الٰہی کی مشہور آیت غضب ''**کونوا قردة خاسئين**'' پیش نظر رہی ہو، یہ خالص بشری کمزوری بلکہ انتہا درجے کی کینہ پروری اور مغلوب الغضبی ہے، جس سے اللہ بے نیاز، اس کا رسول بے نیاز، اس کا دین بے نیاز۔

تقریباً پچھلی ایک دہائی سے جماعت کے اندر جس نفسانیت کو فروغ دے رہے ہیں، دعوت اسلامی وسنّی دعوت اسلامی کے ردّ میں اعصاب شکن طاقت آزمائی کے ساتھ بالخصوص بعد خروج اشرفیہ جس طرح اشرفیہ ومصباحیان اشرفیہ کے پیچھے پڑ گئے ہیں، بلکہ جس طرح وہ بریلوی سنّی دنیا میں کسی کو بھی نہیں چھوڑ رہے ہیں، اس کے پیش نظر حالیہ دنوں یہ ''فتنۂ اہلِ سنّت'' سے کم نہیں، حالاں کہ یہ بات معلوم رہنا چاہیئے کہ علم وتحقیق کے اس دور میں چنگیزی تیوروں کا زمانہ کلیتاً رخصت ہوچکا ہے، آج جس طرح سیاست سے نوابیت اور بادشاہی رخصت ہوچکی ہے، اسی طرح مذہب سے برہمنیت و پاپائیت کافور ہوچکی ہے، بہتر ہے اپنی بزرگی وعمر درازی کا لحاظ کریں، ہم یہ نہیں کہتے کہ ابھی بہت کچھ بگڑا نہیں ہے، لیکن خیر بہر حال جتنی بھی ہے، اسی میں ہے۔

## مرکز کے عرسی اسٹیج انتشار کے اڈّے

پچھلے کچھ سالوں تک یہ مشہور تھا کہ جدید عرسی اسٹیج نسبتاً زیادہ علمی اور محتاط ہے، مگر ہمیں لگ رہا ہے یہیں زیادہ انتشار انگیزی ہورہی ہے، دعوتِ اسلامی اور سنّی دعوت اسلامی کے لیے یہ اسٹیج مقتل سے کم نہیں، کند کڈھے سے ذبح کیا جاتا ہے یہاں ان بے چاروں کو، تاکہ مریں ہی نہیں، دردناک موت مریں، گاؤں کے سادہ دل زائرین کان بلکہ منھ کھول کھول کر سنتے ہیں کہ کبھی صراحت کبھی اشارے میں یہ کس کے خلاف گرجا برسا جارہا ہے، بیچاروں کو آخر تک کچھ پلّے نہیں پڑتا، کسی کے بتانے پر کچھ سمجھتے ہیں تو اسٹیجی پہلوانوں کی حمایت کے بجائے سنّیت کے اس دردناک انتشار اور حشر پر اف کرکے رہ جاتے ہیں، وہ کچھ سمجھ نہیں پاتے، نتیجتاً اعلیٰ حضرت سے اپنی عقیدت کو مولویوں کے جھگڑوں سے الگ کرلیتے ہیں، وہ عرس سے خوش نہیں مایوس ہوکر لوٹتے ہیں، سادہ لوح سنیوں کے لیے یہ بڑا نازک مرحلہ ہے، ناسمجھی سے کوئی سخت فیصلہ بھی لے سکتے ہیں، متشدّدین تو مردود و مرتد کرکے رہ جائیں گے، مگر ان بے چاروں کی عاقبت تباہ ہوجائے گی، اسٹیج سے ہر سال لاکھوں اہلِ سنت کے ایمانوں کو بے

وقعت ثابت کیا جاتا ہے، ظاہر ہے جو صلح کلی اور بد مذہب کو صلح کلی اور بد مذہب نہ کہے وہ بھی پلپلا، اب خود کا رفتویٰ لے کر لوگوں پر چسپاں کرتے جائیے، رکے تو خود بھی پلپلے!!

## بریلی اپنی تاریخی اہمیت کھو رہا ہے!

دوسری طرف حالیہ عرس رضوی میں متشددین کی طرف سے ایک تازہ کتاب سامنے آئی، جو واقعی گنبد دماغ کا چراغ عقل بجھا کر تحریر کی گئی ہے، جس کے خام کارخامہ بردار کو اعزاز اً اسٹیج پر چڑھا کر اس کی عزت افزائی کی گئی، اس طرح کتاب و صاحب کتاب کی تحسین کی گئی، ہم یہاں کتاب کے طبع اول سے چند جملے نقل کریں گے، جن کا نشانہ بالعموم فرزندان اشرفیہ اور بالخصوص بزرگ اور تعمیری ذہن رکھنے والے مولانا یٰسین اختر مصباحی ہیں:

''توبہ کا دروازہ کھلا ہے، ورنہ بڑے بڑے پڑھے لکھے واصل جہنم ہو چکے، کتابچوں کے مصنف کی کیا گنتی۔'' (ص ۴۰)

''دولت اور آسائش دنیا جب حاصل ہو جائے تو پھر انسان ابلیس اور فرعون بن جاتا ہے۔'' (ص ۱۰۷)

''سنتے تھے کہ پڑھے لکھے لوگ پہلے جہنم میں جائیں گے، اب یقین ہو گیا۔'' (ص ۱۱۱)

''سنتے تھے قرب قیامت مفتری کذاب دجال کی آمد ہوگی، تو کیا قیامت قریب آ گئی۔'' (ص ۱۲۱)

''آپ کا دماغی فتور اس حد کو پہنچ گیا ہے کہ اس کا علاج داروغہ جہنم ہی کر سکتے ہیں۔'' (ص ۱۲۸)

ان جملوں کو نقل کرنے کے بعد ہم صرف اتنا کہیں گے کہ کتاب یا صاحب کتاب کی تصدیق یا تحسین سے کتاب یا صاحب کتاب کی معتبریت نہیں بڑھتی، بلکہ مصدقین کی علمی و شرعی معتبریت پر حرف آتا ہے، اس سے ذمے داروں تک کی علمی و اخلاقی گراوٹ کی حد کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، سنا ہے اب اس کی گردن میں طوق خلافت ڈال دیا گیا ہے، ایسی صورت میں کیا یہ ممکن ہے کہ ہم بریلی کے ہر فتوے کو آنکھ بند کر کے مان لیں ہرگز نہیں، تلخ ہے، مگر سچ ہے کہ پچھلے چند سالوں سے بریلی جسے آج بھی کچھ لوگ مرکز تصور کرتے ہیں کچھ اسی طرح کے غیر ذمے دارانہ عمل سے اپنی تاریخی اہمیت کھوتا جا رہا ہے، ممکن ہے ہماری یہ بات اعلیٰ حضرت پر تنقید ٹھہرائی جائے، پروپیگنڈوں کا زمانہ ہے، مگر اعلیٰ حضرت کی تحقیقات اور فتاویٰ کو اس سے کیا نسبت جو آج بریلی میں ہو رہا ہے، آج کے ہر تکے بے تکے بریلوی فتوؤں کو آپ کی طرف منسوب کرنا سراسر ظلم ہے، مرکز بھی اعلیٰ حضرت تھے یا ہیں نہ کہ موجودین۔ آج ملکی سطح پر جماعت میں ایک نہیں کئی مراکز ہیں!!

## شدت پسند بزرگوں سے صاف صاف باتیں

تازہ حالات میں بعض بزرگوں کی اس شدت پسندی پر ہمیں چند باتیں بہت صاف صاف عرض کرنا ہیں کہ بریلویت سے منسلک لوگوں سے تو وہ بہتر ہیں جو دوسری خانقاہوں سے جڑ کر یا کسی خانقاہ سے نہ جڑ کر اپنی وسعت کے اعتبار سے خدمت دین و سنت کر رہے ہیں، وہ لوگ بریلویت سے نہ جڑے، یہی بہتر رہا، کیوں کہ یہاں سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت پھیلانے کے چکر

میں خود ایمان خطرے میں پڑنے لگا ہے، یہاں جو تفضیل و تفسیق سے بڑھ کر تکفیر کے سلسلے شروع ہو چکے ہیں، اس وحشت ایمان سوز سے ان لاکھوں لاکھ سادہ لوح مسلمانوں کے ایمانوں پر بہت خوف محسوس ہوتا ہے، جو آج بھی علماء کو اپنا رہنما تسلیم کر کے سنیت کے تحفظ کی خاطر ان کی ہر بات پر دینی جذبے سے عمل کے لیے تیار رہتے ہیں۔

جب کہ اس بیچ بعض متشدد دین بے توفیق بلا امتیاز سب کو صلح کلی و بدمذہب بلکہ غصے میں مرتد و وہابی، فرعون و ابلیس اور کذاب و دجال تک کہتے پھریں گے تو ان کا ایمان امرت پیا ہوا تھوڑی ہے کہ ہمیشہ امر رہے، عام مسلمانوں کے لیے ایسے علماء ہدایت کن نہیں، بلکہ نہایت برے اور گمراہ کن ثابت ہو رہے ہیں، حالیہ دھڑا دھڑ تفضیل و تفسیق بلکہ تکفیر کی مہم جوئی یہی سب ہے، ہمیں خوف ہے کہ اگر جماعت میں یہی سب رہا تو بعید نہیں کہ ایک دن خود ہم اپنے ایمانوں کے لیے فتنہ بن جائیں، اس وقت ہمیں غیروں سے نہیں، بلکہ اپنے آپ ہی سے اپنے ایمانوں کو بچانے کی ضرورت ہوگی، ہم سراپا فتنہ جو بن چکے ہیں۔

# اس پیمانے پر ساری دنیا کافر!

ہمیں لفظ مسلک اعلیٰ حضرت سے بیر نہیں، ہمیں لفظوں سے بیر ہو بھی کیوں، نہ خلاف اعلیٰ حضرت موقف سے دل چسپی، ہم الحمدللہ مسلمان ہیں، صحیح العقیدہ سنی ہیں، فکر رضا ہماری پسند ہے، یہ ہمارا اٹل تعارف ہے، لیکن بحث آج عقیدت سے بڑھ کر ایمانیات اور کفریات میں داخل ہوگئی ہے، جہاں ہم دینی اصولوں سے ہٹنے سے معذور ہیں، خود تحدید کردہ مسلک اعلیٰ حضرت ہی ایمان و کفر کا معیار ہو، تب بھی کرۂ ارض کے اس ربع مسکون پر ان لوگوں سے زیادہ اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت کا نام لیوا، اس پر عمل پیرا، فتاویٰ رضویہ پر بے تحاشا اعتماد رکھنے والا، بار بار حوالے دینے والا کون مل سکتا ہے، جن کو آج مخالفین مسلک اعلیٰ حضرت قرار دیا جا رہا ہے، یعنی دعوتِ اسلامی، سنی دعوت اسلامی اور بالخصوص روایتی مسلکی ادارہ جامعہ اشرفیہ اور اس کے فرزندان، کارکنان، نمائندگان، ان لوگوں کی آج تک شناخت بریلویت سے ہے، انہوں نے آج تک کام بریلویت کا کیا ہے، نام نہیں بلکہ صلح کلی ہو گئے، تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ آج پوری دنیا کافر ہے اور کفار پر قیامت کا نزول تیار، اللہ تعالیٰ ہمیں گمراہ فرقہ بننے سے بچائے، خدا ہمیں صراط مستقیم پر گامزن رکھے اور اسی پر موت دے، آمین!!

(دعوتِ دین کے جدید تقاضے ص ۹۶ تا ۱۰۳)

(ماخوذ از دست و گریباں)

آج کے بریلوی نواب احمد رضا خان بریلوی کے قائم کردہ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' سے اس قدر بے زار ہو چکے ہیں کہ اس پر چلنے کو ''شراب خوری'' سے تعبیر کرتے ہیں، چنانچہ ایک بریلوی اپنے مسلک کا حال یوں لکھتا ہے:

''مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف ۱۹۹۹ء میں پانچویں آواز ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کے پلیٹ فارم سے ایک مضمون کی شکل میں بلند ہوئی، ۱۹۹۹ء میں مولانا مبارک حسین مصباحی ماہنامہ اشرفیہ کے مدیر اعلیٰ تھے، مضمون میں ان کی مرضی شامل تھی، اس لئے کہ مدیر کی مرضی کے بغیر کسی مضمون کی اشاعت نہیں ہو سکتی...... ماہنامہ اشرفیہ میں مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف

شائع شدہ ایک مضمون کا اقتباس ذیل میں دیکھیں:

''مقررین اور شعراء کی پذیرائی، ان کا حوصلہ بڑھانے، سوتوں کو جگانے، اور جلسے و کانفرنس کی رونق کو دوبالا کرنے کی خاطر آج کل بہت طرح کے نعرے لگائے جاتے ہیں، کچھ عاقبت نااندیش اور خدا ناترس اناؤنسر حضرات ان نعرہ حق و صداقت کے درمیان بعض ایسے نعرے لگواتے ہیں، جن کا مقصد حاضرین جلسہ سے غلط کہلوا کر ان کو بے وقوف بنانا، ہنسانا، اپنی چرب زبانی و ہمہ دانی کی دھونس جمانا ہوتا ہے، جیسے جھوٹ کا دامن، بوس کا دامن وغیرہ، نعرہ ہائے تکبیر و رسالت کے بعد ایک نعرہ ''مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد'' کا بھی ہے، یہ نعرہ لگانے والے لوگ کون لوگ ہیں؟ ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو بے نمازی ہیں، داڑھی منڈے یا حد شرع سے کم رکھنے والے ہیں، شراب خور ہیں''۔

(ماہنامہ اشرفیہ اپریل ۱۹۹۹ء، بحوالہ امتیاز اہلسنت، ص ۱۴۲، ۱۴۳)

یہ ''ماہنامہ اشرفیہ'' جامعہ اشرفیہ مبارکپور کا ترجمان ہے، جسے اسی کتاب کے ص ۹۶ پر ملک و مسلک کا نمائندہ کہا گیا ہے، اس مرکز ونمائندہ وترجمان کے ترجمان رسالے میں اس حقیقت کا اظہار کیا گیا کہ آج مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگانے والے وہ لوگ ہیں جو بے نمازی ہیں، جو داڑھی منڈے فساق ہیں، جو شراب خور بدقماش ہیں۔

افسوس آج یہی فساق و بدقماش، زانی شرابی علمائے حق علمائے اہل السنۃ والجماعۃ کو معاذ اللہ گستاخ اور کافر و مرتد کہتی ہے۔

قصہ مختصر!...... یہ سارے بریلوی اس بات پر متفق ہیں کہ آج نواب احمد رضا خان صاحب کے ماننے والا اکثر طبقہ جس میں نہ صرف عوام بلکہ مشائخ علماء، خطباء شامل ہیں، بے عمل، بے نمازی فسق و فجور، خرافات، انتشار، تشدد اور بدعملی میں مشغول ہیں، ان کے کرتوتوں نے دین اسلام کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا اور آج کوئی سنجیدہ مسلمان ہمارے قریب آنے کو تیار نہیں، بلکہ خان صاحب کی پیروی پر لعنت بھیج کر دیوبندیت کی طرف مائل ہو رہا ہے، کیونکہ دینی علم، نماز، عبادات، تقویٰ، روزہ انہیں وہیں نظر آ رہا ہے۔

یہ بریلوی یہ مان رہے ہیں کہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ علمائے دیوبند کا مال و متاع علوم و معارف کی نشر و اشاعت میں صرف ہو رہا ہے، نماز و عبادات سے ایسی رغبت کہ مساجد بھری ہوئی نظر آتی ہیں، اکثریت طبقہ صوم وصلوۃ کا پابند اور متشرع ہے اور دین اسلام کی نشر و اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ جب معاذ اللہ بقول خان صاحب بریلوی مرتدین و کافروں میں سب سے بدتر دیوبندی ہیں تو یہ بریلوی جن کے دیوبندی بننے کا رونا رویا جا رہا ہے یہ مرزائی کیوں نہیں بنے؟؟؟؟ منکرین حدیث کیوں نہ بنے؟؟؟؟ رافضی کیوں نہ بنے؟؟؟؟

بات سیدھی سی ہے عوام اتنی بدھو نہیں جو دنیا کے ہر گستاخ رسول ﷺ کو تو پہچان لے مگر بقول فرقہ رضائیہ دنیا کے سب سے بڑے گستاخانِ رسول ﷺ کو نہ پہچان سکے، حکیم اختر شاہجہاں پوری نے کھلے بندوں اس کا اقرار کیا کہ یہ لوگ دیوبندی مال و زر کی وجہ سے نہیں بنے، کسی دھوکا وفراڈ کی وجہ سے نہیں بنے، بلکہ ان دیوبندیوں کی نماز روزہ، تقویٰ وطہارت دیکھ کر دیوبندی بنے!!!!

یہ بات آپ کے علم میں ہوگی کہ اعمالِ حسنہ ایمان ہی کا ثمرہ ہیں، جس کا ایمان جتنا مضبوط ہوگا اعمال بھی اسی قدر مضبوط ہوں گے، جب بریلوی حضرات کو یہ تسلیم ہے کہ اہل سنت علمائے دیوبند آج اعمال، نماز، روزہ دین کی نشر و اشاعت اور اس کی تڑپ میں ہم سے کئی درجے

آگے ہیں تو لازمی بات ہے کہ یہ مجموعی کیفیت ان کے ایمان کی پختگی کی علامت ہے، جب آخرت کی کامیابی کا گوہر یعنی ایمان و عمل دیوبندی کے پاس ہے تو کس قدر بے وقوفی ہوگی کہ اس جماعت کو چھوڑ کر ایسے لوگوں سے جاملا جائے جنکی اکثریت بد عمل، بے دین، خرافات میں مشغول اور دین اسلام کی ترویج سے کوسوں دور ہے۔

یہاں ایک بات اور واضح کرتا چلوں کہ ان بریلوی نقادوں نے سارا ملبہ اپنے آج کل کے بریلوی طبقہ پر ڈال دیا ہے، حالانکہ یہ درست نہیں محاورہ ہے کہ چھوٹے بڑوں سے سیکھتے ہیں، اگر آج عبادات کا جذبہ بریلویوں میں نہیں تو خان صاحب بریلوی میں بھی اس کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی، ان کے حوالے سے گذر چکا کہ نوافل، ذکر و تسبیح کا کوئی تصور ان کے ہاں نہ تھا، ان کے جانشین مفتی اعظم ہند مفتی مصطفیٰ رضا خان صاحب قادری کے بارے میں تو صراحت گذر چکی کہ موصوف نوافل، تہجد، ذکر و تسبیح سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے، مدارس کی آبادی کے سلسلے میں خود خان صاحب کا ذوق گذر چکا کہ انہیں اس میں کوئی دلچسپی نہ تھی، نہ مدرسہ قائم کرنے میں نہ درس و تدریس میں، تبلیغ کے حوالے سے بھی ان کا کردار گذر چکا کہ موصوف اپنی ذاتی سیر و تفریح پر تو لاکھوں خرچ کرنے کیلئے تیار رہتے، جیسا کہ جبل پوران کی آمد کی تفصیل گذر چکی، لیکن تبلیغ کیلئے سفر یا وعظ و نصیحت کیلئے بیان کرنے سے انہیں کوئی دلچسپی نہ تھی!!!!

ان کی ساری زندگی کی تگ و دو صرف اور صرف دین اسلام کی نشر و اشاعت کرنے والے دیوبندیوں کی تکفیر اور رد تھا!!!!......مناظر اسلام حضرت مولانا ابوایوب قادری صاحب زید مجدہم سرائیکی کی ایک مثال دیتے ہیں کہ پیر جب کھڑے ہو کر پیشاب کرے تو مرید کو تو گھوم گھوم کر پیشاب کرنے کی اجازت ہے، ہم نے اپنے بڑوں سے سنا کہ شیطان پہلے پہل آدمی سے نوافل ترک کرواتا ہے، اس کے بعد سنن اس کے بعد فرض، پس بعد والوں نے جب خان صاحب کی زندگانی کو دیکھا تو فرائض و واجبات کو بھی خیرباد کہہ دیا۔

کنویں سے جب تک مردار نہ نکال لیا جائے جتنا پانی نکال لو کوئی فرق پڑنے والا نہیں، اصل خرابی بریلوی عوام و مشائخ میں نہیں، بلکہ خان صاحب بریلوی اور ان کے جانشینوں میں ہے، بعد والوں کو پہلوں سے صرف یہی ملا کہ مخالفین کو وہابی کہو، گستاخ کہو، گالیاں دو، بس تمہاری آخرت سنور جائے گی اور انہوں نے یہی کیا تو اب اس میں گلے شکوؤں کی کیا ضرورت ہے؟؟؟؟

اس زوال کی ایک اور وجہ بھی سمجھ آتی ہے، بریلوی حضرت ذرا اس روایت پر غور کریں:

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**اذا اراد الله بقوم شرا الزمهم الجدل و منعهم العمل،**

**(شرح اصول اعتقاد اهل السنة و الجماعة، ج ۱، ص ۳۱۹ قال المحشی هذا الر صحیح)**

ترجمہ: جب اللہ کسی کو سزا دینے کا ارادہ کرتا ہے تو جدل (اختلاف و جھگڑا) پیدا کر دیتا ہے اور عمل خیر کی توفیق سلب کر لیتا ہے۔

آج بریلوی بھی کھلے بندوں اس بات کا رونا رو رہے ہیں کہ ہم آپس میں دست و گریباں ہیں، مناظر اسلام حضرت مولانا ابوایوب قادری صاحب تو ان کے باہم جنگ و جدل پر چار جلدوں میں "دست و گریباں" لکھ چکے ہیں، خود ایک بریلوی اپنوں کے بارے میں لکھتا ہے:

"تحریک جام نور سے کچھ ایسے ہی جراثیم پیدا ہوئے اور ہندوستان کے مختلف دیار و امصار میں پھیل کر ایسی تباہی مچادی کہ اتحاد وہم آہنگی کی دیواریں مسمار ہونے لگیں اور پھر اس بنیاد پر جماعتی تقسیم ناگزیر ہوگئی، مکاتب و مدارس بٹ گئے، جامعات بھی منقسم

ہو گئیں اور خانقاہیں بھی الگ الگ خانوں میں بٹ گئیں، علماء وسجادہ گان بھی ایک دوسرے کے فریق بن گئے اور اہل سنت کا شیرازہ منتشر ہو کر رہ گیا''۔ (امتیاز اہلسنت، ص ۶۱)

اس کے ساتھ اہل بدعت کی بدعملی کی تفصیل ہم نے ماقبل میں لکھ دی، بریلوی حضرات غور کریں کہ یہ سب اللہ کی ناراضگی نہیں تو اور کیا ہے؟؟ ہمیں اس ناراضگی کی صرف ایک ہی وجہ سمجھ آتی ہے کہ تم نے علمائے اہل حق اہلِ سنت کی توہین وتذلیل کی، ان پر کفر کے فتوے برسائے، سنتوں کو چھوڑ کر بدعتوں کو گلے سے لگایا تو آج اللہ کا عذاب تم پر اس صورت میں مسلط کر دیا گیا!!!!

یہ ہمارا محض نرا دعویٰ نہیں بلکہ خود ''امتیاز اہلسنت'' نامی کتاب میں اس بات کو تسلیم کیا گیا کہ اس انتشار کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ان لوگوں نے ''حسام الحرمین'' (جس میں علمائے دیوبند کی تکفیر کی گئی) کی تصدیق کرنے اور من وعن نواب احمد رضا خان کی خرافات کو ماننے سے انکار کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ خان صاحب نے ''حسام الحرمین'' جیسی بدنام زمانہ کتاب اپنا جتھہ بنانے کیلئے گھڑی، مگر آج یہی کتاب اس جتھے کی رسوائی، انتشار اور باہمی دست وگریباں کا سبب بن گئی۔

# آخری گذارش

بہر حال! بندہ اپنی اس تصنیف کو یہیں ختم کرتا ہے، میں ایک دفعہ پھر وضاحت کر دوں کہ واللہ میں نے کسی تعصب یا ذاتی عناد کی وجہ سے اس موضوع پر قلم نہیں اٹھایا، بلکہ خود اہلِ بدعت کی طرف سے دی گئی، دعوت کے بعد خان صاحب بریلوی اور ان کی خدمات کا ایک مختصر تنقیدی والزامی جائزہ رضا خانی اصولوں کے مطابق لیا اور جو کچھ میرے سامنے آیا میں نے اسے آپ کے سامنے پیش کر دیا، الحمدللہ! اس پوری تحریر میں میری کوئی بات بغیر حوالہ آپ کے سامنے نہیں گذری ہوگی!!!!

ہم نے دونوں طرف کا مقدمہ آپ کے سامنے رکھ دیا، اب پسند اپنی اپنی امام اپنا اپنا!!!!

**وما علینا الا البلغ المبین!**

الحمدللہ آج ۷ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ، مطابق ۱۲ مئی ۲۰۱۹ء بوقت شب ۱۱ بجے اس تصنیف کی تکمیل سے فراغت ہوئی، اللہ پاک اسے میرے والدین، اساتذہ، جملہ معاونین اور میرے لئے ذخیرۂ آخرت اور عوام اہلِ بدعت کیلئے ہدایت کا ذریعہ بنائے، آمین آمین آمین یارب العالمین!!

☆☆☆☆

# اعلان واجب الاذهان

راقم الحروف کو بخوبی علم ہے کہ الحمد للہ میری دیگر کتب کی طرح یہ کتاب بھی خرمن رضا پر بجلی بن کر گرے گی، لہذا رضاخانی اس کے جواب کیلئے بھی سر جوڑ کر بیٹھیں گے، لہذا اگر کوئی "رضاخانی ٹیم" اس کتاب کا جواب لکھنا چاہے تو وہ جواب واقعی جواب ہو!! محض دجل وفریب، دھوکا دہی اور خیانت نہ ہو جیسا کہ اس سے پہلے اس کا مظاہرہ کیا گیا، اس کتاب کے جواب میں کسی بھی تحریر کو اُسی وقت جواب سمجھا جائے گا جب مندرجہ ذیل شرائط کے مطابق جواب لکھا جائے:

(۱) میں نے جو کچھ پیش کیا الزاماً اور ردِ عمل کے طور پر پیش کیا، لہذا اس کے جواب میں ہمارے مسلک کے حوالہ جات ہرگز قابلِ احتجاج نہ ہوں گے، جو کچھ ہے ان کے اپنے گھر کا گند ہے، لہذا اسے اپنے گھر ہی سے صاف کروائیں!!

(۲) رضاخانی کہتے ہیں کہ فلاں ہمارے اکابر میں سے نہیں فلاں کا ذاتی تفرد ہے تو بالفرض کہیں ہمارے گھر کے حوالے دینے بھی ہوں تو اپنے ان دو اصولوں کے تحت دینے پڑیں گے:

نمبر ۱......حوالہ ہمارے اکابر کی مستند کتاب کا ہو۔ نمبر ۲......وہ ان کا ذاتی تفرد نہ ہو، بلکہ اسے مسلک کا اتفاقی موقف ثابت کرنا ہوگا۔

(۳) میں نے جو کچھ پیش کیا، جتنے حوالے پیش کئے ان تمام حوالہ جات کو لفظ بلفظ اور اس پر جو تبصرہ کیا یا استدلال کیا اسے لفظ بلفظ اپنی کتاب میں شامل کر کے پھر جواب دیا جائے، جیسا کہ میں نے "دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" نامی کتاب کا جواب دیتے ہوئے کیا۔ چنانچہ کسی رضاخانی کو یہ کتاب الگ سے پڑھنے کی ضرورت نہیں، میں نے اپنی کتاب "دفاع اہل السنۃ والجماعۃ" میں اس کے عنوانات، عبارات اور تبصرے تک لفظ بلفظ شامل کئے ہیں، رضاخانیوں کا یہ مکر ہے کہ وہ خلاصہ کے نام پر اپنا ایک تراشیدہ مفہوم بناتے ہیں یا اصولی حوالوں کو ہی گول کر کے پھر جواب دیتے ہیں یہ جواب ہرگز تصور نہیں ہوگا اور یہ اصول خود رضاخانیوں کو بھی مسلم ہے، چند حوالہ جات ملاحظہ ہو، مولوی حسن علی رضوی لکھتا ہے:

"اگر کوئی صاحب اس کا جواب لکھنا چاہیں تو ہماری درخواست یہ ہوگی، جس طرح ہم نے ہر بات کا مدلّل و محقّق جواب دیا، اسی طرح ہماری جملہ معروضات کا مدلّل و محقّق جواب دیا جائے"۔

(قہر خداوندی، ص ۱۰۳)

رضاخانی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

"اس کتاب کا جواب لکھنے والے کو یہ خیال رکھنا پڑے گا کہ وہ ان تمام باتوں کا جواب دے گا جنھیں توضیح البیان میں پیش کیا گیا ہے"۔

(توضیح البیان، ص ۳۳)

ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''راقم الحروف اپنے فریق مخالف کی طرف سے اب اس کو جواب تصور کرے گا جس میں راقم الحروف کے دونوں مضامین کا مکمل جواب دیا جائے گا ایسا جواب جواب تصور نہیں کیا جائے گا جس میں خلاصہ کے نام پر جان چھڑانے کی کوشش کی گئی ہو''۔

(دافع ازالۃ الوسواس، ص ۴، ۵)

ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''ایک وہابی نے البریلویہ کا ترجمہ اور مزید حاشیہ لگا دیا جس میں ایک آدھ جگہ پر عبدالحکیم شرف قادری...... پر بھی اعتراض کر کے اپنے دیگر وہابیوں کو یہ جتلا دیا کہ عبدالحکیم شرف قادری...... کا بھی جواب دے دیا گیا ہے، یہی آج کل رائج ہے ہر مذہب فرقہ اپنے خلاف لکھی گئی کتاب کا تفصیلی جواب نہیں دیتا ادھر ادھر کی مار کر اپنے فرقے والوں کو یہ تسلی دیتا ہے کہ جواب ہو گیا''۔

(البریلویہ کا علمی محاسبہ، ص ۲۶)

لہٰذا میرے دلائل کا خلاصہ لکھ کر جواب دینے کی کوشش کرنا رضاخانیوں کے نزدیک جان چھڑانے کے مترادف ہو گا!!

رضاخانی علامہ مشتاق احمد نظامی لکھتے ہیں:

''تصنیف و تالیف کا مروّج دستور یہ ہے کہ پہلے اصل عبارت پیش کی جائے پھر علیحدہ علیحدہ ٹکڑوں کی صفائی دی جائے''۔

(دیوبند کا نیا دین، ص ۱۵۱)

لہٰذا رضاخانیوں کو بھی چاہیئے کہ پہلے میری پیش کردہ مکمل عبارت اس پر میرا مکمل تبصرہ و طرز استدلال پیش کریں، اس کے بعد علیحدہ علیحدہ ٹکڑے کر کے تفصیلی اس کا جواب دیں۔

ایک اور رضاخانی لکھتا ہے:

''اصل مزہ کسی کتاب کے جواب لکھنے میں یہی آتا ہے کہ اس کتاب کو متن میں رکھ کر نیچے تفصیلی جواب دیا جائے''۔

(حسام الحرمین اور مخالفین، ص ۳۲)

لہٰذا میری اس مکمل کتاب کو براہین قاطعہ کے طرز پر اوپر متن میں رکھا جائے اور نیچے جس نے جواب دینا ہے اپنا جواب لکھے!!

(۴) پاک و ہند کا کوئی معروف رضاخانی جس کا شمار رضاخانیوں کے ''اکابر'' میں ہوتا ہو یا کوئی معروف مناظر اس کا جواب لکھے، احمد رضاخان کے اپنے فتوے کی رو سے فاسق مخنث، مفعول، اللہ و رسول اور ملائکہ کی لعنتوں کا مستحق کسی داڑھی منڈے، مجہول نہ معلوم کی طرف سے کوئی جواب ہرگز جواب تصور نہ ہو گا، چنانچہ رضوی لکھتا ہے:

''جس وقت الحق المبین لکھی چھپی ہوئی شائع ہوئی، ملتان میں اکابر دیوبند مولوی خیر محمد جالندھری خلیفہ تھانوی اور مفتی محمود دیوبندی وغیرہ موجود تھے، انہوں نے الحق المبین کا کوئی جواب کیوں نہیں دیا؟ ان میں دم خم نہیں تھا تو مولوی ما نچسٹر وی کس کھیت کی مولی ہیں''۔

(محاسبہ دیوبندیت، ج ۲، ص ۵۶۰)

اگر الحق المبین جیسی جاہلانہ کتاب کا جواب لکھنے کی جرأت حضرت علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ جیسے محقق کو نہیں تو آج رضاخانی اکابر و مناظرین کے ہوتے ہوئے یہ چنڈوخان کس کھیت کی مولی ہیں کہ ہماری کتابوں کا جواب لکھیں!!!!

(۵) ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''ہاں اگر کوئی چھوٹا موٹا دیوبندی، وہابی مولوی اپنے بڑے مولویوں کا مواد کاپی کر کے کتاب لکھے تو اس کا جواب نہ دیا جائے کہ اس طرح کے مولویوں کا جواب دینا اپنا وقت ضائع کرنا ہے ان کیلئے ہمارے بزرگوں کے جوابات ہی کافی ہیں''۔

(حسام الحرمین اور مخالفین، ص ۳۶)

لہٰذا جواب لکھنے والا رضاخانی کتاب میں ان امور کو تسلیم کرے:

(۱)......میں کوئی چھوٹا مولوی نہیں بلکہ بڑا مولوی ہوں اس لئے رضاخانیوں کو میری کتاب کا جواب لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔

(۲)......میں نے اپنی کتاب میں اپنے بڑے مولویوں کا کوئی مواد نہیں لیا۔

(۳)......رضاخانی بڑوں کی کتب میں میری باتوں کا جواب نہیں، لہٰذا وہ کتب میری کتاب کے جواب کیلئے کافی نہیں، اس لیے وہ مستقل اس کتاب کا جواب لکھ رہے ہیں۔

(۴)......میری کتاب کا جواب لکھنا وقت ضائع کرنا نہیں، بلکہ واقعی اس کی ضرورت تھی۔

آخر میں ہم بطور پیشن گوئی کہتے ہیں کہ ان ''پانچ شرائط'' کے مطابق جو خود فریق مخالف کو مسلّم ہیں کی پاسداری کرتے ہوئے ان شاء اللہ تا قیامت اس کتاب کا مدلل جواب نہیں دیا جا سکتا دیدہ باید!!!!

☆☆☆☆

اعلیٰ حضرت تاجدار اہلسنت

# دامن مصطفیٰ

بریلی شریف

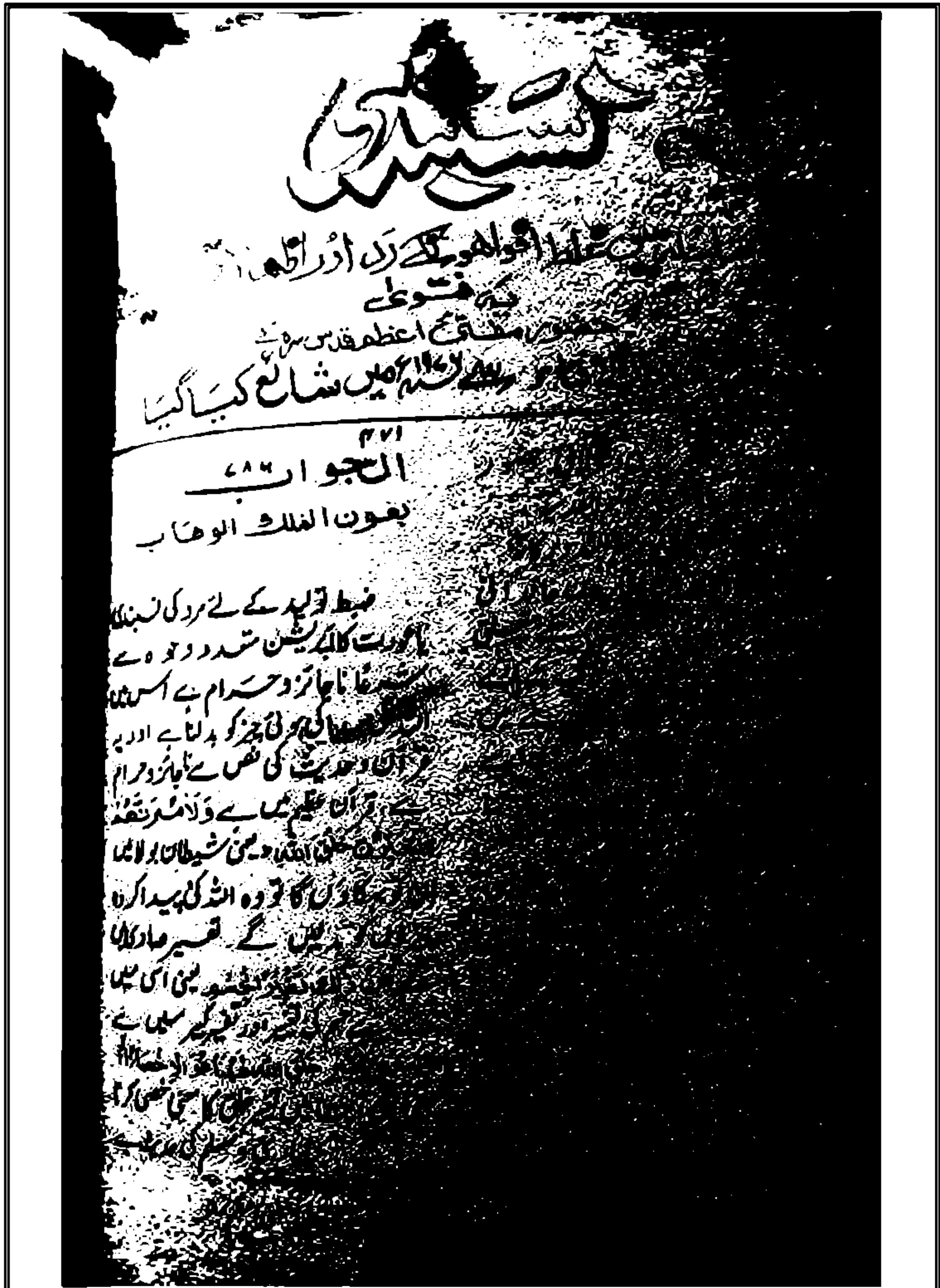
حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ

زیر حمایت
پیر طریقت حضرت مولانا
محمد حامد صاحب
ٹانڈوی مدظلہ العالی

زر سالانہ

اگر اس دائرہ میں سرخ نشان ہے
تو سمجھ لیجئے کہ آپکا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے
آئندہ سال کیلئے زر سالانہ ارسال کریں

مینجر حافظ محمد اکرم



نسبندی

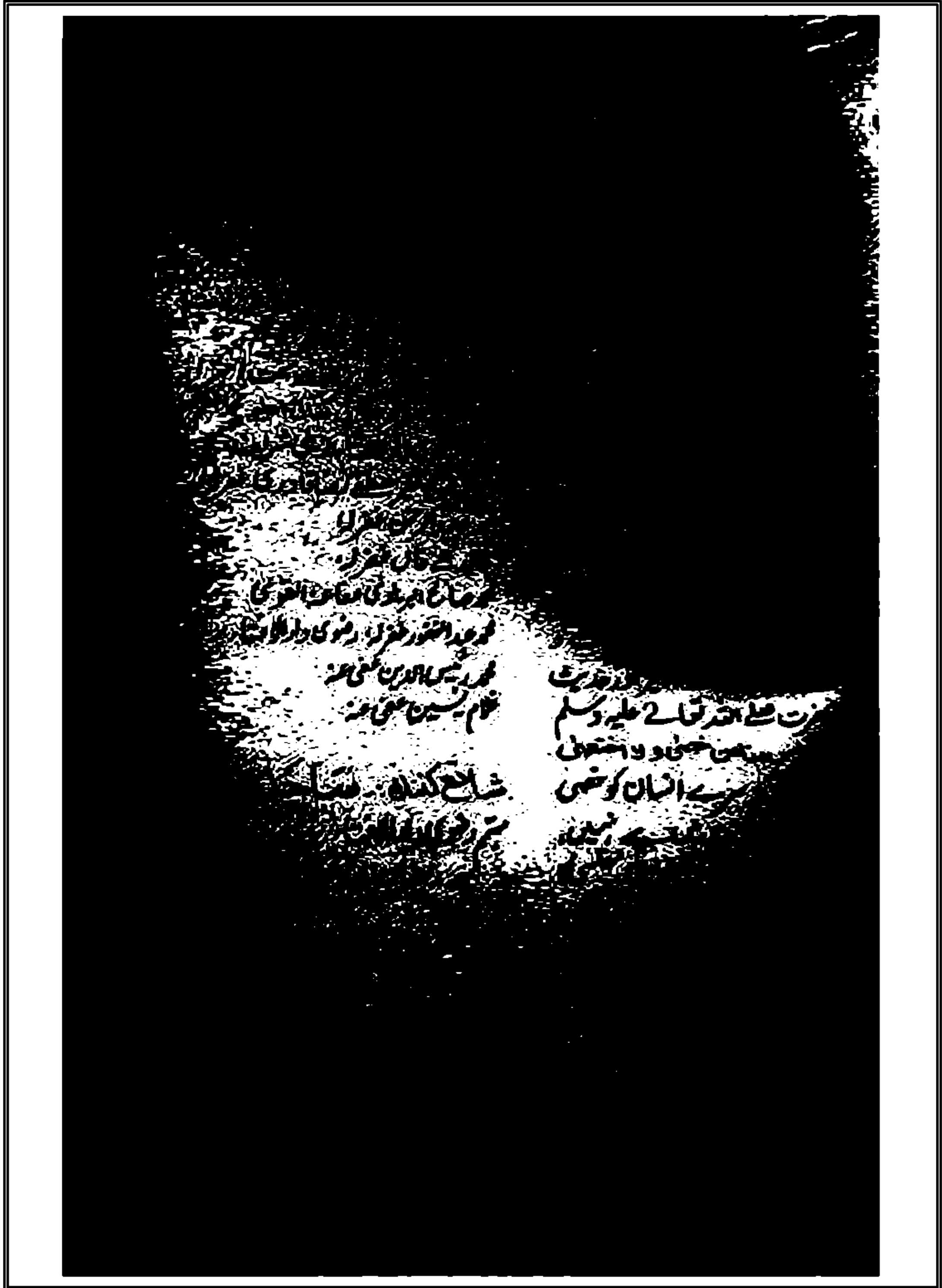
غلط افواہوں کے رد اور اہل... یہ فتویٰ
...مفتی اعظم قدس سرہٗ
...۱۹۷۶ء میں شائع کیا گیا

۷۸۶

الجواب

بعون الملک الوھاب

ضبط تولید کے لئے مرد کی نسبندی
یا عورت کا آپریشن ... ہے
شرعاً ناجائز و حرام ہے اس میں
... چیز کو بدلنا ہے اور یہ
قرآن و حدیث کی نص سے ناجائز و حرام
ہے قرآن عظیم میں ہے وَلَاٰمُرَنَّهُمْ
... خلق اللہ ... شیطان بولا میں
... گا تو وہ اللہ کی پیدا کی
... گے تفسیر مدارک میں
... یعنی اس میں
... سمجھا ہے



# یادداشت

.....☆.....☆.....☆.....☆.....





# دفاع اہل السنۃ والجماعۃ

## جلد سوم

ان شاء اللہ العزیز
عنقریب طبع ہو کر آرہی ہے

ناشر

جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ

